وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

عزیز قارئین کرام! السلام علیکم!

آپ کی صحت وسلامتی کی بہت سی دعاؤں کے ساتھ حاضر اپنے نئے سلسلے وار ناول کے حوالے سے آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔

زندگی اور زندگی کا ہر خوشی، ناخوشی، دکھ سکھ، محنت، کوشش، محبت اور عداوت سے متعین ہے اور ہم زندگی کے آغاز میں جو بیج بوتے ہیں آنے والے لمحوں میں اسی کی فصل کاٹتے ہیں اور اس میں سارا فرق آپ کی سوچ کا ہوتا ہے کہ آپ زندگی جس طرح سوچتے ہیں زندگی ویسی ہی ہوتی ہے، جیسی آپ اسے بنانا چاہتے ہیں، یہ کہانی بھی زندگی کے ایسے رویوں سے عبارت ہے جو آپ روز دیکھتے ہیں، لالچ، خود غرضی، مفاد پرستی کے جذبوں کے تلے دبے کرداروں میں محبت و یقین کی روشنی پھیلانے میں ستارہ صبح امید کا کام کرتے والے ریشم ذہنوں کی کہانی، ایسے ذہن جو اپنے پرائے، مذہب، قومیت، ذات و برادری سے بالاتر ہر انسان کو خوش مطمئن دیکھنا چاہتے ہیں جو اجتماعی سوچ، اجتماعی مفاد کو سامنے رکھتے ہیں یہی بہترین انسان کی بہترین زندگی کا اصول ہے تو کیوں نہ ہم عہد کریں کہ اپنی اپنی زندگی میں اپنے اپنے غموں اور اغراض سے ہٹ کر کوئی ایسا کام کریں جو اجتماعی خوشی کے لئے ہو ضروری نہیں کہ وہ بڑا کام عالمی سطح پر ہی ہو ہم جہاں ہیں جو بھی کر رہے ہیں وہی اہم اور بڑا کام ہے اگر اسے سنجیدگی اور خلوص نیت سے انجام دیا جائے تو یہ چھوٹے چھوٹے کام بڑے کاموں کا اقتباس بنتے جاتے ہیں، زندگی کی تیرگی میں روشن چراغ بنیں جو اپنے [illegible] کی حرارت سے خود جل کر دوسروں کو روشنی فراہم کرتا ہے، روشنی جو زندگی کا سفر ہے اور روشنی کا سفر کبھی نہیں رکتا ہے۔

اپنی خوشیوں [illegible] رکھنے کے لئے زندگی سے محبت کریں، تمام رشتوں، اغراض، چھوٹے بڑے تعلقات کی [illegible] کیے بغیر۔

اپنے کردار، اقوال، افعال کی شائستگی اور خوش سلیقگی سے ایثار پسند زندگی کی اساس بنائیں، یقین کریں زمانے کی محبت خود بخود بن جائے گی۔

ایسے رہا کرو کہ کریں لوگ آرزو
ایسے چلن چلو کہ زمانہ مثال دے

میں آپ کی رائے چاہتی ہوں تعریف کی صورت ہو یا تنقید کی، منتظر رہوں گی۔

فوزیہ غزل

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے

لا الٰہ الا اللہ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

"ماریہ...... ماریا آنکھیں کھولو، کیا ہوا ہے، تم یوں رو رہی ہو کیا سوتے میں ڈر گئیں۔" لیڈی ایلون نے جھنجوڑ کر اٹھاتے ہوئے اس پہ سوالات کی بوچھاڑ سی کر دی۔

ماریا جوزف نے چند لمحے ناسمجھی کے عالم میں بوڑھی لیڈی ایلون کے جھریوں بھرے چہرے کو دیکھا تھا پھر اس کے سینے سے لگ کر سسکنے لگی لیڈی ایلون نے نرمی اور شفقت سے اس کی پشت کو تھپکا تھا اور اس کی سسکیاں دھیمی پڑتے ہی پوچھا تھا۔

"کیا پھر وہی خواب دکھائی دیا ہے؟" اور اس نے بنا بولے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"اس کی وجہ صرف اور صرف یسوع مسیح کی تعلیمات سے دوری ہے بہت عرصہ ہوا تم نے چرچ جانا ترک کر رکھا ہے، مقدس کتاب کو بھی کھول کر نہیں دیکھا اور مقامی مذہبی تقریبات میں شرکت بھی چھوڑ دی ہے اسی لئے شیطانی خیالات کا غلبہ اور واہمات کا اثر تم پر ہو رہا ہے، تم یسوع مسیح سے معافی مانگو اور اپنے آپ کو مذہب میں گم کر دو تو تمہیں اس کیفیت سے چھٹکارا حاصل ہو گا اور سکون ملے گا۔"

"نہیں لیڈی ایلون یہ مذہب مجھے سکون نہیں دیتا بلکہ اس کی تعلیمات میرے اندر بے کلی اور روحانی اضطراب کی لہریں پیدا کر دیتی ہیں، اس مذہب میں رہنے پہ میرے اندر بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے ایسا خلا جس میں میری زندگی بھٹکتی رہتی ہے۔"

"میں پھر بھی کہوں گی یہ صرف مذہب سے دوری ہے انسان بے مذہب زندگی گزارے تو یونہی بھٹکتا ہے۔" لیڈی ایلون پرزور انداز میں بولی تھیں۔

"آپ اب بھی غلط ہیں لیڈی ایلون، مذہب اگر مجھے سکون اور طمانیت بخشتا تو میں پچھلے کئی سال سے بے مذہب زندگی نہ گزار رہی ہوتی۔"

"ماریا تمہیں معلوم ہے مذہب اور یسوع مسیح کی تعلیمات پہ اعتراض کفر کے مترادف ہے اور تم کفر کی مرتکب ہو رہی ہو، مذہب میں کوئی شے عقلی تقاضوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو عقل کو اس پہ معترض نہیں ہونے دیتے ورنہ انسان کے ایمان میں فتور آ جاتا ہے۔" لیڈی ایلون بولیں۔

"ایسا مذہب جو سوچ فکر اور اظہار پہ پابندی لگائے اور اپنی اعتقاد پہ اصرار کرے کہ چرچ اور چرچ کی تعلیمات ہر طرح کے تم سے بری ہیں وہ مذہب جو یسوع مسیح کو پیغمبر کے ساتھ خدا بھی مانے پھر یہ بھی کہے کہ وہ ہر چرچ میں استعمال ہونے والی بہت سی روٹیوں میں سما جاتے ہیں ایسا نہ قابل فہم مذہب اور نہ اس سے بالاتر تعلیمات سے وابستگی مجھے چاہیے بھی نہیں۔" وہ بہت اکھڑ اور تلخ انداز میں کہہ گئی۔

لیڈی ایلون کچھ دیر بالکل ساکت اسے دیکھتی رہ گئیں پھر سینے پہ صلیب کا نشان بنا کے دونوں ہاتھ جوڑ کے یسوع مسیح سے معافی کی خواستگار ہو گئیں، ماریا جوزف نے بنا کسی تاثر کے لیڈی ایلون کو دیکھا اور اٹھ کر باہر نکل آئی۔

☆☆☆

مختلف ڈگریز پہ ٹاپ "Master in Economics. M.S.C Economics." پوزیشن ہولڈر سٹوڈنٹ وہاج حسن۔" اپنی نرم و نازک مخملی انگلیوں میں بے بال پوائنٹ کو سنڈ بین دونوں کی گرفت میں لیتے ہوئے سعیہ خان نے اسے غور سے دیکھا تھا۔ آنکھوں میں اس کے سمندر میں ڈوب جانے جیسی کشش تھی۔

"I am sorry young man, very sorry."

"آپ اس سیٹ کے لئے اوور کوالیفائیڈ ہیں، ہم صرف گریجویشن تک ہی ورکرز رکھنے کے قائل ہیں۔" وہاج حسن کا چہرہ پل بھر میں تاریک ہو کر سرخ ہوا تھا، کچھ لمحے اسے اپنا اشتعال چھپانے میں لگے پھر وہ مضبوطی سے بولا۔

"آپ میری بی کام کی ڈگری دیکھیں باقی سب چھوڑ دیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ کہیں اور کوشش کریں، اس قدر High Qualification کے ہوتے ہوئے کوئی کمپنی آپ کو رد کرنے کا رسک نہیں لے سکتی ہے، آپ کو بہتر اور اعلیٰ جاب مل سکتی ہے ہمارے ہاں تو آپ کو Standard کے مطابق نہ سہولیات مل سکتی ہیں نہ سیلری نہ عہدہ۔"

"بغیر سہولیات کے سہی مگر مجھے یہ جاب چاہیے۔" وہ بضد ہوا۔

"سوری ہمیں دو سال کا تجربہ بھی چاہیے آپ بالکل ناتجربہ کار اور نئے ہیں۔" خشک لہجے میں کہا گیا تو وہ ضبط نہ کر سکا اور اندر کا لاوا پھٹ کر بہہ نکلا۔

"تجربہ، تجربہ، تجربہ کہاں سے لاؤں میں تجربہ، گزشتہ تین سال سے ہر جگہ دھکے کھا رہا ہوں کوئی کام نہیں دے رہا ہے اور بغیر کام کے تجربہ کیا میں آسمان سے لکھوا کے لے آؤں، نہیں اور کوالیفائیڈ کا بہانہ کہیں سفارش نہ ہونے کا مسئلہ کہیں تجربہ، کیوں دیتا ہے یہ تعلیمی کاغذ کی ہیں یہ کاغذی اسناد، میرا اچھے سال، دماغ اور ذہن لگا کر بھی ان کا کوئی مقام نہیں کوئی وقعت نہیں تو کیوں میں انہیں سینے سے لگائے آپ جیسے بے رحم سرمایہ داروں کے سامنے بھکاری بنا پھرتا ہوں ان کی اصل جگہ تو شاید آپ کے روم کے کارنر میں پڑا ڈسٹ بن ہے کوئی گندا نالہ یا آگ کا چولہا۔" اس نے جھٹکے سے فائل میں اسٹیپل کی ہوئی اسناد کی نقول نکالیں اور پھاڑ کے ڈسٹ بن میں ڈال دیں، کچھ دیر کے لئے گہرا سکوت خان انڈسٹریز کے آفس روم میں چھا گیا سعیہ علی خان کو ہوش آیا تو وہ گلاس ونڈو کے پار گیٹ سے نکلتا نظر آیا۔

وہ پھرتی سے اٹھی اور پاگلوں کی طرح آفس روم سے نکل کر گیٹ کی طرف بھاگی مگر اتنے چند لمحوں میں وہ جانے کہاں غائب ہو چکا تھا وہ کچھ دیر بے بسی کے عالم میں کھڑی ہونٹ چباتی رہی پھر واپس اپنے آفس میں آ کر بیٹھ گئی اور انٹرکام پہ بات کرنے لگی۔

☆☆☆

"کیوں نظر آتا ہے مجھے یہ خواب اتنے تسلسل سے، ایک ہی خواب انہی جزئیات اور کیفیت کے ساتھ بار بار دکھائی دیتا، زندگی میں پیش آنے والی کسی تبدیلی کا پیش خیمہ تو نہیں، تلاش حق میں بھٹکتی میری بے چین روح کے لئے یہ خواب ایک بڑا سوالیہ نشان بن گیا ہے، ایسا سوالیہ نشان جس کا جواب مجھے خود ڈھونڈنا ہو گا ورنہ لیڈی ایلون سے کہا تو جھگڑے ہونے والی تلخ کلامی آہستہ آہستہ خوشگوار جھڑپوں میں بدل جائے گی اور میرے خیالات کھلتے ہی پورے کنبے میں طوفان

پیلنگٹن کے خوبصورت اور مشہور فوڈ پوائنٹ ''گرین چیریٹ'' کے ہال روم میں بیٹھی وہ دونوں مینو میں موجود مزیدار ڈشز کھاتے ہوئے بیچ بیچ ہلکی پھلکی گپ شپ سے لطف اندوز ہو رہے تھے، ماریہ کو یہاں کا The fillet mignon بہت پسند تھا سو وہ کالج سے نکلتے ہی ''گرین چیریٹ'' کا رخ کرتی تھی۔

مگر دلچسپ ماحول، اچھے کھانے سامنے ہونے کے باوجود اسے اشتہا اور بھوک محسوس نہ ہو رہی تھی اور اس کی وجہ یقیناً روحانی کرب اور ذہنی اضطراب تھا جو اسے آہستہ آہستہ زندگی کی تمام دلچسپیوں سے دور کر رہا تھا، ورنہ یہاں اطمینان کا خاصا سامان موجود تھا اور وہ اس جگہ پہ آ کر ہمیشہ خوشی محسوس کرتی تھی لیکن آج یہ خوشی ناپید تھی۔

شاید لیڈی ایمون ٹھیک کہتی ہیں کہ دینی تعلیمات سے دوری اور چرچ سے طویل غیر حاضری نے میرے خیالات کو پراگندہ کر دیا ہے ورنہ کیسا مذہب ہے جو میرے اردگرد کے تمام لوگوں کو اطمینان دیے ہوئے ہے اور وہ وقت وار چرچ کی مذہبی عبادت کے ساتھ دیگر مقامی مذہبی تقریبات میں شریک ہونے کے ساتھ اپنے روزمرہ امور بھی بخوبی انجام دے رہے ہیں، مجھے دوبارہ مذہب کی طرف پلٹنا چاہیے کہ کوئی نہ کوئی مذہبی عقیدہ ہی یقیناً آخر نجات کا باعث ہوتا ہے۔

وہ کھوکھلی کیفیت سے نکلتے ہوئے بڑبڑائی مگر اس سوچ کے باوجود اس کا ذہن مطمئن نہ ہو رہا تھا، موبائل سے ہاتھ کھینچتے ہوئے بل ادا کر کے کیفے سے باہر نکل آئی اور فٹ پاتھ پہ موجود کچھ گمنام آرٹسٹوں کے مصورانہ شاہکار دیکھنے لگی، ان سے ذرا آگے سستی کتابوں کا ڈھیر لگائے ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا، ماریہ نے اسے غور سے دیکھا۔

''اس بوڑھے شخص کو جوان اولاد نے یقیناً گھر سے بے دخل کر دیا ہوگا کہ مغرب زدہ معاشرے کی یہ بہت ہی عام بات کہ اولاد بالغ ہوتے ہی یا تو خود گھر سے نکل جاتی یا والدین کو اولڈ ہومز میں دھکیل دیتی، ان میں سے کچھ تو اولڈ ہومز میں اداس دل واپسی کے انتظار میں دیکھتے دیکھتے زندگی گنوا دیتے اور کچھ جو وہاں رہنا پسند نہ کرتے وہ اپنی مدد آپ کے تحت گزر اوقات کو کچھ نہ کچھ کرتے۔'' ماریہ مختلف سوچوں کے دل بیٹھ کر اس کے پاس پڑی کتابیں دیکھنے لگی اس کی دلچسپی کا باعث مختلف مذاہب سے متعلق معلوماتی لٹریچر ہوتا تھا جو گزشتہ چند سالوں سے وہ اکثر پڑھتی رہتی تھی اور عیسائیت کے علاوہ اس نے دیگر کئی مذاہب کے متعلق جانا تھا بلکہ بدھ مت، یہودیت اور ہندو مذہب کا بھی بغور مطالعہ کیا تھا مگر تضادات، خامیوں اور تفرقات سے بھرا پا کر اس نے ان مذاہب سے پہلو تہی اختیار کر لی، یہاں اس کے مطلب کی کوئی کتاب نہ تھی وہ ہاتھ جھاڑ کے اٹھ کھڑی ہوئی، اٹھتے سے اس نے بوڑھے کی آنکھوں اور چہرے پر مایوسی و یاسیت کے جو آثار دیکھے انہوں نے اسے دوبارہ بیٹھنے پہ مجبور کر دیا۔

''بوڑھا شخص متاسف نہیں اور ادا پریشان ہوگا یہاں بڑھاپے میں آرام کے بجائے کام کر رہا ہے، شاید مجھے کسی ہمدردی کے طور پہ کچھ خرید لینا چاہیے۔''

ماریہ جوزف نے گہرا سانس لیا اور شولڈر بیگ کی زپ کھول کر ہاتھ میں کچھ ڈالرز بوڑھے شخص کے ہاتھ پہ رکھے اور کتابوں کے ڈھیر میں سے ایک کتاب اٹھا کر چل دی۔

ریان حسن نے درخت سے ٹیک لگا کے چند گہری سانسیں لیں اور اداس نظروں سے اپنے چاروں طرف دیکھا، تھک چکا تھا اس قدر کہ اب ایک قدم بھی اس سے اٹھایا نہیں جا سکتا تھا پھر اس نے کلائی پہ بندھی گھڑی کو دیکھا جو گزشتہ دو دن سے بند تھی مگر پھر بھی وہ ہر روز دو دفعہ اسے دیکھ لیتا تھا جسم پہ موجود پینٹ شرٹ کا اصلی رنگ خود اسے بھی بھول چکا تھا، اس کی جیب میں اکلوتے چالیس روپے تھے جو گھر پہنچنے کا کرایہ تھا اور وہ پچھلے پورے ہفتے سے ناقدری کا شکار تھا، اس کی چار جوان بہنیں تھیں جو روز صبح دعاؤں امیدوں کے ساتھ اسے گھر سے رخصت کیا کرتی تھیں اور وہ ہر شام تھکا ہارا سڑکوں، دفتروں کی خاک چھان کر اداس اور چپ چاپ گھر میں داخل ہوتا تو ان کے بے حد حسین چہرے کی اداسی ہو جاتے۔

وہ سوچا کرتا تھا کوئی بھی کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے ارادے کی مضبوطی کو یقین خود آپ میں نہ ہو اور وہ تو اپنی صلاحیتوں پہ یقین کر کے مضبوط ارادے کے ساتھ نکلتا تھا مگر بے یقینی نے نہ صرف اس کے ارادوں کو توڑا تھا بلکہ اس کا یقین بھی متزلزل کر دیا تھا، زندگی کی تلخ حقیقتیں چاروں طرف سے اس کے سامنے کھڑی تھیں اور ان حقیقتوں سے فرار ممکن نہیں تھا کہ مصیبت میں آنکھیں بند کر لینے سے مصیبت ٹل تو نہیں جاتی ویسے بھی حقیقت سے فرار ہو جانا بزدلی ہے، حقیقتوں سے مقابلہ کرنا اور ان کے درمیان زندہ رہنا ہی زندگی ہے، لیکن اگر عزم و حوصلہ ہی شل ہونے لگے تو کوئی کیا کرے، اس نے بے اختیار دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

آئیے ہاتھ اٹھائیں ہم بھی
ہم جنہیں رسم دعا یاد نہیں
ہم جنہیں سوز محبت کے سوا
کوئی بت کوئی خدا یاد نہیں
آئیے عرض گزاریں کہ نگار ہستی
زہر امروز میں شیرینی فردا بھر دے
وہ جنہیں تاب گراں باری ایام نہیں
ان کی پلکوں پہ شب و روز کو ہلکا کر دے

''کاش اس طرح چہرہ چھپانے سے دکھ بھی چھپ جاتے کوئی ایسی چیز ہوتی جو ہر دکھ کو چھپا لیتی۔'' اس نے یاسیت سے سوچا تھا، اس کی سب سے چھوٹی بہن آمنہ نے آج ہی تو کہا تھا۔

''بھائی میرا داخلہ جانا ہے میٹرک کا، مجھے اس کی فیس جمع کروانی ہے۔'' اور امی نے رات کو بہت دکھے اور دلگیر لہجے میں بتایا تھا۔

''ثنا کی سسرال والے آج صاف الفاظ میں کہہ گئے ہیں کہ اگر تم لوگ ابھی شادی کے موڈ میں نہیں تو صاف جواب دے دیں تاکہ وہ اپنے بیٹے کے لیے کوئی اور گھر دیکھیں، یہ ''کچھ دیر بعد'' کے ٹالے چھوڑ دیں۔'' جبکہ ثنا نے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر ٹیوشن سینٹرز اور پرائیویٹ سکولز کے چکر لگانے شروع کر دیے ہیں، ملازمت کے لیے اور ظاہر ہے کہ ایسی جگہوں پہ بھی قرابت اور سفارش

لوگوں کا تبصرہ تھا تو ایف اے پاس لڑکی کو کون پوچھتا، روحی افزا تو وہ شدید فرسٹریشن اور ڈپریشن کا شکار تھی۔ اپنے حالات سے شاکی، اپنے حوالات سے نالاں اور اپنے رب سے ناراض، اسے تعلیم سے پیچھا رہی تھی نہ زندگی سے جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اس کی دو بار منگنی ایک بار نکاح ہو کر ٹوٹ چکا تھا۔

"اگر آج ابو زندہ ہوتے تو مجھے زندگی اذیت مسلسل کی طرح نہ لگتی اور پانچ زندگیوں ان کے ارمانوں، امیدوں کا مرکز میں اکیلا نہ ہوتا۔ تھوڑا سہی گزارا ہو کچھ تو کرتے۔" وہاج حسن نے سوچوں کے گرداب سے نکلتے ہوئے سامنے سے گزرتے رکشے کو ہاتھ ہلایا۔

گھر کے سامنے اترتے ہوئے اس نے اگلے سالم روپے نکال کر رکشہ ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھے اور بھڑا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

آمنہ اور ہما اندر کمرے میں تھیں، انزلہ سر باندھے لیٹی تھی ثمن دال صاف کر رہی تھی اور امی چھت سے دھلے کپڑے اتار کر لا رہی تھیں۔

"آمنہ بھائی کو ٹھنڈا پانی دو۔" امی نے اسے آتے دیکھ کر سیڑھیوں سے ہی آواز لگائی۔

"کھانے کو کچھ ہے تو دو۔" وہاج نے گلاس لیتے ہوئے کہا۔

"اس کے لئے تو تمہیں انتظار کرنا پڑے گا ثمن دال رکھ لے میں روٹی پکا دوں گی پھر کھا لینا۔" انزلہ آپی اٹھتے ہوئے بولیں۔

"تمہاری خالہ جو چاول اور رائتہ دے گئی تھیں وہ کہاں ہے میں نے کہا تھا کہ بھائی کے لئے رکھ دو۔" امی نے پوچھا۔

"آمنہ کو کھلا دیئے آپ کو پتا ہے وہ بیمار ہے پھر اتنے دنوں سے کچھ پکا نہیں مسلسل فاقے سے اس کے سر اور پیٹ میں درد تھا۔" ثمن دھیرے سے بولی۔

"اور یہ دال، آٹا کہاں سے آیا ہے۔" وہاج ان کی طرف مڑا۔

"خالہ دے گئی تھیں۔" جواب انزلہ نے دیا۔

"امی آپ خالہ کو منع کیوں نہیں کرتی ہیں کہ اپنی نوازشات مت کیا کریں۔" وہ چیخ کر بولا تھا۔

"تم کل ہی کچھ کما کر لاؤ تو اسے میں صاف منع کر دوں گی، پتا ہے تمہیں چار دن سے چولہا ٹھنڈا پڑا تھا، چار جوان بیٹیاں جن کو کھلانے کے لئے کچھ ہے نہ بیاہنے کے لئے ایسے میں ایک بہن کا سہارا ہے اسے بھی منع کر دیں تو کہا ہم مانگیں گے یا تم ڈاکہ ڈالو گے۔"

امی بے حد صابر و شاکر عورت تھیں مگر اس وقت وہ خاصی تلخ ہو کر طنزیہ انداز میں بولی تھیں اور وہاج حسن جو دن بھر کا تھکا ہارا گھر آیا تھا جتنا بھنّایا تھا اور غصے سے بولا۔

"امی میں اتنی کوشش کر رہا ہوں جاب پلیٹ میں رکھی تو ملتی نہیں ہر جگہ سفارش رشوت کا دور دورہ ہے اور میرے پاس نہ سفارش ہے نہ رشوت پھر میں کیا کروں۔"

"اپنے خالو کے ساتھ کام شروع کروا تا تو کر سکتے ہو۔" امی آرام سے بولیں۔

"امی!" وہ حیرت و دکھ سے سن سا ہو گیا۔

"آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میری Qualification کیا ہے، میں پنجاب یونیورسٹی کا

آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹ رہا ہوں، میری ٹاپ پوزیشنز اور دیگر غیر نصابی سرگرمیوں نے مجھے نمایاں مقام دے رکھا اب میں نت پاٹھوں پر کھڑے ہو کر ریڑھیاں لگاتا پھروں۔"

"تمہارا اسٹینڈرڈ لوئر کلاس ہے وہاج، مسائل کا انبار لئے بس سا گھر ہے یہاں ڈگریوں کا نہیں پیسے کا مسئلہ اہم ہے پیٹ بھرا ہو تو سب اچھا لگتا ہے بہتر ہوگا کہ اب تم ڈگریوں کے حصار سے نکل آؤ، کیونکہ جینے کے لئے ہمیں کاغذ کے یہ بے جان ٹکڑے نہیں بلکہ روٹی چاہیے۔" ثمن آگے جاتے ہوئے بولی تھی۔

"انسان محنت کرنے والا اور ثابت قدم ہو تو مقدر اس کا ساتھ دیتا ہے اپنی مدد آپ کے تحت تم تھوڑے سے لئے کوشش کرو اللہ زیادہ کے قابل بھی کرے گا، اب یوں گزارہ ہونا تو مشکل ہے۔" انزلہ نے بھی کہا، وہ کچھ دیر سر جھکائے سوچتا رہا پھر اٹھ کر باہر نکل گیا۔

میرے وجدان بتا تو نے کیا دیا مجھ کو
میں آسماں تھا زمیں سے ملا دیا مجھ کو
بحر آتش سے جو لوٹا تو بہت خوش تھا مگر
کیا خبر تھی کہ جلا دے گا اک دیا مجھ کو
کھڑا ہوں آج بھی روٹی کے چار حرف لئے
سوال یہ ہے کتابوں نے کیا دیا مجھ کو

☆☆☆

وہ بہت خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی جب عفنان علی خان آفس میں داخل ہوئے۔

"جس جگہ ہماری بیٹی موجود ہوتی ہے وہاں خاموشی ہوتی تو نہیں پھر ہمارے آفس میں چڑیوں کی چہکار کے بجائے سناٹا کیوں ہے؟" اور اسے لگا تھا وہ بولی تو رو دے گی اسی لئے باپ کی طرف فقط خاموش نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا، انٹرویو لیتے لیتے تھک چکی ہو جو موڈ آف ہے بیٹی کا، مجھے فارن ڈیلیگیشن کے ساتھ میٹنگ میں واقعی بہت دیر لگ گئی پھر بھی تمہارے خیال سے میں نے جلد آنے کی بھرپور کوشش کی۔" اب وہ بڑے مشفق انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولے مگر وہ اسی انداز میں بیٹھی رہی۔

"تو ہماری بیٹی ناراض ہے I am sorry sania اگر تمہاری ما فارغ ہوتیں تو آج آفس وہی دیکھتیں لیکن انہیں بھی اپنی این جی او کے اہم اجلاس میں شرکت کرنی تھی اور انٹرویوز کے لئے بھی اخبار میں آج کی ڈیٹ دی ہوئی تھی سو یہ بھی ضروری تھے اب یہ بتاؤ کہ ہماری بیٹی نے جو انٹرویوز لئے ان کا کیا رزلٹ رہا، کتنے لوگ سلیکٹ ہوئے اور کتنے ریجیکٹ؟" انہوں نے بغور اس کی سمت دیکھا جو اب بھی بے تاثر انداز میں بیٹھی سامنے دیوار پہ جانے کیا کھوج رہی تھی۔

"میں نے شہریار کو فون کیا تھا کہ وہ یونیورسٹی سے واپسی پہ آفس آئے کیا وہ نہیں آیا تھا تمہارا ساتھ دینے کو۔" انہوں نے دوبارہ پوچھا۔

"ان کے آنے سے قبل انٹرویو مکمل ہو چکے تھے۔" وہ پہلی بار بولی اور اس کا لہجہ بے حد مدھم تھا جو عفنان علی خان کو بمشکل سنائی دیا۔

وہ سجدے کی حالت میں دونوں ہتھیلیوں پہ چہرہ رکھے روتے ہوئے دعا مانگ رہی تھی کہ اس کے اردگرد پھیلا گہری خوف اور تنہائی کا احساس آہستہ آہستہ چھٹنے لگا تھا، ٹھنڈی خوشگوار ہوا صبح بہار کی سی روشنی اور تازگی اور پرنور تقدس سے بھرپور خوش الحان صدا اس کی سماعت و بصارت اس پل تجر میں تبدیل شدہ حسین امتزاج پہ عالم حیرت و استعجاب میں تھی۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر

اس کے اردگرد جیسے مقدس نور کی شعاعیں ہالہ بنائے تھیں۔

"ماریا، ماریا ڈارلنگ اٹھو تمہیں کالج سے دیر ہو رہی ہے۔" لیڈی ایلون کی تیز آواز اسے خواب کی دہلیز سے کھینچ کر حقیقت کی دنیا میں لے آئی اس نے بہت گم صم اور اجنبی نظروں سے لیڈی ایلون کو دیکھا تھا جو اس کے یوں دیکھنے پہ پریشان ہو اٹھیں۔

"Maria are you ok"۔ ماریا کو اپنے حواس بحال کرنے میں کچھ وقت لگا۔

"I am feeling not well"۔

"کیا ہوتا جا رہا ہے تمہیں ماریا، تم تو بہت ترلنگ گرل ہوا کرتی تھیں، ہر دم ہنستی مسکراتی، شرارتی، شور ہنگامہ کرنے والی فنی گرل۔" لیڈی ایلون تاسف سے اسے دیکھ کر بولیں۔

"یہ جو عقیدے مذہب اور تین تین خداؤں کا الجھاؤ ہے نا لیڈی ایلون اس نے مجھے جسمانی روحانی اور ذہنی تھکن سے دوچار کر دیا ہے گزشتہ دس سالوں میں بار بار مذاہب کو گورکھ دھندوں میں الجھی اپنے مذہب کا دوسرے مذاہب سے تقابلی جائزہ لیا اور اسے خامیوں سے پر پا کر دوسرے مذاہب میں سچائی ڈھونڈنی چاہی مگر سچائی کہیں نہیں اسی لئے مجھے سکون بھی نہیں۔" بولتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی۔

"ماریا تمہیں میری نصیحت بری لگتی ہے لیکن میں ایک بار پھر یہی تلقین کروں گی کہ ہر وہم خیال اور پریشانی کو جھٹک کر صرف اپنے آبائی مذہب میں پناہ لو یسوع مسیح تمہیں سکون دیں گے تم انجیل کا مطالعہ کیا کرو۔" لیڈی ایلون بولیں، ماریا جوزف نے بنا کسی احساس جذبے کے سپاٹ نگاہوں سے دیکھا اور سلیپر پہننے لگی۔

وہ منہ ہاتھ دھو کر بنا ناشتہ کیے گھر سے نکل آئی لیکن کالج جانے کے لئے نہیں، وہ فی الحال کوئی مطمئن اور پرسکون گوشہ ڈھونڈنا چاہتی تھی یہاں وہ اپنی ذات کے الجھے سروں کو سلجھانے کی کوشش پہ غور کر سکے، گرجا گھر کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کے قدم ٹھٹکے تھے مگر وہ کوشش کے باوجود خود کو کنواری مریم یا یسوع خداوند کی پرستش کے لئے آمادہ نہ کر سکی۔

کلیسا کے باہر ایک پادری سکول کے چند بچوں کو بتا رہا تھا کہ "ایک شخص اگرچہ سخت بدبخت اور گناہگار تھا لیکن صرف ایک نیکی نے اسے جہنم سے بچا لیا اور وہ یہ کہ متذکرہ آدمی مریم کی پوجا بڑی باقاعدگی سے کرتا تھا، مریم جو یسوع علیہ السلام کی والدہ ہیں وہی تمام قوتوں کی مالک اور اسی کی سفارش جہنم سے بچنے کو لازم ہے۔"

"انجیل پہ اعزاز نجات عیسیٰ علیہ السلام کو بخشتی ہے اور یہ پادری صاحب یہ اعزاز مریم کو بخش رہے ہیں ایسا مذہب جس کی تعلیمات اور مبلغوں کی تعلیمات میں تضاد ہے کیا سچا ہو سکتا ہے؟" وہ پھر متفرقات میں گھری چلتے چلتے خیالات کی روانی میں وہ "بیک نجر" پہنچ چکی تھی۔ بیک نجر

بکنگھم کا مشہور پیلس تھا جس کے ساتھ پارلیمنٹ کی عمارت تھی اور کالج بھی تھا اسی لئے یہاں سیاستدان بھی نظر آتے رہتے تھے اور یہاں نوجوان طالب علموں کا رش ہر وقت رہتا تھا لیکن آج پیلس کا دلفریب ماحول بھی اسے متوجہ نہ کر سکا اس کا ذہن پریشان کن سوچوں کے جھنڈ میں گم تھا۔

ماریا جوزف ابھی شخصیت پریشان خیالات کی مالک ایک پرکشش اور خوبصورت لڑکی تھی، جس کی تربیت چرچ آف انگلینڈ کی زیر نگرانی ہوئی اس کی والدہ میری جوزف یونیورسٹی میں پروفیسر ہونے کے ساتھ عیسائیت کی مبلغہ اور راہبہ تھیں، والد بھی کٹر عیسائی تھے مگر ہوش سنبھالتے ہی اسے عیسائیت کی تعلیمات میں سچائی کا فقدان نظر آیا ذہن میں نیانیات و توحید سے متعلق سوالات اٹھنے لگے۔

اس کے سکول کے ساتھ مسلم آبادی کا علاقہ تھا اور وہاں مسلمانوں کی تنی مسجد تھی یہاں دن کے مختلف اوقات میں اذانوں کی دلکش صدائیں گونجتی رہتیں اور وہ اکثر صرف اذان سننے کے لئے ذرا دیر سے گاڑی رکوا لیا کرتی تھی، یہی اذان اس کے لاشعور میں کہیں محفوظ رہ گئی تھی اور یوں جوں بلوغت کی منزلیں طے کیں تو یہ اذان کی صدائیں اک خواب مسلسل کی صورت اس کی نیندوں کے سفر میں شریک ہونے لگیں۔

ساتھ ہی ساتھ مذہبی حوالے سے اس کی ذہنی مشکلات بھی بڑھتی گئیں اور ذہن میں ابہام پیدا ہوتے گئے وہ اپنے آپ کو راسخ العقیدہ کیتھولک نہیں سمجھتی تھی اور اس پہ سخت پریشان تھی۔ قلب و ذہن کی کھینچا تانی نے اس کے اعصاب کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا، صداقت اور یکسوئی کی تلاش میں بھٹکتی یہ لڑکی ذہنی و جسمانی طور پر بیمار رہنے لگی تھی۔ اسے یوں لگتا تھا وہ کسی اور سیارے کی مخلوق ہے جو بھٹک کر زمین پر آ گئی اور یہاں شعور و لاشعور حق و ناحق کی جنگ میں اسے پچھاڑ رہے ہیں۔

وہ خالہ کے گھر پہنچی تو خالہ دستر خوان پہ برتن رکھ رہی تھیں، اریبہ صحن میں نلکے کے پاس چوکی پہ بیٹھی منہ ہاتھ دھو رہی تھی، ربیعہ اور جویریہ کچن میں کھڑی تھیں معاذ اور شہباز حسب معمول چھت پہ پتنگیں اڑانے میں مصروف تھے اور خالو ہاتھ صاف کرتے ہوئے برآمدے میں لگے دستر خوان کی طرف جا رہے تھے، وہاج کو آتے دیکھ کر سب خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

"آؤ بیٹا آؤ، ابھی میں تمہیں یاد ہی کر رہی تھی آج تمہاری پسندیدہ ہنڈی گوشت اور بریانی بنی ہے۔" خالہ اس کے سلام کے جواب میں خوشدلی سے بولیں تو اریبہ نے ڈوپٹے سے چہرہ پونچھتے ہوئے اسے دیکھا، سفید کاٹن کے بغیر کلف لگے سوٹ میں وہ خاصا سنجیدہ اور اداس سا لگا۔

"آؤ کھانا کھا لو۔" خالو نے اسے بلایا۔

"آپ لوگ کھائیں مجھے بھوک نہیں۔" وہ بولا تو اریبہ نے ایک بار پھر بغور دیکھا بھوک نہ ہوتے ہوئے بھی وہ کبھی انکار نہیں کرتا تھا تھوڑا بہت کھا لیتا آج اس کا انکار حیران کن تھا۔

"کھا لیں وہاج بھائی آج تو امی نے تیار کیا ہے سب کچھ، اریبہ نے نہیں اس لئے آپ کے معدہ خراب ہونے کا ڈر نہیں۔" ربیعہ نے چھیڑا تو وہ مروتاً بھی نہ مسکرا سکا اور یہ حد درجہ سنجیدگی اریبہ کو واقعی چونکا گئی۔

"اتنے اصرار پھر اس پہ اتنا انکار بھی مناسب نہیں اس لئے آ جاؤ۔" خالو نے پھر کہا تو نا چاہتے ہوئے بھی اپنے بھوکے پیٹ کا خیال کر کے دستر خوان پہ بیٹھ گیا۔

''تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا اب گھر جانے سے پہلے ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں تم میڈیسن وغیرہ لو۔'' وہ گاڑی ریورس کرنے لگے۔

''ارے نہیں، آپ یونہی پریشان ہو گئے کچھ نہیں ہوا مجھے یونہی ڈاکٹر کو دکھانے کا فائدہ۔'' وہ انہیں مطمئن کرنے کو بولی۔

''سعدیہ تم خود سے بہت لاپرواہ ہوتی جا رہی ہو اتنی بے احتیاطی اچھی نہیں ہوتی، یہی بدلتے موسم کی ہلکی سی بیماری بھی بندے کی جان کو آ جاتی ہے اگر بندہ تم جیسا بے احتیاط ہو تو اپنا خیال رکھا کرو اور نہیں رکھ سکتیں تو جو تمہارا خیال رکھتا ہو اسے تو رکھنے دو۔'' ان کا لہجہ سرزنش کرنے والا تھا۔ سعدیہ طارق نے لحظہ بھر انہیں دیکھا تھا پھر ان کی بولتی نگاہوں سے نظریں چرا کر شیشے کے پار دیکھنے لگی، وہ اس کی حرکت پہ مسکرا اٹھے، ڈاکٹر سے چیک اپ کروا کے میڈیسن لکھوائی سٹور سے میڈیسن لے کر وہ واپس گاڑی کی طرف آئے تو ان کے ہاتھوں میں دو بڑے بھی تھے، وہ میڈیسن اور دو بڑے اسے پکڑاتے ہوئے خود گاڑی سٹارٹ کرنے لگے پھر بولے۔

''کھاؤ اسے میں کھانے کے لئے لایا ہوں سونگھنے کے لئے نہیں۔''

''مگر آپ سے تو میں نے نہیں کہا تھا۔'' وہ فوراً بولی۔

''پہلے تم ضد کر کے منگواتی ہو، اب خود لے آیا تو اعتراض، سعدیہ محبت اور کسی کا خلوص احسان نہیں ہوتا کہ اسے بوجھ سمجھ کر تعرض برتا جائے۔'' انہوں نے بہت آہستگی سے اس کا جھکا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔

''شہریار بھائی آپ لوگوں کو محبت اور خلوص تو واقعی احسان ہے جس کا بدلہ میں کبھی نہیں چکا سکتی۔'' وہ مدھم لہجے میں بولی، شہریار خان نے یکدم گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے لب بھینچ کر چند ثانیوں تک اسے دیکھا تھا۔

''سعدیہ تم سے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ مجھے بھائی مت کہا کرو میں تمہارا بھائی نہیں ہوں کیا ہر بار یہ وضاحت دینے کے ساتھ مجھے اپنے اور تمہارے مابین قائم رشتے کی یاد دہانی ہوگی اب تم بچی نہیں ہو جو سمجھ نہ سکو کہ ہمارا آپس میں تعلق کیا معنی رکھتا ہے۔'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بہت سنجیدگی سے بولے تھے اور ان کی نگاہوں کی تپش سے سعدیہ کو اپنے رخسار تپتے محسوس ہوئے۔

''اچھا یہ بتاؤ ناراض کس بات پہ ہو۔'' وہ اپنی سنجیدگی کو سکون میں چھپا کر پوچھنے لگے اور گاڑی پھر سے سڑک پہ ڈال دی۔

''کسی بات پہ نہیں آپ کو معلوم ہے کہ میں ناراض نہیں ہوتی نہ مجھے ناراض ہونا آتا ہے۔'' وہ اس بار ان کی طرف دیکھ کر بولی تھی۔

''تو پھر یوں بدلی بدلی کیوں نظر آ رہی ہو۔''

''نہیں تو میں ویسی ہوں جیسے پہلے تھی۔'' اس نے ان سے زیادہ خود کو یقین دلایا۔

''اگر تم ویسی ہوتیں تو میں تم سے یہ سوال کیوں کرتا؟'' انہوں نے استفہامیہ انداز میں بھنویں اچکائی تھیں۔

''جس جگہ تم موجود ہوتی ہو وہاں خاموشیاں بھی مسکرا اٹھتی ہیں پھر یہ کئی دنوں سے بے نام سی اداسی اور بے وجہ خاموشی ہر منظر ہر Activity میں عدم دلچسپی تم اندرونی طور پر ڈسٹرب ہو

Why? یہ مجھے نہیں معلوم And i think میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ تم کس وجہ سے پریشان ہو۔''

''بس مجھے لگتا ہے کہ میں نے کچھ غلط کر دیا ہے اور یہ کیسے ہو گیا سمجھ نہیں پا رہی۔'' اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

''کیا غلط کر دیا ہے سعدیہ کھل کر کہو۔'' وہ الجھ کر بولے تھے۔

''کہیں تم پاپا کے آفس میں انٹرویو والی بات تو نہیں کر رہی ہو۔'' وہ خود اندازہ لگاتے ہوئے اسے دیکھنے لگے۔

''ہاں وہی بات ہے۔'' اس نے اعتراف کیا۔

''مجھے لگتا ہے کسی ایک حقدار کا حق بچاتے ہوئے میں نے اس سے زیادہ مستحق حقدار کا حق مار لیا ہے، میری اس غلطی نے جانے اسے کتنا شکستہ دل کیا ہوگا اور اس غلطی کی تلافی کیسے کروں یہ سمجھ نہیں آ رہی یہی بات میری پریشانی کا باعث ہے۔'' وہ اپنے اور شہریار خان کے مابین تعلق کی نوعیت سے خائف ہونے کے باوجود ان پہ بہت بھروسہ کرتی تھی اسی لئے ساری الجھن ان کے سامنے رکھ دی، اسے بغور دیکھتے ہوئے شہریار دھیرے سے مسکرا دیئے۔

''حساس ہونا اچھی بات ہے کہ اس سے انسانیت کا قلبی اور اخلاقی پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے اور حساس رواداری کے ایثار آمیز جذبوں کو واضح کر کے انسان کو دکھ درد اور خوشی کے لمحات میں ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے مگر اتنی حساسیت کہ اپنا آپ مشکل میں پڑنے لگے اور آپ کی اس مشکل سے دوسرے لوگ اذیت محسوس کریں تو اچھا نہیں ہے اور تمہیں اپنے اندر کسی خلش کو پالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس شخص کے ساتھ یہی ہونا تھا، تم نہ ہوتیں پاپا ہوتے یا میں ہوتا مگر تب بھی جو قسمت نے اس کے لئے طے کر رکھا تھا وہی پیش آتا۔'' وہ رسان سے اسے سمجھاتے ہوئے بولے تھے۔

''آپ کی بات ٹھیک ہے مگر کیا یہ ضروری تھا کہ یہ سب میرے ذریعے ہوتا، آپ جانتے ہیں مجھے کسی کو تکلیف دینا یا کسی کو تکلیف میں دیکھنا خود اس سے بڑی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔'' لہجہ مدھم تھا۔

''سعدیہ تمہیں عادت ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہونے کی اور تم جانتی نہیں کہ تمہارے سکھ دکھ، ہنسی خوشی اور افسردگی شوخی سارے رنگ میرے لئے بہت معنی رکھتے ہیں اور میں خود کو تمہارے لئے سوچنے سے باز نہیں رکھ پاتا کیونکہ تم سے میرا ربط بہت گہرا اور حقیقی ہے۔'' ان کی آنکھوں کے ساتھ لہجے کی بیقراری بھی بڑھی تھی۔

''شہریار پلیز۔'' وہ منت بھرے انداز میں انہیں چپ کرانے لگی۔

''میں مانتا ہوں بہت سی چیزیں وقت مانگتی ہیں اپنا آپ منوانے کو، واضح کرنے کو اور تم کتنا وقت چاہتی ہو جس میں تمہیں باور کرایا جا سکے کہ تم سعدیہ طارق، شہریار خان کے لئے بہت اہم اور ضروری ہو۔'' وہ بغور دیکھتے ہوئے بولے تھے اس نے سر اٹھا کر بھیگی بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھا تھا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔

☆☆☆

"یہ سب کیسے ہو رہا ہے؟ تم اتنے Jealous اور Brilliant ہو۔ تمہاری Education اتنی High ہے تمہارا اسٹوڈنٹ ریکارڈ اتنا Remarkable (شاندار) ہے اور سب سے بڑھ کر Impressive Personality کیا کمی ہے؟ جو تمہیں جاب نہیں ملتی۔ تم جانتے ہو، جاب تمہاری اہم ضرورت ہے اور تمہاری قابلیت کے مطابق ابھی کچھ تم جاب تلاش کرنے کی کوشش چھوڑ کر یہ کیسے معمولی نوکری کیوں اپنا رہے ہو۔" وہ اس سے ملتے ہی غصے سے پھٹ پڑی تھی، سرخ، سیاہ امتزاج کے گرم سوٹ میں سیاہ شال اوڑھے شفق ہاؤس تلے غصہ لئے وہ وہاج حسن کو بہت اچھی لگی تھی۔

"کیا استعمال کرتی ہو جو بہت نکھرتی جا رہی ہو ان دنوں۔" وہ اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کو بولا اور وہ بے طرح جھنجھلا گئی۔

"میں کیا پوچھ رہی ہوں تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"تم جو پوچھنا چاہتی ہو اور جو کہہ چکی ہو میں سب سن اور سمجھ چکا ہوں لیکن اس کا جواب دینا بے فائدہ ہے کیونکہ تم میری مشکلات سے واقف تو ہو نہیں۔"

"تمہاری بات اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر مجھے یہ کام بالکل پسند نہیں ہے تم اسے چھوڑ دو گے یہ روز روز ترسنے والی زندگی مجھے نہیں چاہیے جس میں دل کو مارتے ہوئے آنے آنے کا حساب رکھنا پڑے، بس تم جاب ڈھونڈو۔"

"کہاں ڈھونڈوں گزشتہ تین سال سے ہر روز جاب کی تلاش کے لئے نکلتا ہوں نہیں ملتی تو گھر والوں کا پیٹ پالنے کو کچھ تو کرنا ہے اب انہیں بھوکا تو نہیں مار سکتا۔" وہ سنجیدگی سے بولتے بولتے آخر میں تلخ ہو گیا۔

"تو پھر مجھے بھول جاؤ۔" وہ خفگی اور ناراضگی سے بھری ہوئی نگاہوں میں غصہ لئے بولی۔

"تمہیں بھول کر میں کہاں جاؤں گا اور کیا کروں گا کیونکہ تمہارے ساتھ تو مجھے بہت ساری زندگی گزارنی ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"تم یہ زندگی اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارو جن کے لئے اپنی ہر خواہش اور خواب سے دستبردار ہو رہے ہو۔" وہ رو دینے کو تھی۔

"ارے ایسا مت کہو میرے گھر والے تمہارے بھی کچھ لگتے ہیں۔"

"تم بھی میرے کچھ لگتے ہو مگر تمہیں میرا ذرا خیال نہیں۔" اس کا لہجہ تیز تھا۔

"تمہارا ہی تو خیال ہے، جس کو ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں۔" وہ پھیکی سی ہنسی ہنسا۔

"میرا نہیں اپنے گھر والوں کا خیال ہے تمہیں تمہارے شاندار مستقبل سے کوئی غرض نہیں ہے صرف دو وقت کی روٹی چاہیے اور بس۔" وہ تلخ ہوئی۔

"روٹی تو تمہاری بھی ضرورت ہے اور یہ تو ہر انسان کی ضرورت ہے، خالی پیٹ تو محبت اور بادشاہی بھی اچھی نہیں لگتی انسان پیٹ کے لئے ہی ٹھوکریں کھاتا ہے پھر میرے گھر والے تو ان کے لئے یوں مت تلخ ہوا کرو، مسلسل تنگدستی انسان کو خود بخود بہت سی چیزوں سے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیتی ہے خواب ہو یا خواہشات اتنا [illegible] نصیب [illegible] باقی ہے۔" وہ کچھ دکھ سے بولا تھا۔

"تمہیں صرف روٹی نہیں دینی بلکہ اپنی بہنوں کے لئے بہت سا جہیز اور اچھے رشتے بھی تلاش کرنے ہیں اور یہ سب کرتے کرتے تم بوڑھے ہو جاؤ گے، تو پھر تم کیا سمجھتے ہو میرے لئے کچھ کر پاؤ گے۔"

"کیوں نہیں تمہارے لئے بہت کچھ کروں گا تم ذرا صبر تو رکھو۔"

"تم اپنی مجبوریوں سے نکلو گے تو کچھ کرو گے۔" وہ اسی غصے سے بولی۔

اس کے الفاظ اتنے غیر متوقع تھے کہ وہاج کچھ دیر کو بالکل چپ اور ششدر رہ گیا۔

"اور یہ تم سے کس نے کہا تھا مجھے پہلے اپنی بہنوں کے فرض سے نپٹنا ہے اور اس وقت کے آنے تک تم کو انتظار کرنا ہوگا، یہ انتظار مختصر بھی ہو سکتا ہے طویل بھی اگر انتظار نہیں کر سکتیں تو تمہارے لئے راستہ کھلا ہے تم میری پابند نہیں ہو کسی اور کو اپنے لئے تم منتخب کر لینا۔" وہ پرسکون لہجے میں بولا۔

"تم وہاج تم نے یہ سوچا بھی کیسے تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" اس کا جی چاہا وہاج حسن کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالے۔

"میں نے تو تمہیں ایک بہتر آپشن دیا ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ تم سے بہتر میرے لئے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"بہت بہتر۔" وہ کھل کے ہنسا۔

"میں جن حالات میں جیتا ہوں وہ تم جانتی ہو جاب تک تو مجھے مل نہیں رہی میں تمہیں کیا دے سکتا ہوں، تمہیں حالات اور حقیقت کو سمجھنا چاہیے۔"

"یہ حالات اور حقیقت تم نے کیوں نہیں دیکھے سوچے جب تم سب کچھ جانتے بوجھتے مجھے اس راہ پر لا رہے تھے۔" وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"وہ وقت کچھ اور تھا اس وقت نے خوابوں اور خواہشوں کو بہت حسین بنا کر دکھایا تھا یہ وقت کچھ اور ہے جس نے خوابوں اور خواہشات کے ساتھ خیالات و حالات کو بھی بدل دیا ہے۔"

"اور تم مجھے اس قدر گری ہوئی سمجھ رہے ہو کہ میں حالات کی تنگی اور تمہاری مجبوری و تنگدستی سے گھبرا کر راستہ بدل لوں گی، یہ محبت ہے وہاج جو سب بھلا کر بھی جینے کا حوصلہ رکھتی ہے اس لئے کہ اس کے تعلق واسطے کے کنارے پر کسی کے مان اور اعتبار کا بہت سا سامان بندھا ہوتا ہے اور رہے خواب تو خوابوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور خواب بھی محبت کے جو خود بخود پلکوں پہ سجتے ہیں، محبتوں کے خواب خلوص وفا اور ایثار کے جذبے سے سینچے جاتے ہیں، جو حالات و واقعات کے اپنے خلاف ہونے کے باوجود کمزور نہیں پڑتے بلکہ مضبوط ہوتے ہیں اور محبت تو انسان کو بہت بہادر بنا دیتی ہے بہت سا حوصلہ عطا کر دیتی ہے۔"

"جب غربت کالی رات بن کے کھڑی ہو تو حوصلوں کے جگنو بھی بجھ جاتے ہیں۔" اس کے لہجے کی تھکن اور شکستگی اس کے قلبی و ذہنی انتشار کا واضح ثبوت تھی، اریبہ نے صرف اسے دیکھا تھا بولی کچھ نہیں صرف سوچا تھا۔

"کیا یہ وہی وہاج حسن ہے جو ہر وقت ہنستا ہنساتا رہتا تھا، جس کے شگفتہ لہجے اور روشن چہرے کا تصور خوابوں کا جہان آباد کر دیتا تھا اور یہ تھکا شکستہ دل اداس پژمردہ شخص یہ وہ تو نہیں ہے جو روشن مستقبل کے اونچے خواب بنا کرتا تھا۔" اس کی آنکھوں میں دھند اترنے لگی تو اس نے پلکیں

جتنا ہیں۔
"حوصلہ مت ہارو باج ورنہ تم سب کچھ ہار دو گے۔"
"جینے کو اب رہا کیا ہے؟" وہ عجیب ہارے ہوئے انداز میں بولا۔
"واج یہ احساس کہ مشکلوں میں گھرے ہونے کے باوجود کوئی پورے خلوص اور محبت کے ساتھ آپ کا ساتھ دے رہا ہے جینے اور دکھ مٹانے کو کافی ہے۔"
"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اریبہ، تمہیں کھونا نہیں چاہتا، لیکن مجھے لگ رہا ہے اگر حالات یہی رہے تو میں تمہیں کھو دوں گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا اور آنسو قطرہ قطرہ اریبہ کے چہرے پر بہنے لگے وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔
"میرا مقصد تمہیں دکھ دینا نہیں تھا، میں تو تمہیں سمجھانا چاہتی تھی کہ اتنے شاندار اکیڈمک ریکارڈ اور اعلیٰ تعلیم کے ہوتے ہوئے تم نے ایسے کام کے لئے کیوں سوچا جو تمہارے شان شایان نہیں جو تمہاری کامیابی، محنت اور کوشش کو رائیگاں کر کے ختم کر دے۔"
"اریبہ کامیابی اور محبت بھی آدمی اور پوری نہیں ہوتی، یہ تو مکمل ہوتی ہے صرف اپنے لئے سوچنے اپنے لئے جینے والوں سے دور رہتی ہے ہاں خدمت اور صلاحیت کا پانی ملے اور پورے یقین سے ملے تو اللہ تعالیٰ پائیداری عطا کرتا ہے۔" وہ بڑے جذب سے بولا تھا۔
"مگر تم تو بڑے خواب بنا کرتے تھے باج حسن۔" وہ دکھ سے بولی۔
"دیکھتا تھا مگر خوابوں کا حال وہی ہوا جو شاعر نے کہا تھا۔"

اس لئے جان گیا میں کہ بکھر جائیں گے
میں تھک کر چھاؤں میں بیٹھا تو پیڑ کٹنے لگے

"اور پھر خواب کی اونچی اڑانیں بیان کرنے سے زندگی کی پستیاں ختم نہیں ہوتیں اریبہ زندگی میں کوئی خوشی کوئی رشتہ کوئی جذبہ بھی مستقل نہیں ہوتا ان کے بھی پاؤں ہوتے ہیں، ہمارا سوچ اور رویہ دیکھ کر بھی یہ دوڑ کر قریب آجاتے ہیں اور کبھی آہستہ آہستہ دور ہٹ جاتے ہیں۔ میری زندگی میں کوئی رشتہ جذبہ اور خوشی مستقل ہے تو تم ہو تم سے وابستہ محبت ہے جس کا اعمانی سب غم مٹا دیتا ہے بس تم یہ محبت میرے ہم قدم رکھنا تو سب سنورتا جائے گا۔" وہ اس کے چہرے کو نگاہوں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا۔
"صرف محبت میرا تو سب کچھ تمہارا ہے تمہارے لئے ہے تم سے ہے۔" اریبہ نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا اور باج حسن کو دکھ ہلکے پڑتے محسوس ہوئے۔

بارشوں کے چہرے پہ آنسوؤں سے لکھا تھا
کوئی پتہ نہ بوجھ پائے اتنی روشنائی دی
آسماں زمیں رکھ کر دونوں ایک مٹھی میں
اک ذرا سی لڑکی نے پیار کی خدائی دی

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

پچھلی قسط کا خلاصہ

وہاج حسن اعلیٰ تعلیم اور بہترین تعلیمی ریکارڈ رکھنے کے باوجود نوکری کے لئے مارا مارا پھرتا ہے، جب کے گھر کے حالات دن بدن خراب سے خراب ہوتے چلے جا رہے تھے۔

اریبہ، وہاج کی خالہ زاد ہی نہیں بلکہ مستقبل کا وہ تابناک خواب بھی ہے جو وہ دونوں بچپن سے دیکھ رہے ہیں، اریبہ ایک مادہ پرست لڑکی ہے۔

ماریہ کرسچین فیملی سے تعلق رکھتی ہے مگر اندرونی طور پر وہ اپنے مذہب سے مطمئن نہیں، وہ سچائی کی تلاش میں مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتی ہے اسی دوران وہ اکثر نیند کی حالت میں اذان کی آواز سنتی ہے، جبکہ اس کے ملنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ گمراہ ہو چکی ہے۔

وہاج نوکری کی تلاش میں سعید علی کے آفس انٹرویو دینے جاتا ہے اور وہاں تلخ کلامی کے باعث اپنے ڈاکومنٹس ڈسٹ بن میں پھینک کر چلا آتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

دوسری قسط

"تم آج کل کالج سے بہت غیر حاضر رہنے لگی ہو خیریت تو ہے۔" جمی نے اسے دیکھتے ہی سب کام چھوڑ کر یہ سوال کیا تھا۔

"ہاں جمی ٹھیک کہہ رہا ہے ایسے میں جب فائنل ایگزامز نزدیک ہیں تمہیں اسٹڈیز کی جانب سے لاپرواہی نہیں برتنی چاہیے۔" ڈولی بھی اس کی جانب متوجہ ہو کے کہنے لگی۔

"بائے دا وے اس غیر حاضری کی وجہ کیا ہے۔" للی بھی اس جانب سوالیہ انداز سے دیکھ رہی تھی۔

"بھئی تمہارے جیسی book lover کے لئے اسٹڈیز سے۔"

"غیر حاضری ہم سب کے لئے ایک Incident (واقعہ) ہی تو ہے۔" مائیکل بھی کتابیں پھینکتے ہوئے ان کے سامنے آبیٹھا۔

"بس یونہی ڈپریشن کا شکار ہو رہی تھی۔" وہ ہولے سے بولی۔

"ڈپریشن اور تمہیں جس کے پاس دولت کی کمی ہے نہ شہرت کی دنیا کی ہر سہولت اور عیش کی ہر چیز میسر ہے۔" جمی حیرت سے چلا اٹھا۔

"لیکن اس کے باوجود میری زندگی میں سکون اور سچی مسرت ناپید ہے، باطنی اضطراب اور روحانی بے کلی مجھے ہر وقت ڈستے رہتے ہیں، ایک بھیانک خلا ہے جس میں، میں بھٹکتی رہتی ہوں۔"

"تم چرچ جایا کرو، باقاعدگی سے مذہب کی آغوش میں پناہ لینے سے تمہارا اضطراب اور بے چینی ختم ہو سکتی ہے۔" ڈولی خود کافی مذہبی تھی جو اسے یہی مشورہ دیا۔

"میں یہ کوشش کر چکی ہوں لیکن چرچ کی عبادت میری روحانی پیاس کا کوئی مداوا نہیں کر سکی، بائبل کی تعلیم، عیسائیت کے عقائد اور مذہبی رہنماؤں کا کھوکھلا پن اپنے مذہب کی کوئی بھی بات مجھے مطمئن نہیں کر رہی، نہ میری بے کلی میں کمی آئی ہے، مادی سہولیات کے باوجود میں باطنی طور پر مطمئن نہیں میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو مادی طور پر خوشحال نہیں ہوتے مگر روحانی طور پر وہ خوش نظر آتے ہیں، موجودہ دور کی مادی آسائش والی چیزوں کی قلت پر وہ کبھی پریشان نہیں ہوتے، وہ کونسی چیز ہے جو انہیں اتنا مطمئن اور پرسکون رکھتی ہے مجھے سمجھ نہیں آئی۔" ماریا جوزف چہرے پر پریشانی اور الجھن کے تاثرات لئے بول رہی تھی۔

"خیر اس طرح کے ڈپریشن تو انسان کی زندگی میں آتے رہتے ہیں مگر انہیں خود پہ طاری کر کے زندگی سے دور نہیں ہونا چاہیے روحانی طور پر ہر انسان اندر سے تھوڑا بہت پریشان ضرور ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ زندگی کو بھی پریشان کر لے اور سب سے کھنچتا مذہب سے بچتا چلا جائے، مذہب ہی انسان کی پہلی اور آخری بنیاد ہوتا ہے اور اس کے بچاؤ کا راستہ بھی۔" ڈولی نصیحت آمیز انداز میں بولی تھی۔

"اور جو مذہب ہی انسان کی زندگی میں الجھنیں اور ابہام پیدا کرنے لگے تو پھر۔" یہ سوال مائیکل کی طرف سے آیا تھا کیونکہ وہ خود اکثر انہی کیفیات کا شکار رہتا تھا اور اپنے ذہن میں اٹھتے سوالات کے جوابات ڈھونڈا کرتا۔

"مثلاً کیسے ابہام اور الجھنیں تم لوگ بتاؤ ہو سکتا ہے میں تم دونوں کو مطمئن کر سکوں۔" ڈولی

پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کے مطابق باپ بیٹے اور روح القدس ایک ہیں، مجھے اس یقین پہ شبہ ہے میں یہ بات نہیں مانتی کہ خدا کا کوئی بیٹا ہو سکتا ہے اور پھر عیسائی معاشرے میں ایسی باتوں پہ کیوں عمل ہو رہا ہے جو بائبل کی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں عیسائیت تو محض اتوار کا مذہب ہے عیسائی دنیا میں مذہب کو اتنی بلند و بالا روحانی سطح پر جا کر رکھا جاتا ہے کہ روزمرہ کی زندگی پر اس کا ہلکا سا پرتو بھی نہیں پڑتا یہی وجہ ہے کہ مغربی معاشرہ جنسی حوالے اور اخلاقی اقدار سے بالکل بے نیاز اور آزاد ہوا ہے۔" ماریا نے کھل کر اپنے خیالات و محسوسات بیان کیے تو کر الی بھی کی ڈولی اسے دیکھتی جا رہی تھی اسے بالکل معلوم نہ تھا کہ ماریا جوزف اندر سے مذہب سے اتنی باغی ہے۔

"صرف یہی نہیں میں جتنا مذہب کے قریب ہو کر مذہبی ہونے کی کوشش کرتی گئی مجھ پہ اپنے رہنماؤں اور مذہبی اصولوں کا کھوکھلا پن پہلے سے زیادہ کھلتا گیا اور میں اس سے مزید دور ہوتی گئی، ایسے بھی جس مذہب نے عقیدہ توحید میں صداقت نہیں وہ سچا اور آفاقی مذہب کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ مذہب دلیل اور منطق سے ماورا بے جان سی روحانی حیثیت کا حامل ہے جس کی تہذیبی اور فکری زندگی محرومی کا شکار ہے کوئی جاندار نظام یا نظریہ یا کوئی indology میسر نہیں اس مذہب کے پیروکار منافقانہ زندگیاں بسر کر رہے ہیں اور خود کو ہر قانون ہر آئین سے ماورا سمجھتے ہیں تیسری دنیا کی اقوام کے ساتھ ان کا منافقانہ سلوک، استعماری رویہ خود غرضانہ اور بے رحمانہ ہے اور دنیا کی اقوام کے بیشتر مسائل کے ذمہ دار یہی عیسائی ہیں، جن کی اپنی آئیڈیالوجی بے یقینی اور شکوک و شبہات کے اندھیروں میں ڈبکیاں لگا رہی ہے مادیت کے غلبے کے ساتھ انسانی اقدار و احساسات ختم ہو رہے ہیں، عیسائیت کے سامنے عقائد کی بنیاد بائبل کی تعلیمات پر استوار بتائی جاتی ہے مگر ان تعلیمات میں زبردست تضاد پایا جاتا ہے ایک طرف تو انسان کو پیدائشی گناہ گار کہا جاتا ہے مگر دوسری طرف پوپ اور اس کے حواری معصوم عن الخطا قرار دیے گئے ہیں، ایسے خود ساختہ عقائد و نظریات دینے والا مذہب انسان کی مادی یا روحانی زندگی کو سکون کیسے دے سکتا ہے، وہ مذہب جو زندگی کے ساتھ خشک اور بے لچک رویہ رکھے اسے زندگی کے ساتھ لے کر کیسے چلا جائے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو ماریا تم نے عیسائیت کی تعلیمات کو سرسری پڑھا ہے۔" ڈولی نے بولنے کی کوشش کی تو ماریا نے فوراً ٹوک دیا۔

"تعلیمات کو بے شک سرسری پڑھا ہو لیکن اس کے کارفرماؤں کے رویوں کو بغور پرکھا ہے جو مساوات پہ سراسر خلاف ہیں جہاں سیاہ رنگ کے حبشی کو سفید رنگ کی عورت پر نگاہ ڈالنے کے جرم میں بے تحاشا قتل کیا جاتا ہے اور سیاہ فام عیسائی خدا کی عبادت کے لئے بھی ان گرجوں میں نہیں جا سکتے جہاں سفید فام عیسائی جاتے ہیں، سیاہ فاموں کے لئے الگ مخصوص گرجے ہیں جبکہ میں نے بچپن میں دیکھا تھا گرجوں کے برعکس مسجد کے دروازے ہر مسلمان کے لئے کھلے ہوتے ہیں خواہ وہ کس رنگ کسی نسل کا ہو، امیر غریب سب کے لئے مذہبی عبادت کا رہنما اصول ایک سا ہے جو انسانی عزت و شرف اور وقار میں اضافہ کرتا ہے۔" وہ بہت سنجیدگی سے بولتی اپنی کتابیں اٹھا کر کلاس روم میں چلی گئی ڈولی سمیت اس کے دوسرے فرینڈز ہکا بکا بیٹھے تھے وہ سوچ بھی نہ سکتے

تھے کہ ماریا جوزف جیسی کٹر عیسائی گھرانے سے تعلق رکھنے والی لڑکی بھی مسلمانی طریقہ و اصول سے متاثر ہے۔

☆☆☆

"مما بہت بھوک لگ رہی ہے پلیز جلدی سے کھانا لگوا دیں۔" وہ آتے ہی بولی تھی۔

"مجھے معلوم ہے میری بیٹی بھوک کی بہت کچی ہے اسی لئے تمہارے آنے سے پہلے میں آسیہ کو کھانا لگانے کا کہہ چکی ہوں۔" شائستہ بیگم ہنس کر بولی تھیں۔

"Oh thanks my sweet mama آپ بہت اچھی ہیں۔" وہ ان کے گلے میں ہار کی مانند بازو ڈالتے ہوئے بولی۔

"یہ کچھ زیادہ نہیں لگ رہا۔" شہریار نے ہاتھ تولیے سے پونچھتے ہوئے بولا۔

"جی نہیں بس جلنے والے زیادہ ہو گئے ہیں۔" وہ ہنسی سے بولی۔

"تم میں ایسی کون سی خوبی ہے کہ میں جلنے لگا اور تمہیں یہ خوش فہمی ہوئی بھی کیسے۔" وہ سامنے آکر بیٹھے۔

"مجھ میں ایسی کوئی خرابی بھی نہیں کہ آپ نہ جلیں۔" وہ اترائی۔

"واللہ یہ غلط فہمی اور خوش فہمی کا اختتام شاید آپ پہ ہوا ہے۔"

"اپنے الفاظ ذرا درست کریں تیج بھی کہا جاتا ہے اسے لغت میں۔"

"اور آسان معانی میں خود پسندی۔" وہ پھر چھیڑنے والے انداز میں بولے۔

"ہائے واہ یہ خود پسندی ہے بھی تو کیا غلط ہے؟" وہ پوچھنے لگی۔

"جی نہیں بالکل درست ہے بھلا آپ کا کوئی بھی خیال بھی غلط کیسے ہو سکتا ہے۔" وہ مسکرائے تھے بولتے ہوئے۔

"دیکھا مما انکل نا میری بات صحیح اور جب یہی ٹھیک ہے تو اتنی بحث کس لئے؟"

"تمہارے تیکھے لب و لہجہ کا ذائقہ چکھنے کو۔" وہ بولا۔

"باتوں کا ذائقہ چکھ چکے تو کھانے کا ذائقہ بھی چکھ لیں کیونکہ ٹیبل تیار ہے۔" آسیہ بڑے وقت پہ آئی۔

"او جیو آسیہ خدا تمہارے نصیب ہرے رکھے۔" وہ تیزی سے اٹھ کر ڈائننگ ٹیبل کے قریب ہوئی اور پسندیدہ نظروں سے سامنے لگے کھانوں کو دیکھتے ہوئے پلیٹ کھسکا کر کچھ چاول ڈالے اس پہ رائتہ ڈالا پھر فش کباب رکھا اور چمچہ بھر کر پہلا لقمہ لیا۔

"آپ میری بی کام کی ڈگری دیکھیں باقی سب چھوڑ دیں۔" اس کے کانوں میں ایک آواز آئی تھی اس امید التجا سے بھرپور اور لقمہ جیسے حلق میں رک سا گیا تھا۔ اس نے چمچہ نیچے رکھ کر سوفٹ ڈرنک کا گھونٹ بھرا تھا۔

"بغیر سہولیات کے سہی مگر مجھے یہ جاب چاہیے۔" بے بسی سے بھرپور ضدی انداز وہ اپنے سامنے رکھے اشتہا انگیز کھانوں کو گھورنے لگی تھی۔

"تجربہ، تجربہ، تجربہ کہاں سے لاؤں میں تجربہ گزشتہ تین سال سے ہر جگہ دھکے کھا رہا ہوں کوئی کام نہیں دے رہا اور بغیر کام کے تجربہ کیا میں آسمان سے تھوڑا کر لے آؤں۔" فرسٹریشن سے بھرپور ایسا لہجہ جس میں بہت سے آنسو ڈبک رہے تھے۔

"کیا معلوم، وہ کتنا ضرورت مند تھا جو اتنی کوالیفیکیشن کے باوجود اتنے نچلے درجے پہ کام کرنے کو تیار تھا، کیا معلوم اس کے گھر میں کتنے افراد تھے جو بھوکے پیٹ سوتے تھے اور میری ذرا سی بے احتیاطی نے بہت سے غریب لوگوں کا رزق اپنے کھاتے ڈال لیا۔" اس کے لب بھینچ گئے تھے اور چہرہ بجھنے لگا تھا۔

"کیا ہوا سعدیہ تم نے ہاتھ کیوں روک لیا کہاں گم ہو۔" شہریار نے اسے ٹوکا تھا۔

"اوں کچھ نہیں Infect مجھے بھوک نہیں میں ٹھہر کے کھا لوں گی۔" وہ بنا کسی کی طرف دیکھے اٹھ گئی اور سیدھی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

"کہاں تو گھر میں داخل ہوتے ہی بھوک بھوک چلا رہی تھی اور اب بھوک نہیں۔" شائستہ بیگم حیرت سے بڑبڑائیں۔

"سعدیہ بات سنو۔" انہوں نے پیچھے سے آواز دی۔

"جی مما کہیئے۔" وہ پلٹ کر ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"ادھر آؤ میرے نزدیک۔" وہ ان کے کہنے پہ قریب چلی آئی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں اچھی بھلی ہنستی بولتی ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھی تھیں اور ایک دم سے کھانا چھوڑ کے اٹھ بیٹھیں۔" وہ بغور اسے دیکھ رہی تھیں۔

"کچھ نہیں ہوا مما بس اچانک سر میں درد محسوس ہونے لگی ہے۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے بہانہ بنایا۔

"چلو تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں۔" شہریار فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں میں چائے پی کر کچھ دیر سوؤں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔" وہ جلدی سے بولی۔

"خالی پیٹ چائے نہیں لیتے چند نوالے کھا لو پھر ٹیبلٹ لے کر سو جانا۔" انہوں نے کہا تو وہ عجیب سی کیفیت میں دیکھنے لگی۔

"شہریار ٹھیک کہہ رہا ہے ویسے بھی تم بہت ویک ہو رہی ہو اسٹڈیز کی ٹینشن پھر وقت پہ خوراک نہ لینا بھوک بھی سر درد کر دیتی ہے۔" شائستہ بیگم نے کہا تھا اور وہ ذرا کی ذرا نظریں اٹھا کر دیکھتے ہوئے بولی۔

"ابھی نہیں کچھ دیر بعد، ابھی میرا موڈ بالکل نہیں ہو رہا۔" شائستہ بیگم نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے مگر اگلے ہی پل وہ سرعت سے رخ موڑ کر تیز قدموں سے چلتی گئی۔

"آپ کو کیا معلوم مما، میں کھانا کیوں نہیں کھا رہی کس لئے لقمے میرے حلق سے نیچے اترنے سے انکاری ہیں۔" واپس پلٹتے ہوئے اس کی آنکھوں میں انجانی یاسیت کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

کوئی ایسا گہرا دکھ بھی نہیں
جسے دکھ سمجھوں
اور تم سے کہوں
بس یونہی چپ ہو جاتی
کسی اجڑے گھر کی منڈیر پہ
جب شام ڈھلے

کبھی کبھی دوسروں سے باتیں کرتے ہوئے میں پاگل ہوں
کھو جاتی ہوں
اور تم پوچھتے ہو کوئی دکھ تو نہیں؟
میں ایک نظر تمہیں دیکھتی ہوں
ڈرتی ہوں
کوئی ایسا گہرا دکھ بھی نہیں
جیسے دکھ جھول
اور تم ہنستے ہو
جب دیکھتی ہوں ایسا منظر
میں ماضی میں کھو جاتی ہوں
بس یونہی چپ ہو جاتی ہوں

☆☆☆

مشکلات دراصل ہماری محسن ہیں وہ ہمیں ہماری کمزوریوں ہمارے مقاصد اور ہماری کوتاہیوں سے آگاہ کرتی ہیں اور یہ ہمیں حوصلہ جرأت اور استقلال دیتی ہیں اس لئے مشکلات سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیے بلکہ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اور پھر خواہشات محبت زندگی اور روشنی کے پیغام سے خالی تو نہیں۔

سی گرین کلر کے کڑھائی والے سوٹ میں صوفے پر بیٹھی وہ آنکھوں کے گوشے صاف کر رہی تھی، وہاج حسن نے بغور اس کے تاثرات کا جائزہ لیا پھر ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے بولا۔

"پگلی رو کیوں رہی ہو؟ زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا، حقائق اور دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے آخر کب تک ایک اچھے روشن مستقبل کی آس لئے میں ڈگریوں کا بار اٹھائے سڑکوں اور دفاتر کی خاک چھانتا رہوں اور میرے گھر والے بھوک غربت اور بدحالی کا لاشہ اٹھائے سسکتے رہیں۔" بات کے اختتام تک اس کا لہجہ اور چہرہ سنجیدگی اختیار کر گیا۔

"It is wiser to accept an offer now than to lepend on a batter offer you may have in the future

(مستقبل کی امکانی بہتر پیشکش کی بجائے موجودہ پیشکش قبول کرنا عقلمندی کی بات ہے)

سو میں نے کوئی غلطی نہیں کی اور ویسے بھی تم ہی میری امید بندھانے کو ایک بات کہا کرتی ہو آج تمہیں حوصلہ دینے کو میں وہی بات دہراتا ہوں۔

However dark the present may seem the future holds sonthing bright.

(موجودہ وقت خواہ کتنا ہی تاریک کیوں نہ ہو آنے والا وقت بہتر ضرور ہوتا ہے)

وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا اریبہ فقط خاموشی سے دیکھتی رہی۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے اور میرے حوالے سے اچھی زندگی کے خواب نہ دیکھو خواب دیکھو

ضرور دیکھو لیکن اتنا یاد رکھو کہ حقیقت کو آپ کے خوابوں سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ مقدر سوئی کی طرح ہوتا ہے جو ہمارے اپنے ہاتھ میں قید ہے مٹھی ذرا احتیاط سے کھولنی پڑتی ہے کہ سوئی اگر گر جائے ریت میں یا بات میں تو پھر مشکل سے ہی ملتی ہے۔" اریبہ نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا تھا، وہاج حسن کو اتنا مجبور بھی نہیں دیکھ سکتی تھی، وہاج حسن نے بہت محبت سے اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹا کر اپنے گرم ہاتھوں میں تھام لیے تھے۔

"اریبہ پلیز تم سمجھنے کی کوشش کرو یہ میں نہیں مجھ سے وابستہ لوگوں کی امیدیں ہیں جو مجھے کچھ نہ کچھ کرنے پر مجبور کیے ہیں اگر صرف اپنے لئے جینا ہوتا تو میں نجانے کب تک ان کاغذی اسناد کے زعم پر بہرہ بنا جوتیاں چٹخاتا پھرتا۔" وہ دلسوزی سے بولا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو یہ ہماری آنکھیں نہیں بلکہ دوسروں کی آنکھیں ہیں جو ہمیں برباد کرتی ہیں اگر سوائے آپ کے دنیا کے تمام لوگ اندھے ہوتے تو آپ کبھی بھی عمدہ لباس اور خوش نما سامان کی پرواہ نہ کرتے۔" اریبہ نے سرد آہ بھری۔

"اریبہ اتنی حساس مت ہو حساس لوگوں کے لئے زندگی بہت تکلیف دہ بن جاتی ہے اور مجھے اپنے آس پاس دشواریاں نہیں پر بہار رنگ اور تمہارا مسکراتا پرسکون چہرہ چاہیے۔"

"سکون بھی اضطراب و بے چینی اور بہت زیادہ صبر کے بعد ملتا ہے۔" اس کے لہجے میں یاسیت گھل گئی۔

"اسی لئے تو کہتا ہوں صبر کرو۔"

"صبر کروں مگر کس کے لئے؟"

"(میرے لئے یہ کرو) Do it for me۔" وہ پرسکون انداز میں بولا، اریبہ چند ثانیوں تک اس کی طرف دیکھتی رہی پھر لب بھینچ کر چہرہ موڑ گئی۔

"زندگی پھولوں کی سیج نہیں۔"

"اسے پھولوں کی سیج بنانے کے لئے ہمیں کانٹوں سے اپنی راہ صاف کرنا پڑتی ہے اور ایسے میں ہاتھوں کو لہولہان ہونے سے بچایا نہیں جا سکتا، اس لئے کہتے ہیں خواہشات پوری کرتے وقت جذبات کی آنچ دھیمی رکھیں ورنہ چہروں رویوں کے ساتھ زندگی بھی اجنبی بن جاتی ہے اور میری زندگی تو پہلے بہت اجنبیت، بے قدری اور دکھ کا شکار ہو رہی ہے تم میرا حوصلہ بڑھانے کی بجائے خود کمزور پڑ رہی ہو تو میں کیسے جیوں گا میں تو تمہارے پاس آج ہی حوصلہ لینے کے لئے آیا ہوں۔" وہ اس کے بھیگے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا، اریبہ کے چہرے پر دھیرے دھیرے خفت کے آثار نمودار ہوئے۔

"تم ٹھیک کہتے ہو میں واقعی پاگل ہوں بجائے تمہیں اچھی دعا دینے تمہارا عزم بڑھانے کے تمہیں پریشان کر دیا کیا کروں دل تو دل ہے ناں جو تمہارے حوالے سے ہمیشہ سے اونچی اونچی اور زبردست قسم کی پوسٹ کے خواب دیکھتا آیا ہے۔"

"یہ خواب انشاء اللہ ضرور تعبیر پائیں گے بس تم دعا کیا کرو۔"

"میری دعا تو تمہارا حوصلہ ہے وہاج اور میں یہ حوصلہ کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گی۔" وہ مسکرائی۔

"Good Girl اب ایک کام اور کرو جلدی سے چائے بنا کر مزے دار سی اور پھر مجھے بہت اچھی دعاؤں کے ساتھ رخصت کرو تاکہ میں جا کے اپنے پہلے دن کی ملازمت کا آغاز کر سکوں۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
''سنو جانے خوشی میں ہو یا پریشانی میں لیکن ویسے میں سارا دن ان آنسوؤں کی جانے سے مضطرب رہوں گا۔'' اس نے چھیڑا۔
اس نے ہنسی سے دیکھ کر وہاج حسن کی آنکھوں کے رنگوں اور محویت سے گھبرا کر جلدی سے کچن میں گھس گئی وہاج حسن اس کی حرکت پہ دلکشی سے مسکرا اٹھا۔

☆☆☆

کبھی کبھی دل یہ چاہتا ہے
تمہاری شاموں کا حال پوچھوں
سوال پوچھوں کہ فکر فردا میں کیسی گزری
یونہی کبھی میرا نام آیا تمہارے ہونٹوں پہ ایک پل کو
میری محبت کی یاد ملی کبھی تمہارے بھی راستوں میں
کبھی کسی دن تمہاری صبح کے در پہ جا کے صدا نے دستک
تمہارے صحن دعا سے میرا بھی دھیان گزرا
کبھی تمہارے بدن پہ بھی شب عذاب بن کر ٹھہر گئی تھی
کبھی کبھی دل یہ چاہتا ہے سوال پوچھوں
مگر میں چپ ہوں
ہمارے مابین یہ جو دیوار اجنبیت ہے یہی غنیمت ہے کہ
اسی میں تو بھرم حرف و لب ہے
یہیں یہ ترک مطالب کی حد ہے

''ماریا کو ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہیے تھے۔'' اس کے جانے کے کتنی دیر بعد ڈولی سکتے سے نکلی تو یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلے۔
''وہ جس صورت حال سے گزر رہی ہے اس میں اس کے علاوہ کچھ اور کہہ بھی نہیں سکتی۔'' مائیکل نے ماریا کی تائید میں کہا۔
''تم اس کی حمایت نہیں کرو گے تو اور کون کرے گا۔'' جمی نے ناک سکوڑ کے کہا۔
''ہر انسان کو دوسرے انسان کی حمایت کرنی چاہیے اگر وہ حق پر ہو تو۔'' مائیکل اطمینان سے بولا۔
''حق پر، وہ مذہب سے دلبرداشتہ ایک باغی لڑکی ہے، کھلم کھلا اپنے باغیانہ خیالات کا مظاہرہ کرتی پھرتی ہے اور تم اسے حق پر کہہ رہے ہو، مائیکل تمہارا دماغ تو درست ہے۔'' ڈولی اشتعال میں بولی۔
''مذہب ہر انسان کا ذاتی معاملہ ہے اور ہر ایک اپنی دینی یا بے دینی کا خود ذمہ دار ہے اور اپنی اس کیفیت پر کچھ تحفظات رکھتا ہے، اس لئے ہم میں سے کوئی ایسے اس مسئلے پر رائے نہیں دے سکتا۔'' وہ بے حد سنجیدگی سے بولا تھا۔
''تم بالکل درست کہہ رہے ہو مگر یوں مسلسل باغیانہ روش اختیار کرنا اور اپنے مذہب کے تقابلی مذاہب کی فیور کرنا سراسر غلط اور قابل گرفت ہے۔'' جمی اور ڈولی ایک ساتھ بولے۔

اپنا مذہب۔''
''تم دونوں بخوبی جانتے ہو کہ وہ گزشتہ کئی سال سے بنا مذہب کی زندگی گزار رہی ہے اور اپنے مذہب سے بالکل مطمئن نہیں بلکہ شبہات کا شکار ہے۔''
''تو کیا اسے ان شبہات سے دور کرنے کو کسی چرچ یا مذہبی اجتماع میں باقاعدگی سے شرکت نہیں کرنی چاہیے۔'' جمی بولا۔
''وہ ایسا کرتی رہتی ہے مگر پھر بھی اس کی روحانی حسیات بیقرار اور ابتری کا شکار رہی ہیں اور ماریا اس میں قصوروار نہیں ہے اس مذہبی تضادات نے مجھے بھی عرصے سے پریشان کیا ہوا ہے مجھے بھی مذہبی تجلیوں نے آہستہ آہستہ یہ احساس دلانا شروع کر دیا ہے کہ رومن کیتھولک کی وابستگی ایک قیمت چاہتی ہے اور وہ قیمت ہے انسانی ذہن کی آزادی پر پابندی، سوچ فکر اور اظہار پر پابندی، علاوہ اس کے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عقائد کے تضادات میں قلب و ذہن کی کھینچا تانی، عیسائی عقائد کے متعلق زیادہ سے زیادہ شکوک و شبہات کا شکار بناتی جا رہی ہے، مسیح کا خدا ہونا، عقیدہ تثلیث یعنی ایک میں تین اور تین میں ایک ہونا، سب سے بڑھ کر خدا کا دشمن کے ہاتھوں مغلوب ہونا، یہ انسانی عقلوں پر قابض عقیدے ہیں اور کوئی بھی ذی ہوش انسان جو ذرا سا بھی غور و خوض کرے تو اس کا دماغ اور دل شدید بے معنی تضادات کا شکار ہو جاتا ہے، میں سوچتا ہوں تو میرے سابقہ ایمان دارانہ جذبات موجود کیفیات اور نئے انکشافات۔ خود میرے اندر اک خونریز جنگ چھڑ جاتی ہے، تو سب کہنے کا مقصد یہی ہے کہ ماریا اپنی جگہ بالکل درست ہے، ہاں یہ اور بات ہے کہ ہم سب اسے مذہبی تعصب کی عینک لگا کر دیکھیں۔'' مائیکل نے اک گہرا سانس لیا جبکہ ڈولی اور جمی اسے شدید تحیر اور پریشانی بھری سنجیدگی سے دیکھتے جا رہے تھے۔
''تم مائیکل تم بھی اسی باغیانہ روش کا شکار ہو جس کا ماریا ہے اف خداوند ہماری نسل کس طرف جا رہی ہے۔'' ڈولی نے سر پکڑ لیا تھا۔
''میں نے کبھی کھل کر تم لوگوں کے سامنے اسی لئے اپنی فیلنگز کا اظہار نہیں کیا کہ میں اپنے تفکرات و الجھنوں سے کسی کو پریشان نہ کروں اور میرے متعلق تمہیں زیادہ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں اپنے پیدائشی مذہب سے مطمئن نہ ہونے کے باوجود تبدیلی مذہب کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ کسی بھی دوسرے مذہب کے متعلق میری معلومات مکمل اور دل کو لگنے والی نہیں ہیں، اگرچہ نائن الیون کے واقعے نے اسلام اور مسلم کمیونٹی کو بہت اپ لیول کر کے دکھایا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی شدت پسندی، شر انگیزی اور انتہا پسندانہ رویوں کی بھی بے حد عکاسی کی گئی ہے، میں تقابلی ادیان کا جائزہ لے رہا ہوں اور مختلف تعارفی کتابچے بھی میرے زیر مطالعہ ہیں لیکن میں آنکھوں دیکھی پہ زیادہ یقین کرتا ہوں اس لئے جس مذہب کو بھی اپناؤں گا پہلے اس کے پاسبانوں اس کے پیروکاروں کی ذہنی یکسوئی، روحانی طمانیت اور باطنی مسرتوں کا اندازہ کروں گا پھر کوئی Big step لوں گا۔'' وہ بغور ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا مگر وہ دونوں بہت خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔
''Ok friends مجھے اس وقت بہت ضروری کام سے جانا ہے Good bye, and see tou agian۔'' مائیکل الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتا ان سے رخصت ہوا۔
''اٹھو ہم بھی اپنے کام کریں یہ چیز تو اب ہر طرف چل رہی ہے ہم کس کس کے دل اور

خیالات کو بدل سکیں گے۔''

''مگر جمی جس حد تک تبدیلی لانے کے لئے کوشش کرنی چاہیے ہم وہ تو کر سکتے ہیں اور ویسے بھی اپنے مذہبی عقائد کی حفاظت ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔'' وہ پرزور انداز میں بولی۔

''بے شک لوگ ایسے مذہبی تضادات اور منفی خیالات کا شکار ہو سکتے ہیں مگر کیا ہو سکتا ہے جس نے جو کرنا ہے وہ ضرور کرے گا بجائے بحث و مباحثہ کے ہمیں انہیں ان کے حال پہ چھوڑ دینا چاہیے۔'' وہ آرام سے بولا۔

''But why''۔ وہ جھنجلا کر بولی تھی۔

''کیونکہ ایسے بحث مباحثے کبھی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتے بلکہ خود انسان کا اپنا ذہن پراگندہ حالی کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ دوسروں کو الجھنوں و ابہام سے نکالتے ہوئے خود بے یقینی کا شکار ہو جاتا ہے تو کیا الجھنوں میں پھنسنے سے بہتر یہ نہیں ہے کہ ہم ایسے دورخے لوگوں سے کنارا کرلیں جو اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مذہبی شک و شبہ کا شکار کرتے ہیں۔'' جمی نے نہایت سنجیدگی سے اپنا نقطہ نظر بیان کیا تھا۔

''ہم ان سے کنارا کیسے کر سکتے ہیں جبکہ وہ کئی سالوں سے ہمارے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور ہمارے بہت اچھے اور قریبی دوست ہیں ان کا اچھا برا دیکھنا سوچنا اور سمجھنا ہمارا فرض ہے۔'' ڈولی اسی پراصرار انداز میں بولی۔

''وہ چھوٹے بچے نہیں ہیں نہ ہم ان کے بزرگ کہ ادب سکھاؤ لیکچر تمیز پڑھاؤ سبجیکٹ کے استاد بن کر بیٹھ جائیں ہمیں صرف اپنے عقیدے سے غرض ہونی چاہیے اس بات پہ غور کرنا چاہیے کہ ہم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں دوسرے لوگ کیا کر رہے ہیں اور کیوں کر رہے ہیں یہ ہمارا ہیڈک نہیں ہے۔'' جمی کے سنجیدہ لہجے میں اس بار غصہ اور ناراضگی بھی تھی، ڈولی خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

''یہی غیر ہمدردانہ رویے، مفاد پرستی اور خود غرضی ہی تو ماریا اور مائیکل کو عیسائیت سے برگشتہ و بدظن کرنے کا باعث بنی ہے اور ہم لاکھ تہذیب و شائستگی کے دعویدار ہونے کے باوجود ان خود غرضانہ خیالات و رویوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتے۔'' ڈولی بہت سچائی سے اپنے ناقص معاشرتی اصولوں کا جائزہ لے رہی تھی۔

☆☆☆

''پتا نہیں یہ کون سا جذبہ تھا جس نے ایک چھوٹی سی بات کو اس کے لئے اذیت زدہ مسئلہ بنا دیا تھا اور غیر ارادی طور پر ہی وہ تواتر کے ساتھ اس گزرے واقعے کو سوچا کرتی پھر نہ جانے کتنی بار اپنی نامعقول عقل کو کوستی کہیں بھی آتے جاتے وہ رک رک کر لوگوں کو غور سے دیکھا کرتی کہ شاید وہ کہیں دکھائی دے جائے اور وہ اپنے سے ہونے والی غلطی کی تلافی کرلے، کبھی سوچتی وہ ایک دفعہ نظر آ جائے میں ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگ لوں گی۔''

''جانے کتنا ضرورت مند تھا وہ اپنی محنت کوشش اور ذہانت و شوق سے سالوں لگا کر اسناد ورزلٹ بھر بھر کر حاصل کردہ اسناد اس کے لئے کتنی اہمیت رکھتی تھیں اور وہ انہیں متاع کل سمجھ کر کب سے سرکاری و نجی اداروں کے دفاتر کی خاک چھان رہا تھا، اک جاب کی خاطر پھر دیوں کے لئے

کتنی مجبوریاں ہوں گی اس کے تعاقب میں خدا جانے جن کے لئے وہ اپنے معیار سے کم پہ بھی راضی و بضد تھا۔''

اسٹیئرنگ وہیل پہ سر رکھے سنعیہ طارق نے سوچا تھا پھر اس نے سر اٹھا کر سیدھی ہو کے گاڑی سٹارٹ کر کے روڈ پہ ڈال دی، ڈرائیونگ کے ساتھ ساتھ وہ آس پاس سے گزرتے لوگوں پہ بھی نظریں دوڑا رہی تھی کہ شاید کہیں وہاج حسن اسے نظر آ جائے مگر لوگوں کے اتنے ہجوم میں وہ کہیں نہ تھا۔

''کہاں چلا گیا وہ شخص زمین نگل گئی کہ آسماں کھا گیا جو دکھائی نہیں دیتا۔'' اس نے جھلا کر سوچتے ہوئے یکدم ہی گاڑی کو بریک لگائے تھے کیونکہ چند گز کے فاصلے پر لوگوں کا رش بڑک بلاک کیے ہوئے تھا اور کچھ پولیس کی گاڑیاں اور پولیس آفیسر بھی دکھائی دے رہے تھے، تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ فرنٹ ڈور کھول کے گاڑی سے نیچے اتری تھی اور مدھم رفتار سے چلتی ہوئی آگے آئی تو جیسے رگ رگ میں سناٹا سا بھر گیا، نوجوان سڑک کے بیچوں بیچ گرا پڑا تھا اس سے کچھ دور بریف کیس گرا ہوا تھا جو گر کے کھلا ہوا تھا اور اس سے مختلف قسم کے کاغذات نکل کر ارد گرد پھیلے ہوئے تھے انہی کاغذات میں ایک نیلا لفافہ تھا بغیر نام پتے کے ایک پولیس آفیسر وہ کاغذات دیکھ رہا تھا جو متعدد کورسز کے سرٹیفکیٹس اور اعلیٰ تعلیمی اسناد تھیں۔

''اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود میں گزشتہ دو سال سے جاب کے لئے خوار ہو رہا ہوں میری پوزیشنز اور ڈگریاں رشوت اور سفارش کی اسناد نہ ہونے کی وجہ سے میرے لئے بیکار ہیں گھر والوں کے طعنے تشنے، مجبوریاں اور جاب ڈھونڈ مہم کی ذلت خواری جھیلتے جھیلتے میری برداشت سے باہر ہو گئی ہیں اس لئے بوجہ بے روزگاری اپنی مرضی سے میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر رہا ہوں میری موت کا ذمہ دار سوائے ان کے اور کوئی نہیں جو سرمایہ داران گدھ کی طرح اس ملک کی بزنس مینڈی پہ قبضہ جمائے عوام کا خون چوس رہے ہیں اور وہ ادارے جو نوجوانوں کے قیمتی سال کھا رہے ہیں تعلیم کے نام پر پھر ذلت ان کا مقدر بنا دیتے ہیں ایسی ذلت جس سے چھٹکارا صرف موت دیتی ہے۔'' اے ایس پی اس نیلے لفافے سے نکالے گئے کاغذ پہ لکھے الفاظ پڑھ رہا تھا اور سنعیہ طارق کی آنکھوں کی خفیف سرخی اداسی کی لپیٹ میں آنے لگی اس نے بہت غور سے سامنے مردہ پڑی لاش کو دیکھا تھا جس کے چہرے پہ بے حد سکون تھا، وہ سکون جو کسی تھکے ہارے شخص کے لمبی کٹھنوں بھری رہگزر پہ طے کرنے پہ پھولوں بھرے راستے پہ آ کے ہوتا ہے۔

''اس شخص کی آنکھوں میں زندگی بہت سے رنگ اور خواب ہوں گے جو شاید مسترد ہوتے بے بسی میں بند ہوتے گئے، ایسے رنگ ایسے خواب اس شخص کے بھی تو ہوں گے جسے میں نے مسترد کیا تھا اور وہ بھی پچھلے تین سال سے مسلسل بے روزگاری کی ذلت جھیلتا آ رہا تھا اس کے پاس بھی اعلیٰ ڈگریاں اور گولڈ میڈل تھا تو کیا وہ بھی کوئی انتہائی قدم اٹھا لے گا کسی مجبوری غریبی یا خواری و بے روزگاری کے ہاتھوں تنگ آ کے۔'' اک خوف اور پریشانی اس کی رگوں میں اترتا چلا گیا اس نے بہت زور سے سر جھٹکتے ہوئے اس خوف سے پیچھا چھڑانے کی کوشش میں رخ پھیر کر گاڑی کی طرف قدم بڑھا دیئے اور ڈرائیونگ سیٹ پہ آ بیٹھی مگر اس کے ہاتھ وہیں اسٹیئرنگ پہ جم سے گئے تھے۔

''جو لوگ چلے جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے اور حالات کی چکی میں پستا بے بس انسان کچھ بھی کر گزرتا ہے، مجھے ایسا کوئی وقت آنے سے پہلے اس شخص کو تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے۔'' اس نے الجھے دماغ کے ساتھ سوچا تھا، اور اسٹیرنگ گھماتے ہوئے اک آخری نگاہ سڑک پہ بے سدھ، بے جان پڑے شخص پہ ڈالی تھی پھر سعیہ طارق کی آنکھوں سے بہت آہستگی سے نمکین پانی کے قطرے ٹوٹ کر رخساروں پہ بہنے لگے۔

''لیکن اگر وہ شخص نہ ملا تو؟'' اور جو اس نے میرے پہنچنے سے قبل کوئی ایسا Step لے لیا تو؟ سوچتے ہوئے اس کے چہرے پہ اک عجب بے بسی سی اتر آئی اور آنکھوں سے آنسو خاموشی سے بہتے چلے گئے۔

☆☆☆

کہتے ہیں محبت انسان کا ہر قسم کا ڈر خوف ختم کر کے اسے نڈر بنا دیتی ہے، اگر یقین پختہ ہو تو خوف کس بات کا، یقین اور اعتماد ہی تو صحراؤں میں بھی بارش برسا دیتے ہیں، لیکن اس کے اندر کا خوف ختم نہیں ہوا تھا بلکہ پہلے سے زیادہ ہو گیا تھا تو کیا اس کا یقین کمزور تھا جبکہ اس کا محبوب تو ہمیشہ بہت پر امید اور خوش کن زندگی کے متعلق بڑے یقین کا اظہار کرتا تھا۔

کتنے بڑے اور روشن زمانوں کے خواب دیکھا تھا وہ اور انہی خوابوں کی تعبیروں نے اسے کتنا تھکایا کتنا بھگایا کتنا درد بخشا کہ وہ جو بہت شاندار آفس میں اونچے عہدے پہ بیٹھنے کے خواب سجاتا تھا ایک اسٹریٹ کینٹ کا معمولی منیجر بن گیا چلتے چلتے راستے میں لگے اس فل اسٹاپ نے اسے بے حوصلہ سا کر دیا تھا، اپنے آپ سے الجھتی وہ سوالات کی بوچھاڑ میں ڈوبی رہتی۔

''کیا وہاج حسن زندگی کے اس رخ کو قبول کر کے بیٹھ رہے گا یا آگے جانے کی جدوجہد جاری رکھے گا اس کے گھر میں بیٹھی جوان بہنیں ان کے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہوئے جو قسمت نے راستے ہی جدا کر دیئے تو......'' اریبہ اشفاق کا دل جیسے ایک پل کے لئے دھڑکنا بھول گیا۔

''نہیں وہاج حسن دل کو اس راہ پہ چلنا ہی نہیں جو تجھ سے جدا کر دے، زندگی کے سب رنگوں میں وہی تو رنگ خوبصورت ہے جو تجھ سے ملنے کے بعد میرے وجود پہ پھول بن کے کھل اٹھتا ہے کہنے سننے والے حرفوں میں تم، محبت اور میں ہی دلکش ہے اور اسی کہکشاں کو زندگی کا دائمی حسن بنانا ہے۔'' اس کی دھڑکنوں نے جیسے پرشور سا ہو کر کہا تھا اور وہ خود بخود مسکرا اٹھی تھی۔

''خیر تو ہے لوگ اکیلے اکیلے مسکرا رہے ہیں۔'' ربیعہ پیچھے سے آ کر اس کے کاندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

''صرف مسکراہٹ نہیں اکیلے اکیلے کھایا بھی جا رہا ہے۔'' جویریہ نے اس کی گود میں پڑی مونگ پھلی اٹھائی۔

''تم دونوں سے بچ کر چھت پہ بیٹھی تھی اور تم پھر میرے پیچھے۔'' اس نے گھورا۔

''آپ جانتی ہیں کہ سردیوں کی دوپہر میں چھت پہ بیٹھ کر گلابی دھوپ سینکتے ہوئے مونگ پھلی کھانے کا مزا نہیں بھی ویسا آتا ہے جیسا کہ آپ کو اور پھر تنہا کھائی جانے والی چیز ہضم نہیں ہوتی ہم تو آپ کا ہاضمہ درست کروانے آئے ہیں۔'' ربیعہ نے بڑا تفصیلی جواب دیا۔

''میرا ہاضمہ فکر ہضم پتھر ہضم قسم کا ہے براہ مہربانی تم یہ زحمت رہنے دو اور کرنا ہی ہے تو وہ

کپڑے پریس کر دو جو برآمدے میں ڈھیلے پڑے ہیں۔'' اریبہ نے کہا۔

''ہماری استری کسی کو پسند کب آتی ہے اور آپ سے بہتر یہ کام کوئی کر ہی نہیں سکتا ہم تو ویسے بھی خالہ کی طرف جا رہی ہیں امی کے ساتھ۔'' وہ دونوں فوراً سبز جھنڈی دکھا گئیں۔

''یہ تم لوگوں کو ہمیشہ کام کے وقت خالہ کا گھر یاد آتا ہے پوچھتی ہوں میں امی سے۔'' اریبہ ان کے تعاقب میں سیڑھیاں اتر گئی۔

''امی یہ بھلا کون سا وقت ہے کہیں جانے کا اور ان کو تو آپ گھر ہی چھوڑ دیں اتنا ڈھیر بڑا ہے ڈھلے کپڑوں کا جو استری کرنے ہیں اور شام کا کھانا بنانا ہے اور آدھے گھنٹے میں ٹیوشن والے بچے آ جائیں گے میں اکیلی کیا کروں گی۔'' اریبہ نان اسٹاپ بولتی گئی۔

''نہیں جانے کو کس نے کہا ہے ابھی اتوار کو سارا دن رو کر تو آئی ہیں یہ دونوں، میں جا رہی ہوں معاذ کو لے کر، یہ کچھ کپڑے ہیں جو شاہ جی کے گھر سے آئے ہیں بڑے اچھے پیسے مل جائیں گے تمہاری خالہ کی مدد ہو جائے گی۔''

''چلیں اچھی بات ہے کچھ دال دلیہ چلے گا گھر کا۔'' اریبہ بولی۔

''تو اور کیا مجھے تو بڑی فکر رہتی ہے آپا کے گھر کی ایک تو مفلسی اوپر سے جوان بچیوں کا بوجھ اور وہاج کی تعلیم کے باوجود ملازمت نہ ملنے کی دشواری اگر آپا کے ہاتھ میں ہنر نہ ہوتا تو جانے کیا حال ہوتا۔'' دکھ سے ان کا لہجہ بھر آیا۔

''کوئی بات نہیں امی تنگی ترشی زندگی کا حصہ ہیں انسان دم آخر تک حالات سے الجھتا جھگڑتا رہتا ہے، اللہ نے چاہا تو خالہ کے گھر کے حالات بھی بدل لیں گے۔'' ربیعہ نے آگے بڑھ کر حوصلہ دیا۔

''انشاء اللہ۔'' وہ آہستہ سے بولیں پھر مڑتے ہوئے کہا۔

''ربیعہ تم ہنڈیا بنا لینا اور جویریہ تم کپڑے پریس کر لینا، اریبہ بچوں کو پڑھا دے گی میں چلتی ہوں تم تینوں دھیان سے رہنا اور کوئی آئے تو پوچھ کر پہچان کر دروازہ کھولنا۔'' وہ ہدایات دیتی ہوئی باہر نکلیں۔

☆☆☆

''ماریا میری بات سنو Maria please liston to me۔'' ڈولی اپنے بھورے چمکیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتی اس کے پیچھے آ رہی تھی۔

''میں سن رہی ہوں تم بولو۔'' وہ اسی رفتار سے چلتے ہوئے بولی۔

''نہیں یوں نہیں، مجھے تمہارا کچھ وقت درکار ہے جس میں تم آرام سے بیٹھ کر سنو اور میں تسلی سے اپنی بات سمجھا سکوں۔'' ڈولی اس کے تیز قدموں کا ساتھ دیتے ہوئے بولی۔

''I am sorry میرے پاس ٹائم شارٹ ہے میں بہت مصروف ہوں۔'' ماریا کچھ رکھائی سے بولی وہ ویسے بھی آج کل ڈولی کے ہر وقت کے وعظ و نصیحت سے تنگ آئی ہوئی تھی۔

''ماریا ہم سکول ایج سے اکٹھی ہیں بہت اچھی دوستی چلی آئی ہے ہمارے درمیان، تم معمولی باتوں پہ یوں رکھائی مت دکھاؤ۔'' ڈولی کچھ رنج سے بولی تو ماریا کے قدم رک گئے اور چہرے کے تنے تنے نقوش میں نرمی آ گئی۔

''lts ok بولو کیا کہنا ہے۔'' ماریا ایک بنچ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"تم پہلے یہ بتاؤ اس وقت بالکل فارغ ہو کوئی اور کام تو نہیں؟"

"کام ہے تو لیکن میں اسے Delay کر سکتی ہوں آخر دوستی کا اتنا حق تو بنتا ہے۔" ماریا ذرا سا مسکرائی تھی، اس کے حوصلہ افزا جواب پہ ڈولی ایک پرسکون سانس خارج کر کے بنچ پہ اس کے مد مقابل ہی بیٹھ گئی تھی۔

وہ دونوں اس وقت واشنگٹن شہر کے مغرب میں پہاڑی کے اوپر قائم مشہور وکٹوریہ یونیورسٹی کے "بوٹینیکل گارڈن" میں موجود تھیں۔

"ماریا تمہیں نہیں معلوم ہوتا کہ تم اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے بعض اوقات حد درجہ Rood ہو جاتی ہو اور سامنے والے بندے کے جذبات و احساسات کا بالکل بھی احساس نہیں کرتیں۔"

"تمہیں معلوم ہے میں شروع سے ایسی ہوں صاف گو اور منہ پھٹ غلط بات مجھ سے ہضم نہیں ہوتی اور وہ غلطی کسی سسٹم میں ہو فرد میں ہو یا مذہب و مذہبی تعلیمات میں ہر چیز کو فیئر ہونا چاہیے۔"

"مگر ماریا مذہب چیز نہیں یہ الگ ہے تمام اشیاء سے اس کا دوسری چیزوں کے ساتھ کوئی Competition نہیں بنتا۔"

"Competition کیوں نہیں بنتا جو چیز زندگی کے ساتھ جڑی ہو جس کے عقیدے کی پختگی پہ انسان کا ایمان پرکھا جاتا ہو جو انسان کے ہر اچھے برے فعل کا حساب مانگتا ہوا سے پھر زندگی کے جزوی اور کلی وقتی معاملات سے الگ کر کے کیسے رکھا جا سکتا ہے، انسان کو مادی ضروریات و سہولیات کے ساتھ ایسی چیز بھی چاہیے جو روح اور باطن کا خلا پر کر سکے اور ایسی چیز مذہب ہی ہو سکتا ہے جب مذہب انسان کی یہ روحانی و باطنی پیاس نہ بجھا سکے تو انسان کب تک مذہب کا لبادہ اوڑھ سکتا ہے بالآخر تھک ہار کے وہ اس پیاس کو بجھانے کے لئے کوئی اور کنواں تلاشنے نکل پڑتا ہے، میں بھی اس تلاش میں نکل پڑی ہوں یہ تلاش کس کنوئیں پہ جا کے ختم ہو گی I dont know butt مجھے کچھ نہ کچھ تو ملے گا کم از کم اور کچھ نہیں تو یہ سکون کہ زندگی ایک غلط عقیدے کے غلط طریقے پہ بھینٹ نہیں چڑھی۔" وہ بہت سکون سے بات ختم کر کے ڈولی کو دیکھنے لگی۔

ڈولی خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی ماریا ہلکے متبسم انداز میں اسے دیکھ کر بولی۔

"مجھے معلوم ہے ڈولی تم اپنے مذہبی عقیدے کی سچائی و صداقت پہ کوئی وزنی دلیل نہیں دے سکتیں کیونکہ مذہبی حوالے سے تم بھی رات کے اندھیرے اور الجھن میں کھڑی ہو جہاں تم تثلیث کی دلدل میں مریم و عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش ہو رہی ہے اور عقل و شعور کی تمام تحریکیں ہزاروں سال کی دوری کے فاصلے پہ کھڑی ہیں۔"

"یہ صرف میرا نہیں تمہارا بھی مذہب ہے۔" ڈولی کو اس کا طنز برا لگا۔

"نہیں میں یہ مذہب چھوڑ چکی ہوں گزشتہ کئی سال سے بے مذہب زندگی گزارتے ہوئے ایسے مذہب کی تلاش میں ہوں جو قابل عمل ہو اور صرف فلسفہ خیالات اور خوابوں پر مشتمل خواب کہانی نہ ہو جس کا دستور العمل زندگی کے تمام معاملات، وسائل اور مسائل پہ نافذ العمل اور محیط ہو، جو حقیقی معنوں میں بنی نوع انسان کی فلاح کا خواہاں ہو جس کے بنیادی اصول وحدانیت، حقانیت،

اخوت و مساوات معتدل موثر اور فطری ہوں۔" وہ نحہ بھر کو رکی۔

"اور جس مذہب اسلام کے طریقہ مساوات کی تم معترف ہو وہ تو انسان کی جائز و انسانی زاویوں پر بھی قدغن لگاتا ہے۔" ڈولی نے فوراً ترپ کا پتہ پھینکا۔

"For exceple?" ماریا جوزف اسے سوالیہ انداز میں دیکھنے لگی۔

"اسلام ایسا مذہب ہے جو صرف غیر ترقی یافتہ قوموں تک محدود ہے اسے محض جاہل اور گنوار لوگوں نے اختیار کیا ہوا ہے، جو غلامی انسانیت کا مکروہ کاروبار جاری رکھے ہوئے ہیں اور خاص طور پہ عورتوں کے متعلق اسلامی نظام انتہائی غاصبانہ ہے عورت کی حیثیت ملازم سے بھی کمتر ہے عورت پہ تشدد کیا جاتا ہے اور کثرت ازدواج کی صورت میں ظلم ڈھائے جاتے ہیں کنواری عورت کے لئے بناؤ سنگھار حرام اور پردہ ہر عورت کے لئے لازم ہے، حیوانات کو بے دریغ کاٹ کر کھایا جاتا ہے، منشیات کی تجارت پر کوئی پابندی نہیں تم نے پڑھا نہیں اپنے کورس کی کتابوں میں جہاں صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کو پرلے درجے کے سفاک اور بے رحم بتایا گیا ہے جنہوں نے اسلام تلوار کے زور پہ پھیلایا۔" ڈولی ماریا کو خاموش دیکھ کر بولتی چلی گئی۔

"تمہاری باتوں کا جواب اس لئے نہیں دوں گی کہ اسلام کے متعلق میری معلومات ناقص اور چند نچلی جماعتوں تک پڑھائے جانے والے کورس اسلام تک محدود ہیں اور کورس کی وہ معلومات بھی کٹر عیسائی مصنفین کے قلم اور نامخلص ذہن کی بنیاد پر ہم تک پہنچی ہیں میں اسی بات پر یقین کرتی ہوں جو اصل صاف ستھری ہو، سیدھی سچی آسان جو فوراً دل کو چھوئے اور روح پر اثر کر جائے اپنا جب دنیاوی زندگی کے دور میں، میں مختلف مذاہب کے متعلق تحقیقی معلوماتی اور تحقیقی لٹریچر پڑھتی رہتی ہوں اور میرا دل کہیں نہیں ٹھہرا کسی نہ کسی مذہب کی کوئی نہ کوئی بات اچھی لگی مگر وحدانیت کا تصور حقیقی اور انسانیت کی اجتماعی مخلصی کہیں دکھائی نہیں دی اور حالیہ کشیدہ عالمی منظر نامے مسلم اقوام اور مغرب دشمنی کے باعث ویسے بھی اسلامی مواد درست معلومات کے ساتھ دستیاب نہیں ہے سو کسی مفروضے کی بنیاد پر تو میں مسلمان نہیں ہو سکتی ہاں صحیح راہنمائی اور درست عقیدہ ہوا اور مجھے اچھا لگا تو پھر کہہ نہیں سکتی۔" براؤن لیدر بیگ کاندھے پہ ڈالے وہ اٹھی اور اونچی ہیل کی ٹک ٹک چھوڑتی فرش پہ پیدا کرتی ایک بار پھر ڈولی کو ساکت چھوڑ گئی تھی۔

☆☆☆

وہ پیریڈ آف ہونے پر کلاس روم سے باہر نکلی تو کاریڈور کے پلر کے پاس ٹیک لگائے کھڑی اپنی کلاس فیلوز کے قریب کچھ دیر رکی وہ سب کسی نئے ٹی وی ڈرامے پہ بات کر رہی تھیں پھر وہ ان کے قریب سے گزرتی چلی گئی۔

"ہیلو سعدیہ کیا ہوا ہے تمہیں؟ اتنے دنوں سے ملی نہیں۔" اس کی بیسٹ فرینڈ صبا نے پوچھا تو وہ چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے لگی، وہ کیمسٹری لیب کی سیڑھیوں پہ بیٹھی تھی۔

"بس کچھ دل بیزار ہو گیا ہے بس مصروفیات میں کچھ پتا نہیں چلتا۔" وہ تھکے تھکے انداز میں کہتی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"مصروفیات۔" صبا کی آنکھوں اور چہرے سے حیرت جھلکی۔

"تم کہتی ہو تو یقین کر لیتی ہوں ورنہ کل میری شائستہ آنٹی سے بات ہوئی تھی تمہارے

یونیورسٹی نہ آنے کی وجہ وہ بھی نہیں جانتیں بقول ان کے تم ان دنوں نہ تو کلب جا رہی ہو نہ اکیڈمی، نہ سیاہ ہوٹلنگ سب بند ہیں خود کو ہر وقت کمرے میں بند کیئے جانے کیا کرتی رہتی ہو سب کے بیچ میں بیٹھتی بھی ہو تو غائب الدماغی کے عالم میں اور اس کی وجہ بتانے پہ تم تیار نہیں۔"

"مما کو تو تم جانتی ہو یونہی معمولی باتوں پہ Tens ہو جاتی ہیں اور ساتھ دوسروں کو بھی کرتی پھرتی ہیں۔" وہ اپنے نوٹس فائل میں ترتیب سے رکھ کر پن اپ کرتی جھٹکے سے سر اٹھا کر بولی۔

"آنٹی کی تو چھوڑو عادت ہے اور مائیں یوں بھی اولاد کے لئے ہمیشہ بہت بچی ہوا کرتی ہیں مگر تم تو خود کو یوں معمولی باتوں پہ Re-act کرنے مت دیا کرو۔" صبا نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"تمہیں میری کیچر معلوم تو ہے جو بات ذرا بھی خلاف معمول یا خلاف توقع ہو جائے کیسے پریشان کرتی ہے۔" اس نے دائیں کنپٹی کو انگوٹھے سے دبایا۔

"Amazing ایک تم اور دوسری تمہاری عادتیں اپر کلاس کا شاہانہ ماحول اور رہن سہن موڈ تہذیب کی خصوصیات اور مڈل کلاس والی فرسٹریشن۔"

"تم میری ٹینشن اور اسٹریس کی وجہ سے واقف نہیں ہو اسی لئے یہ سب کہہ رہی ہو جس صورتحال سے میں گزری ہوں تم گزری ہوتیں تو پتا چلتا اور پھر کلاسز کچھ نہیں ہوتیں اصل چیز تو انسانی feelings ہیں محسوسات تو سب کے ایک سے ہوتے ہیں۔"

"نہیں سعدیہ ہر انسان کے احساس کا پیمانہ الگ ہوتا ہے اور الگ انداز سے چھلکتا ہے کہیں کم کہیں زیادہ اور یہ بھی سراسر ہم پہ منحصر ہے کہ ہم اسے کیسے لیتے ہیں بہرحال اس بحث کو چھوڑو تم یہ بتاؤ ہوا کیا ہے جس نے تمہیں یوں ڈپریشن کا شکار کیا۔" وہ سنجیدگی سے بولی تو کچھ دیر کو سعدیہ خاموش رہ گئی۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں کیسے بات شروع کروں۔" اس نے بے بسی سے ہونٹ کاٹے، صبا کے چہرے پہ تشویش کے رنگ اتر آئے۔

"ایسا کرو پہلے خود کو Easy feel کرو پھر بات کرنا، میرا خیال ہے کچھ کھا پی لیں تو بہتر ہوگا اور تم بھی خود کو بہت بہتر محسوس کرو گی کیا خیال ہے؟" صبا نے اسے پریشانی سے نکالنے کو بات بدلی۔

"ٹھیک ہے۔" وہ فوراً مان گئی۔

"ویسے تمہیں فاقے کرتے ہوئے کتنے دن ہو گئے۔" صبا نے اچانک پوچھا۔

"چار دن۔" وہ آرام سے بولی۔

"What?" صبا کا جی چاہا اسے اچھی طرح پیٹ ڈالے۔

"بالکل فضول ہو تم آنٹی بالکل ٹھیک کلاس لیتی ہیں تمہاری اب تو میں مکمل طور پر ان سے متفق ہوں۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"Come on یار تم تو خوامخواہ موڈ بنا لیتی ہو۔"

"خوامخواہ تم جانتی ہو سعدیہ کہ Medically اتنے دن فاقہ کشی وہ بھی مسلسل انسان کے لئے کس قدر نقصان دہ ہے اور تمہاری کون سی جائیداد چھین گئی تھی یا منگنی ٹوٹ گئی تھی جس کے سوگ میں تم نے دیگر Activitys کے ساتھ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔" وہ چڑ کر بولی اور تیز قدموں سے

چلنے لگی۔

"تم میری بات تو سنو۔" سعدیہ اس کے پیچھے لپکی۔

"بات مت کرو مجھ سے۔" وہ پلٹ کر غرائی، سعدیہ نے بیچارگی سے دیکھا وہ واقعی غصے میں تھی۔

"Saba please try to undersrand" وہ پرزور انداز میں بولی۔

"I cannot understand میں نے کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت غذا لیتی رہتی ہوں ہاں یہ ہے کہ Praper taining پہ کھانا نہیں کھایا۔" وہ یوں بولی جیسے مجرم صفائی پیش کر رہا ہو۔

"جھوٹ مت بولو۔" کیفے ٹیریا کی جانب بڑھتے ہوئے وہ اس کی جانب دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔

"Ok are you all right, i am sorry"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتی ہوں اب یہ بتاؤ تم مانو گی کیسے؟" سعدیہ باقاعدہ اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی وہ کئی لمحوں تک اسے یونہی خفگی سے دیکھتی رہی پھر طویل سانس لے کر اپنے اعصاب ڈھیلے چھوڑتے ہوئے ذرا ناراضگی سے گویا ہوئی۔

"ایسے کہ آج ہوٹلنگ یونیورسٹی کیفے ٹیریا سے نہیں بلکہ کہیں باہر کرتے ہیں اور وہاں کے چارجز تم ادا کرو گی۔"

"Its ok" اس نے سکون کا سانس لیا۔

"Chouis بتاؤ کہاں چلو گی۔"

"Food street کے King point پہ۔" اس کا اطمینان بھرا لہجہ قابل دید تھا، سعدیہ نے لہجہ بھرا سے گھورنے کے بعد کہا۔

"مجھے تو میری حساسیت پہ مڈل کلاس Feelings کا طعنہ دے دیا تھا اور تم یہ مڈل کلاس والے کیفے پہ جاؤ گی تو......"

"میں سٹوڈنٹ ہوں اور سٹوڈنٹ کسی سوسائٹی کے بھی ہوں ایسی بچتیں اکثر کرتے رہتے ہیں۔" اس نے بہت مزے سے جواب دیا۔

"تو سٹوڈنٹ صاحبہ اب چلنے کا ارادہ ہے بھی یا نہیں۔" سعدیہ نے گھورا۔

"ہم تو فل ارادے میں ہیں تم پارکنگ ایریے سے اپنی گاڑی نکالو اتنے میں اپنی کتابیں سمیٹ لوں۔" صبا بولی تو وہ سر ہلاتی شولڈر بیگ سے کی چین نکالنے لگی۔

☆☆☆

وہ مین کاؤنٹر پہ بیٹھا آرڈر لیتے ہوئے اپنے ماتحتوں تک پہنچا رہا تھا، ساتھ ہی ساتھ خالو کی دی ہوئی ڈائری پہ کاروبار کے ماہانہ حساب کتاب اور منافع و بچت کا ریکارڈ بھی درج کر رہا تھا، جب اسے شدید حیرت اور استعجاب آمیز آواز سنائی دی تھی۔

"باج تم یہاں؟ کیا کر رہے ہو ابھر۔" اس نے چونک کر سر اٹھایا تو اس کی نگاہوں کے سامنے پروفیسر سلیم کیانی کھڑے تھے اس نے فوراً سلام کر کے ہاتھ آگے کیا۔

"تم وہاج حسن ہو نا۔" وہ ایک بار پھر اسے بغور دیکھ رہے تھے۔

"جی سر میں وہاج حسن ہی ہوں۔" اس کے لب و لہجے میں شائستگی کے ساتھ احترام بھی تھا۔
"آپ پلیز آئیں ناں، کچھ خاطر تواضع کریں آپ کی۔" اب وہ خیر مقدمی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔
"یہ کینٹ تمہارا ہے۔" وہ اندر قدم رکھتے ہوئے بولے۔
"یونہی سمجھ لیں سر۔" اس نے گول مول سا جواب دیا۔
"سمجھ لیں سے کیا مطلب؟" وہ اس پہ نظریں جمائے استفہامیہ لہجے میں بولے۔
"یہ کینٹ میرے خالو کی ملکیت ہے وہی چلاتے ہیں میں تو یہاں جاب کرتا ہوں۔" اس نے ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے کہا۔
"جب وہ ہی کینٹ پر، تم نے تو ٹاپ کیا ہوا ہے گولڈ میڈلسٹ ہو، تمہیں تو کہیں بھی بہت اچھی جاب مل سکتی ہے کسی سرکاری ادارے میں، ملٹی نیشنل کمپنی میں یا کسی پرائیویٹ فرم میں اعلیٰ عہدے پر۔" وہ بہت سنجیدہ لہجے میں کہہ رہے تھے۔
"تمہارے جیسے تازہ دم اعلیٰ تعلیم یافتہ اور زبردست اکیڈمک ریکارڈ رکھنے والے جوان اس ملک کی ضرورت ہیں تم کوشش کرو تو بہت آگے جا سکتے ہو تمہاری اسناد، پوزیشنز اور گولڈ میڈل کے ساتھ پرسنالٹی تمہیں کسی بھی جگہ پہلی ترجیح بنا سکتی ہے۔" وہ پرزور الفاظ میں بولے۔
"پہلی ترجیح زمانہ طالب علمی میں سنہرے مستقبل کے خواب دیکھتے ہوئے میں بھی یہی سوچا کرتا تھا اتنی کامیابیوں کے احساس فخر تلے مسکراتا میں یہی سمجھتا تھا کہ یونیورسٹی سے باہر قدم رکھتے ہی مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا، شاندار اور اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے پہ جاب فوراً ملے گی بلکہ ملازمتوں کی ایک قطار میرے سامنے ہوگی اور میں بہت آئیڈیلسٹک اور مکمل زندگی Perfect life گزاروں گا لیکن آہستہ آہستہ میرے سب تصورات ہوا ہوتے گئے گزرے تین سالوں میں مختلف دفاتر اور کمپنیوں کی خاک چھانتے میرا سارا اعتماد رخصت ہو گیا کیونکہ نہ میری اسناد اہمیت رکھتی ہیں نہ ریکارڈز اہم ہیں تو سفارش اور رشوت یہ دونوں میرے پاس ہیں نہیں، میرے والدین نے اتنے پیسے برباد کیے میں نے انتہائی محنت کرتے ہوئے اپنی عمر کا بہت اہم حصہ تعلیم کے حصول میں صرف کیا لیکن بدلے میں کیا ملا، کرب، تھکن، شکستگی اور ڈھیر سارا دکھ۔" اس کے لہجے میں سکون چہرے پہ سنجیدگی تھی مگر آنکھیں انتشار اور اضطراب کی غماز تھیں۔
"چاہے سر میں ہر انٹرویو میں ناکامی کے بعد ہارتا نہیں تھا بلکہ اپنے حوصلے مضبوط کر کے اگلے انٹرویو کے لئے پہلے سے زیادہ محنت کرتا تھا لیکن میری محنت ثمر آور نہیں ہو سکی میری تعلیم یہ جو لگایا گیا وہ پھل نہیں سکا، اتنی ڈگریاں اور ٹاپ پوزیشنز مختلف کورسز کے ہوتے ہوئے میں ملازمت کے حصول میں مسلسل ناکام ہوتا رہا اور میرے حوصلے ہارنے لگے لیکن سر میں پھر بھی خود کو ہارنے دینا نہیں چاہتا برتر نہ سہی کمتر سہی کام اور محنت تو کہیں چھوٹی نہیں پڑتی اگر مکمل ذمہ داری اور فرض شناسی سے ادا ہو۔" خود کو سنبھالتے ہوئے وہ بہت متوازن انداز میں بولا تھا اور پروفیسر سلیم گیلانی ساکت سے وہاج حسن کو دیکھتے گئے جو کبھی ان کا بریلینٹ سٹوڈنٹ رہا تھا جس کی ذہانت پہ پنجاب یونیورسٹی کے تمام ڈیپارٹمنٹس نازاں تھے اور سٹوڈنٹس اس کے نوٹس مانگتے رہتے تھے وہاج حسن جو تین سال قبل M.S.C میں ٹاپ پوزیشن حاصل کر چکا تھا اور اس وقت کے ہوم منسٹر کے ہاتھوں

اس نے اس شاندار کامیابی پہ گولڈ میڈل حاصل کیا تھا۔
اس وقت کتنے خوابوں کا عکس تھا اس کی آنکھوں میں چہرے پہ چمکتی خوشی اور تفاخر کے ساتھ خواہشات کی سنہری کرنیں کیسی لو دے رہی تھیں اس کے چہرے پر اور آج اس وقت یہی وہاج حسن کتنا شکستہ دل اور تھکن زدہ لگ رہا تھا۔
"اوپر سے لے کر نیچے تک سارا سسٹم نااہلیت کا شکار ہے اور اہلیت لیو کار ہے ہماری کسی منتخب حکومت نے کبھی پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں کے مستقبل کے بارے کوئی پالیسی نہیں بنائی نہ کوئی قابل غور لائحہ عمل تیار کیا نوجوان استعمال ہوئے تو صرف سیاسی مقاصد کے لئے اور ہمارے تعلیمی ادارے بھی ردی کے خالی ٹکڑوں کے سوا کچھ نہیں دے رہے یہ صرف نوجوانوں نسل کے سنہری سال قیمتی خواب اور پیسے کھا رہے ہیں، ان کی زندگیاں برباد کر رہے ہیں۔" اس دفعہ اس کے لہجے اور الفاظ میں حد درجہ تلخی اور تناؤ تھا۔
"کیا ملتا ہے اتنی محنت و کوشش اور دن رات دماغ کھپانے رقم ضائع کرنے سے وہ جو خوابوں کا ناشاد دل کو تازگی دیتا ہے وہ بھی بک جاتا ہے۔"

زندگی تیرے بارے میں میرے خواب بہت تھے
اب دیکھ یہ میرے خالی ہاتھ

پروفیسر سلیم گیلانی کی آنکھوں میں تاسف کے ساتھ خفیف سی سرخی اتر آئی دکھ، وہ بہت دیر تک وہاج حسن کو پلک جھپکے بنا دیکھتے گئے۔
اگر وہ اپنی یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس یا پروفیسر لیکچرارز کو جا کر بتائیں کہ اتنی Serious success اور Demonstration کے باوجود کوئی Frustration کا شکار ہے کیونکہ اس کی Exscellent Spirit کے ہوتے ہوئے بھی وہ ہر جگہ مسلسل Disoppointy (مسترد) کا شکار ہوا ہے تو کیا کوئی یقین کرے گا۔
"Sir i am very sorry میں شاید ضرورت سے زیادہ بول گیا جو کچھ ہوا اس میں بھلا کسی کا کیا دوش۔" وہاج ان کی چپ پہ خفیف سا ہو کے بول اٹھا۔
"دوش تو سب کا ہے کچھ کی من مانی اور کچھ کی مجبوری تو کچھ کی رضامندی سے سب بگڑتا گیا اور Moral کی تباہی نے Reality اور Constructive سوچ کو ختم کر دیا لیکن اس سب کے باوجود وہ یکسر ختم یا ناپید نہیں ہوتے تمہارے لئے بھی کوئی Opportunity اور Highest point کہیں نہ کہیں موجود ہے جو جلد یا بدیر تمہیں تو ملے گا، بس خود کو Courageous (باحوصلہ) اور Proudly (فخریہ) Spisit میں رکھنا تمہاری Out Standing پوزیشنز کو ایپلیکیشن تمہیں Improvement پہ ضرور لے جائیں گی۔" اس کا شانہ تھپکتے ہوئے وہ نکلے وہاج حسن چند لمحے انہیں جاتا دیکھتا رہا پھر گہری سانس کھینچ کر سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔

(باقی اگلے ماہ)

مسلسل بارش ہو رہی تھی اور اس بھیگتے موسم کا مزا دوبالا کرنے کو کچن سے چٹ پٹے مزیدار کھانوں کی خوشبو میں اٹھ رہی تھیں، گو شائستہ بیگم مکمل طور پر ایک ماڈرن طرحدار عورت تھیں لیکن عنفان علی خان کی فرمائش پہ سال میں ایک آدھ بار کچن کو رونق بخش دیا کرتی تھیں۔

شہریار آفس سے آتے ہی سیدھا کچن میں گھسا تھا، شائستہ بیگم کوکنگ رینج کے سامنے کھڑی پکوڑے تل رہی تھیں اور سعدیہ کبابوں کے لئے مصالحہ جات قیمہ میں مکس کر رہی تھی۔

"واؤ آج تو ہمارے کچن کے مقدر جاگ اٹھے ہیں بہت بڑے بڑے لوگ جلوہ افروز ہیں۔" وہ خوشگوار حیرت سے بولا۔

"آؤ شہریار آج میں نے اپنے ہاتھوں سے تمہارے لئے بہت کچھ تیار کیا ہے۔" شائستہ بیگم نے متبسم انداز میں کہا۔

"Thanks Mama" آپ کچن کا رخ کبھی کبھار ہی کرتی ہیں لیکن جب کچھ بناتی ہیں تو واقعی لطف آ جاتا ہے۔" شہریار پکوڑا اٹھاتے ہوئے بولا۔

"بالکل واقعی تعریف کرنی ہے تو پھر اس تعریف کی حقدار تو سعدیہ ہے تمہاری ماما تو آئی ہی ہیں سب شامل ہونے والا کام ہے۔" عنفان علی خان اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔

"مطلب؟" شہریار نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔

"ارے بھئی مطلب یہ کہ قیمہ بنانے سے لے کر نمک مرچ اور مصالحہ جات کے ساتھ کڑاہی میں استعمال ہونے والی اشیا کو شامل کرنا، پھینٹنا سب سعدیہ کر رہی ہے تمہاری ماما تو بس ٹی کا تڑکا لگانے تک محدود ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولے۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں تڑکا ایویں لگ جاتا ہے۔" شائستہ بیگم چڑ کر بولی۔

"نہیں بلکہ ہم نے یہ کب کہا، اس تڑکے کو شائستہ بیگم کے ہاتھ لگتے ہیں اور یہ ہاتھ اتنی آسانی سے تو ہاتھ نہیں لگتے۔" ان کا انداز ذومعنی تھا وہ کچھ تنبیہی انداز میں دیکھتی زیر لب مسکراتی رخ پھیر گئیں۔

"ویسے ہر عورت کو اور کچھ آئے نہ آئے اچھا اور مزیدار کھانا پکانا ضرور آنا چاہیے۔" شہریار ان آنکھوں سے سعدیہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"عورت کو کھانا بنانا آئے یا نہ آئے مگر ہر قسم کے حالات میں شوہر کا ساتھ نبھانا ضرور آنا چاہیے کہ زندگی کے بہت سے راستوں پہ چلتے ہوئے ساتھی کی اپنائیت بھرے احساس کو حوصلہ بہت تقویت دیتا ہے۔" شائستہ بیگم سنجیدگی سے بولی تھیں۔

"آپ کا فرمانا بجا ہے مگر یوں زندگی بہت ادھوری لگتی ہے۔" وہ بولا۔

"آج تو مردوں کی تلاش ہے کہ عورت خواہ کسی طبقے یا کسی سوسائٹی کی ہو گھر داری چلانے اور بچے پالنے میں ماہر ہونا چاہیے تاکہ وہ ہانڈی چولہے اور مرچ مصالحوں میں الجھی رہے اور اس کے حقوق اس الجھن میں پوشیدہ ہوتے چلے جاتے رہیں۔" شائستہ بیگم ذرا تلخی سے بولی تھیں۔

"شائستہ Come on تم تو پیچھے پڑ گئیں اس نے تو ایک بات کی ہے۔" عنفان علی خان ماحول کی سنجیدگی کم کرنے کو بولے۔

"اور اسی ایک بات نے بہت جگہوں پہ بہت سی عورتوں کو جبر و تسلط تلے مجبور بے بس زندگی

گزارنے پہ لگا رکھا ہے۔" وہ چلیں۔

سعدیہ نے کچھ لمحے شائستہ بیگم کے سرخ چہرے کو دیکھا پھر شہریار کے خفیف تیوروں کو اور ہلکا سانس بھر کے پزل میں انڈے پھینٹنے لگی۔

"ماما میں نے ایک بات ہی کی ہے یونہی آپ کو ہرٹ نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں اگر یونہی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ہرٹ ہوتی تو کب کی ختم ہو چکی ہوتی تم لوگ اب یہ موضوع چھوڑو اور باہر چلو اب سب کچھ تیار ہے، بس چائے رہ گئی ہے، وہ رشیدہ بنا لے گی، سعدیہ بیٹی تم بھی چلو اور چینج کر کے فریش ہو جاؤ تیار ہونے تک میں سب کچھ ٹیبل پہ لگواتی ہوں۔" وہ تیز رفتاری سے کام نمٹاتے ہوئے بولی تھیں۔

"ماما میں ٹھیک ہوں۔" سعدیہ ہاتھ سے لباس کی شکنیں درست کرتے ہوئے بولی۔

"سعدیہ ماما ٹھیک کہہ رہی ہیں اور ویسے بھی موسم خنک ہو رہا ہے تم کوئی گرم سوٹ پہنو۔" شہریار نے اس کے قدرے باریک شیفون کے لباس کو تنقیدی نگاہ سے دیکھا۔

"ویسے شہریار تمہیں بیٹے کے مستقبل کے متعلق فکرمند نہیں ہونا چاہیے، نہ کچن کا نقشہ کہ تمہاری نصف بہتر تو کچن کو تنگ میں ماسٹر ہے۔" سعدیہ کے کچن سے نکلتے ہی عنفان علی خان بولے تھے۔

شائستہ بیگم بے ساختہ بیٹے کو دیکھ کر مسکرا دی تھیں اور وہ جھینپ کر بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

"اب آپ میرے بیٹے کو چھیڑیں مت اور اپنی بہو کو میں کچن کی مرغی نہیں بناؤں گی عورت صرف چولہا چوکی کے لئے نہیں ہوتی۔"

"آپ درست کہتی ہیں اسی لئے تو میں سعدیہ کو بھی ساتھ لے جاتا ہوں وہ بزنس کے اسرار و رموز کو سمجھے تاکہ اس کو بہت آسانی رہے گی۔" عنفان علی خان بولے تھے۔

"اور آپ کی اسی اسکیم نے اس کے ہاتھوں جانے انجانے کسی کا Lost Directon (راستہ کھو دیا) کروا دیا اور یہ بات اسے بے طرح Disturb کئے ہوئے وہ خود کو Moral crime (اخلاقی جرم) کا ذمہ دار سمجھ رہی ہے۔" شہریار خان نے مڑ کر انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"احمق ہے وہ جو ایک معمولی بات کو لے کر پریشان ہو رہی ہے ہر روز سینکڑوں لوگ کہیں نہ کہیں کسی کے ساتھ بے انصافی کر رہے ہوتے ہیں مگر سوچتے تک نہیں اور یہ لڑکی حد سے زیادہ حساسیت رکھ کر خود کو پریشان کر رہی ہے جبکہ اس نے جو کچھ بھی کیا وہ ہماری کمپنی کے اصول و ضوابط کے عین مطابق تھا۔" عنفان علی خان بولے تو لہجہ سنجیدہ تھا۔

"کیا کیا ہے اس نے جو وہ پریشان ہو رہی ہے اس لڑکی نے خود کو الجھانا چھوڑا نہیں۔" شائستہ بیگم ان کے قریب آ رکیں لہجہ پریشان تھا، عنفان علی خان نے شہریار کو آنکھ سے اشارہ کر کے کچھ بھی بتانے سے منع کیا تھا اور شہریار ان کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے بولے تھے۔

"ارے کچھ نہیں ماما She is perfectilly all right تو پھر تمہارے پاپا نے ایسے کیوں کہا کیا آفس میں کوئی Miss understanding ہو گئی ہے۔" وہ از حد گھبرائی تھیں۔

"Oh no mama نہیں پاپا آپ نے ماما کو بھی خوامخواہ پریشان کر دیا ہے بس کام کا بوڈن زیادہ ہے، اسی لئے کچھ پتا نہیں چلتا سعدیہ نے انٹرویو لیتے ہوئے ایک بے حد High qualified بندے کو No lift کا بورڈ دکھا دیا کیونکہ ہماری حد ملازمت گریجویشن تھی بس اتنی سی بات ہے جس پہ وہ حد درجہ Disturb ہے۔"

"اوہ۔" انہوں نے مطمئن ہو کر گہرا سانس لیا۔

"میری بچی حقیقتاً بے حد حساس اور اخلاقی اقدار کا خیال رکھنے والی ہے۔" عرفان علی خان اور شہریار دونوں مسکرا اٹھے تھے۔

☆☆☆

"تم صحیح کہہ رہی ہو کیا واقعی یہ سب ماریا نے کہا ہے۔" وہ سب ایک بار پھر اسی بے یقینی کا شکار ہوئے جو ان میں پہلے اختلاف رائے پیدا کر چکی تھی، جبکہ ان کے اس سوالیہ انداز پہ ڈولی کچھ بولی نہیں بلکہ خاموشی سے دیکھتی رہی۔

"اس کا مطلب ہے وہ واقعی گمراہ ہو چکی ہے۔" جمی نے کہا۔

"گمراہ نہیں، کہ وہ سب جانتی ہے باشعور ہے کوئی بچی نہیں کہ جسے اچھے برے اندھیرے اجالے کے فرق کا علم نہ ہو اور پھر ایسے میں جب وہ کٹر عیسائی گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے والدین عیسائیت کے فروغ و تبلیغ کے لئے باقاعدہ سرکاری مذہبی مشنری سے منسلک ہیں ہم اسے گمراہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔" یہ مارتھا تھی ان کی کلاس فیلو۔

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم ماریا کے والدین کو اس کے منفی رویے اور باغیانہ خیالات سے متعلق بتا دیں۔" ڈولی نے انہیں پرخیال نگاہوں سے دیکھا۔

"نہیں تم ایسا ہرگز نہیں کرو گی کیونکہ مذہب ہر انسان کا سراسر ذاتی معاملہ ہے اور وہ اپنی ذاتیات کے لئے دوسروں سے زیادہ Carefull ہوتا ہے۔" مائیکل از حد سنجیدگی سے بولا۔

"میرا خیال ہے مائیکل ٹھیک کہتا ہے ہم سب یہاں اپنے تعلیمی کورس کے سلسلے میں جمع ہیں کورس مکمل ہوتے ہی اپنے اپنے ملک سدھار جائیں گے ہمیں اپنے تعلقات دوستانہ رکھنے چاہئیں اور بس کوئی کیا کرتا ہے کیا کہتا ہے یہ بحث صرف رنجش دے گی اور رنجش پہنچے ہی نہ دی جائے۔" مارتھا نے کہا۔

"ویسے بھی ایمانداری سے دیکھا جائے تو ہماری زندگی میں مذہب رہ ہی کہاں گیا ہے ہماری پرورش بے شک عیسائی عقائد کے مطابق ہوئی ہے مگر ہم محض زبانی جمع خرچ اور بے بنیاد دعوؤں سے ہی کام چلا رہے ہیں اور جہاں مذہبی و معاشی اصولوں میں تصادم ہو وہاں مالی مفادات کے لئے مذہب کو فوراً پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔" مائیکل بہت سچائی سے بولا تھا، ڈولی چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد سنجیدہ ہو گئی۔

"تم ہمیشہ ماریا کی طرح ایسا بے رحم تبصرہ بے دردی سے کر جاتے ہو جبکہ تم خود انتہائی مخلص اور سخت عیسائی پادری کے بیٹے ہو، ایسا مخلص اور مخلص عیسائی پادری جو نسل پرستوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا، حالانکہ ان کی تمام ذمہ داریاں، فرائض، دیانت داری، خیر خواہی صرف گرجا گھر سے مخصوص تھیں، پھر بھی وہ سیاہ فام ہونے کے جرم میں مارا گیا۔" مائیکل نم لہجے میں بولا۔

"اور تم جس مذہب کی عظمت کے پرچار و ہمدردی میں ہلکان ہوا اسی مذہب کے سفید فام لوگوں نے میرا راستہ ہر موڑ پر کھوٹا کرنے کی بھرپور کوشش کی، سکول میں سفید فام طالب علموں سے لے کر اساتذہ تک کا رویہ تحقیر آمیز اور اہانت لئے ہوتا تھا، مذہبی اجتماعات میں سیاہ فام عیسائیوں کی نفرت و عداوت ہمیشہ ناخوشگوار حسد سے دوچار کر دیتی تھی، میں جو عیسائی مذہب کا پیروکار تھا اور آنکھیں بند کر کے نظریہ تثلیث، نظریہ کفارہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا قائل تھا اس دہرے

رویے کی بناء پر مذہب اور اہم مذہبی اجتماعات پر اس چیز سے جو اس مذہب کا یہ تکلیف دہ رویہ روا رکھتی، دور ہوتا چلا گیا، کیونکہ تعصب اور تفرقات کی جو موٹی دیوار اس دور نے مذہب نے کھینچ دی تھی وہ ٹوٹ نہ سکتی تھی میں بے مذہب زندگی گزارنے لگا کیونکہ دہرے مذہبی رویے اور چھوت، چھات نسل پرستی کے بہت چرچے کے ہندومت میں بھی تھے یہودیت میں بھی تھا میں نے ہر مذہب کو پڑھا مگر تکمیل دین کا تصور مجھے کہیں نہیں ملا سوائے اس ایک موقعہ کے جب میں نے ایک سفر کے دوران انڈیلینڈ کی مسجد کے خوبصورت صحن میں ملت اسلامیہ کی "مواخات" کا مظاہرہ کیا، یہاں ہر رنگ و نسل کے لوگ ہر طبقے ہر درجے کے ایک صف میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔"

"تو کیا وہ مسلمان جو بھٹکے جہاد کے نام پہ غارت گری کرتے ہوں اجتماعی اور اخلاقی رویوں میں ہم سے بہتر نہیں ہیں۔" یہ الفاظ مائیکل ایلس ادا کر رہا تھا جو بارہ سال کی عمر سے رومن کیتھولک پادری بننے کا خواب بھلا کے تلاش حق کی کوشش میں بھٹک رہا تھا اور وہ سب اپنے ایک اور ہم مذہب کے منہ سے اسلام کا ذکر اور صفت سن کر سوچ رہے تھے۔

"دنیا بھر میں شدت پسندی اور انتہا پسندانہ ہونے کی بنا پر دہشت گرد کا لقب پانے والا مذہب کیا واقعی اخلاقی عروج کا سردار ہے؟"

☆☆☆

بڑی سی فوڈ ٹرے میں نمکو بسکٹ، سموسے اور چائے کے کپ سلیقے سے سیٹ کر کے ثمن نے بیزار سے انداز میں آمنہ کو کہا تھا کہ وہ لے جا کر مہمانوں کو پیش کر دے۔

"ان کے ہاتھ کیوں بھجوا رہی ہو تم خود لے کے جاؤ تاں تمہاری ساس تو پہلے بہانے تراشتی ہیں جواب دینے کو آرام سے کہہ دیں گی کہ لڑکی تو نخریلی اور بدماغ ہے خود آ کے چائے پانی تک کا نہ پوچھا وہ بھی بہن سے کروا دی۔" انزلہ نے فوراً ٹوکا۔

ثمن نے کچھ کہنے کو منہ کھولا پھر جانے کیا سوچ کے لب بھینچتے ہوئے ٹرے خود اٹھالی۔

"تیسرے دن اٹھ آتی ہیں کھانے پینے کے بہانے اور نند یدی الگ سب چٹ کر کے خالی برتن ساتھ لے جانے کا بس نہیں چلتا بھلا ایسی بے تکی والے لوگ بن سامان جہیز کے لڑکی بیاہ کے لے جائیں گے بھی جانے کیا سوچ کے اس رشتے پہ حامی بھر لی تھی۔" انزلہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی اور ثمن اندر بیٹھی اپنی ساس اور نندوں کے لگاتار چلتے منہ اور منٹوں میں خالی ہوتی ٹرے کو دیکھ رہی تھی۔

"بس بہن، اب اسی چاند کو معاملہ فائنل کرنا ہے آپ بس تیاری رکھیں اب تو ویسے بھی تھوڑا بہت کام لٹک گیا ہے، ویسے بھی جہیز کے لئے ہم مجبور نہیں کرتے آپ کو چند ماہ ٹھہرنے میں بھی دیکھیں تو کوئی بات نہیں آخر بچی کو دینا ہے اور دنیا داری ہے کچھ نہ کچھ تو آپ نے جوڑ رکھا ہوگا اتنی سلائی کڑھائی اور آپ کر لیتی ہیں پھر ہماری بیٹی شیزہ گم تو اچھی خاصی ہو جاتی ہے اور ایک بات ابھی منہ پہ کہہ دیتی ہوں، اچھا لگے یا برا میرے ملنے جلنے والے سبھی لوگ امیر گھرانوں کے ہیں شادی برات کا سارا فنکشن میرج ہال میں رکھیئے گا ستے سے ہال میں زیادہ سے زیادہ اخراجات ہونا کہ خرچہ آئے گا عزت تو آپ کی بچی ہے اور میرے بیٹے کو موٹر سائیکل ضرور دیجئے گا سلامی میں، سونے کی انگوٹھی کے ساتھ ہمارے ہاں تو دامادوں کو کڑے، ساس نندوں کو چین لاکٹ اور جھمکے تک دیتے ہیں اور ایسے رشتوں کی کمی نہیں بھی نہیں بس بچی کہتے ہیں رشتہ کب سے طے ہے اور ذات برادری کا

معاملہ ہے۔" ثمن کی ممانی فرانے کے ساتھ بولتی گئی اور ان کی بس منہ دیکھ رہی تھیں، ثمن کی آنکھیں ان کے الفاظ پہ حیرت و غصے سے کھلی ہوئی تھیں، باہر بیٹھی ازلہ تاؤ کھا رہی تھی۔
"اور بارات کے مینو کے لئے ہم خود بتا دیں گے آپ لوگ وہ غریبوں والا شوربہ گوشت اور نمکین، میٹھے چاول مت بنوا لیجئے گا۔" جاتے جاتے انہوں نے پھر حملہ کیا۔
"ہاں تو اور کیا اب تو دس قسم کے حلوے، بریانی، فروٹ چاٹ، قسم قسم کی چکن ڈشز اور ہزار قسم کا الا بلا ہوتا ہے۔" تیز طرار نند نے کہا۔
"اچھا ہم چلتے ہیں۔" بھابی کے فرمائش لسٹ سنا کر آرام سے تینوں ماں بیٹیاں چلتی بنیں۔
"گولڈ کے چین، نائٹ، جھمکے اور موٹر سائیکل میرج ہال میں فنکشن، وہی فرمائشیں وہی لالچ سے بھرے لوگ ایسے لوگ بار بار صرف ہم پہ کیوں ٹکراتے ہیں ازلہ کی منگنی اور نکاح ٹوٹنے کے بھی یہی اسباب و فرمائشات تو تھیں اور اب ثمن۔" رشیدہ خاتون کی آنکھیں چپ ستا چہرہ لئے بیٹھی سنتی رہیں۔
"ثمن کو بیاہنے کے لئے یہ فرمائشیں پوری کرنا ضروری ہیں اور دوسری صورت وہی جواب، لوگ کیا کہیں گے اس گھر کی لڑکیوں کو جانے کس بناء پر بار بار رد کیا جاتا ہے، ازلہ، وہاج سے بڑی ہے ابتک بیٹھی ہے اور ثمن بھی پچیس کی ہونی ہے اور دو برس گزرے تو کون پوچھے گا بلکہ بار بار کا انکار ہوا اور آئندہ کے راستے بھی بند کر دے گا رشتے تو ملتے بھی اتنی مشکل سے ہیں کیا کروں۔" ان کے چہرے پہ گہرا فکر اور پریشانی تھی۔
"تو کیسے رہنے والے اور ایسی لوگ ہیں ہر بار کھائی کر چلتی بنتی ہیں یہ نہیں کہ سو دو سو لڑکی کے ہاتھ پہ رکھ دیں۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی چھت سے اتری تھی۔
"اور فرمائشیں سنی ذرا تو پتہ چلا اتنی لمبی لسٹ اور جہیز کے لئے مجبور نہیں کرتے مگر دینا ضرور ہے بعد میں دے دیں سارا ہی موٹر سائیکل کے ساتھ ساس کو جھمکے نندوں کو گولڈ کے چین لاکٹ کا مژدہ سنا دیا۔" ازلہ نے بتایا تو نانا کو بے حد غصہ آیا۔
"یہ کیا بات ہوئی اپنی بچی کے سسرال میں کیا یہی کچھ دیا تھا انہوں نے کہہ دینا تھا آپ نے کہ ہمارے ہاں ایسے الٹے سیدھے رواج نہیں ہیں، شادی کرنی ہے تو سیدھے سادے طریقے سے کرلیں ورنہ راستہ ناپیں۔"
"ہاں رشتے تو جیسے قطاروں میں دھرے ہیں پہلے تو کوئی ادھر کا رخ نہیں کرتا جو آ جاتے ہیں وہ یہ کہہ کر جھکا دیں۔" رشیدہ کو غصہ آ گیا تھا جانے خود پہ کہ مقدر پہ۔
"امی اچھا ٹھیک کہتی ہے ہم اتنے اخراجات افورڈ نہیں کر سکتے آپ انکار کہلوا دیں۔" ثمن نے لب کشائی کی۔
"تم چپ رہو ثمن لڑکیاں ایسے معاملات میں نہیں بولا کرتیں۔" امی نے سختی سے ڈانٹ دیا۔
"تو آپ کو خاموشی سے خوار ہوتے دیکھتی رہوں نہیں امی مجھ سے یہ نہیں ہوگا میری ہر خوشی اس گھر کی خوشی سے وابستہ ہے اور اس گھر کے مکینوں کو قرض، مفلسی کے بوجھ تلے دبا کر اپنے ہاتھوں پہ مہندی رچانے کا مجھے کوئی شوق نہیں۔"
"پر میں چاہتا تو ہے نا بچے، یہ ازلہ ہے نا یہی سب کچھ کہتی تھی قرض کا کیا ہوتا ہے اتر جاتا ہے آہستہ آہستہ مگر جو کام وقت پہ ہو جائے وہ سب سے بہتر ہے، ورنہ بیٹیاں ماں باپ کی دہلیز پہ

بیٹھے بوڑھی ہو جاتی ہیں۔" رشیدہ کی آنکھیں اور لہجہ بھر آیا۔
"اللہ بخشے تمہاری دادی نے صرف میرا سلیقہ، ہنر، تمیز اور اٹھنا بیٹھنا دیکھا تھا اور تین کپڑوں میں بنا جہیز زیور کے بیاہ لائیں، اب تو لوگ رشتہ بعد میں لگا کرتے ہیں پہلے سیدھے بتاتے ہیں کہ لڑکی لائے گی کیا کیا، میں نے تو اپنے بیٹے کو اتنی اعلیٰ تعلیم دلا کے بھی نہ سوچا کہ امیر بہو لاؤں جو جہیز سے گھر بھر دے لوگ کیوں ایسا سوچتے ہیں کیا کمی ہے میری بچیوں میں گھر بنانے سنوارنے کے ہر ہنر سے آراستہ پڑھی لکھی، خوبصورت اور تمیز دار بھلا گھر عورت کے سلیقے سے بنتے ہیں عقل سے بنتے ہیں کہ جہیز و بھاری بھرکم سلامی سے۔" انہوں نے پریشانی سے ہاتھ سر پہ رکھ لیا تھا اور وہ چاروں نم آنکھیں لئے انہیں دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

بیگ کاندھے سے اتار کے لاؤنج میں رکھے صوفے پہ پھینکا اور تازہ ترین مینگو شیک کا گلاس منہ سے لگا لیا ایک دو تین گھونٹ اس نے لگا تار غٹا غٹ اپنے اندر انڈیل لئے تھے اور اب ہاتھوں سے اپنے تراشیدہ بالوں کو سنوارتے وہ صوفے پہ گرنے کے انداز میں بیٹھی تھی اور کئی گہرے سانس لئے۔
"Samia are you ok" شائستہ بیگم نے تشویش سے اس کی پیشانی پہ ہاتھ رکھا تھا۔
"Yes Mama" اس نے بند آنکھیں کھول کر مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے انہیں دیکھا۔
"لیں آپ کو معلوم ہے گرمی اتنی زیادہ ہے پھر اسٹڈیز کا ٹف شیڈول گھر سے یونیورسٹی، یونیورسٹی میں مین گیٹ سے لے کر کلاس، ڈیپارٹمنٹ، لائبریری، کیمپس، کیفے پھر اکیڈمی بعد میں جم پھر سر ساری Energy ختم ہو جاتی ہے۔"
"یہ تو ہے اس کے علاوہ جو تم نے دوسرے کام شروع کیے ہیں کوکنگ کلاسز، سلائی اور کٹنگ کلاسز، گلاس پینٹنگ یہ سب خوامخواہ کی سر دردی، بھلا ضرورت کیا ہے تمہیں ایسے فضول کاموں میں خود کو کھپانے کی نہ یہ ہماری سوسائٹی میں چلتا ہے دولت، سہولت وافر ہے پھر یہ غریبوں والے مڈل کلاس مشغلے۔"
"مما شوق ہے میرا پھر ہنر اور مہارت طعنہ نہیں ہو بھی تو کیا ہم بیک ورڈ ہونے کے ڈر سے خود ہاتھ پیر ہلانا چھوڑ دیں۔"
"دیکھو سامعیہ یہ اتنا پیسہ جو ہم نے جوڑا ہے بنایا ہے کس کے لئے تمہارے لئے شہریار کے لئے ہماری تو سات پشتیں بھی بیٹھ کر کھائیں تو ختم نہ ہو یہ دولت، پھر تم کیوں خود کو چھوٹے موٹے کام سیکھنے کے لئے ضائع کرتی ہو، تم آج کی لڑکی ہو اکیسویں صدی کی لڑکی ایک مضبوط بیک گراؤنڈ رکھنے والی لڑکی جو زندگی کے سارے سرکل میں اپنی تمام تر ذہانت اور شعور سمیت موو کر رہی ہے تم اب میں ہو 2011 میں جب عورت خلا میں سفر کر رہی ہے سرحدوں پہ بندوق تانے کھڑی ہے حکومت وقت میں شامل ہے یا حکومت کر رہی ہے تم اٹھارویں صدی میں نہیں کہ تمہیں چولہا جلانے، ہانڈی پکاتے، کپڑے دھوتے، سیتے یا کسی اور کام کے لئے ہاتھ انگلیاں فگار کرنے ہنر سیکھنے پڑیں یہ کم تر کام تمہارے کرنے والے نہیں ہیں۔" شائستہ بیگم نے بہت سنجیدگی سے اپنے خیالات اس پہ ظاہر کیے۔

''سینا پرونا، پکانا، کھانا، کپڑے سینے پرونے والے کام تو انہوں نے بھی کیئے تھے جو امت کی مائیں اور شہزادیاں تھیں جو حسب و نسب اور حیثیت و شان میں ہم سے بلکہ دنیا سے برتر و اعلیٰ تھیں ہم کیا سیدہ فاطمتہ الزہرہؓ اور خدیجہؓ، سیدہ عائشہؓ سے بھی برتر ہیں کہ ایسے کام ہمارے لئے کمتر ہو گئے جو انہوں نے بنا کسی احساس برتری یا کمتری کے کیے۔''

''مما کام اور ہنر چھوٹے بڑے یا امیر غریب نہیں بناتے یہ تو انسان کے اپنے اصول ہیں اپنے خیالات ہیں جو اسے چھوٹا بڑا ظاہر کرتے ہیں۔'' وہ جوابی طور پہ اسی سنجیدگی سے بولی تھی۔

''تم آتی ہو سعدیہ جو تجھ نہیں پا رہی ہو۔'' وہ کچھ جھنجھلا کر بولیں۔

''میں سب سمجھ رہی ہوں مما، آپ مجھے مکمل طور پہ ایک ماڈ، تھرڈ اور فل اپر کلاس گرل دیکھنا چاہتی ہیں، جو صرف ویک اینڈز، لندن، دوبئی، ٹینڈر گزرا اور B.M.W کے گرد بان وہیں کو پھرائی رہے۔''

''ہاں تو اس میں برائی کیا ہے۔'' وہ تیکھے انداز میں بولیں۔

''اور اس میں اچھائی کیا ہے اگر ایک عورت، عورت ہو کر یہ کہے کہ مجھے تو چائے بنانا نہیں آتی میں تو انڈا تک ابالنا نہیں جانتی۔ اب کیا مرد ہانڈی پکاتا یا بچوں کے کپڑے دھوتا اچھا لگے گا۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''سعدیہ میں بحث میں نہیں پڑنا چاہتی بس تم کچھ بھی کرو اپنے اسٹیٹس اور مقام کو یاد رکھو اور یہ بھی کہ تمہارا وجود سب سے پہلے تمہاری توجہ کا محتاج ہے نہ کہ امور زمانہ تمہاری اسکین دیکھو کتنی رف ہو رہی ہے کتنے دن ہو گئے تم نے پارلر کا چکر نہیں لگایا وہی پچھلے مہینے والے کپڑے پہنے ہیں بو تیکس نہیں جا تیں تمہیں ہوتا کیا جا رہا ہے آخر تم خود کو چینج کیوں نہیں کرتی ہو۔''

''مما میری اسکن بہت فریش اور شفاف ہے میں نماز پنجگانہ ادا کرتی ہوں میرا چہرہ خدائی نور سے چمکتا ہے مجھے پارلر کی ضرورت نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی ضرورت سے زیادہ ساز و سامان اور بستر بستر سے جمع نہ کرو اسی قدر چیز لو جو تمہارے لئے کافی ہے۔''

''مجھے کیا معلوم میں کل ہوں نہ ہوں اور اضافی بوجھ میرے لئے عذاب بن جائے، میں اپنی مرضی سے جینے کی عادی ہوں مجھے میرے اسی مڈل کلاس ماحول میں جینے دیں، آپ کے امیر کلاس ماحول میں نہ تو میں سروائیو کر سکتی ہوں نہ خود کو سرنڈر۔'' وہ اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں بولی تھی الفاظ بہت عام سے تھے گراں کے پس پردہ مفہوم بہت خاص تھے بھانپتے ہوئے شائستہ بیگم کے چہرے کی کیفیت پل بھر کو متغیر ہوئی تھی۔

سعدیہ دن بہ دن اتنی بدتمیز کیوں ہوتی جا رہی تھی کیا وہ کسی مسئلے کا شکار ہے یا اس کی Psychological state (نفسیاتی کیفیت) درست نہیں ہے۔

زندگی کا جو سیٹ اپ گزشتہ کئی سالوں سے چلا آ رہا تھا وہ اسے بہت پہلے قبول کر چکی تھی پھر اس طرح کا Strains attitude (تناؤ والا رویہ) کس لئے اور کیوں؟

شائستہ بیگم نے بے اختیار سر جھٹک لیا تھا۔

☆☆☆

بلیک اینڈ سکرٹ پہ بلیک کوٹ پہنے اپنے کلاس فیلوز میں گھری وہ موسم کی انفرادیت سے محظوظ ہو رہی تھی، تیز ہوا کے باعث اس کے سنہری گولڈن بال اڑتے ہوئے رخساروں کو چھو رہے

تھے یا شہد و، بہت دلکش لگ رہی تھی۔

''تیرہ ماریا تم ہی ہو۔'' یہ تمی تھی۔

''فائن تم سناؤ بہت دنوں بعد آئے اور موبائل بھی آف کر رکھا تھا۔'' ماریا نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں ایک بہت ضروری کام کے سلسلے میں کہیں لگا تھا اور یہ کام مکمل یکسوئی مانگتا تھا سو میں نے سیل فون آف ہی رکھا تھا۔''

''بڑے راز ہے وہ کام کون سا تھا۔'' ماریا نے تحیر سے پوچھا۔

''تم کیا کرو گی جان کر۔'' اب وہ ذرا سا مسکرا یا تھا۔

''ہو سکتا ہے کہ تجھ کر ہی لوں۔'' ماریا بھی جواباً مسکرائی۔

''تو پھر مجھے ایکسپٹ کر لو۔'' تمی بڑی برجستگی سے بولا تھا اور ماریا جوزف کچھ دیر کے لئے بالکل خاموش ہو گئی پھر اک گہرا سانس لے کر اپنے اعصاب پر سکون کیئے اور بولی۔

''تم میرے عقیدے کے نہیں ہو۔''

''وہاٹ عقیدہ؟ کون سا عقیدہ، کیسا عقیدہ، تم بنا کسی اصول و عقیدے کے ایک بے دین زندگی گزار رہی ہو مذہب سے تمہارا تعلق صرف اپنے والدین کے عیسائی ہونے یا بچپن میں چرچ جانے تک ہے، ہاں اب گزشتہ چند عرصے سے مختلف مذاہب کی کوئی نہ کوئی بات پڑھ کے تم نے اپنا ایک الگ معجون سا مذہب بنا رکھا ہے تو یار So way میں اسی طرح تمہیں قبول کر کے زندگی گزار سکتا ہوں۔'' تمی کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

''تم واقعی سیریس ہو یا محض مذاق کر رہے ہو۔'' ماریا نے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے اب اسے بغور دیکھا۔

''اس وقت میں واقعی سیریس ہوں ابھی ابھی میرے دل میں خیال آیا ہے کہ مجھے تم سے شادی کر لینی چاہیے۔''

''Oh thats good۔'' وہ دل کھول کر ہنستی ہوئی بولی۔

''یہ بات اب تک کتنی لڑکیوں سے کہہ چکے ہو۔''

''بے شمار بے اصل تعداد یاد نہیں، مگر تم آخری ہو۔''

''Wyh? تم تو کہتے تھے زندگی صرف عیش و عشرت ہے اور عیش و عشرت جب بنا کچھ خرچ کیے آرام سے مل رہی ہے تو شادی کیوں؟''

''کیونکہ تم بہت مختلف ہو عام مغربی لڑکیوں سے بالکل منفرد، نہ ڈرنک نہ بوائے فرینڈز کا جنون نہ کلب اور ڈانس بار کے چکر، نہ بے وجہ فحاشی کے مظاہرے تمہاری یہی انفرادیت تمہیں بہت خاص بنا رہی ہے میرے لئے اور مجھے تم سے وہ ہونے لگی ہے جس میں راتوں کی نیند اور دن کا چین اڑتا ہے I love you maria، I love you۔'' وہ آنکھیں بند کر کے گنگنایا تھا۔

''او کے، اب جاگ جاؤ، مووی ختم ہو چکی ہے اور پردہ گر گیا ہے۔'' ماریا نے شوخی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ مارا۔

''نہیں یار پردہ اٹھا وا بھی میری ریہرسل باقی ہے۔'' وہ چہکا۔

''تم یہ ریہرسل کالج کے ڈرامہ ہال میں کرو اور اپنی ہیروئن جولی کے ہمراہ کرو مجھے تنگ نہ

کرو۔" ماریا نے اسے وضاحت دی۔

"بہت بے مروت ہو جبکہ تمہاری زندگی میں یہ الفاظ پچ مچ کسی نے کہہ دیئے تو کیا کرو گی۔"

"یہ وقت بتائے گا فی الحال تو تم جاؤ۔"

"ویسے ماریا تم ہوا سے فرینڈز بنا کے بھی دیکھو تو زندگی کا پتا چل جائے گا، خوامخواہ میں اتنی

راہباؤں جیسا رویہ رکھا ہوا ہے۔"

"مجھے اپنے اسی رویے سے محبت ہے۔" وہ سکون سے بولی۔

"اور یہ رویہ تمہیں اپنے مذہب، فرینڈز، معاشرے سب سے دور کر رہا ہے، کبھی سوچا تم نے

کہ اٹھارہ سال کی عمر میں ہمارے معاشرے کی لڑکیاں کتنے بوائے فرینڈ بدل چکی ہیں، کتنے حسین

تجربات سے آشنا ہو کے زندگی کا صحیح لطف اٹھا رہی ہیں اور تم، تم نے کیا پایا ہے ان خود ساختہ اصولوں

میں گھر کے۔" جمی نے اسے چھیڑا۔

"میں نے وہ عزت پائی ہے جو کسی اور کو میسر نہیں میرا وجود، میرا حسن، میری زندگی بے داغ

شفاف ہے میں اپنے کل اور آج پہ شرمندہ نہیں میرا مذہبی عقیدہ متزلزل سہی مگر میرا نسوانی وقار تو

مکمل ہے نا مجھے اپنے خدا کے سامنے جاتے شرم تو نہیں آئے گی۔"

"اس معاشرے میں بے راہ روی زندگی بتاتے لوگوں میں تمہیں کیا تمہارے جیسا شخص ملے

گا۔" جمی نے ایک چبھتا ہوا سوال اچھالا۔

"یہ بھی وقت پہ چھوڑ رکھا ہے فی الحال تو مجھے صرف اپنے ذہنی، روحانی اور جسمانی خلفشار کے

لئے علاج و سکون چاہیے اور اس سلسلے میں تم میری Help کر سکتے ہو تو Most welcome ورنہ

مجھے میرے حال پہ رہنے دو۔" ماریا کا لہجہ آخر میں بے ارادہ ہی سخت اور غیر معمولی طور پر سنجیدہ ہو

گیا جمی چند ثانیے بنا پلک جھپکے اسے دیکھتا رہا پھر ایکدم سے پلٹ گیا۔

ماریا نے بہت تاثر انداز میں اسے جاتے دیکھا تھا پھر دو چار لمبے سانس لے کر اپنے الجھتے

دماغ کو سکون پہنچانے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

"السلام علیکم!" ہاتھ میں موسمی فروٹ سے لدے شاپر اور فرائیڈ فش کی خوشبو سے مہکتا پیک

پکڑے وہ داخلی دروازے سے اندر آیا تھا۔

"وعلیکم السلام! رب سوہنا زندگی اور صحت دے میرے پتر کو، ہما بھائی کو پانی دے گرمی سے

آیا ہے۔" رشیدہ خاتون نے بیٹے کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے ماتھا چوما اور پاس بٹھا

لیا۔

"یہ اتنا کچھ کیوں لے آئے بیٹا۔" انہوں نے اب چارپائی پہ دھرے شاپرز کو دیکھا تھا۔

"آپ کے لئے لایا ہوں دیکھیں کتنی کمزور ہو رہی ہیں راتوں کو جاگ کے سلائی کرتے

آنکھیں خراب کرلی ہیں اور یہ بچوں رقم سے رکھ لیں جو لانا ہو لے آیئے گا۔" وہاج نے ان کے ہاتھ

پہ ہزار ہزار کے کئی نوٹ رکھے تھے۔

"بیٹا یہ تو رکھ تجھے تو اکرو دیا ہے جوڑنا ہے۔" وہ بولیں۔

"نہیں امی یہ آپ کا حق ہے اب تک آپ نے کھلایا ہے اب اپنے بیٹے کی کمائی کھائیں اور

یہ سلائی وغیرہ بند کردیں ہیں۔"

"بھائی یہ پانی پئیں۔" ہما نے اسکواش کا ٹھنڈا گلاس دیا۔

"ان کو بھی دو۔" وہاج نے کہا۔

"نہیں تم پیئو، ہم سب تو ابھی کچھ دیر پہلے تمہاری خالہ کے آنے پہ بنا کے پی چکے ہیں۔"

انہوں نے کہہ کر رقم گنی تو دو پانچ ہزار تھے۔

"امی ابھی سنارت سے ناں تو آپ پہ اکتفا کریں آہستہ آہستہ زیادہ ہو گئے پھر میں بے شک جتنا

وار خرچ بھی تو نیا ہوا ہے، وہ بھی کٹوتی ہوئی ہے ورنہ سات ہزار بنتے تھے۔" وہاج نے آہستگی سے

کہا تو وہ بس اپنے اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹے کو دیکھ کر رہ گئیں، جس نے جانے اپنے روشن مستقبل کے کتنے

خواب بنا رکھے تھے اور اب...

"آمنہ دستر خوان لگاؤ بھائی آ گیا ہے تمہارا۔" رشیدہ نے چھت پہ کپڑے اتارتی بیٹیوں

کو پکارا، پھر وہاج کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"بیٹا ہاتھ منہ دھو لے اور کھانا کھا۔"

"پکایا کیا ہے۔" وہاج نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"چنے کی دال اور سادے چاول، ازلہ نے چند روٹیاں بھی بنائی ہیں اسے پتا ہے تم دال چاول

کم کھاتے ہو۔" وہ بولیں۔

"آہ یہ اتنے پھل اور فرائی مچھلی بھائی لائے ہیں اور اس کالے شاپر میں کیا ہے۔" آمنہ نے

فوراً چارپائی پہ رکھے سامان کو دیکھنا شروع کیا۔

"ہائے اتنی پیاری چوڑیاں اور یہ ڈائی کیا دوپٹہ میں لوں گی۔"

"رکھو اسے مہندی، ہو اپنے لئے لایا ہوگا۔" امی نے اس کا ہاتھ پرے جھٹک کے ثمن کو

سامان اندر رکھنے کا اشارہ کیا، آمنہ منہ بسورتے کچن میں بھاگی، جبکہ وہاج تولیے سے ہاتھ

پونچھتا برآمدے میں لگے دستر خوان کی طرف آ رہا تھا۔

"ثمن کی سسرال میں سے کوئی آیا پھر۔" وہاج نے بیٹھتے ہوئے پوچھا، تو ازلہ نے آنکھ کے

اشارے سے امی کو ابھی کچھ کہنے سے منع کیا۔

"بیٹا تھکے ہوئے آئے ہو پہلے کھانا کھا لو یہ باتیں تو بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔" ان کے کہنے

پہ وہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"امی جو سامان میں لایا تھا اس میں چوڑیاں اور دوپٹہ بھی تھا ایک اسے علیحدہ رکھ لیجئے گا اور

اریبہ کو دے دیں۔" وہ کھانے کے بعد بولا تو ان سب کے چہروں پہ مسکراہٹ آ گئی اریبہ اور وہاج

کے آپسی تعلق کی گہرائی سے وہ بخوبی واقف تھیں اسی لئے ہما نے چھیڑا تھا۔

"آپ خود دے کے آیئے گا ویسے بھی بہت دنوں سے گئے نہیں ادھر انتظار کا عالم شدید

ہے۔"

"بس بھی بھائی اب نماز پوت ہو گئے ہیں کوئی سہرا دیہرا سجا کے باجے تاشے بجوا دیں۔"

ثمن بھی ہما کے ساتھ مل گئی۔

"پہلے تم لوگوں کے ہاتھوں میں تو مہندی لگوا دوں پھر اپنے باجے بجوائیں گے۔" وہاج ہنسا

تھا۔

"کیوں بھئی ہمیں بھابھی پہلے لانے کا شوق ہے۔" آمنہ چہکی۔

"نہیں بھئی تمہاری موجودگی میں اسے لایا گیا تو چاروں آفت کی پرکالہ اسے لڑ لڑ کے بھگا دیں گی۔" اب وہاج بولا تھا تو نبیہ آیا۔

"ہائے وہ جس کا نخرہ پہنے ناک پہ دھرا رہتا ہے آپ کا کیا خیال ہے وہ ہمیں دم مارنے دے گی۔" انزلہ نے لقمہ دیا۔

"اتنی معصوم بھی تو ہے۔" وہاج بے ساختہ کہہ کر خود ہی خفیف سا ہنس دیا۔

"ہی امی دو چار اور معصوما ئیں پیدا ہو جائیں تو گھر گھر سے ساس بہو کے جھگڑے ختم ہو جائیں۔" انزلہ نے پھر کہا تو سب ہنس دیئے۔

"بھئی تم جو بھی کہو میں تو خواب تمہارے سہرے سجانے کے خیال میں ہوں، آخر مجھے بھی تو آرام کرنے کا حق ہے میں بھی پلنگ پہ بیٹھ کے بہو سے خدمت کرواؤں گی آخر میں نے بھی تو اس کے شوہر کی اتنے سال خدمت کی ہے۔" رشیدہ خاتون بیٹیوں کے ہمراہ بیٹے کو ستانے لگیں۔

"امی آپ نوکرانی لا رہی ہیں یا بہو۔" وہاج نے حیرت سے پوچھا۔

"جب بہو ہوگی چولہا چوکی، صفائی ستھرائی، دھلائی سلائی کو، تو نوکرانی کی کیا ضرورت ہے۔" وہ بالکل سنجیدہ ہو گئیں۔

"آپ بھی روایتی ساسوں والے ذہن کی مالک ہیں۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا تو رشیدہ بے اختیار ہنس پڑیں۔

"بس میرے شیر بیٹے کا اتنا سا دل ہے ارے میرے چاند تیری دلہن کے سارے چاؤ لاڈ پورے ہوں گے سارے ناز نخرے اٹھائے جائیں گے جیسے تیرے اٹھائے ہیں، رب سوہنا وہ چاند کا ٹکڑا اس گھر میں اتارے تو پھر دیکھنا خوشیاں چار سو کیسے ناچتی ہیں۔" ماں نے ماتھا چوم کے بیٹے کو دیکھا تو وہ دھیرے سے ہنس کر بالوں میں ہاتھوں سے کنگھی کرتے ہوئے اریبہ کے متعلق سوچنے لگا، اریبہ جو اس کے خواب نگر کی شہزادی تھی جس کو سوچتے ہوئے اس کے دل میں دھڑکن مہک اٹھتی تھی۔

خیال سے اس کے جسم و جاں میں عجب تازگی اترے
اندھیری رات ہو جیسے آنگن میں نرم چاندنی اترے
سبک رو ہو جائیں دھڑکنوں کے شہر سارے
در و دیوار دل پہ نئی اک روشنی اترے
وہ بولے تو ساعتیں ہوں خواب خواب
وہ چپ ہو تو فضاؤں میں ہر سو خاموشی اترے
دیکھوں اس کو تو آنکھوں میں ہوں رنگ نشیلے
اس کی سوچوں تو مجھ پہ شاعری اترے
اب کے چاند دریچوں میں ٹھہرنے کی رت آئے
تو خدایا ایسا کرنا کہ بس میرے ہی گھر اترے
بند کواڑوں پہ دستک دیں گرم ہاتھ کسی کے
سنسان دلوں پہ ملن کی وہ گھڑی اترے
اب تو آہٹ وصل سے سرشار ہو زمین دل
اب تو خواب راستوں پہ چھائی اداسی اترے

☆☆☆

بڑے سے ڈیپارٹمنٹل سٹور کے سامنے سے گزرتے ہوئے اسٹیئرنگ وہیل پہ ہاتھ رکھے اس نے ذرا سی ذرا سی نگاہیں گھمائی تھیں اور ایک فوڈ پوائنٹ پہ گاڑی روک دی۔

سن گلاسز آنکھوں سے ہٹا کر سر پہ سیٹ کرتے اس نے ڈرائیونگ سیٹ کے پاس کا شیشہ نیچے سرکایا اور تازہ گرم تیار ہوتے برگر کا پیک منگوایا۔

سپائس گرلز کا فاسٹ نمبر سنتے ہوئے اس نے برگر منہ سے لگایا تھوڑا سا برگر کھا کے کوک کے چند گھونٹ لئے اور ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے گاڑی سٹارٹ کرنے لگی، بہت آہستگی سے بیک ٹرن لے کر اس نے یونہی گاڑی کو سڑک پہ ڈالا تو فوڈ پوائنٹ کے گلاس ڈور سے نکلتے شخص کو دیکھ کر جیسے اس کی سب حسیات ایک ساتھ بیدار ہوئی تھیں، یکدم بریک پہ پاؤں رکھتے ہوئے وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر تیزی سے باہر نکلی اور چند لمحوں میں اسے جالیا۔

"Excuse me mr۔" وہاج حسن بہت حیرت سے مڑا تھا اپنے شانے پہ نسوانی ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے اور اگلے ہی پل اس کے چہرے اور آنکھوں میں تحیر کی جگہ شناسائی کی ہلکی رمق کے ساتھ ایک دبیز سنجیدگی آ گئی۔

"جی فرمایئے۔" اس کا لہجہ خود بخود کھردرا ہو گیا۔

"دیکھیں اس دن آپ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ سب اک مجبوری کے تحت کمپنی کے ضوابط کے مطابق ہوا تھا پھر بھی آپ کے ہرٹ ہونے کو میں نے بہت محسوس کیا یقین کیجئے کتنے دن میں ڈسٹرب اس کا شکار رہی اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دیں Please i am so sorry۔" سعدیہ خان نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے تھے اس کے آگے۔

"اپنے کاروباری اصول و ضوابط کے مطابق آپ بالکل ٹھیک تھیں تو معافی کیسی؟" وہاج حسن کے تاثرات میں نرمی آئی۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا۔"

"جب غلطی ہی نہیں تو معافی کیسی؟" وہ بدستور سنجیدہ لہجہ میں بولا۔

"ایسے نہیں پلیز کھلے دل سے کہیں کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا۔" وہ مصر ہوئی۔

"Its ok میں نے آپ کو معاف کیا۔" وہ اک لمبا سانس خارج کر کے بولا۔

"تو Please یہ کارڈ رکھیں اور مجھ سے پھر ملیں۔"

"اس اہانت کا شکار ہونے کے لئے جو پہلے ملی تھی۔" وہ بول پڑا تو سعدیہ چند ثانیوں کو خاموش رہ گئی۔

"دیکھیں آپ کا لہجہ چغلی کھا رہا ہے کہ آپ نے مجھے معاف نہیں کیا، حالانکہ میں حقیقتاً اپنے عمل پہ شرمسار ہوں۔" وہ خائف سا ہو کر بولی۔

اب خاموش ہونے کی باری وہاج حسن کی تھی وہ کچھ دیر یونہی اپنے سامنے کھڑی بھیگی پلکوں والی خوبصورت لڑکی کو دیکھتا رہا پھر دایاں ہاتھ بڑھا کر کارڈ تھام لیا تھا۔

"اسے کروں گا کیا کیونکہ آپ کے آفس میں ہائی کوالیفائیڈ لوگوں کے لئے تو کوئی جگہ ہے نہیں۔" ایک بار پھر بے ارادہ ہی لہجہ طنزیہ کر گیا۔

''اس کا مطلب نہیں کہ جگہ بنے گی بھی نہیں، میں کوشش کروں گی کہ آپ کے لئے جگہ بنا سکوں۔''

''لیکن اب تو میں ملازمت کر رہا ہوں۔'' وہ آرام سے بولا۔

''کہاں، کیسی ملازمت ہے۔'' وہ فوراً بولی۔

''ضروری نہیں کہ ہر بات آپ کو بتائی جائے۔'' وہ یکدم روکھا ہوا۔

''اوکے تو کوئی اور کام ہو تب بھی یہ کارڈ استعمال کریں میں ضرور آپ کا کام کروں گی۔'' وہ پھر بولی۔

''مجھے اپنے کام خود کرنے کی عادت ہے اور میں صرف اپنے زور بازو پر بھروسہ کرتا ہوں۔'' وہ اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تو سعیہ کو تاؤ سا آ گیا۔

''اللہ کرے زور بازو زیادہ، مگر بعض اوقات کسی کی مدد لینا خود انسان کے اپنے حق میں بہت اچھا رہتا ہے بہت سے مشکل کام سہل ہو جاتے ہیں۔''

''مدد یا ترس، ہمدردی اور سفارش اور And minde it miss sania khan مجھے ترس اور ہمدردی کے نام پر سفارش کرنے والے لوگ زہر لگتے ہیں، میں ایک صحت مند اور تندرست انسان ہوں فقیر یا محتاج نہیں کہ آپ مجھ پر ترس کھائیں اور سنبھال کر رکھیں اس سڑک پہ بہت سے لوگ مل جائیں گے مطلب کے۔'' بہت اکھڑ لہجے میں کہتے ہوئے وہ اگلے ہی پل لمبے ڈگ بھرتا اس کی آنکھوں سے دور ہوتا گیا اور سعیہ علی خان غصے خفت، بے بسی سے ہاتھ ملتی جانے والے شخص کو دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

تنہائی کا جان لیوا زہر اور لمحوں کی خموشیاں
نظر میں نقوش ان کے پس پردہ سرگوشیاں
جھنجھوڑتا ہے دل کو گزرا ہوا کل آ آ کر
چھائی ہوئی ہیں احساس پہ بیہوشیاں
اوڑھ لیا فضا نے پھر وہی درد کا پیراہن
اپنالی ہیں پھر ساعتوں نے جاں کوشیاں

''کیا ہے زندگی؟ بعض اوقات کتنی عجیب ہو جاتی ہے کہ بہت کچھ ہوتا چلا جاتا ہے اور سمجھ میں نہیں آ رہا ہوتا بہت سی باتیں وقوع پذیر ہوتی ہیں خلاف توقع اور خلاف معمول مگر ذہن عجیب سی حالت میں نہ ماننے نہ جاننے کے چکر میں پھنسا سچ کھوجنے کی چاہ میں خود کو گم کر بیٹھتا ہے وہ بھی گم ہو رہی تھی زندگی اور زندگی کے معمولات دنیا کے سب دھندے اور خواہشات اسے یہ سب ایک بھونڈا مذاق محسوس ہو رہا تھا، ایسا مذاق جو اس کے ساتھ بڑے فیاضانہ انداز میں کیا گیا تھا۔''

''اس گھپ اندھیرے راستے کا کوئی اختتام ہے کہ نہیں کوئی میرا جو صاف شفاف روشنی بھرے طریقے سے بندھا ہو جس پہ چلوں تو تفاوت اور تفریق، معاشی پابندیوں کے خود ساختہ اصول نسلی فرق سے گندھی نفرت اور ذات، برادری، قوم سے ماورا صرف انسانیت و اخلاق کا درس عملی دیتی زندگی کا سنہرا اجالا ملے؟ کیا میری یہ خواہش بے جا اور قابل گرفت ہے؟ کیا میں اس آگہی اور اخلاق و خلوص، بھری زندگی کا خواب بن کر غلطی کی مرتکب ہو گئی ہوں کیا میں واقعی گناہ گار ہوں لیکن تم لیڈی ایلون کیا میں کافر ہوں، جبکہ کافر تو تم سب ہو، جو سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کر پا رہے، سچ اور غلط کے فرق کو پہچانتے نہیں سچ لیڈی ایلون میں راستہ بھٹک گئی ہوں نشان منزل کھو بیٹھی ہوں اک عکس سا اک ہولہ سا ہے تو نور کا مگر میں بہت کچھ پا لوں گی۔'' وہ ایک بار پھر اسی فرسٹریشن کا شکار ہو رہی تھی جو روحانی طور پر اکثر اسے ہسٹریائی کیفیت میں مبتلا کر دیتی تھی۔

''ماریا میرا مشورہ ہے تم واپس انگلینڈ چلی جاؤ یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہو گا یہاں رہ کر تم مسلسل اسی اسٹریس کا شکار ہو گی؟'' لیڈی ایلون ہاتھوں کی انگلیوں سے اس کے بکھرے بال سنوارتے ہوئے بولی تو ماریا نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا تھا۔

''مجھے انگلینڈ نہیں جانا اگر جانا ہی ہے تو میں ناروے جاؤں گی، میرا ارادہ ہے کہ میں مزید تعلیم کے لئے اوسلو یونیورسٹی میں ایڈمیشن لوں اور تقابل ادیان کا مذہبی علوم پہ مکمل تھیسس پڑھوں۔'' ماریا کا لہجہ بہت پختہ اور پرعزم تھا۔

''دیکھو ماریا مختلف مذاہب کی تعلیم حاصل کرنا بری بات نہیں ہے بلکہ علم میں اضافہ اور خیالات میں وسعت اچھی چیز ہے، پر اگر تم یہ سب صرف مذہب بدلنے کی نیت سے کر رہی ہو تو میں تمہیں روکوں گی اور اس صورت میں تمہارا واپس اپنے والدین کے پاس چلے جانا ہی بہتر ہے۔'' لیڈی ایلون سنجیدگی سے بولی۔

''ابھی میرا انگلینڈ واپسی کا کوئی ارادہ نہیں ہے جب تک میرا عقیدہ درست نہیں ہو سکتا میں کہیں نہیں جا سکتی۔''

''تمہارے خیال میں درست عقیدہ کیا ہے؟'' لیڈی ایلون نے پوچھا۔

''وہ عقیدہ جو تین تین خداؤں کے بجائے ایک خدا پہ یقین رکھتا ہو، جس میں انسانیت سے برابری کی سطح پر معاملات استوار ہوں معاشی تفریق اور نسلی فرق سے بالاتر خلق اور حسن تدبیر کے طور پر آپس میں تعلقات قائم ہوں، امیری غریبی کی بناء پر کسی کو کمتر یا اچھوت نہ گنا جائے۔''

''اور جو کتابیں تم پہلے پڑھتی رہی ہو کیا ان میں کچھ نہ تھا جو اس حوالے سے تمہاری تسلی کر سکتا۔'' لیڈی ایلون نے ایک اور سوال اٹھایا۔

''اگر ایسا ہوتا تو میں فرسٹریشن کا شکار کیوں ہوتی ہندومت کی مذہبی کتابیں لایعنی اور محیر العقل باتوں سے بھری ہیں ہر کام کے لئے الگ دیوتا اور دیویاں اپنے ہاتھ سے تیار کردہ مٹی پتھر کی مورتیوں کو پوجنا بھلا اپنے ہاتھ کی بنائی چیز کو خدا کیسے مانا جا سکتا ہے، جسے اگر توڑا جائے تو وہ اپنے دفاع میں کچھ کر بھی نہ سکے اپنے نفع نقصان سے بے خبر ایک بے جان بت کسی دوسرے کو کیا دے سکتا ہے، بدھ مت میں یوگ، گیان اور تپسیا کے ساتھ دنیا ترک کر دینے کے کام اور اسلام کے متعلق مجھے صرف یہ معلوم ہے کہ یہ شدت پسندی اور تشدد پسندانہ رویوں کی ترویج دینے والا دین ہے، عورتوں پہ بھیڑ بکریوں کی طرح ظلم اور انہیں صرف گھروں میں برقعے پہنا کر لونڈیوں جیسے کام اور حلیے میں رکھا جاتا ہے، مساوات ہے مگر دیگر اصول ناقابل برداشت ہیں، میری تسلی کہیں بھی نہیں ہوئی اور جب تک میں مطمئن نہیں ہو جاتی یونہی بے مذہب زندگی گزارتی پریشان خیالی اور ذہنی ٹینشن کا شکار ہوتی۔'' ماریا بتا رہے بولتی چلی گئی۔

''پھر بھی میرا مشورہ یہی ہے تم کچھ بھی کرنے سے پہلے اپنے والدین سے پوچھ لو تا کہ کل کو تمہیں یا مجھے کسی الزام یا بہتان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔'' لیڈی ایلون نے کہا۔

"آپ مانتی ہیں ہمارے معاشرے میں ایسے احساس انداز میں سوچنے یا کچھ کرنے کے آداب ناپید ہیں، پھر میں بالغ ہوں اپنے فیوچر پلاننگ مجھے خود طے کرنی ہے اور جب کل کو اپنے کام کے لئے مجھے خود جواب دہ ہونا ہے تو فیصلہ بھی پھر میرا ہونا چاہیے۔"

"اور اگر تمہارے پیرنٹس نے پوچھا کہ میں تمہاری گارجین تھی اور مجھے تمہارے ایسے کسی اقدام سے پہلے روکنا یا انہیں بتانا تھا تو؟"

"لیڈی ایلون آپ تو خوامخواہ وہمات کا شکار ہو رہی ہیں، آپ سکون سے سو جائیے میں جب ایسا قدم اٹھاؤں گی تو اس کے لئے لائحہ عمل بھی طے کر لوں گی فی الحال تو مجھے صرف سکون چاہیے۔"

اس نے کمبل گردن تک اوڑھتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں، لیڈی ایلون چند منٹ نیگلوں روشنی میں اس کا چمکتا سفید چہرہ دیکھتی رہی پھر اک آہ سی بھر کر خود بھی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

بہت خوبصورت اور دلکش رنگ بکھرے ہوئے تھے اس کے گلابی چہرے پر، شرتی آنکھوں میں بہت رنگ کی دھنک اتری ہوئی تھی، کسی بھی تعلق یا رشتے میں لفظ بہت اہم ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی بڑے بڑے لفظ بھی کھوکھلے اور بے جان ہو کے رہتے ہیں اور ایک چھوٹا سا عمل بہت موثر اور جاندار ثابت ہوتا ہے، انہوں نے آپس میں کبھی لمبے چوڑے وعدے یا پہروں محبت بھری باتوں کا طلسم پڑھ کے قسمیں نہیں کھائی تھیں ہوش سنبھالتے ہی انہوں نے اپنے نام بچپن کی نسبت کے حوالے سے ساتھ ساتھ سنے تھے، جو عمر عزیز کی منزلیں طے کرنے کے ساتھ ساتھ محبت بنا کچھ کہے سنے ان کے دلوں میں بڑے استحقاق کے ساتھ پروان چڑھتی گئی وہ بہت دنوں بعد بھی ملتے تو شخص ایک دوسرے کا چہرہ ہی انہیں زندگی اور روشنی کی نوید دے دیتا تھا، وہ بس اپنے خوابوں ایسے حوالوں میں خوش تھے اور ایسے میں یہ احساس کہ دوسرا شخص جب زندگی میں کوئی بھی خوشی پاتا ہے تو اس خوشی کا سہرا پن آپ سے ضرور شیئر کرنا چاہتا ہے کتنی اہمیت بڑھا دیتا ہے یہ جذبہ اپنے پن کی تمام تر نرم خوشی اور چاہت سنہری کرنوں کے مانند وجود پہ رقص کرنے لگتی ہے اور سارا ماحول صرف تم، صرف تم کا اسم ورد کرتے جاتا ہے۔

جیسے چاند میں دل سرشار ہوا
جیسے پیڑ جھومتے ہیں ساون میں
جیسے ست رنگی تتلی ہاتھ آ جائے
جیسے پھول بکھر جائیں دامن میں

"صرف دیکھے جاؤ گی، بولو گی کچھ نہیں۔" وہاج حسن نے اریبہ کے چہرے پر نرم سی نگاہ ڈالتے کہا۔

"کیا بولوں وہاج! یہ حسین لمحے باتیں کر رہے ہیں اتنی خوبصورت باتیں کر رہے ہیں ان کا جادو کیسے چھا رہا ہے صرف اسے محسوس کرو۔" ریشمی پلکوں کی جھالر اٹھا کے وہ بولی تو وہاج حسن بڑی دیر کو دیکھتا رہ گیا، براؤن کلر کے کاٹن سوٹ میں بنا میک اپ کے دھلا دھلایا شفاف چہرہ بے حد عام حلیے میں گھریلو سا انداز لئے دیا کا ملکوتی تاثر بکھیرتی اریبہ اشفاق اسے دل کے تاروں کو چھیڑ کر خوبصورت سا ارتعاش بیدار کرتی محسوس ہوئی۔

"بہت خواہش تھی میری کہ اپنی پہلی تنخواہ سے تمہارے لئے کوئی قیمتی گفٹ لاتا ڈائمنڈ یا گولڈ

نہ سہی پھر بھی خوبصورت اور اچھا ہوتا نہ چوڑیاں اور ڈوپٹہ مجھے اچھے لگا تو لے لیا لیکن تمہارا اصل گفٹ مجھ پہ ڈیو ہے اگلی دفعہ سہی۔" وہاج نے کہا تو اریبہ فوراً بولی تھی۔

"وہاج حسن محبت اور خلوص سے تم نے یہ کانچ کی چوڑیاں اور دوپٹہ خریدا ہے میرے لئے وہ گولڈ سے بڑھ کر ہے، قدر انسان کے جذبات کی ہوتی ہے اصل اہمیت وہ جذبہ محبت ہے جس کے تحت تم نے یہ میرے لئے لیے اور تم ایک پھول ہی دے دیتے تو مجھے وہ بھی بہت قیمتی اور حسین لگتا یہ تو پھر تمہاری حق حلال کی کمائی سے خریدے گئے ہیں اور تم بے فکر رہو جس دن تم ترقی پا گئے تو میں تمہارے سے بغیر تم سے خود مانگ کر ڈائمنڈ رنگ لوں گی۔" رسان سے بولتے ہوئے اس کا لہجہ آخر میں قدرے شوخ ہوا تو وہاج کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ نے احاطہ کر لیا۔

"تم وہ دن تو آنے دو اریبہ! میں نے بہت کچھ سوچ رکھا ہے، ہر وہ سہولت ہر آسائش جس کی تم متمنی ہو تمہیں ملے گی، ہر وہ خواب جو تم نے میرے حوالے سے دیکھا ہے پورا ہو گا۔"

"پتا ہے وہاج مجھے بڑے بڑے کھلے کمروں والے پھولوں درختوں میں گھرے فرنشڈ اور ہر سہولت سے مزین ہر اچھے طریقے سے آرائش کیے گئے گھر اچھے لگتے ہیں جیسے کیبل پہ ڈراموں میں دکھاتے ہیں ہاں تم بنگلے اور کچھ نہ کرنا مگر مجھے ایک خوبصورت بڑا اور اچھا گھر ضرور بنوا کے دینا۔" وہ بہت پرشوق اور اصرار بھرے لہجے میں بولی۔

"Its ok اور پھر آج سب بتاؤ اریبہ جو تم سوچتی ہو، جو چاہتی ہو جو تمہاری خواہشات ہیں۔"

"اچھے اور قیمتی کپڑے معہ مہنگے اور اسٹائلش سینڈل بیگز پھر مہنگی جیولری اور سینڈلز مرسڈیز B.M.W اور ہنڈا کرولا میں بیٹھ کر لانگ ڈرائیو کرنا، K.F.C، P.C میں لنچ ڈنر، لال قلعہ، لنچ اور میریٹ، آواری جیسے مشہور فوڈ پوائنٹس پہ ہوٹلنگ شاہانہ طرز کے بنگلے میں شاہانہ طرز زندگی گزارتے اریبہ اشفاق اور وہاج حسن۔"

"Thanks God تمہیں میں یاد رہا، ورنہ میں تو سوچ رہا تھا تمہارے خوابوں میں سب کچھ ہے میں نہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"تم کیسے نہیں یاد رہو گے تم ہی تو ان خوابوں کا مرکز ہو تم ہو گے تو سارے سپنے پورے ہوں گے۔" وہ محبت سے بولی۔

"تمہارا کیا ہے شاہانہ خواب دیکھتے شہزادے ہیری کی طالبگار ہو جاتیں میں بیچارا تو بیچ میں مارا جاتا۔"

"نہیں وہاج تم خواہش جنون اور زندگی ہو سب بدل سکتا ہے وہ دل نہیں جو تمہاری چاہ کے احساس سے دھڑکتا ہے، جسے صرف تمہارے ساتھ تمہاری ہمراہی کا خواب زندہ رکھے ہے۔" شدتیں اور تڑپ تھی اریبہ اشفاق کے لہجے میں وہاج حسن بنا پلکیں جھپکائے کتنی دیر اسے محویت سے دیکھے گیا۔

"اتنا غور سے کیا دیکھ رہے ہو نظر لگاؤ گے۔" وہ اترائی۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" وہ بے ساختہ بولا۔

"لگ رہی کیا مطلب؟ میں پیدائشی خوبصورت ہوں۔" وہ زعم سے بولی۔

"My God بہت خوش فہم ہو تم۔" وہ ہنسا تھا۔

"اسے سچ مچ بھی کہتے ہیں جناب۔" وہ بھی ہنسی۔

"اچھا سچ مچ بھی صاحبہ تم نے اتنے اونچے خواب بیان کیے ہیں کہ مجھے کچھ کہنا عجیب لگتا ہے تمہاری خواہشات، خواب، تمنائیں، شاندار اور لگژری زندگی کی آرزو، پھر زندگی کے مقدم ہونے کے لیے میری کوششیں اور جدوجہد کا دھیما پڑنا، خیر میرے حوصلے دھیمے نہیں پڑے صرف راستہ بدلا ہے جستجو کی خواہش نہیں تھمی سب سے بڑی بات یہ کہ محبت بہت پرعزم اور باحوصلہ ہے اور یہ ایک بات یاد رکھنا امیرانہ آسائشات اور اونچا اسٹیٹس محض مقدر کی بات ہے ملے نہ ملے مگر تمہارا چہرہ وجود اور اس سے وابستہ خوشیاں خواب میرے لیے بہت اہم اور باعث تقویت ہیں، میں آخری حد تک تمہارے لیے صرف خوشیاں تلاشوں گا کیونکہ تمہارے لیے یہ خواہشات خوشیاں اہم ہیں اور میرے لیے صرف تم، مجھے تم بس تم عزیز ہو اور کچھ ملے نہ ملے تم ملو تو مجھے سب مل گیا زندگی مکمل ہوگی۔" وہ محویت محبت سے اتنا نرم لہجے میں بولا تو اریبہ اشفاق کی شربتی آنکھوں میں جگمگ کرتے ستارے چمکنے لگے چاہ کے احساس تفاخر سے۔

خدایا!
مجھ کو کچھ نہ دے
نہیں کچھ بھی نہیں چاہیے اب
بس اس کی خواہش
پوری کرا دے
جو دعاؤں میں
صداؤں میں
مجھے ہی مانگتا ہے

☆☆☆

"سعدیہ کیا کر رہی ہو تم اور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے سر جھاڑ، منہ پہاڑ تم شائستہ خان اور عفنان علی خان کی اکلوتی بیٹی ہو کروڑوں کے بینک بیلنس کی مالک تن تنہا وارث ہو اس عظیم الشان و شوکت کی اور ذرا اپنا لباس و حلیہ دیکھو، ماسیوں سے بھی بدتر اگر اس وقت میری کوئی سہیلی یا کوئی اور ملنے ملانے والے آ جائے تو وہ کیا سمجھے گا؟ کیوں مجھے پریشان کرتی ہو تم۔" شائستہ بیگم اسے دیکھتے ہی شروع ہو گئیں۔

"کیا ہوا ہے میرے لباس اور حلیے کو مما آپ خوامخواہ Tens ہو جاتی ہیں اتنی اسٹیٹس کانشس نہ ہوا کریں مما۔" سعدیہ ہنس کر بولی۔

"یہ کاٹن کا معمولی لباس جو تم نے کل سے پہنا ہوا ہے سادہ چہرہ الجھے بال، سعدیہ تمہاری سہیلیاں اتنی ماڈ اور طرحدار ہیں اپنی مما کو دیکھو اس عمر میں بھی اتنا خیال رکھتی ہیں اپنا اور تم بیٹا اللہ لوک، ہائے میرے مولا ایک اولاد دی وہ بھی ایسی دی۔"

"اپنے مما یہ بالکل ٹیپکل مڈل کلاس ماسیوں والا انداز، شکر کیا کریں کہ اللہ نے ایک بیٹی دی مگر قناعت توکل غنائیت اور اخلاقی اقدار کا نمونہ۔" سعدیہ کا انداز نیم مزاحیہ تھا۔

"سچ سچ بتاؤ سعدیہ تم کیوں ایسے روپ حلیے میں رہتی ہو جبکہ یہ تو اللہ کا بھی فرمان ہے کہ اگر انسان کو اچھا کھانے پہننے کو ملا ہے تو اس کا اظہار شکر اس کے حلیے اور انداز میں نظر آنا چاہیے،

دوسرے الفاظ میں یہ کنجوسی اور تھرڈ کلاسی کہلاتا ہے۔"

"مما اللہ گواہ ہے میں بہت کم پر راضی ہونے والی مخلوق ہوں اور آپ سے تو میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے یہ مصنوعی شو شا اور امیرانہ رویہ دکھانے کا کوئی شوق نہیں میں اپنے اسی حال میں راضی ہوں، مجھے اسی میں خوش رہنے دیں۔" سعدیہ ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے رسان سے بولی تو وہ چند منٹ اسے بغور دیکھتے رہنے کے بعد گہرا سانس لیتے ہوئے بولیں۔

"سعدیہ تم بیٹی ہو میری مجھے عزیز ہو، ہر حالت، ہر روپ میں عزیز ہو پر بیٹی دنیا بہت فاسٹ ہے اور شہریار کو دیکھا ہے تم نے کتنا ماڈرن فارورڈ ہے اس کا آئی کیو لیول کتنا ہائی ہے بزنس میں کیسی کامیابیاں سمیٹ رہا ہے اور تم اصولی طور پر بزنس میں انوالو ہوگی کیونکہ ہمارے سارے کاروبار کی وارث تم ہو، شہریار کے ساتھ مل کر یہ سب سنبھالنا پڑے گا تمہیں اور اس کے لیے تمہارا مائنڈ میک اپ ہونا بہت ضروری ہے تمہیں بزنس وومن بننا ہے بہت سے بڑے بڑے Target achive کرنے ہیں، سو تمہارا ہونا بہت ضروری ہے، تم سمجھ رہی ہو نا میری بات۔" شائستہ بیگم نے نرمی سے اس کا رخ سہلایا تھا۔

"جی سمجھ رہی ہوں۔" وہ بہت مدھم انداز میں بولی تھی۔

"تو بس میری جان اپنا حلیہ اور یہ سادہ رہنے والا نظریہ بدلو سادگی اچھی لگتی ہے مگر جگہ اور ماحول کے مطابق تمہارا باپ کروڑ پتی ہے شوہر کروڑ پتی ہے تم اربوں کی مالک ہو اور اس امیر اور شان پہ فخر و اظہار کرنا سیکھو۔" شائستہ بہت رسان سے کہہ اٹھیں اور اس نے خاموشی سے انہیں تکتے دیکھا پھر پلکیں موند لیں وہ آنسو اس کی پلکوں پہ آ ٹکے تھے۔

شہریار خان ہونے کے باوجود اس کی زندگی کا حصہ تھا ایسا شخص جو اس کے وجود پہ تمام تر اختیارات رکھتا تھا اور یہ اختیار اسے تب حاصل ہو گئے تھے جب وہ خود بولنے چلنے کے قابل بھی نہ تھی، محض چند ماہ کی عمر میں وہ اپنے تایا کے چھ سالہ شہریار سے عقد میں باندھ دی گئی تھی، کیونکہ تایا تعلیم کے سلسلے میں فارن گئے تو وہیں امریکی شہریت کی حامل اپنی کلاس فیلو سے شادی کر لی اور تعلیم مکمل کر کے آئے تو پانچ سالہ شہریار بھی ہمراہ تھا چونکہ اس شادی کی اجازت باقاعدہ انہوں نے گھر والوں سے لی تھی اور سارہ نامی فرینڈ وائف کو مسلمان کر کے نکاح کیا تھا تو سب نے انہیں تسلیم کیا تھا اور ان کے والد دستگیر خان نے اپنی اولاد کی جڑیں اپنے ملک اپنی مٹی اور دین سے مضبوط رکھنے کو تیمور خان کے بیٹے شہریار اور عفنان خان کی بیٹی سعدیہ کا اوائل بچپن میں نکاح کروا دیا، اس کے کچھ عرصہ بعد تیمور خان اور سارہ ایک حادثے میں انتقال کر گئے تو شہریار مکمل طور پر دستگیر خان کی کسٹڈی میں آ گیا، دستگیر خان خود ہارٹ پیشنٹ تھے ہارٹ اٹیک ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوا تو یہ ذمہ داری عفنان علی خان نے بہت خوش اسلوبی سے سنبھالی، شہریار کی ابتدائی تعلیم پاکستان میں ہائی اسٹینڈرڈ کے تعلیمی اداروں میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے وہ امریکہ چلا گیا تھا لاس اینجلس سے M.B.A کی ڈگری کے ساتھ اس نے بزنس کے اسرار و رموز سمجھنے کو متعدد کورسز کیے، اور واپس آ کر اپنے ترکہ وراثت کا کنٹرول سنبھالنے کے ساتھ عفنان علی خان کا ہاتھ بٹانے لگا، ٹاپ سے معاملات جلد ہی اور ذہانت سے ہینڈل کرنے کے ساتھ وہ اپنی ہائی کوالیفیکیشن اور سحر انگیز شخصیت کی بناء پر بہت جلد رنگ جما چکا تھا اور اس کا ذکر ہائی سوسائٹی کے تمام حلقوں میں رشک کے ساتھ کیا جاتا تھا۔

خواب سمیٹ کر لے جاتی ہے اور رکھنے پہ آئے تو دکھ اور سکھ برابر ڈال کر ہنسنے کا لطف لیتی ہے، کہ اپنا ہونا بھی دکھ دینے لگتا ہے، ایسے میں جینا اور زندہ رہنا کیسا لگتا ہے؟" اس نے ساکت پانی میں پتھر پھینکتے ہوئے کہا تھا۔

"جینا اور زندہ رہنا دو الگ الگ باتیں ہیں، ایک میں مجبوری جھلکتی ہے اور ایک میں خوشی یہ بتاؤ تم کس کیفیت سے گزر رہی ہو۔" صبا نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"ان دونوں کے درمیان کی کیفیت سے سمجھو نا کچھ، الجھن، سلجھن ہونے نہ ہونے کا بے شعوری عرصہ، جو شعور کو ادراک بخشتا ہے۔"

"کہیں محبت تو نہیں کر بیٹھی ہو اور کسی سے ہے۔" صبا نے فوراً پوچھا۔

"محبت، میں کس سے؟" سعدیہ نے حیرت سے دیکھا۔

"کسی سے بھی، تمہارا وہ ڈیشنگ سا کزن شہریار اس سے بھی ہو سکتی ہے، اسی سے تو نہیں ہوئی۔" صبا نے ٹٹولا۔

"اسی سے مگر کیوں؟"

"بھئی اچھا خوبصورت کھلتی قد کاٹھ کا ڈیشنگ بندہ ہے پھر اسٹیٹس بھی مزید کہ ہر وقت کا احساس اپنائیت مطلب بلڈ ریلیشن ایسی سارے وجوہات کافی ہیں محبت ہونے کی۔"

"اچھا مگر مجھے ان ساری وجوہات کی ضرورت نہیں۔" وہ ہنس کر بولی۔

"کوئی بات نہیں محبت کرنے کو وجہ کا ہونا ضروری نہیں بغیر وجہ کے بھی محبت ہو سکتی ہے۔" صبا نے کہا۔

"اگر یہ محبت ہوتی کیوں۔" اس نے تجسس سے آنکھیں اٹھا کر پوچھا۔

"زندگی اچھی لگنے لگتی ہے سب کچھ نیا نیا اور خوبصورت لگتا ہے۔"

"بڑا تجربہ ہے تمہیں۔"

"تجربہ کہاں یار مشاہدہ ہے، دعا کرو کوئی بڑی کالی گاڑی والا ہیرو ٹائپ بندہ آ جائے تو تجربہ ہو۔" صبا نے آہ بھر کر کہا۔

"صبر رکھو کوئی نہ کوئی آنکھوں کا اندھا تم سے ٹکرا ہی جائے گا۔" وہ ہنسی۔

"ویسے تم بہت آفریدی ہو، تمہاری جگہ میں ہوتی اتنا ہینڈسم، امیر کزن اف میں تو پلک جھپکتے میں "مجھے تم سے محبت ہے" کا راگ الاپ کر زندگی رنگین کر لیتی۔"

"تو اب کر لو زندگی رنگین منع کس نے کیا ہے۔"

"ہائے کیا کہہ دیا ہے، پر ایسا شاندار حد درجہ رکھنے والا وجیہہ کزن کہاں سے لاؤں۔" وہ حسرت سے بولی۔

"کزن میرا لے لو۔" سعدیہ نے جھٹ فراخدلی دکھائی۔

"ظالم کیوں جلے پہ نمک پڑی روٹی پر ہاتھ مار کر کفران نعمت کر رہی ہو، آئے ہائے اللہ ایسے سینلدار اس کو چھیڑ پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔" صبا نے اوپر دیکھ کر دہائی دی۔

"تم سے تو کیا ہے یہ چھچھورا تم لے لو۔" وہ بے طرح ہنسی۔

"ہم تو سوا مہ اللہ کے ہیں مگر چھیڑ ہی ہمیں کوئی نہیں کرتا۔" اس نے پھر آہ بھری۔

"اتنے اوکھے سانس نہ کھینچو، امید حوصلہ اور تلاش جاری رکھو۔"

"اچھی بات ہے ویسے سچ سچ بتاؤ تمہارے دل کے تار کیوں نہیں بجے جبکہ شہریار خان کی شاندار پرسنالٹی تو بہت سوں کو رشتے پہ مجبور کر دیتی ہے۔" صبا نے اسے گھورا۔

"مجھے تو ابھی تک کیا نہیں۔" وہ کندھے اچکا کے بولی۔

"خود تم بھی اتنی خوبصورت ہو کہ تمہیں دیکھ کر کوئی بھی ذی ہوش پاگل ہو سکتا ہے، اس نے کبھی کچھ نہیں کہا تم سے۔"

"یار تم یہ اب طرح کی دو ٹوک باتیں نہ پوچھو مجھ سے۔" وہ خفیف ہوئی۔

"یہ شرمانا یہ گھبرانا لگتا ہے کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے بتاؤ راز کیا ہے۔" صبا پیچھے ہی پڑ گئی۔

"تم تو فقط ڈھونڈتی ہو افسانہ بنانے کو ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"تو کچھ کر دو۔"

"دماغ خراب ہے تمہارا تو ساتھ میرا بھی کر رہی ہو۔" وہ چڑ کر بولی۔

"اوکے چھوڑو سب فضولیات محبت، وجہ کا چکر نشستہ تو یہ بتاؤ پھر الجھن کیا ہے۔" صبا نے کام کا نکتہ نکالا۔

"الجھن یہ ہے کہ شہریار سے میرا بچپن میں نکاح ہو گیا تھا مجھے علم نہ تھا میرے علم میں یہ بات چند دن قبل آئی ہے اب تک میں اسے ایک کزن بلکہ بڑے بھائی کے طور پر ٹریٹ کرتی رہی ہوں، یوں ایک دم سے اسے لائف پارٹنر کے طور پر سمجھنا، خود کو یہ رشتہ تسلیم کروانا اور اس کے تقاضے پورے کرنا، بہت مشکل ہے زندگی کا چہرہ جیسے بالکل ہی بدل گیا ہے اور یہ سب سمجھنے کو میں مزید الجھتی جا رہی ہوں، اپنے خیالات، رویے، کیفیات، احساس، انوکھا اور برا لگتا ہے حد یہ کہ لوگ بھی اچھے نہیں لگ رہے، لوگوں سے بچ کے خود میں سمٹی تنہائی میں بستی جا رہی ہوں۔" وہ مدھم لہجے میں بولتی چلی گئی اور صبا استعجاب آمیز حیرت سے پوری آنکھیں کھولے دیکھتی رہی۔

"مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی زندگی جو نیا روپ بدل کر سامنے آئی ہے اس کے نئے چہرے پہ اعتبار کروں یا پرانے زمانے کو سوچوں۔"

"سعدیہ تمہیں یہ سب مشکل لگ رہا ہے تو کچھ دیر کو فی الحال اپنے دل کو خوشی کا غلاف اوڑھا کر سرد خانے میں سلا دو شہریار کا رویہ معمولات اور تفکرات جانچو، حالات کا مشاہدہ کرو تمہارا دل اس عرصے میں ٹھہر گیا تو مسئلہ ہی نہیں یہ ٹھہرا تو ہو سکتا ہے دل کا مالک خود کوئی راہ نکال دے مگر اپنا یاد رکھنا وہ محبت کا ہاتھ بڑھائے تو دھتکارنا نہیں کہ محبت بہت خوش نصیبوں کے در پہ دستک دیا کرتی ہے، میری بات سمجھ رہی ہو نا تم۔" صبا نے رسان سے بولتے ہوئے اس کا پلٹ چہرہ دیکھا تھا۔

"ہاں سمجھ رہی ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو پھر تمام تفکرات ذہن سے جھٹک کر دل کو خوش فہم نکتے سوچنا سکھاؤ اور زندگی کو پرانے پن سے نہیں پورے دل سے جیو۔" صبا کے الفاظ پہ اس کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

وہ میرا مسئلہ حل کر گیا ہے
طبیعت میری اور بوجھل کر گیا ہے
میں جیسے اور ادھورا ہو گیا ہوں
مجھے وہ یوں مکمل کر گیا ہے

(باقی آئندہ ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

پچھلی قسط کا خلاصہ

ذہان حسین اعلیٰ تعلیم اور بہترین تعلیمی ریکارڈ رکھنے کے باوجود نوکری کے لئے مارا مارا پھرتا ہے، جب کے گھر کے حالات دن بدن خراب سے خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اریبہ ذہان کی خالہ زاد ہی نہیں بلکہ مستقبل کا وہ تابناک خواب بھی ہے جو وہ دونوں بچپن سے دیکھ رہے ہیں، اریبہ ایک مادہ پرست لڑکی ہے۔

ماریہ کرسچن فیملی سے تعلق رکھتی ہے مگر اندرونی طور پر وہ اپنے مذہب سے مطمئن نہیں، وہ سچائی کی تلاش میں مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتی ہے اسی دوران وہ اکثر نیند کی حالت میں اذان کی آواز سنتی ہے، جبکہ اس کے ملنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ گمراہ ہو چکی ہے۔

ذہان نوکری کی تلاش میں سعدیہ علی کے آفس انٹرویو دینے جاتا ہے اور وہاں تلخ کلامی کے باعث اپنے ڈاکومنٹس ڈسٹ بن میں پھینک کر چلا آتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

تیسری قسط

"چرچ سے اپنی رکنیت ختم کرانے کا فیصلہ آپ نے کس وجہ سے کیا؟"

"کیونکہ چرچ مذہب کے لبادے میں لپٹا توہم پرستی اور دیو مالیت کا ملغوبہ ہے۔"

"توہم پرستی اور دیو مالیت سے آپ کی کیا مراد ہے؟" فادر پیٹر جیکب نے بغور دیکھا تھا۔

"عیسائیت کا عجیب و غریب فلسفہ مثلاً حضرت عیسیٰ کی الوہیت، پیدائشی گناہگار ہونے کا عقیدہ اور اعتراف گناہ کا عجیب و غریب فلسفہ، ایسے اصول جو فہم و شعور سے ماورا ہیں، مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے گناہوں کے کفارے کے لئے اپنی جان کیوں دی جبکہ ہر انسان خود اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور ایک شخص کی موت آخر سارے انسانوں کے گناہوں کا کفارہ کیسے بن سکتی ہے، خواہ وہ شخصیت کتنی بھی مقدس و مطہر اور عظیم الشان ہو جبکہ صورتحال یہ ہے کہ انسان لگاتار اور تسلسل کے ساتھ گناہ کئے جا رہے ہیں، جبکہ ہمارا معاشرہ بھی بائبل کی تعلیمات کے سراسر منافی باتوں پہ کھلم کھلا عمل پیرا ہے۔ یہ صورتحال ضمیر کو کیسے مطمئن کر سکتی ہے؟" ماریا جوزف کا لہجہ و الفاظ ایسے کھرے تفکرات اور سچائی لئے ہوئے تھے کہ فادر پیٹر جیکب بودے اور بے جان لہجے میں محض اتنا کہہ سکے۔

"ہمارے معاشرے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ وقت کی تبدیلی کی وجہ سے ہے پھر آج کل حالات ماضی کے حالات سے مختلف ہیں، سو انسان اپنی زندگی کو بہتر کرنے کے لئے کچھ نئے اصول ترویج کر بھی لے تو کچھ برا نہیں۔"

"ایسا مذہب سچا ہو سکتا ہے؟ جو انسان کو بدلنے کے بجائے خود بدل جائے، مذہب تو آسمانی صحیفہ ہے اسے خود بدلنا نہیں چاہیے۔" ماریا کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"یہ ناممکن نہیں ہے زندگی کے حقائق، سائنسی دریافتیں، انسانی نفسیات اور طبعی ضرورتوں کے ساتھ مذہب میں تبدیلی ہوئی ہے۔" فادر پیٹر جیکب مصر ہوئے۔

"میں تو پوچھ رہی ہوں کہ وہ تبدیلی کس مقصد کے لئے ہے اور ہے تو مذہب سچا کیسے رہ گیا، ایسی صورت میں یہ مذہب توازن سے محروم اور افراط و تفریط کا شکار ہے، چنانچہ یا انسانی تقاضوں اور مادی ضروریات سے سمجھوتے کی خاطر منافقت اور دور خے پن پر مبنی ایسا اخلاقی نظام پیش کرتا ہے جو بظاہر درست نظر آتا ہے لیکن بباطن عیاری کے سوا کچھ نہیں اس عمل نے ساری عیسائی قوموں کو علم، عیاری و مکاری بے اصولی بے مروتی اور مادہ پرستی میں لت پت کر دیا ہے اور سچ پوچھیں تو چرچ کی سرگرمیاں بھی ظاہری چمک دمک کے جلو میں تیسری دنیا کے ممالک اور غریب اقوام کے خلاف ایک سازش ہیں جو کرۂ ارض کو جہالت اور جنگوں کے سوا کچھ نہیں دے رہیں، اسی لئے مجھے اس سے قطع تعلقی میں ہی عافیت نظر آتی ہے۔" سترہ سالہ ماریا جوزف کا لہجہ اس قدر پختگی اور کھلی سچائی لئے تھا کہ فادر پیٹر جیکب اور لیڈی ایلون کتنی دیر اسے خاموشی سے دیکھتے رہے ان کے پاس اس کی مضبوط باتوں اور دلائل کے جواب میں کہنے کے لئے کچھ نہ تھا وہ اس کے سوالات کے تسلی بخش جوابات نہ دے سکے اور ماریا جوزف کچھ دیر بعد چرچ سے اپنی رکنیت ختم کرا کے واپس جا رہی تھی۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے سر سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہے اور میں آج عملی طور پر توہم پرستی اور دیو مالیت کے ایسے ملغوبے سے باہر نکل آئی ہوں، جسے کوئی بھی باہوش شخص تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔" گاڑی میں بیٹھ کر وہ بڑے آرام سے بولی تھی۔

"تم نے اچھا نہیں کیا ماریا۔" لیڈی ایلون نے اس کی جانب دیکھے بنا سرد لہجہ میں کہا تو ماریا کو ان کی بے پناہ ناراضگی کا اندازہ ہوا۔

"تم گناہ گار ہو گئی ہو، کیونکہ مذہب کو مذہب ماننا چاہیے اسے لفظوں کی کوئی غلط پرنٹنگ والی کتاب سمجھ کے خوبیاں، خامیاں حسن کے ترازو میں نہیں تولا جاتا۔" لیڈی ایلون نے پھر کہا تو وہ فوراً بولی۔

"اور جو مذہب ہو ہی خامیوں، غلطیوں کا ملغوبہ جسے پڑھتے جاتے ذہن شکوک و شبہات کا شکار ہو اسے درست کیسے مانا جائے۔"

"تمہارے اس اقدام کی اطلاع تمہارے والدین کو کر دی گئی ہے، تمہارے شکوک و شبہات کی درستگی اب وہ ہی کریں گے۔" لیڈی ایلون کا لہجہ اب پہلے سے زیادہ سرد تھا، ماریا نے کچھ دیر دیکھا پھر گہرا سانس لے کر بولی۔

"مجھے معلوم تھا آپ ایسا کریں گی اور ایسا کرنا آپ کی مجبوری ہے، یہاں اتنا کچھ اور سب سے کہا سنا ہے کچھ تلخیں ان کے روبرو سہی، سچائی کے راستے پر چلتے ہوئے انسان کو بہت کچھ سہنا پڑتا ہے۔" اس نے بات ختم کر کے میوزک البم "پورٹریٹس" کی ڈسک ڈی وی ڈی پلیئر میں لگا دی اور آنکھیں بند کر کے میوزک سے لطف اندوز ہونے لگی جبکہ لیڈی ایلون اس کے یوں لاپروا انداز پہ چڑ کر رہ گئی۔

☆☆☆

"وہاج مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" بہت تذبذب کے بعد رشیدہ نے آخر وہاج سے بات کرنے پہ خود کو تیار کر ہی لیا۔

"جی امی کہیں کیا کہنا ہے۔" وہاج مکمل طور پر ان کی طرف متوجہ تھا۔

"ثمن کے سسرال والے شادی کی تاریخ رکھنے کا کہہ گئے ہیں۔" اتنا کہہ کے وہ چپ ہوئیں تو وہاج نا سمجھنے والے انداز میں بولا تھا۔

"تو پریشانی کیا ہے بسم اللہ کریں آخر ایک نہ ایک دن تو یہ کام کرنا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا مگر شادی بیاہ کا بندوبست کوئی معمولی کام نہیں، لاکھوں چاہیے اخراجات کے لئے۔"

"وہ تو انسان کے اپنے اوپر منحصر ہے کہ وہ کتنے میں پورا کرتا ہے ہونے کو تو اخراجات کروڑوں میں بھی ہو سکتے ہیں مگر اپنی استطاعت اور ہمت کے مطابق چلیں تو سادگی اور قناعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ہم یہ فریضہ احسن طریق پہ انجام دے سکتے ہیں۔" وہاج رسان سے بولا۔

"سادگی اور قناعت مگر کیسے؟ وہ لوگ تو سلامی میں داماد کو موٹر سائیکل ساس نندوں کو گولڈ کی جیولری اور کھانا اچھے مہنگے میرج ہال میں مانگ رہے ہیں پھر سسرالی پہناونیاں بھی اچھی ہونی چاہیں، اب تم خود اندازہ لگاؤ کہ کتنے روپے خرچ ہوں گے۔" ان کا انداز مدھم تھا۔

"یہ فرمائشیں خود اپنے منہ سے کی ہیں ان لوگوں نے۔" وہاج بے یقینی سے بولا۔

"ظاہر ہے انہوں نے کی ہیں تو میں بتا رہی ہوں۔"

"لیکن امی ہماری اتنی استطاعت نہیں آپ نے بتایا تھا انہیں کہ ہم اس قدر بار اٹھانے کے

متحمل نہیں ہو سکتے۔" وہاج کا انداز احتجاجی تھا۔

"یہ بات کیا انہیں خود معلوم نہیں ہے، ہمارے گھریلو اخراجات ہمارے معاشی حالات سب کچھ کھلا پڑا ہے ان کے سامنے۔" وہ دھیرے سے بولیں۔

"اس کے باوجود ان لوگوں نے یہ فرمائشی لسٹ جاری کر دی جب ثمن کا رشتہ طے ہوا تھا تو حالات ان سے بھی بدتر تھے اور انہوں نے برضا و رغبت رشتہ کیا تھا اب کیا قارون کے خزانے کھل گئے ہیں ہمارے ہاں جو یہ فرمائشی لسٹ جاری ہوئی ہے۔" وہاج کا لہجہ قدرے اونچا ہوا تو رشیدہ خاتون نے گھبرا کے بیٹے کو دیکھا تھا۔

"آپ پا بیٹے ان لوگوں کو میں خود انہیں مل کر بات کرتا ہوں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"وہاج تم جذباتی ہو رہے ہو اور جذبات معاملہ بگاڑتے ہیں سنوارتے کم ہیں، ٹھنڈے دل سے سوچو، ہم جو انہیں قائل نہیں کر سکتے وہ لوگ رشتہ بھی ختم کر سکتے ہیں۔"

"تو سو بار ختم کریں، رشتوں کی کیا کمی ہے مگر ایسی بے تکی باتوں کا بھی کوئی سر پیر ہونا چاہیے، یہ صرف ہم غریب لوگوں کے ڈر ہیں، خوف خدشے اور اندیشے ہیں جو دل ہولائے رکھتے ہیں یہی مزدوری ان لوگوں کے مطالبات کو بڑھاتی ہے اور متوسط طبقے کے لئے مشکلات پیدا ہوتی ہیں، غریب گھروں کی بیٹیاں کنواری بیٹھی رہتی ہیں۔" وہاج تلخی سے بولا تھا۔

"وہاج رشتے بہت مشکل سے ملتے ہیں۔" رشیدہ خاتون نے کہا۔

"ملتے تو ہیں ناں۔" وہاج نے انہیں دیکھا۔

"مگر کتنے؟ اور کس طرح کے، لولے لنگڑے، دوہاجو، بچوں والے، بوڑھے انسان، اچھے لوگ اچھے رشتے کتنے ہوتے ہیں آنے والوں میں اور انزلہ کو تم دیکھ رہے ہو وہ بیٹھی ہوئی ہے اب ثمن کو سنبھالوں تو کل کو ہما اور آمنہ کو کون بیاہنے آئے گا۔" ان کا جواب کئی اور سوال اٹھا رہا تھا۔

"امی آپ خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں اللہ پر بھروسہ رکھیں کچھ نہیں ہوگا، ضروری نہیں ہے کہ ایک کے ساتھ برا ہوا تو سب کے ساتھ ہو اور آپ اطمینان رکھیں کوئی عمر نہیں گزر گئی انزلہ آپی کی، قدرت نے جو ان کے نصیب میں لکھا ہے وہ ضرور ملے گا بس آپ حوصلہ مضبوط رکھیں۔"

"دیکھو بیٹا تم کچھ کہو، میں بہت غور کر چکی ہوں اس سارے معاملے پر اور اس رشتے کو انکار کرنے کے حق میں بالکل نہیں ہوں، میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹیاں بار بار مسترد ہونے کے حوالے سے زمانے کی نگاہوں اور باتوں میں آئیں، چاہے قرضہ اٹھا کر کرنا پڑے مگر ثمن کا مسئلہ تو مجھے حل کرنا ہے۔" وہ حتمی انداز میں بولیں۔

"اور اس قرضہ کو اتارنے میں کتنے دن لگ جائیں گے اور یہ قرضہ ہوگا کتنا؟ پھر ثمن کے لئے قرضہ اٹھا لیں گے باقیوں کے لئے گھر بیچ دیں گے۔" وہاج کا لہجہ مزید تلخ ہوا تو وہ غصے و غم سے بولیں۔

"تم کیسے بیٹے ہو جو بجائے حوصلہ دینے کچھ کرنے کے، دوسرے راستے سجھا رہے ہو اور تم کوئی اچھی جاب پا لیتے اچھی تنخواہ پہ ہوتے تو ثمن کے لئے یہ سب کچھ کرنا کچھ ایسا مشکل بھی نہ تھا۔" ان کا لہجہ و الفاظ ایسی تلخی لئے ہوئے تھے کہ وہاج کچھ دیر کو بالکل چپ رہ گیا۔

کیا تھی یہ زندگی؟ اور تنگ دستی، مجبوری، بے بسی کیسے موڑ پہ لے آئی تھی کہ انسان اپنے بہت پیاروں کو اپنے لہجوں میں طعنہ و تشنیع سے بے بس کر دیتا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی بنا سوچے سمجھے منہ

سے ایسے الفاظ نکل کے کیسے لمحوں میں سب کو تقسیم کر دیتے ہیں یہ کوئی ان کے دل سے پوچھتا جو اذیت سے گزر رہا تھا اور رشیدہ خاتون اپنے الفاظ پہ یکدم خفیف سی ہو گئی تھیں بیٹے کے سرخ ہوتے چہرے اب جھکتی سنائی نظریں انہیں چور سا بنا گئیں، وہاج بنا کچھ کہے اٹھا تھا اور صحن سے گزرتا دروازہ دھکیلتا گھر سے باہر نکل آیا تھا۔

کیا امی کو معلوم نہ تھا کہ وہ کتنا بے کل ہو رہا تھا جاب کے لئے دو سال سے مختلف کمپنیوں اور دفاتر کی خالی ویکنسیوں پہ انٹرویو دے دے کے اور چکر کاٹ کاٹ کے وہ خود کتنا عاجز آ چکا تھا، اس کی تگ و دو اور سعی رائیگاں گئی یہ سب کس سے پوشیدہ تھا کیا اسے اپنے گھر والوں کے لئے اچھی زندگی، خوشحال شب و روز، بے فکری کی خواہش نہ تھی، کیا وہ ان کے لئے بھاگ دوڑ نہ کر رہا تھا اور کیا وہ صرف اپنے گھر والوں کو روزی روٹی دینے کے لئے اپنے معیار و تعلیم سے کمتر ملازمت نہ کر رہا تھا، پھر ایسی تکلیف دہ باتیں کیوں؟

زندگی کی راہیں یکدم اتنی پرخار کیوں ہو جاتی ہیں؟ اور بہت اپنے بہت عزیز جاں سے پیارے لوگ ان کانٹوں کو اٹھانے کی بجائے ان کی چبھن بڑھا کیوں دیتے ہیں، کیا پاؤں سے بہتے لہو کے چھینٹے انہیں دکھائی نہیں دیتے، کیا چہرے و جود کپڑوں پہ جمی راستوں کی گرد اور غبار اور مسافتوں کی تھکن ان کو کچھ نہیں بتاتی، وہ ان کی تھکن کیوں نہیں پہچانتے، پہچانتے ہیں تو لفظوں کی مار کیوں مارتے ہیں، اس کی جلتی آنکھوں میں نامحسوس سا درد اور دھندلاہٹ ابھر آئی چلتے چلتے اس نے سڑک کنارے کھڑے جامن کے درخت سے ٹیک لگا کر تین چار گہرے سانس لئے اور پلکوں سے چھلکتی نمی چھپانے کو آنکھیں اتنی سے بند کر لیں۔

ابھی عہد بند کر دل بے خبر

کہ ابھی ہجوم غم گراں

ابھی کون تجھ سے وفا کرے؟

ابھی کس کو فرصتیں اس قدر

کہ سمیٹ کر تیری کرچیاں

تیرے حق میں خود سے دعا کرے

☆☆☆

محبت، خوشبو، خوشی، مسکراہٹ، زندگی، زندہ رہنے کے چراغ جن سے زیست کے راستے روشن ہو جاتے ہیں انہی روشنیوں کو اپنوں کا ساتھ، ہمدردانہ احساس فروزاں اور دو چند کرتا ہے مگر اسی اپنائیت کے راستے پہ کسی غیر متوقع سچ کی کڑواہٹ چھنک جائے تو منزلیں کیسے دھواں دھواں ہو جاتی ہیں، آنکھوں کے آگے چھائی دھند رشتوں کو کیسے گرد و غبار کر دیتی ہے؟ کہ جذبہ و احساس کی کارفرمائیاں ہر خوبصورت اچھا اور اپنا لگنے والے تعلق و رشتہ کو گولا کر کے دکھاتی ہیں اور جن کے سبب یہ ہوتا ہے وہ اس اذیت کی کشاکش کو پہچان کیوں نہیں پاتے۔

کاش آ جائے تجھے جاں سے گزرتے دیکھے

اس کی خواہش تھی کبھی مجھ کو بکھرتے دیکھے

ایک گہرا سانس اپنے اندر اتارتے ہوئے اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کے آنکھیں موند لیں اور دو آنسو پلکوں کے کنارے آ نکلے تھے۔

"یہ سعدیہ کہاں ہے بہت دنوں سے دکھائی نہیں دے رہی کہیں گئی ہوئی ہے کیا؟" لاؤنج سے آتی شہریار کی آواز پہ وہ یکدم سیدھی ہو کے چہرہ صاف کر کے خود کو کمپوز کرنے لگی۔

"پتا نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے اس لڑکی کو سر شام کمرے میں گم ہو کے بیٹھ جاتی ہے، تمہیں یاد ہے کتنی تھرلنگ ہوا کرتی تھی، سیر سپاٹے، ہوٹلنگ، لانگ ڈرائیو، شاپنگ، سپورٹس کلب کتنے شوق اور کتنی Activitys تھیں اس کی مگر اب سب چھوڑ چھاڑ ہر ایک سے کٹ کے رہ گئی ہے نہ منہ سے کچھ بتاتی ہے نہ رویے کو بدلتی ہے میں تو دماغ کھپا کے اور پوچھ پوچھ کے تھک چکی ہوں تمہیں پوچھو تو شاید کچھ بتا دے۔" شائستہ بیگم کا لہجہ و الفاظ غصے اور پریشانی کے غماز تھے۔

"آپ پریشان نہ ہوں مما، پتا تو ہے آپ کو کتنی موڈی سی ہے، پھر اسٹڈیز کا ٹف شیڈول بھی لائف کو تھوڑا بہت چینج دے دیتا ہے۔" شہریار نے انہیں تسلی دی تھی۔

"پریشان کیسے نہ ہوں شہری پورا لائف اسٹائل ہی چینج کر لیا ہے اس نے، کوکنگ، سٹنگ، سلائی، کڑھائی، پینٹنگ پہ مڈل کلاس والے شوق جانے کہاں سے اپنا لئے ہیں، میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا، زندگی کیسے گزارے گی یہ کل کو، صرف تمہیں امتحانوں سے گزارے گی یا والدین کو مشکلات کا شکار کرے گی۔" وہ غم و غصے سے بولیں، تو شہریار دھیرے سے ہنس پڑا۔

"آپ فکر مند ہونا چھوڑ دیں میں اس کی یہ عادات بدل ڈالوں گا۔"

"بدل دو گے یا خود بدل جاؤ گے۔" ان کے کہنے پہ وہ کھل کر ہنسا تھا۔

"پھر تو ہوگا Butt جو بھی ہوا اچھا ہوگا۔"

"اللہ کرے، تم کھانا کھاؤ گے۔" شائستہ بیگم نے پوچھا۔

"کھانا ہم سب باہر کھائیں گے، آپ تیار ہوں میں سعدیہ کو بھی کہتا ہوں اور پاپا کو آفس سے پک کر لیں گے۔" شہریار نے منٹوں میں پروگرام بنایا۔

"نہیں بیٹا میں تو معذرت خواہ ہوں، بہت تھکی ہوئی ہوں صرف آرام کا موڈ ہے ہاں تم اور سعدیہ جاؤ۔" وہ نرمی سے بولیں تو شہریار اثبات میں سر ہلاتا سعدیہ کے کمرے کی جانب بڑھا۔

"ہیلو کزن، کیا ہو رہا ہے۔" دروازہ ناک کرتا وہ اندر داخل ہوا تھا۔

"کچھ نہیں، آئیں آپ، آج بڑی جلدی آ گئے۔" سعدیہ نے ٹانگیں سمیٹتے ہوئے ان کے بیٹھنے کو جگہ بنائی۔

"سائیٹ پر تھا وہیں سے گھر آ گیا، تم کہاں گم رہتی ہو دکھائی نہیں دیتیں۔" شہریار بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میں یہیں ہوتی ہوں یہ اور بات ہے آپ نے دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔" وہ بڑی بے ساختگی سے بنا سوچے سمجھے کہہ گئی۔

"میں تو تا عمر پلکیں نہ جھپکوں ساکت کھڑا دیکھتا رہوں تم اجازت تو دو۔" جواباً شہری اسی بے ساختگی میں بولا تو اسے اپنے کہے گئے الفاظ کا احساس خفیف سا کر گیا اور اپنے تاثرات چھپانے کو وہ چہرہ جھکا کر سینڈل دیکھنے لگی، شہریار کے لبوں پہ بڑا خوشگوار سا تبسم بکھرا تھا۔

"ایسا کرو تم یہ بوریت اور سستی چھوڑو تھوڑا فریش ہو لو باہر چلتے ہیں۔" وہ لہجہ ہلکا پھلکا رکھتے ہوئے بولے۔

"کس لئے؟" سعدیہ نے گھنی پلکیں اٹھائیں۔

"کس لئے؟" شہریار نے اس کے سوال کو دہراتے ہوئے بہ غور دیکھا وہ نہ جانے کے موڈ میں تھی۔

"ہوٹلنگ کے لئے، بس میرا آج موڈ ہو رہا تھا کہ کھانا باہر کھانے چلیں مما نے تو انکار کر دیا تھکاوٹ کے باعث تمہیں لے جانے کی پرمیشن ہے سو کہہ دیا اور پلیز موڈ مت دکھانا۔" شہریار نے فوراً پیش بندی کی متوقع خدشات کی۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اب مجھے تیار ہونا پڑے گا۔" وہ نیم رضا مندی بولی۔

شہریار نے ایک بار پھر اسے دیکھا سیاہ سرخ پرنٹڈ ڈریس میں گولڈ کے نازک سے ٹاپس اور ڈائمنڈ کی رنگ کے ساتھ گلے میں جھولتی نفیس سی چین لاکٹ میک اپ سے بے نیاز چہرہ مگر وہ پھر بھی نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

"کپڑے تمہارے ٹھیک ہیں بس چہرہ دھو کر ذرا مسکارا اور لپ اسٹک لگا لو۔"

"اوکے پھر آپ چلیں میں بس دو منٹ میں آئی۔" وہ چٹکی بجاتے ہوئے اٹھی اور واقعی محض دو منٹ بعد وہ لیدر کا براؤن بیگ شولڈر پہ لٹکائے اس کے ہمراہ تھی۔

"کہاں چلنا پسند کرو گی۔" شہریار نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کسی اسٹریٹ کیفے پہ چلیں، آج ہاٹ اور فاسٹ فوڈز کا موڈ ہو رہا ہے۔"

"اوکے تم۔" شہریار نے گاڑی کا رخ اندرون شہر کو کر دیا تھا اور آدھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ ایک مشہور فوڈ پوائنٹ پہ تھے۔

خوشبو، مدھم روشنی اور دلآویز آرائش کے ساتھ لبنانی گلوکارہ نانسی وہاب کی خوبصورت آواز نے ماحول کو بڑا رومانٹک ساٹچ دے رکھا تھا شہریار آرڈر بک کر رہا تھا اور وہ ارد گرد دیکھنے میں مگن تھی۔

"اب تو اسٹریٹ کیفے کا ماحول بھی ایڈوانس ہو گیا ہے اور اچھا بھی لگ رہا ہے ورنہ پہلے اکثر یونیورسٹی سے واپسی پہ میں اور صبا یہاں آتی رہتی ہیں مگر یہ غیر ملکی میوزک، مدھم لائٹس اور بھینی بھینی خوشبوئیں یہ سب نہ تھا۔" سعدیہ نے شہریار سے کہا۔

"ہوں لوگ ترقی کے لئے بہت کچھ چینج کرتے ہیں بہت سے آئیڈیاز ڈویلپ کرتے ہیں، پھر ہائی سوسائٹی کی نقالی مڈل کلاس طبقے میں بہت تیزی سے ہوتی ہے چاہے وہ طرز رہائش و تعمیر میں ہو یا ہوٹلنگ سٹائل میں۔" شہریار بولا۔

سعدیہ نے تائیدی انداز میں مسکراتے ہوئے سر ہلایا تھا اور ٹیبل سیٹ کرتے بیرے کو دیکھا پھر شوارما کر اپنے آگے رکھتے ہوئے اس نے اسپائسی ایگ قیمہ رولز کا پہلا لقمہ منہ کے اندر اتارا اور شہریار کو دیکھا وہ پہلے پانی پی رہا تھا، سعدیہ نے آہستگی سے کھاتے ہوئے ذرا کی ذرا نگاہیں شہریار کے تعاقب میں نظر آتے گلاس وال سے باہر ہیں اور جیسے لقمہ حلق میں کانٹے کی مانند پھنس گیا تھا۔

بڑے مگن سے انداز میں آرڈر لیتا اور کیش تھماتا سعدیہ سوٹ میں ملبوس بلاشبہ وہ باحسن تھا جس کے نقوش بہت واضح نظر آ رہے تھے، اس کی سماعتوں میں ایک سنجیدہ لہجہ ابھرا تھا۔

"لیکن اب تو میں ملازمت کر رہا ہوں۔"

"تو یہ ہے تمہاری ملازمت، وہاج حسن کی ملازمت جو پنجاب یونیورسٹی کا آؤٹ اسٹینڈنگ اور گولڈ میڈلسٹ، ہونہار بنے، یقین تمہاری جگہ یہ نہیں بنتی، تم تو کسی بڑے شاندار سے آفس کے اندر مالکانہ حیثیت سے بیٹھے اچھے لگو گے یہاں نہیں۔" وہ بے چین سی ہوئی اور اپنے ساتھ والی ٹیبل پہ کھڑے بیرے کو اشارے سے بلایا۔

"یہ کیش کاؤنٹر پہ بیٹھے صاحب کون ہیں؟"

"یہ تو جی وہاج باؤ ہے نیا منیجر ہے ہمارے ہوٹل کا بڑا پڑھا لکھا ہے بیگم جی پوری سولہ جماعتیں پاس کی ہیں، بچارو کئی کے لئے بڑی بے روزگاری کے بعد یہاں آ گئے بیچارے کیا کریں جی بیٹی، بچپن میں یتیم، باپ نہیں اور چار جوان بہنوں کا بوجھ سر پہ ہے۔" بیرا خاصا باتونی تھا شہریار نے اسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے سعدیہ کو کچھ ناراضگی سے دیکھا تھا۔

"یہ کیا حرکت تھی۔"

"شہری آپ کو پتا ہے یہ شخص کون ہے؟"

"وہی جو اللہ نے بنایا اور بیرے نے بتایا مگر ہمیں اس کی کیس ہسٹری سے کیا لینا دینا اکثر لوئر مڈل طبقے کے لوگ خود کو نمایاں کرنے کے لئے اپنے سے متعلق بڑا ہانکتے رہتے ہیں۔" وہ بیزار لہجے میں بولا۔

"بہر حال تم کھانا کھاؤ۔"

"شہری آپ نہیں جانتے یہ شخص واقعی بہت پڑھا لکھا ہے۔" وہ بصد اصرار بولی۔

"Its ok ہو گا پھر؟"

"شہریار یہ وہی شخص ہے جو میرے پاس ملازمت کے لئے آیا تھا اور میں نے اسے اوور کوالیفائیڈ ہونے کی بنا پر رد کر دیا تھا۔" سعدیہ نے تیزی سے بات مکمل کی، تو شہریار نے چند ثانیے سعدیہ کو دیکھا پھر گردن موڑتے ہوئے اپنے پیچھے نگاہ کی اور جیسے واقعی ساکت سا ہو گیا تھا، چند لمحے اسی پوزیشن میں رہنے کے بعد وہ یکدم اٹھا والٹ نکال کے کھانے کی مطلوبہ رقم ٹیبل پہ رکھی اور سعدیہ کو اٹھنے کا کہا۔

سعدیہ اس کے یکدم بدلتے تاثرات اور رویے کو نا سمجھی کی کیفیت میں دیکھتی اٹھ گئی تھی اور شہریار کے تیز قدموں کا ساتھ دینے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

"تم نے خود کو اس قدر عقلمند اور باشعور کب سے جان لیا کہ اپنے فیصلے خود کرنے لگی ہو۔" گھر میں قدم رکھتے ہی یہ سخت لہجہ اور تیز انداز ات یکدم ٹھٹکا گیا میری جوزف بڑے ناپسندیدہ تیور لئے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں ان کے برابر ہی اس کے والد جوزف اسمتھ سنجیدہ تاثرات لئے بیٹھے تھے۔

"او ہیلو مام، کیسی ہیں آپ؟" وہ بڑے والہانہ انداز میں بڑھی تو میری جوزف نے اس کا سرد انداز میں جواب دیا تھا۔

"ویسی ہی جیسا کہ کسی ناعاقبت اندیش اولاد کی ماں کو ہونا چاہیے، تمہیں معلوم ہے کیا مقام ہے سوسائٹی میں ہمارا؟ کیا خدمات ہیں ہماری مذہب کے ترویج و اشاعت سلسلہ میں اور تم جو

ہماری امیدوں اور خواہشوں کا واحد مرکز ہو تم نے کتنا مایوس کیا ہے ہمیں۔"

"آپ خوامخواہ ایموشنل ہو رہی ہیں۔" ماریا کے دفاعی انداز کو جوزف اسمتھ نے سختی سے رد کیا تھا۔

"خوامخواہ تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے تم نے خود کو اور اپنے ساتھ ہمارے لئے بھی نقصان کا سودا کیا ہے، سخت گناہ گار ہو تم۔"

"گناہ گار، او کے اپنے گناہ، ثواب کی ذمہ دار میں خود ہوں، آپ کا مسئلہ کیا ہے۔" بہت پر سکون انداز تھا ماریا کا جو اس کے والدین کو آگ لگا گیا۔

"ہمارا مسئلہ ہماری اخلاقی اور سماجی ویلیوز ہیں ہمارا مذہب ہے جو ہمارا جدی پشتی اور پیدائشی مذہب ہے جسے ہمارا خاندان کسی طور چھوڑنے کا رسک نہیں لے سکتا۔"

"تو آپ کو کون کہہ رہا ہے آپ چھوڑیں بیٹھے سے لگا کے سنبھال کے رکھیں اپنے اس اخلاقی و سماجی حوالے سے دیوالیہ مذہب کو۔"

"Shut maria تم زبان دراز ہو رہی ہو کیا ہم نے اسی لئے تم پہ اتنا روپیہ لگایا تھا کہ تم ہمارے سر پہ جوتے مارو۔" جوزف اسمتھ غصے سے بولے۔

"مجھ پہ لگائے ہوئے روپے پیسے کا طعنہ نہ دیں، وہ سب آپ کا فرض تھا۔"

"اور جو تم کر رہی ہو یہ کیا ہے۔" وہ غرائے۔

"میرا حق جو مجھے معاشرہ اور قانون مہیا کرتا ہے، میں اب اٹھارویں سن میں ہوں اپنی مرضی سے جینے کا مجھے قانونی اختیار حاصل ہے۔" اس کا لہجہ مضبوط اور انداز بے خوف تھا۔

اس کے والدین نے اس بات پہ ایک دوسرے کو بہ غور دیکھا تھا پھر میری جوزف اٹھ کر اس کے پاس آئیں دائیں شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے قدرے نرم لہجے سے کہا تھا۔

"ماریا تم ابھی بچی ہو، تمہیں اپنے اچھے برے کا علم نہیں ہے تم ہمیں موقع دو مذہبی حوالے سے تمہاری شکایات و الجھنوں کا ازالہ کرنے کی ہم پوری کوشش کریں گے۔"

"میں یہ موقع مختلف چرچوں کے پادریوں کو دے چکی ہوں اور بہت بحث و تمحیص کے بعد ہی میں نے بے مذہب زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"دیکھو ماریا مذہب انسان کے لئے بہت حوالوں سے تحفظ اور حصار کا باعث ہے پھر عیسائیت تو واحد آسمانی مذہب ہے تم اسے کیسے ترک کر سکتی ہو۔"

"ویسے ہی جیسے آپ نے مجھے پیدا کر کے آیاؤں کے سپرد کر دیا اور اپنی ہر ذمہ داری کو فنڈ والنٹ کے سپرد کر کے پرسکون ہو گئیں، میں بھی آپ کی حقیقی بچی تھی نا مجھے چھوڑنے میں کوئی بڑی پریشانی تو نہیں ہوئی آپ کو میں پچھلے پندرہ سال سے بغیر ماں کی محبت باپ کی شفقت کے لیڈی ایلون کے سہارے پر ہوں تو جب اپنے والدین کی ترکیت میرے لئے مسئلہ نہ بنی مذہب کیسے بن سکتا ہے۔" اس کے کڑے الفاظ نے چند لمحوں کے لئے میری اور جوزف اسمتھ کو بالکل ساکت کر دیا تھا۔

"ماریا تم غلط سمجھ رہی ہو وہ سب ہماری پیشہ ورانہ مجبوری تھی جس کے لئے ہمیں کچھ عرصے کے لئے خود سے دور رکھنا پڑا پھر یہ تمہارے تعلیمی کیریئر کے لئے ضروری تھا۔"

"وہ آپ کی پیشہ ورانہ مجبوری تھی یہ میری ذہنی و روحانی بالیدگی کا تقاضا ہے جس پہ میری آئندہ زندگی میرے روزمرہ معمولات اور میری آخرت کا دارومدار ہے۔"
"آخرت کی بخشش یہیں ہے ماریا کیونکہ یسوع مسیح نے سب انسانوں کے گناہوں کے کفارے کے طور پر جان دی تھی۔"
"مام اگر خدا ہے تو یہ عقیدہ اور تصور ہی سراسر غلط ہے کہ انسانیت کی نجات کے لئے خدا نے اپنا ہی بیٹا قربان کر دیا کیوں خدا ہے تو اسے ہر انسانی احتیاج اور خواہش سے میرا اور عقل سے ماورا ہونا چاہیئے کیونکہ وہ خدا ہے، باپ بیٹا نہیں وہ رشتوں نہیں صفحات کا خالق و مالک ہے، لہٰذا یسوع مسیح کا سولی پہ چڑھ کر جان دینا ایک بے معنی قصہ ہے اور زندگی ایک بے معنی چیز نہیں ہے اس کا یقیناً کوئی مقصد کوئی کام ہے جسے سرانجام دینے کے لئے خدا نے انسان بنایا ہے بے معنی قصوں میں الجھانے کو نہیں۔" وہ بڑی تفصیلی گفتگو کر گئی تھی اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کو۔
"ماریا تم سب چھوڑو واپس انگلینڈ چلو تمہیں بڑے عیسائی مبلغوں اور راہبوں سے ملوایا جائے گا، یقیناً تمہارے ذہنی سوالات کے جوابات مل جائیں گے۔" میری جوزف نے ایک اور کوشش کی اسے رام کرنے کی۔
"میں ضرور چلتی اگر مجھے دو دن بعد مراکش نہ جانا ہوتا ایک تعلیمی وفد کے ساتھ، وہاں سے واپسی پہ میں دیکھوں گی۔" ماریا نے تسلی دینے والے انداز میں کہا حالانکہ اس کا ارادہ اپنے ذہنی و روحانی تحفظات کے سلسلے میں مطمئن ہونے تک جانے کا بالکل نہ تھا اور اس کام میں مہینوں نہیں سالوں درکار تھے۔

☆☆☆

اریبہ کا رزلٹ آؤٹ ہو چکا تھا وہ فرسٹ ڈویژن کے ساتھ پاس ہوئی تھی اور اس خوشخبری کو اس نے سب سے پہلے وہاج کے ساتھ شیئر کیا تھا۔
"مبارک ہو خدا تمہیں ایسی مزید کامیابیوں سے نوازے میرا ارادہ تو شام کو مٹھائی کھا کے وش کرنے کا تھا خیر اب بتاؤ اس کامیابی پہ کیا لو گی مجھ سے۔"

تم سے مانگ لوں تمہی کو سو سوالوں سے
یہی اک سوال اچھا ہے!

اریبہ بڑی برجستگی سے بولی تو وہاج نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔
"میں تو ہوں ہی تمہارا، میرے علاوہ کوئی اور چیز مانگو۔"
"کوئی اور چیز مثلاً۔"
"تحفہ، فرمائش کچھ بھی۔"
"ہوں، تو ایسا کرو تم فی الحال اپنا یہ وعدہ سنبھال کر رکھو مگر اس دھیان کے ساتھ کہ جو مانگا تمہیں دینے میں تامل نہ ہو۔"
"یار تم جان مانگ لو تو دل کی کیا بات ہے۔" وہاج متاسف لہجے میں بولا۔
"نہیں جان کی تو ابھی بہت ضرورت ہے، مولا تمہیں لمبی عمر دے بس اک چھوٹی سی خواہش پوری کروانی ہے مگر کچھ دنوں بعد فی الحال تو تم مجھے ملنے آ جاؤ۔"

"یہ کام تو تمہارے کہے بغیر ہی ہو جانا تھا خیر شام کو ملاقات ڈن کچھ اور۔"
"مجھے گھمانے لے جانا ہے آئسکریم، دہی بڑے، برگرز، کوک یہ سب ہوگا۔" یہ بڑے شوق سے بولی۔
"خالہ اور خالو اجازت نہیں دیں گے تمہیں یہ سب کچھ گھر لا دوں گا۔"
"انہیں گھر تو کھاتے پیتے ہیں میں آج کی خوشی کو تمہارے ہمراہ انجوائے کرنا چاہتی ہوں جویریہ اور ربیعہ کو ساتھ لے لیں گے پھر امی ابو کچھ نہیں کہیں گے۔"
"یہ خیال اچھا ہے پھر تم تیار رہنا میں واپسی پہ پک کر لوں گا اور سنو وہ کالا سوٹ پہننا جو تم میری فرمائش پہ پہنا کرتی ہو۔" وہاج نے مدھم انداز میں کہا تو وہ ڈھیرے سے ہنس کر وعدہ کر گئی اور شام کو وہ آیا تو کریپ اور کرنڈی کے مکسڈ ڈائی سوٹ میں ہلکا میک اپ کیئے ہم رنگ دوپٹے کو شانوں پہ پھیلائے سر پہ بلیک اسکارف لئے وہ تیار تھی جویریہ اور ربیعہ بھی منتظر تھیں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد خالہ سے اجازت لیتے ہوئے وہ آؤٹنگ کے مزے لینے کو نکل پڑے تھے۔
"بھائی مینار پاکستان لے چلیں۔" ربیعہ نے فرمائش کی۔
"ہزار بار کی دیکھی ہوئی جگہ ہے پھر اس ٹائم وہاں مردوں کا رش بہت ہوتا ہے۔"
"پھر کہاں جائیں گے۔" ربیعہ نے منہ بسورا۔
"لاہور کی گلیوں کی خاک چھان کر واپس آ جائیں گے۔"
"لو جی اگر گلیاں ناپنی تھیں تو پہلے بتاتے ہم گھر رہ جاتیں خوامخواہ آؤٹنگ کے شوق میں نکل پڑے اس سے تو اچھا تھا گھر بیٹھ کے ٹیلی پہ مووی دیکھ لیتے۔"
"تو تم کیا لو گی چھوٹی۔" اریبہ نے ٹھورا۔
"بی بی تم کم از کم شاہی قلعہ میں کینڈل لائٹ ڈنر تو ہو سکتا ہے۔" جویریہ نے لقمہ دیا۔
"ملے بھی ملے، پتا ہے کتنے پیسے لگیں گے۔" اریبہ نے تنبیہی انداز میں کہا۔
"آج کے دن تو کم از کم فیاضی دکھا دیں آخر آپ پاس ہوئی ہیں۔" ربیعہ بولی تو وہاج ہنس دیا تھا۔
"ٹھیک کہہ رہی ہیں یہ اپنی کامیابی کی ٹریٹ تو دینی پڑے گی تمہیں اب۔"
"خوامخواہ ہی انہوں نے کون سے مجھے گفٹ دیئے ہیں جو ٹریٹ مانگ رہی ہیں۔" وہ جو پانچویں نمازوں کے بعد دعا کروائی تھیں اسی سے پاس ہوئی ہیں ورنہ سپلی کا چانس تو روشن تھا، جویریہ نے کچھ زیادہ ہی صاف گوئی کا مظاہرہ کر دیا۔
"Shut up میں شروع سے بہت ذہین ہوں۔" اریبہ ناراضگی سے گویا ہوئی۔
"تم لوگ لڑائی نہ کرو، ڈنر میں کرواتا ہوں، اریبہ کی کامیابی سیلبریٹ کرنے کی خوشی میں۔"
"[illegible] نے بڑا نعرہ بلند کر دیا۔
"[illegible] یہ تو ویسے مذاق میں کہہ رہی ہیں۔" اریبہ نے روکا۔
"نہیں اریبہ یہ خوشی سے تمہاری اور تمہاری خوشی کو منانا میرا حق ہے کیونکہ یہ میری خوشی ہے [illegible] خواب سفر سے لے کر حقیقت تک ہر لمحہ سانجھا ہے تو مسکرانے کا موسم بھی سانجھا ہونا چاہیے۔" وہاج کا مدھم لہجہ ابھرا تو اس کے دل میں بہت سے پھول ایکدم سے کھل کر خوشبو دینے

گئے تھے اور وہ بڑے دلکش انداز میں مسکرا اٹھی وہاج حسن اس مسکراہٹ کے جلو میں آنے والے دنوں کا سنہرا پن تلاش کرنے لگا تھا۔

اب کے بہار جتنے پھول کھلائے
تیری راہ میں بکھیر دیں
اب کے آسماں پہ ستارے دمکیں جس قدر
تیری مانگ میں اتار دیں
بھیگی راتوں کی ساری شبنم
کر دیں تیرے نام
ٹھنڈی صبحوں کی سرد ٹھنڈک
لکھ دیں تیرے نام
مہکتی فضاؤں کی خوشبو بھری ہوا سے
تیری دھڑکنوں کو چھیڑ دیں
نیا رنگ، نیا روپ دیں
تجھے سونپ دیں رتوں کے سب سرے
تجھے دے دیں ساون کے دن بھرے
آنکھوں میں جتنے خواب اتریں
تیرے ہاتھ سارے رکھ دیں
خوشی سے برستی بارشوں کا تجھے نکھار دیں
تجھے دل دیں، دل کا اعتبار دیں
جو مہلت دے زندگی
تو جان سے بڑھ کر پیار دیں

☆☆☆

بہت چمک تھی اس کی خوبصورت آنکھوں میں، آنے والے دنوں کی روشن امید جانے والے دنوں کی سعی و کوشش، شبانہ روز محنت کا عکس، تشکر، اظہار ممنونیت، اپنے رب کے آگے اور ماں کی دعاؤں کا پرخلوص اجالا جو زندگی بہت خوبصورت اور کامیاب ہے کی نوید دے رہا تھا۔

''بہت خوش قسمت ہو تم، منتوں، ذہانت جہد مسلسل کا ثمر مبارک ہو۔'' شہریار اس کے گلے لگتے ہوئے خلوص و محبت سے بولا۔

''Thanks yar اس کامیابی میں صرف میری محنت نہیں میری ماں کی دعائیں اور تم جیسے مخلص دوستوں کا ساتھ بھی شامل ہے۔'' اس کا جواب عاجزانہ تھا۔

''خیر یہ تو تمہاری انکساری ہے Butt really میں بے حد خوش ہوں تمہیں گولڈ میڈل ملنا مجھے اپنی کامیابی محسوس ہو رہی ہے۔''

''اور مجھے دکھ بھی ہے خوشی بھی تم اتنے بریلینٹ سٹوڈنٹ ہونے کے باوجود صرف دو نمبر کے فرق سے ٹاپ کرنے سے رہ گئے۔''

''ملک کی بات ہے ساری Any way ہماری یونیورسٹی کا نام مقام تو اونچا ہوا ہے ناں مجھ سے نہ سہی تم سے سہی، کامیابی کا تسلسل تو برقرار ہے۔'' شہریار سر جھٹک کے بولا۔

''پھر بھی شہریار مجھے دکھ ہو رہا ہے تم ٹاپ کرتے کرتے پہلی بار لیٹ ڈاؤن ہو کر سیکنڈ پوزیشن پر آئے ہو اور وجہ میں ہوں۔'' وہ متاسف سا بولا۔

''مجھے خوشی ہے کہ مجھے لیٹ ڈاؤن کرنے والا اسٹوڈنٹ اک مفلس قلاش اور کمزور مالی حالت رکھنے والی پوزیشن کے باوجود عزم ہمت حوصلے کو لے کر نامساعد حالات کے باوجود آگے بڑھنے کی لگن رکھنے والا ذہین محنتی لڑکا ہے نہ کہ سفارشی پرچی چلاؤ بوٹی مافیا کی پیداوار تو دوست اس کامیابی کو اپنا بھرپور حق سمجھ کر وصول کرو جیسے کہ تمہارا حق ہے۔'' شہریار رسان سے بولتے ہوئے اس کا شانہ تھپکنے لگا۔

''Thanks a lot تم جیسے مہربانوں کی قدر دانی سے ہی میرے حوصلے بلند کر رکھے ہیں۔''

''ان حوصلوں کو قائم رکھنے کے لئے آگے کیا ارادہ ہے۔''

''جاب کسی اچھے ادارے میں، اچھے عہدے پر، مجھے اپنے گھر والوں کو سنبھالا دینا ہے۔'' اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

''اور جو یونیورسٹی کی جانب سے سکالرشپ کی آفر ہے وہ۔'' شہریار حیرت سے بولا۔

''وہ ابھی ممکن نہیں اپنی جوان بہنوں، بیمار ماں کو تنہا چھوڑ کے بیرون ملک جانا میرے لئے ناممکن ہے۔''

''پہ یار تو سوچو تم باہر سے ڈگری لو گے تو زیادہ بہتر طریقے سے اسٹیبلش ہو گے پھر تمہیں بیرون ملک ملازمت کرنے سیٹل ہونے کے اچھے مواقع ملیں گے۔''

''اچھے مواقع تو ان ڈگریوں کے ساتھ یہاں بھی مل سکتے ہیں۔''

''یہاں اچھے مواقع غلط فہمی ہے تمہاری بم دھماکے آئے روز خودکش حملے دن دیہاڑے بیچ ہجوم ڈکیتی قتل بے وجہ ہراساں اور خوفزدہ کئے جانے کے واقعات تو ہو سکتے ہیں مگر اچھے دنوں اچھے مواقع کی امید وحصول ناپید خواہش ہے، باہر رہ کر تم ایک پرسکون زندگی گزارو گے تعیش و آرام اور دولت سے بھرپور یہ ملک تمہیں سوائے بے بسی، لاچاری اور منفی سوچوں اندھے راستے کے کچھ نہ دے گا۔'' ان کا ایک کلاس فیلو گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے بولا۔

''اس ملک نے بہت کچھ دیا ہے شناخت بطور ایک مسلمان، آزاد شہری کے کامیابی اور اچھے علم کے ساتھ اچھے ذہن کا سجاؤ بہتر راستوں کی لگن اور اپنے فخر کے ساتھ کھڑے ہونے کا قد آور احساس تفخر، دوسرے ملک میں تیسرے درجے کا شہری بن کر یہاں سے حاصل کردہ ذہانتوں محنتوں کا ثمر انہیں سونپوں کس لئے؟ ایسا عیش و آرام اور دولت باعث لعنت ہے جو غلامی کا احساس پاکے ٹوٹتے بکھرتے ملے مجھے اپنی صلاحیتیں صرف کرنی ہیں تو یہیں آلودہ فضا، آگ اگلتی گلیوں میں کیونکہ یہاں بسنے والے تھکے ماندے وحشت زدہ ہارے ہوئے لوگوں سے مجھے محبت ہے کیونکہ وہ اس ٹوٹی پھوٹی سڑکوں، گندے سندے محلوں والے خستہ حال ملک میں رہتے ہیں اور اسے ترقی یافتہ صاف ستھرا، امن پسند بنانے کے خواب دیکھتے ہیں، اس شہر آشوب کی وحشتوں اور عذابوں کو تازہ جذبوں، نئے ہنر کاروں کا انتظار ہے اور یہ انتظار آنکھوں کو مسلسل کھلا رکھنے پہ مجبور کیئے ہوئے ہے

درد، آنسوؤں، دھوئیں اور اموات کی لگا تاری کے باوجود یہ خوش امیدی کی مختطر آنکھیں پتھرائی نہیں یا پیا تو میں کیسے سر جھٹک کر اس ملک کے مسائل سے نگاہیں چرا کے اپنے لئے پناہ گاہ وسکون پالوں جبکہ مجھ پہ بہت سی امیدوں کا بار ہے یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ اس ملک نے بہت کچھ دیا ہے جس کا عشر عشیر بھی ہم لوٹا نہیں سکتے تو اسے طعنہ زن کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہمارے دل جھوٹ سے لبریز اور سچائی سے بے بہرہ ہیں اور دل کی سچائی ہی بڑی چیز ہے دل میں سچائی ہو تو کردار میں حسن پیدا ہوگا کردار میں حسن پیدا ہوگا تو گھر میں ماحول خوشگوار ہوگا، گھر میں ماحول خوشگوار ہوگا تو اس سے قوم میں تنظیم پیدا ہوگی قوم میں تنظیم ہوگی تو ملک امن کا گہوارہ بن جائے گا اور ایک بات یاد رکھنا انسان کا قد اپنی تہذیب وثقافت اپنے اسلوب وتاریخ پہ قائم رہنے سے بنتا ہے نہ کہ بیرونی کھالیں پہن کر گھومنے سے کہ شیر کی کھال پہن کر بھی ریچھ کی ہیئت تو نہیں بدلتی ناں۔" کتنا بولا تھا وہ بنا رکے کیسا درد تھا اس کے لہجے اور دل میں اپنے لوگوں اپنے ملک کے لئے۔

"یہ سب تو اب ہے ناں، جب تم یہ ڈگری تھام کر ملک بھر کے ہر ادارے وکمپنی کی خاک چھان لو گے تو پوچھوں گا زمانہ حب الوطنی کے خیال کیا ہوئے؟ کیونکہ میرا بھائی اردو اور پنجابی ادب میں ماسٹرز ڈگریاں لینے کے باوجود بیروزگاری، سفارش، رشوت کی کہا نیوں کی بدولت چار سال دھکے کھا کے اب سڑک کنارے سموسوں اور دہی بڑے کی ریڑھی لگاتا ہے اور ایک آخری بات تمہاری طرح وہ بھی گولڈ میڈلسٹ تھا اس کا نام یونیورسٹی بورڈ کے ٹاپ ہولڈر سٹوڈنٹس میں شامل ہے۔" اس کا کلاس فیلو دکھ اور درد سے چیختے انداز میں کہہ کے رکا نہیں تھا فوراً چلا گیا وہاج حسن اور شہریار ساکت سے رہ گئے تھے۔

ایک دھاگے میں سینکڑوں جھگڑے زندگی کے مکمل ہوتے ہیں
الجھ جائیں تو جان لے لیں سلجھ جائیں تو بے مثل ہوتے ہیں

"لیکن اس سعی رائیگاں کے باوجود مجھے رکنا ہے نہ ہارنا ہے کہیں راستے میں ریگستان آ بھی گیا تو ریت پھانکی ہے نہ مٹی نگلنی ہے کھوجنا، دوڑنا اور پانا ہے پانی کہیں نہ کہیں تو راستہ روکے گا۔" وہاج حسن سکتے سے نکلتے ہوئے بولا تو شہریار سر ہلا کے رہ گیا۔

"اور اب، اب کیا ہوا تھا وہاج حسن کہ اتنے بلند حوصلے اور مضبوط اعصاب کے مالک ہو کر تم راستوں کی مسافت اوڑھ کے تھکن زدہ ہو کر ریت پھانکنے لگے کیا پانی کہیں تمہارا راستہ روکنے نہیں آیا یا تم پانی کو بلاتے ڈھونڈتے تھک گئے۔" شہریار اپنے کمرے کی کھڑکی سے ابھرتے ستاروں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا اور اس کی نم پلکیں آنکھوں میں پچھلے روشن دن کے جالے میں ہزار امیدوں، خواہشوں، خوابوں کو سمیٹ گولڈ میڈل پہنتے وہاج حسن کا چمکتا چہرا تھا جو دھندلا ہو رہا تھا پانی کے سبب۔

عجب ہم ہیں کسی کی سعی لاحاصل پہ روتے ہیں
ابھی زندہ ہیں اور ناکامی قاتل پہ روتے ہیں
بہت ہم کو رلایا ماضی و امروز نے سو اب
نشاط گریہ ایسا ہے کہ مستقبل پہ روتے ہیں

☆☆☆

"یہ سب تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے کہ وہ یوں سرمنہ کو آ رہی ہے نہ تم اپنے بے جا لاڈ پیار سے اسے بگاڑتیں نہ وہ مذہب سے باغی ہوتی۔" جوزف اسمتھ نے سرد اور غصیلے لہجے میں کہتے ہوئے اپنی بیوی کو دیکھا تھا۔

"میرا لاڈ پیار کہاں، یہ تمہارے لاپروا انداز اور بے غور طریقے تھے جتنی رقم جب وہ کہتی بنا پوچھے بھجوا دیتے تھے اور ویلنٹائن بھجوانے کا ارادہ بھی تم نے کیا تھا یہ سراسر تمہارے فیصلے تھے جو اس دن کا موجب بنے۔" میری نے آنکھیں نکالیں۔

"لاپرواہ اور بے غور تم تھیں جو اسے لیڈی ایلون کے سپرد کر کے اپنے عیش کرتی رہیں کبھی اس کی تعلیم، مذہب اور دیگر Activitys کے متعلق جاننے کی کوشش نہ کی تمہیں تو یہ بھی معلوم نہ ہو گا پچھلے بارہ برسوں میں وہ کتنی بار چرچ گئی ہے۔"

"تم باپ تھے اس کے یہ سب جاننا تمہارا بھی فرض تھا، مگر تمہیں کلب اور بیئر خانوں سے فرصت ملتی تو یہ سب کرتے، شہر میں کون سی عورت پر کشش اور جسمانی خوبصورتی سے مالا مال ہے تمہیں یہ تو علم ہوتا تھا اپنی اولاد کا نہیں۔"

"Shut up اپنی زبان کو قابو میں رکھو ورنہ ابھی کچا چٹھا کھول کے رکھ دوں گا۔" وہ چیخا۔

"تم گھٹیا اوقات کے مالک کیا کچا چٹھا کھولو گے میں خود ابھی قمار خانوں اور نائیٹ کلبوں میں چلنے والے تمہارے مکروہ کاروبار کا پول کھول دوں گی۔" میری نے سخت لہجہ میں تڑی دی۔

"نکل جاؤ میرے گھر اور زندگی سے، مجھے تم جیسی عدل سے پیدل عورت نہیں چاہیے۔"

"مجھے بھی تمہارے جیسے بدقماش مرد کے ساتھ چپٹے رہنے کا کوئی شوق نہیں اپنے کاروبار سے میرا لگایا ہوا پیسہ الگ کر دو۔"

"صبح دفتر آ کے سب حساب چکتا کر لینا اور یہ بھی بتا دو لڑکی کو تم ہی رکھو گی ناں۔"

"میں تمہاری بیٹی ہے وہ، تمہاری اولاد ہے اس کا بوجھ تم ہی اٹھاؤ گے۔"

"تم نے پیدا کیا تھا اسے، تمہیں شوق تھا ماں بننے کا اس جنجال کو اب تم ہی نبھاؤ گی۔"

"نہیں میں اسے ہرگز اپنے ساتھ نہیں رکھوں گی۔" میری نے صاف اور سخت الفاظ میں انکار کیا۔

"تو میں بھی نہیں رکھ رہا، کیا کروں گا اس سنکی اور جھکی مخلوق کو لے جا کر۔"

"وہ اکیلی رہ لے گی جب مذہب چھوڑنے، چرچ سے رکنیت ختم کرنے، مراکش جانے کے فیصلے کرنے میں وہ خود مختار ہو سکتی ہے تو زندگی گزارنے میں بھی ہو لے گی، ویسے بھی کوئی بوائے فرینڈ مل گیا تو مسئلہ نہ رہے گا اس کے لئے۔"

"ڈھونڈ لے گی جوان اور پری چہرہ ہے ایک ڈھونڈو ہزار ملیں گے۔"

ماریا نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے تھے اور آنسوؤں سے بھرا چہرہ گھٹنوں پر، اس کا بدن ہل رہا تھا وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اپنے نصیب پہ۔

"یہ والدین تھے اس کے مذہب، دنیا سے تعلق رکھنے والے اونچی اقدار کے حامل معاشرے کے جمہور، چند عوام جو اپنے اپنے مفاد کے لئے کاروبار، روپے اور گھر کے ساتھ اولاد کی بھی بندر بانٹ کر رہے تھے کیا فرق تھا ان میں اور جاہل ان پڑھ لوگوں میں اپنے مذہب کا پرچار کرتے اپنی اقدار کی بلند خیالی کی تعریف کرتے نہ تھکتے اور ذہنی و اخلاقی طور پر اتنے دیوالیہ کہ اولاد اکلوتی بیٹی کے لئے ایسا بے حس لاپروا اور قابل مذمت رویہ۔"

"سکون کسے کہتے ہیں کیا مجھے دنیا میں کہیں کسی حوالہ سے چین نصیب نہ ہو گا کیا میں مذہب والدین، فرینڈز سب کے لئے ہی مس فٹ اور ناقابل برداشت ہوں، تو زندہ کس لئے ہوں؟ کیا فائدہ ایسی زندگی جینے کا جو مسلسل ناپسندیدہ ٹھہرے۔" اس نے بہت جذباتی انداز میں سوچا تھا اور اٹھ کر باتھ روم کی جانب بڑھ گئی تھی۔

جوزف اسمتھ اور میری اپنے اپنے راستے الگ کر کے سب حساب کتاب چکتا کر کے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکے تھے اور ماریا لاؤنج میں دھرے صوفے پہ آڑے ترچھے انداز میں لیٹی ہوئی تھی اس کی کلائی کی رگیں بلیڈ سے کٹ چکی تھیں اور خون تیزی سے بہتا ہوا بازو کو رنگین کرتا جا رہا تھا۔

کس دل سے خوشی کی آرزو کیجئے کہ اب
حسن تک مت گئی غم اس قدر ملے
وہ حادثے جو بنے تباہی بے وقار!
ان میں سے کچھ تو گھر کی دہلیز پہ ملے

☆☆☆

بغیر پلستر کے محض خالی اینٹوں پہ کھڑا دو کمروں ایک کچن پہ مشتمل قدرے تنگ صحن والا گھر تھا جس کے صحن کے عین درمیان میں بیری کے کچھ درخت تھے اور ان درختوں کے پار سے نظر آتے دروازے جو کھلے ہونے کے باعث اندر کی خستہ حالی واضح کر رہے تھے، عام سستے اور سادہ سے کپڑوں میں ملبوس مختلف عمروں کی چار لڑکیاں جو اچھی خوبصورت اور پر کشش دکھتی تھیں، اپنے اپنے کاموں میں مگن، ادھیڑ عمر سنجیدہ اور سوبر سی عورت جو سلائی مشین پہ جھکی ہوئی تھی، ہینڈ پمپ سے ٹوٹی پائپ کے خالی پمپ موٹر جس کے نل کے پاس پانی سے بھرا ٹب رکھا تھا، پانچ فٹ اونچی دیواروں کے درمیان بنا کا کمروں میں فرنیچر کے نام پر فقط چار کرسیاں ایک میز ایک پلنگ دوسرے میں پیٹی پہ رکھے مختلف سائز کے ٹرنک اور چھ چار پائیاں جو صاف ستھری چادروں سے ڈھکی ہوئی تھیں، کمروں کے آگے بنے برآمدے میں، دیوار پہ لٹکا فریم شدہ آئینہ جس کے کارنس پہ کنگھا اور فیئر اینڈ لولی کا ساشے رکھا تھا۔

"تو یہ ہے تمہارا گھر، بانو حسن، اس بے رنگ مفلسی کے مارے در و دیوار میں رہ کر روکھی سوکھی کھاتے ہوئے تم نے اپنے تعلیمی مدارج اور ترقی کی منزلیں طے کیں، سچ کہتے ہیں لعل ہمیشہ گدڑی میں پیدا ہوتے ہیں۔" صاحبہ خان نے بغور جائزہ لیتے ہوئے سوچا تھا۔

"بس بھی عزت کے ساتھ جیئے اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے تو بچیوں کو اچھی تربیت اور زیور تعلیم سے آراستہ کیا گھر کا کیا ہے بنے رہتے ہیں، والدین کو جنت میں لے جانے کا اصل ذریعہ اولاد کی اچھی اور نیک تربیت ہے اور میں نے حد تک اس کام کو احسن طور پر انجام دینے کی پوری کوشش کی ہے اب تو بس ایک دعا ۔۔۔ ہمت سے کر چلتے نہیں پر ان ان بچیوں کو اپنے اپنے

گھروں کی ہوتے دیکھ لوں۔" رشیدہ خاتون آہستگی سے بولیں۔

"بیٹا آپ کا کیا کرتا ہے؟" سعدیہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"بہت پڑھا لکھا گولڈ میڈلسٹ ہے مگر دو ڈھائی سال روزگار کے لئے دھکے کھائے اب عارضی طور پر اپنے خالو کے ہوٹل میں جاتا ہے بطور منیجر پر بیٹھا ایک کمپنی کے منیجر اور کیفے کے کیش کاؤنٹر پہ بیٹھنے شخص کا عہدہ، سیلری اور اس کے تعاقب میں لپکتے خواب برابر تو نہیں ہوتے، پر وہ کرے بھی کیا، جب رہنا رشوت، بغیر سفارش ملازمت نہ ملے یہ چار پہاڑ بھی تو سر کاٹنے ہیں اور زندگی کی ضروریات وہ کیا کم ہیں مہنگائی کھانا پینا مرچ نمک پورا ہونے نہیں دیتی دوسرے عیش تو بہت بعد میں آتے ہیں۔" انہوں نے نم پلکیں پونچھیں۔

"امی بس کریں کیوں ہر اک کو اپنے دکھڑے سنانے بیٹھ جاتی ہیں بھلا یوں زندگی آسان ہوتی ہے خوامخواہ فرسٹریشن لینے کا فائدہ پھر بی پی ہائی ہو جائے گا تو ڈاکٹر کا خرچہ جبکہ گھر بیٹھے دو دن سے بنا پیسے کے بیٹھے ہیں۔" انزلہ نے بڑبڑاتے ہوئے ٹوکا تو سعدیہ یہ دبی دبی بڑبڑاہٹ سن کر خفیف سی ہوئی جیسے موجودہ حالات کی ذمہ دار وہی تو ہو۔

"دلہن کی ساس کا فون ہے گھبرا رہی ہیں آپ نے ہمارے مطالبات کا بندوبست کر لیا ہے تو ہم نئے چاند کی چودہ کو بارات لے کر آ جائیں گے ورنہ جواب بھیجیں۔" آمنہ ہمارے کے بنا دیکھے پٹاک پٹاک بولتی آئی اور سعدیہ کو بیٹھے دیکھ کر یکدم زبان دانتوں تلے دبالی جبکہ رشیدہ خاتون کا چہرہ لمحہ بھر میں فق ہو گیا تھا۔

"تم نے دھیان سے سنا بھی ہے کیا اول فول بکے جا رہی ہو۔" ہما غرائی۔

"آپ خود سن لیں وہ بات کرنا چاہتی ہیں ہولڈ کروایا ہوا ہے۔" آمنہ نے کندھے اچکائے۔

"پلیز آپ کھانا کھائیں اندر آ جائیں کمرے میں۔" انزلہ نے جدید انداز کے لباس میں ملبوس اس موٹی کی مٹی پری کو منظر سے ہٹانا چاہا موجودہ حالات کے پیش نظر۔

"No thanks مجھے ذرا بھی بھوک نہیں ہے۔" وہ سہولت سے بولی۔

"کھانا تو آپ کو کھانا پڑے گا ورنہ ہم سمجھیں گے آپ نے یہ انکار ہماری غربت کے باعث کیا ہے بھوک نہ ہونے کی وجہ سے نہیں۔" ہما نے بھی اصرار کیا۔

"Really مجھے واقعی طلب نہیں ہے بٹ آپ کے خلوص اور محبت کو دیکھتے ہوئے میں تھوڑا بہت لیتی ہوں۔" وہ نرمی سے بولتی اٹھی اور انزلہ کی معیت میں چلتی اس کمرے میں آ گئی جو شاید کرسیوں میز اور چٹائی بچھی ہونے کے باعث بیٹھک یا ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا، کمرے کے سامنے والی دیوار پہ بنی الماری کے خانوں میں وہاج حسن کی فریم میں مقید تصاویر تھیں ڈگری اور گولڈ میڈل وصول کرتا روشن چہرے والا پرکشش اور خوش امید لڑکا جس کی ساری امیدوں کو مایوسی نے ماند کر کے بے کشش زندگی کے حوالہ کر دیا تھا، وہ گہرا سانس لے کر کھانے کی طرف متوجہ ہوئی۔

ابلے چاول، لہسن سبز مرچ کا بگھار لگی مونگ کی دال ساتھ پودینے دہی کی چٹنی اور تازہ خستہ روٹی بھوک نہ ہونے کے باوجود اس نے لذیذ ہونے کی بناء پر اچھا خاصا پیٹ بھر کر کھا لیا۔

"بہت مزیدار کھانا ہے بہت ذائقہ ہے ثمن آپ کے ہاتھوں میں۔" وہ کچن میں جھانکتے

ہوئے بولی تو ثمن دھیرے سے ہنس دی مگر یوں جیسے ایک ساتھ کئی چوڑیاں ٹوٹی ہوں اور ٹوٹے کانچ کی چبھن سعدیہ کو اندر تک محسوس ہوئی۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی آپ سب سے مل کر، بہت سادہ طبیعت سادہ دل نیک نیت کے مخلص لوگ ہیں آپ سب میری دعا ہے خدا آپ کی آزمائش ختم کر کے آپ کو دائمی خوشیوں سے نوازے۔" رشیدہ بیگم کے اترے چہرے کو دیکھتے ان کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے وہ بولی تو آنسو بے ساختہ ان کی نگاہوں سے چھلک کر سعدیہ کے ہاتھوں پہ گرے تھے۔

"ان مخلص سادہ طبیعت لوگوں کا نصیب بہت ٹھنڈا ہے۔"

"نہیں آنٹی ایسا نہیں، ایسے صبر کا اجر ختم نہ جاتا ہے، آپ فکر نہ کریں ثمن کا رشتہ بہت جلد بہت اچھے لوگوں میں ہوگا انشاء اللہ اور یہ کارڈ ہے میرا اپنے بیٹے کو کہیے گا وہ بعد اسنا۔ مجھ سے ملے میرے پاپا کا بہت بڑا کاروبار ہے میں اس کی ملازمت کے لئے لازماً کچھ کروں گی۔" وہ کہہ کر سب سے ملتی باہر نکلی تو چہرہ بھیگا ہوا تھا، ایک جعلی این جی او کے نام پہ سروے کرنے کے بہانے وہ وہاج حسن کے گھر پہنچی بہ جس قدر حالات و واقعات کی کشمکش جان پائی تھی، اس نے تاسف دکھ کا گہرا احساس اس کے اندر تک بھر دیا تھا اور وہ وہاج حسن کی مدد کے لئے مزید پر عزم ہو چکی تھی۔

☆☆☆

تینوں میں سمجھاواں کی
تیرے باجھوں لگدا نہ جی!

صحن میں لگے انار کے درخت سے چھن کر آتی چھاؤں میں چارپائی پہ بیٹھی کچی کیریاں نمک مرچ لگا کے کھاتے ہوئے وہ بہت مگن انداز میں قسم والے ایف ایم ولے F.M-100 سن رہی تھی۔

"اریبہ آپی ٹھنڈی ٹھار شکنجبین کا لطف اٹھائیں میوزک کے ساتھ۔" ربیعہ نے اسے گلاس دیا۔

"Thanks اللہ تمہیں جزا دے یہ لائٹ والے ابھی مرے کہ نہیں۔" وہ چند لمحوں میں غٹاغٹ گلاس چڑھا کے دیتے ہوئے بولی۔

"اتنی جلدی ابھی چار گھنٹے تو ہوئے ہیں لائٹ آف ہوئے۔" ربیعہ حیرت سے بولی۔

"او چار گھنٹے مزید ہو جائیں گے تب آنے کی آدھ پون گھنٹہ کو اللہ پوچھے ان کو ڈر مار دوں کہ چوبیس گھنٹوں میں لائٹ صرف دو گھنٹہ آئے گی اور بل دیتے ہیں تین ہزار سے اوپر۔" بیگم خاتون گرمی، پتنگوں کی بہتات اور واپڈا کے حالات سے بلبلا کر بولی۔

"بہن تمہارا تو فریج اور واشنگ مشین بھی روز چلتے ہیں تو تین ہزار آتا ہے ہمارا دیکھو صرف ایک پنکھا وہ بھی گھنٹہ بھر بھی آنے پہ لائٹ مہینوں سے چلی نہیں کہ ہر شام لائٹ جا کر رات گئے آتی ہے تو روز بیس روپے کی دو موم بتیاں جلتی ہیں اور کپڑے بنا استری کیے صرف پپو کے ابا کے ہوتے ہیں کپڑے استری کر ہا بنا بل پندرہ سو سے اوپر ہی آتا ہے، نہ تو ہماری پانی کی موٹر ہے لگا لگا ہے بس وہی کام دیتا ہے مگر ان اضافی یونٹوں نے جو بوجھ ڈالا ہے تو میٹر کٹوانے کو سوچنے لگے ہیں۔" پاس بیٹھی پڑوسن نے کہا۔

"بس خالہ گھر گھر یہی حال ہے اور حال سنوارنے کا ہی کال ہے اب تم تو جانتی ہو کہ وہ کہ لے

والے شیخ صاحب کی بیٹی کی آج شام سات بجے مایوں مہندی کی رسم ہے اور ہم یہ کام والے کپڑے بغیر پریس کیئے پہنیں تو کیا اتنے لوگوں میں اچھی لگیں گی۔" اریبہ نے دکھڑا رویا۔

"بلایا ہے تم لوگوں کو شادی میں۔" پڑوسن خالہ نے تجسس و اشتیاق سے پوچھا۔

"لو جی With family بلوایا ہے خود آ کر شیخ جی کارڈ دے گئے ہیں۔" ربیعہ نے بتایا۔

"اچھا ہمیں تو نہیں بلایا ارے بلا لیتے تو کچھ دینا ہی تھا بس بالکل ہی بے دید ہو گئے ہیں لوگ ورنہ گلی، محلے تو کوئی نہیں چھوڑتا۔" وہ کچھ صدمے و غصے سے بولیں۔

"اچھا ہے نہیں بلایا اتنا دینا نہیں تھا جتنا آپ نے کھانا اور اجاڑنا تھا، سترہ افراد پر مشتمل اس کنبے نے جو بڑی آپاؤں کی شادیوں پہ سو روپیہ دے کر آدھی بارات کا کھانا ہضم کر لیا تھا اور جو شاپر چوری چھپے گوشت نان بھر کر گھر بھجوائے وہ الگ، تو بہ اتنے کھاؤ اور اجاڑو لوگ اللہ بچائے ایسے پڑوسیوں سے جو وقت موقع دیکھے بغیر کسی کی عزت داؤ پہ لگا دیتے ہیں۔" جویریہ نے ان کے جاتے ہی تبصرہ کیا۔

"اور وہ جو ماشاء اللہ پورا خاندان ہی حافظوں پہ مشتمل ہے پراتیں بھر بھر کر انہوں نے بھی تو گھر بھجوائی تھیں وہ تو اللہ نے عزت رکھ لی کہ کھانا پورا آ گیا ورنہ کم پڑتا تو کیسی بے عزتی تھی۔" اریبہ نے بھی یاد کروایا۔

"بس اب اریبہ کی دفعہ گھر میں ہی انتظام کر لیں گے کھانے کا چھت پہ، پتا تو چلے کون کھا رہا ہے کون لے جا رہا ہے۔" نجمہ نے کہا تو اریبہ جھینپ سی گئی اس کے تصور میں وہاج حسن کا وجیہہ سراپا لہرایا تھا شادی کے نام پر اور دور کہیں شہنائی بجنے لگی تھی۔

"امی میں ذرا منہ ہاتھ دھو لوں آپ کھانا لگا لیں مجھے پھر اکیڈمی جانا ہے۔" معاذ ظہر کی نماز ادا کر کے مسجد سے آیا تھا۔

"چلو ربیعہ اور اریبہ جلدی کرو دستر خوان بچھاؤ اور شہباز کو بھی اٹھا دو اسے بھی تو اکیڈمی جانا ہوگا۔" نجمہ بولتی ہوئی آئیں۔

"ہیں کیا شاید آج چھٹی ہے ان کے ٹیوٹر کہیں گئے ہوئے ہیں۔" معاذ نے کہا۔

"یہ اچھی کہی مہینے میں پندرہ دن کہیں نہ کہیں جاتے رہتے ہیں یہ ٹیوٹر صاحب اور فیس پوری لیتے ہیں وہ بھی پہلے۔" اریبہ کچھ طیش سے بولی۔

"تو اور کیا، اچھا بھلا وہاج پڑھا دیتا تھا، پر اب رات گئے تک ہوٹل پہ بیٹھنے سے اس کا ٹائم بھی نہیں لگتا۔" نجمہ متاسف انداز میں بولیں۔

"امی وہاج بھائی تو اب بھی کہتے ہیں پڑھانے کو ان کی مصروفیت اور کام کے خیال سے میں نے خود بھی ٹیوشن رکھی ہے۔" شہباز آنکھیں مسلتا ہوا اندر سے نکلا۔

"اٹھ گئے تم بھی تو منہ دھو لو اور دستر خوان پہ آ جاؤ۔" امی نے کہا تو واش بیسن کی طرف بڑھا۔

"آپی آپ نے آگے داخلہ لینے کو اپنے فارم تو منگوا لینے تھے ایک دو دن تو رہتا ہے اب۔" معاذ نے نوالہ لیتے ہوئے کہا۔

"لا دیئے تو ابو نے کل نیل کرنے رہ گئے ہیں وہاج آتا تو کروا لیتی آج ان سے کہنا کہ واپسی پہ گھر ہو کے جائیں اور سنو وہ تین اخبار بھی لانا تھے۔" اریبہ نے یاد کروایا۔

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

پچھلی قسط کا خلاصہ

وہاج حسن اعلیٰ تعلیم اور بہترین تعلیمی ریکارڈ رکھنے کے باوجود نوکری کے لئے مارا مارا پھرتا ہے، جب کہ گھر کے حالات دن بدن خراب سے خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اریبہ، وہاج کی خالہ زاد ہی نہیں بلکہ مستقبل کا وہ تابناک خواب بھی ہے جو وہ دونوں بچپن سے دیکھ رہے ہیں۔ اریبہ ایک مادہ پرست لڑکی ہے۔

ماریہ کرسچین فیملی سے تعلق رکھتی ہے مگر اندرونی طور پر وہ اپنے مذہب سے مطمئن نہیں، وہ سچائی کی تلاش میں مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتی ہے اسی دوران وہ اکثر نیند کی حالت میں اذان کی آواز سنتی ہے، جبکہ اس کے ملنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ گمراہ ہو چکی ہے۔

وہاج نوکری کی تلاش میں سمیع علی کے آفس انٹرویو دینے جاتا ہے اور وہاں تلخ کلامی کے باعث اپنے ڈاکومنٹس ڈسٹ بن میں پھینک کر چلا آتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چوتھی قسط

''صبح تمہاری خالہ اور انزلہ وغیرہ بھی آئیں گی تمہارے پاس ہونے کا گفٹ لے کر مبارک دینے۔'' امی نے مطلع کیا۔

''ہاں آج ہما بھی تیار ہی تھی کالج میں، امی پھر صبح ڈھیر سارے پکوڑے ڈال کر کڑھی اور ساتھ قیمہ مٹر پلاؤ بنائیں گے، خالہ لوگ بہت شوق سے کھاتے ہیں کڑھی چاول۔'' اریبہ نے کہا۔

''بنا لینا مگر پھر جلدی اٹھ کر کرنا پڑے گا دس بجے تو آجائیں گے وہ لوگ اور تھوڑی میٹھی چٹنی بنا لینا کیریاں بھون کے وہاج شوق سے کھاتا ہے خالہ کو دے دینا۔'' نجمہ بولیں۔

''صبح تو شادی بھی اٹینڈ کرنی ہے۔'' ربیعہ نے یاد کروایا۔

''وہ تو شام کا فنکشن ہے خالہ وغیرہ شام تک کب ٹھہرتی ہیں، ثمن کو رکھ لیں گے خوب مزا آئے گا۔'' اریبہ ثمن کی ہم عمر تھی دونوں میں خوب دوستی تھی۔

''ارے یاد آیا ثمن کی منگنی ٹوٹ گئی ہے ابو اور امی باتیں کر رہے تھے مجھے تو بہت دکھ ہوا۔'' جویریہ نے نئی اطلاع دی۔

''ہائے کیا واقعی بیچاری ثمن، چلو اچھا ہوا وہ لوگ تھے بھی بہت لالچی اور مادہ پرست۔'' ربیعہ نے تاسف وتشکر کے ملے جلے جذبات میں کہا۔

''وہاج کے لئے ایک اور امتحان مزید پریشانی اور میرے لئے انتظار کا کچھ اور لامتناہی سلسلہ جو جانے کب ختم ہوگا، پہلے انزلہ اب ثمن ہما اور آمنہ تک آتے آتے حالات وقسمت جانے کیا رخ لیں اور میں، وہاج تم مجھے کب شادیاں کرو گے، کب دکھوں سے نکلو گے اور نکلو گے بھی کہ نہیں۔'' اریبہ پریشانی میں گھری سوچ رہی تھی۔

''جانے کس N.G.O سے منسلک لڑکی آئی تھی کسی سروے کے سلسلے میں اور امی نے تعریفیں کر کر کے کان کھا لئے تھے، پھر اسے ایک کارڈ بھی تھما دیا تھا۔'' ملازمت حاصل کرنے کے سلسلے میں اور کارڈ پہ نگاہ پڑتے ہی وہاج کا پارہ پل بھر میں ہائی ہوا تھا۔

''امی آپ پلیز ہر راہ چلتے کو سیدھا گھر کے اندر نہ لے آیا کریں اور سب سے اپنے حالات بیان کرنے نہ بیٹھ جایا کریں۔'' وہاج غصے سے بولا تھا۔

''آئے ہائے ایسی معصوم، سلجھی ہوئی بچی تھی اتنی بڑی گاڑی، مہنگا موبائل اور بہترین سوٹ پہننے کے باوجود بہت اچھے نرم انداز میں بات کرتی تھی۔'' رشیدہ برا مان گئیں۔

''امی آپ کو نہیں پتا دنیا کا کیا ہورا ہے آج کل، گھریلو، سادہ عورتوں کو لوٹنے ڈکیتیاں کرنے کو یہ اچھے انداز والی لڑکیاں ہی آگے ہوتی ہیں، آج کل بہت ہٹ کاروبار ہے یہ بھی اور اکثر قتل بھی کر جاتی ہیں، دن دیہاڑے۔'' وہاج نے اچھا خاصا ڈرا دیا تھا۔

''اوئی اللہ مگر وہ تو ایسی لگتی نہیں تھی یہ تو ہوشیار، چالاک، چلتر عورتوں کے کام ہوتے ہیں وہ تو اتنی نیک اور سیدھی تھی۔''

''اتنی بھی سیدھی نہیں جتنی آپ سمجھ بیٹھی ہیں، امی سیدھی، نیک بی بی نے مجھے اپنی کمپنی کے لئے اوور کوالیفائیڈ قرار دیا تھا۔'' وہ جل کر ہولے سے بڑبڑایا تھا۔

''کیا کہا وہاج پتر، ذرا زور سے بول، مجھے کچھ نہیں سنا۔'' وہ مڑتے ہوئے بولیں۔

''اچھا ہے نہیں سنا۔'' وہ بڑبڑایا پھر اونچے لہجے میں بولا۔

''آج کھانا نہیں ملے گا کیا اور یہ آمنہ کدھر ہے؟''

''کھانا تیار ہے ابھی دستر خوان لگتا ہے اور آمنہ ہو گی ٹی وی سے چمٹی اور کیا کام ہے اسے، اے آمنہ باہر نکلو دستر خوان لگواؤ مل کر بھائی آ گیا ہے تمہارا۔'' وہ وہاج کو جواب دے کر اندر کمرے کی جانب منہ کر کے پکاریں۔

''بھائی یہ اینٹینا تو ذرا ٹھیک کر دیں صاف نہیں آ رہا ہے اتنا اچھا میوزیکل شو لگا ہوا ہے۔'' آمنہ باہر نکلنے کی بجائے اندر سے ہی بولی تو وہاج اوپر جانے لگا اٹھ کر۔

''ٹھہر ذرا میں دکھاتی ہوں تجھے شوہڈ ہرام آج ہی ثمن کو بخار چڑھا ہے اور انزلہ خالہ کے ہاں گئی ہے تو ہما اکیڈمی ٹیوشن والے بچوں سے سر کھپاتے اور اسے دیکھ لو مجال ہے اس نے باہر نکل کر دیکھا ہو کہ کیسے کھانا بنا، کیسے برتن دھلے، کیسے صفائی ہوئی بس صبح سے ان موئے ٹی وی سے چمٹ کر بیٹھی ہوئی ہے، ارے بد بخت یہ تو چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے تو تم کیا اسی سے لگی رہو گی۔''

''کیا ہے امی، اگر ہفتے میں ایک دن میں گھر رہ کر ٹی وی دیکھ لوں تو آپ پیچھے پڑ جاتی ہیں۔''

''ایک دن ارے تیرا تو روز کا کام ہے یہ کھانا بھلے ملے نہ مگر یہ ضرور ہو اسی سے نہ بیاہ دوں تجھے، بیٹھی دیکھتی رہا کرنا۔'' وہ کٹیلے انداز میں بولی۔

''ہاں رشتے تو اب آنے نہیں یہاں ایسی بے جان اشیاء سے ہی بیاہنے کے طعنے دیں۔'' آمنہ رونے لگی تھی۔

''امی کیا ہوتا جا رہا ہے آپ کو کیوں خوامخواہ ٹینس ہو کے خود کو اور دوسروں کو تکلیف دیتی ہیں اس سفید پوش گھر میں ایک ٹی وی کے علاوہ اور کیا انٹرٹینمنٹ ہے ان کے لے یہ بھی بند کر کے آپ انہیں چور دروازے تلاش کرنے پہ مجبور کیوں کرتی ہیں، یہ بیٹیاں ہیں محبت، نرمی اور دھیمے پن سے چلانے والی مخلوق، سختی، پابندی اور بے جا روک ٹوک انہیں حالات ماحول اور رشتوں سے بغاوت کرنے پہ مجبور کر دے گی۔'' وہاج نے اوپر سے آ کر انہیں بڑے سبھاؤ سے ہولے ہولے سے سمجھانا چاہا۔

''ہاں ماں ہو کر دشمن ہوں تمہاری مجھی کو دوش دو، تم لوگوں کو پڑھا لکھا کے اپنا پیٹ کاٹ کے اچھا کھلایا پہنایا اور اچھے برے کی تمیز دوں تو غلط، اسی لئے پال پوس کے بڑا کیا تھا کہ ایک دن تم لوگ میرے سفید چونڈے میں خاک ڈالو۔'' رشیدہ دوپٹے میں منہ چھپا کر اونچی آواز سے رونے لگی تو وہ سچ مچ گھبرا گیا تھا۔

''امی پلیز چپ کریں میں تو یونہی ایک بات کر رہا تھا میرا مقصد آپ کو دکھ دینا تھوڑا تھا۔''

''بس جاؤ تم ساری اولاد بے فیض ہے۔'' وہ اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولیں۔

''امی اگر آپ معاف نہیں کریں گی تو میں یونہی بیٹھا رہوں گا آپ کے پاؤں پکڑے، پلیز میری غلطی درگزر کر دیں۔'' وہاج نے ہاتھ جوڑے۔

''چھوڑیں امی کیوں ایسا کر رہی ہیں اگر آپ نے اولاد کا اچھا چاہا تو برا بھائی نے بھی نہیں کہا اور آمنہ تم بھی ذرا تمیز تہذیب سیکھو، کالج میں جا رہی ہو بچی نہیں رہی ہو خود آگے بڑھ کر دیکھا کرو کہ کیا کام ہوا ہے کیا کرنا ہے آگے جا کر یہ طریقہ، سلیقہ زندگی بنائے گا نہ کہ بے وقت کی موج

مستی۔'' ثمن جو بخار میں چادر لئے پڑی تھی اٹھتی ہوئی بولی۔

''آپی ذرا ٹی وی دیکھا تھا کیا قیامت آ گئی تھی۔'' آمنہ رندھی آواز میں بولی۔

''ذرا ٹی وی صبح آٹھ بجے اٹھی ہو تو اور تب سے ہی بنا رکے ٹی وی مسلسل آن ہے اب دیکھو شام کے آٹھ بج رہے ہیں تمہیں چاہیے تھا خود اٹھ کر بھائی کے آنے پر کھانا لگا دیتیں، بات نکلنے کا موقع ہی نہ ملتا اور ٹی وی دیکھنے سے تمہیں کوئی منع نہیں کرتا مگر ہر کام کی ایک لمٹ ہوتی ہے مناسب طریقے سے ہو تو کچھ قابل اعتراض نہ ہو پھر اپنے گھریلو حساب کتاب کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے اٹھو اب دستر خوان بچھاؤ ہما بھی آ رہی ہے۔'' ثمن نے بہت سلیقے سے معاملے کو سمیٹا تھا اور وہاج کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے امی کا چہرہ ہر خفگی سے پاک تھا۔

''امی کبھی یہ مت سمجھیئے گا کہ آپ کی اولاد بے قدر یا بے فیض ہے، آپ نے جس تنگی، ترشی کو سہہ کر ہمارے لئے زندگی کے راستے سہل کیے ہمارے لئے اس کا بدلہ دینا ممکن ہی نہیں ہم آپ کے لئے اچھی زندگی کی دعا کرتے ہیں آسانیاں چاہتے ہیں سکون چاہتے ہیں، آپ سے محبت کرتے ہیں ویسی محبت جیسی آپ نے ہم سے کی اور اس معاملے میں کہیں کمی یا کوتاہی ہو جاتی ہے تو بخدا ایسا بالکل لاشعوری طور پر ہوتا ہے ورنہ ہم آپ سے گستاخی یا بدزبانی کا سوچ بھی نہیں سکتے، ماں کا دل بہت وسیع اور درگزر کرنے والا ہوتا ہے اولاد کے لئے خواہ وہ کتنی نا عاقبت اندیش ہو، آپ بھی ہمیں ہماری غلطیوں پر معاف کر دیا کریں اور خفگی نہ رکھیں کہ آپ کی رضا اور خوشی ہی ہمارے لئے دلی سکون اور آخری نجات کا ذریعہ ہے۔'' وہاج نے نم لہجے میں ان کا ہاتھ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا تو رشیدہ خاتون کی نگاہیں فرط جذبات اور ممتا کے احساس محبت میں چھلک آئیں۔

''نا میرے بچے تجھ سے کیسی ناراضگی اور ماں غصے میں اگر کچھ کہتی ہے تو دلی طور پر نہیں کہتی ماں کا غصہ، ناراضگی، گلے شکوے سب نقلی ہوتے ہیں، اصلی تو بس ممتا ہے، جو کلیجے کو اولاد کے خیال میں پڑپائے رکھتی ہے۔'' کتنی محبت اور شفقت سے انہوں نے بیٹے کا ماتھا چوم لیا تھا اور سکون کا اک دائمی احساس وہاج کے اندر تک اترتا چلا گیا تھا۔

بہت سکون دیتا ہوا شجر معلوم ہوتی ہے
سماں خوشی کا دلبستگی کا ہنر معلوم ہوتی ہے
ہر قدم یہ مل جاتی ہے اک کامیابی نئی !
یہ زندگی ماں کی دعاؤں کا ثمر معلوم ہوتی ہے
جو چاہوں وہی پاؤں جو مانگوں وہی دیکھوں
ہر عطا کسی آسمانی معجزے کا اثر معلوم ہوتی ہے

☆☆☆

''کچھ کھانے کا حزیں احساس ہو یا کچھ پانے کا نشاط آفریں نشہ اٹھتا تو انسانی احساسات کے خمیر سے ہی ہے نا اور احساس ہی تو زندگی ہے خوش ہوئے تو صدیوں کی تھکن اتر گئی اور دکھ ملا تو جیسے سب حوصلے مٹی کا ڈھیر بن گئے، خوشی اور وقت ایسی خوش نما تتلی ہے جسے انسان چاہے بھی تو اپنی مٹھی میں قید نہیں کر سکتا یہ تو بس مٹھی میں بھینچے ہوئے پانی کا بلبلہ ہے ذرا مٹھی کھلی اور پانی بہہ نکلا

تتلی کے سب رنگ اڑ گئے اور انسان ماتھے پہ سر رکھے جانے والے وقت اور خوشی کو قید کرنے کی خواہش میں ترستا بس کاش کرتا رہتا ہے اور یہ کاش ہی بعض اوقات بڑے سے بڑا نقصان کروا دیتا ہے۔''

تمہیں کیا معلوم کہ دکھ کیا چیز ہوتے ہیں
کاش تم ریت کے پیاسے ذرے ہوتے
اور بادل کا ٹکڑا تم پر سے بن برسے گزر جاتا
تمہیں تب معلوم ہوتا کہ دکھ کیا چیز ہوتے ہیں
کاش تم خزاں رسیدہ درخت کے پتے ہوتے
اور ٹہنی سے ٹوٹ کر گر جاتے
تمہیں تب معلوم ہوتا کہ دکھ کیا چیز ہوتے ہیں

کالج میں چھٹیاں تھیں اور مارتھا یہ تعطیلات اپنے وطن مراکش جا کر گزارنا چاہتی تھی اس کے مراکش جانے کا سنتے ہی ماریا نے بھی ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا وہ کچھ عرصہ فرسٹریشن سے بچ کر پرسکون انداز میں گزارنا چاہتی تھی، مارتھا اس سے پروگرام فائنل کرنے کے لئے اس کے اپارٹمنٹ کی طرف جا رہی تھی کہ جب گھبرائی ہوئی کانپتی آواز میں لیڈی ایلون نے فون پہ کہا تھا۔

''مارتھا پلیز جلد گھر پہنچو، ماریا نے اپنی کلائی کی رگیں کاٹ لی ہیں اس کی حالت بہت سیریس ہے۔''

''Oh no، لیڈی ایلون یہ سب کیسے ہو گیا۔'' مارتھا تشویش و حیرت سے بولی۔

''اس کے پیرنٹس کی Sepration ہو گئی ہے اور ماریا سے ان دونوں نے لاتعلقی کا اظہار کر دیا ہے۔''

''Very sad خیر آپ دیر نہ کریں فوراً ہاسپٹل فون کر کے ایمبولینس منگوائیں میں بس چند منٹ میں پہنچتی ہوں۔'' مارتھا موبائل آف کر کے تیزی سے گاڑی نکالنے لگی ساتھ اپنے سب فرینڈز کو کالز کر کے ماریا کے متعلق اطلاع دینے لگی۔

مائیکل، زمی، ڈولی، للی سب کچھ دیر میں جمع ہو چکے تھے، I.C.U میں موجود ڈاکٹرز اس کی زندگی بچانے کی تگ و دو میں مصروف عمل تھے، اس کی کٹی رگوں سے بہت سا خون بہہ کر ضائع ہو چکا تھا جس کی وجہ سے تازہ خون کی اشد ضرورت تھی مگر وہاں موجود کسی فرد کا بلڈ گروپ اس سے میچ نہ کرتا تھا، پریشانی یکدم بڑھ گئی تھی کہ ڈاکٹرز پینل میں موجود ایک مسلم فی میل ڈاکٹر نزہت حیدر نے اپنا بلڈ اسے ڈونیٹ کر دیا کیونکہ وہ ماریا کے بلڈ گروپ سے تعلق رکھتی تھیں اور یوں یوں خون ماریا کی نسوں میں جا رہا تھا ان سب کو سکون ہو رہا تھا کہ اب اس کے بچ جانے کی امید بہت روشن تھی۔

اور ان سب کی دعائیں رنگ لے آئی تھیں ماریا نے جیسے ہی اپنے بند پپوٹوں اور دائیں بازو کو خفیف سی حرکت دی ان کے چہروں پہ خوشی کی لہر کے ساتھ آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے اپنے تمام تر اکھڑپن اور غیر متوازن رویے کے باوجود ماریا ان سب کو بے حد عزیز تھی ہر برائی سے دور رہنے والی یہ نیک فطرت دوست ان کی زندگیوں کا بہت خوبصورت حصہ تھی۔

''Hello maria are you all right۔'' ڈاکٹر نزہت نے اسے آنکھیں کھولتے پا کر دھیرے سے رخسار تھپتھپا کر پوچھا تھا۔

اس نے جواب نہیں دیا تھا بس حیرت سے دیکھا تھا شاید وہ اپنی پوزیشن اور ہاسپٹل میں

موجودگی کو سمجھ نہ پا رہی تھی۔

”Don,t worri be brave maria دیکھو تمہارے دوست کتنے پریشان ہیں، مسکرا کے ان کی طرف دیکھو اور انہیں حوصلہ دو تا کہ وہ جان سکیں کے تم اب بالکل ٹھیک ہو۔“ اور ماریا نے چہرہ ذرا سا موڑ کر بائیں طرف بیٹھے اپنے دوستوں کو دیکھا تھا جو محبت، تشکر، دوستی، خوشی اور خلوص کے ملے جلے جذبات لئے اسے لبریز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

”ماروتم ٹھیک ہو نا، مجھے یقین تھا یسوع مسیح پر کہ وہ سب خطاؤں کو معاف کر کے تمہاری زندگی ضرور لوٹائیں گے۔“ یہ للی تھی جو اس کا ہاتھ تھامے کہہ رہی تھی۔

”ماریا تم نے اپنے ساتھ ہم سب کو اذیت میں مبتلا کیا تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔“ جمی فوراً بولا۔

”پگلی اگر کوئی پریشانی پہنچے تو جوں چھٹکارا پاتے ہیں بھلا تم نے یہ نہیں سوچا کہ ہم تمہارے دوست تمہارے بعد کیسے جئیں گے۔“ ڈولی جو ہر وقت اس سے تلخ کلامی میں مصروف رہتی تھی کتنے خلوص سے روتے ہوئے بولی تھی۔

”برے حالات سے مجبور ہو کر بھاگتے نہیں ہیں زندگی سے بلکہ اپنے آپ کو ایسا کر لیتے ہیں کہ حالات تم سے گزارہ کرنے پر مجبور ہو جائیں اور زندگی اتنی ارزاں تو نہیں کہ معمولی باتوں پر گنوا دی جائے جبکہ اس زندگی سے محبت کرنے والے بھی بہت سے ہوں۔“ اپنے مخصوص دھیمے اور ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بولتا مائیکل اسے اچھا لگا۔

”میرے ساتھ جانے کا وعدہ کر کے تم بھاگ رہی تھیں مگر دیکھ لو میں نے تمہیں عین موقع پر پکڑ لیا۔“ مارتھا بھیگی آنکھوں مسکراتے لہجے میں بولی۔

”تمہارے والدین چھوڑ گئے تو کیا ہوا میں تو تمہارے ہمراہ تھی ناں میرا تو سوچا ہوتا۔“ لیڈی ایلون جھریوں بھرے ہاتھوں میں اس کا ستا چہرہ تھام کر رو پڑیں تو کتنے آنسو اس کی نیلی کانچ آنکھوں سے نکل کر رخساروں پہ پھسل گئے۔

”Please i am sorry آپ سب مجھے معاف کر دیں۔“ وہ ہولے سے بولی۔

”Please آپ لوگ انہیں ڈسٹرب مت کریں۔“ ایک نرس نے فوراً ٹوکا تو سب اس کا ذہن بٹانے کو آپس میں ہلکی مذاق کرنے لگے تھے، کہ ڈاکٹر زہت آگئیں۔

”Hello تمہارے بچنے کی مجھے بہت خوشی ہے تمہیں نئی زندگی مبارک ہو اور سنو مجھے نہیں معلوم تمہارے اس اقدام کی وجوہات کیا ہیں لیکن اتنا کہوں گی کہ زندگی اللہ کی امانت ہے لسے لینے کا اختیار صرف اسی کو ہے خدائی کاموں میں دخل دے کر ہم نہ صرف اللہ کے غضب کو پکارتے ہیں بلکہ اپنی حدود سے بھی تجاوز کرتے ہیں، مقدر کے سب کام رضائے الہٰی کا منشاء اور ہماری نیت و عمل کا وجوب ہیں، کسی سے بھی خواہ کتنے شکوے، شکایتیں ہوں اپنے ملک سے تعلق مضبوط رکھنا کیونکہ وہ اکیلا ہی زمین و آسمان کو پیدا کرنے سب مخلوقات کو زندگی رزق، راستے دینے والا ہے، جس نے تمہیں جان، پہچان، عزت بخشی اس اللہ سے اپنے تعلق کو کمزور نہ کرنا کیونکہ وہ اپنے بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو محض ان کے دعووں کی سچائی پرکھنے کو اور تم سچائی، بھرپور یقین اور اس کے ہونے کا احساس مضبوط ہو کر تھام رکھو تو وہ نہ صرف تمہیں آزمائش سے نکلنے کا راستہ دکھائے گا بلکہ تاریک راہوں سے نکال کر روشن راہگزر کا راہی بھی بنا دے گا اور ایک آخری بات زندگی کو کبھی عذاب سمجھنے

کی غلطی مت کرنا، زندگی محبت، حسن توازن اور خلوص و نیک نیتی سے سب کو اپنا سمجھ کر اور اپنے آپ کو گھڑی پل کا مہمان سمجھ کر سمجھ، سلیقے، قرینے سے گزارنے والا راستہ ہے خود کو گنوا کے سب ضائع کرنے والا جذبہ نہیں، میری سب نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں اللہ تمہیں سیدھا، سچا راستہ دکھائے اور دائمی خوشیاں نصیب کرے آمین! Ok good bye for God blles you Allah hafiz۔“ بہت محبت سے اس کا ماتھا چوم کر ہولے سے مڑتی اس نائس اور سوبر سی عورت کو ماریا نے بچشم نم دیکھا تھا، پھر سوالیہ انداز میں لیڈی ایلون کو دیکھا۔

”یہ ڈاکٹر زہت حیدر ہے تمہارے لئے خون اسی نے دیا ہے، مسلم ہے آج اس کے اکلوتے بھائی کا آپریشن ہے سڈنی میں اور یہ صرف تمہارے لئے رکی تھی۔“

”ایک مسلم کا خون مجھے دیا گیا ہے۔“ اس نے بہت تحیر سے سوچا اور اک عجیب سے احساس نے روح کو تھپکا دیا جو کیف آور تھا کیوں؟ دواؤں کے اثر سے غنودگی میں واپس جاتی وہ اس ”کیوں؟“ کا معنی نہ سمجھ سکی۔

☆☆☆

نیوی بلیو پینٹ اور آسمانی شرٹ پہنے وہ ایک بکسٹال پہ کھڑا تھا، شہریار نے اسے دیکھ کر گاڑی کی رفتار آہستہ کر کے اسے ایک جانب روکا اور فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلا بہت پر جوش طریقے سے اس کے دائیں کندھے پہ ہاتھ رکھ کر السلام وعلیکم کہا تو وہاج حسن یکدم پلٹا اور اگلے ہی پل اس کے چہرے پر تحیر، استعجاب آمیز خوشی کے تاثرات ابھرے وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے بھرپور مسکراہٹ خوشی سے چمکتا خیر مقدمی انداز لیئے شہریار کے گلے لگ گیا۔

”کتنے عرصے بعد دکھائی دیے ہو بہت اچھا لگا ہے تمہیں یوں اچانک دیکھ کر۔“

”میں تو دکھائی دے گیا تم ایسے بیوفا نکلے مڑ کے خبر بھی نہ لی دوست مرے کہ جیئے یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ دوست بھی چھوڑ دیے۔“ شہریار کے لبوں سے شکوہ پھسلا۔

”نہیں یار دوست بھلا بھولنے یا چھوڑنے والی چیز ہیں، بس حالات نے الجھا دیا اور پھر میرے پاس تمہارا کانٹیکٹ نمبر بھی نہ تھا جو رابطہ کر لیتا۔“

”یہ تو بودا بہانہ ہے وہاج ڈھونڈنے والے تو خدا کو بھی ڈھونڈ لیتے ہیں ہم تو پھر ایک گناہ گار انسان تھے تمہیں نہ ملتے اگر طلب سچی ہوتی۔“

”طلب اور خواہش میں بھی فرق ہے بعض اوقات طلب پوری بھی ہو جائے تو خواہش ادھوری رہ جاتی ہے، انسان کو بھوک ہو تو وہ کھانا کھا لے مگر احتیاج رہ جائے تو پیٹ بھر کر بھی نہیں بھرتا جیسے جس چیز سے کھانا چاہتا تھا وہ نہ ملی پسندیدہ خوراک کھانے اور محض پیٹ بھرنے میں جو فرق ہے وہی طلب اور خواہش میں ہے۔“

”My God اتنا گاڑھا فلسفہ کن محبتوں اور اذیتوں کے ہاتھ رہے ہو۔“ شہریار بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

”احمد فراز کا ایک شعر یاد آرہا ہے اب ٹھیک سے یاد نہیں شاید یوں ہے کہ۔“

حیران کیوں ہو میرے چہرے کی سلوٹیں دیکھ کر
بس یہ ہے کہ زندگی نے مجھے کچھ تم سے زیادہ پہنا ہے

''اچھا جواب ہے تمہاری برجستگی آج بھی بہت برمحل ہے ایسی وے تم جو لینا چاہتے ہو لو پھر کیسی اچھی پر فضا جگہ بیٹھ کر پرانی یادیں اور آج کی مصروفیتیں شیئر کرتے ہیں۔'' شہریار نے کہا تو دہاج اثبات میں سر ہلا کر سیلز مین کو بل بنانے کا کہہ کر اپنی منتخب کردہ کتب پیک کروانے لگا یہ تینوں کتابیں رفعت سراج اور عمیرہ احمد کے ناول تھے۔

''تم سے مجھے کبھی یہ توقع نہ تھی کہ تمہارے جیسا پریکٹیکل بندہ دومن لوشاؤ نزم پہ مبنی ناول پڑھے گا۔'' شہریار اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی بول پڑا۔

''یار میں ایسی چیزیں نہیں پڑھتا یہ میری کزن نے منگوائے ہیں وہ دیوانی ہے ان رائٹرز کی لکھی اسٹوریز پہ بقول اس کے زندگی پہ ایمان سلجھی سوچ اور سیدھے راستے نیچ کے زاویے کھولنے والی رائٹرز ہیں جو محض محبت کا راگ نہیں الاپتیں بلکہ صراط مستقیم، صبر، برداشت اور محبت کے حقیقی تصور کو اجاگر کرتی ہیں۔''

''ہوگا ایسا یہ بحث چھوڑو بتاؤ کریم پارک چلیں، تمہیں یاد کہ ہم یونیورسٹی لائف میں اکثر پیدل وہاں صرف پائے کھانے جاتے تھے، بلکہ شوربہ پینے۔'' شہریار نے اک پرانی یاد کھنگالی۔

''یاد ہے بلکہ اکثر کلاسز بنک کر کے پہنچتے تھے اور اب ایسی بے اعترایوں کا مزا بھی بہت آتا تھا۔'' دہاج خوشگوار لہجے میں بولا۔

''دہاج آج کل کیا کر رہے ہو۔'' شہریار نے وہ سوال پوچھ ہی ڈالا جو کب سے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔

''ملازمت کی تلاش، جاب ڈھونڈ مہم جاری ہے یہ جاننے کے باوجود کہ شنوائی نہیں ہوگی ہاں البتہ عارضی طور پر ایک کیفے میں چلا جاتا ہوں لیکن یہ بھی مستقل اور برے مائینڈ کی بات نہیں ہے۔''

''یار تم اتنے ٹاپ سٹوڈنٹ رہے ہو گولڈ میڈلسٹ ہو تمہیں تو جوں خوار نہیں ہونا چاہیے تھا ایسے جینیئس بندوں کو تو کاروباری لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔''

''میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ جابز پلیٹ میں رکھی ملیں گی، گولڈ میڈل پہن کر یونیورسٹی آڈیٹوریم سے باہر نکلتے ہوئے بہت سے پرامید پریقین اور روشن دنوں کے خواب دیکھ ڈالے تھے میں نے مگر زمانے کی ٹھوکروں میں آکر پتا چلا کہ سب خواب پورے ہونے کے لئے نہیں ہوتے خاص کر اچھے دنوں کے خواب بس خواب ہی رہ جاتے ہیں اور ویسے بھی غریب آنکھیں رکھنے والے دل کو مہنگے اور اچھے خواب دیکھنے ہی نہیں چاہئیں کہ پھر وہ بیچارا خود کو ان خوابوں کے عذابوں میں جکڑا ہوا دیکھتا رہتا ہے اور تعبیر میں کوئی اور لے اڑتا ہے۔'' دہاج کا لہجہ تلخ تھا۔

''یار اچھے برے دن انسان پہ آتے رہتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ڈس ہارٹ ہو کر حوصلہ ہار دے اور خوش امید ہونا چھوڑ دے خواہ کچھ ہو حوصلہ، ہمت ہلکا نہ پڑنے دو کہ عزم و ہمت ہی کامیابی کی دلیل ہے۔'' شہریار رسان سے بولا۔

''شہری یہ باتیں صرف کتابوں میں اچھی لگتی ہیں حقیقی زندگی میں صرف جھوٹ، حسد، ریا کاری فریب کام آتا ہے اور حق داروں کے حق پہ جب غاصب آجائیں محنت، ذہانت، کامیابی کو رشوت، سفارش کھانے لگے تو سب الفاظ پھر کہانیوں کا ملمع لگتے ہیں جو زندگی کے کسی کام نہیں آئے اور آنے لگیں تو حوصلے ڈھے جاتے ہیں، پہلے میں سوچا کرتا تھا۔''

کبھی بادل وار برس سائیں
میرا سینہ گیا ترس سائیں
میں توبہ تائب دیوانہ
میری بس سائیں، میری بس سائیں
اس عشق نے عجب اسیر کیا
جو دل سینے میں تیر کیا
کیا چلے گی پیش و پس سائیں
کبھی بادل وار برس سائیں
ہم بھی کچھ کھل کر سانسیں لیں
اشکوں سے دھو کر آنکھیں لیں
کچھ گھول فضا میں رس سائیں
کبھی بادل وار برس سائیں

اسٹڈیز کے متعلق وہ شروع سے بہت کیئرنگ تھی اور نرسری سے B.Com تک اس نے ہمیشہ ٹاپ پوزیشن حاصل کی تھی، بزنس ایڈمنسٹریشن کی کلاسز کے سٹارٹ سے لے کر فائنل ایئر تک اس نے جان لڑا دی تھی اپنا تمام وقت صرف پڑھائی کو دیا اور شائستہ بیگم اس کی ڈیلی روٹین میں پہلے سے زیادہ دھیان رکھنے لگی تھیں دودھ میں بادام خشخاش اور پستہ ڈال کر دیتیں پھل استعمال کرواتیں، بالکل روایتی ماؤں جیسی احتیاط اور فکر، پھر نماز کے بعد خصوصی دعا اس کی کامیابی کے لئے کرتیں سعیہ کو اپنے گھر کی یہ عادت بہت پسند تھی کہ باوجود امارت شان و شوکت کے بہت حد تک نماز و تلاوت قرآن کا اہتمام ہوتا تھا۔

''دولت، جائیداد یا صاحب حیثیت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے رب کو بھول جائے سو نماز کبھی نہ چھوڑنا ہمیشہ ہر صورت ہر مشکل میں نماز اور صبر سے مدد لو کیونکہ اللہ نماز قائم کرنے اور صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' سعیہ کو اپنی مرحومہ دادی کا کہا ہوا یہ فقرہ بچپن سے یاد تھا اور اس کی نماز پنجگانہ کی عادت بہت پختہ تھی بلکہ اس میں اکثر عادتیں بالکل اپنی دادی جیسی تھیں قناعت، بے نیازی (اپنی ذات میں) حساسیت (باہمی طور پر) اور سادگی، شائستہ بیگم اکثر اسے دادی جان کہہ کر چھیڑ بھی جاتی تھیں۔

اس وقت بھی وہ نماز عصر ادا کر کے دعا مانگنے کے عمل سے فراغت پا کے چہرے پہ ہاتھ پھیرتی اٹھی تھی جب شہریار نے اس کے کمرے میں جھانکا تھا۔

''مبارک ہو سعیہ تم پاس ہو گئی ہو، ٹاپ کیا ہے تم نے پورے پنجاب بورڈ میں۔''

''الحمدللہ۔'' وہ بے اختیار سجدہ شکر ادا کرنے لگی۔

''آپ کو کیسے پتا چلا؟'' اب وہ جائے نماز تہہ لگا کے پوچھ رہی تھی۔

''نیٹ پہ چیک کیا ہے، صبا بھی دس ٹاپ پوزیشنز رکھنے والے سٹوڈنٹس میں چوتھے نمبر پر ہے اچھے نمبرز ہیں اس کے بھی۔'' شہریار بتاتے ہوئے بیڈ کے کونے پہ ٹک گیا۔

''شہریار دیکھا پھر سعیہ کا رزلٹ بیٹا کیا بنا ہے۔'' شائستہ انہیں دیکھتی ہوئی سعیہ کے کمرے میں آئیں تو شہریار نے یکدم سنجیدہ ہو کے کہا۔

”بننا کیا ہے بہت شاندار طریقے سے فیل ہوئی ہیں محترمہ، میں کہہ رہا ہوں کہ اگر آثار شروع سے یہی تھے تو کم از کم بتاتی تو ہم اپنے رسورسز استعمال کر لیتے مگر یہ سب تو نہ ہوتا، اب بتائیں خان انڈسٹریز کی وارث شاندار طریقے سے فیل ہوگئی ہے تھوڑی جگ ہنسائی ہے پوچھیں ذرا اس سے کیا کرتی رہی ہے یہ کلاسز میں۔“ شہریار نے سعیہ کو بھی آنکھ کے اشارے سے شامل شرارت کرکے شائستہ بیگم کو ڈرایا۔

”What? فیل وہ بھی میری سعیہ جیسی پیدائشی ذہین اور ٹیلنٹ فل سٹوڈنٹ، تم جھوٹ بول رہے ہو ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔“ وہ بالکل نہ مانیں۔

”دیکھا کتنا اعتماد ہے مما کو تم پر بیچاری یقین ہی نہیں کر رہیں کیا کریں اولاد سے محبت چیز ہی ایسی ہے، مگر اولاد بھی اس یقین کو قائم رکھے پھر ہے ناں۔“ شہریار نے سعیہ کو دیکھتے ہوئے تاسف سے ہونٹ سکوڑے۔

”سعیہ تم چپ کیوں ہو یہ شہری کیا کہہ رہا ہے کیا تم سچ مچ فیل ہوگئی ہو۔“ سعیہ کی مسلسل چپ پہ وہ جھلا کر بولیں۔

”I am sorry mama۔“ سعیہ نے ہاتھ آپس میں ملتے ہوئے سر جھکایا۔

”سوری کی بچی اتنا تو تم کتابی کیڑا بنی رہتی تھیں ہر وقت نہ کھانے کا ہوش نہ سونے کا فکر، پھر بھی ایسی ناکامی، ارے پاس بھی نہیں ٹاپ تو ایک طرف تم تو فیل ہوئی ہو۔“ وہ ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے اپنی لاڈلی بیٹی کو دیکھنے لگیں جس کے فیل ہونے پہ یقین نہ آ رہا تھا۔

”تو اور کیا، جو منوں کے حساب سے دودھ، بادام، پستے کھائے وہ بھی حرام، دیسی گھی بھی بدیسی نکلا، کسی چیز کی لاج تو رکھ جاتیں۔“ شہریار نے پھر چنگاری دکھائی۔

”کھایا پیا تو چھوڑو تم، اسی کا ہے سب کچھ، پر ایسی ناکامی سعیہ کیسے ہوگیا یہ سب میں پیپرز دوبارہ چیک کرواتی ہوں، درخواست دیتی ہوں۔“ وہ یکدم بولیں۔

”ارے مما جانچ کروا کے کیا کرنا ہے جو لکھا ہوگا نمبر تو اسی حساب سے ملنے تھے۔“ شہریار بولا۔

”خیر ایسی بھی نہیں کہ یہ بالکل خالی پیپرز دے آئی ہو یہ ضرور فراڈ ہوا ہے اس کی پوزیشن کیسی اور کو بیچی گئی ہے۔“

”Oh my sweet mama یہ الیکشن نہیں کہ پوزیشن بک گئی پھر اب تو کمپیوٹرائزڈ سسٹم ہے چیکنگ کا کہیں کرپشن کا امکان نہیں ہے پھر سینکڑوں ایماندار لوگ بیٹھے ہوتے ہیں سالوں کی محنتوں کا امتحان جانچنے کو۔“

”تم کچھ بھی کہو، میں دوبارہ چیکنگ ضرور کرواؤں گی۔“ ان کا انداز فیصلہ کن تھا کہ عفنان خان آ گئے۔

”ارے بھئی کون کس کی چیکنگ کر رہا ہے، پہلے یہ کیک چیک کرو کیسا ہے اور سعیہ تم ادھر آؤ میری بچی اللہ تمہیں بہت زیادہ خوشیوں کامیابیوں سے نوازے اور یہ نئی گاڑی کی چابی تمہارے لئے تمہارے ٹاپ کرنے پہ۔“ عفنان علی خان بہت خوشگوار لہجے میں بولے تھے اسے شفیق انداز میں پیار کرتے ہوئے۔

”سعیہ نے ٹاپ کیا ہے مگر یہ شہری تو...... اچھا تو مذاق کر رہے تھے میرے ساتھ، لے کر لمحوں میں جان سکھا دی اور تم ہوناں پوری دادی جیسی گھنی مل گئیں فوراً ساتھ یہ بھی نہ سوچا اگر میرا ہارٹ فیل ہو جاتا اس صدمے سے تو۔“ شائستہ بیگم دونوں کو باری باری گھورنے لگیں۔

”آپ کے ہارٹ کو بچانے کے لئے تو عین وقت پہ پاپا کی انٹری رکھی تھی کہیے کیسا رہا تماثیل تھیٹر کا نیا مزاحیہ کھیل ”کون فیل کون پاس۔“ شہریار نیم مزاحیہ انداز میں بولا تو سب ہنس پڑے۔

”ویسے یہ مٹھائی کی جگہ کیک پاپا کچھ ڈیفرنٹ سا نہیں ہے۔“ سعیہ نے کہا۔

”بھئی مٹھائی ہماری بیٹی کھاتی نہیں بس چکھتی ہے کیک بہت مزے اور شوق سے منگواتی بناتی اور کھاتی ہے سو خوشی تو بیٹی کی تھی ناخوشی کو خوشی سے ہی منانا چاہیے، ویسے مٹھائی کا ایک ڈبہ فریزر میں رکھا ہے اٹھا لاؤ اور چائے بناؤ بیگم اپنے ہاتھ سے الائچی والی۔“ وہ بولتے ہوئے شائستہ بیگم کی طرف مڑے تو وہ ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر کچن کی طرف مڑیں۔

”ارے خان صاحب یاد آیا صبح سعیہ کے ہاتھ سے یتیم خانے میں صدقہ وغیرہ دلوانا ہے اللہ اسے کامیابی سمیٹے رکھنے کی ہمت دے رکھے۔“

”آپ کہیں اور ہم نہ کریں یہ تو ممکن ہی نہیں جو حکم حضور کا۔“ وہ کورنش بجا لائے تو شائستہ بیگم اولاد کے سامنے اس حرکت پہ خفیف سی گھور کر ہنس پڑیں۔

☆☆☆

گرمی کی شدت اور تیزی لئے چبھنے والی کڑاکے دار دھوپ نے اک ہولناک سناٹا پھیلایا ہوا، گرم تھپیڑوں کو وجود میں سلاخوں کی مانند چبھوتی تپتی ہوا جو چھو کے گزرتی تو جوں لگتا تھا کسی نے سیخ پہ چڑھا کے جسم آگ پہ دہکا دیا تھا اس نے دکھتی آنکھیں اٹھا کے ایک بار پھر کسی سائے، چھاؤں یا پناہ گاہ کو ڈھونڈنا چاہا مگر ندارد، اب تو اس کی ٹانگیں بھی بے جان ہوگئی تھیں گھسیٹے گھسیٹے مگر صحرا کا یہ سفر رکنے میں نہ آ رہا تھا اتنا وسیع و عریض دشت جانے کتنے میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔

”پانی۔“ اس کے لبوں سے سسکاری بن کر نکلا تھا یہ لفظ اور نڈھال وجود بمشکل سنبھالتے وہ ٹوٹنے والی جوتی کو پرے پھینک کر ننگے پیروں سے چلنے لگی اور سلگتی ریت پیروں میں آبلے ڈالنے لگی تھی اور پیاس کی شدت سے حلق خشک ہو کر دکھنے لگا تھا۔

”کہاں آ گئی میں راستہ بھٹک کر، کہاں گئے میرے ساتھ چلنے والے، میرے رہنما، میرے مسیحا کوئی بھی ساتھ نہیں، سب مجھے یہ کس جہنم میں چھوڑ گئے۔“ اس کا سر درد کی شدت سے پھٹنے لگا تھا اور ذہن مسلسل پریشان کن صورتحال سے ماؤف سا ہو رہا تھا۔

گرد آلود غبار اور سیاہی تھی جو دھوپ کو اور بھی دھندلا، گدلا کرنے لگی تھی، آندھی کا شدید اور طوفانی جھکڑ تھا جو آہستہ آہستہ تمام منظر پہ حاوی ہو رہا تھا ریت اڑ اڑ کر اس کی آنکھوں، بالوں اور حلق میں جا رہی تھی، سینکڑوں قسم کے کیڑے مکوڑے تھے جو طوفان کے زور سے زمین سے نکل کر اس کے آس پاس گھوم رہے تھے کبھی جسم پہ بھی رینگنے لگتے، تھکن، درد اور پریشانی نے ایسا نڈھال کر رکھا تھا کہ وہ خود میں اتنی ہمت بھی نہ پا رہی تھی، انہیں جھٹک کر جسم سے دور کر دے اور وہ حشرات الارض اس کے وجود کو کاٹنے لگے تھے۔

”مام، ڈیڈ، لیڈی ایلون کہاں ہیں آپ سب، مائیکل، جمی، ڈولی، پلیز Please help me coming۔“ وہ پوری قوت سے حلق کے بل چلائی تو غبار کا ایک جھکڑ منہ کے اندر چلا گیا تھا، وہ ایک بار پھر بے بسی سے آنسوؤں بھری آواز میں چلائی۔

"Help me. Please help me."۔ مگر وہاں کوئی ہوتا تو اس کی پکار کا جواب دیتا۔

"اگر کوئی بھی نہ آیا تو کیا میں یہاں یونہی پڑی رہوں گی بے یار و مددگار، اس صحرا میں جس کا کسی کو نشان پتا بھی معلوم نہیں، ایسے ہی مر جاؤں گی اور کوئی جان سکے گا نہ خبر پا سکے گا، مجھ سے محبت کرنے والے دوست عزیز میرا منہ بھی نہ دیکھ سکیں گے اور ہزار ہا قسم کے کیڑے مکوڑے مجھے نوچ کھائیں گے، میری موت یہاں اس جگہ ایسی بے بسی کے عالم میں واقع ہونی ہے۔" اس سوچ نے اک خوفناک اور ہولناک صورتحال کا ادراک کرا کے جسم میں تھرتھری سی دوڑا دی تھی اور وہ رو دی تھی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پوری شدت اور دکھ کے گہرے احساس سے، ہچکیوں سے اس کا وجود ہلنے لگا تھا۔

"یہ کون سی جگہ ہے شاید دوزخ ہے مرنے کے بعد گناہ گاروں کو یہیں تو پہنچنا ہے اور میں شاید مر چکی ہوں یا مر رہی ہوں مگر یوں اذیت میں اتنی گناہگار تو نہ تھی پھر یہ ڈرا دینے والی موت نہیں میں مرنا نہیں چاہتی مجھے ابھی حق کا سفر طے کرنا ہے، روشنیوں کا راستہ کھوجنا ہے ابھی تو ابھی تو......"

"ماریا، ماریا، کیا ہوا ہے Maria please liston to me تم بولتی کیوں نہیں، ہو کیوں اول فول بول رہی ہو کیا دکھائی دے رہا ہے۔" یہ مارتھا تھی جس نے اس جھنجھوڑتے ہوئے اٹھایا تھا اور وہ آنکھیں کھول کے کتنی دیر اسے غائب الدماغی کے عالم میں دیکھتی رہی۔

"Maria are you ok"۔

"Please talk me"۔ مارتھا اسے پھر سے ہلاتے ہوئے بولی تو وہ پلکیں جھپکتے ہوئے جیسے ہوش میں آئی تھی۔

"تم میں شاید مر چکی تھی یا مر رہی تھی بہت آگ برساتی دھوپ ریت تیز ہوا گرد و غبار پھر کالی آندھی کیڑے مکوڑے پتا نہیں کہاں تھی میں۔" وہ لڑکھڑاتے ہوئے بولی۔

"تم اندر سے شدید ڈپریشن کا شکار ہو، ہر وقت اپنے حالات کو ذہن پہ طاری رکھتی ہو، اسی لئے خواب میں بھی وہی کچھ دیکھتی ہو جو سوچتی ہو۔" مارتھا نے کہا۔

"خواب کیا وہ خواب تھا اس قدر ڈراؤنا۔" اس نے یاد کر جھرجھری سی لی۔

"وہ خواب ہی تھا ورنہ حقیقت میں تو تم اس وقت میرے اپارٹمنٹ میں میرے ساتھ ہو، دیکھو اے سی کی خنک ٹھنڈک تازہ گلابوں کی دلربا مہک، پرسکون ماحول آرام دہ بستر یہاں آگ، آندھی، دھوپ کچھ نہیں ہے۔" مارتھا نے ماحول کا منظر واضح کیا تو ماریا نے نگاہیں گھماتے ہوئے اپنے اردگرد کا جائزہ لیا اور مارتھا کی باتوں کی تصدیق ہونے پہ اک گہرا سانس لیتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"ہاں شاید وہ خواب ہی تھا پھر مجھے حقیقت کیوں محسوس ہو رہا ہے اور ذہن پہ اتنا حاوی کیوں ہے پتا ہے مارتھا مجھے ایسے ڈراؤنے خواب اکثر نظر آتے ہیں اور کبھی کبھار ان میں اک عجب دل کو جگاتی خوش الحان پکار سنائی دیتی ہے مگر اک اجنبی زبان اجنبی الفاظ میں کیوں؟ یہ آج تک سمجھ نہیں آئی۔" ماریا کا انداز کھویا کھویا تھا۔

"تم صرف اپ سیٹ ہو اور کچھ نہیں، ایسا کرتے ہیں اپنے فرینڈز کو بلاتے ہیں وہ سب تم

سے ملنے آنا چاہتے ہیں، ویسے بھی میں نے فیصلہ کر لیا ہے پرسوں ہم دونوں مراکش جا رہی ہیں، سو ان کی الوداعی ملاقات ضروری ہے، تمہارا سامان پیک کر لیا ہے تم چھٹیوں کا یہ سارا عرصہ میرے ساتھ میرے گھر رہو گی۔" مارتھا نے اسے اپنا طے کردہ پروگرام بتایا۔

"تمہارے ساتھ مگر میں ابھی ٹھیک نہیں ہوں I am feel not well۔"

"تم سب خود بخود اچھا محسوس کرو گی جب اپنے اندر کے غموں سے ہٹ کر باہر جھانکنا سیکھ لو گی تو زندگی اچھی لگے گی ویسے بھی شیکسپیئر نے کہا ہے کہ۔"

Give sorrow words,
He grief dose not speak,
Whirpers the D, E R frught,
Hearts and bips it lercak,

(اپنے دکھوں اور غموں کا اظہار لفظوں میں کر دو ایسا غم جو کہا نہ جائے، دل پر بوجھ بن کر پڑا رہتا ہے اور غم سے انسان کا دل پھٹ جاتا ہے)۔

"تو غم کو بھگانا خوشی کو رکھنا سیکھو پھر دیکھو زندگی کتنی حسین ہے۔" مارتھا نے سمجھایا۔

"اور جو غم نکلنے کا راستہ ہی نہ ہو تو پھر۔" وہ سوالیہ انداز میں دیکھنے لگی یوں کہ آنکھیں نمی سے چمک رہی تھیں۔

"راستے نکالنا پڑتے ہیں ڈیئر، اپنے جذبے اپنے خواب اپنے ہاتھ سے۔"

"اور جو سب شکستہ، ادھورے، نامکمل ہو تو۔"

"تو کسی بھاری وزنی شے سے سر پھوڑ لو لینا اپنا بھی میرا بھی عجب سنکی لڑکی ہو اپنے عجیب و غریب فلسفے سے دماغ الجھا کے رکھ دیا، اٹھو یہ سستی چھوڑو شاور لو فریش ہو میں تمام فرینڈز کو کال کرتی ہوں آج ہم سب آؤٹنگ پہ چلیں گے۔" مارتھا نے اسے بازو کھینچ کر اٹھایا تو ماریا کو بستر سے نکلنا پڑا وہ اک گہرا سانس خارج کرتی سلیپر پہننے لگی۔

کچھ ادھورے رنگ ہیں کچھ نامکمل عکس ہیں
خواب زندہ ہیں شکستہ آئینوں کے درمیاں
دوستی اور دشمنی کے دائرے میں مختلف
ہم بھی موجود ہیں ان دائروں کے درمیاں

☆☆☆

"کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ تلاش رزق میں بیٹھ جائے اور دعا کرے کہ اے خدا مجھے رزق دے، کیونکہ تجھے معلوم ہے آسمان سے چاندی سونا نہیں برستا، کام خواہ کیسا ہو مسلسل محنت کوشش اور جذبہ صادق ہی اسے ثمر آور کرتا ہے، مایوسی اوڑھ کر بیٹھ رہنے والے مایوس لمحوں کا ہی رزق ہو جاتے ہیں۔"

وہ خوش قسمت تھا کہ اس کو آگے بڑھنے کا حوصلہ، لگن دینے والے بہت مخلص لوگ تھے اور اس کی بہتری کے خواہاں بھی، یہاں اور اتنے در کھٹکھٹائے وہاں ایک سعی اور سہی وہ اک موہوم امید کے سہارے حیدر اکرام کے دفتر تک چلا آیا تھا اس سے پہلے سینکڑوں امیدوار موجود تھے اسے لمحہ بھر کو خیال آیا تھا کہ قسمت وہی ہاتھ نہ کر دے کیونکہ انٹرویو دیے بغیر چلا جائے اور جب وہ یہ ارادہ

کر کے عملی جامہ پہنانے ہی والا تھا تو اسے پکار لیا گیا انٹرویو کے لیے، اپنے رب پہ بھروسہ کر کے وہ سلیکشن روم میں چلا آیا۔

اس سے چند ضروری سوالات ہوئے کام کے متعلق شوق کا اندازہ کرنے کو پھر انٹرویو بورڈ کے ممبران نے اس کی کوالیفیکیشن پہ کچھ دیر تبادلہ خیال کیا۔

''آپ ابھی جائیں مت ویٹنگ روم میں بیٹھیں ہم کچھ دیر بعد آپ کو دوبارہ بلاتے ہیں۔''

ایک ادھیڑ عمر صاحب جو یقیناً حیدر اکرام تھے نے اسے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کے باہر آ گیا۔

''کیا ہوا، کیسے سوالات پوچھے گئے، تم سے کیا کہا گیا ہے۔'' اس سے سوالات کی بوچھاڑ ہونے لگی باہر نکلتے ہی۔

''وہی روایتی اور روٹین وائز سوالات پھر انتظار کرنے کو کہا گیا۔'' وہ کہہ کر اپنی سیٹ پہ جا بیٹھا اور بقیہ امیدواروں کو نمٹتے نمٹتے کافی دیر لگ گئی وہاج کو فارغ بیٹھے نیند آنے لگی تھی، آنکھیں بوجھل ہو کر بند ہوئی جا رہی تھیں کہ مژدہ جانفزا بلاوا آ گیا۔

''تشریف رکھیں۔'' اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے سیٹھ حیدر اکرام نے بولنا شروع کیا۔

''ینگ مین آپ کا تعلیمی کیریئر ماشاءاللہ بہت شاندار ہے بہت زبردست اور ہائی فائی کوالیفائیڈ مگر ہمیں صرف کوالیفکیشن ہی نہیں بلکہ تجربہ بھی درکار ہے اور چونکہ ابھی تک آپ کو کام نہ ملنے کے باعث تجربہ نہیں ہو سکا تو ہم آپ کو تھوڑا ریلیف دیتے ہوئے آپ کو اپائنٹ منٹ لیٹر ایشو کر رہے ہیں اپنے کام لگن اور محنت سے آپ کو ہمیں مطمئن کرنا ہوگا تاکہ ہم جان سکیں کہ آپ کو رکھنے کا ہمارا فیصلہ کتنا درست تھا تین ماہ سمجھیں آپ کا ٹریننگ سیکشن ہے پھر تین ماہ ورک پرمٹ کے اور آپ صحیح معنوں میں ہمارے ورکر ہو نگے، سیلری سٹارٹ پچیس ہزار اور تین ماہ بعد بیس ہزار پھر ہر چھ ماہ بعد آپ کے کام کے حساب سے مناسب اضافہ ہوتا رہے گا جبکہ آپ کی فیملی کا تمام میڈیکل خرچہ بھی ہماری کمپنی برداشت کرے گی، آپ کو ان تمام شرائط سے اتفاق ہے تو ٹیم سے جوائن کر لیں کوئی اعتراض، شکایت ہے تو ابھی کلیئر کر دیں۔'' اور وہ کہتا کیا اس سے تو مارے خوشی کے بولا نہ جا رہا تھا، بس آنکھیں بھیگ جانے کو تیار ہو رہی تھیں، جنہیں روکنے کی کوشش میں وہ بار بار پلکیں جھپک رہا تھا۔

''تو پھر کیا کہتے ہو ینگ مین۔'' سیٹھ صاحب اپنے مخصوص و بنگ انداز میں بولے۔

''ٹھیک ہے سر مجھے آپ کی سب باتیں منظور ہیں۔''

''Good تو جاتے ہوئے ہمارے منیجر سے اپنا اپائمنٹ لیٹر لے جایئے گا اور یہ چابی بھی پکڑ لیں، موٹر سائیکل آپ کو Next week ملے گا کمپنی کی جانب سے آپ کو مختلف جگہوں پہ راؤنڈ کرنے ہونگے تو کنوینس کا ہونا ضروری ہے۔'' وہاج حسن کا چہرہ فرط جذبات سے سرخ پڑ چکا تھا، وہ اپنے رب کو یاد کرنے لگا۔

''یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے غریبوں کی سنی، سچ کہتے ہیں تیرے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں تو جب دیتا ہے تو دل کھول کر دیتا ہے۔''

''Thanks sir, thanks a lot۔'' سیٹھ صاحب سے الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے اس کا لہجہ بھیگ رہا تھا۔

اور جب جاب کا اپائمنٹ لیٹر لے کر وہ کمپنی سے جا رہا تھا تو ہر قدم گویا ستاروں پر تھا مٹھیاں

بھر بھر کر مانگی گئی دعائیں آج قبولیت کے پھول لٹا رہی تھیں، طویل انتظار و کوشش کے بعد محنت کا پھل ملے تو اس کی لذت اور خوشی ہی نرالی ہوتی ہے اس کا روم روم آج اک انوکھی طمانیت اور سکون پا رہا تھا ساری مایوسیاں، اداسیاں اور اندھیرے منہ چھپا کر کہیں دور بھاگ گئے تھے۔

اسے سمجھ نہ آ رہی تھی یہ خوشخبری پہلے اپنے گھر اپنی ماں کو دے کہ شہریار کو جس نے یہ راہ دکھائی تھی، پھر وہ سامنے مسجد دیکھ کر اپنے رب کے حضور شکرانے کے نوافل ادا کرنے چلا گیا۔

ستارے بانٹتا ہے ضیاء تقسیم کرتا ہے
سنا ہے حبس موسم میں ہوا تقسیم کرتا ہے
تمہاری یاد کچھ ایسے میرے دل پر اترتی ہے
کہ جیسے روشنی شب میں دیا تقسیم کرتا ہے
اسے روکو کہ باز آئے سراسر ہے یہ پاگل پن
جو بہروں کے محلوں میں صدا تقسیم کرتا ہے
اسی سے مانگ تو عرفان چھوڑ دے سب کو
جو پتھر میں بھی کیڑوں کو رزق عطا کرتا ہے

''اے بہن کچھ سنا تم نے کہتے ہیں رشیدہ کی دوسرے نمبر والی بیٹی ثمن کو بھی جواب ہو گیا ہے۔''

''اڑتی اڑتی سنی تو میں نے بھی ہے مگر تفصیل پتا نہیں ویسے جواب ہوا کسی وجہ سے ہے۔''

''رشیدہ تو یہی بتاتی ہے کہ لالچی لوگ تھے جہیز اور سلامی کے مطالبات بہت اونچے تھے جو ہماری پہنچ اور استطاعت سے باہر تھے، اب اندر خانہ کیا معاملہ تھا رب جانے۔''

''اے چھوڑو، انزلہ کی دو چھوٹی سگائیاں ہو کر ٹوٹیں، پھر نکاح تک ہو گیا وہ بھی ٹوٹ گیا سارا زمانہ کہتا رہا انزلہ کی کسی اور سے چھٹیں لگی ہوئی تھیں مگر یہ رشیدہ بی بی تب بھی پردہ ڈالتی رہیں۔''

''یہ ثمن بھی کم تو نہیں دیکھ لینا ضرور کہیں چکر چلایا ہوگا ارے سسرال والوں کو سن گن مل گئی ہو گی جواب دے دیا ہوگا بھلا آنکھوں دیکھی مکھی کون نگلتا ہے۔''

''ہاں بہن کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو باپ سر پہ نہیں اور بھائی صبح کا نکلا شام کو گھر آتا ہے سارا دن جو مرضی کرتی رہیں کسی کو کیا خبر۔''

''لو اور کیا یونہی تو نہیں اتنی مہنگائی میں جی رہے ہمارا تو آدھا کنبہ کمانے والا آدھا کھانے والا پھر بھی رو رو کے پوری پڑتی ہے اور ان ماں بیٹیوں کو دیکھو بیٹا تین سال سے نوکری کے بغیر بیٹھا ہے اور خود جانے کیسے روٹی کپڑے ملنا جلنا سب کیسے کر لیتی ہیں۔''

''ارے وہ تیسرے نمبر والی ہما بھی تو جاتی ہے ٹیوشن سینٹر پڑھانے، اب جانے پڑھانے جاتی ہے یا پڑھنے سنا ہے وہاں سینٹر میں تین مرد بھی پڑھاتے ہیں، ارے خوب ہنس ہنس کر آنکھ مٹکے کرتی ہوگی ان کے ساتھ۔''

''ہائے ہائے جبھی میں کہوں روز ایسے نئے نئے ڈیزائنوں کے اچھے کپڑے پہن کر یہ کدھر کو جاتی ہے، بس قیامت آ گئی ہے۔''

''شرم کریں خالہ شرم، ہے کچھ غیرت آپ کے پلے بیچ چوراہے میں کھڑے ہو کر آپ کسی کو

نیک نفس اور یتیم بچیوں کو ایسے نازیبا الزامات کے ساتھ ڈسکس کر رہی ہیں، کچھ تو خوف خدا کریں، مرنا بھی ہے تم دونوں نے اور جانتی ہیں کہ کسی پاکدامن پہ تہمت لگانے کی سزا کیا ہے سہہ لیں گی اللہ کا عذاب۔'' انزلہ جو ہما کے ساتھ بازار سے کچھ ضروری اشیاء لے کر آ رہی تھی ان کی باتوں کو سن کر بولی۔

''ارے تو یہ کیسی گز بھر کی زبان ہے نہ عقل نہ تمیز بس شروع ہوگئی ارے تمہیں کیا معلوم ہم کیا باتیں کر رہی تھیں۔'' پڑوسن کے سر پیروں میں آگ لگ اٹھی۔

''مجھے اچھی طرح معلوم ہے آپ کیا عبادت کر رہی تھیں، اللہ نے غیبت کرنا چغلی کھانا مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے اور آپ تمہیں الزامات لگا کر زندہ کو کھا رہی ہیں۔'' انزلہ غصے سے بولی۔

''ارے جاؤ آئی بڑی پکی سچی مسلمان جانتی ہوں کتنے گنوں والی ہو تم بہنیں یونہی تو نہیں منگنیاں نکاح ٹوٹے ہزار عاشق پیچھے لگائے ہوئے ہیں، اگر ہم محلہ داری کے لحاظ میں نہ کہیں تو اور بات ہے مگر یہ نہ سمجھنا ہمیں کسی چکر کا پتا نہیں، بی بی ہم بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں۔'' وہ چمک کر بولیں۔

''خالہ زبان کو لگام دے ورنہ میں ہر لحاظ بھلا کے کچا چٹھا کھول دوں گی۔'' انزلہ کو انتہا کا غصہ آیا۔

''ارے تیری اتنی جرأت جمعرات کی روٹیاں کھاتے کھاتے ہم سے مانگتے ہمارے سامنے چلتر دکھا رہی ہو۔'' پڑوسن ہاتھ نچا کر بولی۔

''اللہ نے جو جمعراتیں اور مانگنا ہمیں دیا وہ آپ کو بھی نصیب کرے، مگر مانگ تانگ کے بھی ہم نے نہ تو اپنا نسوانی وقار گنوایا نہ عزت پہ حرف آنے دیا آپ کی تینوں بیٹیاں تو اوپر تلے گھر سے نکل کے عاشقوں سنگ بھاگ گئیں آپ نے تو بہت عزت کے نوالے کھلائے تھے حرام کاری یہ کیوں لے گئے۔'' انزلہ نے تابوت میں کیل ٹھونکا اور ہما کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھنے لگی۔

''ارے لعنت تجھ پر، ایسی بدکار ہو اسی لئے بوڑھی ہونے لگی ہو کوئی بیاہنے نہیں آتا، یونہی بیٹھی رہے گی دیکھ لینا۔'' پڑوسن کو کچھ اور نہ سوجھا تو کوسنوں پہ اتر آئی۔

''باپ کی دہلیز پہ عزت سے بوڑھی ہوں گی تمہاری طرح نہیں کروں گی کہ عین شادی کے دن حلوائی کے بیٹے سنگ بھاگ جاؤں۔'' انزلہ کے الفاظ نے خوب ماحول دہکا دیا کہ پڑوسن ہاتھا پائی کو آنے لگی، جبکہ ایک تو ان دونوں کو دیکھ کر فوراً دبک گئی تھی اور اب گھر کی کھڑکی میں کھڑی تھی۔

''کیا بات ہے خالہ صغریٰ تجھے خود شرم آنی چاہیے کسی پہ کیچڑ اچھالتے کہ خود تو گند میں اندر باہر سے لتھڑی کھڑی ہے اب بچی بچی سن کر پسینہ کیوں آ رہا ہے اور خبردار جوان بچیوں کو بے آسرا مجبور سمجھ کر طعنے تہمت، الزام دیئے آرام سے گھر بیٹھ چل کے ورنہ سامان اٹھا کے چلتی نظر آ۔'' یہ محلے کے مولوی صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے جو ایک کالج میں نئے نئے پروفیسر لگے تھے اور ان کی قابلیت وعلمیت کا سب پہ رعب تھا۔

''آپ بھی پلیز گھر جائیں۔'' اب وہ نگاہیں نیچی رکھے انزلہ، ہما سے مخاطب ہوا۔

''بہت زبان چلتی ہے اس صغریٰ کی میں نے بھی خوب اگلا پچھلا کھاتہ کھول کے سنا دیا اچھی ہو گئی اور یہ ساتھ والی شمشاد کو دیکھو صبح شام نمک، مرچ، گرم مصالحہ، چینی، گھی حتیٰ کہ صابن سرف

تک مانگ کے لے جاتی ہے اور کیسے تڑ تڑ مل کے چغلیاں کر رہی تھی، آئے اب ذرا کچھ مانگنے سر کھول دوں گی اینٹ مار کے۔'' انزلہ گھر آتے ہی غصے سے کھولنے لگی۔

''آمنہ کدھر ہے پانی پلا ذرا ٹھنڈا۔'' ہما نے کچھ کہے بغیر بہن کو پکارا۔

''آپی اتنی لڑائی توبہ میں تو سیڑھیوں سے دیکھتے ہوئے تھر تھر کانپ رہی تھی اچھا ہوا امی اور ثمن آپی سو گئیں پہلے ہی، ورنہ اچھا بھلا ہنگامہ مچ جاتا۔'' آمنہ نے پانی دیتے ہوئے کہا۔

''امی سو گئی ہیں تو ایسا کرو یہ سامان والے شاپر اٹھا کے اندر رکھو اور ہمیں کھانا دو بلکہ امی اور ثمن کو بھی جگا دو عصر تو ہونے والی ہے سونے کا وقت اب نہیں ہے۔'' انزلہ نے کہا۔

اور اگلی صبح وہ پانی کا پائپ لگا کے صحن دھو رہی تھی جب ثمن نے خوشی سے کھنکتے لہجے میں بتایا تھا۔

''امی کہہ رہی ہیں جلدی سے نہا کے اپنا بلیک سوٹ پہن لو کاٹن کا، مہمان آ رہے ہیں۔''

''کیسے مہمان؟'' انزلہ صابن سے منہ ملتے ہوئے بولی۔

''مولوی صاحب ہیں ناں محلے والے، اپنے پروفیسر بیٹے کا رشتہ لے کر آ رہے ہیں آپ کو مانگنے۔'' ثمن کے الفاظ پہ انزلہ کا پورا منہ اور آنکھیں کھل گئیں صابن ہاتھوں سے پھسل کر واش بیسن میں گھل رہی تھی اور اسے منہ پہ لگی صابن اتارنے کا خیال تھا نہ آنکھوں میں لگتی جھاگ کا۔

تو اس کے دل میں بہت جلد بس گیا منیر
تیرے نصیب پہ حیران رہ گیا وہ بھی

☆☆☆

''اچھا فیصلہ ہے تمہارا مراکش جانے کا تمہارے لئے بہت بہتر ہے کہ تم کہیں الگ رہ کر تمام حالات وواقعات پہ ٹھنڈے دل ودماغ سے غور کرو اپنی ترجیحات دیکھو اور پھر سوچو کہ تمہارے لئے آئندہ کون سا راستہ بہتر رہے گا اور کہیں مشکل محسوس کرو تو آواز دے لینا ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔'' یہ ڈولی تھی جو اسے ائیرپورٹ پہ سی آف کرنے آئی تھی۔

''اور تم واپس آؤ تو ہو سکتا ہے کہ میں بھی یہاں نہ ہوں کیونکہ جو اضطراب اور بے سکونی میرے اندر آگ آئی ہے وہ مجھے چین لینے نہیں دے رہی میں ارادہ کر چکا ہوں کہ ناروے جاؤں اور اوسلو یونیورسٹی میں ''تقابلی ادیان'' میں ایم اے کروں اور جانوں کہ دیگر مذاہب کیا ضابطہ حیات اور اصول واوین رکھتے ہیں، اگر تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑی تو رابطہ کر لینا ہو سکتا ہے تمہارا سکون میرے پاس ہی ہو۔'' مائیکل اسے نیلے کانچ جیسی نگاہوں سے دیکھتے دوبارہ بولا تھا۔

''ماریا گزرے دنوں کی رفاقت میں مجھے اک حسین احساس عطا ہوا تھا کہ محبت بہت اچھی اور خوبصورت شے ہے مگر پاؤں تلے سے زمین کھسک رہی ہو اپنے ہونے کا احساس بھی آزردہ ہو تو محبت بھی بس خواب لگتی ہے، دور ٹمٹماتے روشن ستاروں کی مانند جو آسماں پہ اچھے تو لگتے ہیں پر ہاتھ نہیں آتے لیکن اگر مجھے اپنے سفر کا راستہ مل گیا تو میں پلٹ کر تمہاری محبت کا یقین لینا چاہوں گا کیا تم مجھے یہ یقین دو گی۔'' مائیکل نے بہت سنجیدگی سے کہا تھا۔

''میں خود پانی میں کھڑی ہوں مائیکل اور پانیوں میں چلنے والوں کو راستہ ملتا نہیں کھو جاتا ہے لیکن زندگی نے کبھی سیدھا سچا راستہ عطا کر دیا تو جواباً اسی سچائی کے ساتھ تم سے ملنا چاہوں گی، ہاں رہی محبت اور رفاقت تو یہ وقت پہ چھوڑو جو فیصلہ وقت کرے گا وہی بہتر ہوگا۔'' وہ نم آنکھوں سے

سے دیکھتے بولی، پھر للی، جمی، لیڈی ایلون سب سے ملتے ہوئے وہ جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے لگی اور آنکھیں بھرتی گئیں۔

مارتھا کے والدین، بھائی بہن سب اسے بہت خوشی سے ملے تھے اور بڑے پرجوش طریقہ سے اس کو خوش آمدید کہا تھا، مارتھا نے چونکہ اپنی آمد کا گھر میں بتا رکھا تھا تو کھانے پہ اچھا خاصا اہتمام تھا۔

اگلے روز ''بسنت'' منانے کے لئے وہ اسے اپنے ہمراہ لے کر دادا، دادی کے گھر آئی تھی، یہ بڑا سا خاندانی اجتماع تھا جہاں اچھے کھانے کے ساتھ اچھی باتیں بھی ہوئیں، پھر مارتھا کے دادا نے مصر سے یہودیوں کی خلاصی ہونے کی خوشی میں برپا ہونے والی ضیافت ''پاس اوور'' کے موقع پر Exodus (خروج) کی پوری کہانی پڑھ کر سنائی۔

کس طرح آل فرعون بنی اسرائیل پر ظلم کے پہاڑ توڑتے تھے، کیسے حضرت موسیٰ انہیں مصریوں کی غلامی سے چھڑا کر لائے تھے کس طرح فرعون (Kapur) اور اس کا لشکر تعاقب کرتے ہوئے بحیرہ قلزم میں غرق ہو گیا۔

پھر یوم کپور (Kapur) (کفارے کا دن) روزہ رکھا گیا ماریا نے اس کا مطلب پوچھا تو بتایا کہ روزہ رکھنے کا تصور گناہوں سے نجات کا ہے۔

ماریا بہت دلچسپی اور انہماک سے ان کی یہودیانہ رسومات و مذہبی تقریبات کو انجوائے کر رہی تھی اس کے لئے یہ اک اور راستہ تھا ذہن بدلنے کا لیکن تضادات بھی کھٹکتے کہ مارتھا کے گھر والے مذہبی رسومات مناتے ضرور تھے مگر سبت اور دوسرے قوانین کی پابندی نہ کرتے تھے بلکہ مارتھا کے والد اور چچا تو ظہرانے کے فوراً بعد سگریٹ سلگا لیتے پھر نوعمر لڑکیوں کے بالغ ہونے کی تقریبات ''بیت متسوا، (Batmitzuah) منائی جانے لگیں اور ماریا ''بیت متسوا'' کی تیاری کے لئے انہیں عبرانی تورات کے سبق لیتے دیکھتی تو اسے ان کی مذہبی لگن پہ رشک آ گیا اور صومعہ (Synagogue) میں مقدس دنوں کے دوران جب وہ عبادتی اجتماع میں گئی تو سفید اور نیلی دعائیہ چادروں میں لپٹے لوگوں کو غنائیہ دعا کے ساتھ ساتھ جھومتے دیکھتی، اس کا وجود ذہن و دل کسی اور ہی دنیا میں رقص کرنے لگا وہ جوں جوں سنتی جاتی اس کے رونگٹے کھڑے ہوتے جاتے، پھر اتوار کو گرجے کی گھنٹیاں سنتے ہی اس کے قدم خود بخود بڑے سے سفید کلیسا کی جانب اٹھ جاتے وہ بڑے شوق سے اندر جاتی اور دیکھتی کیتھولک مسیحی کیا کرتے ہیں۔

ان کی دیکھا دیکھی اپنے ہاتھ مقدس پانی میں ڈبوتی سینے پر صلیب کا نشان بناتی اور رکوع میں چلی جاتی، بعض اوقات عیسائی راہبات (Nuns) کو لمبے چوغے پہنے دیکھ کر بھی وہ انہی کی طرح عبادت کرنے کی متمنی ہوا کرتی تھی۔

لیکن اب اسے یہودیت سے انسیت ہو رہی تھی اسے لگ رہا تھا، یہی راہ حق ہے جس کی تلاش میں وہ بھٹک رہی تھی اور یہودیت کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لئے وہ اسرائیل چلی آئی، اسرائیل مراکش کی طرح ہی تھا اسے یہاں کی ہر چیز سے محبت ہو گئی اور وہاں رہنے کی خواہش شدت سے اس کے اندر پروان چڑھنے لگی اور اس نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا خواہ کچھ بھی ہو وہ اسرائیل میں ضرور رہے گی، مارتھا اس کا فیصلہ سن کر تحیر اور استعجاب سے کاندھے اچکا کر رہ گئی، ویسے بھی وہ آزاد تھی اپنے والدین کی کسٹڈی سے نکل کر اپنے ہر فیصلے خود کرنے میں با اختیار دیکھنا

یہ تھا کہ یہ اختیار اسے کس سمت لے کر جاتا ہے۔

صبا نے اس کے کمرے میں جھانکا تو وہ چادر سر تک اوڑھے سو رہی تھی اور ٹی وی چل رہا تھا جس پہ ڈاکٹر شائستہ واحدی ٹاک شو کی میزبانی کر رہی تھیں۔

''کہنے کو M.B.A کر لیا ہے مگر وہی حلال ہے اس لڑکی کی لاپرواہی کا، لائیٹ آن ہے ٹی وی آن اور خود آف۔'' صبا بڑبڑاتی ہوئی اس کے اوپر سے چادر کھینچنے لگی۔

''مجھے صبح سے ہی محسوس ہو رہا تھا کہ آج آندھی طوفان کی آمد آمد ہے۔'' سعدیہ اپنے بکھرے بال اکٹھے کرکے کیچر لگانے لگی۔

''اسی لئے آرام سے سو گئیں بیوفا لڑکی یونیورسٹی کیا چھوٹی تم نے تو ایسے نگاہیں بدلیں کہ جیسے کبھی رسم و راہ ہی نہ تھی، مانا تم نے پنجاب بورڈ میں ٹاپ کیا ہے پر تم سے پیچھے میں بھی کھڑی تھی ٹاپ پوزیشنز میں۔'' صبا نے اس کی بے مروتی کا گلہ کیا۔

''اب بیٹھ جاؤ بہت دن ہو گئے کھڑے کھڑے تھک جاؤ گی۔'' سعدیہ کا اطمینان قابل دید تھا۔

''ہائے مر نہ جاؤں اس شان بے نیازی پہ، بہت مہربانی بٹھانے کی ورنہ شاید میں کھڑے کھڑے زندگی گزار دیتی۔'' وہ جل کر بولی تو سعدیہ دل کھول کر ہنسی تھی۔

''یہ تو بتاؤ آج بگڑے بگڑے میرے سرکار کیوں نظر آتے ہیں۔''

''پہلے کچھ کھلاؤ پھر اگلی بات کرنا۔'' صبا بولی۔

''تمہیں کچھ کھانا تھا تو کل آتیں، آج تو ہماری ملازمہ چھٹی پہ ہے ہم خود کیک لسکٹ پہ گزارہ کر رہے ہیں، وہ کھانا چاہو تو حاضر ہیں۔'' سعدیہ نے بیڈ کے سائیڈ دراز سے لسکٹ سے بھری پلیٹ نکال کر سامنے کی۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ کامیابی نے تمہیں آداب مہمانی بھلا دیے ہیں۔'' صبا نے گھورا۔

''ہائے واوے مہمان وہ ہوتے ہیں جو کبھی کبھار بھولے بھٹکے آ پہنچیں روز یا آئے دن آنے والے تو......'' اس نے اگلا لفظ حذف کرکے اسے شرارتی انداز میں دیکھا۔

''بلائے جان ہوتے ہیں کہہ دو۔'' صبا کی گھوری میں کچھ تاؤ آیا۔

''اب اپنے بارے میں تم زیادہ بہتر جانتی ہو، میں کہوں تو تمہیں برا لگے گا۔''

''ہاں جیسے اب تک تو تم نے سب اچھا ہی کہا ہے۔'' وہ جل کر بولی۔

''بس کرم ہے اللہ کا کہ منہ ہی ایک تو اتنا پیارا بنایا ہے پھر برا نکلتا نہیں یہ بھی ان فیلٹ میرے نکھرے ستھرے ذہن کا اثر ہے کہ میں چونکہ اچھا اچھا سوچتی ہوں سب کے لئے تو اچھا ہی زبان سے نکلتا ہے اور اس اچھائی نے ہی مجھے حسن صورت حسن سیرت میں یکتا و ممتاز کر رکھا ہے۔'' بالوں میں ہاتھ پھیرتی وہ بالکل ریما کے سٹائل میں بولی تو صبا کو بے طرح ہنسی آ گئی۔

''Oh, my God بالکل ریما لگ رہی ہو۔''

''Thanks تم ہنسی تو ورنہ میں یہی سمجھ رہی تھی کہ طوفان ٹلے گا کیسے؟'' سعدیہ نے کہا تو وہ پھر سے ہنس دی۔

''اب اسی خوشی میں نہ صرف زبردست سی چائے پلوا دو اور کچھ کھانے کو ہے تو پلیز وہ بھی لے

آؤ قسم سے تم سے ملنے کے لئے میں جلدی میں لنچ کیے بغیر نکل آئی تھی۔"

"او کے، میں کہتی ہوں ملازمہ کو۔" سعدیہ انٹر کام اٹھا کے بات کرنے لگی پھر اس کی طرف متوجہ ہو کے بولی۔

"کیا ارادے ہیں ایم بی اے کی ڈگری لینے کے بعد۔"

"ارادے کیا ہونے ہیں یار جو اللہ نے میرے لئے طے کر رکھا ہے اسی کو سوچ رہی ہوں۔"

"مطلب میں سمجھی نہیں۔" سعدیہ نے گھورا۔

"یہی کہ کون ہے وہ، کہاں ہے وہ، کب آئے گا؟ آ کے میرا بن جائے گا، آ کے میرا بن جائے گا۔" صبا نے تان لگاتے ہوئے دوپٹے کا کونہ دانتوں میں دبا کر شرمانے کی ایکٹنگ کی۔

"اگر یہ معاملہ ہے تو اطمینان رکھو ابھی اس کے آنے کا اگلے کئی سالوں تک کوئی امکان نہیں۔"

"فٹے منہ، منہ اچھا نہ ہو تو بندہ کم از کم بات تو اچھی کر لے اور کئی سالوں تک سے کیا مراد ہے تمہاری، تم کیا مجھے بوڑھی کر کے دلہن بنی دیکھنا چاہتی ہو۔" صبا کی گھوری میں کچھ شدت آئی۔

"دلہن بنی، تم کیا دلہن ہی بننا چاہتی ہو، پہلے کچھ اور بنو آخر ایم بی اے کیا ہے اپنے ذہن و شعور کو اچھے مثبت انداز میں مصروف کرو پھر تمہارے والد اتنے کامیاب بزنس مین ہیں، ان کا ہاتھ بٹاؤ کرنی تو اینڈ میں شادی ہے مگر چند سال عیش کے گزار لو تو کیا ہے۔"

"تم کہہ سکتی ہو، تم نہیں کہو گی تو اور کون کہے گا، دیو مالائی شخصیت، یونانی دیوتاؤں جیسے حسن کے مالک تمہارے نام لگے دیدہ و دل فرش راہ کیے بیٹھے ہیں، شب و روز تمہاری آنکھیں سینکتی ہیں اور دل ٹھنڈا رہتا ہے جبکہ ہماری آنکھیں و دل تو تپتے رہتے ہیں ہم تو میٹھی نرم چھاؤں کو ترسیں گے۔" صبا نے ٹھنڈی آہ بھر کے متاسف لہجے میں کہا۔

"یہ میٹھی چھاؤں بھی کبھی سلگتی دھوپ بن جاتی ہے دور کے ڈھول صرف دور بجتے اچھے لگتے ہیں۔"

"سلگتی دھوپ بھی دل کو چھو کے بنے گی تو دور کا ڈھول بھی قریب کی شہنائی جیسا کام دے گی۔"

"خوابوں سے نکل آؤ، خواب بعض اوقات اذیت کا باعث بن جاتے ہیں۔" سعدیہ نے بڑی سنجیدگی سے نصیحت کی۔

"شائستہ آنٹی ٹھیک کہتی ہیں تم واقعی دادی اماں بن جاتی ہو کبھی کبھی بالکل ڈراؤنی باتیں کر کے زندگی سے ڈرانے والی، یار زندگی عیش سے گزارنے والی چیز ہے خوش گماں ہو کے ہی خوشی ملتی ہے، تو خوش گمانی کیوں نہ پالی جائے۔"

"خوش گمانی اچھی چیز ہے مگر خوش فہمی بری خیر یہ تو لمبی بحث چھڑ جائے گی بصد خلوص میری دلی تمنا تو یہی ہے جو تم چاہو وہ ملے اور بہت چاہ سے ملے پر ہم تو پاپا کے آفس کو جوائن کر رہے ہیں۔" سعدیہ نے اطلاع دی۔

"Really پہلے تو تم بھاگتی تھیں آفس کے نام سے اب یہ تبدیلی وجہ کیا ہے کہیں شہریار نے دھڑکنیں تو نہیں زیر زبر کر دیں، جو قریب رہنے کے بہانے ڈھونڈے جا رہے ہیں۔" صبا نے شرارتی انداز میں شوخی سے کہا۔

"بکو مت، ہمیشہ ہر بات کو اپنے مطلب کے معانی مت پہنایا کرو، شہریار کہیں بھی رہے مجھے کیا۔" وہ بے نیاز بننے کی کوشش کرنے لگی۔

"وہ کہیں بھی، سے مراد تمہارا دل بھی ہو سکتا ہے۔"

"جی نہیں میرا دل اتنا فالتو نہیں کہ ہر ایرے غیرے کے لئے کھلا مکان بن جائے یہ تو بند ہے بہت خاص وقت میں بہت خاص ہستی کے لئے کھلے گا۔"

"اور وہ خاص ہستی سوائے شہریار کے کوئی نہیں ہو سکتی یہ بھی لکھ لو۔"

"Shut up ہمیشہ بد دعا ہی دیا کرو کیسی بے مروت دوست ہو۔" سعدیہ نے تکیہ اٹھا کے اس کے سر پہ دے مارا۔

"پگلی لڑکی یہ تو تمہارے حق میں مانگی گئی سب سے اچھی اور نیک دعا ہے جب اس دعا کے اثرات تم پہ ظاہر ہونگے تو تمہیں اس دعا کے ہر راستے ہر زاویے پہ پیار آئے گا اور اس پہ اعتبار بھی بڑھے گا کہ محبت اور دولت تو بانٹنے والے جذبے ہیں سینت سینت کر رکھنے والے نہیں جتنا بانٹو اتنا بڑھتے ہیں اور بانٹنے والے کا خزانہ کبھی خالی نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے زیادہ بڑھتا جاتا ہے اس کا یقین شہریار کو پا لو گی تو آپوں آپ تمہارے دل میں ٹھہر جائے گا۔" صبا نے رسان سے کہتے ہوئے اپنی پیاری دوست کو دیکھا تھا۔

"تمہاری باتیں میرے سر کے اوپر سے گزر گئی ہیں۔" سعدیہ نے اسے چڑانے کو لاپرواہ بن کے کہا۔

"جو بندہ دل میں مقیم ہو، وہ خود دل سے گزارے گا۔" صبا نے بھی چڑایا۔

"ہمارا دل ایسا بے اختیار نہیں کہ ہر کس و ناکس کو گزارتا پھرے۔"

"یہ تو اختیار کا موسم بتائے گا، گزارنا اور گزرنا کیسے کہتے ہیں۔" صبا ذومعنی انداز میں بولی۔

"Shut up۔" سعدیہ نے پھر تکیہ اٹھا کے پھینکا۔

"You shut up۔" صبا نے وہی تکیہ جواباً پھینکا، تو وہ کچھ دیر اسے گھورتے رہنے کے بعد خود بخود ہنس دی صبا نے بھی اک قہقہہ اچھالا تھا۔

☆☆☆

وہاج حسن کی جاب اور انزلہ کا رشتہ طے ہونا یہ دونوں کام دیر سے اٹکے ہوئے تھے اور اب اوپر تلے جو دونوں طرف سے او کے ہوا تو گویا خوشیوں کی بہار اتر آئی تھی، سب عزیز، رشتے دار، محلے والے وہاج کی جاب کا مژدہ سن کر مبارکباد دے رہے تھے تو ساتھ انزلہ کا جھٹ رشتہ اور فوراً ڈیٹ فکس ہونے پہ بھی حیرت و خوشی کا اظہار کر رہے تھے، اریبہ بھی خوشی کے موسم کو پا کے مسکراتی اڑی اڑی پھر رہی تھی، سب سے زیادہ انتظار اور خوشی اسے ہی تو تھی، وہاج حسن کا بوجھ کم ہوتے دیکھنا اور اسے ایک اچھے عہدے پر اچھی سیلری کے ساتھ ملازمت کرتے پانا، اسے لگ رہا تھا اب خواب بہت جلد پورے ہو جائیں گے۔

رشیدہ کے پاس ٹائم تھوڑا تھا اور کام زیادہ اگر چہ ان کی بہن بہنوئی اور بھانجے، بھانجیاں روز آتے ہر کام میں پیش پیش رہتے، پھر مولوی صاحب نے جہیز وغیرہ سے بھی منع کر دیا تھا، بس انزلہ کو مانگا تھا اور شادی کا جوڑا بھی وہ اپنے گھر سے لائے تھے، شادی کی تمام رسمیں بہت سادہ اور پروقار طریقے سے انجام پائی تھیں اور ڈھیروں دعاؤں، محبتوں، آنسوؤں کے ساتھ انزلہ پیا دیس

سدھار گئی تھی۔

ڈیپ ریڈ کلر کی راجستھانی فراک پہنے دلہناپے کے دلکش روپ کو سمیٹے انزلہ کی چھب ہی نرالی تھی آنے والے لمحوں کا انجانا ڈر، خوف گزرے وقت کا دلنواز سحر اور ہمراہ بیٹھے سوبر سے راحیل طاہر کی قربت سب کچھ کیسا انوکھا اور نیا تھا۔

سلگتی دھوپ گھنی چاندنی سی ہوتی ہے
تمہارے ساتھ یہ دنیا نئی سی ہوتی ہے
وہ گنگناتا ہے بیلے کے پھول کھلتے ہیں
تمام گھر میں بچھی چاندنی سی ہوتی ہے
کرن نکلنے سے پہلے گلاب دیکھے ہیں
تمہاری یاد میں وہ تازگی ہوتی ہے

راحیل اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں بہت خوبصورت انگوٹھی پہنا رہا تھا رونمائی کے تحفہ کے طور پر۔

"تمہاری چاہ کو اپنے اندر بازیافت کرنے کے پر اثر لمحہ سے لے کر تمہیں اپنے نام کرنے کے خوبصورت لمحوں تک کا تاثر اتنا زور آور اور پرسکون ہے کہ یہ تحفہ بہت معمولی لگتا ہے اس خوشی کے مقابل جو تمہاری صورت میرے دل کے آنگن میں بہار بن کر اتری ہے، تمہیں پانے کی خوشی اس آئینے کی مانند ہے جس پہ پھول عکس ریز ہو تو خوشبو سے ہمیشہ چمکتا مہکتا رہے، انزلہ زندگی کا جو وقت گزرا برا بھلا سب مقدر کا طے شدہ ورق تھا جو میسر ہے وہ بھی قسمت کی مہربانی ہے، تم میرے ساتھ چلو گی تو آسانیوں کے ساتھ بعض اوقات مشکل مرحلے بھی پیش آ سکتے ہیں اور تمہیں اپنی سمجھ داری، سلیقہ شعاری سے ہر مرحلے پر خواہ وہ مشکل ہو کہ آسان اعصاب مضبوط رکھ کر میرا ساتھ دینا ہے نہ کہ ہمت پسپا کرنی ہے، اگر کہیں دل دکھے تو درگزر کرنا میرے ماں باپ بہت محبت کرنے اور خیال رکھنے والے امن پسند لوگ ہیں پھر بھی کہیں کسی موقع پر تم سے سخت لہجہ میں بولیں تو اپنے ماں باپ جان کے سہنا اور برداشت کر لینا۔" راحیل ٹھہرے ہوئے مدہم انداز میں بول رہا تھا اور وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔

"تم نے بھی آنے والی زندگی اور اپنے شریک سفر کے حوالے سے خواب بنے ہوں گے، میں پوری کوشش کروں گا تمہارے خوابوں اور تمناؤں کو پورا کروں اگر کہیں کوتاہی کمی ہو تو اسی نرم روی سے بخشنا جیسے اپنی محبت کا اثر بخشا تھا۔" وہ اپنا دایاں ہاتھ آگے کیے بولا تو انزلہ نے کچھ جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے کر کے اس کے پھیلے ہاتھ میں دے کر محبت اعتبار کا یقین دلایا تھا۔

میں مانگتی ہوں تیری زندگی قیامت تک
ہوا کی طرح سے تو جاوداں گزرتا رہے
میرا ستارہ کہیں ٹوٹ کے بکھر جائے
فلک سے تیرا خط کہکشاں گزرتا رہے
میں تیری چھاؤں میں کچھ دیر بیٹھ لوں اور پھر
تمام راستہ بے سائباں گزرتا رہے
میں تجھ کو دیکھ سکوں آخری بصارت تک

نظر کے سامنے بس اک سماں گزرتا رہے

☆☆☆

آج پہلا دن تھا اس کا اپنی نئی جاب پہ اور ایک طرح سے یہ دن کام کیئے بغیر گزرا، سیٹھ حیدر اکرام بیک وقت کئی فیکٹریوں کے مالک تھے ان میں سے دو فیکٹریز کا وائس انچارج اسے بنایا جا رہا تھا مگر فی الحال اسے پہلے والے وائس انچارج کے انڈر رہ کر بزنس کے روٹین ورک ڈیلنگز اور میٹنگز اور ورک سسٹم کو مکمل طور پر سمجھ کر خود کو اس کا اہل ثابت کرنا تھا، وائس انچارج نعیم اسلم بہت خوشگوار نیچر کے محنتی انسان تھے سارے عملے سے اس کا تعارف کرواتے ہوئے وہ ساتھ چٹکلے چھوڑ رہے تھے، ورکرز ان سے بہت مطمئن لگ رہے تھے۔

"یار کام اتنا نہیں ہے ڈیلی روٹین ورک آٹھ گھنٹے ہے اکثر اوقات دیر بھی ہو جاتی ہے، سیلری، الاونس، عید پیکج میں اضافہ برائے تنخواہ، میڈیکل اور کونئیس کی سہولت ہر ورکر کا بہت خیال رکھا جاتا ہے بھی ورکرز کے لئے اسپیشل گاڑیاں ہیں جو مخصوص اوقات میں گھروں سے لینے اور چھوڑنے پہ مختص ہیں، جبکہ آفیسرز کو اپنی گاڑیاں ملی ہوئی ہیں، سیٹھ صاحب بہت نیک فطرت انسان ہیں ہر سہولت دیتے ہیں مگر جوایا کام میں کمی، کوتاہی یا بے ایمانی بالکل برداشت نہیں کرتے، اگر ذہین اور محنتی بندہ ان کی نگاہوں میں چڑھ گیا تو سمجھو بیڑے پار بہت جوہری قسم کے بندے ہیں ہیرے کی درست پرکھ کرتے ہیں۔" وائس انچارج اسے بتا رہا تھا۔

"اتنی سہولیات کے باوجود آپ جاب چھوڑ رہے ہیں Amazing۔" وہاج نے شانے اچکائے۔

''سہولیات تو واقعی بہت ہیں اور میں جانا بھی نہیں چاہتا پر یار کافی دیر سے میرے بھائی مجھے باہر بلانے پہ بضد تھے وہ ساؤتھ افریقہ میں سیٹل ہیں، اب میری بیوی کا اصرار ہے کہ میں تھوڑا عرصہ وہاں لگالوں تو آ کے اپنا بزنس شروع کر سکتا ہوں اور وہ انسان کون ہے جو آگے بڑھنے، ترقی کرنے کی خواہش نہیں رکھتا، بہتر زندگی کا خواب، آسائشات وتعیش سے بھرپور شب و روز ہر ذہن مانگتا ہے پھر یہاں آپ کے ساتھ دوسرا فریق بھی ہر جذبے سمیت انوالو ہو تو نہ چاہتے ہوئے بھی سوچنا پڑتا ہے۔''

وہاج کو بے اختیار ریبہ یاد آئی تھی اپنی خوشنما شربتی آنکھوں کو جھپکتے خوابوں کا طلسم بیان کرتی اس سے اچھی، خوبصورت، امیرانہ زندگی کی خواہشات کے ورق پہ دستخط کروانی، ٹھیک ہی تو کہتا تھا نعیم اسلم کس کو آپ سے توقعات خواہشات ہوں پھر وہ آپ سے تمام جذبوں سمیت کمٹیڈ بھی ہو تو بہتر زندگی کے حصول کے لئے آپ کی تگ ودو اور کوشش خود بخود بڑھ جاتی ہے۔

''کیا سوچنے لگے۔'' وائس انچارج اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

''کچھ نہیں یار، بس یونہی، کام کے متعلق سوچ رہا تھا، تم کہو کیا کہہ رہے تھے۔''

''وہاج ایک بات یاد رکھنا یہ نصیحت ہی نہیں گزارش بھی ہے اور یہ ہر دلعزیز و ممتاز بننے کا سنہری کلیہ بھی۔'' نعیم اسلم اس کے سامنے آرکا تھا پھر سنجیدہ لہجے میں بولا۔

''اپنے ماتحت عملے سے ہمیشہ اچھے نرم پلس سنجیدہ رویے سے پیش آنا انہیں ورکرز سمجھنا انسانیت کے درجے پہ رکھ کر مخاطب ہونا اپنے گھریلو ملازم سمجھ کر توہین آمیز لہجہ طنزیہ نگاہیں اور پل بھر میں ذلیل وخوار کرنے دینے والے انداز نہ اپنانا کیونکہ ہر بندہ Self prominence رکھتا ہے اور اس کی عزت نفس مجروح نہیں کرنا چاہیے، یہ نہیں کہ تم ان کے ہمراہ بیٹھ کر ہنسی مذاق ہی کرتے رہے یا کچھ کہو ہی نا مگر ضرورت پڑنے پر کام اچھا قابل ستائش لو اور اس کے لئے سخت بھی ہونا پڑے تو مضائقہ نہیں لیکن تذلیل وتضحیک آمیز رویے سے حتیٰ الامکان پرہیز کرنا جائز اور درست بات پہ غصہ برداشت کرنا آسان ہے بے عزتی وخواری ماتحتوں کو مالکوں کے خلاف غلط سمت میں لے جاتی ہے، سیٹھ صاحب کا اک نام، ساکھ اور عزت ہے بزنس ورلڈ میں تو صبر برداشت کے ساتھ محنت ودیانت بھی معاون رہی اور یہ سب صرف ورکرز کو انسان مفید انسان سمجھ

''تم ٹھیک کہتے ہو مگر ہوتا ہے ناں ایسا بھی کہ کسی انسان کو اس کی بساط سے زیادہ مل جائے تو لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ بدل جاتا ہے، برتاؤ برا ہو جاتا ہے اور سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہی وہ ہے جو انسان سے ذوق سفر چھین لے یہ ورکرز بھی ذوق وشوق، ضرورت اور بھوک لے کر ہی حصول رزق ونعمت کا سفر اختیار کرتے ہیں ان کا شوق سفر بڑھانا ہے گھٹانا نہیں ان کے دم سے ہی ہمارے گھروں میں چولہے جلتے ہیں۔''

''اچھی سوچ، اچھے الفاظ رکھتے ہو سر آپ تو آپ کو تو پالیٹکس میں ہونا چاہیے تھا۔'' وہاج کا لہجہ تجسس آمیز تھا۔

''ضرور ہوتا اگر وہاں عمل وسوچ کی صداقت کام کرتی مگر سیاست جھوٹ اور چالبازی کا مکارانہ جالا بن کے رہ گئی ہے، Any way لنچ ٹائم ہو رہا ہے لنچ کرتے ہیں پھر تمہیں تھوڑا ورک سیکشن کا حساب کتاب دکھاتے ہیں، Lets go lunch room۔'' اور وہاج حسن اس کے ہمراہ قدم بڑھانے لگا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

پچھلی قسط کا خلاصہ

وہاج حسن اعلیٰ تعلیم اور بہترین تعلیمی ریکارڈ رکھنے کے باوجود نوکری کے لئے مارا مارا پھرتا ہے، جب کے گھر کے حالات دن بدن خراب سے خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اریبہ، وہاج کی خالہ زاد ہی نہیں بلکہ مستقبل کا وہ تابناک خواب بھی ہے جو وہ دونوں بچپن سے دیکھ رہے ہیں، اریبہ ایک مادہ پرست لڑکی ہے۔

ماریہ کرسچن فیملی سے تعلق رکھتی ہے مگر اندرونی طور پر وہ اپنے مذہب سے مطمئن نہیں، وہ سچائی کی تلاش میں مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتی ہے اسی دوران وہ اکثر نیند کی حالت میں اذان کی آواز سنتی ہے، جبکہ اس کے ملنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ گمراہ ہو چکی ہے۔

وہاج نوکری کی تلاش میں سعیہ علی کے آفس انٹرویو دینے جاتا ہے اور وہاں تلخ کلامی کے باعث اپنے ڈاکومنٹس ڈسٹ بن میں پھینک کر چلا آتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چھٹی قسط

وہ یہودی تعلیمات ورسومات اور مذہبی علوم کو سمجھنے کے لئے بے حد شائق تھی اور اس کے لئے عبرانی سیکھنا ضروری تھا مگر جب اس نے اپنا یہ فیصلہ مائیکل کو سنایا تو مائیکل نے شدید اختلاف کیا وہ فون پر ہی اسے روکنے کے لئے دلائل دینے لگا۔

"ماریا تم نہیں سمجھتی ہو کیا غلط ہے کیا صحیح پھر رومن کیتھولک بھی زیادہ تر کھوکھلی تعلیمات کا ملغوبہ ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ یہودیوں سے دنیا میں کتنی نفرت کی جاتی ہے یہ خدا کی سب سے نافرمان قوم ہے جسے اپنی نافرمانی کے باعث بار بار ابتلاء سے گزرنا پڑا۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو، جبکہ تم یہودیت کے متعلق ایک لفظ تک نہیں جانتے۔"

"میں یہ سب مختلف کتابوں میں پڑھ چکا ہوں بہت علم ہے میرے پاس اس موضوع پہ۔"

"تم کچھ بھی کہو میں صرف اپنے علم پہ بھروسہ کروں گی مجھے معلوم ہے کہ یہودی احباء اللہ (اللہ کے پیارے) ہیں اور یہ واحد منتخب قوم ہے جسے روز حشر بخش دیا جائے گا۔"

"تمہارا مسئلہ صرف یہ ہے کہ تم جس بات پہ اڑ جاتی ہو وہ خواہ کتنی بد مضائقہ ہوا سے ہر حال میں درست سمجھتی ہو، اب تمہارے ضدی رویے پہ میں سوائے دعا کے کیا کر سکتا ہوں۔"

"میرے رویے کو چھوڑو تم بتاؤ کیا کر رہے ہو پہنچے کسی نتیجے پر۔" ماریا نے موضوع بدلا۔

"میں فی الحال تو مذہبی علوم کی کلاسز جوائن کر چکا ہوں اور جلد تقابلی ادیان کا علم حاصل کروں گا جب ہر مذہب کا سیٹ اپ میرے سامنے آجائے گا تو میں کوئی بھی فیصلہ کرنے یا راستہ اختیار کرنے کے لئے خود کو آسان سمجھوں گا۔"

"تمہارے اپنے ذہن میں بھی تو کوئی مذہب کوئی ضابطہ سیٹ آتا ہوگا۔" ماریا نے کریدا۔

"تمہیں پتا ہے ماریا نائن الیون کے بعد سے سب سے زیادہ شدت کے ساتھ جو مذہب ابھرا ہے وہ اسلام ہے اور میری ریسرچ فار تقابلی ادیان میں اسلام کے متعلق جاننا، سمجھنا سرفہرست ہے، اگر تم بھی اسلام کو اپنے ریسرچ ورک میں تھوڑی جگہ دے تو شاید تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو جائے۔"

"مجھ پہ ابھی اتنا برا وقت نہیں آیا کہ یہ جاہل گنوار دہشت گرد لوگوں کا مذہب پکڑ کے بیٹھ جاؤں۔" اس نے نخوت سے سر جھٹکا تھا۔

"Its ok تمہاری مرضی، میں تو مشورہ دے رہا تھا۔"

"تمہارے مشورے قابل عمل ہی نہیں تم ان پر خود ہی عمل کرو تو بہتر ہوگا۔" وہ خشک انداز میں بولی۔

"او کے میں پھر بات کروں گا میری کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے۔" مائیکل نے رابطہ منقطع کیا تو وہ موبائل کو گھور کے رہ گئی شاید اسے یہ روڈ انداز برا لگا تھا، "خیر میری بلا سے۔" وہ ایک بار پھر غرور سے بالوں کو جھٹکا دے کر اپنے پاس پڑے فارم دیکھنے لگی جو ایک یہودی تبلیغی جماعت نے تھمائے تھے۔

"ہیلو کیا ہو رہا ہے۔" مارتھا چائے لئے اس کے کمرے میں آرہی تھی۔

"آؤ کہاں تھیں تم، مائیکل کا فون آیا تھا اور پتا ہے وہ کیا کر رہا ہے۔" ماریا نے سسپنس پیدا کیا۔

"کیسا ہے مائیکل کہاں ہے، کیا کر رہا ہے۔" مارتھا ایک سانس میں کئی سوالات پوچھ گئی۔

"ناروے کی اوسلو یونیورسٹی میں مذہبی علوم بالمقابل دیگر مذاہب کے متعلق کلاسز جوائن کر رہا ہے اور نئی سنو اس کی ریسرچ میں اسلام کے متعلق جاننا سمجھنا سرفہرست ہے۔" ماریہ مضحکہ خیز انداز میں کہہ کر ہنسی۔

"اسلام اوہ نو اجڈ اور ان پڑھ لمبی داڑھیوں والوں کا مذہب جو صرف اور صرف دہشت گردی کو فروغ دے رہا ہے شدت پسندانہ رویوں کو پروان چڑھا کے دنیا میں بدامنی و جنگ و جدل کا سماں پیدا کیا ہوا ہے یہ مائیکل تو عقل سے بالکل پیدل ہے۔"

"تو اور کیا میں بھی ہر وقت تمہارے ہمراہ آ کر ایک سیدھی اور سچی راہ کی طرف متوجہ ہوگئی ورنہ جانے کہاں کہاں بھٹکتی۔" ماریا نے تشکر آمیز انداز میں کہا۔

"ہاں مجھے یاد آیا تم عبرانی سیکھنے کی شائق ہو تو ایک کام کرو "کیبوٹس" (Kibbutz) جوائن کر لو وہاں تم نہ صرف بہتر طور پر عبرانی سیکھ سکو گی بلکہ دیگر مذہبی علوم کے متعلق بھی جان سکو گی۔" مارتھا نے سنجیدگی سے مشورہ دیا تو وہ رضامند ہو گئی اور اگلے ہی دن وہ ایک "کیوٹس" (یہودی اجتماعی فارم) پر کام کرنے لگی حضرت عیسیٰ کی آمد، ان کا استقبال، ان سے برتاؤ یہ سب اگرچہ وہ پڑھ چکی تھی مگر یہ عہد نامہ عتیق میں بھی تھا پھر موسیٰ کی پانچوں کتب میں تفصیل سے بیان ہوا تھا اور وہ یہ پڑھ رہی تھی ساتھ عبرانی سیکھ رہی تھی، اوامر ونواہی، کھانے پینے کے ضابطے، سبت کی تفصیل و تفسیر اور مقدس دنوں کے متعلق بہت کچھ مذہبی مواد اسے یہ سب سیکھنے پڑھنے اور کرنے میں اچھا

لگ رہا تھا مگر جو بے چینی شروع سے اندر تھی وہ جوں کی توں موجود تھی اس کا کوئی علاج نہ ہو رہا تھا، یہاں تک کہ وہ کیبوتس سے رخصت ہو کے فلسطین پہنچ گئی، ہیکل سلیمان اور بیت المقدس دیکھے فلسطین کے طول وعرض میں گھومی جزیرہ نما سینا کے جنوبی سرے تک پہنچی بے چینی یہاں بھی ہویدا تھی وہ الطور میں آ ٹھہری جو دیکھنے میں ہی بھوتوں کا مسکن لگتا تھا اور موجودہ بدحالی و خوف (اسرائیلی قبضہ کے باعث) کی وجہ سے اس کے باشندے چھوڑ کر جا چکے تھے، پھر فوجی جیپوں، بسوں اور ٹرکوں وغیرہ کے ذریعے تھکاوٹ آمیز سفر کرتی سینا کے مغربی کنارے پر شمال کی طرف واقع ''ابورولیس'' پہنچی عرب کا یہ ریگستانی علاقہ تھا، یہیں پہ اسے احساس ہوا کہ یہودیت اور عیسائیت جیسے وحدانیت کے علمبردار مذاہب بھی سوائے بیزاری کے کچھ نہیں دے رہے ایک خشک دور تھا جو اپنا آغاز کر رہا تھا اس نے کیبوتس کا انتخاب اس امید پر کیا تھا کہ یہودیت کی تعلیمات کے متعلق جان سکے لیکن تین ماہ بعد عالم یاس میں اسے چھوڑنا پڑا کیونکہ وہ سب کچھ جان گئی تھی لیکن یہودیت کے متعلق کچھ نہ سیکھ پائی سوائے اس کے کہ یہودی اس مذہب پرستی سے عمل پیرا نہ تھے بلکہ ان کے لئے مذہبی رسومات محض ایک ضیافت کا اہتمام تھیں بس۔

☆☆☆

''سعیہ بیٹی پڑھائی تمہاری اب کمپلیٹ ہو گئی ہے تو تم آفس کو تھوڑا وقت دینا شروع کر دو۔'' شائستہ بیگم نے کہا تو اس کا چہرہ فوراً رنگ بدل گیا تھا۔

''مما آپ جانتی ہیں کہ میرا ٹمپرامنٹ آفس لائف کے مطابق نہیں ہے بہت مشکل لگتا ہے مجھے کاروباری ڈیلنگز کرنا بھی خشک بور میٹنگز اٹینڈ کرنا، پاپا ہیں تو آفس سنبھالنے کو، پھر شہریار بھی اتنا سپورٹ کرتے ہیں، آپ بھی اکثر جاتی رہتی ہیں میری کیا کمی رہ جاتی ہے۔''

''سعیہ تم نے M.B.A کی ڈگری اتنے شوق سے لی ہے پھر شہریار کا اپنا ذاتی بزنس کافی لمبا چوڑا ہے وہ اسے دیکھے یا ہمارے کاروبار کو اپنے پاپا کا ہاتھ تو پھر بھی تمہیں بٹانا ہے آخر اکلوتی وارث ہو تم۔''

''بزنس ایڈمنسٹریشن میں ماسٹرز ڈگری لینے کا یہ مطلب نہیں کہ میں لازماً بزنس کروں بھی مجھے صرف اچھے کپڑے پہن کر بس کبھی کبھار آفس کے چکنے فرش پہ ٹک ٹک کرتے ہائی ہیل پہن کے چلنے کا شوق ہے یا ایم ڈی کی سیٹ پہ بیٹھ کے سائن کرنے کا اور بس۔'' بہت معصوم انداز میں بولی تھی۔

''تو بیٹا فی الحال یہ ہی کر لو آہستہ آہستہ سب کور ہوتا جائے گا، پھر شہریار ہے ناں تمہاری ہیلپ کو جہاں مشکل ہو وہ سمجھا دے گا، دیکھو نا اب ہماری تمام امیدوں کا مرکز تم ہی ہو اور تمہی نے ہمارے خوابوں کو پورا کرنا ہے۔''

''جی، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' اسے چاروناچار کہنا پڑا۔

''تو میں شہریار سے کہہ دیتی ہوں، وہ آفس جاتے ہوئے تمہیں ساتھ لے جایا کرے گا۔''

اس کا دل ایکدم سے بوجھل سا ہوا تھا، وہ کہنا چاہتی تھی مما آپ شہریار کو زحمت نہ دیں میں خود چلی جاؤں گی مگر جانتی تھی کہ مما اسے اکیلا بھیجنے پہ کبھی راضی نہ ہوں گی کتنی ایڈوانس سہی تھیں تو ماں ناں ہر حوالے سے اولاد کا اچھا سوچنے والی۔

''السلام وعلیکم مما!'' شہریار خوشگوار سی مسکراہٹ اچھالتے اندر داخل ہوئے تھے۔

''وعلیکم السلام، آؤ بیٹا میں تمہیں یاد کر رہی تھی۔'' شائستہ مسکرائی۔

''خیریت مما۔'' وہ چیئر گھسیٹ کر بیٹھے۔

''ہاں، بس میں سوچ رہی ہوں، سعیہ اب گھر پہ فارغ بور ہوا کرے گی اسے آفس جوائن کر لینا چاہیے، تمہارا کیا خیال ہے۔''

''Thats a good idea مگر سعیہ کا ارادہ کیا ہے۔'' شہریار نے اس کی طرف دیکھا جو شاکنگ پنک کلر پرنٹڈ سوٹ پہنے بالوں کو کیچر لگائے کچھ خفا خفا سی تھی۔

''اس نے کیا کہنا ہے، پھر آخر ایک نہ ایک دن تو یہ سب اسی کو سنبھالنا ہے۔''

''تو اس کا مطلب ہے سعیہ کی نئی گاڑی اب آفس کے پارکنگ ایریا میں ہوا کرے گی اور سعیہ ایم ڈی کی سیٹ پہ بیٹھ کر بڑے بڑے پراجیکٹ پلانز پہ سائن کیا کرے گی Amazing۔'' شہریار کے لبوں پہ بڑی شگفتہ سی مسکراہٹ تھی۔

''یقیناً جب آفس جائے گی تو ظاہر ہے سب دیکھے بھالے گی لیکن تمہیں اس کی ہیلپ کرنا ہو گی ابھی اسے اتنا تجربہ کہاں ہے تم ساتھ ہو گے تو کاروباری اسرار و رموز جلد سمجھ جائے گی۔'' شائستہ نے کہا۔

''کیوں نہیں آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میری پوری کوشش ہو گی اسے کوئی پرابلم نہ ہو۔'' ایک خاص شائستگی اور احترام لئے وہ بولا۔

''اور آفس بھی یہ تمہارے ساتھ تمہاری گاڑی پہ جائے گی، ذرا روٹین سیٹ ہو گئی تو خیر ہے مگر جو ملکی و سفری حالات ہیں ان کے پیش نظر میں اسے تنہا بھیجنے کا رسک نہیں لے سکتی۔'' وہ مخصوص ماڈرن والے تشویش زدہ محتاط انداز میں بولیں۔

''آپ کا فیصلہ درست ہے مگر سعیہ کیا میرے ساتھ جائے گی۔'' وہ اسی مؤدب انداز میں تابعداری سے کہہ رہا تھا اور سعیہ اسے بہ غور دیکھ رہی تھی۔

''کیوں نہیں بیٹا، سعیہ کو بھلا کیا اعتراض ہونا ہے تم خود پوچھ لو تمہارے سامنے بیٹھی ہے۔'' شائستہ بیگم نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا جو تفکرات کے ہجوم میں گھری تھی۔

''سعیہ تم میرے ساتھ چلو گی۔'' نظروں میں نرمی تھی اور لبوں پہ ہلکا تبسم۔

''جی چلوں گی۔'' وہ مختصر الفاظ میں بولی۔

''بخوشی یا مجبوری کے تحت، یہ بھی بتا دو تا کہ مجھے اندازہ ہو سکے کہ آنے والی صبحوں کا آغاز متبسم ہو گا کہ خفا خفا۔'' وہ شائستہ بیگم کو آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے بولا تو لہجہ شرارت سے بھرپور تھا، سعیہ نے اس شخص کی سمت دیکھا تھا جو مسکراتے ہوئے بڑا وجیہہ لگ رہا تھا۔

''میں صرف وہی کام کرتی ہوں جس کے لئے میرا دل خوش ہو میرے ساتھ مجبوری والا معاملہ نشستہ ہے۔'' سادہ سے الفاظ عام سے انداز میں کہے گئے مگر لہجہ بہت جتاتا ہوا تھا، شہریار نے ایک بھرپور نگاہ جانچنے والے تنقیدی انداز میں اس پہ سر تا پا ڈالی بھی پھر مسکرا اٹھا تھا، جیسے کسی نا سمجھ بچے کی بیوقوفانہ بات سے حظ اٹھا کے مسکرایا جائے اور سعیہ کو یہ زچ کرتی مسکراہٹ زہر لگا

کرتی تھی۔

"تو پھر خوشی کی یہ رسم بسم اللہ آج ہی کیوں نہ ہو۔" شہریار نے کہا تو شائستہ بیگم نے بے اختیار سعدیہ کو دیکھا تھا جو کچھ لمحے ہچکچاہٹ میں رہتے ہوئے پھر یکدم بولی تھی۔

"Please just a 10 minut۔" اور اندر اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی چینج کر کے بڑی مختصری تیاری کے بعد وہ چند منٹوں میں ان کے سامنے تھی۔

"چلیں۔" سعدیہ کے بولنے پہ شہریار ایکدم سے اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

بلیک کلر کے جدید اور اسٹائلش سے ڈریس میں قدرے سافٹ میک اپ کے ساتھ دلکشی و حسن کا بھرپور احساس دلاتی وہ بہت خوبصورت لگی، اس کے ہونٹ داؤ کے انداز میں بے ساختہ وا ہوئے اور وہ ایک بھرپور، اطمینان زدہ مسکراہٹ لئے کی چین جھلاتا اٹھا ذرا سا جھک کر شائستہ بیگم سے پیار لیا، بڑوں کو عزت و تعظیم دینے اور گھر سے نکلتے سے دعا لینے کے یہ انداز اس کا بڑا متاثر کن تھا اور سعدیہ کو اس کی یہ اخلاقی بلندی بہت پسند تھی، اس کی تقلید میں وہ بھی مما سے پیار، دعائیں لے کے گھر سے نکلی۔

شہریار نے ہاتھ بڑھا کے پلیئر آن کیا تو بڑا خوبصورت اور رومانٹک سا انڈین گیت چلے ہو رہا تھا۔

ہم تمہیں چاہتے ہیں ایسے
مرنے والا کوئی زندگی چاہتا ہو جیسے
ہم تمہیں چاہتے ہیں ایسے

شہریار نے اک نگاہ خاص سے بڑے بھرپور انداز میں اسے دیکھا تھا اور مسکرا دیا تھا، اس مسکراہٹ میں اطمینان بھی تھا، خوشگواریت اور آسودگی بھی ایسی طمانیت آمیز خوشی جو خموشی کو گفتگو کے معنی پہنائی زندگی کے سفر کو خواب کرنے لگے، مستزاد گلوکار کا خوبصورت لہجہ و الفاظ کا جادو، مگر اس سب کی ضرورت کیا تھی، یہ شخص کیا سمجھ رہا تھا وہ کیا سمجھ رہی تھی کیا چاہتا تھا وہ کیا چاہتی تھی یہ جانے بغیر لمحوں کی اسیری کا قیدی ہو رہا تھا اور جب وہ طالب ہی نہ تھی تو اس سب کی گنجائش کہاں نکالتی، سعدیہ نے ہاتھ بڑھا کر پلیئر آف کر دیا تھا، شہریار نے ذرا کی ذرا دیکھا پھر سے آن کا بٹن پش کر دیا۔

بن تمہارے ہے زندگی ادھوری
تمہیں پالوں اگر ہر کمی میری ہو جائے پوری

کشور کمار کی سحر انگیز آواز پھر سے ماحول پہ چھانے لگی شہریار نے اک بھرپور نگاہ اس پہ ڈالی تھی وہ نگاہیں چراتے ہوئے کھڑکی کی جانب رخ موڑ کر تیزی سے بھاگتے مناظر کو دیکھنے میں اپنا آپ گم کرنے لگی مگر اعصاب پہ اک فسوں آمیز سرشاری نے احاطہ کر کے کس کے شانے پہ سر رکھ کے بہت سکون سے سونے کی خواہش بیدار کر دی تھی اور وہ بہت مخمور سے انداز میں پلکیں موندتے ہوئے سیٹ کی بیک سے سر لگا گئی تو شہریار کے لبوں پہ اک فاتحانہ قسم کا احساس مسکراہٹ بن کے چھلکا تھا۔

"آنکھیں بند کر کے اپنے تاثرات چھپانے سے پلکوں پہ ٹکے خواب تو نہیں چھپتے جب دل بھی مسلسل دھڑک کر زندگی ہے کا الارم دے تو تم محبت ہے کہ وجود سے کب تک منکر رہو گی جلد یا

"جن کے مقدر سو جائیں وہ یونہی جاگتے ہیں۔" ثمن نے تلخی سے سوچا تھا لیکن بہ ظاہر بشاشت سے مسکراتے ہوئے بولی۔

"اپنے بستر پہ سونے کی عادت ہے ناں تو تبدیلی تھوڑی بہت تنگ کرتی ہے۔"

"جب شادی ہوئی تب تو بستر بدلے گا جگہ بھی بلکہ ماحول و افراد بھی پھر کیا کرو گی۔"

"جب ہو گی تب دیکھا جائے گا تم بتاؤ سر درد کیوں ہے؟"

"زندگی کے دردوں کو سوچ سوچ کر۔" وہ آہ بھر کر بولی۔

"بہت آسودہ اور خوشحال زندگی گزارتے ہوئے درد کیسے جبکہ پیار کا موسم بھی چھب دکھلاتا ہو۔" ثمن نے چھیڑا۔

"پیار کا موسم۔" وہ ہنسی پھر سنجیدہ ہو کے بولی۔

"ثمن پیٹ خالی ہوتا تو پیار بھی اچھا نہیں لگتا، زندگی کی خواہش، آسائشوں کے خواب اور سکھ کے راستے یہ سب کچھ خالی خولی پیار سے تو نہیں بھرتے نا کہ بھر جاتے ہیں۔"

"بھر جاتے ہیں اگر مقابل ساتھ دینے والا ہو تو اور تمہارے مقابلے پہ کھڑا شخص بہت زیادہ احساس اپنائیت سے گندھا ہوا ہے، تم اس کی زندگی کے راستے آسان ہونے کی دعا مانگا کرو بہت کچھ پاؤ گی، پھر اب تو وہ ماشاءاللہ بہت اچھے کام پہ ہے اپنے علم اور ذہانت کے مطابق درست سمت کا نشان پا گیا ہے تمہاری آسائشوں کے خواب تعبیر پانے والے ہیں اور سکھ کا موسم تمہارے مقدر کے ماتھے پہ جلد جگمگا اٹھے گا۔"

"وہاج حسن کے سینے پہ تم لوگوں کی صورت دھری سلیں کسیکس گئی تو سکھ آئے گا اور یہ ہوتے ہوتے جانے کتنا وقت لگے گا۔" وہ محض سوچ کر رہ گئی۔

"تم لوگوں نے خوامخواہ مجھے روک لیا امی کو بخار تھا اور ہما کو اکیڈمی کے ساتھ گھر بھی دیکھنا پڑا ہو گا جانے کیسے کیا ہو گا اس نے سب کچھ۔" اب وہ اپنے گھر کے متعلق سوچ رہی تھی۔

"تم اپنی گھر والی بنا کر و آمنہ بھی تو ہے اچھا بھلا ہاتھ بٹا سکتی ہے، اسے لگایا کرو کام میں۔"

"کرتی تو ہے مگر ابھی بچی ہے کتنا کرے گی۔" ثمن نے کہا۔

"ثمن تمہیں ایک بات کہوں اگر برا نہ مانو۔" اریبہ نے یکدم کہا تو ثمن کچھ دیر الجھ کر دیکھتی رہی پھر گہرا سانس لے کر بولی۔

"کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"تم پڑھی لکھی، باشعور لڑکی ہو اپنا اچھا برا بہتر طور پر سمجھ سکتی ہو نہ صرف اپنے لئے راستے بنا سکتی ہو بلکہ اپنی زندگی کی خواہشات کے حصول کو لے کر اپنی زندگی کے اس نازک مرحلے کا دفاع بھی کر سکتی ہو اور یہ کوئی انوکھی یا مشکل بات نہیں ہے۔" وہ بڑے سبھاؤ سے الفاظ کا استعمال کر رہی تھی ثمن نے اس تمہید پر الجھ کر اسے دیکھا تھا۔

"میں سمجھی نہیں تم کہنا کیا چاہتی ہو۔"

"دیکھو ثمن، تم خود جانتی ہو، مشکلوں میں رہ کر مشکلات کو خود پہ حاوی ہوتے دیکھنا روشنی اور خوشی کا خواب سراب بنتے جانا یہ ازلہ کی فرسٹریشن کا باعث بنا تھا یہ اچھا ہوا کہ ان کی ذہنی حالت کمزور ہونے سے قبل ان کو اچھا سہارا مل گیا اور تم اس تفکر و خیالات کی تلخی کی اذیت کوشی کو برداشت کرنے کے بجائے اس سے لڑنا سیکھو اپنے لئے راستہ خود تلاشو۔"

"میں اب بھی اس ساری تمہید کا اصل مطلب سمجھنے سے قاصر ہوں۔" ثمن نے پھر کہا۔

"میرا مطلب ہے تم جاب کر لو، ایک تو ذہن بٹ جائے گا پھر فراغت کی بے کار اور فضول ٹینشن سے جان چھوٹ جائے گی اور جب باہر نکلو گی اچھے لوگوں سے ملو گی ان میں اٹھو بیٹھو گی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی اچھا بندہ تم سے ٹکرا جائے۔"

"جاب، خالی خولی بی اے کیا ہے میں نے کون سی جاب مل سکتی ہے زیادہ سے زیادہ کسی پرائیویٹ سکول کو جوائن کر سکتی ہوں اور یہاں تک اچھے بندے کی بات ہے تو وہ قسمت میں ہوا تو ایسے بھی ٹکرا سکتا ہے۔" ثمن بڑے معتدل انداز میں بولی۔

"ثمن جو بات تم آسان سمجھ رہی ہو وہ اتنی آسان نہیں ہے اب نہیں تو کچھ عرصے اور تمہیں خود اندازہ ہو جائے گا۔"

"اریبہ مجھے اپنے اللہ پر پورا بھروسہ ہے اور اسی بھروسے کی بنیاد پر یقین ہے کہ کچھ عرصہ بعد اللہ ہمارے حالات ہماری زندگیوں میں ہر حوالے سے بہتری پیدا کر دے گا۔"

"ان شاء اللہ انسان کا اپنے رب پہ یقین کامل ہو اور خوش امیدی ساتھ ہو تو مایوسیوں کے اندھیروں میں روشنیوں کے چراغ ضرور جلتے ہیں۔" اریبہ نے نرمی سے کہہ کر سونے کے لئے کروٹ بدل لی تھی ثمن اسے سوتے دیکھ کر خود بھی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

"کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جو صاف ستھرا سیدھا اور سچا مقدر لے کر پیدا ہوتے ہیں جن کے ذہن ابہام کا شکار ہوتے ہیں نہ خیال و تفکر کے جال میں روح الجھ کر جھلکتی ہے، کتنے شوق اور جذبے سے میں نے اسرائیل کا سفر کیا تھا مگر کیا ملا مجھے وہی تصوراتی اور دیو مالائی رسم و رواج اور الجھنوں کا شکار کرتے عقیدے جبکہ مجھے محض عقیدوں کی نہیں بلکہ روحانی، ذہنی باطنی طور پر متاثر کرنے والے ایسے عقیدہ اور راستے کی تلاش ہے جو میرے لئے زندگی کا اصل اور بہترین مقصد واضح کر سکے کہ صرف کھانا پینا، سونا جاگنا، ملنا برتنا یا عیش و عشرت ہی تو زندگی نہیں زندگی کا تصور اور عمل ایسا ہونا چاہیے کہ انسان جو سوچے جو چاہے جو کرے اس کا ہر امر عبادت بن جائے اور ایسا سچا، با مقصد مذہب کون سا ہو سکتا ہے، کس راستے پہ چل کے میں خدا کی خوشنودی حاصل کر سکتی ہوں اور اسے پہچان سکتی ہوں کون ہے جو میری راہنمائی کرے مجھے ایسے راستے تک لے چلو جو اپنے لئے ہی نہیں دوسروں کے لئے بھی ہدایت روشنی اور صداقت کا مرکز ہو، ویلنگٹن تو واپس جانا نہیں اور انگلینڈ جانے کا بھی ابھی موڈ نہیں پھر کہاں جاؤں کس سے کہوں مجھے راستہ دکھائے۔" اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور وہ بنا پلکیں جھپکائے خلا میں کسی غیر مرئی قوت کو دیکھے جا رہی تھی، بارتھا نے بہت روکا تھا اسے کہا تھا کہ وہ یہودیت کو ایک موقع اور دے، اس کی تسلی و تشفی ہو جائے گی مگر ماریا فطرتاً پارہ صفت اور ضدی لڑکی تھی ایک چیز اس کے ذہن میں ابہام یا الجھن پیدا کر دیتی تھی تو وہ اسے فوراً مسترد کر دیتی تھی۔

للی سے فون پر بات ہوئی ڈولی، جیمی، مائیکل سب نے اس سے واپس آنے اور دوبارہ سے عیسائیت پہ عمل پیدا ہونے کی استدعا کی تھی، مگر اس نے صاف انکار کر دیا تھا، اسرائیل سے واپسی کے دوران اسے کوریائی "سن مائینگ مون" کے پیروکاروں نے اپنی تبلیغی کوشش سے رام کرنا چاہا تو "ہرے کرشنا" جیسے فرقوں نے بھی اپنی دینی تعلیمات و رسومات کو کھول کھول کے بیان کرنا شروع

کر دیا۔

ماریا نے بہت مشکل سے ان لوگوں سے جان چھڑائی تھی، اس سفر کے دوران اسے سجاتا ملی تھی ہنس مکھ، خوش گفتار سانولی سلونی لڑکی جو ساڑی پہنے ماتھے پہ بندیا لگائے اور مانگ میں سیندور بھرے ایک ٹیپیکل ہندو لڑکی نظر آ رہی تھی، بہت بولنے والی لڑکی تھی وہ اسی لئے ماریا کی سنجیدہ اور الگ تھلگ رہنے والی طبیعت کے باوجود اس نے اسے بھی بولنے پہ مجبور کر دیا اپنی دلچسپیاں، مشاغل، عادات گھریلو باتیں سب کچھ خود بخود بتاتے ہوئے جب اپنے نہیں اپنے پتی (شوہر) کا ذکر کرتی تو ہنسی کا اک فوارہ سا اس کے لبوں سے ابل پڑتا تھا، ماریا اسے رشک سے دیکھ رہی تھی۔

"کتنی خوش نصیب تھی وہ، کیسی بے فکری اور خوش باش زندگی گزار رہی تھی، میں ایسی اچھی اور خوشگوار زندگی کیوں نہیں گزار سکتی۔" اس نے کلستے ہوئے سوچا تھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو، کہاں سے آ رہی ہو اور کس لئے جا رہی ہو۔" سجاتا نے ایک ہی سانس میں کئی سوال پوچھ ڈالے تو ماریا نے اپنے خیالات سے نکلتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں ویلنگٹن سے اسرائیل آئی تھی ایک پرسنل کام کے سلسلے میں اور اب واپس جا رہی ہوں۔"

"پرسنل کام سٹوڈنٹ ہو یا کسی کمپنی میں ورکر آفیسر وغیرہ۔" سجاتا نے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سٹوڈنٹ ہوں تھوڑا ریسرچ ورک تھا عیسائیت اور یہودیت کے متعلق وہی کمپلیٹ کرنا تھا سو درست معلومات کے لئے پہلے اسرائیل پھر فلسطین گئی تھی۔"

"اوہ میرا مطلب ہے تم تقابلی ادیان کے موضوع پہ ریسرچ کر رہی ہو گی اگر نہیں تو کر لو اور اس میں ہندومت کو بھی جگہ دینا یہ بہت اچھا مذہب ہے۔"

"مگر ہندومت میں تو بت پرستی، دیوی، دیوتا، دیوتاؤں کا چکر لمبا ہے۔" ماریا ہندی موویز میں دیکھی جانے والی معلومات پہ بولی۔

"پھر میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ہندو صرف وہی ہے جو پیدائشی ہندو ہے کوئی بھی دوسرے مذہب کا شخص ہندو نہیں بن سکتا پھر ہندومت پہ ریسرچ سے کسی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔" ماریا نے کہا تو سجاتا نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"تم ابھی کچھ مت کہو میں کچھ دنوں تک انڈیا جا رہی ہوں تم میرے ساتھ انڈیا چلو وہاں ہندو دھرم کے پجاریوں کا ماحول رہن سہن دیکھو پھر فیصلہ کرنا۔"

"انڈیا اتنی دور، ابھی میں انڈیا نہیں جا سکتی مجھے فی الحال کچھ دنوں کے لئے پیرس جانا ہے۔" ماریا نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے میں خود کچھ دنوں کے لئے پیرس رکوں گی مجھے اپنے رشتہ داروں کے لئے تحائف وغیرہ لینے ہیں، اس کے بعد واپسی، میں تم ہمارے ساتھ چلنا انڈیا بہت اچھا ملک ہے ثقافتی حوالے سے بھی اچھا محسوس کرو گی بہت سے تاریخی و نادر مقامات ہیں گھومنے پھرنے کو پھر تم اپنے ریسرچ ورک کو زیادہ بہتر اور اچھے طریقے سے کوراپ کر سکتی ہو کیونکہ انڈیا لاتعداد ادیان والے عوام پہ مشتمل ایک بڑا سیکولر ملک ہے۔" سجاتا نے اتنے خلوص اور اصرار سے ماریا کو کنوینس کرنا چاہا کہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی فوراً انکار نہ کر سکی بلکہ سوچ کے جواب دینے کا کہا۔

مگر اگلے دو دن بعد ہی جب سجاتا اپنے پتی اجے ورما کے ہمراہ اسے ہوٹل سے پک کرنے پہنچ گئی تو ماریا کو واقعی اس کے خلوص و محبت کا قائل ہونا پڑا اور کچھ دیر بعد وہ اپنا مختصر سا سامان بیگ اور اٹیچی کیس میں بند کر کے ان کے ہمراہ ہولی۔

یہ ایک سنہرا اور چمکدار دن تھا جب وہ اس سرزمین پر قدم رکھ رہی تھی یہاں کے سیکولر اور لادین ریاست ہونے کا ڈھنڈورا پوری دنیا میں پیٹا جا رہا تھا یہاں شاہجہان نے اپنی محبوب بیوی کے لئے آگرہ میں تاج محل بنوا کے محبت کے انمول جذبے کو ہمیشہ کے لئے لازوال بنا دیا تھا۔

یہاں ہندوؤں کے شرک اور بت پرستی نے انسانیت کو پستی میں ڈبو کر رکھا ہوا تھا، یہاں ہر تہوار میں لڑائی جھگڑا اور فرقہ وارانہ فسادات ہوتے تھے اور ان تہواروں کا اہتمام و نگرانی مندر کے پنڈتوں کی بجائے سیاستدان کرتے تھے۔

ماریا کے قدم دہلی ایئر پورٹ سے باہر نکل کر زمین پر پڑ رہے تھے اور سجاتا اس کے ساتھ تھی سامنے سجاتا کے رشتے دار تھے جو ان لوگوں کو ریسیو کرنے پہنچے تھے۔

☆☆☆

وہ آفس نکلنے والا تھا اپنے کچھ ضروری کاغذات بریف کیس میں رکھے اور امی سے دعا چاہ لے کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتا نکل گیا۔

"یا اللہ تو میرے بچے کو خوشیاں کامیابیاں اور ترقی دینا ہمیشہ رزق حلال کمانے کی توفیق دینا۔" رشیدہ نے بہت دل سے بیٹے کے لئے دعا کی تھی۔

"امی بھائی چلے گئے کیا۔" آمنہ آنکھیں مسلتی ہوئی کمرے سے نکلی تھی۔

"ہاں ابھی گیا ہے تمہیں کام تھا کوئی۔"

"اوہ امی ہمارے کالج میں ویلکم پارٹی ہے مجھے کچھ پیسے چاہیے تھے کیمرے میں فلم ڈالوانی ہے تصویروں کے لئے نیا سوٹ اور میچنگ سینڈل بھی لینے ہیں۔"

"تو رات کو کہتیں اب تو بھائی چلے گئے۔" ہما نے کہا۔

"اتنا لیٹ تو آتے ہیں وہ اور آتے ہی تھکاوٹ کی وجہ سے لیٹ جاتے ہیں۔"

"کتنے پیسے چاہیں تمہیں۔" رشیدہ نے پوچھا۔

"آپ بس تصویروں کے لئے دے دیں باقی سوٹ اور جوتا ثمن آپی لا دیں گی خود جا کر۔"

"آمنہ تمہیں پتا ہے کہ تصویریں کھینچنا اور کھنچوانا دونوں کام گناہ ہیں اور اللہ نے اس بات پہ بڑی کڑی سزا رکھی ہے بلکہ حدیث میں بھی سخت وعید آئی ہے اس بات پہ۔"

"چھوڑیں امی کوئی گناہ وناہ نہیں اب تو کاروبار بنایا ہوا ہے یہ لوگوں نے اگر گناہ ہوتا تو سارا زمانہ یہ کام کیوں کرتا شادی سالگرہ پارٹیز، فنکشنز، جلسے جلوس حتیٰ کہ اب تو لوگ مرگ پہ بھی میت تک کی تصاویر بنا لیتے ہیں اب تو یہ کام فیشن گناہ سے نکل کر ضرورت بن گیا ہے۔"

"جب انسان اپنی مقرر کردہ ضرورت و حد سے تجاوز کرے تو یونہی جواز گھڑا کرتا ہے مگر اس وقت کیا جواب دے گا جب بقول حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اللہ پوچھے گا، ان کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بے شک وہ لوگ جو یہ تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا، تم نے جو تصویریں بنائی تھیں، ان کو زندہ کرو (یعنی ان میں روح ڈالو) بخاری و مسلم، اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا، ہر تصویر بنانے والا جہنمی ہے اس کی ہر تصویر کے بدلے میں جو اس نے بنائی ہوگی ایک شخص پیدا کیا جائے گا جو اسے جہنم میں عذاب دے گا اور فرمایا، اے عائشہ! قیامت والے دن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی چیزوں میں اس کی نقل اتارتے ہیں، (بخاری و مسلم)۔" رشیدہ خاتون کا چہرہ متغیر ہو گیا تھا احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے۔

"لیکن امی اگر یہ کام اتنا حرام اور گناہ ہے تو ہر کوئی اس کے شوق میں مرا کیوں جاتا ہے آپ نے انزلہ آپی کی شادی پہ بھی تصویریں مووی بنانے نہ دیں جبکہ اب تو بغیر ان چیزوں کے شادی کا تصور محال ہے۔"

"جب گناہ کو آہستہ آہستہ جگہ دے کر راستہ آسان کر دیا جائے تو بدی زندگی کے ورق پر یونہی لازم ہو جاتی ہے اور شادیوں میں دلہنوں کے چہروں پر بھی وہ نور کہاں نظر آتا ہے جو اس کا خاصہ ہے، بس بے حیائی سے دیدے پھاڑے ہنس ہنس کر کندھے مٹکا مٹکا کر دولہے کے ساتھ فلمیں بنواتی ہیں ارے یہ کیا ہوا کہ دولہا سے پہلے دلہن کو ہر ایرا غیرا نتھو خیرا دیکھ لے غضب خدا کا رخصتی تک ننگے منہ بنا روئے ہوتی ہے کہ آنسوؤں سے میک اپ نہ خراب ہو جائے۔"

"تو امی رونا کیا ضروری ہے، خوشی کے موقع پر کہاں رونا آتا ہے۔" آمنہ حیرت سے بولی۔

"ارے غم بھی تو ہوتا ہے ساری عمر کے ساتھ پلے بھائی بہنیں شفیق ماں باپ ان کی محبتیں رونقیں سکھیاں رشتے سب کچھ چھوڑ چھاڑ اک بالکل انجان بندے کے ساتھ اجنبی جگہ اجنبی لوگوں میں رہنا کیسا دل تڑپاتا اور کرلاتا ہے مہینوں آنسو نہیں خشک ہوتے، بس زمانہ تو ہمارا تھا کہ کئی کئی دن گزر جاتے تھے اور شوہر تک سے گھونگھٹ نکالا جاتا تھا بلکہ کسی بزرگ کے سامنے ساتھ بیٹھا ہنسی مذاق کجا بلانے سے بھی جان جاتی تھی اب تو وہ شرافت رہی نہ لحاظ و مروت زمانے کے ساتھ ساتھ سب بدل گیا۔" وہ ٹھنڈی آہ بھر کر متاسف لہجے میں بولیں۔

"تو امی احادیث مبارکہ میں حضور کا فرمان ہے تو کہ ہر آنے والا زمانہ پچھلے زمانے سے بدتر ہوگا اور موجودہ لوگ پچھلوں کو برا پچھلے بچ رہنے والے اگلوں کو برا کہیں گے۔"

"بس سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔" ان کا انداز کچھ اور متاسف زدہ ہوا۔

"ہائے امی آپ کیا جمعہ بازار لگا کے نری ڈرانے والی باتیں کر رہی ہیں قسم سے آنکھوں میں دہکتے انگاروں میں کوئلوں میں جلتے پیپ بنتے اجسام اور خوف صورت جلاد پھرنے لگے ہیں، کہاں پیسوں سے بات شروع ہوئی گھوم پھر کے جہنم اور قیامت تک جا پہنچی، ابھی چار دن جس خوش گمانی میں جی رہے ہیں جینے دیں بعد میں تو سزا بھگتنی ہے۔" ثمن نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا تو وہ تینوں ہنس کر اسے دیکھنے لگیں۔

"اور انزلہ آپی کا فون آیا تھا رات کو، آپ سب لوگ سو گئے تھے سو میں نے خود ہی بات کر لی، وہ آج شام کو راحیل بھائی کے ساتھ ملنے آئیں گی۔" ثمن کو یاد آیا تو بتانے لگی۔

"امی آپی کو روک لیں ناں جب سے شادی ہوئی ہے آ کر رہی نہیں بس گھنٹہ دو گھنٹہ راحیل بھائی کے ہمراہ ملنے کو آتی ہیں ساتھ ہی چلی جاتی ہیں۔" ہما نے کہا تھا۔

"اپنے گھر میں خوش ہے سب خلوص و محبت برتنے والے افراد ہی آئے روز ملانے کو آتے ہیں، تو بس ٹھیک ہے رہنا یا رکھنا کیا ضروری ہے وہ یہیں رہی ہے اتنے سال۔" ثمن نے کہا تھا۔

"ان کے گھر میں کام بھی تو نہیں چلتا انزلہ کے بغیر بوڑھی ساس معذور نند آئے گئے کو دیکھنا پوچھنا سب انزلہ کی ذمہ داری ہے، پھر کون سا دور ہے وہ دو محلہ چھوڑ کر تو گھر ہے چاہے روز مل لیں۔" رشیدہ نے بھی کہا۔

"اور آپ سب کی باتوں میں میرا مسئلہ تو وہیں رہ گیا کپڑوں جوتوں کا۔" آمنہ روہانسی ہوئی۔

"دشمن لے آئے گی خود جا کر تم نے ساتھ چلنا ہے تو شام کو چلی جانا اور تصویریں رہنے دو اس کی اجازت میں بالکل نہیں دونگی، باقی جو چیز چاہیے بہتر سے بہترین مل جائے گی۔" امی کا لہجہ قطعی تھا آمنہ کو خوشی سے یہ حکم ماننا پڑا۔

"پھر تصویروں کے بدلے مجھے اچھا سا نیا ہینڈ پرس لے کر دینا ہے۔" آمنہ نے جھٹ فرمائش کی۔

"ڈن، اب جلدی سے یہ بکھیڑا سمیٹنے میں مدد کرو پھر مل کر انزلہ آپی کے سواگت کو کچھ ڈشز تیار کرتے ہیں۔" ہما نے اسے اٹھایا تو آمنہ ان کے ہمراہ گھر کے کام میں ہاتھ بٹانے لگیں، رشیدہ انہیں کام میں مصروف پا کر برآمدے میں دھرے نماز کے تخت پہ بیٹھ کر اپنی ٹوٹی تسبیح کو نئے دھاگے میں پرونے لگیں۔

☆☆☆

آفس سے واپسی پہ اک جگہ رکتے ہوئے اس نے گھر والوں کے لئے آئسکریم اور فروٹ چاٹ پیک کروائی تھی پھر اسے احتیاط سے کیرئیر اسٹینڈ پہ محفوظ کر کے وہ بائیک پہ بیٹھا تو اپنے پیچھے بڑا مترنم سا لہجہ سنا تھا۔

"السلام وعلیکم، کیسے ہیں آپ؟" وہاج بے ساختہ پلٹ کر دیکھنے لگا اس کے سامنے سفید کاٹن کے کڑھائی والے سوٹ میں ملبوس بڑی ہشاش بشاش سعیہ خان کھڑی تھی۔

"وعلیکم السلام، شکر ہے اللہ کا۔" وہ بولا تو لہجہ شائستہ تھا۔

"لگتا ہے کسی اچھی جگہ جاب مل گئی ہے اگر واقعی میرا اندازہ درست ہے تو پھر آپ کو بہت مبارک ہو۔" سعیہ نے اس کی چمکتی سیون ٹی کو دیکھا۔

"Thanks لیکن آپ کو یہ اندازہ ہوا کیسے۔" وہ کچھ حیران ہوا۔

"آپ کی ڈریسنگ اسٹائل اور نئی سیون ٹی سے ظاہر ہے بے روزگار یا کم کمانے والا بندہ تو اس گیٹ اپ میں اتنے فارمل طریقے سے نہیں گھوم سکتا۔"

"واقعی آپ نے درست کہا۔" وہ ذرا سا ہنس کر بولا تھا۔

"اللہ کا بہت شکر اور کرم نوازی ہے کہ آپ کو جاب مل گئی یقین کریں میں خود کو بہت قصوروار سمجھتے ہوئے اپنے دل و ذہن پہ اک انجانا بوجھ اور دکھ محسوس کرتی تھی، مجھے یہی لگتا تھا کہ آپ کے بے روزگار ہونے کے دکھ کو میں نے بڑھا دیا ہے۔"

"اس [illegible] کا ازالہ کرنے کو آپ باقاعدہ ایک غائب شدہ N.G.O کی سرگرم رکن بن کر ہمارے گھر پہنچ گئیں ہماری غربی کا تماشہ دیکھنے کے لئے۔" وہاج حسن کے لہجے میں غیر ارادی طور پر ہی اک ہلکا طنز اور تلخی در آئی جو سعیہ کو شرمسار سا کر گئی۔

"I am sorry یقین کریں میرا ارادہ برا نہ تھا میں تو خلوص نیت سے آپ کے لئے اک ازالہ چاہتی تھی اک کوشش تھی کہ ملازمت کے حصول میں کچھ مدد کر سکوں، اگر آپ کو برا لگا تو ایک بار پھر شدید معذرت خواہ ہوں۔"

"بات برا لگنے کی نہیں اگلے بندے کے جذبات کی ہے کہ وہ اسے کس طرح لیتا ہے خیر چھوڑیں لیکن میرا ایک مشورہ ہے آپ کو کہ آئندہ یوں منہ اٹھا کے کسی کے گھر میں مت چلی جایئے گا ضروری نہیں آپ کو ہر جگہ ہمارے جیسے بامروت اور شریف لوگ ملیں آپ کی حروت آپ کی غلط جگہ بھی خوار کر سکتی ہے کیونکہ دنیا میں اعتبار غیرت اور عزت نام کی اقدار اور احساس ختم ہو چکے ہیں صرف فحاشی رہ گئی ہے۔" اس کا انداز بے حد سنجیدہ تھا اور سعیہ کو یہ انداز برا نہیں لگا تھا بلکہ اپنے لئے وہاج حسن کا تشویش و فکر سے بھرپور لہجہ اسے انجانا سا سکون دے رہا تھا اسے اچھا لگا تھا کہ اپنے ذاتی مفاد سے ہٹ کر اور ہر قسم کی غرض سے بالاتر ہو کر کوئی صرف اس کے تحفظ و ناموس کے لئے سوچ رہا ہے۔

"موجودہ جاب سے مطمئن ہیں آپ۔" سعیہ نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"رزق و روزی کی تلاش میں حلال حرام کی تمیز رکھنے والا انسان جب گھر سے نکلے تو اطمینان نصیبوں سے ملتا ہے، ہیرا پھیری بے ایمانی بہت زیادہ مگر اللہ پر بھروسہ اور کامل ایمان خود بخود مطمئن کر دیتا ہے۔"

"اچھی سوچ ہے ویسے آپ کس ادارے میں جاب پہ لگے ہیں۔"

"میں روپا ٹیکسٹائل ٹرائی سیشن ہے تین ماہ کا پھر اصل ڈیوٹی شروع ہوگی۔"

"اوہ سیٹھ حیدر اکرام کے ہاں واقعی بہت اچھا ادارہ ہے بہت نیک نامی ہے ان کی بزنس ورلڈ میں۔" سعیہ نے کہا۔

"آپ جانتی ہیں انہیں۔" وہاج چونکا تھا۔

"کوئی خاص نہیں مگر ایک بزنس مین کی بیٹی ہونے کے ناطے ان کے بزنس ٹائیکون سے کچھ واقفیت ہے۔" وہ دانستہ یہ بات گول کر گئی کہ سیٹھ حیدر نثار کی بیٹی صبا اس کی اکلوتی بیسٹ فرینڈ ہے مبادا کہ وہ اس ملازمت کو سعیہ کی سفارش سمجھ کر چھوڑ نہ دے اس اکھڑ مزاج بندے کے شعلہ و شبنم مزاج سے اسے ڈر ہی لگتا تھا۔

"میں اب چلتا ہوں مجھے گھر سے مس کالز موصول ہونا شروع ہو چکی ہیں۔" وہ بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔

"Ok good bye لیکن ایک بات کی معذرت کہ میری باتوں کے دوران آپ کی پیک کروائی آئسکریم پگھل کر کھیر بن چکی ہوگی۔" سعیہ خفیف سی بولی۔

"کوئی بات نہیں، پہلے آئسکریم جمی ہوئی کھاتے ہیں آج کھیر سمجھ کر کھا لیں گے، او کے اللہ حافظ۔" وہ کک لگا کر چند لمحوں میں بائیک اڑاتا نگاہوں سے اوجھل ہوتا چلا گیا اور سعیہ کچھ اسے دیکھتے رہنے کے بعد آئسکریم بار کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

"مجھے معلوم نہ تھا ہندوستان اتنی دلچسپ جگہ ہے بہت مزا آ رہا ہے سب سے ملتے ملاتے۔" ماریا، سجاتا کے رشتے داروں سے مل کر ان کی گفتگو سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولی۔

"ابھی تو تمہیں اپنی سہیلی پہ شادی پہ لے چلیں گے پھر دیکھنا کتنا مزا آتا ہے یہاں کی شادیوں

میں اتنی مزیدار اور اچھی رسمیں ہوتی ہیں کہ کیا بتاؤں اور اصل ہلہ گلہ خوشی کا مزا یہی تو ہوتا ہے ہر بات کو کھل کر چھیڑ چھاڑ مذاق خوشی سے انجوائے کیا جائے۔" سجاتا نے اس کا تجسس بڑھایا تھا۔

"واقعی اور مجھے وہ آگ کے گرد پھیروں والی رسم ضرور دکھانا۔" ماریا نے جوش سے کہا۔

"سب دکھائیں گے لیکن تمہیں میری ایک بات ماننا پڑے گی۔" سجاتا مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا بات بتاؤ۔" ماریا نے پوچھا۔

"تم ہندوستانی لباس یعنی ساڑی پہن کے بندیا لگا کے بھاری جھمکے چوڑیاں لمبا پراندہ سب پہنو گی آج مہندی ہے دیکھنا بہت مزا آئے گا۔"

"او کے تمہاری خوشی کو میں ضرور پورا کروں گی۔" ماریا نے دھیرے سے مسکرا کر کہا۔

اور شام کو دھنک رنگ ساڑی کے ہمراہ میچنگ انڈین جیولری لمبا شیشوں والا پراندہ جو بہت مشکلوں سے کئی پنیں لگا کر سجاتا نے اٹکایا تھا بندیا لگائے وہ تیز سے میک اپ کے ساتھ تیار ہوئی تو سب کو بہت اچھی لگی مغربی خدوخال اور مشرقی لبادہ خوبصورت سا امتزاج تھا۔

"بھگوان نظر بد سے بچائے بہت اچھی لگ رہی ہو۔" سجاتا نے تعریف کی۔

"لیکن مجھے بہت عجیب سا لگ رہا ہے کبھی ایسا لباس نہیں پہنا ناں۔" ماریا نے خود کو دیکھا۔

"کبھی پہنا نہیں اسی لئے تو زیادہ اچھا لگ رہا ہے کہ ایک بار دیکھنے کے بعد بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔" سجاتا کی ماتا (ماں) شفقت سے بولیں تو ماریا بے اختیار مسکرا پڑی۔

"آپ لوگوں کا انگلش لہجہ بہت اچھا ہے باوجود اس کے کہ قومی زبان ہندی ہے۔"

"وجہ تعلیم کی زیادتی ہے ہمارے ہاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے ہر فرد پھر زیادہ تر ہماری لائف کا حصہ فارن کنٹریز میں گزرا ہے تو انگریزی تلفظ خود بخود اچھا ہوگا۔" سجاتا نے بتایا۔

"سجاتا جلدی کرو دیر ہو رہی ہے اجے کب سے گاڑی میں بیٹھا ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

"بس ماتا جی ہم تیار ہیں چلیں۔" سجاتا ماریا کو ہمراہ لئے بڑھی۔

"گھر سے نکلنے سے پہلے بھگوان کا آشیرباد ضروری ہے یہ بات نہ بھولا کرو۔" سجاتا کی ماں نے ٹوکا تو سجاتا فوراً اپنی غلطی مانتی مڑی۔

"آؤ پہلے بھگوان کو پرنام کرلیں۔" سجاتا ایک کمرے کی جانب بڑھی جس کے اندر سامنے چبوترے پر کئی مجسمے مختلف حالتوں میں رکھے ہوئے کسی مجسمے کے کئی بازو تھے اور کسی کے دو چہرے کوئی نرمی سے دیکھ رہا تھا تو کوئی قہر برساتی نگاہوں سمیت منہ کھولے آگ برسا رہا تھا، ماریا کو اتنے مجسموں کی موجودگی کا معمہ سمجھ نہ آسکا تو سجاتا سے پوچھ لیا۔

"یہ دولت کی دیوی لکشمی ہے، یہ علم کا دیوتا گنیش (Ganesh) اور یہ جسمانی قوت اور توانائی کا دیوتا ہنومان، یہ محبت کی دیوی دیوتا سیتا رام۔" وہ ہر مجسمے کی موجودگی کا بتاتے ہوئے بولی۔

"ہر آدمی اپنی ضرورت اور مفاد کے مطابق کسی دیوی یا دیوتا کی پوجا کرتا ہے۔"

"ہر ضرورت کا معبود الگ ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔" ماریا مزید الجھی۔

"پگلی تمہیں یہ گورکھ دھندا سمجھ نہیں آئے گا بس یوں سمجھ لو کہ بوقت ضرورت انسان جس دیوتا کی پوجا کرتا ہے وہ زمین پہ آکر انسان کی مدد کرتا ہے جیسے لوہے کا کام کرنے کے لئے لوہار اور

لکڑی کا کام کرنے کے لئے بڑھئی، مٹھائی کے لئے حلوائی اور بیماری کے لئے ڈاکٹر ہوتا ہے تو اسی طرح سے انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بھی ہر مقصد کا الگ خدا ہے، جو الگ صلاحیت کا حامل ہے۔"

اتنے خداؤں کے تصور نے یکدم ہی اسے الجھا کر رکھ دیا تھا۔

"میں تو اپنے مذہب کے تین خدا والے نظریے سے باغی تھی یہاں بے شمار خدا ہیں مگر کیوں، خدا تو بس ایک ہونا چاہیے وہی ہر ضرورت کے لئے ناگزیر ہو۔" ماریا سوچ کر رہ گئی۔

پھر وہ سجاتا کی سہیلی کی شادی اٹینڈ کرنے تو آگئی مگر ذہن اسی خداؤں والے ابہام میں الجھا رہا اگرچہ مہندی کی رسم بہت خوشگوار تھی گانوں، ڈانس لڈی سے بھرپور اور ماریا کو ملنے والا خصوصی پروٹوکول سب اسے بہت اچھے طریقے سے Receiv کر رہے تھے اور ہر رسم پر اسے آگے رکھا جا رہا تھا، شادی کے موقعہ پہ دولہا دلہن کے پلو باندھ کر آگ جلا کے سات پھیرے لینے اور سیندور بھرنے کی رسم ماریا کو بہت رومانٹک لگی۔

"پلو سے بندھنے کا مطلب ہے کہ دلہن تمام عمر اسی طرح دولہا کے پیچھے اس کا حکم مان کے چلتی رہے اور ساتوں جنم اسی طرح گزریں۔" سجاتا اسے معلومات دے رہی تھی جبکہ ماریا سوچ رہی تھی۔

"یہ تو سوچ بھی کنزرویٹو ہے جانوروں کی طرح عورت کو باندھے رکھنے اور مرد کی محکوم دیکھنے کی خواہش، یہ بھی تو مسلمانوں جیسی جاہلیت پہ مبنی رسم ہے، اف عورت یہاں کیسے بھیڑ بکریوں جیسی محکومیت میں پس رہی ہے۔"

"اور یہ سات جنم کا کیا چکر ہے انسان بار بار کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔" ماریا نے ایک اور سوال اٹھایا۔

"ہماری مذہبی روایات کے مطابق انسان اس دنیا میں جب آتا ہے تو اس کے کچھ کام ادھورے رہ جاتے ہیں اس کی دوستیاں، دشمنیاں بہت سے پچھتاوے جو اسے پھر سے دنیا میں آنے پہ مجبور کرتے ہیں اور وہ رام کی کرپا (مہربانی) سے پھر جنم لیتا سات بار جنم لیتا ہے کسی اور پیشے سے وابستہ ہوکر کسی اور والدین کے گھر مگر پچھلی کتھائیں (کہانیاں) اسے کسی نہ کسی موقع پر یاد آتی رہتی ہیں اور وہ اپنے نامکمل کام انہی پرانی یادوں کے زیر اثر پورے کرتا ہے۔"

"مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک انسان مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو جبکہ ہمارے مذہب کے مطابق دنیا کے تمام انسان حضرت آدمؑ اور اماں حواؑ کی اولاد ہیں اور سب کی زندگیوں کا ہر کام ایک یوم حساب میں پیش ہوگا اور انسان اسی کے مطابق جزا اور سزا پائے گا۔" ماریا نے کہا۔

"ہمارے ہاں یوم حساب یا جزا سزا کا کوئی تصور نہیں، بس آرام و آسائش اور کھانا پینا ہی زندگی سمجھی جاتی ہے۔" سجاتا لاپروائی سے بولی۔

"بہت عجیب ہے تمہارا مذہبی فلسفہ بہرحال مذہب ہر انسان کا ذاتی معاملہ ہے بائے دا وے۔"

"میں تمہاری مذہبی کتاب دیکھ سکتی ہوں۔" ماریا نے پوچھا۔

"ضرور، مگر تمہیں سمجھ نہیں آئے گی کیونکہ بیشتر مذہبی کتابیں سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی ہیں ہماری سب سے مقدس کتاب گیتا ہے اس کا ہندی ترجمہ میں ضرور تمہیں بتا دوں گی۔" سجاتا نے کہا تو

ماریا سر ہلا کر اپنی طرف آتی اس کی ماتا کو دیکھنے لگی۔
"تم دونوں یہیں بیٹھ گئیں ماریا کو اسٹیج پہ لاؤ دولہا دلہن کے ساتھ فوٹو سیشن بنواؤ سب تمہیں بلا رہے ہیں۔"
"آؤ ماریا تمہیں لے چلوں۔" سجاتا اسے لے کر اٹھی۔
"یہ ماریا ہے میری بہت اچھی دوست اسے میں اپنے ساتھ لے آئی تھی ہندوستان دکھانے کو اور یہ دولہا مکیش اگروال یہ دلہن سادھنا ٹھاکر۔" سجاتا نے تعارفی رسم ادا کی۔
"بہت اچھے لوگ رہے ہیں آپ لوگ اس خوبصورت اور رنگین برائیڈل ڈریسز میں، میں نے آپ کی شادی کو کافی انجوائے کیا ہے۔" ماریا نے ان سے مصافحہ کیا۔
"ہمیں بھی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے، بیٹھیں ناں آپ کھڑی کیوں ہیں۔" نئی نویلی عروسی جوڑی نے ماریا کو ویلکم کر کے بٹھایا۔
"ہمارے ہاں تو بڑے آرام سے سب کچھ ہو جاتا ہے خوشی ہوتی ہے دوست عزیز بھی آتے ہیں مگر یہ ہنگامہ اتنے قہقہے اور ایسا شور شرابہ امیزنگ اچھا لگ رہا ہے یہ سب بھی۔" ماریا نرمی سے بولی۔
"ہمارے ہاں تو بغیر دھوم دھڑ کے، بینا باجے گاجے اور شور شرابہ کے شادی کا تصور ہی محال ہے۔" سجاتا کے شوہر اجے ورما ہنستے ہوئے بولے تھے، تبھی کسی کو آتے دیکھ کر سجاتا پھرتی سے اٹھی۔
"نمستے آکا بھائی۔" ایک خاصے رعب داب والے دراز قد قدرے بھاری جسامت کا ہینڈسم سا بندہ تھا۔
"نمستے نمستے جیتی رہو ہمیں اطلاع مل گئی تھی کہ تم آئی ہو زمینوں پہ ذرا حساب چکتا کرنے کا موسم ہے تو روز آتے آتے رہ جاتے تھے مصروفیت میں اور تم سناؤ اجے میاں کیسے ہو، کاروبار کیسا جا رہا ہے۔"
"بڑی کرپا ہے بھگوان کی سب اوپر اوپر جا رہا ہے۔" اجے ورما ہنسے تھے اور آنے والے کی سوالیہ نگاہیں ماریا پہ اٹھی تھیں۔
"یہ میری دوست ہے ماریا ویلنگٹن میں رہتی ہے چھٹیوں کی وجہ سے میں اسے اپنے ساتھ لے آئی ہندوستان گھمانے پھرانے کو۔" سجاتا نے بتایا۔
"اچھی بات ہے ویسے بھی مہمانوں کے لئے تو یہ دھرتی بڑی شبھ (اچھی) ہے اپنی مہمان کو خوب تواضع کے ساتھ گھمانا پھرانا۔" وہ خوش گوار انداز میں بولے۔
"ضرور آکا بھائی آپ بیٹھیں ناں۔"
"ارے نہیں تم لوگ بیٹھو خوش گپیاں مارو ہم اور لوگوں سے پرنام کر لیں۔" وہ مڑے۔
"خاصی Attractive پرسنالٹی ہیں کیا رشتہ ہیں، بڑے زمیندار اور دھن دولت والے سا۔"
"تو پھر تم ان سے شادی کر لیتیں اجے ورما تو اتنے پر کشش نہیں۔" ماریا نے بے ساختہ کہہ دیا۔
"ہمارے مذہب میں کزن سے شادی حرام ہے اسی طرح جیسے سگے بھائی سے، کزن کا بھی سگے بھائی جیسا رشتہ اور احترام ہوتا ہے، اس لئے آپس میں رشتہ کسی صورت نہیں ہو سکتا۔" سجاتا

نے ایک اور اطلاع بہم پہنچائی، تو ماریا کندھے اچکا کر رہ گئی۔
"اچھا بہن بہت سے ہو گیا ہے اب ہم چلتے ہیں۔" ماتا جی میزبان جوڑی سے اجازت مانگنے لگیں۔
"ابھی رکتیں بہن جی۔" وہ مروت نبھانے لگیں۔
"ارے نہیں سجاتا کے پتا آنے والے ہونگے آج لیٹ تھے آفس سے تبھی ہم رکے رہے اور وہ شادی میں بھی نہ آسکے بس معذرت قبول کر لیجئے گا ان کی۔"
"اوکے بہت مہربانی ہے آپ کے آنے کی اچھا سمے گزارا آپ کے ساتھ۔" میزبان خاتون سینے تک ہاتھ لے جا کر نمستے کرتے ہوئے بولیں تو سب باری باری ملتے نکلنے لگے ماریا بھی ان کی تقلید میں نمستے کا طریقہ اپنا کر سلام کرتی نکلی۔
گاڑی میں بیٹھ کر وہ سب واپسی کے سفر پہ روانہ ہوئے تو ایک سنسان سے روڈ سے گزرتے ہوئے ایکدم سے جانے کیا ہوا تھا، گاڑی کا انجن میں پٹاخہ سا ہوا تھا اور آگ بھڑک اٹھی اس آگ نے بہت جلد پوری گاڑی کو لپیٹ میں لے لیا تھا اور سرخ شعلوں سے پوری گاڑی چھپ چکی تھی اندر بیٹھے افراد اس اچانک افتاد پہ ساکت چیخ بھی نہ سکے تھے۔

☆☆☆

ثمن بہت دنوں سے خالہ کی طرف جانے کا سوچ رہی تھی وہاج کام پہ جانے لگا تو وہ اسی سے اجازت لے کر اس کے ہمراہ ہو لی تا کہ وہ جاتے ہوئے اسے چھوڑ دے اور واپسی پہ لیتا آئے، اریبہ، جویریہ، ربیعہ اسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھیں صبح کا ٹائم تھا سبھی ناشتے میں مصروف تھے۔
"وہاج آؤ بیٹا تم بھی ناشتہ کر لو۔" خالہ نے کہا جبکہ ثمن ان کے پاس بیٹھ چکی تھی۔
"میں ناشتہ کر کے آیا ہوں خالہ آپ لوگ کریں مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے شام کو واپسی پہ ملاقات ہو گی انشا اللہ۔" وہ چائے پیتی اریبہ کو لحہ بھر دیکھتے ہوئے بولا تو وہ بے چین سی ہو کر تیزی سے اپنا کپ خالی کر کے اٹھی اور اس کے پیچھے چلی آئی۔
"اتنی جلدی جا رہے ہو، رکتے تو۔"
"پھر سہی ابھی لیٹ ہو رہا ہوں۔" وہ ذرا سا مسکرایا تھا۔
"کام کیسا ہے تمہارا سیٹ ہو گئے ہو نئی جاب پہ۔"
"الحمدللہ کرم ہے اللہ پاک کا اور تم اپنے فارم جمع کروا آئی تھیں جا کے سٹوڈنٹس لسٹ میں اپنا نام بھی دیکھ لینا۔"
"ہاں میرا ارادہ ہے آج جانے کا اور ثمن کو آج ہم ادھر ہی نہ رکھ لیں۔"
"امی سے پوچھ لینا فون پہ اجازت دیں تو ٹھیک ورنہ معاذ چھوڑ آئے گا۔" وہاج بولا۔
"تم نہیں آؤ گے۔" وہ ذرا خفگی سے بولی۔
"وعدہ نہیں کرتا کوشش کرونگا کیونکہ نئی نئی جاب ہے آفس ٹائمنگز ذرا سخت ہیں۔"
"لیکن چھٹی والے دن تمہارے ساتھ بہت وقت گزاروں گا۔" وہ اسے دیکھنے لگا۔
"Its ok۔" اریبہ نے ٹھنڈی سانس لی۔

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

چھٹی قسط کا خلاصہ

ماریا کو فوراً ہاسپٹل پہنچایا جاتا ہے وہاں ایک مسلم ڈاکٹر نزہت حیدر اسے اپنا بلڈ ڈونیٹ کرتی ہے ہوش آنے پر ماریا کے دوست اور ڈاکٹر نزہت سمجھاتی ہیں کہ زندگی ضائع نہیں کرتے محبت و خلوص سے اور سلیقے، قرینے سے گزارتے ہیں۔

شہریار ایک بک سٹال پہ کھڑے وہاج حسن سے ٹکراتا ہے تو اس کی موجودہ زندگی اور فرسٹریشن پہ حوصلے کا درس دیتے ہوئے ایک کمپنی میں ٹرائی کا مشورہ دیتا ہے۔

سنعیہ ایم بی اے میں پنجاب بورڈ میں ٹاپ کرتی ہے، تو سب خوش ہوتے ہیں۔

شہریار کے مشورہ پر وہاج متعلقہ کمپنی پہنچا تو اس کی ہائی کوالیفکیشن دیکھ کر پرکشش سہولیات اور اچھی سیلری کے ساتھ اسے ٹرائی سیشن پر رکھ لیا گیا۔

محلہ کی عورتیں انزلہ پر الزام تراشی کرتی ہیں، تو وہ ان سے الجھ پڑتی ہے، محلہ کے مولوی صاحب کا پروفیسر بیٹا موقع پر پہنچ کر معاملہ رفع دفع کرواتا ہے اور اگلے دن انزلہ کے لئے رشتہ بھجوا دیتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

ساتویں قسط

جامعہ پنجاب پہ نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی ملیح چہرے پہ خوشی کے بہت سے رنگ در آئے تھے، کتنا بڑا خواب تھا اس کا جو آج شرمندہ تعبیر ہو رہا تھا، یہ یونیورسٹی یہاں وہاج حسن اپنے علم، اپنی قابلیت اور ذہانت کی بے پناہ دھاک بٹھا کر نکلا تھا وہ بھی اپنے جنون کی پیاس یہاں بجھاتے ہوئے کامیابیوں کے سندیسے سمیٹے۔

"اس وقت میرا دل پتا ہے کیا چاہ رہا ہے۔" یونیورسٹی کے درمیان سے گزرنے والی نہر کے ٹھنڈے پرسکون پانی کو دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"کیا چاہ رہا ہے دل۔" اس کی موہنی صورت پہ نگاہیں ٹکائے وہاج حسن نے پوچھا تھا۔

"رومینس ازم کی جتنی داستانیں اس نہر کے اردگرد لگے درختوں پہ کھدے ناموں سے وابستہ ہیں سب کو مٹا کر ان پہ دو نئے نام لکھ دوں، "اریبہ اشفاق وہاج حسن۔"

"اور جو یہ نام بھی حقیقت نہ بنے صرف داستانوں تک رہ گئے تو۔"

"محبت مٹنے یا داستاں بننے کے لئے نہ ہوتی ہے محبت تو اپنے عہد میں موجود فضاؤں کی خوشبو بن کے زندگی معطر کرنے کے لئے ہوتی ہے، جیسے ہمارے قریب سے گزرنے والی ہوا ہمیں چھو کر گزرتی ہے تو خوشبو سے بھر جاتی ہے اور محبت کو چھو کر گزرنے والی یہ معطر ہوا یہاں سے گزرتی ہے فضائیں مہکتی جاتی ہیں۔"

"بہت شاعرانہ مزاج ہو گیا ہے تمہارا۔" وہ دھیرے سے ہنسا۔

"شاعری بھی تو محبت کے وجود سے ہی جنم لیتی ہے محبت جو اک آفاقی جذبہ ہے محبت جو تڑپ کسک اور درد کی شدتوں سے بھری ہے ایک نگاہ محبت صدیوں کی پیاس بجھا بھی سکتی ہے بڑھا بھی سکتی ہے۔"

"بڑا تجزیہ ہے محبت پہ لگتا ہے ریسرچ کیے بیٹھی ہو۔"

"یہی سمجھو، تم بتاؤ وہاج تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔"

"یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے کیا تم میرے جذبوں کی شدت سے ناواقف ہو۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"لاکھ خبر ہو محبت تو پھر بھی اقرار چاہتی ہے، بار بار سننا چاہتی ہے کہو نا تمہیں مجھ سے محبت ہے، تو کتنی اور کس قدر۔" وہ بچگانہ انداز میں بولی۔

"اریبہ دنیا میں کوئی ایسا پیمانہ ابھی تک ایجاد نہیں ہوا جو محبت کی معصومیت، گہرائی اور شدتوں کو ماپ سکے یہ تو احساس ہے جسے صرف احساس ہی پہنچ کر سکتا ہے نظروں کے ارتکاز کو نظریں ہی پرکھتی ہیں۔"

"یہ سمجھو کہ میرا احساس ابھی خام ہے۔" وہ ہاتھ میں پکڑے پتے کو توڑتے ہوئے شگفتگی سے مسکرائی تھی۔

"ایسے سوالات کے جوابات کا بھی اک وقت ہوتا ہے اور وقت پہ ہی جواب دوں گا۔" اس کا لہجہ ذومعنی ہوا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" اس نے منہ بنایا۔

"یہ وہی بات ہوئی جو تیرے جیسی خالی الذہن لڑکی کے دماغ میں نہیں سمائے گی۔"

"مجھے ناراض مت کرو، ورنہ تمہیں منانا مشکل ہو جائے گا۔"

"تم ناراض ہو لو ایک دفعہ جتنا ہونا ہے۔" وہ آرام سے بولا۔

"پھر تم مناؤ گے۔" وہ اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

"یہ موڈ اور وقت پہ منحصر ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" وہ جھلا کر بولی۔

"اچھا اگر میں ابھی روٹھ جاؤں؟" اسی شوق سے پھر پوچھا۔

"بعد شوق پروا کیسے ہے۔" وہاج ہونٹوں پہ آتی ہنسی روکتے ہوئے بولا۔

"بہت ڈفر شخص ہو تم اتنے رومینٹک ماحول میں بھی رومینٹک نہیں ہو سکتے کیا تھا جو کہہ دیتے "میں تمہیں روٹھنے دوں گا تو روٹھو گی۔" وہ جل کر بولی۔

"اچھا پھر کیا ہوتا؟" وہ ہنستا ہوا بولا۔

"بس اچھا لگتا مجھے یہ احساس ہوتا کہ تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو میرے خفا ہونے یا روٹھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"پگلی لڑکی تصورات سے نکلو حقیقت کی دنیا میں آؤ، زندگی خیالات سے نہیں حقیقت سے چلتی ہے اور حقیقت میں تم سے محبت کا جو احساس اور جذبہ میرے اندر ہے وہ اس قدر بے پایاں اور گہرا ہے کہ کسی زاویے یا پیمانے سے ناپا نہیں جا سکتا، سمجھیں۔" اس کے قدرے جھکے سر کو ہلاتے ہوئے وہ بولا۔

"یہی بات پہلے کہہ دیتے تو کیا تھا میرا دل رہ جاتا پر آپ کو اتنا احساس ہو تب ہے نا۔" وہ بدستور خفگی سے بولی۔

"ضروری نہیں ہے کہ ہر بات کہنے سے عیاں ہو محبت کی زبان تو بہت خاموش ہوتی ہے، بہت سی ان کہی باتیں خود بخود ظاہر ہو جاتی ہیں۔"

"افسوس کہ میں گونگی نہیں بفضل خدا میری سماعتیں مکمل طور پر کام کرتی ہیں، اس لئے بولنے کے ساتھ سننے کی حاجت بھی میری مجبوری ہے۔" وہ کچھ گھورتے ہوئے بولی۔

"اچھا!" وہ دل کھول کر ہنسا۔

"اچھی اطلاع ہے تو اسی خوشی میں تمہیں ایک بہت خوبصورت احساس سے گندھی نظم سناتا ہوں۔"

"چلو یا دش بخیر کسی بہانے سہی تم نرم احساس کی اظہار پہ آئے تو۔" وہ گہرا سانس لیتی اس کی جانب دیکھتے ہوئے خاموشی سے سننے لگی۔

خاموشی میں کسی سے گفتگو کرنا
نہایت اچھا لگتا ہے
خاموشی گنگناتی ہے
خاموشی رقص کرتی ہے
خاموشی گفتگو کو
اک انوکھا ساز دیتی ہے
یہ آنکھوں میں
اترتی روشنی کو رنگ دیتی ہے

یہی راستہ ہے
ان کہی باتیں سمجھنے کا
اتر جانے کا دن میں
ذرا تم غور سے سننا
میری خاموشیوں میں
کون سی باتیں پوشیدہ ہیں
ذرا تم غور کرنا
میری آنکھوں میں
کتنے رنگ اترتے ہیں
اور تمہیں آواز دیتے ہیں

☆☆☆

"انسان چاہے جتنا مرضی کھائے گھر میں مزے سے مزے کا مگر جو لطف فاسٹ فوڈز میں ہے وہ الگ ہی ہے۔" وہ چکن رولز پہ چلی ساس اور سموسوں پہ کیچپ ڈالتے ہوئے بولی۔

"ایسا کبھی کبھار ہی ہوتا ہے ہر ٹائم نہیں۔" شہریار نے پیپسی کا گھونٹ بھرا۔

"مجھے تو ہر ٹائم ہوٹلز کے کھانے اچھے لگتے ہیں، آپ کو پتا ہے ناں میں تو آدھی رات کو پاپا کو مجبور کر دیتی تھی کہ مجھے برگر اور پیپسی لا کر دیں۔ کبھی روغن نان تو کبھی پکوڑے۔" وہ ہنسی۔

"یاد ہے بہت اچھی طرح کیونکہ پھر آدھی رات کو مجھے ہی پاپا کے ساتھ جانا پڑتا تھا، تمہارے چسکے پورے کرنے کے لوازمات لینے کو۔" وہ کوفت سے بولا۔

"ویسے آفس ٹائمنگز بھی بہت ٹف ہیں کام میں دھیان ہو تو وقت گزرنے کا جیسے احساس ہی نہیں ہوتا اگر آپ نہ کھانے کے لئے کہتے تو مجھے شاید دھیان بھی نہ آتا۔"

"دھیان رکھا کرو اتنی بے دھیانی وہ بھی خود سے اچھی نہیں۔"

"خود سے بے دھیانی تو پھر بھی گوارہ ہے اپنے اردگرد سے لاتعلق یا بے دھیان نہیں ہونا چاہیے۔"

"اور جو تم بے دھیان ہو رہی ہو وہ۔" شہریار ایکدم سے کہہ گیا سعیہ کی تمام حسیات جیسے لمحہ بھر کو سو کر پھر سے جاگ اٹھی تھیں اور وہ بہت تحیر سے اپنے سامنے بیٹھے اٹریکٹیو سے بندے کو دیکھ رہی تھی۔

"اپنے اتنے نزدیکی افراد سے بے دھیانی برتنے والا بہت جلد بہت سارے رشتوں اور تعلقات سے کٹ جاتا ہے، جبکہ زندگی تعلق اور رشتوں سے ہی عبارت ہے، یہ نہ ہوں تو آپ اپنے وجود سے کٹ جاتے ہیں۔" شہریار کے الفاظ بہت کچھ جتاتے معلوم ہو رہے تھے۔

"میرے لئے یہ سب کچھ بہت نیا اور خلاف توقع ہے اور اگر آپ سچ سننا چاہیں تو کس قدر تکلیف دہ بھی جب آپ کی توقعات کے برعکس آپ کو بہت کچھ دکھائی دیے سنائی دیے اور ملنے لگے تو سمجھ میں نہیں آتا اس وقت کیسے اپنے آپ کو پرکھے، کیسے خود کو حالات میں ضم کرے یا حالات کو اپنے مطابق رکھے، اک الجھنوں کا دور ہوتا ہے جو روز و شب پہ محیط ہو جاتا ہے سمجھیں اسی دور سے گز [illegible]" اس نے پہلی دفعہ اپنے [illegible] شہریار کے مابین قائم رشتے پہ اتنی تفصیل سے بات کی تھی۔

"سعیہ ہر چیز کو شفاف طریقے سے درست جگہ پہ رکھنے والے انسان ذرا سی بے ترتیبی سے جھلا اٹھتے ہیں خواہ وہ بے ترتیبی رشتوں میں ہو یا چیزوں میں لیکن تمہارا بی ہیوئیر اس حوالے سے قدرے مختلف ہے اور اگر سچ سننا چاہو گی تو تم مختلف ہو اپنے اظہار و خیالات میں بھی اور تم بہت الگ قسم کی لڑکی ہو۔" دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے شہریار خان اس کے سامنے آ رکے۔

"الگ یا عجیب؟" اس کے استفسارانہ انداز میں کچھ اور تھا جو شہریار کو اسے بغور دیکھنے پہ مجبور کر گیا۔

"پہلے تم یہ بتاؤ تم نے "عجیب" کا لفظ کس معانی میں استعمال کیا۔" وہ پشت ریلنگ سے ٹکا کے اسے دیکھنے لگے۔

"آپ بتائیں آپ نے "الگ" کا لفظ کیس معنی میں برتا۔"

"اپر کلاس سے تمہارا Link کروڑوں کی جائیداد، خوبصورت چہرہ اور پرکشش وجود اور مہنگے تعلیمی اداروں کی سٹوڈنٹ اس کے باوجود عام لڑکیوں سے قطعاً الگ نہ فیشن کی رسیانہ مصنوعی شوشا کی شاؤنزم نہ بے تحاشا بولنا نہ بلاوجہ ہنسنا، دوستوں کی محفلیں نہ ہوٹلنگ اور سیر سپاٹے کے مشغلے۔"

"اچھا آپ نے تو بڑا تجزیہ کیا ہوا ہے میرا لیکن بہت سی لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں، مجھ میں ان سے الگ کچھ اور نہیں ہے۔"

"بلاشبہ طبعاً یا عادتاً اکثر لڑکیاں ایک جیسی ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود تم اپنی صنف سے یکسر مختلف ہو، تم میں ایک انفرادیت ہے جو کسی اور میں نہیں۔"

"اور وہ انفرادیت کہ تم سعیہ شہریار ہو جو کوئی اور نہیں ہو سکتی۔" اس کا ہاتھ تھامے اپنائیت و محبت سے مخاطب ہوتا توجہ سے دیکھتا شخص جس کے چہرے پہ پھیلی نرم مسکراہٹ نے اس کے تمام نقوش کو روشن کر دیا تھا، سعیہ نے صرف دیکھا تھا مگر بولی کچھ نہیں اور بھیگتی رات کی تاریکی نے محسوس کیا تھا کہ اس کی شربتی آنکھوں میں نمی اتر آئی ہے۔

☆☆☆

وہ اپنے آپ کو بار بار ہاتھ لگا کر اور چھو کر دیکھ رہی تھی پھر بھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ زندہ رہ گئی اگرچہ اس کے ساتھ گاڑی میں موجود تمام نفوس بری طرح جل چکنے کے بعد مر گئے تھے، سجا تا زندہ تھی مگر یوں کہ اس کا خوبصورت چہرہ جل کر بھیانک ہو چکا تھا، جسم کا بھی کافی حصہ جلا تھا اور وہ معجزانہ طور پر بچ گئی تھی آگ سے بھی موت سے بھی جب گاڑی شعلوں میں لپٹی کمڑ کمڑ کی زوردار آواز کے ساتھ جلنے کے کڑاکے مار رہی تھی تو اس نے بے اختیار دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے کہا تھا۔

"اے مالک سب کو پالنے والے ہر نفس کو پیدا کرنے والے مجھے بچا لے میں بے شناخت وجود کے ساتھ مرنا نہیں چاہتی مجھے پانا ہے ابھی تجھ کو بھی خود کو بھی تو میری تلاش حق کو بازیافت کرنے تک مجھے مہلت دے۔" اور پھر جیسے کسی غیبی طاقت نے جلتا دروازہ توڑ کر گراتے ہوئے اسے کھینچ کر باہر نکالا تھا وہ اوندھے منہ لڑھکتی ہوئی کئی گز دور جا گری تھی اور اس کی خوفزدہ، وحشت سے بھری نگاہوں کے سامنے گاڑی اور گاڑی میں موجود افراد جلتے رہے اور وہ بھیگی آنکھوں سے

سوچتی رہی۔

"دیکھو سچا تا یہ تمہارا ابو وا مذہبی عقیدہ تھا تم لوگ آگ کو اپنا مذہبی نشان و شانتی جانتے تھے اسی نے نہیں تڑپا تڑپا کر مارا، بے عقیدگی اور جہالت نے کفر کی موت کو تم لوگوں کا مقدر بنا دیا۔"

"یہ آگ مجھے بھی تو جلا سکتی ہے میں بھی تو اک بے عقیدہ راستے پہ بنا کسی سچائی کے چلتی رہی تھی اور اس وقت بھی حالت کفر میں تھی۔" یہ خیال آتے ہی اس کے بدن میں خوف انتہائی خوف کی لہر سنسنا اٹھی اسے لگا تھا وہ لق و دق صحرا میں اکیلی بے اماں، بے چارگی اور بے بسی کے عالم میں کھڑی ہے اس کے چاروں طرف سرخ دہکتی آگ کی لپٹیں کالا گرد آلود سانسیں اکھاڑتا دھواں اور بس موت کا سماں ہے، گاڑی سے نکلتی آگ کی لپٹیں اور جلتے جسموں کی خوفزدہ چیخیں اسے اپنی طرف کھینچتی محسوس ہونے لگیں۔

"اس سے پہلے کہ یہ آگ سچ مچ مجھے گھیر کر جلا ڈالے مجھے یہاں سے اٹھ کر بھاگ جانا چاہیے۔" اس کو خیال آیا تو پاؤں جیسے زمین نے پکڑ لیے تھے اور آگ تھی کہ اس کی تیز لپٹیں گرم لو لے کر چلتی ہواؤں کے ہمراہ اس کی طرف بڑھی آتی تھی تیز رفتاری کے ساتھ۔

"کیا میں مر جاؤں گی اور مرتے ہوئے میرے پاس کیا ہے نہ کوئی بڑی نیکی نہ چھوٹی اچھائی، میں تو کوئی درست مذہبی عقیدہ تک نہیں رکھتی مجھے بخشش کیسے ملے گی، میرا یہ خوبصورت چہرہ بے داغ جسم اس آگ کا رزق ہو جائے گا اور بنا کسی قصور کے میں سسک کر بے بسی کے عالم میں بے یار و مددگار مر جاؤں گی یہاں ویرانے میں اپنے وطن اپنے گھر والوں اپنے دوستوں سے اتنی دور۔" اس پہ عجب سے خوف کے ساتھ کپکپی طاری ہو گئی اور گاڑی الٹ بازیاں کھاتی جلتی اس کی طرف کو گرنے لگی اس کے قدم ہلنے تک سے انکاری تھے اور موت اک وحشتناک رقص کر رہی تھی اس کی آنکھوں کے سامنے گاڑی اس سے محض فٹ بھر کے فاصلے پہ آ گری وہ یک لخت چیخ ماری پوری قوت کے ساتھ خود کو گھسیٹتی ابھی قدم پیچھے کو موڑے گر چند انچ کے فاصلے پر دھاری دار کوبرا سانپ پھن پھیلائے اسے چمکدار نگاہوں سے گھور رہا تھا آگے موت پیچھے موت، اسے اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔

"ماریا میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں زندگی کا سفر تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں کیا تم میرا ساتھ دو گی۔" نیلی کانچ آنکھوں والا گورا چٹا مائیکل اسے اس لمحے بے طرح یاد آیا۔

"وہ کتنا سچا اور سادہ شخص تھا اور میں نے اسے دھتکار دیا تھا کیا یہ اس کے دل کو دکھانے کی سزا ہے مگر میرے خدا تو جانتا ہے میرا ارادہ اسے دکھ دینے کا نہیں تھا بلکہ میں تو اپنی منزل پانے کے لیے کوئی بیڑی نہ پہننا چاہتی تھی بس۔" اس نے لہراتے سانپ کو دیکھ کر خوف سے سوچا۔

"میں بہت بری سہی مگر اتنی گناہ گار تو نہیں کہ میرا انجام ایسی موت ہو، میں نے تو حالت کفر میں بھی اپنے کردار کو بہت سلیقے سے شفاف رکھا کبھی گندگی میں نہیں گری۔"

"مم، مجھے اس طرح کی موت نہ دے۔" آنسو بہت تیزی سے اس کے رخسار تر کرتے گئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتی تھی مگر خوف نے آنسو بھی جیسے فریز کر رکھے تھے، اس نے ایک خوفزدہ نگاہ اپنے آگے پھن پھیلائے کھڑے سانپ پہ ڈالی تھی جو لہرا کر اس پہ جھپٹنے کو تیار تھا اور تعاقب میں جلتی گاڑی کی دوزخ جیسی تپش پشت جلاتی محسوس ہوتی تھی، موت اس سے چند انچ کے فاصلے پر کھڑی مسکرا رہی تھی، متوقع انجام اور ایسی بھیانک موت کے تصور سے ہی اس کی حالت غیر ہونے

لگی، اس کے دل و ذہن پر موت و سزا کا شدید ترین خوف طاری تھا اور وہ اپنے ذہن سے اس احساس کی اذیت کو جھٹکنے میں بری طرح ناکام ہو رہی تھی بہت ہمت کر کے اس نے دائیں سمت کو بھاگنے کی سعی کی کہ دھاری دار سانپ نے جھٹکا کھا کر اس پر حملہ کیا وہ ڈر کے پیچھے کو ہٹی پیچھے یہاں آگ تھی اسے اپنی آغوش میں لینے کو بے قرار۔

"تو موت مجھ پہ حاوی ہو گئی ہے۔" یہ آخری شدید ترین احساس تھا جو اندھیروں میں ڈوبتے ذہن میں ابھرا تھا اور پھر ہر سمت تاریکی چھا گئی ہولناک تاریکی، وحشت بھری تکلیف سے بھری تاریکی جس نے اسے بے خبری کی نیند سلا دیا تھا۔

☆☆☆

"السلام وعلیکم ابو جانی!" اس نے پیچھے سے آ کر اپنے والد کے گلے میں بانہیں ڈالی تھیں اور اپنا چہرہ ان کے سر پہ ٹکا دیا تھا۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہے میری بیٹی، بہت مصروف اور پڑھاکو ہو گئی ہے کہ بابا سے باتیں کرنے کا بھی موقع نہیں ملتا۔" وہ شفیق انداز میں اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

"بس بابا ایک تو گرمی کے موسم میں آتے جاتے جان نڈھال ہو جاتی ہے، کچھ ٹیوشن والے بچے دماغ چاٹتے ہیں پھر تھوڑا بہت ٹائم اسٹڈیز کو دے کے جو بستر پہ لیٹوں تو بس نیند کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں پھر آپ خود بھی تو اتوار اتنے گئے آتے ہیں اور صبح سویرے چلے جاتے ہیں کہ ملنے کا موقعہ نہیں ہوتا۔" وہ ان کے شکوے کا جواب دیتے ہوئے خود بھی ہلکے پھلکے انداز میں شکوہ کر گئی۔

"بس بیٹی کام ایسا ہے کہ مورننگ اور نائٹ ٹائمنگ میں زیادہ رش لیتا ہے اور اپنے گھر والوں کو اچھی زندگی بہتر سہولیات دینے کے لیے کچھ تو وقت دینا پڑتا ہے۔"

"ابو اللہ کا شکر ہے ہم بہت سوں سے بہتر اور پر آسائش زندگی گزار رہے ہیں آپ صرف ہمارے لیے نہ سوچیں کچھ وقت اپنے لیے بھی نکالیں آپ کا خود اپنے اوپر بھی حق ہے۔" اریبہ بہت لاڈ بھرے انداز میں ان کے کندھے پہ سر رکھ کے بولی۔

"میری بیٹی پڑھ لکھ کر لیکچرار بن جائے پھر میرے پاس بہت وقت ہو گا۔"

"ابو جانی آپ کی خواہش میں ضرور پوری کروں گی۔" وہ اعتماد سے بولی۔

"ہاں بس پڑھا کے نوکری لگوانا ہے اریبہ میں کہتی ہوں یہ لڑکی ہے لڑکا نہیں اسے اتنا سر چڑھا کے نہ رکھیں کل کو اگلے گھر بھی جانا ہے۔" نجمہ بولیں۔

"ابھی تو بچی ہے یہ کچھ پڑھ لکھ کے سلجھ دار ہونے شعور سیکھ لے پھر اگلے گھر کا سوچنا ہے۔" اشفاق احمد نے کہا۔

"دیکھ لیں ابو امی بس میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں، میری دو روٹیاں بار ہو گئی ہیں۔" وہ پیر پٹختی ہوئی اٹھ کر پرے جا بیٹھی۔

"تم نے میری بچی کو ناراض کر دیا، اریبہ ادھر آ بچی۔" وہ شفیق انداز میں بولے۔

"بس بچی بنی رہنے دیں اسی بچپنے میں اب تک کچن جانے سے کتراتی ہے، جھاڑو نہیں لگاتی کہ غبار چڑھتا ہے برتن، پوچا نوکروں جیسے کام لگتے ہیں ارے میں کہتی ہوں یہاں جائے گی وہاں کیا ملازمین کی فوج بھجوائے گا بابا ساتھ اگلے بیٹھا کر نہیں کھلاتے ہاتھ پیر ہلانے پہ سب ملتا ہے۔" وہ چڑ کر بولیں۔

"غصہ نہ کر نیک بخت دیکھنا رب سوہنا میری دمی کے نصیب بہت اچھے کرے گا، راج کرے گی یہاں جائے گی۔"

"نصیب کس نے دیکھے ہیں کون جانے کتنا غم ہے کتنی خوشی ہے تو وہاج اپنا اچھا بانکا سجیلا اور محنتی پر بختوں سے ڈر لگتا ہے رشتے بدل جائیں ناں تو اپنے بھی پرائے ہو جاتے ہیں۔" وہ ماں تھیں بہت دور تک سوچ رہی تھیں۔

"تو یہ بیکار کی سوچیں نہ پالا کر بچی کے ذہن میں کوئی الٹی سیدھی سوچ بیٹھ گئی تو آنے والا وقت خوامخواہ مشکل ہو جائے گا اس کے لئے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے پر مجھے...... اچھا چھوڑیں ایک اور بات یاد آ گئی ہے رشیدہ آپا کہہ رہی تھیں کہ وہاج خیر سے اب نئی نوکری پہ لگ گیا ہے تو باقاعدہ رسم کرتے ہیں ایک تو سب عزیز رشتے داروں کو پتا چل جائے گا دوسرے رشتہ پکا ہو جائے گا، آپ کیا کہتے ہیں۔" نجمہ ذرا آہستگی سے پوچھنے لگیں۔

"میں نے کیا کہنا ہے گھر کا لڑکا ہے تمیز دار سلجھا، پڑھا لکھا پھر اریبہ سے اچھی دوستی ہے پر ایک بات بتا دینا اپنی بہن کو منگنی بے شک جتنے مرضی لوگوں کو بلا کر کرے شادی تب ہو گی جب ثمن اور ہما بھی رخصت ہو جائے گی، اپنی بیٹی کو ہنا کسی الجھن کے فکر کے اچھی زندگی دینے کا وعدہ لینے پہ ہی میں یہ رشتہ دونگا۔" اشفاق سنجیدگی سے بولے۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا، وہاج اور آپا سے بڑھ کر اچھی زندگی اور سکھ اسے کہاں ملے گا اور کون دے گا اور رشتہ دینے کی بھی خوب کہی رشتہ تو آپ نے تبھی دے دیا تھا جب وہ پالنے میں تھی۔"

"وہ ہنسی مذاق میں طے ہوا تھا سب خیر کوئی خاص اعتراض بھی نہیں مگر تم یہ بھی تو دیکھو ابھی وہاج کے سر پہ کتنا بوجھ ہے وہ پہلے بہنیں بیاہے گا یا اپنا بیاہ رچائے گا۔"

"ظاہر ہے جوان بہنوں کی موجودگی میں خود تو سہرا باندھ کر بیٹھنے سے رہا۔"

"تو تم خود سوچو اگر ہم اریبہ کا رشتہ کر دیں اور اگلے سال دو سال تک رشیدہ کی بیٹیاں اپنے گھر کی نہ ہوئیں تو ہمیں اریبہ کے لئے زور دینا پڑے گا کہ نہیں اور جوان کنواری نندوں کی موجودگی میں شادی شدہ زندگی اریبہ کے لئے سو مسائل کھڑے کر سکتی ہے، یہ جو عمر رسیدہ بن بیاہی نندیں ہوتی ہیں بھاوجوں کا جینا کیسے حرام کرتی ہیں تم نہیں جانتیں، آئے دن اخبارات بھی کیس سلنڈر پھٹنے آگ لگنے اور خودکشی کے قصے یونہی تو نہیں چھپتے۔" انہوں نے بہت باریک بینی سے حالات کا متوقع تجزیہ پیش کیا۔

"آپ جانتے ہیں کہ میری بھانجیوں کے لئے آپ کے یہ الفاظ مجھے کیسا دکھ پہنچا رہے ہیں اللہ نہ کرے آپ بھی بیٹیوں کے باپ ہیں کبھی کسی کی بیٹی کے لئے ایسا نہیں کہنے اور اللہ خیر رکھے وہ بیاہی جائیں منہ سے اچھے کلمات نہ نکلتے ہوں تو چپ رہنا بہتر ہوتا ہے۔" نجمہ تلخی و غصہ سے بولیں اور احتجاجی انداز میں اٹھ کر چلی گئیں۔

"امی خوامخواہ ہرٹ ہو رہی ہیں ابو بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں اب اکیلے وہاج کے سر پہ تو اپنی اولاد کو دھول میں نہیں جھونک سکتے، سوری وہاج مگر تمہیں اپنی زندگی میں مجھے شامل کرنے کے لئے اس جھنجھٹ سے جان چھڑانا ہو گی۔" اریبہ اپنے بستر پہ لیٹی سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

"ہیلو پاپا آپ نے بلایا تھا۔" وہ لاؤنج سے ہوتی ان کے کمرے میں آئی۔

"ہاں بیٹا آؤ بیٹھو بہت ضرورت بات کرنی ہے تم سے۔" عفنان علی خان اپنے قریب جگہ بناتے ہوئے بولے۔

"جی کہیں۔" وہ ان کے سامنے بیٹھی۔

"پہلے تو یہ بتاؤ آفس روٹین سیٹ ہے یا نہیں۔"

"سیٹ ہے پاپا ویسے بھی میں پہلے بھی آفس جاتی رہی ہوں تو کوئی اتنی پرابلم نہیں ہوئی پھر شہریار بھی اکثر آتے رہتے ہیں یہاں ضرورت ہو ہیلپ مل جاتی ہے۔"

"good۔" وہ خوشگوار انداز میں بولے پھر سیدھے ہوتے ہوئے کچھ پرسوچ انداز میں پوچھا تھا۔

"ہماری ٹیکسٹائل ملز کے فوری طور پہ ایک اچھے اور فریش ایڈوائزر کی ضرورت ہے ایک لڑکی شہریار نے رکھی تو ہے جس نے باہر سے ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں ڈپلومہ رکھا ہے اگر تم کچھ ٹائم وہاں دے دو تو کیسا ہے اس کی ذرا ہیلپ مل جائے گی۔"

"اوہ نو پاپا، مجھے بس اپنے آفس میں رہنے دیں شہریار وہاں ہیں تو، تو بس ٹھیک ہے، اتنے اچھے طریقہ سے تو وہ سب مینج کر لیتے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے بھلا تردد کی کیا فکر ہے۔"

"شہریار پہ پہلے ہی بڑا برڈن ہے اس کی اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی ہے اور ساتھ وہ کئی کام ہمارے دیکھ رہا ہے، اچھا نہیں لگتا یوں سب اس کے کندھوں پہ ڈال کے خود آرام سے بیٹھ رہیں۔"

"Oh, papa no more tention۔"

"جب وہ اتنے آرام سے سب کرتے ہیں تو ظاہر ہے ان کے پاس وقت ہے تو کرتے ہیں، آپ فکر نہ کریں اور اگر آپ اتنے چپ ہو رہے ہیں تو میں کوشش کروں گی کہ کبھی کبھار ادھر بھی دیکھتی رہوں، ٹھیک ہے نا، اب اپنے اسی فریش سے موڈ میں آ جائیں۔" انہیں اطمینان دلاتی وہ شگفتگی سے بولی تو وہ ہنس دیے۔

"Thanks my lovely chiled۔"

"بیٹا تم نے میری بہت بڑی پریشانی کم کر دی ہے۔"

"No thanks اولاد ہوتی ہی والدین کی پریشانیاں کم کرنے اور ان کا دست و بازو بننے کے لئے ہے۔"

"ٹھیک کہا تم نے اچھا مجھے یاد آیا تم نے جو ایک بے حد کوالیفائیڈ شخص کو Reject کیا تھا کیا اسے ہم Re-call نہیں کر سکتے، اگر وہ ہمارے شعبہ ٹیکسٹائل میں آ جائے تو اچھا رہے گا۔"

"No papa وہ بہت اکھڑ مزاج اور خوددار قسم کا بندہ ہے اور میں نے بہت asist کیا تھا اسے کہ وہ ہمارے ہاں کام کر لے مگر اس نے ایک فوڈ پوائنٹ پلس سٹریٹ کیفے پہ کام کر لیا ہمارے ہاں نہیں ویسے بھی اب تو وہ بہت اچھی جگہ پہ ہے۔"

"اچھا کہاں ہے۔" انہوں نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"انکل حیدر اکرام کے ہاں، اچھے عہدے پہ ہے اور کافی پرکشش سہولیات کے ساتھ اچھی سیلری ملتی ہے۔"

"اچھا تبھی حیدر بہت تعریف کرتا ہے آج کل اپنے نئے سپروائزر کی خیر اچھا ہوا ورنہ ہماری

بیٹی تو بہت گلٹی فیل کرتی رہتی۔"
"تو اور کیا، مجھے تو اطمینان ہو گیا ڈھیروں سر سے پریشانی اور کسی کو ڈس ہارٹ کرنے کا بھوت اترا۔"

"یہ شہریار ابھی اٹھا نہیں بہت ٹائم ہو گیا ہے۔" دفعتاً وہ کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھنے لگے۔
"نورات کو لیٹ آئے تھے کیسی بزنس فنکشن کی وجہ سے۔"
"ہاں لیکن اب گیارہ بجے سے پہلے اسے اٹھا دینا کیونکہ ایک بزنس میٹنگ ہے بہت اہم اور تم بھی تیار ہو جانا تمہاری موجودگی بھی ضروری ہے تمہیں کاروباری امور اور بزنس ڈیلنگز کے معاملات کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔"
"اوکے اب میں چلوں اگر آپ کی اجازت ہو تو۔"
"ضرور اور جانے سے پہلے اپنی مما سے کہنا بلیک کافی کا ایک کپ بجھوا دیں۔"
"جی کہہ دیتی ہوں۔" وہ باہر نکلی تو شائستہ کاریڈور میں ہی مل گئیں ایکسر سائز کے بعد پسینے سے تر جسم لئے۔
"اتنی اسمارٹ اور ینگ تو لگتی ہیں مما پھر بھی ایکسر سائز کتنا خیال رہتا ہے مما کو اپنے فگر کا حالانکہ کھانی بھی برائے نام ہیں موٹاپے کے ڈر سے۔" اس نے اپنی خوبصورت ماڈل مما کو دیکھا۔
"سعدیہ تم پارلر سے ہو آئیں تمہارے پاپا نے بتایا نہیں کہ تمہیں بزنس میٹنگ میں شریک ہونا ہے۔" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولیں۔
"جی جاتی ہوں آپ پلیز پاپا کے لئے بلیک کافی بجھوا دیں۔" اس نے جلدی سے جان چھڑانے کی پی، جانتی تھی کہ ماما کا لیکچر شروع ہو گیا، گھنٹہ بھر یہیں لے لے گا اور وہ یہ گھنٹہ سو کر گزارنا چاہتی تھی تاکہ پھر اٹھے تو بالکل تروتازہ اور فریش ہو۔
"سوری سویٹ ہارٹ یہ کام تم کر دو مجھے ابھی ناہید کا فون آیا ہے، ہماری N.G.O کے کلب ممبرز کی میٹنگ ہے فوری بلایا ہے۔"
"مگر مما میں سونے جا رہی ہوں۔"
"یہ سونے کا یہ کون سا ٹائم ہے کچھ وقت خود کو دو، تمہاری پہلی بزنس میٹنگ ہے اور تمہارا پہلا امپریشن زبردست ہونا چاہیے First impression is the last impression اپنے ہیئر اسٹائل کو کچھ نیو لک دو فیشل لو پالش کرواؤ کوئی اسٹائلش ڈریس پہنو، کرنے والے کام کے درمیان دو سونا سب کھونا ہے اور کھونا نری بربادی، کیا سمجھیں۔" وہ اس کے رخسار کو تھپتھپا کے بولیں۔
"سب سمجھ گئی۔" وہ گہرا سانس لیتی بولی اور شائستہ کو جاتا دیکھنے لگی۔

☆☆☆

جب انسان کے پاس پیسہ نہ ہو تو ضروریات زندگی محدود ہوتے ہوئے بالکل گھٹ جاتی ہیں اور جب پیسہ ہاتھ میں آ جائے تو ضرورت نہ ہوتے بھی خرچ کے جا بے جا معروف خود بخود نکلنے لگتے ہیں یہی اس کے گھر میں ہو رہا تھا ہما اور ثمن جو ٹیوشنز پڑھاتی تھیں یا سلائی کرتی تھیں اس پیسوں سے زیادہ تر انہی کے کپڑے برتن اور بقیہ آٹا خرید کے چھٹی بند ہو جاتے تھے، بہت لگا بندھا ہاتھ کھینچ کے گھر کی ہانڈی روٹی ہوتی اور اب جو وہاج ہزار ہزار کے کرارے نوٹ لا کر رشیدہ

بیگم کے ہاتھ پہ ماہ بہ ماہ رکھتا تو اضافی اخراجات خود بخود نکلتے گئے گھر میں استعمال کے لئے نئے ڈز سیٹ آئے پھر اگلے ماہ چادریں، پردے بدلے گئے اور اس سے اگلے ماہ کلر ٹی وی کے ساتھ واشنگ مشین لائی گئی پہلے جو مہینوں بعد گوشت پکتا تھا اب ہفتہ میں دو بار پکنے لگا تھا، وہاج نے پہلے تو بہت خاموشی سے یہ سب دیکھا تھا پھر کہہ اٹھا۔
"امی گھر کی طرف توجہ بعد میں دیجئے گا پہلے ہما اور ثمن کی فکر کیجئے ان کے لئے جو ضروری اشیاء ہیں وہ لیں ان کا جہیز پورا کریں اور بہتر ہو گا کہ کچھ رقم ماہ بہ ماہ بچا کر رکھتی جائیں کل کو ان کی شادیوں کے موقع پر کام آئے گی۔"
"مگر بیٹا پیسے بچتے کہاں ہیں سو تو خرچ ہیں گھر کے پھر اگر ہم لوگ گھر میں کوئی شو شار کھیں گے تو رشتے بھی آئیں گے اچھے ورنہ ایسے خالی خولی گھر میں کون آتا ہے۔"
"پھر بھی امی تھوڑا ہاتھ کھینچ کر استعمال کریں۔" وہ بھی ہوا۔
"تو فکر نہ کر میرے بچے، مجھے سب پتا ہے کسی مشقت و محنت کے بعد تو یہ پیسے کما کر لاتا ہے اور میں اسے اللے تللوں میں اڑا کر تیری محنت ضائع نہیں کر سکتی لڑکیوں کا ضروری سامان جہیز تقریباً پورا ہے کراکری، بستر، الیکٹرونکس سب ہے بس فرنیچر کی کمی ہے وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہو جائے گی۔"
"مگر کیسے امی ایکدم سے اتنا پیسہ کہاں سے لائیں گے اگر جمع جوڑ نہ رکھا پھر بہت معمولی غریبوں کی استعداد کے مطابق دینے والا فرنیچر بھی لاکھ تک ہے اور آپ جانتی ہیں بنا سامان کے رشتے ملتے کہاں ہیں۔" مرد ہونے کے باوجود اس کی خانگی معاملات پہ نظر نہ صرف گہری تھی بلکہ وہ اپنی بہنوں کے لئے بہت حساس جذبات رکھتا تھا رشیدہ خاتون کے لئے یہ بات یک گونہ احساس کا باعث تھی۔
"اپنی ماں کو اتنی بے خبر نہ سمجھ وہاج میں نے بہت دکھ غریبی اور بیوگی کاٹی ہے، اتنے مجبور دن بھی کہ جب دو دو دن چولہا ٹھنڈا رہتا تھا تو اب بچ بچ کر ہی چلنے سے گزارہ ہو گا جو چیزیں گھر کے لئے آئیں سمجھو وہ بھی لازم تھیں سو لوگ آتے جاتے ہیں بیٹا برتن کپڑا اچھا ہو گا گھر میں تو لوگوں پہ ہماری خانگی زندگی اور سہولت کا تاثر خود بخود اچھا پڑے گا اور پھر کوئی رشتہ لیتے ہچکچائے گا نہ دیتے، تمہیں پتا نہیں پچھلے ماہ حلیمہ (رشتے کی پھپھو) کی بیٹی کا رشتہ اسی وجہ سے ہوتے رہ گیا کہ مہمانوں کا موقف تھا ان کے گھر میں تو کھانے پینے کے ایک جیسے برتن اور دروازوں کھڑکیوں پر پردے تک نہیں ایسے ٹٹ پونجیے بیٹی کو کیا دیں گے، حالانکہ حلیمہ اتنی بڑی زمیندارنی ہے مگر صرف کھانے پینے میں پیسہ اڑایا، نہ گھر سنوارا نہ کوئی اچھا برتن ٹھیکرا لیا یہ بھی ناشکری ہے بیٹا جب نہ ہو تو صبر رکھنا لازم ہے مگر ہو تو اللہ کے دیئے کا اظہار اچھے طور پہ کرنا بھی تشکر کے زمرے میں آتا ہے، تمہیں اسی سلسلے میں ایک حدیث مبارکہ سناتی ہوں۔"
"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ سے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک آدمی پاس سے گزرا جس کے بدن پہ میلے کپڑے، پھٹے کپڑے تھے نہ سر پہ کنگھی کی تھی نہ صورت صاف، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اس کے پاس ایسی چیز (صابن) نہ تھی کہ جس سے وہ میلے کپڑے دھو لیتا کنگھا نہ تھا کہ اچھے بال سنوارتا یا کوئی اور اچھا کپڑا نہ تھا کہ پہنتا؟ اور منہ دھوتا، تو صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شخص صاحب حیثیت ہے مگر اسی حلیے میں پھرتا ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو قیامت کے دن ایسے ناشکرے لوگوں کو عذاب ہوگا جو اللہ کی دی نعمت کو خود سلبی کر کے حلیہ بگاڑے پھرتا ہے اللہ کا بندے پر حق ہے کہ جب وہ اسے اچھا دے تو بندہ اسے استعمال کر کے اللہ کا شکر ادا کرے اور نعمت کی ناشکری سے بچے (بخاری و مسلم)۔"

"تو بیٹا کچھ دنیاداری اور کچھ دل کی چاہ کہ ہم بھی اللہ کے دیئے سے اچھا پہنیں اوڑھیں اب تک خرچ ہوا مگر اب میں نے سوچا ہوا ہے کہ اس تنخواہ سے ماہانہ کمیٹی ڈالوں کی ایک اور ثمن کے لئے یہ رقم محفوظ ہوگی، اللہ نے تمہاری انکم بڑھائی تو ایک کمیٹی ہما کے لئے ہوگی جس سے ہم آسانی سے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جائیں گے۔"

"بہت درست اور نیک سوچ ہے امی یقین کریں مجھے اپنی بہنوں کی بہت فکر رہتی ہے اللہ انہیں اچھے نیک سلوک لوگوں سے ملائے۔"

"آمین بس بیٹا بچوں کی اچھی تربیت کے بعد ماں باپ انکے اچھے مقدر چاہتے ہیں اور ان شاء اللہ میرا رب بہت اچھا کرے گا اور میری تو خواہش تیرے سر پہ سہرا سجانے کی ہے تو کہے تو تجھ سے بات کروں اب تو ماشاءاللہ تو ملازمت پہ لگ گیا ہے۔" وہ بیٹے کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"نہیں امی ابھی یہ ذکر رہنے دیں میں اپنی بہنوں سے پہلے اپنے لئے سوچ بھی نہیں سکتا پہلے ان کے فرض ادا کرنے دیں پھر جو حکم آپ کا ہوگا مجھے منظور ہوگا۔"

"جیتے رہو بیٹا اللہ ترقی کامیاب اور صحت وسلامتی دے میرے لال تجھے تو نے ماں کا دل ٹھنڈا کیا ہے رب تجھے کبھی گرم ہوا نہ لگائے۔" رشیدہ بیگم بھیگے لہجے میں بیٹے کو دل کی گہرائیوں سے دعا دینے لگیں اور وہاج ماں کے خلوص دعاؤں پہ مسکراتا ان کی گود میں سر رکھ کے آنکھیں بند کر گیا۔

☆☆☆

اسے ہوش آیا تو وہ ہاسپٹل کے ٹھنڈے کمرے میں بستر پہ لیٹی تھی اور اسے ڈرپس لگی ہوئی تھیں کچھ لمحے کو اس کا ذہن موجودہ صورتحال کو سمجھنے سے بالکل قاصر رہا اور وہ اجنبی حیران پریشان آنکھوں سے اپنے اردگرد دیکھنے لگی پھر یکا یک ایک خوف سا رینگتا محسوس ہوا اپنے رگ و پے میں آگ، سانپ، موت، صحرا سب کچھ جیسے واضح ہو رہا تھا، اس نے اپنے اندر ابھرنے والے خوف زدہ احساس کے تحت اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی اور ڈرپ کی سوئی کھینچ کر نکالی دونوں ہاتھوں کی نسوں سے خون نکلنے کے ساتھ سوجن درد کی لہر اٹھی۔

"اوہ سیڈ پلیز آپ لیٹ جائیں حرکت نہ کریں پہلے بھی بڑی مشکل سے زندگی کی طرف لوٹی ہیں اس وقت ذرا سی بھی بے احتیاطی آپ کے لئے خطرناک ہو سکتی ہے۔" ایک ڈاکٹر شستہ انگریزی میں کہتا اس کی ڈرپ کو بند کر کے خون صاف کر رہا تھا۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا میں جانا چاہتی ہوں۔" وہ بھرائے لہجے میں بولی۔

"مگر اس کے لئے تھوڑا صبر رکھیں آپ کو مکمل ریکوری سے پہلے ڈسچارج نہیں کیا جا سکتا، صحت یابی کے بعد ہی آپ اپنے وطن جا سکیں گی۔"

"مجھے درد ہو رہی ہے بہت سارے جسم میں درد ہے۔" وہ کراہی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا آپ کا بی پی بالکل لو ہو گیا تھا شوٹ نہیں ہو رہا تھا دل کی دھڑکن بھی معمول سے بہت مدھم نہ ہونے کے سے انداز میں چل رہی تھی، چھ گھنٹے کی لگاتار کوششوں کے بعد

آپ کو ہوش آیا ہے اسی وجہ سے قوت مدافعت متاثر ہونے کے ساتھ جسمانی کمزوری اور تکلیف محسوس ہو رہی ہے اس لمحہ آپ کا بلڈ پریشر ساٹھ پر ہے جو بہتری کی طرف اچھا اسٹیپ ہے، فی الحال خود کو ہر سوچ سے بچائیں اور صرف آرام کریں خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کریں۔" ڈاکٹر اب خالصتاً پروفیشنل انداز میں بول رہا تھا، پھر نرسنگ عملہ کو کچھ ہدایات دینے کے بعد باہر نکلا تھا۔

"سجاتا کیسی ہے؟" اسے یکدم خیال آیا۔

"وہ ٹھیک ہے اور فی الحال انڈر ٹریٹمنٹ ہے۔" نرس نے جواب دیا۔

"میں زندہ کیسے بچی کس نے بچایا مجھے۔"

"زندہ رکھنے اور بچانے والی ذات صرف اللہ کی ہے سوائے اللہ کے نہ تو کوئی زندہ کر سکتا ہے نہ مار سکتا ہے۔" یہ ایک مسلمان نرس تھی جو اس کی ڈرپس سلو کر رہی تھی۔

"اللہ، اللہ کون ہے۔" وہ آہستگی و تحیر سے بولی۔

"اللہ جو زمین آسمان اس کائنات اس میں موجودہ ہر جاندار بے جان اشیاء کو پیدا کرنے والا ہے، اللہ جو اکیلا عالم کل کا مالک و رب ہے۔"

"اکیلا، اللہ اکیلا ہے؟" وہ بڑبڑائی تھی۔

"ہاں وہ اکیلا ہے بنا کسی رشتے اور مددگار کے پاک ہر چیز پہ قدرت رکھنے والا وہی اللہ ہے۔"

"مس فرخندہ آپ یہاں ملازمت کر رہی ہیں تبلیغ نہیں آپ کو نرسنگ کے لئے رکھا گیا ہے دہشت پھیلانے کے لئے نہیں۔" تعاقب سے ایک درشت اور سخت آواز آئی تھی نرس کے ہاتھ سوئی نکالتے لمحہ بھر کو کانپے اور ماریا کو شدید چبھن کا احساس ہوا۔

"I am sorry sir۔" وہ بہت خائف انداز میں بولی۔

"اس حرکت پر تم ملازمت سے Suspend ہو سکتی ہو۔" لہجہ و انداز پہلے سے سخت تھے جو اسے بالکل خاموش کرا گئے۔

"ڈاکٹر پلیز دیکھیں ذرا میرے سر کے دائیں طرف بہت شدید درد ہو رہا ہے۔" ماریا نے یک لخت کہا تو ڈاکٹر اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور نرس فرخندہ فوراً سے پیشتر وارڈ سے نکلی تھی چند گھنٹوں کے بعد اس کی حالت قدرے سنبھلی تو انگلش فورس کی طرف سے دو نمائندے اور انگلش رپورٹر اس سے بیان لینے آپہنچے تھے اس حادثے کے متعلق، ماریا نے اپنا تفصیلی بیان انہیں ریکارڈ کرایا پھر ہندوستانی پریس اور پولیس کو بیانات لکھوائے گئے، اس کاروائی سے فراغت کے بعد اس نے سجاتا سے ملنا چاہا تو پتا چلا وہ بہت زیادہ جھلس جانے کے باعث ابھی تک I.C.U میں انڈر آبزرویشن تھی اور کسی کو اس سے ملنے یا دیکھنے کی اجازت نہ تھی ماریا کو چونکہ صرف خوف ڈر نے خطرناک حالت تک پہنچایا تھا حادثے میں کسی قسم کے نقصان سے وہ معجزانہ طور پر محفوظ رہی تھی اور کہیں ہلکی خراش تک نہ آئی تھی، سو حالت سنبھلتے ہی اسے اگلے دن ڈسچارج کر دیا گیا تھا اس کے ہاسپٹل ڈیوز برطانوی سفارت خانے ادا کرنا چاہے تھے مگر ہاسپٹل کے ذمہ دار عملے نے اسے ہندوستانی مہمان نوازی کے طور پر اپنے کھاتے میں ڈال لیا تھا۔

"سجاتا زخموں کے زیادہ بگڑنے کے سبب چل بسی تھی ماریا کو شدید دکھ کا احساس ہوا تھا، سجاتا کی آخری رسومات کی ادائیگی میں شرکت کے بعد وہ فوری طور پر واپسی کا ارادہ کر چکی تھی کہ سجاتا کی

www.paksociety.com

ایک کزن نے اسے مشورہ دیا تھا وہ جانے سے پہلے بھگوان کا شکرادا کرے کیونکہ اس کی جان بچ گئی۔"

"بھگوان کے تشکر کا طریقہ کیا ہے؟" ماریا نے پوچھا۔

"مندر میں جا کے پرنام کے بعد بھگوان کو سجدہ کر کے مٹھائی کا نذرانہ پیش کرو۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی جاتے ہوئے راستے میں ایک چھوٹا سا مندر ہے وہاں مٹھائی لے جاؤں گی۔"

"وہاں مت جانا، وہ چماروں اور اچھوتوں کا مندر ہے۔"

ماریا کو یہ سن کر دھچکا سا لگا۔

"کیا اچھوتوں کا بھگوان اور ہے۔"

"نچلی ذات کے لوگ جو گھٹیا درجے کا کام انجام دیتے ہیں انہیں برہمن ذات اعلیٰ ہے اس کے مندروں میں داخلے کی اجازت نہیں ان کے مندر الگ ہوتے ہیں۔" جواب ملا۔

"بھگوان تو ایک ہی ہے تو پھر یہ الگ الگ مندر کیوں؟ یہ کیسا معاشرہ ہے جس نے صدیوں پرانے جھوٹے تصورات وروایات میں الجھ کر بھگوان تک جانے کے راستے کو بھی دشوار بنا رکھا ہے اور معاشرے میں ذات پات کی لعنت کو رائج کر کے لوگوں کو اونچے نچلے اعلیٰ گھٹیا درجوں میں تقسیم کر کے تفرقہ پیدا کیا ہے۔"

ماریا کا ذہن ایک بار پھر بری طرح جکڑ گیا تھا اور وہ کچھ دنوں کے لئے رک گئی تھی سجاتا کی کزن کے پاس Paing guest (با معاوضہ مہمان) کے طور پر تاکہ ہندو مذہب اور ہندوستانی معاشرے پہ اک آخری گہری چھان بین کر ڈالے۔

☆☆☆

"پھر کیا سوچا ہے آپ نے، اریبہ کے لئے، آپا بہت زور دے رہی ہیں کہ فی الحال منگنی وغیرہ ہو لے محسن اور ہما کے فرائض سے سبکدوش ہو کر وہ سال چھ مہینے تک رخصتی کا اہتمام کر لیں گے۔" نجمہ پھر سے شوہر کو پکڑے بیٹھی تھیں۔

"بہت جلدی ہے تمہاری بہن کو ارے کون سا بھاگے جا رہے ہیں پھر اریبہ کا ماسٹرز تو کمپلیٹ ہو جائے اتنا روپیہ لگا کے اسے ایڈمیشن دلوایا ہے اور وہاج بھی گھر کی حالت سنوار لے۔"

"تو وہ کون سا آج ہی ہتھیلی پہ سرسوں جمانے بیٹھی ہیں زبانی کلامی رشتے کو ایک نام، ایک وعدہ دینا چاہتی ہیں سال دو تو نکلتے ہی لگنے ہیں بس آپ ہاں کر دیں مجھے بے فکری ہو گی۔"

"تو پہلے کون سا فکروں کے پہاڑ لئے کھڑی ہو۔" وہ ہنسے۔

"آپ نہیں جانتے اشفاق احمد جوان بیٹیاں پہاڑ کے برابر ہی ہوتی ہیں، کہیں باضابطہ بات طے ہو جائے تو سمجھو پہاڑ آدھا اپنی جگہ سے سرک گیا۔" وہ ماؤں والے مخصوص تشویش زدہ انداز میں بولی۔

"کہتی تو تم ٹھیک ہو، چلو جیسے تم کہتی ہو کر دو اپنی بہن کو فون کہ اس اتوار کو آ کر رسم کر لیں اور رخصتی دو سال بعد کہ اس عرصے میں وہ اپنی بیٹیوں کے فرض سے نپٹ لیں گی اور ہم اپنی تیاری کر لیں گے، پھر اریبہ کا ایم اے بھی مکمل ہو جائے گا۔" اشفاق احمد کی بات نے یہاں نجمہ بیگم کو

اطمینان بخشا وہیں کھڑکی کے پٹ سے لگی کھڑی اریبہ کے اندر بھی خوشی کی لہریں دوڑا دی تھیں، اس کی آنکھیں خوابوں کی چمک سے روشن ہو کر کچھ اور فروزاں ہو گئی تھیں اور لبوں پہ اپنے آپ اک مدھر مسکان کھلنے لگی۔

وہاج سے محبت کا جو اک سندر سا احساس دل کے اندر کہیں ڈھکے چھپے انداز میں کنڈلی مار کے بیٹھا تھا وہ لہریں بن کے ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا اور سہیلیوں کی شوخی و چھیڑ چھاڑ کزنز کے مذاق بہنوں کے کھنک دار قہقہوں کی موجودگی میں وہاج کی پرسکون سی مسکراہٹ تلے وہ اس مہکار آلود لمحے کی تیج پہ آ بیٹھی جو اک خوبصورت وعدے کا پابند کر کے اس کے وجود کو محبت کی زنجیروں میں قید کرنے جا رہا تھا۔

شاکنگ پنک اور اورنج کنٹراسٹ کے نفیس سے کام والے سوٹ کے ساتھ میچنگ جیولری پہنے وہ تیار بیٹھی تھی حسین پیشانی پہ نازک بندیا، ستواں ناک میں نتھلی اور حیا کے بوجھ سے گری گھنیری پلکیں بہت سادہ رہنے والا چہرہ آرائش حسن سے آراستہ ہو کر دلوں میں اترا جا رہا تھا، بلیک جینز اور ہلکے پنک کلر کی شرٹ میں ملبوس اونچے لمبے وجیہہ وہاج حسن نے بہت خاص انداز میں دیکھا تھا اسے، جو ان نگاہوں کے سامنے شعلہ جوالہ بنی بیٹھی تھی۔

رشیدہ نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور آہستگی سے وہاج نے گولڈ کی اک نازک رنگ اس کی درمیانی انگلی میں ڈال دی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو دل چاہتا ہے کہ ابھی رخصتی کروا لوں۔" خوشگوار سے احساسات کے

ساتھ یہ مہکتا جذبوں سے بھرا فقرہ اریبہ کی ساعتوں میں دھیرے سے اترا تو نوخیز چاہتوں اور اولین لمحہ محبت کے جذبوں سے چمکتے جگنو اس کے آنچل پہ سجتے گئے اور آنکھیں مسکرا کے "محبت فاتح عالم" کا اسم پڑھنے لگیں۔

محبت روح کا پاگل پن
محبت دل کا ہے بندھن
محبت تقدیر ہاتھوں کی
محبت پیاسے ہونٹوں کا سنگم
محبت ادھ کھلی آنکھوں کا سپنا ہے
محبت دھڑکتی سانسوں کی خواہش ہے
محبت آسماں کی کہکشاؤں سے
نکلتی خوشبو کی بارش ہے
محبت پانیوں پہ لکھی معصوم آرزو
محبت ہواؤں کا آنچل ہے
محبت کشتی جاں ہے
محبت بادباں ہے
محبت سکھ کا ساحل ہے
محبت نغمہ زندگی، محبت ٹھنڈی چاندنی
محبت حسن دنیا کا، محبت امن کی راگنی
محبت ہنسائی ہے آنکھوں کو
محبت مہکائی ہے سانسوں کو
محبت جذب ہوتی ہے، وجدان ہوتی ہے
محبت صحیفہ زندگی کا ایمان ہوتی ہے
محبت روح کا ملبوس سنہرا ہے
محبت کا ہر رنگ ہی گہرا ہے

☆☆☆

بارش کی تیز بوچھاڑیں تھیں جو ہر چیز کو نکھار کر صاف شفاف کر رہی تھیں اور بارش کی رم جھم نے گرمی کے زور، موسم کی گھٹن کو بہت حد تک نارمل کر دیا تھا گزشتہ دو دن سے ٹھہر ٹھہر کے بارش ہو رہی تھی اور وقفے کے دوران ٹھنڈی ہواؤں کی لہریں بھیگتے منظروں میں اک عجیب خوشگواریت عطا کر رہی تھیں۔

"مجھے بہت اچھی لگتی ہیں بارشیں سب کچھ کتنا نکھرا اور ستھرا لگتا ہے ہر کثافت دھل جاتی ہے۔" سعتیہ گلاس ونڈو کھول کے باہر دیکھ رہی تھی۔

"کون سی کثافت منظروں کی، یا ذہنوں کی۔" صبا نے استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

"تمہیں کی۔" وہ بولی۔

"مگر مجھے لگتا ہے تمہارے اندر کہیں گھٹن موجود ہے، کوئی جگہ ہے یہاں آدھے سوکھے، آدھے گیلے خوابوں والی خاموش سی لڑکی اپنے اندر کوئی خوشبو ڈھونڈ رہی ہے۔" صبا نے اس کے چہرے کو حصار میں لیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"تم اپنی یہ فضول فلاسفی اپنے پاس رکھو سمجھیں، میں صرف بارش کی بات کر رہی ہوں۔" سعتیہ نے گھورا تھا پلٹ کر۔

"اور میں تمہاری بات کر رہی ہوں، تم سعتیہ خان جو ہو تو تم بھی بارش جیسی ہو کبھی کھلے تو بارش کے مانند چھا جوں برسے اور خود کو سینت لے تو یوں کہ برسوں گزر جائیں اور تمہاری خاموشی کا بھید نہ ملے اور بندہ کھڑا سوچتا رہے لب خاموش نے اظہار تمنا چاہیں، مگر تمنا ملے تو اظہار ہو نا۔"

"اس بکواس کا مطلب؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"مطلب چھوڑو، جو ہر معانی و مفہوم سے واقفیت رکھتے ہوئے بھی انجان بنے اسے کیا مطلب سمجھانے، ہائے داؤ ے یہ تو بتاؤ شہریار خان کے حوالے سے تمہارے اندر کوئی احساس، ہلچل کسی شوخ لمحہ کا بلاوا واقعی کچھ نہیں۔" صبا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اعتماد سے بولی۔

"نہیں۔" وہ لمحہ بھر بھی دیر کیے بغیر بولی۔

"تو تمہاری دور کی ہی نہیں نزدیک کی بھی نظر کمزور ہے اور دل کے والو بھی درست کام نہیں کر رہے اپنے چار چھ فیرے کی چیکنگ کروالو۔"

"شٹ اپ، پہلے تمہاری چیکنگ نہ کروا دوں لگتا ہے کوئی مینٹل اسکرو ڈھیلا ہو گیا ہے جو اناپ شناپ بکے جا رہی ہو۔"

"بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں کسی کا اچھا کرو تو وہ بھی برا مانتا ہے۔" صبا کا انداز متاسفانہ تھا۔

"تم صرف اپنی اچھائی کا سوچو، ہمارے لئے سوچ سوچ کر اپنے چھوٹے سے دماغ کو زحمت نہ دو۔"

"لو جی کر لو گل اسے کہتے تھے جن کے لئے مرے تھے وہ رہے وضو کرتے۔"

"یہ مصرعہ کو اتنا نتھا منا کر کے اپنی من مرضی سے نہ پڑھا کرو، توہین ہوتی ہے شاعری کی بھی شاعر کے احساسات کی بھی۔"

"واہ رے نزاکت واحساس کی حد، جیتے، جاگتے، سامنے چلتے، پھرتے بندے کے احساس و جذبات کی پرواہ نہیں اور جسے جانتے نہیں پہچانتے نہیں اس کی توہین کا احساس، سعتیہ خان تم اتنی بے حس اور لاتعلق تو نہ تھیں اپنے اردگرد سے پھر اب یہ چپ اور لاپروائی کی چادر کیوں اوڑھ رکھی ہے۔" صبا نے پوچھا تو سعتیہ کو اپنے اندر کہیں دور تک دور کی لہریں اٹھتی محسوس ہوئیں۔

"Saba please leave this topic۔" "میں اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی بات نہ کرنا چاہتی ہوں نہ سننا۔" اس کے انداز میں ایک دم سرد مہری در آئی۔

"مگر کیوں سعتیہ جبکہ وہ شخص تمہارے ساتھ ایک شرعی و قانونی رشتہ میں منسلک ہے بہت خوبصورت جواز اور معتبر حوالہ رکھتا ہے پھر تم اسے اتنی شدت سے رد کیسے کر سکتی ہو، کیوں الجھا رہی ہو خود کو خوامخواہ اور ساتھ اس شریف بندے کو بھی انتظار و بے مہری کی سرورت میں لٹکا رکھا ہے۔"

صبا کا لہجہ احتجاجی انداز لئے تھا سعدیہ نے کوئی بھی جواب دیے بغیر سپاٹ انداز میں اسے دیکھا تھا جو اس کی واحد دوست تھی۔

"کیا تمہیں وہ بندہ اتنا برا لگتا ہے کہ تم......" صبا نے دانستہ فقرہ ادھورا چھوڑ کر اسے دیکھا۔

"میں نے یہ کب کہا وہ بہت اچھا ہے۔" وہ جزبز ہوئی۔

"لیکن کوئی اچھا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے محبت کرنے لگیں اور اسے اپنی زندگی میں بھی شامل کرلیں۔"

"تو پھر کیسے کرو گی اپنی زندگی میں شامل۔" صبا ایک بار پھر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اس کے انداز سے لگتا تھا وہ آج کوئی فیصلہ کروا کر دم لے گی۔

"میں نے اس بارے میں کچھ نہیں سوچا۔" وہ چڑ کر بولی۔

"تو اب سوچو گی جب اگلا بندہ قبر میں جا پہنچے گا۔" صبا کو غصہ آیا۔

"اگلے بندے کا سب کو احساس ہے میرا کسی کو نہیں، میرے بارے میں کسی نے نہیں سوچا کہ میں اپنی زندگی کے متعلق کیا چاہتی ہوں کیا رائے رکھتی ہوں اور کس بارے میں کیا سوچتی ہوں، تم بھی صرف مجھے الزام دے رہی ہو میرے اوپر چڑھائی کر رہی ہو، کیا تم نے شہریار خان سے پوچھا کہ......" وہ یکدم لب بھینچ کر خاموش ہو گئی اور بھیگتی آنکھوں کو صاف کرنے لگی، صبا کو دکھ سا ہوا۔

"سعدیہ، شہریار تم سے بہت محبت کرتے ہیں حیرت ہے کہ تم ان کے انداز پرکھ نہیں پائیں عورت تو اپنی طرف اٹھنے والی نگاہوں کو لمحہ بھر میں پہچان لیتی ہے۔"

"لیکن میں ان سے محبت نہیں کرتی۔" وہ چیخی۔

"اجانک ہے ناں یہ سب تمہارے لئے اسی لئے تمہیں قبول کرنا مشکل ہو رہا ہے آہستہ آہستہ اس رشتے کی انڈرسٹینڈنگ گہرائی اور تعلق کی خوبصورتی کو سمجھو گی تو محبت خود بخود ہو جائے گی۔" صبا نے رسان سے سمجھایا۔

"Saba mind it تم میری دوست ہو شہریار کی نہیں اس لئے میرے سامنے ان کی اتنی وکالت مت کرو۔"

"اٹس او کے تم Tens مت ہو، آؤ ذرا باہر چلتے ہیں موسم کی دلکشی کو انجوائے کریں اور موڈ بدلیں۔" صبا نے کہا تو وہ خاموشی سے چل پڑی۔

☆☆☆

بائیک میں پٹرول ڈلوا کے وہ سڑک پہ آیا تو اپنا رخ وہاج کے آفس کی طرف موڑ لیا، وہاج اسے آفس کے باہر ہی مل گیا وہ اپنے ماتحتوں کو کچھ ہدایات دے رہا تھا کہ شہریار کو آتے دیکھ کر کھل اٹھا۔

"آؤ یار! کیسے راستہ بھول پڑے۔" بہت خوشدلی سے مصافحہ کر کے گلے لگتے ہوئے وہاج نے کہا تھا۔

"میں تو پھر بھول جاتا ہوں تمہیں یہ توفیق کبھی نہیں ہوئی۔" شہریار نے شکوہ کیا۔

"نو یار! تم مس انڈر اسٹینڈ کر رہے ہو، میں دو دفعہ تم سے ملنے گیا تھا مگر تم سائیٹ پہ تھے اور سم بھی چینج کی ہوئی تھی اسی لئے رابطہ نہ ہو سکا۔"

"پتا ہے مجھے اسی لئے خود چلا آیا۔"

"تو پھر آؤ، بیٹھتے ہیں۔" وہاج آفس روم کی طرف بڑھا۔

"اب بتاؤ کیا چلے گا ٹھنڈا یا گرم۔" وہاج کے ہاتھ کی انگلی انٹرکام پہ تھی۔

"گرمی اتنی ہے یار کہ مروت میں بھی تکلف نہیں کر سکتا ٹھنڈا منگوا لو۔" شہریار آرام دہ چیئر پہ بیٹھتے ہوئے اس کے آفس کو طائرانہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"کیسا جا رہا ہے کام؟"

"بڑا کرم ہے اللہ کا، احسان ہے اس ذات پاک کا کہ اچھا ہے سب کچھ۔"

"مطلب ایڈجسٹ ہو گئے ہو۔"

"ایڈجسٹمنٹ کرنی تھی یار یہ جو پیٹ کی بھوک ہے ناں بہت کچھ کروا دیتی ہے مگر شکر ہے زیادہ بھٹکا نہیں پھر سب سے بڑی بات یہ کہ کسی غلط ٹریک پہ نہیں آ گیا جو کچھ پایا پا رہا ہوں صراط مستقیم پہ چل کر اور رب اسی پہ رکھے۔"

"بالکل، رزق حلال ہی انسان کو نیک سجاؤ یہ چلاتا ہے اور کوئی پرابلم تو نہیں۔"

"نہیں یار! یہاں سب تعاون کرنے والے لوگ ہیں بہت اچھے اور حیدر صاحب خود کو آپریٹو ہیں اپنے عملے سے اتنی کوئی مشکل ہوتی نہیں۔"

"ویسے بھی انسان اپنے کام اپنے مقام کو سمجھ لے تو مشکل ہوتی بھی نہیں فرض شناسی اور احساس ذمہ داری یہ دو وصف کردار میں عمل میں شامل ہوں تو انسان کہیں مات نہیں کھا سکتا۔" شہریار کولڈ ڈرنک لیتے ہوئے بولا اور وہاج تائیدی انداز میں سر ہلانے لگا۔

"شہری مجھے ایک بات تم سے پوچھنا یاد نہیں رہی یہ تو بتاؤ شادی، وادی کی یا ابھی تک یونہی پھر رہے ہو۔" وہاج نے اچانک پوچھا تو شہریار کچھ دیر اپنے ہاتھ میں تھامے گلاس پہ نظریں جمائے دیکھتا رہا پھر ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پہ لاتے ہوئے بولا۔

"ابھی شادی اور آبادی کے درمیان میں پھنسا ہوں۔"

"مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔" وہاج الجھ کر اسے دیکھنے لگا۔

"مطلب یہ کہ کافی عرصہ پہلے بچپن میں نکاح ہو گیا تھا چچا کی بیٹی سے اور رخصتی ابھی کھٹائی میں پڑی ہے۔"

"رخصتی کھٹائی میں پڑی ہے مگر کیوں؟"

"ہم دونوں اپنی اپنی اسٹڈیز میں مصروف کیریئر بنانے میں لگے تھے اور تھوڑا عرصہ پہلے میں نے پریکٹیکل لائف میں قدم رکھا ہے وہ بھی گزشتہ ماہ سے ہی M.B.A سے فارغ ہوئی ہے اور آج کل دفتری امور دیکھ سیکھ رہی ہے۔"

"تو دیر کس بات کی ہے، اب یقیناً تم دونوں اتنے باشعور اور اسٹیبلش ہو کہ میرڈ لائف بلا جھجک شروع کر سکتے ہو۔"

"شروع تو کر سکتے ہیں مگر اگلا فریق بھی چاہے تب نا۔" شہریار بے دلی سے مسکرایا۔

"مگر انکار کی وجہ جبکہ تم اتنے کوالیفائیڈ، ہینڈسم اور صاحب حیثیت ہو پھر۔" وہاج بے پناہ حیرت سے بولا۔

"وہ اب تک اس رشتے سے ناواقف تھی بہت اچانک پتا چلا ہے اسے، ایکدم سے سن کر جو شاک کی سی کیفیت ہوتی ہے اسی میں ہے وہ اور اس رشتے کے تقاضے سمجھ نہیں پا رہی۔"

"تو تم سمجھاؤ یہ کون سی مشکل بات ہے۔" اس کا انداز ذومعنی تھا جسے سمجھ کر وہ ہنس دیا۔

"میں بہت فیئر بندہ ہوں یار، اس کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں سب کچھ سہ سکتا ہوں مگر زبردستی نہیں وہ خود کو جانچتی اندرونی کشمکش میں مبتلا مجھ سے بیزاری کا اظہار کبھی کبھی کر جاتی ہے مگر روٹین وائز اس کا رویہ قدرے نارمل ہے اور میں آنے والے دنوں کا کوئی بھی فیصلہ اس پہ چھوڑتا ہوں، وہ کچھ بھی کہے، کچھ بھی کرے کوئی تلخ قدم ناگوار بات سب جھیل لوں گا کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے اور محبت کے صدقے اس کی ہر حرکت قابل معافی ہے۔" وہ بول رہا تھا اور اس کی آنکھوں کے کنارے بہت خاموشی سے نم ہوئے تھے۔

"بہت محبت کرتے ہو اس سے۔" وہاج نے پوچھا تھا۔

"بے حد، بے حساب، بے شمار ایسی محبت جو کسی دنیاوی جائزے میں پیمائش نہیں کی جا سکتی اور یہ محبت لمحہ بھر کو نہیں برسوں کی ہے جو بڑے چپکے سے میرے اندر پنپی اور بڑھتی چلی گئی، جب مجھے اپنے اور اس کے بیچ موجود رشتے کی خوبصورت نوعیت کا علم نہ تھا میں تب بھی اس سے محبت کرتا تھا اور اپنے درمیان تعلق کی دلفریب سی حقیقت کا پتا چلا تو یہ محبت شدید ہوتی گئی اس محبت کی شدت نے مجھے ایک ایکسٹریم جذبہ دیا ہے اور وہ ہر چیز کو پازیٹو لینے والا جذبہ ہے اور یہ وہ مثبت جذبہ ہے جو انسان سے ہر وہ کام کروا دیتا ہے جو عام طور پر انسان نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی پختگی اور سچائی آپ کو آخر کار اللہ کی طرف لے جاتی ہے اور اللہ کی ذات وہ ذات ہے جو ہم پہ ستر ماؤں سے زیادہ مہربان ہے یہ مہربانی کبھو لی سوچنے یا کرنے نہیں دیتی۔" وہ ٹھہرے ہوئے پر یقین لہجے میں کہہ رہا تھا اور وہاج حسن پوری آنکھیں کھولے اپنے سامنے بیٹھے شہریار خان کو تحیر و استعجاب سے دیکھ رہا تھا جو بہت ریزروڈ اور قدرے مغرور مشہور تھا اپنے رکھ رکھاؤ اور لئے دیئے انداز کی بناء پر۔

"آج وہ کسی لڑکی کے لئے سنجیدہ تھا تو اس قدر شدت سے اتنی گہری نوعیت تک اتنی چاہت اور کامل محبت، ایسی دیوانگی آج کے مشینی دور میں، ایسی بے دید بے فیض دنیا کے بیچ ایسا سچا اور پرخلوص انسان یقیناً وہ لڑکی بہت خوش قسمت ہے شہریار جسے تم جیسا بندہ چاہ رہا ہے۔"

محبت ساون کی رم جھم ہے
محبت دلوں پہ گرتی شبنم ہے
محبت خود سے شناسائی کا موسم ہے
محبت گلابی دھوپ سردی کی
محبت نرم صبح کا اجالا ہے
محبت وجہ کائنات ہستی ہے
محبت جینے کا حوالہ ہے
محبت سرور محبت کیف و مستی ہے
محبت خون میں شامل محبت جاں میں بستی ہے
محبت [illegible] کے میرے درمیاں
جنوں کا ناتا ہے
محبت ہی سے افسانہ حیات تکمیل پاتا ہے
محبت جس کو حاصل ہے
زندگی میں اس کی سب کچھ شامل ہے

☆☆☆

ہندو مذہب کو بہتر طور پہ سمجھنے اور اس کے رائج نظام کو جاننے کے لئے وہ ہندو مذہب کی کتابیں خریدنے آئی تھی کہ اس نے ایک خوبصورت نقش و نگاری سے مزین گنبد نما عمارت کے مندر لوگوں کو جوتے اتار کر جوق در جوق جاتے دیکھا یہ لوگ کیا کرنے اور کیوں جا رہے تھے، وہ یکدم دلچسپی سے دیکھتی اسی عمارت کے اندر چلی گئی کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہ تھا، اندر موجود تمام لوگ بڑی سادگی اور انکسار سے صحن میں پہنچنے پہلے سے صف در صف کھڑے لوگوں میں شامل ہوتے اور ایک جھکتے ایک ساتھ زمین پر ماتھا ٹیکتے پھر ایک ساتھ کھڑے ہوئے، مختلف عمروں، مختلف لباسوں اور سماجی اعتبار سے مختلف سطح کے لوگ ایک ساتھ کھڑے ہو کر کتنے سکون اور برابری کی سطح پر عبادت کر رہے کتنی پاکبازی اور سادگی تھی اس طریق عبادت میں، وہ بنا پلکیں جھپکے کھڑی دیکھتی رہی۔

"ایسے پرسکون لمحات ایسا اطمینان کیا مجھے بھی کبھی نصیب آ سکتا ہے۔" اس نے رشک سے سوچا تھا، وہ لوگ اپنے طریق عبادت سے فارغ ہوئے تو اس نے کچھ سے گفتگو کی وہ سب مسلمان جماعت تھے نیک طبیعت اور بغیر ہیر پھیر کے بات کرنے والے، اس کی باتوں کا جواب بہت سادہ طریقے سے دینے والے سیدھے لوگ۔

"اتنے بے ضرر لوگ دہشت گرد کیسے ہو سکتے ہیں۔" وہ یکدم الجھی۔

"اسلام رشد و ہدایت امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔" مسجد کے باہر جلی حروف میں یہ الفاظ لکھے تھے، ماریا جوزف کو اپنا بچپن یاد آ رہا تھا جب وہ سکول جانے کے راستے میں رک کر مسلمانوں کے طریقہ عبادت کو اسی شوق سے دیکھا کرتی تھی جو آج پھر سے پلٹ آیا تھا۔

"لے لیں تم نے اپنی مطلوبہ کتابیں۔" سجاتا کی کزن ایکدم سے آ کر بولی تو وہ جیسے کسی گہرے خواب سے جاگی تھی۔

"ہاں چلو۔" وہ گاڑی کی سمت بڑھی۔

"ویسے تمہیں ان کتابوں کو خریدنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ہندو مذہب کی بیشتر کتابیں سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔"

اور یہ بات سچ نکلی عام آدمی کی رسائی اس زبان تک نہ تھی تو اس کی کیسے ہوتی کہ اس زبان پہ برہموں کی اجارہ داری تھی جس کی وجہ سے ہندوؤں کا علم مٹھی بھر برہموں کی گرفت میں تھا، اسی وجہ سے ہندو مذہب اور معاشرہ انحطاط کا شکار تھا، جس نے انسانوں کو اونچ نیچ کے فرق میں جکڑ رکھا تھا۔

چھوت چھات عام آدمی کو برہموں کے مندروں اور عبادت گاہوں سے دور رکھتی تھی اور اس

چھوت چھات کی بنا پر جھوٹا نہیں کھاتے تھے بلکہ ضائع کر دیتے تھے، دنیا میں انسانی مخلوق میں ایسے گھٹیا امتیاز کا طریقہ شاید کوئی مذہب نہیں سکھاتا تھا۔

''ایک سیکولر ریاست ہونے کا فائدہ اگر یہ لوگ مذہب کے ایک طریقے پر نہیں چل سکتے۔'' اس نے تاسف سے اپنے لادین ریاست کے نظری فلسفے کا پرچار کرنے والے ہندوؤں کے متعلق سوچا تھا۔

وحشی طریقے اور جاہلیت کے رسوم و رواج پر چلنے والے مسلمان پھر ان سیکولر ہندوؤں سے کہیں بہتر ہیں کہ کم از کم مذہبی نظریے، حوالہ یہ ان کا طریقہ عبادت ایک ہے بنا کسی سماجی اونچ نیچ کے۔

وہ ایک تنقیدی انداز میں سوچ رہی تھی اور ہندوؤں کی مذہبی کتاب گیتا دیکھنے لگی جس کے من جانب اللہ ہونے کا کوئی ثبوت نہ تھا مگر ہندو اس بات پر متفق تھے کہ یہ کتاب ایک شخص ویاس نے لکھی ہے جو بہت برگزیدہ تھا۔

اس کے مندرجات بھی زیادہ تر تصوراتی تھے انسانی روح اور مراقبے وغیرہ کا طریقہ کسی حد تک انسانی کردار اور روزمرہ معمولات کا حوالہ بھی تھا مگر موت کے بعد کی زندگی اور یوم حساب کا کوئی تصور نہ تھا، پھر وہ گیو ماتا (گائے) کو مقدس و متبرک جانتے تھے اس کے پیشاب کو متبرک جانتے تھے اور اس سے خود نہانا یا مندروں کو نہلانا اچھا عمل سمجھ کر کرتے تھے ماریا کو اس آخر الذکر عمل کے تصور سے ہی شدید گھن کا احساس ہوا۔

لگی اسے دکھ ہو رہا تھا کہ انسانی عقلوں سے ماورا مذہبی فلسفے کی ہیئت، خوبیوں، خامیوں کو سمجھے بغیر بے چارے ہندو نظر نہ آنے والے اللہ اور برہمنوں کے ہاتھوں اپنا استعمال کرواتے شرک اور برت پرستی میں مبتلا تھے۔

ان کی زندگی کا سارا تعلق آرام اور آسائش سے روحانیت کا اس میں ذرا بھی عمل دخل نہ تھا اور وہ بت پرستی و گیو ماتا پہ یقین رکھنے کی روایت کے اتنے پابند تھے کہ اس کافرانہ ماحول سے نکلنے کی جرآت بھی نہ رکھتے تھے، یہی نہیں بلکہ بھارتی صوبے راجستھان کے ایک گاؤں دیولی میں گھومتے ہوئے اس کی نظروں سے اک ایسا دلخراش واقعہ گزرا جس نے اسے کتنی دیر کے لئے سکتے میں مبتلا کر دیا تھا ایک نوجوان تعلیم یافتہ جوڑا اپنی نوزائیدہ بچی کو روتی بلکتی پلاسٹک بیگ میں بند کر کے کوڑے دان میں پھینک کر جا رہے تھے اور آوارہ کتے بچی کے آس پاس منڈلا رہے تھے، وہ بھاگتی ہوئی ان شقی القلب ماں باپ کے پیچھے گئی تھی اور ان سے اس ظالمانہ فعل کی وجہ پوچھی تھی تو مرد بولا تھا۔

''لڑکیاں ماں باپ پر بوجھ ہوتی ہیں بہتر ہے انہیں جلد سے جلد مار دیا جائے۔'' عورت کا کہنا تھا ''میرے ہاں چار بیٹیوں نے جنم لیا مگر میں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا۔''

''کیا؟ تم کیسی بے درد اور ظالمانہ طرز رکھنے والی عورت ہو تمہیں کیا ملا معصوم بچیوں کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کر کے۔'' ماریا حیرت و صدمہ سے چیخی۔

''یہ ہمارے قبیلے کی رسم ہے، ہم لڑکیاں پیدا نہیں کرتے خوامخواہ خاندان کا بیشتر سرمایہ سامان جہیز یا جائیداد کی صورت اس کے حوالے کرنا پڑتا ہے، اسی لڑکی پیدا ہوتے ہی بیشتر لوگ اس کی گردن مروڑ دیتے ہیں یا کتوں کے آگے زندہ پھینک دیتے ہیں۔'' مرد اور عورت دونوں نفرت انگیز لہجہ میں بولے۔

''کیا؟ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں ایک سیکولر ریاست کہلانے والی قوم میں زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج اور لوگ ایسے کہ جدید تعلیم بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی حکومت بھی ایسے قوانین بنا کر جوان لوگوں کو اس ظالمانہ فعل سے روک سکیں اب بھی عورت کی ایسی بے حرمتی......'' وہ کتنی دیر سکتے کے عالم میں سوچتی رہی۔

''ایسے رسم و رواج کو ترویج دینے والے لوگ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ وہ خود بھی کسی عورت ہی کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں ان کی ماں بہنیں بھی عورت ہیں اور ان کی بیویاں بھی عورتیں ہیں، یہ عام عورتیں بھی نوزائیدہ بچیاں ہی تھیں اور یہ نہ ہوتیں تو ان مردوں کی شادیاں کس سے ہوتیں مگر یہ عورتیں بھی تو ان کے ظلم میں برابر کی شریک ہیں خود اپنی ہم جنسوں اپنی اولاد اپنی بچیوں پہ یہ ظلم توڑنے میں۔'' وہ جیسے جیسے سوچ رہی تھی اسے لگتا تھا ذہن ماؤف ہو رہا ہے۔

خود کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہلانے والی یہ بھارتی قوم اپنے اخلاقی و سماجی رویوں میں زمانہ جاہلیت کی عرب قوم سے کب مختلف تھی جو پیدا ہوتے ہی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔

''یہ تو ایک وحشیانہ قتل عام ہے اور پڑھے لکھے لوگوں کو اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے نہ کہ خود اس عمل کا حصہ بن جانا چاہیے، تم لوگوں کو پتا ہے یہ کتنا بڑا گناہ ہے نا قابل معافی جرم ہے اور اس کی کیا سزا ہے تم لوگ نہ دنیا میں بخشے جاؤ گے نہ آخرت میں۔''

اس کا جی چاہ رہا تھا ان میاں بیوی کو بے نقط سناتے ہوئے خود انہی کے گلے دبا کر جان سے مار ڈالے، جبکہ اس کی اس بات کو انہوں نے جیسے ہنس کر اڑا دیا تھا۔

''میم انہیں زندہ رکھ کر کرنا بھی کیا ہے کیونکہ زندہ رہ کر بھی وہ لڑکوں کے مقابلے میں مصائب سے پر زندگی گزارتی ہیں، انہیں کھانا کم ملتا ہے، بیمار پڑ جائیں تو ڈاکٹر کو دکھانے کی بجائے گھریلو ٹوٹکوں سے ان کا علاج ہوتا ہے، اس طرح وہ خود بخود مر جاتی ہیں۔''

''اور تم لوگوں کو دکھ نہیں ہوتا اپنی اولاد کو یوں پھینک کر اذیت دے کر مارتے ہو کچھ کہتا نہیں دل اور کوئی قانون نہیں تم جیسے لوگوں کے لئے۔''

''میم دکھ کے لئے ہی رہ گئے ہیں، تم انگریز لوگوں کو دکھ نہیں ہوتا جو کسی کسی کی اولاد پیدا کر کے جگہ جگہ رلنے کے لئے چھوڑ دیتے ہوئے ابھی وہ اپنے پیروں پہ کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہوتے اور تم لوگ انہیں آزاد کر دیتے ہو کہ جاؤ اپنا کماؤ اور کھاؤ اور اولاد جوان ہو جائے تو وہ والدین کو اولڈ ہومز میں پھینک آئی ہے، کیا فائدہ پھر ایسی اولاد کا کم از کم ہم اس معاملے میں تم سے اچھے ہیں ویسے بھی لڑکیاں ماں باپ کے لئے باعث شرمندگی ہیں ان کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔''

کتنی بے حسی سے کہہ رہے تھے وہ لوگ اور ماریا یک ٹک حیرت، تاسف اور صدمے کے عالم میں بس دیکھے جا رہی تھی۔

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

پانچویں قسط کا خلاصہ

ماریا کو فوراً ہاسپٹل پہنچایا جاتا ہے وہاں ایک مسلم ڈاکٹر نزہت حیدر اسے اپنا بلڈ ڈونیٹ کرتی ہے ہوش آنے پر ماریا کے دوست اور ڈاکٹر نزہت سمجھاتی ہیں کہ زندگی ضائع نہیں کرتے محبت، خلوص سے اور سلیقے، قرینے سے گزارتے ہیں۔

شہریار ایک بک سٹال پہ کھڑے وہاج حسن سے ٹکراتا ہے تو اس کی موجودہ زندگی اور فرسٹریشن پہ حوصلے کا درس دیتے ہوئے ایک کمپنی میں ٹرائی کا مشورہ دیتا ہے۔

سعدیہ ایم بی اے میں پنجاب بورڈ میں ٹاپ کرتی ہے، تو سب خوش ہوتے ہیں۔

شہریار کے مشورہ پر وہاج متعلقہ کمپنی پہنچا تو اس کی ہائی کوالیفکیشن دیکھ کر پرکشش سہولیات اور اچھی سیلری کے ساتھ اسے ٹرائی سیشن پر رکھ لیا گیا۔

محلہ کی عورتیں انزلہ پر الزام تراشی کرتی ہیں، تو وہ ان سے الجھ پڑتی ہے، محلہ کے مولوی صاحب کا پروفیسر بیٹا موقع پر پہنچ کر معاملہ رفع دفع کرواتا ہے اور اگلے دن انزلہ کے لئے رشتہ بھجوا دیتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چھٹی قسط

ڈیپ ریڈ کلر اور بلیک کنٹراسٹ کا خوبصورت ڈیزائننگ کا ڈریس پہنے ہم رنگ اسکارف اور ڈوپٹہ لئے لائٹ میک اپ کیے وہ بلا کی پرکشش لگ رہی تھی کچھ تو وہ قدرتی صاف رنگت اور پرکشش خدوخال کی مالک تھی کہ بنا کسی لیپا پوتی کے محض گھریلو حلیے میں بھی بڑی اچھی لگا کرتی اور اگر خود پہ ذرا سی توجہ دے لیتی تو اکثر کے دل سینے میں دھڑکنا بھول جائے۔

''ہائے اریبہ آپی! آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں۔'' ربیعہ اسے تیار دیکھ کر بولی۔

''اچھا۔'' وہ ادائے تفاخر سے مسکراتی کلائیوں میں چوڑیاں چڑھاتی خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔

''ایمان سے ایسی لگ رہی ہیں جیسے کوئی فلم ایکٹرس ہوں۔'' جویریہ نے بھی کہا۔

''جویریہ بولتے ہوئے دھیان رکھا کرو، میری بیٹی بہت نیک اور شفاف کردار کی مالک ہے بہن کا موازنہ فلم ایکٹرس سے کیوں کر رہی ہو۔'' اشفاق احمد نے سنجیدگی سے ناگوار لہجے میں بیٹی کو ٹوکا تھا۔

''سوری بابا!'' جویریہ خجل سی ہوئی۔

''اریبہ بیٹی تم اسکارف کے بجائے چادر اوڑھ کے نقاب کیا کرو، راستے میں ہر قسم کے ذہنوں والے لوگ ٹکراتے ہیں۔'' اب وہ اریبہ سے مخاطب تھے۔

''ابو میں اسکارف سے نقاب کر کے پھر دوپٹہ خوب پھیلا کر اوڑھتی ہوں۔''

''پھر بھی بیٹی احتیاط بہتر ہے زمانہ بہت خراب ہے اور اکیلی مت آنا معاذ لے آئے گا تمہیں، انتظار کرنا اس کا۔'' وہ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے وہاج کو کہا ہوا ہے وہ لے آئے گا مگر باپ سے بات کرتے ہوئے فطری حیا آڑے آ گئی اور خاموشی سے سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

''پڑھائی تو ہو گی نہیں، آج ویلکم پارٹی کی وجہ سے اندازاً آپ کب تک آف ہو جائیں گی۔'' معاذ نے یونیورسٹی گیٹ کے عین سامنے اسے اتارتے ہوئے پوچھا تو اریبہ نے کچھ پر سوچ انداز میں کہا تھا۔

''کوئی پتا نہیں معاذ! دراصل ایسے فنکشنز میں کوئی لمٹ ٹائمنگ نہیں ہوتیں پھر کسی یونیورسٹی فنکشن کو اٹینڈ کرنے کا یہ میرا پہلا موقع ہے۔''

''پھر آپی مجھے کیسے پتا چلے گا آپ کے آف ہونے کا، میرا موبائل بھی خراب ہے۔''

''تم ایسا کرنا کالج سے سیدھے گھر چلے جانا میں وہاج کو فون کر دوں گی وہ گھر چھوڑ دیں گے مجھے۔'' اس نے کہہ دیا۔

''انہیں کیا معلوم آفس سے اتنا ٹائم فری ملے گا کہ نہیں ایسا نہ ہو وہ بھی نہ آ سکیں میں بھی نہ آؤں اور آپ انتظار کرتی رہیں۔''

''ارے میرے ننھے بھائی تم فکرمند نہ ہو اگر وہ نہ آ سکے تو میں ابو کو کال کر دوں گی۔''

''چلوں پھر میں چلتا ہوں۔'' معاذ بائیک کو ٹرن دیتے ہوئے مڑا اور وہ اس کے پلٹتے ہی اسکارف کھینچتے ہوئے اپنے بیگ میں ڈالنے لگی دوپٹہ اسٹائلش طریقہ سے ایک کندھے پہ لٹکایا اور اپنے کھلے لمبے بالوں میں ہاتھ پھیرتی گیٹ سے اندر جانے لگی۔

''ایکسکیوزمی آپ کون؟'' فائنل ائیر کا ایک گروپ اس کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

''میں فرسٹ ائیر کی سٹوڈنٹ اریبہ اشفاق......'' وہ کچھ جھجک کر بولی۔

''کون سے ڈیپارٹمنٹ میں؟''

''اکنامکس ڈیپارٹمنٹ میں۔''

''اوہ، اٹس او کے، ہم سمجھے شاید کوئی ماڈل گرل یا ایکٹرس ہے کسی ایڈ یا ڈرامہ وغیرہ کے سلسلہ میں یونیورسٹی آئی ہوگی۔''

وہ اعصاب ڈھیلے چھوڑ کر ہولے سے مسکراتی آگے بڑھی یہ تعریف کچھ نئی نہ تھی وہ سکول کالج سے لوگوں کی توصیفی نگاہیں ستائشی کلمات سمیٹتی آئی تھی پرکشش نقوش اور ملکوتی حسن اسے ہر جگہ ممتاز رکھتا سراہتی نگاہیں، رشک بھرے الفاظ شروع سے اس کی سماعتوں میں پڑتے رہے تھے کالج میں اپنی اسی خوبصورتی کی وجہ سے سینڈریلا، انارکلی اور ملکہ ممتاز محل کے کردار اسے ملا کرتے تھے ڈراموں میں یونیورسٹی میں بھی وہ آتے ہی سب کو متوجہ کر گئی اور اسے اچھا لگتا تھا یوں اتنے چہروں کے بیچ یہاں رنگ وحسن کی بہتات تھی اپنے آپ کو سراہا جانا، فائنل ائیر کی جانب سے فرسٹ ائیر کو دی جانے والی اس ویلکم پارٹی میں بھی وہ سب کی توجہ کا مرکز بنی رہی کئی نگاہیں اسے حصار میں لئے تھیں اور وہ مسکرا کے یہ سب انجوائے کرتی رہی۔

''وہاج تم بہت خوش قسمت ہو جس کے نصیب میں اریبہ اشفاق کی محبت ہے جسے بہت سے لوگ رشک ومحبت سے دیکھتے ہیں۔'' اس نے چشم تصور سے وہاج حسن کو دیکھتے ہوئے مخاطب کیا تھا۔

''آج کا دن کتنا اچھا گزرا ہے خوشی مسکراہٹ سے بھرپور۔'' وہ مسکراتے ہوئے سوچ رہی تھی پھر اپنا سیل فون نکال کر وہاج سے کانٹیکٹ کرنے لگی کہ اسی پل بائیک لئے وہ سامنے سے آتا دکھائی دیا۔

''بہت عمر ہے تمہاری، ابھی تمہیں کال کرنے لگی تھی۔'' وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔

''آ جاؤ بیٹھو۔'' وہاج اس کے مسکراتے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تو اریبہ نے قدرے حیرانگی سے دیکھا۔

''خیر تو ہے بہت خاموش ہو۔''

''میں کام چھوڑ کے آیا ہوں مجھے بہت جلدی ہے تم بیٹھنے کی......''

''اگر اتنا ضروری کام تھا تو نہ آتے میں خود چلی جاتی یا ابو کو بلا لیتی، بلکہ تم جاؤ اپنا کام کرو میں خود چلی جاؤں گی۔'' اریبہ ناراضگی سے بولی اسے غصہ آیا تھا۔

''عجب خودسر بندہ ہے آج سب نے میری اتنی تعریف کی اگر دو لفظ یہ بھی کہہ دیتا تو کیا ہوتا، میرا دل رہ جاتا مگر دل رکھنا آتا تب ناں اسے تو اپنے کام کی پڑی ہے۔''

''اریبہ دماغ خراب نہ کرو، میں پہلے بہت ٹینشن میں ہوں۔'' وہ حد سے زیادہ چڑا۔

''تو کہا ہے ناں جاؤ، خود کو ٹینشن فری کرو۔'' وہ ہنوز اسی خفگی وغصے سے گویا ہوئی۔

''شٹ اپ آرام سے بیٹھ جاؤ، یونیورسٹی کے گیٹ پہ تماشہ کری ایٹ نہ کرو۔'' وہاج سخت انداز میں بولا تو اردگرد سے گزرتے سٹوڈنٹس کا خیال کر کے وہ دانت کچکچاتی ہوئی بیٹھ گئی پورا راستہ

پہ ظلم نہ ہوگا۔" اس کی آنکھوں میں مرچیں لگنے کی چبھن ہونے لگی، تکلیف کے احساس سے زور سے آنکھیں میچ لیں، تو کئی نمکین آنسو پلکوں کا بند توڑتے رخساروں پہ پھسل آئے اور دل میں دھواں سا اٹھنے لگا جس کی دھند میں سعدیہ خان کو اپنی پوری زندگی دھندلی دکھائی دے رہی تھی۔

"ہوتا ہے ناں ایسا کہ کبھی آپ میلوں پیدل چلتے جائیں اور پاؤں پہ خراش تک نہ آئے اور کبھی پھولوں پہ کھڑے ہوں تو ڈھیروں کانچ لگنے کی چبھن ڈھیروں کانٹوں کی دکھن سارے وجود کو درد، درد کر دے اور درد بھی ایسا کہ آہ تک کرنے کو منہ نہ کھلے بس کرب اندر ہی اندر پھیلتا وجود کو چھلنی کرتا جائے۔" اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور چہرہ یاسیت سے بھرا پریشانیوں کی زد میں گھرا تھا۔

غم الم کی ہم بھی آس ہو گئے !
زندگی تجھ سے مل کر اداس ہو گئے
ہر شخص سے ہی خوف آ رہا ہے اب
اک حادثے سے چہرہ شناس ہو گئے
جذبے تھے بہت میرے پاس بھی
پر درد کے موسم کو سب راس ہو گئے
ثابت و سالم تھے دور ہو کے تجھ سے
لہو لہو ہوئے جو آس پاس ہو گئے
پلکوں پہ جو بھی سپنے سجائے تھے
ٹوٹتے لمحوں کی باس ہو گئے
جذبے بھی سارے ہوا لے اڑی
تڑپتی :مین کی ہم بھی پیاس ہو گئے

☆☆☆

اگر کسی مذہب کو اختیار کر لینا ہی اس اختیار کو دوام بخش سکتا تو وہ آج بھی چرچ آف انگلینڈ ہی کی رکن ہوتی مگر نہیں مذہبی اجتماعات میں شرکت کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز بھی ہوتی ہے آپ کے اندر کی انوالومنٹ اور اختیار کرنے یا ہونے والی چیز کی اصل اثر انگیزی مگر (Congregational church) اجتماعی کلس کی مانند اسے ہندو مذہبی تعلیمات میں بھی خلوص وحقیقت کی کمی نظر آئی اور ذہنی سکون غائب محسوس کیا، جو جو کچھ اسے معلوم ہوا تھا یا ہو رہا تھا وہ قابل افسوس بلکہ بہت حد تک قابل مذمت تھا، اس نے صرف ہندو مذہب پہ ہی چھان بین نہ کی تھی بلکہ اپنے ہندوستان میں قیام کے دوران Church united board (چرچ یونائٹڈ بورڈ) کے علاوہ Presbytcrion (پریسبیٹیرین) Methodist (میتھوڈسٹ) Boptist (بپٹسٹ) Wesieyan (ویزلیان) اور عیسائیت کے بے شمار دوسرے فرقے بھی دیکھے اور Seventh day advetists Burning busih mission سے بھی رابطہ کیا کہ ہندو نہ سہی شاید اسے عیسائیت میں ہی ایک بار ڈھونڈنے سے ذہنی طمانیت اور روحانی

سکون مل سکے، مگر اسے ان تعلیمات میں مسلسل ایک تفرقاتی تعصب کا حصار نظر آ رہا تھا اور وہ عیسائیت کی تعلیمات اور سچائی کے درمیان ایک موٹی دیوار دیکھ رہی تھی، ویسی ہی دیوار جو اسے یہودیت اور ہندومت میں نظر آئی، صدیوں پرانی جہالت پہ مبنی خیالات، اندھے رسم و رواج اور بے روح ایمانیت کسی عقیدے پہ اپنا دل ٹھہرتا محسوس نہ ہو رہا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ یہاں آ کر غلطی کر بیٹھی تھی مگر یہ غلطی بھی ذہن کے بہت سے مقفل خانے کھول گئی تھی اور وہ سوچ رہی تھی۔

"زندگی یہ تو نہیں کہ انسان صدیوں پرانے جھوٹے تصورات و روایات میں الجھ کر سیدھے راستے کو اپنے لئے ٹیڑھا اور دشوار بنا لے اور یہی رسومات و بت پرستی کے رواج تھے جنہوں نے تمام ہندوؤں کے طرز زندگی کے ساتھ ذہنوں کو بھی آلودہ کر دیا تھا، یہاں تک کہ ان کے مذہبی تہوار بھی اس فرقہ وارانہ لڑائی جھگڑے اور فسادات سے محفوظ نہ تھے، کیونکہ ان میں مذہب کی بجائے سیاسی پہلو زیادہ مدنظر رکھے جاتے تھے اور ان تہواروں کا اہتمام بھی مندروں کے پنڈتوں کے بجائے سیاسی لیڈر کرتے تھے۔"

"ان کی مذہبی کتاب گیتا بھی محض الماریوں میں ہی ایک تمائشی چیز بن کر رہ گئی تھی اس کی کٹھن زبان اور مبہم موضوعات کے باعث کوئی بھی اسے نہیں پڑھتا تھا اور جو لوگ اپنے مذہبی نظریات و مندرجات سے اتنے لاعلم تھے ان سے وہ اس مذہب کی بابت کچھ کہتی سنتی تو اس کی اصل ہیئت یا خوبیوں خامیوں سے واقفیت کی کیا توقع کر سکتی تھی جس کا تصور مذہب تک دھندلا چکا تھا۔"

وہ ان امیر ہندوؤں کو بھی دیکھ رہی تھی جنہوں نے جانوروں کی طرح زندہ رہنے کا فیشن اپنا لیا تھا، جنہوں نے ہندو معاشرے میں ذات پات کی لعنت کو رائج کر رکھا ہے لوگوں کو بلند ذات برہمن، نچلی ذاتوں اور اچھوتوں میں تقسیم کر رکھا ہے، اچھوت ذات کے لوگ جو گھٹیا درجے کا کام انجام دیتے ہیں انہیں مندروں میں داخلے کی اجازت نہیں بلکہ انہیں مندروں اور عبادت گاہوں سے دور رہنا پڑتا ہے۔

وہ واضح طور پر سمجھ نہیں رہی تھی کہ ہندو معاشرے میں بگاڑ اور انتشار کیوں ہے، نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا یعنی کچھ چیزوں کو اس نے احترام کی نظر سے دیکھا مگر اکثر باتوں کو رد کر دیا، کیونکہ ان میں روحانیت کا کوئی پہلو نہیں تھا بلکہ دیو مالائی داستانوں کا اک حصہ سا تھا سب معاشرتی برائیوں کا بھی ہندو تعلیمات کوئی حل پیش نہیں کرتی تھیں برہمن کو غیر معمولی تقدس اور ان گنت سہولتوں کا مستحق قرار دیا گیا ہے، مگر اچھوت کو زندہ درگور کر دیا گیا ہے بھارت چونکہ سیکولر ریاست ہے لہٰذا عوام کے لئے مذہبی ضروریات کی تکمیل سرکاری فرائض میں شامل نہیں جو لوگ سنسکرت زبان اور ہندو مذہب کو سمجھتے ہیں وہ خدائے واحد پر ایمان کا دعویٰ تو بڑے زور و شور سے کرتے ہیں مگر عملاً مختلف بتوں کی پرستش کرتے ہیں، دین کے اس نظری فلسفے کا کیا فائدہ جو انہیں ایک خدا کی عبادت اور سیدھے راستے پر چلنا نہیں سکھا سکا، سچی بات تو یہ تھی کہ اسے پورا ہندو دھرم سنی سنائی رسموں پر آدھارت (مشتمل) کہانیوں کے علاوہ کچھ نہیں لگا تھا، ہندو دھرم کے پیروا سے مکتی (نجات) کا راستہ سمجھتے ہیں، مگر ان کا دشوا اس غلط تھا جس مذہب نے دیوی دیوتاؤں کی صدیوں سے رائج روایات کے مطابق پوجا کی جا رہی ہو اور وہ دوسروں کے لئے تو کیا کرتے اپنے

دفاع میں کچھ نہ کر سکتے تھے، عصر حاضر کے ہندو بت پرستی اور شرک کی وجہ سے روحانی پستی اور ذہنی آلودگی میں ڈوبے ہوئے تھے وہ پتھر کے بتوں سے اپنی مرادیں مانگتے تھے اور ان کے پورا نہ ہونے پر یا اپنے کسی نہ کردہ گناہ اور خطاؤں کا سارا الزام بھگوان کے سر تھوپ دیتے تھے کہ یہ سب اس کی مرضی سے ہو رہا ہے، یہی وجہ انہیں روحانی پریشانی اور انتشار میں مبتلا کیئے ہوئے تھی۔

ہندو مذہب پہ ریسرچ نے اسے بہت مایوس کیا تھا اور وہ واپسی کا ارادہ باندھ چکی تھی، کیونکہ اکیسویں صدی کے اس روشن دور میں ہندو معاشرے کی ایسی جہالت اسے کسی طور قبول نہ تھی۔

''یہ تو مجھ سے بھی زیادہ بے بہرہ اور اندھیروں میں بھٹکنے والے لوگ ہیں جو خدا کو مندروں میں پتھر کے بتوں میں تلاش کرتے ہیں۔'' وہ جہاز میں بیٹھنے سے کچھ دیر قبل سیتا سے بابا Sitataya saibaba نامی شخص سے بھی ملی جسے ہندو کچھ کرامات کی بناء پر خدا مان کر پوجتے ہیں، ہندو مذہب کا ایک بڑا اور اہم تصور یہ ہے کہ بوقت ضرورت ان کا معبود کسی انسانی روپ میں زمین پر آ جاتا ہے اور وہ انسان خدا کا اوتار کہلاتا ہے اس تصور کی روشنی میں وہ ہر انسان میں خدا کی کچھ نہ کچھ (نعوذ باللہ) مانتے تھے، سو ''ستیا سے بابا'' بھی انہی خصوصیات کی بناء پر مذہب و دین کے درست فلسفہ و نظریہ سے لاعلم ہندوؤں کو مٹھی میں جکڑے خدا بن بیٹھا تھا۔

جبکہ خدائی تصور تو ہر انسانی جبلت و خصلت اور دنیاوی تصور سے پاک ہونا چاہیے، کیا خدا اور خدائی کا درست عقیدہ کسی مذہب میں نہیں، اس نے اپنی تلاش حق سے پریشان ہو کر چیئر کی پشت سے ٹیک لگائی، مسلمان جو طریق مساوات پر چلتے ہیں ان کے ہاں خدا کا تصور کیا ہے اور وہ کیسے اپنے طریقہ عبادت سے سکون حاصل کر پاتے ہیں، اس نے سوچا۔

''مگر ان کا ماحول اور دیگر تعلیمات جو جاہلیت، جنگ و جدل اور خون و کشت پہ مبنی ہیں وہ میرے لئے ناقابل برداشت ہیں۔'' وہ جہاز کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔

''میرا یہ سفر کیا یونہی مایوسی اور اندھیرے پہ ختم ہوگا؟''

''میں سیدھے راستے کی تلاش میں یونہی بھٹکتی رہوں گی؟''

''مجھے کوئی درست عقیدہ، سچا مذہب اور اخلاقی تعلیمات پہ مبنی معاشرہ کہیں نہ ملے گا۔''

''لوگ کیسے اپنے مذہب اپنے عقیدوں اور عقل سے ماورا مذہبی تعلیمات سے اطمینان حاصل کر لیتے ہیں، مجھے یہ اطمینان کیوں نہیں ملتا۔'' اپنی سیٹ پہ بیٹھ کر حفاظتی بیلٹ باندھتے ہوئے اس نے سوچا اور آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون رکھنے کی اک ناکام کوشش کرنے لگی۔

جس طرح کے حالات سے وہ گزری تھی جس قسم کی ٹریجڈی کا اس نے سامنا کیا تھا اس پہ اب تک یقین نہ آ رہا تھا اپنے سامنے پڑی میتیں اپنے سامنے اٹھتے جنازے اور آنکھوں میں پھرتے صبح و شام کے ہنستے کھیلتے منظر جس میں سب ساتھ تھے، خواہشیں، خواب اور زندگی کے رنگ مل کر جگمگاتے تھے، وہ خوشبو لمحات کسی دھندلی تصویر کی مانند اداسیوں کے تلخ پیراہن پہ زرد رنگ کی مانند فریز ہو کر ہر احساس کو مٹا چکے تھے بس اک آتی جاتی سانس کا تانتا تھا جو کچھ ہونے یا شاید بہت کچھ کھو چکنے کا احساس دلاتا تھا اور یہ احساس کتنا تکلیف دہ تھا کوئی اس کے دل سے پوچھتا جو اپنی

اپنے ریشمی خوابوں کو پلک جھپکنا، منظروں میں بسنا، جذبوں میں ہنسنا سکھا رہی تھی۔

جس نے کچھ دن پہلے ہی محبت کی روپہلی فضا میں بڑے سکھ سے رہنا سیکھا تھا، جو اپنے بھائیوں پہ جان چھڑکتی تھی، اپنے پیارے باپ سے دن بھر کی روداد شیئر کرتی تھی ان کے پرشفیق تبسم اور تحفظ بھرے سائے یہ نازاں کیسے خوش خوش جیا کرتی تھی، کیا معلوم تھا کہ یہ خوشی صرف چند روزہ ہے۔

''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ دن میرے لئے کیسا سانحہ تیار کیے بیٹھا ہے تو میں آپ کو کہیں نہ جانے دیتی، ابو آپ کو میں چھپا دیتی، معاذ میرے لاڈلے پیارے بھائی تم، تم تو ہم سب کی امیدوں کا مرکز تھے، ہمارا سہارا بننا تھا تمہیں اپنے گھر کا دست و بازو بننا تھا اور تم بھی ہمیں چھوڑ گئے۔'' وہ بڑے حسرت بھرے انداز میں کارنس پہ سجی معاذ اور اپنے والد کی تصاویر کو دیکھ کر آنسو بہا رہی تھی۔

''اریبہ میری بہن بس کرو۔'' انزلہ نے اس کے کندھے کو تھپکا تھا اور وہ زار و قطار آنسو بہاتے ہوئے انزلہ کے گلے سے لگ گئی۔

''ہم لوگ کتنے خوش تھے انزلہ آپی ہماری خوشیوں کو جانے کس کی نظر کھا گئی۔'' وہ ہچکیاں لیتے ہوئے بولی تھی۔

''بس یہ سب قسمت کا عمل دخل ہے جو تقدیر میں لکھا ہو وہ ہو کر رہتا ہے مشیت ایزدی کے آگے انسانی اختیار کا بس ختم ہو جاتا ہے اللہ کی رضا پہ سر تسلیم خم کر دینا ہی عبودیت کا مقام ہے۔'' انزلہ نے بہت پر سانیت سے سمجھایا تھا۔

''ہم نے کبھی سوچا بھی نہ تھا زندگی کبھی ہمارے ساتھ ایسا بھیانک مذاق کرے گی۔'' پاس بیٹھی جویریہ نے بھی بھرائی آواز میں کہا۔

''کتنے خوش باش گئے تھے ابو گھر سے اور معاذ کیسا پر جوش سا ہنستا بولتا نکلا تھا کیا معلوم تھا کہ زندگی سے بھرپور وجود کچھ دیر میں لقمہ اجل بننے والا ہے۔'' ربیعہ کی سسکی نکلی۔

''ان کا وقت طے تھا جسے کوئی روک نہ سکتا تھا بھلا مالک کی مرضی پہ کسی کا کیا شکوہ، خدا کی امانت تھے خدا نے لے لئے صبر کرو، صبر کرنے والے کا اللہ نہ صرف درجہ بلند کرتا ہے، بلکہ کھو جانے والی شے کے مقابلہ میں اسے بہترین سے نوازتا ہے۔'' انزلہ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''آپی کیا باپ، بھائی یا بیٹے سے بڑھ کر بھی کسی کے لئے کوئی شے بہترین ہو سکتی ہے۔'' اریبہ نے یکدم اپنا آنسوؤں بھرا چہرہ اٹھا کر پوچھا تھا۔

''یقیناً نہیں مگر قدرت کی حکمت ہر واقعے ہر حادثے میں پنہاں ہے اور ہم ناسمجھ انسان اللہ کی حکمت تک رسائی نہیں پا سکتے۔''

''پتا ہے انزلہ آپی معاذ کو بڑا شوق تھا ائیر فورس میں جانے کا اور وہ اپنی اسٹڈیز پہ رات دن ایک کئے محنت کر رہا تھا تاکہ اس کے نمبرز اچھے آئیں اور وہ اچھے میرٹ کی بنیاد پہ P.A.F کیڈٹ کالج میں ایڈمیشن لے سکے اس کی سب محنتیں رائیگاں گئیں سب خواب منوں مٹی تلے سو گئے۔'' ربیعہ کا چہرہ بھیگ چکا تھا بھائی کی بابت گفتگو کرتے ہوئے انزلہ حرف تسلی کہہ نہ پائی اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ بس ربیعہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اسے دیکھے گئی۔

"اتنا معصوم اور سیدھا تھا میرا بھائی ہمیشہ اکیڈمی کالج کے بعد گھر آتا تھا دوستوں کی لمبی بیٹھکیں سڑکوں پہ مٹر گشت یا بلاوجہ چوراہوں میں کھڑے ہونا ایسی عادتیں تو اس سے کوسوں دور تھیں، اتنا اچھا نیک لڑکا تھا بہت جلدی فضا نے اپنے پنجے میں جکڑا، ہم اتنی بے خبری میں لٹے کہ پتا ہی نہ چلا اور سب ختم ہو گیا۔" اریبہ ایک بار پھر ہچکیاں لیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"جو حادثہ گزرا ہے اس کی اذیت الگ ہے اور جو حالت بے خبری امی پہ طاری ہے وہ الگ تکلیف دہ ہے ان کے ذہن و دل پہ صدمہ نے جو اثر ڈالا ہے وہ جس ذہنی کرب سے گزر رہی ہیں جس پاگل پن میں مبتلا ہیں اس سے انہیں کیسے نکالیں کچھ بھی تو سمجھ میں نہیں آتا۔" ربیعہ نے کہا تو انزلہ کمرے کے کونے میں مدہوشی کے عالم میں لیٹی نجمہ خالہ کو دیکھنے لگی جو شوہر اور بیٹے کی جدائی کے صدمہ سے اچانک شاکڈ ہو کر موجودہ ہوش و حواس کی دنیا سے بیگانہ سب گھر والوں کے لئے تشویش پیدا کر چکی تھیں اور ان حالات کا آگے چل کر جانے کیا بننا تھا؟ وہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی۔

☆☆☆

"میرا خیال ہے آپ کے دبئ ٹور سے پہلے گھر کی ڈیزائننگ چینج کر لیتے ہیں۔" شائستہ بیگم نے پر خیال نگاہوں سے نیوز پیپر کی ہیڈ لائنز دیکھتے عفنان علی خان کو مخاطب کیا تھا۔

"آپ کا خیال ہے تو اچھا مگر ابھی تین ماہ پہلے ہی تو ہم نے پورا گھر کی ڈیزائننگ فرنیچر وغیرہ سب بدلا ہے۔"

"اوہ کم آن عفنان آپ جانتے ہیں اس وقت موسم سرما تھا اسی لحاظ سے سیٹنگ کی تھی اور اب بہار کی آمد آمد ہے تو ظاہر ہے، سارے گھر کی انٹیریئر ڈیکوریٹنگ سیٹنگ پھر سے ہوتی ہے۔"

"ہاں میں تو بھول ہی گیا تھا بھئی یہ بھی ہماری سوسائٹی کی بیگمات کا من پسند مشغلہ ہے کہ موسموں کے ساتھ ساتھ گھروں کی سیٹنگ بدلنا۔"

"تو اور کیا اتنا پیسہ ہے آخر اسے کام میں بھی تو لانا ہے۔" وہ قدرے غرور آمیز انداز میں بولیں۔

"مما یہ فرنیچر بھی تو اتنا مہنگا اور نیا لیا تھا ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔" سعیہ کچھ حیرت سے بولی، جبکہ عفنان علی خان پھر سے نیوز پیپر میں گم ہو گئے۔

"اوہ میری سویٹ ہارٹ بیٹی یہ ہم ضائع کب کریں گے ہماری این جی او غریب لڑکیوں کے جہیز کا سامان اکثر دیتی رہتی ہے اس بار بھی یہ سب کسی بے سہارا غریب بچی کی شادی پر دے دیں گے۔"

"مگر مما مجھے تو یہ پینٹ، پردے فرنیچر سب بہت اچھا لگتا ہے ابھی نہ چینج کریں۔" سعیہ نے دیواروں دروازوں پہ کیا گیا گہرے پینٹ، ہم رنگ پردے اور خوبصورت قیمتی فرنیچر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ نو سپرنگ سیزن کے لحاظ سے لائیٹ پنک یا آسمانی کلر یوز کریں گے اور فرنیچر بھی ذرا منفرد و سٹائل کا تم میرے ساتھ چلنا جو کچھ میں نے چوائس کیا ہے دیکھنا تمہیں بہت اچھا لگے گا۔"

"اوکے دیکھوں گی۔" سعیہ نیم رضامندی سے بولی۔

"دیکھنا کیا، تم ابھی میرے ساتھ چلو۔" شائستہ بیٹی کو دیکھ کر بولیں۔

"مگر مما ابھی تو آپ کہیں اور جانے والی ہیں شاید بیگم ثروت حسین کے ہاں کس گیدرنگ میں۔"

"کوئی بھی کام میرے لئے میری بیٹی سے بڑھ کر نہیں ہے۔" وہ مشفق انداز میں بولیں۔

"ریئلی مما، آپ سچ کہہ رہی ہیں۔" وہ سنگل صوفہ سے اٹھ کر ان کے پاس آ بیٹھی۔

"آف کورس سو تو تمہیں شک ہے میری جان۔" وہ ہلکے سے مسکرا کے پوچھنے لگیں۔

"نو مما محبتوں پہ بھلا شک کر سکتی ہوں۔"

"بیٹی ماں کا پیار بہت خالص اور گہرا ہوتا ہے، اولاد کے لئے ماں ہر رشتے سے بڑھ کر شفیق اور مہربان ہوتی ہے نہ اس کے احساسات میں فرق آتا ہے نہ جذبات میں۔" وہ اس کے سیاہ ریشمی بالوں کو محبت سے سنوارتے ہوئے بولیں۔

"جو کبھی فرق پڑ جائے تو ہوتا ہے ناں کہ کبھی کہیں کوئی اور رشتہ اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر ہونے لگے تو اس کے لئے اپنی اولاد کے جذبات و احساسات کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔" اس کی بات پہ صرف شائستہ بیگم ہی نہیں بلکہ عفنان علی خان بھی قدرے چونک کر دیکھنے لگے تھے پھر انہوں نے کاندھے اچکاتے ہوئے شائستہ بیگم کو اس محاذ پہ خود جواب دینے کا اشارہ کیا تھا۔

"بیٹی جب ماں باپ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت کرتے ہیں انہیں اچھائی برائی کے اصول سکھاتے ہیں وہ اس میں اپنی اولاد کے لئے کہیں برا نہیں سوچتے پھر ان کے مستقبل کا خیال کرتے ہوئے ان کی زندگی کا کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو تب بھی ان کے ذہن میں بہت دور تک صرف اپنی اولاد کا خیال ہوتا ہے ان کی اچھی خوشگوار زندگی کی ترجیحات ہوتی ہیں تو اس میں غلط کہاں ہوتا ہے۔" وہ بڑے سبھاؤ سے ٹھہر ٹھہر کر بولی تھیں۔

"مما آپ سمجھی نہیں میری بات کو۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"سعیہ میں تمہاری ماں ہوں اور ایک ماں سے بڑھ کر اولاد کے جذبات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے لاؤنج سے اٹھ کر لان میں آ گئیں اور سعیہ کین کی چیئر پہ بیٹھ کر بولیں۔

"تمہارا اشارہ شہریار کی طرف ہے تو میرے لئے تم دونوں برابر ہو، تم میری واحد اور سگی بیٹی ہو جو مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے اور شہریار کو میں نے ماں بن کر سگی اولاد سے بڑھ کر محبت سے پالا ہے، وہ مجھے اتنا ہی عزیز ہے جتنی کہ تم، میں اس کا اچھا چاہتی ہوں تو تمہارے لئے بہترین سے بہترین، خواہ مخواہ بے کار کے وہموں اور خدشوں کو دل میں جگہ دینے کی ضرورت نہیں، شہریار بہت اچھا اور جینئس لڑکا ہے تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گی، بس اک بات پہ بھروسہ رکھو کہ ہم تمہارا برا کبھی نہیں چاہ سکتے اوکے۔"

"Ok, now chear and fresh up۔" وہ دھیرے سے اس کا رخسار تھپتھپا کے اٹھ گئیں اور بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھتی سعیہ کچھ بول ہی نہ سکی۔

☆☆☆

''سب کھاتے پیتے ہیں زندگی کے کام نپٹاتے ہیں کسی کا کچھ نہیں رکتا نہ کچھ جاتا ہے، معمول کی موت معمول کی تعزیت اوپرے پن کو لئے منافقانہ دکھ سے سجا چہرہ اور بس جن کا دکھ ہوتا ہے وہی دکھ کو سہتے دکھ میں بلکتے رہتے ہیں۔'' اس نے سامنے کمرے میں بچھی چٹائی پر بیٹھے نفوس کو پیٹ بھر کر کھاتے دیکھ کر سوچا تھا اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔

''اریبہ آپی! اٹھیں آپ بھی کچھ کھالیں۔'' ربیعہ نے اس کا بازو ہلایا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے تم کھاؤ جویریہ کو اور امی کو بھی کچھ کھلانے کی کوشش کرو۔''

''امی کا آپ کو پتا ہے وہ اپنے ہوش وحواس میں کب ہیں بہت ہسٹریک ہو جاتی ہے وہاں بھائی ابھی ڈاکٹر کو لائے تھے وہ نیند کا انجکشن لگا کے گئے ہیں، آپ اٹھیں اور کھانا کھالیں کل سے بخار میں بھوکی پیاسی پڑی ہیں۔'' ربیعہ نے پھر کہا تو وہاج نے اندر آتے ہوئے مڑ کر اسے بغور دیکھا تھا جو برآمدے میں بیٹھی تھی، ستا چہرہ سرخ متورم آنکھیں، الجھے بال اور کتنے دن کے میلے بدرنگے کپڑے وہ ایسی بے پرواہ کب تھی وہ تو بہت نفاست اور سلیقے سے رہتی تھی ہمیشہ صاف ستھری اور ابھی ڈریسنگ میں جیسے کہیں جا رہی ہو اور اب خود سے ایسی بے اعتنائی کہ نہ بدلا تھا نہ چہرہ دھلا تھا، وہاج کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

''اریبہ اٹھو پلیز کچھ کھالو، پھر تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں۔'' وہ اس کے سامنے آ رکا۔

''مجھے کچھ نہیں کھانا نہ، میں بیمار ہوں۔'' وہ چڑ کر بولی اور آنکھیں بھیگ گئیں۔

''کھانا چھوڑنے سے یا خود کو اذیت دینے سے کیا گئے ہوئے واپس آجائیں گے، اگر ایسا ہوتا تو ہم سب کھانا چھوڑ کر رونے بیٹھ جاتے مگر نہیں یہ زندگی ہے اریبہ یہاں پیٹ بھرنے کو کھانے کا ایندھن ڈالنا پڑتا ہے، کسی گئے ہوئے کا پلٹنا ایک ناممکن عمل ہے۔ آپ کو زندگی ابھی بہت سی مشکلات لئے ہماری طرف دیکھ رہی ہے بہت سے مقام ایسے آئے کہ تمہیں اس سے زیادہ حوصلے اور صبر کی ضرورت پڑے گی۔'' وہ رسان سے بولتا اس کا ہاتھ ہاتھ میں تھامتے ہوئے سمجھا رہا تھا اور اریبہ اس کے ہاتھ پہ اپنا چہرہ رکھتے ہوئے رو پڑی۔

''میرا حوصلہ اور صبر اتنا نہیں ہے میں بہت کمزور ہوں وہاج۔''

''تم کمزور نہیں ہو اریبہ صبر کرو، اللہ کرتا ہے جو کرتا ہے اور اللہ کے کیے پہ صبر کا بڑا اجر کہتا ہے ناں ''انا اللہ مع الصابرین'' بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

''نہیں ہوں میں اتنی صابر، میں انسان ہوں، مجھے دکھ ہوتا ہے اپنے ماں باپ بہن بھائی سے زیادہ عزیز اور نزدیکی رشتہ کون سا ہوتا ہے انسان کے لئے اور خدا انہی دکھوں کو آنسو بنا پلکوں میں پرو دے زخم بنا کے سینے کو فگار کر دے تو صبر کیسے ہوتا ہے کون ہے جو جوان بھائی اور باپ کی میت اٹھتی دیکھے اور صبر کرے انہیں ہنستا بولتا اپنی آنکھوں سے جاتا دیکھے پر ناوش جان بت بنا دیکھے اور صبر کر کے نہیں وہاج یہ سب سینہ شق کر دیتا ہے، آسان نہیں ہے یہ جب سہا ہی نہ جائے تو کیسے سہا جائے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''تمہاری امی ہیں اریبہ انہیں دیکھو صدمے نے کتنا اثر ڈالا ہے وہ اپنا ذہنی توازن کھو رہی ہیں، شہباز کو دیکھو کیسا ٹوٹا، بکھرا بے جان وجود لئے پھرتا ہے ربیعہ اور جویریہ کون سنبھالے گا تمہارے سوا تمہیں خود کو دکھوں سے نکالنا ہوگا اپنے حواس مجتمع کرنا ہوں گے، صدمہ تو ختم ہونے والا ابھی نہیں مگر اٹھنا ہے ان کے لئے جو تمہارے جی اٹھنے سے خود بھی جی اٹھیں گے نہیں زندگی بسر کرنا ہے اپنے سے وابستہ لوگوں کے لئے، دکھ کو خود پہ طاری کر کے بیٹھ جانے سے دکھ کبھی ختم نہیں ہوتا جب تک کہ اسے ختم کرنے کے لئے سکھ کے موسم کو آواز نہ دی جائے اور یہ سکھ کی آواز اریبہ اشفاق سینے گی اس دکھوں سے گھرے گھر کے لئے خوشی کا دروازہ تم کھولو گی پر اس گھر کے لئے جو دکھ میں خود کو مقید کیئے بیٹھا ہے۔'' کتنی مرضی کتنا حوصلہ اور کیسا دلاسہ تھا وہاج حسن کے الفاظ میں۔

''میں اکیلی کیسے کر سکتی ہوں یہ سب، میرے اعصاب اتنے مضبوط کہاں؟''

''تم اکیلی کب ہو اریبہ تمہارا رب تمہارے ساتھ ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں، میرے ہوتے تمہیں خود کو تنہا، کم حوصلہ نہیں ظاہر کرنا اریبہ تمہارا حوصلہ تمہاری مضبوطی وہاج حسن ہے۔'' اس کی شربتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بولا تو وہ کتنی دیر آنکھوں میں آنسو لئے بس اسے دیکھتی رہی۔

''زندگی کے غم سہنے کے لئے ہماری دل باور رفیقٹ ہونی چاہیے ہم اندرونی طور پہ مضبوط ہوں تو بیرونی توڑ پھوڑ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی دکھ سکھ، خوشی غم یہ زندگی کے دروازے میں بھی انسان پہ اک دروازہ کھلتا ہے کبھی دوسرا مگر یہ انسان کے اپنے اوپر منحصر ہے کہ وہ اپنے اعصاب کو مضبوط اس کو قائم رکھتے ہوئے دکھ کو بھی سکھ کیسے بناتا ہے۔''

''یہ سب الفاظ ہیں وہاج بولنے میں اچھے لگتے ہیں مگر حوصلہ دیتے ہوئے خود کو اک نظر اپنے پھر زیست کے مشکل کٹھن سفر پہ کروں تو سب حوصلے ٹوٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔'' رنج کے گہرے احساس میں گھری وہ بھیگے لہجے میں بولی تھی اور وہاج حسن کا دل چاہا تھا اس بھیگی آنکھوں والی سرپھری لڑکی کو اپنے دل میں چھپا کر دنیا سے کہیں بہت دور لے جائے جہاں کسی ہلکے غم کی تمازت بھی اسے چھو نہ سکے، بس خوشیاں ہوں، مسکراہٹیں ہوں خواب جیسی زندگی ہوں، چاہتوں سے گندھی تتلیوں کے پروں پہ لکھی رنگین کہانی جیسی زندگی، مگر آہ حقیقت اتنی بے رحم اور ظالم ہے جتنے خواب حسین اور خوبصورت حقیقت جو تقدیر میں رقم ہوتا ہے اسے لے کر چلتی ہے اسے آپ کے خوابوں اور خواہشوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اگر ہوتا تو اتنے رونے کس بات کے تھے؟ وہ اک گہرا سانس لے کر اٹھا اریبہ کا ہاتھ پکڑا اور بولا۔

''اٹھو اریبہ کچھ کھا پی لو میرے دماغ کھپانے کا کچھ تو بھرم رکھ لو۔'' اریبہ پلکوں کے کنارے آنسو دوپٹے کے پلو سے صاف کرتی لحظہ بھر اپنے سامنے کھڑے وہاج حسن کو دیکھا اور اٹھ کر بوجھل قدموں سے دسترخوان پہ رکھے کھانے کی طرف بڑھنے لگی۔

چھو جائے ہوا جس سے خوشبو تیری آئے
جاتے ہوئے تو ایک زخم ایسا مجھے دیتا
وہ مجھ سے کہیں بڑھ کے مصیبت میں تھا محسن
روز آ کے مگر اس کا دلاسہ مجھے دیتا

☆☆☆

''ہیلو مما کیسی ہیں آپ اور پاپا آپ کیسے ہیں؟''

وائٹ سوٹ پہ ملٹی شیڈ دھاگے اور موتیوں کا نفیس کام کیے ڈریس ہاتھ میں جھلاتی وہ بہت کھلی کھلی لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔

”ہیلو سویٹ ہارٹ، بہت خوش لگ رہی ہو۔“ شائستہ بیٹی کے خوبصورت پھول کی طرح کھلتے چہرے کو دیکھ اور خوشگوار انداز میں مسکرائیں۔

”مما آج فورٹریس سٹیڈیم میں چائنا اور پاکستان کے اشتراک سے بہت بڑے ثقافتی میلے کا آغاز ہو رہا ہے میں نے اور صبا نے پروگرام بنایا ہے جانے کا۔“

”Thats good اس طرح کے خالص کلچرڈ پروگرام ضرور اٹینڈ کیا کرو بہت کچھ پتا چلتا ہے نئی پرانی تہذیبوں کے متعلق۔“ عفنان علی خان بولے۔

”تو پھر یہ ڈریس دیکھیں اچھا ہے ناں اگر یہی پہن کر جاؤں۔“ وہ ہاتھ میں پکڑے جارجٹ کے قیمتی ڈریس کو اپنے وجود پہ لگا کے بولی۔

”زبردست بھائی بہت خوبصورت سوٹ ہے اور کام دیکھو کیسی نفاست اور باریکی سے کیا ہے کس بوتیک سے اڑایا ہے اتنا اسٹائلش ڈریس۔“ شائستہ تو دیکھ کر عش عش کر اٹھیں۔

”گیس کریں۔“ وہ پرتجسس انداز میں مسکرائی۔

”ایک مشہور بوتیکس کا نام لے کر۔“ شائستہ نے اندازہ لگایا۔

”اور قیمت آپ کے خیال میں کیا ہو گی؟“ سعیہ مسکراتے ہوئے بولی۔

”آٹھ، دس ہزار سے کم تو نہ ہو گی۔“

”تو آپ کے دونوں اندازے غلط ہیں یہ پانچ سو کا سوٹ ہے اور ہزار کا کام کروایا اجرت پر۔“ وہ مسکرائی۔

”What پورا سوٹ صرف پندرہ سو میں I don,t belive it۔“ وہ پھر سے سوٹ کو دیکھنے لگیں۔

”نہیں سعیہ تم مذاق کر رہی ہو اتنا اچھا نفیس کام اتنا نرم کپڑا یہ ایسا سستا نہیں ہو سکتا“ بے یقینی سے بولیں۔

”میری بھولی مما یہ اتنا سستا ہی ہے بوتیکس والے سستا کپڑا لے کر ہی اجرت پہ غریب عورتوں سے کم پیسوں میں کام کروا کے ہزار پندرہ سو والا سوٹ پھر ہزاروں میں بیچتے ہیں اور آپ جیسے امیر لوگ جو ہر موقع پر اور روزمرہ زیادہ تر ریڈی میڈ کپڑا خریدتے ہیں وہ ایسے لوگوں کی چاندی کروا دیتے ہیں۔“

”Amazing sania تمہاری معلومات تو بہت ہیں، میں تو تمہیں بہت ڈفر سمجھتی تھی ایسے لین دین خرید و فروخت والے معاملات کو ہینڈل کرنے میں تم تو بہت گہرائی سے ہر بات دیکھتی ہو۔“ شائستہ واقعی حیران ہوئیں۔

”قصور تو پھر آپ کی سمجھ کا ہوا نہ کہ ہماری بیٹی کی ذہانت کا۔“ عفنان علی خان بولے۔

”وہ سوال تو بیچ میں رہ گیا یہ ڈریس لیا کہاں سے پھر بنوایا کہاں سے۔“

”مما یہ سوٹ انارکلی بازار سے سیل میں خریدا تھا اور یہ موتی دھاگہ وغیرہ دو سو کا منگوایا اور صبا کی ملازمہ نے کام کیا ہے ان فیکٹ وہ ایسے سوٹ تیار کر کے اجرت پہ بیگمات کو بیچا کرتی پہلے یہاں کام کرتی تھی اسے پیسوں کی ضرورت تھی، صبا نے مجھے دکھایا اچھا لگا تو پیسے دے کر میں نے خرید لیا بلکہ میں نے اسے ایسے کئی اور ملبوسات تیار کرنے کو کہا ہے۔“

”یہ تم عورتیں ایک چیز دیکھ کر مرمٹتی ہو کیا کرو گی اتنے ایک جیسے کپڑے۔“ شہریار جو اتنی دیر سے آ کر اس کی پوری سن چکا تھا تھوڑا چڑ کر بولا۔

”یہی آپ کو پتا نہیں، میرا ایک ارادہ بن رہا ہے کہ مارکیٹ جا کر شیفون، جارجٹ کا اچھا کپڑا لے کر کام کروا کے کافی مال اکٹھا کر لوں پھر ایک بہت اچھے موقع پر اچھی جگہ پہ بوتیک بناؤں کہیے کیسا آئیڈیا ہے۔“

”بہت اچھا، زبردست، سعیہ تم تو واقعی بہت ذہین ہو بالکل یہی سب میں بھی سوچ رہی تھی۔“ شائستہ فوراً تائیدی انداز میں بولیں۔

”اور بزنس کون دیکھے گا۔“ عفنان علی خان نے سوال اٹھایا۔

”پاپا سب ساتھ ساتھ چلے گا آپ ٹینشن نہ لیں شہریار ہیں ماما ہیں سب مل کر کیری کر لیں گے۔“

”شہریار پہ برڈن بڑھ جائے گا پہلے وہ بہت کچھ دیکھ رہا ہے۔“ شائستہ نے کہا۔

”کوئی بات نہیں مما اسے کرنے دیں اپنا شوق پورا، میں دیکھ لوں گا، بزنس کو۔“ شہریار آرام سے بولا تو سعیہ نے کچھ غور سے دیکھا۔

وہ بلیک کرکے آرام دہ ٹراؤزر شرٹ میں صوفہ پہ بیٹھا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

”وہ تو ٹھیک ہے بیٹا مگر پہلے تمہیں بہت تھکاوٹ ہوتی ہے، اکثر جم بھی نہیں جا پاتے تو کبھی اسنوکر کلب یا اسکواش کورٹ سے چھٹی ہو جاتی ہے یہ بزنس کا اتنا پھیلاؤ تمہارے روٹین ورک پہ اثر انداز ہوتا ہے تو تمہاری فٹنس پہ فرق پڑتا ہے تم خود کو فریش اب نہیں کر پاتے۔“ عفنان علی خان بہت سنجیدگی و تشویش سے بولے تو شہریار ان کے تفکر آمیز انداز پہ بے ساختہ مسکرا اٹھا۔

”Its ok papa میرا کام ہی میری فٹنس اور فریش نس ہے جو کام میرے ذمہ ہو وہ پورا ہو بس باقی سب ہوتا رہتا ہے۔“ وہ سکون سے بولا۔

”جیتے رہو، اللہ تمہیں بہت کامیابیاں دے پھر بھی بیٹا اپنے لئے ٹائم نکالنا بہت ضروری ہے انسان کا اپنا وجود ہشاش بشاش اور ٹینشن فری ہو تو سب کچھ اچھا اچھا ہوتا جاتا ہے، آج سے تم بزنس کے ساتھ، جم کلب بھی روٹین میں رکھو گے۔“ شائستہ ماؤں والے مخصوص انداز میں بولیں۔

”اوکے مما جو حکم آپ کا۔“ وہ سعادتمندی سے بولا۔

”شہریار بیٹا وہ تم ذرا درانی انڈسٹریز کی فائل تو دیکھو اس پہ ذرا ڈسکشن کرنا ہے۔“ عفنان علی خان بولے تو وہ لا کر سے فائل نکال کر ورق گردانی کرنے لگا۔

”ابھی تو تھکا ہارا آیا ہے رہنے دو صبح دیکھ لے گا۔“ شائستہ نے منع کیا۔

”مما جو کام وقت پر ہو جائے وہی بہتر ہے۔“ وہ بولا تو سعیہ کو تاؤ آنے لگا۔

”حد ہوتی ہے فرمانبرداری تو اس بندے پر ختم ہے مجال ہے جو انکار کرے کسی کام سے، مجھے بوتیک کھولنے سے منع نہیں کیا خود پہ برڈن بڑھا لیا بزنس کا اور اب اتنا تھک کر آنے کے باوجود ڈسکشن پہ تیار، اللہ میاں کی گائے اور پاپا آپ اس کاٹھ کے الو کو میرا جیون ساتھی بنانے کو تلے بیٹھے ہیں جس کا اپنا ذہن ہے نہ سوچ اپنی مرضی نہ ارادہ بس دوسروں کے ذہن کے مطابق چلنے والا، نہیں شہریار مجھے تمہارا ساتھ کسی طور پر قبول نہیں کسی طور پر بھی نہیں۔“ ایک بار پھر ٹینشن لیتی وہ اپنے فیصلے پہ مصر ہونے لگی۔

☆☆☆

ویلنگٹن اپنی رومانٹک، ہنگامہ خیز اور پرلطف Night life کی وجہ سے سیاحوں میں بہت مشہور ہے یہاں کی ایلیٹ جگہیں دنیا بھر کے کسی بھی خوبصورت شہر سے زیادہ حسین، پرفضا اور رومانٹک ہونے کے ساتھ بہترین کھانوں کے لئے موزوں ہیں، بنکنگ چیمبر میں واقع لوگنی براؤن ایک خوبصورت ترین ریسٹورنٹ ہے یہاں ایک دفعہ کھانا کھالیں تو ساری زندگی مزا یاد رہتا ہے، ماریا جوزف اسی ریسٹورنٹ سے نکل رہی تھی جب اسے اپنے موبائل پہ ڈولی کا ایس ایم ایس موصول ہوا۔

''ہیلو ماریا کیسی ہو؟ اگر تم واپس نیوزی لینڈ آ چکی ہو تو پلیز مجھ سے ملو۔'' اس نے کچھ دیر بالکل ساکت سے انداز میں اس ایس ایم ایس کو دیکھا تھا پھر کچھ سوچتے ہوئے اک گہرا سانس لیا اور ڈولی Reply کرنے لگی۔

''ہیلو ڈولی آئم فائن تم کہو کیسی ہو؟''

''اوہ ماریا Thanks God تمہاری آواز سنی تمہارے اس دنیا میں ہونے کا یقین ہوا، احمق لڑکی کہاں غائب تھیں ہم سب تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک چکے تھے موبائل بھی مسلسل آف کر رکھا تھا۔'' ڈولی تیز آواز میں چیخی تھی۔

''اپنا لاؤڈ اسپیکر آہستہ کرو میرے کان اچھے ہیں آرٹیفیشل نہیں۔''

''آرٹیفیشل کی بچی تم مارتھا کے پاس سے کہاں گئی تھیں۔''

''ہندوستان انڈیا۔'' وہ آرام سے بولی۔

''What india? اتنی دور۔'' ڈولی حیرت سے شاید اچھل پڑی تھی۔

''آج دنیا ایک چھوٹے شہر کی شکل اختیار کر چکی ہے گلوبل ویلج میں تبدیل ہو چکی ہے لمحہ بھر میں کہیں سے کہیں پہنچ سکتے ہیں۔'' وہ موبائل کان سے لگائے چہل قدمی کے انداز میں چلتے ہوئے بولی۔

''تو گلوبل ویلج کی شہزادی صاحبہ ذرا میرے پاس بھی پہنچ جائیں۔''

''کہاں ہو تم؟'' وہ کلائی پہ بندھی رسٹ واچ میں ٹائم دیکھتے ہوئے بولی۔

''تھارن ڈان میں واقع ایک خوبصورت فرنچ ریسٹورنٹ میں۔''

''میں بھی ایک ریسٹورنٹ سے ہی آ رہی ہوں۔'' وہ بولی۔

''تو ایک ریسٹورنٹ سے آنے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے میں نہ جایا جائے۔''

''لیکن ڈولی میں ویلنگٹن سٹی آرٹ گیلری جا رہی ہوں، وہاں ایک تصویری نمائش ہے۔'' ماریا کچھ جزبز ہو کے بولی۔

''نمائش کو گولی مارو، ایسی نمائش آئے دن لگتی رہتی ہیں پھر دیکھ لینا۔''

''مگر ڈولی اس وقت آنا مشکل ہے تم سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''میں بہت اچھی طرح سمجھ گئی تم بدل چکی ہو ماریا بہت بدل گئی ہو تمہیں مذہب کی طرح دوستوں کی بھی ضرورت نہیں رہی۔'' ڈولی دلبرداشتہ ہو گئی۔

''اوہ گاڈ ایموشنل نہ بنو، اوکے تم بتاؤ کہاں یہ ڈیرا جمایا ہوا ہے میں تم سے کل ملوں گی۔''

''لیکن کل میں نیوزی لینڈ چھوڑ دوں گی اور واپس انگلینڈ چلی جاؤں گی۔''

''واپس انگلینڈ مگر کیوں؟'' وہ حیرت سے چیخی۔

''میں شادی کر رہی ہوں اور شادی کے بعد مجھے ظاہر ہے اپنے وطن جانا ہے۔''

''مگر شادی کر کس سے رہی ہو اور تمہاری اسٹڈیز کا کیا ہو گا؟''

''اسٹڈیز شادی کے بعد جاری رہے گی اور کس سے رہی ہوں تو جمی سے، یاد ہے جمی یا بھول گیا۔'' وہ کچھ طنزاً بولی۔

''جمی سے؟'' وہ تحیر سے اچھلی۔

''مگر تم نے یہ فیصلہ کیا کیسے؟''

''بس جمی نے پرپوز کیا تو سوچا کسی نہ کسی سے تو شادی ہونا ہے پھر جمی سے کیوں نہ کر لوں، یار بہت بڑے بزنس مین کا اکلوتا بیٹا ہے سب کچھ جمی کے نام ہے اور جمی کو جانتی ہو ہیپا ٹائٹس سی ہے بالکل آخری اسٹیج پر ہے کتنے دن اور جیئے گا، شادی ہوتے ہی سب کچھ میرے نام ٹرانسفر کر دے گا بیٹھے بٹھائے کروڑوں کے حساب سے دولت مل جائے اور کیا چاہیے اور پھر زندگی پڑی ہے، کل، کل کوئی اور ساتھی ڈھونڈ لوں گی، کہو کیسا ہے؟'' ڈولی اپنا پلان سناتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''Very bad ڈولی تمہیں محض دولت کے لئے ایسے دھوکا دینے کے سے انداز میں جمی سے شادی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ صرف امیر زادہ ہی نہیں بلکہ ہمارا بہت اچھا دوست اور کلاس فیلو بھی ہے۔'' ماریا نے تاسف سے کہا۔

''اوہ تم یہ اخلاقیات اپنے تک محدود رکھو، اگر میں یہ سب سوچنے بیٹھوں تو عمر بھر روپے پیسے کو ترستی رہوں گی، مجھے پیسہ چاہیے بہت سارا پیسہ ہر بندہ ہی دولت امارت اور آسائش چاہتا ہے اگر میں نے چاہا تو کیا برا ہے۔'' وہ اترانتے ہوئے بولی۔

''مگر یہ سب ایک سیدھے اور سچے راستے سے ہونا چاہیے نہ کو دوست کے اعتبار پہ شب خون مار کے۔''

''Minde it maria جمی سب کچھ اپنی خوشی سے کر رہا ہے۔'' وہ جتاتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''کیونکہ اسے یہ معلوم نہیں کہ اس خوشی کے پیچھے کسی کا لالچ شامل ہے۔''

''چلو لالچ سہی ہر کوئی اپنے مقصد کے لئے لالچ رکھتا ہے، تم یہ بحث چھوڑو میرا ٹائم ضائع ہو رہا ہے اگر شادی میں شرکت کرنی ہے تو francois (ریسٹورنٹ کا نام) پہنچ جاؤ۔''

''آئم سوری ڈولی میں ایسی شادی میں شریک نہیں ہو سکتی جو کسی کی موت کو مدنظر رکھ کر دھوکہ دہی اور گھٹیا مفاد کے سے انداز میں انجام پا رہی ہے۔'' وہ کچھ ناگواری اور سنجیدگی سے بولی۔

''اوکے پھر ہمیشہ کے لئے گڈ بائے۔'' ڈولی نے رابطہ منقطع کیا تو اس نے اک طویل آہ بھرتے ہوئے موبائل اپنی جیکٹ کی جیب میں رکھا اور ڈولی کے خود غرضانہ رویے پہ متاسفانہ انداز میں سوچتی ہوئی آگے بڑھنے لگی اک نامعلوم منزل کی جانب جو جانے کہاں لے جانے والی تھی۔

☆☆☆

آدھے سے زیادہ صحن میں دھوپ بسیرا کر چکی تھی جویریہ رات کی بچی روٹیوں کا چورا کر کے مرغیوں کے آگے ڈال گئی تھی اور ربیعہ بے سدھ لیٹی نجمہ بیگم کی ٹانگیں دبا رہی تھی اور شہباز بیٹھک میں تھا تعزیت کے لئے ابھی تک لوگ آ رہے تھے اپنے عزیز اور محلے والی عورتیں تو تقریباً روز آئی تھیں، اریبہ کے ددھیال والے چند دن رہے تھے، پھر سب چلے گئے کسی نے یہ نہ پوچھا دکان تو

رائے لی سی اس پہ بھی بیٹھ کے کمانے والا چلا گیا تو جوان بچیوں کا سہارا کون بنے گا اور پوچھتا کون ہے اپنا دکھ بس اپنا ہوتا ہے باقی سب سکھ پرائے سب رشتے جھوٹے۔

''خالہ ابو اتنی جلدی چلے گئے یہ بھی نہ سوچا ان کے بعد ہمارا کیا بنے گا۔'' اریبہ نے رشیدہ خاتون کی گود میں سر دھرے نم لہجہ میں کہا۔

''بس بیٹی اللہ کی مرضی۔ یہی تھی اس نے یقیناً کچھ اچھا رکھا ہوگا اس دکھ کے بدلے تم صبر کرو تمہارے صبر کو وہ بہت دے گا۔'' وہ اس کے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرتی نرمی سے بولیں۔

''لیکن اب تو اس نے سب کچھ چھین لیا ہے۔'' آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ کر رخساروں پہ پھسلتے گئے۔

''نہ بیٹی یہ کفریہ کلمہ ہے وہ اگر کچھ لیتا ہے تو بدلے میں بہت کچھ دیتا ہے، وہ مالک ہے سب کا اسے سب کا خیال ہے وہ بے خیال یا بے دھیان نہیں ہو سکتا، یہ سب آزمائش ہے اور یاد رکھو آزمائے وہ لوگ جاتے ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے، اسی محبت کا اجر مقصود گوہر ہے اگر انسان محبت وصبر کے تقاضے کو سمجھ کر خود کو برداشت کی بھٹی سے گزار دے تو وہ اللہ کی محبت و مہربانی کا مستحق ٹھہرتا ہے، تم خوش ہو کہ تمہارا شمار اللہ کے پیارے بندوں میں ہے اپنے کرب کو سہو واویلا کر کے اجر نہ گنواؤ۔'' رشیدہ خاتون نرمی وسنجیدگی سے اسے سمجھاتی گئیں۔

''مگر خالہ ابھی ہمیں ابو کی بہت ضرورت تھی اور معاذ اس نے دنیا میں کیا دیکھا تھا کم از کم اللہ میاں معاذ کو تو زندہ رکھتے۔'' جویریہ نے بھی کہا۔

''جویریہ ہر کام میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے، جسے ہم نادان انسان نہیں سمجھ سکتے اللہ کی مصلحتیں وہی جانتا ہے جو تدبیر و تقدیر کا مالک ہے، ایک دفعہ اللہ عزوجل نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ تجھے کسی کی جان قبض کرتے وقت کبھی رحم بھی آیا، حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، کہ الٰہی میرا ہر اک کی روح قبض کرتے وقت دل دکھتا ہے، مگر تیرے حکم سرتابی کی مجال کہاں، ہاں ایک واقعہ ایسا گزرا ہے جس کا دکھ میں ابھی تک نہیں بھلا سکا، وہ غم ایسا ہے جو تنہائی میں بھی میرے ساتھ رہتا ہے، ایک جہاز سمندر میں سفر کر رہا تھا وہ تیرے حکم سے ایک بھنور میں پھنس گیا، اس طرح تھوڑی دیر بعد وہ جہاز تباہ برباد ہو گیا، جہاز میں سوا کئی مرد وزن غرق ہو گئے، جو مسافر بچے ان میں ایک ماں تھی اور دوسرا اس کا نوزائیدہ بچہ، جو تباہ شدہ جہاز کے ایک تختے پر سمندر کی لہروں پر تیرے رحم و کرم کے سہارے بہے چلے جا رہے تھے، تیز ہوا نے انہیں آناً فاناً سینکڑوں میں دور سمندر کے کنارے پر پہنچا دیا، میں ماں اور بچے کے بچ جانے سے بڑا خوش ہوا، اسی لمحے تیرا حکم ہوا بچے کی ماں کی روح قبض کر لو، میں نے فوراً کریم تیرے حکم کی تعمیل کی باری تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ یہ حکم پا کر میرا کلیجہ کانپ گیا تھا اور جب میں نے اس طفل شیر خوار کو ماں سے الگ کیا تو مجھے کس قدر تکلیف پہنچی تھی اب یاد آتی ہے تو آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئی ہیں، پھر حکم الٰہی ہوا، کیا تجھے پتا ہے کہ بعد میں وہ بچہ کہاں اور کس طرح پرورش پاتا رہا، عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ظاہر اور باطن اسی پر عیاں ہیں، اللہ عزوجل نے فرمایا، ہم نے موج سمندر کو حکم دیا کہ اس لاوارث بچے کو اٹھا کر ساحل پر ڈال دے ساحل کے قریب ایک سرسبز و شاداب جزیرہ تھا، ہم نے پھولوں کو حکم دیا کہ بچے کے نیچے سیج بچھا دیں، سورج سے کہا

اپنی تیز شعاعوں سے بچے کو محفوظ رکھنا بادل کو کہا بچے سے ذرا فاصلے پر برسے درختوں کی شاخیں خود جھک کے پھول اور ان کا رس اس کے منہ میں ڈال دیتی تھیں، جزیرے میں ایک شیرنی کی ہم نے ڈیوٹی لگا دی وہ روزانہ اسے دودھ پلاتی، شیرنی کے خوف سے کوئی جانور بچے کے پاس نہیں آ سکتا تھا، اس جزیرے میں ہم نے خوش نوا اور حسین پرندے بھیجے جو ہر وقت چہچہاتے تاکہ بچے کا دل پریشان نہ ہو، ہوا کو حکم دیا کہ اس پر سے آہستہ آہستہ گزرے تاکہ اس کو کوئی تکلیف نہ ہو، اے عزرائیل علیہ السلام وہ تنہا اور بے یار و مددگار بچہ پرورش پا کر خوب صحت مند اور بہادر ہو گیا، ہم نے اس کے پاؤں میں کبھی کانٹا بھی نہ چبھنے دیا، دنیا جہان کی نعمتیں اسے عطا کیں، ایک بادشاہ شکار کھیلتے ہوئے ادھر آ نکلا وہ خوبصورت صحت مند بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، اسے اٹھا کر اپنے محل میں لے گیا ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی انہوں نے اسے اپنا بیٹا بنا لیا، بادشاہ کے مرنے کے بعد وہ اکیلا تخت و تاج کا مالک بن گیا، غرور اور تکبر سے ہمارے بندوں پر ظلم کرنے لگا، ایسا سرکش نکلا کہ خود خدا بن بیٹھا، اپنے بت بنوا کر انہیں سجدے کروانے لگا، خاک کا فانی پتلا ہمارا شریک بن بیٹھا آخر ہم نے اس کی بہتری کے لئے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو اس کے پاس بھیجا، اس ظالم نے ہمارے پیارے کو بھی آگ میں پھینک دیا، عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اے مخلوقات کے خالق تیرے بھید تو ہی جانے میں اس سر کش بچے کی حالت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے دل نہیں خیال اور ملال لاتا رہا، اے عزرائیل علیہ السلام اس بچے نے میرا کیا شکر ادا کیا؟ دوسروں کے لئے تو ماں باپ کی پرورش حاجت بن جاتی ہے مگر اس نالائق نے تو بلا واسطہ اپنی جیب میں بہت سے موتی ہم سے پائے تھے، اب اے ملک الموت تو جانتا ہے وہ بچہ کہاں اور کیا کر رہا ہے؟ خود کو طاقت کے زیر اثر خدا کہلانے والا سونے چاندی کے وسیع و عریض محلات کا مالک وہ بچہ نمرود بن کر اس وقت بڑے ملک کا بادشاہ ہے اسی نے میرے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں جھونکا اور اب خدائی کا دعویٰ کر کے لوگوں کو میری راہ سے ہٹاتا اور حکم نہ ماننے والوں کو سخت سزا دیتا ہے، اب اس سے کئی سوالات اٹھتے ہیں اللہ میاں کو فرعون کی حقیقت و سرکشی معلوم تھی پھر بھی سب کو مار کے اسے زندہ رکھا دولت بادشاہت دی، اتنا عروج دیا حتیٰ کہ وہ خدائی کا دعوا کر بیٹھا مگر کیوں؟ پھر اللہ نے اس کا عبرتناک انجام بھی کیا وجہ؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کو یہ دکھانا مقصود تھا کہ امارت بادشاہت سب ہوتے ہوئے بھی جو اپنے رب کا نافرمان ہو اس کا انجام کیسا عبرت ناک ہوتا ہے کہ وسیع و عریض خزانوں کے مالک جنت دوزخ تیار کرانے والے بدبخت خدائی کا خود دیدار کو اتنی مہلت بھی نہ ملی کہ وہ اپنی تیار کردہ جنت کو دیکھ پاتا، بے پناہ دولت و حشمت نہ ہیرے جواہرات کام آئے اتنا کچھ اکٹھا کر کے کچھ برتنا نصیب نہ ہوا اور وہ سب چھوڑ کے مرا، تو اللہ کی تدبیر میں اور مصلحتیں اسی کو معلوم ہیں وہ یہی مسبب الاسباب بھی ہے اور کن فیکون بھی ہر کام میں کوئی راز کوئی بہتری کوئی مصلحت پوشیدہ ہے، وہ دکھ دیتا ہے تو سکھ کا ساماں بھی تیار رکھتا ہے آنسو دیتا ہے تو ہنسی بھی وہی بخشتا ہے وہ کبھی کسی کو اکیلا نہیں چھوڑتا، اپنی رحمت، بخشش، مغفرت اور نعمتوں کی انتہا انسان کے ناشکرے پن کے باوجود جاری رکھتا ہے دیتا ہے تو دیے چلا جاتا ہے، اتنا کہ پھر سنبھالنے کو ہمارے دامن ناکافی پڑ جاتے ہیں مگر وہ دینے والا سخی تھکتا نہیں چھینتا ہے تو وہ بھی کسی نہ کسی بہتری کے لئے، تو بیٹی کہنا یہی مقصود ہے کہ اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے، جو ہوا وہ اچھا ہوا

جو ہو رہا ہے وہ اچھا ہے اور جو ہو گا وہ اچھا ہو گا کیونکہ اللہ سب کے لئے اچھا کرتا ہے وہ اپنی امانت لے گیا ہے تو پوچھتا ہے، اے انسان تمہارا کیا گیا ہے جو تم روتے ہو؟ تم کیا لائے تھے جو تم نے کھو دیا؟ تم نے کیا پیدا کیا جو تباہ ہو گیا؟ جو تم نے جو لیا یہیں سے لیا جو دیا وہ یہیں پر دیا، جو آج تمہارا ہے وہ پہلے کسی اور کا تھا کل کسی اور کا ہو جائے گا تو رونا کیوں؟ تبدیلی کائنات کا معمول ہے جو آیا ہے اسے جانا ہے جو موجود ہے اسے سنبھالو، تمہارا گیا کل کھو گیا، آج کو پکڑ کر رکھو یہ آنے والا کل سنوارے گا۔" آرام آرام سے بولتی سیدھے سچے الفاظ کہتی رشیدہ کو وہ خاموشی سے سن رہی تھیں۔

"آپ کا کہنا بجا ہے خالہ ہر کام میں اللہ کی مصلحت پوشیدہ ہے۔" اریبہ دھیرے سے بولی۔

"بالکل یہ بات سمجھتے ہوئے اپنے معمولات کی جانب پلٹو اپنے گھر پہ توجہ دو اپنی اسٹڈیز کو اور لیٹ نہ کرو، ہر مصیبت میں یہ تعلیم کا ہنر تمہارے کام آئے گا، اپنے پاؤں پہ کھڑی ہو کر آپ اپنا سہارا بن سکتی ہو بلکہ دوسروں کو سہارا دے سکتی ہو۔" وہ پھر سے سمجھانے لگیں۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر امی ایک بندہ تو فل ٹائم ان کے پاس ہونا چاہیے ان کی غذا آرام دوائی کا خیال رکھنے کو وہ اچانک ہسٹریک ہوتی ہیں تو سنبھالے نہیں سنبھلتیں۔" اریبہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"ان کی تم فکر نہ کرو یہ میری ذمہ داری ہے اپنی بہن کی دیکھ بھال علاج معالجہ میں خود کروں گی تم تینوں بس پڑھائی پہ توجہ دو۔"

"اور اخراجات، فیسیں، ٹیوشن۔" اریبہ نے ایک اور سوال اٹھایا۔

"اللہ مالک ہے ایک دروازہ بند سو کھلے وہ خود سب بنا دے گا۔" انہوں نے کہا تو وہ گہری سانس لے کر جانے کیا سوچنے لگی۔

☆☆☆

بوتیک بنانے کے آئیڈیا پر وہ بہت سنجیدگی سے غور کر رہی تھی اور صبا کو بھی اس نے ساتھ ملانے کی بھرپور کوشش کی جبکہ صبا اس کے اصرار کے باوجود پیچھا چھڑانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"یار تم آرام سے بیٹھتی کیوں نہیں ہو کبھی کوکنگ کلاسز، کبھی کٹنگ کلاسز، تو کبھی گلاس پینٹنگ کا شوق، پھر کمپیوٹر کا مراق اور اچانک سب چھوڑ چھاڑ بزنس میں انٹر ہو گئیں ابھی اس میں کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا کہ بوتیک ماسٹر بننے لگیں۔"

"بس میں ہر فیلڈ میں کامیابی کے جھنڈے گاڑنا چاہتی ہوں، تا کہ احمقوں کی جنت میں رہنے والوں کو پتا چل جائے کہ عورت بھی کسی فیلڈ میں مردوں سے کم نہیں۔"

"ہر فیلڈ کے بجائے تم ایک ہی فیلڈ میں یہ جھنڈا گاڑ دو تو اپنے ساتھ بہت سے لوگوں کو بھلا کر دو گی، کسی اچھے سے شریف بندے کا احساس کر و اس کا گھر بسا کر اس کے بچوں کی تربیت کر و انہیں اچھے کار آمد انسان بنا دو تو سمجھو تم واقعی کسی سے کم نہیں۔" صبا بہت سنجیدگی سے بولی۔

"شٹ اپ میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا تمہاری کچھ ہیلپ مانگی ہے بس۔"

"اور جو تمہارے نصف بہتر نے پوچھ لیا کہ بی بی یہ ہیلپ تم نے کس سے پوچھ کر کی تو؟" صبا نے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"وہ کیوں پوچھیں گے، یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے۔" سعدیہ چمک کر بولی۔

"محترمہ تمہاری ذاتیات میں کوئی اور بھی شریک ہے اور اسی شریک کو خیر سے شریک زندگی کہتے ہیں اور شریک زندگی زیست کے تمام معاملات کا محافظ و ساتھی ہوتا ہے لہٰذا اس شتر بے مہار زندگی سے بہتر ہے تم ایک اچھی روٹین وائز لائف گزارو اور سکون کرو۔"

"اس ساری بکواس کا نتیجہ بالآخر یہی ہے کہ تم میرا ساتھ نہیں دو گی۔" سعدیہ نے گھورا۔

"ساتھ دینے کو اتنا لمبا چوڑا ہینڈسم بندہ جو تمہارے حوالے کر دیا ہے اتنے خوبصورت ساتھ کی موجودگی میں تمہیں کسی اور کی کیا ضرورت۔"

"بھاڑ میں جاؤ تم نہ کام نہ کاج اور مشورہ مفت، تم ہو ہی بے دید یہ میں ہوں جو اکلوتی دوست ہونے کے ناطے تمہارے پاس بھاگی چلی آتی ہوں، یہ جانے بغیر کہ نا قدروں کو نہ دوستی کا احساس ہے نہ مروت کا۔" وہ روہانسے لہجے میں کہتی اٹھی۔

"ارے بیٹھو کھانا کھا کر جانا بھئی، ماما تمہارے لئے اسپیشل ڈشز تیار کر رہی ہیں۔" صبا نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا۔

"الحمدللہ میرے گھر اللہ کا دیا سب کچھ ہے کھا لوں گی جا کر۔" وہ ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھی۔

"ہائیں تو پہلے کیا ہڑتال تھی۔" صبا کے منہ سے پھسلا۔

"شٹ اپ۔" وہ پلٹ کر غرائی۔

"ارے تم تو سچ مچ ناراض ہو گئیں، سو نو پلٹو یار میں تو مذاق کر رہی تھی بلیو می یار اٹس جوک، ورنہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم کچھ کہو اور میں نے مانوں جو ڈریس ڈیزائننگ کے متعدد کورسز ہم نے کیے ہیں لوگوں پہ ان کی دھاک بھی تو بٹھانی ہے جو اتنے اول جلول قسم کے فیشن جاری ہو رہے ہیں ہم بھی ان میں ایک عجیب و غریب فیشن کا اضافہ کر دیں گے۔" سعدیہ جو بڑے غور سے اس کی گفتگو سن رہی تھی آخری الفاظ پہ تیکھے تیور کر گئی۔

"اور اس عجیب و غریب فیشن کی ماڈل تم ہی ہو گی۔" سعدیہ نے گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ زیادتی ہے تمہارے ساتھ، ہائیٹ ناز و ادا کشش و خوبصورتی میں تم بھاری ہو مجھ پہ، پھر تمہارے کزن پلس ہسبینڈ ایڈورٹائزنگ کے شعبہ سے وابستہ ہیں، راتوں رات مشہور ہو جاؤ گی۔"

"کون مشہور ہو رہا ہے۔" ڈاکٹر نزہت مسکراتی ہوئی صبا کے کمرے میں آئی تھیں۔

"یہ اپنی سعدیہ خیر سے ماڈلنگ جوائن کر رہی ہے۔" وہ ایک آنکھ دباتے ہوئے بولی۔

"ارے واقعی عفنان بھائی مان گئے، وہ تو بہت کنزرویٹو ہیں اس فیلڈ میں لڑکیوں کے آنے پہ۔"

"آنٹی آپ بھی کس کی باتوں میں آ رہی ہیں آپ کی بیٹی پھلجڑیاں چھوڑنے میں ماہر ہے میں تو بوتیک والے آئیڈیا پہ بات کر رہی تھی اور یہ کام کی بات کرنے کے بجائے مسلسل میرا موڈ خراب کر رہی ہے۔" سعدیہ نے شکایتی انداز میں بتایا۔

"بری بات صبا اچھے دوست عطیہ خداوندی ہیں دوست کو یوں نہیں ستاتے۔"

"ارے سویٹ مام میں تو اسے زندگی کے اسرار و رموز سمجھا رہی تھی۔"

''خود تو جیسے بہت طویل عمر گزار چکی ہے، چلو اٹھو کھانا تیار ہے دونوں فٹافٹ ہاتھ دھو کر ڈائننگ ٹیبل پہ آؤ۔''

''مگر ماما سعدیہ تو واپس جا رہی ہے۔''

''جی نہیں، میں کھانا کھا کر جاؤں گی۔'' سعدیہ نے آرام سے کہا۔

''بہت بھوکی ہو۔'' صبا مصنوعی تاسف سے بولی۔

''جو مرضی کہو لو I am no minded۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

''ہوں ہوشیار ہو گئی ہو۔''

''یہ ہوشیاری تم سے سیکھی ہے۔''

''صبا بیٹی ہاتھ دھل رہے ہیں کہ نہانا شروع کر دیا۔'' نزہت پھر آ گئیں۔

''بس آ رہی ہوں آنٹی، یہ آپ کی بیٹی ہی واش بیسن کے آگے سے نہیں ہٹ رہی آدھا گھنٹہ ہو گیا منہ دھوئے جا رہی ہے بھئی جو تین نقشہ رنگ روپ قدرت نے بنا دیا رہنا تو وہی ہے آخر پانی کتنا میل دھوئے گا۔'' اس نے چھیڑا۔

''تم سے کم میل ہے جو عید کے عید نہاتی ہو۔'' صبا بلبلا کر بولی۔

''اور تم تو جیسے چوبیس گھنٹے شاور کے نیچے رہتی ہو یہ اور بات ہے کہ شاور بند ہو۔''

''یہ چوہے بلی کی لڑائی چھوڑ دو، ورنہ میں دستر خوان سمیٹ رہی ہوں۔'' نزہت نے لہجہ تیکھا کیا تو وہ دونوں پھرتی سے آگے پیچھے بھاگیں اور وہ زیر لب مسکراتی ہوئی ان کے پیچھے چلیں۔

☆☆☆

زندگی اگر ایک سوالیہ نشان پر رک جائے تو چلنے متحرک رہنے کا شوق کیسے دم توڑ جاتا ہے رشتے ناتے چھن جائیں، تعلقات دوستیاں وفاداریاں مفاد پرست ہو جائیں تو جینے کی خواہش کیسے اندر ہی اندر دم توڑ دیتی ہے، زندگی میں سب سے اہم چیز آپ کے آس پاس کی محبتیں ہی تو ہوتی ہیں یہی نہ رہیں تو وجود کتنا غیر اہم جاتا ہے، ہوا میں معلق اسے بھی اپنا آپ یونہی محسوس ہو رہا تھا بالکل تنہا اکیلی والدین نہ رشتے دار، دوست سہیلیاں نہ عزیز سب نے ایکدم سے اسے خالی ہاتھ کر دیا تھا، اپنے اپنے مفاد اپنی اپنی اغراض سے وابستہ سب اپنے من چاہے راستوں پہ پلٹ گئے تھے اور وہ اسے نہ کوئی راستہ سجھائی دے رہا تھا نہ منزل بے مقصد، بے منزل راستوں پہ کتنی دیر چلا جا سکتا ہے، وہ ہنگ برڈ جیسے خوبصورت بار میں موجود تھی جو اپنے لائیو میوزک، ڈیز رٹس کافی اور کاک ٹیل کے لئے مشہور ہے، ڈک لیور پارفٹ یہاں کا مشہور مشروب ہے، سیاحوں کے لئے یہاں رہائش کا بہت اچھا بندوبست تھا اسی لئے سیاحوں کا بڑا جمگھٹا یہاں موجود رہتا تھا، جو اس وقت بھی تھا اور سیاحوں کے ساتھ ساتھ اس کی ہم عمر نسل کے لوگ بھی بہت سرشاری، بے فکری کے عالم میں انجوائے کر رہے تھے اور وہ جو چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑی بڑی خوشیاں کشید کیا کرتی تھی اس وقت جیسے خوش ہونے اور خوش رہنے کے تمام گر اسے بھول چکے تھے اک جامد خاموشی گہری اداسی نے اس کے سب احساسات کو جیسے برف میں سلا دیا تھا۔

''راستے ساتھ نہ دیں تو منزلیں کھو جایا کرتی ہیں کوئی اپنا نہ ہو تو جینے کے جواز بے معنی ہو جاتے ہیں، میرا جینا بھی کس کام کا ہے بنا کسی راستے کسی منزل کے بغیر کسی ساتھی کسی رہنما کے بے مقصد چلنے جانا بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے۔'' اس نے بہت گہری سانس خارج کرتے ہوئے اپنے اردگرد خوش باش لوگوں کو دیکھا تھا جو ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے محو رقص تھے کیسے خوش قسمت لوگ تھے کہ جنہیں نہ غم تھا نہ فکر، کوئی ذہنی و روحانی الجھنیں تھیں نہ پریشانی۔

''میری زندگی ایسی کیوں نہ ہوئی جیسی ان سب کی ہے، میں ایسے بے حس، بے فکر ہو کر کیوں نہیں جی سکتی جیسے سب جی رہے ہیں، کیا ان کی زندگی میں کبھی کسی بے عقیدہ، بے مقصد دور کا گزر ہوا کہ نہیں جو ہوا تو یہ کیسے مطمئن ہوئے ہوں گے کس طرح انہوں نے اپنے سکون کا ساماں کیا ہو گا۔''

اور اگر یہ ایسے دور سے گزرے ہی نہیں تو میں کیوں گزری یہ تجلک عقیدہ و بے عقیدہ گورکھ دھندے کا گرداب صرف میرے لئے کیوں؟ صرف میں ہی کیوں ان عذابوں کے لئے چنی گئی۔ ایسے عذاب جن کے نصیب گرم دوپہروں، تپتی لوؤں سے بھرے پڑے تھے، بھٹکتے ہوئے لوگوں کو کیسے راستوں کے نشان ملتے ہیں؟ کس سے پوچھوں کس کو دکھ کہوں کس کو چارہ گر جانوں۔ گرم نمکین آنسوؤں کے کئی قطرے ماریا جوزف کی نیلگوں آنکھوں سے نکل کر برف جیسے سفید رخساروں پہ پھسل آئے تھے، اس نے بہت بے دردی سے آنکھوں کو رگڑا تھا جیسے اپنے شب و روز پہ موجود غم و اندوہ کی سیاہی کو رگڑنے کی کوشش کی ہو۔

''ایسی پر ہجوم نیلے گلے والی بلیک پیلیس پہ گھومتے ہوئے اس نے کتنی کوشش کی تھی وہ خود کو اس مست ماحول میں گم کر سکے، اپنے ہر غم ہر الجھن ہر پریشانی کو جھٹک کر لمحوں سے صرف عیش و عشرت کشید کرے مگر وہ کوشش کے باوجود اس ماحول کا حصہ نہیں بن پا رہی تھی اس ماحول سے بیزاری قدرتاً ہی بہت نامحسوس طریقے سے عود کر آئی تھی اس کے اندر جو اس وقت بھی اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر رہی تھی۔''

مگر تقدیر سے فرار کہاں تھا، مقدر کے لکھے سے کہاں بھاگا جا سکتا ہے جو ابہام اس کے ذہن و دماغ میں جگہ پا چکے تھے ان کی الجھنوں کا سرا تو ڈھونڈتا تھا لیکن سوچوں کے الجھے ریشم میں ہاتھ پھنسائے اپنی زیست کے خشک و تر کو سہتی ماریا جوزف کو یہ سرا ہی تو مل نہ رہا تھا۔

بہت سکون دیتا ہوا شجر معلوم ہوتی ہے
سماں خوشی کا لبستگی کا ہنر معلوم ہوتی ہے
ہر قدم یہ مل جاتی ہے اک کامیابی نئی !
یہ زندگی ماں کی دعاؤں کا ثمر معلوم ہوتی ہے
جو چاہوں وہی پاؤں جو مانگوں وہی دیکھوں
ہر عطا کسی آسمانی معجزے کا اثر معلوم ہوتی ہے

☆☆☆

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

پچھلی قسط کا خلاصہ

ماریا کو فوراً ہاسپٹل پہنچایا جاتا ہے وہاں ایک مسلم ڈاکٹر نزہت حیدر اسے اپنا بلڈ ڈونیٹ کرتی ہے ہوش آنے پر ماریا کے دوست اور ڈاکٹر نزہت سمجھاتی ہیں کہ زندگی ضائع نہیں کرتے محبت و خلوص سے اور سلیقے، قرینے سے گزارتے ہیں۔

شہریار ایک بک سٹال پہ کھڑے وہاج حسن سے ٹکراتا ہے تو اس کی موجودہ زندگی اور فرسٹریشن پہ حوصلے کا درس دیتے ہوئے ایک کمپنی میں ٹرائی کا مشورہ دیتا ہے۔

سنعیہ ایم بی اے میں پنجاب بورڈ میں ٹاپ کرتی ہے، تو سب خوش ہوتے ہیں۔

شہریار کے مشورہ پہ وہاج متعلقہ کمپنی پہنچا تو اس کی ہائی کوالیفکیشن دیکھ کر پرکشش سہولیات اور اچھی سیلری کے ساتھ اسے ٹرائی سیشن پر رکھ لیا گیا۔

محلہ کی عورتیں انزلہ پر الزام تراشی کرتی ہیں، تو وہ ان سے الجھ پڑتی ہے، محلہ کے مولوی صاحب کا پروفیسر بیٹا موقع پر پہنچ کر معاملہ رفع دفع کرواتا ہے اور اگلے دن انزلہ کے لئے رشتہ بھجوا دیتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

یہ سب بہت خلاف توقع تھا سو غم سے سنبھلنا بھی مشکل تھا مگر زندگی صرف روتے روتے تو نہیں گزرتی کہ آخر کار بھوک کا ایندھن خالی پیٹ کو تڑپاتا ہے تو اپنے لئے نہ سہی اپنے سے وابستہ لوگوں کے لئے زندگی گزارنا پڑتی ہے، مگر زندگی کرے تو کیسے کرے؟ بہت دلسوزی سے پیشانی مسکتے ہوئے سوچ رہی تھی جب دہاج صحن میں داخل ہوا تھا اس کے ہاتھ میں کافی بھاری شاپر تھے۔

''دیکھ لو اچھی طرح سب سامان پورا ہے اگر کوئی چیز کم ہے تو ابھی بتا دو۔'' وہ برآمدے میں رکھے تخت پہ سامان رکھتے ہوئے بولا۔

اریبہ اٹھ کر شاپر کھولتے ہوئے اس کے اندر موجود اشیاء کو دیکھنے لگی، بریڈ کے تین بڑے پیکٹ جام، چلی ساس، کیچپ، قیمہ، گوشت، سلاد کا سامان بسکٹ، دودھ کے ڈبے بقیہ سودا سرف کم سے کم یہ بھی تمام سامان تقریباً تین چار ہزار کا تھا اور صرف دو دن میں ہضم ہو جانا تھا، دونوں بڑی بہنیں اپنے بچوں سمیت (دبئی سے) فوتگی پہ پہنچی ہوئی تھیں اور انہیں بہنوں یا ماں کو سنبھالنے سے زیادہ اپنے بچوں اور شوہروں کے ناشتے کھانے کی فکر لاحق رہتی تھی، ہر چیز بہتر سے بہترین اور مہنگی ہو پھر وافر مقدار میں پکی ہوئی، اریبہ کا سارا دن کچن کی نذر ہو جاتا تھا صحن یا ہما میں سے کوئی ایک اکثر اس کی مدد کے خیال سے آ جاتی پر جو رقم ان شاہی اخراجات پہ ابھی اس نے بہت جلد ان کا جمع جتھا ختم کر دیا تھا کہ ابو کی دکان تو اس دن سے تقریباً بند تھی، شہباز کے ایگزامز سر پر تھے وہ پڑھائی سے توجہ ہٹا کر کیفے اٹینڈ نہ کر سکتا تھا اچھا خاصا مسئلہ بن چکا تھا ان کے لئے۔

''کیا سوچ رہی ہو کوئی چیز کم ہے یا خراب آ گئی۔'' دہاج نے پوچھا۔

''نہیں سب ٹھیک ہے بلکہ تم تو میرے اندازے سے زیادہ ہی سامان لے آئے ہو مگر......''

وہ بولتے بولتے رکی پھر یکدم سر جھٹک کر بولی۔

''خیر اللہ مالک ہے تم بیٹھو میں تمہارے لئے چائے بناتی ہوں۔

''نہیں اریبہ! مجھے بہت ضروری کام سے جانا ہے میں چلتا ہوں اور سنو کبھی ایسی ویسی بات کو سوچ کر یا زندگی کی تنگی ترشی کو لے کر خود کو آزردہ نہ کرنا اچھے برے دن زندگی کا حصہ ہیں، آج دکھ تو کل سکھ کوئی وقت خواہ کتنا تاریک ہو ہمیشہ نہیں رہتا۔'' وہ اس کی شربتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا۔

''ٹھیک کہتے ہو تم اور جو تاریکی چھٹے ہی نہ تو یہ مٹی کا بت کیا کرے، کتنا صبر سہے جبکہ جبر کا موسم طویل تر ہوتا جائے۔'' اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

''استغفر اللہ، یہ کلمہ کفر ہے خدا اپنے بندوں پہ آزمائش ڈالتا ہے تو محض ان کے صبر برداشت اور ایمانی کیفیت کو جانچنے کے لئے اسے رضائے الٰہی سمجھ کر سہنا چاہیے نہ کہ حیل و حجت کر کے اپنی ایمانیت مشکوک کر لیں۔'' دہاج سنجیدہ لہجے میں بولا۔

''مگر دہاج! تم خود سوچو پہلے تو ہم جانے کیسے گزارہ کر رہے ہیں اوپر سے یہ دونوں آپاؤں نے اپنی فیملیز سمیت جو ہفتہ بھر سے ڈیرا جما رکھا ہے اور اس ہفتے میں دو مہینے کا راشن ٹھکانے لگا دیا جبکہ ہمارا تو اب کوئی ذریعہ آمدنی بھی نہیں ذرا بھی کھانے پینے میں کمی انہیں برداشت نہیں سوائے مٹن، چکن، فیش کے وہ کھاتے نہیں ہم یہ سب آخر کیسے برداشت کریں، بجائے اس کے کہ اس مشکل وقت میں وہ ہماری کچھ امداد کریں خود ہم پہ بوجھ بن گئی ہیں۔''

''ہاں جی، اب تو ہم تمہیں بوجھ لگیں گے دو دن پکا کے کھلانا کیا پڑ گیا، وہ دن یاد نہیں جب یہیں سے فون کر کے ہزاروں کے گفٹ بہانے بہانے اینٹھا کرتی تھیں، ارے تم تو ایسی طوطا چشم ہوئیں کہ کیا سو دشمن ہوتے ہوں گے یہ مت بھولو کہ ابو کے مر جانے سے ہمارا حق ختم ہو گیا ہم اتنے ہی حصہ دار ہیں اس گھر کی ملکیت میں جتنی کہ تم۔'' شہناز آپا جو جانے کب سے اس کی گفتگو سن رہی تھیں نان اسٹاپ بولتی گئیں اور وہ ''ارے آپا'' ''نہیں آپا'' جیسے الفاظ منمناتی رہ گئی۔

''کیا ہو گیا ہے اتنا شور ڈالا ہوا ہے۔'' مہناز آپا بھی ناگوار لہجہ میں بولتی آ گئی۔

''شور عذاب کہو غضب خدا کا ہم اپنے ماں باپ کے گھر میں اجنبی اور اللے تللے ٹھہر گئے۔''

''ہوا کیا ہے؟'' مہناز نے شہناز اور اریبہ کو دیکھا تھا اور شہناز نے سارا قصہ مرچ مصالحہ لگا کے بیان کر دیا، اریبہ سن سے حواس اور بھیگی آنکھیں لئے بہت بے بسی کے ساتھ انہیں دیکھ رہی تھی، جبکہ دہاج اچانک کری ایٹ ہونے والی سچویشن پہ اپنی موجودگی اور اریبہ کی پوزیشن پہ بہت عجیب محسوس کر رہا تھا۔

''یقین کریں مہناز آپا میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا جو شہناز آپا نے نکالا ہے نہ میں نے یہ الفاظ اس نیت سے کہے تھے۔'' اریبہ نے بولنے کی ہلکی سی کوشش کی۔

''ارے رہنے دو تمہارے سب مطلب سمجھتی ہوں، ارے ہاتھ پکڑ کر دھکا دینے کی کوشش رہ گئی باقی سب تو کر دیا۔'' شہناز ہاتھ نچا کر بولیں۔

''آپا! اریبہ کا واقعی یہ مطلب نہیں تھا جو آپ نے اخذ کیا، وہ تو گھر کے اخراجات کی زیادتی اور معاشی تنگدستی کا تذکرہ کر رہی تھی کہ برسبیل تذکرہ آپ کا ذکر آ گیا اور آپ نے اسے اپنے اوپر اٹیک سمجھ لیا۔'' دہاج نے اریبہ کی پوزیشن کلیئر کرنے کا خیال سے کہا۔

''تم اس کی طرف داری پہ پردہ نہ ڈالو دہاج، یہ میری بہن ہے میں جانتی ہوں اس میں اپنے علاوہ کسی اور کو برداشت کرنے کا کتنا حوصلہ ہے، جسے شروع سے تنہا کھانے، تنہا پانے کی طمع رہی ہو وہ سگے رشتوں کو بھی شیئر نہیں کر سکتا، ہم تو جانے کیا سوچ کر آ گئیں تھیں مگر اب سب فضول ہے، مہناز تم سامان پیک کرو میں خالد کو بھیج کر واپسی کے ٹکٹ او کے کرواتی ہوں۔'' مہناز حد درجہ سنجیدہ اور متاسف لہجے میں بولی تو اریبہ کو صحیح معنوں میں اپنا وجود کٹہرے میں محسوس ہوا اس کی آنکھیں دکھ اور بے بسی کے شدید ترین احساس کو پا کر چھلک اٹھیں۔

''آپا! پلیز آپ مجھے معاف کر دیں میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں، مگر پلیز ایسے ناراضگی میں مت جائیں۔'' وہ رو پڑی۔

''جب جانا ہی ٹھہرا تو ناراضگی، خوشی کیا؟ تمہاری بہت مہربانی تم نے جتنے دن سنبھالا، خرچہ کیا، ہم وہ سب ادا کر کے جائیں گے۔'' مہناز سر جھٹک کر آگے بڑھی اور وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسکنے لگی۔

''اریبہ! پلیز کول ڈاؤن، کچھ نہیں ہو گا، بی ایزی میں امی کو بھیجتا ہوں وہ آ کر معاملہ ہینڈل کر لیں گی۔'' دہاج لمحہ بھر کو اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کے تیز قدموں سے چلتا مڑا اور بیرونی دروازہ پار کر گیا، خالی کمرے میں اریبہ کی گھٹی گھٹی سسکیوں کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔

اس کا سوچنا نہ تھا اب کے جو تنہا گزری

وہ قیامت ہی غنیمت تھی جو یکجا گزری
میری تنہا سفری میرا مقدر تھی فراز!
ورنہ اس شہر تمنا سے تو دنیا گزری

☆☆☆

کافی کلر کا اسٹائلش سا سوٹ پہنے دونوں ٹانگیں اوپر کیے آلتی پالتی مارنے کے انداز میں وہ فلور کشن کے سہارے صوفہ پہ بیٹھی تھی ہاتھ میں پراجیکٹ فائل تھی اور پاس چائے کا بڑا مگ رکھا تھا، جبکہ لاؤنج کے کارنر میں چلتے ٹی وی پہ کوئی نئی مغنیہ بڑے اچھے انداز میں غزل سرا تھی۔

''بہت ریلیکس بیٹھی ہو آفس جانے کا ارادہ نہیں کیا؟'' شہریار کلائی پہ گھڑی باندھتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئے۔

''جاؤں گی تو مگر تھوڑا لیٹ ان فیکٹ مجھے اپنے نئے بوتیک والے آئیڈیا پہ پاپا سے کچھ اہم امور پہ بات کرنا ہے۔'' وہ چہرہ اوپر اٹھا کر بولی۔

''تم واقعی اس سلسلے میں سیریس ہو۔'' شہریار کچھ تحیر سے بولا۔

''بالکل بلکہ میں نے تو اپنے آفس اور کام کے لئے جگہ عملے کا سلیکشن بھی کر لیا ہے صرف افتتاح کی دیر ہے۔'' وہ کھلے بالوں کو ایک طرف سے کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بولی۔

''تم سمجھتی ہو کہ یہ کام بہتر طور پر کرلوگی تو شروع کرنا ورنہ یہ بزنس ہی بہت ہے تمہارے لئے اسی میں سروائیو کرلو۔''

''مجھے خود یہ اعتماد ہے اور میں صرف اسی کام کا ذمہ لیتی ہو جس کا یقین ہو کہ وہ پورا ہوگا۔''

''Amazing۔'' شہریار بڑے محظوظ انداز میں ہنسا تھا۔

''آپ کا کیا مطلب ہے میں کچھ نہیں کر سکتی، میں آج کی لڑکی ہوں، مجھے سترہویں اٹھارویں صدی کی مخلوق نہ سمجھیں۔'' وہ کچھ خفا سی بولی۔

''ہائے داوے یہ آج کی لڑکی کیسی ہوتی ہے۔'' شہریار نے مسکراتی آنکھوں سے دیکھا۔

''وہ جسے آپ کپڑے دھونے ڈش واشنگ کوکنگ گھر کے جھاڑ و پونچھے تک محدود سمجھتے ہیں، جو مرد کے لئے سجنے سنورنے اس کے آنے پہ کھانا گرم کر کے دینے پاؤں دبانے تک اپنے دماغ اور ذہن کو محدود رکھے، اسے اٹھارویں صدی کی اور جو اپنے لئے آواز اٹھا سکے اپنے حقوق کو اعتماد و جرأت سے حاصل کرے، آپ جیسے کنزرویٹو مردوں کو ہر فیلڈ میں مشکلات دے آج کی لڑکی کہتے ہیں۔'' وہ غصے سے بولی تھی اور شہریار ہنس دیا تھا۔

''آپ مجھے بیوقوف سمجھ رہے ہیں۔'' اس نے منہ پھلایا۔

''Keep my comments۔'' وہ چڑانے والے انداز میں ہنسا۔

''مجھے آپ سے یہی توقع ہے آگے بڑھتے ہوئے بھلا کیسے دیکھ سکتے ہیں مرد ٹھہرے ناں اور مرد کب عورت کو کامیاب دیکھ سکتا ہے اونہہ مما پاپا کے سامنے تو بڑے فرمانبردار بن رہے تھے، سب دیکھ لونگا۔'' وہ روہانسے لہجے میں بولتی آخری الفاظ منہ میں بڑبڑا کے رہ گئی۔

''اچھا ناراضگی چھوڑو یہ فائل دکھاؤ ذرا، میں دیکھوں تم نے ورک پیپر پہ کیا پلاننگ کی ہے اپنے بجٹ لوکیشن کا کیا تخمینہ لگایا ہے۔'' وہ ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے بڑے سنجیدہ انداز میں بولا

تھا۔

''رہنے دیں مجھے جو ڈسکس کرنا ہوا پاپا سے کرلوں گی ان کا ایکسپیرئنس بھی زیادہ ہے آپ سے اور وہ مجھے اچھا مشورہ اچھی رائے ہی دیں گے۔'' شہریار بھرپور انداز میں مسکرا اٹھا تھا اس کی سنجیدگی و خفگی پر۔

''برا تو میں بھی تمہارا نہیں چاہوں گا سعدیہ، اگر تم میرے خلوص پہ غور کرو۔'' وہ کچھ جتانے والے لب ولہجہ میں بولا۔

''آپ کی سنسیئریٹی اپنی جگہ میں چھوٹی چھوٹی پرابلمز سے پریشان ہونے والی لڑکی نہیں زندگی کو بڑی سمجھ بوجھ سے دیکھتی سمجھتی ہوں اور دھیان سے ہر لمحہ کو برتتی ہوں، مجھے ہمدردوں کی ضرورت کم ہی پڑتی ہے۔'' ست رنگی آنکھوں میں لاتعلقی کا رنگ بھرے وہ خاصے بیگانہ انداز میں بولی۔

''اور بہت دفعہ تم جیسے خود کو عقل کل سمجھنے والے لوگ اپنے ہی پوائنٹ آف ویو سے بات کھا جاتے ہیں؟'' وہ لمحہ بھر کو اس کے چہرے پہ نرم نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

''شہریار Mind It اگر زندگی میں ایسا مقام آیا بھی تو میں آپ سے ہمدردی کی بھیک مانگنے ہرگز نہیں آؤں گی۔'' اس کے دوٹوک انداز و الفاظ پہ شہریار نے لب بھینچے کچھ دیر بہت غور سے اس کا ملکوتی چہرہ دیکھا تھا پھر گہرا سانس کھینچتے ہوئے بولا۔

''یہ جانتے ہوئے بھی کہ دنیا میں تمہارا واحد ہمدرد اور سچا دوست صرف میں ہوں۔''

''ضروری نہیں ہے کہ مقابل آپ کی سمجھ لے کر چلے۔'' سعدیہ نے سر جھٹکا۔

''صد افسوس سعدیہ خان تمہارے جیسی (باشعور) لڑکی کا زندگی کی حقیقتوں اور خوبصورتیوں سے احتراز تمہارے شعور کی کم مائیگی کا اظہار کرتا ہے اور دنیا میں جینے کے لئے یہ عادت ٹھیک نہیں۔''

''میرے لئے کیا ٹھیک ہے اور کیا غلط یہ میں آپ سے بہتر طور پر جانتی ہوں۔''

''غلط جانتی ہو اگر تم اپنے آپ کو جان جاتیں سعدیہ تو خوابوں کے موسم کو آنکھوں سے بات کرنے دیتیں تمہیں پتا ہوتا یہ موسم روٹھ جائیں تو نیندیں بہت گہرے اضطراب کا شکار ہو جاتی ہیں۔'' شہریار کا ہاتھ اس کے شانے پہ تھا اور لبوں پہ مسکراہٹ، سعدیہ خان نے بہت آہستگی سے نگاہوں کا رخ پھیرا تھا۔

''کبھی سوچا ہے تم نے زندگی کتنی قلیل ہے اور اس کے مختصر لمحوں میں تمہاری چاہ کا کشکول تھامے کوئی اپنے دل پہ کتنا صبر جھیل رہا ہے کتنی اضطرابیوں کو سہہ رہا ہے کوئی چیز دسترس میں نہ ہو تو نفسیاتی طور پر دل و دماغ کو سمجھانا صبر کرنا آسان ہوتا ہے لیکن جو چیز دسترس میں مکمل طور پہ ہو مگر اختیار کے باوجود اس کے پانے میں دل بے اختیار ہو تو کیسی ٹوٹ پھوٹ اور شکستگی ہوتی ہے وجود کے اندر باہر۔'' شہریار نے اس کے صبیح چہرے کو دھیرے سے چھو کر رخ اپنی سمت موڑا تھا اور وہ کسی قدر حیران ماؤف سے ذہن کے ساتھ دیکھتی رہ گئی۔

''محبت تو محبت کو بڑا حوصلہ دیتی ہے بڑے راستے سمجھاتی ہے مگر میرے حوصلے میرے راستے کہاں گم ہو رہے ہیں زندگی کے وہ لمحے جو صرف ہمارے ہوں خالص ہمارے حدتوں شدتوں سے پر وہ کیوں خفا ہیں، زندگی کا محبت کا یہ دلکش و دلفریب روپ مجھ سے کس لئے گریز پا ہے۔'' کتنی

محویت سے دیکھتے ہوئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا سعدیہ خان نے خود کو بے حد بے بس محسوس کیا تھا اس لمحے، بہت مشکل سے اس نے حوصلہ کر کے شہریار کا ہاتھ اپنے شانے سے پرے کیا اور سرعت سے بنا دیکھے پلٹتی سیڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

محبت بڑا فطری اور بے اختیار کر دینے والا جذبہ ہے اس سے بے خبر رہنا یا انجان بننا اتنا آسان نہیں، امید کا دیا دل میں روشن ہو جائے تو پتا چلتا ہے شباہتوں سے شباہتیں تلاشنا، لہجوں میں صدائے محبت کھوجنا اور کسی کے حسن سے بہت سے رنگ چرا کے اپنے لمحوں کو دلفریب، جیون کو دلکش بنانا یہ خواہش کتنا تڑپاتی ہے پھر محبت کو کھوجتا انسان اپنی ذات کی گمشدہ کڑیوں کو ملانے کی خواہش کو تکمیل دینے خود بخود طلب کی راہوں میں بھٹکتا ہے۔

☆☆☆

اپنے بھورے سونے کے تاروں جیسے چمکدار بالوں کو ہوا کی شدت سے بکھرتے پا کر اس نے ہیٹ کو سیدھا کر کے یوں سر پر رکھا کہ اس کے خوبصورت چہرے سے چھیڑ خانی کرنے والے ریشمی بال اب صرف پیچھے کو اڑ رہے تھے، اپنے لانگ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے اس نے کورٹنے پیلس میں قدم رکھ دیا، کورٹنے پیلس نائٹ لائف کا گڑھ ہے اپنی رومانٹک، ہنگامہ خیز اور پرلطف لائف کی وجہ سے سیاحوں میں جانا جاتا ہے، یہ ایک مشہور سٹریٹ ہے جو کہ ٹی آر او سے لے کر وکٹوریہ تک جاتی ہے یہاں پر ویک اینڈز پر بہت رش ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ پورا شہر ہی یہاں امڈ آیا ہے، ماریا کو یہ اس لئے بھی پسند تھا کہ یہاں کھانا پینا سستا تھا اور تقریباً چھ ڈالر (نیوزی لینڈ) میں مل جاتا تھا، سٹوڈنٹس ایسی چھوٹی موٹی بچتوں کا بہت خیال کرتے ہیں جبکہ وہ اکثر سکون کی تلاش میں نکلتی تو ایسے پرشور ماحول میں اپنے آپ کو گم کرنے کی کوشش کرتی۔

وہ کیفے کے اندر آ گئی تھی بہت سے لوگ ڈریس کوڈ کی پرواہ کیے بغیر ننگے پیر آ رہے تھے، ماریا نے اک گہرا سانس لے کر کیفے میں پھیلی ملائیشین فوڈز اور لبنانی کبابوں کی رسیلی خوشبو کو محسوس کیا تھا، یہاں کی اک منفرد خصوصیت ایشائی اور انگریزی و جاپانیز کھانوں کی ورائٹی تھی، ماریا نے اپنے پسندیدہ فوڈز کا آرڈر بک کروایا اور قدرے کارنر والی ٹیبل منتخب کر کے بیٹھ گئی، ویٹر نے حسب عادت پہلے بیئر پیش کی ماریا کے ناگوار انکار پہ تحیر سے کاندھے اچکاتے مطلوبہ آرڈر پیش کر دیا۔

نشو اٹھا کر اپنے آگے پھیلاتے ہوئے اس نے ذرا کی ذرا گلاس ونڈو سے باہر جھانکا تھا اور نگاہیں جیسے واپس آنے سے انکاری ہو گئیں، کچھ عیسائی راہبات (Nuns) کو لمبے چوغے پہنے سامنے سے گزرتے دیکھنا ایک تکلیف دہ امر تھا اس کے لئے، کبھی وہ عیسائیت کی پیروکار تھی اور انہی (Nuns) کی طرح عبادت کرنے کی متمنی ہوتی تھی۔

اور پھر اللہ اور اس کی سچائی کی تلاش نے اس کے اندر عیسائیت سے متعلق سوالات، ابہام پیدا کرنے شروع کر دیے، گرجا گھر میں موجود بائبل کے مقدس اسباق دہراتے ہوئے بھی وہ بے سکون رہنے لگی اس کی حالت اس اجنبی سی ہو گئی جو انجانے شہر میں آ پہنچا ہو اور وہ ٹھکانے کی تلاش میں کبھی ایک چوک پر رکتا ہو کبھی دوسرے پر، کیا تھی یہ تلاش کہ جس میں منزل کبھی بہت قریب لگتی اور کبھی بہت دور، سب مذاہب کھوکھلے رسومائی اور روحانیت سے بہت دور لگے تھے، اس کی روحانی جستجو کے سفر میں اک گہرا اضطراب پیدا ہو چکا تھا اور یہ اضطراب بڑھتا تو سب بیچ پڑ جاتا ہنگامے، آسائش، لطف سب بے معنی لگتے، جیسے اس لمحہ لگے تھے کہ وہ اچانک سب چھوڑ کر بنا کچھ چکھے

مطلوبہ رقم خالی پلیٹ میں رکھتی کیفے سے باہر نکل آئی اور تیز قدموں سے چلنے لگی۔

''سانس کا سفر آس کے سفر کا ساتھ دے گا کہ نہیں تلاش کسی لمحہ ثمر آور سے بازیاب ہو پائے گی یا نہیں۔'' وہ لمحہ کو رک گئی۔

''جس شخص کو صداقت اور نیکی کا سفر کرنے کی خواہش ہو وہ جان لے کہ یہ سفر منظوری کا اعلان ہے جس کو منظور نہیں کیا جاتا اسے یہ شوق ہی نہیں ملتا۔'' کوئی اس کی سوچ کو پڑھ کر بولا تھا وہ یکدم مڑی اور جیسے ساکت رہ گئی۔

مائیکل قدرے بدلے رنگ وروپ میں اس کے سامنے تھا لیکن کچھ غور کیا تو وہ مائیکل نہ تھا بلکہ حد درجہ مشابہت رکھتا تھا اس سے۔

''یہاں تم سکون تلاش کر رہی ہو وہاں کچھ نہیں، سکون چاہتی ہو تو ''بدھا'' میں کھو جاؤ جو انسان کو نچی روحانیت کی آفاقی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔'' ماریا یکدم ٹھٹکی اور ایک بار پھر اپنے سامنے کھڑے بھکشو کو غور سے دیکھنے پر مجبور ہو گئی اور اس کے لبوں سے بہت آہستگی سے یہ الفاظ نکلے۔

''تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں سکون کی متلاشی ہوں؟''

''یہ مت پوچھو بس اپنے کام سے مطلب رکھو، نروان پا لو گی تو روحانی کمال کی یہ معمولی

ماہ اگست کا شمارہ ''عید نمبر'' ہے جس میں ہم نے قارئین کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک سروے ترتیب دیا ہے، آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس سروے میں ضرور شرکت کریں، ہمیں دلی خوشی ہوگی۔ شکریہ

سروے کے سوالات:

کہتے ہیں عید کارڈ جس کو روایت ہے اک زمانے کی
دستک ہے یہ ان کے ذہنوں پہ عادت ہے جن کو بھول جانے کی

۱۔ اپنے چاہنے والوں کو عید کی مبارکباد کیسے دیتے ہیں؟
۲۔ کیا زمانے کی تیز رفتاری نے عید کا روایتی و مذہبی جوش و خروش کم کر دیا ہے؟
۳۔ افطاری میں کیا چیز نہ ہو تو افطاری ادھوری لگتی ہے؟
۴۔ رمضان اور عید کی سب سے اچھی روایت کون سی لگتی ہے؟
۵۔ عید لینا اچھا لگتا ہے یا دینا، اس حوالہ سے کوئی خوشگوار یاد ہو تو؟

چاند کو دیکھ کر گر ہاتھ اٹھیں
مانگنا بھول نہ جانا ہمیں

۶۔ چاند دیکھ کر مانگی ہوئی کوئی دعا قبول ہوئی؟

ان سوالوں کے جوابات اس طرح بھجوائیں کہ ہمیں 20 اگست تک موصول ہو جائیں۔

بلندیاں بھی تمہیں اپنے سامنے ہیچ نظر آئیں گی۔"

"مگر کیسے؟" وہ پوچھ ابھی۔

"یہ پڑھو تمہیں سب پتا چل جائے گا۔" وہ شاید مشنری کا بندہ تھا کہ اس نے ماریا کو ایک پمفلٹ تھما دیا جس میں "شوشو بدھ مت" کے بارے میں کچھ لکھا تھا، وہ بدھ مت کے بارے میں بہت کم جانتی تھی مگر اتنا پتا تھا کہ یہ لوگ بیرون ملک مبلغ نہیں بھیجتے، تاہم اس نے وہ پمفلٹ رکھ لیا اور ذرا سا پیچھے ہٹ کر اپنے سامنے سے گزرتے سادھوؤں کی ٹولی دیکھنے لگی جو شاید جین فرقے (ہندو مذہب کی اک شاخ) کے لوگ تھے کہ مادر پدر آزاد بدن پر راکھ ملے سروں کو منڈوائے کسی انجان طرف کی جا رہے تھے، وہ محض وقت گزاری اور کچھ تجسس کے ہاتھوں مجبور ان سیناسیوں کے پیچھے جانے لگی کافی چلنے کے بعد جس جگہ وہ لوگ پہنچے وہ ایک بڑا سا مندر تھا مگر اس مندر میں کسی دیوی دیوتا کا بت نہ تھا، ہاں مندر کے سب سے بڑے آستھان یعنی ہال کمرے میں وسط میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر کچھ کتابیں تھیں جو شاید مہاویر کی پرانی کتابوں یا تعلیمات کے نسخے تھے، مہاویر جینی فرقے کا بانی تھا اس کی پیدائش بھارت کے صوبہ بہار کے شہر ویسالی میں چھ سو سال قبل مسیح میں ہوئی یہ مہاتما بدھ کا ہم عصر تھا اس کا نام وردھمن تھا مگر وہ مہاویر کے لقب سے مشہور ہوا، جینا اسے اس وقت کہا گیا جب اس نے جنگلوں میں گوتم بدھ کی طرح برس ہا برس تپسیا کی بعد نروان حاصل کیا جینا سے مراد فاتح ہے یعنی جس نے ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق نروان یعنی بار بار آتما کے جنم لینے سے نجات حاصل کر لی ہو اور اپنے آپ پر فتح پالی ہو، جین مذہب کا آغاز صوبہ بہار کے ایک شہر سے ہوا مگر اس مذہب کو عروج گجرات کاٹھیاوار میں حاصل ہوا کانگرس کا ہندو لیڈر مہاتما گاندھی بھی اس جین مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔

ماریا ایک ستون کی اوٹ میں ہو کر ان سادھوؤں کے کام و عمل کا مشاہدہ کرنے لگی، حالانکہ یہ ایک رسکی کام تھا مگر وہ تھرل کے موڈ میں تھی، کچھ سادھو اپنے ننگے جسموں کو جگہ جگہ سوئی سے سی کر دھاگے سے کنکر، بجری لٹکائے ہوئے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ اپنے آپ کو تکلیف پہنچا کر ہی انسان مکتی (نجات) حاصل کر سکتا ہے۔

ماریا آہستگی سے کھسکتی ہوئی آگے کو بڑھی یہاں تک سادھو اپنے ناک منہ گیلی مٹی سے پلستر کیے سانس روکنے کی تپسیا کر رہے تھے، وہ بہت تحیر، تجسس اور کچھ خوف کے تاثرات لئے یہ سب دیکھ کر واپس جانے کے لئے مڑنے لگی تھی کہ ایک سخت اور مضبوط ہاتھ بڑی سرعت سے برآمد ہوا اور اس کے منہ پہ سختی سے جم گیا جبکہ اس کی کمر بھی کسی فولادی شکنجے میں تھی، اس کا سارا تھرل ہوا ہو گیا تھا ڈر، خوف اور سراسیمگی کی اک سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گئی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور حواس سن ہونے لگے۔

☆☆☆

انزلہ کے ہاں خوشی کی خبر تھی ان کے گھر میں جو رنجیدگی اور سنجیدگی خالو اور معاذ کی ڈیتھ کے بعد سے پیدا ہوئی تھی اس میں جیسے تحیر آمیز سکون و خوشی کی لہریں اٹھ کھڑی ہوئیں، انزلہ نے یہ خبر فون پر بڑے شرمائے لہجے میں بتائی تھی اور ثمن نے سن کر پورے گھر میں نقارہ بجا دیا تھا۔

"میرا دل پہلے کہہ رہا تھا کہ آج کچھ نہ کچھ اچھا سننے کو ملے گا۔" ہما خوشی سے بولی۔

"دیکھ لو ہم کتنے پریشان رہا کرتے تھے اپنے گھریلو حالات بے بسی مجبوری کی زندگی سے شاکی اور انزلہ آپی تو باقاعدہ فرسٹریشن کا شکار رہنے لگی تھیں، پھر اللہ نواز نے پہ آیا تو صرف وہاج بھائی کی ملازمت کا بندوبست ہو گیا بلکہ انزلہ آپی بھی اپنے گھر کی ہو گئیں انہیں نہ صرف اپنے ہم سفر کا ساتھ ملا بلکہ سسرالی عزیز بھی مخلص اور ملنسار ملے اور اب اولاد کی امید یہ سب سے بڑھ کر خوشی والی بات ہے۔" ثمن، ہما کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"یقیناً اللہ بڑا مہربان ہے اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، وہ اپنے بندوں کو کبھی نہیں بھولتا بس یہ ہم گناہگار بندے ہیں جو دنیا داری کے دھندوں میں کھو کر اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے رب کو بھلا دیتے ہیں وہ پھر بھی دیتا ہے دیتا چلا جاتا ہے اتنا دیتا ہے کہ جھولی کم پڑنے لگتی ہے، لینے والے ہاتھ تھکنے لگتے ہیں مگر اس کی رحمت بڑھتی جاتی ہے۔" ہما اک جذب کی کیفیت میں بولی تھی۔

"آؤ امی کو بتاتے ہیں۔" ثمن خوش خوش بولتی ماں کے پاس آئی، وہ بڑی مضمحل اور خاموش سی بیٹھی تھیں ایک تو ثمن کے لئے تشویش انکار کے بعد دو چند ہو گئی تھی دوسرا بہن کی بیوگی، ذہنی توازن کی خرابی جوان بھانجیوں کا دکھ یہ سب انہیں نڈھال کیے دے رہا تھا۔

"امی آپ کے لیے بڑی اچھی خبر لائی ہوں اتنی اچھی کہ ساری افسردگی اور اداسی منٹوں میں دور ہو جائے گی۔" ثمن چہکی۔

"اچھی خبر، کیا وہاج کی ترقی ہو گئی ہے؟" وہ کچھ چونکیں۔

"ارے امی! آپ کی ترقی ہو گئی ہے ماشاءاللہ سے آپ نانی بننے والی ہیں اللہ تعالیٰ نے انزلہ آپی پہ اپنی رحمت کی ہے وہ امید سے ہیں۔" ثمن ان کے دونوں شانوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے خوشی سے بھرائی آواز میں بولی۔

"یا اللہ شکر ہے تیرا تو نے میرے دکھ بٹا دیے مجھے اولاد کی خوشیاں صحت و زندگی عطا کیں، یقیناً میں گناہگار اتنے کرم کے قابل نہ تھی یہ سب تیری عظمت و بزرگی کے انعام ہیں، بس ایک نوازش اور کر دے، میرے مولا میری ان تینوں بچیوں کو بھی اچھے بر اچھے گھرانے عطا کر دیے، مجھے ان کے فرائض سے صحیح وقت پر خوش اسلوبی سے نپٹنے کی ہمت دے دے بے شک تو ہی دعاؤں کا سننے والا ہے، میرا تجھی پہ کامل ایمان اور بھروسہ ہے یاارحم الراحمین۔" رشیدہ بیگم اپنے رب کے حضور سجدہ ریز تھیں۔

"امی! ہم انزلہ آپی کے ہاں چلیں گے ابھی۔" آمنہ بولی۔

"ضرور کیوں نہیں مگر تیرا بھائی آ جائے پھر مٹھائی منگوا کر جائیں گے۔" وہ جائے نماز تہہ کر کے اٹھیں۔

"ہما نمبر ملاؤ ذرا انزلہ کا میری بات کرواؤ۔" اب وہ آ کر برآمدے میں بیٹھ گئیں۔

"جی امی! یہ لیں رنگ ٹون جا رہی ہے۔" ہما نے موبائل ان کے کان سے لگایا۔

"وعلیکم السلام بیٹے کیسے ہو، کام کیسا جا رہا ہے تمہارا۔" راحیل کے سلام کے جواب میں وہ خوشدلی سے بولیں۔

"شکر ہے آنٹی اللہ کا بڑا کرم ہے ابھی ہم آپ کو یاد کر رہے تھے۔" وہ شائستگی سے بولے۔

"بس بیٹا محبتوں کا معاملہ ہے تم نے یاد کیا میں نے بات کر لی، یہ انزلہ کہاں ہے ذرا اس سے بات کرواؤ۔"

"جی وہ آپ کے فون پہ شرما کے باہر بھاگ گئی ہے میں بلاتا ہوں۔" چند لمحوں بعد انزلہ کی بڑی شرمائی جھجکی دھیمی سی آواز سنائی دی۔

"ارے میری پگلی دھی، ماں سے کیسی شرم، ماں بیٹی کا تو ایک پردہ ہوتا ہے، اللہ نے تجھ پر کرم کیا ہے میرے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات بھلا کیا ہوتی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ مجھے میری زندگی میں خوشی دی۔" وہ کچھ لمحے سانس لینے کو رکیں پھر بولیں۔

"بس اب تو راحیل سے کہہ دے کہ کام کرنے کو کچھ دن اپنی بہن کو بلوا لے میں مہینہ تجھے رکھونگی لا کر خیر سے احتیاط کی ضرورت ہے پہلا موقع ہے ایویں کوئی بھاری وزنی کام کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ ماؤں والے مخصوص تشویش زدہ انداز میں بولیں۔

"ارے امی! آپ فکر نہ کریں، مجھے یہاں بہت سہولت ہے راحیل نے میرے کہے بغیر جھاڑو پونچھے اور برتن دھونے کے لئے ماسی کا انتظام کر لیا ہے اور رہنے والی بات تو یہ آپ ان سے کریں کیونکہ میں تو ان کی مرضی کی پابند ہوں۔" انزلہ نے نرمی سے کہتے ہوئے موبائل راحیل کو پکڑا دیا۔

"دیکھو راحیل بیٹا میں انزلہ کی صحت اور کچھ احتیاط کے خیال سے اسے میکے رکھنے چاہتی ہوں، تمہیں پریشانی تو ہوگی مگر بیٹا ایسے موقعوں پر تھوڑا گزارہ کرنا پڑتا ہے۔" وہ بڑے سبھاؤ سے بولیں۔

"آنٹی! آپ کا کہنا بجا مگر یہ سب مشکل ہے آپ کو معلوم ہے ہمارے گھر میں کوئی عورت نہیں ہے گھر کا پورا نظام ڈسٹرب ہو جائے گا کھانا پکانا کپڑے دھونے استری کرنے یہ سب مخفی تو مرانی نہیں کر سکتی۔"

"مگر بیٹا تمہاری بہن ہے کچھ دنوں کے لئے اسے بلوا لو۔"

"آنٹی اس کے اپنے چھوٹے بچے ہیں پھر سب اسکول جاتے ہیں اور آج کل تو ان کے ایگزامز چل رہے ہیں، وہ کیسے رہ سکتی ہے، آپ فکر نہ کریں انزلہ کو یہاں مکمل احتیاط اور سہولت حاصل ہے پریشانی والا کوئی مسئلہ نہیں ہے، آپ کی دعا سے انزلہ بہت آسان زندگی گزار رہی ہے۔" راحیل شائستہ اور مہذب لہجے میں بولے۔

"اچھا بیٹا جیسے تمہاری خوشی، میں تو تم لوگوں کو خوش دیکھ کر خوش ہوں۔"

"آنٹی! انزلہ اور میں روز آپ سے ملنے آتے رہیں گے۔"

"جیتے رہو رب تمہیں ہر خوشی اور گھر گرہستی کا سکھ دے آمین۔"

☆☆☆

جویریہ ٹرے میں ناشتے کے لوازمات سجائے امی کے سامنے بیٹھی تھی اور انہیں بصد اصرار چند نوالے کھلا پائی تھی کہ وہ یکدم ٹرے پہ ہاتھ مار کے بولیں۔

"جاؤ پہلے اپنے ابو کو اٹھاؤ وہ ناشتہ کر لیں پھر انہیں جا کر کینٹ بھی کھولنا ہے اور معاذ کو بھی بلاؤ وہ تو بھوک برداشت نہیں کرتا تھا اب اتنا دن چڑھ گیا ہے، کالج بھی جانا ہوگا اسے۔"

"امی ابو اور معاذ دونوں ناشتہ کر کے چلے گئے آپ کر لیں۔" جویریہ نے آنسو پیتے ہوئے الجھی بکھری ماں کو دیکھا۔

"نہیں تم جھوٹ بولتی ہو، وہ تو میرے ہاتھ کی چائے پیئے بغیر کبھی نہیں جاتے اور معاذ اٹھتے ہی سب سے پہلے مجھے سلام کرتا ہے، میری دعا لیتا ہے پھر کالج جاتا ہے۔" وہ غائب الدماغی کے عالم میں بولیں۔

"امی! اب وہ سلام و دعا کی منزل سے گزر چکا ہے اب اسے ناشتے کی نہیں مغفرت کی ضرورت ہے دعا کریں اس کے لئے۔" اریبہ گھٹنے ٹیک کر ان کے سامنے بیٹھی۔

"امی! آپ اس بات کو مان لیں ابو اور معاذ اب اس دنیا میں نہیں رہے وہ مر چکے ہیں (اریبہ نے سسکی لی) بہت دن ہوئے انہیں اس دنیا کو چھوڑے، اب ان کا ہر رابطہ ٹوٹ چکا ہے، وہ صرف اپنے رب سے ملتے ہیں ہم سے نہیں، کیونکہ مردہ لوگ کبھی زندوں سے رابطے نہیں کیا کرتے؟"

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ یکدم خوف سے زرد پڑیں پھر یکایک ان پہ ہسٹریائی کیفیت طاری ہونے لگی۔

"بکتی ہو تم، دشمن ہو میرے شوہر اور میرے بچے کی، چلی جاؤ دفع ہو جاؤ میرے گھر سے، میں تمہیں جان سے مار دوں گی جاؤ چلی جاؤ۔" انہوں نے ایک زوردار دھکا دے کر اریبہ کو پرے گرایا تھا اور اب ناشتے کے برتن اٹھا کر پھینک رہی تھیں۔

"نہیں مر سکتا میرا معاذ، اسے تو بڑا آفیسر بننا تھا وہ ضرور بڑا آفیسر بنے گا، دیکھو اسے دھکے دے کر نکال دو، یہ میری دشمن ہے۔" وہ بے ہنگم لہجے میں واویلا کرتے ہوئے گہرے گہرے سانس لے رہی تھیں، جویریہ اور ربیعہ خوفزدہ سی بھاگ کر اندر کمرے میں چھپ گئی تھیں، اریبہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے ہوئے کراہ رہی تھی کہ شہباز بہت گھبرایا ہوا اور پریشان سا صحن میں داخل ہوا تھا۔

"آپی! ریا آپی کیا ہوا؟" وہ پریشانی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔

"میرا سر! بہت سختی سے ٹکرایا ہے، مم...... مجھے درد......" اریبہ نے لحہ بھر کو آنکھیں کھول کر اپنے سامنے بیٹھے ماں جائے کو دیکھا، پھر اذیت سے روتے ہوئے دوبارہ سر کو تھام لیا۔

"مار دو، اسے مار دو یہ میری دشمن ہے اس نے میرے معاذ کو اور تمہارے ابو کو مار دیا ہے، اسے بھی مار دو، ختم کر دو سر پھاڑ دو اس کا۔" ہوش و حواس سے بیگانہ نجمہ ایک بار پھر اریبہ پہ حملہ آور ہونے لگی کہ شہباز نے بہت ہمت سے انہیں سنبھال کر کمرے میں لانے کے بعد جویریہ سے دو گولیاں اور پانی لانے کو کہا تھا، ان کی ایسی ہسٹریائی کیفیت میں ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق وہ دو گولیاں سکون آور دے دیتے تھے۔

دوا کھلانے کے کچھ دیر بعد وہ نیند میں چلی گئیں تو انہیں اریبہ کا خیال آیا وہ دوبارہ بھاگتے ہوئے اریبہ کے پاس گئے۔

"اریبہ آپی! ریا آپی انہیں پانی پئیں، ریا آپی۔" جویریہ نے بے ہوش پڑی اریبہ کو ہلایا مگر اس نے ٹس سے مس نہ کی تو وہ اور ربیعہ گھبراہٹ اور پریشانی سے رو پڑیں۔

''مائی گاڈ ان کے تو سر سے اتنا خون بہہ رہا ہے، تم لوگ ذرا خالہ کو بلالو میں انہیں لے کر ہاسپٹل جاتا ہوں وہاج بھائی کے ساتھ۔'' شہباز تیزی سے بولا تھا اور ربیعہ رشیدہ خالہ کو فون کرنے لگی۔

''چوٹ سے زیادہ کسی تکلیف دہ بات نے ان کے ذہنی سسٹم کو بری طرح متاثر کیا ہے، شدید پریشانی اور ٹینشن سے یہ حالات ہوئی ہے، شکر کریں نروس بریک ڈاؤن نہیں ہوا، آپ بروقت لے آئے زیادہ خون بہنے سے بچت ہوگئی، بینڈ یج کردی ہے زخم کی تاہم ہوش چند گھنٹوں تک آئے گا، اس کے بعد ہی آپ مریضہ کو گھر لے جاسکتے ہیں۔'' ڈاکٹر نے مکمل چیک اپ اور میڈیکل ٹریٹمنٹ کے بعد کہا تھا، وہاج اور شہباز ڈاکٹر کی بات پہ ایک دوسرے کو دیکھ کر گہرا سانس لے کر رہ گئے۔

''خالہ کی یہ حالت اور کیفیت ایک بہت بڑا مسئلہ ہے یہ تو شکر ہے کہ تم جلد گھر پہنچ گئے، ورنہ وہ اریبہ کو اور زخمی کرسکتی تھیں، ان کے پراپر علاج کی ضرورت ہے یوں سکون آور ادویات کھلانا کب تک مسئلہ کا حل بنے گا۔'' وہاج ہاسپٹل کے کاریڈور میں آ کے بولا تھا۔

''تمہارے پدرانہ جذبات اپنی جگہ قابل قدر ہیں مگر شہباز میرے بھائی ان کے یہ پاگل پن کے دورے مزید خطرناک ہوسکتے ہیں آج انہوں نے اریبہ کو مارنے کی کوشش کی ہے کل وہ اسے حقیقتاً مار سکتی ہیں۔'' وہاج نے پرزور انداز میں باور کرایا۔

''وہاج بھائی! وہ پاگل نہیں بس ان کے ذہن پہ غم کا اثر غلط پڑ گیا ہے۔'' شہباز رندھے لہجے میں بولا، ماں کو پاگل ماننے کو اس کا ذہن تیار نہ تھا۔

''تم اپنے الفاظ میں کچھ کہہ لو مگر یہ پاگل پن کی ایک کیفیت ہے اور ان کے ذہنی ابتری کا علاج کروا کے بھی تم ایک نیکی کرو گے، اپنے گھر کے افراد کو آنے والے کٹھن اور مشکل حالات سے بچانے کے لئے تم لوگوں کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا۔'' وہاج نے سنجیدہ الفاظ و لہجے میں سمجھایا تو شہباز خاموش پرسوچ تاثرات کے ساتھ نم آنکھیں لئے شیشے کے پار لیٹی ربیا کو دیکھنے لگا۔

''زندگی سے بڑا امتحان بھلا کیا ہوسکتا ہے، زندگی کتنا امتحان لیتی ہے کچھ لوگوں کو اپنے معیارات وسوالات اور آزمائشوں کی کسوٹی پر کتنا زیادہ آزماتی ہے، بار بار آزماتی ہے، کہ حوصلے ہارنے لگتے ہیں، غیر متوقع طور پر ملنے والا دکھ بعض اوقات انسان کو وقت سے پہلے بڑا بنا دیتا ہے دکھ چھوٹا ہو یا بڑا آنکھوں میں آنسو ضرور اتارتا ہے، پل بھر کو سانس ٹھہراتی ہیں اور حواس منجمد ہو جاتے ہیں پھر، پھر درد کا ایک لامتناہی سلسلہ جو رو کے نہیں رکتا، برداشت ٹوٹنے لگتی ہے خواب روٹھ جاتے ہیں خواہشیں کھو جاتی ہیں مگر اذیت ختم نہیں ہوتی، اذیت سہنے والا وجود ختم ہو جاتا ہے۔''

کچھ ٹوٹے خواب، کچھ آنکھوں کے عذاب
کچھ درد زندگی میں، کچھ چبھن سانسوں میں
کچھ زہر لہجے میں، کچھ آگ سا بانسوں میں
کچھ تڑپتے سسکتے لمحات
کچھ نامساعد تبدیلیاں، کچھ ناگزیر حالات
کچھ کرب آہوں کے، کچھ ناسور یادوں کے
کچھ تپتے ہوئے گوشے ماضی کے حال کے مستقبل کے بھی
کچھ معاملے باقی جفا کے وفا کے دل کے بھی
پروں کو پکڑتی زمین کہیں
نظر سے لپٹتی روح کہیں
کچھ اذیت سوچوں میں، کچھ زخم ہاتھوں میں
کچھ کڑھنا دن بھر، کچھ جلنا راتوں میں
کچھ سلسلے تنہائی کے جو ختم نہیں ہوتے
کچھ فاصلے درد کے جو کم نہیں ہوتے
کیا تھے ہم؟ کیا بنا دیا ہم کو؟
زندگی بتا تو نے بھلا کیا دیا ہم کو؟

☆☆☆

''پرنسس بوتیک'' کے نام سے اس نے اپنی بوتیک کا افتتاح شائستہ بیگم سے کروایا تھا، عفنان علی خان کے ساتھ شہریار، صبا اور ہائی کلاس کی کمیونٹی کے بہت سے نامور اور امیر و کبیر لوگ خصوصاً ماڈرن سوسائٹی کی بیگمات یہاں کثیر تعداد میں تھے، بوتیک کی ظاہری عمارت، وسعت اور خوبصورتی کے ساتھ جدید ترین مشینری اور اسٹائلش ڈریسز کی ورائٹی یہ سب دیکھنے والوں کے لئے متاثر کن تھا۔

بوتیک کے آفس روم کی بیک سائیڈ پہ بڑے سے خوبصورت ہال کمرے میں خصوصی انتظام تھا سلائی اور کٹنگ کی باقاعدہ کلاسز کا پھر کڑھائی اور چھپائی کے لئے الگ سے ایک حصہ مخصوص تھا، تیار ہونے کے بعد سارا مال سیکشن روم میں جمع ہونے کے بعد حسب ضرورت بوتیک پہ بج جاتا۔

''تم تو واقعی خاصی انٹیلی جینٹ نکلیں بہت زبردست بھئی، میں تو تمہیں خاصی ڈل سمجھتا تھا ان بزنس آئیڈیاز میں۔'' شہریار رشک سے بولا۔

''ڈل آپ نے کس معنی میں استعمال کیا؟'' سعدیہ نے بھنویں اچکائیں۔

''عورتیں اتنا ہائی مینٹل لیول نہیں رکھتیں بزنس ورلڈ میں ان ہونے کے گر صرف مردوں کو آتے ہیں۔''

''بہت ریسرچ کی ہوئی ہے عورتوں کے بارے میں بائے داوے اور کیا جانتے ہیں عورتوں کے متعلق۔'' صبا نے آ کر گفتگو میں حصہ لیا۔

''یہی کہ بہت خودسر ہوتی ہیں نہ خود سکون سے رہتی ہیں نہ دوسروں کو رہنے دیتی ہیں، اپنی خوشی کو بھی بیگانہ سمجھ کر سر جھٹک کے گزر جاتی ہیں اور دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر بہت خوشی محسوس کرتی ہیں۔'' شہریار نے کہا تو وہ ہونٹ کاٹ کر رہ گئی جبکہ صبا نے بڑے محظوظ انداز میں اسے ہلکی مسکراہٹ لئے دیکھا تھا پھر بولی۔

''آپ کا اندازہ غلط بھی ہوسکتا ہے، ظاہری شخصیت سے کبھی کسی کی باطنی کیفیت کا درست اندازہ نہیں ہوسکتا ہے۔''

''اپنوں سے کسی دہریت مگر کوئی اپنا سمجھے تب ہے ناں۔'' وہ بڑبڑایا۔

''آپ کیا سمجھتے ہیں محبت کا احساس کسی کو بیگانہ یا اجنبی کرسکتا ہے، نہیں شہریار بھائی چاہے

جانے کا بے پایاں احساس اگلے بندے کو مغرور یا احساس برتری ضرور دیتا ہے اور وہ کچھ دیر (میں کسی کے لئے اہم ہوں) کا نشہ سمیٹتا اسے نظر انداز ضرور کرتا ہے مگر تکلیف دینا یہ نہیں کرتا، محبت تو صرف محبت سے جیتی ہے کبھی زخم بھی مسیحا بنتے ہیں۔" صبا نے دوستی کے ناطے سعیہ کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔

"تو محبت زخم دیتی کیوں ہے، زندگی کے شفاف راستوں پر آنسوؤں کی دھند کیوں نہ جانے لگتی ہے؟"

"شہریار بھائی! اتنا گاڑھا فلسفہ پلیز یہ سب کو چھوٹے نازک سے دماغ کے اوپر سے گزر گیا۔" صبا نے کہا۔

"اچھا تو تمہیں آسان لفظوں میں بتاتا ہوں پھر کہنا دماغ نے سمجھا کہ نہیں۔"

ہجر کی دھوپ میں چھاؤں جیسی باتیں کرتے ہیں
آنسو بھی تو ماؤں جیسی باتیں کرتے ہیں
رستہ دیکھنے والی آنکھوں کے انہونے خواب
پیاس میں بھی دریاؤں جیسی باتیں کرتے ہیں
خود کو بکھرتے دیکھتے ہیں کچھ کر نہیں پاتے
پھر بھی لوگ خداؤں جیسی باتیں کرتے ہیں
رنگ سے خوشبوؤں کا ناتا ٹوٹتا جاتا ہے
پھول سے لوگ خزاؤں جیسی باتیں کرتے ہیں

وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ایک ایک لفظ دل سے ادا کر رہا تھا اور اس کی خفگی سے بھرپور آنکھوں کے کنارے خوامخواہ نم ہو رہے تھے۔

"بہت خوبصورت انداز ہے شاعری کا کبھی اتنا لطف نہیں جتنا آج اس وقت آیا ہے، بہت خوش قسمت ہے وہ لڑکی جس کو آپ چاہ رہے ہیں۔" صبا یکدم بولی۔

"اور اسے اپنی خوش قسمتی کا یقین نہیں شاید۔" اب وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا اور وہ جیسے غصے سے پھٹ پڑی تھی۔

"آپ کیا جانیں محبت کیا چیز ہوتی ہے جو ہر چیز کو صرف احساس ضرورت سے جانچتے اور رکھتے ہیں کبھی محبت کو پرکھیں تو پتا چلے کہ اس معاملے میں آپ صفر بٹا صفر ہیں، سنا آپ نے، آپ کو تو محبت کے درست ہجے تک معلوم نہیں پہلے خود کو درست کر لیں پھر اوروں کو سبق پڑھائیں۔" وہ پیر پٹختے ہوئے مڑی تھی اور اگلے چند لمحوں میں گاڑی نکالتی باہر سڑک پہ لے آئی اور ڈرائیو کرتے ہوئے سلگتے دماغ سے سوچا تھا۔

"سب مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں، میری زندگی ہے یہ مجھے اپنی مرضی سے گزارنے کیوں نہیں دیتے، اپنے خیالات، جذبات اور فیصلے مجھ پہ ٹھونسنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں آخر کیوں؟" آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روکتے ہوئے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔

☆☆☆

درد، تکلیف اور چبھن کی شدید لہروں نے اس کے خوابیدہ احساسات کو بیدار کر کے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا تھا اور آنکھیں کھولتے ہی ایک خوفناک احساس نے اس کو مفلوج کر دیا، وہ بہت مضبوط اور موٹے رسے کے ساتھ باندھی ہوئی تھی، کمر کسی تختہ نما شے سے باندھ دی گئی تھی اور پاؤں پلر کے ساتھ بندھے تھے جبکہ ہاتھ پشت پہ لے جا کر کس دیئے گئے تھے، منہ پہ سفید پٹی نما ٹیپ چپکی تھی، وہ اس قدر سختی سے بندھی ہوئی تھی کہ اک معمولی سی حرکت بھی اس کے لئے ممکن نہ تھی اس نے بہت زور لگا کے کوشش کی تھی کہ رسیوں کو ذرا ڈھیلا کر سکے مگر یہ کوشش ناکام ثابت ہوئی، اس نے آنکھوں کو پوری طرح کھول کے اپنے اردگرد کا جائزہ لینا چاہا نیم ملگجے اندھیرے میں عجب بے ڈھب سی دیوار والے کمرے میں وہ قید تھی یہاں کوئی روشن دان تھا نہ درز شاید وہ تہہ خانہ تھا اور اس تہہ خانے میں اس کے ساتھ کیا ہونا تھا، کیا ہو سکتا تھا یہ احساس اتنا بھیانک تھا کہ وہ لرز اٹھی یہ سوچ کر، موت اپنے فولادی پنجہ میں اسے دبوچنے کو ایک بار پھر تیار کھڑی تھی اور یہاں اس ویرانے میں اس کی مدد کرنے یا بچانے والا بھی کوئی نہ تھا۔

اس نے زندگی میں کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تھا بلکہ حتی الامکان وہ دوسروں کے کام آنے کی کوشش کرتی تھی اسے اچھی طرح یاد تھا اپنی بیس سالہ زندگی میں اس نے کسی کا دل نہیں دکھایا تھا کسی کو بھی گالی نہیں دی تھی، کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کی تھی، کبھی ڈرنک کی نہ نائٹ کلب گئی، سوائے ایک غلطی کے کہ وہ کئی سال سے بے عقیدہ، بے مذہب زندگی گزارتی آ رہی تھی، مگر یہ کوئی ایسا بڑا گناہ نہ تھا جس کی سزا ایسی بھیانک صورتحال سے وابستگی کی شکل میں ملتی زندگی میں بہت کچھ اچھا کرنے کے باوجود اس کے ساتھ عرصے سے برا ہوتا چلا آ رہا تھا اور یہ سب کیوں تھا؟

وہ اپنے ماؤف ذہن کے ساتھ موجود صورتحال کے ادراک و اسباب پہ کوئی بہتر نکتہ تلاشنے میں یکسر ناکام ہو رہی تھی۔

اس نے ایک بار پھر ہلنے جلنے کی کوشش کی تھی تاکہ رسی ڈھیلی ہو سکے اور وہ کسی طریقے سے اسے کھول کر اس مصیبت سے نجات حاصل کر سکے مگر یہ حرکت اسے خاصی مہنگی پڑی کیونکہ درد کی تیز لہریں اس کے پورے وجود میں سرایت کر گئیں، رات گہری ہو گئی تھی، تاریکی کے خوف کے ساتھ، سردی نے کپکپاہٹ پیدا کر دی تھی اس کا جسم کانپتے ہوئے خوف کے اذیت ناک احساس میں گرفتار تھا۔

آبادی سے قدرے ہٹ کر ویران، سنسان اور اس صحرائی جگہ پہ کسی معجزے کا انتظار کرنا یا مدد کی امید رکھنا یہ دیوانے کا خواب تھا، یوں یوں وقت گزر رہا تھا اس کی حالت عجیب ہو رہی تھی اسے کوئی ذی روح ہوش میں آنے سے لے کر اب تک نظر نہ آیا تھا، وہ سب سادھو اس ویران جگہ پہ باندھ کر جانے کہاں غائب تھے، اس اندھیری رات میں اپنی بے بسی اور اس تکلیف دہ صورتحال نے اس کے حواس کو مکمل طور پر خوف کے حوالے کر دیا تھا سختی سے بندھی ڈوری کی اذیت نے الگ درد سے دوچار کر رکھا تھا، مگر اس نے درد کی پروا کیے بغیر ایک بار پھر سے بھرپور جدوجہد کی، رسیوں کو توڑنے یا ڈھیلا کرنے کی مگر اس کوشش نے اسے جیسے دردناک عذاب سے دوچار کر دیا تھا، ایکدم سے بڑے بڑے آنسو اس کی نیلگوں آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔

"مم...... میں نے کسی کے ساتھ برا نہیں کیا، کسی کو دکھ نہیں دیا کسی کے لئے پریشانی پیدا نہیں

کی، میں کبھی شراب، فحاشی کے نزدیک تک نہیں گئی، میں نے کبھی کسی کو دھوکا نہیں دیا پھر یہ سب اس طرح سے اور میرے ہی ساتھ کیوں ہوا، میری زندگی تو پہلے آسان نہ تھی مجھ پہ اس طرح کی مشکل تو نے کیوں ڈالی، اے خدا! اگر تو ہے تو مجھے اس اذیت سے نجات دلا، مجھے بچا لے، میری مدد کر۔" خوف بے بسی اور اذیت سے سسکتے ہوئے اس نے اپنے لئے مدد مانگی تھی، اسے لگ رہا تھا اگر وہ کچھ دیر اور اسی عالم اسی حالت میں رہی تو اس کے اعصاب مفلوج ہو جائیں گے یا وہ مر جائے گی اور اس طرح کی بے بسی کی موت ایسا بھیانک یہ سب سوچ کر ہی اس کا دل بند ہو رہا تھا۔

بھوک، پیاس، بے بسی اور اذیت اور دہشت میں لپٹی موت، اس کے خوبصورت سڈول اور شفاف جسم پر زخموں کے نشان، اسے اپنے اردگرد ماتمی، سوگوار ہیولے ناچتے دکھائی دینے لگے، اس کی آنسو بھری آنکھیں وحشت زدہ ہو کر گھپ اندھیرے میں کوئی موہوم امید، کوئی مدد کا نشان تلاشنے لگیں اور کتنی دیر اسی سکتے میں رہنے کے بعد وہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

اسے موت بالکل سامنے نظر آ رہی تھی، درد خنکی کی کپکپی میں جن وہ جانے کب سے یہاں قید تھی کتنے دن، کتنے گھنٹے کتنا عرصہ گزر چکا تھا وہ لاعلم تھی، اسے اپنے ماں باپ یاد آ رہے تھے، جو ذرا سی بات پر تمام رابطے توڑ چکے تھے تمام فرینڈز جو اختلاف رائے رکھنے کے باوجود اس کی دوستی و ہمدردی کے خواہاں تھے، وہ سب راستے جن پہ بچپن سے لے کر جوانی تک وہ گزری، اپنے پسندیدہ مقامات، اچھے ریسٹورنٹس اپنی ذاتی چیزیں ان سب سے کچھ دیر بعد اس کا رابطہ کٹنے والا تھا اور وہ موت کی اذیتناک گہری کھائی عبور کرنے والی تھی، اس موت سے پہلے کی تکلیف کا عالم کتنا شدید تھا، یہ اس کے سوا کون جان سکتا تھا، جو غیر ہوتی حالت کے ساتھ ذہنی و جسمانی اذیت کا شکار تھی، جس کی زندگی کے جنونی لمحات اسے دم آخیر تک لے آئے تھے اور اس کے دامن میں زندگی بخشوانے کو کوئی نیکی تھی نہ امید، کوئی آس کا جگنو تھا نہ مدد کا اشارہ۔

"میں اس بے بسی کی موت کو قبول نہیں کرتی، مجھے موت نہیں زندگی چاہئے روشنی چاہیے اپنی ذات کا عرفان اس کائنات کے محدود مرکز کا ادراک چاہیے میں نے تو بڑے خلوص سے یہ سب مانگا تھا تلاش حق کی تھی، میری کوشش ایسے عبرتناک انجام سے دوچار نہ کر۔" اپنے مفلوج زدہ احساسات کے ساتھ اس نے ایک بار پھر ذات حق کو پکارا تھا۔

☆☆☆

"کیا ہوا اریبہ کو ہوش آیا کہ نہیں، بھئی پتا ہے تم لوگوں کو ماں پاگل ہے تو کیوں سنبھال کر رکھا ہوا ہے، پاگل خانے داخل کروا دو یا زنجیر وغیرہ ڈال کے رکھو، آج کل تو اچھی بھلی لڑکیوں کو رشتے نہیں ملتے کوئی نقص پڑ گیا تو کون پوچھے گا، جوان جہان لڑکی کو منٹوں میں زخمی کر کے ہسپتال پہنچا دیا، کہ جویریہ سے پتا چلا اریبہ ادھر ہے، صبح سے کہاں ہے، وہ کیسی حالت ہے؟"

یہ زاہدہ پھپھو تھیں جو نان سٹاپ بولتی ہسپتال کے وارڈ میں داخل ہوئی تھیں اور شہباز، راشدہ خاتون انہیں ایک طرف بٹھاتے ہوئے بولے۔

"ابھی پوری طرح ہوش نہیں آیا، ذرا سی دیر کو آنکھیں کھولی تھیں۔"

"پرائیویٹ ہسپتال ہے بل بھی خاصا بنے گا، سرکاری میں لے جاتے تم لوگ، بندے کو کھینچ تان کے گزارہ کرنا چاہیے، بھئی میرے بھائی نے تو کروڑوں کے حساب سے کمایا اور تمہاری بہن نے بس خرچے میں ہی لٹا دیا، ذرا جو اس عورت نے پیسہ سنبھال کر سوچ سمجھ کر برتا ہو۔" پھپھو کو بولنے اور بھڑاس نکالنے کا موقع ہاتھ آ گیا تھا۔

"زاہدہ میری بہن نے ہمیشہ اپنے گھر اور بچوں پہ خرچ کیا ہے وہ کون سا لوگوں کو دیتی تھیں اپنے رشتے پورے کرنے کو مشکل ہوتی ہے آمدن، کون ایسے لٹاتا ہے۔" رشیدہ بہن کی حمایت میں بولی۔

"ارے رہنے دو، مجھے سب پتا ہے، اپنے رشتے ارے بھائیوں کے لئے بہنوں سے بڑھ کر اور بیٹیوں کے لئے میکے سے بڑھ کر کیا ہوتا ہے، مگر ہمارے اماں باوا کی آنکھیں بند ہوئیں تو میکہ ختم، نام کی رشتہ داری رہ گئی اور کبھی عید آئی نہ شب رات یہاں مفت خوروں کے خرچے نکلتے رہے، غریب غرباء پلتے رہے۔" وہ کٹیلے لہجے میں چبا چبا کر بولی تھیں۔

"مطلب کیا ہے آپ کا یہ سب ہمیں کیوں سنا رہی ہیں۔" رشیدہ کو غصہ سا آ گیا۔

"مطلب وہی ہے بی بی جو تم سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہ رہیں۔" وہ تیوری چڑھا کر بولیں۔

"دیکھیں میں بہت لحاظ کر رہی ہوں آپ کا۔" رشیدہ کو غصہ آیا۔

"ارے جاؤ لحاظ مروت میں تو ہم مارے گئے کبھی منہ سے کچھ نہ کہا اور سب دیکھتے رہے کلیجہ سڑتا رہا مگر بھائی سے نہ کہا ورنہ کیا ہم نہ جانتے تھے کہ نجمہ بھابی بس تم لوگوں کے اللے تللے پورے کرتی تھیں، ارے پہلے زندہ بھائی کو کھاتی رہے، اب مردہ کی باقیات کھانے آ رہی ہو، ہاں بھئی ٹھیک بھی ہے حرام منہ کو لگ جائے تو حلال کون دیکھتا ہے مال مفت دل بے رحم۔"

"اسٹاپ اٹ پھپھو جان میرا خیال ہے آپ عیادت کا حق پورا کر چکی ہیں اس لئے آپ جا سکتی ہیں۔" ان کی نان سٹاپ آواز کو شہباز کے سنجیدہ لب و لہجہ نے بریک لگائی تھی۔

"تم تمہاری یہ جرأت۔" مارے غصے کے ان کے نتھنے پھولنے لگے۔

"یہاں آپ کا تماشہ لگانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے آپ کو تو کچھ احساس نہیں مگر ہمیں اپنی خودداری بہت عزیز ہے اور براہ کرم آئندہ اسی ارادہ سے آنا ہو تو مت آئیے گا۔" وہ بہت بے لحاظ ہو گیا زاہدہ پھپھو دانت پیستیں اندر آتے وہاج کو بگڑے تیوروں سے دیکھتی نکل گئیں۔

"انہیں کیا ہوا سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔" وہاج نے استعجاب آمیز لہجہ میں کہا تو رشیدہ بیگم نے اپنے تاثرات چھپانے کو یکدم رخ موڑا تھا اور شہباز نے آنکھیں کھولتی اریبہ کی جانب اس کی توجہ کروا دی تھی۔

"ریبا کیسی ہو تم، اب کیسا محسوس کر رہی ہو۔" وہاج مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھا۔

"میرے سر کو جانے کیا ہو رہا ہے، درد کے ساتھ کچھ ماؤف سی کیفیت، اف خدایا۔" اریبہ نے آہستگی سے بولتے ہوئے اذیت کے احساس کے تحت پھر سے آنکھیں میچ لی تھیں۔

"شہباز تم یہیں رکو ذرا دھیان رکھو میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔" وہاج ڈیوٹی پہ موجود ڈاکٹر کو بلانے گیا تھا۔

"پریشانی کی بات نہیں ہے خون زیادہ بہنے سے کمزوری ہو گئی ہے تو ایسی کیفیت کچھ غیر فطری

بات نہیں، اب یہ خطرے سے باہر ہیں، آپ انہیں جوس پھل دودھ وغیرہ دیں اگلے دو گھنٹوں میں یہ بالکل ٹھیک ہوں گی اور آپ چاہیں تو انہیں گھر لے جا سکتے ہیں۔" ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں بولا تھا، دہاج نے ایک گہرا سانس خارج ہوئے اپنے سامنے لیٹی اریبہ کو بغور دیکھا تھا نڈھال زرد رو اور کمزور ہو رہی تھی وہ چوٹ کے باعث یوں جیسے برسوں کی بیمار ہو۔

"کون کہہ سکتا تھا کہ کچھ دن پہلے تک یہ لڑکی زندگی کے متعلق کتنی پرامید اور خوش کن باتیں کرتی تھی دہاج کو کٹھن اور مشکل حالات میں حوصلہ قائم رکھنے اور مطمئن کرنے کو کیسے سبق آموز لیکچر سنایا کرتی تھی، کتنے خواب بنا کرتی تھی محبت کے پتوں پر رقص کرتی تتلیوں کے رنگوں جیسے ریشمی اور نرم خواب جو امید کی کرنوں سے جگمگاتے تو کیسی چھن چھن کرتی روشنیوں کی بستی میں بسیرا کرتی تھیں اور اب......"

"غم کا موسم خواہ کتنا طویل اور کٹھن ہو مگر تمہارے لئے خوشیوں اور سکھوں کا سورج ضرور نکالوں گا صرف تمہارا اعتماد، یقین اور محبت کا بھروسہ چاہیے۔" دہاج نے سنہری خوشوں جیسی دمکتی رنگت والی نیم خوابیدہ اریبہ کو بہت محویت سے دیکھا تھا۔

آنکھوں میں عکس اور دل میں شباہتیں رکھنا
سنبھال کے جذبوں کی صداقتیں رکھنا
لفظوں کے موسم اگر بنجر ہو بھی جائیں تو
سوچ کی زمین پہ سدا بارشیں رکھنا
جذبوں کی فضا کو گرمائے رکھتی ہے آرزو
انجان ہوا کے ہاتھ میں بھی خواہشیں رکھنا
سونپ دینا رعنائی قربتوں کی اپنی
آنچل میں میرے تمام چاہتیں رکھنا
ضروری ہوں چاہے لاکھ بکھیڑے دنیا کے
کار عشق کے نام پہ فرصتیں رکھنا
نخل آرزو پہ تان دینا چادر خوشی کی
رگ جاں میں حسن کی ندرتیں رکھنا
میسر ہے جو تم کو عطا کر دو بیتابی وہ ہم کو
اترنا جب روح میں تو یہی شدتیں رکھنا
قرب میں اپنے چھوڑ دینا لمحے تمام قیمتی
پناہ میں اپنی پیار کی امانتیں رکھنا
بہ ظاہر چہرے پہ اک تاثر روشنی کا
پس گفتگو مبہم سی الجھنیں رکھنا
بے دھیانی میں بھی رہے لگن یہی تمنا کی
خواب سے بھی قائم سچی نسبتیں رکھنا

☆☆☆

"سعدیہ کہاں ہو تم؟" وہ ٹیرس پہ بہت خاموش دلگرفتہ سی کھڑی تھی جب شائستہ بیگم نے پکارا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی پلٹی اور سنجیدہ مگر خاموش تاثرات کے ساتھ دیکھا۔

"سو تو میری جان اگر طبیعت خراب تھی تو میڈیسن لے آتیں یوں شام ڈھلے کھلی ہوا میں رہو گی تو بیزاری اور بڑھے گی۔"

"نہیں مما مجھے اچھا لگ رہا ہے یہاں کھڑے ہونا، آپ پریشان نہ ہوں، ہلکا سا سر درد ہے چائے پیئوں گی تو ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ ان کی تسلی کو ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولی۔

"پھر بھی بیٹا احتیاط اچھی چیز ہے، تم نیچے آؤ تمہارے پاپا اور شہریار بھی آ چکے ہیں، چائے پئیں اور باتیں کریں گے۔" کہہ کر شائستہ نیچے کو جانے لگیں۔

"بہت جلدی آ گئے آج سب لوگ۔" وہ ان کے پیچھے آئی۔

"موسم خراب ہو رہا تھا دھندلا اور گہرا، سو بھی چلے آئے۔" وہ گہرا سانس لے کے موسم کی خنکی کو محسوس کرتی گرم اونی شال کو اپنے گرد اچھی طرح لپیٹتی تیزی سے سیڑھیاں عبور کرتی لاؤنج میں آئی تو پہلی نگاہ سامنے صوفہ پہ پاپا کے ساتھ بیٹھے شہریار پر پڑی تھی بلیک ٹراؤزر شرٹ میں بہت ریلیکس موڈ کے ساتھ مسکراتا ہوا وہ بہت اچھا لگ رہا تھا، وہ بوتیک کے افتتاح والے دن ہونے والی گفتگو کی وجہ سے حتی امکان ان سے بچنے کی کوشش کرتی تھی مگر ایک ہی گھر میں اتنے قریبی رشتہ کی وجہ سے یہ سامنا روز ہوتا تھا اور پھر وہ بیٹھتی شہریار کی موجودگی کی وجہ سے جلد از جلد اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کیا کرتی، پر آج یہ موقع ملنا بعید تھا کیونکہ پاپا موجود تھے اور ظاہر تھا اگلے دو گھنٹے وہ بہت تفصیلی گفتگو کرتے گزارتے اور اس دوران میں سب کا وہاں موجود رہنا ضروری ہو جاتا تھا۔

"سعدیہ بیٹی کہاں تھیں تم، اپنے پاپا کے پاس بھی بیٹھ جایا کرو، مانا تم مستقبل کی ایک ماہر اور مقبول ڈریس ڈیزائنر بننے جا رہی ہو پر بیٹی گھر والوں کا بھی کچھ حق بنتا ہے۔" وہ ذرا نیم مزاحیہ اور قدرے مشفق انداز میں بولے تھے۔

"پاپا! آپ کو میں بھول سکتی ہوں بھلا، آپ ہی تو میرے سب سے اچھے دوست اور ہمدرد ہیں۔" وہ بہت لاڈ بھرے انداز میں ان کے کندھے سے سر ٹکا کے بولی۔

"لگتا ہے بٹر بہت سستا ہو رہا ہے۔" شہریار نے کن اکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بٹر سستا نہیں ہو رہا بلکہ کچھ جلنے کی بو آ رہی ہے۔" سعدیہ نے فوراً کہا۔

"ماشاءاللہ طبیعت ٹھیک ہو گئی تمہاری۔" شہریار نے کچھ طنز سے کہا۔

"ٹھیک ہو بھی گئی ہے اور ٹھیک کر بھی رہی ہوں۔" وہ کچھ جتانے والے انداز میں بولی۔

"ماشاءاللہ ایسے رہا کرو ہوشیار اور چالاک یہ سست اور چپ چپ رہنا ٹھیک نہیں کم گو لوگوں کو دنیا بہت پیچھے چھوڑ دیتی ہے۔" عفنان علی خان خوشدلی سے بولے۔

"بس شہہ دیں، یہ نہیں کہ بیٹی ہے تو نرم سبھاؤ کی عادت ڈالیں۔" شائستہ نے خفیف نگاہ سے دیکھا۔

"شائستہ بیگم بیٹیوں کو نرم سبھاؤ رکھنے کے ساتھ جراتمند اور باحوصلہ بھی ہونا چاہیے اور ہماری بیٹی تو ہے ہی ذہین، ہمدرد خوش مزاج اور صلح جو اسی سے ہمارے گھر کی تمام رونقیں ہیں۔" وہ بیٹی کو دیکھتے ہوئے پدرانہ شفقت سے بولے۔

"پتا ہے شہریار تمہاری مما کو بڑی خواہش تھی کہ پہلی اولاد بیٹا ہوتا کہ مستقبل میں ہمارے کاروبار کو سنبھالے ہمارے کام آئے مگر مجھے شروع سے بیٹی کی خواہش تھی، جانے کیوں میں جب بھی ہاتھ اٹھاتا تو بیٹی مانگتا اور اللہ نے میری دعاؤں کی لاج رکھ لی، سعیہ نے اس دنیا میں آنکھیں کھولیں تو مانو ہر نعمت مل گئی۔" ان کی آواز اظہار تشکر سے بھاری ہوئی اور سعیہ کو اپنا آپ بہت معتبر ہوتا محسوس ہوا۔

"تو بیٹی رحمت ہوتی ہے رب نے ہمیں یہ رحمت دی تو ہم نے بھی اسے بہت خلوص اور محبت سے سنبھالا اچھی تربیت دی۔" شائستہ اطمینان سے بولیں تو عفنان علی خان نے کہا تھا۔

"آپ کی اسی خدمت اور چاہت کے صلہ میں تو اللہ تعالیٰ نے مزید احسان کیا کہ شہریار کی صورت اک ذہین، خوبصورت اور پلا، پلایا بیٹا بھی عطا کر دیا۔"

"اور آپ کی ان تمام باتوں کے درمیان سب سے مزیدار بات گرما گرم چائے اور بھاپ اڑاتے پکوڑے ہیں، جو ٹھنڈے ہو رہے ہیں اجازت ہو تو سرو کروں۔" سعیہ نے سب کو متوجہ کیا۔

"واؤ چائے و پکوڑے جیو طفیل بہت اچھے کک ثابت ہو رہے ہو۔" شہریار نے نئے کک کی تعریف کی۔

"مگر جو ٹیسٹ تمہاری مما کے ہاتھ میں ہے وہ الگ ہی ہے۔" عفنان علی خان پکوڑا کھاتے ہوئے بولے۔

"وہ تو ہے، ماما کا مقابلہ کون کر سکتا ہے، پر پاپا طفیل کی بنائی دہی پودینے کی چٹنی دیکھیں کتنی مزیدار ہے۔" سعیہ نے چٹنی والا باؤل ان کے آگے رکھا۔

"واقعی طفیل تم جیت گئے، اب تم ہر ویک اینڈ پہ یہی پکوڑے اور چٹنی بنایا کرو گے۔" عفنان علی خان توصیفی انداز میں بولے۔

"کیوں نہیں صاحب جی، ہم تو حکم کے غلام ہیں، آپ سے جی ایک بات کہنا تھی، مجھے دو دن کی رخصت چاہیے۔" طفیل نے موقع اچھا دیکھتے ہوئے گزارش کر دیں۔

"رخصت مگر کیوں؟ تمہیں معلوم ہے یہاں بازاری کھانا سب کم ہی کھاتے ہیں، بھئی یہ نہیں ہو گا بہت مشکل ہو گا تمہارے بعد۔" شائستہ نے فوراً سے پیشتر انکار کر دیا۔

"بیگم صاحبہ بہت مجبوری ہے ورنہ میں ہرگز نہ کہتا۔" وہ ملتجی ہوا۔

"بھئی کوئی ریزن بھی تو ہو یہ بلا وجہ کی چھٹی کیسے دے دیں۔"

"وہ جی میری گھر والی بیمار ہے خیر سے پاؤں بھاری ہے وہاں گاؤں میں مناسب طبی سہولت نہیں اسی لیے شہر لایا ہے ہسپتال میں۔"

"اوہ، خیر ہو، تمہیں نہ صرف چھٹی مل جائے گی بلکہ تم یہ کچھ رقم بھی لے لو کام آئے گی۔" شائستہ فوراً فیاضی انداز اختیار کر گئیں۔

"اور مما کچن؟" سعیہ نے کہا۔

"ہم دونوں مل کر دیکھ لیں گے، انسانیت کے ناطے ملازمانہ حقوق بھی کوئی چیز ہیں۔"

"ہرا جمہوریت زندہ باد۔" شہریار نے نعرہ لگایا سب مسکرانے لگے۔

(جاری ہے)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

آٹھویں قسط کا خلاصہ۔۔

وہاج، اریبہ کے کلینک کے اخراجات اٹھا رہا ہے۔ اریبہ کی دیار غیر سے آئی ہوئی بہنوں کی شاہ زیبوں پہ جھڑپ ہو جاتی ہے۔

شہریار، سلمیہ کو ہلکی پھلکی گفتگو کے ساتھ اپنی طرف راغب کرنے اور زندگی کی حقیقت کا سامنا کرنے کی رائے دیتا ہے۔

ویلنشن کی سڑک پر چلتے ہوئے ماریا کو چینی فرقے کے کچھ بھکشو نظر آتے ہیں اپنی پرتجسس طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ ان کا پیچھا کرتی ویران جگہ پہنچ جاتی ہے اور مشکل میں پھنس جاتی ہے۔

شوہر اور بیٹے کی وفات کے صدمہ سے ذہنی بیمار نجمہ بیگم اریبہ کا سر پھاڑ دیتی ہے، ماریا یوزف کو کشتی سے باندھ کر بھوکی پیاسی حالت میں بھکشو پھینک دیتے ہیں۔

اب آپ آگے پڑھیے

نویں قسط

''مجھے افسوس ہے اپنے تمرّل پر، اپنے والدین سے کی گئی ضد اور بدزبانی پر، اپنے دوستوں کے مخلص ہونے کے باوجود ان سب کو چھوڑ دینے پر، میں نے لیڈی ایلون جیسی رحمدل اور محبت کرنے والی ہستی کو بارہا ستایا، پھر اسے آزاد کر دیا اور پلٹ کر پوچھا تک نہیں، میں نے مائیکل جیسے محبت کرنے والے انسان کو ٹھکرایا اور یسوع مسیح کے دین کو جھوٹ سمجھا پھر مشکلات میں گھر لی گئی، لیڈی ایلون آپ سچ کہتی تھیں میں نے مجھ سچ سے رنگینیت ختم کرنے کا فیصلہ کر کے اپنے لئے مشکلات کا پہاڑ کھڑا کر لیا ہے، موت اور زندگی کی کشمکش میں بے بس مجبور، خوفزدہ بے یار و مددگار کوئی بھی تو نہیں جو مجھے بچا سکے، سیدھا راستہ دکھا سکے، میری مشکلات کو کم کر دے، میں آج اس وقت کتنی اکیلی ہوں کس بے چارگی کی حالت میں اور میرا ابھری دنیا میں کوئی نہیں۔''

''تو بھی نہیں جس کے لئے میں نے سب کچھ چھوڑا دوست، والدین، تعلیم، حتیٰ کہ مذہب تک اور تو نے میرا ہاتھ نہیں پکڑا مجھے اکیلا تنہا چھوڑ دیا، مصائب و آلام کے سپرد کر دیا، مجھے راستوں میں کھڑا کر کے میرے چاروں طرف آگ کر دی ایسی آگ جس نے میرا حوصلہ شل کر دیا، میرے اعصاب درد سے پر کر دیے اور مجھے موت کے شدید ترین خوف کے حوالے کر دیا تو نے یہ سب میرے ساتھ کیا میں جو تیری متلاشی تھی میں نے جو بڑے خلوص و جذب اور پختہ ارادہ لے کر دنیا سے منہ موڑ کر تیرے لئے قدم اٹھا رہی تھی اور تو نے میری تلاش میرے وجود کو عبرت کے اس خوفناک مقام پہ پہنچا دیا، یہاں کیڑے مکوڑے میرے وجود پہ دوڑتے کاٹتے پھرتے ہیں، میں رسیوں میں بندھی اکڑی ان زہریلے کیڑوں کی خوراک بن رہی ہوں، تو میری تکلیف، بے بسی اور آنسوؤں سے واقف ہے مجھے اس اذیت کے حوالے کرتے ہوئے کیا تجھے بالکل ترس نہیں آیا کیوں آخر کیوں؟ دنیا میں ہر انسان کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے میری زندگی کا مقصد یہی تھا کہ میں اس ویران جنگل بیابان میں تکلیف سہتے بے بسی کی حالت میں کیڑوں کا رزق بنتے مروں۔'' وہ اپنے آنسوؤں کو لٹاتے زمین و آسمان کے مالک سے شکوہ کناں تھی اور درد کی ٹیسیں پورے جسم میں اٹھ رہی تھیں سردی کی شدت سے جسم سن حواس ٹھٹھر رہے تھے۔

''میں لاکھ بری سہی پر اتنی بری تو نہ تھی کہ اس طرح سسک سسک کے مرتی ایسا خوف دیکھتی کہ میرے چاروں طرف موت رقص کرتی وحشت ناچتی میں ایسا ڈر محسوس کرتی سانس تک لینا مشکل ہوتا، بلاشبہ میں نے اپنی زندگی میں بہت غلطیاں کی ہیں جانے انجانے بہت سے لوگوں کا دل دکھایا ہو گا جسے نیکی گردانا جا سکے وہ شاید میرے دامن میں چند ایک بھلائیاں ہوں انہی میں سے کسی ایک بھلائی کے صدقے، جسے تو بھلائی سمجھے مجھے بخش دے، معاف کر دے اس خوف کے عالم سے رہائی دے دے۔''

''تیرے کرم نے دنیا بنائی کائنات کے اسرار و رموز پیدا کیے نیکی بدی کے معیارات کو وضع کیا تو جو بھی ہے مسیح اللہ، خداوند خدا، بھگوان، اللہ یا کوئی اور نام معزز برتر رکھنے والا مجھے نجات دے بچا لے میں وعدہ کرتی ہوں میں آئندہ بھی احمقانہ کوشش نہیں کروں گی، کبھی کسی کے مذہبی معیارات یا دینی میلان کو جانچنے کا بیوقوفانہ کام نہیں کروں گی مگر ایک بار صرف ایک بار تو مجھے رہائی دے دے۔'' انتہائی دہشت کی گرفت میں لپٹے اذیت سہتے اس نے اپنے دل اور روح کی تمام تر گہرائیوں سے اس غائبانہ ہستی کو پکارا تھا جو جاندار اور بے جان شے کو بنانے والی تھی۔

''اے لوگوں کو موت و حیات عطا کرنے والی پاک و برتر ہستی میری مدد کر۔'' اس کا سر قدرے جھکا تھا کھلے بال رخساروں کے گرد جھولتے آنسوؤں کی نمی سے نم ہو رہے تھے گئی گھنٹوں سے بندھے ہونے کی وجہ سے رگوں میں کھنچاؤ اور جسم میں تناؤ تھا، سردی سے اعصاب سن اور حواس مفلوج سے تھے وہ بے بسی اور خوف کی انتہا پر تھی اسے ایک عرصے تک تواتر سے نظر آنے والے خوابوں کا سلسلہ حقیقت بنتا دکھائی دے رہا تھا وہ اسی خواب کے منظر میں پھنسی تھی مدد کی خواستگار، آنسوؤں سے لبریز آنکھیں، خشک ہوتا گلا، موت کے شکنجے میں اذیت و تکلیف کی دہلیز پر زندگی سے دور ہوتی سانسیں۔

''کون ہے آج اس وقت میرا؟ کون مجھے موت کے پنجے سے چھڑا کے زندگی کی نوید بخشے گا؟ کوئی نہیں، کوئی نہیں۔'' اس نے آنکھیں سختی سے میچ کر جیسے اپنے آپ کو موت کے سپرد کر دیا، اپنے اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیے اور ذہن سے ہر احساس کو جھٹک دیا تھا۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر

اللہ اکبر، اللہ اکبر

تازگی، نور اور روشنی کا احساس دلاتی وہی خوش کن پکار اس کی سماعتوں میں گونجی تھی اور ٹھٹھرتے اعصاب جیسے یکایک نوید زیست پانے لگے اس نے اپنے اندر اک جذبہ ابھرتا محسوس کیا تھا، زندگی کو پھر سے پانے کا جذبہ، ابھی کوئی ہے جو اسے تقویت دے رہا ہے زندگی بخشنا چاہتا ہے، یہ احساس ہوتے ہی اس نے اک اور اٹل کوشش کے ساتھ اپنے جکڑے وجود کو حرکت دی اور اک مدہم آواز اس کے لبوں پہ ابھری تھی۔

اللہ اکبر اللہ اکبر

کہ یک لخت معجزہ ہو گیا رسیاں اپنے آپ کھلنے لگیں اور وہ اس اعصاب شکن قید و معوبت سے آزادی پا گئی جس میں کب سے اذیت سہہ رہی تھی کچھ دیر کو تو اسے یقین نہ آیا کہ وہ آزاد ہے اپنے بازوؤں کو ہلا کے اس آزادی کو حقیقت میں محسوس کرنا چاہا تو درد کی شدید لہریں پورے وجود میں سرایت کر گئیں، مسلسل کتنے گھنٹے ایک ہی پوزیشن میں لگاتار بندھے رہنے کی وجہ سے اس کا وجود شدید اکڑاؤ اور اینٹھن کا شکار تھا وہ اپنے بازوؤں اور ٹانگوں کو درست طور پر حرکت دینے یا اٹھنے کے قابل نہ تھی، مگر اسے اٹھنا تھا، وہ زندگی پا چکی تھی اب اس کو قائم رکھنے کے لئے جلد سے جلد خوف کے اس ماحول سے دور چلی جانا چاہتی تھی۔

اپنی بے جان ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے گرتے پڑتے اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر وہ ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ پھر سے اوندھے منہ زمین پہ آ رہی تھی چند پل اسی پوزیشن میں پڑے رہنے کے بعد اس نے پہلے والے خوف کے زیر اثر اپنے اندر زندگی کی بچی کچی رمق کو کھینچتے ہوئے بڑی مشکل سے خود کو کھڑا کر لیا، آنکھیں کھول کے تاریکی سے مانوس ہوتی اک نامعلوم انجان راہ پہ قدم رکھ دیا، چھوٹے چھوٹے پتھروں سے پر یہ راستہ بار بار ٹھوکریں لگا تا اسے گرا رہا تھا، اس کی کہنیوں گھٹنوں ماتھے سے خون بہنے لگا تھا مگر اسے پرواہ نہ تھی وہ کسی نہ کسی طرح اس وحشت بھرے ماحول سے دور ہونا چاہتی تھی، جلد سے جلد قدم اٹھاتی کسی شہری آبادی کے نزدیک جانا چاہتی تھی مگر راستہ تھا کہ ختم ہونے کا نام نہ لے رہا تھا اور جینے کا جذبہ تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔

رات کی خوفزدہ کر دینے والی تاریکی ہلکے آسمانی اجالے سے مانوس ہونے کا لمحہ پا رہی تھی جب وہ شفاف چوڑی سڑک پہ پہنچی اور چند قدم چلنے کے بعد اس کے سب حوصلے ساتھ چھوڑ گئے

بہت کوشش کے باوجود حرکت کرنے کے قابل نہ ہو سکی تو اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے نیچے بیٹھ کر سجدے کی حالت میں اوندھے منہ گر پڑی۔

☆☆☆

وہ ہاسپٹل سے گھر آ چکی تھی اس کا زخم ٹھیک تھا معمولی درد کی ٹیسیں اٹھتی رہتی تھیں جن کی اذیت امی کو زنجیر میں بندھے دیکھ کر بڑھ جاتی تھی، کچھ بھی تھا مگر وہ تھیں تو ماں اور ان کی یہ حالت اسے اپنے حالات سے کچھ اور شاکی اور باغی کر دیتی۔

''شہباز تم نے امی کو ایسے نہیں رکھنا تھا بیمار ہیں پہلے ہمت کھو چکی ہیں یہ سلوک وہ کیا سوچیں گی۔'' اس نے کہا تھا۔

''سوری ربیا آپی! اچھا تو مجھے بھی نہیں لگا مگر خالہ جان، دہاج بھائی کا یہی مشورہ تھا ورنہ محلہ والے تو امی کو مینٹل ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرانے کا کہہ رہے تھے، کم از کم اس طرح وہ ہماری نظروں کے سامنے تو رہیں گی۔''

''ایک تو یہ دنیا والوں کو بہت ہمدردی ہو جاتی ہے، اس موقعوں پر کسی نے یہ تو نہیں کہا ہو گا کہ ہم پیسے دیتے ہیں علاج کے لئے ہاں یہ جعلی ہمدردی و مفت مشورہ ضرور کریں گے۔'' اریبہ کچھ تلخی سے بولی۔

''بس آپا یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج ایسے ہی موقعوں پر کھلتا ہے۔'' شہباز دکھ سے بولا۔

''مجھے تو زاہدہ پھپھو کے رویے سے حیرت اور دکھ ہو رہا ہے غیر تو غیر ہیں اپنے ان سے بھی بڑھ کر ہیں زخم لگانے میں۔'' ربیعہ بولی۔

''یہ تو پھوپی ہیں ربیعہ، ان کی کدورت اب نہ نکلے گی تو کب نکالیں گی مہناز آپی اور شہناز آپی سگی بہنیں ہو کر کیا کچھ نہ کہہ گئیں۔'' اس کے لہجے اور آنکھوں میں ایک ساتھ نمی اتری۔

''سب بھول جائیں بس یہ سوچیں کہ ہم اب اکیلے ہیں اور اپنی زندگی کا بوجھ ہم کو اکیلے ہی اٹھانا ہے کوئی ہمارے دکھ بانٹنے کبھی دور نزدیک سے نہیں آئے گا یہ دکھ ہی کو جھیلنے ہیں چاہے ہمت ہو کر نہ ہو۔'' کسی گہری سوچ میں گم جویریہ نے سر اٹھا کر کہا تھا اور وہ کتنی دیر اسے دیکھے گئی وقت کتنا بے رحم تھا، وقت سے کتنا پہلے ہم سب کو باشعور کر دیا۔

''ہاں، شاید اسی کا نام زندگی ہے۔'' اس نے سرد آہ بھری اور کچھ چونکتے ہوئے پوچھا تھا۔

''یہ ٹیوشن والے بچے نہیں آئے کیا ٹائمنگ چینج کر دی ہے؟''

''ٹیوشن کی کیا ٹائمنگ چینج نہیں کی بلکہ ہماری قسمت کی ٹائمنگ نے پلٹا کھایا ہے، بچے چھٹی کر گئے ہیں۔'' ربیعہ تلخی سے بولی۔

''کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔'' وہ یکدم سے سیدھی ہوئی۔

''بس ہر بچے کی ماں کو کوئی نہ کوئی بہانہ مل گیا کسی کو فیس زیادہ محسوس ہوئی، کسی کو ہمارا پڑھائی کا طریقہ پسند نہ تھا اور کوئی بچے کی موجود کارکردگی کے ساتھ ہماری دی جانے والی تعلیم سے نامطمئن ایک ایک کر کے سب چھوڑ گئے۔'' جویریہ نے بتا دیا۔

''اوہ گاڈ! یہ سب کو یکدم ہی کچھ نہ کچھ ہو گیا سال بھر سے تو اچھا بھلا پڑھ رہے تھے اور ہم تو ٹیوشن فیس بھی بڑی مناسب لیتے تھے۔'' اریبہ نے کہا۔

''تعلیمی سال کا آخر ہے ایگزامز نزدیک ہیں یہ دو ماہ بطور رشوت کلاس ٹیچرز کو زیادہ فیس

دے دیں گے بس اتنی بات ہے ہماری آئندہ نسلوں کی محافظ ماؤں کے ذہنی زوال کی داستان اور کچھ نہیں۔'' ربیعہ تاسف سے بولی۔

''کوئی بات نہیں دینے والی اللہ کی ذات ہے جو دے دے کر بھولے بندوں کے ہاتھ کچھ نہیں یہ بھی شکر ہے ورنہ روئے زمین پر بسنے والے آدھے سے زیادہ انسان بھوکے مرتے اور رزق کی تقسیم انسانوں کے ہاتھ آ جاتی کوئی کسی کو کھانے نہ دیتا رازق اللہ ہے دینا والے اپنے ہاتھ اپنے اختیار کی بند کر سکتے ہیں، جو اللہ دیتا ہے اسے ساری دنیا بھی چاہے تو بند نہیں کر سکتی سوائے اس رحمن الرحیم کی منشاء و مرضی کے۔'' شہباز بولا تھا۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ بھی سچ کہا ہے کسی نے کہ مصیبت جب بھی آتی ہے اکیلی نہیں آتی اپنے ساتھ ڈھیروں مشکلات لے کر آتی ہے اور ہمارے ہاں تو لگتا ہے جیسے مصیبت کی تسبیح چھوٹ کر گری ہے یکے بعد دیگرے دانے گر رہے ہیں اب مشکلات کے۔'' اریبہ بہت مایوس کن لہجہ میں بولی۔

''ربیا آپی ان حالات میں سب سے بڑی مشکل تو ہمارے روزمرہ اخراجات ہیں ہمارے گھریلو حالات ہیں خالہ جان اور دہاج بھائی اکثر سودا سلف کے ساتھ روپوں سے بھی مدد کرتے رہتے ہیں مگر امی کی بیماری دواؤں کا خرچہ بہت ہے، خواہ اپنے ہیں وہ کب تک یوں ہمدردی کریں گے؟'' جویریہ آہستگی سے بولی۔

''ہاں یہ ایک اور پرابلم ہے خیر میں سوچتی ہوں خالی گریجویشن کی ڈگری کیا ملازمت دے سکتی ہے یہ پرائیویٹ سکولز والے تو ہزار دو سے زیادہ نہیں دیتے اور کھینچ تان کے بھی ان میں تو بجلی کا بل ہی جائے گا کھانا پینا تمہارے کالج کی فیس خرچہ۔'' وہ ایک اور پریشانی میں گھر گئی۔

''آپی میں کچھ کہوں اگر آپ سننا چاہیں۔'' شہباز کچھ جھجکتے ہوئے بولا تھا۔

''کہو، کیا کہنا ہے۔'' وہ گہرا سانس لے کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''دیکھیں آپی اگر میں کوئی چھوٹا موٹا کام کر لوں کسی سیلزمین کے طور پر یا کہیں ہیلپر۔''

''نہیں، کبھی نہیں، میرے معصوم بھائی ابھی تو بہت چھوٹے ہو ابھی تو تمہارا شناختی کارڈ تک نہیں بنا محض میٹرک کے سٹوڈنٹ ہو کون دے گا تمہیں نوکری اور ویسے بھی تم صرف تعلیم پہ توجہ دو اپنے کیریئر کو مضبوط بنیاد فراہم کرو ابوای کی خواہش کے مطابق تمہیں بہت سا پڑھ لکھ کر بڑا آفیسر بننا ہے ایک شاندار لائف گزارنی ہے میں تمہیں پڑھائی چھوڑ کر ایسے فضول کاموں پر لگنے ہرگز اجازت نہیں دے سکتی۔'' وہ حد درجہ سنجیدگی سے بولی۔

''مگر ربیا آپی میں ساتھ پڑھتا بھی رہوں گا دہاج بھائی بھی تو تھے وہ تعلیم کے ساتھ اور بعد میں اپنے گھر کی خاطر سب معمولی کام کرتے رہے۔''

''شہباز وہ دہاج تھا جس کے گھر والوں کو صرف اس کی ذات سے روپے تک غرض تھی ہمیں تمہارا مستقبل عزیز ہے ہم اپنی بھوک اور ضروریات پر تمہیں قربان نہیں کر سکتے تمہاری خواہشات اور مقاصد اپنے مجبور دلوں کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتے تم بس اپنے اسٹڈیز کیریئر پر توجہ دو باقی ہر شے کو ذہن سے جھٹک دو، کم از کم میرے ہوتے تمہیں کوئی فکر اپنے ذہن پہ سوار کرنے کی ضروری نہیں۔'' وہ بہت سنجیدہ لب و لہجہ میں کہتی گئی۔

''مگر آپی آپ اکیلی اس معاشرے میں کیا کر سکیں گی۔''

"یہ سوچنا میرا کام ہے تمہارا نہیں، جاؤ شاباش، تم پڑھو بلکہ یہ تو تمہاری اکیڈمی ٹائمنگ ہے۔"

"میں نے اکیڈمی جانا چھوڑ دیا ہے۔" وہ کچھ سستی سے بولا۔

"اکیڈمی جانا چھوڑ دیا مگر کیوں؟ ایگزامز سر پر ہیں پورے دس سال کی محنت کا نچوڑ ہے یہ دن تمہارے لئے آئندہ مستقبل کے لئے بہت اہم ہیں، میں جتنا تمہاری فکر میں گھلتی ہوں تم اسی قدر اپنے آپ سے لاپرواہ ہو۔" اس کی آواز میں غم وغصہ کے ساتھ نمی در آئی۔

"آپی بات لاپرواہی کی نہیں، پیسے کی ہے، میری دو ماہ کی فیس رہتی ہے دینے والی، سر روز تقاضا کرتے ہیں اور انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ پہلے اگلی فیس دو پھر مزید پڑھنا۔" شہباز نے دھیم الفاظ میں اپنی مجبوری بتا دی اور وہ بالکل خاموش سپاٹ چہرے کے ساتھ کتنی دیر اسے دیکھتی رہ گئی، پھر بہت نامحسوس طور پر اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے جانے مقدر کی حرماں نصیبی پر خود کو ملنے والی قسمت کی کم آمیزی پر یا دکھوں مشکلات کی کسمن گھیری میں خود کو اکیلا بے حد تنہا سمجھے جانے پر، کون جانتا تھا کچھ دن پہلے بہاررت کی ادھ کھلی کلیوں سے دامن بھرنے والی یہ لڑکی انہی کلیوں کے سوگ میں ماتم کر کے گی اور اس وقت بہت زیادہ اپنا لگنے والا کوئی ہمدرد پاس ہو گا نہ نزدیک۔

☆☆☆

پرنس بوتیک کے ہیڈ آفس میں وہ داخل ہوئی تو سعدیہ بڑے مگن انداز میں اپنی کسی کلائنٹ سے مصروف گفتگو تھی اور کلائنٹ کا حلیہ بتا رہا تھا کہ خاصی تگڑی اسامی ہے، صبا کو کلاس ڈور سے اندر داخل ہوتے دیکھ کر سعدیہ کے ہونٹوں پہ خیر مقدمی مسکراہٹ نے چھب دکھائی مگر صبا دایاں ہاتھ جھلاتی اسے کلائنٹ سے نپٹنے کا ٹائم دیتی بوتیک کے ورک سیکشن کی جانب بڑھ گئی۔

"صبا کم ان یار بہت مشکل مرحلہ ہے یہ بھی کلائنٹ کو مطمئن کرنا اور اگر کلائنٹ اتنے دلچسپ قسم کے ہوتے ہیں ہر چیز کو بہت باریک بینی سے دیکھنا، بہترین میٹریل، گارنٹی شدہ کپڑے میں بھی نقص تلاش کرنا۔" سعدیہ بہت تھکے تھکے انداز میں بولی تھی۔

"تو ٹھیک ہے یار جب وہ پندرہ بیس ہزار کا سوٹ خریدیں تو اتنی پوچھ تاچھ تو پھر ان کا حق ہے۔" صبا نے اطمینان سے کہا۔

اتنی مین میخ بھی بعض اوقات موڈ آف کر دیتی ہے مگر یہ پبلک ریلیشنز آفیسر جیسی جاب جو ہر وقت ہونٹوں پہ مسکراہٹ چہرے اور رویے میں خوش اخلاقی سجائے رکھنے پہ مجبور کرتی ہے، سچ پوچھو تو مجھے صرف وہ کلائنٹس اچھی لگتی ہیں جو صرف یہ پوچھتی ہیں آ کر کہ "آپ کی بوتیک پہ سب سے مہنگا ڈریس کون سا ہے اور انہیں تین ہزار کا سوٹ بھی بیس ہزار کا کہہ کر دیدو تو وہ لمحہ ضائع کیے بغیر خرید لیں گی۔"

"ہوں، تو منافع بھی بہت ہے۔" صبا نے کچھ حیرت سے کہا۔

"ایسا ویسا سمجھو سونا ہی سونا ہے وہ بھی خالص مگر خالص کو پانے کے لئے بھی ذرا زیرک اور ہوشیار بننا پڑتا ہے۔"

"اور وہ ماشاءاللہ تم شروع سے ہو۔" صبا نے یخ کوک کا گھونٹ بھر کے آرام سے کہا۔

"ہائے داد ے یہ تعریف ہے یا طنز۔" سعدیہ نے گھورا۔

"طنز وہ بھی تم پہ ہماری مجال کہاں اور تعریف تو اس خدا کی جس نے تمہیں بنایا اوپر سے نرم سبک رو اندر سے سخت اور پتھر دل کہ موم جیسے جذبوں والے لوگ سر ٹکرا کے ہار جاتے ہیں مگر پتھر نہ ٹوٹتا ہے نہ پگھلتا ہے۔"

"شٹ اپ۔" سعدیہ نے خفگی وغصہ کے مصنوعی تاثر کو جھاڑا۔

"یہ بڑا پرابلم ہے کہ تم درست اور سچ بات کو سننا ہی نہیں چاہتیں خیر کب تک جفاؤں سے کام لو گے۔" وہ گنگنانے لگی۔

"تم صرف یہ فضولیات میں سر کھپانے آئی ہو یا کوئی کام ہے۔" سعدیہ نے چڑ کر کہا۔

"کام کیا دوستوں سے صرف کام سے ملا جا سکتا ہے۔" صبا نے بھنویں اچکائیں۔

"کم از کم مجھ سے تو صرف کام سے کیونکہ میں ایک ورکنگ لیڈی ہوں تمہاری طرح ویلی نہیں بیٹھی گدھے گھوڑے بیچ کر کہ جدھر کو دیکھا منہ اٹھا کے چل دیے۔"

"ہائے طعنہ، نشتر زنی، دنیا تو بیوفا تھی یہ تم کو ہوا کیا۔" وہ غمناک آواز میں بولی، بلکہ سروں میں بولی تو سعدیہ نے زیر لب تبسم کچلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا کاروبار خراب نہ کرو لوگ سمجھیں گے شاید میں نے بوتیک چھوڑ کر بھانڈ خانہ کھول لیا ہے۔"

"ہائے خانہ خراب یہ بات کہہ کر تم نے ہمارے دل پہ چوٹ لگائی ہے اب ہم تم کو کاروبار میں آ کر دکھائے گا بلکہ کاروبار چمکا کر دکھائے گا، پھر دیکھنا منہ اٹھا اٹھا کر جب ہر جگہ صبا گارمنٹس کے جھنڈے لگے ہونگے۔"

"بس، بس زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ بتاؤ کل آ سکتی ہو۔"

"کس خوشی میں۔"

"یونہی ذرا آؤٹنگ کا موڈ ہو رہا ہے کئی دنوں سے دونوں چلیں گے۔"

"تو دونوں جاؤ مجھے کباب میں ہڈی بننے کا کوئی شوق نہیں۔"

"دونوں سے میری مراد تم اور میں ہیں۔" وہ لفظ چبا چبا کر بولی۔

"اچھا، اچھا تم اور میں ٹھیک ہے پہلے ایک مسئلہ حل کرو، یار میں سوچ رہی ہوں کچھ نہ کرنے سے بہتر ہے میں کچھ کر لوں۔"

"مثلاً کیا کرنا چاہتی ہو۔" سعدیہ نے ناسمجھی کے عالم میں دیکھا۔

"کوئی اچھا امیر وکبیر ہینڈسم بندہ۔" وہ آرام سے بولی۔

"وہاٹ، یہ کیا جواب ہے۔" سعدیہ نے اسے خفگی سے دیکھا۔

"بہت بدھو ہوا اتنا سیدھا سادہ جواب ہے کہ بندی شادی کا سوال دست دراز کر رہی ہے۔"

"شادی، دماغ درست ہے۔" وہ اچھلی۔

"سو فیصد اسی لئے تو کوئی خوبرو چمکتی کالی گاڑی والا بندہ ڈھونڈ رہی ہوں مگر اچھے ہینڈسم لوگ جانے کہاں چھپ بیٹھے ہیں، تم مدد کرو ناں اتنا بڑا بزنس ہے انکل اور شہریار بھائی کا اتنے نوجوان نظر سے گزرتے ہونگے ایک میرے لئے بھی بک کروا دو۔" وہ حسرت آمیز بچی انداز میں بولی تو سعدیہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

"تمہاری انفارمیشن میں اضافہ کے لئے اطلاع ہے کہ تمہارے پاپا کا بزنس بھی بہت پھیلا

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوا ہے اور سینکڑوں اچھے لوگ وہاں بھی موجود ہیں کسی دن چکر لگا لو کوئی آنکھ کا اندھا تم سے بھی ٹکرا جائے گا۔"

"ہاہ پاپا بہت کنزرویٹو ہیں بیٹی کا آفس آنا انہیں بالکل گوارہ نہیں اور جو اچھا بندہ رینج میں تھا وہ تم نے نام کرالیا دوسرا بھگا دیا، اب میرے لئے چاروں طرف انگور کھٹے ہی کھٹے ہیں۔" وہ آہ بھر کر بولی۔

"انگور میٹھے ہو سکتے ہیں اگر تم ذرا ہاتھ پیر ہلا لو۔" وہ متبسم انداز میں بولی۔

"ہاؤ ریئلی مگر کیسے؟" صبا فوراً سیدھی ہو بیٹھی۔

"ایسے کہ میرے نام ہونے والا بندہ ابھی تک میرے دل کے تار ہلا نہیں پایا اور مستقل قریب میں ایسا امکان بھی نہیں اور بھاگنے والا تمہارے پاپا کی کمپنی میں برانچ آفیسر برائے پبلک ریلیشنز کے طور پر اپائنٹ ہو چکا ہے سو تم دونوں جگہ کوشش کر سکتی ہو جہاں کلیو کلک کر گیا شادیانے بجوا لینا۔" سعدیہ بہت آرام سے بولی۔

"اوہ نو۔" صبا قدرے اچھل کر کھڑی ہوئی۔

"تم سچ کہہ رہی ہو، واقعی وہ بہت کوالیفائیڈ جینیس اور خوبرو بندہ جسے تم نے اور کوالیفائیڈ ہونے کی وجہ سے ریجیکٹ کر دیا تھا پاپا کی کمپنی میں آ چکا ہے۔"

"ظاہر ہے آیا ہے تو تمہیں بتایا ہے جھوٹ بولنے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔"

"پر بندہ جینیس اور ہینڈسم تو ہے مگر غریب بھی بہت ہے۔"

"ذرہ نصیب منہ جو بات سب سے پہلے بتانے والی تھی وہ سب سے آخر میں بتائی۔"

"کیوں غربت کا سن کر جذبوں پر اوس پڑ گئی۔"

"ایسی ویسی بھی میں کوئی فلم کی ہیروئین نہیں کہ محبت کے صدقے واری جاتی جو ہے جیسا ہے کی بنیاد پہ سب قبول کر لوں، بندہ امیر ہونا چاہیے کیونکہ جس عیش و آرام سے میں نے زندگی گزاری ہے اسے ترک نہیں کر سکتی۔"

"بندہ تو ہے ناں امیر تم کر لینا آخر اتنی بڑی جائیداد کی اکلوتی وارث ہو شوہر کو حصہ دار بنا لینا۔" سعدیہ ہنس کر بولی۔

"خوامخواہ حصہ دار بنا لوں خدا زندگی دے میرے دو عدد بھائی ہیں جو اسی سال تعلیم مکمل کر کے پاکستان آئیں گے سب سنبھال لیں گے۔"

"اکلوتی بیٹی ہونے کے ناطے تمہارا بھی بڑا حصہ بنے گا۔"

"تو اسے غریبوں میں بانٹنا شروع کر دوں، خوامخواہ میں تو کوئی بڑے بینک بیلنس والا بندہ ڈھونڈ کے اسے مزید بڑھاؤں گی۔"

"تو جاؤ بڑھاؤ میرا وقت ضائع نہ کرو مجھے بہت کام ہے۔" سعدیہ نے ہاتھ جوڑے۔

"اچھے لوگوں کی زمانہ شروع سے قدر نہیں کرتا، تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں، قصور تو اس کا ہے جو تم میں ہے اور ظاہر نہیں ہو رہا۔" صبا آنکھ دبا کر بولی۔

"تم بدتمیز بچو گی نہیں آج مجھ سے۔" سعدیہ نے جھنجھلا کر اس کا گلا پکڑا تو وہ ہنستی ہوئی اسے اور چڑانے لگی۔

☆☆☆

"اگر تم ناشتے کے برتن صبح ہی دھو دیتیں تو اتنا انبار تو نہ جمع ہوتا مگر دھوتی کیوں؟ ٹی وی لگا ہوتو بھلا اور کچھ نظر آتا ہے، اس رنگین دنیا سے باہر نکلو زندگی میں آگے جا کر یہ ٹی وی پروگرامز تمہارا ساتھ نہیں دیں گے بلکہ اپنے ہاتھ پیر ہلانے پڑیں گے۔" ہما تیز لہجے میں بولتی آمنہ کے سر پر آ کھڑی ہوئی۔

"اوفوہ آپی اگر کبھی بھول کر میں دیکھ لوں آپ بھی امی کی طرح پیچھے پڑ جاتی ہیں، برتن ہیں کتنے میں ابھی دھو لوں گی۔" آمنہ نے چینل چینج کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تو اٹھو دھولو، انزلہ آپی آ رہی ہیں راحیل بھائی بھی ساتھ ہونگے اور کچن ابھی تک صاف نہیں ہوا، میں ذرا پائپ لگا کر صحن دھو لوں تم کچن چمکا دو، یہ امی اور حسن مارکیٹ گفٹ لینے گئی ہیں میں انہیں موبائل پہ میسج دوں آتے ہوئے کچھ کھانے کو پکانے کو لیتی آئیں۔"

"آپی فریج میں قیمہ پڑا ہوا تو ہے قیمہ مٹر پکا لیں گے ساتھ پلاؤ اور دہی کا رائتہ۔" آمنہ نے جھٹ کہا۔

"ہوں مشورہ تو اچھا ہے ٹرائی کر لیتے ہیں مگر ٹی وی چھوڑ دو ناں قسم سے کوئی فائدہ نہیں تمہارا گھر رہ کے بھی کچھ نہیں کرتیں نہ اسٹڈیز نہ کام، مجھے تو اتنا فکر ہے جانے ایگزام کیسے دو گی کتاب کے بجائے ہر وقت تمہارے ہاتھ میں ریموٹ ہوتا ہے۔" ہما تشویش سے بولی۔

"ارے ایگزامز کی فکر نہ کریں میں بنا پڑھے بھی پوزیشن لا سکتی ہوں کیونکہ کتابیں سمجھ کر ذہن نشین کیا ہوا ہے کوئی رٹے لگا کر نہیں پڑھا۔" آمنہ آرام سے بولی۔

"یہ تو اگلے ہفتے پتا چل جائے گا جب پیپرز اسٹارٹ ہونگے اور ایک بات سن لو، ٹی وی اب چھوڑ دو پڑھائی کو فل ٹائم دو یہ وقت قیمتی ہے پورے دس سال کی محنت ہے اسے ضائع نہ کرو کیونکہ گزرا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔"

"اوکے میڈم، اب اجازت ہو تو برتن دھو لوں۔"

"نیکی اور پوچھ پوچھ بسم اللہ کرو۔" ہما ہنسی۔

"اُف اتنی مہنگائی ہے کہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگتا سارے شہر کے گفٹ سینٹرز گھوم پھر کے آخر یہ ٹیبل لیمپ لیا ہے۔" حسن اندر آتے ہوئے بولی۔

"اور یہ بھی پورے ساڑھے چار سو کا ہے کہا بھی تھا آرام سے پانچ سو دے دو اب یہ گفٹ پہ جو رقم لگی وہ علیحدہ جو سلامی دیں گے وہ الگ۔" رشیدہ کچھ غصہ سے بولیں۔

"اور پھر حاجرہ نے بھی انزلہ آپی کی شادی پہ ہاٹ پاٹ کا بہت قیمتی تھری پیس سیٹ دیا تھا جو دو ہزار سے کم کا نہ تھا، ہم ویسا قیمتی نہ سہی اپنی گنجائش کے مطابق جتنا دے سکتا ہیں وہ تو دیں، ویسے بھی تحفہ دینا وہ بھی شادی کے موقعہ پر سنت ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو مگر بیٹی تمہیں پتا ہے تمہاری خالہ کی بیماری ان کے گھر کا خرچہ فی الحال یہ ہم کر رہے ہیں وہاج دو گھروں کا بوجھ اٹھائے کتنا ہلکان اور کمزور ہو گیا ہے اوپر سے یہ خرچ میں نے یہ دو ہزار روپیہ تمہاری خالہ کی دوا کے لئے رکھا تھا جو لگ گیا۔" رشیدہ متاسف سے بولیں۔

"کوئی بات نہیں اللہ پر توکل رکھیں وہ سب کرنے والا ہے اتنے مخدوش حالات میں حوصلہ نہ ہارا تو اب یہ مشکل تو آٹے میں نمک کے برابر ہے۔" ہما نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔

"اچھا اللہ مسبب الاسباب ہے اچھا کرے گا تم یہ گفٹ سنبھالو اور یہ نمکو کوک بسکٹ گوشت

سنبھالو بلکہ ہانڈی چڑھا لو وہ لوگ تو آتے ہونگے۔" رشیدہ بولیں۔

"شادی کا فنکشن تو نائیٹ ٹائم ہے اور جانا تو سیدھا میرج ہال ہے بھائی کے ساتھ چلیں گے۔" ثمن نے ہما کو پرخیال نگاہوں سے دیکھا۔

"بھائی کے ساتھ جانا اور پورے دس بجے واپس آنا ہے یہ یاد رکھنا۔" رشیدہ نے یاد دہانی کروائی۔

"امی یہ امیر لوگوں کے فنکشن دس بجے تو شروع ہوتے ہیں اتنا جلدی کیسے آیا جائے گا۔" ثمن نے کچھ بے بسی سے دیکھا۔

"امیر لوگوں کے رواج امیروں کے ساتھ رہنے دو ہم لوگوں کی اوقات وعزت خودداری و غریبی میں ہے اور ہم بچیوں کا رات کو کسی صورت باہر رہنا افورڈ نہیں کر سکتے خواہ وہ شادی کا فنکشن ہو۔" رشیدہ سخت لہجہ میں بولیں اور اولاد کی تربیت کے معاملہ میں وہ ابھی تک سخت ہو جایا کرتی تھیں۔

"انزلہ آپی بتا رہی تھیں بہت جہیز قیمتی گاڑی گھر تک دے رہے ہیں ماجرہ کو ان کے والدین۔" ہما نے کہا۔

"ہاں انزلہ ان کے محلے میں ہے سب پتا ہوگا پھر پیسے والے لوگ ہیں ایک کیا دس گھر دے سکتے ہیں ایسے لوگوں نے تو ٹرک بھر بھر کے جہیز کے غریبوں کی بیٹیوں کا راستہ کھوٹا کر دیا ہے لوگ اب صورت سیرت کو نجابت وشرافت کو نہیں دولت وحیثیت اور ساز وسامان کو دیکھ کر نقلی والیوں کو بھی بیاہ لیتے ہیں اور خوبصورت سلیقہ شعار نیک لڑکیاں صرف جہیز نہ ہونے کی وجہ سے گھروں میں بیٹھی بال چاندی کر لیتی ہیں۔" رشیدہ سرد آہ بھر کر بولیں۔

"یہ جہیز زیادہ جہیز کا فیشن بھی ایک لعنت ہے جیسے پولیو، ہیپاٹائٹس، سرطان، ذیابیطس اور دیگر بیماریوں کے خلاف آگہی مہم چلائی جاتی ہے اس کے خلاف بھی چلائی جانی چاہیے اس کا علاج بھی ضروری ہے۔" ہما بولی۔

"مگر پہلا قدم کون بڑھائے تب تو ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس ڈور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں ایک شخص بیٹی کو دس تولہ سونا ساس نندوں کو سونے کی بالیاں دے رہا ہے تو دوسرا کار، گھر، لاکھوں کا کیش، تیسرا ہیرون ملک سیٹل ہونے کے ٹکٹ اخراجات اور چوتھا جو سب دیکھ رہا ہے وہ اپنی ناک اونچی رکھنے کو قرضہ اٹھا کے کرے گھر بیچے یا کچھ اور مگر یہ سب یا اس کے نصف میں کرنے کی تگ ودو ضرور کرتا ہے۔" ثمن تلخی سے بولیں۔

"حالانکہ دیکھا جائے تو ایک سادہ روز مرہ کا معمولی ساز وسامان دینا ایک سنت نبویؐ ہے ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرہ کو بیاہا تو انہیں جو سامان دیا وہ ایک مصری گدیلہ (بچھونا)، ایک چمڑے کا گدیلہ (بچھونا) اور چند مٹی کے برتن تھے، کیا ان کی بیٹی جو جنت میں عورتوں کی سردار اور کائنات کے والی کی شہزادی تھیں اگر زیادہ قیمتی برتن، ساز وسامان، دینا افضل ہوتا تو پہل انہی سے نہ ہوتی اور کیا ہم اتنے گناہ گار ہوتے ان سے برتری حاصل کرنے کی جسارت کر رہے ہیں جبکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سادگی کا اہتمام کیا اور ہم ظاہری نمود نمائش میں پڑ کے خود اپنے اور اپنے جیسے ہم نفسوں کے لئے کانٹے بو رہے ہیں جبکہ ہم ہرگز بھی کسی شمار میں نہیں پھر بھی لاکھوں کا مہر بندھوا رہے ہیں یا

مہر کے نام پر پراپرٹی لکھوا رہے ہیں شرعی احکام وقوانین کو صاف نظر انداز کر دیتے ہیں، جبکہ حق مہر کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر پر خود کسی عورت سے نکاح کیا، یا اپنی لڑکیوں میں سے کسی کی شادی کی ہو۔"

مگر ہم لوگ ایسے معاملات میں یہاں شرعی احکامات کے نافذ العمل ہونے کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہیں شریعت کو پس پشت ڈال کر دنیاوی رسم ورواج کو اولیت دیتے ہیں اور پھر خود کو چنیدہ امت (چنی ہوئی امت) قرار دیتے ہیں اور ہم جیسے نمائش، فتنہ پرور لوگ ہرگز نہیں اس قابل نہ تھے، رشیدہ بہت جوش سے متاسف لہجے میں بولتی چلی گئیں اور وہ تینوں بہت توجہ وغور سے ان کی باتیں سن رہی تھیں۔

"امی اس معاملے میں تو واقعی سب کوتاہی ذہن وشعور کا مظاہرہ کرتے ہیں، باوجود اس کے یہ باتیں سب کو بالخصوص عورتوں کو لازماً معلوم ہونی چاہیں جیسے آپ ہر مسئلے ہر معاملے میں اسلامی حوالہ جات وقوانین کا سہارا لے کر ہمیں شرعی نقطہ نظر اور درست طریقہ سمجھاتی ہیں کاش سب مائیں یہی سوجھ بوجھ اور شعور رکھیں اپنی اولاد کی تربیت وتعلیم کے متعلق۔" ثمن نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بس ہر کوئی کہیں نہ کہیں اپنے فرض سے غافل ہے اور معاشرتی بگاڑ کا سبب یہ غفلت ہی ہے خیر اللہ سب بہتر کرے گا انسان سب بھول جائے مگر انسانیت نہ بھولے۔" انہوں نے کہا اور وہ قائل ہو کر سر ہلانے لگی۔

☆☆☆

چڑیوں اور پرندوں کی چہکار نے اس کی آنکھوں اور سماعتوں پہ اک ساتھ دستک دی تھی نیند سے بوجھل پلکیں جھپکتے ہوئے اٹھ کر وہ گلاس ونڈو سے بھاری پردہ کھسکا کر شیشے کے ساتھ چہرہ لگا کر باہر دیکھنے لگی، امرود اور آلوچے کے پیڑ ہوا کے شور سے سرسرا رہے تھے اور قسم قسم کے خوبصورت رنگین پھول کھلے مسکراتے اسے صبح اولین کی خوشگوار ساعتوں کا سلام پہنچا رہے تھے، اس نے متبسم انداز میں دلچسپی سے ونڈو کھول کے اک گہری سانس لی تو لان کے گملوں اور کیاریوں میں مہکتے گلاب، چنبیلی اور موتیے کی ادھ کھلی کلیوں نے اپنی خوشبو اس کے ہر سانس میں پہنچا دی، سلیپر پہن کے بڑی آہستگی سے چلتی وہ لان میں آ گئی، موسم کیسا خوبصورت سرد اور ٹھنڈا تھا ساری فضا ایک دلفریب سی سرسراہٹ کے باوجود سوئی سوئی محسوس ہو رہی تھی" اور ایسے موسم میں وہ آ جائے جس سے محبت ہو تو؟" اس کے دل میں خیال سا آیا اور لبوں پہ ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"محبت، بھلا مجھے کس سے محبت ہوتی ہے، زندگی میں شہریار خان کی نرم نگاہوں کے جذبوں کی حدت ہے تو، مگر دھڑکنوں میں کوئی شور برپا نہیں ہوتا اس احساس کے حوالہ سے وہ اک انوکھا اور لطیف جذبہ جو ہر احساس پہ حاوی ہوتا ہے وہ میرے اندر نہیں جاگ نہیں پایا، شاید آئندہ بھی جاگ جائے تو لطافتوں کے حسین موسم کی پذیرائی میرا دل بھی کر دے وگرنہ زندگی یوں بھی گزر رہی ہے۔" اس نے اک گہرا سانس لے کر چنبیلی کا تازہ ادھ کھلا پھول توڑا تھا۔

کلی کو لبوں کے قریب لا کر بہت آہستگی سے چھوا اور مسکرا دی ٹیرس پہ ہاتھ باندھے کھڑے شہریار کی خوشنما نگاہوں نے بغور سعیہ علی خان کا یہ انداز دیکھا اور اپنے اندر اک ہلچل سی محسوس کی وہ چند لمحوں میں سیڑھیاں پھلانگتا اس کے سامنے آ رکا اس کی بند پلکوں کو پھر لبوں کو چومتی تازہ مہکتی

کلی کو دیکھا اس کے قدم دھیرے سے اٹھے اور ہاتھ آگے بڑھا انگشت شہادت نے بڑھ کے سعیہ کے شنگرفی لبوں کو چھولیا نرم ہونٹوں کی ملائمت کو مردانہ لمس کی حدت لگتے ہی سعیہ کے وجود میں قیامتیں سی دوڑ گئی تھیں اس نے تڑپ کر نگاہیں کھولی تو اپنے سامنے کھڑے لمبے چوڑے شخص کو دیکھ کر جیسے ساکت سی رہ گئی کیونکہ اس شخص کے لبوں پہ مسکراہٹ تھی دلکشی سے بھرپور اور نگاہ جذبوں کے جہان سے آباد، وہ جذبے جن کی تپش اس کے دل تک پہنچ رہی تھی مگر دل کا در سختی سے بند تھا۔

"بندشوں کو خوامخواہ خود پہ طاری کرنے سے زندگی کے حقائق سے نظریں نہیں چرائی جاسکتیں حقائق بھی وہ جو مان لینے سے جینے کا راستہ سہل ہوتا ہو اور اپنے آپ سے انحراف کیسا؟ جبکہ اپنے اندر کی آواز سن کر ہی موسم دلپذیر بنتے ہیں۔"

نگاہ خاص سے دیکھتا اس کے ملائم ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں لیتے ہوئے وہ مسکرایا تھا اور وہ بس حیرت میں گنگ کھڑی دیکھ رہی تھی۔

"موسم خوشگوار ہے مگر بے صد سرد بھی اچھا ہے موسم کا یہ حسین نظارہ اپنے گرم بستر پہ نرم لحاف میں لیٹ کر چائے کا کپ پکڑ کے کرو ورنہ شام کو ڈاکٹر کی جیب گرم ہوگی۔" اب وہ اسے اپنے بازو کے حصار میں لئے کمرے کی جانب بڑھنے لگا تھا تو قرب کی حدتوں سے سعیہ کے وجود میں قیامتیں اٹھنے لگیں قدم بوجھل ہوکے آگے بڑھ رہے تھے اور نگاہیں اس قدر جھکی ہوئی جیسے بند ہوں، دل میں لمحہ بھر کو خیال آیا تھا شہریار کا بازو جھٹک کے خود کو چھڑا کے کہیں دور بھاگ جائے جہاں کوئی شوخ لمحہ کوئی نرم نگاہ کوئی پرشوق لہجہ تعاقب نہ کر سکے وہ ہو بس اس کی گریز پا دھڑکنیں مگر اسی مذاحمت کے لئے وہ بے بس تھی کہ شہریار خان اس کے وجود پر تمام تر اختیار رکھتا تھا اس کی بے نیازی، بے پروائی، لاتعلقی کے باوجود اسم محبت اکثر دل کے بند کواڑ پر دستک دیتا رہتا تھا اور یہ دستک ہر بار اسے پہلے سے زیادہ گریز اپنانے پہ مجبور کر دیتی تھی۔

"زندگی بہت حسین تحفہ ہے اور اس کا سب سے خوبصورت وصف محبت ہے، زندگی کے سارے زاویے اس ایک وصف کی دلکشی اور تابندگی سے جگمگا اٹھتے ہیں، محبت تازہ سانس ہے جو کو تازگی، فرحت کا خوشنما احساس بخشتی ہے تم بھی اپنے دل کے سارے در کھول کے تازہ ہوا کو اندر آنے دو اور تازگی و محبت کی خوشنمائی میں جیو تو سب اچھا لگے گا۔" مدھم لہجے میں کہہ کے اس کے شانوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہ لمحہ بھر غور سے دیکھ کے اس کی چمکتی پیشانی پہ دو چاند ثبت کر کے آہستگی سے مڑا اور کھلا دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا تحیر استعجاب اور سناٹے کے عالم میں کھڑی سعیہ علی خان کے وجود لمس الاؤ سے جل اٹھے تھے، وہ بہت مشکل سے بیڈ تک آئی تھی، سرد موسم میں نرم بستر پہ لیٹے اس کے اندر کی تپش نے جلن پیدا کر دی اور اس تپش کے پار سے شہریار کا بوجھل، حدت، محبت سے بھرپور لہجہ خیال کے اک نئے زاویے کو بہت حسین رخ سے دکھا رہا تھا۔

وہ حسین رخ جس سے وہ کب سے نظریں چرا رہی تھی اس نے دھیرے سے بھیگی پلکوں کو ... ہتھیلی کی پشت سے بھیگتے رخسار کو صاف کیا مگر آنکھیں بھر بھر آ رہی تھیں۔

... نرگسی پھول کھلکھلاتے تھے

یہی لمحہ تھا کہ جب
رنگ و آہنگ مل کر گنگناتے تھے

یہی وقت تھا وہ کہ جب
تم مجھ سے ملنے آتے تھے
موسم وہی ہے اب بھی، لمحہ بھی وہی
وقت بھی اسی تاب سے ٹھہرا ہے
مگر رنج ہے تو یہ ہے
کہ نہ تیری نرم پلکوں کے شبنمیں اجالے
ٹھنڈک جسم و جاں میں پہنچاتے ہیں
نہ میری طلب کے رستے تمہیں بلاتے ہیں
نہ اب تم ہمیں چاہو، نہ ہم تمہیں چاہتے ہیں

☆☆☆

جس وقت اس کی آنکھیں کھلیں وہ ایک بہت پرسکون کمرے میں آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی لگتا تھا کہ دوپہر کا وقت اپنے عروج پر ہے کیونکہ کبھی کبھار دکھائی دینے والی دھوپ اس وقت بہت چھن چھن کر گلاس ونڈوز سے اندر آرہی تھی، ماریا نے کچھ دیر بالکل ناسمجھی کے عالم میں اپنے آپ کو اور اردگرد کے ماحول کو دیکھا تھا اسے سمجھ نہ آرہی تھی وہ اس وقت کہاں اور کیوں ہے اور یہاں سے وہاں اسے کون لایا ہے، اس کشادہ اور ہوادار کمرے پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے ذہن پر زور ڈالنے کی کوشش کی تو جیسے اپنے ساتھ بیتا سانحہ کسی فلم کی سٹوری مانند ذہن کی اسکرین پر لہرانے لگا اور یہ سب یاد آتے ہی اس کے وجود میں ایک بار پھر درد کی لہریں دوڑنے لگیں سراپا اذیت سے پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا۔

"کیا تھا وہ سب جس کو میں نے دیکھا، جھیلا، برداشت کیا خواب خوفناک خواب یا ایک ڈراؤنی حقیقت، مگر نہیں وہ خواب نہیں تھا اگر خواب ہوتا تو میرے جسم میں اس خواب کی اذیت حقیقت بن کر نہ اذیت دیتی، وہ سب حقیقت میں میرے ساتھ پیش آنے والا ایک خوف زدہ سانحہ تھا جس نے مجھے ایک بار پھر موت کی دہلیز پر لا کھڑا کیا تھا اور میں ایک بار پھر کسی غیبی طاقت کی مہربانی اور مدد کے باعث زندگی میں واپس آگئی مگر کیسے؟" اسے ایک دم سے یاد آیا کہ وہ تو بے دم ہوکر کسی انجان راستے یا شاید سڑک پر گر پڑی تھی پھر یہاں اس جگہ مجھے کون لے کر آیا۔

اس کے اعصاب جیسے اس ذہنی مشقت سے شل ہونے لگے اور سانس تیزی سے پھولنے لگا جیسے سخت دھوپ، گرمی میں پیاس سے نڈھال وہ بڑا لمبا سفر کر کے آئی ہو اس نے آنکھیں بند کر کے لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیے تھے اسی پل کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور کوئی تیزی سے اندر داخل ہوا تھا، تیز قدموں کی چاپ اس کے نزدیک آکر رک گئی تھی کسی نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تھا حدت ممتا سے بھرپور اک شفیق لمس جو رگ و پے میں سکون آمیز احساس دوڑا گیا اور اس لمس کو وہ ہزاروں میں شناخت کر سکتی تھی بھلا یہ مشفق ہاتھ لیڈی ایلین کے سوا کس کا ہوسکتا تھا، اس کی آنکھیں اپنے چہرے پہ جھکے بوڑھی لیڈی ایلیون کے چہرے کو بند پپوٹوں کے پیچھے سے بھی محسوس کر رہی تھیں جس کے آنسوؤں کے قطرے اس کے رخساروں پر گر رہے تھے، یہ شاید خواب تھا یا شاید حقیقت جو کچھ بھی تھا وہ اس احساس کو تا دیر قائم رکھنا چاہتی تھی اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

"ڈاکٹر صاحب اسے ہوش نہیں آیا حالانکہ اب تک تو اسے ہوش آنا چاہیے تھا۔" بلاشبہ یہ سو

فیصد لیڈی ایلون کا لہجہ تھا جسے سنتے ہی اس کے سستے اعصاب ایک دم سے الرٹ ہو گئے اور اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

"ماریا میری بچی کیسی ہے تو، کہاں کھو گئی تھی، کیا تجھے اپنی بوڑھی میڈ کا خیال نہیں آیا جس کا تیرے بغیر کوئی نہ تھا، تجھے کیسے کیسے اور کہاں کہاں پاگلوں کی طرح ڈھونڈا تجھے کچھ پتا نہ چلا۔" لیڈی ایلون اپنے جھریوں والے کمزور ہاتھوں میں اس کا خوبصورت چہرہ تھامے اسے چوم رہی تھی اور ماریا کے ہچکیوں کے ساتھ بہنے والے تیز آنسو لیڈی ایلون پونچھ رہی تھی۔

"نہ میری بچی نہ رو، تیری طبیعت پہلے خراب ہے۔"

"لیڈی ایلون میں نے آپ کا دل دکھانے کی بہت سخت سزا پائی ہے بہت بھٹکی ہوں، بہت بے سکون بہت تکلیف میں رہی ہوں، مجھے معاف کر دیں۔" ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے وہ اپنے ہاتھ جوڑے معافی کی خواستگار تھی کتنا درد تھا اس کی آنکھوں اس کے لہجے اور اس کی اس آواز میں۔

"نہ...... نہ معاف کرنے سزا دینے کا حق صرف خداوند خدا کو ہے ہم گناہ گار انسان کس شمار میں ہیں، بلکہ ہر کام ہی خدا کے ہاتھ میں ہے تجھے معافی مانگنی ہے نہ تو خداوند خدا سے مانگو دیکھنا کتنا سکون ملے گا۔"

"سکون...... سکون تو شاید اب میری زندگی میں کہیں ہے ہی نہیں۔" اس کی آنکھوں سے ڈھیر سارا پانی ایک ساتھ نکلا تھا۔

"پلیز اپنے آنسوؤں پہ کنٹرول رکھیں آپ کے لئے اتنا رونا ٹھیک نہیں اور لیڈی ایلون آپ انہیں کچھ کھلا پلا دیں تو بہت بہتر ہے تا کہ ان کی کمزوری کچھ کور ہو اور یہ بیٹھنے اٹھنے کے قابل ہو سکیں۔" ڈاکٹر جو یہ سب بڑی خاموشی سے دیکھ رہے تھے کہا تھا اور لیڈی ایلون سر ہلاتے ہوئے اس کے کھانے کو کچھ لینے چلی گئی۔

کچھ دیر بعد گرم دودھ کے ساتھ نرم سلائس اور بوائل انڈہ جو لیڈی ایلون اپنے ہاتھوں سے کھلا رہی تھی اور اس کے جسم میں یہ نوالے جانے کتنے دنوں کی بھوک کے بعد جا رہے تھے۔

"کتنا ترسی تھی وہ اس محبت و شفقت کو اس اپنے پن کو اور کون تھی یہ بوڑھی خاتون اس کی نہ ماں نہ بہن نہ سہیلی پھر بھی سب کچھ تھی ہر رشتہ شاید اسی بوڑھی عورت نے ملا تھا اسے جو اپنے ناتواں ہاتھوں سے اس کا سر دبا رہی تھی اور اس کی اپنی ماں اسے پیدا کرنے والی ذرا سے مفاد، دنیاوی غرض کی خاطر اس بے رحم دنیا کے حوالے کر گئی اس دنیا میں لانے کا سبب بننے والا سرمایہ دار باپ اپنا اصل سرمایہ چھوڑ گیا باقی سب لے گیا، دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اس کے لئے لمحہ بھر نہ سوچا تھا وہ کیا کرے گی؟ کہاں جائے گی، آئندہ زندگی کیسے گزارے گی اور وہ ایسا سوچتے تو بھلا اتنا کچھ ہوتا کیوں؟" اس کے لبوں سے بڑی سرد آہ نکلی تھی اور حلق میں جاتا دودھ جیسے ایکدم سے کڑوا ہو گیا تھا۔

"ماریا گزرا وقت مت یاد کرو، کچھ چیزیں جلد کھو جانے کے لئے ہی ہوتی ہیں اس لئے چیزوں کو کھونے کا فن سیکھ کر خوش رہنے کا ڈھنگ سیکھو۔" لیڈی ایلون جیسے اس کی سوچ کو پڑھ کر بولی تھی۔

"لیڈی ایلون مجھے دکھ ہے میں ان کی اولاد تھی اس کے باوجود......" آنسوؤں نے اس کی

بات مکمل نہ ہونے دی۔

"ماریا جسمانی بدصورتی کے علاوہ بھی بدصورتی کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں، جن میں لالچی ہونا بھی شامل ہے اور تمہارے والدین ہوس پرست تھے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے مگر ایک دوسرے کو نہ سمجھ سکے تمہیں کیا سمجھتے، تمہارے لئے اس ٹھوکر میں بھی سبق ہے زندگی کی ٹھوکریں "بہترین ذریعہ تعلیم" ہیں ٹھوکر کے بغیر کوئی بردبار نہیں بنتا تجربے کے بغیر کوئی دانا نہیں ہوتا اور ویسے بھی لمبی چھلانگ لگانے کے لئے کچھ پیچھے ہٹنا ضروری ہے اسی شکست و ریخت کو بخت آور جانو ماضی بھلا دو مستقبل کے لئے حال سنوار دو، اپنے لئے سوچو، اپنے لیے جیو جیسے سب جیتے ہیں۔" نرم حوصلہ دیتے لب و لہجہ میں بولتی لیڈی ایلون کو بوڑھا ہاتھ اس کی سنہری ہاتھوں کو سنوار رہا تھا اور ماریا کی نیلگوں آنکھوں کے کنارے شفاف موتی آ ٹکے تھے۔

کس دل سے خوشی کی آرزو کیجئے کہ اب
حس تک مٹ گئی غم اس قدر ملے
وہ حادثے جو وجہ تباہی بنے وقار
ان میں سے کچھ تو گھر کی دہلیز پر ملے
گھر میں دکھوں کے پودے بڑھتے جاتے ہیں
تنہائی کے سائے بڑھتے جاتے ہیں
ایک محبت ہوتی جاتی ہے تقسیم
دل کے اندر خانے بڑھتے جاتے ہیں
اشکوں سے خالی ہو جائیں گے اک دن
ان آنکھوں کے خرچے بڑھتے جاتے ہیں

☆☆☆

اپنے رخساروں پر ڈھلک آنے والے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے اس نے بہت بے بسی سے اپنے چاروں طرف نگاہ کی تھی کیا کچھ بدل گیا تھا، وقت، انداز، رویے، معمولات، تقدیر کے خانے پہ جیسے فل سٹاپ لگ چکا تھا۔

"یا اللہ تو جانتا ہے نا، ہم ایسے نہ تھے، جیسے اب ہیں، یہ سب تو قسمت کی تیرہ شبی کا کمال ہے اور قسمتوں کا مالک و مختار کل تو ہے، ہمارے حالات جو ہیں سو ہیں مگر دنیا والوں کے رویے اور بھی تکلیف دہ ہیں، ہمارا کوئی سہارا نہیں سوائے تیرے اور ہم تیری ہی عبادت کرتے تیری ہی طرف لوٹنے والے ہیں بس تجھی پہ بھروسہ ہے اور تو ہی ساتھ دینے والا ہے، بس اے میرے رب مشکلات کی ان گھڑیوں کو ہمارے اوپر آسان کر دے ہماری غلطیاں کوتاہیوں، اپنے معاملات میں حد سے تجاوز جانے انجانے گناہ تو بس بخش دے ہم پر رحم فرما ہمارے گھر سے بیماری، فقر و فاقہ اور تنگدستی دور کر دے کرم کر یا الٰہی! بے شک تو سب سے بڑھ کر رحیم و کریم ہے میرے مولا رحم کر، معاف کر دے ہمیں آزمائش سے نکال دے وہ بوجھ جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہم پہ نہ ڈال رحم فرما یا ارحم الراحمین! ہماری دعاؤں کو قبول فرما اور تو سب سے بڑھ کر قبول کرنے والا ہے، آمین ثم آمین یا رب العالمین۔" اپنے بھیگے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے اس نے سجدے سے سر اٹھا کر جائے نماز تہہ کیا اور آہستگی سے چلتی نجمہ بیگم کی چارپائی کی پائینتی پہ آ بیٹھی

کچھ دیر ان کے سوئے چہرے کو دیکھتی رہی محبت اور دکھ سے پھر ان کی ٹانگیں دبانے لگی۔

''ریبا آپی آپ کے پاس دس روپے ہونگے۔'' ربیعہ پریشان سا چہرہ لیے چھت سے اتری تھی۔

''کیا کرنے ہیں؟'' اریبہ نے اسے دیکھا۔

''جویریہ کی طبیعت ٹھیک نہیں اس کا بی پی بہت لو ہے کب سے الٹیاں کر رہی ہے سر میں بھی شدید درد ہے ڈاکٹر کو دکھانے کی تو گنجائش نہیں ڈسپنسری سے پرچی بنوا کے اسے دوا لا دیتی ہوں۔''

''چندا میرے پاس تو ایک روپیہ تک نہیں ایسا کرو یہ سامنے والی فضیلت آنٹی سے لے آؤ۔'' اریبہ نے کہا اور کچھ دیر بعد وہ مایوس سی لوٹی تھی ان الفاظ کے ساتھ۔

''نہیں ملے، انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ کوئی پیسہ نہیں حالانکہ اتنی غریب تو نہیں ہزاروں ہر وقت پاس لئے پھرتی ہیں اور دس دینے کو انکار کر دیا اور ابو حیات تھے تو ہم سے یہ اکثر ہی پچاس یا سو لے جاتی رہی ہیں، ای بھی واپس بھی نہیں کیں تھیں پتا نہیں لوگ اتنے خود غرض اور مطلبی کیوں ہوتے ہیں انسانیت یا مروت نام کی چیز تو رہی نہیں۔'' ربیعہ غصے سے بھری بولتی گئی۔

''جب ان کو ہماری ضرورت تھی تو محض اس لئے کہ ہم ان کے حق میں مفید ثابت ہو رہے تھے اب ہم اپنے لئے بوجھ ہیں ان کے لئے کیا مفید ہو سکتے ہیں ضرورت گئی تو انسانیت مروت جاتی ہی جاتی تھی، خیر تم ایسا کرو تھوڑا قہوہ بنا کر لیموں نچوڑ کے دو جویریہ کو بلکہ اسے نیچے لے آؤ اوپر کھلی ہوا میں کیوں پڑی ہے۔'' اریبہ نے کہا۔

''ٹمپریچر بھی ہے نا اسے ٹھنڈ محسوس کر رہی ہے اس لئے دھوپ میں پڑی ہے۔'' ربیعہ کہتے ہوئے کچن کی سمت بڑھی اور سبز قہوہ بنانے لگی قہوہ میں لیموں نچوڑ کے بڑے کپ میں ڈال کر وہ سیڑھیاں چڑھتی اوپر جانے لگی تو اریبہ بھی ای یہ اچھی طرح کمبل اوڑھا کے چھت پہ چڑھنے لگی۔

''جویریہ جانو کہا تھا نا کہ سردی ہے ٹھنڈے پانی سے مت نہاؤ ٹھنڈ لگوا کے بیمار ہو گئی نا، اٹھو اب شاباش اور یہ لیموں والا قہوہ پیئو۔'' اریبہ نے نرمی سے اس کے بکھرے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور نڈھال سی جویریہ کو پکڑ کر بٹھانے لگی۔

''آپی بہت درد ہو رہا ہے سر میں نسیں جیسے پھٹنے والی ہو رہی ہیں اور بالکل ماؤف سا ہو رہا ہے دماغ۔'' تکلیف کے احساس سے اس کی سوجی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''تم فکر نہ کرو اللہ شفا دے گا میں معوذتین اور آیۃ الکرسی، سورہ فاتحہ پڑھ کر ابھی دم کرتی ہوں۔'' اریبہ نے سر پہ دوپٹہ ٹھیک کر کے دایاں ہاتھ اس کی پیشانی پہ رکھا اور ورد کرنے لگی۔

''ربیعہ تم ذرا اس کا سر دبا دو یہ سو جائے گی، میں دیکھتی ہوں کچن میں کچھ رکھا ملا تو تھوڑا دلیہ یا کھچڑی بنا کر اسے دوں کھا لے پھر اسے ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں۔'' اریبہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''وہاں کچھ نہیں میں آپ سے پہلے تمام کیبنٹ چیک کر آئی ہوں۔'' ربیعہ کے کہنے پہ وہ ایکدم سے اٹھتے بیٹھ گئی اور بہت نم نگاہوں سے جویریہ کو دیکھا جو مسلسل الٹیاں کرنے کے باعث خالی پیٹ لئے کمزور، نڈھال سی لیٹی تھی۔

''یہ شہباز کدھر ہے اس سے موبائل لے کر وہاج کو فون کروں اور تھوڑا سودا سلف منگوائیں وہ نیچے بیٹھک میں بیٹھا پڑھ رہا ہے کل اس کا پرچہ ہے نا۔'' ربیعہ کے بتانے پہ وہ سیڑھیوں کے کنارے کھڑی ہو کر شہباز سے موبائل اوپر منگوانے لگی۔

اور پھر ایک بار، دو بار، سہ بارہ، بار بار اس نے وہاج کا نمبر ٹرائی کیا مگر اس سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا مسلسل نو رسپانس کا سگنل اور آگے کال ڈراپ کر دینے کا الارم۔

''یہ وہاج کال ریسیو کیوں نہیں کر رہا ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ میں کال کروں اور وہ بات نہ کرے بلکہ وہ تو خود روزانہ اس سے بات کیے بغیر سوتا نہ تھا پھر اب۔'' وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔

''وہاج بھائی تو تین دن چار دن سے آئے بھی نہیں۔'' ربیعہ نے بھی کہا۔

''کیا کریں آ کر بھی جیب خالی ہو جاتی ہے آخر کتنا بوجھ اٹھائیں گے۔'' جویریہ نے آہستگی سے کہا تو اریبہ نے کچھ چونکتے ہوئے اسے دیکھا۔

''ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی وہ کوئی کتنا سگا یا اپنا ہو آخر کب تک اپنائیت برت سکتا ہے جبکہ وہ آپ بھی کفیل دار ہو، مگر میں تو محبت ہوں اس کی مجھ سے وہ کیسے اجتناب برت سکتا ہے۔'' اریبہ نے بہت مضطرب سی ہو کر سوچا تھا اور سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے سامنے گلی میں سبزی والے کو سو کا نوٹ دیتی فضیلت آنٹی کو دیکھ کر قدم جیسے رک سے گئے، ان کے چھوٹے بٹوے سے سو سو کے کئی اور نوٹ بھی جھانک رہے تھے اور ربیعہ کو دس روپے دینے سے انکار کر دیا تھا، اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرتی گئیں۔

''ابو آپ سچ کہتے تھے کہ دنیا و آخرت میں نیک اعمال کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں مگر ہماری تو نیکیاں بھی بھاری پڑ گئیں۔''

☆☆☆

''یار کہاں ہوتے ہو ہر وقت جب بھی ٹرائی کرو ملتے ہی نہیں۔'' شہریار نے جس انداز سے شکوہ کیا تھا وہ وہاج حسن کو خفیف کر گیا۔

''بس یار آفس سے جا کر گھر جاؤں تو پھر میں کم ہی باہر نکلتا ہوں وہ وقت بس فیملی کے لئے ہوتا ہے۔''

''اچھا میں تو سمجھا تھا اور ہی چکر ہے ویسے جاب کیسی جا رہی ہے تمہاری، کوئی پرابلم تو نہیں۔''

''نو یار پرابلم کیا ہونی سب لوگ خاص کر حیدر صاحب بہت کوآپریٹو انسان ہیں میں نے ایسے بااصول لوگ بہت کم دیکھے ہیں وہ بڑے آفیسر سے لے کر معمولی ورکرز تک سب کو اتنے اچھے طریقے سے ٹریٹ کرتے ہیں یقین جانو بعض اوقات شدید حیرت ہوتی ہے کہ اتنے روپے پیسے نے ان کا دماغ نہیں بگاڑا، ورنہ لوگ لمحوں میں کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں دولت کی چکا چوند پہ۔''

''یار ان پہ خاص کرم ہے اللہ کا کہ جب سے دیکھا ہے بہت انسان پرور اور دیانت دار ہی دیکھا ہے، ایسے لوگ بھی قدرت کاملہ کے اسپیشل پیس ہوتے ہیں خیر تم بتاؤ کیا منگواؤں ٹھنڈا گرم۔'' شہریار نے میز پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''نو یار اس وقت موڈ نہیں ہو رہا چائے پانی کا میں صرف تم سے ملنے آیا تھا۔'' وہاج بولا۔

''اچھا کیا یہ نیکی کر لی اب دوسری نیکی بھی کر لو لنچ کا ٹائم ہو رہا ہے میں کھانے کو جانے لگا ہوں تم بھی چلو یہ آفس کے ساتھ ہی کیفے ہے۔'' شہریار نے بصد اصرار کیا تو اسے اٹھنا پڑا۔

''ویسے یار مجھے افسوس ہوا تمہارے خالو کی ڈیتھ کا، تم پہ ایک ساتھ دو گھرانوں کا بوجھ آ پڑا ہے کیسے مینج کرتے ہو گے سب۔'' شہریار نے کیفے میں بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

''قسمت جس راستے پہ بھی کھڑا کر دے اسے طے تو کرنا پڑتا ہے، اللہ پر بھروسہ مضبوط ہو اور خود اپنے میں حوصلہ ہو تو سب ہو جاتا ہے۔'' وہاج سکون سے بولا۔

''تمہاری خوبی ہے کہ تم کبھی بھی کسی بھی قسم کے حالات میں حوصلہ نہیں ہارتے۔'' شہریار نے مینیو کارڈ اس کی جانب کھسکاتے ہوئے ستائشی نگاہ سے دیکھا تھا۔

''تمہارا بزنس چلس ایڈورٹائزنگ کمپنی کیسی جا رہی ہے۔'' وہاج نے مینو کارڈ پہ ٹک کر کے واپس رکھا۔

''بہت کرم ہے اللہ کا اور ہو سکتا ہے ایک دو دن میں نئے ایڈ کے شوٹ کے لئے مری جاؤں، چاہو تو تم بھی چلو کام کے بردن سے ذرا آرام مل جائے گا۔'' شہریار نے پرخیال نگاہوں سے دیکھا۔

''پھر کبھی سہی کیونکہ فی الحال تو مشکل ہے اپنے گھر میں اکلوتا مرد ہونے کی وجہ سے اپنی بہنوں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

''ہاں یہ تو ہے خیر پھر سہی ہم تو اکثر کہیں نہ کہیں جاتے رہتے ہیں ویسے مانو تو ایک مشورہ دوں۔''

''تم ماننے کی بات چھوڑو مشورہ دو۔'' وہاج نے اسے دیکھا۔

''تم ماڈلنگ میں آ جاؤ بہت جلد اسٹیبلش ہو جاؤ گے اور تمہیں اس چمکتی دنیا میں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔''

''اوہ لو یہ میرے بس کا کام نہیں ہے۔'' وہ فوراً بولا۔

''یار جب انسان تہیہ کر لے تو ہر کام کر لیتا ہے اور تمہیں تو کچھ کرنا بھی نہیں پڑے گا، کیونکہ ہینڈسم اور خوبصورت تو تم ہو ہی بس ذرا ادائیں چاہئیں تو وہ کون سی مشکل ہیں۔''

''ہینڈسم اور خوبصورت تو تم بھی ہو اور رہی ادائیں تو اس کا تجربہ بھی ہے پھر اپنے لئے کیوں نہیں سوچا تم نے۔''

''اچھی بات ہے تم ابھی تک بہت حاضر دماغ ہو اور تمہاری میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ یہ میرے بس کا کام نہیں۔'' شہریار ہنستا ہوا بولا۔

''تو بس پھر ٹھیک ہے جو کام بس میں ہے اسے پورا کریں۔'' وہاج نے سامنے پڑے کھانے کی طرف متوجہ کیا تھا جو ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

''پتا ہے میں جب بھی اس کیفے میں آتا ہوں مجھے ہمیشہ سٹوڈنٹ لائف یاد آ جاتی ہے، جب محض انجوائے منٹ کے بہانے ہم اکثر کلاسز بنک کر کے کینٹین چلے جاتے تھے اور پھر گانے، شاعری، چھیڑ چھاڑ، مذاق اور ہنگامہ کتنے اچھے دن تھے کبھی بے اختیار خیال آتا ہے ان دنوں کو واپس پلٹا لوں اور ان ہنستے لمحوں کو خوشگواریت کو تادیر محسوس کروں۔'' شہریار یاد گزشتہ میں گم بولا تھا۔

''ہاں دل تو بہت کچھ چاہتا ہے مگر قانون قدرت ہے کہ نہ تو ہم گئے وقت کو بلا سکتے ہیں اور نہ گزرتے ہوئے لمحوں کو روک سکتے ہیں، مگر اپنے موجودہ یا آنے والے وقت کو خوشگوار بنانے کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔''

''اور جو وقت خوشگوار ہونا ہی نہ چاہے تو پھر؟'' شہریار نے اچانک کہا تھا۔

''تو ضرور آپ کے اندر نہیں کمی ہو گی جذبات میں احساسات میں، خلوص میں یا طلب میں کچھ تو کہیں نہ کہیں کمی لئے ہو گا۔''

''یار تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے اندر کسی کے لئے کمی رکھ سکتا ہوں، وہ بھی اس کے لئے جس سے محبت کرتا ہوں، اس کو جب بھی سوچتا ہوں تو زندگی کے ہر راستے پر وہی کھڑی نظر آتی ہے چاہے خفا ہو یا ناراض، مانے نہ مانے مگر میں ہر صورت اسے چاہتا آ رہا ہوں اور چاہتا رہوں گا کیونکہ اس کے بغیر میں کچھ نہیں، بلیو می وہاج اس کے بنا میری زندگی میں کچھ نہیں بچتا۔'' وہ بہت شدت سے بولا تھا۔

''وہ کیا کہتی ہے۔'' وہاج نے پوچھا۔

''کچھ نہیں، کچھ بھی تو نہیں، خاموش، روڈ، الگ تھلگ اور قدرے خفا، اس کے یہ انداز ہی مجھے سمجھاتے ہیں کہ اس کی زندگی میں سب کچھ ہو سکتا ہے بس میں نہیں، مرے لئے اس کی زندگی میں کوئی جگہ نہیں۔'' شہریار نے بھاری لہجے میں کہا تھا اس کی آنکھیں یکدم سرخ ہوئی تھیں اور وہاج کتنی دیر بنا کچھ کہے بس اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتا رہ گیا۔

یہاں خواب، خواہشیں اور محبت یاسیت کے رنگوں میں بھیگ رہے تھے اس کا جگری دوست اپنی ساری کسک اور اضطرابیوں کو تنہا اپنے دل پہ جھیل رہا تھا وہاج اس کا دکھ پوری شدت سے محسوس کر رہا تھا۔

محبت چہکتا چہرا ہے محبت کھلتا بچپن ہے
محبت رم جھم ساون برستا ہے
محبت آسماں کا روشن ستارا ہے
محبت وفا کا دھارا ہے
محبت کا ہر رخ حسین ہر چہرہ پیارا ہے
محبت چمکا دیتی ہے راہوں کو
محبت مہکا دیتی ہے چاہوں کو
محبت مٹا دیتی ہے اناؤں کو
محبت جلا بخشتی ہے وفاؤں کو
محبت ہی تو نام ہے
درد کی ان مٹ کہانی کا
محبت ہی تو نغمہ ہے زیست کی روانی کا
محبت ہی چشمہ ہے خوابوں کا خیالوں کا
محبت اک اجالا ہے چاہنے والوں کا
محبت اول و آخری حوالہ ہے دل لگانے والوں کا

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

نویں قسط کا خلاصہ

ماریا کو ہوش آتا ہے تو خوف و سراسیمگی کے عالم میں بہت جدوجہد کے بعد وہ خود کو چھڑا لیتی ہے۔

اریبہ ہاسپٹل سے گھر آتی ہے تو صحیح معنوں میں اسے موجودہ وقت کی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے۔

سلعیہ اپنی بوتیک میں مصروف اور شہریار اس کے کترائے رویے سے بے حد ڈپریس ہے زندگی کی دوڑ میں پھر سے شامل ہونے کے لئے اور خود کو ہر مشکل کا حل تلاشنے پہ مجبور پاتی اریبہ شدید ذہنی تناؤ میں ہے۔

ماریا کا ذہن گزرے واقعات سے متاثر ہو کر وسوسوں کا شکار ہے شہریار ہر صورت صفیہ کو شریک سفر بنانا چاہتا ہے سلعیہ کا گریز برقرار ہے۔

ب آپ آگے پڑھیے

دسویں قسط

شائستہ بیگم اپنی این جی او کے سب آفس سے نکلیں تو ہوا کے سرد جھونکے نے ان کا استقبال کیا۔ انہیں ساڑی کے اوپر گرم شال اچھی طرح لپیٹتے ہوئے انہوں نے موسم کی سردی کو اچھا سا محسوس کیا۔

"آ گئے آپ؟ میں نے کہا بھی تھا میں دوسری گاڑی منگوا لوں گی، خوامخواہ مضطرب ہوئے۔" عفنان علی خان کو آفس کے باہر رکتے دیکھ کر وہ آگے بڑھیں۔

"بہت کرلی ہو شائستہ تمہارے لئے مضطرب ہونا مجھے ہمیشہ سے اچھا لگا ہے یہ اضطراب میرے لئے بہت چھوٹی چھوٹی خوشیاں عطا کر دیتی ہے۔"

"اچھا بابا مانا کہ یہ خوشیاں ہوتی کیسی ہیں۔" شائستہ نے ایک تفخر آمیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا تھا۔

"بالکل تمہاری طرح خوبصورت جیسی کہ تم ہو۔" عفنان علی خان جو قدرے فاصلے پر تھے قریب آ کر شائستہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

اور شائستہ کے چہرے پر بڑا طمانیت کا احساس چھلکا تھا خود کو سراہا جانا اور سرفہرست رکھا جانا انہیں ہمیشہ سے اچھا لگتا تھا۔ عفنان علی خان کا رویہ اس احساس کو بہت تقویت دیتا تھا۔

"پتا ہے آج بہت اندر پریشر تھا، آفس میں بہت اہم فائلز جنہیں آج ہی اوکے کرنا تھا وہ دفتری کاغذات کے پلندے میں ادھر ادھر ہو گئیں اور بڑی مشکل سے ملیں ورنہ بڑا اہم پراجیکٹ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔"

"چلیں اللہ کا شکر کریں آپ کا مسئلہ تو حل ہوا اور ٹینشن دور ہوئی؟"

"ٹینشن یار میں تو راستے میں آتے ہوئے بھی بہت بوجھل پن محسوس کر رہا تھا مگر تمہیں دیکھتے ہی جیسے سب تفکرات دور ہو گئے بہت اچھی لگ رہی ہو اور میں صرف ٹینشن فری ہونے کو ہی تم تک آیا تھا۔"

"تو پھر لانگ ڈرائیو پر چلیں۔" شائستہ بیگم موسم کی ٹھنڈک کو انجوائے کرنے لگیں۔ انہیں رہنے کی مصروفیات میں عفنان علی خان کے ساتھ گھومنے پھرنے کا موقع کم ہی ملتا تھا اور جب کبھی وہ اکٹھے ہوتے تو اس موقع کو بھرپور انداز سے گزارنے اور شادی کے ابتدائی دنوں کی یادوں کو تازہ کرنے کی کوشش کرتیں۔ حالانکہ عفنان علی خان کی محبت نے اس دور کو بھی عہد رفتہ بننے ہی نہ دیا تھا وہ شروع دن سے شائستہ کو وہی اہمیت و حیثیت دیتے آئے تھے جو وہ پہلے دن دیتے تھے جواباً شائستہ نے بھی ان کے مان بھروسے اور محبت کا پورا پورا مان رکھا تھا۔

گاڑی جیسے ہی بزنس ایریا سے نکل کر بیرون شہر کی طرف مڑی تو شائستہ نے ایکدم سے کہا تھا۔

"عفنان مجھے آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے رات کو آپ لیٹ آتے ہیں اور روز یہ بات میرے ذہن سے نکل جاتی ہے۔"

"ہاں تو ہمیں ہم پورے دل سے متوجہ و ہمہ تن گوش ہیں۔" بڑے دھیان سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے پلیئر آن کیا تو شائستہ کو ان کے خوشگوار موڈ کا اندازہ ہوا۔

"مجھے سعدیہ کے متعلق کچھ کہنا ہے۔" وہ کچھ سنجیدہ ہوئیں۔

"شائستہ بچوں کے متعلق گھر چل کے بات کرنا اس وقت صرف اپنی باتیں کرو۔"

"عفنان میں سیریس ہوں۔"

"کم آن شائستہ موڈ نہ خراب کرو۔"

"عفنان پلیز آپ سمجھنے کی کوشش کریں یہ ہماری بچی کی زندگی کا معاملہ ہے اور ہم اس پہ بات گھر سے باہر ہی کریں تو بہتر ہوگا۔" شائستہ کے لہجے میں کچھ ایسا تردد تھا کہ عفنان علی خان نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ قدرے کم کر دی۔

"سعدیہ، شہریار کے ساتھ رشتے پہ خوش نہیں۔" شائستہ نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں کہتے ہوئے جیسے دھماکہ کیا تھا عفنان علی خان کا پیر بے ساختہ بریک پر جا پڑا اور انہوں نے چونک کر دیکھا تھا۔

"خوش نہیں مگر کیوں اینی ریزن؟"

"اس کے خیال میں ان میں بہت فرق ہے سوچ کا خیالات کا ذہن کا۔" وہ قدرے توقف کے بعد بولی تھیں۔

"اوہ، نو پرابلم، تم نے تو مجھے ڈرا دیا تھا، دیکھو شائستہ یہ فرق کوئی مسئلہ نہیں ہمارے معاشرے میں ننانوے فیصد شادیاں اسی بے ڈھنگے فرق کے ساتھ بنا کسی ذہنی مطابقت کے ہوتی ہیں، بعد میں ساتھ رہنے، بات چیت کرنے سے ذہنی مطابقت اور بہت کچھ بدل جاتا ہے۔"

"مگر سعدیہ بہت ٹینس ہے وہ اس رشتے کو قبولنے میں شدید ہچکچاہٹ کا شکار ہے، اپنے طور پر میں نے اسے سمجھایا ہے مگر وہ بہت موڈی اور جذباتی لڑکی ہے اگر شہریار کے سامنے کچھ کہہ دیا یا کوئی الٹی سیدھی حرکت کر دی تو۔" وہ کچھ تشویش سے بولیں۔

"وہ ایسا نہیں کرے گی تم اسے سمجھاؤ دلائل سے وہ سمجھ جائے گی اور اللہ پر بھروسہ رکھو وہ سب بہتر کرے گا۔"

"آپ پتہ نہیں کیوں میری بات سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔" وہ کچھ جھنجلا کر بولیں۔

"شائستہ، سعدیہ تھوڑا پریشان ہو سکتی ہے کیونکہ ایکدم سے اس رشتے کا پتہ چلا اس کی نوعیت کو سمجھنا اس جیسی سادہ فطرت لڑکی کے لئے مشکل ہے مگر اسے ایک ایشو بنا لینا ٹھیک نہیں جبکہ تم اس کی ماں ہو بخوبی جانتی ہو کہ وہ یونہی ذرا، ذرا سی بات کو لے کر پریشان ہو جاتی ہے پھر یہ تو اس کی زندگی کا معاملہ ہے۔" عفنان علی خان رسان سے بولتے گئے۔

"میں یہی آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں کہ یہ اس کی زندگی کا معاملہ ہے اسے ہمیں سیریس لینا چاہیے۔" شائستہ نے پرزور انداز میں کہا۔

"تم فکر مت کرو، میں خود اپنی بیٹی سے بات کروں گا اور مجھے یقین ہے وہ بہت آسانی سے قائل ہو جائے گی۔" عفنان سنجیدگی سے بولے۔

"اوکے۔" شائستہ نے ایک گہرا سانس لے کر سر سیٹ کی پشت سے ٹکایا اور عفنان علی خان ونڈ اسکرین پر نگاہ ٹکائے پرسوچ انداز میں ڈرائیونگ کرنے لگے۔

☆☆☆

تیرے میرے راستوں میں
ایک بھی موڑ ایسا نہیں
جو کسی روز یونہی اتفاقاً

کہا ہے ہم نے تم کو
تیری میری آنکھوں میں
کوئی بھی رنگ ایسا نہیں
کہا ہے جو کوئی سرگوشی
یا کوئی مدھم سی آہٹ کہ جس سے
اس بھید بھری چپ کی تالی کھل جائے
یہ خاہر جو انجان بنے پھرتے ہیں
اس پر لطف اتفاق پہ چونکیں تو
جانیں ہم تم
گنوا دیا ہے جو ہم نے وہ پل
وہ ایک پل اپنا تھا
وہ ایک پل کتنا قیمتی تھا

دل اور دماغ کے درمیان اکثر باتوں پہ جنگ رہتی ہے خاص کر اس وقت جب دونوں مختلف سمتوں میں سفر کرتے ہوں تو انہیں ایک سوچ پہ لانا ایک مرکز پہ متفق کرنا تو آسان ہوتا ہے نہ ایسی کوشش کامیاب ہوتی ہے جو دل و دماغ کو ایک سمت میں مائل کرنے کو کی جائے کیونکہ دل جیتنا الگ بات ہے اور دل میں گھر کرنا دوسری بات۔

اور شہریار اپنی بے پناہ خوبیوں کی بناء پر اس کا دل تو جیت سکتا تھا مگر دل میں گھر کرنا وہ بھی سعدیہ جیسی لڑکی کے دل میں جس کی اپنی خواہشیں ہوں، اپنی خوشیاں ہوں، ایک اپنی دنیا ہو بہت الگ سی، اس کے لئے محبت کرنا آسان نہ تھا اور محبت جھیلنا اس سے مشکل تر، خاص کر اس شخص کی محبت جس کے لئے آپ نے محبت کے حوالے سے کبھی سوچا تک نہ تھا۔

اور جب محبت نہ ہونے کے باوجود کسی کو ہم سفر کریں اور جینے کی صورت بنائیں تو یہ امر بہت کٹھن اور مشکل ہوتا ہے کیونکہ آپ کو اس شخص کی زندگی جینا ہوتی ہے اور اس میں آپ کی لاتعداد خواہشیں، جذبات مسکراہٹیں پنہا ہو جاتی ہیں، خود کو مار کر کسی کو پرسکون رکھنا یکطرفہ راستے پہ چلنا پڑتا ہے اور اس میں آپ کی ذات آپ خود کہیں بہت پیچھے سسکتے رہ جاتے ہیں اور اپنے لئے خود جرأت کر کے راستہ چلنے میں اپنے جینے کے ڈھنگ رنگ طریقے خود وضع کرنے پڑتے ہیں کوئی آپ کا ساتھ دے نہ دے مگر آپ کی زندگی میں کہیں فریزنگ پوائنٹ نہیں آتا۔

سعدیہ خان کو کم جرأت رکھنے، پیچھے رہ جانے والے لوگ ہمیشہ ناپسند رہے تھے، وہ زندگی کو واہموں خدشوں کے ساتھ نہیں اعتماد کے ساتھ جینا چاہتی تھی، وہ جانتی تھی الجھاؤں کو بہت دیر تک سلجھایا نہ جائے تو پیچیدگیاں بڑھنے لگتی ہیں اور زندگی جیسی خوبصورت نعمت اتنی فضول نہ تھی کہ پیچیدگیوں کی نظر کر دی جاتی۔

شہریار کا بڑھتا ہوا التفات معنی خیز الفاظ و انداز پھر ہر دم اس سے وابستگی کا احساس ذہن کو بوجھل کیے رکھتا، شائستہ بیگم سے اس حوالے سے گفتگو نتیجہ خیز نہ رہی تھی اب اسے خود شہریار سے بات کرنی تھی اسے بتانا تھا کہ وہ بھی انسان ہے اس کا بھی ٹینشن فری رہنے کو جی چاہتا ہے، وہ اس کی طلب کے موسم میں سوکھے بے رونق پتوں جیسی زندگی نہیں گزار سکتی تھی، کیونکہ شہریار کی وفا کے سرد

موسم میں اس کا جینا نہ جینا ایک برابر تھا اور زندہ ہو کے بھی مر کے رہنے والا موسم اس جیسی حساس طبیعت لڑکی کو کب گوارہ تھا، وہ تو بدلتے موسموں کے پیراہن میں خوابوں کے دیئے جلا کر خالی خد بنانے والی لڑکی تھی۔

مگر اب اس صورتحال میں اسے بہت سے رشتے، بہت سے تعلق مدنظر رکھتے ہوئے اپنا بچاؤ کرنا تھا اور جو کچھ بھی کرنا تھا نہایت احتیاط اور نرم سبھاؤ سے کہ بہرحال کچھ بھی تھا وہ بلند پوزیشن اور بچپن سے ساتھ کھیلتے رہنے اور ممایاپا کی مخصوص توجہ اور اپنائیت کے باعث شہریار کا بہت احترام کرتی تھی، کبھی تلخ یا سخت ہو کر نہ بولی تھی، اب معاملہ چونکہ اس کی اپنی زندگی اپنے تحفظات کا تھا اور ہر رشتے کی عزت یا مقام کچھ بھی ہو لیکن اس کے حوالے سے خود پہ جبر کرنا، خوش نہ ہونے میں بھی خوش ظاہر کرنا سب آسان تھوڑا تھا، ورنہ آسان تو کچھ نہیں ہوتا دل بہت دکھا ہوا ہو آنکھ بہت بھری ہوئی ہو، اور ظاہر داری اور دنیا دکھاوے کو ہنسنا پڑے تو زندگی کتنی اذیتناک اور قیامت لگتی ہے کوئی اس کے دل سے پوچھتا جو ہونے نہ ہونے چاہنے نہ چاہنے کا بوجھ اپنی روح پہ لئے پھرتی تھی۔

جانے کون سا کرب تھا جو احساس دلاتا تھا کہ شہریار کی محبتوں کی ساری کتھا ایک احسان زندگی کا قرض ہے اور کسی کی محبت کا قرض کسی اور سے چکایا جائے تو وہ زندگی کو کٹھن اور دشوار بنا دیتا ہے اور کسی اپنے بہت اپنے کی بخشش اور معافی کے لئے اپنی خوشیوں، امیدوں اور آرزوؤں کا گلا ہمیشہ کے لئے گھونٹنا پڑتا ہے۔

اور وہ لاکھ نرم خو سہی مگر اتنا فراخ دل کہاں سے لاتی جو نارسائیوں کے عذاب کو بھی ضبط اور حوصلے سے قبول کرتا۔

چاہنا اور چاہتے جانا ہر کسی کو اچھا لگتا ہے مگر جب دل ہی نہ ٹھہرے تو کیا کیا جائے اور اس کیا کے آگے جتنے بھی سوالات، ابہام یا الجھنیں تھیں وہ سب کو ایک ایک کر کے سوچ رہی تھی۔

تجھے کیا ملے گا کرید کر
یہاں ایک رنگ ہے راکھ کا
تجھے موسموں نے جلا دیا
میرے پاس تازہ گلاب تھے

☆☆☆

"مبارک ہو لیڈی ایلین آپ کی پیشنٹ اب بالکل ٹھیک ہیں آپ انہیں گھر لے جا سکتی ہیں لیکن آپ کو انہیں گاہے بگاہے چیک اپ اور میڈیکل ٹریٹمنٹ کے لئے ہاسپٹل لاتے رہنا ہو گا، کیونکہ فزیکلی درست ہونے کے باوجود مینٹلی ٹینشن کا شدید شکار ہیں اور ہو سکتا ہے پراپر میڈیکلی ٹریٹمنٹ مسلسل نہ ملنے کے باعث یہ کسی اور مسئلے کا سامنا کر بیٹھیں۔" ڈاکٹر خالص پروفیشنل انداز میں بولتے ہوئے کچھ ریپورٹس دے رہا تھا اور لیڈی ایلین چہرے پہ گہرے تفکر کے سائے لئے ذرا سے فاصلے پر بیٹھی ماریا کو دیکھنے لگی۔

جس کی نیلگوں آنکھوں کی چمک ماند پڑی تھی اک جذباتی صدمے سے بچ نکلنے کے باوجود اعصاب پہ چھائے خوف اور دہشت کے زیر اثر وہ عجب بے توجہی اور اجنبیت زدہ تاثرات میں گھری ہوئی تھی حالانکہ آزادی اور پھر سے زندگی پانے کا لمحہ اتنا زور آور تھا کہ شادمانی اور خوشی چھپائے نہ چھپتی، مگر خوف کا اثر زائل ہی نہ ہوا تھا بلکہ آنکھیں، دل، ذہن اسی کرب کے اندر کہیں گم تھے، وہ

دیکھتی کی تھی مگر کہتی کچھ نہ کہتی تھی اور اس حد درجہ سکوت زدہ کیفیت نے لیڈی ایلون کو پہلے سے بھی زیادہ پریشانی اور مشکل کا شکار کر دیا تھا۔

''ہماری زندگی کے سبھی راستے کٹھن اور منزل ہمیشہ دور ہوتی ہے مگر اس میں زندگی رک ہو کر نہیں گزاری جا سکتی بلاشبہ بہت سے سوگوار لمحات ہماری یادوں میں سلگتے رہتے ہیں، جب انسان اپنی فہم و فراست کے مطابق تدبیر کر لے تو اسے اپنی تقدیر یا تقدیر کی تیرہ شبی سے شکوہ نہیں رہتا اور وہ اپنے کیے پہ یا اپنے ساتھ کچھ ہونے پہ صبر و برداشت کا گھونٹ لے لیتا ہے اور بہت کچھ برا سہی بہت کچھ اچھا بھی زندگی میں تمہارا منتظر ہے بہت سی خوشیاں تمہاری راہوں میں بچھنے کو تیار ہیں اور اپنوں سے دوری یا راستے کی کٹھنائیوں، رشتوں کی بے مروتی، بے فیض رفاقت کا کیا رونا ہر کوئی ہمیشہ طمانیت اور آسانیوں کے جلو میں کہاں رہتا ہے پھر تم تو بہت بہادر لڑکی ہو بی بریو اور یاد رکھو کہ نرم زمین ہی اچھی فصل کے لئے موسموں کی سختیاں سہتی ہے تم نے بھی اپنے مقصد کے حصول و تلاش میں جو سہا وہ جلد یا بدیر اجر ضرور پائے گا۔'' لیڈی ایلون بہت ٹھہرے ہوئے انداز میں بڑے نرمی سے سمجھا رہی تھیں اور وہ کچھ بھی کہے بغیر بس یک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔

''ماریہ یہ جو مایوسی کا بھنور ہوتا ہے، یہ بڑا ظالم گرداب ہوتا ہے اس کے کنارے کنارے پر آدمی گھومتا رہے تو بچنے کی کچھ امید ہوتی ہے لیکن جب بہت گہرا اتر جائے تو پھر بچنے کی کوئی آس باقی نہیں رہتی کیونکہ صرف اپنی ذات کے موسموں میں جینے والا آدمی باہر کے ہر موسم کو پانے کا حق کھو بیٹھتا ہے اور پھر اسے صبر کرنا پڑتا ہے جانتی ہو صبر کا مقام اس وقت آتا ہے جب انسان کو یہ یقین آ جائے کہ اس کی زندگی میں اس کے عمل اور ارادے کے ساتھ ساتھ کسی اور کا عمل اور کسی اور کا ارادہ بھی شامل ہے اور تم یقین کر لو کہ تمہارے ارادوں تمہارے خوابوں سے پرے اوپر کوئی اور طاقتور ہستی موجود ہے جس کا اشارہ ہی تمہارے عمل و ارادے سے برتر ہے اور یہ ذی القدر ہستی سوائے یسوع مسیح کے اور کون ہو سکتی ہے، تم پلٹ آؤ اپنی زندگی کو آسان کر لو ماریا اور یاد رکھو آسانی صرف یسوع مسیح کے عقیدے میں ہے۔'' بہت نرمی سے اس کے رخسار تھپتھپاتے ہوئے لیڈی ایلون نے بات مکمل کی اور ماریا جوزف نے اس بار بھی کچھ نہیں کہا تھا بس بہت سپاٹ تاثرات کے ساتھ نگاہیں پھیرتے ہوئے وال پینٹنگ کو دیکھا تھا اور لیڈی ایلون کو اس کے رویے سے الجھن سی محسوس ہوئی۔

وہ سمجھ سکتی تھی کہ ماریا سائیکی پرابلم کا شکار ہے اور لاتعداد الجھنوں بے شمار سوالات، بہت سے ابہام اس کے ذہن کو بری طرح جکڑے ہوئے ہیں، صرف چیزوں پہ نہیں انسانوں پہ اس کا اعتماد متزلزل ہوا تھا، عقیدے مذہب اور مذہبی تعلیمات نے اسے بے یقین کیا تھا ان سب پہ اس کا اعتبار پھر سے قائم کرنا تھا اور یہ اعتبار و یقین جانے اجنبیت و بیگانگی کی کتنی منزلیں پہلا نگ کر بنتا۔

کون جانتا تھا کہ زندگی بہت دل سے بڑی محبت اور خلوص سے لے کر جینے والی لڑکی کتنی نگار روح تھی اس کا سکون بے چینیوں کی تھکانوں میں کھو گیا تھا صرف اچھا کھانا اچھا پہننا بہترین طرز رہائش مہنگی تعلیم یہ ہی کامیاب زندگی کی دلیل نہیں بلکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دماغ دیا ہے خیر و شر میں فرق کرنے والا ذہن بنایا ہے اور انسان جب ظاہری و دنیاوی عیش و عشرت سے ہٹ کر خیر و شر کے اسباب و وجوہات اور اثرات پہ نگاہ دوڑاتا ہے تو بتدریج اپنی منفی یا مثبت طرز فکر و عمل کے تحت شیطان یا رحمان کے نزدیک تر ہوتا جاتا ہے ہاں منزل مقصود سے ذرا پہلے انتہا درجے کی مایوسی، بے

دلی، بے یقینی اور بداعتمادی اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، وہ بھی اسی لپیٹ میں تھی، البتہ کب تک رہنا تھا۔

یہ کوئی نہ جانتا تھا
میری تار تار محبتیں
میری دل فگار محبتیں
میری بے وقار محبتیں
جو اجڑ سکیں نہ بسا سکیں
سر شاخ دل نہ سجا سکیں
کوئی لمحہ کھلنے گلاب سا
سر باب جاں نہ رقم
کوئی سانحہ، کوئی المیہ
میری بے یقین محبتیں
نہ عطا ہوا انہیں دیر میں
نہ شرف ہی شہرت عام کا
نہ سند ملی کوئی دوام کی
نہ وصال کی کوئی سرخوشی
نہ تو شدتیں غم ہجر میں
جو گریزاں ان سے صعوبتیں
سب ہی راحتیں بھی تھیں اجنبی
نہ رفاقتوں میں خلوص تھا
نہ تھیں استوار رفاقتیں
کسی قید میں، کسی جبر میں
رہیں کور چشم بصارتیں
سو کتاب جاں کی عبارتیں
نہ سیاہ ہوئیں نہ سفید ہی
وہی ایک رنگ تھا سرمئی
وہ جو پیراہن ہے شام کا
یونہی عمر ساری گزر گئی
کسی سر کشیدہ سوال میں
کسی خواب کے سے خیال میں
کسی خوف جیسے ملال میں
اک عجب سی صورتحال میں
میری بدنصیب محبتو!
میری ایک بات یہ جان لو

کبھی معتبر بھی جو ہو گئیں
اسی زندگی ہی میں تم اگر
تو یہ دیر پا یا خوشی مجھے
نئے دکھ سے کر دے گی آشنا
میں کہاں سے ڈھونڈ کے لاؤں گا
وہ خوشی برتنے کا ذوق و شوق
جسے وقت لے کے بھی جا چکا

☆☆☆

وقت لمحہ لمحہ ہاتھوں سے سرک رہا تھا اور زندگی جینے کی تشویش بڑھتی جا رہی تھی یہی وہ گھر تھا کہ جہاں زندگی ہنستی گاتی تھی خواب مسکراتے تھے اور تمناؤں سے بھرے موجود کھل کر جیتے تھے اور اسی گھر میں وحشت ناچتی تھی صف ماتم بچھی تھی بہت ہنستے رہنے والے چہرے آنسوؤں سے تر تھے، یہ زندگی کا اصول ہے جسے آنا ہے اسے جانا بھی ہے اور ہر نفس کے جینے کا اک وقت معین ہے مگر یہ سب جانتے بوجھتے دل کو صبر نہ آئے تو کیا ہو۔

اریبہ نے قرآن پاک بڑی عقیدت سے رحل میں رکھ کر اونچائی پہ دھرا اور گھر کی لائٹس آف کرنے لگی کہ صبح کا نرم اجالا اچھی طرح پھیل چکا تھا یونہی اس نے لائٹس بجھا کے کھڑکیوں سے پردے کھینچے تو نجمہ خاتون کی خفا سی آواز آئی تھی۔

"تم نے لائٹس کیوں بجھا دیں تمہیں پتا ہے تمہارے ابو گھر آنے والے ہیں انہیں شام ڈھلے اندھیرے میں ڈوبا گھر اچھا نہیں لگتا۔" اریبہ کی آنکھوں کے کنارے سرخی چھلکی تھی اس نے کچھ کہے بغیر اپنی وحشت زدہ مضطرب اور نڈھال ماں کا چہرہ بہت دھیرے ہاتھوں میں تھاما تھا۔

"بتیاں جلا دو رات کو روشنی نہ کرو تو گھر کا اجالا اٹھ جاتا ہے آتا رزق روٹھ جاتا ہے اگر صبح کی نماز نہ پڑھیں یہی حساب شام کا ہے۔" وہ پھر بولیں انداز عجب پاگل پن لئے ہوئے تھا۔

"امی آپ اتنی اچھی باتیں کرتی ہیں اتنے شعور والی تو یہ کیوں نہیں سمجھتیں کہ ابو اب اس دنیا میں نہیں رہے وہ ہم سے بہت دور جا چکے ہیں ہماری زندگی ہماری دنیا سے ان کا عمل دخل ختم ہو چکا ہے، وہ مر چکے ہیں اور مرے ہوئے لوگ کبھی واپس نہیں آتے۔" بہت ضبط کرتے ہوئے بھی وہ رو پڑی تھی، نجمہ خاتون اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھیں۔

"ریبا آپا پلیز آپ کو پتا ہے امی اس بات پہ ہائپر ٹینشن لے لیتی ہیں اور پھر پاگل پن کی حالت میں انہیں سنبھالنا کتنا دشوار ہوتا ہے۔" شہباز کی بات پہ اس کے آنسو مزید تیزی سے بہہ نکلے۔

"تیرا ابو مر گیا وہ کیسے مر سکتا ہے، وہ تو گھر میں دوڑا آتا تھا کہیں سفر میں بھی جاتا تو اپنے گھر کی ہڑک لیتا تھا وہ ہم سے دور کیسے جا سکتا ہے، اسے تو اندھیرے سے وحشت ہوتی تھی وہ گور (قبر) کے گھپ اندھیرے میں کیسے رہ سکتا ہے، نہیں تم جھوٹ بولتی ہو، دشمن ہو تم میری، میرے گھر میرے سہاگ کی خوشیوں کو کھا جانے والی بلا ہو تم۔" وہ جارحانہ انداز میں اریبہ پہ جھپٹی تھیں کہ شہباز نے بہت تیزی سے صورت حال سمجھ کر انہیں مضبوط بازوؤں کے گھیرے میں لیا تھا اور اسی طرح تھام کر انہیں بستر پہ لٹایا [illegible] کو انہیں دوا کھلانے کا اشارہ کیا، دوا کے زیر اثر وہ کچھ دیر بعد مدہوش ہو گئیں تو وہ بہنوں کی طرف متوجہ ہوا، اریبہ گھٹنوں میں سر دیئے رو رہی تھی جویریہ اور ربیعہ بہت تشویش سے کبھی بہن کبھی ماں کو دیکھتی تھیں۔

"ربیعہ دسترخوان لگاؤ اور آپی پلیز آپ تو حوصلہ نہ ہاریں اگر آپ نے ہی حوصلہ کھو دیا تو میں اس ساری صورت حال سے اکیلا کیسے نمٹوں گا۔" اریبہ نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھا کر اپنے نزدیک گھٹنے ٹیکے بیٹھے بھائی کو دیکھا تھا پھر اس کے شانے پہ سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"شہباز امی کیا ہمیشہ یونہی رہیں گی، وہ کبھی ٹھیک نہیں ہوں گی، کیا ہم وسائل کی کمی، حالات کی کسمپرسی کے باعث ان کے علاج سے یونہی چشم پوشی کرتے رہیں گے۔" وہ آنسوؤں کے درمیان بولی تو شہباز کو حالات کی سنگینی شدت سے محسوس ہوئی اور اپنے اعصاب پہ قابو پاتے ہوئے بولا۔

"آپ کو اللہ پہ یقین ہے ناں، وہ قادر مطلق ہے سب ٹھیک کر دے گا اور جب تک میں زندہ ہوں ہر ممکن کوشش کروں گا امی کے لئے آپ لوگوں کے لئے، اٹھیں آپ کھانا کھا لیں۔"

"نہیں شہباز مجھے بھوک نہیں ہے کھانے، پینے، جینے کی سب خواہشیں مر چکی ہیں میرے اندر اب کوئی احتیاج نہیں اٹھتی۔"

"آپ کھانا نہیں کھائیں گی، تو اللہ ناراض ہوگا رزق سے کبھی کسی حالت میں منہ نہیں موڑنا چاہیے پھر کھائیں گے نہ تو ان حالات سے نکلنے، غموں سے نپٹنے کے لئے انرجی کہاں سے لائیں گے۔" وہ بولتے ہوئے بولتا اسے شانوں سے تھام کر دسترخوان تک لایا تھا اور نوالہ بنا کر اس کے منہ میں رکھا تھا اریبہ کو اس لمحے اپنی آنکھیں جلتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔

"کیا عمر تھی اس کی سترہ سال ابھی بے فکری، ہنسنے کھیلنے کے دن تھے اور اس نوعمری میں اس پہ کیسی تھکن طاری ہو گئی تھی، وجود کیسے طوفانوں کی زد پہ آیا تھا مگر پھر بھی اپنی جان مشکل میں ہوتے ہوئے وہ دوسروں کو بہلا رہا تھا نوالہ نگلا اور دوسرا نوالہ پلیٹ میں رکھ کر اٹھ گئی کمرے میں چار نفوس موجود تھے اور قبرستان جیسی خاموشی طاری تھی، اس خاموش وحشت زدہ سناٹے کو جانے کب تک ان کی زندگیوں پہ راج کرنا تھا اور بچ نکلنے کی تدبیر کیا ہوتی ابھی تو حوصلے بھی ڈھیر تھے، تھکن بھی فراہم تھی ایسے دالم موسم میں سکون کہاں سے آتا؟"

☆☆☆

جدید تراش کے ریڈ اینڈ بلیک سوٹ میں آئینے کے سامنے کھڑی کنگھی کرتی ثمن نے ہما کو نظر بھر دیکھ کر کہا تھا۔

"ہما جلدی چائے ختم کرو بھئی ہم لیٹ ہو جائیں گے۔"

"میں تو تیار ہوں بس چادر اوڑھنی ہے، میرا تو خیال تھا امی آپ بھی چلتیں تو مزا آتا، آپ مان ہی نہیں رہیں۔" ہما نے ثمن کو جواب دیتے ہوئے امی کو کہا۔

"نہ بس مجھ سے بڑھاپے میں سیل مارکیٹوں کے چکر نہیں لگتے، مجھے گھر رہنے دو اور تم فضول سے چیزیں مت خرید لی جانا صرف ضرورت کے تحت ہی لینا اور سنو گھر نکلنے سے پہلے شال ضرور لے لینا بہت ٹھنڈ ہو رہی ہے۔" انہوں نے ہدایات جاری کیں تو ثمن موسم کے پیش نظر قدرے گرم شال نکالی۔

"کہیں جا رہی ہو۔" دراج نے ناقدانہ نگاہ سے دیکھا۔

"جی بھائی موسم اچھا ہے کہیں جانے کو دل کر رہا تھا پھر آج کل مارکیٹ میں سیل لگ رہی ہے

کپڑوں، جیولری، جوتوں وغیرہ کی کچھ پسند آیا تو لے لیں گے۔" ہما نے بتایا تو قدرے توقف کے بعد، واج نے پوچھا تھا۔

"اکیلی جاؤ گی؟"

"نہیں محلے کی کچھ لڑکیاں ہیں پھر کسی نہ کسی کی امی بھی ہیں تو سہولت رہے گی۔"

"ٹھیک ہے پھر بھی ذرا احتیاط سے رہنا آج کل نوسر باز سر عام پھرتے ہیں، اچھا امی پھر میں چلتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔" واج بولتے ہوئے جھک کر رشیدہ خاتون سے الوداعی پیار اور دعائیں لینے لگا۔

"خیر سے جاؤ، اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے، رزق حلال دے۔" رشیدہ بیٹے کی پیشانی چومتی اس کے گرد دعاؤں کا حصار باندھنے لگی۔

گھر سے باہر نکلتے ہی برسات کے موسم کے اصل خوبصورتی اور دلفریبی کا احساس ہوتا تھا، دھلی نکھری سڑک، بلند و بالا درختوں کی ہریالی، گرد و غبار سے پاک ماحول گھروں کے دروازوں اور باؤنڈری وال سے جھانکتے رنگ برنگے مہکتے پھول قدرت کی صناعی کا احساس دلا رہے تھے۔

بارش کی وجہ سے فضا میں خنکی تھی، آسمانوں پہ سیاہ اور سفید بادلوں کے مرغولے مزید بارش کی خبر دے رہے تھے، موسم کا سحر، ماحول کی خوبصورتی اور لمحوں کی دلکشی اس کے دھیان میں اریبہ کا چہرہ جگمگانے لگا تو خوبصورت نقوش سے سجا چہرہ مسکراہٹ بکھیرنے لگا۔

"کیا عجب جنوں خیز ہے یہ محبت بھی جس میں کوئی کسی کے لئے بہت خاص اور رگ جاں کے قریب ہو جاتا ہے اتنا عزیز اور اتنا قریب کہ اس کے بغیر زندگی عذاب لگنے لگتی ہے وہ پاس نہ ہو تو روح پر قیامت سی اترنے لگتی ہے، محبت واقعی زور آور جذبہ ہے جو خرد مندوں کو دیوانہ کر دیتا ہے اور وہ محبوب کی نگاہ اس کے نتیجے میں تسلی دل کے تقاضے تراشتے ہیں، شاید یہ کسی بہت اندرونی احساس کی کرشمہ سازی ہوتی ہے کہ وہ جذبہ جسے کبھی چھوا ہو نہ برتا ہو دل کی انگلی پکڑے تمنا کے آخری جزیرے تک جانے لگتا ہے۔" واج نے سرخ ادھ کھلے گلاب کو سونگھتے ہوئے آنکھیں بند کی اور ایک گہرا سانس اپنے اندر آتارا تھا، اس کے تصور میں ایک اور چہرہ ابھرا تھا شہریار کا وہ پھر سے مسکرایا۔

"جب تک تم جیسے مجھ جیسے دیوانے موجود ہیں داستان عشق متروک نہیں ہو سکتی، کتنا حیران کن ہے محبت جیسی شے کا تمہارے اندر وقوع پذیر ہونا، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تم سنجیدہ ہو سکتے ہو محبت کے نام پر، تم جو اسے دنیا میں سب سے بیوقوفانہ عمل قرار دیا کرتے تھے، جو لڑکیوں سے کوسوں دور بھاگا کرتے تھے، تم آج آنکھیں بند کر کے اسم محبت کی مالا جپ رہے ہو اور تمہارا کسی لڑکی کے لئے سنجیدہ ہونا حیران کن ہے وہ بھی اس قدر شدید اور اتنی گہری نوعیت تک، تمہارا محبت پہ ایمان نہیں تھا مگر تم امید محبت کی آبیاری کر رہے ہو اور وہ لڑکی یقیناً خوش قسمت ہے جسے شہریار خان جیسا شخص اتنا چاہتا ہے اس کے ساتھ کی اتنی تمنا رکھتا ہے اور وہ لڑکی تمہیں ضرور ملے گی کیونکہ تمہارے لئے تو لمحوں نے بھی دعائیں کی ہوں گی پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم اسے اتنا چاہو اور چاہتوں کی آنچ اس کے دل تک نہ پہنچے، یہ محبت تو بڑی ظالم شے ہے پل میں خاک کو آسمان اور آسمان کو خاک کر دیتی ہے جیسے اس نے مجھے خاک کیا پھر اس خاک کو آسمان کا ستارہ بنا دیا وہ ستارہ جو اریبہ نام کے چاند کی چاندنی سے چمکتا ہے۔" دھیان کا سرا اریبہ کی جانب پلٹتے ہی اس کی دھڑکنوں میں ایک

تلاطم سا ارتعاش بیدار ہو گیا تو جہ اور کرم کے پہلو یاد آئے تو تمناؤں کا ڈھیر خواب سجے نئی تب میں پیچھے سے چلا آیا اور وہ ان لمحوں کی خوشگواری میں کسی عمر جینا چاہتا تھا۔

واقعی خیالات میں گم جو رہا تھا کہ کوئی بائیک روکتا اس کے قریب رکا تھا۔

"ہیلو واج، یار تم پیدل ہی نکل آئے گھر سے تھوڑا انتظار کرتے ہیں بائیک لے کر نکل رہا تھا۔" اس کا دوست سرمد اس کی بائیک دیتے ہوئے بولا تھا۔

"موسم اچھا ہو رہا تھا تو پیدل چل پڑا پھر مجھے معلوم تھا کہ تم راستے میں مل جاؤ گے گزرنا تو تمہیں ادھر سے ہی تھا۔" واج نے بائیک کی چابی پکڑی۔

"اوکے یار، پھر ملیں گے تمہیں آفس جانا ہو گا میری وجہ سے لیٹ ہو گئے۔"

"کوئی بات نہیں، اوکے سی یو نیکسٹ ٹائم گڈ بائے۔" واج نے بائیک سٹارٹ کرتے ہوئے سرمد سے ہاتھ ملایا۔

سیدھی شفاف سڑک پہ بائیک دوڑاتے ہوئے وہ ٹرن لینے لگا تو آفس سے کال آنے لگی اس نے بزی کرتے ہوئے رفتار قدرے تیز کی اور سر جھٹک کر دماغ کو ہر خیال سے خالی کرنا چاہا تھا۔

☆☆☆

"بہت خوش قسمت ہو تم سنعیہ کہ شہریار تمہارے اتنے خشک رویئے کے باوجود تم سے اتنی شدید محبت کرتا ہے۔" صبا رشک آمیز لہجہ میں بولی تھی۔

"چند محبت جس کا دوسرا نام ایڈجسٹمنٹ یا کمپرومائز ہے تم نہیں جانتی ہو شہریار جیسے لوگوں کو اندازِ محبت کے درست ہجے بھی معلوم نہیں ہوتے۔"

"اس محبت کی نفی کر کے تم صرف اپنے آپ کو دکھ دو گی اور کچھ نہیں ہو گا، دکھ کا موسم شاید بنایا ہی میرے لئے گیا ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"سنعیہ ٹیک اٹ ایزی یار، تم ابھی سے اتنی ٹینس ہو آگے جا کر گاڑی کیسے چلے گی اور تمہیں اس رشتے پر اعتراض تھا تو اپنا پوائنٹ آف ویو پہلے کلیئر کر دیتیں۔" صبا نے رسان سے کہا۔

"صبا بات اعتراض یا انکار کی نہیں، بات لائف برباد ہونے کی ہے، میں تمہیں سمجھا نہیں سکتی میرا پورا لائف سٹائل ڈسٹرب ہو جائے گا میں جتنا اس تعلق اس رشتے کو بھولنا چاہتی ہوں وہ سامنے آ کر اسی قدر شدت سے اس حوالہ کو باور کرا دیتا ہے کہ میں......" چند لمحے کو اس کی آواز رندھ کر بالکل خاموش ہو گئی پھر وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"شہریار مجھے بار، بار یاد دلاتے ہیں کہ ہر اعتراض، گریز، انکار کے باوجود میں رہوں گی ان کی منکوحہ مستزاد ان کے انداز میرے لئے فرار کی کوئی صورت نہیں بچتی، میں بہت مشکل میں ہوں۔"

"ہوں، تم نے آنٹی سے بات کر لی تھی وہ ماں ہیں اور ماں سے بڑھ کر اولاد کے احساسات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔" صبا نے راہ دکھائی۔

"وہ مجھ سے زیادہ شہریار کی ماما کا دل کرتی اور اس کی وکالت بھی ایسے مدلل انداز میں ایسے کرتی ہیں کہ سامنے والے کو منفی پہلو بھی مثبت نظر آنے لگتے ہیں۔" صبا کچھ پر سوچ میں اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم نے شہریار بھائی سے اس تعلق کے حوالے سے اپنے خدشات و تحفظات شیئر کیے؟"

"بہت کھل کر تو نہیں بہر حال اتنا وہ جانتے ہیں کہ میں اس رشتے کو لے کر خوش نہیں رہ

سکتی۔"

"محض تمہارا ناخوش ہونا ہی کافی وجہ نہیں تمہیں حقیقت میں انہیں وہ عوامل بتانے چاہئیں جو اصل وجہ اعتراض ہیں۔"

"ہاں مجھے صاف الفاظ میں بات کرنی ہوگی ورنہ شہریار کی مزید پیش قدمی میرے لئے اور ذہنی ٹینشن کا باعث بن سکتی ہے اور میری محض ایک غلط فیصلہ مستقل پریشانی و اذیت کا باعث بنے یہ میں کسی طور ہونے نہیں دوں گی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی تو صبا چند لمحے خاموش اسے دیکھتی رہ گئی پھر بولی تو لہجہ بڑا ٹھہرا ہوا اور سان لئے تھا۔

"سعدیہ تم میری واحد دوست ہو تمہیں سمجھانا میرا فرض بنتا ہے کیونکہ میں نے تمہیں محض دوست یا کلاس فیلو نہیں بلکہ سب سے پہلے بہن سمجھا ہے تم ابھی کسی بھی سوچ کو جذباتی انداز میں مت لو، کیونکہ جب ہم انا کے گنبد میں لپٹے چیزوں اور انسانوں کو جذباتیت کی نظر سے یا غرض شامل کر کے دیکھیں تو وہ ہمیشہ دھندلی اور ناپسندیدہ دکھائی دیتی ہیں اور سارا فرق صرف ہماری سوچ کا ہوتا ہے کہ وہ ہمیں جو دکھائی دے ہم وہی دیکھنا چاہتے ہیں اور اس منفی سوچ کے باعث ہم اپنے آنے والی بہت سی خوشیاں کھو بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ لوگ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں بلا محنت بیٹھے بٹھائے جھولیاں بھر بھر خوشیاں مل جائیں، جیسے تم جیسے ایکدم سے شہریار جیسا ہینڈسم، ڈیسنٹ اور کوالیفائیڈ بندہ مل گیا، بس تھوڑا دل کو سمجھانے والی بات ہے رشتے و احساسات کی تبدیلی کے حوالے سے اور یقین جانو سب خدشات جھٹک کر چلو گی تو زندگی کے راستے خود بخود سہل ہوتے جائیں گے اور لڑکیوں کی تو خوبی ہوتی ہے وہ خود کو ہر سانچے میں بڑی آسانی سے ڈھال لیتی ہیں۔"

"صرف لڑکی ہی کیوں اپنے آپ کو مارے اپنی ذات و انا کی نفی کر کے مرد کے لئے قربانی دے کیوں؟"

"چلو یہ کام تم شہری بھائی سے لے لینا تم سے اتنی محبت کرتے ہیں تمہارے لئے آپ آپ کو بدلنا پڑا تو وہ بڑے آرام سے کر سکتے ہیں۔" صبا ہنس کر بولی۔

"تمہارے گھر کے احسانوں تلے دبا وہ شخص ان احسانوں کے خراج میں اس جبری رشتے کو نبھانے کے تمام تقاضوں کو پورا کرے گا، چاہے دل کتنا ہی انکار کرے اور میں اس انکار و اقرار کے زیاں اور آزردگیوں کو عمر بھر کے لئے مقدر نہیں بنا سکتی احسان کی قبولیت میں۔"

یہ سب سوچتے ہوئے اس کے چہرے پہ شہریار کے متعلق ایسے تاثرات بلکہ بیزاری رقم تھی کہ اگر صبا دیکھ لیتی تو اس پل اس کے چہرے کی سمت تو حیران رہ جاتی اس نے کہا تو صرف اتنا۔

"تم کچھ بھی کہو میں اس کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔"

"تمہیں خوش رہنا آتا ہی نہیں اور سچ تو یہ ہے تم خوش رہنا ہی نہیں چاہتیں، ہر شخص اپنی اہمیت کوشش کرتا ہے [illegible] اور عزت دے کر جو تم سمجھتی ہو تم بہت زیادہ بے اعتنائی [illegible] تو تم اس دنیا کی بیوقوف ترین ہستی ہو کیونکہ کھیلتے ہوئے تم [illegible] اور بہت جان چھڑانے کی کوشش کے باوجود تمہیں [illegible] مجبوری تو تمہاری ہے شہریار تو مجبور نہیں، وہ تو بہت دل سے اس رشتے کو نبھانے جا رہا ہے اور اس کی تمام تر رضامندی کے باعث تم اسے راہ بدلنے پر مجبور

ہاں لگتی ہو جبکہ تمہارے پاس اس سے بہتر کوئی آپشن بھی موجود نہیں ہے۔" صبا صاف گوئی سے بولی تھی۔

"اس شخص کی رضا کے لئے میں ساری زندگی مجبوری میں گزار دوں، جبکہ میرا زندگی کے متعلق اپنا ایک نظریہ ہے اور یہاں تو آپشن کی بات ہے تو میرے سامنے شہریار سے ہر لحاظ سے بہتر زندگی اور بہتر معیار زندگی کا راستہ ہے ایسی صورت میں اپنی زندگی کیوں برباد کروں اور یہ بات میں شہریار کو بھی جلد بتا دوں گی۔" وہ بولتی ہوئی جھٹکے سے اٹھی تھی اور وہاں سے چلی گئی صبا الغور اسے جاتے ہوئے بس تکتی ہی دیکھتی رہ گئی سعدیہ کے الفاظ میں ایک تلخی کیفیت تھی وہ کسی پریشان کن بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی وہ بہت موڈی لڑکی تھی اس سے کچھ بھی بعید نہ تھا کہ شہریار کو منع ہی کہہ دے اور اچھی بھلی زندگی کو پریشانیوں کی نذر کر دے پھر حالات جو رخ اختیار کرتے وہ یقیناً اچھے نہ ہوتے، صبا متفکر انداز میں سر پکڑ کر رہ گئی۔

سن لیا تیرا فیصلہ اور سن کر اداس ہو بیٹھے
ذہن چپ چاپ آنکھ خالی جیسے ہم کائنات کھو بیٹھے

☆☆☆

یہاں آفس سے لوٹنے کے بعد فریش ہو کر لاؤنج میں آیا تو ہما اور ثمن فیشن میگزین میں مگن نئے ڈیزائن ڈسکس کر رہی تھیں اور آمنہ ریموٹ پکڑے چینل سرچنگ میں مصروف تھی۔

"آ گئے بیٹا خیر سے آج کچھ جلدی نہیں آ گئے۔" رشیدہ بیگم نے جائے نماز کا کونہ موڑتے سامنے بیٹھے اپنے وجیہہ بیٹے کو دیکھا اور دل میں اس کی صحت و تندرستی کے لئے ڈھیروں دعائیں کر ڈالیں۔

"امی شاید آپ بھول گئیں آج جمعۃ المبارک ہے اور ہاف ڈے ہوتا ہے۔"

"اوہ اچھا بس عمر ایسی ہے بہت کچھ ذہن سے محو ہوتا رہتا ہے، تم کھو کھانا کھا لیا۔" وہ نرمی سے بولیں۔

"کھانا نہیں امی، بس ایک کپ چائے کا بنوا دیں سر میں ہلکی سی درد ہو رہی ہے۔" وہ بولا۔

"آمنہ اٹھو گڑیا بھائی کے لئے چائے بنا کر لاؤ۔" انہوں نے آمنہ کو متوجہ کیا۔

"بھائی گرمی کا موسم ہے خالی چائے مت لیں پہلے تھوڑا بہت کچھ کھا لیں پھر چائے پی کر آرام کر لیجئے گا۔" آمنہ ریموٹ رکھتے ہوئے اٹھی۔

"ارے اتنی فکر اور ترددد، ہماری گڑیا تو بہت سیانی ہو گئی ہے ہم خوامخواہ تمہیں کیئرلیس سمجھتے ہیں۔" وہاج نے کچھ تحیر سے کہا۔

"بس کرم ہے خدا کا گن تو بہت دیئے ہیں ہی نے کسر نفسی سے کام لیا اور کبھی غرور نہیں کیا۔" وہ بے نیازی سے بولی تو وہاج کے ساتھ سبھی بے ساختہ مسکرا اٹھے تھے، جبکہ رشیدہ نے کہا تھا۔

"ماشاءاللہ خدا نظر بد سے بچائے اب لگے ہاتھوں چائے بھی بنا کر لے آؤ۔"

"بھائی میرا خیال ہے اب ہمیں گھر بدل لینا چاہیے، ماشاءاللہ آپ اچھے خاصے آفیسر ہیں تو گھر بھی آفیسرز والا ہونا چاہیے، پھر ہم بھی شو مارنے جوگے ہو جائیں اپنے حلقہ احباب میں۔"

[illegible] نے چائے دیتے ہوئے ساتھ فرمائش کی تو وہاج بے اختیار کھانس کر رہ گیا۔

''بہت اچھا مشورہ ہے مگر تھوڑا صبر اور انتظار کا متقاضی ہے کیونکہ ایک تو میرا سال مکمل ہونے پہ مجھے کمپنی کی طرف سے فرنشڈ اور فل ڈیکوریٹیڈ بنگلہ ملے گا، دوسری بات ہمارا محسن کی شادی ہونے تک تھوڑا ہاتھ کھینچ کر رکھنا پڑے گا کیونکہ صرف اپنے گھر کی بات نہیں خالو اشفاق کی وفات کے بعد ان کے گھر یلو بجٹ کا تخمینہ بھی ہمارے اخراجات میں شامل ہے، سو تھوڑا دیکھ بھال کر ہی سب کرنا ہوگا۔'' وہاج کچھ ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بولا تھا اور چائے کا کپ لئے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

''اب تو خالو کی وفات کو دو تین ماہ ہو گئے ہیں، شہباز کو تھوڑا بہت گھر کے لئے کرنا چاہیے اور اریبہ آپی بھی پہلے تو اتنے اچھے حالات میں بھی ٹیوشنز پڑھاتی اور سب چھوڑ کر صرف بھائی کی آس پر رہ گئی ہیں۔'' آمنہ نے دبے الفاظ میں بہنوں سے کہا جو رشیدہ نے سنتے ہی بی کو گھر کا۔

''بری بات آمنہ ایسے الفاظ منہ سے نہیں نکالتے خاص کر تب جب ہمیں علم ہو کہ فریق ثانی ہمارا محسن ہے یہ تمہاری خالہ ہی تھیں جو تمہارے ابو کی وفات کے بعد ہمارے کام آئی تھیں دبے چھپے ہاتھوں اریبہ اور نجمہ نے جو امداد کی اسی کے سہارے ہمارا مشکل وقت کٹا اور وہاج کی بے روزگاری کے تین سال بھی انہوں نے ہمدردی کے سہارے گزارے ہیں ہم نے آج اگر ان پہ مشکل وقت آ پڑا ہے تو تم تین ماہ میں اکتانے لگیں، جو انسان انتہائی برے وقت میں بھی آپ کا ساتھ دے، اس کے دکھ میں آپ کو بھی حصہ بٹانا چاہیے۔''

''سوری امی، میں نے تو محض بھائی کی پریشانی اور ذمہ داری میں اضافہ کے خیال سے ایک بات کی تھی ورنہ میرا مقصد آپ کی یا خالہ لوگوں کی دل شکنی ہرگز نہ تھا۔'' آمنہ خفیف و شرمندہ ہو کر بولی۔

''بیٹی آپ کی سوچ خواہ کیسی ہو مگر اپنے سے وابستہ، اپنا بہت ساتھ دینے والے لوگوں کے لئے بھی بیکو مت ہوں کیونکہ آج اگر ان کی وجہ سے آپ پرابلم میں ہیں تو گزرے کل میں وہ بھی آپ کے لئے بہت سی پرابلمز کا سامنا کر چکے ہیں، زندگی اور تقدیر کے کام ہمارے بس میں نہیں مگر اپنے اور دوسروں کے لئے اطمینان رکھنا یا اطمینان دینا یقیناً ہم کر سکتے ہیں اور یہاں تک ہو سکے ہمیں اپنے سے وابستہ رشتوں کی خوشی و سکھ کا خیال کرنا چاہیے بس ذرا دل کو سمجھانے والی بات ہے اور وہ میرا خیال ہے اتنا مشکل بھی نہیں۔'' وہ رسان اور نرمی سے سمجھاتی گئیں۔

''واہ امی، آپ ہر معاملے پہ اتنے جامع اور دلکش پیرائے میں رائے دیتی ہیں کہ دل خود بخود تائید میں بول اٹھتا ہے۔'' محسن فوراً بولی۔

''بس تو دل کو اچھے رخ پہ بولتے دیتے رہنا چاہیے دنیا جینے کے قابل لگتی رہتی ہے۔'' وہ مسکراتی ہوئی اٹھی تھیں۔

☆☆☆

وہ تیزی سے چلتی کچن تک آئی تھی تیار سلائس اٹھایا چائے کے ساتھ اور واپس جانے لگی تو نزہت نے اسے روکا۔

''صبا بیٹی اتنی جلدی میں اور بھاگم بھاگ ناشتہ، چندا گھر میں رہنا ہے آرام سے، سکون سے بیٹھ کر ناشتہ کرو۔''

''اوہ سویٹ ماما، آج ٹائم بہت شارٹ ہے مجھے کہیں جانا ہے۔'' وہ چائے کا گھونٹ لیتے

ہوئے بولی۔

''سعدیہ کے ساتھ کوئی پروگرام طے ہے۔''

''نو مما مجھے شہریار بھائی سے ملنا ہے مگر ملنا سعدیہ کے سلسلے میں ہے۔''

''خیریت۔'' نزہت برنر کی آنچ سے ذرا ہٹتے ہوئے بولیں۔

''بس مما وہی اپر کلاس کی یک جنریشن والی مخصوص ڈپریشن زدہ کیفیت بنا کوشش کے بہت کچھ اچھا مل جائے تب بھی انسان بہت اپ سیٹ ہو جاتا ہے، اتنی عنایت خداوندی سنبھالے نہیں سنبھلتی نا۔''

''کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔'' نزہت نے آنچ ہلکی کی۔

''آپ کو تو معلوم ہے وہ شہریار کی منکوحہ ہے اور اس رشتے کے حوالے سے ڈپریسڈ ہے، اس نے تعلق کو قبول کرنا اسے بہت تکلیف دہ لگ رہا ہے اور مجھے ڈر ہے وہ کچھ الٹا سیدھا بول کے شہریار بھائی کو نہ خفا کر دے۔''

''یہ تو تشویش والی بات ہے شائستہ کو علم ہے اس بابت کا۔''

''بالکل بلکہ سعدیہ سے ان کی اس حوالے پہ بہت تفصیلی بات بھی ہو چکی ہے اور انہوں نے سعدیہ کے تمام خدشات واہموں کو یکسر رد کر دیا ہے۔''

''پھر سعدیہ کا ردعمل یہ مطلب وہ کیا کہتی ہے اب؟''

''کہنا کیا ہے اپنے موقف پہ قائم ہے بقول اس کے بچپن سے ایک ساتھ رہنے دوستی خلوص کے باوجود وہ شہریار کے لئے اس نوعیت سے نہ تو سوچ سکتی ہے نہ خود کو اس رشتے کی ڈیمانڈز کے لئے قائل کر سکتی ہے۔''

''جب انڈراسٹینڈنگ نہ ہو تو سب مشکل لگتا ہے مگر میرے خیال میں شہریار سے سعدیہ کی اتنی انڈرسٹینڈنگ تو ہے کہ سب مینج کر لے۔'' نزہت ذرا حیرت سے بولیں۔

''بس نخرہ لگی ہے خوامخواہ روڈ ہو کر اچھے بھلے بندے کی زندگی کو خراب کرنے کا تہیہ کئے بیٹھی ہے یہ اپر کلاس کا بڑی ظالم سے ہے مما کچھ ہو تو ٹینشن نہ ہو تو بہت زیادہ ٹینشن اور ہو تو خوامخواہ کی ٹینشن۔'' صبا نے کہا تو انہیں نیوزی لینڈ کے ہاسپٹل میں بستر مرگ پر پڑی وہ غیر مسلم امیر زادی شدت سے یاد آئی جس نے اپنی کلائی کی رگیں کاٹ کر جانے کس کے جرم کو پاداش چڑھانے کی کوشش کی تھی۔

''اس کے تو والدین بھی قطع تعلق کر چکے تھے جانے کیا بنا ہوگا اس سنہری شہزادی کا۔''

''اوکے مما پھر میں چلتی ہوں۔'' صبا کی آواز انہیں خیالات کی دنیا سے باہر کھینچ لائی۔

''صبا ٹھہرو تم شام میں چلی جانا بیٹا، مجھے ابھی تمہاری پھپھو کے ہاں جانا ہے، ان کی طبیعت خراب ہے پھر ہاسپٹل تو گھر نوکروں کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔''

''اوہ مما یہ پھپھو کو بھی آج بیمار ہونا تھا۔'' وہ منہ بنا کر واپس چیئر پہ بیٹھی۔

''اونہوں بری بات بیماری اور مصیبت کبھی پوچھ کر نہیں آتے۔''

''مما میں بور ہو جاؤں گی اکیلی اتنے بڑے گھر میں۔''

''تمہارے پاپا آج گھر پہ ہیں ان سے گپ شپ کرنا۔''

''پاپا گھر پہ کیسے آفس نہیں جائیں گے۔''

"نہیں نزلہ ہے اور سر درد بھی آرام کریں گے تو ٹھیک ہو جاؤں گی اور تم اپنے پاپا کا خیال رکھنا انہیں ٹائم پہ دوا دے دینا اور کھانا دے دینا میں ہاسپٹل پہنچ کر فون کروں گی او کے بیٹی اور اپنا خیال رکھنا۔" نزہت بیگم کی پیشانی چومتی باہر نکلیں۔

صبا نے ایک نگاہ ان کے دور جاتے قدموں پہ ڈالی تھی پھر پاپا کے کمرے میں جھانکا تو وہ گہری نیند سو رہے تھے انہیں جگانے کا ارادہ ترک کر کے وہ باہر لان میں چلی آئی۔

رنگ برنگے تر و تازہ پھولوں کو خوشبو کو ٹھنڈی ہوا کے ساتھ فضا معطر کرتے پا کر وہ قدرت کی فیاضی پہ تشکر بھرے انداز میں آسمان دیکھنے لگی جو سیاہ بادلوں سے ڈھک رہا تھا۔

"اللہ کرے بارش ہو جائے تو زمین کا حبس ختم ہو اور گرمی کا زور ٹوٹے۔" اس نے بے اختیار کہا تھا۔

"نہ بی بی اللہ بارش نہ برسائے ہم غریب لوگ مارے جائیں گے گھاس پھوس کی جھونپڑی کی ایک جھلک بھی نہ بچے یا پھر سڑکوں پہ کچی گلیوں میں اتنا پانی جمع ہو جاتا ہے نری کیچڑ اور بدبو۔" پودوں کو پانی دیتی زرینہ (ملازمہ) بولی تو صبا نے ناک سکوڑ کر کہا۔

"اُفوہ زرینہ تم تو اتنے خوشگوار موسم کا مزا خراب کر دیا۔"

"بی بی جی آپ جیسے گھروں میں شیشے کی شفاف کھڑکیوں سے حسین پھولوں پہ برستی بارش آپ جیسے بڑے لوگ دیکھیں تو مزا دیتی ہے ہم جیسے غریب ٹپ ٹپ برستی جھونپڑیوں میں ساز و سامان سنبھالتے خود کو بیمار پڑتے دیکھتے مچھروں، گندے جوہڑوں کی بدبو سہتے لوگ دیکھیں تو تکلیف دیتی ہے۔" وہ دکھ سے بولی۔

"تو تم ملازمین کے لئے مختص کردہ کوارٹرز میں آ جاؤ پر تمہارے گھر والے نہیں مانتے اس پہ ہمارا دوش۔"

"دوش تو بس ہم غریب لوگوں کا ہے جو دھرتی پہ بوجھ بن گئے۔"

"مائی گاڈ زرینہ بہت بولتی ہو اور کام کم کرتی ہو جلدی سے فارغ ہو جاؤ میں پاپا کو دیکھوں اٹھے یا نہیں۔" صبا ہدایت دے کر مڑی۔

☆☆☆

اوڑھ لی اوڑھنی پیا تیرے نام کی
اوڑھ لی اوڑھنی
اوڑھ لی اوڑھنی پیا تیرے نام کی
ایسے بنی میں تیری جیسے رادھا بنی
شام کی
اوڑھنی اوڑھ لی، اوڑھ لی اوڑھنی

وہ بڑی لہک کر گلوکارہ کے ساتھ سر میں سر ملا رہی تھی جب پیچھے سے آ کر شہریار نے اچانک سی ڈی پلیئر آف کیا اس کی آواز ایکدم سے لبوں میں رکی اور چہرے پر بڑی خفیف سی سرخی پھیلی جسے اس نے خفگی میں چھپانا چاہا۔

"بند کیوں کیا، اتنے اچھے سونگ چل رہے تھے۔"

"اس سے لاکھ درجہ بہتر وہ پکار ہے جو اذان کی صورت مساجد سے بلند ہو رہی ہے اور تم بجائے اذان کا احترام کرنے یا نماز ادا کرنے کے اس نیکی میں مصروف ہو۔" شہریار کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"اوہ سوری مجھے معلوم نہ تھا کہ اذان ہو رہی ہے اور مولانا صاحب بھی ادھر آ رہے ہیں۔" وہ اسے چڑانے کو بولی۔

"اور مجھے معلوم نہ تھا کہ ادھر کلب بلکہ ڈسکو کلب کھلا ہوا ہے۔" وہ آستین کے کف فولڈ کرتا وضو کیا چہرہ تپاتا اسے چڑا گیا۔

"میں کچھ بھی کروں آپ کو کیا؟ خود تو جیسے ہر وقت تسبیح پکڑے رہتے ہیں۔"

"تسبیح ہر وقت نہ بھی پکڑوں یہ الم غلم فضولیات تو نہیں دیکھتا۔"

"خانہ کعبہ سے جو نکلے ہیں۔" وہ تلملا کر بولی تو تیچ کلر کے خوبصورت سوٹ میں کھلے سیاہ بالوں کے بیچ اس کا تپا تپا چہرہ دیکھ کر شہریار کے ہونٹوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ گئی، جسے چھپاتے ہوئے وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولا تھا۔

"اگر غصہ دھیما پڑ جائے تو ایک کپ چائے بنا دینا میں اپنے کمرے میں ہوں۔"

"فارغ نہیں ہوں نوکرانی سے کہیں۔" وہ تڑ سے جواب دے کر سائیڈ پر رکھا انگلش میگزین اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"اور میں تم سے ہی بنوانا چاہوں تو۔" وہ اس کے کندھوں پہ دونوں ہاتھ رکھتا مسکراتی نگاہوں سے دیکھتا صدف کو خود پہ حاوی ہوتا محسوس ہوا۔

"تو میں نہیں بناؤں گی۔" وہ نگاہیں چراتے ہوئے بولی۔

"یہ بات میری طرف دیکھ کر کہو۔" وہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اس کا چہرہ قدرے اونچا کر کے بولا۔

"مجھے آپ سے کچھ نہیں کہنا۔" وہ ہنوز اسی خفیف انداز میں بولی۔

"اچھی بات ہے تعلقات کی نزاکت کو سمجھتی ہو، ویسے بھی ہمارے درمیان موجود رشتہ "کہنے" یا "کہلوانے" کا متقاضی نہیں ہے۔" شہریار نے بولتے ہوئے اپنا چہرہ ذرا سا نیچا کیا تھا اور اس کی سانسیں جیسے بے ترتیب سی ہونے لگیں، اس گھبراہٹ کو نفگی میں چھپانے لگی۔

"بہت پہچان ہے رشتوں اور تعلقات کی۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"میں چاہتا ہوں یہ پہچان تم بھی رکھو کیونکہ پہچان ہی ہر رشتے کا مقام اور اہمیت واضح کرتی ہے اور یہ اہمیت و مقام ہی بتاتا ہے کہ رشتوں کو رکھنا اور نبھانا کتنا ضروری ہے۔"

"جن چیزوں کو میں اپنی زندگی کے لئے ضروری سمجھتی ہوں انہیں بہت طریقے سے نبھا رہی ہوں۔"

"انہوں صدف میں رشتوں کی بات کر رہا ہوں چیزوں کی نہیں، چیزیں تو ایک سے بڑھ کر ایک مل جاتی ہیں مگر رشتے جو زندگی کی اساس ہوتے ہیں وہ ہاتھ سے پھسل جائیں یا کھو جائیں تو کسی بھی قیمت پر نہیں ملتے اور تمہیں پتا ہے رشتوں کا کھو جانا کتنی اذیت دیتا ہے۔" شہریار کی آنکھوں اور لہجے میں بھیگا پن اترا تھا۔

"خدا کرے تم اس اذیت کو کبھی نہ پہچان پاؤ کیونکہ اذیت کے انگارے ایسی آگ دہکاتے ہیں جو بظاہر نظر نہیں آتی مگر اس آگ سے روح تک جھلس جاتی ہے۔" وہ اس کے شانوں پہ سے

ہاتھ بڑھاتے ہوئے سیدھا ہوا تھا اور چند قدم پیچھے ہٹتے ہوئے اس کے چاند چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بہت رسان سے بولا تھا۔

''میں چاہتا ہوں تمہارے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ ہو، تم زندگی کو پورے دل سے جیئو میں تمہارے چہرے پر کبھی بھی اداسی نہیں دیکھ سکتا اس لئے کہ مجھے تم صرف ہنستی اچھی لگتی ہو۔'' سلعیہ کے چہرے پہ جامد خاموشی تھی، وہ کچھ نہیں بولی تھی صرف اسے دیکھ رہی تھی جو کہہ رہا تھا۔

''ہمارے درمیان جو رشتہ ہے اس کی حقیقت میں شعور میں قدم رکھتے ہی جان چکا تھا لیکن وقت سے پہلے تمہیں اس تعلق کے حوالے سے پریشان کرنا مجھے ہرگز پسند نہ تھا، اور اب بھی میں صرف اتنا چاہوں گا کہ وہ تعلق نہ سہی ہم میں کیا مروت کا ایک بے غرض سا رشتہ بھی نہیں بن سکتا کہ جس کی وجہ سے ہم چند لمحوں کو مل بیٹھیں تو اپنے دکھ سکھ، اپنی کامیابی ناکامی، یا پا تمیں بھی شیئر نہیں کر سکتے؟''

''آپ جو بھی کہہ لیں جتنی بھی کوشش کر لیں مگر جو رشتہ بندھا ہی غرض سے ہو وہ بے غرضی میں کیسے ڈھل سکتا ہے۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا تھا۔

''سلعیہ جس طرح تم سوچتی ہو ناں، اگر میں سوچتا ہوتا تو جانے کتنی دور پہ نکل چکا ہوتا، مگر میں اس بات پہ یقین رکھتا ہوں کہ میری محبت تمہیں ایک نہ ایک دن جیت لے گی اور تم میری سمت پلٹو گی۔'' اس کے لہجے میں خاص قسم کا ٹھہراؤ تھا۔

''پلٹوں گی مگر کس لئے؟ جبکہ میں آپ کو چاہتی نہیں۔''

''تو کیا چاہو گی بھی نہیں۔'' وہ ہلکے سے مسکرایا تھا۔

''نہیں بالکل نہیں اور آپ احمقوں کی جنت میں رہنا بند کر دیں خوش فہمیاں پالنا چھوڑ دیں کیونکہ بے جا توقعات صرف دکھ دیتی ہیں، آپ ایسے راستے پہ مت چلیں جس کی کوئی منزل نہیں۔'' وہ کتنے خشک انداز میں بولی تھی کہ شہریار کچھ دیر کو تو اسے بس دیکھتا رہ گیا پھر سر جھٹک کر یکدم مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''میری خواہش میری محبت مجھے یہی ایک راستہ دکھا رہی ہے، میں اس پہ چلنا کیسے چھوڑ سکتا ہوں جبکہ مجھے یقین ہے کہ منزل اسی کے اختتام پہ ہے۔''

''لیکن ایک بات جان لیں کہ نہ تو آپ میری محبت ہو سکتے ہیں نہ ترجیح، مجھے بند راستوں پہ سفر کرنا کبھی پسند نہیں رہا، میں شروع سے انفرادیت پسند رہی ہوں محبت کی تو وہ بھی بہت منفرد شخص سے کروں گی اور وہ شخص یقیناً شہریار نہیں ہو سکتا۔'' ترش الفاظ تلخ انداز میں کہہ کر وہ پلٹ گئی تھی اور شہریار ساکت سا وہاں دیکھ رہا تھا یہاں وہ کچھ دیر قبل موجود تھی۔

کتنا دشوار بچ تھا یہ کتنا سنگین انکشاف جیسے جھیلنا مشکل تھا وہ ہستی جسے آپ پوری شدتوں سے چاہتے ہوں جس کے نام اپنے تمام جذبے تمام آرزوئیں تمام زندگی کیے بیٹھے ہوں اور وہ آپ کو کچھ نہ سمجھے، کچھ نہ جانے کوئی اہمیت نہ دے تو جینا کتنا بے فائدہ لگنے لگتا ہے، جسے اپنی منزل سمجھ لیں وہ کہہ دے۔

''میری زندگی میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں میرے دل میں تمہارا کوئی مقام نہیں جاؤ لوٹ جاؤ۔''

''اور لوٹنا اتنا آسان تو نہیں کہ مسافتوں کا دکھ تو وہی جان سکتا ہے جس کی روح عذاب میں

ٹھہری ہو اور جسم پہ آبلے پڑے ہوں لمحہ بھر میں جس کا صدیوں کا سفر، سفر رائیگاں ہو جائے اور راستوں پہ خوابوں کی راکھ اڑتی ہو وجود دھول سے اٹا ہو۔''

بچھڑ کے تو قربتوں کی دعا بھی نہ کر سکے
اب کے تجھے سپرد خدا بھی نہ کر سکے
نوش بھی نہ رکھ سکے تجھے ہم اپنی چاہ میں
اچھی طرح سے تجھ کو خفا بھی نہ کر سکے!
چلو چھوڑو!

محبت جھوٹ ہے
''عہد وفا'' اک شغل ہے بے کار لوگوں کا
''طلب'' سوکھے ہوئے پتوں کا بے رونق جزیرہ ہے
خلش دیمک زدہ اوراق پر
بوسیدہ سطروں کا جزیرہ ہے
چلو چھوڑو!

کہ اب تک میں اندھیروں کی
دھمک میں سانس کی ضربوں پہ
چاہت کی بنا رکھ کر سفر کرتا رہا ہوں
مجھے احساس ہی کب تھا
کہ تم بھی موسموں کے ساتھ
اپنے پیرہن بدلو گے
چلو چھوڑو!

میرا ہونا نہ ہونا اک برابر ہے
تم اپنے خال و خد کو آئینے میں پھر نکھرنے دو
تم اپنی آنکھ کی بستی میں پھر سے اک نیا موسم اترنے دو
میرے خوابوں کو مرنے دو
چلو چھوڑو!
محبت جھوٹ ہے

☆☆☆

سانس کا سفر ختم ہو جاتا ہے لیکن آس کا سفر باقی رہتا ہے یہی تو وہ سفر ہے جو انسان کو متحرک رکھتا ہے اور متحرک ہونا زندگی کی علامت ہے یہ علامت رگوں میں خون کی طرح دوڑتی رہے تو انسان مایوس نہیں ہوتا، چاہے سانس کا سفر ختم ہی کیوں نہ ہو جائے۔

لیکن آس ختم ہو گئی تھی یا تلاش کے سفر کو مسافتوں نے تھکا دیا تھا کہ وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی بیماری تھکن زخم اور نہ پانے کی اذیت ان سب حادثات نے مل کر اس کے وجود پہ وہ تباہی مچائی تھی کہ اسے سب بے کار لگنے لگا تھا رشتے ناطے، تعلقات، کیریئر، فرینڈز، جستجو کا سفر، تلاش حق کی

کتنی کلیاں اپنے جینے کا کوئی مقصد نہ ملا تھا اور جو ملا وہ اس قابل نہ تھا کہ زندگی کو سہل کیا جاتا۔

"پھر کیا ہوگا؟" اسنیڈین، سوشل سیٹ اپ، اپنے ذہنی میلان در رجحان کے مطابق جینا جو کرتی سب کار دشوار تھا، ماریا جوزف زندگی کے جس موڑ پہ آ کھڑی ہوئی تھی وہاں اسے صرف الجھے ہوئے دھوئے نہ تھے بلکہ سب یکسر ختم لگ رہا تھا، سانس، آس، سفر زندگی کی علامت ہوتے ہیں اور علامت ہی نہ رہے تو زندگی جینے کا حوصلہ، جستجو، خواہش سب دم توڑ دیتے ہیں اور دم توڑے لمحوں سے ایک ٹوٹا بکھرا وجود اپنے لئے کیا لے سکتا ہے جبکہ لینے کی کسک بھی نہ ہو۔" وہ بلیک روز کے نئی پھولوں کو بکڑے بغور دیکھ رہی تھی۔

"اس بلیک روز کا بھی اک مقصد اک مقدر ہے کہیں محبت کہیں توجہ، کہیں مہک، کہیں سجاوٹ کے لئے یہ کوئی نہ کوئی معانی رکھتا ہے مگر میں، میں تو اس بے جان پھول سے بھی گزری ہوں کہ مجھے بالکل بے کار فضول پیدا کیا گیا ہے۔" اس نے ایک پھول کو پتی پتی کر کے بکھیرنا شروع کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو یوں کہ یکے بعد دیگرے اس نے اپنے پاس موجود سب پھولوں کو مسل کر بکھیر دیا پھر وہ آہستگی سے چلتی ٹی وی تک آئی اسے ہاتھ لگا کر دیکھا۔

"یہ بے جان ڈبہ بھی بہت سے لوگوں کے لئے اک کار آمد تفریح ہے، میوزک، فلم، ڈرامہ، کرنٹ افیئرز نیوز، پروگرامز، میچ، سیاست، ہر موضوع پہ ہر طبقہ فکر کے لوگوں کے لئے ایک منفرد مصروفیت ہر گھر کے کارنر میں رکھا یہ بے جان ڈبہ بھی مجھ سے بہتر ہے کہ اس کا روزانہ استعمال ہوتا ہے یہ کسی نہ کسی مقصد کے لئے ہے۔" اس نے چند لمحے ٹی وی پہ نظریں جمائے رکھنے کے بعد کارنس سے گلدان اٹھا کر سکرین پہ دے مارا اور چمکتی سکرین لمحہ بھر میں بکھر کر کرچیوں میں بٹ گئی ان کرچیوں کو کچھ دیر دیکھتے رہنے کے بعد وہ مڑی کمرے کے وسط میں بنی بڑی سی گلاس ونڈو کے پاس آ کھڑی ہوئی، اس کے پٹ کھول کر باہر سے آتی تازہ ہوا کو محسوس کیا۔

"کتنی کار آمد ہے یہ کھڑکی بھی سردی میں دھوپ کا ذریعہ گرمی میں ٹھنڈی ہوا کا حیلہ، قدرتی مناظر کی دلکشی کا اک دلفریب سلسلہ جس کی دنیا میں آ رکتا ہے، بہت سے لوگ اپنے گھر کے کمروں میں گلاس ونڈو صرف تازہ ہوا موسموں کی حدت و ٹھنڈک محسوس کرنے کے لئے رکھتے ہیں۔" اس نے اک گہرا سانس لے کر جیسے موسم کی موجودہ کیفیت کو محسوس کرنا چاہا پھر یکایک ایک زوردار مکہ مار کر کھڑکی کے دونوں پٹ چکنا چور کر دیئے، کانچ کے نازک ٹکڑے چبھنے سے اس کے ہاتھوں سے خون رسنے لگا تھا اس نے سرخ خون کے قطروں کو بغور دیکھا اور سوچا۔

"فضول ہی تو ہے اچھا ہے ضائع ہو جائے جو چیز کسی کام کی نہ ہو اس کا ختم ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے اور جب میں کسی کام کی نہیں مجھے ختم ہو کر خاک کا رزق بننا ہے تو پھر کسی اور چیز کو بھی جینے کا کوئی حق نہیں ہر چیز کو بے کار اور فضول ہو جانا چاہیے میری طرح۔" وہ یکایک ہر چیز کو توڑنے لگی کمرے میں موجود کوئی شے اس کی دسترس سے محفوظ نہ تھی وہ ہر شے کو ناقابل استعمال بلکہ ناقابل شناخت بنا رہی تھی ذرا سی دیر میں وہ کمرہ کیا پورا گھر میدان کارزار کی حالت پیش کر رہا تھا اور لیڈی ملون جو مارکیٹ تک کچھ گھریلو سامان لینے گئی تھی اس کے فرشتوں تک کو خبر نہ تھی کہ اس کے بعد گھر میں کیا تباہی مچی ہے، ہر شے کو کاٹھ کباڑ میں تبدیل کر کے وہ جیسے پرسکون سی ہو گئی۔

"دیکھا ناں سب کچھ جو کار آمد تھا وہ ضائع ہو گیا اسے جیسے میں ضائع ہو گئی، یہ بازاری اشیاء تھیں ذرا سے پیسوں سے پھر خریدی جا سکتی ہیں مگر میں تو اک جیتی جاگتی زندہ انسان تھی میرے کچھ خواب تھے، خواہشات تھیں، مجھے کچھ رشتے میسر تھے، تعلقات تھے، کچھ مقاصد تھے، کوئی اسرار تھا جس کی تلاش میں، جس کے تجسس میں بہت پر جوش تھی اور پر امید بھی کتنا بھروسہ تھا مجھے اس پہ وہ جو آنانوں پہ موجود ہے وہ جو زمین پہ میرے سرپرست تھے اور وہ جو میرے ساتھی میرے دوست تھے مگر سب نے مجھے چھوڑ دیا سب مجھ سے چھین لیا، مجھے زندہ وجود سے ایک بے حس زخم خوردہ لاش میں تبدیل کر دیا جس کی سوچ قتل ہو گئی ہے خواب کھو چکے ہیں اس کی خواہشات ختم ہو گئی ہیں تو یک سانس لیتے جیتے جاگتے وجود کا لاش میں تبدیل ہونا اس کے احساسات کا منجمد ہونا اور تاثرات کا برف بننا جب کسی کو دکھ نہیں دیتا کسی کے لئے کوئی معانی نہیں رکھتا تو ان بے جان اشیاء کے ٹوٹنے پھوٹنے پر بھی کسی کو کوئی دکھ نہیں ہونا چاہیے۔" کمرے کی تباہ شدہ حالت پہ نگاہ دوڑاتے ہوئے اس نے بے ہنگم قہقہہ لگایا تھا۔

"ہاں مجھے ہنسنا ہی چاہیے خوش ہونا چاہیے جیسے مجھے لمحہ ٹوٹتے بکھرتے مرکز سے ہٹتے دیکھ کر زمانے کو کچھ نہیں ہوا تو اس معمولی تباہی سے بھی کچھ نہ ہوگا اور جو کسی نے کچھ کہا تو مگر کہنے والا کون ہو سکتا ہے لیڈی ملون ہاں لیڈی ملون کا فلیٹ ہے یہ اس نے عمر بھر چاکری کر کے اپنے گزارے لائق تین کمروں پہ مشتمل یہ فلیٹ خریدا اسے ساز و سامان سے بھرا اور اپنے بوڑھے ہاتھوں کی مشقت سے خریدے گئے اس سامان کی حرص تو ہو گی نا اس کے اندر، مگر کیوں؟ جب مجھے پیدا کرنے مجھ پہ سرمایہ خرچ کر کے اعلیٰ تعلیم دلانے والے ماں باپ کے دل میں میری حرص (چاہت) ختم ہو گئی تو لیڈی ملون کا دل ان بے جان اشیاء کے ٹوٹنے سے کیسے بھرے گا؟ اگر ایسا ہوا تو میں.........." اس نے بہت عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے سامنے نظر آتے کچن کے کیبنٹ کو دیکھا پھر قدم بڑھاتے ہوئے جا کر کیبنٹ کو ذرا سا کھولا اور دایاں ہاتھ اندر ڈالا۔

باہر کسی نے زور سے دروازہ کی ناب کو گھما کر لاک کھولا تھا وہ یقیناً لیڈی ملون تھی کیونکہ جاتے ہوئے بیرونی دروازہ لاک کر کے چابی وہ ساتھ لے گئی تھی، ماریا نے قدموں کی آہٹ پہ پلک جھپکنے میں خود کو کچن کے دروازے کی اوٹ میں کیا اور سانسیں روک لیں، پیروں کی آہٹ قریب آئی تو اس کے چہرے پہ اک سفاک تاثر ابھرا تھا اک بے رحم مسکراہٹ چھلک کر معدوم ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں چمکتا تیز دار چاقو بلند ہوا تھا۔

☆☆☆

قربانی اور ایثار اگر لفظوں سے ادا کرنا کافی ہوتا تو ساری کتابیں ان ہی سے بھری ہوتیں عمل کی نہ کوئی قدر ہوتی نہ اہمیت، ہم کانٹے اور جھاڑیوں کو دیکھنے کے اس قدر عادی ہوتے جا رہے ہیں کہ کہیں ایثار، قربانی جیسے اچھے عمل کا کوئی خوشگوار پھول کھلا نظر آئے تو ٹھٹک جاتے ہیں، بے یقینی سے ادھر ادھر دیکھتے ہیں مگر کیا ہے کہ اندھیری رات میں ننھی ٹارچ بھی بہت ساروں کو راستہ دکھا دیتی ہے۔

لیکن اریبہ اشفاق کے سامنے ایک بڑا سا سوالیہ نشان یہ تھا کہ ٹارچ جلانے کا حوصلہ کون کرے؟

ایسے حالات میں جبکہ تلخی و آلام کے بے رحم جانوران کی گردنوں پہ پنجے گاڑے بیٹھا تھا اور

آہستہ آہستہ ان کا خون چوس رہا تھا اپنے پرائے سب بھٹکنے لگے تھے وہ بیماری کے ساتھ ذہنی جسمانی اذیت محسوس کر رہے تھے یہ سب صورت حال بدلنا ان کے بس میں نہ تھا، نہ وہ اکیلی اس ماحول کے سجاؤ کے لئے کچھ کر سکتی تھی اور اسی وجہ سے وہ شدید ڈپریشن میں تھی اس درجہ ڈپریشن شاید کہ یقیناً اسے پاگل کر سکتا تھا مگر اپنے سامنے جیتے جاگتے نفوس کو مرتے دیکھنا اس کے لئے آسان نہ تھا کیونکہ اس کے سگے خونی رشتے تھے، جو اس سے محبت رکھتے تھے اس کے لئے جیتے تھے اور وہ ان کے لیے جیتی تھی اس محبت و خونی کشش کا تقاضا تھا وہ انہیں ہنستا، بستا دیکھے، ان کی آسان زندگی کے لئے کچھ کرے مگر یہ سب ہو کیسے سکتا تھا، انسان جب خود تکلیف اٹھاتا ہے تب اسے دوسروں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور وہ اپنائیت سے دوسروں کے مسائل حل کرنے کے بارے میں سوچتا ہے مگر اپنائیت، احساس، اخلاق کا جذبہ بھی ناپید تھا اور مسائل کا بوجھ بھی بہت تھا، دور و نزدیک بہت سوچنے پر بس ذہن میں ایک نام آتا تھا، دہاج حسن وہی اس کی اندھیری رات میں روشن ستارے کی مانند تھا جسے اس نے دل کی گہرائیوں کے ساتھ اپنا مانا تھا سمجھا تھا، وہی اس کے لئے کچھ کر سکتا تھا اس کی خوشیوں اس کے گھر والوں کی خوشیوں، سلامتی اور بقا کے لئے بہت نہ سہی، مگر جس حد تک ہوتا اس کا ساتھ چاہیے تھا اریبہ اشفاق کو اپنی خزاں رسیدہ زندگی کی بہار وہی لگتا تھا اسے یقین تھا وہ دہاج سے بات کرے گی وہ ضرور اس کا ساتھ دے گا۔

اگرچہ اس کے اور دہاج کے گھر کے مسائل کچھ مختلف نہ تھے وہ ایک جیسی مشکلات میں گھرے تھے، ایک جیسے مسائل میں پھنسے تھے، دہاج نے ایک اچھی سوچ اچھا ذہن پایا تھا، مسلسل ناکامیوں سے بھی اپنے اندر کی سپرٹ کو قائم رکھے تھا اپنے جذبوں کو کھوکھلا نہیں ہونے دیا تھا اور بالآخر ایک دن اس کی محنت، جدوجہد بار آور ہوئی تھی وہ ایک معتبر ادارے میں اچھے عہدے پر رکھ لیا گیا تھا۔

”اگر میں کوشش کروں تو جاب حاصل کر سکتی ہوں اپنے گھر، گھر کو سپورٹ کر سکتی ہوں اپنے بھائی بہنوں کے مستقبل ان کی تعلیم کے لئے تھوڑی بہت کوشش بلکہ ہمت کر کے ان کی زندگیاں سنوار سکتی ہوں ہاں بس اپنے پیروں پہ کھڑا ہونے کو ذرا سا حوصلہ اور کسی کے ہمت بندھاتے الفاظ چاہئیں اور میری ہمت میرا حوصلہ دہاج حسن ہے۔“

یہ کیسی محبت تھی آرزو کی تپش تھی کہ خواب کا سنہرا پن اس نے اپنے دکھوں میں گھرے سکھ کا راستہ کھوجنے کے لئے دہاج حسن کو سوچا تھا اور ایسا لگا تھا کہ زرکی کڑی دھوپ میں چلتے چلتے ٹھنڈی چھاؤں میں آ کھڑی ہوئی ہو اور محبت چیز ہی ایسی ہے کہ جب محب محبوب کے لئے سوچتا ہے تو اندھیرے راستوں میں بھی بڑی دور تک چراغ ٹمٹمانے لگتے ہیں خشک آنکھوں میں بہت سے رنگ جگمگاتے ہیں محبت کی نظر سے سوچ رہی تھی تو اریبہ اشفاق کو یہ سب بہت سیدھا اور آسان لگ رہا تھا۔

اگرچہ اسے معلوم تھا کہ دہاج کو جاب کے لئے اس کا گھر سے باہر نکلنا قطعاً پسند نہ آئے گا اور وہ اریبہ کو ہر ممکن روکنے کی کوشش بھی کرے گا مگر ان کے درمیان محبت کا جو ایک رشتہ تھا وہ اس رشتے کی اپنائیت سے دہاج کو قائل کر سکتی تھی، اگر ابو اور معاذ کی ذمت نہ ہوتی تو وہ یہ سب سوچتی بھی نہیں پھر تو اس کی ترجیحات اور ذہنی تقاضے کچھ اور ہوتے۔

لیکن ہماری سوچ کے برعکس زندگی میں اکثر اوقات ایسے مقام آ جاتے ہیں جن کا تعین ہم نہیں قسمت کرتی ہے قسمت پکڑ کر جس سمت کو لے چلے ہم چلنے پہ مجبور ہو جاتے ہیں، حادثے زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں انسان نیگیٹو یا پوزیٹو نیکلینگ کا کوئی نہ کوئی سرا پکڑ کر اپنے موجودہ اور آنے والے وقت کو سنوار اور سنبھال لیتا ہے یا پھر مزید بگاڑتا جاتا ہے۔

مگر اس نے سنگدل، بے درد اور انسانیت سے عاری لوگوں کے سمندر میں پتھر بے احساس والے بے حس ذہنوں کی پراگندگی پہ گھنٹوں متاسف ہو ہو کر یہ طے کر لیا تھا کہ ان پتھروں کے بیچ رہنا ہے تو خود کو پتھر بنا کر نوکیلی کھردری اور سخت طبیعت ہی اسے منزل مقصود تک پہنچا سکتی تھی اسے اپنی بہنیں اپنے بھائی کو معمولی باتوں پر پریشان ہوتے نہیں دیکھنا تھا، ان کے چہروں پر اداسی کی اَن مستقبل چھاپ اور محرومیوں کے طویل سائے ثبت نہیں کرنے تھے، حالات و حادثات کے دباؤ میں پسے ذرے تھے انسان نہیں بنایا تھا انہیں اچھی تعلیم، بہتر ماحول تناسب سہولیات اور زندگی کو طمانیت سے جینے کا اعتماد دینا تھا اپنی زندہ لاش بنی احساس و جذبات سے یکسر عاری پاگل ماں کا علاج کروانا تھا اور اس سب کے لئے اسے اپنے انداز و اطوار میں عملی سنجیدگی و تختی لانی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا جلد یا بدیر یہ کام اسے ہی کرنا تھا کوئی فرشتہ اس کی مدد کو نہیں آنے والا تھا، رہی دنیا کی بات تو اس نے اب تک کے حالات و واقعات میں اپنے پرائے سب دیکھے تھے اور یہی جانا تھا کہ دنیا میں ہر بندہ اپنے مطلب سے وابستہ ہے ہر شخص کا ہر عمل اس کے اپنے فائدے کے لئے ہے اپنی غرض سے بھرا اپنے نفس کا غلام انسان مطلب پرست ہے اور بہت اچھے لگنے والے بہت اپنائیت جتانے والے بھی جو نظر آتے ہیں بسا اوقات وہ ہوتے نہیں اور یہ بہت اہم تجربہ تھا جو اسے ابھی ابھی حاصل ہوا تھا اسی تجربے کی روشنی میں وہ اپنے آنے والے دنوں کا حساب کتاب لگاتی ایک مضبوط مگر قدرے مشکل فیصلے کے لئے خود کو تیار کر چکی تھی، دیکھنا تھا تو صرف یہ دہاج حسن اس فیصلے میں کہاں تک اس کا ساتھ دیتا ہے اور دیتا بھی ہے یا نہیں۔

اپنے اگلے راستے کا درست سجاؤ اسے دہاج سے گفتگو کے بعد ہی تیار کرنا تھا۔

ابھی تو مل کے چلتے ہیں
سمندر کی مسافت میں
پھر اس کے بعد دیکھیں گے
کنارہ کون کرتا ہے
تمنا میں کون لاتا ہے
میری آنکھوں کے موسم میں
پھر اس کے بعد
بارش کا نظارہ کون کرتا ہے

(باقی آئندہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

نوزیہ غزل

دسویں قسط کا خلاصہ

سعدیہ اپنی بوتیک میں مصروف اور شہریار اس کے کترائے رویے سے بے حد ڈپریس ہے زندگی کی دوڑ میں پھر سے شامل ہونے کے لئے اور خود کو ہر مشکل کا حل تلاشنے پہ مجبور پاتی اریبہ شدید ذہنی تناؤ میں ہے۔

ماریا کا ذہن گزرے واقعات سے متاثر ہو کر وسوسوں کا شکار ہے شہریار ہر صورت سعدیہ کو شریک سفر رکھنا چاہتا ہے سعدیہ کا گریز برقرار ہے۔

شہریار کے التفات اور اپنے تحفظات کو سوچ کر سعدیہ مسلسل ڈپریشن کا شکار ہے وہ اس سلسلے میں صبا سے بات کرتی ہے تو وہ اسے کسی انتہائی اقدام سے منع کرتی ہے، ماریا کو لیڈی ایلون پھر سے زندگی کی طرف واپس لانے کی کوشش کرتی ہے، مگر وہ اسی نیم دیوانگی میں گھر کا تمام قیمتی سامان توڑ پھوڑ دیتی ہے۔

اریبہ اپنے گھریلو مصائب سے نمٹنے کو اک فیصلہ کن موڑ پر آ پہنچتی ہے۔

سعدیہ، شہریار کو اک ناپسندیدہ فیصلہ قرار دیتے ہوئے اپنی زندگی سے دور ہونے کا عندیہ دیتی ہے جو شہریار کو یکسر شاکڈ کر دیتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

گیارہویں قسط

کیسی دھند تھی اس کی سمندر ہوتی نگاہوں کے سامنے کہ جس کے غبار میں کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا، خود پہ حتیٰ الامکان قابو پانے کی کوشش میں اس کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہو رہا تھا اس کی روح جیسے گہرے سکوت میں گھر گئی تھی اس کے دل پہ ابھی بھی سعدیہ خان کے سیسہ پگھلاتے الفاظ کی تپش نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔

اسے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب خود سعدیہ نے کہا ہے اور یقین کرنے کے سوا چارہ بھی نہ تھا اگرچہ سعدیہ جیسی موڈی لڑکی سے کچھ بھی بعید نہ تھا مگر الفاظ و رویے کی ایسی درشتی، وہ کس قدر آسانی سے اور کس بری طرح سے اس کے جذبات کو ٹھکرا کے جا چکی تھی۔

اس نے یہ بھی نہ سوچا تھا کہ شہریار کے دل پہ اس کے تلخ الفاظ کیا قیامت ڈھائیں گے، وہ کس عذاب سے گزر رہا تھا یہ اسی کا دل جانتا تھا، بہت سے روپہلے خواب جو آنکھوں میں چمک رہے تھے وہ محبت کی تعبیر پانے سے قبل ٹوٹ گئے تھے، اپنی طرف سے محبت کی شدت سے تو وہ واقف تھا مگر اتنا نہ جانتا تھا کہ یہ شدت یکطرفہ ہی ہے، سعدیہ کے گریز کو اس نے ہمیشہ لڑکیوں کی مخصوص مغروریت یا حیا کا نام دیا تھا، لیکن آج وہ بہت کھلے اور صاف الفاظ و انداز میں جتا گئی تھی کہ یہ بے نیازی یا حیا کا خول نہ تھا، بلکہ شدت کی بیزاری تھی جو وہ شہریار کی شخصیت سے محسوس کرتی تھی اور اس بیزاری کو مسلسل اپنے اوپر اوڑھے رکھنے کا اسے کوئی شوق نہ تھا اور محبت تو ایسی چیز ہے جو زبردستی کسی سے کروائی جا سکتی ہے نہ چھینی، یہ تو اپنے آپ دل کی گہرائیوں سے نرم کونپلوں کی مانند پھوٹ پڑنے والا جذبہ ہے، محبت خواب بن کر جب آنکھوں سے ناتا جوڑتی ہے تو اگلا بندہ خود بخود اس کی شدت و خوبصورتی سے متاثر ہو کر اپنا آپ دوسروں کو سونپ دینے پہ راضی بہ رضا ہو جاتا ہے، جبکہ یہاں تو سرے سے ایسا کوئی سلسلہ ہی نہ تھا، جو تعلق اور ربط ان کے درمیان میں تھا وہاں دکھ سکھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی انسان اس تعلق کی خوبصورتی و نزاکت اور احساسات تلے کھویا سب خود بخود سمجھ جاتا ہے، مگر سعدیہ علی خان جب تعلقات و رشتہ ریفوز کر چکی تھی تو سمجھ کا ریزن آپ ہی آپ ختم ہو گیا تھا۔

اور یہ معمولی بات نہ تھی جو شہریار پریشان نہ ہوتا اس کی تو پوری زندگی کا مسئلہ تھا اس کو سعدیہ علی خان جتنی پیاری اور عزیز تھی، یہ وہ جانتا یا محبت میں سانسیں گنتا بے چین دل کا مالک، کبھی سعدیہ کے وجود و محبت سے ہٹ کر اس نے کسی لڑکی کے لئے سوچا تک نہ تھا وہ ہمیشہ اسی کے ساتھ جینے اور خوبصورتی سے زندگی کو بسر کرنے کے ڈھنگ سوچتا تھا، اسے اپنے محسوسات میں وہی کیفیت اچھی لگتی تھی، جو سعدیہ کو دیکھتے، سوچتے ہوئے اس کی دھڑکنوں میں ابھرتی تھی اور اس کیفیت میں پورے دل سے جیتے ہوئے اس کے وہم و گمان تک بھی نہ تھا کہ کہیں چاہت سے سرشار لمحوں میں انکار، نفرت اور بیزاری کا فریزنگ پوائنٹ بھی آ جائے گا، اب جو انکشاف اس کی خوش فہمی میں جیتی ذات پہ منکشف ہوا تھا تو پورا وجود ایکدم سے زلزلوں میں گھر گیا تھا۔

''اور سعدیہ کو اس رویے کی وجہ......؟'' بہت سوچنے پر بھی سمجھ نہ آ رہی تھی یہ تو وہ جانتا تھا کہ اس کی زندگی میں کوئی اور شخص موجود نہیں ہے اور واقعی وہ کہیں اور انوالو نہ تھی تو اس قدر کرختگی کیوں، اتنا صاف انکار کیوں؟

''کیا وہ اپنے اور شہریار کے مابین قائم تعلق، موجودہ رشتے کی نوعیت سے باخبر نہ تھی، پھر اتنا بڑا فیصلہ یونہی تو نہیں ہو گیا اور اس کا اصل سبب کیا ہو سکتا تھا، شہریار کو یہی کھوجنا تھا اس معاملے میں سب سے زیادہ قابل بھروسہ سعدیہ کی واحد دوست صبا ہی ہو سکتی تھی جس سے وہ بڑے آرام سے ہر بات کر سکتا تھا اور صبا معاملے کی تہہ تک پہنچنے میں اس کی مدد بھی کر سکتی تھی، ورنہ اس بوجھ کو خود پہ لادے پھرنے سے اسے اپنا آپ پاگل ہوتا محسوس ہوتا تھا، اپنے جذبات و احساسات کو یکسر رد ہوتے دیکھ کر اس نے اپنے آپ کو پوری طرح نفی ہوتے محسوس کیا تھا، اس کے وجیہہ چہرے پر دکھ کا گہرا احساس جیسے ثبت ہو گیا تھا۔''

دولت، شاندار لگژری لائف اسٹائل، ایک متاثر کن شخصیت اور بہت ہائی کوالیفکیشن سب کچھ تو تھا اس کے پاس، وہ سب جس کی کوئی بھی لڑکی خواہش کرتی ہے۔

''اور کیا الگ چاہیے تھا سعدیہ تمہیں، جو تم نے اس شاندار لائف سٹائل رکھنے والے مکمل شخص میں نہ دیکھا کیا کمی ہے جو تم متاثر نہ ہو پائیں اور تم نے دل کے آئینوں میں خود کو سنورنے دیا نہ بکھرنے، آنکھ کی بستی میں ہلکورے لیتے خوابوں کی تعبیر کا نیا موسم جو آیا ہی چاہتا تھا، اسے اترنے یہ نہ دیا اور طلب کے سوکھے پتوں پہ سانس لیتے خواب توڑ دیے تم تو بہت حساس تھیں کسی غیر کی تکلیف پہ بھی تڑپ اٹھنے والی پھر میرے لئے یہ سرد مہری کیوں ابھری، تمہیں فیصلہ سناتے ہوئے مجھ پہ ترس کیوں نہ آیا، تم میری تکلیف کے احساس سے کیوں نہ تڑپ پائیں؟ کیوں، سعدیہ آخر کیوں، وہ سب تم نے میرے ساتھ ہی کیوں کیا میں جو تمہیں اپنا سب کچھ مان بیٹھا تھا تم نے میرا مان توڑ نے، مجھے کرچی کرچی کرنے میں لمحہ ہی لگایا کیوں؟''

بہت سے ان گنت سوالات اس کے سامنے سر اٹھائے کھڑے تھے اور وہ تفکرات کی چکی میں پستا یوں متاسف کھڑا تھا جیسے اپنا کل اثاثہ ہار چکا ہو۔

نہ جانے کیسے ہیں شب و روز
نہ جانے کیسے ہیں نصیب شہر
نہ جانے ہنستا بستا سا دل
ہو گیا کیوں پل میں آسیب درد کا در
نہ بھاتی ہیں کتابیں نہ سنتے ہیں گانے
نہ دوستوں سے ہوتی ہے گپ شپ
نہ اپنوں سے ملن کا موقع ملتا ہے
اب تو موسم ہی ہے ایسا
کہ جتنا چھپاؤ زخم کو، یہ اتنا ہی کھلتا ہے
حسین چاندنی راتیں بھی آرزو کوئی
جگاتی نہیں من میں
عجب بے کار سا دور ہے ہم پہ
پڑے ہیں عجب سی الجھن میں
پرندے چہکتے ہوئے گزرتے ہیں
نہ کوئل کوکتی ہے آنگن میں

اب وہ بھی نہیں جو کہ
بے نام کی آس کا دیا تھا پہلے
سینے ہوئے لگن دکھ کا
گھرے رہتے ہیں درپن میں
اندر ہی اندر دکھ سہتے ہیں
کوئی پوچھے تو چپ رہتے ہیں
گلوں میں ہوں کہ گلزاروں میں
حسین وادی سے گزریں
یا ہیں مرغزاروں میں
کوئی داستاں چھیڑنے قریب حسن یاراں کی
کوئی کرے باتیں جشن بہاراں کی
بھلا کے تجھ کو روش پہ شبنم کی ٹہلنا نہیں آتا
اب کسی بھی طرح سے دل کو بہلنا نہیں آتا

☆☆☆

لاؤنج میں ہوئی توڑ پھوڑ نے جیسے لیڈی ایلون کے دماغ میں خطرے کا سائرن بجا دیا، ٹوٹی کھڑکیاں، اکھڑے پردے، قیمتی کاسمیٹکس، امپورٹڈ شوپیس، شیشے کے کیبنٹ سے جھانکتا رہنے والا جدید ماڈل کا خوبصورت ٹی وی سیٹ سب چورا ہوا پڑا تھا، وہ اندر جاتے جیسے ٹھٹک کر مڑی تھی اسے ماریا کے انتہائی اسٹریس زدہ موڈ کا اندازہ ہو چکا تھا اس نے ہینڈل سے ہاتھ ہٹا کر لاک پھر سے لگایا اور بڑے پریشان کن انداز میں اپنی پیشانی کو مسلا تھا۔

''انسان جب کسی بھی چیز سے مایوس ہو جاتا ہے تو یہ خیر تو جبھی اسے آہستہ آہستہ ذہنی طور پر بیمار کرنے لگتی ہے بہت سے معاشرتی مسائل اور اپنوں کی بے حسی سے مایوس ہوتے ہوتے وہ زندگی کو نا کام تصور کرتا ہے تنہائی، بے چارگی اور رشتے چھوٹنے کا احساس اسے بہت جلد گہرے ڈپریشن کی گہرائیوں میں چھوڑ دیتا ہے خراب صحت، خراب صورتحال اس کیفیت کو اور بھی نقصان دہ بنا دیتی ہے جب فرد اپنی زندگی سے صرف اور صرف کامیابیاں اور خوشیاں کشید کرنا چاہتا ہے اور مقاصد کے حصول میں مسلسل ناکامی کا سامنا اور مزید ناکامی کا خوف اس کی زندگی کو ابنارمل کرنا شروع کر دیتا ہے جس کے بعد ایک غیر مطمئن اضطرابی کیفیت فرد کا گھیراؤ کر لیتی ہے اور مایوسی کا یہ ڈپریشن ایک آکٹوپس کی طرح جسم و دماغ پر قبضہ کر کے زندگی اور خودکشی کے درمیان ایک لکیر کھینچ دیتا ہے، ڈپریشن کے شدید ترین لمحات میں ایسا فرد اپنی یا کسی کی جان لینے پہ تیار ہو جاتا ہے۔''

لیڈی ایلون کی سماعتوں میں کچھ دیر پہلے سائیکاٹرسٹ سے ماریا کی طبیعت پر ہونے والے ردعمل کے متعلق الفاظ و گفتگو کی گونج سی ہوئی تو وہ ایک اضطرابی کیفیت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

ماریا کا موجودہ ردعمل خطرناک تھا اور عین ممکن تھا دروازہ کھلنے پر وہ اپنی یا لیڈی ایلون کی جان کے درپے ہو جاتی کچھ بھی تھا مگر لیڈی ایلون کو دروازہ کھولنا تھا کیونکہ ماریا کا شدید ڈپریشن اور اسٹریس کی انتہائی حالت میں دیر تک کمرے میں بند رہنا بھی درست نہ تھا اور اسے باہر نکالنا

بھی اک رنگی عمل۔

چند لمحے گومگو کی حالت میں رہنے کے بعد لیڈی ایلون نے بہت آہستگی سے دروازہ کھولا تھا اور کمرے میں جھانک کر دیکھا تو ماریا اوندھے منہ بستر پر پڑی ہوئی تھی، اس کے گولڈن تراشیدہ بال کندھوں پہ بکھرے تھے، لیڈی ایلون نے نرمی سے ایک ہاتھ سے اس کے سونے جیسے بال چہرے سے اٹھا کر پرے کیئے اور دوسرے ہاتھ سے اسے سیدھا کیا تو گلے بازوؤں، ٹانگوں پہ جگہ جگہ کٹ لگے ہونے کے باعث خون رس رہا تھا اور وہ نیم بے ہوشی میں بے سدھ پڑی تھی۔

''یہ لڑکی کیا کبھی نارمل زندگی جی سکے گی یا اسی طرح کی حرکتوں سے خود کو اور مجھے تکالیف دیتی رہے گی۔'' لیڈی ایلون نے انتہائی پریشانی، کوفت اور بیزاری سے اپنے سامنے لیٹی زخمی لڑکی کو دیکھا تھا، جسے ڈاکٹرز میڈیکل ٹریٹمنٹ دیے رہے تھے، بہت احتیاط اور شدید کوشش کے بعد اس کے زخم بینڈیج کیئے گئے، ڈرپس لگی ہوئی تھیں اس کی نبض اور بی پی سرکولیشن بھی بار بار چیک کی جا رہی تھی۔

''کٹ بہت گہرے اور خون بہت سا ضائع ہونے کی وجہ سے یہ بمشکل بچ پائی ہیں اگر انہیں ہاسپٹل لانے میں ذرا بھی تاخیر ہو جاتی یا ان کے گروپ کا بلڈ نہ ملتا تو انہیں بچانا ممکن نہ تھا، بائے دا وے ایسا مسئلہ کیا ہے کہ یہ بار بار سوسائیڈ (خودکشی) کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔'' ڈاکٹرز ختم شدہ ڈرپ کی سرنج نکال کرنئی ڈرپ لگاتے ہوئے پوچھا تھا۔

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، بہترین سہولیات بہترین طرز زندگی اور بہترین تعلیم کے باوجود یہ کس قسم کے ذہنی خلجان میں مبتلا ہیں۔''

''کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھایا۔'' ڈاکٹر نے پرسوچ انداز میں پوچھا۔

''دکھایا ہے مگر ڈاکٹر صاحب سر پر والدین ہوں اور مذہب کا سرا ہاتھ میں ہو تو کچھ بنے نہ تو یہ کسی مذہب سے منسلک ہے اور والدین بھی لاتعلقی اختیار کر چکے ہیں، میں اکیلی بوڑھی عورت اس کو لے کر کہاں کہاں پھروں اور اس عمر میں کتنا کما سکتی ہوں جو اس کی ایسی حرکتوں پہ لگاتی جاؤں پھر بھی مجھے اسے سنبھالنا پڑتا ہے کیونکہ یہ چند سال کی تھی جب میرے پاس آئی اسے ماں بن کر پالا ہے کیسے مرتے دیکھوں۔'' لیڈی ایلون کا لہجہ بھرا گیا تھا بولتے ہوئے اس نے ٹشو نکال کر آنکھیں صاف کیں۔

''میں زندگی کے اس حصے میں ہوں جب انسان ہر وقت موت کے دھڑکے کا شکار رہتا ہے اور کسی لمحہ اجل نے مجھے آلیا تو اس لڑکی کا کیا بنے گا، یہی سوچ کر میرا دماغ پھٹنے لگتا ہے۔'' لیڈی ایلون کا لہجہ حقیقی پریشانی کا غماز تھا۔

''اسٹریس اور ڈپریشن دو ایسی چیزیں ہیں جو خواتین خصوصاً طالبات پر بہت اثر انداز ہوتی ہیں اور اسٹریس بنیادی طور پر ہماری زندگی اور اطراف کے ماحول میں تبدیلی کا ردعمل ہے اور یہ مختلف حالات، ماحول اور لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق الگ الگ ہے جب ہمارا دماغ کوئی اسٹریس یا ڈپریشن قبول کرتا ہے تو ردعمل کی ایک چین سی بن جاتی ہے نتیجے کے طور پر کئی منفی اثرات سامنے آتے ہیں۔''

''ہو سکتا ہے مستقل ڈپریشن اور اسٹریس نے ان کے اندر غصہ اور نفرت پیدا کر دی ہو جو

دبانے سے مزید طاقت ور ہوتی چلی گئی اور نفرت کا زہر یلا درخت دشمن کو ختم کرے نہ کرے مگر جس انسان کے اندر اگتا ہے اس کے کردار میں ایک مستقل خامی پیدا کر دیتا ہے ایسا انسان کبھی بھی نارمل انسانوں کی طرح جی نہیں سکتا، وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے اور یہ بھی نہیں جان پاتا کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے، اس کی منفی سوچ، ذہنی حالت خراب کرتی جاتی ہے تو پھر [illegible] ایک کا عمل بار بار ہونے لگتا ہے اور اعصابی انتشار بھی بڑھتا جاتا ہے اور اس انتشار کا انتہا تک پہنچنا ایک خطرناک بات ہے، مریضہ صرف خود کو نہیں بلکہ کسی بھی دوسرے شخص کو نقصان پہنچا سکتی ہے اور وہ دوسرا شخص آپ، میں یا کوئی بھی ہو سکتا ہے۔'' ڈاکٹر نے بہت باریک بینی سے ماریا کی موجودہ ذہنی و جسمانی حالت پہ تجزیہ پیش کیا۔

''اس صورت حال سے نکلنے کی کوئی راہ بھی تو ہوگی؟'' لیڈی الیون نے امید افزا انداز میں ڈاکٹر کو دیکھا تھا۔

''یقیناً دنیا میں ہر عمل کا ردعمل اور ہر مرض کا علاج ہے، میں آپ کو ایک بہت زبردست اور کامیاب سائیکاٹرسٹ کا پتا دیتا ہوں جو فینگ شوئی (قدیم طریقہ علم) کے ذریعے حالات اور ماحول کی مناسبت سے مرض و ڈپریشن کو دور کر دیتے ہیں، مگر اس کے لئے آپ کو شنگھائی جانا پڑے گا۔'' [illegible] انڈریس دیں میں پھر اگلا لائحہ عمل طے کرتی ہوں کیونکہ سب سے پہلے تو اس کا ہوش میں [illegible] صحت ہونا اہم ہے باقی سب بعد میں دیکھا جائے گا۔''

''یقیناً سب سے اہم چیز مریضہ کی ریکوری ہے اور دل پاور کا پازیٹو ہونا بھی۔'' ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا تھا اور ایک بار پھر ماریا جوزف کی نبض چیک کرنے لگا اسی پل اس کی پلکیں لرزی تھیں بے حد اندھیرے میں ڈوبتے ذہن نے جیسے روشنی کا کوندا لپکا تھا اور اس کی آنکھیں وا ہو گئیں۔

"Hello gud girl are you ok!"۔'' ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے اس کا رخسار تھپکا تھا۔

"Just fine"۔'' مختصر سے دو لفظ کہہ کر اس نے لحظہ بھر سامنے کھڑی لیڈی الیون کو دیکھا تھا اور پھر سے آنکھیں بند کر لیں۔

''ماریا تم ٹھیک ہو ناں، کیسا محسوس کر رہی ہو۔'' لیڈی الیون بے تابی سے پوچھتے ہوئے اس پہ جھک گئی۔

''پلیز لیڈی الیون شی از ویل، آپ زیادہ باتیں نہ کریں، یہ ہوش میں آ چکی ہیں ان کے لئے آرام و سکون بہتر ہے حافظہ و ذہن پہ زیادہ بوجھ انہیں منفی تفکر کا شکار کر سکتا ہے۔'' ڈاکٹر پروفیشنل لہجہ میں بولا۔

''ڈاکٹر صاحب یہ اب خطرے سے باہر ہے ناں۔''

''ہنڈرڈ پرسنٹ البتہ کچھ ٹریٹمنٹ ہے جو ان کی سائیکی دیکھتے ہوئے شروع ہوگی، فی الحال انہیں آرام کرنے دیں۔'' لیڈی الیون نے کچھ طمانیت اور کچھ پریشانی کے ملے جلے تاثرات لئے خاموش لیٹی ماریا کو دیکھا پھر سینے پہ صلیب کا نشان بنا کر یسوع مسیح سے دعا کرنے لگی۔

☆☆☆

شائستہ بیگم کچھ دنوں کے لئے دوبئی گئی تھیں وہاں کئی ملکوں کے اشتراک سے ایک صنعتی نمائش ہو رہی تھی اور صبا بھی گھومنے پھرنے کے شوق میں ان کے ساتھ چلی گئی، اصرار تو انہوں نے سنعیہ کے لئے بھی کیا تھا مگر وہ نئے نئے سٹارٹ کردہ بزنس کو چھوڑ کر ہرگز جانا نہیں چاہتی تھی اور اس وقت اسے ان کا چلا جانا غنیمت محسوس ہو رہا تھا، اگر وہ گھر پہ موجود ہوتیں اس کے اور شہریار کے مابین ہونے والی گفتگو کا ایک لفظ بھی کانوں میں پڑ جاتا تو سنعیہ کی خیر نہ تھی رہے پاپا تو ویسے صبح کے گئے شام کو آتے تھے اور شہریار وہ کہاں مصروف تھا کتنا بزی تھا یہ بھی پاپا سے معلوم ہوتا کیونکہ اپنے بزنس کی کچھ نئی برانچز کے لئے وہ بزنس ڈیلنگ کے لئے ہر وقت کہیں گیا ہوتا یا آفس میں رہتا، اس پہ بھی کام کا بوجھ تھا پھر بھی وہ صبا کو بہت مس کر رہی تھی دل کا بوجھ ہلکا کرنے کو یا اپنی جذباتی کیفیت کو دور کرنے کے لئے۔

زندگی کے جس موڑ پہ وہ آ رکی تھی بڑا عجیب سا تھا، شہریار اس کے لئے اچھے جذبات رکھتا ہے یہ وہ عرصہ سے محسوس کرتی آ رہی تھی مگر اس کے باوجود اس نے کبھی ایسا اشارہ نہ دیا تھا کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہوتا، ویسے بھی حد درجہ حساسیت کے ساتھ وہ دل میں آئی بات فوراً کہہ دینے کی قائل تھی، چاہے وہ بات کیسی ہوتی اسے پریشان کرتی تو وہ لبوں سے نکالنے میں دیر نہیں لگاتی تھی یہ سوچے بغیر کہ مقابل پہ اس کا کیا اثر ہوگا لیکن شہریار سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنے میں اس نے سوچتے خود سے الجھتے بڑے دن لگا دیے تھے۔

ہر بات پہ فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے خود کو سب کی نگاہ میں اچھا بے حد اچھا بنا کر پیش کرتا شخص جوان کی نوازشات تلے دبا اس سے رشتہ جوڑتا اور طمع زدہ چہرے، چھپی خوشی، دکھاوے کا سکھ، خود پہ طاری کر کے وہ سب کو اپنی آئیڈیل زندگی کے بہلاوے میں مبتلا رکھتی تو بھلا کیسے؟ جبکہ وہ ظاہر و باطن ایک سار رکھنے والی صاف گو لڑکی تھی اگر وہ خوش نہیں تو خوامخواہ ایکٹنگ کر کے خود کو خوش ظاہر کرنے کی اسے کوئی خواہش نہ تھی، ایک مجبوری اور سمجھوتے کا رشتہ جو اس کی بے بسی سے مل جاتا تو زندگی تنی اجیرن ہو جاتی اور وہ یہ کیسے ہونے دیتی وہ بھی اپنے ساتھ، وہ تو دوسروں کی خوشیوں، ان کے جذبات و احساسات کی اتنی پروا کرتی تھی تو اپنے جذبات و احساسات پہ پتھر رکھ کر اپنی ہی خوشیوں کی قربانی کیوں دیتی؟

اور یہ سب سوچ سوچ کر اس کا ذہن بہت الجھا ہوا رہنے لگا تھا، کیونکہ یہ سارا مسئلہ براہ راست اس کی ذات سے تعلق رکھتا تھا اور اس صورتحال سے باہر آنے کو اسے کوئی راستہ نکالنا تھا وہ راستہ کیا تھا، جب شہریار کے سامنے فرضی سہی مگر وہ تو سچ سمجھتا ناں اس کی جھوٹی کہانی محبت کو اور اس جھوٹے آپشن کا سنتا تو اس کے متعلق کیا سوچتا اس کی ذہنی کیفیت کیا ہوتی اسے غرض نہ تھی کیونکہ بے سمت راستے پہ چلتے رہنے کا سوچتے ہوئے اس کی اپنی جان مشکل میں پڑ جاتی، مشکل سے نکلنا تھوڑا دقت طلب ضرور تھا مگر ناممکن نہیں، صبا نے اس سے کہا تھا۔

''اول تو تمہارا ذہن خراب ہے علاوہ اور کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن اگر اس سارے معاملے کو تم مسئلہ سمجھ بھی رہی ہو تب بھی سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا، بہت دیکھ بھال کر جس سے تمہاری آئندہ زندگی پہ کوئی برا اثر نہ پڑے کیونکہ تم میری بہت پیاری دوست ہو اور میں تمہیں کسی غلطی کے سبب ندامتوں میں گھرا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔''

اور اس نے سوچ سمجھ کر جو شہریار سے کہا وہ غلط تھا یا نہیں اور صبا کو یہ سب پتا چلتا تو وہ کیا کہتی، شائستہ بیگم جان جاتیں یا عفنان علی خان کو علم ہو جاتا کیا بنتا، مسئلہ جو بھی تھا اپنے تئیں اس نے ختم کرنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ جانتی تھی وہ بچی نہیں جسے سب انگلی پکڑ کر غلط اور صحیح بتائیں اور وہ سب کی مانتے مانتے اپنی زندگی دشوار کر لیتی بلاشبہ وہ ایک حساس دل رکھنے والی لڑکی تھی، اپنے سے منسلک تمام رشتوں کے لئے جذباتی مگر جذباتیت کی کتاب میں یہ کہاں لکھا تھا کہ معاشرتی رشتوں کو بچاتے صرف ایک شخص کے لئے اپنی زندگی تباہ کر لیں، زندگی جیسی انمول نعمت یونہی بے وجہ ضائع کرنے کے لئے تو نہیں ملا ہوئی تھی، بلکہ ہنس کر جینے خوشی پانے کے لئے ملی تھی تو وہ اداس کیوں رہے؟

''اچھا ہے موصوف خود کو بڑا ''پیا بچہ'' بنائے پھرتے ہیں، اب پتا چلے گا کہ اس کھیل میں پاؤں رکھنے والے مخالف کو پلڑا ابھی کتنا بھاری ہے۔'' بہت کمینی سی خوشی محسوس کرتے ہوئے اس نے اپنے پسندیدہ سیاہ رنگ کا جدید انداز میں سلا فراک نکال کے پہنا، سفید نگینوں سے چمکتی سیاہ نازک سے اسٹریپ والی جوتی، کلائی بھر چوڑیاں اور بہت نفیس جیولری سیٹ کھلے سیاہ بالوں کے بیچ اس کا صبیح چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا، تنی پرسکون اور خوش باش سی وہ سیڑھیاں اتر رہی تھی ایک ایک قدم بیچ بیچ کر رکھتی لاؤنج میں شہریار کھڑا تھا اور وہ ہنستی مسکراتی اس کی موجودگی سے لاپروا اس کی توجہ سے بے نیاز یوں گزری تھی جیسے جانتی تک نہ ہو اور یہ سچ ہی تھا وہ اجنبی ہی تو تھی شہریار کے لئے، اگر وہ جان پہچان یا اپنائیت کے رشتے سے منسلک ہوتی خود کو اس سے نسبت کا پاس ہوتا تو پھر وہ سب کیسے کہہ دیتی جو اس نے ایکدم سے کہہ دیا تھا۔

شہریار اپنے خوابوں، ارمانوں کی کرچیاں سمیٹتا اپنے ہاتھ لہولہان کرتا محبت کی جنوں خیزی کے اس انجان موڑ پہ ''محبت یوں نہیں اچھی'' کا راگ کیوں الاپ رہا ہوتا۔

وہ لڑکی جسے اس نے اپنی سوچ کے زاویے پہ بھی بڑی احتیاط سے اتارا تھا اس نے محبت بھرے جذبات کو رد کر کے اپنے شرعی تعلق کو نفی کرتے ہوئے اس کے سامنے، اس سے بہتر آپشن کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا تھا کہ اس کے شفاف کردار پہ کیسا حرف آئے گا پھر لڑکیوں کی عزت تو تھرمامیٹر کے پارے کی طرح ہوتی ہے جس طرح تھرمامیٹر ٹوٹ جانے پر اس کا پارہ ہاتھ نہیں آتا اسی طرح عزت کے نازک آبگینے کو ٹھیس لگ جائے تو اس کی کرچیاں سمیٹی نہیں جا سکتیں۔

مگر یہ سب تو تب ہوتا ناں، جب حرف ولب کی توقیر کا پاس ہوتا کتنا حساس اور ہمدرد دل رکھنے والی ظاہر کرتی تھی وہ اپنے آپ کو اور اس کے احساس و دل کے ساتھ کیسے داؤ کھیل گئی۔

شہریار کو وہ توہین آمیز لمحات یاد آئے تو آنکھیں اہانت کے شدید احساس سے جل اٹھیں بہت سے خواب اور خواہشیں اس الاؤ میں سلگنے لگی تھیں۔

تمہارے آخری خطوں کی
سطروں میں
عجب کچھ اسرار پنہاں تھے
کچھ خواب جو تم نے

آدھے آدھے بانٹ کر
میری آنکھوں میں رکھ دیئے تھے
وہ خواب ابھی تک جاگ رہے ہیں
گلاب کی جس ٹہنی پہ تم نے
اپنے پیار کا ہاتھ دھرا تھا
وہ لمس ابھی تک تازہ ہے
تیرے احساس کو خوشبو کی طرح
بارش کی بوچھاڑ میں
بھیگتی اس لڑکی کا چہرہ
اب تک وہ دیکھ رہا ہوں
آدھے سوکھے، آدھے گیلے خوابوں والی
اس لڑکی کو
بے خود سا، چپ چاپ سا تکتا
کہیں اپنے اندر ڈھونڈ رہا ہوں

☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھی تھی ہاتھوں میں گرم مٹر پلاؤ کی پلیٹ تھی جس سے تھوڑا تھوڑا کھاتے ہوئے وہ زندگی کے متعلق سوچ رہی تھی، زندگی کے اس مشکل روپ کے متعلق سوچ رہی تھی جس پہ وقت کے بے رحم تھپیڑے نے ایکدم سے لاکھڑا کیا تھا اور زیست یوں مشکلوں میں گھری تھی کہ گزرا زمانہ، خواب خواہشات سب اک موہوم خیال محسوس ہو رہا تھا۔

کتنی آسان زندگی، بسر ہو رہی تھی جس میں سکھ، آرام، بے فکری کے ساتھ کسی کی نرم لودیتی نگاہوں کا احساس چاہ بھی تھا توجہ ومحبت کا مان بھی اور کچھ دن گزرتے تو یہ ادھ کھلا پھول پوری توجہ سے دمکتا کہ ابو اور معاذ کی موت نے سب کچھ ملیا میٹ کر دیا، خوابوں، تمناؤں کے خوف شکستگی کے ساتھ گھر کا بوجھ بھی اس کے ناتواں کندھوں پر آ گیا، سب سے بڑھ کر امی کی نیم خستہ حالت اور ان کا خیال آتے ہی اریبہ کے اندر درد کی ٹیس سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیا تھا اللہ میاں جو آپ امی کو تندرستی دے دیتے کم از کم اتنی اذیت تو محسوس نہ ہوتی جتنی اب ہو رہی ہے۔'' آنسو اریبہ کے رخساروں پہ بہنے لگے تھے اس نے ان نمکین آنسوؤں کا ذائقہ اپنے حلق میں اترتا محسوس کیا تھا۔

''یہ کیا ربیا آپا، آپ ابھی انہی چاولوں کو لئے بیٹھی ہیں، ارے رو رہی ہیں پلیز آپا زندگی کا جو رخ سامنے آیا ہے اس سے سمجھوتہ کر لیں۔'' ربیعہ جو بولتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تھی اب اس کے سامنے پریشان نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

''سمجھوتہ مگر کیسے ربیعہ، کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ زندگی جمع تفریق کے لاتعداد سوالوں کے درمیان لاکھڑا کرے گی یہاں زندگی، احساسات، خواہشات سمیت سب جذبے تقسیم ہوں گے ضرب نہیں اور حاصل تقسیم کچھ نہ آئے گا۔'' اس کی آواز میں گھرے درد کی رچاؤ تھا جسے اندر آتے

وہاج حسن نے بھی شدت سے محسوس کیا۔
''اریبہ تم صرف منفی پہلو ہی کیوں لیتی ہو ہر بات کو، یوں تو زندگی اور بھی مشکل لگے گی، کھلے دل و دماغ سے سوچو تو سب آسان لگے گا۔''
''آسان، ہاں تم یہ کہہ سکتے ہو کیونکہ تم درد کے اس کوہ گراں میں نہیں کھڑے یہاں ہم ہیں۔'' وہ طنزاً بولی۔
''اریبہ، تمہارا درد تو پورے احساس سمیت محسوس کر سکتا ہوں، درد بٹا سکتا ہوں۔'' وہ کچھ دکھ سے بولا۔
''نہیں وہاج اپنا دکھ صرف اپنا ہوتا ہے، یہ جان لیا، جب سے جان لیا تب سے ایسے دعوے زبانی کلامی لگنے لگے ہیں۔'' وہ بنا تاثر بولی۔
''کسی کو آزمائے بنا ایسی بات نہیں کرتے۔''
''اور جو پتا ہوا کہ کسی آزمائش میں پورا نہ اترے گا تو۔'' وہ بہت کھوجتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔
''ضروری نہیں کہ تم ہر کسی کو صرف اپنے معیار کی کسوٹی پر پرکھو۔'' وہ خفا ہوا۔
''اچھی بات ہے چلو اگلے بندے کے معیار پر پرکھ لیں گے ذرا وقت آنے دو، فی الحال تم یہ بتا دو کہ مجھے یونیورسٹی چھوڑ دو گے۔'' وہ یکدم موضوع گفتگو پلٹتی ہوئی بولی۔
''ابھی ٹھیک سے تندرست بھی نہیں ہوئیں اور یونیورسٹی۔'' وہ الجھا۔
''وہاج یہاں میں ہوں وہاں مجھے تندرستی سے نہیں زندگی سے غرض ہے زندگی کے معاملات جو میری توجہ چاہتے ہیں۔''
''کیسی توجہ؟'' وہاج نے بغور اسے دیکھا تھا۔
''میرا خیال ہے میں کچھ وقت کے لئے تعلیمی سلسلہ موخر کر دوں اور کہیں جاب دیکھ لوں تاکہ گھر کا انتظام کچھ ایڈجسٹ ہو سکے۔'' وہ کچھ پرسوچ انداز میں بولی۔
''جاب مگر کیوں؟ تم جاب نہیں کرو گی اریبہ۔''
''اچھا اور شہباز، ربیعہ، جویریہ کی پڑھائی کا خرچہ میرے یونیورسٹی کے اخراجات گھریلو بجٹ اتنا کچھ کیسے ہوگا۔''
''میں ہوں ناں سب کروں گا مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ میری ہونے والی عزت کچھ روپوں کی خاطر سڑکوں دفاتر پہ پھرتی طرح طرح کی اچھی بری نظروں کے حصار ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔
''اتنا احساس ہے اس عزت کا تو مجھے اپنا لو۔'' وہ یکدم بولی۔
''اریبہ میں تمہیں ہی اپناؤں گا مگر کچھ وقت آسان ہونے دو، ابھی تم جانتی ہو ازلہ کی شادی ہوئی ہے ہما، ثمن آمنہ بیٹھی ہیں جوان بہنوں کو چھوڑ کر صرف اپنا سوچتا میں کیا اچھا لگوں گا؟'' وہ ناصحانہ انداز میں بولا۔
''تمہارا وقت کبھی آسان نہیں ہوگا وہاج کیونکہ تم اسے آسان کرنا ہی نہیں چاہتے، جب تک تمہارے سر پہ یہ ذمہ داریوں کے پہاڑ تنے ہیں تمہیں میرا وجود کہیں نظر ہی نہیں آئے گا اور تم بوڑھے ہو جاؤ گے بہنیں بیاہتے بیاہتے۔'' وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

''بوڑھا ہو گیا تب بھی شادی تو تم سے ہی کروں گا۔'' وہ اس کا غصہ کم کرنے کو نیم مزاحیہ انداز میں بولا۔
''اور تم کیا سمجھتے ہو کہ ذمہ داریوں کے بوجھ تلے تھکے دبے ادھ کھچڑی زدہ بالوں والے شخص کو میں سالوں انتظار کروں گی۔'' وہ تیکھے لہجہ میں بولی۔
''محبت تو بڑی بڑی مشکلات سہتی ہے تم ذرا سا انتظار نہیں کر سکتیں۔'' وہ اب بھی اس کے لہجے کی تلخی کو نیم مسکراہٹ زدہ لہجے میں لے گیا۔
''وہ پاگل پن ہوتا ہے وہاج محبت نہیں اور میں یہاں کھڑی ہوں وہاں مجھے زندگی کی حقیقتیں دکھائی دے رہی ہیں جو ہوشمندی چاہتی ہیں مجھے خواب نہ دکھاؤ تعبیر دو، وہ تعبیر جس کی خواہشیں تم نے میرے اندر اتاری تھیں، مجھے اس وقت تمہارے الفاظ نہیں عمل کا ساتھ چاہیے ورنہ تم مجھے کھو دو گے۔'' اریبہ کا لہجہ و الفاظ دوٹوک تھے وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا کیونکہ اس کے وہم و گمان میں بھی اریبہ کا یہ انداز و رویہ نہ آئے تھے۔
''کیسا عمل چاہیے تمہیں؟'' وہ کتنی دیر بعد خود کو سنبھالتا بولا۔
''دیکھو وہاج بات بالکل سیدھی اور سچی یہ ہے کہ مجھے فوری طور پر دو راستے نظر آ رہے ہیں ایک تو یہ کہ تم مجھ سے شادی کر لو اور میرے ساتھ مل کر میرے گھر کو سپورٹ کرو کیونکہ ایک مضبوط سہارا اور آمدنی کا اک مستقل ذریعہ میری اشد ضرورت ہے، دوسری صورت میں مجھے خود اپنے لئے راستہ تلاشنا ہے ہر بھروسہ ہر تعلق چھوڑ کر نئے موڑ سے زندگی شروع کرنی ہے اور اس دوسری راہ میں صرف میری ترجیحات ہونگی تم کہیں نہیں ہو گے اگر چاہو تو فرسٹ آپشن قبول کر لو ورنہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔'' وہ بہت مادہ پرست انداز میں بولی تھی۔
''اریبہ تم سب جانتے بوجھتے میرے حالات و زندگی سے واقف ہوتے مجھے ایک مشکل راہ سجھا رہی ہو۔'' وہ کچھ دکھ اور غصے سے بولا۔
''میں کچھ نہیں جانتی سوائے اس کے کہ مجھے اپنی پاگل ماں کا علاج کروانا ہے بہنوں بھائی کو اچھی تعلیم دلوانی ہے۔''
''اور میری بہنیں، میری ماں ان کا کیا سوچا تم نے جن کا واحد سہارا میں ہوں، مجھے بھی ان بہنوں کو بیاہنا ہے، مگر ساتھ ساتھ تمہارا بوجھ بھی اٹھاؤں گا ہمدردانہ طور پر، اخلاقی اصولوں کے تحت، ہاں شادی کے لئے مجھے کچھ وقت چاہیے کم از کم ہما اور ثمن کے فرض سے سبکدوش ہو کر ہی اپنے لئے سوچنا ہے مجھے۔'' وہ اپنی مجبوری بتاتا گیا۔
''اور میرے لئے، میرے لئے کون سوچے گا۔'' وہ کتنے تلخ انداز میں بولی تھی۔
''میں...... میں ہوں اریبہ تمہارے لئے سوچنے والا۔'' وہ بہت خلوص و جذب سے بولا تھا۔
''نہیں وہاج تم اپنی مجبوریوں تلے دبے صرف اپنی بہنوں کا سوچ سکتے ہو، اریبہ اشفاق کا نہیں جسے گھر سے نکلنے سے کسی مضبوط نام کا حوالہ چاہیے، جسے اپنا سرکٹ چلانے کو اک ذریعہ آمدنی چاہیے، ہمدردی اور اخلاقی امداد کے تو کرے تم سنبھال رکھنا کل کسی وقت تمہیں ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے، میں اپنا بوجھ خود اٹھا لوں گی۔'' وہ جیسے بات ختم کرتے ہوئے دوٹوک لہجہ میں بولی۔

''اریبہ اتنی روڈ اور خود غرض نہ بنو تم سمجھنے کی کوشش کرو۔''
''میں سب سمجھتی ہوں زندگی کے اکیس سال گزار چکی ہوں، مجھے اپنے اچھے برے کا بخوبی علم ہے۔''
''اگر تمہیں اچھے برے کا علم ہوتا تو یہ الفاظ نہ کہتیں۔'' وہ متاسف ہوا۔
''مجھے کیا کہنا ہے کیا نہیں یہ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں اور بہتر اس وقت تم چلے جاؤ۔'' وہ جیسے زچ ہو کر بولی۔
''Areeba behave your self۔'' وہ سرزنش کرنے والے انداز میں بولا۔
''Wahaaj for God, please leave me alon,۔'' وہ یکدم سے بہت سپاٹ لہجے میں سپاٹ تاثرات کے ساتھ بولی تھی وہاج کچھ دکھ کم غصے اور اشتعال کے ملے جلے تاثرات بھری خفیف نگاہ اس پہ ڈالتا دروازے کو ٹھوکر لگاتا نکل گیا۔

دیکھو کہ آ چکی عذاب رت
سنو کہ مجھے آنسو چھپانے دو
سنبھالو تم بھی ادھوری خواہشیں اپنی
مجھے بھی خوابوں کی راکھ اٹھانے دو

☆☆☆

خواب جلتے ہیں میری آنکھوں میں
دلربائی کے موسم میں
دشتوں کی عجب کہانی ہے
تیری آنکھوں نے جو کہی تھی کبھی
وہ کہانی تھا، متروک وفا ہونے کو ہے
سوچوں بھی تو دل لرزتا ہے
عجب اک حادثہ ہونے کو ہے

کیسا عجیب سفر تھا کہ جہاں سے شروع ہوا تھا وہیں پہ آ کے تھم گیا تھا، یہ محبت کا موسم اتنا جلد ڈھل جانے والا اور ظالم کیوں ہوتا ہے؟ اگر محبت مہربان ہے تو ہم انسان ایک دوسرے پہ اتنا ظلم کیوں کرتے ہیں، محبت کو عزیز کیوں نہیں رکھتے اور اسے پھلتا پھولتا دیکھنے کی بجائے خالی کرتے جاتے ہیں، کتنی خاموشی سے اپنی جاں لوٹتے، ارمان بکھرتے دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کر پاتے۔
''جس دل میں بدگمانی ہو اس کی منڈیروں پہ محبت کے چراغ کبھی نہیں جلتے، تمہارے دل میں بھی بدگمانی ہے مگر کیسی جو دور کی جا سکتی ہے نہ منائی جاتی ہے۔''
''مجھے معلوم نہ تھا محبت ایک ایسا خواب ہے جو کسی دوسرے کی مرضی پر منحصر ہے اور ایسا خواب جو میرے لئے خوشی تمہارے لئے اذیت کا باعث بنے کیسے دیکھوں اور کیسے بھلاؤں، ہم جو سوچتے ہیں سب پورا نہیں ہوتا مگر کتنا مشکل ہے دل کو سمجھانا جبکہ دل سمجھنا ہی نہ چاہے۔'' ایک بار اس نے اپنے استاد سے ایک بات سنی تھی۔
''ہمیشہ اپنی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کا جائزہ لیں تا کہ وہ کبھی بڑی غلطی بن کر آپ کی ناکامی کی

وجہ نہ بن جائیں۔''
اور اس نے یہ بات اپنے ذہن میں محفوظ کر کے رکھ لی تھی جب وہاج حسن نے اس کی بنی بنائی پوزیشن کو اپنی ذاتی محنت، عمدہ درجہ ذہانت کی وجہ سے اپنے نام کیا تھا تب بھی اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کر کے اسے گلے لگاتے اس نے بڑے حوصلے کا مظاہرہ کیا تھا اور مثبت رویے کو پروان چڑھایا تھا۔
سعیہ کے لئے سوچتے ہوئے بھی اس نے زندگی کو، رویوں کو جب برتا تو ہمیشہ ان سے خوشیاں کشید کرنی چاہئیں اور اپنی ریفلیکشن (اندر کی توقعات) کو متاثر ہونے نہیں دیا مگر لمحوں سے رنگ چھنتے اس نے کبھی گمان تک نہ کیا تھا کہ اس ریفلیکشن کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا، سعیہ کے دل و دماغ پر لاکھ بدگمانی سہی مگر شہریار نے تو اسے پوری توجہ سے چاہا تھا، دل کی تمام تر شدتوں سے سوچا تھا اور اس کی بیزاری کے باوجود بار بار اس کی طرف پلٹتا تھا کیونکہ وہ اس سے محبت کرتا تھا جنونی محبت، وہ ہمیشہ خود کو ناقابل تسخیر گردانتا تھا مگر سعیہ خان اس کی ذات کی ساری مضبوط دیواروں کو توڑتی اس کے دل تک آ پہنچی تھی، خود سے بے پروا موڈی لڑکی اس کی ساری پرواہ سمیٹتی رہی تھی، پھر اب اس وقت، اس لمحے وہ خود کو اپنی زندگی کو اپنے سے وابستہ خوشیوں کو اس سے الگ کر کے سوچتا تو بھلا کیسے؟
جبکہ وہ جی ہی اس کے تصور میں رہا تھا اس کی صبحیں اس کے ملیح چہرے سے ضیاء پا کر چمکتی تھیں تو شامیں اس کی پلکوں سے سلونی ہوتی تھیں وہ اپنے دل کو لاکھ سمجھاتا مگر دل مانتا کب ہے؟

دل کو اس راہ پہ چلنا ہی نہیں
جو مجھے تجھ سے جدا کرتی ہے

اس نے گھر میں کسی سے سعیہ سے ہونے والی گفتگو کا تذکرہ تک نہ کیا تھا اور کرب کے تمام موسم وہ اپنے اوپر تنہا جھیل رہا تھا اور کیوں جھیل رہا تھا یہی سوال جب وہاج نے کیا تو وہ بڑی بے دلی سے ہنسا تھا۔
''محبت کرتا ہوں ناں، محبت گوارہ ہی نہیں کرتی اسے کسی کی نظروں میں ہلکا پڑنے دوں، خواہ وہ اس کے اپنے ماں باپ کیوں نہ ہوں اور صرف یہ ہی کیا میں سب کچھ سہہ سکتا ہوں وہ کچھ بھی کہے، کچھ بھی کرے، کوئی تلخ بات، تلخ اقدام، میں جھیل سکتا ہوں کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔''
اور وہاج محبت کی اس حیران کن شدت پہ کتنی دیر ساکت اسے دیکھے گیا، ایسی شدتیں یہی، دیوانگی وہ بھی تو رکھتا تھا اریبہ کے لئے اور وہ بھی تو اس سے تلخ ہو گئی تھی مگر اریبہ اور سعیہ کے رویے و حالات کے پس پردہ بہت فرق ہے اریبہ کے اپنے گھریلو اسباب، معاشی تنگدستی اور ہمدردی و خلوص کی بے رغبتی ہے جو اسے اکثر و بیشتر تلخ کر دیتی ہے جبکہ سعیہ کا ایسا کوئی مسئلہ نہیں۔
یہ اس کی بے لوث محبت کی انتہا تھی کہ وہ سعیہ کے مدمقابل اریبہ کو Plus point دیے جا رہا تھا اور ساتھ شہریار کو بھی حوصلہ دے رہا تھا۔
''یار یہ محبت اتنی بے بس کر دینے والی چیز کیوں ہوتی ہے کہ آپ کتنا ٹوٹ جائیں، کتنا

بکھرتے جائیں مگر یہ محبت نام کا چار حرفی لفظ کسی محاذ پہ ہارنے نہیں دیتا ہاں بس کبھی شکست و ریخت کے لمحوں میں احساس برف ہونے لگتا ہے پھر یوں لگتا ہے جیسے حوصلے ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہوں، تاہم جلتی بجھتی آنکھوں میں کسی حسین آرزو کے لو دیتے خواب کروٹ لیں تو ہمتیں پھر سے چمک اٹھتی ہیں حوصلے پھر مسکرا اٹھتے ہیں اور آہیں بھرتا دل پھر کہنے لگتا ہے تم میرے ہو۔" شہریار نے بڑے بے بس سا ہو کر پوچھا تھا اور وہاج حسن مسکرا اٹھا تھا۔

"یہ کچھ کھینچتی کچھ باندھتی، کچھ توڑتی، کچھ جوڑتی کیفیت ہی تو محبت کا حسن ہے محبت کی کشش ہے بہت آرام سے بنا مانگے ملتی شے کی اتنی قدر اتنی کشش کب ہوتی اور وہ اپنا احساس اتنی شدت سے کب دلاتی ہے جیسے شدید دعاؤں کڑی ریاضتوں اور لمبے انتظار کے بعد ملی چیز اپنا آپ باور کراتی ہے، اپنی ہمت سجھاتی ہے، محبت تو محبت ہے، آپ اپنا حسن آپ اپنی خوبصورتی تنہائی میں یکجائی، ویرانی میں محفل اور محفل میں شہنائی۔" وہاج نے اسے دیکھا تھا جو بڑا بکھرا سا لگ رہا تھا، وہ کچھ دیر اسے یونہی دیکھتا رہا پھر اک گہرا سانس کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

"ویسے تم نے اس کی تھوڑی سی آئی ڈی لینی تھی، اس کے انکار کے پس پردہ محرکات کیا ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے وہ کسی اور سے محبت کرتی ہو۔" شہریار نے تڑپ کر وہاج حسن کو دیکھا تھا بھلا وہ لڑکی جسے وہ عرصہ دراز سے پوری شدتوں سے چاہتا آرہا ہو پھر وہ اس کی منکوحہ بھی ہو اس کے لئے ایسے سوچنا یا کہنا کتنا سوہان روح تھا کوئی اس کے دل سے پوچھتا اس کی آنکھیں یکدم بھر آئی تھیں اور وہاج نے اپنے عزیز دوست کا دکھ جیسے دل سے محسوس کیا تھا۔

"دیکھو شہری زندگی اور محبت کے آپشنز بدل بھی سکتے ہیں اور ہمیں کسی بھی لمحہ کسی بھی رویے و موڑ کو لے کر اگلے بندے کے لئے اپنے طور پہ طے کرنا ہو تو اسے تھوڑا ریلیف دینا پڑتا ہے بعض اوقات ایسا کرنا ہمارے اپنے حق میں بھی بہتر ہوتا ہے، ہم خود بھی کسی نتیجہ خیز موڑ پر پہنچ جاتے ہیں اور اگلے بندے کے راستے بھی آسان ہو جاتے ہیں تم اسے جانو، سمجھو، پوچھو کہ گریز و انکار کی اس منزل تک لانے والے عوامل کون سے ہیں اور ان کا تدارک کیا ہے اسی طریقے سے سمجھ کر تم معاملہ سلجھا سکتے ہو یا پھر اس کی دوست سے مدد لو کیونکہ دوست آپس میں ایک دوسرے کے بہت سے معاملات دردیوں کو جاننے میں سلجھانے میں قریبی عزیزوں سے زیادہ مددگار ہو سکتے ہیں۔"

"اس کی صرف ایک دوست ہے اور وہ ان دنوں دبئی ٹور پہ ہے رہا اس سے پوچھنا تو تم کیا سمجھ رہے ہو اس تلخ کلامی کے بعد بھی وہ ریلیکس موڈ میں مل سکتی ہے۔"

"کیوں نہیں وہ صرف تمہاری کزن یا محبت ہی نہیں بلکہ منکوحہ بھی ہے تم جب جس وقت چاہو اسے روبرو پوچھ سکتے ہو کچھ بھی۔"

"یہ صرف کہنا آسان ہے کیونکہ تم اسے جانتے نہیں حد سے زیادہ موڈی لڑکی ہے چاہے تو پل میں سامنے کھڑے بندے کو عرش پر بیٹھا دے چاہے تو لمحہ کے ہزارویں حصہ میں زمین پر بھی کھڑے ہونے کے قابل نہ چھوڑے۔"

"اگر تم کہو تو میں بات کروں۔" وہاج کچھ پرسوچ انداز میں بولا۔

"نہیں اسے یہ بالکل اچھا نہیں لگے گا کہ باہر سے اٹھ کر کوئی تھرڈ پرسن اس کی زندگی کو ڈسکس کرے۔" شہریار نے فوراً انکار کیا۔

"تو پھر ایسے میں تم کیا کرو گے۔" وہاج نے استفسارانہ انداز میں دیکھا۔

"سوچتا ہوں کیا کروں۔" وہ آنکھیں بند کر کے سر ریوالونگ چیئر کی بیک سے ٹکاتے ہوئے بولا اور وہاج اس پیارے انسان کو دیکھتے ہوئے اس کی محبت کے ملاپ کی دعا سپرد فضا کرنے لگا۔

میرا چشمہ گلستان سا ئیں
میرا ہا دل سبز شجر
تو بخت میرا تو بخت میرا تو محل میرا تو گھر
میں پوچھی اک دعا مانگوں تو کر منظور اگر
یا بخیر و بخیر و شام نہ دے، یا کاٹ لے میرے پر

☆☆☆

"ایسی کون سی چیز ہو سکتی ہے جو زندگی اور زندگی کے رویوں کو آسان کر دے۔" وہ زہر جو خیالوں، دل، دماغ اور نظروں میں آ کر اندر باہر کی ساری فضا کو مکدر کر دیتا ہے اسے دھو ڈالے۔

غیر اطمینانی رشتوں، رویوں، مذہب، معاشرتی اصولوں کی، بے سکونی جو اندر تک دل و دماغ کو گنجلک الجھاؤ میں پھنسا دیتی ہے۔

حد درجہ حساسیت، دماغی چپقلش، ذہنی تناؤ اور جذباتی دباؤ، کیا وہ واقعی ان سب چیزوں کا شکار ہو گئی تھی وہ جو مثبت احساسات تعمیری سوچوں کے ساتھ زندگی کو جیتی تھی جو انسانیت سے محبت کرتی تھی بلاتفریق رنگ و نسل، مذہب و قوم، جو اپنے پیدائشی مذہب سے محض اس لئے باغی ہو گئی تھی کہ وہ انسانیت کے کلی رہنما اصولوں کا داعی نہ تھا اور وہ انسانوں میں امتیاز کی قائل نہ تھی، اس نے تو دوسروں کے منفی برتاؤ کے پیچھے بھی وسیع القلبی کا مظاہرہ کیا تھا اس نے اپنی روشن اصولی اور پرجوش فطرت کو کبھی بھی تباہ ہونے نہ دیا اور اسے معلوم تھا یہ راتوں رات اعلیٰ ریاضت کے حامل سوامی جی یا ریاضتوں کی کڑی آزمائش سے گزرنے والے اولیاء کی کہانی نہیں بلکہ ایک گڈ آئی کیو لیول یا گڈ میموریبل گرل کی کہانی ہے، ایک سیدھی سادی مائنڈ باڈی تکنیک تھی جو جانے کیسے براہ راست اسٹریس ریسپانس تک پہنچی اور اس کے کارٹی سول مستقل دباؤ کا شکار کرنے کے باوجود ظالمانہ انداز سے اس کے عضلات کے ٹشوز برباد کرتے ہوئے قوت مدافعت میں کمی کر دی، اب وہ خیالوں، خیالوں میں اپنی خواہشوں کی ناکامی پہ روتی، اپنے مقاصد کی منزل نہ پانے پر جذبات بھڑکاتی اور دوسروں سے انتقام لینے پہ کمر بستہ ہو جاتی اور عملی طور پہ اتنی استطاعت نہ رکھتے ہوئے اپنے مقاصد کی راہ میں آنے والوں کو کبھی دیواروں میں چنوا دیتی، کبھی خیالوں ہی میں انہیں ذبح کر دیتی اور یہ دماغی مصروفیت تھکا کے ہلکان کر دیتی اس کا پورا وجود ایک ان دیکھی آگ میں جلنے لگتا ایسی آگ جس سے دھواں اٹھے نہ چنگاریاں نکلیں مگر وجود پھر بھی راکھ یا خاک ہوتا جائے۔

"اور وقت و واقعات کے ان خوفناک اثرات سے وہ کبھی باہر بھی نکل سکتی تھی کہ نہیں؟" یہ ایک ایسا خوفزدہ کر دینے والا سوال تھا جس نے لیڈی ایلون کو بالکل توڑ کر رکھ دیا تھا، آج چرچ میں بڑا مذہبی اور روحانی اجتماع تھا لیڈی ایلون نے ماریا کے لئے خصوصی طویل دعا کروائی تھی وہ یسوع مسیح پر مکمل یقین رکھتی تھی اور اس کا ایمان تھا کہ ہر انسان کو نجات صرف عیسائیت کا عقیدہ ہی دے سکتا ہے، بھلے ماریا مانے نہ مانے مگر اس کی نجات بھی عیسائی تعلیمات کے ماننے میں ہی تھی۔

چرچ سے واپسی پہ وہ ماریا کو شہر گھمانے لے آئی تھی تاکہ ماریا کی طبیعت میں کچھ بشاشت اور بہتری آئے اور ماریا بھی بڑے آرام، حد درجہ خاموشی سے لیڈی الیون کے برابر بس میں بیٹھ گئی بس میں شہر گھومنے کے لئے تقریباً ڈھائی ڈالر سے بھی کم خرچ ہوتے ہیں اور پیدل چلنے والوں کے لئے بھی دقت نہیں کیونکہ شہر میں مختلف جگہیں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

ویلنگٹن اپنے خوبصورت قدرتی مناظر اور ہری بھری پہاڑیوں کی وجہ سے بہت مشہور ہے یہاں پر خوبصورت دلاز نظر آتے ہیں اس شہر میں تقریباً پانچ سو مربع کلومیٹر پر پارک اور جنگلات پھیلے ہوئے ہیں اور اسی خوبصورتی کی وجہ سے ماریا نے یہیں تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تھا اور شہر کے مغرب میں پہاڑی کے اوپر مشہور وکٹوریہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا، ان کی بس اسی جگہ موجود ویلنگٹن بوٹینیکل گارڈن کے پاس سے گزر رہی تھی۔ کبھی اسی گارڈن میں اپنے کلاس فیلوز کے ساتھ وہ بڑے خوشگوار موڈ میں ہنسی ٹھٹھوں کو سپ کیا کرتی تھی، گارڈن میں کچھ دیر گزارنے کے لئے اترنے والے لوگ کیبل کار کی سہولت سے مستفید ہو رہے تھے اور ماریا خالی الذہنی کے عالم میں یک ٹک تیزی سے گزرتے دور ہوتے مناظر کو دیکھ رہی تھی اس کی نگاہوں میں کوئی تاثر تھا نہ چہرے پہ کوئی احساس، بس اک سپاٹ روپہ سپاٹ نظریں جیسے وہ یہاں موجود نہ تھی لیڈی الیون نے تاسف کے اک گہرے احساس میں گھر کر اسے دیکھا تھا اور اس کو متوجہ کرنے کے لئے پوچھا۔

''ماریا اگر تم چاہو تو ہم کسی بار میں جا سکتے ہیں۔'' ماریا نے صرف دیکھا تھا بولی کچھ نہیں تو لیڈی الیون نے وہ مشہور بارز جو دن کے وقت کھلے رہتے ہیں ان کی تفصیل اور ڈیوز اپنے ٹور گائیڈ سے معلوم کرنے شروع کر دیے۔

''ڈے ٹائمنگ میں پھر شوٹرز، کوپنس، اسٹیبلشمنٹ، گڈ لک، بلینڈ ویلنگٹن کے مشہور بار میں اور اگر آپ کو انڈر گراؤنڈ میوزک میں دلچسپی ہے تو والو ایک مشہور بار ہے یہاں ابھرتے فنکاروں کا ہر وقت جمگھٹا رہتا ہے، جبکہ ہمنگ برڈ اپنے لائیو میوزک، ڈیزرٹس کافی اور کاک ٹیل کے لئے مشہور ہے، ڈک لیور پارنیٹ یہاں کر ہر دلعزیز مشروب ہے۔'' ٹور گائیڈ اپنے مخصوص روایتی انداز میں فر فر تفصیلات بتا رہی تھی اور ماریا اس کے بے فکرے خوش باش انداز و اطوار کو دیکھتے ہوئے ایک بار پھر یاسیت میں گھرنے لگی۔

''کیا اس سفر میں موجود لوگوں کو بھی کوئی پریشانی ہو گی، وہ بھی اپنے اردگرد اپنے اندر بار اپنے روحانی و مذہبی تضاد سے شاکی تھے کہ نہیں؟''

''کیا کسی مقصد، کسی تلاش کے حصول نے انہیں بھی بھٹکایا، تھکایا اور رلایا ہو گا کہ نہیں؟ کیا میری طرح ان لوگوں نے ذہنی و جسمانی اذیت سہی ہو گی اور اپنے حصول شوق کی ناکامی نے ان کے اعصاب کی توڑ پھوڑ کے اعتماد ذات کو شکست کا شکار کیا ہے؟ کیا یہ لوگ بھی سب غبار ہونے سب راکھ ہونے کی تکلیف سہہ چکے ہوں گے اگر نہیں تو پھر اتنے انسانوں کو خوش رکھتے ہوئے میرا خیال کیوں نہ آیا؟ جبکہ میں تیرے لئے کتنا بھٹکی، پھر بھی۔'' اس کی آنکھیں بھر آئیں اور دل بوجھل ہونے لگا۔

''پھر بھی تو نے اتنے سارے لوگوں میں خوشیاں، سکھ، طمانیت بانٹتے دکھ دینے کو صرف مجھے چنا جبکہ میں تیری تخلیق تھی تو نے مجھے میری مرضی سے نہیں اپنے حکم سے دنیا میں بھیجا تھا، اچھا ناک

نقشہ اچھا رنگ روپ اور اعلیٰ حسب و نسب دے کر پھر مجھے اس سب عطا کے باوجود سکون سے محروم کر دیا کس لئے؟ کیا میں تجھے اتنی ناپسند تھی جبکہ بہت سے لوگ کیوں کمیوں کے باوجود تیرے کرم سے محروم نہیں، برائیوں میں پڑے ہونے کے باوجود تجھے پا لیتے ہیں، میں مثبت راہ، مثبت طرز فکر کے باوجود میں زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئی، ایسا میرے ساتھ کیوں ہوا؟ ان میں سے کسی کے ساتھ کیوں نہیں ہوا؟ کیا یہ سب لوگ تجھے مجھ سے زیادہ پیارے ہیں یہ نشئی، ایفی، شرابی مرد و عورتیں، برہنہ جسم، آلود خیالی اور گندی خواہشات سے بھرے گندے لوگ؟ مجھ سے زیادہ پیارے ہیں تجھے، میں جو کبھی کسی قسم کے نشے کے قریب تک نہ گئی جس نے کبھی کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ ڈیٹ نہیں ماری اور کبھی اپنے جسمانی حسن کو غیر مردوں کی نگاہوں میں نہیں آنے دیا پھر بھی، پھر بھی تو نے میرے ساتھ برا کیا بہت برا کیا میں نے تجھے پانے کو کیا کچھ نہ کیا ہندوستان کی مراکش کے طول و عرض میں بھٹکتی رہی، اسرائیل کے صحراؤں کی خاک چھان آئی کتنے لوگوں سے ملی کتنے لوگوں کو دیکھا کتنے مختلف مذاہب کو پرکھا، ان کی تعلیمات کو جانچا مگر کیا ملا مجھے، کیا ملا اذیتیں، سانحے، کرب، مشکلات کم نہ ہوئیں بلکہ بڑھتی گئیں اور میرے حوصلے کتنے ٹوٹے ہیں، کتنی بار بکھری کیسے حادثوں سے گزری اور کیا ملا یہ پاگل پن یہ وحشت اور بد اعتمادی کا جنون میرا مقدر بن گیا۔''

''یہ ان سب کا مقدر کیوں نہیں بنا یہ سب کیوں جیتے کھیلتے بے فکرے خوش باش پھر رہے ہیں میری طرح یہ سب کیوں نہیں روتے، کیوں نہیں روتے، ان سب کو رونا چاہیے بالکل اسی طرح جیسے میں روتی ہوں۔'' اس کی آنکھوں میں یک لخت اک عجیب سلگتی کیفیت در آئی تھی اور سانس تیز ہونے کے ساتھ ہاتھ دیر اضطراری لرزش میں آ گئے۔

''I will kill you , I will kill you۔'' وہ یکایک اٹھی اور اپنے سامنے بیٹھی ادھیڑ گوری میم کا گلا دبانے لگی لیڈی الیون حیرت شاک میں اسے روکتی جیسے بے حواس ہو رہی تھی اور پوری بس میں شور برپا ہوا ڈرائیور نے بس کو روک لیا تھا۔

☆☆☆

دباج کی خفگی کے باوجود وہ سنجیدگی سے جاب کا سوچ سوچ رہی تھی بلکہ کچھ دنوں سے اس نے یونیورسٹی جانا بھی شروع کر دیا تھا اسے معلوم تھا خالی بی اے کی ڈگری کوئی شاندار جاب نہ دے سکتی تھی پھر بھی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق اس نے اخبارات میں خالی ویکینسیوں کے لئے دیے گئے اشتہار دیکھنے شروع کر رکھے تھے، کیونکہ وہ خوابوں کی دنیا سے باہر نکل آئی تھی اسے معلوم تھا حالات پہلے جیسے ہونے میں وقت درکار تھا اور وقت کو ڈھیر سارا اعتماد، حوصلہ جو وہ دیتی اور یہ سب کرنے کے بعد بھی پتا نہ تھا صورتحال بہتر ہوتی یا حالات مزید مخدوش ہو جاتے مگر اسی کو یوں دیکھنا بھی تکلیف دہ تھا پھر جویریہ اور ربیعہ کی تعلیم، شہباز کا کیریئر ابو زندہ تھے تو انہوں نے کبھی اولاد کو تکلیف پہنچنے نہ دی اب وہ کیسے یہ سب برداشت کرتی، روپیہ زندگی کی ایسی ضرورت تھا جس سے وہ انکار نہ کر سکتی تھی خاص گران حالات میں جب امی کے لئے اچھے اور مہنگے علاج کی ضرورت تھی نہ صرف علاج بلکہ اچھی اور متوازن خوراک کی بھی بھائی بہنوں کے تعلیمی اخراجات کے ساتھ خود اس کا ادھورا ماسٹرز اور وہ کسی صورت تعلیم سے منہ نہ موڑ سکتی تھی کہ ابو کا خواب تھا اپنی اس ہونہار اور ذہین بیٹی کو پروفیسر بنانا اور زندگی نے اس کے لئے کیا طے کر رکھا تھا یہ کوئی نہ جانتا تھا۔

دو رعیہ اور جویریہ کو اپنی کا دھیان رکھنے کی خصوصی ہدایت کر کے تلاش رزق کی تلاش میں پہلی بار گھر سے نکلی تو دل کے اندر کہیں ہلکا سا دعزکا بھی تھا، وہاج کی خائف نگاہیں اور تپا تپا لہجہ تصور میں ابھرا تھا پھر اس نے سر جھٹک کر خود کو جیسے ہر تاثر سے آزاد کرنا چاہا تھا۔

اس نے ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں سیاہ سڑک پہ دوڑائیں تو قریب ہی بائیک رکی اور وہاج نے اس کا ہاتھ پکڑ کر متوجہ کیا تھا۔

''اتنی لیٹ یونیورسٹی جا رہی ہو۔'' وہ یوں بولا جیسے ان کے درمیان خفگی کا کوئی لمحہ آیا ہی نہ ہو اریبہ کو اس کی یہی عادت تو پسند تھی کہ وہ اس سے بہت زیادہ دیر تک نہ خود خفا ہوتا تھا نہ خفا رہنے دیتا تھا۔

''کیا بہت ناراض ہو۔'' اس کی خاموشی پہ وہاج نے بغور دیکھا تھا۔

''نہیں تم غلط سمجھ رہے ہو، میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتی۔''

''تو پھر اتنی اجنبی اور گریزاں ہو کر کیوں کھڑی ہو جبکہ تم میرے کہے بنا فوراً بائیک پہ بیٹھ جایا کرتی ہو۔'' وہاج نے شکوہ کیا۔

''کیونکہ آج مجھے تمہارے والے راستے پہ نہیں چلنا میرا راستہ الگ ہے۔''

''مطلب؟'' وہاج نے اچنبھے سے دیکھا۔

''مجھے یونیورسٹی نہیں ایک پرائیویٹ ایجنسی جانا ہے اور مجھے وہاں پہنچاتے تم آفس سے یقیناً لیٹ ہو جاؤ گے۔''

''پرائیویٹ ایجنسی مگر کس لئے؟'' وہاج صحیح معنوں میں چونک اٹھا۔

''جاب کے لئے۔'' وہ نظریں جھکا کے بولی اور وہاج کی پیشانی پہ یکدم بل پڑ گئے۔

''میں نے تم سے کہا تھا اس کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا یہ فضول خیال اپنے دماغ سے نکال دو۔'' وہ ناگوار لہجے میں بولا۔

''وہاج، مجھے میرے گھر کو اس کی ضرورت ہے میں نے پہلے بھی کہا تھا آخر تم کب تک اور احسان کرو گے ہم پہ، جلد یا بدیر یہ بیڑا ہمیں کو اٹھانا ہے تو......''

''شٹ اپ اریبہ جسٹ شٹ اپ۔'' وہ لحہ بھر میں غصے سے چلا اٹھا۔

''وہاج تم سمجھنے کی کوشش کرو۔'' وہ ملتجی ہوئی۔

''میں سب سمجھ رہا ہوں، بچہ نہیں ہوں، ہم بیچوں بیچ سڑک پہ تماشا لگانے سے بہتر ہے ہم آرام سے کہیں بیٹھ کر اس موضوع پہ بات کریں۔''

''لیکن وہاج مجھے انٹرویو کے لئے جانا ہے۔'' وہ ہچکچائی۔

''جب میں کہہ چکا ہوں تم جاب نہیں کرو گی تو بس پھر نہیں کرو گی بیٹھو۔'' وہ تحکم آمیز لہجے میں سختی سے بولا تو اریبہ نہ چاہتے ہوئے بھی خائف سے تیور لئے بیٹھ گئی۔

اریبہ اور وہ پارک میں آنے تک بالکل خاموش رہے ایک قدرے تنہا اور پرسکون گوشے میں رکھے بنچ پہ بیٹھتے ہوئے وہاج نے اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانکا تھا اور قدرے مدھم لہجے میں پوچھا تھا۔

''کیا تمہیں اعتبار نہیں مجھ پر، کیا تم مجھ پہ یقین نہیں رکھتیں جو سمجھنے لگی ہو میں اپنی کمنٹمنٹ

دوں گا، کیا تم سمجھتی ہو وہاج حسن تم سے دھوکہ کرے گا۔'' اس کی آنکھوں میں سمندر آ رکا، وہ کچھ کہہ نہیں سکی تھی بس سر کو جھکا گئی وہاج حسن نے اس کے صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے شانوں سے تھاما تھا کچھ دیر یونہی دیکھتا رہا پھر اضطرابیت زدہ لہجہ میں بولا۔

''کیا تمہیں لگتا ہے، میں تمہیں تمہارے حصے کی خوشیاں نہیں دے سکوں گا۔'' فضا بوجھل ہوئی پلکوں پہ ٹھہرے اس کے آنسو بہت خاموشی سے رخساروں کو بھگونے لگے۔

''تم میرے لئے کیا سوچتی ہو، کیا سوچتی ہو کیا ہے تمہارے دل میں بولو اریبہ میں سب سننا چاہتا ہوں، جو تم اپنے دل و دماغ میں لئے بیٹھی ہو وہ سب کہہ دو۔''

''وہاج تم سے الگ میں نے خود کو کبھی سوچا نہیں میں تمہارے بغیر کچھ نہیں ہوں۔'' وہ اس کے شانے پہ سر رکھ کے سسکنے لگی اس کے بے تحاشا نوٹتے آنسو وہاج کا شانہ بھگو رہے تھے، وہاج نے اس کا سر تھپکا تھا۔

''ایسا ہے تو تم میری بات مانتی کیوں نہیں ہو، جب میں نے تمہارا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے تو آخر دم تک نبھاؤں گا۔''

''مگر وہاج تمہاری زندگی میں صرف میں نہیں اور بھی لوگ ہیں ان کا بھی تم پہ حق ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے میں خود سے باندھ کر تمہیں سب سے بے پروا کر دوں۔'' وہ سر اٹھا کے بولی تو وہاج دھیرے سے مسکرایا۔

''اپنے سے وابستہ ہر رشتے کی پرواہ ہے مجھے اور ہر رشتے سے بڑھ کر اپنی خوشی کی خوشی بھی وہ جو دل سے وابستہ ہے اور دل کی منشاء تو تم ہو۔'' وہ بڑے دلکش انداز میں بولا، ڈھیر سا نمکین پانی اس کی آنکھوں میں پھر آن رکا تھا یہی محبتیں تو اسے حوصلہ دیے تھیں۔

''اگر میری زندگی میں یہ شخص نہ ہوتا تو جانے ہم سب کا کیا بنتا کتنے درد بانٹے ہیں تم نے میرے وہاج حسن۔'' وہ اپنے سامنے بیٹھے خوبصورت شخص کو دیکھ رہی تھی۔

''وہاج تم بہت اچھے ہو، میں تمہیں کتنا برا بھلا کہہ جاتی ہوں کتنی تلخ باتیں کتنے اشتعال آمیز الفاظ اور تم سب بھلا کر پہلے جیسے ہو جاتے ہو، وہاج تم اتنے اچھے کیوں ہو؟'' وہ اس کو دیکھتے ہوئے بھرائی آواز میں بولی۔

''اونہوں آنسو نہیں، بہت رو چکی ہو۔'' وہاج نے انگشت شہادت سے اس کے آنسو صاف کیئے۔

''کیوں کرتے ہو مجھ سے اتنی محبت، کیوں ہو اتنے اچھے جبکہ میں...... میں تو بہت بری ہوں بالکل بھی اچھی نہیں۔''

''تم اچھی ہو بہت اچھی، یہ جو محبت ہوتی ہے ناں اسے اچھائی برائی سے کوئی غرض نہیں ہوتی یہ تو احساس ہے بس محسوس کرنے کا رشتہ روح سے روح کا ناطہ اور روح، انسانی احتیاج و غرض سے ماورا ہوتی ہے اور رہا سوال اتنی محبت کا تو ریا یہ کوئی ناپ تول کے تھوڑا ہوتی ہے کہ ہم کم یا زیادہ کر لیں، یہ تو بڑا بے ساختہ سا جذبہ ہے جو خود بخود دلوں کی سرزمین پر اگتا ہے پھلتا پھولتا ہے اپنے آپ کھلتا ہے اور توجہ کی نگاہ سے مہکتا ہے۔''

''وہاج مجھے اتنی اہمیت نہ دو کہ زندگی کا سفر کبھی تنہا بھی کاٹنا پڑ گیا تو سب مشکل ہو جائے۔''

"تنہا کیوں اریبہ، میں نے جس تمنا کو اپنے دل میں بسایا ہے اسے تمہاری شدتوں نے ہی جینے کا حوصلہ بخشا ہے پھر محبت کرنے والوں کے دل میں تو بڑی گنجائش ہوتی ہے اور ان کا دل دوسرے لوگوں سے بہت بڑا ہوتا ہے جب بہت مشکل حالات میں تم نے مجھے نہیں چھوڑا تو میں تمہیں کیسے چھوڑ دوں گا؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"میں اس لئے کہہ رہی ہوں کبھی زندگی میں ایسے موڑ بھی آتے ہیں جب ایک راہ کے آگے دوسری راہ دکھائی نہیں دیتی سارے راستے گم ہو جاتے ہیں اور جو راستہ نظر آتا ہے وہی زندگی کا آخری موڑ لگتا ہے۔" وہ بوجھل آواز میں عجیب یاسیت سے بولی۔

"اریبہ محبت اور کسی کی پرتوجہ ہمت کا ساتھ ہو ناں تو اس بند گلی کے آگے کے راستے بھی واضح نظر آنے لگتے ہیں، بات صرف ہمارے اندرونی احساس کی ہے ہمارا ضمیر زندہ ہو ناں تو کچھ بھی کہیں بھی گم نہیں ہوتا۔"

"مگر وہاج یہ جو مشکلات ہوتی ہیں ناں یہ زندگی کے میدان میں خود رو پودوں کی طرح بڑھتی جاتی ہیں اور مشکلات میں گھرا انسان وہ کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو عام حالات میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا اور تمہیں میں نے بتایا تھا کہ ہمارے مسائل کلی توجہ کے متقاضی ہیں ان حالات میں جبکہ تم پر تین جوان بہنوں کا بوجھ ہے اور ان کے لئے اچھے رشتے ہی نہیں اچھا جہیز بھی تمہاری مجبوری ہے اپنے معاشی مسائل نپٹاتے تم میرا کتنا ساتھ دے سکتے ہو، کب تک ہمارے اخراجات پورے کرو گے اور یوں تمہارا گھریلو بجٹ بھی متاثر ہو جائے گا، اس کے بعد تمہارے گھر والے تنگ آ جائیں گے، تو اس وقت کے آنے سے پہلے اگر میں کوئی وسیلہ رزق ڈھونڈ لوں تو برا کیا ہے، دیکھو ناں جاب پلیٹ میں رکھی تو ملتی نہیں مجھے بھی تھوڑی جدوجہد کرنا پڑے گی، تم خود سوچو ایسے حالات کے تحت اگر میں اپنے گھر والوں کے لئے ایک اچھی زندگی کے لئے کوشش کر لوں تو کوشش میں حرج ہی کیا ہے؟" خود پہ قابو پا لی وہ بڑے ٹھہرے لہجے میں بولی تو وہاج پہلی بار خاموش سا رہ گیا، وہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں کہہ رہی تھی اس کے خدشات بہت حد تک درست تھے۔

"اور دوسرا راستہ صرف ایک بچتا ہے کہ تم مجھ سے شادی کر لو بنا دیر کئے، لیکن ایسا کرنا یقیناً تمہارے لئے فی الحال مشکل ہے کیونکہ بقول تمہارے جوان بہنوں کی موجودگی میں تم شادی بالکل نہیں کر سکتے اس کا مطلب مجھے انتظار کرنا ہے سال دو سال یا جانے کتنا، اس مسلسل انتظار کی کیفیت میں گھلتے رہنے سے کیا یہ بہتر نہیں میں جاب ہی کر لوں۔"

گزشتہ ملاقات کی نسبت اس وقت وہ بڑے متوازن اور سنجیدہ لب و لہجہ و الفاظ میں بات کر رہی تھی یہی وجہ تھی کہ وہاج بھی اشتعال میں آئے بنا اس کی باتیں سنتے بہت کچھ سوچ رہا تھا۔

"بہت دیر ہو چکی ہے چلو تمہیں گھر چھوڑ دوں اور تم ابھی چند دن یونیورسٹی جاؤ، رہا جاب والا معاملہ تو میں سوچ کر تمہیں جواب دوں گا اور تب تک تم کہیں انٹرویو نہیں دو گی۔" وہ یکدم اٹھتے ہوئے بولا۔

"اوکے۔" اریبہ گہرا سانس کھینچتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

وقت کے سمندر میں
زندگی کی ناؤ کو
کچھ اور ڈگمگاتا ہے
پر ہم کو لوٹ آتا ہے
تم سے کیا کہیں جاناں
دھواں دھواں سا آسماں
کٹے کٹے سے بادباں
شوریدہ سر ہواؤں میں بھی
ڈھکی چھپی مسافتیں
مسافتوں کی دھند میں گم
ہزار ہا جزیروں میں
ہزار ہا جزیرے ہیں
ایک وہ جزیرہ ہے
جس کی وسعتوں میں گم
ہمیں واپس بلاتی ہے
میرے چار سو بہت دور تک
بڑی کہر ہے جمی ہوئی
اور سمندر ہیں راستے
پر ہم کو لوٹ آتا ہے
اس جزیرے کی طرف
جس پہ تم کھڑے ہو
تم جو اک جزیرہ ہو
اور آخری جزیرہ ہو
محبت کے سمندر میں

☆☆☆

اس کا آج کا دن بہت مصروف گزرا تھا ورکرز سے [illegible] سائیٹ دیکھنا پھر اپنی بوتیک کا چکر بھی لگایا کچھ ضروری امور [illegible] خود کو ریلیکس کرنے کے لئے لانگ ڈرائیو پہ نکل آئی۔

"صبا کو گئے کتنے دن ہو گئے وہ ہوتی تو کتنا مزا آتا [illegible]

موسم بہت خوشگوار اور ٹھنڈا تھا ایسے موسم میں اس [illegible] کو بھلا کر سڑک سے کھڑے ہو کر بھٹے کھانے اور وہی بھٹے کے شوق [illegible]۔

"کیا ضروری ہے ہر وقت اپنے سو کالڈ ماحول [illegible] محروم رکھیں۔" اس نے سوچا اور کار ایک پر [illegible] سامنے [illegible] آئی۔

"اے حسن دیکھو یہ وہی لڑکی نہیں [illegible] ہمارے گھر آئی تھی۔"

''کون، کب آئی تھی ہمارے۔'' گر۔''ثمن کو فوری طور پہ یاد نہ آیا۔

''ارے وہ این جی او والی، جو ہمار کو ملازمت دلوانے کا وعدہ کر رہی تھی۔''

''او، ہاں، واقعی یہ تو وہی ہیں اور سوٹ دیکھو کیسا زبردست پہنا ہوا ہے، خود بھی بہت پیاری

ہے۔''

''ایکسکیوزمی میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔'' سعدیہ ان کے قریب آ چکی تھی۔

Most wel۔'' وہ دونوں خوشدلی سے مسکرائیں۔

ر آپ کو میں نے پہلے دیکھا ہوا ہے۔'' سعدیہ نے کچھ مسکراتے چہرے سے

اقاعدہ ہمیں مل چکی ہیں بلکہ ہمارے گھر آئی تھیں ایک این

کے ذہن میں جھما کا سا ہوا اور دہاج حسن اس کے

ت آپ کی بہت ڈیسنٹ مدر، ہماری

مر گھرانے دیکھے ہیں

ہیں۔''

کی ہیں

ن گھر

ہوار انداز

ے جس میں اپنا

خلوص کی خوشبو آئے اس جذبے کے ساتھ ملتے رہنا ہے۔'' سعدیہ نے انہیں پر خیال نظروں سے دیکھا۔

''ویس گڈ نائیس ویری نائس، آپ سے واقعی اک تکلف اور اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔'' ثمن مسکرائی۔

''تو دوستی پکی۔'' سعدیہ نے ہاتھ بڑھایا جسے ان دونوں نے محبت سے تھام لیا۔

''اسی خوشی میں آج کا بل میری طرف سے۔'' سعدیہ نے کہا۔

''جی نہیں بل ادا ہو چکا ہے کیونکہ اور اس کی ادائیگی بھائی نے کی ہے وہ ہمیں لینے آئے ہیں۔'' ثمن نے سعدیہ کا دنتر پہ بقیہ وصولتے دہاج کا بتایا تو سعدیہ کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئی۔

''کیا سوچتے ہوں گے تمہارے بھائی، تم لوگوں نے یہ اچھا نہیں کیا؟''

''ہم آن سعدیہ، بھائی ایسا کچھ نہیں سوچتے ہمارے بھائی انسانیت کے تقاضوں اور اخلاقی اصولوں کو اہمیت دیتے ہیں روپے پیسے کو نہیں، بہت اچھے ہیں وہ۔'' ثمن بہنوں والے مخصوص مان اور فخر سے بولی۔

''واقعی، اگر دہاج حسن تم اتنے اچھے نہ ہوتے تو سعدیہ خان تمہارے پیچھے تمہارے گھر تک کیوں آتی، تمہارے لئے اتنی زود رنج کیوں ہوتی۔'' وہ سوچتی ہوئی ان کے ہمراہ ہوٹل کی سیڑھیاں اتر کے نیچے آئی۔

''السلام علیکم کیسے ہیں آپ؟'' وہ پہلی سیڑھی پہ قدم رکھتے دہاج کو دیکھ کر مسکرائی۔

''وعلیکم السلام اللہ کا کرم ہے، آپ یہاں اس جگہ آپ کا لیول تو پی سی اور آواری کا ہے یہ جگہ تو ہم جیسے غریبوں کے لئے ہے۔''

''یہ شخص طنز کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔'' سعدیہ نے گہرا سانس لیا۔

''دہاج صاحب یہ لیول بھی ہمارے اپنے بنائے ہوئے ہیں ورنہ اللہ کے ہاں سے تو ہم سب صرف انسان بن کر آئے تھے اور جو بن کر آئے تھے وہی مقام نہ رکھ سکے تو لیولز اور درجے کیا چیز ہیں اصل چیز تو اندر کا ستھراؤ ہے دل وسیع ہو ناں تو غریبی امیری میں اور امیری غریبی میں سما جاتی ہے۔''

''یقیناً اور کبھی جو اپنے اصول آگے آ جائیں پھر سب الٹ ہو جاتا ہے۔'' وہ بڑے سکون سے مسکراتے ہوئے بولا تھا، جبکہ ہما اور ثمن آپس میں تحیر بھری نگاہوں کا تبادلہ کر کے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

''دہاج صاحب اصول زندگی کے لئے اچھے ہوتے ہیں اور بعض اوقات لازمی بھی۔''

''اور اتنے لازم کہ کسی کی زندگی، کسی کا مستقبل داؤ پہ لگ جائے تب بھی نہ ٹوٹیں۔''

''لگتا ہے آفس میں کاربن بہت ہوتا ہے۔'' سعدیہ نے بھی ہلکا سا طنز کیا تو وہ کھلے دل سے مسکرایا۔

''اچھا لگا یہ انداز بھی اور ایک بات کہوں گر برا نہ مانیں اپنے اصولوں پہ کبھی کبھی کمپرومائز کر لینا چاہیے، یہ صرف ہمارے اپنے لئے ہی نہیں ہم سے وابستہ بہت سے لوگوں کے لئے بہتر ہوتا ہے او کے اللہ حافظ۔''

..... اگلے ہی لمحے ہما اور جمن کو آنے کا اشارہ کرتا پلٹا جبکہ سعدیہ اسی آخری سیڑھی پہ کھڑی اس کے الفاظ کے پس پردہ مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

آجاؤ......
کہ ابھی ہے وقت مٹھی میں
تمہاری خوشبو میں زندہ ہیں
پھولوں کے بدن میں
مگر ایسا نہ ہو کہ پھول جل جائیں
تمہارا لمس مر جائے
گلابوں کے بدن میں زنگ لگ جائے
کہیں ایسا نہ ہو جاناں
تمہارے اور میرے درمیاں بھی دیوار اگ آئے
ابھی تو آنکھوں کی مشعل میں رستہ دکھائی دیتا ہے
ابھی تو آئینہ چہرہ دکھاتا ہے

☆☆☆

دوبئی کا موسم بہت اچھا خنک اور ٹھنڈا، آسمان پہ ہر وقت سفید اور سیاہ بادلوں کے ہولے دکھائی دیتے، صاف ستھرا گرد و غبار سے پاک ماحول کھلی اور نکھری سڑکیں جن کے گرد بلند و بالا درخت تھے تو کہیں خوبصورت کا پیچ جن کے پھولوں بھرے لان چھوٹی چھوٹی باؤنڈری والز سے دکھائی دیتے، کبھی امارت و شوکت کا اظہار کرتی ہوئی بڑی بڑی عمارتیں جو آسمان کو چھوتی محسوس ہوتیں۔

صبا اس پیارے ماحول و دلکشی کو پورے جوش و خروش سے محسوس کرتی بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی تھی، ساتھ ہی اپنی اکلوتی دوست سعدیہ کو شدید مس کرتے ہوئے ڈھیروں ایس ایم ایس بھیج رہی تھی۔

صنعتی نمائش ہفتہ بھر کے لئے تھی اور ان کا دوبئی میں آج آخری دن تھا کل واپسی کی فلائیٹ سے وہ واپس پاکستان آ رہی تھیں، اس نے وزٹ و شاپنگ کے دوران بے شمار چھوٹے مگر نادر آئیٹمز لئے کرسٹل کے قیمتی ڈیکوریشن پیس، گولڈ اور قیمتی سٹونز کی جیولری، اچھے اسٹائلش ڈریسز و جدید شوز، مختلف اور منفرد سٹائلز کے شولڈر بیگز غرضیکہ اس کا بس نہ چلتا تھا وہ پورے دوبئی کی مارکیٹیں اور شاپنگ پلازے اٹھا کر پاکستان لے آتی، نزہت اور شائستہ بیگم اس کی دیوانگی پہ ہنس رہی تھیں۔

"صبی کیوں پاگل ہوئی جا رہی ہو ایسی ہزاروں چیزیں پہلے تمہارے پاس موجود ہیں، کیا کرو گی اتنا کچھ لے جا کر۔" نزہت نے ٹوکا۔

"اوہ سویٹ مما شاپنگ میرا کریز ہے اور آپ کو پتا ہے شوق کا کوئی مول نہیں، مجھے جو چیز بھی اچھی لگے میں ضرور لیتی ہوں قیمت خواہ کوئی بھی ہو۔"

"پھر بھی بیٹا ایک جیسی کتنی چیز لیتی رہو گی۔" شائستہ نے بھی کہا۔

"سمجھا کریں ناں، آخر میری دنیا میں واحد دوست بھی ہے سعدیہ خان اسے چھوڑ کے میں

قرآن شریف کی آیات کا احترام کیجیے۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

اپنے لیے چیزیں نہیں لے سکتی کیونکہ اس کے بغیر میری زندگی کمپلیٹ نہیں ہو سکتی۔"

"اور جو تمہاری زندگی کا مالک بن کر آئے گا وہ۔" شائستہ نے چھیڑا۔

"ڈیئر آنٹی جب وہ موصوف آئیں گے تب دیکھا جائے گا فی الحال تو جو ہے اسی کو سوچنا ہے لیکن ایک بات ہے آنٹی اگر میری زندگی میں وہ شخص آیا اور جب بھی آیا تو اس کے ساتھ اپنا ہنی مون یہیں مناؤں گی۔" وہ بڑے مزے سے بولی۔

"بس کرو ذرا شرم جھجک نہیں۔" نزہت نے پیار سے اس کے سر پہ چپت لگائی۔

"اوہ سویٹ ماما آپ نے سنا نہیں جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم، تو خوامخواہ شرم شرم کرتے اپنے کرم کیوں کھوٹے کر لوں۔"

"کرم بی بی اب میری بھی سن لو بہت ہو گئی شاپنگ، دوبئی کے کسی اچھے سے مسلم ہوٹل پہ چلیں اور کچھ لاہوری فوڈز کی یاد تازہ کر لیں۔"

"کیوں نہیں نیکی اور پوچھ پوچھ ویسے بھی سیانوں کے کہنا ہے پہلے پیٹ پوجا پھر کام دوجا۔"

"یہ آج محاورے کچھ زیادہ نہیں یاد آ رہے۔" شائستہ بیگم نے ہنس کر کہا۔

"جب کوئی یاد آنے والی چیز زندگی میں آس نہ رہی ہو تو محاورے ہی یاد آتے ہیں۔" اس نے سرد آہ بھری اور شائستہ بیگم بے اختیار ہنس دیں۔

"نائس گرل، چلو اب ہمارے بھولپن کو اتنا نہ آزماؤ اور ہمارے بھوکے پیٹوں کا خیال کر لو۔"

"اور اس کے بعد وہ شو ضرور دیکھنا ہے جو سلمان خان کترینا کیف اور اکشے کمار شاہ رخ خان دیگر انڈین سپر اسٹارز کر رہے ہیں۔" صبا نے یاد کروایا۔

"بالکل اور یہ دوبئی میں ہمارا آخری ایونٹ ہے اور میں تو اسے پاکستانی سنگر علی ظفر کی وجہ سے دیکھ رہی ہوں نہ کہ انڈین سٹارز کی وجہ سے۔" نزہت نے کہا۔

"پاکستان ہمارے لئے فخر اور الگ پہچان کا اعزاز ہے بھلا ہم اپنے پیارے وطن اور پیارے لوگوں کو کیسے نہ ایپری شیٹ کریں بی کاز وہ پاکستان سے ہیں اور پاکستان اس اللہ کی رحمت ہے۔" شائستہ نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

تبھی صبا کے موبائل پہ بار بار میسج ٹونز ہوئی تو اس نے اپنا سیل دیکھا شہریار کی طرف سے میسج تھے جو کچھ لکھا تھا وہ پڑھتے ہی صبا کے چہرے پہ یکدم پریشانی کے تاثرات جھلک اٹھے اس نے نچلا لب کاٹتے ہوئے میسج کو پھر سے ری وائنڈ کیا تھا۔

(جاری ہے)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

گیارویں قسط کا خلاصہ

شہریار، سنعیہ خان کے انکار سے دلبرداشتہ، پریشان اور ذہنی تناؤ کا شکار ہے وہ اس کے انکار کے پس پردہ عوامل سمجھنے سے قاصر تفکرات میں گھرا ہے۔

ڈپریشن اور اسٹریس کے زیر اثر ماریا ایک بھر پھر اپنی جان لینے کی کوشش کرتی ہے ڈاکٹر لیڈی ایلون کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ ماریا کو کسی اچھے سائیکاٹرسٹ کو دکھائے تا کہ اس کی دماغی الجھنوں کا علاج ہو سکے۔

اریبہ گھریلو حالات سے پریشان ہو کر وہاج سے الجھ پڑتی ہے اور اس کے سامنے زندگی کے دو آپشنز رکھ دیتی ہے، شادی یا جاب، پھر اریبہ، وہاج کی مرضی کے خلاف جاب کے لئے کوشش کرتی ہے تو وہاج اسے راستے سے موڑ کر اپنے ساتھ کا یقین دلاتا ہے اور جاب والے آپشن پہ سوچ کر جواب دینے کا کہتا ہے۔

صبا دوبئی میں تھی جب اسے شہریار کا Message موصول ہوا جو یکسر پریشان کر گیا۔

بارویں قسط

اب آپ آگے پڑھیے

زندگی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ صرف اپنی توقعات کے خلاف نتائج سامنے آنے پر خود کو کمتر سمجھنے لگتے ہیں، ان کا یہ وہم انہیں آگے بڑھنے سے روکتا ہے، یہ ہارے ہوئے نہ بھی ہوں تو خود کو ہارے ہوئے سمجھتے ہیں انہیں خود ساختہ ناکام بھی قرار دیا جاسکتا ہے، معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے یہ خوش اور کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں بشرطیکہ انہیں کوئی رہنما مل جائے جو انہیں حقیقت اور مفروضے کا فرق سمجھائے۔

لیکن یہ حقیقت تھی کہ ماریا جوزف ایک خود اعتماد لڑکی تھی اس نے خود کو کبھی کمپلیکس کا شکار نہیں ہونے دیا تھا اور جس راہ چلی، جس کام کا ارادہ تھا اک مکمل یقین اور بھرپور اعتماد کے ساتھ، آگے جو حالات بھی بنے اس نے شکست اٹھائی مگر خود کو شکست خوردہ نہیں سمجھا، وہ ہاری مگر خود کو ہارا ہوا محسوس نہیں کیا پھر اعصابی خلل کی اس انتہائی خراب حالت میں پہنچانے والے عوامل کیا ہیں؟ آیا وہ زندگی کی ڈور میں کامیابی کی راہ تلاش کرنے میں قاصر تھی یا اس کا جذبہ تلاش ہی خام تھا، وجہ خرابی حال و حالات جو بھی ہو یہ بھی سچ تھا کہ وہ خرابی خلل و دماغ اعصاب کی ایسی تکلیف دہ صورت میں مبتلا ہو گئی تھی کہ جس میں وہ خود کو کمتر ہی نہیں ہر دم بھی سمجھتی تھی اور خطرناک صورت یہ تھی کہ اگر اپنے حوصلے ٹوٹے ہیں اپنے راہ کھوٹے ہوئے ہیں تو دوسرے لوگ کیوں کامیاب ہیں؟ ان کی صلاحیتیں کیسے ان کے کام آ گئیں؟ اس کی طرح ان کے جذبات کیوں نہ مجروح ہوئے؟ ان کی حوصلہ شکنی کیوں نہ ہوئی؟ سماجی طور پر وہ کون سا رویہ، حالات، دوست یا ہمدرد تھے جو ہمت افزائی کرتے ان کی ترقی کی راہ میں معاون ثابت ہوئے؟

یہ سب سوالات اسے ایک آکٹوپس کی مانند جکڑ لیتے اور دوسروں کی کامیابی اپنی ناکامی کا وہ کوئی جواز نہ ڈھونڈ پاتی تو ٹینشن کا اک خطرناک ریلا اسے اس انتہائی امکان تک لے جاتا جس میں وہ دوسروں کو اپنی بربادی کا ذمہ دار قرار دیتی اپنی یا ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتی یہی کچھ بس میں سفر کے دوران ہوا تھا۔

پولیس کی بروقت مداخلت نے سب کی جان بچائی وہیں ماریا جوزف کے ساتھ لیڈی ایلون کو زیر حراست لے لیا گیا اور یہ وہ موقع تھا جب لیڈی ایلون کا بے اختیار اسے مصیبت میں چھوڑ کر بھاگنے کو جی چاہا، ماریا نے ایک خطرناک سچوئیشن کری ایٹ کر دی تھی وہ بھی پبلک پیلس پر اور اس کے غلط رویے کی حمایت لیڈی ایلون کے اپنے لئے مشکلات کھڑی کر سکتی تھی، پولیس کے ریکارڈ پر اپنے آپ کو اس سے یکسر لاتعلق ظاہر کر کے حالات کو اپنے حق میں ہموار کرنا کون سا مشکل تھا، مگر ایک بار پھر لیڈی ایلون کے دل میں وہی محبت جاگ اٹھی جو بچپن سے انہیں اس بیوقوف سی لڑکی سے تھی۔

''کیا بھری دنیا میں بالکل تنہا رہ جانے والی اس نیم پاگل لڑکی کو میں بھی جارحانہ انداز اپنا کے وقت کی مزید ٹھوکریں کھانے کو چھوڑ دوں۔'' لمحہ بھر کو یہ سوچ کر لیڈی ایلون کا دل کانپ اٹھا بلاشبہ ماریا جوزف سے اس کا کوئی Blood Reelation نہ تھا مگر اس نے ماریا کو ہمیشہ اپنی سگی اولاد سمجھ کر پالا، سمجھایا، تربیت کی، اچھے وقتوں میں ہمیشہ ساتھ رکھا تو برے وقت میں کیسے چھوڑ دیتی۔

''نہیں اچھائی کا صلہ تو خداوند خدا کے پاس ہے اپنے یسوع مسیح کی خاطر، میں ایک بار پھر

آزمائش کا یہ کشٹ اٹھانے کو تیار ہوں۔'' اس نے فیصلہ کیا۔

''ہوسکتا ہے یہ سنبھل جائے، زندگی کے رویوں کو سمجھ لے اور پھر سے پلٹے زندہ دلی اور زندگی کے لئے۔'' لیڈی ایلون نے پرامید ہو کر سوچا۔

پولیس کے تفتیشی آفیسر کو ماریا جوزف کی تمام کیس ہسٹری سنانا پڑی جس کے بعد ماریا کو باقاعدہ علاج کے لئے فری سہولیات و سائیکاٹرسٹ کی خدمات مل گئیں مگر یہ سب ایک مخصوص ترتیب میں تھا کیونکہ ماریا کو مکمل صحتیابی تک مینٹل ہاسپٹل میں ہی رہنا تھا اور ظاہر تھا پھر لیڈی ایلون بھی اسی جگہ رہتی مسئلہ کوئی بہت بڑا نہ تھا مگر حالات اسے دقیق بنا چکے تھے، ماریا دماغی خلل کا شکار ہونے کے باوجود خود کو ابنارمل سمجھنے پر تیار نہ تھی نہ سائیکاٹرسٹ کا سامنا کرنے کو اور ایسی صورتحال میں وہ مزید رہتی تو اس سے سنگین مسائل سامنے آ سکتے تھے اور مشکل تر مسائل کا شکار وہ اس وقت بھی تھی اس کی بیمار ذہنیت کی وجہ سے دوسروں کے لئے اس کا وجود باعث خطرہ ثابت ہو رہا تھا۔

''میں یہاں نہیں رہوں گی، مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے، پرابلم کا شکار یہ سب ہیں، یہ سماج، یہ لوگ، یہ قوانین، یہ دہرے معیار، ان سب کو درست کرو، اپنے اندر کے پاگل پن کو ٹھیک کرو تم لوگ، مجھے یہاں نہیں خود کو یہاں رکھو تم۔'' وہ بلند آواز میں اشتعال سے بولی تھی اپنے علاج کروانے اور سائیکی کیس ہونے کا سنتے ہی۔

لیڈی ایلون، جنرل سرجن اور کمرے میں موجود پولیس آفیسر تینوں نے ایک ساتھ اسے دیکھا تھا۔

''میں یہاں نہیں رہوں گی اور تم لوگ کسی قانون کے تحت مجھے یہاں نہیں رکھ سکتے۔'' وہ پہلے سے زیادہ بلند آواز سے چلائی۔

''اگر قانون کے تحت چلیں تو ان کے اسٹریس کا شکار ہونے والی عورت نے ان پہ اقدام قتل کا دعویٰ بمعہ جرمانہ دائر کروایا ہے اور موقع کے بہت سے گواہ بھی موجود ہیں انہیں لاکھوں ڈالرز ادا کرنے کے ساتھ کم از کم سات سال قید بھگتنی پڑے گی اور ایسی پاگل فرد کو کھلے عام لئے پھرنے کی سزا آپ کے لئے بھی کم نہیں ہے۔'' پولیس آفیسر نے سنجیدہ لب و لہجہ میں بولتے ہوئے کہا اور لحظہ بھر ماریا کو دیکھتے ہوئے پھر سے سلسلہ کلام جوڑا۔

''جبکہ دماغی خلل کا بہانہ بچت کر سکتا ہے آپ دونوں کی مگر صرف اس صورت میں کہ یہ محترمہ اپنا دماغی خلل دور کروانے پہ تیار ہوں۔''

''خلل کا وائرس تم لوگوں کے بوسیدہ دماغوں میں ہے جس نے تمہارے جسموں کو سرانڈ کا شکار کر دیا ہے۔'' وہ ایک بار پھر چلائی تھی تو پولیس آفیسر نے لیڈی کانسٹیبل کو اسے لے جانے کا اشارہ کیا تھا اور ویلنگٹن کا سب سے اچھا نیورو فزیشن اور بہترین جنرل سرجن جان پیٹر جو ماریا کی کیس ہسٹری پہ بات کرنے کو یہاں موجود تھا وہ بولا۔

''دیکھیں لیڈی ایلون پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی بھی مینٹل پرابلم یا دماغی خلل کا شکار فرد خود کو کبھی پاگل سمجھنے پہ تیار نہیں ہوتا اور اس کی پہلی بات ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ سوائے اپنے معاشرے

کے ہر فرد کو سائیکی کیس سمجھتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو اسے یقین دلاتی ہے کہ بہت زیادہ ذہانت اور خوبصورتی کے باوجود دنیا اسے ایک حقیر اور معمولی شے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی، اس صورت میں میں اپنے جینے اور جیئے جانے کے مقصد پر ثابت قدم رہنے کا جذبہ پروان نہیں چڑھتا، خود اعتمادی ختم ہونے کے ساتھ جارحانہ رویہ اور خود کو کم تر سمجھنے کا عمل دونوں ہی فرد کی ذہنی صحت کے لئے انتہائی تباہ کن ثابت ہوتے ہیں اور یہی کچھ اس لڑکی کے ساتھ ہوا ہے وہ سمجھتی ہے اس نے پیدا ہو کر کوئی جرم کیا ہے اور وہ کسی کی بھی پسندیدہ نہیں ہے نہ کوئی بہتر رہنما ہونے کی وجہ سے وہ کوئی ڈھنگ کا کام کر سکی ہے اور یہی صورتحال اس کے اندر اعصابی اضمحلال کی علامات پیدا کر دیتی ہے، وہ رونے لگتی ہے بے وجہ یا بات بات پر غصہ کرتی ہے، اس کے ساتھ بے خوابی اور برے خوابوں کا شکار بھی ہے اور مختلف ناکام موڑ ناکام خیالات بھی اس کی یقین دہانی اور زندگی کی تاریک کرتے رہتے ہیں اور مذکورہ وجوہات کی بناء پر اسٹریس دو طرح سے اس پہ اثر انداز ہوتا ہے، وہ یا تو ان لوگوں سے بہت جارحانہ رویہ اختیار کرتی ہے جو اس سے سنیئر اور حیثیت میں کم ہیں، دوسری صورت میں بے جان اشیاء کی توڑ پھوڑ یا خود کو نقصان پہنچانا اور ماہرین کا خیال ہے کہ سائیکی افراد کی پرابلمز کو سمجھے بغیر ان کی پریشانی کا انکار خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، مگر اس کا حل پریشان ہونا نہیں بلکہ آپ کا ''دھیان'' ہے ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے، پریشانی ایک جذباتی رسپانس ہے جو تناؤ اور ذہن خالی کرنے کا باعث ہے جبکہ دھیان سمجھ بوجھ اور تعمیری عمل ہے، جس سے مسائل کے حل بھی نکلتے ہیں اور یاد رکھیں مفید عمل کے بغیر ہونے والے خوف اور پرسکون حل کی جانب پیش قدمی میں واضح فرق ہے، بہ صورت دیگر آپ مسئلے سے نبٹ سکتی ہیں تو پریشان نہ ہوں اور اسے کر گزر ے۔''

''کر گزروں مگر کیسے؟ یہ لڑکی، اس کا رویہ و انداز درست کرتے میں اپنے لئے مشکلات کا انبار جمع کر چکی ہوں مگر اسے۔'' لیڈی ایلون کی آنکھیں بھرا گئیں اور لہجہ بھاری نم آلود ہونے لگا۔

''اسے ذرا بھی احساس نہیں وہ اپنے ساتھ میرے ساتھ اور زندگی کے ساتھ کیا کر رہی ہے اور ایسی حالت میں اس کے ٹھیک ہونے کی امید ایک اور خود ساختہ پریشانی کے سوا کچھ نہیں، کم از کم میں اسے طاقت، قوت اور وقت کا ضیاع سمجھنے لگی ہوں کیونکہ میں اس سے سوائے پریشانی، پچھتاوے اور تناؤ کے کچھ نہیں پا رہی۔''

''دیکھیں لیڈی ایلون اسٹریس، کمپلیکس اور سائیکی پرابلمز ہمیشہ غصہ در غصہ جنم دیتے ہیں اور غصے کی اس عادت کے پیچھے بھی کئی عوامل کا ہاتھ ہوتا ہے جیسے ماحول، حالات زندگی، انسانی رویے، فطری کمزوری اور کسی حد تک جسمانی صحت لیکن وجہ خواہ کچھ بھی ہو، آپ ایک نکتے پہ عمل پیدا ہو کر اس آزمائشی موقع پر خود کو اور اسے کمزوری کا شکار ہونے سے بچا سکتی ہیں اور وہ ہے ''حقیقت پسند بنے'' یعنی ہر اذیت دینے اور مستقل کرنے والی چیز کے پیچھے چھپی حقیقت کو سمجھنا اور تسلیم کرنا، اگر ایک شخص بے جا غلط رویے کا مظاہرہ کر رہا ہے تو اسے اس کی فطری کمزوری مانتے ہوئے درگزر کیجئے، کیونکہ آپ ہر ایک سے اپنی مرضی و منشاء کے مطابق سوچنے یا عمل کرنے کی توقع نہیں کر سکتے ہاں اس کی اصلاح کی جا سکتی ہے لیکن اس کے لئے تحمل مزاجی اور سمجھ داری کی ضرورت پڑتی ہے،

برہم لہجہ، ناراضگی یا غصہ کا اظہار اسے مزید منفی خیالات کا شکار کر سکتا ہے۔'' لیڈی ایلون کچھ بولی نہیں تھی اک خاموش مگر پرسوچ انداز سے دیکھا تھا۔

''اس کی بیماری نیورو سائیکی کو سمجھنے کے لئے کچھ ضروری ٹیسٹ لئے ہیں اور ہمیں اس کی کیس ہسٹری پہ کچھ اور نشستیں کرنی ہوں گی اور مجھے امید ہے آپ مزید تعاون جاری رکھیں گی۔'' جنرل سرجن جان پیٹر، لیڈی ایلون سے الوداعی مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا اور وہ عجیب گومگو کی کیفیت میں الجھی بیٹھی تھی۔

☆☆☆

''کیا واقعی یہ سب سعیہ نے کہا ہے؟'' صبا نے حد درجہ حیرت کی زیادتی سے اپنے سامنے بیٹھے شہریار کو دیکھا۔

''ہو سکتا ہے آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو، شہریار بھائی وہ اکھڑ مزاج ہے اور اکثر باتیں محض یونہی موڈ میں کہہ جاتی ہے بنا سوچے سمجھے۔'' صبا نے اک بیچاری سی کوشش کی تھی اس کا دفاع کرنے کی۔

''صبا اس کا اور میرا بچپن کا ساتھ ہے مجھ سے زیادہ اس کے موڈ اور مزاج کے موسموں سے کون واقف ہے وہ جس طرح کے لب و لہجہ میں بول رہی تھی، وہ اس بات کا غماز ہے کہ اس بات پہ وہ بہت سوچ چکی ہے۔'' شہریار سنجیدگی سے بولا تھا۔

''تو آخر وہ ہو گیا جس کا مجھے خدشہ تھا اور سعیہ تمہیں جس بات سے منع کیا تھا، تم نے کر کے چھوڑی کتنا دکھ دیا تم نے اتنے پیارے شخص کو۔'' صبا نے بہت افسردگی سے سوچا تھا۔

''یہ سب ٹھیک نہیں ہوا، مجھے ڈر تھا اسی بات کا وہ جو رویہ آپ سے روا رکھتی تھی وہ کسی ایسے لمحے کی پیش قدمی کا پتا دیتا تھا لیکن پھر بھی یہ سب اتنی جلد ہو جائے گا مجھے گمان نہ تھا۔''

''گمان تو مجھے بھی نہ تھا کیونکہ میں محبت کی اسیری میں گھرا یہ سمجھ رہا تھا کہ سارے موسم دل کے موسموں کے تابع ہیں، اس کی بے خبر اور انجان نگاہ بھی اٹھتی تھی تو کئی جگنو ہتھیلیوں پہ رکھ جاتی تھی، اپنی تمام تر بے توجہی کے باوجود وہ میرے ساتھ ساتھ رہتی تھی، میں نے اسے بہت قلیل لمحوں میں پایا تھا، چاہا تھا اور پھر ان سے بھی قلیل لمحوں میں کھو دیا۔'' وہ بولا تو لہجہ گہرے دکھ کا غماز تھا۔

''ایسا نہ کہیں شہری بھائی! وہ آپ کی ہے اور آپ کی ہی رہے گی، زندگی کی خوشیاں اتنی آسانی سے نہیں چھوڑا کرتے بلکہ انہیں پانے اور بڑھانے کے لئے جستجو کیا کرتے ہیں۔''

''راستے کھو جائیں تو جستجو کیا کرے۔'' شہریار کے لہجے میں استفسار تھا۔

''راستے کھوتے نہیں بس کچھ دیر کے لئے نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر اس ذرا سی دیر کو ہی دل کے دیے جلا کے تاک پہ رکھنے پڑتے ہیں حوصلے مجتمع کرنا ہوتے ہیں اور خود کو شکستہ دل نہیں ہونے دینا چاہیے، جستجو کا کیا ہے وہ تو چاہ کا حوصلہ سلامت ہو تو پل بھر میں راستے چمکا دیتی ہے۔''

''ہاں تم ٹھیک کہتی ہو صبا اور یہ الفاظ کہنے سننے میں ہی خوبصورت لگتے ہیں مانتے اور ہوتے نہیں کیونکہ جدائی راستہ روکے کھڑی ہو اور ہم سفر بھی خفا ہو تو منزلیں اکثر گم ہو جایا کرتی ہیں۔''

"شہریار بھائی آپ تو بڑے حوصلے والے انسان ہیں اس کے ہر اچھے برے رویے کو ہنس کر جھیلنے والے اب اتنی جلد ہارنے لگے۔"

"یہ ہار نہیں صبا، میں اب بھی بہت حوصلہ رکھتا ہوں، ہاں یہ ہے کہ زندگی خاص کر اپنی زندگی سے وابستہ لوگوں اور ان کے رویوں کے متعلق حقیقت شناش ہو رہا ہوں۔"

"تو اس حقیقت کے باب میں ایک بات یہ بھی شامل کر لیجئے گا کہ وہ رستے جتنے کھوٹے کرے، خود پہ بیزاری ولاتعلقی کے کتنے خول چڑھائے مگر اس خفا اور موڈی لڑکی کا ہر راستہ صرف آپ تک آئے گا کیونکہ آپ اس سے محبت کرتے ہیں بے لوث اور بے غرض محبت اور محبت اپنا آپ منوا لیتی ہے جلد یا بدیر اس کا جادو بولتا ہے اور سر چڑھ کر بولتا ہے پھر جو ٹھہرے ہوئے منظروں کا عادی ہو، اسے چلتے موسم بھاگتے منظر کبھی اچھے نہیں لگتے۔"

"محبت کا بھی ایک لمحہ ہوتا ہے جو بہت کچھ لے اور دے جاتا ہے اور اس لمحے کے زیر اثر محبوب کی سوچیں اور یادیں لئے ہم اسے چاہ تو سکتے ہیں مگر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم بھی مجھ سے محبت کرو۔" شہریار کے سنجیدہ الفاظ متاسف لب ولہجہ اور چہرے کے تاثرات نے کچھ دیر کو اسے بالکل گنگ کر دیا تھا، اسے حوصلہ بڑھانے ہمت بندھانے والے تمام الفاظ ہمیں گم ہوتے محسوس ہوئے اور وہ بس اسے دیکھتی رہ گئی۔

"جب احساسات کے الجھاؤ زندگی کے ساتھ دل و ذہن کو بھی الجھاتے جائیں تو قدم اٹھانے آگے بڑھنے کی جرأتیں یونہی دم توڑ جاتی ہیں اس کے جذبات اور خوابوں کو ایک ساتھ ٹھیس لگی تھی وہ کیسے نہ دلگرفتہ ہوتا جبکہ خواب ٹوٹنے پہ تو لوگ ہوش وحواس کھو کر پاگل ہونے لگتے ہیں۔" صبا نے دلسوزی سے سوچا تھا۔

"دلوں کے معاملات میں ایسا ہوتا ہے بھائی مگر امید کا دیا جلتا رہنے دینا چاہیے، سب کچھ کھو جائے بس پلکوں پہ سجی خوابوں کی جوت نہ بجھے تو سمجھیں دل اور امید کے سب موسم اپنے ہیں۔"

"اس کے اتنا تلخ ہونے کے باوجود امید تو میں نے بھی نہیں کھوئی مگر ایک بات ہے محبت کے متعلق کوئی پری ڈکشن نہیں دی جا سکتی اور یہ میں نے بھی سوچا تھا کہ محبت کا اگلا موڑ کیا ہوگا کیونکہ محبت ایسی باتیں سوچنے ہی نہیں دیتی اس کا احساس تو بڑا زور آور اور نتائج سے بے پروا ہوتا ہے، میں بھی اس کی لاکھ بے اعتنائی کے باوجود اپنے دل کو اس کے لئے دھڑکنے سے باز نہیں رکھ سکتا، وہ دیکھے نہ دیکھے بات کرنے نہ کرے، پھر بھی اس کی یادیں، اس کی سوچیں، اس کی شباہتیں ہر لمحہ میرے پاس، میرے ساتھ رہتی ہیں کیونکہ وہ اتنی اسپیشل ہے کہ اسے چاہا جائے، اس کے خوابوں کو آنکھوں کی گلیوں میں بسایا جائے اور جب محبت سے گوندھ کر خواب دل کی خشک زمین کو نم کرتے اور آرزوؤں کی سوندھی خوشبو بکھیرنے لگتے ہیں تو وجود کے چاروں اور یہ سوندھی خوشبو کیسی خوشی بکھیرتی ہے اگر وہ محبت کے اس لمحہ آگہی کی ان کہی کو پالے تو صدیوں محبت کے ہنڈولے میں جھولتی چپ چاپ کھڑی رہے اور احساسات پر گرنے والی مہکتی اوس کو اپنے اندر سموئی رہے مگر محبت اس کے دل پہ دستک دے تب ہے ناں۔" وہ ٹھہرے ٹھہرے لہجہ میں بولا تھا اور صبا نے حیرت سے اپنے سامنے بیٹھے شاندار سے مرد کو دیکھا تھا بزنس کے اسرار و رموز میں ڈوبا سٹاک

ایکسچینج کے اکانومی گراف کے اپ اینڈ ڈاؤن کی فکر میں ڈوبا رہنے والا یہ شخص محبت اور محبت سے لئے اتنے گہرے، نازک اور پائیدار احساسات رکھتا ہے کون کہہ سکتا تھا۔

"محبت دستک دیتی ہے یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے زعم انا کے گنبد میں کھڑی اس دستک کو سننے کی روادار نہیں اور یقین کریں اس کی وجہ کوئی فریق ثانی نہیں ہے بلکہ اس کے اپنے بیوقوفانہ خیالات ہیں وہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے خود ہی ملانی فتوے صادر کرتی پھر رہی ہے جس طرح باغیوں کے بگڑے خیالات ذہن کو کچھ دیر منتشر رکھتے ہیں، وہ بھی اپنے ساتھ رہنے والے اور اپنے سے وابستہ رشتوں کو اپنی پریشان خیالی سے آزردہ ضرور کرے گی مگر اپنے سے دور رہنے پر مجبور کرنے کے باوجود کر نہیں پائے گی کیونکہ اس کی بے وجہ بیزاری کا جب لاجک نہیں ہے تو بات وزن بھی نہیں رکھ پائے گی۔" صبا نے بہت یقین سے کہا تھا۔

"صبا تم واقعی سچ کہہ رہی ہو اس کی زندگی میں کوئی اور نہیں ہے۔"

"آپ یقین کریں شہری بھائی وہ لاکھ اکھڑ منہ پھٹ یا موڈی سہی مگر بہت ستھرے کردار کی لڑکی ہے آپ سے اکھڑے رہنے کا ریزن اس کے ذہنی الجھاؤ تو ہو سکتے ہیں مگر فریق مخالف ہرگز نہیں اور ایسا ہوتا بھی تو مجھے ضرور پتا ہوتا کیونکہ میں اسکی واحد راز دار دوست ہوں وہ ڈپریس ہو یا خوش اپنی کوئی کیفیت کوئی احساس مجھ سے کبھی نہیں چھپا پاتی چاہے ہم دونوں لاکھ خفا ہوں ناراض ہوں مگر اپنی زندگی کے معاملات ضرور شیئر کرتی ہیں اور رہی بات موجودہ واقعہ کی تو آپ اپنے دل و ذہن سے ہر پریشان خیالی کو جھٹک دیں، میں ابھی جا کر اس سے ملتی ہوں بلکہ پوچھتی ہوں اس نے یہ بیوقوفانہ حرکت کیوں کی؟" صبا نے بڑے یقین و اعتماد سے شہریار سے بات کی تھی اور وہ متاسف سا تبسم چہرے پہ سجائے بس سر ہلا گیا۔

اک تشنگی جاں کی مسافت پہ چلے اور
اس پیاس میں ہم نے کوئی دریا نہیں رکھا
اس شخص میں ہی کوئی بات نہیں تھی
یا ہم نے محبت میں سلیقہ نہیں رکھا

☆☆☆

تعلقات مسلسل کا سارا دار و مدار
میرے سوال سے ہے اور تیرے جواب سے ہے
بس ایک دھن ہے کہ میں دوسروں کے کام آؤں
مجھے صلے سے غرض ہے نہ کچھ ثواب سے ہے

دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے چت لیٹا وہ چھت کو گھورے جا رہا تھا، اس کی آنکھیں اور دما[illegible] دونوں پر سوچ دائروں میں گھوم رہے تھے گزرا وقت، موجودہ حالات اور آنے والے دن وہ تینو[illegible] زمانوں کو پڑھ رہا تھا۔

انسانی نفسیات کا فطری ادراک زندگی کی مشکلات کو بڑا واضح کر کے دکھا رہا تھا اور اسی رو[illegible] میں اریبہ کی سوچ، فیصلہ بروقت اور درست لگ رہے تھے یہ سب سمجھتے ہوئے اسے اریبہ کی حما[illegible]

کا پرچم بلند کرتا تھا مگر وہ یہ فیصلہ کر نہیں پا رہا تھا، زندگی میں بعض لمحات ایسے آتے ہیں جب دل کا بوجھ اچانک بڑھ جاتا ہے اور ہونٹوں پہ چپ جم جاتی ہے ذہن و دماغ کیسی فیصلہ کو لینا چاہیں تو جب گومگو کی کیفیت میں گھر جاتا ہے دل۔

''ماضی کتنا تکلیف دہ ہو، حال کتنا دردناک، آزمائش دور سے پر، مستقبل کے ہزار وسوسے سینکڑوں اندیشے، ایسے المناک لمحات میں آنے والے کل سے روشن امیدیں وابستہ ہونا بھی چاہیں تو کوئی بھی ناگہانی آفت پل بھر میں سب ملیامیٹ کر دیتی ہے اور وہاج میں مزید کسی ناگہانی یا المناکی کے آنے سے قبل اپنے بچے کچھے حوصلہ و ہمت سے جتنی زندگی کی آسانی ہاتھ آتی ہے اسے سمیٹ لینا چاہتی ہوں، اپنے اس مشکل دور کو آسان کرنے کے لئے میں کسی آس، کسی اعافت کے لئے دیکھتی ہوں تو مجھے صرف تم نظر آتے ہو، تم مجھے اکیلا مت چھوڑنا پلیز وہاج میرا ساتھ دینا خدا کے بعد اس دنیا میں مجھے صرف تمہارا وجود حوصلہ دیتا ہے۔'' اریبہ بہت چپکے سے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''میں زندگی کی خوشیوں کو واپس لانے خود کو جینے کے قابل بنانے کے لئے اگر محنت کر رہی ہوں تو صرف اپنے گھر کے لئے نہیں، وہاج میں اس لئے جینے کی دوڑ میں آگے بڑھنا چاہتی ہوں کہ مجھے تمہیں پانا ہے اور اگر اپنے گھر والوں کی ذمہ داریوں سے نظریں چراؤں گی تو میرا ضمیر مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا میں اپنے گھر میں پھیلی ویرانی، سکوت، بیماری اور وحشت بھلا کے اپنے لئے خوشیاں نہیں تلاش سکتی، جیسے تم کہتے ہو کہ بہنوں کی موجودگی میں اپنا سہرا نہیں سجا سکتے تو سمجھ لو آج میں بھی تمہارے مقام پر آ پہنچی ہوں مجھے جو بھی کرنا ہے اپنے بھائی بہنوں، ماں کے مستقبل اور موجودہ حالت کو سامنے رکھتے ہوئے کرنا ہے ان کے لئے صرف صحت نہیں رزق بھی لانا ہے پیسہ بھی تا کہ ان کا تعلیمی کیریئر کسی بڑی رکاوٹ کے بغیر بن سکے اور اس سب کے لئے ضروری ہے مزید کسی پر بہت بار بنے بنا میں اپنے قدموں پہ کھڑی ہو کر جینے کے ساماں کروں۔''

وہ کتنے پرسان سے اس سے اپنی مشکلات شیئر کرتے ہوئے اپنے فیصلے کا ریزن بتا رہی تھی نہ صرف بتا رہی تھی بلکہ اس کی ہمدردی کی بھی طلبگار تھی اور ہمدردیاں تو اس کی شروع دن سے اریبہ کے ساتھ تھیں کہ وہ اس سے محبت کرتا تھا ٹوٹ کر تمام تر شدتوں کے ساتھ، زندگی کو بھی اریبہ سے ہٹ کر سوچا ہی نہ تھا، وہ اس کی مشکلات کو سمجھ رہا تھا، اس کی اعانت و ہمدردیاں ہر طرح سے صرف خیالی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی اریبہ کے ساتھ تھیں وہ تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اور آگے بڑھنے کی کوشش اس کی جدوجہد پر حوصلہ افزائی بھی کرتا تھا اب بھی پورے خلوص سے اریبہ کا ساتھ دینے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا مگر اس وقت جاب کرنا، گھر سے باہر نکلنا یہ اسے تکلیف دینے والی خواہش تھی وہ ذرا سی دیر کو بھی اریبہ کا کسی غیر مرد کے سامنے نکلنا پسند نہ کرتا تھا ہمیشہ اس کی خوبصورتی پہ نثار ہوتا اسے سات پردوں میں چھپا کر رکھنے کی جستجو کرتا تھا اسے بالکل پسند نہ تھا وہ لڑکی جو جذبوں، خوابوں سے بھیگی اس کی سانسوں، آنکھوں اور دل کے نہاں خانوں میں بستی ہے وہ کسی اور کی نظر میں بھی آئے اور ظاہر تھا جب وہ اپنے گھر بار کی کفالت کا بیڑا اٹھاتی تو اسے نہ صرف باہر نکلتی بلکہ اچھی بری نگاہوں کی زد میں آتی تلخ و سرد رویے بھی برداشت کرتی اور یہ سب اس کا حساس دل کیسے سہتا

اسے تو وہ تتلیوں کے پیچھے بھاگ کر رنگ چراتی، خوشبو کو مقید کرنے کی جستجو کرتی اور محبت کے جنوں خیز موسم میں ہنستی مسکراتی ہی اچھی لگتی تھی۔

''اگر میں اسے حقیقتوں، تلخیوں اور سازشوں کا سامنا کرنے کو دنیا کی دھوکا دہی و غلاظت سہنے کو جاب کرنے دوں تو کیا یہ میری محبتوں اور جذبوں کا زوال نہ ہوگا، کیا یہ میری غیرت گوارہ کرے گی اقدار کا کھوکھلا پن کیا میں خود اس عمل کو ترویج دوں جس کا سب سے بڑا مخالف شاید میں خود ہوں۔'' اس نے ایک بار پھر خود سے سوال کیا تھا ایسا سوال جس کا جواب مشکل تھا۔

''لیکن محض اپنے ذریعے اپنے گھر کی کفالت کرتے ہوئے ساتھ خالہ کا گھر زیر کفالت رکھتے ہوئے میں ان کی بھوک، بیماری، پڑھائی کا کتنا خرچہ اٹھا سکتا ہوں؟ اور کتنی دیر اٹھا سکتا ہوں؟'' یہ ایک اور ایسا سوال تھا جو اس کے گرد تفکر و پریشانی کا بڑا سا جال بن دیتا تھا۔

ایسے وقت میں اس کے دل میں یہی آتا کہ ''مصائب، آرام سے گھبرانا بزدلوں کا کام ہے تو نے تو بہت تنگدستی اور آزمائش کے کڑے دور میں بھی اپنے حوصلہ و ہمت کو قائم رکھا پھر یہ، یہ تو وقت کی گردش ہے جو کسی اگلے موڑ پہ تھم جانے والی ہے اور اس موڑ کے آنے تک گردش میں پسنے والوں کا کیا حال ہوگا؟

کیا وہ بھوک میں کھانے کو روٹی کی جگہ کتابی باتیں مانگیں گے؟

کیا وہ بیماری کے تصور سے ہی بہلا لیں گے؟

اور کیا ان کا تعلیمی کیریئر افلاس کے ہجوں سے ہار کر رک جائے گا؟

کیا عقائد و قواعد کے درمیانی حلقوں میں انہیں سسکتا دیکھتا رہوں؟

اس جذبوں اور خوابوں کی شہزادی کو کہوں خواہشیں دفن کر کے حسرتوں کے ساحل پہ کھڑی اپنے پیاروں کو قطرہ قطرہ موت و زیست کی ناؤ میں جاتا ڈوبتا دیکھے؟ جبکہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں زندگی کے سمندر کا اتار چڑھاؤ ان کے لئے کب ختم ہوگا؟ اور کوئی مستقل وسیلہ نہ ہو تو زندگی کی راہ میں جدوجہد گناہ تو نہیں؟

جبکہ وہ پورے دل پورے خلوص سے بھلائی کا ارادہ لے کر چل رہی ہو اور میرا خیال میرا ساتھ بھی میسر ہو؟

اگر صرف میری ایک ہاں سے اس کی زندگی آسان ہو سکتی ہے تو کیا میں اسے یہ آسانی فراہم نہ کر دوں؟

اس نے ایک مشکل فیصلہ سامنے رکھتے ہوئے سوچا تو دل نے پھر کہا تھا۔

''بعض لوگوں سے فیصلے جرم کی طرح سرزد ہوتے ہیں اور پھر تمام عمر اس کی سزا بھگتے رہتے ہیں کیا پتا میرا یہ فیصلہ بھی آگے چل کر میرے کسی ناکردہ جرم کی سزا کے طور پہ مجھے کوئی بھگتان دے جائے۔''

یہ خیال اور اس کا فسوں اتنا طاقتور تھا کہ وہ جو بہت دیر خود کو اریبہ کے فیصلے میں مستحکم رکھنے، ساتھ دینے کو تیار کر رہا تھا، اس کا جیسے ہر فیصلہ بھر بھری ریت کے مانند بہہ گیا اور وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے پھر سے ایک تکلیف دہ ناسمجھ اور الجھن زدہ لمحات کے جنگل میں پھنس گیا جہاں

سوائے تاریکی کے کچھ نہ تھا۔
''زندگی میں ہر کام سوچ سمجھ کر کیجئے کیونکہ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پہ اس کے نتائج آپ کے لئے اہمیت اختیار کر جائیں گے۔'' اسے ایک مشہور فلاسفر کا قول یاد آیا تھا اور وہ پھر سے انکار کی پوزیشن میں آ گیا انکار جو ضد کو جنم دیتا ہے اگر مقابل کم ہمت یا صلح جو ہو تو پسپائی اختیار کر جاتا ہے دیکھنا تھا تو صرف یہ کہ اریبہ اشفاق ضد اور شکست میں سے کس رویہ کو اپنے لئے بہتر سمجھ کر راستے کا تعین کرتی ہے دہاج کی بات مان کر چلتی ہے یا اپنے فیصلے اپنے ذہن کے مطابق زندگی کو لیتی ہے جو بھی تھا اگلا مرحلہ پہلے سے زیادہ کڑا تھا۔

پانی کی ضرورت ہے محبت کے شجر کو
پتھر پہ کبھی پیڑ اگائے نہیں جاتے
احساس اگر ہو تو وفا پھولے پھلے گی
دستور محبت کے سکھائے نہیں جاتے

☆☆☆

جی لینا اور زندہ رہنا دو الگ الگ باتیں ہیں ایک میں مجبوری جھلکتی ہے اور ایک میں خوشی، لیکن وہ یقیناً ان دونوں میں سے کسی کیفیت کو نہ مانتی تھی بلکہ اس پہ طاری حالت اور ہی کیفیت کی غماز تھی اور وہ کیفیت تھی نہ خود خوش رہنا نہ دوسروں کو رہنے دینا اور لیڈی ایلون کو جیسے ہی یہ نکتہ سمجھ آیا تھا وہ جیسے چڑ گئی تھی اس کے لئے مسلسل اس خود سر لڑکی کو برداشت کرنا، سنبھالنا، علاج کروانا اور پچکارنا، سمجھانا سب کچھ مشکل ہونے لگا تھا وہ اس کی وجہ سے مزید مشکلات کا شکار ہو سکتی تھی اور یہ سب لیڈی ایلون کو اب گوارہ نہ تھا لہٰذا وہ اس سے حتمی بات چیت کرنے پر خود کو تیار کر چکی تھی۔
''ماریا تم نے کیا سوچا ہے پھر؟'' لیڈی ایلون اس کے سامنے آ بیٹھی۔
''کس بارے میں۔'' وہ اپنے ناخن دانتوں سے کترتی بولی۔
''اپنے علاج کے سلسلے میں کیونکہ ایک بات تو طے کہ تم سائیکی کیس بن چکی ہو اور اسی بناء پر خود بھی مشکلات کا شکار ہو رہی ہو، مجھے بھی کر رہی بلکہ تمہارے پاگل پن کا شکار اب دیگر لوگ بھی ہونے لگے ہیں، اگر تم علاج کے لئے ہاں نہیں کرو گی تو یہ انکار مزید مشکلات کا پیش خیمہ بن جائے گا۔''

''لیڈی ایلون میں بالکل ٹھیک ہوں پاگل نہیں ہوں ہاں یہ ہو سکتا ہے بڑھاپے کے باعث تمہارا دماغ سٹھیا گیا ہو۔'' لیڈی ایلون کا چہرہ سرخ ہوا تھا تاہم وہ بولی کچھ نہیں۔
''اور مشکلات مجھے پہلے پیش آئی ہیں ان سے بڑھ کر کیا مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔''
''تم عمر بھر جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑتی رہو گی اقدام قتل کے جرم میں۔''
''تم شاید بھول گئیں میں کس خاندان سے تعلق رکھتی ہوں، میرے والدین کی کیا پوزیشن ہے، میری طرف کوئی ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھے تو اس کی آنکھ نکال دی جائے گی۔''
''اپنے پاگل پن کے جنون میں تم یہ بھول چکی ہو کہ تمہارے والدین آج سے تین چار سال پہلے تم سے لاتعلقی اختیار کر چکے ہیں، اس وقت معاشرے میں نہ کوئی حیثیت ہے تمہاری نہ

اہمیت۔'' لیڈی ایلون نے جیسے اسے بہت کچھ جتا دیا تھا۔
''تمہیں خود کو بچانے کے لئے باقاعدہ کسی سائیکاٹرسٹ کے زیر علاج رہنا پڑے گا، خوشی سے کر دیا مجبوری سے یہی ایک فیصلہ تمہیں بچا سکتا ہے۔''
''مجھے کسی صورت بھی خود کو کسی کے بھی زیر علاج نہیں رکھنا ہے اور تم میرے اوپر اپنے مشورے یا فیصلے صادر مت کرو میں خود جانتی ہوں میرے لئے کیا بہتر ہے۔''
''ماریا پاگل مت بنو، تمہیں میں نے بچپن سے پالا ہے تمہاری تربیت کی ہے اچھے برے حالات میں ساتھ رہی ہوں، لہٰذا میں تمہارا برا نہ سوچ سکتی ہوں نہ دیکھ سکتی ہوں، مجھے یہ کبھی اچھا نہیں لگے گا کہ تم کسی مشکل میں پڑو اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہو۔'' لیڈی ایلون حتی الامکان دھیمے لہجے اور سہولت کے ساتھ بات کر رہی تھی۔
''جب میں پہلے مشکلات میں گھری تھی اس وقت بھی میرا کوئی مددگار نہ تھا۔''
''لیکن خداوند کی رحمت کے سبب تم مشکلات سے نکل آئی تھیں، خدا ہی ہر ایک کا مددگار ہے مگر خدا کو بھی تم اپنے غلط فیصلوں اور ناعاقبت اندیشی کے باعث ناراض کر چکی ہو ایسے میں جبکہ تم نے یسوع مسیح کے دین کو بھی چھوڑ دیا ہے کیا تمہیں لگتا ہے تم کہیں اور سے مدد پاؤ گی۔'' لیڈی ایلون اس وقت بھی بڑے سکون سے نپے تلے انداز میں بولی۔
''یہ جو مذہبی عقیدے ہیں نا سارے جھوٹے ہیں ساری عبادات سوائے ڈھکوسلہ بازی کے کچھ نہیں، غلط روایات، فرسودہ رسومات کا پلندہ اک وقتی شعبدہ بازی اور کیا ہے ان مذاہب میں، میں پرکھ چکی ہوں سب مذاہب کو بھی اور ان مذاہب کے پیروؤں کو بھی مجھے جھوٹ لگا سب جھوٹ، بیزاری محسوس ہوئی، سچائی کہیں نظر نہیں آئی، سکون کہیں نہیں ملا، جب انسان دنیا سے تنگ آ کر مذہب کا سرا پکڑتا ہے تو جانتی ہو کس لئے، صرف اور صرف سکون کے لئے ذہنی و روحانی طمانیت کے لئے، مذہب بھی بیزاری دے تو ان غلط عقیدوں سے لپٹتے رہنے کے بجائے الگ ہو جانا بہتر ہے۔''
''گویا تم آج اس وقت بھی اپنے عیسائیت چھوڑنے کے فیصلے کو درست قرار دیتی ہو۔'' لیڈی ایلون کی آواز میں تیزی اور جذباتیت آ گئی تھی۔
''عیسائیت چھوڑنے کا فیصلہ میں نے جس وقت کیا تھا نہ اس وقت مجھے افسوس نہ تھا نہ اس وقت میرے دل میں کوئی پچھتاوا ہے۔'' وہ بڑے آرام سے بولی۔
''اب نہ سہی کچھ دنوں بعد تمہیں اپنے اس فیصلے پر پچھتاوا ضرور ہو گا۔''
''نو نیور، میں نے اپنے فیصلوں پر پچھتانا نہیں سیکھا۔'' وہ مسکرائی۔
''تمہاری یہی ہٹ دھری تمہیں اتنے نقصانات سے دوچار کر گئی اور تمہیں ذرا احساس نہیں ہے صرف اور صرف اپنی خودسری کی وجہ سے تم نے اپنے ماں باپ کھوئے، اپنے فرینڈز کھو دیے، معاشرے میں اپنا ناطہ توڑا، بہت سے دشمن پیدا کر لئے اپنے لئے دنیا کھوئی، دین بھی کھو دیا نہ زندگی میں سکون چھوڑا نہ آخرت کی بخشش کے قابل رہیں۔'' لیڈی ایلون ناگواری سے بولی۔
''میں نے جو کھویا، جو پایا یہ سب میرا ہیڈک ہے میں بے سکون رہوں یا گناہ گار تمہیں اس

سے سروکار نہیں ہونا چاہیے۔''

''مجھے سروکار نہیں ہونا چاہیے میں جو تمہیں بچپن سے لے کر جوانی تک سنبھالتی رہی، میں جس نے بنا کسی صلے اور لالچ کے تمہیں اس وقت بھی سنبھالا جب تمہیں پیدا کرنے والے والدین بھی چھوڑ کر جا چکے تھے، میں جو تمہاری زندگی اور خوشیوں کے لئے دعائیں کرتی رہی، میں ہی تمہیں موت کے منہ سے چھڑا کر زندگی کی طرف واپس لائی تھی میں ہی اس وقت تمہارے دماغی خلل کو دور کرنے کے لئے مختلف ڈاکٹرز سائیکاٹرسٹ سے ملتی فیسیں بھرتی پھر رہی ہوں اور تم مجھے کہہ رہی ہو کہ مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔'' دکھ سا دکھ تھا لیڈی ایلون کے لہجے میں اور وہ سپاٹ چہرہ لئے بنا کچھ کہے بس دیکھ رہی تھی۔

''دنیا نے جو تمہیں دیا قسمت نے جو تمہارے ساتھ کیا وہ سب تم مجھے لوٹا رہی ہو میرے ساتھ ایسا کرتے ہوئے تمہیں میری کوئی اچھائی یاد نہیں، آئی کوئی نیکی دکھائی نہیں دی۔'' صدمے اور دکھ سے لیڈی ایلون کی آواز پھٹ رہی تھی۔

''یہ جو نیکی اور اچھائی کے الفاظ ہیں یہ صرف کتابوں میں لکھے اچھے لگتے ہیں زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں اگر تعلق ہوتا ناں تو بقول تمہارے یہ جو خدا ہے یا خداوند خدا، یسوع کچھ اور جو بھی ہے وہ مجھے اذیتوں کے حوالے کرتے ہوئے میری بھی کوئی نیکی یاد رکھتا اس نے جب خدا ہوتے ہوئے میری کوئی اچھائی کوئی نیکی یاد نہیں رکھی تو میں تو پھر انسان ہوں میری اوقات ہی کیا ہے اور تم نے ویسے بھی میرے ساتھ جو کچھ کیا تو اپنے طور پر کیا میں نے تو تمہاری منت سماجت نہ کی تھی، تمہیں آزادی تھی بلکہ تم آزاد ہو یہاں جا ہو جا سکتی ہو اور جتنا عرصہ تم نے میرا خیال رکھا اس کے لئے میں شکریہ ادا نہیں کروں گی کیونکہ میری پرورش اور دیکھ بھال کے بہانے تم اچھے خاصے روپے سمیٹ چکی ہو میرے والدین سے، میں نے غلط تو نہیں کہا ناں، بلکہ میرا جیب خرچ بھی اکثر تم اڑا لیتی رہی ہو۔'' وہ جس انداز میں مسکراتے ہوئے بولی تھی لیڈی ایلون کا خون کھول اٹھا تھا اسے صبر و تحمل کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوٹتا ہوا محسوس ہوا۔

''ڈاکٹرز بالکل درست کہتے ہیں تم واقعی پاگل ہو چکی ہو، ایسی پاگل جس کا علاج سوائے الیکٹرک شاک کے سوا کچھ نہیں تمہیں اچھے برے کی تمیز رہی ہے نہ تم یہ سمجھتی ہو کہ کس کو منہ پر برے کلمات کہنا، توہین آمیز رویہ اختیار کرنا نہ تو صرف گوئی ہے نہ اخلاقی طور پر درست اور ایسا لوگ اسی وقت کرتے ہیں جب وہ اندر سے احساس کمتری میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ اپنی ناکامیوں کا جواز دوسروں کو قرار دیتے ہیں، تم اسی قابل ہو کہ تمہیں زمانے کی ٹھوکریں کھانے کے لئے اکیلا چھوڑ دیا جائے اور جب تمہارے سر پہ ہر طرف سے جوتے پڑیں تو تمہیں یاد آئے کس کی تمہاری زندگی میں کیا حیثیت تھی اور اس وقت تم چاہو مگر تمہیں کوئی ہمدرد ملے نہ رہنما۔'' بولتے ہوئے لیڈی ایلون کا لہجہ بھرا گیا تھا اور وہ اس سے لاتعلقی کا اظہار کر کے تھانے کی حدود سے باہر نکل چکی تھی۔

لوہے کی سلاخوں کے پیچھے کھڑی ماریا کو لمحہ کے ہزارویں حصہ میں احساس ہوا تھا کہ وہ اپنے اسٹریس، ڈپریشن، اعصابی و دماغی خلل کے باعث اپنے حصہ میں ایک اور نقصان لکھ چکی ہے، اپنی آخری اور واحد ہمدرد سے ہاتھ دھو بیٹھی ہوں اور آنے والا وقت یقیناً اسے مسکرا کر ملنے والا نہ تھا،

اس کے لئے کچھ اور کٹھن سفر تھا جو بڑھ چکا تھا اور اسے کیسے طے کرنا تھا، وہ نہیں جانتی تھی اس کی آنکھوں میں یک لخت آنسو بھر آئے تھے اور وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھتی چلی گئی اور گہری ہوتی سرمئی شام کا اندھیرا کچھ اور بڑھ گیا تھا، بالکل اس کی قسمت کے اندھیرے کی طرح۔

☆☆☆

''یہ کیا سن رہی ہوں میں، تم سے مجھے ایسی بیوقوفی کی امید نہ تھی۔'' صبا دھاڑ سے اس کے آفس کا دروازہ کھول کر آندھی طوفان کی مانند داخل ہوئی۔

''آرام سے بھئی نہ سلام نہ دعا اور آتے ہی چڑھائی، کیا تم ملاقات کے آداب نہیں جانتی۔''

''تم سلام دعا کے قابل ہی نہیں ہو، تمہیں تو بندہ سو جوتے مارے گنے ایک۔''

''ہائے داوے پوچھ سکتی ہوں مزاج اتنا آتش فشاں کس بات پر ہو رہا ہے۔'' وہ ریوالونگ چیئر کی بیک سے ٹیک لگائے اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی اور اس کا یہ ریلیکس انداز صبا کو مزید تپا گیا تھا۔

''ایک اچھے بھلے جینئس اور شریف بندے کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے تم نے، اس کے سر پر اپنے غرور کا تاج چھوڑ کے دکھوں کا پہاڑ کھڑا کر دیا تم نے اور یہاں اس فرنشڈ آفس کے شاندار عہدے پہ بیٹھی اے سی کے خنک مزے لیتی تم خود کتنی ریلیکس ہوا اور وہ شریف بندہ کتنا دکھی ہے تم نے اتنے اچھے شخص کو اتنے سخت الفاظ کہے جواب بھی صرف اور صرف تمہیں خوش اور مسکراتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے تف ہے تم پہ تم نے ذرا بھی خیال نہیں کیا اس کا۔'' سعیہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا اس کے الفاظ پہ اور اس نے لب بھینچ لئے تھے۔

''کیا چاہتی ہو تم، شہریار سے الگ ڈیفرنٹ کیا تلاشنا چاہتی ہو اور یاد رکھو کوئی شخص جتنا بھی اچھا ہو وہ شہریار نہیں ہو سکتا جو تم سے اتنی محبت کرتا ہے اور اسی محبت کی حرمت و عزت کا اسے اتنا پاس ہے وہ تمہیں کچھ کہتے بھی ڈرتا ہے کیا اتنی محبت کرنے والے شخص کو رد کر کے تم کوئی بہت اچھا کام کر رہی ہو۔'' صبا نے فہمائشی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

''محبت، محبت، محبت اس ایک لفظ کی رٹ لگائی ہوئی ہے سب نے پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ زندگی کیا صرف محبت کے سہارے گزاری جا سکتی ہے؟''

''گزاری جا سکتی ہے اگر محبت پہ یقین ہو تو انسان خالی محبت کے سہارے بھی جی سکتا ہے۔''

''نہیں صبا محبت کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہیں جن پہ میرا اس سے اختلاف ہے، ایسی بہت سی باتیں جن پر میں کمپرومائز نہیں کر سکتی۔'' وہ سر جھٹک کر بولی۔

''برائے کرم، تم وہ باتیں بتانا پسند کرو گی کیونکہ میرے خیال میں اچھا عہدہ، دولت، اسٹیٹس، کوالیفکیشن، سمارٹ نیس جس کی ایک لڑکی صرف خواہش کرتی ہے وہ سب خوبیاں انہیں حاصل ہیں اور رویہ و مزاج کے بھی اتنے صلح جو ہیں کہ کوئی اکھڑ سے اکھڑ، مغرور سے مغرور لڑکی بھی بخوشی ان کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہے پھر تم اتنی بیزار کیوں ہو؟''

''بیزاری نہیں نفرت کہو اور میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا آج بھی کہہ رہی ہوں میں شہریار کو اپنی زندگی کا ساتھی کبھی نہیں مان سکتی، بھلے وہ اس دنیا کا آخری شخص کیوں نہ ہو۔'' اس نے اٹل

انداز میں کہا۔

صبا یکدم چکرا اٹھی اتنے مصالحانہ مزاج کی مالک اتنے وچھے تیوروں والی سعیہ کو آخر ہوا کیا تھا، اگر واقعی اس قدر شدید انکار کے تعاقب میں کسی اور ہی "حقیقت کا قصہ" ہوا تو شہریار تو جیتے جی مر جائیں گے۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم، اتنی بیزاری اور نفرت بنا کسی محرک، بغیر کسی وجہ کے۔" صبا دکھ سے بولی۔

"ضروری نہیں کہ نفرت کا کوئی جواز ہو بعض اوقات حد سے بڑھی چڑ ہی نفرت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔" وہ اتنے آرام سے بولی کہ صبا کو پھر غصہ آ گیا۔

"بیوقوف مت بنو سعیہ، خوامخواہ کی ٹینشن سے نہ اپنی زندگی خراب کرو نہ اس کی۔"

"اس کی زندگی خراب ہونے سے بچانے کو تو کہہ رہی ہوں مجھے اس شخص سے شادی نہیں کرنی۔"

"باوجود اس کے کہ تم اس کی منکوحہ ہو۔" صبا نے قدرے جتانے والے انداز میں دیکھا۔

"آئی باراتیں واپس ہو جاتی ہیں، یہ تو نکاح ہے صرف نکاح، تین الفاظ کی مار، اور کھیل ختم۔" وہ اسے چڑانے کو مسکرائی۔

"اللہ سے ڈرو، تمہیں بالکل خوف نہیں آتا، یوں بے دھڑک بولتے ہوئے، ایسی بدتمیزی اور نفرتیں کہاں سے آئیں تمہارے اندر، اتنی محبتوں میں پروان چڑھتے ہوئے کیسے غلط طور سیکھ لئے تم نے۔" صبا تاسف سے بولی۔

"میرا خیال ہے ہم مزید اس موضوع پر بات نہ ہی کریں تو بہتر ہے اتنے دنوں کے بعد ملے پر ہم کچھ ڈسکس بھی کر رہے ہیں تو ایک تھرڈ پرسن کو جس کا ہم دونوں سے کوئی تعلق نہیں، ہمیں بجائے اس کے اپنی باتیں کرنی چاہئیں۔" وہ مصالحانہ انداز میں بولی تو صبا کا بس نہ چلا تھا اس کا کیا کر ڈالے۔

"کم از کم ایسا اجنبی تلفظ تو مت استعمال کرو، وہ بھی اس شخص کے لئے جو تمہاری آئندہ زندگی کا مالک ہے۔"

"میں کوئی زمین کے بے جان ٹکڑا، یا بازار سے لی گئی شے نہیں جس کا وہ مالک ہے، ایک انسان ہوں میں، جیتی جاگتی سانس لیتی اور ہر انسان کا اپنی زندگی پہ جتنا حق ہوتا ہے میرا بھی ہے۔"

"تمہارے سارے اختیار شہریار خان کو تفویض ہو چکے ہیں۔" صبا نے باور کروایا۔

"اچھا، اطلاع کا شکریہ، اب دیکھیں گے اختیار کی یہ جنگ کون جیتتا ہے۔" وہ بڑے سکون سے مسکرائی اور اس کی یہ پرسکون مسکراہٹ صبا کو ہر بار تاؤ دلا دیتی تھی۔

"کیوں زندگی اجیرن کر رہی ہو، ذرا ذرا سی باتوں کو سوچ کر اتنے خوبصورت، رشتے کو خراب کر رہی ہو بلکہ اتنے پیارے شخص کو بھی دکھ پہنچا رہی ہو تو تمہاری ذات سے ہٹ کر کچھ سوچتا ہی نہیں۔"

"شٹ اپ سعیہ، تمہیں ان سے شادی نہیں کرنی یہ اور بات ہے مگر اس کے لئے تم ان کے کیریکٹر کو زیر بحث لاؤ اس کا تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا، وہ جتنے برے ہیں اور جتنے اچھے یہ تم بھی جانتی ہو اور تمہارے گھر والے بھی آئندہ ان پہ کیریکٹر وائز کوئی بھی فضول گوئی مت کرنا۔" صبا نے تنبیہی انداز میں کہا۔

"او کے، مگر یہ بات تو طے ہے کہ میرے اور ان کے درمیان بہت سے نکتے مختلف ہیں، بہت سے معاملات اختلاف کا باعث ہیں۔" صبا کے غصہ سے خائف ہو کے اب کی بار وہ بولی تو لہجہ بڑا سیدھا تھا۔

"نہ کوئی نفرت ہے نہ اختلافی معاملہ، تمہیں صرف غلط فہمی ہے اسی کو لے کر خود بھی پریشان ہو رہی ہو، اسے بھی کر رہی ہو کیونکہ شہریار جیسے شخص سے نہ تو کوئی بلاوجہ اختلاف کر سکتا ہے نہ نفرت رکھ سکتا ہے۔"

"چلو غلط فہمی سہی، تم ہی بتاؤ اگر غلط فہمی ہی ہو تو کیا صرف اسی کی بنیاد پر میاں بیوی کا رشتہ پنپ سکتا ہے، غلط فہمی اگر کسی جذبے کو ابھرنے ہی نہ دے تو وہ رشتہ کیسے قائم رہے گا۔"

اس نے کمال ہوشیاری سے گفتگو کا سلسلہ اس رخ پہ پلٹا تھا اور اتنے بے بس اختیار خاموش ہو گئی تھی اور سعیہ علی خان فاتحانہ انداز میں خفیف سا مسکرائی، انٹر کام یہ دو اچھی سی چائے بھجوانے کا کہنے لگی۔

ہجر کے ماہتاب سن!
ہم بھی ہیں تیرے ہم سفر
ہم سے بھی کوئی بات کر
ہم تو تیرے رفیق ہیں
ہم سے نہ اجتناب کر
دشت فراق یار میں
ازلوں کے ہم رکاب سن!
کبھی ہمارے ساتھ چل
ہم سے کبھی حساب سن!

☆☆☆

صبح کا نرم اور ٹھنڈا، اجلا آغاز تھا اور شاید اس کی زندگی کا بھی کہ وہ بہت عرصہ بعد ایک نارمل روٹین کے مطابق اٹھ کر نماز و تلاوت قرآن سے فیضیاب ہوئی تھی۔

پھر جویریہ اور ربیعہ کو نماز کے لئے اٹھا کر خود کچن میں چلی آئی پہلے آٹا گوندھا بعد میں رات کے بڑے برتن دھوئے پھر روٹیاں پکانے کا ارادہ کر کے چولہا جلایا کوکنگ رینج کے آگے کھڑی وہ پراٹھے بناتے ہوئے چائے کے لئے بھی کیتلی چڑھا چکی تھی جب شہباز نے کچن میں جھانکا اور اسے مصروف دیکھ کر اک خوشگوار حیرت سے بولا۔

"مجھے پہلے سے پتا تھا کہ آج اتنے دنوں بعد جو پراٹھوں کی سوندھی سی خوشبو اڑ رہی ہے ضرور

آپی کچن میں ہیں۔‘‘

’’بس دل چاہ رہا تھا آج تم لوگوں کے لئے اپنے ہاتھوں سے مولی والے پراٹھے بناؤں۔‘‘

’’اچھا کیا، میرا بھی بہت دل چاہ رہا تھا، ویسے آپ جویریہ یا ربیعہ سے کچھ ہیلپ لے لیتیں تو کام آسان ہو جاتا۔‘‘

’’ارے نہیں کام ہے کتنا، وہ ویسے بھی رات کو امی کی وجہ سے جاگتی رہی ہیں، سو نماز پڑھ کر دوبارہ سو گئیں اب ناشتہ تقریباً تیار ہے میں انہیں جگاتی ہوں۔‘‘ وہ چائے تھرمس میں ڈال کر پودینے کی چٹنی دہی میں مکس کرنے لگی اور شہباز ہاتھ دھونے لگا، اتنے میں جویریہ بھی آنکھیں مسلتی آ پہنچی۔

’’آپی آپ اکیلی لگی رہیں مجھے اٹھا دیتیں۔‘‘

’’تمہاری آپی پہلے بھی اکیلے ہی یہ سب کرتی رہی ہے اسے آرام طلب نہ بناؤ اور یہ ربیعہ ابھی سو رہی ہے جگاؤ اسے اور دونوں بہنیں مل کر دستر خوان لگاؤ۔‘‘

’’اٹھ چکی ہے وہ بھی ہاتھ منہ دھو رہی ہے۔‘‘

’’معاذ کو کتنے پسند تھے مولی کے پراٹھے اور دہی پودینے کی چٹنی، کتنے شوق سے بنوایا کرتا تھا وہ اور ابو بھی تو ہمیشہ ناشتہ گھر سے کر کے ہی جایا کرتے تھے کیفے پہ۔‘‘ ربیعہ نے دستر خوان پہ بیٹھتے ہوئے کہا تو سب چونک کر پہلے اسے پھر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے جبکہ اریبہ کی آنکھیں یک لخت بھر آئی تھیں، جنہیں جھکتے ہوئے آنسو چھپاتی وہ سر جھکا گئی۔

’’شہباز کھاؤ نا، تم کیوں نہیں کھا رہے۔‘‘ جویریہ نے پراٹھوں کو گھورتے بھائی سے کہا۔

’’بس یونہی، ابھی دل نہیں چاہ رہا، میں ٹھہر کے کھا لوں گا۔‘‘ وہ یکدم اٹھا اور باہر نکل گیا، اریبہ کے وجود میں اک بے چینی اور پریشانی کی لہر اٹھی وہ تاسف سے بولی۔

’’کیا ضرورت تھی اس وقت ابو یا معاذ کا ذکر چھیڑنے کی، کتنے شوق سے وہ آ کے بیٹھا تھا پراٹھے دیکھ کر اور اب بھوکا ہی گھر سے نکل گیا جانے کب واپس آئے، پھر کتنا اپ سیٹ ہوگا۔‘‘

’’سوری آپی میں نے تو یونہی اک بات کی تھی، مجھے کیا پتا تھا وہ اتنا محسوس کرے گا۔‘‘ جویریہ خائف سی بولی۔

’’چلیں چھوڑیں اب کھانا تو کھائیں، آ جائے گا وہ بھی اس نے جانا کہاں ہے، یہیں گلی کی نکڑ پہ کھڑا ہوگا۔‘‘ ربیعہ نے کہا تو وہ دونوں کھانے کی طرف متوجہ ہوئیں۔

’’ویسے آپی امی کا صرف ماہانہ چیک اپ کروانے کی بجائے آپ مستقل انہیں دکھائیں کیونکہ انہیں پراپر ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے، بہت تنگ کرنے لگی ہیں وہ۔‘‘ چائے ناشتے سے فارغ ہو کے وہ تینوں بیٹھیں تو ربیعہ نے ذکر چھیڑا۔

’’تو اور کیا، اوپر سے ایگزامز ہو رہے ہیں ہمارے، پورے سال کی محنت ہے اس پہ روز روز امی کی ٹینشن، ساری رات انہیں دیکھتے سنبھالتے گزر جاتی ہے اور صبح پرچہ میں دماغ نیند، پریشانی سے بوجھل ہوتا ہے ذہن کسی بھی سوال کا جواب دیکھتے ہوئے حاضر نہیں رہتا۔‘‘ جویریہ نے بھی کہا۔

’’سچ پوچھیں تو میں نے ایک نظر کتاب کھول کر بھی نہیں دیکھا، آج پیپر بھی ایجوکیشن کا ہے جانے کیسا ہو؟‘‘ ربیعہ بولی۔

’’اب کیا کروں میں اکیلی، تم جانتی ہو باقاعدہ علاج، بہتر ڈاکٹر اچھی فیس مہنگی دوائیں، کسی مشہور سائیکاٹرسٹ سے مشورہ، اس سب کے لئے بہت رقم چاہیے اور اتنی رقم کہاں سے لائیں، ہمارے حالات ابھی اتنی فضول خرچی افورڈ نہیں کر سکتے، وہاج پہ پہلے اتنا بوجھ ڈالا ہوا ہے ہم نے۔‘‘ اریبہ دھیرے سے بولی تو کچھ دیر کو دونوں بہنیں چپ رہ گئیں پھر جویریہ بولی۔

’’لیکن اس طرح تو امی ٹھیک بھی نہیں ہونگی آخر ہم کب تک انہیں نیند یا بے ہوشی کے انجکشن لگوا لگوا کے سلاتے اور علاج سے چشم پوشی کرتے رہیں گے ہماری یہ کوتاہی امی کے لئے ان کی صحت، ذہن و دماغ کے لئے مزید خطرناک بن جائے گی اور مشکل تو یہ ہے اب ٹیوشن بھی نہیں ہے ہمارے پاس، کوئی اور وسیلہ بھی نہیں ہے آخر کریں تو کیا کریں۔‘‘ جویریہ نے متاسف لہجہ میں کہا۔

’’کبھی نہیں سوچا تھا میں نے کہ حالات ہمارے لئے بھی اتنے پریشان کن اور خوفناک ہو جائیں گے، ہم نے صرف محروم ہونگے، یتیم و بسیر ہونگے بلکہ دکھی، ڈپریسڈ اور خالی بھی، اب پتا نہیں یہ ہماری آزمائش ہے یا ہمارے اعمال کی جزا، ہمارے کسی بول کسی عمل کی سزا، جانے ہم کسی ناکردہ لمحہ گناہ کی پکڑ میں آ گئے یا کسی امتحان سے گزر رہے ہیں، یہ ہماری حالت شکستہ، تکالیف جسمانی اور دماغی افکار و پریشانی کس باعث بڑھ رہے ہیں، کیسے ختم ہونگے، جب میں یہ سوچتی ہوں تو میرا دماغ ٹینشن سے پھٹنے لگتا ہے اور کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے میں بھی امی کی طرح اپنے حواس کھو بیٹھوں گی۔‘‘ اریبہ بھرائے لہجے میں بولی۔

’’آپی ایسا نہ کہیں اب ہم اکیلی ہیں بالکل اکیلی اور ہمیں ہی کو ایک دوسرے کا آسرا بننا ہے، آپ تو ہمارے لئے حوصلے کا اک نشان ہیں اگر آپ نے ہی حوصلہ چھوڑ دیا تو ہم تو بالکل ڈھے جائیں گے۔‘‘ ربیعہ نے کہا تو وہ اک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔

’’پتا ہے آپی میرا تو ایمان ہے دکھ کی رات خواہ کتنی گہری اور طویل ہو گزر ہی جاتی ہے۔‘‘ ربیعہ نے اس کے ہاتھ تھامے تھے۔

’’اور نہ گزرے تو دکھ سہنے والے خود ہی گزر جاتے ہیں۔‘‘ جویریہ نے کہا تو بہت ٹینشن ماحول کے باوجود اریبہ کے چہرے پر بڑی بے ساختہ سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

’’آپی بہت اچھی لگتی ہیں ہنستے ہوئے، ایسے خوش باش رہا کریں نہ۔‘‘

’’خوشیاں منہ موڑ لیں تو ہنسی اکثر روٹھ جایا کرتی ہے۔‘‘

’’واقعی آپ ٹھیک کہتی ہیں اگر آج یہاں ابو، معاذ ہوتے، امی تندرست ہوتیں تو ہمارا یہ تنہائی میں ڈوبا، سوگوار ماحول کیسا چہک رہا ہوتا۔‘‘

’’پھر تو یہ اداسی، سناٹا اسے جگہ ملتی یہاں بھلا، مگر قسمت کو یہ منظور نہ تھا کہ ہم خوشیوں کو پاتے رہیں، آنسو بھی تو تقدیر کی میراث ہیں یہ بھی تو ملنے تھے مگر کچھ زیادہ اور کچھ جلد مل گئے۔‘‘ اریبہ کی آنکھوں کے آگے نمی کا غلاف سا تن گیا۔

’’آپی پھر ہم کیا کریں گے امی کے لئے، کچھ سوچا۔‘‘ جویریہ نے سوالیہ نگاہ سے دیکھا۔

دیکھی ہوں کیا ہوتا ہے، میں تو کوشش میں ہوں کہ کوئی جاب مل جائے۔"

"اور آپ کا ماسٹرز، یونیورسٹی میں اتنی فیس ادا کر کے ایڈمیشن لیا تھا، پھر اب تو دوبارہ سے آپ کی کلاسز شارٹ ہیں۔"

"یونیورسٹی نہیں چھوڑوں گی کلاسز اٹینڈ کرتی رہوں گی کیونکہ اچھی جاب بہتر سیلری کے لئے ماسٹرز کا کمپلیٹ ہونا ضروری ہے اور جاب اتنی آسانی سے تو ملتی بھی نہیں آج کا دور سافٹ ویئر انٹرنیٹ کا دور ہے کمپیوٹر یہ ہو رہا ہے ہر کا اور کام بھی تجربہ مانگتا ہے۔"

"یہ تو ٹھیک کہا آپ نے بغیر تجربہ، سفارش، رشوت کے محض خالی گریجویشن پر تو جاب نہیں ملے گی، آپ وہاج بھائی سے بات کر کے دیکھتیں۔"

"کی تھی۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"تو کہا کچھ انہوں نے، ان کے تو اپنے آفس میں جگہ بن سکتی ہے آپ کی اگر چاہیں۔"

"جویریہ وہ میرے جاب کرنے کے حق میں نہیں ہے، بہت مشتعل ہوا تھا وہ میرے منہ سے جاب کا سن کر اور اس نے بہت سختی سے مجھے منع کر دیا تھا یہ سب سوچنے اور کرنے سے۔"

"مگر کیوں، محض جو امداد وہ کرتے ہیں اسی پہ تو ہمارے گھر کا سرکٹ نہیں چل سکتا، امی کا علاج، ہماری فیسیں، گھر کا خرچہ۔"

"مجھے معلوم ہے یہ سب اور میں نے اس سے بہت تفصیلی بات بھی کی ہے اس موضوع پر، وہ سوچ کر بتانے کا کہہ رہا تھا، کل ہاف ڈے ہے یونیورسٹی سے واپسی پہ مل کر پوچھوں گی کیا کہنا ہے۔" اریبہ پر سوچ انداز میں بولی۔

☆☆☆

انسان کا سب سے بڑا دشمن خود انسان ہی ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ اگر ہم خود سے دوستی کر لیں تو اس سے بہترین دوستی کوئی اور ہو سکتی نہیں لیکن اس تبدیلی کے لئے بھی اپنے آپ سے مخلص ہونا پڑتا ہے اور وہ شاید اپنے آپ سے بھی مخلص نہ تھی معاشرے سے نالاں، مذہب سے باغی، قدرت سے شاکی اور آپ اپنی دشمن، اس نے اپنے غلط فیصلوں کے باعث بہت کچھ کھویا تھا بہت سے رشتے اور تعلقات گنوائے تھے سب سے بڑھ کر اس کے اچھے دوست اس کے ضرور اور خود سر طبیعت کے باعث دور ہو چکے تھے، اس کی بے چینی، کرب، مصیبت اور بیماری ڈپریشن کے دنوں میں اس کا ساتھ دینے، خیال رکھنے، اس کے لئے دعا کرنے، خیریت چاہنے والی واحد ہمدرد و مخلص لیڈی ایلون بھی چلی گئی، اپنی دل آزار طرز گفتگو سے، اپنے غیر مہذب الفاظ سے اس نے یہ کام خود سرانجام دیا تھا۔

"کتنی مجبور ہوں میں اپنے اندرونی خوف کے ہاتھوں اپنی زندگی کے رویوں کو حقیقی انداز میں دیکھ ہی نہیں سکتی، اپنی زندگی سے بے زار ہوں اور دوسروں کی آسودگی سے خفا میری ناکام زندگی کے اثرات میری موجودہ اور آنے والی زندگی کے اوپر یونہی برے اثرات مرتب کرتا رہے گا، یہ ناکامیاں میرے ذہن پر سوار ہو کر یونہی مجھے نفسیاتی دباؤ میں مبتلا کرتی رہیں گی، کیا خفگی، طیش، بے چینی غیر اطمینانی یونہی میرے مزاج کا حصہ بنی رہیں گی میرے دل سے کبھی غم، خوف نہ جائے

گا اور کیا میں ایک اچھی زندگی گزارنے کے قابل کبھی نہیں ہو سکتی۔"

اس کی نیلگوں آنکھیں آنسوؤں سے بھری سوالیہ انداز میں خلا میں جانے کیا تلاش رہی تھیں وہ ننگے، ٹھنڈے فرش پر بیٹھی اپنے اردگرد سے بے خبر اپنے الجھے ذہن الجھی زندگی، الجھی تقدیر کے معاملات سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں مسٹر جان پیٹر یہ لڑکی ٹھیک ہو سکتی ہے۔" پولیس آفیسر نے سلاخوں کے پیچھے گم صم بیٹھی ماریا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یقیناً مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ اسے پریشان کن لمحات سے چھٹکارا دلایا جائے، مطلب طویل المعیاد پریشانی سے تحفظ کا احساس دلایا جائے۔"

"مگر یہ سب ہوگا کیسے، جبکہ وہ نہ تو کسی سے دوستی کرنے پر تیار ہے نہ اعتبار کرنے پہ۔" پولیس آفیسر نے کچھ اچنبھے سے پوچھا۔

"یاد رکھیئے کوئی بھی صورت حال آپ کی دسترس سے باہر ہے تو پریشان ہونا اک بے کار عمل ہے ہمیں عملیت پسندی اور صحت مندانہ زاویہ نظر سے اس کے ذہنی مسائل کا بہ غور جائزہ لے کر انہیں حل کرنے کی کوشش کرنی ہے اور ہمارے لئے یہی مرحلہ سب سے اہم ہے اگر ہم اسی مرحلے پر پریشان ہونا شروع کر دیں تو اس کے اندر سے خوف کا دشمن جائے گا نہ اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لینے کی ترغیب پیدا ہوگی بلکہ اس کے اندر اگر کہیں زندہ رہنے، خود کو کارآمد بنانے کی لگن ہوئی بھی تو وہ دم توڑتی چلی جائے گی۔"

ڈاکٹر جان پیٹر اتنا بولا تھا کہ کیتھرین ڈیوڈ چلی آئی تھی یہ بھی ایک معروف سائیکاٹرسٹ اور فیورولوجسٹ تھی اور ڈاکٹر جان پیٹر نے اس سے ماریا کی کیس ہسٹری ڈسکس کرنے کو بلایا تھا۔

"بڑے اچھے وقت پر آئی ہیں آپ، میں ابھی آپ کو کال کرنے والا تھا، ماریا جوزف کی کیس ہسٹری تو پڑھ لی ہے آپ نے اب بتائیں کیا کہیں گی۔"

"دیکھیں مسٹر جان اس لڑکی ماریا کو ابھی میں نے آتے ہوئے دیکھا ہے اور محض دیکھ کر ہی میں جو اندازہ لگا سکی ہوں وہی اس کی کیس ہسٹری پڑھ کر بھی ہوتا ہے جو ہے فطری "گرمی" جس وجہ سے کئی معاملات بگڑ جاتے ہیں، جب تک وہ "غصے" کے عفریت کو شکست دینے میں کامیاب نہیں ہوگی کامیاب نہیں ہو سکتی اور اس میں ہم جیسے لوگوں کا بھی تھوڑا رول بنتا ہے اور وہ ہے "حقیقت پسند بنیئے" یعنی ہر مشتعل کرنے والی چیز کے پیچھے چھپی حقیقت کو سمجھنا اور اسے تسلیم کرنا اگر ایک شخص بے جا غلط رویے کا مظاہرہ کر رہا ہے تو اسے اس کی فطری کمزوری مانتے ہوئے درگزر کیجئے کیونکہ آپ ہر ایک سے اپنی مرضی و منشاء کے مطابق سوچنے یا عمل کرنے کی توقع نہیں کر سکتے ہاں اس کی اصلاح کی جا سکتی ہے لیکن اس کے لئے تحمل مزاجی اور سمجھ داری کی ضرورت پڑتی ہے یاد رکھیئے پرسکون طبیعت اور سوچ سمجھ کر اظہار خیال کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ ہمہ وقت خود کو ایک بردبار الیکٹرکل اور بے وقوفی کی حد تک جامد اور قابل ہدف بنا لیں، بس جو کچھ کہیں اس انداز سے کہیے کہ آپ کے الفاظ یا آپ کا لہجہ دوسرے کے ذہن میں کسی قسم کی بھی غلط فہمی یا منفی خیالات پیدا کرنے کا باعث نہ بنے۔"

''حتی الامکان دھیمے لہجے اور سہولت کے ساتھ بات کرنی ہے، الفاظ کم سے کم اور سوچ سمجھ کر استعمال کرنے ہیں کیونکہ کسی سنجیدہ اور نازک موقع پر اگر آپ کی بات طول پکڑ گئی اور لہجہ مشتعل ہونے لگا تو اس کے جذباتی اور بے قابو ہونے کا امکان بھی اتنا زیادہ ہے، جو بعد میں آپ کی آواز اور لہجے کو بھی غیر موزوں بنا سکتا ہے۔''

''بالکل میں آپ سے سو فیصد متفق ہوں اور یہی بات میں انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔'' ڈاکٹر جان پیٹر بولا تھا۔

''آپ دونوں کی گفتگو سے جو اندازہ میں لگا پایا ہوں وہ یہی ہے کہ ہمارے ہاں لفظ بازی سسٹم کی بہت اہمیت ہے اور ہم اپنے الفاظ سے اس کے لئے خوشی اور صحت تخلیق کر سکتے ہیں۔'' پولیس آفیسر نے استفسارانہ نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھے دونوں افراد کو دیکھا۔

''Its all right کیونکہ یہ ایک Positiv thinking ہے، جس طرح منفی احساسات آپ کے جسم کے لئے برا کردار ادا کرتے ہیں اور بیماری کو دعوت دیتے ہیں اسی طرح مثبت احساسات اور سوچیں آپ کو خوش کرتی ہیں، آپ کی شخصیت کی تعمیر کرتی ہیں اور دیکھیے گا جب ماریا جوزف کو اپنے ساتھ کسی کے مخلص ہونے کا یقین ہوگا تو اس کی منفی سوچ میں بھی کچھ نہ کچھ فرق آئے گا اور اس کا ذہنی تاثر بھی صحت مندی کی طرف مائل ہوگا، کیونکہ ناخوشگوار لمحات کے دوران اس کے جسم نے جو تکلیف جھیلی ہوگی اور اس کے ذہن نے جو اذیت محسوس کی ہوگی اس صورت میں جسم میں موجود زندگی کے لئے ضروری ہارمون کارٹی سول دباؤ کا شکار ہوتا رہا ہے اور یہ اداسی کی بری کیفیت ہے، جو مہینوں یا سالوں برقرار رہتی ہے اور ظالمانہ انداز سے عضلات کے ٹشوز برباد ہونے کے ساتھ قوت مدافعت میں بھی کمی ہو جاتی ہے جو عدم برداشت کو رجحان دیتی ہے، اس موقع پر جب ہم اس کی صحت و علاج کے لئے سنجیدگی سے کچھ کر رہے ہیں تو ہمارے لئے سب سے اہم بات یہی ہے کہ منفی باتوں کو اس کی میموری سے نکال دیں تاکہ وہ خود کو مزید ہرٹ مضطرب اور ڈپریس محسوس نہ کرے۔'' ڈاکٹر جان پیٹر نے بہت سنجیدگی سے کہا تھا۔

''اور اس کے لئے بھی ضروری ہے اسے ایک ڈاکٹر یا سائیکاٹرسٹ بن کر نہیں بلکہ عام انسان بن کر ملا کرے اس کے ساتھ دوستی، میل جول بڑھایا جائے بذریعہ گفتگو اس کی باڈی لینگویج دیکھی جائے پھر بہت آہستگی سے نرم سبھاؤ، اچھے برتاؤ سے اس پہ گزری تمام بپتا اس کی اپنی زبان جانی جائے، بعد میں بہت ہمدردانہ، مخلصانہ طریقہ سے زندگی کی خوبصورتی اس پہ واضح کرنی ہے، اس کے منفی ردعمل کا تدارک مثبت طریقہ سے کر کے نارمل اور ہشاش بشاش زندگی کا رخ واضح کرنا ہے اور سب سے ضروری بات وہی کہ اسے اول تا آخر ہمارے طریقہ علاج یا منصوبے کی خبر نہ ہوتا کہ نہ اس کی دل شکنی ہو، نہ وہ علاج سے بھاگے۔'' کیتھرین ڈیوڈ رسان سے بولی تو ڈاکٹر جان پیٹر اور پولیس آفیسر متفق انداز میں سر ہلانے لگے۔

(باقی آئندہ ماہ)

بارہویں قسط کا خلاصہ

ماریا کو اقدام قتل کو اقدام قتل کے جرم میں پولیس کسٹڈی میں رکھا جاتا ہے جہاں ماہر نفسیات اس کی ذہنی و دماغی حالت پہ لیڈی ایلون سے تفصیلی گفتگو کر کے اس کے مستقل علاج کا مشورہ دیتے ہیں۔

صبا شہریار سے ملتی ہے، تو سنعیہ کے انکار اور رویے پہ متاسف ہوتی اسے سمجھانے کا وعدہ کر کے شہریار کو تسلی دیتی ہے

وہاج حسن اریبہ کے گھریلو حالات اور جاب کے فیصلہ پر اپنے آپشنز دیکھتا کشمکش کی کیفیت میں تائید کرتا پھر انکار کا سوچ لیتا ہے، لیڈی ایلون ماریا کو اپنے دماغی خلل کا علاج کروانے پہ مجبور کرتی ہے تو وہ ترش انداز میں بدتمیزی کا مظاہرہ کر کے لیڈی ایلون سے تلخ کلامی کرتی ہے لیڈی ایلون دکھ غصہ سے ناراض ہو کر اس سے ہر رابطہ ختم کر کے جیل میں تنہا چھوڑ جاتی ہے۔

صبا، سنعیہ کے رویے اور رشتے سے انکار کو زیر بحث لا کر خفگی و غصہ سے اس کی خوب کھنچائی کرتی ہے۔

لیڈی ایلون کے چلے جانے سے ماریا کا ڈپریشن مزید بڑھ جاتا ہے۔

ماہر نفسیات کیتھرین ڈیوڈ اور ڈاکٹر جان پیٹر پولیس آفیسر کے ساتھ نشست میں ماریا کا علاج اس کی بے خبری و لاعلمی میں بذریعہ دوستی و اپنائیت کرنے پہ متفق ہو جاتے ہیں۔

اب آپ آگے پڑھیے

تیرھویں قسط

یہ تم ہی نے بتایا تھا مجھے زندگی سانحہ نہیں ہوتی
ہر قدم پھونک کر رکھنا ہر گلی راستہ نہیں ہوتی

وہاج جس نے بڑے دلکش انداز میں شعر پڑھتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھی خوبصورت لڑکی کو دیکھا تھا، جس کے معصوم خدوخال میں ناگواری کا تاثر بڑے واضح انداز میں ابھرا تھا۔

"دیکھو وہاج! میں بچی نہیں ہوں جسے انگلی پکڑ کر تم چلنا سکھاؤ گے غلط اور صحیح راستے کے متعلق بتاؤ گے گو کہ میں نے بہت لمبی عمر نہیں گزاری کوئی بڑا تجربہ نہیں ہے میرے پاس لیکن اتنی صلاحیت ہے کہ اگر میں کوئی فیصلہ لوں یا راستہ چنوں تو اس کے Right یا Rong ہونے کے متعلق درست Jugment کرسکوں۔"

"مطلب کیا ہے تمہاری بات کا۔" وہاج نے تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔

"وہی مطلب ہے جو تم سمجھے ہو۔" وہ بیزار لہجے میں بولی۔

"یعنی تم اپنی مرضی کرو گی۔"

"کم آن وہاج! تم میری ٹینشن سے بخوبی واقف ہو، ہماری زندگیاں تباہ ہو رہی ہیں ہمارے معاملات بگڑ چکے ہیں ہمارے ذہن و دماغ ڈسٹرب ہیں، ہمارے لئے کہیں کوئی لمحہ سکون کا نہیں۔"

"تو تم یہ سکون جاب کے ذریعے حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"پہلے میری بات سن لو تم پھر بولنا کیونکہ ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔" اور وہاج اس کی ٹینشن سے واقف تھا سو خاموشی سے دیکھ کر رہ گیا۔

"جاب اس وقت مجبوری سے زیادہ میری ضرورت ہے کیونکہ جو نقشہ ہمارے معمولات کا بن چکا ہے اس ماحول میں اگر میں کچھ دن اور رہی تو Belive me وہاج میں پاگل ہو جاؤں گی۔" اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"تمہارا واقعی بہت آسرا ہے مجھے، مگر یہ ناکافی ہے امی کا علاج مجھے مستقل کروانا ہے ورنہ پھر بہت مشکل ہو جائے گا، یہ سب کیونکہ ان کا مرض روز بروز بگڑتا جا رہا ہے اوپر سے حالات کٹھن تر ہو رہے ہیں شہباز کا کیرئیر جویریہ اور ربیعہ کے تعلیمی اخراجات اپنا بڑا کوئی سر پر نہیں ایسے میں حقیقت سے انحراف اور مصلحت کی انگلی تھامے رہنا ٹھیک نہیں سب کا رویہ بدل گیا ہے، اپنوں کا تو ساتھ رہا ہی نہیں صرف ایک خالہ کا گھر ہے وہاج تم ہو اور میں سب کھو کر یہ آخری ٹھکانہ بھی کھونا نہیں چاہتی جانے آگے ہمارے ساتھ کیا کیا ہوگا حالات کو اپنے بس میں کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ میں کچھ ہاتھ پاؤں ہلا لوں۔" وہاج نے کوئی ردعمل ظاہر کیے بغیر خاموشی سے دیکھا تھا اسے۔

"ہمارے گھر میں ایک نہیں کئی زندگیاں تباہ ہو رہی ہیں، مجھے مطلق فکر نہ ہوتی اگر بات صرف میری ہوتی کیونکہ خود پہ کوئی تلخ بات، تلخ قدم، دشواری میں جھیل سکتی ہوں، مگر اپنے بہن بھائیوں کے کیرئیر آپشنز بدلتے دیکھوں اور مصلحت کا لبادہ اوڑھ لوں، اپنی امی کو لمحہ لمحہ موت کے منہ میں جاتے دیکھوں اور کچھ نہ کروں یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا بالکل بھی نہیں۔" ٹپ ٹپ، ٹپ کتنے آنسو اس کی پلکوں کی باڑھ پھلانگتے بے تابی سے باہر نکلے تھے۔

"اریبہ میں ہوں ناں تمہارے لئے سب کر سکتا ہوں، سب سہہ سکتا ہوں، تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ زندگی کا جو وتیرہ اب بن گیا ہے یہ یکسر ٹھیک نہیں ہو سکتا نہ تم اکیلی یکدم حالات بدل سکتی ہو، ہاں جس حد تک اور جتنا تمہارے گھر کے لئے ہو سکتا ہے وہ میں کر رہا ہوں اور پہلے سے بڑھ کر کروں گا، مگر جاب کے لئے تمہارا مارے مارے پھرنا، اچھی بری نظروں کی زد میں آنا یہ نہیں قبول مجھے۔" وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔

"تمہاری سوچ بہت دقیانوسی ہے، تم کیا سمجھتے ہو میں جو اتنے سالوں سے محبت کے راستے پر تمہارا ہاتھ تھامے چلتی رہی ہوں، میری محبت کے آپشنز بدل جائیں گے، نہیں وہاج، محبت کے جو راستے تمہارے لئے ہیں ان کے ہر موڑ پر صرف تمہاری چاہ کا موسم بسیرا کرے گا، جس رنگ میں روح تمہارے سنگ رنگ چکی ہے وہ رنگ اتنا کچا نہیں کہ ایک ہی بارش سے ڈھل جائے۔"

"اریبہ سچ تو یہ ہے کہ محبت کو بہت یقین کے ساتھ اپنے دل پہ اتارتے، جھیلتے، گزارتے رہنے کے باوجود بے یقینی کا اک خوف، اک دھڑکا ہر پل لگا رہتا ہے اور انسان کبھی بھی بہت Hopefull ہو کر اپنے لئے رائے نہیں دے سکتا۔"

"محبت کے لئے رائے دی نہیں جا سکتی کیونکہ یہ ہر قسم کے نتائج سے بے پروا ہوتی ہے پھر یہ مصلحت پسندی کی راہ بھی نہیں دیکھتی اپنی شدت کے باعث۔"

"دیکھو اریبہ محبت ایک الگ بحث ہے اور تمہارے حالات دوسرا معاملہ ہیں جس پہ قائل ہونے کے باوجود میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔" وہ جس قدر سنجیدگی سے بولا تھا اریبہ کو اسی قدر غصے کے ساتھ دکھ بھی ہوا تھا اور اسی دکھ کے زیر اثر وہ بولی تھی۔

"میں نے تم سے مدد مانگی بھی نہیں، میں صرف اپنا فیصلہ سنا رہی ہوں تمہیں۔" وہاج حسن کے لبوں پہ بے اختیار مسکراہٹ بکھر گئی اور جانے کیا ہوا تھا کہ اریبہ کی آنکھوں کے سامنے کے منظر دھندلانے لگے تھے، وہاج نے اس کی گھنیری پلکوں پہ اٹکے شفاف قطروں کو انگلیوں کی نرم پوروں پہ لیا تھا اور چہرے کا تبسم کچھ اور گہرا ہو گیا تھا۔

"بس اتنا ہی حوصلہ تھا اور نکل رہی ہو دنیا فتح کرنے، قسمت آزمانے اس راہ میں تو بہت کچھ سہنا پڑتا ہے تم تو ذرا سا مذاق نہیں سہہ پا رہی ہو زندگی کی تلخیوں کو کیسے سہو گی؟" اریبہ کی تحیر بھری نگاہیں اسے شکوہ کناں انداز میں دیکھ رہی تھیں۔

"میں تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا اور یہ بھی چاہوں گا کہ زندگی کے متعلق جو بھی فیصلہ کرو، جو بھی اقدامات کرو سوچ سمجھ کر، اس لئے نہیں کہ مجھے تم سے محبت ہے بلکہ اس لئے کہ میں تمہیں زندگی سمجھتا ہوں اپنی اور اپنی زندگی مشکلات میں گھری ہوئی کسے اچھی لگتی ہے، بلکہ ہر شخص اپنی زندگی کا چہرہ تروتازہ اور ہشاش بشاش دیکھنا چاہتا ہے، ایک بات یاد رکھنا میں ہر حال میں، ہر وقت تمہارے لئے بہت Carong.Loving.Fathfull رہوں گا اکنامی کلی بھی اور ایموشنلی بھی۔" وہ بڑے مضبوط اور توانا لہجہ میں کہہ رہا تھا جسے اریبہ نے بہ غور دیکھا تھا سنا تھا۔

"حالات سے نبرد آزما ہونے اور نمٹنے کی بات ہے تو ایٹ لیسٹ تمہارا رویہ ظاہر کرتا ہے تم واقعی کسی نتیجہ خیز موڑ پر پہنچ چکی ہو اور تمہیں صرف تھوڑا سا تعاون اور تھوڑی سی رہنمائی چاہیے

I am right?'' وہ اس کی غلافی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا، اریبہ نے چونک کر کچھ مسکراتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

''Thats a good girl'' وہ بڑے بھرپور انداز میں مسکرایا اور بولا تھا۔

''یہ جو اتنے بڑے بڑے فیصلے ہوتے ہیں ناں، اتنے قلیل لمحوں میں نہیں کیے جاتے، کیونکہ قلیل لمحوں کے فیصلے بعض اوقات نہ تو آگے بڑھنے کا راستہ دیتے ہیں نہ پیچھے پلٹنے کا موقع اور زندگی کے فوری فیصلوں کے اسباب کا پہلے سے ادراک بھی نہیں ہو پاتا، بہتر ہوگا تم بھی بہت سنجیدگی سے سوچو ابھی کچھ عرصہ اور پھر فیصلہ لینا، میرا بھی یہ ماہ بہت مصروفیت بھرا ہے اور تم اپنے فیصلے پر قائم رہیں تو فارغ ہوتے ہی میں خود تمہارے لئے جاب تلاش کرلوں گا، سو ٹیک اٹ ایزی۔'' اس کا گلابی رخسار نرمی سے تھپکتا خاص انداز میں دیکھتا بہت توجہ سے کہتا وہ کتنا اپنا لگا تھا، کتنا اچھا لگا تھا محبت بھرے پر رونق لمحے اس کی پلکوں پہ حیا بن کر جھکے تھے کتنے ہی سپنے، کتنے ہی وعدے خود بخود ان کہی کے بعید میں چھپے مہکی فضا کے سپرد ہونے لگے۔

کل رات میرے دھیان میں تم تھے
تحریر میں تم تھے میرے وجدان میں تم تھے
آہٹ تھی کہ بے تاب کیے دیتی تھی مجھ کو
احساس یہ کہتا تھا کہ دالان میں تم تھے
گو اجنبی دستک تھی مگر میں نے در جاں
یہ سوچ کے کھولا تھا کہ امکان میں تم تھے
میں کیا کہ ستاروں نے بھی جھپکی نہ تھیں آنکھیں۔
کل شب شب مہتاب تھی اور لان میں تم تھے

☆☆☆

رشتے وہی اچھے لگتے ہیں جو چاہت اور اپنائیت کا احساس دلائیں تعلق وہی خوبصورت ہوتے ہیں جو دل و دماغ کی اتھاہ گہرائیوں میں جذب ہو کر اپنے سارے دلکش رنگ قوس وقزح کی مانند زندگی کے راستے پر بکھیر دیں، اسے رشتے بھی ملے تھے تعلقات بھی میسر تھے ہاں مگر اپنی ہستی کا قرار کائنات کی حقیقت اور جدائی کی پہچان کے راستے پر نکلتے سے رشتے چھوٹے پھر تعلقات میں دراڑیں پڑیں اور آخر میں اس کے یقین کا سفر اک خاموش ویران، ہیبت ناک سناٹے میں گھر گیا۔

ایسا سناٹا جو صرف راستوں پر نہیں بلکہ دل و دماغ کی تمام حسیات پہ چھا گیا تھا اور بہت تپتے سلگتے حالات میں بھی نرم چھاؤں کا احساس دیتا جو اک آخری آسرا اسے میسر تھا وہ بھی ہاتھوں سے پھسل گیا۔

''لیڈی ایلون کہاں ہو تم؟ دیکھو لوٹ آؤ میں بہت مشکل میں ہوں، مجھے ضرورت ہے تمہاری، پلیز آجاؤ لیڈی ایلون پلیز آجاؤ۔''

''تم جانتی ہو ناں، مجھے سب نے چھوڑ دیا ہے، میرا کوئی نہیں جو مجھے اس قید خانے سے چھڑا

کر لے جا سکے، اگر تم نے میرا خیال نہ کیا تو میں انہی سلاخوں میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی۔''

اپنے دونوں ہاتھ جوڑے وہ بڑبڑا رہی تھی آنسو لگاتار اس کی نیلی آنکھوں سے بہہ رہے تھے بہت کرب، ڈر اور خوف کے آثار تھے اس کے چہرے پر۔

''کیوں بنائی میری ایسی قسمت، کیوں کیے میرے ساتھ یہ دکھ درد کیوں مذاق بنا دیا میری زندگی کو، کیسا بدلہ لیا ہے میرے مالک مجھے بتا تو، کس دکھ کا چہرہ پہنا دیا جو اترنے کا نام ہی نہیں لیتا، جو زندگی تو نے مجھے عطا کی ہے کیا اس سے زیادہ بھی بے اعتبار یا بے وفا کوئی شے ہے میں کتنا بھاگی اپنے خواب، اپنے مقصد کو لئے اس کی تلاش میں، اس کی حقیقت جاننے اور اس نے آخری لمحے تک مجھے خبر نہ ہونے دی یہ میرے ساتھ کیا کرنے والی ہے، اس پاگل پن، جنون اور ہیبت ناک خوف میں مجھے مقید کر دیا کہ یہاں سے رہائی کا راستہ بھی نہیں دکھتا۔'' وہ اب اپنے پیدا کرنے والے سے شکوہ کناں تھی۔

''لیڈی ایلون میں پاگل ہوں تم سچ کہتی تھیں میں واقعی پاگل ہوں اگر میں ہوش وحواس میں ہوسکتی تو بھلا تمہیں یوں غلط سلط الفاظ بول کے اپنی زندگی سے جانے دیتی ایک تم ہی تو میری کل کائنات تھیں، میرا ہر رشتہ، ہر تعلق تم سے وابستہ تھا اور تم مجھے سب سے زیادہ جانتی تھیں میرے آئیڈیاز، میرے ڈریمز، میرے ویوز میرے آئمز تم ہی سمجھتی تھیں آج کل جو مجھ سے ہو رہا ہے جو میں بولتی ہوں کرتی ہوں وہ سب ڈپریشن اور اسٹریس کے باعث ہوتا ہے میرا لہجہ میرے الفاظ میرا دماغ میرا ذہن کچھ بھی تو میرے کنٹرول میں نہیں رہتا۔''

''پھر تم نے کیوں اتنا اثر لیا کیوں بات مانی میری کیوں مجھے تنہا چھوڑ کر میری زندگی سے نکل گئیں، تم اتنا تو سمجھتیں یہ سب میں نے پاگل پن میں کہا تھا تم اتنا سمجھتیں اتنا تو سمجھ لیتیں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''اگر پرندے کے پر کاٹ دیئے جائیں تو وہ اڑان سے محروم ہو جاتا ہے اور انسان اپنے حقوق حاصل نہ کر سکے تو اس کا غم وغصے سے بے قابو ہو جانا یقینی بات ہے اور اس کا بھی یہ عمل قطعی غیر فطری نہیں ہے، تنہائی اور بے چارگی کے احساس کے ساتھ اس نے ڈپریشن کی جن گہرائیوں کو چھوا ہے اس کا اثر اتنا پریشان تو رکھے گا کیونکہ ہر عمل کا اک ردعمل ہوتا ہے، دماغی چپقلش، ذہنی تناؤ اور ٹینشن ذہن خالی کرنے کا باعث بنتے ہیں اور زندگی کے رجحان کا کارکردگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔''

کیتھرین ڈیوڈ نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تھا اور کچھ دیر گھٹنوں پر سر رکھے روتی ماریا کو بغور دیکھتی رہی پھر پولیس سارجنٹ کو اشارہ کیا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر قید خانہ کی بیرک کا دروازہ کھولے۔

دروازہ کھلنے پہ وہ چھوٹے قدموں سے چلتی آگے آئی ماریا کے شانے پر بڑی نرمی اور حوصلہ مند انداز میں ہاتھ رکھا تھا، جس کا دباؤ محسوس کر کے ماریا نے چہرہ اوپر اٹھایا تھا، سرخ وسفید چہرہ شدت جذبات سے بوجھل اور آنسوؤں سے تر بتر تھا سر کے بال بھی اڑ اڑ کر آنسوؤں سے چپکے رخساروں پر جمے تھے، آنکھیں سوجی ہوئی ویران خالی بہت کچھ کھو دینے کا احساس آنکھوں سے

واضح چھلک رہا تھا۔

''ہیلو ماریا، آئم کیتھی کیتھرین ڈیوڈ میں Women cell کے تحت ایک رجسٹر آرگنائزیشن چلاتی ہوں، ایسی عورتیں جو بالکل بے سہارا ہیں اور کسی جرم یا بنا جرم کے پولیس کسٹڈی میں آ پھنستی ہیں، وہاں ان کی کوئی ہیلپ کرنے والا نہیں ہوتا، ایسی عورتوں کے کیس داخل ضمانت کر کے میں خارج کروائی ہوں۔''

ماریا نے یہ سب کچھ جیسے بہت غائب الذہنی کے عالم میں سنا تھا وہ کیتھی تھی یا کیتھرین ڈیوڈ اور یہ سب کرتی تھی تو وہ کیا کرتی، اسے کیا فرق پڑتا تھا، اسے صرف اپنے آپ سے غرض تھی جس کی سننے والا اور مصیبت سے چھڑانے والا شاید کوئی نہ تھا۔

''میں اکثر آتی رہتی ہوں یہاں، اب آئی تو تمہارے بارے میں پتا چلا۔''

''کیا پتا چلا یہی کہ میں پاگل ہوں میرا مذہب، زندگی، رشتے کسی چیز پہ ایمان نہیں اور اپنی اسی ضدی خودسر رویے کے باعث سب کو کھو چکی ہوں ہر راستہ گنوا چکی ہوں، سب جو میرے بہت اپنے تھے مجھے چھوڑ کر جا چکے ہیں۔'' اس نے بہت تلخی سے کہا تھا اور سر پھر سے گھٹنوں پہ جھکا لیا تھا۔

''ماریا دنیا میں کوئی غروب آخری غروب نہیں ہوتا ہر غروب کے لئے ایک نیا طلوع مقدر ہے بشرطیکہ انسان اپنی شام کو دوبارہ صبح میں تبدیل کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو، تم بھی اپنی زندگی کی خوشیاں اپنی ذات کا اعتماد چاہتی ہو، تو بھروسہ کرنا پڑے گا خود پہ اور دوسروں پہ۔'' کیتھی نے نرمی سے کہا تھا۔

''اعتماد، بھروسہ پہلے کیا دیا ہے ان چیزوں نے مجھے میرا سب کچھ انہی لوگوں نے چھینا جن پہ مجھے بھروسہ تھا۔'' اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا مگر الفاظ کاٹ دار تھے۔

''لیکن وہ سب لوگ تمہاری پچھلی زندگی کا حصہ تھے جو آنے والی زندگی میں کہیں نہ ہوں گے جو ہوا، جو سہا سب اک بھیانک خواب تھا، اسے خواب کی مانند ہی بھلا دو۔''

''کیا بھلانا اتنا آسان ہے، کیا خواب، مقاصد، جذبے ان سب کی بے قدری، اپنی ذات کا رد کیا جانا، ایک وہ زندگی، وہ شب و روز میرے معمول کا حصہ بنے جنہوں نے میری میموری کو اذیت میں دھکیلا میرے دل کو توڑا، میں وہ سب ایک بار کہنے میں بھلا دوں، نہیں یہ سب آسان نہیں ہے۔''

''میرے والدین جو میری مرضی کے بغیر، مجھے دنیا میں لائے، پھر سات سال کی عمر میں لیڈی ایلون کو سونپ کر خود مصروفیت کے مزے لوٹتے رہے، جوان ہونے پر، باوجود میرا لیول دیکھتے، ذہنی میلان بدلتے پا کر سب جانتے بوجھتے چھوڑ گئے اپنے اپنے اغراض کے لئے مجھے عمر بھر رلانے کے لئے تو یہی اک بات کافی ہے میں اسی دکھ کو نہیں بھول سکتی باقی سب کیسے بھلا دوں۔'' اس نے بہت بے دردی سے رخساروں کو رگڑتے ہوئے بہتے آنسو صاف کئے۔

''بری یادیں ہمیشہ سلگتے انگاروں جیسی ہوتی ہیں، وقت بے وقت کوئی نہ کوئی چنگاری ان سے اڑتی اور سلگتی رہتی ہے کبھی دامن جلاتی ہے کبھی دامن دل۔'' اس کا لہجہ فلسفیانہ تھا کیتھرین ڈیوڈ نے کچھ دیر اسے دیکھا تھا پھر اپنے مخصوص نرم لہجے میں بولی۔

''پتھروں سے واسطہ پڑے یا پتھر دلوں سے زندگی کا سفر رکتا نہیں، اس میں کہیں تلخی آ بھی جائے تو نظر انداز کرنا پڑتا ہے کیونکہ تلخی حالات کی پیدا کردہ ہوتی ہے حالات معاشرے سے جنم لیتے ہیں اور معاشرہ ہم لوگوں سے بنتا ہے اور وہ تلخی بھی ہماری دین ہے۔''

''لیکن میں نے تو کسی کے ساتھ برا نہیں کیا اپنی طرف سے بہت سنبھل کر رہی بہت محتاط پھر بھی سب نے میرے ساتھ برا کیا۔''

''یہ تو تم کہتی ہو ناں، جو روز کبھی تمہاری زندگی کا حصہ تھے تمہاری معمولات میں شامل تھے تمہارا طرز عمل، بدلتا رویہ، رہن سہن، ضدی اور خودسر رویہ یقیناً ان لوگوں کو بھی تم سے بہت شکایات ہوں گی جو وہ تمہارے سامنے ہی سہی مگر آپس میں ایک دوسرے سے ضرور کرتے ہوں گے۔''

''کیا ایسا ہو سکتا ہے۔'' اس نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

''ہاں یقیناً ایسا ہی ہے ہمارا رویہ بہت سے لوگوں کو بہت سی کامیابیوں کو ہمارے نزدیک بھی کرتا ہے اور دور بھی یہی اصل حقیقت ہے جس پہ تمہیں یقین لانا ہوگا حقیقت سے فرار تمہارے لئے کامیابیوں کے دروازے بند کر دے گا، حقیقتوں سے مقابلہ کرنا سیکھو، کیونکہ تمہیں انہی حقیقتوں کے درمیان رہنا ہے، پھر ماضی اور حال خواہ کتنا تکلیف دہ ہو، اپنے آنے والے کل سے ہمیشہ روشن امید رکھنی چاہیے۔'' ماریا نے اپنی نیلے کانچ جیسی آنکھیں تحیر و استعجاب سے وا کرتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھی کیتھرین کو دیکھا تھا۔

''جانتی ہو خوش امیدی ایک ''ماسٹر کی'' ہے جس سے ہر بند دروازہ کھولا جا سکتا ہے۔''

''کیا اس قید خانے کا دروازہ بھی کھل سکتا ہے۔'' اس نے بہت آس سے پوچھا تھا۔

''کیوں نہیں اور صرف اس قید خانے کا نہیں تمہاری زندگی کی گمشدہ خوشیوں کا، کامیابیوں کا ہر دروازہ کھل جائے گا بشرطیکہ تم اپنے اندر حوصلہ، لگن اور امید زندہ رکھو اور وعدہ کرو تم ایسا کر کے دکھاؤ گی۔''

کیتھرین اپنا ہاتھ پھیلائے اس کی طرف دیکھ رہی تھی، ماریا نے ذرا سا مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ اس کے پھیلے ہاتھ پر رکھا تھا اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت سے بھیگی آنکھیں صاف کیں کیتھرین اپنی اس پہلی کامیابی پر بے ساختہ مسکرا اٹھی اور ماریا کو اپنے شانے سے لگا کر دوستی، حوصلہ اور تحفظ کا بھرپور احساس دینے کی کوشش تھی، اب یہ آنے والا وقت بتاتا کہ وہ اپنی کوشش میں کتنی کامیاب تھی۔

☆☆☆

سعیہ علی سر جھکائے بیٹھی تھی اور شائستہ بیگم اسے کڑی نگاہوں سے گھور رہی تھیں۔

''ذرا بھی نہ سوچا تم نے کہ شہریار تمہارے منہ سے یہ بکواس سن کر کیا محسوس کرے گا، کیا آیا ہوگا اس بچے کے دل میں۔''

''اس کے دل کی کتنی فکر ہے آپ کو اس اٹھائیس سالہ بچے کی بات کتنے تردد سے کر رہی ہیں اور میں جو آپ کی بیٹی ہوں سگی بیٹی اس کی کوئی فکر نہیں اور جب میرے لئے کسی نے ذرا نہ سوچا

میرے احساسات کو نہ سمجھا تو میں کیوں فکر کروں اس کی۔"
"اپنا طرز تخاطب درست کرو سنعیہ جس کے متعلق تم بات کر رہی ہو وہ کا بچہ نہیں منگیتر بلکہ شوہر ہے تمہارا نکاح میں ہو تم، اس کے متعلق کوئی بھی بات کرتے ہوئے یہ دھیان میں رکھا کرو کہ تمہارا اس سے رشتہ کیا ہے۔" شائستہ قدرے ناگوار لہجہ میں بولیں تو وہ جانے کس دل سے برداشت کا مظاہرہ کر گئی اور سر جھکا لیا، تاہم کچھ دیر بعد بولی تو لہجہ بھرا گیا۔
"یہ رشتہ ہی تو یاد رکھنا نہیں چاہتی میں اور آپ بھی پلیز یہ مجبوری اور بے بسی کے طوق مت ڈالیں میرے گلے میں۔"
"اگر میں یہ بات جا کر تمہارے باپ کو بتا دوں تو زندہ زمین میں گاڑ دے گا تمہیں، جانتی ہو تم اچھی طرح کہ اصولوں اور زبان کے معاملے میں کتنا سخت ہیں وہ، نہ خود دی ہوئی زبان سے پھرتے ہیں نہ اگلے بندے کو پھرنے دیتے ہیں، خواہ سامنے ان کی لاڈلی اور سگی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔" ان کا لہجہ درشت تھا، سنعیہ نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھا تھا پھر چہرے کا رخ پھیر لیا، وہ خود اپنے باپ کی طبیعت سے بخوبی واقف تھے آخر پٹھان تھے وہ بھی روایتی حاکمیت زدہ اور جاگیردرانہ پس منظر رکھنے والے۔
"دیکھو سنعیہ تم بیٹی ہو میری اور مجھے دنیا میں تم سب سے زیادہ عزیز ہو۔"
"اور مجھ سے بھی زیادہ عزیز شہریار ہے کیونکہ لے پالک ہونے کے باوجود بالکل سگی اولاد جیسا پیار وصولتا ہے اور میں آپ کی کوکھ سے جنم لینے کے باوجود سوتیلی ہوں......" اس کے آنسو بہنے لگے اور جذبات لہجے پر غالب آ گئے تو وہ لب بھینچ کر چہرہ جھکا گئی۔
"سنعیہ بی ہیو یور سیلف ماں کا جذبہ اور محبت ماپی جا سکتی ہے نہ کیلکولیٹ ہو سکتی ہے تم بھی خوامخواہ کے وہموں اور جیلسی میں مت پڑو، ماشاءاللہ جوان ہو باشعور ہو ذرا سی بات پر رونا اچھا لگتا ہے اور رونے سے کیا مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔"
"مما آپ کے لئے یہ ذرا سی بات ہے اور میری پوری زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔"
"اپنی زندگی کے معاملات تم خود بگاڑ رہی ہو، یاد رکھو بیٹی یہ جو رشتے ہوتے ہیں نا یہ ہمارے معاملات و زندگی کو جوڑ کر سلیقے اور قرینے سے رکھتے ہیں انہیں کسی صورت بکھرنا نہیں چاہیے اگر یہ بکھر جائیں تو زندگی کا ہر انداز بکھر جاتا ہے پھر رشتوں کو، زندگی کو سمیٹنا بہت دشوار ہوتا ہے، حوصلوں سے پہلے سانسیں تھک جایا کرتی ہیں۔" شائستہ اس کے سیاہ سلکی بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔
"مما یہ رشتہ نہیں مجبوری اور بے بسی کا سودا ہے اور مجھے مجبوریاں سنبھالنے کا فن نہیں آتا نہ بے بسی کا اشتہار بنی عورت اچھی لگتی ہے۔"
"اتنی جذباتیت سے مت سوچو ٹھنڈے دل سے اس سارے معاملے پر غور کرو گی تو خود بھی اسٹریس سے نکلو گی، اسے بھی ٹینشن سے آزاد کرو گی۔" اس نے نگاہیں اٹھا کر ماں کو دیکھا تھا صرف، بولی کچھ نہیں۔
"شہریار صرف خاندان کا نہیں ہمارے پورے سرکل کا بہترین لڑکا ہے، کوئی خامی نہیں اس

میں جبکہ آج کل کے لڑکے سو بری عادتوں کا شکار ہیں ایسے میں ہر جگہ شہریار کے کردار کی مثالیں دی جاتی ہیں۔"
"مما آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ مجھے اس کی خوبیوں اور خامیوں سے کوئی مطلب نہیں، کیونکہ مجھے اس سے شادی ہی نہیں کرنی۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔
"شادی تو تمہاری ہو چکی ہے صرف رخصتی باقی ہے۔" وہ بھی اس لب و لہجہ میں بولیں۔
"کسی صورت نہیں مانتی میں اس رشتے کو جو میری لاعلمی میں، میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے صرف آپ لوگوں نے اپنی پسند اور مرضی سے طے کیا۔" وہ بدتمیزی سے بولی۔
"زبان سنبھال کر بات کرو سنعیہ اور خبردار جو اس لہجہ میں بات کی، ایک تو اتنا کوالیفائیڈ اور بہترین لڑکا بیٹھے بٹھائے مل گیا اوپر سے نوابزادی کے مزاج ٹھکانے نہیں آتے۔" اس کا لہجہ طیش زدہ تھا۔
"تو اسی لئے کہہ رہی ہوں نا، اتنے بہترین لڑکے کے لئے کوئی بہترین لڑکی دیکھ لیں۔"
"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا اور کوئی بات نہیں۔"
"تو اس خراب دماغ والی کو بخشتیں کیوں نہیں آپ، کیوں اس رشتے پر حامی بھروا رہی ہیں جو میں قائم نہیں رکھنا چاہتیں۔" وہ چڑ کر بولی۔
"کیوں...... کیوں؟ قائم نہیں رکھنا چاہتیں۔" شائستہ بالکل اس کے سامنے آ رکی تھیں اور غصے سے سلگتی نگاہوں کے حصار میں لے لیا تھا اسے۔
"ہمارے خیالات نہیں ملتے، ہمارے ذہن مختلف ہیں ہماری سوچوں میں فرق ہے ہم آپس میں کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔"
"کیا واقعی بات صرف خیالات اور سوچوں کے تضادات کی وجہ ہے کچھ اور تو نہیں سبب، تمہارے انکار کے پیچھے۔" وہ کھوجتی ٹٹولتی نگاہوں سے بیٹی کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔
"مما یہی وجہ ہے اور وجہ کیا ہونی ہے، آپ کو نہیں پتا اگر میاں بیوی میں انڈراسٹینڈنگ نہ ہو تو گھر ٹوٹ جاتے ہیں زندگیاں برباد ہو جاتی ہیں۔" وہ انہیں قائل کرنے کی کوشش میں اپنے الفاظ پہ زور دیتے ہوئے بولی تاکہ وہ اس کی حمایت میں کچھ سوچنے پر مجبور ہو جائیں۔
"سنعیہ انڈراسٹینڈنگ نہ ہونا کوئی معقول وجہ نہیں ہے پچھلے زمانوں میں بنا دیکھے دکھائے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے جیون ساتھی بنا دیے جاتے تھے اور پہلے سے کوئی انڈراسٹینڈنگ نہ ہونے کے باوجود بہت کامیاب زندگی گزارتے تھے۔" وہ سنجیدہ لہجہ میں بولیں۔
"کیونکہ ان کے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں ہوتا تھا جو ہے جیسا ہے سب قبول ہے کہ بنیاد پہ وہ لوگ ساتھ رہتے تھے اور ساتھ رہنے کو یقیناً کامیابی کی دلیل نہیں مانا جا سکتا۔"
"تو کیا تمہارے پاس "دوسرا آپشن" موجود ہے۔" شائستہ بیگم نے بہت تیزی سے اور بلا تمہید ایسے صاف انداز میں پوچھا تھا کہ وہ اچھل ہی تو پڑی اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اتنے صاف انداز میں ایسی بات اتنی ڈائریکٹ پوچھ سکتی ہیں، تو فوری طور پر کوئی جواب بھی نہ سوجھ سکا پھر بھی چند لمحوں پر خود کو سنبھالتے ہوئے بڑے ہموار لہجے میں بولی۔

''مما آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں، کیا آپ کو معلوم نہیں میں کیسی ہوں۔''
''تم ایسی باتیں خود کروا رہی ہو۔''
''بس مما! آپ میری مدر ہو کر برابر مجھے الزام دیے جا رہی ہیں اور وہ آپ کا لاڈلا شہریار ایسے کون سے ہیرے جڑے ہیں اس کے کردار میں جو اتنا ریلیف مل رہا ہے اسے اور میں اتنی فالتو ہوں کہ جو چاہے کرتے جائیں میری خوشی میری مرضی کی کسی کو پروا نہیں۔'' اس نے پھر آنسو بہانے شروع کر دیے۔
''تمہاری پروا ہے سب کو اسی لئے شہریار جیسے بہترین لڑکے کو تمہارا جیون ساتھی چنا گیا ہے تم بہت خوش رہو گی اس کے ساتھ۔''
''خوشی، کامیابی بہترین یہ سب کتابی باتیں ہے مما زندگی گزارنے کے لئے سب سے اہم چیز ذہنی مطابقت ہے۔''
''دیکھو بیوقوف لڑکی، میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہے کہ بہت آہستگی سے ان کے درمیان ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے کا عمل وقوع پذیر پاتا ہے اور یہ ذہنی مطابقت اسی دنیا میں اپنے تعلقات و رشتے کے تقاضے سمجھتے ہوئے پروان چڑھتی ہے نہ کہ رب آسمانوں سے انڈراسٹینڈنگ کر کے بھیجتا ہے رب تو جوڑے بناتا ہے آپسی محبت و کشش رکھتا ہے باہمی سلوک اور آپسی ذہنی مطابقت تو دونوں فریقین اپنے رویے و احساسات سے مضبوط کرتے ہیں اور بالکل انجان لوگوں میں شادی کے بعد اس قدر ذہنی مطابقت دیکھی گئی ہے کہ یقین نہیں آتا، تم دونوں تو پھر کزنز ہو ایک گھر میں، ایک ساتھ، ایک ماں باپ کے زیر تربیت پلے بڑھے ہو تم دونوں تو اب تک بہت اچھے دوست رہے ہو اور آئندہ اچھے ہم سفر ثابت ہو سکتے ہو۔'' شائستہ نے کہا تو وہ چڑ گئی اسے کتنا یقین تھا کہ مما اس کی سائیڈ لیں گی مگر وہ تو اپنے لاڈلے شہریار کے خلاف کچھ سننے پر یا کہنے پر آمادہ ہی نہ تھیں، بلکہ اس کے پاس سے اٹھتی ہوتی تنبیہی انداز میں بولی تھیں۔
''اور تم اچھی طرح کان کھول کر سن لو یہ بڑوں کا فیصلہ ہے جو کسی صورت تبدیل نہ ہو گا اپنے دماغ میں یہ بات بٹھا لو۔''

☆☆☆

اس نے یونیورسٹی سے آ کر بھی چادر اتاری تھی اور پانی کا گلاس لبوں تک لے آنے بھی نہ پائی تھی جب ربیعہ نے آ کر کہا تھا۔
''اریبہ آپی آج صالحہ آنٹی آئی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ امی نے ان سے دس ہزار روپیہ ادھار لئے تھے اور مہینے بعد واپسی کا کہا تھا اب تو کئی مہینے گزر گئے مگر واپسی کا کوئی نام نہیں۔''
''صالحہ آنٹی سے دس ہزار وہ بھی امی نے۔'' اریبہ نے بے طرح چونک کر کہا۔
''امی تو کتنے ماہ سے بیمار بستر پر پڑی ہیں انہیں اپنا ہوش نہیں پیسے وہ کیسے لے آئیں۔''
''آپی انہوں نے کہا تھا یہ ابو کی وفات سے کچھ دن پہلے کی بات ہے۔''
''تو انہوں نے اب تک کیسے صبر کیسے رکھا پہلے کیوں نہ بتایا۔''
''بقول ان کے وہ ہمارے گھریلو حالات کی وجہ سے چپ تھیں کچھ امی کی ذہنی حالت کا لحاظ

تھا کہ ہم خود ہی ادا کر دیں گے مگر اب انہیں بھی روپے کی ضرورت ہے اور وہ اتنا لمبا انتظار نہیں کر سکتیں۔'' جویریہ نے تفصیلاً بتایا۔
''جھوٹ بولتی ہیں وہ، ابو کی وفات سے قبل بھلا ایسی کیا سخت ضرورت پڑ گئی تھی کہ امی یوں ادھار لینے چل پڑیں وہ بھی بنا کسی سے ذکر کیئے۔''
''آپی ہو سکتا ہے امی نے آپ کی منگنی وغیرہ پہ لئے ہوں اور ہمیں بتانا خود انہوں نے مناسب نہیں سمجھا ہو۔'' ربیعہ نے خیال ظاہر کیا جسے اریبہ نے یکسر رد کر دیا۔
''یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ مجھے خود معلوم ہے ہمارے گھر میں ابو کی زندگی کے وقت تیس چالیس پچاس ہزار تک کیش ہر وقت موجود رہتا تھا اور ہمیں کبھی کسی سے روپے ادھار لینے کی ضرورت نہیں پڑی، بلکہ یہ صالحہ آنٹی اور ان جیسے کئی اور لوگ اکثر امی سے ادھار رقم لے کر اپنی ضرورت پوری کیا کرتے تھے۔''
''کہیں ایسا تو نہیں انہوں نے خود ادھار پیسے لئے ہوں اور واپسی کا ارادہ ہی نہ ہو وہ صرف اوپر سے ہو کر ہمیں فریب دینے کی کوشش میں ہوں۔'' اریبہ بڑبڑاتے ہوئے بولی پھر ایکدم سے ربیعہ کو کہا۔
''جاؤ سیف کے دراز سے ابو کی وہ حساب کتاب والی نوٹ بک تو نکال کر لاؤ ذرا، دیکھوں ان کا لین دین کس شماریاتی حد میں ہے۔'' ربیعہ نے چند منٹ بعد سیاہ جلد والی ڈائری نما نوٹ بک لا کر اس کے سامنے رکھ دی تھی اریبہ تیزی سے نگاہ دوڑاتے ہوئے اس کے صفحے پلٹ رہی تھی کہ ایک جگہ رک گئی۔

پانچ ہزار ادھار 16 دسمبر 2011ء صالحہ وکیل۔
دس ہزار ادھار 24 دسمبر 2011ء صالحہ وکیل۔
کل پندرہ ہزار، واپسی کا وعدہ ایک ماہ بعد، چوبیس جنوری کو۔

''دیکھا میں نے کہا تھا نا کہ جھوٹ بولتی ہیں صالحہ آنٹی خود انہوں نے پندرہ ہزار ادھار لے رکھا ہے ایک ماہ کی واپسی کے وعدے پر اور یکم جنوری کو تو ابو کی وفات ہو گئی تھی انہوں نے کس کو دیے روپے واپس، امی تو تبھی سے دماغی و اعصابی کمزوری کا شکار ذہنی توازن خراب کیے بیٹھی ہیں اور اس بے ایمان عورت کو دیکھو نہ دینا کا خوف نہ آخرت کا ڈر بجائے اپنا قرضہ چکتا کرنے کے دینے کے لینے ڈال رہی ہے۔'' اریبہ غصہ سے بولی۔
''لوگ صرف لالچ، حسد اور نفس کا شکار ہیں انسانیت، مروت، احساس، ایمانداری یہ جذبے تو اب کتابوں میں سجے رہ گئے ہیں اور مجھے تو سمجھ نہیں آتی صالحہ آنٹی جو ہمارے ہوش سنبھالنے سے لے کر اب تک اتنی سیدھی، بھلی مانس، اور بیچاری سی دکھتی آئی ہیں وہ یوں پینترا بدل سکتی ہیں۔''
جویریہ کو اب تک ان کی چالاکی کا یقین نہیں آ رہا تھا۔
''جب وقت بدل سکتا ہے حالات بدل سکتے ہیں، سگے پرائے اور پرائے دشمن ہو سکتے ہیں تو سب ہو سکتا ہے کیونکہ یہ دنیا ہے اپنے اندر یہ چالاکی، ہیر پھیر، بے ایمانی اور بدی کی کشش نہ رکھتی تو اس کے پیچھے کون لپکتا، بہرحال اس صالحہ آنٹی کی تو میں نے سات پشتوں کی بھی چھانٹی نہ کر دی

تو دیکھنا سارے داؤ پیچ اور یتیموں غریبوں کو نوچنے کھسوٹنے کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔" وہ بڑے تپے ہوئے انداز میں بولی تھی، تبھی ربیعہ نے پکارا تھا۔

"ریبا آپی ذرا ہیلپ کریں، امی کو باتھ روم تک لے جانا ہے۔" اریبہ اور جویریہ آگے ہو کر نجمہ خاتون کو بستر سے اٹھانے لگیں۔

"بہت کیئرفلی اور فل ٹائمنگ والا کام ہے یہ بھی آئندہ ماہ سے ہمارے کالج سٹارٹ ہو جائیں گے پھر کون امی کی دیکھ بھال کرے گا۔" جویریہ تشویش سے بولی۔

"اللہ مالک ہے ٹائم آنے پہ دیکھا جائے گا۔" ربیعہ نے کہا تھا۔

"نہیں، صرف یہ کہنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا کیونکہ امی کو واقعی ہر وقت ایک ہیلپر کی ضرورت ہے اور یہ قربانی ہمی کو دینا ہوگی کہ ہم تینوں میں سے کوئی ایک اپنے تعلیمی کیریئر کو خیر باد کہہ کر گھر کو وقت دے۔" جویریہ سنجیدگی سے بولی۔

"خیر باد کیوں ہم گھر رہ کر پرائیویٹ بھی اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں۔" ربیعہ نے کہا۔

"یہ اتنا آسان نہیں کیونکہ تھرڈ ائیر وہ بھی شماریات (سٹیٹس) کے ساتھ گھر پہ میں تو نہیں پڑھ سکتی، رہی تم تو سیکنڈ ائیر بھی اتنی آسان کلاس نہیں ہے اوپر سے مضامین بھی تم وہ رکھ چکی ہو جو خود سے پڑھے نہ جائیں، بنا ٹیوشن یا ریگولر کلاسز کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔" جویریہ نے صورتحال کا جائزہ بتایا۔

"اریبہ آپی بھی اپنے ماسٹرز کے درمیان میں معلق ہیں اوپر سے جاب ڈھونڈ رہی ہیں اگر انہیں جاب مل گئی پھر بھی گھر تو کسی کو رہنا ہے امی کو سنبھالنا ہے اور یہ ہم دونوں کو کرنا ہوگا۔" ربیعہ تفکر سے بولی۔

"چلو یہ بھی کرلیں گے ابھی رزلٹ آنا ہے حتمی قدم تو رزلٹ آنے پہ اٹھایا جائے گا۔" جویریہ نے کہا امی کو واپس کمرے کی جانب لاتی اریبہ کی پلکیں بے ساختہ بھیگ گئی تھیں۔

"اتنی کم عمری میں پڑنے والے وقت کے باعث اس کی بہنیں کتنی حساس ہوگئی تھیں کتنے تشویش زدہ انداز میں اپنے گھریلو معاملات کا اظہار کر رہی تھیں، امی کے لئے کتنی پچی تھیں، یہ عمر تو الھڑ پنے کی تھی، کھیلنے، ہنسنے، بے فکری سے جینے کی عمر تھی اور اس عمر میں کتنے غم لاحق تھے انہیں۔"

"ٹھیک ہی تو کہتی ہیں امی کے پاس کل وقتی فرد بلکہ ہیلپر کا ہونا ضروری ہے اور میں صرف ایک کام انجام دے سکتی ہوں جاب کرلوں یا گھر پہ رہوں اور گھر پہ رہ کر گھریلو اخراجات اٹھانے کا مسئلہ جوں کا توں رہے گا، میرے جاب کرنے پہ ربیعہ یا جویریہ میں سے کسی ایک کو گھر رہنا پڑے گا اور یہ ان کے تعلیمی کیئریر کا رکنا ہے، کیا میں اپنی بہنوں کا مستقبل گھریلو ضرورتوں کی نذر کردوں، نہیں میں ایسا نہیں ہونے دونگی۔" وہ بہت بے چین اور اضطراب بھرے انداز میں ہونٹ کاٹنے لگی۔

"ابو نے ہمیشہ ہماری چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھا تھا اور مجھے وہ سب کچھ کرنا ہے امی کے لئے، بھائی بہنوں کے لئے، وہ سب جو ابو کرنا چاہتے تھے۔" وہ اک عزم سے کھڑی ہوئی تو

کوئی اس کے اندر سے بولا تھا۔

"اور ابو کی سب سے بڑی خواہش تمہاری تعلیم کا مکمل ہونا تمہیں پروفیسر بنے دیکھنا تھا، کیا یہ بھی یاد ہے تمہیں۔"

"ہاں یاد ہے مگر ان کڑے حالات میں جب شہباز بھی نوعمری میں ہے جویریہ اور ربیعہ بھی اپنی عمر اور کیئریر کے نازک دور سے گزر رہی ہیں تو محض اپنے لئے میں ان سب کا حال داؤ پر لگا سکتی ہوں نہ مستقبل برباد کرسکتی ہوں مجھ سے جو بھی ہوا اور جس حد تک بھی ہوسکا میں اپنے گھر والوں کے حالات زندگی سنوار دوں گی چاہے مجھے اس کے لئے اپنے کیئریر اپنی ترجیحات سے منہ موڑنا پڑے۔" اس نے خود سے حتمی وعدہ کیا اور جیسے پرسکون سی ہوگئی، اپنی کشمکش سے نکلی تو اسے شہباز کا خیال آیا تھا بہت غائب رہنے لگا تھا وہ گھر سے ان دنوں، اکثر لیٹ گھر آتا اور بہت دفعہ کھانا بھی نہ کھاتا سارا دن۔

"ایگزامز تو میٹرک کے ختم ہو چکے اب یہ کہاں اتنا مصروف رہتا ہے کہ وقت پہ کھانے یا گھر آنے کا ٹائم بھی نہیں نکال پاتا۔" اسے ایک نئی پریشانی نے آن گھیرا تھا۔

☆☆☆

"ہیلو ماریا گڈ مارننگ ہاؤ آر یو؟" کیتھرین نے بڑے پرجوش انداز میں ہاتھ ملایا، صبح کے تقریباً دس بج رہے تھے اور وہ فل گرم لباس میں ملبوس شدید سردی کے باعث سر پر اونی ہیٹ رکھے مسکرا رہی تھی۔

"ہیلو آئم فائن۔" وہ بھی مسکرائی تھی اور بہت بھلی لگی ہنستی ہوئی۔

"ہنڈرڈ پرسنٹ شیور۔" کیتھرین نے چھیڑا۔

"یس آف کورس۔" وہ اک اعتماد سے بولی۔

"گڈ چینج، اچھی لگتی ہو یوں اعتماد سے بولتی اور ہنستی اسی طرح بی ہیو کرو گی تو بہت جلد زندگی کو پورے اعتماد سے پالو گی بس خود پہ بھروسہ اور آنے والے وقت سے امید رکھو، گزشتہ زندگی کو اک بھیانک خواب سمجھ کر بھلا دو اور اس بات پر یقین رکھو کہ خداوند خدا کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا تمہیں بھی تمہارے ہر اچھے عمل کا اجر ضرور ملے گا، مگر کچھ رکاوٹیں کاٹ کر جو اتنا تم کاٹ چکی ہو اور ڈپریس ہوتے وقت یہ بھی سوچا کرو کہ مشکلیں ہمیشہ انہی لوگوں پہ آتی ہیں جو انہیں جھیلنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور خدا کے بہت قریب ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ اپنے پیارے بندوں کو آزمائش کے راستے پر ڈالتا ہے، تم بھی اس کے نزدیک دوسرے لوگوں سے ممتاز حیثیت رکھتی ہوگی اس لئے اس نے آزمائش کے لئے تمہیں چنا کیونکہ باقی لوگ اس کے تقرب کے اہل تھے نہ آزمائش کے قابل، سمجھ رہی ہو نا میری بات۔" کیتھرین نے پوچھا تو وہ جس کے سر پر سے یہ سارا فلسفہ بنا اثر کیے گزرا تھا اور وہ اس کے کوٹ کے بٹنوں کی ریبائش و مالیت کا اندازہ کر رہی تھی گڑبڑا کر فوراً اثبات میں سر ہلا گئی۔

"دیکھو ماریا تمہیں کہا تھا کہ اپنے اندر جینے اور زندہ رہنے کے احساس کو مرنے مت دو کیونکہ احساس کا مر جانا زندگی کے ہر جذبے کی موت ہے۔"

''جب ناکامی مسلسل ہوتی جائے اور مایوسی بھی بڑھنے لگے تو توقعات کا غیر یقینی نتیجہ سامنے آئے تو ناکامی کا خوف، مایوسی کا ڈپریشن خود بخود احساس کو برف کر دیتا ہے۔'' وہ اس بار بولی تو لہجہ سنجیدہ اور رنجیدہ تھا۔

''یہ سب کیفیات واقعی ہمارے احساسات پر اثر انداز ہوتی ہیں لیکن ان سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خوف جڑ پکڑے تو انسان کے اندر سے عدم توازن کا بحران اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اس کا اثر اس کی پوری زندگی پر پڑتا ہے وہ مقاصد کے حصول میں ناکامی کو زندگی کے ہر معاملے کی ناکامی سمجھ لیتا ہے، دباؤ، ڈپریشن اور ناکامی کا خوف اسے برابر پریشان کیے رکھتے ہیں، یہی چیزیں زندگی سے متعلق ہمارا رویہ آہستہ آہستہ ابنارمل کرنا شروع کر دیتا ہے جس کے بعد ایک غیر مطمئن اضطرابی طبیعت فرد کا ہر لمحہ گھیراؤ کیے رکھتی ہے اور ناکام ہونے والا فرد انہی کیفیات کے سبب اپنی اور دوسروں کی زندگی پر بہت برے اثرات مرتب کرتا ہے۔''

''جیسے میں نے کیا، اپنے لئے برا، دوسروں کے لئے برا، فرسٹریشن کو خود پہ طاری ہونے کا موقع فراہم کرتی رہی اور آخر کار میری ذات ضرور رساں بنتی گئی اپنے سے بہت پیار کرنے والوں کو دور کرتی رہی، خود دور ہوتی گئی، نقصان پاتے، نقصان جھیلتے دوسروں کو نقصان دینے کا سوچتی اس جیل کی سلاخوں کے پیچھے اندھیرے شب و روز گننے لگی، یہاں میرا کوئی دوست ہے نہ ہمدرد۔'' اس کی نیلی کانچ آنکھیں پھر سمندروں سے بھرنے لگیں۔

''میں ہوں نا تمہاری دوست، ہمدرد جو صرف تمہارے لئے یہاں آتی ہے تم سے ملنے ورنہ میں کئی ہفتوں بعد آتی ہوں، اتنی جلد دوبارہ آنے کی وجہ تم ہو ماریا۔''

''کتنے دن ملو گی، کتنا عرصہ اس دوستی کا بار اٹھاؤ گی تم بھی اکتا جاؤ گی جیسے سب اکتا گئے اور پھر مجھے یونہی چھوڑ کر چلی جاؤ گی جیسے باقی سب نے چھوڑا ہے۔'' اس کا لہجہ بھرایا ہوا تھا جو کیتھرین کو متاثر کر گیا۔

''نہیں میں تمہیں بالکل تنہا نہیں چھوڑوں گی بلکہ اپنے ساتھ لے جاؤں گی، اپنے گھر، وہ گھر یہاں تمہیں اسی اپنائیت کا احساس ملے گا جس کی تم متلاشی ہو، وہی ہمدرد دوست ملیں گے جن کی تمنا ہے۔''

''کیا واقعی تم میرے لئے میری خاطر ایسا کرو گی۔'' وہ بے یقینی سے بولی۔

''ہوں، کیونکہ مجھے تم اچھی لگی ہو اپنی اور معصوم میں نہیں چاہتی محض اسٹریس اور ڈپریشن کا شکار ہو کر تم زندگی کی خوشیوں سے محروم رہو، میں ان خوشیوں کا سامان کروں گی جو تمہارے لئے باعث تقویت وطمانیت دل ہیں بشرطیکہ تم بھی میری باتوں کو سنو، سمجھو اور اچھے طرز عمل پہ لوٹ آؤ کیونکہ کامیاب زندگی کا ایک بہترین اصول Give and take ہے اور دنیا اسی کچھ دو اور لو کے اصول کے تحت چلتی ہے۔''

''اگر تم مجھے حقیقت میں یہاں سے چھڑا لو گی تو آئم پرامس میں وہی کروں گی جو تم کہو گی بس مجھے رہائی مل جائے میں تمہاری ہر بات مانوں گی اس احسان کے عوض۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''اونہوں احسان نہیں دوستی و محبت اور دوستی یا انسانی محبت کوئی احسان نہیں کہ جس کے لئے

معترض یا مشکور ہوا جائے یہ تو تحفہ خداوندی ہے جو چنیدہ لوگوں کو ملتا ہے اور تم خوش قسمت ہو جسے بہت کچھ کھو کر بھی خالص اور غرض سے پاک دوستی میسر ہے۔'' کیتھرین نے بہت رسان سے کہتے ہوئے اسے نرم نگاہوں سے دیکھا تھا۔

''ٹھیک کہتی ہو تم۔'' وہ اب ہلکے انداز میں مسکرائی۔

''Thats a good girl اور اب اسی خوشی کے موقع پر ایک گڈ نیوز اور سن لو میں تمہاری ضمانت کے کاغذات فل کر چکی ہوں بلکہ کورٹ میں جمع کروا چکی ہوں اور آنے والے دن کا سورج تمہیں اس جیل سے باہر ویلکم کرنے کو موجود ہوگا۔'' کیتھرین کا لہجہ خوشگوار تھا۔

''سچ کہہ رہی ہو تم، میں کل آزاد ہو جاؤں گی۔'' وہ اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بے یقینی سے پوچھنے لگی۔

''سو فیصد سچ۔'' کیتھرین وثوق سے بولی تو اس پہ شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ بے ساختہ کیتھرین کے ہاتھ چومنے لگی۔

''لیکن یہاں سے نکل کر تم یہ نہیں بھولو گی کہ ہمارا ریلیشن کیا ہے اور یہ ریلیشن قائم رکھنا ہے اس کے قائم رکھنے کے لئے تمہیں اپنی نئی زندگی شروع کرنا ہو گی، وہ سب پرانی چیزیں، پرانے منظر، پرانے لوگ بھلا دینا جو تمہاری بری یادداشتوں کا حصہ ہیں ان خیالات کو دل و ذہن کی گہرائیوں سے نکال پھینکنا جو تمہارے لئے اذیت بنے اپنے برے دنوں کی ہر یادگار یہیں چھوڑ دینا، اچھے لوگ اچھے مناظر خوشگوار خیالات کو اپنے دماغ میں لانا اور یقین کرو جب ایسا کر کے یہاں سے نکلو گی تو ایک پرلطف زندگی باہر تمہیں منتظر ملے گی اور تم یقین کر لو گی کہ برے حاسد خود غرض لالچی لوگوں سے پرے بھی اک دنیا ہے یہاں بے لوث محبت کرنے والے ہمت افزائی کرنے والے اور سچے لوگوں کی قدر ہے یہاں انسانیت کی روشنی ہے، مثبت احساسات اور تعمیری سوچیں ہی زندگی کو پر جوش اور اعصاب کو صحت مند بناتی ہیں۔'' ماریا کو یہ سب سمجھاتی کیتھرین بہت اچھی لگی اپنی اپنی سی، وہ بہت توجہ اور غور سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

''اپنے مائنڈ باڈی سسٹم سے الفاظ سے خوشی اور صحت تخلیق کرنا مشکل نہیں رہتا جب ہم بھلائی کے خواہاں ہوں، اچھی اور با مقصد زندگی کے لئے بہت اہم ہے ہم اس اوز کو تسلیم کریں اپنی اسپرٹ کو بچائیں اور جب ہم ایسا کرنے لگتے ہیں تو ہماری روز مرہ زندگی کے معمولات میں خوشگوار سکون و اطمینان ظاہر ہونے لگتا ہے اور پھر ناکامی و پریشانی سے دفاع کرنے کا طریقہ بھی ہمیشہ سے زیادہ موثر اور پاور فل ہوتا ہے۔''

اس کا انداز گفتگو اتنا نرم، متوازن اور دلنشین تھا کہ الفاظ سیدھے دل پر اترتے لگے اور ماریا کا ذہن کچھ محسوس کر رہا تھا اور جو محسوس کر رہا تھا اس میں یقیناً Positive thinking زیادہ ابھر رہی تھی، جس کا تاثر اس کا چہرہ بھی دے رہا تھا بس اسی تاثر کو ذرا گہرا کرنے کی ضرورت تھی پر سارے دھندلے مناظر واضح ہو جاتے ساری اداسی میٹھی مسکان تلے دب جاتی۔

☆☆☆☆

وہ اس وقت ڈائننگ روم میں تھی جب اس نے کوریڈور سے گزرتے شہریار کو دیکھا اور اس کی

رگیں، جیسے تن گئی تھیں نوالہ حلق میں پھنسنے لگا۔

''یہی تو ہے ہالی وڈ کی بیوٹی کریم، سب کا پسندیدہ ہر کوئی اسی کے گن گاتا ہے کتنا فرمانبردار بنتا ہے سب کے سامنے اور میں اس ہر وقت جی حضور شاہ بنے شخص کے ساتھ ناپسندیدہ زندگی گزارونگی، ساری عمر اپنے جذبات کو کچلتی اپنی خوشیوں کی قربانی دیتی رہوں گی کیونکہ یہ سب کو عزیز ہے سب کی نگاہ میں بہترین ہے اور میں ہمیشہ اس کی ہر لعزیزی کے پرچم سے بندھی مجبوری سمجھوتے اور بے بسی کی زندگی گزارتی رہونگی۔'' وہ جیسے اس سوچ کے ساتھ منوں مٹی تلے دبنے لگی۔

''نہیں میں اپنے ساتھ یہ بے انصافی نہیں ہونے دوں گی میں تمہارے سارے خواب راکھ کردوں گی۔'' اس کی سوچ منتقمانہ ہوئی اور وہ اٹھ کر آندھی وطوفان کے مانند لاؤنج میں گزرتی اس کے کمرے کے سامنے آرکی ناب گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگئی، شہریار بیڈ پہ بیٹھا اپنے بوٹوں کے تسمے کھول رہا تھا، دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی خفیف سی آواز پہ بے ساختہ چہرہ اٹھا کر دیکھا وہ اس کے عین سامنے آرکی۔

''مما سے کیا کہا تھا آپ نے؟''

''تمہی بتادو، کیا کہا تھا، کیونکہ میں تو دن میں کئی دفعہ ان سے کچھ نہ کچھ کہتا ہوں اب تم جانے کس بارے میں پوچھ رہی ہو۔'' وہ بڑے آرام سے بولا تھا۔

''میں وہ بات پوچھ رہی ہوں جو تم سے رشتے کے متعلق کی ہے۔'' وہ تڑخ کر بولی تو شہریار نے بغور دیکھا بلیک ٹراؤزر شرٹ میں اپنے سلکی بال کیچر میں قید کیے وہ بھرپور غصے میں نظر آرہی تھی، وہ گہرا سانس لیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں نے مما سے جو کہا یہ ہمارا ماں بیٹے کا مسئلہ ہے تمہیں اس کی پرابلم نہیں ہونی چاہیے۔''

''یہ میری زندگی میری خوشیوں کا مسئلہ ہے، مجھے پرابلم کیوں نہیں ہونی چاہیے میری زندگی کا سکون چھینا جارہا ہے اور آپ کہتے ہیں مجھے پرابلم نہیں ہونی چاہیے۔'' اس کا جی چاہا تھا اتنے سکون سے بولنے والے اس شخص کا چہرہ نوچ لے مگر ہائے یہ برداشت کی مجبوری۔

''ضروری نہیں ہے کہ اگر تمہارا دماغ پڑھا ہے تو سب کا ہو جائے اور سب تمہاری طرح الٹا سیدھا سوچنے لگیں۔'' شہریار کے انداز میں اترا تھا جسے محسوس کرکے وہ بری طرح تپ گئی۔

''تو پھر آپ بھی جان لیں جو آپ چاہتے ہیں وہ میں کبھی نہیں ہونے دوں گی یہ میری زندگی ہے اور اسے اپنی مرضی سے گزارنے کا مجھے پورا حق حاصل ہے اپنے ساتھ میں کوئی ناانصافی نہیں کرنے دوں گی۔'' شہریار نے کئی لمحوں تک اسے یونہی دیکھا تھا بنا پلکیں جھپکے۔

''میرے ساتھ شادی کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں ورنہ خوابوں میں ہی دفن ہو جائیں گے۔'' وہ جس طرح کے اکھڑ اور گستاخانہ لہجے میں بولی تھی شہریار کو اپنے پہلو سے آنچ اٹھتی محسوس ہوئی، پھر بھی جانے کس دل سے وہ برداشت کا مظاہرہ کرگیا۔

''پھر نام بھی بھول جائیں گے میرا لینا۔'' کس قدر چبھتا ہوا لہجہ تھا جو شہریار کو بہت برا لگا۔

''کس شادی کی بات کررہی ہو تم وہ شادی جو کب سے ہو چکی ہے اب تو تم صرف میری ہو

سمجھیں۔'' وہ اس کا بازو تھام کر خفیف سا جھٹک دیتا غصہ سے بولا تھا۔

''نہیں مانتی، میں اس شادی کو جو محض مجبوری کا سودا ہے بے بسی کا طوق ہے، بالکل Except نہیں کرتی میں یہ شادی۔''

''تم سے کتنی دفعہ کہا ہے بولتے ہوئے ہمارے رشتے کو دھیان میں رکھا کرو۔''

''نہیں رکھنا کوئی دھیان مجھے جب میں ایک تعلق کو نبھانا ہی نہیں چاہتی تو کیوں خود پہ جبر کروں۔'' وہ اپنی خودسری میں بولی۔

''تو یہ سب مجھے کیوں سنا رہی تمہارے بڑے موجود ہیں جنہوں نے یہ فیصلہ کیا، تمہارا باپ ہے اسے کہو جاکر۔''

''کہا ہے میں نے مما سے بتایا ہے اپنے انکار کا وہ کچھ سنتی نہیں۔'' اسے بے طرح رونا آیا تھا یہ کہتے ہوئے مگر اس شخص کے سامنے روکر وہ اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی سو ضبط کرگئی۔

''تو پھر اب مجھ سے کیا توقع رکھتی ہو تم۔'' وہ اس کے تمتماتے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے گہری سانس بھر کر بولا۔

''آپ انکار کردیں۔''

''مگر کیوں؟ انکار تمہیں ہے، اعتراض تم کررہی ہو، میں برا بنوں کیوں؟'' سینے پہ بازو لپیٹتے ہوئے وہ بڑے سکون سے پوچھ رہا تھا۔

''کیونکہ میں یہ شادی کرنا نہیں چاہتی۔''

''تو انکار تم بھی کرسکتی ہو سعدیہ بی بی، بندوق چلانے کے لئے میرا کندھا کیوں؟'' اپنی سحر طراز آنکھوں کو وہ خفیف سے جنبش دیتا بولا اسے پھر تپا گیا۔

''کیونکہ میری بات کو ررخور اعتنا نہیں جانا جائے گا، تمہارا کہنا کچھ اور معنی رکھتا ہے تمہارے انکار پہ مما پاپا بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے، تمہارا انکار اہمیت رکھتا ہے۔''

کتنی مجبوری تھی جو اسے شہریار کے سامنے منمنا کر بولنے پر مجبور کررہی تھی ورنہ وہ اور اس شخص کے سامنے کمزور پڑتی جو خود اسی گھر کے احسانوں تلے دبا تھا۔

''تو پھر یہ بات اپنے دماغ میں بٹھا دو کہ میں انکار نہیں کروں گا بلکہ شادی تو ہو ہی چکی ہے میں رخصتی بھی جلد کروالوں اور باقاعدہ دھوم دھڑ کا بھی کیا گھر کی بات ہے صرف کمرے کی تبدیلی ہے جواب بھی ہوسکتی ہے۔'' اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ یاد دہانی کرا گیا اپنے رشتے و استحقاق کی، اس کی بات نے سعدیہ کو سرتاپا سلگا دیا تھا۔

''محض نام کے ساتھ نام جڑنے سے تم یہ مت سمجھ لو کہ تم میری زندگی کے مالک بن گئے ہو اور جو چاہو کرسکتے ہو، میں تمہاری کسی خوشی نہی کو پورا نہیں ہونے دوں گی سمجھے؟'' شدید غصے کے باعث وہ آپ سے تم پر اتر آئی تھی اس کا لہجہ والفاظ شہریار کی آنکھوں میں غصے کے باعث وہ آپ سے تم پر اتر آئی تھی اس کا لہجہ والفاظ شہریار کی آنکھوں میں غصے کی چمک واضح کرنے لگے تھے، وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ محض اپنی خودسری اور ضد میں اتنی کمزور پوزیشن کے باوجود وہ اس حد تک بدتمیزی کرسکتی ہے۔

''میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مجھ سے تمیز سے بات کیا کرو، میں یہ لہجہ بالکل افورڈ نہیں کر سکتا وہ بھی اس عورت کے منہ سے جو باقاعدہ وشرعی طور پر میری منکوحہ ہے۔'' اس کا بازو سختی سے دبوچتا وہ تنبیہی انداز میں بولا تھا اور اس قدر اہانت پہ باوجود ضبط کے سعیہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

''نہیں مانتی میں اس خوامخواہ کے رشتے کو اور کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں آپ بار بار اس تعلق کی یاد دہانی کرا کے یہی کہ میں ملکیت ہوں آپ کی، دسترس میں ہوں مگر یہ بھول ہے آپ کی سراسر بھول جس نے زعم میں مبتلا اکڑو خان بنے پھرتے ہیں آپ میں یہ زعم یہ احساس ملکیت چھین لوں گی۔'' بائیں ہاتھ سے آنکھیں رگڑتی وہ اسے دھمکانے لگی، غصہ بے خوفی ضد کتنے تاثر تھے اس کے لہجے و الفاظ میں جو اگلے بندے کو خوامخواہ ٹینشن اور جذباتیت میں مبتلا کر جاتے مگر سامنے شہریار تھا خود پہ بلا کا کنٹرول اور ضبط نفس رکھنے والا سو وہ جذباتیت کا شکار ہونے کے بجائے سر کو جھٹکتا خود کو پرسکون رکھتے ہوئے بڑے رسان سے بولا تھا۔

''جس بیوقوفی میں تم مبتلا ہو نا یہ اتنی جلدی ختم نہیں ہوا کرتی اور تم یہ بیوقوفی کا کھیل جاری رکھو یا ختم کرو مجھے پرواہ نہیں مگر تمہیں اپنی زندگی تباہ کرنے کی اجازت میں کسی طور نہیں دے سکتا، اپنے ساتھ تم جو مرضی کرتی پھرتیں مجھے دکھ نہ ہوتا اگر میں تمہاری زندگی میں موجود نہ ہوتا اور خود میں ڈسٹرب نہ ہوتا، تم صرف اپنی نہیں میری زندگی بھی بری طرح سے ڈسٹرب کر رہی ہو، کیا چاہتی ہو تم یہی کہ تم سے محبت نہ کروں، میری محبت کے آپشنز بدلنا چاہتی ہو کس لئے؟ میں بہت فیئر بندہ ہوں بنا لاجک کے کچھ نہیں جانتا، ہے کوئی مضبوط ریزن تو لاؤ ورنہ یہ محبت نہ بدل سکتی ہے نہ سمت موڑ سکتی ہے کیونکہ یہ میری سانسوں کی آکسیجن ہے اسے میں کبھی نہیں چھوڑ سکتا کبھی نہیں۔'' اس کا انداز دھیما مگر مضبوط تھا وہ بس بھیگی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑے شاندار سے بندے کو خاموش سی دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

''میرا خیال ہے تم ناراض ہو۔'' وہ یونیورسٹی سے نکلی ہی تھی جب وہاج بائیک لئے اس کے سامنے آیا۔

''تمہیں یہ اتنا نیک خیال آیا کیسے؟'' وہ اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

''فون کرو تو وہ آف گھر آؤ تو اکثر سو رہی ہوتی ہو یا کہیں گئی ہوئی، بھاگ رہی ہو مجھ سے یا واقعی اتنی مصروف رہنے لگی ہو۔'' اس کے شکوہ آمیز چبھتے لہجے پہ وہ ٹھٹک کر بولی تھی۔

''کیا ہوا ہے تمہیں وہاج! پہلے تو تم نے کبھی اس انداز میں بات نہیں کی۔''

''پہلے تم نے بھی اس طرح اگنور نہیں کیا مجھے۔''

''تو اب کون سا اگنور کر رہی ہوں، گھر والا فون سیٹ تو ہم کٹوا چکے ہیں اور موبائل اللہ جانے کہاں گم کر دیا ہے شہباز نے تو تمہیں رسپانس کیسے ملتا اور یہاں تک کہیں جانے کی بات ہے تو تمہیں بتانا تھا مگر تم آئے نہیں وہ صالحہ وکیل ہے ناں پچھلے محلّہ والی انہوں نے امی سے پندرہ ہزار ادھار لیا تھا ابو کی وفات سے چند دن پہلے ہمیں کچھ معلوم نہ تھا، پھر ای بھی تم جانتے ہو اپنے ہوش

میں کب رہتی ہیں یہ تو چند دن پہلے وہ خود آ پہنچیں کہ ہم لوگوں نے ان کا دس ہزار دینا ہے اب لین دین کا سارا حساب کتاب تو ابو یا امی کے پاس تھا دونوں سے پوچھنے بتانے والا معاملہ ہی ختم تھا، یہ تو میں نے اچانک خیال آنے پر ابو کی شاریانی ڈائری دیکھ لی تو علم ہوا کہ قرض ہم نے لیا نہیں دیا تھا اب میں کوشش میں ہوں کہ ایک تو ان سے اپنا روپیہ نکلوا لوں دوسرا چار معتبر بندوں کو بیٹھا کر یہ ڈائری دکھاؤں اور آئندہ کے لئے ایک تو لوگ محتاط ہو جائیں گے لین دین میں دوسرا خود صالحہ صاحبہ ایسی بددیانتی اور کھلی بے ایمانی پہ حسب توفیق لعن طعن پالیں گی دنیا بھر سے۔''

''مائی گاڈ اتنے سیدھے دکھنے والے لوگ بھی اتنے کرپٹ ہو سکتے ہیں؟'' وہاج متاسف انداز میں بولا۔

''دیکھ لو بندہ بھلا کسی پہ اعتبار کر سکتا ہے۔''

''تم ایسا کرنا وہ ڈائری مجھے دینا میں خود تمہارے محلّہ کے معتبر اشخاص سے اس مسئلہ پر بات کروں گا۔'' وہ کچھ فیصلہ کن انداز میں بولا تو اریبہ سر ہلا کر بائیک سے نیچے اترنے لگی کیونکہ وہ دونوں گھر کے عین سامنے پہنچ چکے تھے، اریبہ اندر آ کر چینج کرنے چلی گئی اور وہاج جویریہ اور ربیعہ کا حال چال پوچھتا صحن میں بیٹھ چکا تھا۔

''بہت بھوک لگی ہے ربیعہ جلدی سے کھانا گرم کر دو، آج سارا دن ٹف گزرا، پہلے تو ناشتہ کیے بغیر گھر سے نکلی پھر یونیورسٹی میں کوئی پیریڈ آف نہ ملا پیسے نہ ہونے کی وجہ سے کینٹین بھی نہ جا سکی اور اب بھوک کے مارے سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔'' وہ مسلسل بولتی ہوئی کچن میں آئی تھی یہاں ربیعہ خالی اور ٹھنڈے چولہے کے پاس افسردہ سی کھڑی تھی، وہ یکدم جھلا کر بولی۔

''کیا ہوائیں کیوں کھڑی ہو، یار مجھے بھوک لگی ہے کھانا نکالو۔''

''آپی پلیز آہستہ بولیں باہر وہاج بھائی بیٹھے ہوئے ہیں اور ان تک آواز جا رہی ہے۔'' ربیعہ کا انداز ملتجیانہ تھا جسے نا سمجھتے ہوئے وہ بولی۔

''اب اپنے گھر میں کھڑے ہو کر کھانا مانگنے پر بھی دفعہ لگے گی۔''

''کھانا آج پکا ہی نہیں ہے آپ جانتی تو ہیں دو دن سے وہی پتلی دال کھا رہے ہیں جو پچاس روپے میں نے بڑے سنبھال کے رکھے تھے وہ شہباز لے گیا تھا صبح ضد کر کے، آٹا بھی نہیں تھا ورنہ میں نمک مرچ ڈال کے روٹی بنا دیتی۔'' ربیعہ ہولے ہولے بتا رہی تھی اور اس کے سر کا درد ایکدم سے بڑھ گیا تھا۔

''اوہ نو...... اب کیا ہوگا، میں تو مر جاؤں گی بھوک سے۔'' اس کے قدرے تشویش سے کہنے پر ربیعہ خاموشی سے دیکھنے لگی۔

''اور تم دونوں نے کچھ کھایا یا نہیں، امی کو......'' وہ خود ہی بولتی چپ کر گئی۔ ظاہر ہے گھر میں آٹا تھا نہ سبزی تو وہ سب بھی یقیناً بھوکے بیٹھے تھے، اریبہ بہت شکستہ سے انداز میں ڈھیلے قدموں سے چلتی آ کر باہر چارپائی پہ بیٹھ گئی۔

''یہ شہباز کہاں ہوتا ہے جب آؤ ملتا نہیں اس کا دھیان رکھا کرو ذرا، جس دوستوں کے ساتھ یہ پھرتا ہے وہ کوئی اچھی کمپنی کے لوگ نہیں ہیں، اس عمر کے لڑکے بگڑ جائیں تو پھر مشکل سے ہاتھ

لگتے ہیں۔'' وہاج سنجیدگی سے بولا۔

''مجھے خود اتنی فکر رہتی ہے اتنا کمزور ہو رہا ہے دن بہ دن آنکھوں کے گرد حلقے پڑ رہے ہیں اور رنگ بھی سنولا گیا ہے آج، آ جائے ذرا خبر لیتی ہوں۔'' اریبہ بولی ساتھ دل میں یہ بھی سوچا کہ وہاج سے کچھ پیسے مانگ لوں راشن منگوانے کو آخر پیٹ کا دوزخ تو بھرنا تھا کسی طرح۔

''یہ بل پکڑو جویریہ میں ادائیگی کر چکا ہوں۔'' وہاج جویریہ سے مخاطب ہوا۔

''اور راشن میں ایک دو دن تک لا دوں گا ان فیکٹ آج مجھے پانچ ہزار کمیٹی کا بھی دینا تھا اور چار ہزار بجلی پانی گیس کے بلوں پہ گیا ہے بقیہ چار ہزار بچے تھے جو امی کو دیے۔'' وہ شرمندگی سے کہہ رہا تھا اب اگر وہ اس سے ادھار مانگتی تو یہ نرا گھٹیا پن ہوتا، وہ خود کو پژمردہ سی محسوس کرنے لگی۔

''آپ پہ یہ بوجھ ہم لوگوں کی وجہ سے پڑا ہے وہ بہت ہے ہم تو آپ کے مشکور ہیں بس اب شہباز سے کہو نگی تھوڑا بہت کام کرے ساتھ پڑھتا جائے، کچھ تو آسرا ہو۔'' جویریہ نادم سی بولی تو یہاں اریبہ نے چونک کر دیکھا وہیں وہاج بھی تحیر سے بولا۔

''میٹرک بھی اس کا کلیئر نہیں ہوا جاب کیا کرے گا اور کون دے گا بس آئندہ ماہ سے میری Payment زیادہ ہو رہی ہے سبب بن جائے گا۔''

''پھر بھی تمہارے اپنے گھر کا خرچہ بہت ہے میں خود ہی جاب کرونگی، شہباز کو پڑھانا ہے یہ چند سال تک کر دھیان سے پڑھ لے گا تو زندگی آرام سے گزر جائے گی۔'' اریبہ کی بات پر وہاج اسے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''اچھا میں چلتا ہوں مجھے واپس آفس پہنچنا ہے اور تم خالہ کا بھی دھیان رکھا کرو کچھ دنوں تک کسی اچھے سائیکاٹرسٹ سے ٹائم لیتا ہوں اور شہباز پہ نظر رکھو زمانہ بہت خراب ہے۔'' وہ براہ راست اریبہ سے مخاطب تھا۔

''تم بیٹھو میں چائے بناتی ہوں۔'' وہ اخلاقاً بولی حالانکہ گھر چینی پتی تھی نہ دودھ۔

''نہیں چائے میں آفس میں پی لوں گا، تم بھی اپنی صحت کا خیال رکھا کرو، کتنی پیلی پڑ رہی ہو کھانا اچھی طرح کھایا کرو۔''

(کھانا تو ہفتے میں دو دن کھا کے دو دن بھوک کاٹنی پڑتی ہے صحت کیا بنی ہے) وہ محض لب کاٹ کر رہ گئی۔

''او کے اپنا دھیان رکھنا۔'' وہ دھیرے اس کا ہاتھ دباتا مسکراتا پلٹا تھا اور اس کی آنکھیں سلگ اٹھی تھیں، اندر آ کر واش بیسن کو ٹونٹی کھول کر منہ پہ پانی کے چھینٹے مارتی وہ دوپٹے کے پلو سے چہرہ خشک کرتی برآمدے کی طرف بڑھی تو سامنے امی تھیں کچن میں ڈھیر سارے اوراق چولہے پر رکھے ماچس کی تیلی جلا کر انہیں لگا تیں، وہ بھاگتی ہوئی آگے بڑھی۔

''امی! آپ کیوں اٹھیں اور یہ کیا کر رہی ہیں۔''

''تم کھانا مانگ رہی تھیں ناں بھوک لگی ہے تمہیں میں تمہارے لئے روٹی بنانے لگی ہوں۔'' وہ پھر کتنے سارے اوراق جلاتی بولیں۔

''میں خود کھانا بنا لوں گی آپ اندر چلیں اور یہ اتنے کاغذ کہاں سے لئے۔'' کہتے ہوئے اس

کی نظر خالی کور پر پڑی جو ابو کی شماریاتی نوٹ بک کا تھا اریبہ کی نگاہوں میں یکدم دھند اتری تھی اس کی پاگل ماں صالحہ کی بے ایمانی اور جھوٹ کا بڑا واضح ثبوت آگ میں جھونک چکی تھی شاید اس گھر کی خوشیاں اور سکھ بھی جل چکے تھے اسی آگ کی لو کے ساتھ۔

یہ دل اجڑی ہوئی چشم نم تنہائی
ہمارے پاس تو سارا مال درد کا ہے
ہم اس کو دیکھتے ہیں روتے جاتے ہیں
یہ کٹھن شب میں پڑا ہے جو تھال درد کا ہے

☆☆☆

اس نے پہلا قدم باہر رکھا تھا تو جیسے ایک انوکھے کیف کا لمحہ چھو کر گزرا اور دوسرا قدم اٹھاتے ہوئے اس کے انداز میں اعتماد واضح محسوس ہوا جب پوری طرح باہر آ کر اس نے آسمان کو دیکھا اپنے اردگرد چلتی تیز ہوا میں سانس لیا تو اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

خوشی، تشکر اور جذبہ آزادی، وہ ایک بار پھر اذیت کے ماحول سے صحیح سلامت نکل آئی تھی پھر سے زندگی کو پا گئی تھی اور یہ احساس کتنا قیمتی تھا کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔

''آزادی کے بھرپور احساس کے ساتھ زندگی کی نئی صبح مبارک ہو۔'' کیتھرین اس کے تمتماتے سرخ چہرے کو دیکھ کر مسکراتی بولی تو وہ خوشی و تشکر کے ملے جلے تاثرات لئے اس کے گلے لگ گئی۔

''تم بہت اچھی ہو کیتھی، بہت ساتھ دیا ہے تم نے میرا، اگر زندگی نے مجھے موقع اور ہمت دی تو میں اس احسان کا بدلہ چکانے کی کوشش کروں گی۔''

''بی ایزی ماریا، یہ دوستی ہے اور دوستی میں احسان ہوتا ہے نہ بدلہ سب حق سمجھ کر کیا اور وصولا جاتا ہے۔''

''تم گریٹ ہو کیتھی، مجھے مصیبت کے ان دنوں میں ملی ہو جب سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے اپنے لئے آسمانی تحفہ سمجھتی ہوں میں تمہیں۔'' وہ بھرآئی آواز میں بولی۔

''خداوند خدا نے دنیا میں ہر انسان کا کوئی نہ کوئی وسیلہ بنا رکھا ہے درحقیقت ہر کسی کی مدد اسی کے ہاتھ ہے اور پلیز اب یہ آنسو خشک کر لو اور دل سے عہد کرو کہ آئندہ تم کبھی اپنے یہ قیمتی آنسو ضائع نہیں کرو گی بلکہ ہنسو گی کیونکہ زندگی کے راستے بہت سی خوشیاں اور کامیابیاں لے کر تمہارے منتظر ہیں ان راستوں پہ پورے اعتماد سے چلو تا کہ منزلیں تمہیں خود بخود ہمقدم ہو کر ملیں۔'' کیتھی کے الفاظ پہ عمل کرتے ہوئے ہاتھوں کی پشت سے آنکھیں پونچھتی وہ مسکرا دی تھی۔

''آؤ اب بیٹھو۔'' (فلائر بس جو تقریباً جہاز کے مانند اڑتی ہے اور ان پہ بیٹھتے ہوئے سیٹ بیلٹ بھی باندھنا پڑتا ہے) تمہاری منتظر ہے۔''

وہ کیتھرین کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی یہ رولر کوسٹر رائڈ کا ایک دلچسپ ایڈونچر تھا پکٹن اور ویلنگٹن کے درمیان سے گزرتی فری جو کہ بس اور ٹرین کے ذریعے کرائسٹ چرچ سے جڑی ہوئی ہے یہیں پر دو مشہور سڑکیں بھی ہیں جو کہ سرکاری ہائی وے ایک اور دو کہلاتی ہیں یہاں پر

آکلینڈ تک لے جانے والی ٹرین سروس بھی ہے اس کے علاوہ کمپیوٹر سروس مختلف شہروں کے درمیان چلتی ہے یہاں پر سال میں چوراسی دن یا دو ہزار پچیس گھنٹے سورج نکلتا ہے، جس کی وجہ سے یہاں کا موسم منفرد ہے، یہاں پر گرمیوں میں بھی درجہ حرارت بیس ڈگری سینٹی گریڈ سے اوپر نہیں جاتا ہے اردگرد پہاڑیوں پر برفباری بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔

خوبصورت ولاز، قدرتی مناظر اور ہرے بھرے جنگلات اس شہر میں تقریباً پانچ سو مربع کلو میٹر پر پارک اور جنگلات پھیلے ہوئے ہیں۔

''اچھا لگ رہا ہے نافیری کا سفر ویسے تو شہر کی سیر پیدل بھی کی جا سکتی ہے مگر تمہارے لئے میں نے فلائر سفر پسند کیا۔'' کیتھرین ماریا کو مخاطب کرتی بولی۔

''پیدل سفر بھی اتنا دقت نہیں رکھتا کیونکہ شہر میں مختلف جگہیں ایک دوسرے کے قریب ہیں، پھر یہاں پر سٹوڈنٹس یا سیاحوں کے لئے تو الیکٹرک والی بسیں عام ہیں، چھ ڈالر میں پورے دن کا پاس مل جاتا ہے اگر چار لوگ یہ پاس خریدیں تو دس ڈالر میں پڑتا ہے تاہم بس پر شہر گھومنے کے لئے تقریباً ڈھائی ڈالر سے بھی کم خرچ پڑتا ہے۔''

''واؤ بہت انفارمیشن ہے لگتا ہے خاصی شوقین ہو ٹریول کی۔'' کیتھی نے اسے دیکھا۔

''سو، سوان فیکٹ میں بچپن سے یہیں پلی بڑھی ہوں میرا تعلق انگلینڈ سے ہے مگر مجھے پرسنلی نیوزی لینڈ کے جزائر پسند ہیں خاص کر کیوبز کا شہر ویلنگٹن ایک تو یہ شہر آرٹ اور کلچر کا گڑھ ہے پھر یہاں کیفے کلچر عام ہے، زندگی یہاں پر لندن اور نیویارک سے زیادہ ہنگامہ خیز ہے۔''

''یہ تو ہے واقعی آرٹس فیسٹیول میلے اور ثقافتی سرگرمیاں یہاں ہر وقت عروج پر رہتی ہیں اور میں خود کیوبا سٹریٹ کارن وال، سمر سٹی آرٹ شو اور ورلڈ وئیر ایبل آرٹ کی شوقین ہوں۔'' کیتھی نے بتایا پھر قدرے توقف کر کے بولی۔

''اور پتا ہے 2005ء میں باقاعدہ سکول آف میوزک کے بینڈ میں شامل تھی اور ان دنوں مجھے یہ ہائی وڈ سٹار بننے کا بھی جنون سوار تھا۔'' ماریا کو بتاتی کیتھی بے اختیار ہنسی تو ماریا نے اسے بغور دیکھا عمر تقریباً پینتیس سال تھی مگر نظر بیس کی آتی تھی وجہ فٹنس اور خوبصورتی اگر وہ سنجیدگی سے کوشش کرتی تو شاید کسی مووی کا حصہ بن جاتی۔

''تمہیں کبھی ایسے شوق لاحق نہیں ہوئے، تم تو بہت اٹریکٹیو بھی ہو اور کم عمر بھی کیا کوئی بوائے فرینڈ ہے یا تھا۔''

''میں ذرا مختلف نیچر کی لڑکی ہوں، ایک تو خود میرا رجحان ایسی چیزوں کی طرف نہیں گیا دوسرے نمبر پر میری تربیت کچھ مختلف خطوط پہ ہوئی ہے، کچھ کالج فیلو تھے جنہیں اچھے فرینڈز سمجھا مگر وہ ڈیٹ مارنے والی بات کہیں نہیں آئی۔'' ماریا حد درجہ صاف گوئی سے بولی تو کیتھی باقاعدہ ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

''Oh pour girl, you are reellijon popel تم نے کبھی میوزک میں دلچسپی نہیں لی، بوائے فرینڈ نہیں بنایا تو یقیناً ڈرنک کی بھی نہ عادی ہو گی۔'' کیتھی نے استفسارانہ انداز میں دیکھا۔

''مجھے ڈرنکنگ سے نفرت ہے پی، پلا کر اپنے معیار انسانیت سے گرنے والے پست اخلاق لوگ مجھے کبھی اچھے نہیں لگے۔''

''وہاٹ، یہ تو زندگی کے رنگ ہیں اور مغرب کے سو میں سے ننانوے فیصد لوگ اسی کلچر کو اصل زندگی سمجھ کر اپناتے ہیں۔''

''اور جو ایک فیصد نہیں اپناتے تم مجھے انہی میں سے ایک سمجھ لو۔''

''Very amazing۔'' کیتھی نے حیرت سے کندھے اچکائے۔

''سوئمنگ کا شوق تو یقیناً ہو گا۔'' کیتھی نے پھر سوال کیا۔

''مگر صرف اپنے گھر کے سوئمنگ پول پہ۔'' وہ بولی تو کیتھی سر پیٹ کر رہ گئی۔

''اس شہر میں اورنیٹل پریڈ جیسا ساحلی پکنک سپاٹ ہے پھر جکوزی (سپا پول) مزے برگ سوئمنگ پول ہے اور تم گھر پہ سوئمنگ کرنا پسند کرتی ہو بجائے وہاں جانے کے یہاں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔''

''مجھے جسمانی نمائش کا شوق نہیں اگر ہوتا تو تم یہ سب عادتیں مجھ میں پاتیں۔''

''ڈرنک تم نہیں کرتیں، بوائے فرینڈ تمہارا نہیں کوئی، سوئمنگ آؤٹ ڈور پسند نہیں بائے گاڈ تم کیسی عجیب لڑکی ہو عجیب عادتوں والی، مجھے تو تمہارے اندر انیس بیس سالہ لڑکیوں والا تھرل نظر نہیں آتا۔'' کیتھی کی حیرت واستعجاب بے حد تھے۔

''بس میں ایسی ہوں اور شاید میری اسی سپاٹ زندگی کی وجہ سے سب مجھے چھوڑتے رہے۔'' اس نے شاید اعتراف کیا تھا۔

''مجھے تو تمہارے اندر کسی نن یا راہبہ کی روح نظر آتی ہے بلکہ ایک طرح سے مسلم عورتوں والے مرض لاحق ہیں تمہیں، جب میں پڑھتی تھی تو ہمارے کالج میں ہم سے سینئر ایک مسلم لڑکی ہوا کرتی تھی ڈاکٹر بننے آئی تھی بدلیس میں اور عادتیں مزاج یہی نرا دیسی بلکہ جاہلانہ وہ بھی تمہاری طرح چڑا کرتی تھی ان چیزوں سے اور ہر وقت پیروں تک لباس پورا رکھتی بلکہ اسکارف یوں لیتی کہ سر کا ایک بال تک نہ نظر آتا، مجھ جیسیوں کو منی اسکرٹ وغیرہ میں دیکھتی تو توبہ استغفار پڑھتی یوں سوگز دور بھاگتی کہ گویا ہم بیماری ہیں جو اسے چمٹ جائیں گی، سچ بڑا مزا آتا تھا اسے ستانے کا۔'' کیتھی بے طرح ہنستی چلی گئی گزرے ہوئے کسی لمحہ کو یاد کرتے ہوئے۔

''اب کہاں ہے وہ؟'' ماریا نے بے اختیارانہ پوچھا۔

''پاکستان میں، میرڈ لائف گزار رہی ہے جوان بچے ہیں البتہ یہاں اکثر آتی رہتی ہے، اب آئی تو تمہیں ملواؤں گی تمہیں خوشی ہو گی اپنی ہم مزاج سے مل کر۔'' ماریا سر ہلا کر اپنا لنچ باکس کھولنے لگی جو کیتھی نے چلتے وقت پیک کروایا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

واسطہ صبحِ اُمید کا

فوزیہ غزل

تیرویں قسط کا خلاصہ

شائستہ بیگم، شہریار کی اچانک خاموشی افسردگی اور الجھن زدہ کیفیت کا پوچھتی ہیں تو وہ سعیہ کے انکار کا بتا دیتا ہے، شائستہ پریشان ہو جاتی ہے، شہریار انہیں مطمئن کر کے اپنی مکمل رضا کا یقین دلاتا ہے۔

اپنی محبتوں کا یقین دلاتا وہاج حسن اریبہ کو مزید کچھ دیر اور جاب کا خیال ترک کر دینے کا مشورہ دیتا ہے جسے اریبہ مان لیتی ہے۔

شائستہ بیگم، سعیہ کو تنبیہی انداز میں وارن کر کے شہریار سے فضول گفتگو اور تعلق سے گریز پر ڈانتی ہیں اور فیصلہ نہ تبدیل ہونے کا عندیہ دیتی ہیں۔

اریبہ کے سامنے ایک نئی پریشانی آ کھڑی ہوتی ہے اگلے محلہ کی ایک عورت اچانک ان سے دس ہزار قرضہ ادا کرنے کا کہہ دیتی ہے۔

ماریا جیل سے رہا ہو جاتی ہے کیتھرین اسے ساتھ لے کر فریش کرنے کی غرض سے ٹریول پہ نکلتی ہے اور دورانِ ٹریولنگ ماریا کی آدم بیزار عادتیں بھی موضوعِ گفتگو بنتی ہیں۔

سعیہ شہریار سے مما کو سب بتانے پر ناراضگی کا اظہار کرتی ہے تو شہریار اسے اپنے تعلق کا حوالہ دیتا سختی سے ڈانٹتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چودھویں قسط

"بہت الجھا لیا ہے، تم نے اپنے معاملے کو اور مجھے سمجھ نہیں آتی میں کیسے تمہارا ساتھ دوں اس بیوقوفی میں کہ جس میں پھنسی تم اپنے ساتھ کئی اور زندگیاں ڈسٹرب کرنے پہ تلی ہو۔" صبا نے کہا تھا اور وہ اک گہرا سانس لے کر بولی تھی۔

"تو پھر کیا کروں، میرا دل بہت بیزار ہو چلا تھا اور میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں بچا تھا کہ میں بذات خود شہریار سے بات کروں۔"

"اور تمہارا کیا مطلب تھا وہ اتنے آرام سے سب سن لیتا۔"

"خیر آرام سے تو نہیں سنا مگر کچھ ڈانٹ ڈپٹ ضرور کی۔"

"اور شکر کرو معاملہ صرف ڈانٹ ڈپٹ پہ چل گیا ورنہ کوئی اور ہوتا تو کھینچ کے دو تھپڑ دے مارتا اتنا اچھا شخص ہے اتنا برداشت کرتا ہے تمہیں اور تم ہو برابر زندگی دشوار کیئے جا رہی ہو اس کے لئے۔"

"کیا وہ اچھا شخص ہے مجھے اتنا ڈانٹا، اتنے سخت الفاظ اور تنبیہی لب ولہجہ میں بات کی، پھر بھی تم اسے اچھا شخص کہہ رہی ہو۔" اسے دکھ سا دکھ ہوا۔

"کم آن سنعیہ وہ واقعی بہت نائس پرسن ہے اتنا نائس نہ ہوتا ناں تو سب سے پہلے تمہاری یہ فضولیات جا کر تمہارے والدین کو بتاتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے طور پر تمہیں ڈانٹا جو کہ اس کا حق تھا اور فرض بھی۔" صبا کی بات پر اس کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو خفگی کی چمک لہرائی تھی، وہ چڑ کر بولی۔

"اور میرے حق کی کسی کو پروا نہیں سب اسی کی بات کرتے ہیں۔"

"اگر وہ تمہاری حق تلفی کرے گا تو یقیناً ہم سب تمہاری طرفداری کریں گے مگر اس وقت تو یہ سیٹ تم نے سنبھالی ہوئی ہے تو ظاہر ہے ہمیں اس کا ساتھ دینا ہے۔"

"صبا میرے حقوق سلب کیے گئے ہیں میری مرضی کے بغیر مجھے بنا پوچھے اس شخص سے باندھ دیا گیا ہے جس کے نزدیک......" وہ غصے سے بات ادھوری چھوڑ کر لب کاٹنے لگی۔

"جس وقت یہ فیصلہ کیا گیا مائی ڈیئر فرینڈ اس وقت، تم اتنی باشعور نہ تھیں کہ تمہاری مرضی کوئی دریافت کرتا۔"

"تو اب میں باشعور ہو چکی ہوں اب تو اپنی مرضی بتا رہی ہوں اور سننے پر کوئی تیار نہیں ہے۔" وہ غصے سے بولی۔

"اس لئے کہ اب سننے کا ٹائم نہیں ہے، اب تو دن گننے کا ٹائم کہ تم کتنے دنوں میں پیا کو پیاری ہو گی پھر اپنی مرضی چلانا اس کے لئے اپنے پسندیدہ کلرز کے ڈریس لینا اس کی پسند کے تم پہننا، اس کی فیورٹ ڈشز بنانا اپنی فیورٹ ڈشز اسے کھلانا۔" صبا بہت مزے سے بولی تو وہ تپ گئی۔

"خوامخواہ میں یہ سب کیوں کروں گی کوئی ملازمہ کو ہوں اس کی۔"

"نہیں بلکہ شوہر ہے وہ تمہارا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے اسے پہننے اوڑھنے اور کھانے پینے میں کیا پسند ہے کیا نہیں کیونکہ کہتے ہیں کہ شوہر کے دل تک جانے کا راستہ معدے سے ہو کر گزرتا

ہے۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے اس کے دل اور معدے میں غسل کرنے کی۔"

"ہاں دل تک تو تم پہلے پہنچی ہوئی ہو۔" صبا نے چھیڑا۔

"آگ میں جلا دوں گی میں اس کا دل۔" وہ تپ کر بولی۔

"ساتھ تم بھی جلو گی کیونکہ دل میں رہتی تو تم ہی ہو۔"

"اب بھی جل رہی ہوں میں، اب کون سا پھولوں کی سیج پہ بیٹھی ہوئی ہوں۔"

"اوئے ہوئے پھولوں کی سیج بھی یاد آنے لگی بھئی اس پہ تو مسٹر شہریار خان ہی بٹھائیں گے تمہیں، کب؟ البتہ یہ تمہارے بڑوں کو معلوم ہوگا۔"

"ہرگز نہیں مجھے اس شادی سے صاف انکار ہے اور یہ میں اپنے بڑوں کو بھی بتا دوں گی کہ وہ شہریار کے ساتھ میری شادی کے خواب دیکھنا بند کر دیں۔" وہ اتنی قطعیت سے بولی تھی کہ صبا چونک کر اس کی سمت دیکھنے لگی۔

"کیا تمہیں وہ بالکل اچھا نہیں لگتا۔" صبا اس کے سامنے بیٹھ کر اپنا ہاتھ آہستگی سے اس کے ہاتھوں پہ رکھتی بولی، تو سنعیہ نے جواب نہیں دیا۔

"محبت کرتا ہے وہ تم سے اور تم نہیں جانتی ہو، تم اس کے ساتھ کتنا غلط کر رہی ہو۔"

"نہیں ضرورت ہے مجھے اس کی محبت کی۔" وہ چیخ کر بولی۔

"محبت مہربانی یا ضرورت نہیں جس کو رد کیا جائے، پھر یہ محبت تو تمہارا حق ہے جسے تمہیں اعتماد کے ساتھ وصول کرنا چاہیے۔" صبا کی بات پہ اس نے بہت بے تاثر انداز میں دیکھا تھا۔

"ایک بات پوچھوں اگر تم برا نہ مانو۔" صبا اب کچھ جھجکتے ہوئی بولی تو سنعیہ نے اس بار بھی کچھ نہیں کہا تھا بس خاموشی سے دیکھا تھا۔

"کیا تمہیں کوئی اور پسند ہے؟" ان کے درمیان کچھ دیر خاموشی چھا گئی معنی خیز خاموشی جسے صبا نے ہی توڑا۔

"وہ کون ہے جس کے لئے تم انکار کر رہی ہو۔"

"بہتر ہو گا کہ ہم اس موضوع پہ بات نہ کریں۔" قدرے توقف کے بعد وہ بولی تو لہجہ قطعی تھا۔

(مطلب، کوئی ہے کوئی تیسرا فرد جوان دونوں کے درمیان دیوار بنا کھڑا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو سنعیہ کو فوراً انکار میں کیا مضائقہ تھا میرے سوال سے احتراز ظاہر کرتا ہے وہ کسی ایسے لمحے میں موجود ہے جس کا یقینی جواب اس کے پاس بھی نہیں۔) صبا نے اس کے سپاٹ چہرے پر پرسوچ نگاہیں جمائیں اور بولی۔

"پتا نہیں تمہاری لوجک کیا ہے تم بہت کچھ مجھ سے شیئر کر کے کچھ چھپا جاتی ہو، تمہارا رویہ عام [illegible]ہیں رہا شاید تم سب کہنا سب سننا اچھا نہیں سمجھتی ہو مگر مجھے صرف اتنا کہنا ہے وہ بھی اتنی طویل اور گہری دوستی کے ناطے کے سب یوں نہیں ہوتا جیسے تم چاہتی ہو نہ زندگی یوں بیتی ہے نہ بتائی جاتی [illegible] بھی خوابوں میں جو جہان آباد ہو کر قریب لگتے ہیں وہ حقیقت میں بہت دور ہوتے ہیں اور

جس حقیقت سے انسان نظریں چرانا چاہیے وہ خوابوں، خواہشوں کے سنگ چلتی ہمارے اپنے ہاتھ ہوتی ہے، اگر میں کہوں تمہیں اس رشتے کو درست طور پر سمجھنے اور قبو لنے اور فوری نتیجہ اخذ کرنے میں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیے تو شاید تمہیں برا لگے۔''

''مگر بہت سی باتوں کے لئے وقت درکار ہوتا ہے انہیں دقیق عمل سمجھ کر یونہی چھوڑ دینا دانشمندی نہیں، اگر تم اس رشتے اور ربط کو بے معنی سمجھتی ہو اور بہت سی باتیں تمہیں ناگوار گزرتی ہیں تب بھی میں یہی کہونگی کہ اس مقام پہ سب یونہی چھوڑ دو کیونکہ چیزیں، رابطے، رشتے اور کچھ لوگ اپنا آپ منوانے کو وقت مانگتے ہیں، تو ہمیں دوستی یا دشمنی ہو اس میں وقت کا ریلیف رکھنا چاہیے اک فیصلہ کن موڑ پہ پہنچنے کو یہ اچھا ہوتا ہے کیونکہ جلد بازی میں مدہم سا نقطہ بھی سیاہ رات دکھائی دیتا ہے اور وقت دینے سے صرف چیزوں کے رنگ گہرے نہیں ہوتے سوچوں کے زاویے بھی واضح ہو کر سامنے آتے ہیں اور تب ربط، تعلق کے مفہوم درست کھلتے ہیں تو انسان وہ کچھ کر جاتا ہے تو ازن کے زینے پر کھڑا ہو سوچا بھی نہیں ہوتا۔''

''تمہاری خوشی تمہارے دکھ سکھ تمہارا ہنسنا اور افسردہ ہونا بہت معانی رکھتا ہے، میرے لئے کیونکہ تم میری واحد دوست بلکہ بہن ہو ایک لحاظ سے اور تم بھی یہی احساس اپنائیت رکھتی ہو تو پلیز، پلیز سنعیہ اسے وقت دو خود کو وقت دو، زندگی بہت نا قابل اعتبار شے ہے دوستی اور دشمنی اس سے بھی زیادہ، زندگی کی حقیقت اگر کچھ ہے تو وہ بس یا تو اندر کی نیکی ہے یا محبت کا سچا پن۔'' صبا بہت رسان سے بولتی گئی۔

''اور اگر اس سب کے بعد بھی میں اپنے فیصلے پر برقرار رہی تو......'' اس نے پوچھا۔

''پھر تمہارے پاس شہریار کی وکالت کرنے یقیناً کوئی نہیں آئے گا۔'' صبا اعتماد سے بولی تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

''اور وعدہ کرو تب تک تم شہریار بھائی سے کسی بھی قسم کی بحث بالکل نہیں کرو گی۔'' صبا نے لگے ہاتھوں پہ موقع ہموار کرنا چاہا تو وہ اس کی چالاکی پہ گھورنے لگی، پھر کچھ سوچتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

''اٹس او کے۔''

''Thank God۔'' صبا نے اتنا مشکل معرکہ سر ہونے پر سکون کا سانس لیا۔

☆☆☆

اریبہ نے اپنے اور صالحہ آنٹی کے محلہ سے کچھ معتبر لوگوں سے مل کر کوشش کی تھی کہ وہ رقم کے معاملہ کو رفع دفع کرا سکے، ثبوت تو وہ تھا جو جل چکا اور بنا ثبوت کے کون مانتا وہ خالی ہاتھ کھلے آسماں تلے کھڑی تھی بنا کسی مضبوط سہارے کے کون اس کا ساتھ دیتا، جبکہ صالحہ کا بیٹا نیا نیا پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل بھرتی ہوا تھا، محلے والوں پر رعب تھا اس کا کون بگاڑتا، اسے یہ رقم ادا کرنے کا حکم دیا گیا اس بات کے ساتھ۔

''ہم جانتے ہیں تم لوگ انتہائی کسمپرسی اور غریبی کا شکار ہو کوئی کمانے والا سر پر نہیں ایسے میں قرضہ ادائیگی کے لئے وقت طلب کرنا یا مہلت مانگنا ہو تو ہم مددگار ہیں مگر صریحاً بے ایمانی اور دھوکا

دہی ظاہر کر کے یہ کہنا کہ رقم لی نہیں دی ہے وہ بھی صرف زبان کا کہا بنا ثبوت ہم کیسے یقین کر لیں۔''

''ارے پولیس میں پرچہ کٹوا دونگی، چار ڈنڈے پڑیں گے تو اس کا قبر میں پڑا باپ بھی بولے گا سچ کیا ہے۔'' صالحہ ہاتھ نچا کر بولی۔

''تم چپ رہو اگر تمہی کو بولنا ہے تو ہم لوگ گھر جاتے ہیں۔'' ایک بارعب آواز آئی، پھر وہی شخص اریبہ سے مخاطب ہوا۔

''بولو بی بی کیا کہتی ہو اپنے دفاع میں؟''

''ہم نے ہرگز نہیں قرضہ نہیں دیا بلکہ دیا ہے اور اس پہ میں قرآنی حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔'' ذلت کے بے پایاں احساس نے اس کی غیرت وحمیت پہ چوٹ لگائی تھی وہ تڑپ کر بولی تھی۔

''دیکھو بی بی قرآن تو لوگ عدالتوں میں بھی اٹھا لیتے ہیں گواہی جھوٹی کو سچ بنانے کے لئے تمہاری تو گواہی بھی آدھی ہے کون یقین کرے گا، دوحرفی بات یہی ہے بحث وتمحیص میں پڑنے ہمارے وقت ضائع کرنے کے بجائے تم رقم ادا کر دو تمہارے حالات کے پیش نظر ہم دو ماہ کی مہلت دیتے ہیں مگر......'' کہنے والے نے توقف کیا تھا اور اس کی آنکھوں میں رکے آنسوؤں کو دیکھا۔

''ضمانت کے طور پر تمہیں یہ انگوٹھی دینی ہوگی جو تمہاری انگلی میں ہے۔''

شدید اضطرابی لہر اریبہ کے وجود میں ڈور گئی اس نے فوراً دوسرے ہاتھ کے نیچے اپنا انگوٹھی والا ہاتھ کیا تھا، یہ انگوٹھی تو منگنی پہ خود وہاج نے اپنے ہاتھوں سے پہنائی تھی اس کے خوابوں، خواہشوں اور تمناؤں کے ساتھ بندھی بہت خوبصورت وعدوں کی امین، اس کی زندگی کا اک دلفریب حادثہ وہ اسے کیسے دیتی۔

''نہیں میں انگوٹھی کسی کو نہیں دونگی۔'' اس نے بڑبڑاہٹ میں کہا۔

''فکر مت کرو، جیسے ہی تم رقم ادا کرو گی، انگوٹھی تمہیں واپس مل جائے گی وگرنہ دوسری صورت میں تمہارے پاس صرف آج کی رات ہے کل ہر صورت تمہیں رقم لانا ہوگی، اب خواہ وہ اسی انگوٹھی کو بیچ کر لاؤ یا خود کو۔'' کتنے تذلیل آمیز اہانت بھرے الفاظ تھے، اس کی آنکھوں میں یکدم نیم جاں سی کیفیت ابھر آئی بھلا کبھی سوچا تھا دل نے کہ ایسے مقام پہ بھی لائے گی زندگی، کتنے سمندر تھے جو پلکوں سے اچھلتے ایک پل میں چھلکے تھے، ضبط کے کتنے بندھن لمحوں میں ٹوٹے تھے۔

جویریہ جو اس کے برابر خاموش بیٹھی تھی بہت پر اعتماد لہجے میں بولی تھی۔

''ہم یہ رقم کل ادا کریں گے مگر قرآن پہ رکھ کر اور صالحہ کو یہ رقم قرآن پر سے ہی اٹھانا ہوگی۔'' جویریہ کی بات اور انداز نے یہاں سب کو حیران کیا تھا وہیں اریبہ کو بھی کھٹکا دیا۔

(شاید صدمے سے اس کا دماغ چل گیا ہے جو ایسی بات کر رہی ہے گھر میں آٹا ہے نہ کھانا اور یہ پندرہ ہزار کل دے گی کہاں سے)۔

جویریہ کی بات پر صالحہ نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر اس کا بیٹا جو ابھی آ کر بیٹھا تھا اور معاملہ سمجھ چکا تھا فوراً کہہ گیا۔

''ٹھیک کہتی ہو تم نیتوں کے کھوٹ اور اعمال بد سے صرف اللہ واقف ہے میری ماں بچی ہے تو یہ رقم میں خود اٹھالوں گا۔''

''چلو آپی اٹھو گھر چلیں۔'' جویریہ نے معاملہ نپٹنے پر ساکت بیٹھی اریبہ کا کندھا ہلایا۔

وہ جو یک ٹک اس کی صورت دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں نمی دھیرے دھیرے بڑھنے لگی گزرے لمحوں کا جانگسل احساس ازسرنو تازہ ہوا تھا، ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گھرا تھا وجود، اس وقت کانٹوں پہ چلنے کا احساس کچوکے لگا رہا تھا، وہ جن تکلیف دہ احساسات سے دوچار تھی بیان سے باہر تھے جویریہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے بہت آہستگی سے سہلایا تھا اور اسے اٹھائی گھر کی طرف لانے لگی، دونوں نے گھر کا راستہ خاموشی اور آنسوؤں سے کاٹا تھا گھر آئیں تو ربیعہ جاگ رہی تھی ان دونوں کی حد درجہ اداس کیفیت اسے بے چین کر گئی تھی نم آنکھیں بتا رہی تھیں وہ سچ پہ ہونے کے باوجود یہ مقدمہ بری طرح ہار چکی ہیں، ربیعہ نے انہیں پانی پلایا پھر کچھ دیر بعد پوچھا تو جویریہ دھیرے دھیرے سب بتاتی گئی اور ربیعہ جیسے جیسے سن رہی تھی رگوں میں خون لاوا بن کر دوڑ رہا تھا دل و دماغ میں جیسے آتش فشاں پھٹ پڑا تھا۔

''اتنی ذلیل اور کمینی عورت کیسے جھوٹ اور بے ایمانی پہ اڑی ہوئی ہے ذرا جو خوف ہو عذاب کا، پتا نہیں اللہ ایسے لوگوں کو غارت کیوں نہیں کرتا۔'' ربیعہ غم و غصے سے لبریز آواز میں بولی۔

''اللہ ہے ناں یتیموں کا مال اتنی آسانی سے ہضم ہونے نہیں دے گا۔'' جویریہ بولی۔

جبکہ اریبہ ابھی تک رو رہی تھی اور جویریہ نے اسے ہمدردی سے دیکھا تھا جس طرح کی صورتحال سے گزر کر اور جیسی باتوں کو سن کر وہ آئی تھی انہوں نے اس کے اندر ڈر، خوف، غم و غصہ پیدا کر دیا تھا ایسے میں رونا اس کے لئے بہتر تھا اچھا تھا اس کا ہر احساس پریشانی آنسوؤں میں بہہ جاتا تو پرسکون ہو جاتی۔

''مگر اس طرح روتے رہنے سے اگر اس کے سر میں درد ہو گیا تو، صبح سے کچھ کھا بھی نہیں سکی بیمار پڑ گئی تو کہاں دکھائیں گے بغیر پیسے کے۔'' جویریہ کو تشویش نے آگھیرا، وہ اٹھ کر اس کے پاس آئی اور اپنے ساتھ لگا کر سہلانے لگی، ساتھ ربیعہ کو اشارہ کیا تھا کہ وہ رضائی اوپر ڈال دے۔

''آپی بس کریں، اب کیوں خود کو ہلکان کیے دے رہی ہیں اللہ سب ٹھیک کرے گا۔''

''جن کے مقدر سو جائیں ناں ان کے رونے کبھی ختم نہیں ہوتے اور اللہ کیا ٹھیک کرے گا، کیا وہ آسمان سے دس ہزار پھینکے گا کہ تم وعدہ کر کے آئی ہو۔'' اریبہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

''آپ ٹینشن نہ لیں، میں نے وعدہ کیا ہے تو کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہے اور رقم لانا بھی میرا مسئلہ ہے۔'' جویریہ نے اسے مطمئن کرنا چاہا۔

''کوئی غلط کام کرو گی، چوری ڈاکہ ڈالو گی آخر کیسے لاؤ گی۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

''یہ صبح بتاؤں گی اور پلیز اب خود کو پرسکون کریں ہر پریشان خیالی کو ذہن سے جھٹک دیں اور یقین رکھیں نئی صبح طلوع ہونے والا سورج، آپ کا ساتھ دے گا، وہ اللہ جو آسمانوں پہ موجود ہے اسے سب معلوم ہے سچا کون ہے جھوٹا کون ہے اور وہ سب سے بڑھ کر بے کسوں کا ساتھ دینے والا ہے ہمارا ساتھ بھی دے گا بس اپنے رب پہ بھروسہ رکھیں۔'' جویریہ اس کا سر سہلاتی بولی تو وہ بھیگی

نگاہیں لئے استعجابیہ انداز میں اسے دیکھتی رہی۔

درد گر آدمی ہوتا
تو گریبان پکڑ کر کہتے
اس طرح رہتے ہیں بے چین
دلوں کے اندر، اس طرح
کرتے ہیں بیماروں کے ساتھ
دل میں رہنا ہے تو ٹھیک سے رہنا سیکھو
ہم تمہیں سہتے ہیں کچھ تم بھی سہنا سیکھو
اک تھوڑی سی خوشی آئے
تو جل جاتے ہو

☆☆☆

وہ آرٹس سنٹر سے نکل رہی تھی اس کے ہاتھ میں ایک مضبوط لیدر کا شاپنگ بیگ تھا کیتھرین کے ساتھ محض ٹریولنگ کے شوق میں پھرتے ہوئے اس نے اپنے روزمرہ استعمال و ضرورت کی اشیاء بھی لے لیں پھر ایک بک شاپ سے مشہور میگزین ''وائٹ مگنکس'' خریدا اور اس میگزین کو خریدنے کی وجہ مشہور زمانہ پاپ سٹار بیٹلز کے انٹرویو و حالات زندگی کے متعلق اشاعتی مواد تھا، وہ بیٹلز کو بہت پسند کرتی تھی اور سکول لائف میں اس کے متعلق ہر چھوٹی سے چھوٹی خبر کا تراشہ بھی اخبار سے کاٹ کر اپنی ڈائری میں محفوظ رکھا کرتی تھی، آج اتنے عرصہ بعد وہ شوق جیسے دوبارہ امڈ آیا تھا تو اس نے یہاں کے مختلف ڈائریکٹرز جین کیمپان اور وسٹن وارڈ کی چند بین الاقوامی شہرت کی حامل موویز کی سی ڈیز بھی لیں، کیتھرین کے لئے اس کی یہ تبدیلی ایک اچھا آغاز تھی، بہتری کی جانب، گزرتے ہوئے مختلف جگہوں پہ انسانی مجسمے، مورتیاں اور یادگاریں نظر آ رہی تھیں جو سیاحوں اور غیر ملکیوں کی توجہ کا خصوصی مرکز تھیں۔

ہیمپٹن سکوائر اور بوون سٹریٹ کا سینوٹیف پہ گہما گہمی اور ہنگامہ خیزی کا سماں تھا کیونکہ آج پچیس اپریل تھی اور یہاں پر ہر پچیس اپریل کو میموریل سروس ہوتی، یہ دن یہاں ''اینزک ڈے'' کہلاتا ہے، وہ دونوں وہاں گھومتے ہوئے آئسکریم سے مزا دوبالا کر رہی تھیں۔

''آئسکریم کھانے کا اصل مزا بہت زیادہ ٹھنڈ میں ہی آتا ہے۔'' اپنے مزے کے گرم کوٹ کو اچھی طرح بند کرتے ہوئے کیتھی نے کہا تو ماریا مسکرا دی اور ملگجے سیاہی مائل آسمان کو دیکھا۔

''آؤ ادھر بیٹھتے ہیں کچھ دیر۔''

بروکلین، ونڈل (پارک کا نام) کی پتھریلی روش سے گزر کر کیتھی ایک بینچ پر بیٹھی، یہ بہت خوبصورت مقام تھا، جس طرح لاہور کے قلعے سے پورا لاہور دکھائی دیتا ہے یا مینار پاکستان سے یہیں تو ہر قابل ذکر اور تاریخی عمارت نظر آتی ہے، اسی طرح یہاں سے شہر کا خوبصورت ویو، کک سٹریٹ اور ہاربر دکھائی دیتا ہے۔

یہی میموریل جیسی دلچسپ جگہ اور فرینک کٹس پارک بھی یہاں سے قریب اور پھرنے کے لئے اچھی جگہیں ہیں یہاں پر وہ دونوں نہ صرف اسکیٹنگ کے شوق میں چلی آئیں بلکہ دیواروں پر

چڑھنا بھی ان کے لئے انوکھا تجربہ تھا، وہیں گھومتے ہوئے ماریا کو بے شمار کال گرلز بھی دکھائی دیں اپنے آپ کو دس، بیس، تیس سے لے کر سو اور ہزار ڈالر تک فروخت کرتیں گھنٹہ، آدھ گھنٹہ سے لے کر پوری رات کے لئے گاہکوں کے انتظار میں جگہ جگہ اسٹیچو کی مانند کھڑی ان سے اسے ہمیشہ کی طرح شدید نفرت محسوس ہوئی، چند ڈالرز کے عوض اپنے آپ کو ارزاں کرتیں غلاظت و ذلت میں گرتیں پست ذہنیت عورتیں جانے یہ معاشرہ کا ایک حصہ ہونے کے باوجود اسے شروع سے کیوں اتنا ناپسند تھا، بارہ تیرہ سال کی نوعمر نئی نئی بلوغت کو چھوتی لڑکیوں سے لے کر پچاس سال کی میم تک سبھی اس کام میں مجھی نظر آتی تھیں، ان سے چند قدم کے فاصلے پر ایک چالیس سالہ عورت جو ایشیائی لڑکوں کو بکنگ کے لئے راضی کرنے میں مصروف تھی اور وہ دونوں شاید کسی اندرونی یا مذہبی خوف کے پیش نظر جان چھڑا رہے تھے، جب معاملہ سیٹ ہوتا نہ دکھا تو وہ عورت ایکدم سے کمی کرتی بولی تھی۔

''پندرہ ڈالر تم دونوں کے ایک ایک گھنٹہ ٹائم، جگہ اور وقت تم طے کر لو۔'' ان دونوں لڑکوں نے آپس میں سوالیہ نظروں کا تبادلہ کیا تھر پھر ایک نے بنا کچھ کہے دوسرے کا ہاتھ پکڑا اور چلنا چاہا تو وہ عورت پھر سے راستے میں آگئی۔

''دیکھو تم دس ڈالر دے دینا مگر بکنگ کر لو، میں بہت غریب عورت ہوں میرے بچے بھوکے ہیں مجھے ان کے لئے کھانا خریدنا ہے۔'' وہ التجائیں کرتے ہوئے لرز رہی تھی اس کے آنسو بتا رہے تھے وہ اسی گاہکی سے گزر بسر کرتی تھی۔

دونوں لڑکوں نے بہت بیزار ہو کر ''بڑھیا باؤلی ہے'' کہا اور پانچ ڈالر نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے پھر تیزی سے آگے بڑھ گئے، وہ عورت اپنے ہاتھ پہ رکھے ڈالرز اور ان لڑکوں کی پشت کو ساکت سی دیکھ رہی تھی۔

کیتھی پارک کی جانب پھر آئی تھی اور دو سینڈوچز کے ساتھ گرم کافی کے ڈسپوزایبل کپ جو اس نے بینچ پہ بیٹھی ماریا کے سامنے رکھے پھر دونوں اس لنچ سے لطف اندوز ہونے لگیں۔

''اچھے بنے ہیں سینڈوچ، کافی ذرا تلخ ہے، مگر دو ڈالر میں یہ بھی ایک نعمت ہے۔'' کیتھی نے کہا تو وہ کافی کا تلخ گھونٹ بھرتی، سر ہلا کر رہ گئی۔

''مجھے تو یہاں کے کیفے کی فرائیڈ چپس پسند ہے لیکن اس کے لئے ذرا لائن میں کھڑا ہونا پڑتا ہے اچھی اور سستی ہونے کی وجہ سے گاہک ٹوٹ کر پڑتے ہیں، پھر میں نے سینڈوچز اور کافی لئے یہی سوچ کر کہ تم یقیناً شوق سے کھاتی ہو گی کیونکہ تمہاری عمر کے نوجوان سٹوڈنٹ لائف میں زیادہ تر یہی شوق سے کھاتے ہیں۔''

''مجھے انڈین کھانے اور لبنانی کباب زیادہ پسند ہیں اور اکثر ہالیڈے کو میں محض یہی کھانے کے شوق میں ''ابرا کبارا'' آتی تھی جبکہ ''سانے کنگڈم'' اپنے مزیدار کھانوں اور تیز سروس کے لئے بہت مشہور ہے اور وہاں سٹوڈنٹس کا اتنا رش ہوتا ہے کہ عام ورکرز کو پیر رکھنے کی جگہ نہیں ملتی ہم فرینڈز یہاں بہت آتے تھے اور اتنا کھاتے تھے کہ وہاں کے ویٹر باقاعدہ ہاتھ باندھ کر اٹھایا کرتے۔'' بے ساختہ ہنستے ہوئے اس نے ایک خوشگوار یاد تازہ کی تھی۔

''اب تمہارے وہ فرینڈز کہاں ہیں۔'' کیتھی نے ایکدم سے پوچھا۔

''کچھ کو میں نے چھوڑ دیا اور کچھ مجھے چھوڑ گئے۔'' وہ پھیکی ہنسی میں بولی۔

''اب کہاں گئے سب، مطلب کوئی رابطہ۔'' کیتھی کا لہجہ استفہامیہ تھا۔

''وہ سب مختلف جگہوں سے یہاں اکٹھے ہوئے تھے کوئی آرٹ کا سٹوڈنٹ تھا، کوئی ہسٹری کا کسی کو اکنامی سے لگاؤ تھا تو کوئی شوسلسٹ بننا چاہتا تھا اور ان مختلف طرح کے فیورز اور آئیڈیاز میں ایک چیز تھی جو ہم سب کو ایک مضبوط فرینڈ شپ گروپ میں باندھ گئی وہ تھی بلاتخصیص رنگ و نسل، زبان و مذہب، اجتماعی سوچ اور خلوص جب ہمیں اپنے تعلقات میں خلوص اور بے غرضی کی کمی محسوس ہونے لگی تو اکثر گروپ سے نالاں ہو گئے، فرسٹ آف آل میں تھی جو جداگانہ نظریہ و اصول اور بے مذہب ہونے کے باعث گروپ سے علیحدہ ہوئی پھر سب اپنا تعلیمی کیریئر پورا کر گئے یا نہیں مجھے پتا نہ چلا کیونکہ گزشتہ تین سال کے عرصہ میں بھی بہت مختلف جگہوں پہ مختلف مذاہب کے پیچھے بھاگی اور وہ سب بھی ویلنگٹن چھوڑ گئے۔'' وہ مدھم آواز میں بتاتی سامنے پھولوں کی کیاریوں پہ اڑتے بھونروں کو دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھ میں ہلکی نمی کا تاثر تھا جو یقیناً ایک اچھی فرینڈ شپ کے لئے تھی، کیتھی نے اسے ترس آمیز نگاہ سے دیکھا پھر بولی۔

''یہ زندگی کا ایک کاروبار ہے، اچھے لوگ ملنا، کھو جانا اور پریشانی فطرت کا ایک عام رویہ ہے طویل المعیاد پریشانی سے صرف طاقت اور قوت برداشت کا ضیاع ہوتا ہے اور کچھ نہیں ملتا، عملیت پسندی اور صحت مندانہ زاویہ نظر سے مسائل کا جائزہ لینا چاہیے اور کوئی صورت حال آپ کی دسترس سے باہر ہو تو پریشان ہونا بے کار ہے، اگر تم مسئلہ کے حل کے لئے کچھ نہیں کر سکتیں تو سوائے پریشانی پچھتاؤ اور تناؤ لینے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا، دوستی، دشمنی، مقاصد میں ناکامی، حصول تلاش میں مصائب و شکست، پھر خود کو جارحانہ یا کمتر سمجھنا دونوں عمل تمہاری ذہنی صحت کے لئے تباہ کن ہیں، تمہیں اس سے جان چھڑانا ہو گی۔''

''مگر کیسے؟ جب بہت کچھ کھو دینے بہت کچھ غلط اور منفی ہونے کا خیال ہر دم ذہن پر حاوی رہے اور زندگی اپنے قدموں پر بوجھل کھڑی ہو تو کیسے ہو یہ۔'' اس نے بھیگی پلکیں جھپکتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

''ایسے کہ خود کو آرام سے خالی ذہن پرسکون کر کے مجھے اپنی واحد ہمدرد دوست سمجھتے ہوئے وہ سب جانے انجانے راز اور دکھ کہہ دو جو تمہاری آنکھوں کو بھرتے رہے، جنہوں نے ذہن کو اسٹریس کا شکار کیا جو تمہیں توڑ گئے جنونی بنا گئے۔'' کیتھی نے اسے آمادہ کیا بولنے پر اپنا کتھارسس نکالنے پر۔

ماریا نے اک گہرا سانس لیا تھا اضطراری انداز میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسائیں اور اس کے چند لمحوں بعد اس کے لب کھلے تھے۔

☆☆☆

کسی کو سوچتے رہنا محبت ہے
کسی کو ڈھونڈتے رہنا محبت ہے

خلا میں دیر تک دیکھتے رہنا محبت ہے
کسی سے گفتگو میں یونہی خاموشی سے چھا جائے
بہت دور تک جاتی نظر
خالی سی ہو کر پلٹ آئے
اداسی ہو، ویرانی ہو، تنہائی ہو
نہ دل اپنا نہ ذہن اپنا
ہر سانس بھاری ہر سوچ پرائی ہو
ایک خالی سا کاغذ ہو
نام ایک ہی بار بار اس پہ لکھنا
لکھتے چلے جانا محبت ہے
پڑھتے پڑھتے چونک سا جانا
چلتے چلتے رک جانا
آہٹوں پہ مڑ کر دیکھنا
ہر آواز پہ گماں کسی کا ہونا
خود سے بھی دامن چھڑا کر دور نکل جانا
ہر چہرے ہر لہجے میں ایک شخص کو کھوجتے رہنا
بھیگی آنکھوں میں عکس کسی کا چھپانا
اور چھپاتے چلے جانا محبت ہے

محبت میں اگر درد کے لمحے آ جائیں تو درد لامتناہی ہو جاتا ہے، عمر کی باقی ماندہ تمام مسافتوں پہ محیط، جو نہ تو آنسو بہانے سے ختم ہو سکتا ہے نہ دنیا کو تہس نہس کر دینے کی خواہش پانے سے، انسان محبت کی وارد ہونے والی کیفیات کے معاملے میں بڑا بے بس اور بے اختیار ہوتا ہے، بہت سے خواب اپنی آنکھوں میں سمیٹ لیتا ہے بہت سی خواہشیں سانسوں میں پال لیتا ہے پھر ڈرتا ہے کہ کیا خبر سب ان کہی کہانیاں کی طرح، ہی نہ رہ جائیں خواب، خوابوں سے آنکھ کھلے تو پلے کچھ نہ ہو۔

اس احساس نے یہاں بہت کچھ کھو دینے کا خوف بیدار کیا وہیں اک درد بھی دیا حقیقی درد جو اس معصوم صورت، خوبصورت نقوش والی، بھوری آنکھوں کی مالک مغرور حسینہ نے دیا اپنے گریز، بے اعتنائی اور انکار کا درد، جیسے جھیلتے ہوئے اسے لگا تھا وہ زندگی سے بہت دور اور رنگوں سے یکدم خالی ہو گیا ہے مگر محبت کا یہ چار حرفی لفظ بڑی ظالم شے ہے اگر جینے نہیں دیتی تو اتنی آسانی سے مرنے بھی نہیں دیتی، محبت ہی کے کسی ٹوٹتے لمحے میں اس نے سوچا تھا۔

”کیا حیثیت ہے میری اس خود پسند لڑکی کی زندگی میں جو کج رو کج ادا تھی وہ اس کے صنم خانے میں معبد بنا بیٹھا تھا، جسے اس کی وفا کے سجدوں سے غرض نہ تھی وہ اسے دیکھ کر جیتا تھا اور وہ اسے نظر نہ آنے کے بہانے ڈھونڈتی تھی۔“

وہ تعلق و رشتے کی کشش میں قید تھا اسے اپنے دل کے موسموں میں ٹھہرانے کا خواہشمند اور وہ

کسی مصلحت کے تحت بھی لچک کا مظاہرہ نہ کر رہی تھی۔

دو چیزیں ذات کی تکمیل کرتی ہیں ایک یہ آپ کا اپنا آپ، آپ کے مکمل اختیار میں ہو دوسرا یہ کہ آپ کو ہر چیز پر حق ادا کرنا آتا ہو، مگر وہ حق و وصول دونوں مقامات سے پرے کچھ اور اونچے درجے کی شے بن بیٹھی تھی۔

اور اس سے آگے کی دنیا شہریار کے اصولوں کی دنیا تھی جو سعیہ خان کا یہ رویہ کسی طور قبول نہ کر سکتی تھی، اس کی مردانہ انا خود کو اتنا ڈی گریڈ کیئے جانا برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

باوجود اس کے کہ وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا اور اس کے تصور کے بغیر سانس لینا بھی محال سمجھتا تھا کیونکہ تمام تر بے توجہی برتنے کے باوجود وہ اس کے ساتھ رہتی تھی مگر جس لمحوں تک سعیہ اسے کھینچ لائی تھی وہ اب محبت برائے محبت کا راگ الاپتے انا کو راہ دینے لگے تھے، اب طے تھا تو یہ کہ نفع ہو یا خسارہ اس تعلق کی شکست و ریخت ہو یا خوشی و کامیابی وہ جو بھی ہے اکیلا کیوں سہے، جھیلنے کے اس عمل میں مخالف فریق کو بھی حصہ ملنا چاہیے کہ آخر وجہ قصہ ذات تو اسی کی تھی جو بنا سوچے سمجھے تیوروں اور لفظوں کا بے دردی سے استعمال کر کے جب چاہتی اس کی ذات کے بخیے ادھیڑ ڈالتی اور وہ جانتا تھا مزید خود کو نرم رکھے جانا اب صرف اپنے کردار اور پرسنالٹی کے گریڈ گرانا ہے اور کچھ نہیں۔

وہ شروع سے سعیہ کے لئے احساس تھا اور سعیہ اس احساس کو تفخر سے سمیٹنے کی کوئی توپ شے سمجھا جاتا ہے، اگلے بندے کو بے رخی کی مار ماری جاتی ہے اس کے خواب رد کیے جاتے ہیں اس کی محبت دھتکاری جاتی ہے اور وہ دکھ درد بینائی میں سمیٹے خود کو محبت بھوگتے، راستہ کھوتے، بے سمت چلتے دیکھتا ہے کچھ کر نہیں پاتا۔

مگر سعیہ کے مدمقابل شہریار خان تھا جسے اس بے رخی کو اس کے در پہ بیٹھے سادھو بن کر نہیں جھیلنا تھا، وہ محبت کو بے سمت کرنا چاہتا تھا نہ رائیگاں۔

سو خود کو بھر بھری ریت کی طرح مزید نرم ہونے سے روکتا اپنی اندرونی حساسیت پر مصلحت کی ٹیپ چپکا تا، اپنے آپ کو رد کیے جانے کی Reciving کو Rediall کرنے لگ چکا تھا، اب یہ Reciving سعیہ علی خان کو وصول کرنی تھی، کیسے؟ اور کتنی دیر تک یہ اس کی برداشت پر منحصر تھا کہ وہ سب سہتی خاموش بنجارن بنتی محبت نام کی مالا جپتی ہے یا اس کے دل سے سفر اوڑھ کر باہر نکلتی ہے خود کو کمزور بناتی ہے یا مضبوط۔

اور اس کے بہت ٹوٹ کر بکھرنے بہت تھک کر سہارا ڈھونڈنے کی خواہش کے سر اٹھانے تک شہریار کو خود کو ہارڈ سٹون رکھنا تھا کیونکہ نرم نظر آنے والی چیز انسان ہو یا دل ہر کوئی اسے ٹھوکر لگا کے یا کچل کے آگے بڑھنا چاہتا ہے اور سخت چٹان پرسنالٹی توجہ کا ارتکاز نہ دے تو تجسس میں ہی سہی بہت خود پسند لوگ بھی اس کے اندر کا راز پانے کا ارمان لئے اس کی سمت بڑھتے ہیں اسے اندر تک سے جاننے کی خواہش رکھتے ہیں۔

وہ جانتا تھا ہر چیز، ہر کام اور ہر مقصد اگر درست نیت، اچھے ارادے اور اللہ پر یقین رکھ کر کیا جائے تو ہاری بازیاں بھی جیتی جا سکتی ہیں اسی لئے اس نے خود کو بڑے اعتماد سے سمجھایا تھا۔

''کہ Trust in God اللہ پر بھروسہ محبت کا یقین مضبوطی سے تھام رکھو ہو سکتا ہے وہ تمہارے بھروسے اور یقین کی کاملیت سے خوش ہو کر ہی محبت کے دامن سے تمہاری تمنا کھوج نکالے اور تمہارے خالی ہاتھوں میں بہت سی خوشیاں اور ڈھیروں خوابوں کی تعبیروں کی روشنی بھر دے۔''

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تمنا کے راستوں پر صرف دو چیزیں بسیرا کرتی ہیں ایک تو محبت، دوسری اجنبیت اور اسے آپسی یکجائی میں مقید کرنے والا معجزہ اگر ہو سکتا ہے تو وہ صرف اللہ پر ایمان اور اپنے جذبوں کی صداقت کا یقین ہے، جو محبت اور اجنبیت کو دلوں کی قربتیں عطا کرتا ہے یہاں پہچان کے مراحل تکمیل پاتے ہیں تو کبھی گزری باتوں کے حصار میں قید پچھتاتا انسان دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اسی دھتکاری ہوئی محبت کو اپنے لئے لازم وملزوم گردانتا ہے۔

''تمہیں بتانا ہے سعیہ کہ اجنبیت، گریز، بے رخی اور انکار محبت تعلق نہ ماننے کو قائم کرنے والے اہم فیکٹر تو بنائے جاسکتے ہیں مگر پائیدار نہیں کیونکہ ہمیشہ اور پائیدار رہنے والا جذبہ تو صرف محبت ہے اور محبت کو حق کی طرح وصولنا، فرض کی طرح ادا کرنا تمہیں سکھانا ہے تھوڑا مشکل کام ہے اور تم شاید ایسا کرنا بھی نہ چاہو مگر یہی بے مول لگنے والا تعلق تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کرے گا، کیونکہ رات کی تاریکی کے بعد روشنی میسر آتی ہے تو نظریں خود بخود آسمان کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔''

شہریار ٹیرس کی گرل پہ دونوں ہاتھ ٹکاتے ڈوبتے سورج کی نارنجی روشنی پر نگاہیں جمائے کھڑا تھا، اس کے وجیہہ چہرے پر اک انوکھا اعتماد تھا اک محظوظ ہونے والی مسکراہٹ کی جھلک تھی جو بتا رہی تھی وہ مقدر سے ناراض اس موڈی لڑکی کا قبلہ درست کرنے کے موڈ میں آچکا ہے۔

☆☆☆

اپنی بڑی سی چمکتی بلیک گاڑی اس نے گلی تنگ ہونے کی وجہ سے ذرا پرے کھڑی کی اور باہر نکلتے ہوئے آؤٹ ڈور لاکڈ کر کے چابی انگلی میں گھماتی قیمتی بیگ کندھے پہ لٹکائے اونچی ہیل کی ٹک ٹک کرتی خوبصورت اور جدید طرز کے مہنگے ڈریس میں ملبوس اس نے وہاج حسن کے گھر کا بیرونی دروازہ ناک کیا تھا اور اپنے گلاسز آنکھوں سے اٹھا کر سر پہ ٹکا لئے۔

عصر کا ٹائم تھا گلی سے کئی لوگ آجا رہے تھے اور وہ ماڈرن سے حلیے میں سب کی نگاہوں میں آئی تھی کئی عورتوں نے بھی بے ساختہ حیرت سے دیکھا تھا اس نے دھیرے سے دروازے کو ذرا زور سے ناک کیا تھا تو وہ بے ساختہ ہی کھلا تھا کیونکہ اندر سے بند ہونے کے بجائے وہ ایسے ہی تھا۔

سامنے بنے کمرے میں رشیدہ اور تینوں بیٹیاں نماز عصر ادا کر رہی تھی، سعیہ کو تھوڑی شرمندگی محسوس ہوئی خود وہ پہلے نماز بڑی باقاعدگی سے پڑھا کرتی تھی مگر اب کچھ عرصہ سے وہ بہت لاپروا ہوگئی تھی، اس معاملے میں اور صرف نماز نہیں اور بھی بہت سے روٹین ورک اس کی کوتاہی کا شکار ہو رہے تھے، وہ صحن میں بچھی چارپائی پہ بیٹھ چکی تھی اور ایک تفصیلی نگاہ وہاج حسن کے گھر پہ ڈالی یہاں پہلے کے نتیجے میں کئی تبدیلیاں نظر آرہی تھیں، صحن میں بھی سرخ اینٹوں کا فرش لگ چکا تھا البتہ ایک چیز جوں کی توں تھی وہ تھے کچی روش پہ لگے پودے ایک چھوٹی کیاری میں لگا پودینہ اور دھنیا پھر امرود اور انار کے درخت کونے میں لگا نلکا البتہ ساتھ موٹر پمپ کا اضافہ ہو چکا تھا بلکہ نئے واش

بیسن نئے پلستر شدہ باتھ روم، کمروں اور کچن کے ساز وسامان اور ڈیکوریشن میں فرق آچکا تھا۔

''اس کا مطلب ہے وہاج حسن تمہاری نوکری گھر میں ایک مثبت خوشحالی اور طرز رہائش میں واضح تبدیلی لا چکی ہے مگر اتنی نہیں جتنی کہ ہونی چاہیے جس پوسٹ پر تم ہو چھ ماہ سے، اس سے تو بہت اچھا اسٹینڈرڈ بن سکتا ہے مگر......''

''ارے سعیہ تم، اتنی خاموشی سے اور کب آئیں، پتا بھی نہیں چلا۔'' ثمن اندر سے نکلتی اسے دیکھ کر بے ساختہ بولتی آئی اور خوشی سے لپٹ گئی۔

''جب تم نے دیکھا اسی وقت آئی۔'' وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ کر ہما، آمنہ اور رشیدہ سے ملنے لگی اس کے انداز میں اپنائیت تھی۔

''اچھا کیا چلی آئیں، آج میں تمہیں بہت یاد کر رہی تھی۔'' ہما نے خلوص سے کہا۔

''میں تو آفس سے گھر جا رہی تھی سوچا آپ لوگوں سے ملتی چلوں۔''

''اب یہ بتاؤ ٹھنڈا چلے گا کہ گرم۔'' ثمن نے پوچھا۔

''نہ ٹھنڈا نہ گرم، ان فیکٹ یہ ٹائم میرا کھانے کا ہے اور وہ میں گھر جا کر کھاؤں گی۔''

''تو کیا بیٹی آپ اس گھر کو اپنا گھر نہیں سمجھتیں۔'' رشیدہ ساس پین میں دودھ پتی ڈال کر برنر جلاتے ہوئے بولیں تو وہ لپک کر آئی اور ان کے ہاتھ چومتے ہوئے بولی۔

''ارے آنٹی یہ آپ نے کیسی بات کر دی اگر آپ کو اپنا نہ سمجھتی اس گھر سے محبت نہ ہوتی تو بھلا بے وقت بھی یوں چلی آتی۔''

رشیدہ خاتون نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹوں پہ بڑی دلکش مسکراہٹ تھی، وہ اس کی پرخلوص طبیعت پہ جیسے نہال سی تو ہو اٹھیں۔

''تو پھر بیٹھو کھانا اپنے گھر میں اپنوں کے ساتھ کھانا۔''

''مگر ساتھ میں پودینے کی چٹنی بھی ہونی چاہیے۔''

''ضرور اور تم ادھر گرمی میں کیوں آگئیں باہر ہوا میں بیٹھو۔''

''ارے آنٹی اب کیسی گرمی نومبر کا مہینہ ہے اچھی خاصی خنکی ہوگئی ہے اور میں تو ویسے بھی آپ سے بات کرنے، آپ سے ملنے آئی ہوں تو باہر کیوں، یہیں بیٹھوں گی آپ کے پاس۔'' وہ جتنی نرمی سے بولی تھی ہما، ثمن، آمنہ سب نے اسی قدر اچنبھے سے اس کا انداز نوٹ کیا تھا جبکہ رشیدہ خاتون بہت محبت سے اس کو دیکھتی بولیں۔

''کیوں نہیں، یہاں تمہارا دل چاہے تم بیٹھو، تمہارا اپنا گھر ہے۔''

''تھینکس آنٹی اب یہ چائے ذرا آنچ ہلکی کر کے رکھیں اور میں پہلے کھانا کھاؤں گی پھر چائے پیوں گی۔'' وہ کھانا آتے دیکھ کر بولی۔

ثمن نے بہت سلیقے سے بڑی سی ٹرے میں کھانا لا کر اس کے آگے میز پر رکھا پودینے ہری مرچ کی چٹنی، مولی گاجر، کھیرے کا سلاد اور دال ماش میتھی ڈال کر پکی ہوئی تھی، پہلا لقمہ لیتے ہی اس کے منہ سے بے ساختہ ''ماشا اللہ'' نکلا تھا۔

''بہت ذائقہ دار کھانا بنا ہے اور یہ چٹنی تو بہت مزا دے رہی ہے، میں نے خود کو کنگ کلاسز

اٹینڈ کی ہوئی ہیں مگر اتنا ذائقہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔"

"کوکنگ کلاسز کھانا پکانا تو گھر میں سیکھا جا سکتا ہے۔" رشیدہ کچھ حیرت سے بولیں۔

"میری مما ورکنگ لیڈی ہیں بزنس دیکھتی ہیں، سوشل ورک کرتی ہیں، کچن میں کبھی کبھار آتی ہیں جب پپا بہت فرمائش کریں تو اور کک ہے مگر مجھے اس سے سیکھنے نہیں دیا مما نے اس لئے مجبوراً کوکنگ کلاسز لینی پڑیں شوق تھا ناں تو بس اسی لئے۔" وہ لقمے لینے کے ساتھ بولتی بھی جا رہی تھی۔

"میں نے اٹالین، رشین، چائنیز اور فرنچ، لبنانی بہت سی قسم کے کھانے پکانے سیکھے مگر یہ جو دیسی کھانے ہیں یہ نہیں پکا سکتی کیونکہ نہ تو کبھی کھائے اور نہ سیکھنے کا شوق ہوا؟"

"ہا ئیں کھانے والی چیزیں تو یہی ہوتی ہیں اور یہی کبھی نہ کھائیں نہ سیکھیں پھر یہ الم غلم کیسے کھاؤ گی بھلا یہ موئے انگریزی کھانے بھی کوئی چیز ہیں۔" رشیدہ بولیں۔

"امی یہ جس سرکل سے ہیں وہاں الم غلم بڑے اسٹائل سے کھایا جاتا ہے اور یہ ہمارے غریبوں والی دال چٹنی تو لاکھ مجبوری میں بھی نہیں چلتی بلکہ ان کے تو ملازمین بھی ہم سے بہتر کھاتے ہیں۔" ثمن نے کہا تو سعدیہ بولی۔

"بہت ریسرچ کی ہوئی ہے ہماری سوسائٹی کے کلچر پہ خاص کر فوڈ کلچر پہ بائے داوے کبھی تجربہ بھی ہوا ہے یا محض مشاہدہ ہے۔"

"اللہ کا شکر ہے ہمارا مشاہدہ ہی تجربہ کاروں سے بڑھ کر ہے اور تم بتاؤ غلط ہے یا نہیں۔"

"یار میں اپنے خیالات محفوظ رکھتی ہوں کیونکہ ہر انسان کا لیونگ سٹائل ایک دوسرے سے مختلف ہے تو اسی طرح کھانے پینے کا طریقہ و اسٹائل بھی الگ ہے، اب بہت سے لوگ صرف گھر کے کھانے کو ترجیح دیتے ہیں اور بہت سے باہر کے بیچ میں ہم جیسے بھی آ جاتے ہیں جس کی صبح پی سی میں دوپہر آوارگی میں تو شام میریٹ میں گزرتی ہے۔"

"پھر بھی تمہاری فطرت اور عادت مخصوص امیروں والی نہیں نہ وہ شو ہے تم تو بہت سادہ سی ہو تمہیں تو ہمارے جیسے گھر میں ہونا چاہیے تھا۔" ہما بولی۔

"ہمارے گھر کے سب لوگ بہت اچھے ہیں تم آنا کسی دن بہت خوش ہو گی میرے گھر والوں سے مل کر اور مجھے یاد آیا کہ تم لوگوں کے لئے کچھ گفٹس ہیں۔"

"تم نے یہ گفٹس والا تکلف کیوں کیا خوامخواہ فضول خرچی۔"

"ارے آنٹی محبتیں تکلف نہیں ہوتیں نہ خلوص فضول ہے، آپ یہ شاپر لیں اور جو چیز جس کو پسند آئے وہ رکھ لے گی کیونکہ مجھے ان کی چوائس کا اندازہ تو تھا نہیں میں نے اپنے حساب سے سب کے لئے کچھ نہ کچھ لے لیا۔" وہ بڑے خلوص بھرے انداز میں بولی تھی۔

"بیٹی یہ تو بڑا بوجھ ہے ہم غریبوں پر، ہم اتنے بار کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"آنٹی آپ میرے خلوص کی توہین نہ کریں پلیز یہ محبتیں ہیں دوستی ہے محبت اور دوستی کا تو کوئی مول نہیں ہوتا۔" وہ آزردہ سی ہوئی تو رشیدہ نے شاپر پکڑ لیا پھر کچھ متاسف سی بولیں۔

"میں نے تمہارے لئے چوڑیاں لی تھیں مگر اب تمہارے اتنے قیمتی تحائف کے سامنے کانچ کی وہ معمولی چوڑیاں بالکل بے کار لگ رہی ہیں۔" ثمن نے شاپر کے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

"تم وہ چوڑیاں لاؤ بلکہ مجھے اپنے ہاتھوں سے پہناؤ۔" وہ شوق سے بولی تو ثمن اندر سے چوڑیوں کا سیٹ لا کر اس کے ہاتھوں پہ چڑھانے لگی، سرخ و سبز رنگ کی خوبصورت چوڑیاں اس کی گوری کلائیوں میں بہت سج اٹھی تھیں وہ کلائی ہلا کر چوڑیوں کی جھنکار سننے لگی۔

"کتنی اچھی لگ رہی ہیں تمہارے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے رکھا کرو۔" ہما نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔

"میں خود بہت اچھی ہوں میرے ہاتھ آ کر ہر چیز اچھی لگتی ہے۔" وہ اترا کے بولی۔

"اللہ رے خوش فہمی، اتنی میاں مٹھو ہو تم۔" ثمن نے چھیڑا۔

"خوش فہمی نہیں اسے صحیح فہمی کہتے ہیں اور اب یہ باتیں ختم کرو بہت اندھیرا ہو رہا ہے، میں چلتی ہوں۔" سعدیہ ایکدم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم اکیلی کیسے جاؤ گی، ابھی وہاج آنے والا ہو گا، تمہیں چھوڑ آئے گا۔" رشیدہ تشویش سے بولیں۔

"آنٹی گاڑی ہے میرے پاس میں آرام سے چلی جاؤں گی، ویسے بھی یہاں سے نکل کر روڈ پہ آئیں تو گلبرگ تک کا راستہ آدھ گھنٹے کا ہے سو نو پرابلم۔" وہ بڑے آرام سے بولی۔

"چلو اللہ تمہیں خیریت سے گھر پہنچائے، دھیان سے جانا شام کا ٹائم ہے۔" وہ اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"آنٹی آپ فکر نہ کریں میں بہت بہادر لڑکی ہوں او کے فرینڈز اینڈ سسٹرز بائے See you next time۔" وہ سب سے ہاتھ ملاتی باہر نکل گی۔

☆☆☆

عذاب کا لمحہ وہ لمحہ ہے جب کرنیں سورج کو چاٹنے لگیں، جب شاخیں درخت کو کھا جائیں جب اعضاء اپنے وجود سے کٹ جائیں اور کیا زندگی ایسے لمحوں میں نہ آ چکی تھی جب اس نے شدت سے خواہش کی تھی کہ سماعتوں سے آواز کا بصارت سے بینائی کا، ذہن سے احساس کا اور پاؤں سے راستوں کا ہر تعلق ٹوٹ جائے جس شام سے رات میں لمحوں کا عذاب بندھ چکا ہے وہ رات ختم ہی نہ ہو، اس عذاب کو لے کر اترنے والی صبح طلوع ہی نہ ہو۔

سانس کی موت سے پہلے بھی بہت سی موتیں ہو چکی ہوتی ہیں، ہم سانس کو موت سمجھتے ہیں حالانکہ سانس تو اعلان ہے ان تمام موتوں کا جو آپ مر رہے ہوتے ہیں اور کون جانتا تھا وہ کیسے کیسے اور کہاں کہاں مر رہی ہے کسی کو کیا معلوم تھا وہ کتنے محاذوں پہ اکیلی لڑ رہی تھی کتنے طوفانوں سے نبرد آزما تھی کیسی گھٹن اور حبس میں گرفتار تھی کوئی دور پرے کا رشتے دار قریب تھا نہ دوست ہمدرد سب رشتے جھوٹے نکلے تھے سب ہمدرد دشمن بن چکے تھے اور زندگی انہیں تنہا پا کر پریشانی کے اس مقام تک لے آئی تھی یہاں حسیات مردہ ہونے کی خواہش میں تھیں اور ذہن غصہ، جھلاہٹ، تنفر، ہر تاثر سے لاتعلق ہونا چاہتا تھا، مگر تقدیر کے لکھے سے مفر ناممکن تھا جو جیسے طے تھا اسے ویسے ہونا تھا پھر وہ قسمت سے کیسے بھاگ سکتی تھی وہ رات جس نے ایک پل کو بھی پلکیں نہ جھپکنے دیں، وہ رات جس کے بعد آنے والی صبح سے خوفزدگی نے اسے زرد رو کر دیا تھا وہ رات جس کے ختم نہ ہونے کی اس نے شدت سے دعا کی تھی، بالآخر ختم ہو گئی اذان فجر کی صدائیں مساجد سے بلند ہو رہی تھیں اور اس کے لئے بے حد ٹوٹے بکھرے وجود میں اک احساس جاگا تھا اللہ کی وحدانیت قدرت اور

دستگیری کا احساس۔

''دنیا چاہے جتنی مرضی بے ایمانی برت لے جتنی مکاری دکھائے کتنا دل دکھائے اور کتنا ہی رلا لے اگر اللہ میرا ہے میرے ساتھ ہے تو مجھے بال بھی بیکا نہ ہونے دے گا۔''

''بے شک اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔''

اور اسے اللہ سے ملنا تھا اس کی رحمت کو پکارنا تھا وہ اٹھی اور وضو کرنے لگی پھر دوپٹہ خوب سلیقے سے اوڑھ کر جائے نماز بچھا کے نماز کی نیت باندھنے لگی، نہایت خشوع وخضوع سے نماز ادا کر کے تسبیح فاطمہ کی پھر درود پڑھا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو لب جیسے ہلنا بھول گئے، بس آنکھوں سے آنسو جاری تھے، جو پلکوں سے ٹوٹ کر پھسلتے رخساروں کو تر کر رہے تھے وہ دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھائے سجدے میں چلی گئی۔

''اے ذات پاک، اے رب العالمین تو نگاہوں کا ادراک رکھنے والا اور دلوں کے بھید جاننے والا ہے، تو ہماری حالتوں، ہماری نیتوں سے واقف ہے یا اللہ تیرے سوا ہمارا کون ہے تو ہی سب کا آسرا اور ٹھکانہ ہے ہمارے سب حال بگڑے ہوئے ہیں نہ دین کے ہیں نہ دنیا کے، اے ذات کریمی جس کے کرم کے آگے پہاڑوں کے برابر گناہ بھی زرہ برابر ہیں تیرے کرم کی کوئی حد نہیں یا اللہ اگر آپ عزت دیں تو اسے کون ذلیل کر سکتا ہے اگر آپ اہانت کریں تو اسے کون عزت بخش سکتا ہے، اے عزتوں کے مالک مجھے عزت عطا فرما اور اہانت و ذلت سے بچا، اے ہمارے پروردگار ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت نہ ہو یا اللہ ہم پر گرفت نہ کر اگر ہم بھول چوک جائیں درگزر اور بخش دے، اے ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے میں تیری ہی ذات سے رحمت کی امیدوار ہوں، یا الٰہی میری چھپی ہوئی چیزوں پر پردہ رکھ لے اور مجھے خوف کی چیزوں سے امن میں رکھ، یا اللہ جو احسان تو نے مجھ پر کیا اسے کامل فرما اور جو پردہ ڈھانپا ہے اسے ظاہر نہ فرما اور جو انعام تو نے مجھ پر کیا اسے سلب نہ فرما۔'' اس کا وجود دعا گو تھا۔

''میری فریاد سن! اے سب فریادیوں کی فریاد سننے والے تو لوہے کو پانی اور آگ کو برف کرنے والا ہے ہمیں تمام ڈر، خوف اور آفتوں سے نجات دیدے یا الٰہی جس جھوٹے بہتان اور مصیبت میں ہم آج گرفتار ہیں اس میں ہمارا گواہ صرف تو ہے صرف تو یا اللہ تو ہی ہماری سچائی اور مکر کرنے والے کے فریب سے واقف ہے، اے اللہ میں آفت کی اس گھڑی میں تیری طرف رجوع کرتی ہوں تجھے ہی اپنے دشمنوں کے مقابلے میں پیش کرتی ہوں الٰہی مجھ پر رجوع فرما، رجوع فرما، یا اللہ بے شک تو ہی حاجتوں کو بر لانے والا اور کفایت کرنے والا ہے، ہماری بلاؤں کو رفع کر، ہماری مشکلات کو حل کر، میری فریاد کو پہنچ اور اسے اپنے حضور تک رسائی دے میری عرضی قبول فرما بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، رب العالمین خیر میرا مقدر کر دے اور تجھ سے بڑھ کر کوئی خیر کرنے والا نہیں بس تو مجھ پہ مہربانی کر، کرم فرما مولا کرم کر، رحم کر الٰہی رحم کر۔'' اس نے سر اٹھا کے آنسو صاف کیے اور پھر سے درود ابراہیمی پڑھنے لگی اب پہلے کی نسبت اک سکون تھا اک تحفظ کا احساس تھا اس کے اندر، اسے اچانک ہی محسوس ہوا تھا وہ بے سہارا نہیں ہے ایک مضبوط اور معتبر سہارا ہے، اس کے پاس، ایک بے حد بزرگ و برتر ذات جو اس پہ ستر ماؤں سے زیادہ مہربان

...وہ اسے کسی حال میں اکیلی نہیں چھوڑے گی اور یہ ہی سوچ اسے بہت بہادر بنا رہی تھی۔

''جویریہ بس کرو اب، ساری دعائیں آج ہی مانگ لو گی کیا، مجھے نماز ادا کرنی ہے ٹائم نکلا جا رہا ہے۔'' ربیعہ کی آواز پہ وہ چہرے پہ ہاتھ پھیرتی اٹھی اور امی کے کمرے میں آئی تو وہ دواؤں کے زیر اثر ابھی تک غنودگی میں تھیں اور اریبہ صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، اس کے انداز میں بلا کی افسردگی و خاموشی تھی جویریہ نے اس کا چہرہ دیکھا جو ستا ہوا تھا آنکھیں بے خوابی و بے آرامی کے سبب سوج کر گلابی ہو گئی تھیں شاید وہ ساری رات روتی رہی تھی، جویریہ کو دکھ سا ہوا وہ اس کے قریب بیٹھی۔

''طبیعت ٹھیک ہے آپ کی، کیا سر میں درد زیادہ ہو رہا ہے۔''

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔'' وہ کوشش کے باوجود اپنے لہجے کو نم ہونے سے نہ بچا سکی، بہت سا نمکین پانی اس کی آنکھوں میں جمع تھا جس کو وہ بڑے ضبط سے روکے ہوئے تھی، جویریہ نے پھر بغور اسے دیکھا تھا وہ جس کرائسس سے گزر رہی تھی جس ذہنی ڈسٹربنس کا شکار تھی، وہ اندرونی خلفشار اسے بے چین کئے ہوئے تھا۔

''آپی صبر اور حوصلہ رکھیں، سب اپنے اللہ پر چھوڑ دیں وہ یقیناً ہمارے حق میں بہتر کرنے والا ہے۔'' جویریہ نے کہا تھا اور وہ دوسرے ہی پل اس کے سینے سے لگی زار و قطار رو رہی تھی، اس کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ حساسیت کی انتہا پہ کھڑی تھی۔

''کہا بھی تھا میں نے تم سے وہاج کو آنے دو اسلام آباد سے پھر معاملہ سنبھل جائے گا مگر تم نے بنا سوچے سمجھے منہ سے دس ہزار دینے کا شوشہ چھوڑ دیا۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''آپی وہاج بھائی کا Stay ابھی ہفتہ بھر اور ہے ادھر اور آپ کو پتا ہے اس ہفتے کے ختم ہونے تک گلی محلہ خاندان میں کتنی کہانیاں بنتیں، وہاں پنچایت میں آپ کی بے عزتی خاندان کی بدنامی ہوئی اور ہوتی جاتی اور یہ سب مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا۔''

''اور یہ رقم اب کہاں سے دیں گے آج کا دن ہے، آج ہی تو دینی ہے رقم۔'' اس کی آواز کانپی تھی بولتے ہوئے، جویریہ نے اس کے ہاتھ مضبوطی سے تھامے اور بولی۔

''بتاتی ہوں، مجھے ذرا بلقیس خالہ (جویریہ کی دوست کی امی) کے ہاں سے آنے دیں انہوں نے بلوایا ہے ابھی، میں آ کر آپ سے بات کرتی ہوں۔'' اس نے بتا کر لٹکتی چادر اتاری اور ربیعہ کو ساتھ لے کر چلی گئی جبکہ اریبہ خاموش، اداس بھیگی نگاہیں لئے ان دونوں کو جاتا دیکھ کر پلکیں موند گئی نمکین آنسوؤں کی لکیریں چہرے پر پھیلنے لگی تھیں۔

سحر سسکتے ہوئے آسمان سے اتری
تو دل نے جان لیا یہ بھی سال درد کا ہے
اسیر ہے میری شاخ نصیب پت جھڑ میں
میرے پرندہ دل پر بھی جال درد کا ہے

☆☆☆

''کھیل بہت سے لوگ کھیلتے ہیں میدان میں بہت سے اترتے ہیں، سکندر وہی ہے جس کا

مقدر اس کے ساتھ ہے، بہت سوں میں سے صرف تین لوگ جیتتے اور انعام پاتے ہیں، محنت کرنے والے ثابت قدم اور خوش قسمت اور شاید میں ثابت قدم نہ تھی، محنت میں بھی کمی تھی، رہی خوش قسمتی تو وہ جانے کب سے مجھ سے روٹھی ہوئی ہے مجھے معلوم نہ تھا، راہ حق کی تلاش اتنا مشکل کام ہے اور مجھے ایسی کٹھنائیاں پیش آئیں گی میرا خود سے انسانیت سے اور رشتوں ناتوں سے اعتماد اٹھ جائے گا میں نے سوچا بھی نہ تھا زندگی کبھی مجھے ایسے موڑ پہ لا کھڑا کر دے گی جب میں ہر کسی کو دیکھ کر جنونی اشتعال اور حسد میں گھر جاؤں گی جبکہ میں جانتی ہوں کہ حسد ایک ایسا زہر ہے جسے پیتے ہم ہیں اور توقع دوسروں کے مرنے کی کرتے ہیں، اس کے باوجود نہ صرف میں قطرہ قطرہ اسے پی رہی ہوں بلکہ اپنے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے مرنے کا سامان بھی کر رہی ہوں اور ایسا کیوں ہے؟ مجھ سے پوچھا جا رہا ہے ایسا کیوں ہے؟ کیا کسی کو یہ پتا نہیں چل رہا کہ ایسا کیوں ہے؟“

اس کی آنکھیں پانیوں سے لبالب بھر گئی تھیں اور لہجہ بھیگا ہوا تھا کیتھرین نے اس کو روکا نہیں تھا نہ اس کے آنسو صاف کرنے کی کوشش کی تھی، وہ اس کا غبار نکلنے دینا چاہتی تھی وہ چاہتی تھی کہ ماریا بولے اور اتنا بولے کہ اس کا اسٹریس اس کا سارا کتھارسس لفظوں میں بہہ جائے اور وہ زندگی کے ہم قدم ہونے کو پھر سے تیار ہو، اسی لئے وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

”مجھے زندگی نے، رشتوں نے، دوستوں نے، عقیدوں نے بہت دکھ دیے اس خدا نے جو مالک بنا آسمانوں پہ بیٹھا ہے اس نے مجھے آزمایا، تکلیف دہ لمحات سے گزارا، مجھے زندگی سے موت اور موت سے زندگی کی طرف لایا، میرا اعتماد ہر چیز سے اٹھایا ہر چیز سے یہاں تک کہ خود سے بھی، یقین کا سفر میرے قدموں سے لپیٹ کر مجھے بار بار بے یقین کرتا رہا، درد کے صحرا میں چھوڑ کر اذیت دیتا رہا، سب لوگ خوش تھے برے بھی بھلے اس نے اور کسی کو......“ آنسوؤں کا پھندا سا لگا تھا اور وہ کچھ دیر کو خود پہ قابو پانے کی کوشش کرتی رہی پھر انہی بہتے نمکین آنسوؤں کے درمیان سسکتی وہ بولی تھی۔

”کسی کو بھی میری طرح سے نہیں آزمایا، سب کے سب رشتوں، محبتوں، یقین و اعتماد کی دولت سے مالا مال ہیں حالانکہ سب نے اسے اس طرح سے پانے کی کوشش نہیں کی ہوگی جیسے میں نے کی ہے سب کے پاؤں، دل خیالات یوں نہ زخمی ہوئے ہوں گے سب نے میری طرح خواب نہ کھوئے ہوں گے خواہشوں کو نہ رولا ہوگا اور پھر بھی خوش ہے کیوں؟ کیتھرین تم بتاؤ نہ کیوں؟ ہر کوئی اتنا مطمئن ہے میں کیوں ایسی خوشی اور مطمئن نہیں جبکہ میں کتنی پرہیز گار تھی، میں نے کتنی پارسائی سے زندگی گزاری کبھی پینے پلانے والا شغل نہیں رکھا کبھی ڈیٹ نہیں ماری، کسی کو پریشان دیکھا تو فوراً اس کی مدد کو پہنچی پھر یہ سکون یہ طمانیت مجھے نصیب نہیں ہوئی کیوں؟ کیا میں اتنی بری تھی کہ مجھے اس نے ہر رشتے، ہر جذبے پر خواب سے خالی کر دیا، میں یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ اس نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ باقی سب میں سے کسی کے ساتھ بھی ایسا کیوں نہیں کیا؟ کیا وہ اتنی برائیوں میں لدے ہونے کے باوجود اسے مجھ سے پیارے ہیں؟“ اس کی آواز آنسوؤں کی روانی اور غم کی شدت کے باعث کپکپانے لگی تھی، کیتھرین نے دو قدم آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا جو ہمدردی و حوصلہ بخش لمس سے بھرا تھا۔

”اور جب میں یہ سب سوچتی ہوں تو میرا دماغ اشتعال، درد اور بے بسی کے شدید ترین احساس کے باعث پھٹنے لگتا ہے پھر مجھے ہر ہنستا، بولتا، چلتا، پھرتا دکھنے والا انسان زہر لگتا ہے اور میرا خود گویا اسے ختم کرنے کو جی چاہتا ہے۔“ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے زار و قطار رونے لگی تھی کیتھرین نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا ماریا کا پورا وجود ہچکولے کھا رہا تھا۔

کیتھرین نے اس کی پشت سہلاتے ہوئے گویا تسلی و تشفی دی اور اک لمبا سا سانس خارج کیا تھا، وہ ماریا جوزف کی موجودہ ذہنی کیفیت کے گزشتہ اسباب و واقعات کی تہہ تک پہنچ چکی تھی اور اب اس کے لئے ماریا کو زندگی کی طرف واپس لانا کوئی مسئلہ نہ تھا۔

اس نے اسی لئے ماریا کو بنا روکے کھل کر بولنے دیا تھا تاکہ وہ اس کے ڈپریشن کے جو اسباب ہیں وہ جان سکے پھر اس کے مائنڈ باڈی سسٹم اور میموری کو دیکھتے ہوئے مائنڈ باڈی تیکنیک کے ذریعے اسٹریس رسپانس کو جڑ تک پہنچے۔

لیکن اس وقت اسے فی الحال ماریا کو حوصلہ دینا تھا یہ احساس فراہم کرنا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہے کوئی ہے جو اس کے ہر اچھے برے وقت میں ساتھ ہے جسے اس کی فکر ہے اور اسی فکر کا احساس ماریا کو مثبت سوچ مثبت راہ فراہم کر سکتا تھا۔

کیتھرین چند منٹ بہت خاموشی سے سوچتی رہی پھر پانی پلایا تھا، ماریا نے اپنے حلق سے گھونٹ گھونٹ کر کے پانی اتارا تھا ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے ہوئے آنسو صاف کیے تھے اور بمشکل خود کو متوازن کرتی مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی۔

”آئم سوری میں بہت ایموشنل ہو گئی۔“

”کوئی بات نہیں مجھے اچھا لگا تم نے مجھے اپنی سمجھا اعتبار کیا اپنے احساسات مجھ سے شیئر کیے اس سے نہ صرف تمہارا ذہنی بوجھ ہلکا ہوا ہے بلکہ مجھے مدد ملے گی میں بہتر طور پر تمہاری سائیکی سمجھتے ہوئے تمہیں زندگی کی طرف واپس لاؤں گی۔“

”نہیں کیتھی یہ ایک مشکل کام ہے تم جلد اکتا جاؤ گی تمہیں مجھ پہ غصہ آنے لگا تھا۔“

”میرے مزاج میں گرمی نہیں ہے کیونکہ میں سمجھتی ہوں حد سے زیادہ سردی اور گرمی کا اثر، ضروری اور صحت بخش غذا کی کافی مقدار سے محرومی، غیر موزوں رہائش، غفلت اور بد اعتدالی یہ سب انسانی زندگی کے مہلک دشمن ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز اتنی تباہ کن نہیں جتنی کہ تندی جذبات اور تند مزاجی، تند مزاجی نہ صرف آپ کو کامیاب نہیں ہونے دیتی بلکہ آپ کی درازی عمر کی بھی دشمن ہے اور رہی مشکلات کی بات تو مشکلات دراصل ہماری محسن ہیں وہ ہمیں ہماری کمزوریوں، ہمارے مقاصد، ہماری کوتاہیوں سے آگاہ کرتی ہیں، وہ ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ ہم اپنے مقصد پر ہر تعلق اور ہر رشتے کی روشنی میں غور کریں، مشکلات ہمیں حوصلہ، جرأت اور استقلال دیتی ہیں اور اگر ہمیں اپنے ارادے کی کامیابی اور زندگی چاہیے تو مشکلات پر غالب رہنا ہوگا، زندگی میں مشکلات کو مائینس کرنے کے لئے اتنے ہی دباؤ اور ہمت کی اینٹی فورس اپلائی کرنا ہوگی تاکہ زندہ رہا جا سکے۔“

”یہ سب کچھ تو میں نے کیا تھا مگر پھر بھی کتنا کچھ کھو دیا حالانکہ ہر مشکل سے گزرتے میں اپنی

انر جی کانفیڈنس برقرار رکھتی تھی اپنی Thinking کو Positive رکھتی تھی کہیں خود کو شکست خوردہ سمجھانہ محسوس کیا پھر، پھر بھی یہ سب ہوتا گیا۔"

"دیکھو مار یا خدا اپنے پیارے بندوں کو ہمیشہ آزماتا ہے اور اگر کچھ چھین لیتا ہے تو بدلے میں اس سے بہتر چیز ہم کو عطا کرتا ہے بشرطیکہ ہم آزمائش میں اپنا حوصلہ اور اس پہ یقین برقرار رکھیں، ہوسکتا ہے تمہارے دکھوں میں بھی کوئی بھلائی ہو، وہ دکھ کے ذریعے ہی تمہیں سکھ کے جہاں تک پہنچانا چاہتا ہو کیونکہ خدا سے زیادہ ہم سے محبت کرنے والا کوئی نہیں، وہ ہمیں دیکھتا ہے ہماری ریاضتوں کو جانتا ہے ہماری دعاؤں کو سنتا ہے اور وہ سب عطا کرتا ہے جو ہم مانگتے ہیں جو ہم چاہتے ہیں بس گلہ، شکوہ اور ناشکری سے بچنا چاہیے انسان کو خدا نے فکر وعمل کی بہترین صلاحیتیں و دیعت کی ہیں علم وحکمت کی تعلیم کے ذریعے اس کے شعور وآگاہی کو وسعت دی ہے، اس کی زندگی کے کچھ فرائض ومقاصد ہیں، انسانی زندگی مقاصد کے تعین، اہداف کے لئے جہد مسلسل اور ان کے حصول سے تعبیر کی جاتی ہے اگر انسانی زندگی سے مقصد کو خارج کر دیا جائے تو زندگی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے، ہمیں گزرے ہر سود وزیاں سے اور آنے والے ہر اندیشہ سے بے نیاز ہو کر اپنے لئے زندگی کی خوشی اور طمانیت پانی ہے خود کو ہارا محسوس نہیں کرنا کیونکہ جو ہار جائے وہ ہمیشہ کے لئے شکست خوردہ رہ جاتا ہے، پھر اسے جیت کا موقع خوش قسمتی سے ملتا ہے۔" کیتھرین اسے بہت رسان سے سمجھا رہی تھی اور وہ پوری آنکھیں کھولے مکمل دھیان سے اس کی باتیں سن رہی تھی، سوچ رہی تھی، سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی خود کو جانچ رہی تھی دوسروں کو پرکھ رہی تھی۔

☆☆☆

"یہ ساری صفائی اچھی طرح کرو اور یہ کیبنٹ بھی ذرا دیکھ کر صاف کرنا اتنا گند پڑا ہے ہر جگہ پتی، چینی، مرچ اور نمک بکھرا ہوا ہے جانے یہ لڑکی کیسے صفائی کرتی ہے بس اوپر اوپر سے دو ہاتھ مارے اور فارغ سو بار کہا ہے بی بی گھریوں نہیں سنبھالے جاتے یہاں تو ماں باپ کا گھر ہے بچت ہوگئی آگے جا کر بچت نہیں ہوتی سب کچھ کرنا بھی اپنے ہاتھوں سے پڑتا ہے اور باتیں بھی سننا پڑتی ہیں۔" رشیدہ چیزوں کی اٹھا پٹخ کرتے ہوئے بولتی جا رہی تھیں اور آمنہ منہ بنائے ان کی ہدایات کے مطابق کچن کو چمکا رہی تھی، چمکا بھی کیا رہی تھی بقول رشیدہ کے اوپر اوپر سے ہاتھ مار رہی تھی، جو سستی اس کے انداز میں وہ رشیدہ کو بے طرح غصہ دلا گئی۔

"بھلا یوں کام کرتے ہیں ارے جاؤ تم برتن دھولو ہما تم آؤ بیٹی ذرا یہ صفائی تو دیکھو۔"

"تو امی برتن یہ کون سے دھولے گی آدھی چکنائی ویسے لگی ہوتی ہے اور سنک بھی بنا دھوئے چھوڑ جاتی ہے۔" ہما آگے ہو کر بولی۔

"ہاں تو نہیں ہوتے مجھ سے یہ نوکروں والے کام بھلا یہ بھی زندگی ہے کہ صبح تڑکے اٹھو اور لگ جاؤ برتن دھونے جھاڑو دینے۔"

"واہ تم تو جیسے شہزادی ہو، جس کی توہین ہوتی ہے گھریلو کام کرنے سے۔" ہما نے گھورا۔

"توہین چھوڑیں یہ تو قسمت میں لکھی ہے برتن دھونے سے ہاتھ کتنے خراب کھردرے اور رف ہو جاتے ہیں، ناخن گھستے ہیں اور جھاڑو پونچھا لگانے میں بھی ٹانگیں درد کرنے لگتی ہیں۔"

"کھایا کم کرو نہ موٹی اتنی ہو رہی ہو ٹانگیں بیچاری تمہارا بوجھ سہارتے تھک جاتی ہونگی۔"

"جی نہیں کھاتی تو میں کم ہوں وہی دال روٹی ہوتی ہے جو سب کھاتے ہیں مجھے بھی ملتی ہے ہیں کون سا دیسی گھی میں لقمے ڈبوتی ہوں یہ اور بات ہے کہ کھایا پیا مجھے لگ جاتا ہے۔" وہ کچھ نروٹھے پن سے بولی تو رشیدہ اور ہما کو ہنسی آ گئی۔

"تو اس کھائے پیئے کو حق بھی ادا کیا کرو ناں۔" ثمن بولی۔

"بس آپی یہ چھوٹے اور گند صاف کرنے والے کام مجھ سے نہیں ہوتے۔"

"اور ہم تو جیسے انسان ہی نہیں جو یہ سب کر لیتی ہیں۔"

"آپ کو عادت ہے، آپ کر سکتی ہیں۔" وہ آرام سے بولی۔

"تو یہ عادت تم بھی ڈالو کیونکہ آگے چل کر یہی عادت زندگی بناتی ہے پتا ہے گھر کا کام تو سنت نبویؐ ہے تم تو خود طالبہ ہو تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر جھاڑو خود لگاتے تھے کپڑے کو خود رفو کر لیتے تھے جوتی خود گانٹھ لیتے تھے اور گھڑے میں پانی خود بھر کر لاتے تھے حالانکہ وہ رسول اللہ تھے بادشاہ وقت تھے دو جہاں کے والی تھے خود ان کی اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمتہ الزہرہ رضی اللہ عنہا چکی پیستی تھیں کھانا پکاتی تھیں اور صفائی دھلائی کرتی تھیں چکی پیستے رہنے سے ان کے ہاتھ سوج کر سخت ہو چکے تھے اور انگلیوں میں گانٹھیں پڑ چکی تھیں ان سے کام کرنا دشوار ہونے لگا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک لونڈی کی درخواست کی۔" اور جانتی ہو امت کی شہزادی کو انہوں نے کیا جواب دیا تھا۔

"وہ عورت جو دنیا کی ہر عورت سے بہترین اور معتبر تھی دین و دنیا کے معاملہ میں اور جنت میں عورتوں کی سردار ہے، اسے انہوں نے ملازمہ دینے کے لئے انکار کیا اور کہا تھا کہ "محمد کی بیٹی کے لئے یہ مشقت کوئی مشقت نہیں ہے یہ تو گھر کا معمولی کام ہے اگر اس کے لئے تم لونڈی مانگ سکتی ہو تو باقی مسلمان عورتیں کیسے محنت کر سکیں گی، اللہ اور اللہ کی رضا کی خاطر بڑے صبر آزما اور کٹھن کام جھیلنا پڑتے ہیں، اگر لونڈی چاہیے تو ہر عورت کو ملے صرف تمہیں نہیں، تمہیں مثال بننا ہے دوسری عورتوں کے لئے، اس کے بعد حضرت فاطمتہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سخت سے سخت کام کیئے مگر کبھی کسی لونڈی کو رکھنے کا خیال نہ کیا، حالانکہ مرتبے و رتبے میں حسب ونسب اور نجابت وشرافت میں کوئی ان کا ثانی نہیں تو ہم تم کس برتے پر خود کو برتر سمجھ کر غرور کا بول، بول جاتے ہیں۔" رشیدہ خاتون نے بہت سنجیدہ لب ولہجہ میں تفصیلی بات کی تو آمنہ واقعی شرمندہ ہو گئی۔

"آپ ٹھیک کہتی ہیں امی، میری سوچ غلط تھی۔"

"غلطی تسلیم کرنا غلطی کو مٹاتا ہے اور کسی بھی اچھی بات کا برا نہیں منانا چاہیے کیونکہ ماں کبھی بھی اولاد کا برا نہیں چاہ سکتی اور بیٹی گھر گرہستی تو سیکھنا اور کرنا عورت کی عظمت ہے کیونکہ خدا نے عورت کو گھر کی حکومت دی ہے گھریلو نظام، خاندان کی صحت اور بچوں کی تربیت عورت کے ذمہ داری ہے، اسے ادا کرتے ہوئے کوفت یا خفت کیسی بھلا اپنے گھر بھی کوئی شرمندہ ہوتا ہے کام کرتے ہوئے۔" رشیدہ رسان، نرمی اور سبھاؤ سے سمجھا رہی تھیں۔

"سوری امی اگین سوری۔" آمنہ نے ان کے ہاتھ چومے۔

''کوئی بات نہیں چلو شاباش اٹھو اب اور صحن صاف کر دو ثمن برتن دھو دے گی، کام جلد نپٹ جائے گا۔''

''امی صحن کون سا اتنا گندا ہو گیا ہے یہاں کون سے چھوٹے بچے ہیں جو بکھیڑا ڈالتے ہیں۔''

''پھر وہی کام سے انکار والا رویہ، ابھی کیا سمجھاتا تھا۔'' انہوں نے گھورا۔

''دیکھو کتنے پتے ٹوٹ کر ہوا کے زور سے بکھرے ہیں اور حدیث نبویؐ کے مطابق جو لوگ اپنے گھروں اور صحنوں کو گندا رکھتے ہیں وہ یہودیوں سے مشابہہ ہیں اور کیا تم پسند کرو گی کہ تم پیدائشی مسلمان ہوتے ہوئے یہودیت پہ ہو کر مرو۔''

''مائی گاڈ امی اتنا ڈرا خوف پیدا کر دیتی ہیں آپ تو یہ، پلیز ہما آپی جھاڑو دیں میں صفائی کر لوں۔'' آمنہ اٹھی اور ہما کے ہاتھ سے جھاڑو لیا تو سب ہنسنے لگیں۔

''شاباش کرو کام، صفائی تو ویسے بھی نصف ایمان ہے ایسا نہ ہو تمہارا ایمان نامکمل رہ جائے۔'' ثمن نے بے ساختہ ہنستے ہوئے کہا۔

''ویسے آپی وہ سعیہ ہیں ناں کتنی خوبصورت نرم و نازک ہیں اور ہاتھ پاؤں کتنے صاف ستھرے چمکتے ہوئے اور ہمارے دیکھیں۔''

''بیوقوف وہ صرف کھاتی پیتی یا پہنتی اوڑھتی گھومتی رہتی ہے، وہ کون سا یہ گھریلو کام کرتی ہے کہ ہاتھ پاؤں خراب ہوں۔''

''ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے ہمارے ہاتھ کباب اور ان کے نان لگ رہے تھے۔''

''استغفراللہ، کیسی فضول سوچیں پالے رکھتی ہو معافی مانگو اللہ سے اس نے بہت گورا نہ سہی مگر صاف رنگ تو دیا ہے اور پورے ہاتھ پاؤں دیے اندھی، لولی لنگڑی یا بولی بہری نہیں بنایا، اپنے سے اوپر والوں کو نہیں بلکہ اپنے سے نیچے والوں کو دیکھنا چاہیے بہت سے لوگ کسی نہ کسی بدنی معذوری یا جسمانی کمزوری و بیماری کی وجہ سے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے کے لئے محتاج ہیں، تم جسمانی و اعصابی طور پر صحت مند ہو اسی پہ شکر ادا کرو کہ اللہ کریم نے تمہیں کسی اعضاء سے محرومی نہیں دی۔'' ثمن کچھ غصے اور کچھ خفگی کے تاثرات لئے بولی۔

''اور بہت مشکل کے دنوں میں بھی تم کبھی بھوکی نہیں سوئیں بیمار ہو کر دوا کو نہیں ترسیں ورنہ نجمہ خالہ کے حالات دیکھ رہی ہو اللہ سے معافی مانگو اس نے عزت سے رکھا اور اپنا کرم رکھا اور مسلسل کریم ہے ہم پہ باوجود ہماری ناشکری کے۔'' ہما نے بھی ڈانٹا۔

''ارے یہ تو پیدا ہی کوڑھ مغز ہوئی ہے اس کے ساتھ کیا بار بار دماغ کھپانا، بندہ عقل سمجھ رکھتا ہو تو ایک ہی مثال بلکہ نصیحت بہت ہے جتنا اس نے دماغ کھا لیا ہے اتنے میں تو تم پی ایچ ڈی کر لیتیں۔'' رشیدہ کے کہنے پر وہ پھر ہنس دیں۔

''بچی ہے امی سمجھتے سمجھے گی۔'' ثمن تاسف سے بولی۔

''اور تب تک ہماری سمجھ جواب دے جائے گی اللہ جانے نرالی عادتوں اور اتنا شاہی مزاج رکھنے والی یہ نادان بچی کہاں کھپے گی۔'' وہ تشویش سے بولیں۔

''وہیں یہاں اس کا نصیب ہو گا آپ فکر نہ کریں اور انزلہ آپی بلا رہی تھیں آپ کو انہوں نے

ہاسپٹل جانا تھا چیک اپ کو، آپ چائے پی لیں پھر میں راحیل بھائی کو کال دوں گی وہ لے جائیں گے آپ کو۔'' ہما نے کہا۔

''ہاں تم چائے دے کر میری سفید چادر نکال کر دو، میں جاؤں انزلہ کی طرف۔'' ان کے کہنے پر ہما سر ہلاتی چائے لینے اٹھی۔

☆☆☆

یہ غلط فہمی یہ آپس کا کھنچاؤ ختم ہو
دم گھٹا جاتا ہے اعصابی تناؤ ختم ہو
ایک مدت سے مسلسل بارش آنکھوں میں
گر رکے پانی تو چہرے پہ کٹاؤ ختم ہو
میں زمین پر اور وہ ہے آسماں میں مقیم
کس طرح یہ فاصلہ تم ہی بتاؤ ختم ہو
میرے حصے میں اگر قسمت سے آئے ہیں نشیب
اس طرف پھر کیسے پانی کا بہاؤ ختم ہو
زندگی منسوب ہے اسی کے نام سے
کس طرح اس شخص سے میرا لگاؤ ختم ہو

''جو میں سمجھ رہا ہوں کاش وہ بھی سمجھتی جس کے صاف انکار نے دل میں کانٹا سا چبھویا ہے جس نے اپنے اندر کی ساری تلخی اپنے کڑوے لفظوں کے ذریعے میری سماعتوں میں اتار دی اور سارے نرم گرم جذبات بھاپ بن کر ہوا میں تحلیل ہو گئے۔''

ابھی وہ اتنا پڑھ پائی تھی کہ واش روم سے پانی گرنے کی آواز آنا بند ہو گئی، سعیہ نے زردیدہ نظروں سے واش روم کے بند دروازے کو دیکھا تھا اور جلدی سے ڈائری بند کر کے مخصوص جگہ پہ واپس رکھی اور شہریار کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

وہ اتفاقاً ہی چارجر ڈھونڈتی آج شہریار کے روم تک آ گئی تھی اور ٹیبل سے چارجر اٹھاتے ہوئے سوئے اتفاق ادھ کھلی ڈائری کے کھلے ورق پہ لکھی شاعری نے اس کی توجہ کھینچ لی اور اپنے کمرے تک واپس آتے ہوئے اس کا دل بہت بوجھل کیفیت کا شکار ہوا تھا، موبائل چارجنگ پہ لگا کے وہ شہریار کے متعلق سوچنے لگی۔

''خود سے منسلک چیزوں کے ساتھ تو وہ ہمیشہ سے بہت ٹچی رہا تھا پھر یہ تو اس کی پوری زندگی کا معاملہ تھا، اس کے دل کا اس کی محبت کا مسئلہ تھا اس کے لئے وہ حساس کیسے نہ ہوتا۔''

محبت کے نام پہ اس کے اندر اک عجیب بے چین کر دینے والی لہر بیدار ہوئی تھی۔

''کیا وہ واقعی مجھ سے اتنی شدید محبت کرتا ہے اور میرے انکار سے اسے اتنی ٹھیس لگی ہے کہ وہ اندرونی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا ہے۔'' وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی تھی اس کا چہرہ متضاد کیفیات کا غماز تھا۔

''میں بھی کیسی پاگل ہوں محض شاعری ہی تو ہے وہ بھی شاعر کے اپنے جذبات کا اظہار،

ضروری نہیں کہ یہ سب کچھ شہریار کے بھی محسوسات میں شامل ہو اور ہو بھی تو مجھے کیا پروا میں کیوں خود کو خوامخواہ پریشان کر رہی ہوں۔'' اس نے سر جھٹک کر خود کو موجودہ کیفیت سے آزاد کرنا چاہا۔

وہ نہیں جانتی تھی اس نے شہریار کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا یا برا مگر اپنے کسی بھی طرز عمل پر قطعاً پریشان یا شرمندہ نہ تھی، اس کا ذاتی نظریہ تھا زندگی کے متعلق اور وہ زندگی کو صرف اپنے زاویہ نظر سے دیکھنے کی عادی تھی، دوسروں کے لئے حساس اور مخلص تھی مگر صرف اس وقت تک، جب تک اس کی اپنی ذات آڑے نہ آتی یہاں پہ اسے لگتا وہ خود نقصان اٹھائے گی وہ بڑے آرام سے خود کو سخت بنا لیتی تھی اور اگر وہ اپنے اصولوں اپنی ترجیحات کے لئے سخت تھی تو مقابل کیسے نہ ہوتا، وہ جانتا تھا کہ جتنا لچک کا مظاہرہ کرے گا سنعیہ علی اتنا ہی اسے ڈی گریڈ کرنے کی کوشش کرے گی، اتنا بھی خود کو اپنے مردانہ مقام و خودی سے نیچے لانا اسے گوارہ نہ تھا۔

جب وہ اس کا دل توڑتے ہوئے اس کے خواب بکھیرتے ہوئے اس کے ساتھ کوئی رعایت نہ برت رہی تھی تو وہ خود کو کیوں گراتا جاتا، کیوں اپنی ذات کو سنعیہ علی کا ہدف بنائے رکھتا جبکہ کھیل تو ہمیشہ برابری کی سطح پر کھیلا گیا اچھا لگتا ہے، مخالف فریق کا پلڑا کون اپنی خوشی سے بھاری کرتا ہے۔

سو وہ بھی اپنے احساسات کو ذرا تھپکنے لگا تھا بے حسی کی نیند میں اور ایسا کرنا یقیناً اس کے لئے بھی مشکل تھا جسے وہ بچپن سے اہمیت دیتا چلا آرہا تھا اسے ایکدم سے اگنور کرنا تو کسے اس کے لئے بھی اسے وقت چاہیے تھا خود کو سمجھاتے ہوئے اگلے پورے تین دن وہ اسے گھر میں دکھائی نہیں دیا، کہاں تھا کیوں گیا تھا اسے تشویش تو ہوئی مگر کسی سے پوچھنا یہ کام وہ کبھی نہیں کر سکتی تھی۔

وہ گھر میں کسی کو بھی اس خوش فہمی میں نہیں رکھنا چاہتی تھی کہ اس کو شہریار کی کیئر ہے یہ چوتھا دن تھا جب وہ معمول کے مطابق ڈنر کے لئے نیچے آئی تھی سلام کرتے ہوئے وہ بیٹھی اور جب سامنے نظر اٹھی تو بے ساختہ تحیر سے بھر گئی، شہریار خان ڈائننگ ٹیبل پہ موجود تھا بڑے خوشگوار موڈ میں، مما پپا سے باتیں کرتا، اپنے لئے پلیٹ میں بریانی ڈالتا ہنستا مسرور اور مگن، وہ گزری ہوئی باتوں کے زیر اثر پریشان نہ لگ رہا تھا بلکہ اس کی اداسی آنکھوں میں اس وقت واضح چمک تھی اور یہ چمک سنعیہ کو ساکت سا کر گئی۔

ان تین دنوں میں کیا ہو گیا تھا ایسا، کون سا قارون کا خزانہ مل گیا تھا اسے، جو وہ یکسر بدلا، بدلا نظر آرہا تھا، وہ حیرت و استعجاب سے بھرپور نگاہ لئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اسی پل شہریار نے بھی اسے دیکھا تھا اک اجنبی نظر سے پھر اپنے کھانے میں مشغول ہو گیا تھا۔

''سنعیہ کھاؤ نا بیٹی ایسے گم صم کیوں بیٹھی ہو، طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری۔'' عفنان علی خان نے اسے پیار سے دیکھا تھا، وہ بس ان کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

''اچھا، اب سمجھا ناراض ہو، آج تمہاری سالگرہ تھی ہم تمہیں وش کرنا بھول گئے۔''

''سوری بیٹا تمہاری مما اور میں بہت اہم بزنس کنٹریکٹ کی ڈیلنگ میں بزی تھے اور جلد گھر آنہ سکے۔''

''پپا میں نے آپ سے شکوہ تو نہیں کیا۔'' وہ کچھ نم لہجے میں بولی۔

''آپ نے نہیں کہا ہمیں احساس ہے ناں، اپنی بہت لاڈلی اور اکلوتی بیٹی کے لئے نئی گاڑی کی چابی، اللہ تمہیں لمبی عمر خوشیاں اور سکون عطا کرے ہر پریشانی اور دکھ سے محفوظ رکھے۔'' شائستہ نے بی ایم ڈبلیو کی چابی اس کی ہتھیلی پہ رکھتے ہوئے پیشانی پہ ممتا کا شفیق لمس ثبت کیا تھا اور عفنان علی خان نے بھی ایک کی رنگ نکالتے ہوئے اس کے سامنے رکھی۔

''مما پاپا یہ سب میں کیا کروں گی مجھے تو آپ کی محبت اور شفقت چاہیے۔''

''یہ بھی ہماری محبت اور شفقت کا حصہ ہے ہم صرف تمہیں خوش اور مسکراتی دیکھنا چاہتے ہیں چیزیں تو اک بہانہ ہوتی ہیں محبتیں وصولنے کا اصل چیز تو جذبہ ہے۔'' شائستہ نے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

''او کے مما، پاپا میں بہت تھکا ہوا ہوں آرام کروں گا گڈ نائٹ۔'' شہریار نپکن سے ہاتھ صاف کرتا یکدم اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے قریب سے گزرتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اور وہ جو ناراستگی میں منتظر سی تھی کہ شاید وہ بھی وش کر دے، کوئی دعائیہ فقرہ کوئی اچھی بات نرم مسکراہٹ مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر کتنی اجنبیت سے گزرا تھا، جیسے ان کے درمیان کوئی تعلق کوئی واسطہ، کوئی رشتہ ہے ہی نہیں۔

اتنا بیگانہ تو وہ کبھی نہیں ہوا تھا وہ بھی اس کے حوالے سے اور اس کی سالگرہ کا دن تو وہ بطور خاص یاد رکھتا تھا بلکہ 25 نومبر کو اسے وش کرنے والا پہلا شخص ہمیشہ وہی ہوتا تھا، بہت اسٹائلش ڈیزائننگ والے برتھ ڈے کارڈز مہنگے اور معیاری گفٹس پھر کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر کیا کچھ کرتا تھا وہ اس کے لئے، اب...... اس کی آنکھوں میں مرچیں سی چبھنے لگیں اندر دھواں پھیلنے لگا تھا۔

''او کے سنعیہ تم بھی آرام کرو صبح ملاقات ہوگی اور تمہاری سالگرہ کی پارٹی ڈیو ہے جو کل آواری میں ہوگی اپنی فرینڈز کو بلا لینا۔'' عفنان علی خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ چونکی۔

''او کے بیٹی گڈ نائٹ۔'' شائستہ نے اس کے رخسار پہ پیار کیا۔

''گڈ نائٹ مما، پاپا۔'' وہ اٹھی تھی اور اپنے کمرے کی جانب جانے لگی، چلتے ہوئے آنکھیں جانے کیوں دھندلانے لگی تھیں، وہ کاریڈور کے ستون سے لگ گئی، محبت پیار، عشق سب فضولیات تھیں اس کے نزدیک اسے ایسے کسی جذبے پر یقین تھا نہ اعتماد مگر دوستی شہریار کی دوستی تو شروع سے قیمتی تھی اس کے لئے۔

''اور اس کا وہ نرم روپ، دوستانہ مزاج، وہ اپنائیت اور توجہ کیا صرف دھوکا تھا، مطلب کے لئے تعلق و رشتے کی ضرورت کے تحت اور میں اتنی معصوم ڈفر سمجھ ہی نہ سکی وہ مطلب نہ نکلنے پر بدل بھی سکتا ہے ورنہ میری سالگرہ شہریار کو کیسے بھول سکتی ہے کتنی بھی ناراضگی سہی کم از کم وش تو کر دیتا وش کرنا تو ایک طرف اس نے تو ایک اتفاقی سی نظر بھی نہ ڈالی تھی جو کوئی پاس کھڑا اجنبی بھی ڈال لیتا ہے، تو کیا وہ واقعی اس کو کچھ نہیں سمجھتا یا بالکل بدل چکا ہے اور سارے دوست لمحے خواب خیال ... وہ پہلے اپنے اصل رنگ میں تھا یا اب آیا تھا یا یہ اس کے عمل کا کوئی ردعمل تھا۔'' اور یہ سوچ ... اپنی نگاہ میں اپنا تجزیہ کرنے پر مجبور سا کر گئی،

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبح اُمید کا

فوزیہ غزل

چودھویں قسط کا خلاصہ

سعیہ صبا سے شہریار کے سخت رویے کا شکوہ کرتی ہے تو صبا اسے سمجھا بجھا کر شہریار کو کچھ وقت دینے کا مشورہ دیتی ہے تاکہ وہ دونوں بہتر طور پر اپنے تعلق کو جانچ سکیں، اپنے جذبات کو جانچ سکیں۔

اریبہ پنچایت میں جاتی ہے تو بنا ثبوت کے اس کی کوئی نہیں سنتا بلکہ فریق کی حمایت کرتے ہوئے اسے انگوٹھی بطور ضمانت رکھنے کا کہا جاتا ہے تو اریبہ کی مخدوش حالت و صدمہ کے پیش نظر جویریہ یہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کر بیٹھتی ہے۔

کیتھرین، ماریا کو لے کر شاپنگ پہ نکلتی ہے تو ماریا ایک ایک کر کے اپنی زندگی کے پوشیدہ گوشے کھول دیتی ہے۔

جبکہ سعیہ کے بدتمیزانہ انداز رویہ سے زچ آ کر شہریار خود کو مزید ڈی گریڈ ہونے سے بچانے کے لئے گریز پا ہونے لگتا ہے اور یہ اجنبیت سعیہ کی برتھ ڈے پہ مزید بڑھ جاتی ہے جس سے سعیہ شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتی ہے۔

جویریہ اور اریبہ آنے والے وقت سے پریشان اللہ کے حضور اپنی مصیبت و آزمائش سے نجات کی دعا کرتی ہیں۔

اب آپ آگے پڑھیئے

پندرھویں قسط

کچھ ٹوٹے خواب، کچھ آنکھوں کے عذاب
کچھ درد زندگی میں، کچھ چبھن سانسوں میں
کچھ زہر لہجے میں، کچھ آگ باتوں میں
کچھ تڑپتے سسکتے لمحات
کچھ نامساعد تبدیلیاں، کچھ ناگزیر حالات
کچھ کرب آہوں کے، کچھ ناسور یادوں کے
کچھ تپتے ہوئے گوشے ماضی کے، حال کے، مستقبل کے بھی
کچھ معاملے باقی جفا کے، وفا کے، دل کے بھی
پیروں کو پکڑتی زمیں کہیں
نظر سے لپٹتی روح یقیں کہیں
کچھ اذیت سوچوں میں، کچھ زخم ہاتھوں میں
کچھ کڑھنا دن بھر، کچھ جلنا راتوں میں
کچھ سلسلے تنہائی کے جو ختم نہیں ہوتے
کچھ فاصلے درد کے جو کم نہیں ہوتے
کیا تھے ہم، کیا بنا دیا ہم کو
زندگی بتا تو نے بھلا کیا دیا ہم کو

تشویش حد سے سوا تھی اور لمحے تھے کہ بھربھری ریت کی مانند ہاتھ سے سرکتے جا رہے تھے اس کی جلتی آنکھوں کے کنارے سرخ اور پلکیں نم تھیں، چہرے پر اس تفکر اور وحشت وجود اتنا نڈھال جیسے صف ماتم پہ بیٹھی ہو اور تھا بھی ایسا معاملہ کہ روح پر عذاب اترا ہوا تھا جاں ایسی مشکل میں کہ جیسے جسم سے ساری ہمت کسی نے پل میں نکال دی تھی کیسے قیامت خیز لمحات تھے جن کی وحشت اور تھکن مزید بڑھتی جا رہی تھی۔

"ایسا کیوں ہو رہا تھا زندگی کیوں اتنے نشتر چبھو رہی تھی اور وقت کڑا تھا تو ان کے ہی آنگن میں کیوں رک گیا تھا۔" سوالات تھے جو سر اٹھائے کھڑے تھے اس کی ان ویران نگاہوں میں جو مسلسل دروازے پر لگی تھیں، وہ ضبط کی کوشش کر رہی تھی مگر آنسو چہرے کو مسلسل بھگو رہے تھے اور گھر میں ایسا سناٹا تھا کہ زندگی کی ہلکی سی رمق بھی ناپید لگتی تھی، اذیت سی اذیت تھی، ربیعہ نے ماں کو دباتے ہوئے اریبہ کو دیکھا جس کا چہرہ تر تھا، وہ اک سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

یہ وہ بہن تھی جس نے اپنے بہن بھائی ماں کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا بہت خیال رکھا تھا، ان کی زندگی ان کے مستقبل کی فکر اسے ہلکان کیے رکھتی تھی اور وہ اپنے گھر کے لئے اچھے سے اچھا سوچتی تھی اور آج اس لمحے اس کے حوصلے کیسے شکستہ ہو رہے تھے۔

اس کی آنکھوں سے گرتے خاموش نمکین قطرے ربیعہ کو بے طرح ڈسٹرب کر رہے تھے وہ ماں کے اوپر کمبل اچھی طرح اوڑھاتی اریبہ کے پاس آ گئی تھی۔

"آپی! پلیز حوصلہ مت ہاریں، آپ تو ہمارے لئے ہمت کا نشان ہیں اگر آپ نے بھی خود کو

شکستہ سمجھ لیا تو ہمیں حوصلہ کون دے گا، صورتحال سے کون نمٹے گا۔" اس نے عجیب نیم جاں سی کیفیت میں ربیعہ کو دیکھا تھا جو اس کی طرف تشویش سے دیکھتی اپنے ہاتھوں کی پوروں سے اس کا بھیگا چہرہ صاف کر رہی تھی۔

"آپ کو پتا ہے آپ کی یہ آنکھیں کسی کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ کسی کے خواب چھپے ہیں یہاں کسی کا دل ہے ان کی قید میں اور آپ بار بار رو کر ان پر اور خود پر کتنا ظلم کر رہی ہیں اگر وہاج بھائی کو پتا چل گیا تو وہ آپ سے ناراض ہوں گے۔" ربیعہ نے چھیڑتے ہوئے اسے بہلانے کی کوشش کی تھی مگر گرم سیال مادہ اس کی پلکوں کے بند توڑتا تیزی سے چہرے کو بھگوتا چلا گیا۔

"آپی! پلیز سب ٹھیک ہو جائے گا، آپ کیوں اتنا ڈپریس ہو رہی ہیں۔"

کتنا مشکل ہوتا ہے اس وقت کسی کو حوصلہ دینا جب اپنے حوصلے پست ہو رہے ہوں۔

"ٹھیک کیا خاک ہونا ہے آج کا دن ہے ہمارے پاس صرف آج شام تک پھر سب ختم۔" وہ روتے ہوئے بولی تھی۔

"اللہ ہمارے ساتھ ہے ناں تو ہمارا کوئی برا نہیں کر سکتا۔" ربیعہ نے تسلی دی۔

"اللہ تو سب کے ساتھ ہے مگر انسان خود بھی اپنے حالات بگاڑنے پر تلا ہو تو اللہ بھی کیا کیا سنوارے۔" اس کا اشارہ جویریہ کا وعدہ کر لینے والی بات پر تھا جو سمجھتے ہوئے ربیعہ بولی۔

"جویریہ یقیناً بیوقوف نہیں ہے کچھ جائزہ لیا ہوگا صورتحال کا اس نے کچھ سوچ کیا ہوگا تو اتنا بڑا قدم اٹھا لیا، آپ اطمینان رکھیں وہ یقیناً کچھ بندوبست کر کے آئے گی۔"

"بارہ بج رہے ہیں دوپہر کے اور وہ صبح کی نماز پڑھ کے گئی تھی کب آئے گی اور تم کیوں اسے چھوڑ کے آ گئیں ساتھ ہی لے کر آتیں اللہ جانے کیا چاند چڑھانے گئی ہے۔" حالات کی تلخی اس کے لہجے میں سما گئی جیسے۔

"اور اتنا آسان ہی تو ہے جیسے اتنے روپے لے آنا، دس روپے تو کوئی ادھار مانگنے پر بھی نہیں دیتا، اسے کہاں سے دس ہزار روپے ملیں گے، نہ ای اس دن اپنے پاگل پن میں وہ حساب کتاب والی نوٹ بک جلاتیں نہ ہم اتنی مصیبت میں گرفتار ہوتے، پتا نہیں یہ سارے [illegible] اللہ نے ہمارے لئے کیوں چن کے رکھے تھے، دکھ کا یہ سارا پنڈورا بکس ہمارے گھر میں کیوں کھلنا تھا، یہ سارے عذاب ہمارے نام کیوں منتقل ہونے تھے۔" وہ پھٹی پھٹی آواز میں بولی تو ربیعہ کی نگاہیں دھندلی ہونے لگیں، اضمحلال اور تھکن جیسے اس کے حواسوں پر بھی سوار ہو رہی تھی۔

"اپنے کس لئے ہوتے ہیں دکھ درد کا احساس بانٹنے کو، اللہ رشتے عطا کرتا ہے تو کیوں اپنائیت دینے کو مگر اس وقت ہے کوئی رشتہ میسر ہمیں، ہے کوئی اپنا ہمارے پاس، ابو زندہ تھے سب ملتے تھے، ای ٹھیک تھیں ہر کوئی آنا جانا تھا مطلب برآوری کو، اور اب کون آتا ہے ان کی خیریت پوچھنے یا ہمیں دیکھنے، ہم کیا اسی وقت اپنی تھیں جب ہمارا گھر خوشحال تھا اب کیا ہم سے سب کے رشتے ٹوٹ گئے ہر کوئی ہم سے بیگانہ اور ہم سب کے لئے اجنبی ہیں، مصیبت کی اس گھڑی میں ہم کتنے اکیلے ہیں، کوئی ہمارا نہیں اور ہم کسی کے نہیں۔" کتنا درد بول رہا تھا اس کے لہجے میں ربیعہ

کے بہنے والے آنسوؤں کی رفتار میں بھی کچھ اضافہ ہوگیا تھا۔

''زندگی کے ماہ و سال کس طرح گزرے تھے اپنائیت، چاہت، رشتے، احساس کی ڈور میں گندھے، بے حد کومل نازک خوابوں کے رنگ چنتے بچپن سے نوجوانی تک اتنے آرام و آسائش میں پرورش ہوئی کہ ہر لمحہ زندگی عزیز لگتا تھا پھر کس کی نظر کھا گئی خوشیوں کو، کیسی آندھی اٹھی تھی جس نے لمحوں میں سب تہس نہس کر دیا تھا اور سگے رشتوں کا بدلنا، اپنائیت کا سراب ہونا کس قدر کٹھن ہوتا ہے یہ لاتعلقی و بیگانگی کا زمانہ جو خود کو بھی بے شناخت و لاتعلق بنا دیتا ہے مگر ہم یہ بھی جھیل گئے، پھر چالاکی، لالچ، خود غرضی اور بے ایمانی دینا تباہ کرنے لگی تو کیسے جھیلیں اب تو تضحیک سے سانسیں بھی اجیرن ہو رہی ہیں اب کیسے سہیں یارب تو ہی بتا کس توجیہہ سے دل کو بہلائیں۔'' آنسو روانی سے اریبہ کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے اور لہجہ ہزاروں شکوؤں و شکایتوں سے بھرا ہوا تھا، ربیعہ کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''آپی پلیز بس کریں بھلے کوئی رشتہ کوئی تعلق اس غریبی و بے کسی میں میسر نہیں ہم بہنیں تو آپس میں وابستہ ہیں ناں ہمی ایک دوسری کا حوصلہ ہیں۔'' ربیعہ اس سے لپٹ کر سسک پڑی۔

''رشتے، شناخت اور تعلق جب اہمیت کھو بیٹھتے ہیں تو غم کتنے ذاتی ہو جاتے ہیں دکھ کیسے گھر کا فرد بن کر دلوں میں رہنے لگتے ہیں۔'' اس کی آواز میں ارتعاش تھا وہ دھیرے دھیرے کانپ رہی تھی، ربیعہ نے اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا تھا، وہ دونوں دکھ کے بھنور میں ڈوب رہی تھیں کہ گھر کا داخلی دروازہ کھلا تھا اور جویریہ بند ہوتے اندر آنے لگی، ان دونوں نے دروازہ کھلنے اور لگنے کی آواز پہ چونک کر دیکھا تھا جویریہ کے قدم تھکے تھکے اور وجود نڈھال تھا وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اندرونی رہائشی حصے کی جانب بڑھی تھی اور اس کے کمرے میں قدم رکھتے ہی اریبہ اور ربیعہ کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار پیدا ہوئے تھے، وہ دونوں یک ٹک اسے دیکھ رہی تھیں۔

☆☆☆

ویلنگٹن کا موسم ویسے بے حد سرد رہتا تھا، برف آلود اور گہرا ابر چھانے کے باعث اس وقت تو قلفی جم رہی تھی مگر ماریا جوزف کو جیسے موسم کی اس خنکی اور ٹھنڈک کا کوئی احساس نہ تھا، وہ کیتھرین کو کچن میں مصروف چھوڑ کر باہر آ چکی تھی جہاں بھیگی یخ بستہ ہوا کے جھونکے بوجھل سانسیں لے رہے تھے، درختوں اور پودوں کے پھولوں، پتوں پہ سنو فال کے قطرے لپٹ کر نیچے گرتے تو ماحول میں عجیب اک بھیگی بھیگی سی خوشبو بس جاتی تھی تو ٹھٹھرتی سانسیں مسکرانے لگتیں۔

''اے سٹوپڈ گرل! اتنے نمناک اور برف آلود موسم میں کیوں اپنی قلفی جمانے پر تلی ہو اندر آ جاؤ اور گرما گرم بلیک ٹی کا لطف اٹھاؤ۔'' کیتھرین نے اپنے چھوٹے سے کاٹیج کے کھلے دروازے سے اسے بلایا۔

''سردی واقعی بہت زیادہ ہے جسم سن ہو گیا ہے۔'' وہ آتشدان کے سامنے بیٹھ کر خود کو گرمی پہنچانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

''ایسے میں کام پہ جانا، آنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، مگر زندہ رہنے کو سب کرنا پڑتا ہے۔''

''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بھی کوئی کام کر لوں کوئی چھوٹی موٹی جاب۔'' ماریا نے کہا۔

''تم پہلے پوری طرح زندگی کو محسوس تو کر لو اور ویسے بھی تم کوئی بہت زیادہ عمر کی نہیں ہو گئیں، چاہو تو اپنی اسٹڈیز ریکور کر لو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر رہے گا۔''

''اسٹڈیز پیریڈ میں پھر انوالو ہونا اتنا مشکل نہیں رہا میرے لئے۔'' وہ مایوسی سے بولی۔

''اتنا مشکل بھی نہیں انسان چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے اور اس کے لئے سب سے اہم بات ناکامی کے خوف سے بچنا ہے کیونکہ یہ خوف زندگی کو اندھیروں میں دھکیل دیتا ہے ناکامی آ بھی جائے تو اس کا سامنا ہمیشہ حوصلہ سے کریں تاکہ مثبت رویے پروان چڑھیں اور منفی صورتحال سے نمٹنے کا موقع ملے۔'' کیتھی کا لہجہ و الفاظ حوصلہ افزا تھے۔

''میرے لئے تو یہ مواقع بچپن سے ناپید تھے میں بچپن سے ایک غیر محفوظ اور غیر مستحکم زندگی گزارنے کے باعث ناکامی کے ڈپریشن میں مبتلا ہوں۔'' وہ یاسیت سے بولی۔

''کیا تم بچپن کے اس ڈپریشن کو شیئر کر سکتی ہو۔'' کیتھی نے استفسارانہ انداز میں دیکھا تو وہ اک گہرا سانس لیتی بولی۔

''بچپن کے دن خوشیوں سے بھرپور اور فکروں سے آزاد ہوتے ہیں، ننھے دنیا کے بکھیڑوں سے آزاد اپنی ننھی منھی خوشیوں بے بھرپور دنیا میں مگن رہتے ہیں لیکن یہ خوشیاں ہر ننھے کا مقدر نہیں ہوتیں کچھ میرے جیسے بھی ہوتے ہیں جن کا بچپن بھی کھو جاتا ہے پتا نہیں بچپنے سے ہی کیسی تنہائی میرے اندر بسی تھی کہ میں چھوٹی تھی تب بھی عام بچوں سے الگ تھلگ رہتی، افسردہ چپ اور زندگی سے بیزار تم مجھے ''ڈپریسڈ چائلڈ'' کہہ سکتی ہو۔'' وہ کیتھرین کو دیکھتی ہوئی بولی پھر ایکدم سے استفسارانہ انداز میں کہا۔

''تمہاری سائنس کیا کہتی ہے کہ وہ اثرات جو بچپن میں بچے کے ذہن پر مرتب ہو جائیں ان کی نوعیت کم زیادہ ہوتی ہے دیرپا رہتی ہے۔''

''اب سے کچھ عرصہ قبل ماہرین طب یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ننھے بھی بڑوں کی مانند افسردگی یا ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں اور بچپن میں ہونے والے ڈپریشن کے بڑے ہونے پر بہت ہی گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، لیکن ان کی نوعیت کا اندازہ لگانا ذرا مشکل ہے کہ معصوم ننھے ڈپریشن کا شکار کیوں ہوتے ہیں؟''

''یہ میں بتاتی ہوں کیونکہ میں ڈپریشن کا وہ خیز خود پہ سہہ چکی ہوں، وہ عمر جب پر شفقت والدین اور پرسکون ماحول ننھے کی شخصیت کو سنوارنے میں مدد دیتے ہیں مجھے اس عمر میں میرے والدین نے خود سے جدا کر کے ایک آیا کی سپردگی میں دے دیا، جانتی ہو میری عمر اس وقت کیا تھی صرف سات سال اور سات سال کی عمر میں محسوس ہونے والی بے توجہی نے مجھے تنہا افسردہ اور دباؤ میں رکھنا شروع کر دیا، میں اپنے ماں باپ سے ٹائم مانگا کرتی تھی ان کے ساتھ کھیلنے کو، ہنسنے بولنے کو، اپنی چھوٹی چھوٹی باتیں شیئر کرنے کو، مجھے ان کے ساتھ سونا اچھا لگتا تھا مگر وہ مجھے چوبیس گھنٹوں میں صرف گھر سے نکلتے یا جاتے سمے چند لمحوں کو ملا کرتے تھے اور پھر پورا وقت میں بوڑھی لیڈی ایلون کے پاس رہتی جیسے ننھی پری دیونی کے قبضے میں رہتی ہے، مجھے لیڈی ایلون اس وقت کیسی دیونی سے کم نہیں لگتی تھی کیونکہ وہ مجھے اپنے پاس رکھ کے میرے والدین سے دوری کا سبب

بن جاتی۔'' اس کی آنکھیں اور لہجہ نام ہو رہا تھا بولتے ہوئے۔

''میری تعلیم، پرورش اور دیکھ بھال پر ایک خطیر رقم خرچ ہو رہی تھی اچھے مہنگے کپڑے، بہترین درسگاہیں اور صاف ستھرا ماحول مگر مجھے یہ سب نہیں چاہیے تھا مجھے اپنے والدین کا وقت چاہیے تھا جو مجھے دینے کے بجائے وہ بہت سارے روپے کمانے پر صرف کر رہے تھے جبکہ میں انہیں بتانا چاہتی تھی کہ معاشی دوڑ یا کیریئر ہی زندگی کا مقصد نہیں ہوتا اور زندگی صرف مقصد دولت کے حصول کے لئے گزارنے والی چیز نہیں بلکہ خوشیوں اور بھلائی کی تخلیق کاری کے لئے ہماری روزمرہ زندگی میں خوبصورت اور اعلیٰ مقاصد کے ساتھ گھریلو زندگی میں خوشگوار سکون و اطمینان ہونا بھی ضروری ہے، مگر ان کے پاس میرے لئے اتنا ٹائم نہ ہوتا تھا جس میں اپنے تاثرات انہیں بتاؤں اور پھر میں پیرنٹس کی شفقت و توجہ میں کمی کے باعث ڈپریسڈ رہنے لگی، اک احساس کمتری کے ساتھ پروان چڑھنے لگی، وہ کمپلیکس جو بہ ظاہر مجھے اوور کانفیڈنس ظاہر کرتا تھا مگر میرے اندر منفی نظریات کو جگہ دے رہا تھا میں جارحانہ مزاج اپنانے کے ساتھ اپنے اندر اک مسلسل اضطراب، بے چینی پاتی جو مجھے ہر سرگرمی سے بے زار رکھتا تھا، چرچ سے جانا آنا کم ہوتے ہوئے ختم ہونے لگا تعلیمی معاملات بے ترتیب ہونے لگے کیونکہ میں اب بچپن کو چھوڑ کر نوعمری کے نوخیز دور میں داخل ہو گئی تھی یہ میری عمر، نظریات محسوسات کا سب سے ہیجان خیز دور تھا اور اسی دور میں والدین کی توجہ، چاہت اور شفقت کی ہر چیز سے بڑھ کر ضرورت ہوتی ہے اور وہی مجھے میسر نہ تھی، کیونکہ مجھے اسٹڈیز کے لئے ویلنگٹن رہنا پڑا اور وہ انگلینڈ ہوتے تھے جہاں سے مجھے صرف سال میں ایک مرتبہ سالانہ چھٹیوں کے موقع پہ ملا کرتے تھے چند دن میرے ساتھ گزارتے اور اپنی جیبوں سے بھاری رقوم کا کیش تھماتے پھر اسی دنیا میں واپس لوٹ جاتے، کیونکہ ان کا وقت اور وسائل بہت قیمتی تھے، جنہیں میرے ساتھ رہ کر ضائع نہیں کر سکتے تھے اور روپے کبھی بھی چاہت و پدرانہ شفقت کا نعم البدل نہیں ہوتے، وہ تشنگی جو میں پورا سال محسوس کرتی محض سال کے ایک ہفتہ ساتھ رہنے سے بجھ نہ پاتی۔''

وہ اپنے آنسو روکنے کی کوشش میں چہرہ سرخ کیے نچلا لب دانتوں میں دبانے لگی۔

''پھر ایک دن ایسا بھی آیا جب میرے چرچ سے رکنیت ختم کرنے کو بہانہ کر اپنے اپنے مفاد کی خاطر وہ Seprate ہو گئے اور سیپریشن کا فیصلہ کرتے ہوئے انہوں نے لمحہ بھر کو بھی میرے مستقبل میری زندگی، میرے اسٹڈیز کیریئر، میرے اخراجات کا نہ سوچا، جس بے دردی اور بے حسی سے انہوں نے مجھے اپنی زندگیوں سے بے دخل کر دیا تھا، اتنی بے دلی اور بے حسی سے تو کوئی گھر کا کوڑا کباڑ بھی نہیں پھینکتا وہ بھی لوگ اس جگہ پہ دیکھ کر پھینکتے ہیں یہاں پہلے سے گند جمع ہو، جبکہ میری زندگی میں تو سوائے ان کے کوئی رشتہ نہ تھا، کوئی بہن نہ بھائی، کزنز، دھیال، ننھیال میں تو پہلے تہی درست تھی اپنائیت کے معاملے میں اور انہوں نے مجھے پیدا کرنے والے ماں باپ نے بالکل خالی کر دیا اک واحد رشتہ اکلوتا تعلق چھین کر۔'' آنسو قطرہ در قطرہ اس کی آنکھوں سے گرتے رخسار بھگونے لگے جنہیں بیدردی سے رگڑتے ہوئے خود پہ قابو پاتی وہ بولی۔

''میں ایک ان چاہی بچی تھی نا میں سو انہیں چھوڑتے ہوئے تکلیف بھی نہ ہوئی زندگی میں جیسے بہت کچھ بغیر چاہے چلا آتا ہے میں بھی چلی آئی تھی مگر یہ سب میرا قصور تو نہ تھا یہ تو مجھے پیدا

کرنے والے ماں باپ یا دنیا میں بھیجنے والے خدا کی مرضی تھی پھر دوسروں کی مرضی میرا قصور بن کر مجھے ناکام، ڈپریسڈ کیوں کرتی گئی۔'' وہ اب اور شدت سے رو رہی تھی اور اس کے سونے جیسے بال رخساروں کو چھو کر آنسوؤں سے بھیگتے چہرے پر چپک رہے تھے۔

کیتھی نے اک ہمدردانہ نگاہ اس پہ ڈالی اور اپنے شانے سے اس کا سر ٹکا کے آنسو پونچھنے لگی اور یہ ہمدردانہ لمس اس کی سمندر آنکھوں کو کچھ اور طغیانی پہ لے گیا وہ باقاعدہ ہچکیاں لے رہی تھی۔

☆☆☆

ڈھانپ لئے زرد رت نے جب شجر سارے
یاد آئے مجھے تیرے ساتھ کے منظر سارے
تڑپا پھر بے طرح سے اداس دل
الجھتے رہے آپس میں سوچ کر پر سارے
آہٹ سے تیری شناسا نہ ہوئے رستے
وا رہا ہر دریچہ ، کھلے رہے در سارے

توجہ کے وصف کیا بدلے تھے سارے مناظر جیسے دھندلے دکھائی دے رہے تھے، وہ محبت، وہ اپنائیت، وہ توجہ، وہ دوستی سوچتی تو جیسے سارا کچھ خواب کا زمانہ لگتا اور موجودہ اجنبیت، انجانا پن، انداز بیگانگی سب سے تلخ حقیقت جس کے پردے پر کھڑا مضبوط جسامت والا وجیہہ شخص ذرا سی توجہ، معمولی التفات کسی دلی وابستگی کا ہلکا سا شائبہ تک نہ رکھتا تھا اور یہ اجنبی گریز پا انداز اپنی زندگی کے خاص دن جھیلنا بالکل آسان نہ تھا، سعدیہ خان کے لئے۔

کہ شروع سے لے کر اب تک کب نظر انداز ہوئی تھی وہ اور وہ بھی شہریار سے جو اس کے بنا کسی موقع، کسی دن، کیسی سیلیبریشن کو مناتا نہ تھا اسے ہمیشہ سرپرائزنگ گفٹ دیتا تھا برتھ ڈے پر۔

کتنی یادیں تھیں اس کے ساتھ برتھ ڈے کے حوالہ سے اور یہ یادیں اس کے بیڈ پر بکھری پڑی تھیں، کئی تصویریں، کتنے وش کارڈز اور کتنے خوبصورت، اچھوتے، دلربا الفاظ سے بھرے Messagis۔

''محبت بلاشبہ ناپید تھی مگر دوستی کزن شپ یہ ریلیشن تو ہے ہمارے درمیان اسی کے ناطے تم ذرا وش کر دیتے تو کیا تھا، میں کیا دو حروف کے قابل بھی نہ تھی تمہارے نزدیک کہ تم اتنے بیگانہ ہو گئے محض رشتے سے انکار کو تم نے انا کا مسئلہ بنا لیا شاید اور مجھے برتھ ڈے وش نہ کی، تم اس انداز اس تیور کے تو نہ تھے پھر......''

دل حیران تھا دکھ سا دکھ تھا اس کے اندر، وہ بے چینی سے رات بھر چکر کاٹتی رہی تھی، اپنے کمرے میں بار بار چونک کر موبائل کو دیکھتی شاید وہ میسج کر دے، مگر وہ اپنے کمرے کی لائٹ آف کر کے آرام سے سو چکا تھا اور صبح سویرے جاگنگ ٹریک سے واپسی کے بعد اپنا ناشتہ کیئے آفس چلا گیا وہ ٹیرس پہ کھڑی اسے جاتے دیکھتی رہی اپنے کمرے میں آ کر بکھری بکھری سی بیٹھ گئی اور پھر ذرا سا ہاتھ بڑھا کر گزشتہ لمحات کو سامنے بکھیر لیا خوبصورت شاعری سے مزین وش کارڈز، ہنستی مسکراتی زندگی سے بھرپور تصاویر، کیا یہ سب تمہارے دل سے محو ہو چکا ہے۔'' اس نے ایک تصویر

میں ہنستے شہریار کو دیکھا تھا اور پلکیں خوامخواہ بھیگنے لگیں۔

کمرے کا ماحول عجیب سا ہو گیا تھا، وہ اس کی خوبصورت تصویر پر نظریں جمائے کھڑی تھی اور گھٹن سی پھیل رہی تھی اردگرد، دل میں عجب سا درد تھا کیوں، اسے سمجھ نہ آ رہی تھی۔

محض اک برتھ ڈے ہی تو وش نہ کی تھی، شہریار نے پہلی دفعہ ہی تو نظرانداز کیا تھا اسے اور وہ کئی دنوں سے کر رہی تھی۔

''اسے کیا محسوس ہوا ہوگا وہ کتنا بے چین رہا ہوگا، اسے تو اپنا سب کچھ ختم ہوتا دکھائی دے رہا تھا، تو کیا یہ میرے عمل کا کوئی ردعمل تھا، کیا وہ میرے انکار کے جواب میں جوابی گریز برت رہا ہے۔''

پہلی بار اسے اپنی غلطی کچھ کچھ محسوس ہوئی، اس نے تو سوچا تھا مقابل خاصا ڈرا، سہما، احسانوں تلے دبا اک بے ہمت اور نڈھال انسان تھا، مگر نہیں وہ اسے سمجھنے کا جتنا دعویٰ کرتی تھی سب غلط تھا حقیقت تو یہ تھی۔ وہ کچھ بھی نہیں سمجھی تھی اور اب یہ صورت حال جس میں وہ گرفتار تھی اس بے چینی کو وہ کیا نام دیتی جبکہ اپنے تعلق یا رشتہ کے حوالہ سے کوئی Soft cornar نہ تھا اس کے دل میں شہریار کو قبولنے کی سرے سے کوئی گنجائش ہی نہ تھی دل میں، نہ اس نے خود کو محبت سمجھا تھا نہ محبوب، پھر یہ سب کس لئے؟ یہ فاصلے جواب پیدا ہو رہے تھے سب دانستہ تھے پھر وہ بے سکون کیوں تھی؟

''شاید میں کبھی اس طرح نظرانداز نہیں ہوئی شہریار مجھے کبھی یوں اجنبی ہو کر ملا ہی نہیں، محبتوں، توجہ میں پلی بڑھی ہوں تو محبت و توجہ سمیٹنے کی متقاضی رہتی ہوں اسی لئے یہ ذرا سی بے التفاتی اتنا چبھ گئی ہے۔''

اس نے خود ہی توجیہہ پیش کی، مگر اس توجیہہ کو اس کے اپنے دل نے فوراً رد کر دیا تھا، سوچ انسان پر بہت سے غیر متوقع در کھول دیتی ہے اپنے غرور و من مانی میں اپنے ڈھیٹ پن سے چلتے ہوئے بہت کچھ جو نظر آتے بھی دکھائی نہیں دے رہا ہوتا وہ سب سوچ رہی تھی تو اپنا خراب رویہ بھی یاد آ رہا تھا اور خود کو قصوروار سمجھنا چاہتی تھی نہ کہلوانا، خواہ وہ اپنا دل کیوں نہ کہے اس نے دل کو آنکھیں دکھا کر بے حس بننے کی بہت کوشش کی، دماغ کو ادھر اُدھر کی سوچوں میں الجھانا چاہا مگر ذہن تھا کہ پلٹ پلٹ کر اسی شخص کو سوچ رہا تھا جس کو اپنی سوچ کے زاویوں پر اتارنے سے بھی منکر تھی وہ۔

''کیا میں واقعی مجبوری کا رشتہ تھی جس کا وہ پاس رکھ رہا تھا، دنیا دکھاوا ہی سہی مگر اب اس کا یہ رویہ......؟''

''یہ سرد مہر انداز اور بے اعتنائی کا خول یہ حقیقت ہے یا وہ حقیقت تھی جو پہلے نظر آتی تھی؟''

''اپنی مرضی سے زندگی گزارنا، ایسے شخص کے ساتھ جو مجبوراً احسانمند نہ ہو سر اٹھا کے مضبوطی کے ساتھ اپنے آپشنز سر فہرست رکھے نہ کہ دوسروں کا خیال کرتے کرتے خود اپنی پرواہ سے بھی بے خبر رہے، صرف اتنا چاہا تھا میں نے اور یہ تو ہر انسان کا حق ہے کہ شریک سفر کے متعلق اپنے تحفظات رکھے پھر میں اتنا غلط کہاں تھی جو تم یوں چڑا رہے ہو گریز برت کے دکھ دے رہے ہو

کیوں؟ شہریار تم مجھ پر تجربات کرنے لگے ہو شاید مگر میں خود کو تمہاری تجربہ گاہ بننے نہیں دوں گی، مجھے یہ امتحان قبول نہیں۔'' خود کو مضبوط بنانے کے باوجود اس کا اندر مضبوط نہیں ہو رہا تھا، وہ بہت تھکے ماندے انداز میں تصویر رکھتے ہوئے اٹھی تو دروازہ ناک ہوا۔

''سعدیہ بی بی! آپ کو بڑی بیگم یاد فرما رہی ہیں ڈائننگ ٹیبل پر۔'' ملازمہ نے کہا تو وہ اسے آنے کا کہہ کر تیزی سے سب کچھ سیمنٹی دراز میں رکھنے لگی، سعدیہ ڈائننگ ٹیبل کے آگے کرسی گھسیٹتی ہوئی بیٹھی تو شائستہ نے کہا۔

''سنو بیٹی آج ذرا آفس آنا وہاں سے بوتیک چلیں گے اور تم اچھا قیمتی سا ڈریس میچنگ جیولری، جوتی وغیرہ لے لینا شام کو تمہاری برتھ ڈے پارٹی کا ارینجمنٹ ہے نا ہوٹل میں اور تم سے کہا تھا اپنی فرینڈز کو انوائیٹ کر لینا۔''

''اتنے شوشا کی کیا ضرورت ہے مما، آپ نے وش کیا گفٹ دیا سب ہو گیا اب وہاں کیا کرنا ہے۔'' وہ کچھ آہستگی سے بولی۔

''یہ شوشا ہی تو ہماری کلاس کا سٹائل ہے ان فیکٹ کچھ بزنس سے ریلیٹڈ لوگ بلانے ہیں نئی ڈیلنگز کرنا ہیں سب اسی پارٹی میں نپٹ جائے گا اینی ویز تم آفس آنا اور اپنی ڈریسنگ وغیرہ کمپلیٹ کر لینا۔'' شائستہ نے کہا۔

''مما اتنے نئے سوٹ پہلے پڑے ہیں جو میں نے ایک بار بھی نہیں پہنے انہی میں سے کسی سے کام چلا لوں گی۔''

''کم آن سعدیہ کتنی دفعہ کہا ہے تم سے یہ مڈل کلاس عورتوں والی باتیں مت کیا کرو، ہمارے پاس کیا کمی ہے ایک سوٹ نیا لینا ہے تمہیں۔''

''مما! حدیث نبوی ہے کہ دنیا میں اسی قدر ساز و سامان جمع کرو جس کی تمہیں روز مرہ ضرورت ہے فالتو کپڑے، بستر، جگہ سامان اصراف اور وبال ہے اور آخرت میں اس کا حساب دینا پڑے گا۔''

''شٹ اپ سعدیہ میں تم سے کوئی اسلامی درس سننے نہیں بیٹھی، جس قدر تم سے کہا گیا ہے بس اتنا کرو۔'' شائستہ ایکدم سے سخت ہو کر بولیں تو سعدیہ آف موڈ لئے چہرہ جھکا گئی۔

☆☆☆

جویریہ نے برآمدے کا جالی دار دروازہ کھولا اور سامنے کمرے میں چلی آئی یہاں ربیعہ اور اریبہ صوفے پر بیٹھی ہوئی اسی کو دیکھ رہی تھیں بہت سی الجھنوں کے سائے چہرے پر لئے، اس نے چادر اتار کر ایک بھاری شاپنگ بیگ نیچے رکھا اور بولی۔

''ربیعہ اس میں کچھ ضروری سودا سلف ہے گھر کا اسے رکھو اور ایک لفافے میں روٹیاں، پکوڑے چٹنی ہے، وہ پلیٹوں میں نکال لاؤ، دودھ کا ڈبہ ہے تھوڑی چائے بھی بنا لو سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔'' ربیعہ اور اریبہ نے اس کی بات پر ایک دوسری کو دیکھا اور اک عجب بے نام سی کیفیت نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔

''کہاں سے آ رہی تھی وہ، کیا کر کے آ رہی تھی اور کیسے یہ سب لے آئی تھی جبکہ گھر سے نکلتے

یے اس کے پاس ایک روپیہ تک نہ تھا پھر......؟"

"ربیعہ جلدی کرو بہت بھوک لگ رہی ہے۔" جویریہ نے منہ پہ پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے آواز لگائی، تو ربیعہ اٹھ کر پلیٹیں نکالنے لگی۔

"امی ابھی تک سوئی ہیں انہیں اٹھانا تھا اور یہ شہباز کدھر ہے؟" جویریہ نے گھر پہ چھایا سناٹا محسوس کیا۔

"امی کو اٹھا کے سنبھالتا، بہلاتا کون، اتنا تنگ کرتی ہیں اور شہباز تو اب سارا دن غائب رہتا ہے جانے کہاں پھرتا رہتا ہے۔" ربیعہ بولتے ہوئے پلیٹوں میں پکوڑے چٹنی رکھنے کے ساتھ روٹیاں بھی نکال رہی تھی پھر برنر کھولتے ہوئے ماچس جلائی اور دودھ میں تھوڑا سا پانی مکس کر کے پتیلی اوپر رکھ دی۔

"تم چینی پتی ڈال دو ہلکی آنچ پہ پک جائے گی اور آؤ کھانا کھا لو، آپی آپ بھی آ جائیں۔" اس نے خاموش بیٹھی اریبہ کو مخاطب کیا، جس کا چہرہ الجھنوں میں گھرا تھا اور پریشانیوں کے سائے لئے ویران آنکھیں، وہ جویریہ سے جو پوچھنا چاہ رہی تھی پوچھ نہیں پا رہی تھی اور جویریہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھی اسی لئے گہرا سانس لیتی بولی۔

"آپ فکر مت کریں میری زندگی میں صالح ماں باپ کا خون ڈور رہا ہے میں کوئی برا کام کر کے نہیں آئی یہ حق حلال کی محنت سے لائی ہوں البتہ اس محنت کی تفصیل کھانے کے بعد بتاؤں گی۔" اس کی آواز قدرے بھرائی تھی اریبہ کو تاہم وہ اس پر یقین کر گئی کیونکہ اسے معلوم تھا جویریہ جھوٹ نہیں بولتی۔

وہ تینوں مکمل طور پر کھانے میں مگن تھیں، پیٹ کا دوزخ بہت دنوں بعد بھر رہا تھا ایندھن سے پھر چائے پی چکنے کے بعد جویریہ، اریبہ کی سمت متوجہ ہوئی جانتی تھی کہ اس کے اور ربیعہ کے ذہن میں بہت سے سوالات اٹھ رہے ہیں سو تسلی تو کرانا تھی۔

"میں دوسری کالونی تک گئی تھی وہاں ایک بنگلے میں کام ملا ہے مہینے کا تین ہزار طے ہوا ہے اور میں نے ہزار ایڈوانس لے کر تھوڑا گھر کا سامان لیا ہے۔"

"کام کیا ہے جو کرنا ہے۔" اریبہ مشکل بول پائی۔

"جھاڑو، پونچھا، صفائی ستھرائی اور دھلائی صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ڈیوٹی۔" جویریہ نظریں چرائے بولی، اریبہ ایکدم سے سکتے میں آ گئی تھی۔

"یہ ماسیوں والا کام کرو گی دوسروں کا گند صاف کرنا، کیوں حامی بھری تم نے اس کام کی بنا پوچھے، بنا بتائے۔" اریبہ کے لہجے میں طیش اور کچھ بے بسی کا انداز لئے بولی۔

"اپنے گھر اور دوسرے گھر میں فرق ہوتا ہے اپنا کام ذلت نہیں دیتا، دوسرے کا کام ذلالت وکمینگی کے ساتھ نوکرانی کا لقب دیتا ہے، نیچ بنا دیتا اور پھر تم تمہاری عمر کیا ہے پڑھ رہی ہو کیوں خود کو برباد کرنے کا ارادہ ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"برباد تو ہو رہے ہیں، بھوکے مرنے سے بہتر ہے یہ کام کم از کم ہاتھ تو نہیں پھیلانا پڑے گا، کسی کی آس تو نہیں رہے گی۔" جویریہ زیادہ تلخ ہوئی۔

"تم ہر کام اپنے ذہن کے مطابق نہ کیا کرو، پہلے سے زیادہ مشکل میں پڑ جاتی ہو جیسے اس دن بنا پوچھے بنا سوچے سمجھے دس ہزار کا وعدہ کر لیا اور آج وعدہ پورا کرنا ہے تو آ کر یہ کام کا مژدہ سنا رہی ہو، ان کے دس ہزار کا کیا کرو گی۔" ربیعہ نے کہا۔

"یہ کام بھی ہو جائے گا، شام کو دینے ہیں ناں روپے تو بس شام کو بس دے دوں گی۔" وہ بہت پرسکون انداز میں بولی۔

"مگر کہاں سے اور کیسے، کچھ پتا تو چلے ہمیں بھی تم کیا معرکہ مار کے آئی ہو ان روپوں کے سلسلے میں۔" اریبہ نے چڑ کر کہا تھا، اس کے افسردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے جویریہ نے اک طویل سانس لی تھی۔

"میں اپنی حد تک جو کر سکتی تھی اس گھر کو، آپ کی عزت کو بچانے کے لئے کر آئی ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر اٹھی تھی چند قدم چلی اور پھر دوسری طرف چہرے کا رخ کیے بولی۔

"اپنے سونے کے ٹاپس میں نے فروخت کر دیے ہیں۔" اس کی بات اتنی غیر متوقع تھی کہ وہ دونوں سناٹے کے عالم میں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں، کتنی دیر بعد حواس سنبھلے تو اریبہ اسے جھنجھوڑتی ہوئی پورے غصے اور جھنجھلاہٹ میں بولی۔

"کیوں کیا تم نے ایسا، جبکہ تمہیں معلوم تھا وہ ٹاپس ابو نے کتنے چاؤ سے تمہارے لئے میٹرک میں اے ون گریڈ لانے پر بنوا کر دیے تھے، ان کے سوا تمہارے پاس اور تھا ہی کیا اور تم وہ بھی بیچ آئیں۔"

"ریبا آپی میں بھی بہت ایموشنل ہوئی تھی یہ سب یاد کرتے سوچتے ہوئے مگر جس مقام پہ وقت نے ہمیں لا کھڑا کیا تھا وہاں میرے پاس دو ہی آپشن تھے یا تو میں مرے ہوئے لوگوں کے چاؤ سنبھالے رکھوں یا زندہ لوگوں کو پریشانیوں، شرمندگیوں کے طوفان میں مرتے دیکھوں اور اس میں، میں نے وہی راستہ چنا جو بہتر تھا اس گھر کے لئے، کیونکہ آپ کی طرح میں بھی اپنے گھر کی فکروں، پریشانیوں سے لاتعلق نہیں رہ سکتی تھی۔" اس کا لہجہ بھیگا ہوا آرزدہ تھا اریبہ پلکیں جھپکے بنا اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کل کتنے میں بکے وہ ٹاپس۔" ربیعہ نے پوچھا۔

"پندرہ ہزار سے کچھ روپے اوپر ہیں۔" وہ تھکے ہارے انداز میں بولی۔

"یہ سب ماحول، یہ حالات بدلنا اس کے اختیار میں نہ تھا وہ اپنے حالات و مقدر سے شاکی ذہنی و روحانی طور پر تکلیف اٹھا رہی تھی مگر تکلیف کسی خون آشام درندے کے مانند ان کی گردنوں میں پنجے گاڑے آہستہ آہستہ خون پی رہی تھی، وہ پورے خلوص اور دل کی گہرائیوں سے اس گھر کا اچھا سوچتی تھی مگر برے سے برا ہوتا تھا اور ایسا ہمیشہ ان کے ساتھ ہی کیوں ہوتا تھا؟" اس کی ساکت آنکھوں میں آہستگی سے پانی جمع ہو رہا تھا جویریہ نے اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی محسوسات میں سمجھتی ہوں آپ کی سوچ اور چاہت غلط تھی نہ میرا یہ قدم، اہم حقیقت تو وہ مصیبت ہے جس سے آج ہر صورت نکلنا تھا اور اگر میں یہ نہ کرتی تو کہاں سے دیتے روپے؟

کون ہماری بے بسی وذلالت کا بوجھ اٹھاتا۔" آخر میں اس کی آواز بھرا کے کانپ گئی۔
اریبہ نے بے ساختہ اسے گلے سے لگالیا اور دونوں دکھ کے احساس میں ڈوبی رونے لگیں۔

سلسلہ در سلسلہ عذابوں کا موسم
سانس سانس پہ قائم عتابوں کا موسم
درد بیٹھ گیا ہے رگوں میں مار کے کنڈلی
ٹھہر گیا ہے جاں میں یادوں کا موسم
روح ہے کہ دشت میں بھٹکائے پھرتی ہے
جو بن دکھا رہا ہے سرابوں کا موسم
اب الفاظ کھل کر برسنے لگے ہیں دماغ پر
دل سمجھ نہیں پاتا تھا کتابوں کا موسم
ذات ہے اسیر ، زندگانی ہے امتحاں
پیش در پیش ہے حسابوں کا موسم
سر بازار ہنس رہا ہے دل غزل
پس چشم رو رہا ہے خوابوں کا موسم

☆☆☆

وہ گھر سے کام کے لئے نکل تو پڑی تھی مگر دل جیسے عجیب قسم کے وسوسوں سے بھرا پڑا تھا، بچپن سے جوانی، ماضی سے حال، ہوش سے لے کر بے حواسی تک کا سفر ماریا جوزف نے جس اضطراری انداز بے چین لب ولہجہ اور پریشان کیفیت میں کیا تھا اور بعد میں جو سناٹا ووحشت اس پہ طاری ہوئی تھی اس نے کیتھرین کو اچھا خاصا تشویش میں مبتلا کر دیا تھا اگر اس کا ہاسپٹل پہنچنا ضروری نہ ہوتا وہ کبھی گھر سے نہ نکلتی اور آ کر بھی اس کا دل مسلسل خطرے کا سگنل دے رہا تھا، جیسے کچھ حادثہ ہونے کو تھا۔

"میری ہمدردی اور خیر خواہی کے باوجود کسی پریشان تھی وہ، اب جانے کس حال میں ہوگی وہ معصوم، ناراض، لڑکی، محبت، نفرت، رشک اور حسد کے جذبات ہر انسان میں فطری طور پر موجود ہوتے ہیں یہ تمام جذبات، ہی مل کر انسانی رویوں کی تعمیر کو ممکن بناتے ہیں، رویے کی بنیاد پر انسانی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے یہ انسان کی پہچان کا ذریعہ بن جاتے ہیں، ان بنیادی رویوں کی تعمیر میں جہاں والدین کا کردار نمایاں ہوتا ہے وہیں دوست احباب، رشتہ دار اور ماحول کا اثر بھی بنیادی اہمیت کا حامل ہے، لیکن اس کا ہر خانہ زندگی ہر تعلق ہر فرد کا رویہ مختلف ہے، اسے والدین کے ساتھ زندگی کے عام انسانی رویے بھی ترش ہو کر ملے جو اس کے اپنے احساسات کو اذیت دیتے رہے اور ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ ہر شخص کے رویے کا دارومدار ان احساسات پر ہوتا ہے جو وہ اپنے لئے رکھتا ہے اور احساسات کے پس منظر میں بہت سی باتیں کارفرما ہوتی ہیں، مثلاً وارثتی خصوصیات، طرز زندگی، ماحول وغیرہ، بعض لوگوں کا رویہ یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں سے متعلق اپنی رائے کا سفاکانہ اظہار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا خیال سو فیصد درست ہے اور یہی رویہ اگلے بندے

کی اصلاح کے امکانات کو مسدود کر دیتا ہے اور اکتاہٹ، ناراضی، بددلی، غصہ در غصہ جیسی علامات اس کے چہرے سے ہی نہیں رویے سے بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں، انہی ملی جلی کیفیات کے زیر اثر اس نے پہلے کئی بار خود کو نقصان پہنچانے یا دوسروں کو آزار دینے کی کوشش کی، کہیں اب بھی، اس بار بھی کچھ ہو نہ جائے۔" کیتھرین ڈیوڈ کی سوچوں میں یہ آخری خیال ایسا تھا کہ وہ اضطراری انداز میں اٹھی اور چھٹی لے کر گھر واپسی کے راستے پر چل دی۔

وہ بیرونی لاک کھولتے ہوئے اندر آئی تو پورا گھر اندھیرے اور سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا، جیسے وہاں کوئی ذی روح موجود نہ تھا نہ زندگی کی کوئی رمق تھی، اسے عجیب گھبراہٹ سی ہوئی تھی یقیناً کچھ غلط تھا۔

"ہیلو ماریا کہاں ہو تم؟" سارے گھر کی لائٹس آن کرتی وہ اسے آوازیں دیتی جا رہی تھی، مگر وہاں مکمل خاموشی تھی، کیتھرین عجیب دیوانے پن کا شکار ہو رہی تھی اس نے تیزی سے ڈاکٹر جان پیٹر اور پولیس آفیسر کو کال کی ان کے آنے تک وہ اپنے کاٹیج کے باہر کھڑی رہی، سیاہ جیپ کی ہیڈ لائٹس دیکھتے ہی وہ بھاگ کر ان کے پاس گئی۔

"میں پورا گھر چھان چکی ہوں وہ کہیں نہیں جانے کہاں گئی حالانکہ دروازہ لاکڈ تھا۔"

"تم پریشان مت ہو، ہم دیکھتے ہیں۔" وہ اسے تسلی دے کر آگے آ گئے تھے، ان کے قدم تیزی سے گھر کے ایک ایک کونے کی طرف بڑھ رہے تھے کیتھرین ان کے ہمراہ تھی ڈاکٹر جان پیٹر باتھ روم کا ادھ کھلا دروازہ دیکھ کر بڑھا تو لائٹ آف تھی پولیس آفیسر نے لائیٹ آن کی اور دروازہ کھلا تو وہ دونوں یکدم ساکت رہ گئے ان کو اس طرح ساکت دیکھ کر کیتھرین نے بے چینی اور اضطرابی کیفیت میں ان کے تعاقب میں جھانکا تو وہ بھی پتھر بن گئی تھی اندر دکھائی دیا جانے والا منظر اتنا ہی وحشت ناک تھا جو جسم کو بے روح سا کر گیا۔

ماریا جوزف باتھ روم کے وسط میں ماربل کے فرش پر بے حس وحرکت پڑی تھی فرش اس کی ٹانگوں اور کلائیوں سے بہنے والے خون سے تر بتر تھا ڈاکٹر جان پیٹر اور پولیس آفیسر آہستگی سے آگے بڑھے اور اس کی نبض ٹٹولی پھر گھٹنے کو ذرا سا جھکا کر سانس کی رفتار کا اندازہ کرنا چاہا، وہ سرد سن تھی نہ آہ نہ درد نہ سسکی نہ سانس کا احساس جیسے سب حسیات زندگی کے احساس سے خالی تھیں، ان کے چہرے پر بڑا متاسف اور عجیب سا تاثر آ گیا جو کیتھرین کو ہلا کر رکھ گیا، وہ اب ایمبولینس بلا رہے تھے۔

"انسان تو کچھ دن جانور رکھ لے گھر میں اس سے بھی انسیت ہو جاتی ہے، وہ تو پھر انسان تھی اور دو ماہ سے اس کے ساتھ اس کے گھر میں رہ رہی تھی پھر حرکات وسکنات آواز وعمل رکھنے والا جیتا جاگتا وجود تھی اس کا نقصان وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی، کیتھرین تھکے، نڈھال نیم جاں انداز میں چلتی ہوئی اس کے ساکت وجود کے پاس آئی، اس کے سلکی گولڈن تراشیدہ بال ماتھے سے ہٹاتے ہوئے خوبصورت نقوش سے مزین چہرے کو چھوا تھا، تو زندگی کی ہر رمق سے جیسے خالی تھا اس کا سفید چہرہ ٹھنڈا وجود، کیا وہ مر چکی تھی؟" کیتھرین کی آنکھیں لبالب آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"کیوں کیا تم نے ایسا میں تو تم سے بہت مخلص تھی، تم میرے خلوص کو تو آزماتیں ذرا حوصلہ،

تھوڑا وقت تو لیتیں اتنی جلدی۔'' وہ شکستہ لہجہ میں بولتی اس کے چہرے پہ ہاتھ پھیر رہی تھی اس کی ناک اس کے ہونٹ چھوتے ہوئے جیسے اک آہٹ کا احساس ہوا تھا زندگی کی آہٹ کیتھرین بے طرح چونک کر اس کی ناک سے کان لگانے لگی پھر دل پہ ہاتھ رکھا کان رکھ کر دھڑکن کا اندازہ کرنا چاہا بے حد مدھم بہت شکستہ رفتار میں وہ سانس لے رہی تھی مگر سانس کچھ ٹوٹ ٹوٹ کر آ رہے تھے، اک جانکنی کے عالم میں۔

''ڈاکٹر جان یہ زندہ ہے ابھی سانسیں لے رہی ہے، اسے بچالو پلیز یہ بچ جائے گی پلیز اسے بچالیں Dont wesat the time'' وہ چیختی ہوئے پلٹی تو انہوں نے پھر چیک کیا آگے بڑھ کر کیتھرین کا اندازہ درست تھا وہ واقعی زندہ تھی اس کی ڈوبتی ابھرتی سانسیں زندگی کی نوید تھیں، انہوں نے کوئی بھی لمحہ ضائع کیے بغیر تیزی سے اسے اٹھا کر ایمبولینس پہ ڈالا اور بے حد رش انداز سے گاڑی چلاتے ہوئے ہاسپٹل لے آئے۔

اسپیشل ڈاکٹرز ڈیوٹی پر موجود تھے ماریا جوزف کو فوری طور پر آئی سی یو میں پہنچا دیا گیا، خون بہت زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اسے خون کی اشد ضرورت تھی، جو کسی تاخیر کے بغیر ہاسپٹل سے ہی فوراً مل گیا اور خون لگنے کے ساتھ اسے مصنوعی طریقہ سے سانس بھی دی جا رہی تھی پھر بھی اس کی سانسیں بار بار ڈوب رہی تھیں اور ڈاکٹرز سرتوڑ کوششیں کر رہے تھے اسے زندگی کی طرف واپس لانے کے لئے۔

''کیوں کیا اس نے ایسا، کتنا سمجھایا تھا میں نے، کتنا دماغ کھپایا تھا پھر اس نے زندگی کو اتنی ارزاں کیسے سمجھ لیا۔'' کیتھرین نے سسکاری سی بھری تو ڈاکٹر جان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دی۔

''Dont werri she will be serwive کیتھی ڈپریشن کا مریض ہمیشہ رویے میں ناہمواری رکھتا ہے اور کبھی تعمیری کام کے لئے نہیں سوچتا، اگر یہ نوبت بڑھتی جائے تو یہی طرز عمل خودکشی تک لے جاتا ہے۔''

''وہ بھی ایسی ہی تھی شروع سے ہر وقت پریشان اور فکر مند رہنے والی، ایک ڈپریسڈ چائلڈ اسی لئے ایک کام کو شروع کیا پھر اسے نامکمل چھوڑ کر دوسرا شروع کر دیا، یہی کچھ وہ مذاہب کے معاملہ میں بھی کرتی رہی، سوچ میں ناپختگی اور ناہمواری طویل ہوتی یہاں تک آ گئی کہ جب دوسروں کو کام کرتے دیکھتی تو خود کو بے کار سمجھتی اور دوسروں کو اپنے سے بہتر رویے، بہتر زندگی میں دیکھتی تو اپنی محرومیاں، ناکامیاں یاد آتیں اس کی عزت نفس مجروح ہوتی، وہ یہ سوچتی کہ کیا فائدہ ایسی زندگی کا جس کا کوئی مقصد نہیں اسے غصہ آتا، وہ روتی، مایوسی، ناامیدی کے ساتھ ہر چیز کا تاریک پہلو دیکھتی تو اپنے آپ کو بے کار سمجھنے کے ساتھ جرم کا احساس بھی ہوتا پھر موت خودکشی اسے ہر ڈپریشن سے نجات کا ذریعہ لگتی، اب بھی اس نے اپنے ماضی کو یاد کر کے یہی سوچا ہوگا کہ مرنا ہی ہر روگ کا مٹ جانا ہے۔'' کیتھرین سرخ آنکھوں سے آنسو پونچھتی پلٹی اور گلاس ڈور کے پار نظر آتے منظر کو دیکھنے لگی، جہاں ماریا جوزف موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھی تجربہ کار ڈاکٹرز اس پر جھکے ہوئے تھے، سامنے سکرین پر نظر آتی ریکوری کی ریڈ لائن ٹوٹ کر چھوٹی ہو رہی تھی، اس

کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔

''کیا وہ زندگی کی طرف واپس آئے گی؟ کیا وہ سروائیو کر جائے گی؟ کیا لکھا ہے اس کے نصیب میں؟ ڈاکٹرز کی کوششیں کامیاب ہو جائیں گی؟ کیا میری دعائیں کام آ جائیں گی؟''

ماریا کے شیشے کے پار سے دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں سے نمکین آنسو بہتے جا رہے تھے دل میں درد سا تھا اور ڈاکٹر جان پیٹرا سے تسلی دینا چاہتا تھا مگر دے نہ پا رہا تھا، ایک بالکل غیر اجنبی اور پاگل لڑکی کے لئے کیتھرین ڈیوڈ کا اتنا ایموشنل اور دکھی ہونا اسے بہت حیران بھی کر رہا تھا اور متاثر بھی وہ بھی اس کے لئے بے لوث جذبہ خلوص کا قائل ہو گیا تھا۔

کیتھرین بہت تشویش اور پریشانی لئے ذرا سا آگے بڑھی کیونکہ نظر آتا منظر اسے دہلا رہا تھا ڈاکٹرز ابھی تک اس پر جھکے ہوئے تھے شاید اس کی سانس رک چکی تھی اور ریڈ لائن بھی ٹھہری ہوئی تھی۔

''کیا میری دعاؤں ڈاکٹرز کی کوششیں کے باوجود وہ......؟'' کیتھرین کا ذہن ماؤف سا ہونے لگا وہ جیسے پتھرا گئی اس نے آنکھیں بند کر لیں وہ اسے مرتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی تھی، بس آنسوؤں کی قطاریں چہرے کو بھگوتی جا رہی تھیں۔

زندگی کی دعائیں نہیں دیجئے
ضد نہیں کیجئے، ڈوبنے دیجئے
اپنی تشنہ لبی کا تقاضا تھا یہ
پانیوں کے سفر پہ چلیں جس گھڑی
ساحلوں پہ کوئی بھی ہمارا نہ ہو
اجنبی دیس کے ملگجی شام کے
آسمانوں پہ کوئی ستارا نہ ہو
آخری دم تک کشتی عمر کو
بادبانوں کا کوئی سہارا نہ ہو
اب ہمارا تعاقب نہیں کیجئے

☆☆☆

سیاہ رنگ کے کام دار فراک کے ساتھ سفید پرل کا خوبصورت جیولری سیٹ پہنے جدید اسٹائل میں کٹے خوبصورت سیاہ بالوں کے بیچ چمکتا چاند چہرا، بلاشبہ سنعیہ خان اپنی جاذبیت، دلکشی اور خوبصورتی کے ساتھ پورے ماحول پہ چھائی ہوئی تھی ہر آنکھ کو متاثر کر رہی تھی ہر دل میں اتر رہی تھی کتنے تھے جو اسے رشک و حسد سے دیکھ رہے تھے کچھ سراہ رہے تھے اور کچھ بس بہت حسن میں ڈوبے جا رہے تھے۔

مگر وہ ایک شخص جس کے ایک حرف ستائش ایک تحسین بھری نگاہ کی اسے تمنا تھی وہ کتنا اجنبی تھا، اس وقت سنعیہ خان کے لئے مگر دوسروں کے لئے نہیں باقی ہر اک کو بڑی خندہ پیشانی سے مل رہا تھا، لبوں پہ بہت شگفتہ مسکراہٹ سجائے جیسے آج کے دن روئے زمین پر اس سے زیادہ خوش

اخلاق بندہ تھا ہی نہیں۔

کتنا خوش تھے مما پپا اس کے اسموتھ اور سیف سٹائل سے، ہر دیکھنے والی نگاہ اسے ستائش سے دیکھ رہی تھی، اداس تھی تو وہ جس کا دل چاہ رہا تھا اس سارے ہنگامے کو چھوڑ چھاڑ کہیں دور بھاگ جائے، اس کی آنکھوں میں نمی سی چھلکی تھی جسے پیچھے دھکیلتی وہ سامنے سے آتی صبا اور نزہت آنٹی کو ریسیو کرنے لگی۔

''واؤ آج تو بہت پیاری لگ رہی ہو اللہ نظر بد سے بچائے۔'' نزہت نے اسے شفیق انداز میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کے رہ گئی۔

''Hello happy birthday۔'' صبا اسے گفٹ پکڑا کے اپنے گلے سے لگاتی رخسار پہ بوسہ دیتی بولی۔

''Thanks بہت لیٹ آئی ہو تم پتا ہے تمہارے انتظار میں کیک کٹنے سے پڑا ہے۔'' وہ شکوے بھرے انداز میں بولی۔

''یار لاہور کی ٹریفک کا تو تمہیں علم ہے پھر چیف گیسٹ تو تھے میرے خیال میں یہاں، کیک ان کی موجودگی میں کاٹا جانا اہم تھا۔'' صبا شہریار کو آتے دیکھ کر بولی، شہریار کے ہونٹوں پر بڑی دلکش سی مسکراہٹ چھلکی تھی۔

''کس بارے میں بات کر رہی ہو؟''

''اسی کے بارے میں جس کے ڈر سے آپ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔'' صبا نے شرارتی انداز میں بات کرتے ہوئے سعدیہ کو دانستہ شامل صورتحال کیا اور اس کا یہ انداز شہریار کو محظوظ کر گیا۔

''تمہارا خیال غلط ہے میں میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں بلکہ آخری سانس تک لڑنے والوں میں سے ہوں۔'' درپردہ وہ سعدیہ کو سنا گیا۔

''یہ ٹھیک ہے انسان آخری لمحے تک پرعزم رہے تو منزل مل ہی جاتی ہے، ویسے یہ تو بتاؤ سعدیہ تمہیں کیا گفٹ دیا ہے انہوں نے۔'' وہ بات کرتے ہوئے خاموش کھڑی سعدیہ کی طرف متوجہ ہوئی، تو اس کا جگمگاتا چہرہ جیسے بجھ سا گیا تھا، اس کے چہرے پر یاسیت کے کئی رنگ چھلکے تھے، شہریار کی نگاہوں نے اس کے ملکوتی حسن رکھنے والے چہرے کو چھوا تھا وہ بے چینی و اضطراب کا شکار لگی تھی، وہ خود ہی بول اٹھا۔

''جو دلوں میں رہتے ہوں جن کے نام سب کچھ ہوا نہیں ظاہری دکھاووں یا چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔''

''واؤ گڈ لک سعدیہ، میں تم سے جیلس ہو رہی ہوں۔'' صبا مسکرائی اور سعدیہ کے چہرے کو جیسے نارسائی کے کرب نے ہلکے سے چھوا تھا، وہ اوپری دل سے بھی نہ مسکرا سکی تھی۔

''سونو، صبا، شہری، آؤ بچو اب کیک کٹ جائے تو مہمان اپنی گھڑیاں دیکھنا شروع ہو گئے ہیں۔'' شائستہ نے انہیں کہا تو وہ ہال کے وسط میں رکھے بڑے خوبصورت سجاوٹ والے پانچ منزلہ کیک کی جانب بڑھے، سعدیہ نے چمکتی چھری پکڑتے ہوئے لمحہ بھر کو اپنے ساتھ کھڑے شہریار کی طرف دیکھا جواب سے پہلے ہر برتھ ڈے کیک اس کا ہاتھ پکڑ کر کٹوایا کرتا تھا اور اس وقت دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے آرام سے کھڑا تھا، سعدیہ نے نم ہوتی پلکوں کو جھپکتے ہوئے چھری کیک پہ چلا دی تھی۔

''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سعدیہ۔'' سب تالیاں بجانے کورس کے انداز میں گاتے اسے وش کر رہے تھے اور وہ اب بھی لب بھینچے کھڑا تھا، جیسے سرے سے یہاں موجود ہی نہ تھا۔

پھر یہ رویہ، کیسا تھا انجانا، بھید بھرا، نہ شکوہ، نہ شکایت، نہ دکھاوے کی خفگی، نہ کھلی ناراضگی، ایسے ہلکی آنچ دیتے تیور، راکھ کے نیچے دبی چنگاری جیسے انداز، اس سے تعلق توڑنے کی کوشش کے باوجود، اس سے رشتہ نہ چاہنے کی خواہش کے ہوتے ہوئے بھی یہ کیسی افراتفری تھی روح کے اندر اک عجب شوریدہ سری اور اضطرابی و بے چینی۔

اک انوکھا اور نرم گداز شہریار کے لئے اس کی سوچ اور دل میں اتر رہا تھا جس سے وہ خود بھی بے خبر تھی۔

اس کی برتھ ڈے پارٹی کب شروع کب ختم ہوئی، وہ جیسے سارے منظر سے اک غائب دالدماغی کے عالم میں گزری تھی ہوٹل سے گھر آنے تک اک بے کیف کیفیت میں قید اپنے کمرے میں پہنچی تو سامنے بیڈ پر بہت خوبصورت گلاب کے پھولوں سے مہکتا بوکے جس کے عین درمیان میں نرگس کا پیلا پھول عجیب سا لگ رہا تھا ساتھ ایک گفٹ پیک تھا۔

''رحمت...... رحمت یے کہاں سے آیا؟'' اس نے ملازم کو پکارا تھا۔

''بی بی جی! یہ کوریئر سروس کا نمائندہ دے کر گیا تھا، آپ گھر نہیں تھیں تو ہم نے آپ کے کمرے میں رکھوا دیا۔''

''ٹھیک ہے تم جاؤ۔'' وہ اسے بھیج کر کچھ دیر بالکل خاموش کھڑی رہی پھر بیڈ پر بیٹھ کر دھیرے سے بوکے اٹھایا پیلے نرگسی پھول کے ساتھ ایک چھوٹا سا کارڈ برتھ ڈے وشز کے کمپیوٹرائز الفاظ سے سجا کارڈ میں نام نہ پتہ بس اک شعر تحریر تھا۔

کہہ دو کہ تمہارے جیون میں میں آئندہ کا قصہ ہوں
کہہ دو کہ تمہاری دنیا کا میں بھی چھوٹا سا حصہ ہوں

سعدیہ نے لرزتے ہاتھوں سے گفٹ پیک کھولنا شروع کیا تو بہت خوبصورت مخملی کیس میں انتہائی بیش قیمت ڈائمنڈ رنگ جس کی چمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی اس نے تحیر و استعجاب میں گھرتے ہوئے رنگ کو ہلکے سے پکڑا تو وہ پارے کی مانند ڈھے کر بکھری اور کئی اونچی ہنسی کی آوازیں کیس سے ٹکرائیں یہ ایک آٹو میٹک جکس پزل قسم کا گیم گفٹ تھا وہ بے اختیار نادم سی ہو کر مسکرائی۔

''میں بھی کہوں اتنا قیمتی گفٹ دینے والا حاتم طائی کہاں سے آ ٹپکا۔'' اس نے بیڈ خالی کرتے ہوئے سب کچھ پرے رکھا اور کمبل سیدھا کر کے اسے اپنی ٹانگوں پہ پھیلاتے ہوئے لیٹی تو دھیان کے سلسلے پھر سے بھٹکنے لگے اس کا ذہن پھر سے شہریار کے رویے کو لے کر الجھنے لگا تھا۔

''یہ فاصلے تو دانستہ تھے خود میرے چاہے ہوئے پھر انہیں جھیلنے کی کسک جینے کیوں نہیں دیتی،

کیا میرا رویہ شہریار کے ساتھ بحث و انکار واقعی غلط تھا کیا شہریار کا بیگانہ انداز احتجاجی رنگ لئے ہوئے ہے۔" وہ اٹھ بیٹھی تھی دایاں بازو ٹانگوں کو سمیٹ ان کے گرد لپیٹے بائیں ہاتھ سے چہرے پر آئے بال پرے کرتے ہوئے سوچا تھا۔

"شاید ایک گھر میں پلنے بڑھنے ایک ساتھ رہنے کے باوجود میں اس شخص کو سمجھنے کا جتنا دعوی کرتی تھی سب غلط تھا اور فضا مقابلے کی سی تھی تو نظروں کا سامنا بھی لازم تھا اور وہ تو ہمیشہ سے ہر موقع پر مسابقانہ ماحول بنا لیتا تھا تو کیا میرے جارحانہ رویے کے مقابلے میں بھی وہ مساوی تناؤ پیدا کر رہا ہے۔" اس کی ساری نیند غائب ہو چکی تھی اور تھکے ماندے انداز میں وہ اپنے کمرے کی گلاس ونڈو کو دیکھنے لگی جس کے سامنے شہریار کا کمرہ تھا جس کی کھڑکی کے آگے وہ پردہ کھینچ رہا تھا، اسے دیکھتے ہوئے وہ چہرے کا رخ پھیر گئی، جس پہ یاسیت بکھری ہوئی تھی۔

کئی دنوں سے اک آواز مجھ میں گونجی نہیں
کئی دنوں سے کوئی مجھ میں رتجگا نہ ہوا
کئی دنوں سے ساعت کی رہگزاروں پر
نہ کوئی چاند ہی اترا نہ کوئی پھول کھلا
کئی دنوں سے یہ آنکھیں ہیں نیند سے بوجھل
کئی دنوں سے بے نور درد کے چھاگل
کئی دنوں سے بدن چاندنی میں جلتا ہے
کئی دنوں سے یہ دن مجھ میں آ کے ڈھلتا ہے
کئی دنوں سے کسی وسوسے کی زد میں ہوں
کئی دنوں سے عجیب وحشتوں کی حد میں ہوں
کئی دنوں سے خیالوں کے طاق ہجراں پر
کسی کے نام کا رکھا دیا جلاتا ہوں
دل فسردہ کو چپکے سے گدگداتا ہوں
کئی دنوں سے یہ ہی کار عشق جاری ہے
کئی دنوں سے عجب دل کو بیقراری ہے

☆☆☆

وحشتوں پریشانیوں سے بھرے دن کا سورج ڈوب چکا تھا اور اندھیرے کی دبیز چادر نے بڑھ کر اندھیروں کو ڈھانپ لیا تھا۔

"کاش قسمت کے اندھیروں کو ڈھانپنے والی بھی کوئی شے ہوتی۔" ربیعہ نے اک آہ بھر کر کہا تھا۔

"ہے ایسی بھی شے اور اسے دعا کہا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ سچے دل اور خلوص نیت سے مانگی جائے تقدیر کے لکھے کو سوائے دعا کے کوئی نہیں چیز بدل سکتی۔" جویریہ نے کہتے ہوئے چادر اوڑھ لی اور اریبہ کو اٹھنے کا کہا۔

گم صم سی اریبہ اٹھ کر اس کے ہمراہ ہو لی، بیرونی دروازے سے باہر نکلتے ہوئے ربیعہ کو دیکھ کر وہ بولی تھی۔

"دروازہ اچھی طرح سے بند کر لینا اور کوئی بھی کھڑکائے تو کھولنا مت ہم بس پیسے دے کر جلد آ جائیں گے۔"

"ویسے ہم خالہ کو بلا لیتے اور ان کے ہاتھوں سے روپے دیتے تو اچھا رہتا کل کلاں کو کوئی دوسرا مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے۔" اب وہ جویریہ سے مخاطب تھی۔

"سوچا تھا میں نے یہ بھی مگر وہاج بھائی تو اسلام آباد گئے ہوئے ہیں گھر میں جوان لڑکیاں ہیں اس وقت سرد اور اندھیرے موسم میں خالہ انہیں چھوڑ کر بالکل نہ آتیں، ویسے بھی اب میں نے دوسروں پر بھروسہ رکھنا اور سہارے کے لئے دیکھنا چھوڑ دیا ہے، آپ بھی چھوڑ دیں ربیا آپی اور صرف اتنا یاد رکھیں کہ ہم اکیلے ہیں اور ہم کو سب اکیلے برداشت کرنا ہے۔" اریبہ نے اس کی بات پر کچھ کہا نہیں بس آہ سی بھر کر رہ گئیں۔

"سردی بہت ہے ہم گھر سے نکلتے وقت کوئی جرسی یا سوئیٹر پہن لیتیں تو ٹھیک تھا یہ چادر تو سردی کا مقابلہ ہیں کر سکتی۔" جویریہ نے موسم کی ٹھنڈک کو محسوس کر کے جھرجھری لی۔

"دسمبر کا آخیر ہے پھر جو خشک بادل گھر گھر آتے ہیں اور بنا برسے ٹھنڈی ہوا چلا کر لوٹ جاتے ہیں وہ سردی میں اضافہ کر رہے ہیں۔" اریبہ نے بولتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ویسے جویریہ مجھے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا ہم مفت میں نہ صرف رقم بھر رہے ہیں بلکہ خجل بھی ہو رہے ہیں اگر ہم کچھ دن کی مہلت لے لیتے تو شاید صورتحال کچھ اور ہوتی۔"

"مہلت دے تو رہے تھے وہ لوگ آپ کی منگنی کی انگوٹھی رکھ کر، اس کے بعد بھی یہی ہوتا جو اب ہو رہا ہے کیونکہ ہمارے پاس ثبوت نہ تھا اپنی سچائی کا۔"

"ثبوت تو صالحہ کے پاس بھی نہیں۔"

"مگر حیثیت تو ہے نا جو ہماری نہیں رہی اور یہ بے حیثیتی و بے بسی جو توہین و سبکی ہماری کرواتے اس سے یہ رقم بھرنا بہتر ہے۔" اریبہ نے بے اختیار اک طویل اور گہری سانس لی تھی۔

"بہت کچھ سوچا تھا میں نے اس گھر کے لئے، اس کی خوشیوں کے لئے مگر جو میں نے چاہا سب اس سے بہت مختلف اور برا ہو رہا ہے۔" اس کا لہجہ نم تھا بولتے ہوئے۔

"آپی زندگی میں نشیب و فراز تو آتے ہی رہتے ہیں اور ہم چاہیں یا نہ چاہیں مگر انہیں جھیلنا پڑتا ہے کیونکہ یہ سب ہمارے مقدر کا حصہ ہوتا ہے اور ہمارے ارادوں ہماری سوچوں کا ٹوٹنا، ان کے برعکس ہونا ہی درحقیقت مقدر ہے۔"

"یہ تو ہے مگر جب مقدر ڈر خوف غم کو رقم کر کے احساسات توڑ پھوڑ کر رکھ دے تو جھیلنا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے، آنسوؤں میں مسرتوں، شادمانیوں کے ساتھ جینے کا حق بھی گرنے لگے تو دلی دباؤ ساری حسیات کو کیسے مردہ کرتا ہے، کوئی ہمیں دیکھے تو جانے کہ ہم ان ساری کیفیات سے گزر رہے ہیں، کس قدر کٹھن ہوتا ہے دنیا کی چالاکیوں، لالچ، خود غرضی کو اپنے اوپر چٹ بنا کر لگا لینا اور پھر جو شناسا ہوتے ہیں اجنبی نکلتے ہیں بہت اپنے نظر آنے والے پرائے و بیگانے بن جاتے

ہیں۔'' اس کی آنکھوں میں بہت سا نمکین پانی جمع ہو رہا تھا، وہ ایک بار پھر ڈپریشن کا شکار ہو رہی تھی جویریہ نے اس کی کیفیت کی سمجھتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا وہ اسے حوصلہ دینا چاہتی تھی مگر بول نہیں پا رہی تھی کیونکہ خود اس کے اپنے حوصلے ٹوٹ رہے تھے اس کا سفر ختم ہو چکا تھا وہ اس گھر کے سامنے پہنچ چکی تھیں یہاں قسمت کھینچنا چاہتی تھی۔

ایک دوسری کو دیکھتی ہوئی وہ دونوں کتنی دیر ساکت سی کھڑی رہیں جیسے یہاں آ کر سارے حواس منجمد ہو چکے تھے قدم آگے بڑھنے سے انکاری تھے۔

''ریبا آپی چلیں۔'' جویریہ نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما جو سرد تھا اس نے چونکتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا جو سٹریٹ لائٹ کی روشنی میں حواس باختہ سا لگا جویریہ نے کس قدر تاسف اور افسوس سے دیکھا اور اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا لیا ان دونوں کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں، دونوں ایک دوسری کے شانے کو ہولے سے تھپتھپا رہی تھیں خود کو حوصلہ فراہم کر رہی تھیں۔

''چلیں اب اندر چلیں۔'' بھیگی آنکھیں صاف کرتے ہوئے جویریہ نے کہا، وہ آہستہ روی سے قدم اٹھاتی آگے بڑھیں تو مقام مقررہ پر پہلے سے سب لوگ موجود تھے ان کے سلام کرنے اور بیٹھنے کے چند منٹ بعد محلہ کی مسجد کے قاری صاحب بھی آ پہنچے تھے، کچھ ثانیے خاموش رہنے کے بعد وہ بڑے متوازن لہجہ میں گویا ہوئے تھے۔

''نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتے اسی طرح سچ اور جھوٹ بھی برابر نہیں ہوتے اگر انسان کو اپنے اعمال و افعال کی شر و خیر کا حساب دینا ہے تو ایمان و بددیانتی کے مواخذے کا بھی سامنا کرنا ہے، قرآن تو سچ و جھوٹ کی قسموں کو اٹھانے کے لئے ہے نہ کمزوروں کو کمتر ثابت کرنے کے لئے لیکن معاملہ ایسا ہے کہ دونوں طرف سے نہ تو کوئی گواہ ہے نہ ثبوت اور خدا خوفی کے تحت نہ کسی ایک کو رد کیا جا سکتا ہے نہ قبول کیونکہ انصاف بہرحال ضروری ہے، اکثر انسان غصہ و غم میں درست قدم اٹھانے سے قاصر رہتا ہے اور کئی غلط فیصلے بعد میں پچھتاوے و نقصان کا باعث بن جاتے ہیں اگر تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر کوئی اقدام کریں تو بعد میں پچھتاوا مقدر نہ بنے. جرم و مجرم کا اصل علم تو اللہ کو ہے پھر بھی ایک بار آپ دونوں خواتین سوچ لیں کہ جو ہوا ہے ہو رہا ہے اس میں اگر کوئی پوشیدہ بات ہے تو مجھے ایک طرف کر کے بتا سکتی ہیں میں معاملہ خود سنبھال لوں گا اور نہیں تو آگے کی ذمہ دار آپ خود ہیں۔''

''قاری صاحب اس تقریر کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ بہنیں جھوٹی ہیں نہ انہوں نے ماننا ہے نہ سننا آپ بس رقم نکلوائیں۔'' صالحہ تڑخ کر بولی تھی۔

''کیا تم مطمئن ہو کہ یہ رقم تم حق پہ لے رہی ہو۔'' قاری صاحب کا رخ اس کی طرف ہوا۔

''نہ تو جھوٹ بول کر میں نے کون سا ثواب لینا ہے اور میں تو سچ پوچھیں کہ استطاعت ہوئی تو پوچھتی بھی نا مگر اتنی دیالو بھی نہیں ہوئی کہ پورے دس ہزار چھوڑ دوں، وہ بھی جھوٹوں کو۔''

''اور بی بی تم کیا کہو گی۔'' قاری صاحب کا روئے سخن اب اریبہ کی طرف ہوا تھا جو یکسر خاموش تھی پھر آہستگی سے بولنا شروع ہوئی۔

''مجھے نہیں معلوم ہم نے یہ قرض کب لیا ہمارے گھر جو حساب کتاب درج شدہ تھا اس کے مطابق انہوں نے ہمارے ابو کی وفات سے کچھ دن پہلے ہمارے گھر سے پندرہ ہزار روپے بطور قرض لئے تھے ایک ماہ کی واپسی کے وعدہ پر مگر وہ نوٹ بک ہماری سچائی کا واحد ثبوت ہماری پاگل ماں نے جلا دی، سوائے رب تعالیٰ کے ہمارا نہ کوئی گواہ ہے نہ ثبوت وہی منصف ہے اسی پہ اپنا معاملہ چھوڑتے ہوئے میں یہ دس ہزار قرآن پاک پر رکھ رہی ہوں صالحہ بیگم اس کو لینے کے معاملہ میں سچی ہیں تو اٹھا لیں۔'' وہ اٹھ کر درمیان میں رکھے میز پر ٹرے میں پڑے قرآن مجید کے اوپر روپے رکھنے لگی تو اس کی آنکھوں میں بہت سا نمکین پانی جمع ہو رہا تھا، جس کو وہ بڑے ضبط سے برداشت کیے ہوئے تھی۔

پسینے کے سنہرے قطرے یا اشکوں کی لڑیوں سے
بہر صورت یہ دنیا ہم بناتے ہم سجاتے ہیں
یہ سناٹا کہ اپنی سانس کی آہٹ نہیں ملتی
یہ اندھیرا کہ یادوں کے دیے بھی بجھتے جاتے ہیں
نجانے ان دنوں کیوں صبح کچھ سنولائی رہتی ہے
نجانے شام ہی سے کیوں ستارے ڈوب جاتے ہیں
ہمیں کیا ہمیں تو جینا اور مرنا دونوں ہی آتا ہے
ہمیں کیا ہم تو اپنے خون میں اکثر نہاتے ہیں

☆☆☆

سردیوں کی پھیکی دھوپ نے دن بھی بدرنگ سا کر دیا تھا اک بے زار اور بے چین سا دل لئے وہ بے رنگی دوپہر سے مٹیالی سہ پہر میں ڈھلے دن کے خنک مزاج کو دیکھتا حسب معمول ٹیرس پر کھڑا تھا اس کا دلکش نقوش سے سجا وجیہہ چہرہ کسی گہری سوچ کا غماز تھا۔

اور وہ سوچ یقیناً سعیہ سے متعلق تھی، اسے نہیں معلوم تھا اس نے سعیہ کو یکسر نظر انداز کر کے اچھا کیا تھا یا برا مگر اپنے رویہ پہ وہ نادم ہرگز نہ تھا، کیونکہ بہت حد تک اس سلوک کو روا رکھنے میں وہ خود کو حق بجانب سمجھ رہا تھا شدید وجہ یہ بھی کہ سعیہ کی ہٹ دھرمی اور ضد براہ راست اس کی زندگی اس کی خوشیوں اس کی ذات کو نقصان پہنچانے کے درپے تھیں اپنے حد تک تو وہ پھر بھی برداشت کر لیتا مگر عفنان علی خان اور شائستہ بیگم کو دکھ دینے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

ان کی محبتوں، شفقتوں اور چاہتوں کے حصار میں جس ناز و نعم اور چاؤ سے وہ پلا بڑھا تھا شاید اپنے سگے والدین کے زیر سایہ کبھی نہ پل پایا، یہ محبتیں اور مان وہ بچپن سے جوانی تک سمیٹتا پاتا آیا تھا اور جس طرح اس گھر میں اسے اپنائیت احساس اعتماد ملا تھا اپنی ذات اپنے کیریئر کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کو اسی ذات اپنائیت و اعتبار کو وہ نہ صرف قائم رکھے تھا بلکہ بڑھاتے رہنے کا خواہش مند تھا مگر سعیہ کا رویہ اور ہی خواہشات کا متقاضی تھا جو اسے کسی طور قابل قبول نہ تھیں کیونکہ ان کے پس منظر میں بہت کچھ ٹوٹتا بکھرتا اور اجڑتا دکھائی دے رہا تھا، رشتوں کے ساتھ دلوں میں دراڑیں پڑتیں اور وہ تو رشتوں کو ترسا ہوا شخص تھا اپنے سگے ماں باپ سے بچھڑا نہ کوئی بھائی نہ بہن اسے ہر رشتہ ہر احساس اسی گھر سے تو ملا تھا پھر وہ اسے کیسے کسی رشتے کو ٹوٹنے کا

دکھ دیتا جبکہ اس میں اس کی اپنی ذات بھی انوالو ہو جاتی۔۔

محبت کی تکمیل اپنے من پسند ہمسفر کو پانا کتنا دلفریب احساس جگاتا تھا دل میں مگر اس الجھی الجھی خفا خفا نظر آنے والی موڈی سی لڑکی نے کتنے اجنبی انداز میں اس رشتے کو طوق قرار دیا تھا اس پیسے تلخ کلامی کی تھی اس آدھے ادھورے رشتے کو شہریار کے نام کی بیساکھی سے آزاد کرنے کی متمنی تھی۔

وہ اسے کیسے سمجھاتا کہ محبت بیساکھی نہیں ہوتی محبت تو زندگی کا وہ پر رونق اور دلربا احساس ہے جو دل کو چھولے تو شفاف دھوپ کی گلابی پہنائیاں موسموں کو مہکانے لگتی ہیں اور پورے اختیار سے جو دل میں آن بیٹھے لمحہ بھر کو عطا میں بہت کچھ لے اور دے جائے علاوہ اس کے احساس کچھ اور سوچنے ہی نہ دے وہ لمحہ ہی محبت ہے زندگی ہے خوشی ہے مگر سنعیہ کو یہ سب کیسے بتاتا وہ کب کچھ سننے کی روادار تھی، زندگی کے حسارے و نفع، کچھ بھی اسے تو صرف اپنی ضد سے سروکار تھا، اپنی انا پیاری تھی، مصلحت پسندی اور رشتوں کے تقاضے کچھ بھی ہوتے تھے وہ تو اپنے اصولوں سے ہٹنے کو تیار نہ تھی تو وہ اپنی ذات کو کیسے اس کا ہدف بنائے رکھتا، جبکہ وہ جانتا تھا کہ سنعیہ کے بے جا رویے کی وجہ فریق ثانی نہ تھا اسی کی بلاوجہ کی ہٹ دھرمی تھی۔

اسی صورت میں اپنی محبت کی حصول یابی کے لئے وہ کیسے نہ لڑتا، دل کے بہلاوے اور خوابوں کی تحیر گاہ میں اپنے لئے خسارے سمیٹنا اسے ہرگز پسند نہ تھا وہ تو زندگی کے ہر محاذ میں فاتح ٹھہرا تھا پھر یہ تو دل کا معاملہ تھا جو زندگی سے بھی وابستہ تھا۔

”نہیں سنعیہ تم نے زندگی، محبت رشتے تعلقات کو اپنی سوچ سے دیکھا اپنی نگاہ سے جانا اور جو بھی جانا غلط جانا، جو بھی سوچا جو بھی سوچا فضول کیونکہ زندگی محبت رشتے اور تعلقات مل کر دنیا کو خوشیوں کو ترتیب دیتے ہیں اور تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ دنیا صرف تمہارے زاویہ نگاہ سے بدلے گی، نہیں یہ کوئی ڈریم لینڈ یا تمہارا دو چار انچ کا فینٹسی ورلڈ نہیں ہے جسے تم اپنی مرضی سے چلاؤ، اپنے اشاروں پر رکھو جبکہ مقابل شہریار خان سہی جسے ہمیشہ جیت کی خواہش رہی ہے وہ کبھی کسی محاذ پر نہیں ہارا، گر کہیں ہارا بھی تو ہارا اس طرح جیسے جیتنے والے رہتے ہیں، تمہارے لئے یہ جاننا بہت ضروری ہے اسے ادھورے کھیل پسند ہیں نہ بند کتابیں وہ محبت کے سارے نظریے زاویے جاشے اور خواہشیں اگر تمہارے نام کر رہا ہے تو اس لئے نہیں کہ تم اپنی ہٹ دھرمی کی تکمیل کے لئے اسے ہدف بناؤ، بھلے معاملہ بندی ہو کہ طویل مسافتیں مرکز تو تم ہو ناں اور اب یہ مرکز بدلے گا تمہارے دل کے راستوں کا طواف میں نہیں میرے دل کا طواف تم کرو گی کے یہ وقت دیکھے گا کہ روبرو انا و ضد ہو نگے محبت درمیان میں سر پٹخے گی پھر جو ہو سو ہو۔“

اس لمحے اس کے لبوں پر بڑی پرسکون مسکراہٹ تھی کیونکہ وہ جان چکا تھا حالات کو اپنے بس میں رکھنے کے لئے یہ بہت ضروری تھا کہ وہ مصلحت پسندی کی انگلی کو چھوڑ دے اور انا کا پرچم بلند کر دے دیکھنا تھا تو صرف یہ سنعیہ کی ضد سے یہ انا ہارتی تھی یا جیتتیں۔

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبحِ اُمید کا

فوزیہ غزل

پندرھویں قسط کا خلاصہ

اریبہ موجودہ صورتحال سے شدید ڈپریسڈ ہے ربیعہ اور جویریہ اسے حوصلہ سے حالات کا سامنا کرنے میں مددالٰہی کا احساس دلاتی ہیں۔

ماریا اپنے بچپن کے متعلق احساسات، فکریں اور تشنگیاں کیتھرین کے گوش گزار کر کر رنجیدہ ہوتی ہے تو کیتھرین اسے ہمدردی کا احساس دلاتی ہے۔

برتھ ڈے پارٹی پہ شہریار کی بے اعتنائی اور سرد مہر انداز سعیہ کو بری طرح چبھتا ہے اور وہ اسے اپنے عمل کا ردعمل سمجھ کر تفکرات میں گھر جاتی ہے جبکہ شہریار اپنی جگہ بہت پر سکون ہے۔

جویریہ اپنے سونے کے ٹاپس بیچ کر رقم کا انتظام کر لیتی ہے اور اس کا یہ احساس اریبہ کو تحیر زدہ کر دیتا ہے۔

بچپن سے جوانی تک کی محرومیوں، نارسائیوں کا سفر و تذکرہ ماریا کو پھر انتہائی ڈپریشن کا شکار کر دیتا ہے اور اسی ڈپریشن کے نتیجہ میں وہ خود کو ایک بار پھر موت کے دہانے پہ پہنچا دیتی ہے۔

اریبہ اور جویریہ رقم لے کر مقررہ مقام پہ پہنچ جاتی ہیں دیگر افراد پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔

اب آپ آگے پڑھیے

سولہویں قسط

ڈاکٹر جان پیٹر نے شیشے کے پار دیکھا تھا جہاں ماریا جوزف جینے اور مرنے کی فضا میں معلق زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا تھی ہر گزرتا لمحہ اسے گزرتا لمحہ اسے زندگی سے دور اور موت سے قریب کر رہا تھا بہت زیادہ خون بہہ جانے کے باعث اس کی سانسیں رک رہی تھیں یہ ایک خطرناک وقت تھا مگر ڈاکٹرز کی لگاتار کوششیں جاری تھیں۔

"Kethiy dont worry, She will be fine۔" ڈاکٹر جان نے کیتھرین کے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پریقین لہجہ میں کہا۔

"اسے بلڈ برابر ڈونیٹ ہو رہا ہے وہ Recover کر جائے گی۔" مگر کیتھرین کے پتھر بنے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی صرف نمکین آنسو تھے جو بند آنکھوں سے ٹوٹتے جا رہے تھے بنا رکے۔

ماریا کو مصنوعی سانس دی جا رہی تھی اور کیتھی بند لبوں کے پیچھے دعائیں لئے اس کی زندگی مانگ رہی تھی جب آپریشن روم سے نکلتے ڈاکٹر نے کہا۔

"اس کی حالت سنبھل چکی ہے کیتھی وہ ٹھیک ہو رہی ہے۔" کیتھرین کے شکستہ وجود ماؤف حواس میں جیسے ایک دم سے زندگی دوڑ گئی تھی، اس نے لمحہ کے ہزارویں حصہ میں آنکھیں کھولی تھیں۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں ڈاکٹر، وہ واقعی زندہ ہے۔" اسے جیسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا تھا۔

"Yes She is ok۔" ڈاکٹر ملائمت سے بولتا مسکرایا تھا اور ڈاکٹر کے چہرے پر اطمینان دیکھ کر اس کی رکی ہوئی سانسیں جیسے بحال ہوگئیں۔

"Oh, thanks, Thank God۔" اس نے شکر ادا کیا اور بوجھل دل و دماغ جیسے ایکدم سے ہلکے پھلکے ہو گئے، اپنا بھیگا چہرہ صاف کرتے ہوئے اس نے ماریا کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔

"ائم سوری آپ اسے کل صبح سے پہلے نہیں مل سکتیں کیونکہ ابھی وہ آئی سی یو میں ہے اور مسلسل Under ob-zer-va-tion ہے۔" کیتھی کے چہرے پر آئے اطمینان نے جیسے اک متضاد کیفیت اختیار کر لی تھی۔

"کوئی زیادہ پریشانی والی بات ہے کیا؟"

"نہیں، وہ بالکل ٹھیک ہے مگر حالت زیادہ سیریس ہو چکنے کے بعد ریکوری کرتے ہوئے بھی ٹریٹمنٹ ضروری ہے اور میرا خیال ہے خود ڈاکٹر ہونے کے باعث آپ یہ بات زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتی ہیں۔"

"Yes i can understand۔"

"بائے دا وے ایک بات پوچھ سکتا ہوں مریضہ سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟"

"انسانیت اور خلوص سے جڑا ہر وہ رشتہ جو ایک انسان کا کسی بھی دوسرے انسان سے ہو سکتا ہے، اینی وے تھینکس ڈاکٹر آپ نے اور آپ کے سٹاف نے بہت محنت اور کوشش کی ہے۔" وہ نم

آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

"انسان ہونے کے ناطے ہم کوشش اور محنت ہی کر سکتے ہیں کامیابی دینا خدا کا کام ہے So just thanks to GOD۔" ڈاکٹر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے آگے بڑھا۔

کیتھرین نے اک گہری سانس خارج کی اور مسکراتے ہوئے اپنے پاس کھڑے ڈاکٹر جان کو دیکھا۔

"آپ نے سنا ڈاکٹر جان وہ بچ چکی ہے، اتنا خون بہہ چکنے اتنی سانس ٹوٹنے کے باوجود وہ زندہ ہے یہ معجزہ ہے۔"

"اور یہ معجزہ ان دعاؤں کا ہے جو بنا کسی رشتے، مفاد یا مطلب کے تم نے نیک نیتی سے کیں۔"

"اور اس خدا کا کرم بھی ہے جو اس کے شکوے شکایات، خود کو بار بار ختم کرنے کی کوشش کے باوجود اسے زندگی عطا کرتا جاتا ہے کیونکہ یقیناً اس نے ماریا کو بے مقصد پیدا نہیں کیا اس کی زندگی کا کوئی مقصد ہے جسے پورا کرنے کو خداوند خدا اسے زندگی کی طرف واپس کھینچ لیتا ہے اور ماریا یہ ...... یہ نقطہ قدرت جان لے تو نہ صرف اس کا ٹوٹتا ایمان بندھتا جائے گا بلکہ خود پہ دوسروں پہ اس کا بھروسہ یقین اور اعتماد مضبوط ہوگا۔"

"یقیناً کیونکہ زندگی، رشتے، تعلقات اور مذہب ہر چیز پہ اس کا ایمان کمزور تھا اس کا یقین ٹوٹا تھا اور انسانیت خلوص اس جذبے کو اس نے بہت کم برتا بہت کم پایا جس سے پایا ان کو بھی اپنی بیوقوفی کے باعث کھو دیا اب اس کی اپنی زندگی اسے لمحے کے حق میں صدائیں بلند کرے گی، جو انسان کو پیدا کرنے زندہ رکھنے اور مقصد دینے کا داعی ہے، اسی لمحے نے لبوں سے نکلوایا تھا کہ اسے کچھ نہیں ہوگا، وہ بچ جائے گی۔" ڈاکٹر جان پیٹر نے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے قریب آتے پولیس آفیسر کو دیکھنے لگی۔

"مبارک ہو آپ کی مریضہ ریکور کر گئی ہے۔"

"تھینکس آفیسر اور یہ سب عین وقت پر آپ کے آنے اور ہیلپ کرنے سے ممکن ہوا ورنہ شاید وہ اس وقت زندہ نہ ہوتی۔"

"سب سے بڑھ کر آپ کا خلوص تھا جو کام آیا اینی ویز پوری رات گزر چکی ہے اور میرا خیال ہے میں چلتا ہوں، آپ لوگ بھی کچھ کھا پی لیں اور جا کر کچھ دیر آرام کر لیں تو زیادہ بہتر ہوگا، کیونکہ مریض کی تیمارداری کے لئے آپ کا تندرست ہونا زیادہ ضروری ہے۔"

"واقعی ماریا کے ہوش میں آنے تک ہمیں کھا پی کر آرام کرنا چاہیے۔" ڈاکٹر جان پیٹر نے بھی کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک نظر سامنے گلاس وال کے پار نظر آتی ماریا جوزف کو دیکھتی ہاسپٹل کے طویل کاریڈور کی طرف چلتی گئی اور جاتے ہوئے اس کے چہرے پر اطمینان سکون اور ٹھہراؤ تھا کیونکہ انسانیت، رواداری، بے غرضی کا علم بلند کرتے ہوئے اس نے ایک زندگی بچانے کی سعی کی تھی اور اس کی یہ سعی خدا کو پسند آگئی تھی۔

☆☆☆

فضا میں عجیب سا تناؤ تھا، ایک سوگواری اک بوجھل پن اور بہت سا غبار جو اسے بری طرح محسوس ہو رہا تھا اور یہ شاید ایک فطری ردعمل تھا اس کے عمل کا اور اسی سوچ نے اس کے ذہن کو بہت بوجھل کر دیا تھا، بات یہ نہیں تھی کہ وہ شہریار کی طرف سے کسی متوقع خدشے کو لے کر خوفزدہ ہو گئی تھی بلکہ وہ تو اپنی کیفیت کے ہاتھوں پریشان تھی۔

بعض اوقات انسان ذہنی الجھاؤ کے اس مقام پر جا پہنچتا ہے یہاں بہت سی چیزیں سمجھ میں نہیں آ رہی ہوتیں اور کسی الجھے لمحے میں ذہنی خلفشار میں پھنسا غیر متوقع طور پر کچھ نہ کچھ ایسا کر جاتا ہے جو وہم وگمان میں نہیں ہوتا۔

سنعیہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا جو وہ بہت بار سوچتی تھی سمجھتی تھی جھیلتی تھی کبھی کہہ نہ پائی تھی کیونکہ یہ سب کہہ کر وہ خود کمزور پڑنا چاہتی تھی نہ اگلے فریق کو نادم کرنا چاہتی تھی مگر ارادے کے باوجود وہ جانے کب کیسے شہریار سے اپنے موجودہ تعلق کے حوالے سے اتنی الجھی کہ اسے بھی ڈس ہارٹ کر دیا اور احساس اس وقت ہوا جب شہریار کو گریزاں، خاموش اور بوجھل طبیعت محسوس کیا، بہت اجنبیت لئے دیے رہنے والا سرسری انداز ایسا مستقل کہ بے خبری، وہ مکمل طور پر اک اجنبی دکھائی دیتا تھا اور یہ صورتحال فیس کرنا سنعیہ کے لئے آسان نہ تھا کیونکہ اس نے بچپن سے لے کر اب تک اپنے حوالے سے شہریار کو ہمیشہ بہت Caring پایا تھا، اس کی ذرا سی بات کو بھی توجہ و اشتیاق سے سنتا، معمولی فرمائش کو بھی دھیان سے نمٹاتا، اس کے ساتھ اپنے محسوسات شیئر کرتا، اس کی اسٹڈیز میں بھرپور ہیلپ دیتا وہ کتنا ذمہ دار تھا شروع سے سنعیہ کے لئے اور اپنی ذات کے زعم میں مسکرائی وہ ہمیشہ سر اٹھا کر کھڑی ہوتی تھی اس کے سامنے اور آج اس لمحے اس کے غرور، تمکنت، نسوانی وقار سب مٹی کا ڈھیر ہو رہے تھے وہ بہت خفیف نگاہیں لئے سر جھکائے کھڑی تھی اپنی ایک غلطی کی بدولت جو بہت بے بس لمحوں میں ہو گئی تھی۔

جانے اس سے ایسا کیوں ہو جاتا تھا اور بار بار ہوتا تھا جتنا وہ اس قسم کی صورتحال سے بچنے کی کوشش کرتی تھی اس کے ساتھ ایسا ہی کچھ نہ کچھ ہو جاتا تھا کہ بعد میں تاسف وشرمندگی اسے اس حد تک گھیر لیتی وہ مارے پشیمانی کے دکھ محسوس کرنے لگتی، پتا نہیں کیا ہوا تھا اسے جانے کیوں وہ اتنا زیادہ بول گئی تھی، وہ تو ہمیشہ سے بہت سبک رو بہت نرم مزاج بڑے دھیمے حوصلے والی لڑکی رہی تھی۔

اسے ہمیشہ اس بات کا خوف رہتا تھا کہ اس کی کسی بات کسی عمل سے کوئی دل نہ دکھے مگر صورتحال پھر اس کے اختیار سے باہر ہو جاتی تھی اور وہ سخت لب ولہجہ اختیار کر جاتی تھی اور ایسا دانستہ نہیں ہوتا تھا بس دل ودماغ ایکدم کنٹرول سے باہر ہونے لگتا تھا۔

وہ ناشتے کی ٹیبل پہ آئی تھی جب شائستہ بیگم نے چکن سوپ کا پیالہ اسے تھمایا اور کہا تھا۔

''یہ شہریار کو دے کر آؤ، اس کی طبیعت ناساز ہے، میں اس کے لئے دلیہ تیار کر رہی ہوں ٹھہر کر وہ کھا لے گا۔''

وہ سست قدموں سے چلتی اس کے کمرے تک آئی تو کچھ دیر گوکو کی حالت میں یہی سوچتی رہی اندر جائے یا دروازہ ناک کر دے، پھر جانے کس جذبے کے تحت بنا ناک کیے دھیرے سے

دروازہ کھولا اور کمرے میں چلی آئی۔

لائیٹ آف، کھڑکیاں، دروازہ بند ہونے سے کمرہ میں کافی ملگجا اندھیرا محسوس ہوا، سنعیہ نے سوپ کا پیالہ رکھا اور آگے بڑھ کر پردے کھینچتے ہوئے گلاس ونڈو کھولی کھڑکیاں کھلنے سے طلوع ہوتے سورج کی سنہری کرنیں چھن چھن کر آنے لگیں، وہ مڑی تو شہریار واش روم سے نکل کر پیچھے کھڑا تھا، خوبصورت آنکھوں میں عجیب سوز تھا اور چہرے پہ بہت تھکن کے آثار تھے، وہ کچھ دیر اسی طرح کھڑا رہا پھر سوپ کے پیالے کی طرف دیکھا اور ایک چمچ بھر کر منہ میں ڈالا تھا۔

جبکہ سنعیہ کو بیٹھنے کا کہنا تو درکنار وہ اسے دیکھ تک نہ رہا تھا اور یوں لاتعلق تھا جیسے اس کمرے میں کوئی اور ذی نفس موجود ہی نہ ہو۔

اور جانے کیوں یہ بے نیازی سنعیہ کو بری طرح چبھ گئی وہ ایسے رویے کی کب عادی تھی اس نے تو شروع سے بہت توجہ سمیٹی تھی، محض شہریار کے تاثرات جانچنے کو وہ کہہ گئی۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو آفس نہ جائیں بلکہ ڈاکٹر سے چیک اپ کروا لیجئے گا۔''

اور شہریار نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا تھا بے تاثر چہرے کے ساتھ ایسا سپاٹ انداز جس میں سرد نگاہیں تھیں جن میں توجہ کا ہلکا سا پہلو بھی نہ نکلتا تھا اور سنعیہ کے دل میں پریشانی اور بے چینی کی لہر اٹھی تھی اس لمحہ، شہریار کا یہ بے مروت اور بھاری انداز جھیلنا آسان نہ تھا۔

''مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں میں بہتر جانتا ہوں کہ اپنے لئے کیا کرنا ہے۔'' کیسا اجنبی اور سرد لہجہ تھا جیسے دونوں کے مابین کوئی تعلق موجود ہی نہ ہو اور تعلق تھا کب وہ تو اس نے خود نہ مانا تھا، شہریار نے کہہ دیا تو کیا برا کیا وہ اسے حق بجانب سمجھ رہی تھی اس رویے میں، خواب ٹوٹ جائیں تو آنکھوں کو تکلیف تو ہوتی ہے نا، وہ بھی تکلیف سے گزر رہا تھا تو......

''میرا خیال ہے تمہارے یہاں کھڑے رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے تم جا سکتی ہو۔'' پہلے سے بھی زیادہ سخت اور بیگانہ لہجہ جسے اس نے بہت بے یقینی سے سنا تھا اور شاید یقین دہی کے لئے اپنے سامنے بیٹھے شاندار سے شخص کو غور سے دیکھا تھا اور پوچھ بھی بیٹھی۔

''آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟''

''یقیناً یہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا وجود نہیں اور دیواروں سے باتیں کرنے کا مجھے شوق نہیں ہے۔'' ایسا تلخ وترش انداز وہ پوچھ کر پچھتائی اور آنکھیں یکدم سلگنے لگیں، وہ خود کو کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی سو اگلے لمحہ پلٹ کر تیز قدم اٹھاتی شہریار کے کمرے سے باہر آ گئی اور باہر آتے ہی اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔

''ہونہہ، تعلقات اور رشتوں کی نفی کیسے کی جاتی ہے یہ تمہیں اب پتا چلے گا سنعیہ عفنان علی خان جب تمہاری اپنی ذات رد کی جائے گی پھر تمہیں احساس ہوگا رویے ولہجے کی تلخی کیسے اندر تک کاٹ ڈالتی ہے جب تم یہ سرد وگرم تیور سہو گی، لوہے کو ہمیشہ لوہا کاٹتا ہے محبت کو محبت مانتی ہے تو نفرت کو بھی نفرت ہی سہے گی، دیکھنا تو صرف یہ ہے کہ تم یہ نفرت کہاں تک جھیلتی ہو۔'' وہ اس کی تیزی سے بھیگتی پلکوں کو دیکھ چکا تھا سو بڑے آرام سے مسکرا رہا تھا۔

کس قدر انوکھے ہیں آرزو کے موسم بھی

ایک پل میں شعلہ بھی ایک پل میں شبنم بھی
ان اداس آنکھوں میں چاندنی اتر آئی
ان اداس ہونٹوں پہ گر رہی ہو شبنم بھی
جان لبوں پہ آتی ہے جب خیال آتا ہے
ساتھ وقت کے ہوگا اس کا پیار مدہم بھی
کچھ لہو میں ویسے بھی گھل گئی ہے تلخی سی
کچھ مزاج موسم کا ہو رہا ہے برہم بھی

☆☆☆

بعض اوقات انسان کی زندگی میں ایسے موڑ آتے ہیں جب وہ نفسیاتی خواہشات کے پیچھے اپنے اندر چھپے سچ کو دبائے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے، ایمان، عزت داؤ پر لگا دیتا ہے اور اپنے جھوٹ پہ اڑ کر اللہ کی قدرت و طاقت کو بھی بھول بیٹھتا ہے، وہ یہ نہیں جانتا کہ ہر شے کو ممکن کرنا صرف انسانی تدابیر کا نام نہیں ہے بلکہ انسانی طاقت و تدبیر سے پرے بھی کچھ ہے جو انسانی ذہن و دماغ کی وسعتوں سے اونچا ہے اور جو تدبیر کار وہ ذات حق ہے اس تک انسانی کوششوں کی رسائی ہے نہ پہنچ اور اس پر یقین آنے سے پہلے نادان انسان سب کچھ گنوا بیٹھتا ہے سب کھو دیتا ہے۔

اریبہ رقم قرآن پر رکھ کر آہستہ روی سے پلٹی تھی اور صالحہ بیگم اسی تیزی سے رقم پر جھپٹی تھی مگر اٹھا نہیں پائی تھی اس کا بڑھا ہاتھ بڑے خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹا تھا اور کمرے میں موجود نفوس کا خیال کرتے ہوئے اس نے اپنی اضطرابی کیفیت پر قابو پایا تھا سب کچھ اپنا وہم جانتے ہوئے پھر سے ہاتھ بڑھایا تھا مگر وہ ہاتھ ہی نہیں اس صرف وجود کا پورا حصہ جیسے ایکدم سے بے جان ہوا تھا۔

''اٹھاؤ رقم صالح رک کیوں گئی ہو۔'' قاری صاحب نے کہا تھا اور اس نے قدم اٹھایا مگر وہ عجیب کپکپی کی زد میں آ گئی تھی اور وجود زمین بوس ہونے لگا وہ بولنا چاہتی تھی مگر آواز میں بے پناہ لڑکھڑاہٹ کے باعث نہ سننے والوں کو کچھ سمجھ آ رہا تھا نہ دیکھنے والوں کو۔

کمرے میں اریبہ، جویریہ، صالحہ کے علاوہ مزید چھ نفوس تھے مگر سب الجھن اور سناٹے میں تھے، تحیر زدہ کیفیت کے ساتھ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے؟ بڑی عجیب سی سچویشن تھی۔

فالج شاید فالج کا حملہ ہوا تھا صالحہ پر یا لقوہ کہ اس کا نصف چہرہ ٹیڑھا لگ رہا تھا اریبہ اور جویریہ ایک دوسرے کو دیکھے جا رہی تھیں غیر متوقع سی صورتحال بن گئی تھی جس سے کمرے میں سناٹا پھیل چکا تھا۔

آ جاؤ گے حالات کی زد پہ جو کسی دن
ہو جائے گا معلوم خدا ہے کہ نہیں ہے

جس رقم کی صالحہ دعویدار تھی وہ یقیناً اس کی نہ تھی، یہ سچ جھوٹ کا عقدہ اب سب پہ کھل چکا تھا ''اللہ بہت بے پرواہ اور انصاف کرنے والا ہے۔'' اریبہ نے بے اختیار رندھی آواز میں لرزتے لبوں سے کہا تو سب نے چونک کر اسے پھر صالحہ کو دیکھا تھا۔

''اریبہ اٹھو بیٹی اور اپنی رقم اٹھا لو، ہم تم سے شرمندہ ہیں کہ جانے انجانے تمہیں مجرم سمجھے مگر انصاف کرنے والی ذات سب سے برتر و اعلیٰ ہے، اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے اور اس کی عدالت میں صرف نیک اعمال سچائی کو بلندی حاصل ہے جز صداقت کسی کی پیش نہیں چلتی۔'' سرپنچ صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو کمرے کے عین بیچوں بیچ کھڑا صالحہ کا جوان بیٹا ماں کو باہر لے جانے لگا، رقم کو احتیاط سے پکڑے وہ دونوں بہنیں وہاں سے نکلتی باہر سڑک پر آ چکی تھیں۔

سردی اور اندھیرا پہلے سے بڑھ چکا تھا مگر ان کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اتنا غیر معمولی تھا کہ ہر تکلیف کا احساس جیسے مٹ چکا تھا، جن حالات جیسے شب و روز سے وہ گزار کر آئی تھیں انہوں نے جسمانی طور پر تو بیمار کیا ہی تھا مگر ذہنی طور پر جو تکلیف اٹھائی تھی، روحانی طور پر جو اذیت سہی تھی صرف وہی جانتی تھیں، یا ان کا رب لیکن اس کچوکے نے یہ حقیقت عیاں کر دی تھی کہ دنیاوی مروت و احساس کی باتیں بے معنی ہیں، انسانیت، حقوق انسانی اور خلوص ہر چیز بے کشش ہے رنگ، خواب، خواہشیں کچھ بھی نہیں، اگر کچھ ہے تو صرف اللہ اگر کچھ کرنا ہے تو آپ اپنے جینے کا ساماں۔

زندگی، تعلق، رشتے، دنیاوی رویے، سب کو جھیلا تھا برتا تھا اور جانا تھا دو چیزیں ذات کی تکمیل کرتی ہیں ایک یہ کہ ضمیر آپ کے مکمل اختیار میں ہو، دوسرا یہ کہ آپ کو ہر چیز کا حق ادا کرنا آتا ہو، مگر زندگی ہر روز نیا چہرہ نیا روپ بدل کر ملتی تھی وہ ایک چہرے پہ اعتبار نہ کر پاتی، ایک روپ کو کھوج نہ پاتی کہ الگ موڑ الگ راستہ سامنے آ کھڑا ہوتا ایسے میں اختیار چھننے کے ساتھ حق، حقوق بھی سلب ہو جاتے تھے اور حالات و واقعات کی تمام تر اضطرابی، روح کی بے چینی، دماغ کی افراتفری دل کی بے کیفی، آنکھوں کی طغیانی اس کا وجود جھیلتا تھا ان لمحوں میں جب دل کی سننے کہنے والا دور تھا بہت دور اور اریبہ نے ان حالات کو جھیلا تھا تو وہاج حسن کے نقوش کو چنتے ہوئے اس کے خواب بنتے ہوئے وہ اس گھٹن زدہ ماحول میں بھی جیسے اس کے اندر تھا، اس کے ساتھ جی رہا تھا اور یہ سچ بھی تھا کیونکہ پورے خلوص سے دل کی گہرائیوں کے ساتھ اسے اپنا سمجھا تھا اور مانا تھا اس کا احساس ہی تھا جو اس کڑے وقت میں بھی دل کو چھو کر خوشی کے لمحات بخش رہا تھا۔

اگر وہ نہ ہوتا تو شاید ان دنوں جس قدر ڈپریشن میں وہ مبتلا رہی تھی پاگل ہو جاتی، زندگی وہاج حسن کی معیت میں گزارنے کا احساس ہی اسے حالات سے نبرد آزما ہونے کو اکساتا تھا، خزاں کے بعد بہار، دھوپ کے بعد چھاؤں اور طویل سیاہ رات کے بعد نکھری چمکیلی صبح کا حوالہ کیا معنی رکھتا ہے کوئی اس کے دل میں دیکھتا تو جانتا جو بہت سنجیدگی اور اپنائیت کے ساتھ ہر صورت، ہر حال میں اپنے گھر کے مسئلے حل کرنے میں جتی تھی اور دکھوں کے کانٹے چنتے ہوئے سکھ کا راستہ دیکھ رہی تھی۔

جتنے خلوص سے اپنے خواب عزیز جانے تھے، اتنے فکر سے اپنے گھر کے مسئلے اور پریشانیاں لی تھی کیونکہ خوابوں سے محبت کے باوجود وہ ان سے لاتعلق نہیں رہ سکتی تھیں۔

اور ان احساسات سے وہ بھی تو آگاہ تھا جو اسے زندگی کے رویوں کو ہمیشہ ہنس کر سہنے کا مشورہ دیتا تھا، اب اسے زندگی کے زاویے ترتیب دیتے ہوئے اپنے لئے درست رویہ چننا تھا دکھنا تھا

اسے کیا راس آتا ہے مصلحت پسندی یا انتہا پسندی اور اس کا دار و مدار بہت حد تک وہاج حسن اور اس کے گھر کے افراد پہ تھا کیونکہ اس وقت دنیا میں انہیں واحد رشتے یہی میسر تھے۔

☆☆☆

وہ ہاسپٹل واپس پہنچی تو آئی سی یو کے ڈاکٹرز پینل سے اس کی ملاقات روم کے باہر ہو گئی، انچارج ڈاکٹر اسے دیکھتے ہی کہنے لگے۔

''گڈ مارننگ کیتھرین اینڈ گڈ لک آپ کی مریضہ خطرے سے باہر آ چکی ہے۔''

''میں نے کہا تھا نا، اسے کچھ نہیں ہوگا۔'' ڈاکٹر جان پیٹر بھی بولتے ہوئے آگے آئے، وہ شکر اور خوشی کے احساس کے تحت مسکرا دی ایسی مسکراہٹ جس میں صد اطمینان شامل تھا۔

''آپ کی ٹیم کی مشترکہ کوششوں کی میں شکر گزار ہوں کہ اتنا سیریس کیس اتنی کامیابی سے ریکور کر لیا کیونکہ اتنا بلڈ ضائع ہو جانے کے بعد اس کا بچنا ناممکن سی بات بن گئی تھی۔''

''ناممکن کو ممکن بنانا یسوع مسیح کا معجزہ ہے ان کی یہ مسیحائی ہی کام آئی۔''

''بالکل ایسی باتیں ہی خداوند خدا پر ایمان مضبوط کرتی ہیں۔'' ڈاکٹرز مسکرائے۔

''اب تو مجھے اس سے ملنے کی اجازت ہے۔'' کیتھرین نے استفسارانہ انداز میں دیکھا۔

''شیور وائے ناٹ؟ مگر آپ ابھی اسے صرف دیکھ سکتی ہیں بلا نہیں سکیں گی کیونکہ خواب آور ادویات کے زیر اثر ابھی وہ نیند میں ہے جیسے ہی اسے مکمل ہوش آئے گا آپ تفصیلی ملاقات کر سکتی ہیں۔''

''اٹس او کے، میں صرف اسے دیکھوں گی۔'' وہ نرمی سے بولی تو ڈاکٹر مسکراتے ہوئے اس کا شانہ تھپتھپاتا آگے بڑھا۔

کیتھرین گلاس ڈور کھولتی اس وارڈ میں داخل ہوئی یہاں ماریا کو رکھا گیا تھا قدرے سوجی بند آنکھیں پیلاہٹ لئے چہرہ جو جسمانی نقاہت ظاہر کر رہا تھا، اس کے سونے جیسے سنہری بال الجھے بکھرے تھے ہر وقت دنیا سے خفا، اپنے کل سے شاکی، اپنے حالات سے ناراض، اپنے خدا سے شکوہ کناں رہنے والی وہ معصوم سی لڑکی کتنے آرام سے سو رہی تھی، کیتھرین کا دل چاہا اسے جھنجھوڑ کر پوچھے۔

''کیا خود کو نقصان پہنچا کے تمہیں سکون ملتا ہے دوسروں کا سکون چھین کر تم خوشی محسوس کرتی ہو، تمہیں ذرا احساس نہیں ہوتا تم اپنی حرکتوں سے کتنے لوگوں کو تکلیف پہنچاتی ہو کتنے دلوں کو دکھی کرتی ہو، کسی کے جذبات، کسی کی دوستی یا خلوص، کسی کی اپنائیت و محبت کوئی معنی نہیں رکھتی تمہارے لئے؟ تمہیں صرف اپنی شکستوں کی فکر ہے اپنے دکھوں کا غم ہے کسی اور کے دکھ غم یا احساس سے تمہیں کوئی غرض نہیں۔'' مگر وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اپنے کسی جذبے کا اظہار نہیں کر سکتی تھی کیونکہ یہ اس کی پیشہ ورانہ اخلاقیات کے متضاد تھے، اسے خود کو مضبوط رکھنا تھا اپنے رویے و الفاظ کو ہر ممکن حد تک متوازن رکھتے ہوئے اسے کسی شرمندگی کا احساس دلائے بغیر زندگی کا مقصد واضح کرنا تھا یہ بتانا تھا کہ زندگی بہت پیاری اور انمول شے ہے اسے یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پہ مشتعل ہو کے ذرا سی محرومی پہ رنجیدہ ہو کر گنوانا بذات خود ایک گناہ ہے اور جب یہ حقیقت اس پہ کھلتی تو وہ ہر ڈپریشن

زدہ خیال کو پس پشت ڈال کر نئے ولولے نئے احساس اور نئے جذبے لے کر زندگی کی طرف پلٹتی اور یہی کیتھرین ڈیوڈ کے تجرباتی نفسیات کی کامیابی ہوتی۔

وہ کچھ پر سوچ انداز میں چلتی ڈاکٹرز روم میں آئی اور وہاں موجود ڈاکٹرز سے ماریا کی موجودہ کنڈیشن اور سائیکالوجی پوزیشن کے حوالہ سے بات چیت کرنے لگی۔

''دیکھیں کیتھرین آپ خود ایک کامیاب سائیکالوجسٹ ہی اور اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں چار پانچ منٹ میں ڈپریشن کی نہ تو تشخیص ہو سکتی ہے نہ علاج کیونکہ یہ مرض بہت پیچیدہ ہے اور ایک تجربہ کار ڈاکٹر کو بھی ایک سے ڈیڑھ گھنٹے تشخیص کے لئے درکار ہوتے ہیں تو علاج کے لئے چار سے چھ ماہ وہ بھی اس صورت میں اگر مریض تندرستی کا خواہشمند ہے تو ویسے اگر آپ اس کے ڈپریشن کی کچھ علامات ڈسکس کر لیں تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ دو یا تین علامات تو ایک نارمل آدمی میں بھی پائی جاتی ہیں جو کہ باعث تشویش نہیں۔'' ڈاکٹرز کے سنجیدہ لب و لہجہ پر کیتھرین نے کہنا شروع کیا۔

''میں نے صرف گھنٹہ ڈیڑھ نہیں دو ماہ ضائع کیے تھے اس لڑکی کے لئے، اس سے بار بار جیل میں جا کر ملتی رہی میری اور اس کی کئی گھنٹوں تک گفتگو چلتی تھی پھر جو میں نے محسوس کیا اس تشخیص کے مطابق، وہ زیادہ تر اداس اور خالی ذہن رہتی، اسے بھوک محسوس ہوتی نہ نیند پوری لیتی، زندگی کے روزمرہ امور میں اس کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی، وہ کسی بھی بات یا مشورے کو سنتے ہوئے توجہ و ارتکاز نہ دیتی، اپنے آپ کو بے کار سمجھتی، احساس جرم میں مبتلا رہتی، معمولی باتوں پر رونے لگتی یا غصہ کا مظاہرہ کرتی، موت کا ذکر بار بار کرتی تھی، اسے تنہا رہنے خود کو اکیلی سمجھنے کا مرض لاحق ہونے کے ساتھ معاشرے، اقربا، فرینڈز حتیٰ کہ خدا تک سے شکوے تھے، میں اس کے علاج اور بہتر ماحول دینے کی غرض سے اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئی۔'' کیتھرین آہستہ آہستہ سب کہانی سنا کر موجودہ صورتحال تک پہنچ کر چپ کر گئی، ڈاکٹر کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد بولا تھا۔

''یہ حقیقت ہے کہ ڈپریشن اور کمپلیکس کا علاج انتہائی مشکل کام ہے کیونکہ وہ فرد کی صلاحیتوں کے دشمن ہیں اور اس سے فرد متاثرہ کو اپنی بے وقعتی کا احساس ہوتا ہے خاص کر دہ دوسروں کو اپنے سے بہتر پوزیشن میں پاتا ہے تو اس کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے، وہ ہر کام سے جی چرا لیتا ہے یہ سوچ کر کام کرنے سے کیا فائدہ؟ مگر آپ پھر بھی خود کو شاباش دے سکتی ہیں کہ اسے بولنے اپنا کتھارسس نکالنے پر آمادہ کیا ورنہ ڈپریشن کا مریض اپنے روگ کے ظاہر ہونے سے خوفزدہ رہتا ہے، تاکہ لوگ اسے پاگل نہ سمجھیں اور یہاں اس کی کیس ہسٹری اور علاج کے حوالہ سے ایک مشورہ آپ کو ضرور دوں گا کہ، ڈپریشن موڈ کے زیر و بم کی زیادتی کا نام ہے، ڈپریشن میں مبتلا شخص کا موڈ تغیر پذیر رہتا ہے اس لئے علاج میں جلد بازی نہ کیجئے اور نہ جلد پریشان ہوں، بلکہ اپنی تھوڑی کامیابی پر اپنے آپ کو شاباشی دیجئے، اسے زندگی کے رہنما اصول سیکھنے اور آگے بڑھنے کی ترغیب دیتی رہیے وہ آہستگی سے ہی زندگی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے خود کو خودکشی کے خیال سے چھٹکارا دلائے گی اور اس کے اندر سے احساس کمتری کا خاتمہ خوبصورتی سے حوصلہ افزائی پیدا کر کے ہی کیا جا سکتا ہے۔''

''بالکل درست کہا آپ نے مگر اس کی برین واشنگ اتنی آسان نہیں ہے کیونکہ وہ ایک پیچیدہ نفسیاتی مریض ہے کبھی کبھار ڈپریشن ہونا اور بات ہے مگر وہ کل وقتی ڈپریسڈ ہے ایسے میں اس کا مینٹل لیول اور Physiological limit کو ہم کیسے کنٹرول کریں؟'' کیتھرین ایک کامیاب سائیکاٹرسٹ ہونے کے باوجود اس وقت پریشان تھی اور اسی پریشانی میں ہلکی مایوسیت اس کے چہرے پہ بسیرا کیے ہوئے تھی۔

''میں نے آپ سے کہا ناں اس حالت کو ختم ہونے میں ابھی وقت لگے گا، کیونکہ ڈپریشن کئی دنوں ہفتوں بلکہ مہینوں تک طاری رہ سکتا ہے، بہتر ہے اس سے مایوسی، ڈپریشن یا زندگی ختم کرنے کسی بھی حوالے سے کوئی بات نہ کی جائے، کیونکہ اس کی مایوسی یا غمزدہ کیفیت عارضی بھی ہوسکتی ہے اور طویل بھی بہت سے معاملات میں ہم سوچے سمجھے بغیر رائے قائم کر لیتے ہیں جبکہ ہمیں صحیح سمت میں نفسیاتی کوشش کرنی چاہیے اور یاد رکھیں نفسیاتی طور پر کمزور انسان کسی بھی بیماری کے جراثیم کا بہادری سے سامنا نہیں کر پاتا پھر ہر قسم کے کاموں کے لئے ہوسکتا ہے اس کا فعلیاتی سسٹم یا مائینڈ میک اپ بھی مختلف ریکوری کا محتاج ہو۔''

''مختلف ریکوری مطلب کوئی اور طریقہ علاج۔'' کیتھرین نے چونک کر پوچھا۔

''بالکل، مگر زیادہ فرق نہیں سب کچھ نفسیاتی ذریعہ سے ہوگا مگر ذرا الگ تاثر سے۔'' ڈاکٹر مسکراتے ہوئے بولا۔

''کیا آپ اس طریقہ علاج کی وضاحت کر سکتے ہیں؟'' کیتھرین نے بے چینی سے پوچھا۔

''ابھی نہیں کیونکہ مجھے کچھ اہم کام ہے، اس وقت آپ بعد میں مل لیجئے گا۔'' ڈاکٹر نے کہا تو کیتھرین سر ہلاتے ہوئے اٹھ گئی۔

☆☆☆

رات کو دیر تک جاگتے رہنے کے باوجود صبح اس کی آنکھ جلدی کھل گئی، کچھ دیر تک کسلمندی سے پڑے رہنے کے بعد اس نے کمبل پرے ہٹاتے ہوئے اٹھ کر چپل پہنی اور وضو کر کے نماز ادا کی پھر اپنے لئے گرم کافی کا کپ بنایا اور کچن سے نکلتے ہوئے شہریار کے کمرے سامنے سے گزری تو قدم لمحہ بھر کو ٹھٹکے تھے، دل میں اک خیال سا آیا تھا۔

''جانے شہریار کی بخار اترا کہ نہیں، اس کی طبیعت ٹھیک ہوئی یا نہیں۔'' پھر ساتھ ہی شہریار کا رویہ یاد آ گیا تو وہ سر جھٹک کر آگے بڑھی، مگر اپنے اندر ابھرتی خلش کو نہیں جھٹک سکی۔

دراصل یہ انسان کی فطرت ہے کہ جو اسے حاصل ہوتا ہے وہ اسے اپنی ملکیت اپنی دسترس میں سمجھتا رہتا ہے اور جب تک اسے کھو نہ دے اس کے متعلق سوچتا تک نہیں، اس کا اور شہریار کا معاملہ بھی کچھ ایسا تھا، اپنی تمام تر موڈی طبیعت اور بے توجہی کے باوجود اس نے ہمیشہ شہریار کو اپنے لئے Caring پایا تھا اور اس کی یہ حساسیت و توجہ وہ اپنا حق سمجھ کر وصولا کرتی تھی۔

اور یہ حق ملکیت بے توجہی کی اک نظر، بے رخی کے ہلکے لہجہ سے خود سے چھنتا ہوا محسوس ہوا تو بہت اندر تک درد اٹھا تھا، اس نے اپنی ترجیحات تبدیل کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا تھا کہ اگلا فریق چیز نہیں بلکہ انسان ہے جسے روح دل دماغ میسر ہے اور وہ اپنے ساتھ ہونے والے نقصان کو کس

بے جان شے کی طرح چپ چاپ نہیں سہہ سکتا بلکہ جوابی ردعمل کا مظاہرہ کرے گا اور اب ایسا ہو رہا تھا اسے برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا، بہت ضبط کے باوجود آنکھوں میں جیسے مرچیں سی چبھنے لگی تھیں۔

''کتنا دعویٰ تھا اسے اپنی خردمندی کا، کتنا آسان جانتا تھا اس نے ہر محاذ کو جیتنا مگر سب دعوے جھوٹے تھے سب ارادے قیاس آرائیاں تھیں۔''

کیونکہ اپنے بد مقابل جس شخص کو وہ دیکھ رہی تھی، شاید وہ لمحوں میں سب بھولنے کا ارادہ باندھ چکا تھا اور وہ کتنی نادان تھی اپنے فینٹسی ورلڈ میں قید سب کی سوچ کو اپنے ذہن کے مطابق کرنے کی سعی کر رہی تھی یہ سوچے بغیر کہ ہر ایک کا اپنا زاویہ زندگی ہوتا ہے، اپنے نظریات و تحفظات ہوتے ہیں وہ کسی کو بھی اس کے اپنے طے شدہ اصولوں سے نیچے نہیں لا سکتی تھی۔

اور خود کو ڈی گریڈ کرنا بھی اسے گوارہ نہ تھا وہ خود کو شکست خوردہ نہیں کہلوانا چاہتی تھی، اس کے باوجود کہ وہ اسے پانے کی متمنی بھی نہ تھی پھر بھی اس کے حوصلے بھر بھری ریت کی دیوار ثابت ہو رہے تھے۔

اس نے کب یہ سوچا تھا کہ وہ سر جھکائے نادم کسی کے روبرو کھڑی ہوگی اور اگلا بندہ اسے توجہ کے قابل نہ سمجھتا ہوگا بلکہ یکسر نظر انداز کر دے گا، بندہ بھی وہ جسے خود غیر اہم سمجھ کر اس نے مقابل کا نہ جانا ہوگا۔

اس سارے معاملے میں یہی تو اک بات تھی جو اسے دکھ دے رہی تھی، خود کو سمجھاتے ہوئے اس نے اٹھ کر چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے اور نرم ٹاول سے چہرہ خشک کر کے ذرا سا فیس پف کیا لپ اسٹک کو فائنل ٹچ دیا اپنا شولڈر بیگ لٹکاتی کمرے سے نکل کر سیڑھیاں اترتی لاؤنج میں آئی اور گلاس ڈور کھولتی باہر نکلنے لگی۔

''سونو بیٹی بنا ناشتہ کیے آفس جا رہی ہو؟'' شائستہ بیگم شہریار کے کمرے سے نکلتی بولیں تو وہ رک گئی مگر پلٹے بنا بولی۔

''مما آج سائیٹ وزٹ ہے، ذرا جلدی جانا ہے۔''

''تو بیٹا ناشتہ کر کے جاؤ مجھے اطمینان رہے گا کہ بھوکی نہیں گئیں۔'' شائستہ نے اس کا رخسار چھوتے ہوئے کہا۔

''مما آفس سے لیٹ ہو جاؤں گی۔''

''کوئی بات نہیں، اپنے آفس جانا ہے تم کون سا کسی کی ماتحت ہو، بیٹھو آرام سے ناشتہ کر کے جانا۔'' شائستہ کے اصرار اور ممتا سے پر لہجہ نے اسے ڈائننگ ٹیبل تک آنے پر مجبور کر دیا، جبکہ شائستہ تیزی سے سینڈوچ میکر سے تازہ اور فریش سینڈوچ کے ساتھ اس کے سامنے بوائل ایگ، کیچپ اور چائے رکھتی گئیں، بے حد طرحدار اور ماڈ ہونے کے باوجود وہ ناشتہ اپنے ہاتھوں سے ہی سرو کرتی تھیں۔

''مما آپ آفس نہیں جائیں گی۔'' سعدیہ نے پوچھا۔

''نو مائی چائلڈ مجھے کچھ ضروری کام کرنے ہیں گھر رہ کر، پھر شہریار بھی ٹھیک نہیں اسے

ملازمین کے سہارے نہیں چھوڑ سکتی۔''

''او کے مما میں چلتی ہوں۔'' وہ چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے اٹھی تو شائستہ اس کے قریب آئیں۔

''سعدیہ ایک بات کہوں بیٹی، ہر انسان میں کچھ خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں، وہ تم ہو، میں ہوں یا شہریار، کوئی انسان مکمل نہیں ہوتا اور نباہ کرنے کے لئے ہمیں تھوڑا بہت اگنور کرنا پڑتا ہے۔''

''مما پلیز ہم اس ٹاپک پہ بعد میں بات کر سکتے ہیں، میں آل ریڈی لیٹ ہو رہی ہوں۔''

اس کا لہجہ بیزار سا ہوا۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ مگر خود کو ریلیکس رکھا کرو ذہن پرسکون ہو تو سوچنا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے، معمولی باتوں کو اپنے اوپر سوار کر کے خود کو تکلیف نہ دیا کرو۔''

''اٹس او کے مما، گڈ بائے۔'' انہیں مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہ تیزی کا مظاہرہ کرتی گیراج سے گاڑی نکالنے لگی تو شائستہ اسے دیکھتی ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

☆☆☆

کرتا نہیں وہ پہل کبھی جیتنے میں بھی
کچھ دن ابھی لگیں گے اسے جاننے میں بھی
اس عہد راز داری کے انسان پہ کیا کہیں
کھلتا نہیں جو دوستوں پر تخلیے میں بھی
کتنے وثوق سے تجھے میں نے بھلا دیا
جیسے کہ تیرا ہاتھ ہو اس فیصلے میں بھی
اچھے دنوں کی سوچ نے زندہ رکھا مجھے
ورنہ وہ طوق جبر تھا میرے گلے میں بھی

وہاج حسن اس کے سامنے کھڑا تھا چہرے پہ غصے کی سرخی اور آنکھوں سے ناراضگی کی اک عجیب کیفیت مترشح تھی یک ٹک وہ اسے دیکھے جا رہا تھا اور اس کی یہ تیور اریبہ اشفاق کو خائف کر رہے تھے، جبکہ کتنی دیر وہ اسے یونہی دیکھتا رہا پھر ایک طویل سانس لے کر جیسے اپنے اندر کی تپش کو کم کرنا چاہا۔

''آئم سوری وہاج مجھے......''

''مجھے تمہاری کسی توجیہہ کی ضرورت نہیں ہے تم بہت ذمہ دار بہت سمجھ دار ہو اور اپنے مسائل بخوبی حل کر سکتی ہو، تمہارے اندر اتنا اسٹیمنا ہے کہ تم بنا کسی کو بتائے اور بغیر خبر کیے پیش آنے والی ہر مشکل کو برداشت کر سکو۔'' اس کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں غصے کی تمام تر شدت سموئی تھی جو اسے شرمندہ کر گئی۔

''میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔''

''اور اب تو میں خوشیوں کے ہنڈولے میں جھول رہا ہوں جتنا پریشان میں اب ہو رہا ہوں اس کا تمہیں اندازہ نہیں ہے۔'' اس کے مدہم لہجے میں ابھی بھی اشتعال تھا۔

''تم نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ تم مجھ سے رابطہ کر لو مجھے بتانے، پوچھنے اور مشورہ لینے کی ضرورت تک نہیں سمجھی کیا میں تمہارا کچھ نہیں لگتا تھا۔'' اس کا لہجہ کاٹ دار تھا وہ کچھ اور خائف ہو گئی۔

''تم ہی تو سب کچھ لگتے ہو وہاج، اس بھری دنیا میں تمہارا خیال ہی تو ہر دکھ میں تقویت دیتا رہا ہے مجھے۔''

''اسی لئے اتنی بے اعتنائی برتی تم نے، نہیں اریبہ تم جھوٹ بولتی ہو تم نے مجھے اپنا سمجھا ہی نہیں اگر سمجھا ہوتا تو اتنے بڑے بڑے فیصلے تم اکیلے نہ کرتیں، تم نے ایک بار بھی یہ بتانے کی زحمت گوارہ نہیں کی کہ میرے پیچھے تم لوگوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور بتاتی کیوں، میں تمہارا کیا لگتا تھا کہ تم اپنے مسائل مجھ سے شیئر کرتیں۔''

''تم یہاں تھے کب، آفس ورک کے سلسلے میں اسلام آباد تھے وہاں میں کیسے تمہیں کام ادھورا چھڑوا کے بلا لیتی۔''

''اسلام آباد گیا تھا میں، مر تو نہیں گیا تھا۔'' وہ جیسے غرایا تھا۔

''لوگ اپنی جاں سے عزیز لوگوں کی خاطر دیار غیر چھوڑ آتے ہیں اور میں تو یہیں اسی ملک کے دوسرے شہر میں ذرا سا فاصلہ پر تھا، تم آواز تو دیتیں یہ تو دنیا کی بات ہے اریبہ میں تو دوسرے جہان سے پلٹتا اپنے رب کی منتیں کر کے، تم آزما کر تو دیکھتیں۔'' اس کے لہجے پہ اب افسوس کا تاثر غالب تھا، وہ مجرمانہ انداز میں چہرہ جھکا گئی بنا کچھ کہے۔

''میں تمہارے لئے اتنا اجنبی ہو گیا، یکدم کہ تم نے اپنے مسئلے مجھ سے چھپانے شروع کر دیے، اپنے دکھ خود نپٹانے لگیں اگر صالحہ پہ قہر الٰہی کی جھلک نہ آتی تمہارے سچ کا گواہ کون ہوتا، تم کسی اور مشکل میں گھر جاتیں اور مجھے پتا بھی نہ چلتا، پھر تم نے امی کو بھی نہ کچھ بتایا اکیلی چلی پڑیں اتنی بہادر کب سے ہو گئیں تم۔'' وہ اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولا تو اس کی سرمئی آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگیں اور وہاج تھوڑا نرم پڑتے ہوئے بولا۔

''جنہیں چاہا جاتا ہے ان سے اپنے شب و روز، اپنے غم یوں چھپا کر نہیں رکھے جاتے، ایسا کرنے سے دلوں میں فرق پڑ جاتے ہیں، خوابوں کے رنگ خواہ کتنے گہرے ہوں اپنا تاثر کھو دیتے ہیں اور تم یہ کر رہی ہو اپنے رویے سے کہ میں اپنے خواب اپنی خواہشوں کے بے معانی ہونے سے ڈرنے لگتا ہوں۔''

''نہیں وہاج ایسا مت کہو میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی، میری بے رنگ زندگی میں تمہارے سوا اور ہے ہی کیا۔'' وہ اس کے کندھے سے سر ٹکا کر بے ساختہ رو دی تو وہاج نے اس کا سر سہلایا۔

''پتا ہے وہاج مجھے کبھی نہیں لگا تھا کہ میں کمزور یا کم ہمت ہوں مگر اپنے سے وابستہ رشتوں کو جب مشکل میں پاتی ہوں تو بہت ٹوٹ جاتی ہوں کیونکہ شکستگی کے یہ لمحے یقین دلاتے ہیں میں کتنی بے بس اور کمزور ہوں، اپنے دکھ ہوں اکیلی اپنی ذات کا غم تو اپنے سائے کو بھی خبر کیے بنا جھیل لوں مگر اپنے پیاروں کو تکلیف میں دیکھنا میری برداشت سے باہر ہے اور میرے بس میں کچھ نہیں ہوتا ہے، مگر میرا دل چاہتا ہے جیسے بھی ہو میں ہر مشکل کو اپنے گھر کے افراد سے ٹال دوں بس اسی

کوشش، اسی جنون میں سب ہوگیا۔'' وہ مدھم لہجے میں اپنی کمزوری و غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے بولی تو وہاج نے انگشت شہادت سے اس کا چہرہ ذرا سا اوپر کرتے ہوئے کہا تھا۔

''اپنے آپ پر اس طرح مسائل لاد دینے سے نہ تو مشکلات کے حل نکلتے ہیں نہ زندگی آسان ہوتی ہے خوامخواہ کے برڈن لینے سے، زندگی کو چمکدار رکھنے کے لئے سب سے اہم خود کو اعتدال پسند رکھنا ہے ورنہ الجھنوں کو خود پر طاری کر لینے سے الجھنیں اور بھی بڑھ جاتی ہیں اور میری خواہش ہے الجھنوں، مشکلوں سے پرے رنگوں، احساسات سے بھرپور زندگی تمہیں دینا، جسے تم دل کی تمام تر خوشی، جینے کے ہر سلیقے سے سجی اور چاہت کے ہر زاویے سے سجی پاؤ اور ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے جب تم خود کو ریلیکس رکھو کیونکہ ڈپریشن بہت برا مرض ہے جینا تو ہے ہنستے جیو یا رو کے جو غم جو خوشی ہمارے مقدر کا حصہ ہے اسی ہی کو جھیلنا ہے تو اپنی انرجی کیوں نہ سیو کر لیں زندگی کو صرف آنسوؤں میں کیوں بہائیں۔'' وہ دھیمے سے مسکراتے ہوئے بولا تو اریبہ اپنے واحد ہمدرد کو محویت سے دیکھتی رہ گئی، جس کے ساتھ زندگی گزارنے کا احساس اسے زمانے کا ہر دکھ بھول جانے پر مجبور کر دیتا تھا۔

محبت ہی تو نام ہے
درد کی ان مٹ کہانی کا
محبت ہی تو نغمہ ہے زیست کی روانی کا
محبت ہی سے داستان آرزو فروغ پاتی ہے
محبت ہی بچھڑے اداس دلوں کو ملاتی ہے
محبت ہی صحرا کی تپتی ریت پہ کراتی ہے
محبت ہی بھیگے موسموں میں تڑپاتی ہے
محبت ہی بوندوں میں ساون کی
چھم چھم برستی ہے
محبت ہی طویل سرد راتوں میں
ملنے کو ترستی ہے
ارمانوں کے لبوں پہ زندگی بول اٹھے تو
نظارے مسکراتے ہیں
محبت کی پوروں پہ دل دھڑک جائے تو
زمانے رنگ پاتے ہیں
محبت اک نغمہ خوش کن
محبت اک احساس خوش گماں
محبت کی فضا میں دل و جاں سکوں پاتے ہیں
آؤ! محبت کے سائے سے ہم بھی گھر بناتے ہیں

☆☆☆

ماریا ہوش کی دنیا میں آچکی تھی اور ٹانگوں بازوؤں پر زخم ہونے کے باوجود اسے پیرا میڈیکل سٹاف کے ممبرز نے تھوڑا بہت چلنے کو کہا تھا تاکہ اس کی فزیکلی تھراپی بہتر ہوسکے مگر اسے چلتے ہوئے دشواری ہو رہی تھی اور وہ تھوڑا چلنے کے بعد تھک کر رک چکی تھی، اس کے اعصاب بھی نروس کا شکار ہو رہے تھے، اس کے ہوش میں آنے کے بعد کیتھرین ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اس کے سامنے نہیں آئی تھی بس دور سے دیکھا تھا، وہ نرس کی زیر نگرانی پرہیزی کھانا کھا رہی تھی۔

کیتھرین کا ایک بار پھر شدت سے دل چاہا تھا ایک بار اس بے حس لڑکی کو خوب کھری کھری سنائے جس نے اسے اچھی خاصی پریشانی کا شکار کر دیا تھا اگر وہ بروقت نہ بچالی جاتی تو کیتھرین کے گھر میں موجودگی کیتھرین کو اس کا قاتل ثابت کر دیتی یوں وہ کتنی بڑی مصیبت میں پھنس جاتی، ایک جذبہ ہمدردی، انسانی مروت کا اصول اس کے گلے پڑ جاتا اور اس بے حس لڑکی نے ہوش میں آکر ایک بار بھی اپنے محسن کے بارے میں دریافت نہیں کیا تھا اسے غصہ آرہا تھا اور ڈاکٹرز اس کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے فی الحال خود کو پرسکون رکھنے کا مشورہ دے رہے تھے، بقول ڈاکٹر جان پیٹر

''اگر اس کے اندر احساس نامی حس کو جگانے میں آپ کا دوستانہ رویہ معاون نہیں ہوسکا تو کوئی بات نہیں کیونکہ انسان کے پاس فی زمانہ اتنا وقت ہی نہیں کہ وہ دوسرے کے بارے میں سوچے پھر یہ تو ایک سائیکی کیس ہے جس کی حسیات بہت حد تک سو چکی ہیں، آپ اس کی اس کمزوری کو نظر انداز کر کے اس سے کچھ عرصے کے لئے ایسے ملیں جیسے ایک مشفق استاد اگیزامز کے نزدیک اپنے شاگردوں سے ذرا سخت گیر ہو کر ملتا ہے تاکہ اس کی محنتوں، کوششوں کا اچھا رزلٹ اسے خوش کرنے کے ساتھ سٹوڈنٹس کی کامیابی کا بھی باعث بن سکے۔''

''کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔'' کیتھرین الجھتے ہوئے بولی تو ڈاکٹر مسکرایا۔

''یہ کوئی بہت مشکل بات نہیں ہے، یہ وہی مختلف طریقہ علاج ہے جس کا میں نے پہلے ذکر کیا تھا۔'' کیتھرین نے سوالیہ انداز میں ڈاکٹر جان پیٹر کو دیکھا۔

''تم...... تم کیونکہ ایک سائیکاٹرسٹ ایک ہمدرد انسان ہونے کے ساتھ تم اس کی واحد ہمدرد ہو اس وقت تمہارا لہجہ، انداز، الفاظ و رویہ اسے بہتر طور پر آپریٹ کر سکتا ہے اور وہ نیم شعوری سے شعور کی سٹیج پہ آسکتی ہے۔''

''مگر کیسے؟'' وہ کیتھرین پھر الجھ کر بولی۔

''انسانی زندگی کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان عادات کے مجموعے کے سوا کچھ بھی نہیں اور عادات کو نیم شعوری کرنے میں اعصابی حس پورا کام لیتی ہیں ہمیں انہی اعصابی حسوں کو کیچ کرنا ہے، پہلے کے نفسیاتی طریقہ علاج میں ہمیں اعصابی مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، لیکن دوسری بار میں کم توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی تعمیر عادت میں نسبتاً اعصابی مزاحمتیں پہلے سے کم ہو چکی ہونگی۔''

''پلیز ڈاکٹر جان آپ مجھے بلاتمہید اصل بات بتا سکتے ہیں میں بہت Tens ہوں اور جلد از جلد بات کی تہہ تک پہنچنا ہے مجھے۔'' کیتھرین ذرا سا چڑ کر بولی تو ڈاکٹر جان بے ساختہ ہنسا تھا۔

''واؤ کیتھرین تم تو خود ڈپریسڈ ہوگئیں۔''

"Sir Please۔" کیتھرین خفیف سا ہنستے ہوئے بولی۔

"او کے، او کے مس کیتھرین Liston to me اس کے نئے ٹریٹمنٹ سیکویئل کے دوران ہمیں اپنی اور اس کی قوت ارادی سے بھرپور فائدہ اٹھانا ہے وہ اپنے ساتھ ہونے والے ہر واقعے کو پوری جزئیات سے یاد رکھے ہوئے ہے مطلب اس کا مینٹل پوزیشن یادداشت کے معاملہ میں سو فیصد درست ہے اور ہمیں اسی پوائنٹ کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا بلکہ اسے لے کر اسی پہ فوری طور پر عمل شروع کرنا ہے، اس طرح بہتر کام ہوگا، اس کی یادداشت میں بہتری کے ساتھ اخلاقی اور Nervous weekness ملتا ہے جس کی وجہ سے وہ سب کو اپنے ساتھ روا ظلم و ستم کی داستانیں تو سنا دیتی ہے مگر اگلے بندے کی اخلاقیات و مروت اور ہمدردی کو بناجج کیے پس پشت ڈال دیتی ہے، ہمیں اپنے رویہ دوران علاج میں ہی ترمیم لانی ہے، اس طرح بات دیرپا اور نتائج دوررس ہونگے، بجائے نرمی کے تھوڑی ترشی، مروت کی جگہ ذرا سختی اور نرمی کی بجائے سنجیدگی، کیونکہ ثابت ہو چکا ہے وہ پیار سے نہیں سختی سے سمجھنے والی فرد ہے اور ہمیں اس سنجیدہ الفاظ میں اس کی ناکامیوں، شکستوں کو سامنے لاتے ہوئے اس کی غلطیوں، بے مروتی اور بے وقوفی کا بھی احساس دلانا ہے، اس میں قوت اور محنت کی بھی بچت ہے اس کی محسوس کرنے کی استعداد کار میں اضافہ بھی بڑھے گا۔"

"مگر یہ بھی یاد رکھیں کہ عادات فطرت سے دس گنا زیادہ مضبوط ہوتی ہیں ہم انہیں تبدیل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو......" کیتھرین نے تفکر سے پوچھا۔

"وہ اپنے نقصانات سے واقف ہے اور اس کے اندر عادات کو ترک کرنے کی خواہش اور ارادہ موجود ہے اور یہی ہمارا پلس پوائنٹ ہے پھر جو ماحول بری فیلنگز، ڈپریشن کا باعث تھا، وہ اس سے اب دور ہے مگر اسے مزید ہٹانا ہے ڈپریسڈ فضا سے عصبی و نفسیاتی مریضوں کے لئے ترمیم ماحول، ترمیم عادات، ترمیم رویہ کا طریقہ کار بہت مفید ثابت ہوا ہے یونانی طب میں اور ہمیں اس کو اپلائی کرنا ہے، میرا خیال ہے اب آپ مطمئن اور تیار ہو چکی ہونگی۔"

"Thats a good ویسے میں اسے گھر کب لے جا سکونگی۔" کیتھرین نے پوچھا۔

"چاہیں تو ابھی مگر دو دن یہیں کیئر ہونے دیں تو زیادہ بہتر ہے پھر لے جایئے گا۔"

"Its ok thanks dr your taking۔" کیتھرین مصافحہ کرتے ہوئے اٹھی۔

☆☆☆

اپنے طور پر وہ طے کر چکی تھی کہ شہریار کے موجودہ رویے کے حوالہ سے خود فراموشی کی چادر اوڑھ لے گی اپنے اندر اٹھنے والے پچھتاوے اور دکھ کے ہر احساس کو جھٹک دے گی، کہ گری پڑی تو بہرحال وہ نہ تھی کہ ایک شخص کی اگنورنس کو لے کر اس کی توجہ کے لئے کوئی الٹا سیدھا قدم اٹھائے، اس کی اپنی ایک زندگی تھی، اپنے مفادات تھے، اپنا حلقہ تھا اور وہ اپنی ذات کو اداسیوں کا اشتہار بنا کر شہریار کو فتح کا جشن منانے نہیں دینا چاہتی تھی، اسے اپنی انا بہت عزیز تھی اور اس پہ وہ سب قربان کر سکتی تھی یہ تو پھر ایک کزن شپ کے ختم ہو جانے کا معاملہ تھا۔

مگر خود کو لاپروا ظاہر کرنے کے باوجود جب وہ اپنی گاڑی خراب ہو جانے کے باعث شہریار کی معیت میں دفتر جانے لگی تو اسے اندازہ ہوا کہ سوچنا ایک آسان کام ہے مگر اپنے سوچے ہوئے پہ عمل کرنا بہت مشکل ہے، وہ جو اپنے آپ کو تاویلیں دے کر دلیلیں سنا کر مطمئن کر چکی تھی اس وقت صحیح معنوں میں مشکل میں آ چکی تھی۔

"مما سے کہا بھی تھا کہ ٹیکسی سے چلی جاتی ہوں مگر......"

"اب اس سڑیل کے ساتھ آفس جاؤں، اف اللہ کیا مصیبت ہے۔" وہ بے طرح جھنجھلاتی مرے مرے قدم اٹھا رہی تھی گیراج کی طرف آئی جب کار پورچ میں سے نکالتے شہریار کی جھنجھلاہٹ زدہ آواز سنائی دی۔

"جلدی آئیں محترمہ، میرے پاس اتنا فالتو ٹائم نہیں ہے کہ گھنٹہ انتظار میں لٹکتا رہوں۔" سنعیہ کو بے طرح غصہ آیا تھا جی تو چاہا ہاتھ میں پکڑے موبائل اور ہینڈ بیگ کو اس کے سر پہ دے مارے مگر نقصان سراسر اپنا تھا سو ضبط کیے بیک ڈور کھولنے لگی۔

"آگے آؤ، میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں۔" تپا تپا لہجہ جو سنعیہ کو مزید کھولا گیا، وہ زور سے دروازہ بند کر کے فرنٹ ڈور کھولتی آگے آ بیٹھی۔

"آرام سے یہ تمہاری نہیں میری گاڑی ہے۔" ایک اور جتاتا ہوا فقرہ جس پہ اسے رونا آنے لگا وہ پہلی بار ضبط کے اتنے کڑے مرحلے سے گزر رہی تھی وہ بھی شہریار کے سامنے مگر ظاہر کر کے اسے اہمیت کا احساس نہ دینا چاہتی تھی سو بڑے آرام سے بولی تھی۔

"نہیں لے جانا تو مت لے جائیں احسان مت کریں میں ایسے لہجے کی عادی نہیں ہوں۔" قدرے سکون سے بولا گیا ٹھنڈا اور جتاتا فقرہ شہریار بڑا محظوظ ہوا۔

"کوئی بات نہیں اتنی جلدی کیا ہے، اب تو زندگی گزارنی ہے ساتھ، آہستہ آہستہ ہر چیز کی عادی ہو جاؤ گی۔" مسکراہٹ کی ہلکی تہہ میں بھگو کر مارا گیا تند و تیز لہجہ جیسے اس کی انا کو بیدار کر گیا۔

(مسٹر شہریار یہ بھول ہے آپ کی کہ میں زندگی آپ کے ساتھ گزاروں گی۔)

"ہاہائے کتنا ترخ کر یہ فقرہ اس کے منہ پہ مارنے کو دل چاہا تھا مگر وہ صبا سے کیا گیا عہد وہ جیسے دوستانہ عہد کی پاسداری میں ماری جا رہی تھی، "کتنا پاگل اور احمق دماغ ہے میرا کیسے بھولپن سے وعدہ کر لیا بھلا اس شاطر شخص کو برداشت کرنا آسان تھوڑا ہے۔" خود کو کوستے ہوئے اس نے کن اکھیوں سے اپنے برابر بیٹھے ہینڈسم مرد کو دیکھا تھا جو گاڑی میں موجود میوزک سسٹم میں "لیڈی گاگا" کا لیٹس سونگ پلے کر چکا تھا اور ڈرائیونگ اتنے آرام، سکون سے کر رہا تھا ایسے سولو انداز میں جیسے اگلے دن آفس پہنچنے کا ارادہ ہو سنعیہ کو طیش سا آنے لگا۔

"ہونہہ خود کو سمجھتا کیا ہے گھر سے نکلتے ہوئے تو ایسا اتاولا ہو رہا تھا جیسے پانچ منٹ میں آفس پہنچا دے گا، اب یہ چیونٹی کی رفتار، صرف مجھے چڑانے کے لئے ایسا کر رہا ہوں اور تم لکھ لو سنعیہ علی خان کہ آج کی تاریخ میں تم نے خود کو ٹھنڈا رکھنا ہے، بڑا سمارٹ بنتا ہے تمہیں تو میں سمجھ لونگی۔" دل میں خود اپنے سے گفتگو کرتی وہ بار بار رسٹ واچ دیکھنے لگی تا کہ اسے اندازہ ہو جائے کہ وہ لیٹ ہو رہی ہے اور گاڑی ذرا فاسٹ اسپیڈ پہ آ جائے، مگر وہ شہریار ہی کیا جو اس کی رمز سمجھنے کے باوجود اثر لے لے۔

"بے حد ڈھیٹ بندہ ہے مجال ہے جو اثر کر لے۔" دل میں بڑبڑاتی وہ بالآخر بول پڑی۔
"گاڑی تیز چلائیں، میں لیٹ ہو رہی ہوں۔"
"اچھا، مگر گاڑی تو تیز نہیں ہو سکتی۔" وہ آرام سے بولا۔
"کیوں تیز نہیں ہو سکتی۔" وہ گھورتی ہوئی بولی۔
"I dont know۔" وہ سکون سے کندھے اچکاتا اسے زہر لگا۔
"دیکھیں بہت لحاظ کر رہی ہوں میں آپ کا مجھے تنگ نہ کریں۔"
"آپ تو پہلے خاصی تنگ ہیں میں کیا تنگ کروں گا۔" اس کی قدرے فٹنگ والی ڈریسنگ پہ لطیف سا طنز کرتا وہ بولا تو اس کی منکوحہ ہونے کے باوجود اس کی پلکیں خفیف ہو کر جھک گئیں اور وہ زیر لب مسکراتے ہوئے میوزک ذرا فاسٹ کرنے لگا۔
"پلیز اس طنز و تلخی کو پس پشت ڈال کر آپ گاڑی تیز نہیں کر سکتے مجھے بہت اہم میٹنگ میں پہنچنا ہے اور میں لیٹ ہو رہی ہوں۔"
"وقت پڑنے پہ گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔" والی مثال کے مصداق وہ مصالحانہ موڈ اختیار کر گئی مگر وہ اسی رفتار کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔
"گاڑی میں کوئی خرابی ہے یہ تیز نہیں ہو سکتی۔" سعدیہ کو یہ صاف بہانہ ہی لگا تھا وہ تاؤ کھا کر بولی۔
"یا تو مجھے یہیں اتار دیں میں ٹیکسی لے کر چلی جاتی ہوں، یا پھر اٹھیں میں خود ڈرائیو کر لوں گی۔"
"Ok as you wish۔" وہ کاندھے اچکاتا ڈرائیونگ سیٹ سے اٹھ کر اس کی سیٹ پہ آ بیٹھا سعدیہ نے گاڑی اسٹارٹ کر کے رفتار تیز کرتے ہوئے اسے دیکھا جو بڑے مزے سے باہر کے مناظر میں گم تھا اور گاڑی چند منٹ بعد ہی ایک جھٹکے سے رک گئی وہ اسے چلانے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ بھی شاید پہیہ جام ہڑتال پہ تھی کہ چلنے کا نام نہ لے رہی تھی۔
"اسے کیا ہوا، یہ تو چلتے چلتے رک گئی۔" اسے پھر شہریار کو مخاطب کرنا پڑا، شہریار باہر آ کر گاڑی کو اچھی طرح دیکھ چکا تو مایوسی سے بولا۔
"یہ تو مکینک کو دکھانی پڑے گی مسئلہ سمجھ نہیں آ رہا۔" سعدیہ سڑک پہ نگاہ دوڑانے لگی کہ بھلے گاڑی چلے نہ چلے وہ تو لفٹ لے کر آفس جائے مگر سڑک پہ تاحد نگاہ کسی گاڑی کا نشان نہ تھا وہ موبائل نکال کر ٹیکسی منگوانے لگی تو اس کی بیٹری ختم تھی اس نے مجبوراً شہریار سے موبائل مانگا۔
"موبائل چارجنگ پہ لگا تھا لہٰذا لیا نہیں گھر پڑا ہے۔" اس کا جواب اور یہ صورت حال اسے رونا آنے لگا۔
"اگر آپ نے پہلے سپیڈ درست رکھی ہوتی تو یہ نہ ہوتا، اب اتنی سنسان جگہ پہ نہ کوئی کنوینس ہے نہ ذی نفس پھر پاس موبائل نہیں کہ فون کر کے مکینک منگوالیں یا گاڑی، اوپر سے موسم اتنا ابر آلود ہو رہا ہے بارش آ گئی تو کیا کریں گے، کبھی چار، چار موبائل لئے پھرتے ہیں اور کبھی ایک بھی نہیں۔" وہ غصے کی شدت کے باعث پھٹ پڑی۔

"اب مجھے کیا پتا تھا کہ یہ سب ہو گا، ویسے اس روڈ پہ ٹریفک کم ہی چلتی ہے، سنا ہے کہ یہاں ڈاکوؤں کے گروہ وغیرہ لوٹ مار کرتے رہتے ہیں اور ایسی سنسان جگہوں پہ تو جنات کا بھی بسیرا ہوتا ہے۔" وہ اسے ڈرانے لگا۔
"تو آپ کو کیا ضرورت تھی اس راستے سے جانے کی، ہائے اللہ آج کے دن تو کسی ڈاکو یا جن کو نہ بھیجنا، ایویں مفت بھری جوانی میں ماری جاؤں گی ابھی میں نے دنیا میں دیکھا کیا ہے۔" وہ التجائیہ انداز میں بڑبڑاتی اس کے پاس آ کھڑی ہوئی شہریار کو شدید قسم کی ہنسی کا دورہ پڑا تھا مگر بمشکل لب بھینچے ضبط کرتا وہ اسے دیکھنے لگا، جس کے ہر وقت تنے رہنے والے اعصاب خوف سے چہرہ تشویش زدہ کیے ہوئے تھے اور وہ آسمانوں کی طرف بار بار نگاہ کر رہی تھی جو بارش کے آثار دے رہے تھے پھر شاید آنکھیں بند کیے قرآنی آیات کا ورد کرنے لگی، شہریار کی شرارت سے مسکراتی نگاہیں اس کے صبیح چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

وہ خفا ہو کے بھی مجھ سے خفا نہ لگے
عجب شخص ہے جدا ہو کے جدا نہ لگے
وہی ہے مکمل حسن زندگی کا
اس کے سوا اچھا کوئی دوسرا نہ لگے
نہ آہٹ، نہ چاپ، نہ دھڑکن کی صدا
وہ ایسے آئے کہ کبھی پتا نہ لگے
میں کیا کروں کہ دل کا معاملہ ٹھہرا
وہ جفا کرے تو بھی بے وفا نہ لگے

☆☆☆

وہاج کے کہنے پر اس نے جویریہ کو کام پہ جانے سے منع کر دیا تھا بلکہ خود جا کر پکڑا ہوا ایڈوانس واپس کر آئی تھی، امی یہ پاگل پن کا دورہ بہت شدید ہو رہا تھا وہ ہر نظر آتے فرد کو مارنے اور دبوچنے کو دوڑتیں بلکہ محلے سے آئی ایک عورت کے جوتی اٹھا کر دے ماری لمبی نوکدار ہیل والی جوتی عین دائیں آنکھ کے قریب لگی اور آنکھ نکلتے نکلتے بچی مگر سرخ ہو کر سوجنے کے ساتھ رخسار تک نیلی جلد پڑ گئی، وہ تب تو جو پریشان ہوئیں خاتون کا واویلا اور کوسنے الگ، ربیعہ، جویریہ اور اریبہ ہاتھ جوڑ کر معافیاں مانگ رہی تھیں لیکن خاتون کے شوہر نے پہنچ کر معاملہ پولیس میں دینے کی دھمکی دی تو ان کے صحیح معنوں میں ہاتھ پاؤں پھول گئے۔
"میرے خدا! کیا زندگی ہے ایک مصیبت ختم ہوتی ہے دوسری شروع۔" اریبہ نے بے اختیار سر پکڑا تھا اسے بچپن میں کھیلا جانے والا کھیل یاد آ رہا تھا جس میں بچے ایک دوسرے کے سر پہ ہاتھوں کی مٹھیاں رکھ کر قطار بناتے تھے اور ایک بچہ پوچھا کرتا تھا۔
کنا ہے بھار؟ (کتنا ہے بوجھ)
جس کے سر پہ بوجھ ہوتا تھا مٹھیوں کا وہ بولتا۔
اک مٹھی چک لے، دوجی تیار (ایک مٹھی اٹھالے دوسری تیار)

زندگی کے مصائب اور پریشانیاں بالکل مٹھیوں والا حساب برت رہی تھیں اس کے گھر کے لئے، وہ آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر لئے بے بسی کے شدید ترین احساس میں گھری ان لوگوں کو رام کرنے کی کوشش کر رہی تھی جب خالہ اور وہاج آ گئے۔

پھر سارا معاملہ انہوں نے بڑے سلجھاؤ سے نپٹا دیا، وہاج خاتون اور اس کے شوہر کو رسان سے سمجھا کے شاید کوئی رقم بھی دے چکا تھا پھر بھی وہ لوگ جاتے جاتے کہہ گئے۔

''اس پاگل عورت کو زنجیر اور ہتھکڑی لگا کے رکھا کرو اور اگر گھر میں رکھنا ہے ورنہ پاگل خانے چھوڑ آؤ، کسی نہ کسی سے اس باؤلی کی وجہ سے تمہارا نقصان ہو سکتا ہے ہر کوئی ہماری طرح معاف نہیں کرنے والا۔'' اریبہ محض ضبط کے گھونٹ بھر کر رہ گئی کب سوچا تھا کہ قسمت ایسا بھی وقت لائے گی جب لوگ ان کے آنگن میں کھڑے ہو کر ان پہ پتھر پھینکا کریں گے لعن طعن کریں گے اور وہ سب بنا ماتھے پہ شکن لائے سننے پر مجبور ہوں گے۔

''ہائے ری قسمت۔'' اپنا چہرہ صاف کرتی وہ اندر آئی تو خالہ بجائے چائے پینے کے صالحہ والے معاملہ میں خود کو پیچھے رکھنے کا شکوے شکایات سے بھرپور دفتر کھولے بیٹھی تھیں، اریبہ نے ملتجی انداز میں وہاج کو دیکھا تھا جو اس کا اشارہ سمجھ کر خالہ کو جانے کیا کہہ کر خاموش کرا گیا اور بات چیت کا رخ بدلتے ہوئے بولا۔

''یہ شہباز کہاں ہے جب آؤ ملتا نہیں، تم سے پہلے بھی کہا تھا وہ جن لوگوں کی کمپنی میں پھرتا ہے ٹھیک لوگ نہیں۔''

''کیا کروں، حالات سکون اور دکھ کا سانس لینے دیں تو کچھ سوجھے، آ جائے آج اچھی طرح کھنچائی کرتی ہوں، کچھ احساس نہیں اس لڑکے کو گھر میں کیا ہو رہا ہے، حالات اور لوگوں کے رویے کس نہج پر جا رہے ہیں بس ہر وقت اپنے کھیل تماشوں میں رہتا ہے۔'' اریبہ نے کہا۔

''دیکھو بیٹی! برا نہ ماننا، حالات تمہارے برتر ہیں، باپ سر پر نہیں اور یہ سارا دن وڈیو سنٹر پہ رہتا ہے، بری صحبت برا سبھاؤ ڈالے گی ابھی نو عمر ہے سنبھل گیا تو سنبھل گیا ورنہ یہ بگاڑ نسلیں خراب کر دے گا، تم بڑی ہو نظر رکھا کرو، آنے جانے کا ٹائم دیکھو اس کی بیرونی سرگرمیوں کا حساب رکھو اور غلط کاموں سے روکو یہ تمہارا فرض ہے، ہم تو تم لوگوں کو سمجھائیں گے آگے تمہاری مرضی۔''

خالہ سنجیدگی سے بولیں تو وہ چپ رہ گئی۔

''اور اپنی ماں کا کوئی مستقل حل سوچو آگے چل کر تم اس باؤلے پن سے مزید مشکلات میں گھر سکتی ہو۔'' خالہ نے پھر کہا تو وہ نم آنکھوں سے انہیں دیکھتی چائے کے برتن اٹھا کر کچن میں آ بیٹھی اور آنسو قطرہ قطرہ رخساروں پر بہنے لگے کچھ دیر بعد وہاج اس کے پیچھے چلا آیا۔

''اریبہ کیا ہوا رو کیوں رہی ہو؟'' بے قراری سے پوچھتا وہ بے چین ہوا۔

''بولو نہ، ریبا کیا ہوا ہے؟'' اس کا رخسار چھو کر وہ کتنے تردد سے پوچھ رہا تھا بس نہ چلتا تھا کہ اس روتی بلکتی شہزادی کو اٹھا کر اپنے دل میں چھپا لے۔

''یار بولو پریشان کیوں کر رہی ہو؟'' اس کا لہجہ فکر مند ہوا۔

اور بنا کچھ کہے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتی اس کے فراخ سینے پہ سر دھر کے رونے لگی وہاج

اس کے گرد اپنا بازو حمائل کر گیا۔

''کیوں چلے گئے، ابو ہمیں چھوڑ کر، کیوں امی پاگل ہوئیں، کیوں ہمارے ساتھ ہی ہوا یہ سب۔'' پرملال بھیگا لہجہ وہاج نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے دیکھا۔

''یہ قسمت ہے، اسے نہ تم بدل سکتی ہو نہ میں خدائی فیصلوں پہ نہ ہمارا اختیار ہے نہ کنٹرول، ہاں ہم اپنے موجودہ وقت کو سنبھال سکتے ہیں آنے والے کل کو سنوار سکتے ہیں، محنت کوشش اور صبر سے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' بہت ہولے سے اس کے آنسو چنتا وہ حوصلہ بندھا رہا تھا۔

''میرے حوصلے جانے کیوں نہیں سنبھلتے ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں۔'' اس کا مدھم لہجہ نم تھا وہاج نے بہت آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما تھا، پھر بہ غور توجہ سے دیکھتے ہوئے دلکشی سے مسکرایا اور گویا ہوا۔

''میں ہوں تمہارا حوصلہ اریبہ، میں تمہیں کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا اور زندگی کے اندھیروں سے نکال کر تمہیں روشنی، رنگوں کی دنیا میں لاؤں گا، تم اپنے رب پہ یقین بھروسہ رکھو میری زندگی مانگو میں تمہاری خوشیاں لوٹاؤں گا یہ میرا وعدہ ہے تم سے اور اسے پورا کرنے میں تم کو میرا ساتھ دینا ہے۔'' اریبہ نے بھیگی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اپنا قرار اس کے سپرد کیا تھا۔

اس کے نام پہ تھم جاتی ہے دنیا محبت کی
میرا رانجھا میرا موہن میرا مجنوں سبھی وہ ہے

☆☆☆

وہ ماریا کے سرہانے کھڑی تھی خاموش، چپ چاپ، اس نے اسے کچھ نہیں کہا تھا کچھ نہیں پوچھا تھا نہ کوئی گلہ شکوہ نہ لعن طعن نہ ڈانٹ ڈپٹ، نہ غصہ ترشی بس اسے دیکھتی جا رہی تھی، ماریا کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں کے کنارے بہت خاموشی سے بھیگ رہے تھے اور یہ صورتحال ماریا کو بے حد شرمندہ کر رہی تھی، وہ نقاہت آمیز لہجہ میں آہستگی سے بولی۔

''تم بہت اچھی ہو کیتھی تم نے مجھے مرنے سے بچایا مگر مر جانے دیتیں تو اچھا ہوتا کیا فائدہ ایسی زندگی کا جو خود بھی تکلیف سہے اوروں کو بھی اذیت دے۔''

''کچھ نہ کہو ابھی زیادہ بولنا تمہارے لئے اچھا نہیں ہے۔'' ماریا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اس نے کہا اور اپنا چہرہ پونچھا تا کہ وہ ٹینس نہ ہو۔

''میرے لئے تو جینا بھی اچھا نہیں پھر کیوں جیئے جاتی ہوں کیوں بچایا جاتا ہے بار بار مجھے۔'' گرم آنسو پلکوں کے کنارے توڑتے ہوئے نکلے اور چہرہ بھگوتے گئے۔

''جو خدا ہے ناں ماریا وہ کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا ہر جاں کو وہ کسی نہ کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کرتا ہے بس یہ ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کا درست اندازہ نہیں لگا پاتے اور غلط شعبوں میں قسمت آزماتے ہیں یا کبھی صلاحیت کو صحیح جگہ استعمال نہیں کر پاتے اور یہی بات ہماری ناکامی کا سبب بن جاتی ہے لیکن اس ناکامی کا سبب کلی طور پر خدا یا معاشرے کو ٹھہرانا غلط ہے کیونکہ اگر فرد میں صلاحیت ہو اور اس کے جذبات مجروح کرنے ولے بڑی تعداد میں ہیں تو حوصلہ بڑھانے والے بھی کم نہیں لیکن باصلاحیت افراد بھی اپنی صلاحیتیں منوانے کے مواقع اپنی کم ہمتی

غلط فیصلوں یا احساس کمتری کے باعث گنوا دیتے ہیں۔"

"میں نے یہ مواقع گنوائے نہیں مجھ سے چھینے جاتے رہے ہیں۔"

"یہ خود کو کمتر، مجبور، محروم، ظاہر کر کے دوسروں کی ہمدردی حاصل کرنے کا آسان طریقہ ہے عزت، توہین اور برتری کے غلط معیارات جن سے خود بھی خائف رہنا دوسروں کو بھی متذبذب کرنا اور یہ صرف اخلاقی برائی نہیں بلکہ رویے، طرز فکر، رہن سہن کے طریقے کی بھی خرابی ہے جو ناگوار ہی نہیں گزرتی بعض اوقات اس فرد یا دوسرے لوگوں کے نقصان کا باعث بن جاتی ہے، ایک بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ دوسرے لوگوں کو رویہ خواہ کیسا ہو ہمارا اعصابی خلل کمتری کا باعث بن کر اصلاح کے امکانات کو مسترد کر دیتا ہے۔" کیتھرین نرمی سے بولی تھی۔

"تمہارا مطلب ہے میں نے اپنے راستے خود خراب کیے۔" ماریا کا انداز بے یقینی لئے تھا۔

"کیونکہ اپنے رویے کو درست کرنے کے بجائے تم بے چارگی کے احساس مغلوب ہو کر ہر ناکامی کا کوئی نہ کوئی جواز ڈھونڈتی رہی ہو اپنے اردگرد رہنے والوں کو خراب قرار دے کر تنہائی پسند ہو گئیں اور جانتی ہو زندگی کے تلخ حقائق سے بچنے کے لئے الگ تھلگ ہونا اس انتہائی اقدام کی طرف لے جاتا ہے جس کا مطلب خود اپنی جان لینا ہے اور خودکشی کا خیال رکھنے والا اس کا ذمہ دار دوسروں کو قرار دیتا ہے، جیسا کہ تم، تمہاری طرح بہت سے لوگ صرف اپنی توقعات کے خلاف نتائج سامنے آنے پر خود کو کمتر سمجھنے لگتے ہیں، ان کا یہ وہم انہیں آگے بڑھنے سے روکتا ہے انہیں خود ساختہ ناکام بھی قرار دیا جا سکتا ہے معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو خوش اور کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں بشرطیکہ انہیں کوئی رہنما مل جائے جو انہیں حقیقت اور مفروضے کا فرق سمجھا سکے۔"

"حقیقت اور مفروضہ کا فرق۔" ماریا نے تحیر سے دیکھا تھا اور کیتھرین نے اٹھ کر اس کے پیچھے کمر کے ساتھ تکیہ لگا کر اچھی طرح بٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"حقیقت یہ توجہ مرکوز ہو تو وہ شعور کو واضح اور روشن کرتی ہے اس سے ہم اپنے وجدان اپنی حسیات اپنے تحت الشعور اور لاشعور سے آگاہ ہوتے ہیں جبکہ مفروضے ہمارے شعور و وجدان کو مدہم اور منفی عکس مہیا کرتے ہیں اور جب ہم مفروضے کو زیادہ دیر تک توجہ دیتے ہیں تو دماغ حقیقت کو قبول کرنے میں کوفت محسوس کرتا ہے اور یہ سب تفکر اور تخیل ہے۔"

تخیل ایک ذہنی جستجو ہے جو ایجاد کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ تفکر ایک ذہنی تفتیش ہے جو کسی نتیجے یا دریافت کا باعث ہوتی ہے۔

"جانتی ہو استدلال اور تفکر میں کیا فرق ہے؟" کیتھرین نے چند لمحے رک کر اسے غور سے دیکھا تھا۔

"استدلال ان واقعات کا مشاہدہ ہے جو حقائق کے درمیان موجود ہوتے ہیں، حقائق کی حدود مخصوص اور بامقصد وضاحت دیتی ہیں، جسے تم جھٹلاتی رہی ہو، تم نے کبھی اپنے استدلال کو سمجھا ہی نہیں جو زندگی کو مضبوط اور بامقصد راستہ دیتا ہے جبکہ تخیل و تفکر کے کمزور عصبی ارتعاش کے پیچھے بھاگتی رہیں، جس کے لئے تمہیں ادراک کی پس منظر کی ضرورت ہی نہیں پڑی اسی لئے تمہارا شعور

دھندلایا اور تحت الشعور اختراعات میں الجھا رہا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ غیر حقیقت پسندانہ تفکر نے تمہیں حقیقی دنیا سے فرار حاصل کرنے پر مجبور کر دیا اور یہی تمہاری سب سے بڑی غلطی تھی، کہ تم نے اپنے تفکر کو کھلی چھٹی دی وہ جو راستہ چاہے اختیار کر لے اور حقائق تمہاری غیر توجہی کے باعث تصورات کے دھندلے احاطے میں جا کر پگھل گئے۔"

"میرے لئے حقائق و واقعات قابل عمل نہ تھے پھر میں اپنے لئے زندگی کو کیسے بہتر بناتی؟" اس نے آہستہ سے کہا تھا تو کیتھرین اسے بہ غور دیکھتے ہوئے بولی۔

"تم نے معقول اور قابل عمل انتخاب کیا ہوتا تو نتائج حوصلہ افزاء برآمد ہوتے تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہارے لئے کیا مفید ہے کیا غیر مفید اور یہ جان لیتیں تو اب تک تمہاری نفسیاتی شکست کا ازالہ ہو چکا ہوتا، کیونکہ فرد کی ذات اور تاثر ہی ہر چیز کی کامیابی اور ناکامی میں انوالو ہے۔"

کوئی شے بذات خود اچھی یا بری نہیں ہوتی بلکہ فرد کی سوچ اسے اچھی یا بری بنا دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ہم پریشان ہوتے ہیں تو نفیس اور خوبصورت اشیاء بھی ہمیں بور اور ناخوشگوار لگتی ہیں، اس کے برعکس جب ہم اچھے موڈ میں ہوتے ہیں تو معمولی اشیاء بھی ہمیں خوبصورت لگتی ہیں، چنانچہ جو اشیاء باتیں اور واقعات ہمارے موڈ، مزاج اور عادات کے مطابق ہوتے ہیں ان کا تاثر خوشگوار محسوس کیا جاتا ہے خواہ وہ نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو اور جو باتیں واقعات ہمارے موڈ مزاج اور عادات کے مطابق نہ ہوں ہمیں ناگوار گزرتی ہیں۔" ماریا نے اس کی بات پر ایک لمحہ کے لئے اپنے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

(باقی آئندہ ماہ)

سانحہ ارتحال

ہماری مصنفہ فوزیہ غزل کے ماموں ارشاد احمد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

دکھ کے ان لمحات میں ہم فوزیہ غزل کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے اہل خانہ اور فوزیہ غزل کو یہ صدمہ سہنے کی ہمت عطا کرے اور ان کے ماموں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی گزارش ہے۔

دستکِ صبحِ اُمید کا

فوزیہ غزل

سولہویں قسط کا خلاصہ

بروقت طبی امداد اور کیتھرین کا خلوص دعائیں ماریا کو پھر سے زندگی کی طرف لے آتی ہیں۔

شہریار کی خرابی طبیعت پہ سنعیہ اس کی خیریت پوچھتی ہے تو اپنے سرد رویے اور روڈ انداز سے وہ اسے رنجیدہ کر دیتا ہے۔

اریبہ قرآن پر رقم رکھ دیتی ہے مگر صالحہ کو اٹھانا نصیب نہیں ہوتی، وہ فالج ولقوہ کے شدید اٹیک کا شکار ہو جاتی ہے تو اس کے جھوٹ کا پردہ سب پر چاک ہو جاتا ہے۔

ماریا کی سائیکی ایک بار پھر کیتھرین کو الجھا دیتی ہے اپنے طریقہ علاج میں ناکامی، ماریا کی پھر سے خودکشی کی کوشش وہ ڈاکٹرز سے یہ نکات ڈسکس کرتی ہے۔

شہریار سنعیہ کو آفس ڈراپ کرنے جاتا ہے تو راستے میں گاڑی خراب ہونے کے سات ابر آلود موسم، ڈاؤن موبائل بیٹری یہ صوتحال موڈ خراب کر دیتی ہے۔

اریبہ کی والدہ پھر سے پاگل پن کے شدت آمیز دورے میں ایک عورت کو زخمی کر دیتی ہے۔

کیتھرین ماریا کے ہوش میں آنے پر بے حسی کا رویہ دیکھتی ہے تو اشتعال و دکھ کا شکار ہو جاتی ہے، اسے اپنی ہمدردی خلوص بیکار گیا نظر آتا ہے، کیتھرین کی مایوسی پہ ڈاکٹر اسے یونانی نفسیاتی طریقہ علاج کے مطابق ماریا کی تشکیل عادات کی ریکوری کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

سترویں قسط

اجاڑ لمحوں کی داستاں جو تم کہو تو سنائیں تم کو
بہت سا جاگتے رہتے ہیں چلو ذرا سا جگائیں تم کو
تم ہی ہو جو روشنی سی بن کر ہماری آنکھوں میں آ بسے ہو
جب اپنی آنکھیں ہی کہہ دیا ہے تو پھر بھلا کیوں رلائیں تم کو

وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی، کبھی رنگ بدلتے مٹیالے پڑتے چھائے بادلوں کو اور وہ اطمینان سے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا جیسے اسی انجوائے منٹ کے لئے تو گھر سے نکلا تھا، ہلکی پھلکی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی اور اس افتاد نے سنعیہ کا حد درجہ اشتعال بے بسی میں ڈھال دیا تھا، وہ رسٹ واچ دیکھ رہی تھی اور آفس میں ہونے والی میٹنگ، اپنی پوزیشن، ورکرز کا اعتماد، شیئر ہولڈرز کمپنیوں کو دی ہوئی ٹائمنگ سب کچھ سوچتے ہوئے بے بسی کے شدید ترین احساس نے اس کی خوبصورت آنکھوں کو پانی سے بھر دیا تھا وہ اپنے سامنے کھڑے بے حس شخص کو نگاہ طیش سے دیکھتی خود کو مزید بھیگنے سے بچاتی فرنٹ ڈور کھولتی گاڑی میں آ بیٹھی۔

شہر یار اس کی بھرائی نگاہیں دیکھ چکا تھا مگر اس وقت اسے توجہ دے کر وہ سنعیہ کے سامنے خود کو ہلکا پڑتا نہیں دیکھ سکتا تھا، اگرچہ اس کے آنسو شہر یار کے لئے قابل برداشت نہ تھے وہ اسے یوں بے چارگی میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا لیکن حالات اسی صورتحال کے متقاضی تھے، سو خود کو ذرا بے نیاز ظاہر کرتا وہ بھی دوسری طرف سے فرنٹ ڈور کھولتا ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

''ہو سکتا ہے اس کے پاس موبائل موجود ہو مگر اس نے آف کر کے رکھا ہو اور محض مجھے زچ کرنے کو یہ سارا ڈرامہ کھیل رہا ہو۔'' سنعیہ کے ذہن میں اک خیال سا آیا تھا اور اپنے مقابل بیٹھے شخص کو ذردیدہ نگاہی سے دیکھتی وہ خود کو مصالحانہ موڈ میں لے آئی۔

''سنیں اگر آپ یہ سب مجھے زچ کرنے کو کر رہے ہیں تو Request me please آپ ایسا مت کریں میرا آفس پہنچنا بہت ضروری ہے فارن ڈیلیگیشن کے ساتھ میری بہت اہم میٹنگ ہے اور میرا آفس پہنچنا بہت ضروری تھا، اگر میں آج میں نہ گئی تو میرا تاثر بہت برا پڑے گا میٹنگ کے شرکاء پہ۔'' کتنا ملتجی سا انداز تھا جس سے شہر یار نے بھرپور حظ اٹھایا تھا۔

''اچھا! چند گھنٹے کی میٹنگ کے شرکاء پر اپنے تاثر خراب ہونے کا کتنا ڈر ہے تمہیں اور زندگی بھر کے ساتھی کے ساتھ تمہارا رویہ کیا تاثر دے رہا ہے اس کی کوئی پروا ہے تمہیں۔'' اس کی ٹھوڑی کو ذرا سا اوپر اٹھاتے ہوئے وہ پوری توجہ سے دیکھتا ایسے انداز میں بولا تھا کہ سنعیہ کا بے ساختہ دل چاہا تھا یہ پوری گاڑی اٹھا کر اس کے اوپر دے مارے مگر ہائے رے مجبوری دل کے چاہنے سے سب ہوتا کب ہے اس وقت ویران جگہ خراب موسم اور اکیلی وہ مکمل طور پر اس شخص کے رحم و کرم پر تھی اور اس سے منہ ماری کر کے اپنے لئے مزید کوئی مشکل کھڑی کرنے کا رسک ہرگز نہ لے سکتی تھی، سو ضبط کے گھونٹ پیتی لب کاٹ کر رہ گئی اور شہر یار کو اس اکھڑ مزاج لڑکی کا یہ بے بس انداز بڑا مزا دے رہا تھا اس کے دلکش لبوں پہ اک محظوظ سی مسکراہٹ آ کر ٹھہر گئی، فی الحال تو واپسی کا ہر چانس ختم ہے البتہ ایک راستہ ہے یہاں سے کچھ فاصلے پر ہم اپنے آفس کی نئی برانچ پہ کام کر رہے ہیں تو وقت گزاری کے لئے ایک ریسٹ ہاؤس بنا ہوا ہے میرا خیال ہے ہم وہاں چلتے ہیں، شہر یار

نے تائید طلب انداز میں اسے دیکھا تھا جس کے چہرے پہ ناگواری کا تاثر بڑا واضح تھا۔

''آپ کے ریسٹ ہاؤس میں جانے سے بہتر ہے میں گاڑی میں بیٹھی رہوں یا بارش میں چلتی آفس پہنچ جاؤں۔'' لہجہ اور انداز درشت تھا۔

''Ok, as you wish میں تو تمہارا بھلا چاہتا تھا تمہیں نہیں پسند تو کوئی بات نہیں، ویسے کچھ دیر کو اپنی مغرور انا کا پرچم نیچا کر تو تو کچھ مضائقہ نہیں، کیوں کہ ابھی تو بارش ہلکی ہے، ہم پیدل با آسانی ریسٹ ہاؤس تک جا سکتے ہیں بارش تیز اور مسلسل ہو گئی تو گاڑی میں بیٹھنا بھی اتنا آسان نہ ہو گا، گاڑی کا رنگ سیاہ ہے اور سیاہ چیز پر آسمانی بجلی بڑی تیزی سے لپکتی ہے ابھی پچھلے ماہ ہی سڑک پہ جو لوگ آسمانی بجلی گرنے سے مرے تھے وہ سب کالی گاڑی میں بیٹھے تھے۔'' وہ اتنے سنجیدہ لہجے میں بولا تھا کہ سنعیہ کو فوراً یقین کرنا پڑا اور وہ دوسرے ہی پل گاڑی سے نکلتی اس کے ہمراہ قدم بڑھانے لگی شہر یار زیر لب مسکراتا جا رہا تھا ہلکی پھلکی بوندیں موٹے قطروں کا روپ دھارتی آہستہ آہستہ تیز بوچھاڑ میں تبدیل ہونے لگیں اور وہ بھاگنے کے انداز میں تیز تیز چلتے جب تک ریسٹ ہاؤس پہنچے اچھے خاصے بھیگ چکے تھے، ریسٹ ہاؤس کا گیٹ وہاں پہلے سے موجود ملازم کھول چکا تھا، شہر یار اسے اندر کمرے میں بٹھا کر خود جانے کہاں غائب ہو چکا تھا، کپڑے گیلے ہونے کے باعث ٹھنڈ اس کے جسم میں کپکپی پیدا کر رہی تھی۔

کچھ دیر تو وہ کین کی چیئر پہ بیٹھی اپنے کپڑوں سے نچڑتے پانی کو دیکھتی رہی جب ٹھنڈ اور کپکپاہٹ حد سے سوا ہونے لگی تو اٹھ کر شہر یار کو دیکھنے لگی تاکہ کوئی چارہ وغیرہ لے سکے، وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کمرے کے آگے بنے برآمدے سے گزرتی اندازہ کرنے لگی، شہر یار کو موبائل کان سے لگائے دیکھ کر اس کے جیسے سارے حواس ایکدم سے چوکنا ہوئے تھے وہ رک کر سننے کی کوشش کرنے لگی۔

''یہ تو کہہ رہا تھا میرا موبائل گھر رہ گیا ہے اب کہاں سے موبائل آ گیا۔'' سنعیہ کو تجسس کے ساتھ اس کے جھوٹ بولنے پر غصہ بھی آ رہا تھا جسے فی الحال پس پشت ڈالے وہ اس کی گفتگو سننے کی سعی کر رہی تھی۔

''جی پپا، آپ فکر مت کریں، ہم ریسٹ ہاؤس میں ہیں، گاڑی وہیں ہے آپ ڈرائیور کو بھیج کر گاڑی گھر سے ریسٹ ہاؤس بھجوا دیں اور میری گاڑی مکینک کو دکھانی پڑے گی۔'' وہ اب خاموش ہو کر عفان علی خان کی بات سن رہا تھا۔

''سنعیہ ازاو کے پپا آپ میٹنگ سے فارغ ہو لیں پھر آپ کی بات کرواتا ہوں۔'' شہر یار آرام سے بولتا اسے بے چین کر گیا۔

''کتنا بڑا دھوکے باز ہے یہ شخص موبائل فون پاس رکھتے ہوئے مجھ سے جھوٹ بولا اور کیا خبر گاڑی خراب ہونے کا ڈرامہ رچا کر میرے ساتھ پپا کو بھی دھوکے میں رکھ رہا ہو۔''

سنعیہ پل بھر میں اعصابی تناؤ کا شکار ہوئی تھی کیا وہ اتنا ظالم شخص تھا کہ بزنس میٹنگ میں اکی آکورڈ پوزیشن کا سوچا نہ ذہنی دباؤ کو دھیان میں رکھا اس کی تنہائی اور بے بسی سے حظ اٹھا کر کیا اپنے نفس کی تسکین کر رہا تھا اور یہاں اس اجنبی ماحول میں وہ اس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا سنعیہ

کو غصے، رنج اور بے بسی کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ اپنی کم مائیگی کا بھی شدت سے احساس ہوا، وہ اب کیا کہہ رہا تھا پیا سے کیا سن رہا تھا، باہر بارش کتنی تیز تھی اور بجلی کیسے چمک رہی تھی، وہ کسی بھی چیز پہ دھیان دیے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتی دروازہ کھول کر باہر نکلی اور ایک قدرے سنسان راستے پر چل پڑی، وہ کسی بھی طرح شہریار کی دسترس سے دور ہونا چاہتی بنا طوفانی موسم اور اپنی پوزیشن کا خیال کیے بغیر۔

شہریار موبائل آف کر کے پلٹا اور واپس کمرے میں آیا تو سعیہ کو نہ پا کر پہلے تو یہی سمجھا واش روم میں ہے کئی منٹ تک کی مکمل خاموشی نہ پانی گرنے کی آواز، وہ بے چین سا اٹھا واش روم کا دروازہ دیکھا تو وہ کھلا تھا اندر کوئی نہ تھا، پھر اس نے ریسٹ ہاؤس سارا جھانک لیا مگر سعیہ کہیں نہ تھی، اس کی نگاہ اچانک ریسٹ ہاؤس کے بیرونی دروازے پہ گئی جو کھلا تھا، شہریار دروازہ کھلا دیکھ کر بری طرح چونک اٹھا۔

''حلیم حلیم، دروازہ بند نہیں کیا تھا۔'' وہ چوکیدار پر برسا۔

''صاب کنڈی لگایا تھا ہم نے۔'' پٹھان چوکیدار سہم کر بولا۔

''کنڈی کے بجے تم نے تالا لگانا تھا۔'' وہ غصے سے ڈھارا اور اسے احساس ہوا کہ چوکیدار سعیہ کی گمشدگی کا جان گیا تو...... خود پہ قابو پا کے اپنی سیاہ جیکٹ پہنتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی تلاش میں آگے بڑھا۔

''یہ تو راستہ بھی بہت خطرناک ہے اور کچھ وہ ہے بھی بیوقوف سی، ساتھ جنگلی علاقہ لگتا ہے اگر کوئی حادثہ پیش آ گیا تو......'' شہریار کا دل خدشات سے بوجھل ہونے لگا۔

☆☆☆

اریبہ کپڑے دھو کر دھوپ میں پھیلانے چھت پہ آئی تو الگنی کے ایک سرے سے اینڈ تک کپڑے پھیلاتے ہوئے اس نے یونہی کپڑوں والی بالٹی میں نچڑا ہوا پانی پھینکنے کے لئے خود کو ذرا آگے کیا تو اسے چھت کے اس کونے سے ایک مخصوص قسم کی بو کا احساس ہوا اور یہ سانس اور دماغ کو پکڑتی بو کس چیز کی تھی اریبہ کو سمجھ نہ آئی، اس نے رکوع کی حالت میں جھکتے ہوئے اچھی طرح اندازہ کرنا چاہا تو حواس ایکدم سے چوکنا ہوئے تھے کیونکہ اس کی نگاہوں کے سامنے سگریٹ کے دو ادھ جلے ٹکڑے پڑے تھے۔

''یہ کہاں سے آئے، ہمارے گھر میں تو سگریٹ پینے والا کوئی بندہ نہیں پھر؟ کیا شہباز، نہیں ابھی بچہ ہے، وہ اسے ایسی نشیلی چیزوں کا کیا علم؟'' اس نے خود ہی اپنے خیال کی سختی سے نفی کی۔

''پھر یہ کون پی سکتا ہے جبکہ وہاج بھی ایسی کیسی علت سے دور ہے اور وہ کبھی آ کر چھت پہ بھی نہیں بیٹھا پھر؟'' وہ بے چین اور متفکر سی کیفیت کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی، شہباز کے کمرے کا دروازہ اس نے نادانستہ ہی کھولا تھا اور اندر قدم رکھتے ہی اسے اسی ناگوار مہک کا احساس ہوا، وہ چارپائی سے چادر اور تکیہ اٹھا کر دیکھنے لگی پھر دیوار کے ساتھ کھڑی الماری کے دراز چیک کیے مگر کہیں سگریٹ کی ڈبیا نہ تھی البتہ کمرے کی ناگوار فضا بتا رہی تھی کہ یہاں کچھ دیر پہلے کثرت سے سگریٹ پی گئی ہے، اریبہ پریشان نگاہوں سے کمرے کو دیکھتی کچھ سوچتی یونہی کھڑی رہی پھر

نیچے بیٹھتے ہوئے چارپائی کے نیچے جھانکا تو جیسے شاکڈ سی رہ گئی، سگریٹ کی تین چار نئی ڈبیوں کے ساتھ ان گنت ختم شدہ سگریٹوں کے ٹوٹے پڑے تھے وہ یقین نہیں کرنا چاہتی مگر اسے یقین کرنا پڑ رہا تھا کہ یہ سب اس کے بھائی کا کارنامہ ہے وہ بھائی جس کے سنہرے مستقبل کے خواب کتنی آنکھیں دیکھ رہی تھیں، جس کو ایک کامیاب انسان بنانے کی سوچ اسے دن رات پریشان رکھا کرتی تھی، بھائی نشے کا شکار ہو رہا تھا، اس کی آنکھیں بھر آنے لگیں۔

''اریبہ آپی خالہ آئی ہیں، آپ نے امی کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے، چیک اپ کو تو تیار ہو جائیں۔'' باہر سے ربیعہ کی آواز آئی تو وہ بمشکل خود کو سنبھالتی اپنے حواس درست کرتی کمرے کا دروازہ لاک کر کے نکلی، جویریہ خالہ کے ساتھ مل کر امی کے کپڑے تبدیل کروا رہی تھی، اریبہ بھی منہ ہاتھ دھو کے اپنی چادر اوڑھنے لگی پھر جویریہ کو بلاتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

''جویریہ، شہباز آئے تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دینا بہت آوارہ ہو گیا ہے یہ نہ اسے اپنی فکر ہے نہ گھر کی، کیا ہو رہا ہے زندگی کن مشکلوں کا شکار ہے اور ہم کیسے اسے گزار رہے ہیں، اس نے خبر رکھنا چھوڑ دی ہے۔''

''آپی میرے خیال میں تو وہ سگریٹ نوشی کا شکار ہو گیا ہے، میں نے نہ صرف اس کے کمرے سے سگریٹوں کی بو محسوس کی ہے بلکہ اس کا رنگ بھی کالا پڑ رہا ہے۔'' جویریہ نے تشویش سے کہا۔

''ہوں تم ٹھیک کہہ رہی ہو، میں بھی یہی محسوس کر رہی ہوں۔'' وہ فکر سے بولی۔

''اسی لئے وہاج بھائی ہمیں کہا کرتے تھے اس کا خیال رکھنے اور ڈیلی روٹین چیک کرنے کو ہم نے اپنی پریشانی میں دھیان ہی نہ رکھا۔''

''دماغ کو ذرا سکون ملے تو کہیں دھیان دے، پریشانیاں جان نہیں چھوڑتیں، لگتا ہے قدرت نے سبھی مصائب اس گھر کے لئے چن رکھے ہیں۔'' اس نے آزردہ اور شکوہ کناں لہجے میں کہتے ہوئے چادر کے پلو سے بھیگی آنکھیں صاف کیں اور آگے بڑھ کر خالہ کے ساتھ مل کر امی کو سہارا دیتی باہر لا کر ٹیکسی میں بٹھانے لگی۔

اریبہ اپنی والدہ کے ساتھ مشہور سائیکاٹرسٹ ڈاکٹر انعم ارشاد کے کلینک میں موجود تھی، ڈاکٹر انعم ارشاد اپنی پیشہ وارنہ خوش اخلاقی سے انہیں توجہ سے ملی، نجمہ بیگم کی تمام کیس ہسٹری جاننے کے بعد کچھ دیر بہت ہلکے پھلکے اور نرم انداز میں ان سے گفتگو کی ان سے گفتگو کے بعد وہ واپس اریبہ کی طرف متوجہ ہوئیں، تو اریبہ کا پہلا سوال یہی تھا۔

''کیا خیال ہے آپ کا ڈاکٹر صاحبہ میری والدہ ٹھیک ہو سکتی ہیں۔'' ڈاکٹر انعم اپنے مخصوص انداز میں نرمی سے مسکرائی تھی۔

''دیکھیں اتنی جلد ان کی دماغی حسیات کے متعلق اندازہ لگانا یا رائے دینا نہ تو بہت آسان ہے نہ مشکل کیونکہ طب اور علم الادویہ کی بہت زیادہ ترقی کے باوجود انسانی ذہن کے اوہام، خوف کو مکمل طور پر پہلے سیشن میں جج کرنا ممکن نہیں، اعضائے حواس عمر کے اس حصے میں ناقص ہو جاتے ہیں اور خراب صحت اس کی کیفیت کو اور بھی نقصان دہ بنا دیتی ہے ایسے میں کسی شے کا صحیح ادراک

کرنا مشکل ہو جاتا ہے، پھر خونی رشتوں کا ساتھ چھوڑ جانا سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والا حادثہ ہے ان کے لئے اور یہ تنہائی بے چارگی کے ساتھ اندھیروں میں زندگی گزارنے والے خوف میں آکر اپنے ہوش وحواس سے بیگانہ ہیں۔"

"اور یہ بیگانگی جانے کب دور ہوگی، ان کا پاگل پن کم ہونے کی بجائے بڑھتا جا رہا ہے، اب تو باہر کے لوگ بھی ان کی ہسٹریائی کیفیت کا شکار ہونے لگے ہیں۔" اریبہ نم آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ کو انہیں صحت مند دیکھنے کے لئے نہ صرف اپنے رویے میں تبدیلی لانی ہے بلکہ ان کے لئے ماحول بھی بدلنا ہے کیونکہ مریض کی بیماری سے زیادہ گھر والوں کی بے حسی اور اکتاہٹ علاج کے غیر موثر ہونے کی وجہ بنتی ہے، لوگ مریض پر ترس کھانے کی بجائے خود ترسی کا شکار ہونے لگتے ہیں، صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑتے ہوئے غصے اور بیزاری کو فطری عمل ظاہر کرنے پہ تیار رہتے ہیں اگر تھوڑی دیر کو مریض کی جگہ خود کو رکھ کر سوچ لیں تو ان کا رویہ مریض کے ساتھ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا، نفسیاتی بیماروں اور دماغی مریضوں کو ہم معاشرے کے لئے عیب اور اپنے لئے باعث شرمندگی سمجھتے ہیں۔"

"آپ نہیں جانتیں یہ کیسی حرکتیں سرزد کر جاتی ہیں بعض اوقات کہ ہم اچھی خاصی مصیبت کا شکار ہو جاتے ہیں جب ان پہ دماغی خلل کا دورہ شدید ہوتا ہے تو یہ بنا اپنے پرائے کی تمیز کیے ہر سامنے نظر آنے انسان کو مجرم سمجھ کر مارنے یا زخمی کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔" رشیدہ خاتون بولیں۔

"اپنے گھر پر پڑنے والی حادثاتی موت کو اس نے کیا سمجھا، کیا نتائج اخذ کیے اور ردعمل میں کیا کر رہی ہے یہ سب روکنا ہمارے بس میں نہیں کیونکہ آپ ہر ایک سے اپنی مرضی ومنشا کے مطابق سوچنے یا عمل کرنے کی توقع نہیں کر سکتے ہوں اس کی اصلاح کی جاسکتی ہے لیکن اس کے لئے تحمل مزاجی اور سمجھ داری کی ضرورت پڑتی ہے۔"

ادویات سے زیادہ ہمارا رویہ اہم ہے جو ذہنی مریض کو ٹھیک کرنے میں معاون ہو سکتا ہے، پیار محبت توجہ کے ساتھ دماغی خلل کے شدید دورہ میں اپنی برداشت اپنی زبان پر قابو رکھنا ہے، آپ کو ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا ہے ان کی بات توجہ سے سننی ہے جیسے ہم کو یقین ہو کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی اس کی ہر بات پر رضامندی کا تاثر دینا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے ہم یہ ظاہر کریں کہ ہم بھی پاگل ہو گئے ہیں؟" اریبہ تحیر سے بولی۔

"بالکل، اگر آپ کو اپنی والدہ سے محبت ہے اور آپ انہیں ٹھیک دیکھنا چاہتی ہیں تو ایسا ظاہر کرنے یا ان کا پاگل پن جھیلنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس وقت وہ جس ذہنی انتشار اور دماغی خلل کو جھیل رہی ہیں، اس نے ان کے اعصاب کمزور کر دیے ہیں، انہیں آپ کی محبت اور توجہ کی ضرورت ہے ذہنی مریضوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہیے ان کے سامنے کوئی سخت بات غصہ دلانے والے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہیں، ان کی بات اور مسائل کو سمجھنے اور سننے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

ڈاکٹر کی تمام باتیں اریبہ نے بہ غور سنی تھیں اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس نے کچھ پرجوش انداز میں کہا۔

"ہمارا کل اثاثہ ہماری ماں ہیں اور ہم انہیں روبصحت دیکھنے کے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں، ہمیں اپنی والدہ سے بہت محبت ہے۔"

"اللہ آپ کو اس محبت وخدمت کا صلہ دے گا انشا اللہ، ان کی صحت وزندگی کے لئے مین چیز آپ لوگوں کا رویہ ہی ہے، تاہم میں کچھ میڈیسن لکھ دیتی ہوں جو ان کے اعصاب کو مضبوط کریں گی ساتھ اچھی غذا، پھل دودھ بھی ضروری ہے تاکہ ان کی جسمانی کمزوری کور ہو سکے۔"

ڈاکٹر نرمی سے کہتے ہوئے پیڈ پر کچھ ضروری ادویات اور ڈائٹ چارٹ کی تفصیلات لکھنے لگی، اریبہ اک گہرا سانس بھرتے ہوئے اپنی ماں کو دیکھنے لگی اور اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں جنہیں تیزی سے جھپکتے ہوئے اریبہ نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتی الوداعی سلام کے بعد اٹھ کر اپنی ماں کو باہر لے جانے لگی خالہ ساتھ تھیں جو سہارا دے کر چل پڑیں۔

☆☆☆

زندگی اس کے لئے ایک خوفناک اژدے کی مانند تھی جس سے جان بچا کر اس نے بھاگنے کی کوشش کی تھی مگر پہلی کوششوں کی طرح اس کی یہ کوشش تھی کامیاب نہیں ہو سکی تھی اور وہ ایک بار پھر بچا لی گئی تھی نہ جینے کی خواہش کے باوجود وہ ایک بار پھر جی رہی تھی کیوں؟

آسودگی، طمانیت ہی قلب ونظر کو میسر نہ تھی تو ایسی زندگی کا کیا فائدہ؟ آنسوؤں کی ایک تیز لہر اس کی آنکھوں سے پھسلتی گئی تو اس نے نہایت بے دردی سے رخسار رگڑے اور چہرا اوپر کیا تو کیتھرین اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"رولو کھل کر جتنا رونا چاہتی ہو اور میں تمہیں روکوں گی نہیں کیونکہ تم نہ کسی کے خلوص کی قیمت جانتی ہو نہ کسی کی اپنائیت وخود ترسی تمہارے لئے کوئی حیثیت رکھتی ہے تمہارے لئے اہم ہے تو صرف اپنی خود ساختہ بیچارگی جس میں گھری تم اپنا ہی نقصان کیے جا رہی ہو۔"

ماریا نے ندامت سے آنکھیں جھکا لی تھیں وہ کیتھرین کو اس طنزیہ گفتگو کرنے میں حق بجانب سمجھ رہی تھی۔

"زندگی کو محض گزارنا ہی کوئی کارنامہ نہیں ایسا تو جانور بھی کر لیتے ہیں، کامیاب زندگی کے لئے بنیادی شرط ہے کہ آپ پرعزم اور خوش مزاج ہوں اور ہمیشہ زندگی کے روشن پہلو پر نظر رکھیں، مگر تم میں یہی کمی تھی ہر موقع ہر موڑ پر تم نے ضبط اور برداشت کو پس پشت ڈالے رکھا اور یہی پوائنٹ تمہاری فزیکلی اور مینٹلی ویکنس کا باعث بن کر تمہیں اندر سے غیر محفوظ اور غیر مستحکم کرنے کے ساتھ مسلسل ڈپریسڈ بھی کرتا گیا، کیتھرین کا لہجہ بہت درست تجزیہ پیش کر رہا تھا اس کی ناکام زندگی کا۔" ماریا نے سر جھکائے اپنی آنکھوں اور گالوں کو ہاتھوں کی پشت سے رگڑا تھا۔

"یہ نہیں کہ تمہارے پاس کچھ نہیں تھا تمہارے پاس کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ تھا، تعلقات، رشتے، دماغ، ذہن ان میں سے اگر کسی سبب کوئی ایک خانہ تمہاری زندگی سے مس بھی ہو گیا تو تم اپنی بچی کھچی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر بقیہ بچا سکتی تھیں مگر تم نے اس کی ضرورت محسوس

نہیں کی اور یاد رکھو قدرت ہمیں صرف وہی چیز دیتی ہے جسے ہم استعمال کرتے ہیں جس سے ہم کام لینا چھوڑ دیتے ہیں اسے واپس لے لیتی ہے، سو تم سے بھی اس نے آہستہ آہستہ وہ سب واپس لے لیا جس کی اپنی زندگی میں تم ضرورت محسوس نہ کرتی تھیں۔'' کیتھرین کے سنجیدہ لب ولہجہ پر وہ کچھ لمحوں تک بنا پلک جھپکے اسے دیکھتی رہی۔

''یہ ٹھیک ہے کہ ناکامی ہماری پرفیکشن کو بری طرح متاثر کرتی ہے، پرفیکشن ہمارے اندر کی توقعات ہوتی ہیں کہ جو کامیابی اور ناکامی دونوں صورتوں کے باوجود ہماری ذات کے اندر موجود رہتی ہیں، جب کوئی فرد کسی ناکامی سے بہت زیادہ خوفزدہ ہو جاتا ہے تو اس کی یہ ڈیمانڈ متاثر ہونے لگتی ہے، کسی بھی ناکامی کی صورت میں تمہارے لئے ضروری تھا کہ تم ان وجوہات کا جائزہ لیتیں جو تمہاری ناکامی کا سبب نہیں اپنے خوف اپنی ناکامی کو نظر انداز کر کے کچھ عرصے کے لئے نئے مشغلے اپناتیں تو تمہاری سوچوں اور مقاصد کے بھی نئی راہ ہموار ہوتی مگر تم نے خود کو ناکام ہونے کے تاثر میں وہ نقوش احساس کمتری کے جو بچپن سے گہرے تھے انہیں بھی ذہنی طور پر قبول کر لیا اور اسی خود پسندی و خود مرکزیت میں بغیر کسی جدوجہد کے حوصلہ ہار دیا، جبکہ حوصلہ اتنی آسانی سے ہارنے والی چیز نہیں۔'' کیتھرین اسے سمجھانا اور کچھ بتانا چاہتی تھی اس کا مقصد ماریا کو اذیت دینا نہ تھا، لیکن وہ اذیت محسوس کر رہی تھی کیونکہ ماریا جوزف کی شخصی کمزوریوں اندرونی ناکامیوں کا اتنا بے رحم تجزیہ کوئی اس کے روبرو بیٹھ کر پہلی بار کر رہا تھا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ مدمقابل کو اپنے بیگانہ رویے کی مار سے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیتی مگر بیماری کی اس حالت میں جب اس کی تمام فزیکلی اور مینٹلی حسیات پر شیرازئیں تھیں کمزوری اور نقاہت محسوس کرتے ہوئے ملگجے حلیے الجھے بالوں سمیت وہ جیسے بولنے کی حس بھی کھو چکی تھی اور کیتھرین ڈیوڈ کا سفاک تبصرہ سننا اس کی مجبوری تھی۔

''تم نے سوچا بھی تم کیا ہو؟ اگر تم خود علم رکھتی ہو تو پھر یہ توقع کیوں کہ تمہاری شخصی خوبیاں یا خامیاں دوسرا شخص بتائے، جبکہ تمہاری زندگی میں کامیابی و ناکامی کا دار و مدار تمہارے اپنے طرز فکر اور عمل پر ہے لوگوں پر نہیں، پھر ناکامی کی صورت میں حالات کو کوسنا، خود کو الزام دینا اور آئندہ کے لئے کوشش چھوڑ دینا غلط ہے کیونکہ اس طرح آپ حالات کو مزید بگاڑ لیں گے، یہ سوچ کر کہ بس اب ہم کچھ نہیں کر سکتے کام کو ادھورا چھوڑنا آسان یا نجات کا باعث نہیں بن سکتا، کہ پختہ عادات کو بدلا جا سکتا ہے تاہم اس کے لئے مسلسل محنت کی ضرورت ہوتی ہے استقلال اور جوش عمل سے تو قدموں کی تقدیر بدل جاتی ہے یہ تو پھر خود کو منوانے کا اک عمل ہے۔''

''تو تم کیا سمجھتی ہو، میں نے خود کو منوانے کی کوشش نہیں کی مگر میرا ساتھ کسی نے نہیں دیا، قسمت، دوست، رشتے معاشرہ سب مجھے تنہا کرتے گئے۔'' احتجاجی انداز میں اس نے اپنے لئے دفاعی جملہ کہا جس پہ کیتھرین نے تیزی سے کہا۔

''تمہیں تنہائی، بے بسی اور شکستگی صرف تمہارے اپنے رویے نے بخشی کیونکہ چھوٹی سے چھوٹی بات پر شدید ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمہیں احساس تک نہیں ہوا کہ اپنے دکھوں کا پرچار کرتے ہوئے دوسروں کے ساتھ تمہارا رویہ کس قدر اذیت ناک ہے اگر تم اپنے ردعمل کا تجزیہ کرتیں تو پتا چلتا تم کہاں غلط تھیں اور یوں تم بہت سی غلطیوں سے بچ سکتی تھیں، خود شناسی ایسی چیز ہے جو کامیابی

کا حصول ہمارے نزدیک کرتی ہے اور انسان جو حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے زیادہ اعمال اقدامات کر سکتا ہے، تم بھی خود کو منوانا چاہتی تو زندگی سے بہت کچھ لے سکتی تھی، مگر تم اپنی خواہشات وضروریات پوری نہ ہونے پر منفی طرز عمل کا شکار عموماً جلد ہو گئیں، محنت اور کوشش کے بغیر کچھ نہیں ملتا ہے، مگر تمہارے ساتھ مین مسئلہ یہی تھا کہ تم نے خود کو جاننے کی کوشش نہیں کی، ایک تحقیق کے مطابق خود شناسی سے آگاہی انسان میں خود اعتمادی، ذہانت پیدا کرتی ہے اگر آپ خود کو جانتے ہیں اپنی خصوصیات کو مانتے ہیں تو یقین کیجئے کہ آپ ہر آنے والے غلط ٹریک سے بچ سکتے ہیں بس مسئلہ ہے تو صرف اپنے آپ سے پوچھنے کا۔'' کیتھرین نے کچھ دیر رک کر اسے بہ غور دیکھا۔

''خود شناسی، اپنے آپ سے پوچھنا، تو کیا میں نے خود کو بنا جانچے بنا پرکھے جو کیا غلط تھا اور یہ سب مجھے محسوس کیوں نہیں ہوا کہ میں خود اپنے شدت پسند رویے، اپنی موڈی طبیعت اپنے سیمابی مزاج کی وجہ سے نقصان اٹھا رہی ہوں، اپنے ناکام پرفیکشن کی ان ساری وجوہات سے میں بے خبر کیوں رہی، زمانے کو پرکھنے کا دعویٰ تھا مجھے خدا کی اصلیت جاننے نکلی تھی میں جبکہ خود اپنے اندر اپنی اصلیت سے بے خبر تھی خود آگاہ نہ ہونا ہی کیا میرے نقصانات کی بڑی وجہ ہے اور یہ وجہ مجھے اتنی دیر سے کیوں سمجھ میں آئی؟ میں واقعی اعصابی مزاحمتوں کے سامنے نیم شعوری سہی ہتھیار ڈال چکی ہوں۔'' ان گنت سوالات تھے جو کیتھرین ڈیوڈ کے بے ٹوک و بے رحم تبصرے کو سننے کے بعد اس کے سامنے سر اٹھائے کھڑے تھے اور وہ اپنے دل کی عدالت میں ان کے جواب ڈھونڈ رہی تھی۔

☆☆☆

ثمن کچن میں کھڑی برتن دھو رہی تھی ہما باہر صحن میں بیٹھی سبزی بنا رہی تھی جبکہ آمنہ اپنے انگلش پارٹ ٹو کے پیپر کی تیاری کر رہی تھی رشیدہ خاتون بہن کی طرف گئی ہوئی تھیں اور اب تک نہ لوٹی تھیں۔

''یہ امی صبح سے گئی ہوئیں ابھی تک لوٹی نہیں، ہما ذرا فون کر کے پتا تو کرو وہاں سے چل پڑی ہیں کہ نہیں۔'' ثمن نے کچن کی کھڑکی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے وہ واپسی پہ انزلہ آپی کی طرف جانے کا ارادہ رکھتی تھیں شاید انہیں ڈاکٹر کے پاس جانا تھا چیک اپ کو۔''

''ادھر ہوئیں تب تو راحیل بھائی چھوڑتے جائیں گے خیر تم بتاؤ شام کو یہ آلو مٹر کیسے پکاؤں مطلب شوربے والے، گریوی یا چاول ساتھ کر لیں۔'' ثمن کچن میں پوچا لگا کے ہاتھ دھوتی بولی۔

''روٹی کے ساتھ درمیانہ شوربہ کر لیتے ہیں تھوڑا گوشت کا سالن پڑا ہے صبح والا وہ مکس کر لیں گے چاول کل سہی۔'' ہما نے کہا۔

''مگر گوشت والا سالن تو میں نے صبح ہی امی کو دے دیا تھا کہ خالہ لوگوں کو دے دیں بیچاروں نے جانے کب سے نہ کھایا ہوگا۔''

''ایک تو تم ہمدردن ہر کام بنا پوچھے جھٹ سے انجام دے لیتی ہو، ان بچاروں کو بھائی ہفتہ میں ایک دو دفعہ گوشت ضرور دے کے آتے ہیں۔'' ہما نے گھورا۔

''تو مجھے کیا پتہ تھا خیر کچھ نہیں اللہ اور دینے والا ہے اگر ہم نے آج گوشت کھانا ہوا تو اللہ ضرور دے گا۔'' ثمن سکون سے بولی۔

''اللہ تو دے گا مگر بندے کو اپنا گھر دیکھ لینا چاہیے، اب نرے آلو مٹر تو مجھے بھی اچھے نہیں لگتے اوپر سے امی بھی گھر نہیں۔''

''ابھی بہت ٹائم ہے تم آرام سے یہ سب بنا لو مصالحہ دار چاول پکا لیں گے آلو مٹر ڈال کے ساتھ دہی کا رائتہ بن جائے گا۔'' ثمن نے جھٹ مشورہ دیا۔

''میری تو طبیعت بھی ٹھیک نہیں پکانے کو موڈ بھی نہیں ہو رہا۔''

''تمہاری پسند کی چیز نہ ہو تو تمہارا موڈ یونہی ہو جاتا ہے ابھی گوشت آ جائے تو سب سے پہلے کچن میں تم ہی کھڑی ہو گئی، اتنی مفاد پرستی چھوڑ دو۔''

''ہاہ، مجھے کیا پتا تھا حاجیوں کے خاندان میں پیدا ہونا ہے ورنہ دنیا کو آتے ہوئے اپنی سوچ سستی ساوتری کر کے آتی ویسے ڈیئر سسٹر دنیا میں مطلب پرست ہوئے بنا کوئی کام پورا نہیں پڑتا لیکن میں اس بات کی بھی قائل ہوں کہ مفاد پرستی بھی ایک مناسب حد تک ہو کیونکہ مفاد پرستی حد سے بڑھنے لگی تو پھر لالچ، جھوٹ، دھوکا دہی بہت سے جرائم خود بخود انسان کو برے راستے پہ چلنے کا سلیقہ دینے لگتے ہیں اور برائی ہمیشہ ایک چھوٹے سے سیاہ نقطے سے شروع ہوتی ہے پھر پوری کالی رات میں تبدیل ہو جاتی ہے اسی لئے پہلے ایک فرعون تھا اور آج بہت سے فرعون ہیں۔''

''بہت خوب فلسفہ بولا ہے اب میری پیاری بہنا جتنی اچھی طرح بولتی ہو اتنی اچھی طرح صحن کی صفائی کر دو، دیکھو خشک پتوں سے کیسے صحن اٹا پڑا ہے۔'' اتنے میں رشیدہ خاتون اندر آئی تھیں اور اندازے کے مطابق راحیل ان کے ساتھ تھا مگر دروازے سے چھوڑ کر پلٹ گیا کیونکہ ان کے گھر مہمان آئے ہوئے تھے۔

''امی بہت دیر لگا دی آپ نے خالہ لوگ کیسے ہیں اور انزلہ آپی کا بتائیں۔'' ثمن نے ایک ہی سانس میں پوچھا۔

''اچھی ہے انزلہ خیر سے، تھوڑی کمزوری ہے میڈیسن اور ڈائٹ چارٹ کے مطابق خوراک لے رہی ہے دیکھو اللہ خیر کا وقت لائے اور اپنی خالہ کا کچھ نہ پوچھو دیکھایا تو ہے ڈاکٹرز کو مگر انہیں قلی طور پہ چوبیس گھنٹے میڈیکلی کیئر ٹیکر کی ضرورت ہے، اریبہ یونیورسٹی جانے لگی ہے ربیعہ اور جویریہ ابھی گھر پہ ہیں تو ماں کو سنبھال لیتی ہیں مگر ایگزامز کا رزلٹ آنے پر کالج جانا شروع ہو نگی تو ان کا فکر پھر گھر پہ ہر وقت کسی کا رہنا نجمہ کو سنبھالنا ضروری ہے بلوں کی بچت کرنے کو اریبہ نے فریج بند رکھنا شروع کر دیا تھا۔''

''یہ اریبہ یونیورسٹی جانے لگی ہے جبکہ گھر کا بجٹ اور حالت دونوں ٹھیک نہیں پہلے اپنے گھریلو مسائل تو نپٹا لیتی پڑھائی تو پرائیویٹ بھی ہو سکتی ہے۔'' ہما نے سنجیدگی سے کہا۔

''تو اور کیا گریجویشن کیا ہوا ہے کسی چھوٹی موٹی جاب پہ باآسانی جا سکتی ہے گھریلو حالات معمول پہ لانے کو کچھ تو ہاتھ پیر ہلائے ساتھ ہم ہاتھ بٹاتے جائیں گے سب کچھ صرف ہمارے گھر پہ چھوڑ دینا اور خود کچھ نہ کرنا، اس طرح تو ہم بھی مزید مشکلات میں گھرتے جائیں گے۔'' ثمن بھی

بولی، تو رشیدہ خاتون نے کچھ چونک کر بیٹیوں کو دیکھا تھا۔

''ایسا نہیں کہتے وہ کون سا غیر ہیں پھر انہوں نے ہمارا کتنا ساتھ دیا ہم اتنی جلد احسان فراموش بن جائیں۔'' ان کے خفا سے لہجے میں تنبیہی عنصر شامل تھا۔

''امی پلیز آپ یہ بات نہ کہا کریں کہ انہوں نے ہمارا کتنا ساتھ دیا ہے یہ بھی سوچیں کہ ہم نے خود سے اپنے گھر بار کے لئے کیا کچھ نہیں کیا، اپنی اسٹڈیز چھوڑ کر ٹیوشنز شروع کر دی تھیں، آپ سلائی کرتی تھیں اور خالہ اپنے بیٹیوں کے کپڑے ہر تیسرے دن مفت میں سلوا کر اگر مہینے میں دو ایک بار سودا سلف یا ہزار پانچ سو دیتی تھیں تو کچھ احسان نہ کرتی تھیں بلکہ آپ کی محنت کا معاوضہ ہی ادا ہوتا تھا مدد کے بہانے۔'' ہما نے بہت صاف گوئی کا مظاہرہ کر دیا۔

''ہماری طرح اریبہ بھی عملی طور پر بہت کچھ کر سکتی ہے، اگر چاہے تو۔''

''مگر ایسا سوچے گا کون جب آرام سے خرچ پورے ہوتے رہیں گے تو کس کو پڑی ہے ہاتھ پیر ہلانے کی۔'' ثمن نے کہا۔

''تم خاموش نہیں رہ سکتیں، ظاہر ہے وہ اتنی حساس بچی ہے اپنے گھر کے لئے کچھ تو سوچ رکھا ہوگا مگر یوں گھر کو بھی کس کے آسرے پہ چھوڑے۔'' رشیدہ نے بھانجی کا دفاع کیا۔

''پھر خالی گریجویشن نہ کوئی تجربہ نہ سفارش کون نوکری دے گا کم از کم ایم اے کر لے تو کسی جگہ بھی جاب مل سکتی ہے اتنی فیس بھر کر یونیورسٹی کی اپنی تعلیم تو نہیں چھوڑ سکتی اور مجھے ربیعہ بتا رہی تھی وہ جاب وغیرہ کا سوچ بھی رہی تھی شاید وہاج نے منع کر دیا۔''

''بھائی نے منع کر دیا مگر کیوں؟'' ہما نے اچنبھے سے دیکھا۔

''بھئی منگیتر ہے ہونے والی بیوی ہے نہیں اچھا لگا ہوگا اس کا باہر نکلنا۔''

''واہ رے قدرت وہ ہونے والی بیوی اور ہم بہنیں تھیں ہمارا تلاش رزق میں نکلنا کیسے پسند کر لیا تھا ہماری کمائی کیسے تین سال تک کھائی تھی تب تو ایسی غیرت نہ جاگی اس کے لئے ابھی سے اتنے اصول وضابطے اتنی احتیاط وفکر، بھائی ہو کر اس نے آپ سے یا ہم سے کبھی گھر سے نہ نکلنے کو کہا بھی منع کیا روکا امی ہم بھی کچھ لگتیں ہیں وہاج بھائی کی اور ان کی ملازمت کے باوجود ابھی تک ہم دونوں پرائیویٹ سکولز میں جاب کے ساتھ بچوں کو ٹیوشن پڑھا رہی ہیں۔'' بولتے ہوئے ثمن کا لہجہ بھرایا ہوا ہی نہیں شکوہ آمیز بھی تھا اور رشیدہ خاتون جیسے چپ سی ہو کر بیٹیوں کو دیکھتی رہ گئیں، کیا کہہ سکتی تھیں وہ، ثمن کوئی غلط تھوڑا کہہ رہی تھی یہ گلہ تو انہیں بھی ہوا تھا بیٹے سے کہ بہنوں کے لئے کچھ نہ سوچا اور منگیتر کا اتنا خیال۔

''چھوڑو ثمن یہ زندگی ہے اور زندگی میں ہمارے لئے سکھ ہے ہی نہیں آزمائش یا تکلیف اور کچھ نہیں تو ذہن کا آزار جینے کے اتنے ساماں بھلا کس کو میسر ہونگے۔'' ثمن کو دیکھتے ہوئے ہما بولی۔

''اوں ہوں کفریہ کلمات مت بولو اللہ ناراض ہوتا ہے۔'' رشیدہ نے ٹوکا۔

''پتا نہیں اللہ کبھی ہم سے بھی خوش ہوگا کہ نہیں۔'' ثمن بڑبڑائی ہوئی سبزی والا باؤل اٹھا کر کچن کی سمت بڑھی اور یونیورسٹی سے واپسی پہ ان کے گھر میں داخل ہوتی اریبہ وہیں منجمد رہ گئی کب

آئی وہ کتنی دیر سے کھڑی تھی اور کتنی خاموشی سے انہی قدموں پہ مڑ گئی کوئی نہ جان پایا، ہاں بس اک وحشت ناک سناٹا تھا جو فضا میں اچانک بڑھ گیا تھا۔

☆☆☆

غصے، طیش اور کچھ کچھ بے بسی کا اندازہ لئے اپنی ابتر ذہنی کیفیت کے ہاتھوں پریشان وہ ریسٹ ہاؤس سے چل تو پڑی تھی مگر اندر سے اتنی بہادر ہر گز نہ تھی کہ ایسی تیز بارش، طوفانی جھکڑ اور بادلوں کے سیاہ اندھیرے پھر جنگلی راستے کی ہیبت ناکی کا خوف نہ ہوتا تو آخر ایک نازک سی لڑکی، خود کو کتنا بھی بہادر ظاہر کرتی، اندر سے تو تنہائی سے بھی خوف کھاتی تھی، سو اس وقت بھی چمکتی آسمانی بجلی گرجتے بادل اور بارش کی تیز بوچھاڑوں نے اس کی ساری طرم خانی ہوا کر دی تھی، کبھی کبھی کسی جنگلی جانور کے غرانے کی آواز بھی آ جاتی تھی جو اسے مزید خوفزدہ کر دیتی۔

''اس طوفانی موسم میں کوئی جنگلی درندہ مجھے کھا گیا تو میرا نام نشان نہ ملے گا یا کڑکتی بجلی نے بھسم کر دیا تو کسی کو پتا بھی نہ چلے گا۔'' وہ خوف کے زیر اثر ہراساں ہو کر رک سی گئی۔

''مجھے یوں اکیلے نہیں نکلنا چاہیے تھا اس شدید بارش اور طوفانی موسم میں میرے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے اور یہاں مجھے بچانے والا بھی کوئی نہیں۔'' اس کے خوف میں نہ صرف اضافہ ہو رہا تھا بلکہ سردی اور کچھ بارش سے بھیگے ہونے کے باعث اس کا پورا وجود کپکپا رہا تھا۔

بارش اسے بہت پسند تھی وہ دیوانی تھی بھیگے موسم کی مگر اس دیوانگی کا نتیجہ کبھی یوں بھی نکل سکتا تھا کب سوچا تھا، اپنے نرم گرم بستر پہ لیٹے چائے کا مگ تھامے ڈرائی فروٹ اور پکوڑوں سے لطف اندوز ہوتے اس کے لئے بارش کتنے اچھے معانی رکھتی تھی جب وہ فیورٹ میوزک سنتے ہوئے اپنے کمرے کی گلاس ونڈو سے ٹپ ٹپ گرتی بوندوں کو دیکھا کرتی تو کتنا خوش ہو کر مسکراتی تھی اور اب اسے یہ موسم ذرا اچھا نہ لگ رہا تھا بلکہ اپنی بے بسی و بے چارگی پر رونا آ رہا تھا۔

ایک تو طوفانی موسم کا لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتا جھکڑ، بڑھتا اندھیرا پھر اور بارش کے زور سے ہلتے بھیگتے پتوں کی پراسرار شائیں شائیں مستزاد زور، زور سے کڑکتی آسمانی بجلی یہ سب اجزاء مل کر منظر کی ہیبت ناکی اور اس کی پریشانی میں اضافہ کر رہے تھے، خوف، ڈر اور سردی سے کانپتی وہ ایک قدرے گھنے درخت کے تنے سے لگ کر کھڑی ہو گئی اور خود کو کوسنے لگی۔

''کیا ضرورت تھی بنا سوچے سمجھے، بغیر موسم کا لحاظ کیے ریسٹ ہاؤس سے نکلنے کی، اتنی تیز بارش میں مسلسل بھیگتے رہنے سے تو میں سردی سے ہی ٹھٹھر کر مر جاؤں گی۔'' اس کی ہراساں نگاہوں میں بڑے بڑے آنسو تیرنے لگے۔

''اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے شہر یار تمہیں خدا سمجھے۔'' وہ اسے بھی کوسنے لگی خائف و ہراساں سی۔

''یہ بارش بھی لگ رہی ہے ساری آج برسنی ہے اور یہ بجلی کی اتنی خوفناک کڑک، یا اللہ مجھے بچا لے، اتنی بے بسی کی موت وہ بھی اپنے مما پاپا سے دور اور بنا شہر یار کا کریا کرم کیے نہ اللہ میاں جی اس ایک شخص سے بدلہ لینے کا موقع تو دیدے پھر بھلے اٹھا لینا مگر یوں بھری جوانی کی موت ابھی میں نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے شادی تک تو ہوئی نہیں میری۔'' ڈرتے ڈرتے وہ اپنے رب سے بھی شکوے کر رہی تھی کہ یکا یک تیز آسمانی بجلی کی ایسی گونجدار کڑک ہوئی اس کے اعصاب فوراً سے پیشتر خوف اور دباؤ کا شکار ہوئے بہت لرزتے ہوئے اس نے آیت الکرسی اور درود ابراہیمی، کا ورد شروع کر دیا کلام الٰہی سے خوف و وحشت نے ٹھٹھرتے اعصاب کو کچھ ڈھارس ملی تو اس نے سہمی ہوئی نگاہیں اٹھا کر اپنے ارد گرد دیکھا نہ تو بارش کی رفتار میں کچھ کمی ہوئی تھی اور نہ ہی طوفان کے پلٹنے کا کچھ ارادہ لگ رہا تھا ایسے میں اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے، یہیں پہ رک کر اپنی متوقع موت کا انتظار یا واپس جانے کا قصد کر کے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش، مگر وہ کون سا اس جنگلی راستے سے واقف تھی پھر اسے تو اپنے آنے کا راستہ بھی بھول چکا تھا اور اب موسم کے خراب تر ہوتے تیور بارش کی بدترین بوچھاڑ ایسے میں کچھ سوجھتا تو کیا بس اعصاب کشیدہ ہو رہے تھے۔

''کیا ضرورت تھی اس بدتمیز شخص کی باتوں پہ غصہ کرنے یا منہ اٹھا کر چل دینے کی، اسے کیا فرق پڑا ہو گا، اذیت میں تو تم گرفتار ہو مصیبت تو تم نے اٹھائی ہے۔'' ایک بار پھر خود کو بے بس محسوس کر کے وہ اپنے آپ کو لعن طعن کرنے لگی۔

''اس بد دماغ شخص کو کیا پتا ہو گا میں کس آفت کا شکار ہوں، اس نے کون سا مجھے ڈھونڈنے کی زحمت کی ہو گی، الٹا شکر ادا کیا ہو گا کہ جان چھوٹی، مگر میں اتنی آسانی سے تمہاری جان چھوڑنے والی نہیں ناکوں چنے نہ چبوا دیے تو میرا نام بھی سعیہ خان نہیں۔'' اس نے اشتعال کی خفیف سی لہر کے زیر اثر مٹھیاں بھینچیں۔

''مگر یہ سب تو تب ہو گا جب میں یہاں سے صحیح سلامت نکلی، رب جانے مجھے زندہ جانا نصیب بھی ہو گا کہ نہیں۔'' وہ پھر سے خدشات میں گھرنے لگی۔

''اگر اس نے مجھے تلاشنے کی کوشش کی اور میں اسے نہ ملی تو کیا ہو گا؟ اگر میری لاش ملی پھر..... وہ کیا کرے گا؟ کیا جواب دے گا گھر میں، کون سی کہانی گھڑے گا، کون سا جھوٹ بولے گا کہ جس سے سب مطمئن ہو جائیں، تسلی دی کو کن الفاظ کا سہارا دے گا؟ اور میرے یوں ایکدم سے غائب ہو جانے کو کس انداز میں لیا ہو گا، کیا کیا سوچا ہو گا؟'' وہ جیسے ڈھے سی گئی اس آخری سوچ نے خود اس کا مشکوک انداز سے پیش کیا تھا اور اپنے شفاف کردار کو شک کی گرد سے لپیٹنا کب گوارہ تھا اسے وہ تو خود کو سو احتیاطوں سے سنبھال کر رکھنے والی لڑکی تھی، اب دنیا اس کی طرف انگلی اٹھا کر کچھ بھی کہہ سکتی تھی۔

اس کے دل کے آس پاس شدید بے بسی پھیل گئی گھٹنوں میں سر دیئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''شہر یار حد سے زیادہ بدگمان ہو گا اور اسی بدگمانی تلے کھڑا جانے مجھے دیکھنے آتا بھی ہو گا کہ نہیں، یا اللہ وہ اک شخص خواہ کیسا بھی ہے ذرا دیر کو رحم ڈال دے اس کے دل میں میرے لئے، مجھے ڈھونڈتے ہوئے وہ ادھر آ نکلے کسی طرح مجھے یہاں سے نکال دے میرے مولا، مجھے بچا لے، شہر یار تم کہاں ہو پلیز تم ہی آ جاؤ پلیز ہیلپ می۔'' یہ خوف و بے کسی کی انتہا تھی کہ وہ ساری تیزی طراری بھلائے ہر خفگی و ناراضگی کو پس پشت ڈالے اس شخص کی مدد کی طلب گار ہو رہی تھی عام

حالات میں جس کا نام سننا بھی گوارا نہ تھا۔

دل خوف وخدشات کی ایسی دبیز چادر میں لپٹا تھا کہ اپنے اللہ سے محو دعا ہونے کے باوجود نہ اسے اپنے لئے شہریار کے نرم دل ہونے کا یقین تھا نہ کسی غیبی امداد کا پھر بھی آنکھوں سے نمکین پانیوں کا سیلاب بہاتے وہ بڑے بے بس انداز میں دعا گو تھی، حالانکہ بارش کے زور اور سردی کی شدت کی وجہ سے احساسات واعصاب برف کی سل بن چکے تھے آتا جاتا سانس بھی دھڑکنوں میں کپکپی پھیلاتے خون منجمد کر رہا تھا، اندھیرا، بارش، طوفان وبجلی کے ساتھ خوف ودہشت اور اعصابی وباؤ کتنا شدید تھا مگر ان سب کے بیچ جینے کی اک موہوم خواہش اسے کتنا تڑپا رہی تھی۔

''مما، پاپا کہاں ہیں آپ دیکھیں آپ کی لاڈلی اکلوتی اولاد کس بے چارگی و بے بسی میں گھری ہے، شہریار تم تو مجھے کبھی تکلیف میں دیکھنے کے خواہاں نہ تھے میری مسکراہٹ اور خوشی تمہیں کتنی عزیز تھی آؤ دیکھو میں دکھ اور تکلیف، خوف وڈر کے سایوں میں دگرگوں ہوں، مجھے بچالو شہریار پلیز مجھے بچالو۔'' دل کی تمام تر شدتوں سے اس نے دعا کرتے ہوئے اس نے جس شخص کو پکارا تھا اسی سے چند گھنٹے پہلے وہ شاید سب سے زیادہ خائف تھی مگر موت کا خوف جیسے ساری خفگی کو محو کر چکا تھا یاد تھی تو صرف وہ اذیت جو ڈر کا ناگ بن کر اسے ڈنگ رہی تھی۔

☆☆☆

''خلوص، رواداری، اخلاص، مہر ووفا کتنی کتابیں بھری پڑی ہیں ان الفاظ سے اور کیا حقیقت ہے ان الفاظ کی، خلوص کا تقاضہ تو یہ ہے کہ کہ جنہیں آپ عزیز رکھیں دور تک ان کی بہتری کا سوچیں، مگر یہ کیسا خلوص تھا کیسی اپنائیت تھی کیسی بہتری تھی جو سانسوں میں الاؤ دہکا رہی تھی، رشتے تو دوسراہٹ کا بڑا توی احساس دلاتے ہیں اپنائیت کی میٹھی اور ٹھنڈی چھاؤں بخشتے ہیں یہ رشتے غیریت اجنبیت اور بیگانگی میں کیوں بھیگے ہوئے تھے، یہ واحد رشتے جو تم سے منسلک ہو کر مجھے ملے تو ہر دکھ میں مرتے ہوئے پھر سے جینے کا احساس انہی رشتوں کو دیکھ کر بڑھتا تھا اور یہ رشتے، یہ تو تپتی دھوپ میں مسافتوں کا دکھ بڑھا گئے، اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ اور، اور یہ کچھ اور کا بھید کھلا ہے تو کتنا دکھ دے رہا ہے۔'' وہ چلتے چلتے جیسے سسکی تھی۔

''وہ جینے، خوشیاں پانے اور تمہارے ساتھ یہ لمبا سفر بتانے کی آرزو جیسے دم توڑنے لگی ہے اور قسمت کا خالی پن مجھے ڈرا رہا ہے، وہاج حسن کہ میں مادیت پرست چہروں کے درمیان گھری تمہیں کھوجتی ہی نہ رہ جاؤں، اگر چہ محبت رائیگاں نہیں جاتی مگر خواہشات بدل لیں یا ترجیحات تبدیل ہو جائیں تو دل کی توجہ بھی بٹ جاتی ہے اہم لگنے والے جذبے نامحسوس طور پر غیر اہم ہونے لگتے ہیں اور وہ لوگ، وہ شخص، یا محبت جسے ہم اپنی زندگی کا سب سے دلکش، خوبصورت زاویہ سمجھتے ہیں وہ چپکے سے رخ پھیر لیتا ہے، تو کیا اپنے گھر والوں کے رویے سے اثر لے کر مجھ سے بھی رخ پھیر لو گے۔'' وہ رک گئی دل میں اچانک درد سا اٹھا تھا سڑک سے ذرا دور فٹ پاتھ کے کنارے دھریک کے گھنے درخت کے تنے سے لگ کر اس نے اپنا منہ کھولتے ہوئے چند گہرے سانس لئے تھے۔

''مجھے معلوم ہے محبت ظالم ہے نہ محبت کا خدا ظلم تو حالات و واقعات یا خود انسان کرتا ہے

ایک دوسرے پر، تو کیا کسی کا ظلم یا مطلب پرستی میری حرماں نصیبی کا باعث بن سکتی ہے۔'' آنسوؤں کی لہر اس کی شربتی آنکھوں میں آرکی۔

''محبت مجھے صنوبری شاخوں کی طرح پھلتی پھولتی اچھی لگتی ہے سکڑتی سمٹتی نہیں اپنے گھر کو میں نے ٹوٹتے بکھرتے دکھوں کا بار سہتے خوشیوں، رشتوں سے محروم ہوتے دیکھا ہے، رشتوں کا ٹوٹنا مجھے بہت دکھ دیتا ہے وہاج، رشتے تو اپنائیت اور خلوص کے جذبوں سے گندھے ہی اچھے لگتے ہیں، لیکن اپنائیت اور خلوص ہی ناپید ہو جائیں تو بنے بنائے گھر ٹوٹ جاتے ہیں اور تم جانتے ہو نا گھر بنانے کا مجھے کتنا شوق ہے تمہارے ساتھ گھر بنانے لائف شیئر کرنے اور تمہیں اپنا بنانے کی خواہش نے کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا، اب گردش زمانہ نے یہ خواہش رد کر دی تو.....'' آنکھوں میں رکے آنسو ریشمی پلکوں کی باڑھ پھلانگتے ہوئے رخساروں پر پھسل آئے۔

''کانچ جیسے نازک جذبے، تتلیوں کے رنگین پروں جیسے نرم روخواب اعتبار کے رشتے سے جڑ جائیں تو بڑے انمول ہو جاتے ہیں اور انسان اعتبار کی اک حرارت سے جی اٹھتا ہے مگر جب جذبات پہ زمانہ ساز محبتیں خون سے جڑے رشتے غالب آنے لگیں تو نہ جذبہ رہتا ہے نہ محبت و اعتبار..... کہیں آ کر گماں کی حدوں سے پرے یقین کے پاس پاس تم کسی مجبوری تلے کھڑے ہو کر میری چاہتوں کی بخشش پر پانی پھیر گئے تو......''

''نہیں وہاج پلیز تم ایسا مت کرنا تمہیں اس محبت کی قسم جو تم مجھ سے کرتے ہو۔'' اس نے تڑپتے ہوئے سوچا تھا پھر ایکدم سے گزرتی گاڑیوں اور اپنی پوزیشن کا خیال آیا تو دوپٹے کے کونے سے چہرہ صاف کرتے ہوئے وہ خود کو سنبھالتی تیز قدموں سے چلتی سڑک کنارے آئی اور سامنے سے آتی ٹیکسی کو اشارہ کیا، گھر آ کر بھی اس کی ذہنی حالت انتشار کا شکار تھی خالہ اور ان کی بیٹیوں کا رویہ یاد آئے جا رہا تھا اور دل میں درد کا احساس ہلکورے لے رہا تھا یہی تو وہ لوگ تھے جو بھری دنیا میں اپنا سب کچھ لگتے تھے انہی کے مان پہ تو وہ دشت غم کا صحرا پاٹنے کو تھی مگر انہی لوگوں کا رویہ ایسا دکھ دینے والا تھا کیا انہیں وہ وقت بھول چکا تھا جب وہ اپنے پیٹ کاٹ کر انہیں کھلایا کرتے تھے ان کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھ کر ان کے لئے سکھ اور خوشحالی کا موسم مانگا کرتے تھے اور اب یہ موسم آیا تو اپنے مفاد اپنی ترجیحات عزیز ہو گئی تھیں اور رشتے ناطے بوجھ لگ رہے تھے۔

''کبھی تم لوگ بھی ایسے بوجھ تلے دبے تھے ہما تمن اور یہ بوجھ ہم اٹھاتے رہے تھے ہم اپنے کاندھوں پر ہمارے سانس تو اتنی جلد بوجھل نہ ہوئے تھے، ہم نے تو یوں واویلا نہ شروع کیا تھا، تم لوگ ذرا سی دیر میں گھبرا گئے سچ ہے کسی کے ساتھ نیکی کرتے ہوئے بدلے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ نیکی کا بدلہ صرف خدا دیتا ہے انسان نہیں، تمہارا بھی اس میں کوئی قصور نہیں یہ دور ہی ایسا ہے عجب نفسا نفسی کا کہ کسی کو کسی کا احساس نہیں جو بھی آتا ہے یہی چاہتا ہے کہ سامنے والے کو دھکا دو اور اپنے لئے جگہ بناؤ پھر غریب کی کھال تو ویسے بھی پرانے کھٹارا ٹرک جیسی ہوتی ہے جسے جتنے چاہے زخم لگا لو کون سا پتا چلتا ہے وہ تو پہلے پیوند زدہ ہوتی ہے۔'' وہ اپنے بستر پر لیٹی اپنے ہاتھ کی لکیروں کو غور سے دیکھنے لگی۔

''مجھے کب معلوم تھا کہ حالات کبھی ایسا بھی رخ اختیار کریں گے میں تو ہمیشہ خود کو دینے

والوں میں شمار کیا کرتی تھی کسی کی مدد کرنا اسے خوش پرسکون دیکھنا کتنا اطمینان بخش تھا میرے لئے اور میں نے تو کبھی کسی کی آس پر رہنا گوارا نہیں کیا کبھی کسی کے ہاتھوں کی طرف نہیں دیکھا، میری تو ہمیشہ سے دعا رہی ہے کہ اللہ سب کو سکھ خوشحالی دے عالم کل کو ہر پریشانی سے بچائے اور کسی کے صدقے میں ہم پر ہمارے گھر پر بھی رحم کرے، تم لوگوں سے مدد کی کبھی طلبگار نہ تھی نہ ہوں اور نہ میں نے خود کو آرام سے رہنا دوسرے کو اذیت دینا سیکھا ہے ہر ممکن حد تک اپنا بوجھ آپ اٹھانے کی دعا اور کوشش کی ہے۔'' وقت پڑنے پر کتنے ہی مخلص نظر آنے والے لوگ ہوں سرد مہری اور بے اعتنائی کا خول چڑھا لیتے ہیں اور ان سے خون کا رشتہ بھی ہو تو ان کی بیگانگی کی حقیقت تسلیم کرنا بڑا دکھ دیتا ہے اس کے سامنے یہ حقیقت گزشتہ چند مہینوں میں بار بار آئی تھی اور ہر بار یہ حقیقت تسلیم کرتے ہوئے اسے پہلے سے بڑھ کر تکلیف ہوتی تھی، اسے کچھ دن پہلے کہے ہوئے جویریہ کے الفاظ یاد آ رہے تھے جب وہ کہہ رہی تھی۔

''اب میں نے دوسروں پر بھروسہ رکھنا اور سہارے کے لئے دیکھنا چھوڑ دیا ہے آپ بھی چھوڑ دیں ریبا آپی اور صرف اتنا یاد رکھیں کہ ہم اکیلے ہیں اور ہم کو سب اکیلے برداشت کرنا ہے۔''

''تم ٹھیک کہتی تھی جویریہ ہم واقعی اکیلے ہیں بالکل اکیلے اور اپنا بوجھ ہم کو خود اپنے کاندھوں پر اٹھانا ہے بنا کسی آسرا تکے، بنا کسی کو جتلائے اپنی ڈگمگاتی کشتی حیات خود کنارے سے لگانی ہے صرف اپنے حوصلے اپنی ہمت پر۔'' اس نے خود کو سمجھاتے ہوئے چہرہ صاف کیا مگر آنسو تھے کہ بنا رکے بہتے چلے آ رہے تھے خوامخواہ ہی۔

ہم نے سوچ لیا ہے
اب کچھ بھی ہو جائے
سرزمین دل پر
کیسی ہی اذیتیں اتریں
وجود شکست وریخت کی
زد میں آ جائے
سانسیں جھلنے لگیں
یا پاؤں کے نیچے سے
زمیں کھسکنے لگے
آنکھوں میں اشکوں کی
اتر آئیں باراتیں
تڑپتے ہوئے تنہا گزاریں راتیں
خوشی کی رسم آئے کوئی
یا تہوار سب دکھ میں کاٹیں
اس سفر میں چلنا اب دوبھر ہو جائے
ہوا جسم وجاں میں کانٹے بو جائے

یا پھر ہر جذبہ ہر خوشی کھو جائے
سہہ نہ پائیں جدائی کی ساعتیں
یا پھر یاد آئیں تیرا چہرا تیری باتیں
ہم نے سوچ لیا ہے
اب کچھ بھی ہو جائے
تم سے کچھ نہیں کہنا
تم سے کچھ نہیں کہنا

☆☆☆

''محنت، اتفاق، حق تلفی وہ مشترکہ لفظ ہیں جو زندگی میں ناکام رہنے والے لوگ کثرت سے استعمال کرتے ہیں اگرچہ انہیں اپنی صلاحیتیں منوانے کے کئی مواقع ملتے ہیں لیکن یہ مواقع وہ اپنی کم ہمتی، غلط فیصلوں یا کمتری کے احساس کے باعث گنوا دیتے ہیں ایسے لوگ ہمیشہ اس کا الزام دوسروں پر رکھتے ہیں، جیسا کہ تم نے کیا اپنی ہر ناکامی، پریشانی، یا حق تلفی کا الزام معاشرے، دوستوں یا رشتوں کو دے کر بری الذمہ ہوتی رہیں اور یہ سوچ کر کہ بس اب ہم کچھ نہیں کر سکتے کام کو ادھورا چھوڑتی رہیں اور یہ رویہ نجات کا باعث نہیں بن سکتا۔''

کیتھرین ایک بار پھر بڑی دلجمعی اس کے سامنے اس کی شخصی کمزوریاں بیان کر رہی تھی اور وہ تحیر و استعجاب سے سن رہی تھی۔

''دماغی الجھنیں، تناؤ، دباؤ، پریشانی و دکھ تو زندگی کا حصہ ہوتے ہیں انہیں شیئر کرنا برداشت کرنا اور حوصلہ سے گزارنا اضطرابی و بحرانی کیفیت کا شکار ہونے اور روزمرہ روٹین کو ڈسٹرب ہونے سے بچانا ہے، ناکامی کا خوف سب سے بڑا دشمن ہے انسان کا اور خوف کے شکنجے میں زندگی گزارنے والے اپنی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ نہیں کر پاتے، جیسے تم نہیں کر پائیں جانتی ہو کیوں؟'' کیتھرین نے خاموش ہو کر کچھ دیر اسے غور سے دیکھا۔

''کیوں؟'' اس کے لبوں سے اک سرسراتی آواز نکلی تھی۔

''کیونکہ تم نے ایسا چاہا ہی نہیں۔'' کیتھرین صاف گوئی سے بولی۔

''کیا کوئی انسان مسلسل ناکام رہنا چاہتا ہے؟'' وہ احتجاجی انداز میں بولی۔

''بالکل، جو اپنی صلاحیتوں کو بنا جانچے اپنی مقصدیت سے بغیر مخلص ہوئے گومگو کی حالت میں سفر کرے وہ لازماً ہرٹ ہوتا ہے۔''

''تو کیا میں اپنے مقصد سے مخلص نہ تھی۔'' وہ جیسے رو دینے کو تھی۔

''ہوگی مگر تمہارا انداز فکر مثبت نہ تھا تم شروع سے اپنے مقصد کے ساتھ غصہ اور شدید انداز فکر ظاہر کرنے والی رہیں محنت اور کوشش تم نے کی بنا خوش امیدی رکھے اور خوش امیدی یا خود شناسی ایک ایسا وصف ہے جو آگے بڑھنے کے جذبے کو ہمیشہ قائم اور بیدار رکھتا ہے اور کسی بھی کام کو شروع کرنے سے پہلے مقصد ایسا جو واضح ہو خوش امیدی ایسی جو کامیابی کا حصول نزدیک تر کر دے اولین سیڑھی ہے حصول وتلاش میں جیتنے کی، خود کو جان کر دوسروں کی خواہشات وضروریات کا

بھی ادراک ہوتا ہے اور آپ اپنے سے وابستہ لوگوں سے بھی بہتر رویے کا مظاہرہ کر سکتے ہیں اور تم اپنے سے وابستہ سبھی افراد کو ناراض کرتی آئیں اپنے غلط طرز عمل سے دنیا میں برتری افرادی قوت کو ہے تن تنہا کوئی انسان اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتا کر سکے تب بھی انداز فکر مثبت اور طرز عمل متوازن ہو کر ہی سب ہوتا ہے اور اسی کا اثر کردار اور ذہنی نشو ونما پر پڑتا ہے۔"

"میں مانتی ہوں بہت زیادہ میرے انتہا پسند اور شدت پسند رویے نے مجھے نقصان سے دو چار کیا ورنہ شاید میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی۔" اس نے زندگی میں پہلی بار کسی کے سامنے نادم ہو کر اپنی فکری کینٹس اور خود ساختہ ناکامی کا اظہار کیا تھا اور یہ رویہ ایک مثبت تبدیلی تھی جو کیتھرین کو بے ساختہ خوش کر گئی مگر اپنی خوشی کا اظہار کیے بغیر وہ سنجیدگی سے بولی۔

"قدرت نے انسان کو خواہ کتنی ہی تخلیقی صلاحیتوں سے نوازا ہو لیکن جب تک آپ میں ان میں سے قابل عمل اور معقول خیالات کا انتخاب کرنے کی صلاحیت موجود نہ ہو، تو اس وقت تک حوصلہ افزاء نتائج برآمد نہیں ہوتے، تمہیں اپنے خیالات کی جانچ پڑتال کے عمل کو تنقیدی نگاہ سے دیکھنا ہے مطلب اپنا راستہ متعین کرنے کے لئے فیصلہ کرنا ہے کہ کون سے خیالات مفید ہیں اور کون سے خیالات غیر متعلقہ یا کامیابی کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں اشتعال پیدا کرتے ہیں اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، ایک تحقیق کے مطابق جب کوئی فرد کسی ناکامی سے بہت زیادہ خوفزدہ ہو جاتا ہے تو اس کی سروائیو ڈیمانڈ متاثر ہونے لگتی ہے اور تمہیں سب سے پہلے اپنے اندر کے خوف کو شکست دینی ہے، ایک اچھی بہتر اور پر لطف زندگی گزارنے کے لئے اپنے اسٹریس کو منتظم کرنے کی ضرورت ہے، اسٹریس ہے کیا؟ بنیادی طور پر یہ ہماری زندگی کا اور اطراف کے ماحول میں تبدیلی کا ردعمل ہوتا ہے اور منفی اور مثبت دونوں طرح کا ذہنی دباؤ ہو سکتا ہے، مگر تمہیں حقیقت پسندانہ تفکر کو استدلال پہ لاتے ہوئے خود شناس بننا ہے اگر تم سمجھتی ہو کہ یہ کام، چیز یا مقصد تمہارے لئے مفید ہے تو پھر منفی خیالات کی نہیں اپنی پسند کی پرواہ کرو کیونکہ تمہاری زندگی میں کامیابی و ناکامی کا دار و مدار تمہارے طرز فکر اور عمل پر ہے لوگوں پر نہیں، اس لئے خود شناس ہونا ایسے مواقع پر کام کو سادہ، عام فہم اور دلچسپ تر بنا دیتا ہے، اسی قسم کے تفکر کی مدد سے حقیقی دنیا کے مسائل حل کیے جاتے ہیں اور کامیاب زندگی گزاری جاتی ہے اپنی ذہنی تفتیش و جستجو سے اپنے اندر خوابیدہ و خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرو، اپنے مقصد میں خود کفیل ہونا ہے تو کھلنڈرے ضدی اور روایتی انداز میں نہیں سخت اور مسلسل محنت سے اپنے خیالات تصورات نظریات کو جانو خود شناسی کا شعور بحال کر کے اپنے کام اور طرز عمل سے بہتر طور پر مستفید ہو۔"

"یہ تب اتنا آسان ہر گز نہیں ہے کیتھی خاص کر میرے جیسی لڑکی کے لئے جس کی قوت مدافعت کم ہو اور جو بارہا نقصانات کا بوجھ اٹھا چکی ہو۔" وہ قدرے مایوسی اور بے دلی سے بولی تھی۔

"جب تک ہم اپنی مشکل کو خود آسان کرنے کا عزم نہیں کرتے وہ آسان نہیں ہوتی میں نے پہلے بتایا ناں کہ خوف تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے اور اداسی سب سے بڑی ناکامی، تمہیں اپنے اندر سے ان دونوں چیزوں کو باہر نکالنا ہے تبھی تم مثبت اور صحت مند تفکر و زندگی کے لئے خود کو تیار کر

سکو گی، خود کو پر امن و پر سکون، مضبوط کرو اپنے مائنڈ باڈی سسٹم سے ہی اپنے لئے خوشی اور صحت کو تخلیق کرو، یقین کرو اگر تم اپنی خوشیوں و بھلائی کی خواہاں ہو تو اپنی Positive skirt کو ظاہر کرو، تمہیں اپنے مقصد سے پیار ہے تو اس سے جڑ جاؤ پوری دلجمعی شوق اور اچھے خوش امید حوصلہ افزاء خیالات کے ساتھ پھر تمہیں بالکل واضح تصویر نظر آئے گی کہ کون سی چیز تمہارے مقصد کے حصول کے لئے معاون ہیں۔"

"مقصد کبھی تھا جسے گنوا دیا اب میں اپنے جینے کا کوئی مقصد نہیں رکھتی۔" وہ دھیرے سے بولی تو لہجہ شکست خوردہ تھا۔

"اگر مقصد سچا، ستھرا یا اچھا ہو تو کہیں گم نہیں ہوتا اور تمہارے زندہ رہنے کا بھی ایک مقصد ہے جو پورا ہونا ہے اور خدا اس کے پورا ہونے کے وقت تک تمہیں زندہ رکھنا چاہتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اب تک بچ نہ پائیں بہت پہلے ہی یہ دنیا چھوڑ چکی ہوتیں، تمہارا بار بار بچا لیا جانا اسی بات کی دلیل ہے کہ تم کسی معجزے کسی آسمانی عطا کے نتیجے میں کسی مقصد کے لئے زندہ ہو اور قدرت ہر چیز ہر انسان کو کسی نہ کسی مقصد کے لئے ہی پیدا فرماتی ہے معمولی چیونٹی سے لے کر طویل ہیبت ناک پہاڑوں تک کوئی شے فضول یا بے کار نہیں تو تم کیسے ہو سکتی ہو جسے خدا نے سماعت و بصارت کا حسیات کے ساتھ عضلات و شعور کا ادراک بھی بخشا تو یقیناً وہ تم سے کچھ کام لینا چاہتا ہے جو تم بار بار موت کے منہ تک جا کر پلٹتی رہیں البتہ اپنے اس جینے اور زندگی کے مقصد کو کھوجنا خود ہے، مگر خود کو بھی نقصان نہ دینے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچانے کے عہد کے ساتھ، اس میں کوئی برائی نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ انہیں آپ سے کیا سلوک روا رکھنا چاہیے مگر غلط اور منفی طریقہ کار سے نہیں، یہ صرف وسائل اور وقت کا ضیاع ہے، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ ان لوگوں سے گفتگو کریں جو آپ کو بہتر صلاح دے سکتے ہیں، بے لوث، محبت کرنے والے، ہمت افزائی کرنے والے لوگ جو روشنیوں اور اندھیروں کا فرق بتا سکیں۔"

"کتنی تشویش، محبت اور جذباتی وابستگی ہے اس کو میرے ساتھ؟ یہ سب طریقہ نفسیاتی ٹریٹمنٹ ہے یا واقعتاً یہ میرے لئے فکر مند ہے؟ اس کے بتائے طریقے کہے گئے الفاظ پہ غور کروں یا اپنی ناکامیوں کو گلے لگا کر ماتم کرتی اپنے وقت و زندگی کو برباد کروں۔" ماریا اک گہرے ادراک میں غرق تھی جسے کیتھرین کے لہجے نے توڑا۔

"جس طرح منفی احساسات آپ کے جسم کے لئے برا کردار ادا کرتے ہیں اور بیماری کو دعوت دیتے ہیں، اسی طرح مثبت احساسات اور سوچیں آپ کو خوش کرتی ہیں آپ کی شخصیت کی صحیح تعبیر کرتی ہیں اور آپ کو پر جوش اور صحت مند بناتی ہیں تو تجربہ کر کے دیکھ لو۔"

وہ کچھ دیر یونہی بنا پلک جھپکے اپنے سامنے بیٹھی کیتھرین ڈیوڈ کو دیکھتی رہی پھر ایکدم سے مسکرا دی گویا کہہ رہی ہو۔

"میں تجربے کے لئے تیار ہوں۔"

☆☆☆

موسم کے تیور بے حد خراب تھے تیز طوفانی بارش نے ہر شے کو بوچھاڑ میں لیا ہوا تھا، ٹیا لے

بادلوں نے اندھیرا سا پھیلا دیا تھا دن کے وقت بھی بہت عجیب اور پراسرار سا ماحول ہو رہا تھا، ایک تو بادلوں کی بجلی کی چمک پھر موسلا دھار بارش اور سرد یخ بستہ ہوا، شہریار نے کئی آوازیں دیں اس کا نام لے کر مگر جواب ندارد۔

''جانے وہ بیوقوف کہاں ہوگی، ہے بھی ڈرپوک سی کہیں خوف کھا کر بے ہوش نہ پڑی ہو یا کسی حادثے کا شکار نہ ہوگئی ہو۔'' اس کا دل ایکدم سے پریشان سا ہوا تو وہ بے طرح بے چین سا ہو کر ادھر ادھر دوڑتے بھاگتے اونچی آواز میں پکارنے لگا۔

''سنعیہ...... سنعیہ کہاں ہو تم؟ سنعیہ پلیز لسن ٹو می، سنعیہ اگر تم کہیں آس پاس ہو تو مجھے جواب دو تاکہ میں تمہارے پاس آسکوں۔'' مگر جواب میں مکمل خاموشی تھی وہ حقیقتاً خدشات میں گھرنے لگا تھا۔

اچھی خاصی مصیبت میں پھنس چکا تھا وہ اس بدمزاج لڑکی کے باعث اگر اس کو کچھ ہو گیا تو یقیناً یہ شہریار کے حق میں برا تھا وہ بہت آکورڈ پوزیشن میں پہنچ چکا تھا حالات منفی رخ اختیار کر لیتے تو، اس سے آگے سوچنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔

''ایک دفعہ مل جائے تو ایڈونچر کا ایسا مزا چکھاؤں گا ہمیشہ یاد رکھے۔'' وہ لب بھینچتا غصہ سے مٹھیاں بنانے لگا پھر کچھ دیر بعد ایک طرف کو جاتے ہوئے لبوں کے دائیں بائیں ہاتھ لگا کے پہلے سے بھی بلند آواز میں پکارا تھا۔

''سنعیہ...... سنو، سنعیہ لسن می۔''

مگر بارش کی تیز بوچھاڑ اور ہوا کی سرسراہٹ کے شور میں اس کی آواز زیادہ دور جا ہی نہ پا رہی تھی وہ جیسے انتہائی بے بس سا ہو کر دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے رو دینے والا ہونے لگا۔

اس کی خواہش محبت اور زندگی کا سب سے خوبصورت اور دلکش خزانہ تھی وہ جس سے سارے خواب بندھے تمام خوشیاں لپٹی تھیں کیا حوالہ تھا اس سے، کیا معنی رکھتی تھی وہ اس کی ذات کے لئے، سنعیہ کی زندگی اور خوشی اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی، کیونکہ اس کی نظر اور دل میں مقام خاص پہ فائز وہ بڑے محبوبانہ انداز سے قابض تھی اور جاں کی مانند عزیز تھی، رگ جاں کے اتنے نزدیک کہ اس کے بغیر سب کچھ ہیچ لگتا، اسے کتنا چاہتا تھا وہ اس کے ساتھ کی کتنی تمنا رکھتا تھا اور اگر اسے کچھ ہو گیا تو...... شہریار کے دل و روح پہ جیسے قیامت سی اترنے لگی اس کی دلنشین آنکھوں کے کنارے سرخ ہونے لگے ضبط سے پھر ان میں بڑی آہستگی سے نمی اترنے لگی اور عین اسی لمحے بجلی کی چمک نے دور کہیں روشنی ڈالی تو ایک سایہ سا لہرایا تھا وہ وہم تھا یا حقیقت مگر وہ اسی اوڑھ لپکا تھا بھاگتے ہوئے اور کچھ دیر بعد وہ وہاں پہنچ چکا تھا گٹھری سا وجود جو بڑے سے درخت کے نیچے گھٹنوں میں سر دیئے شاید ہچکولے کھا رہا تھا ملگجی سی روشنی میں کپڑوں کے کلر سے وہ سنعیہ ہی لگی تھی، شہریار لمحہ بھر کو ہچکچایا تھا اسے پکارتے ہوئے پھر یکدم کسی فیصلے پہ پہنچتے ہوئے اس نے ذرا سا جھک کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بہت بے تابی سے پوچھا۔

''سنعیہ!'' تو اس کی دھڑکنیں رک سی گئیں، وہ شاید خوف، دہشت اور اعصابی دباؤ کے تحت

بری طرح گھبرا کر چیخی۔

''سو نو ٹیک اٹ ایزی میں ہوں شہریار۔'' وہ اسے دلاسہ دینے لگا تو اس نے بے طرح چونک کر آنکھیں وا کیں پھر پوری آنکھیں کھول کر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

''شہریار!'' اس کی رکی ہوئی دھڑکنیں ایکدم سے رواں ہوئی تھیں اور ساری حسیات جیسے پل بھر میں جاگ اٹھیں اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہونے لگیں۔

''تم ٹھیک تو ہو ناں۔'' اسے دونوں شانوں سے تھام کر کھڑے کرتے ہوئے وہ بولا تو اس کے ضبط کی ساری طنابیں ٹوٹ گئیں، اس کے فراخ سینے پہ سر رکھتے ہوئے وہ بری طرح رونے لگی، شہریار کے دونوں بازو اس نے اپنے ہاتھوں میں جکڑ رکھے تھے جیسے اس کے چلے جانے کا ڈر ہو، یہ کوئی اس کے دل سے پوچھتا کہ شہریار کا اس وقت وہاں پہنچنا اس کے پاس ہونا کتنی بڑی نعمت تھی سنعیہ کے لئے، وہ پل بھر میں جیسے ہر خوف، ڈر اور خدشے سے آزاد ہو گئی تھی۔

اور شہریار جسے اس کی حرکت پہ بے پناہ غصہ تھا بلکہ کچھ دیر پہلے پریشانی و اضطرابی کیفیت کے باعث اس کا اپنا ذہن بے حد خراب ہو رہا تھا، اب سنعیہ کی ڈری سہمی کیفیت دیکھ کر اسے کچھ بھی نہ کہہ پایا، اس کے لئے یہی بہت تھا کہ وہ زندہ سلامت تھی اور صحیح حالت میں مل گئی تھی اور اسے ٹھیک ٹھاک دیکھ کر ہی غصہ خفگی، اشتعال ساری بے چینی و پریشانی ہوا بنکر اڑ چکی تھی بس وہ چپ چاپ اس ملیح چہرے کے دلکش خدوخال دیکھ رہا تھا، اس کے مل جانے کے احساس کے اندر دل کی خوشی کے لمحوں میں جی رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اسے احساس ہوا کہ وہ نہ صرف سرتاپا بھیگنے کے باعث کپکپا رہی تھی بلکہ وہ خود بھی سرد تیز ہوا اور بارش میں بھیگنے کے باعث ٹھنڈ محسوس کر رہا تھا، اسے نرمی سے خود سے الگ کرتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''آؤ ریسٹ ہاؤس چلتے ہیں۔'' سنعیہ نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے ساتھ قدم بڑھانے شروع کیے، شہریار چونکہ یہاں کے علاقے سے واقف تھا سو اسے کیچڑ مٹی اور پانی سے بچاتے ہوئے قدرے صاف راستے سے گزار رہا تھا۔

''تم بری طرح کانپ رہی ہو دیر تک بارش میں بھیگے رہنے کے باعث ایسا کرو الماری سے میرے کپڑے نکال کر بدل لو۔'' بنا کسی خفگی غصہ یا شکوے کے سنجیدہ انداز سنعیہ کو ٹھٹکا سا گیا اتنا نارمل تو وہ کبھی نہ رہا تھا پھر اب...... کیا یہ بھی اپنا غصہ یا ناراضگی ظاہر کرنے کا کوئی انداز تھا، وہ پریشان نگاہوں سے دیکھتی الماری سے اس کا بلیک ٹراؤزر شرٹ لے کر واش روم میں چلی گئی گرم پانی سے شاور لے کر چینج کر کے وہ واپس کمرے میں آئی تو آتشدان میں لکڑیاں سلگ رہی تھیں کمرے میں رکھے سنگل بیڈ پر نرم گرم کمبل رکھا ہوا تھا ساتھ تھرمس میں گرم چائے بسکٹ، اسنیکس اور دو بوائل انڈے، اسے کتنی پرواہ ہے میری، خود پورا بھیگ چکا تھا مجھے تلاشتے ہوئے اور ابھی تک برآمدے میں اسی حالت میں بیٹھا تھا،

(باقی آئندہ ماہ)

دستِ مسیحا

فوزیہ غزل

سترویں قسط کا خلاصہ

گاڑی اور موسم خراب ہونے پر شہریار، سعیہ کو ریسٹ ہاؤس لے جاتا ہے وہاں عفنان علی خان سے رابطہ کرنے پر سعیہ پر اس کی دھوکہ دہی کھلتی ہے تو ابتر ذہنی کیفیت غصے و ناراضگی میں وہ ریسٹ ہاؤس سے چلی جاتی ہے۔

اریبہ اور جویریہ شہباز کی سگریٹ نوشی کا جان کر متفکر ہوتی ہیں، جبکہ والدہ کی ہیجانی کیفیت بھی بدستور ہے جس پہ ڈاکٹر انہیں علاج میں جلد بازی نہ کرنے کے ساتھ نرمی، توجہ اور محبت سے والدہ کو سمجھنے کا درس دیتی ہے۔

کیتھرین تشکیل عادات کے تحت ماریا پہ زندگی کا مثبت پہلو اجاگر کرتی جینے کا مقصد روشن کرتی ہے اس کی شخصی کمزوریاں سامنے لاتی ہے، اریبہ یونیورسٹی سے واپسی پہ وہاج کے گھر جاتی ہے تو خالہ اور کزنز کی گفتگو میں ان کے گھر پہ تنقید، بےزاری اور لاتعلقی کا رویہ دکھ دیتا ہے۔

خالہ کے گھر کا رویہ اریبہ کو پریشانی و بےبسی دیتا ہے تو وہاج کی ترجیحات میں اپنے وجود کے کھونے کا ڈرا سے اور خوفزدہ کرتا ہے۔

سعیہ کی تلاش میں پریشان شہریار جب مایوسی کی انتہا پر ہوتا ہے، تو وہ مل جاتی ہے، شہریار کو سامنے پا کر اس کے ضبط کی ساری طنابیں ٹوٹ جاتی ہیں، شہریار غصے کے باوجود اس کی کیفیت کے پیش نظر بنا کچھ کہے واپس ریسٹ ہاؤس لے آتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

اٹھارویں قسط

اس کے ہاتھ میں گھر کے کچن کا کچھ ضروری سودا سلف تھا، سیاہ چادر اپنے گرد اچھی طرح لپیٹے وہ سامان والا بھاری شاپنگ بیگ پکڑے گلی کی نکڑ مڑنے لگی تھی جب اس کے کانوں میں تیز آواز پڑی تھی۔

''اوئے بے ایمانی کرتا ہے شاہ میں نے پھینکا تھا تیرے پاس کدھر سے آ گیا۔'' جانی پہچانی آواز، بولنے کا انداز نا مانوس وہ بے ساختہ ہی دوپٹہ ذرا سامنے کے آگے کر کے دو قدم پیچھے مڑی اور پلٹ کر نگاہیں دوڑائیں، گلی کے وسط میں بنے تھڑے پہ تاش کے پتے ہاتھ میں لئے بیٹھا وہ بلاشبہ شہباز ہی تھا جس نے سامنے والے صدیق مینجر کے لڑکے کا گریبان پکڑ رکھا تھا اور اردگرد بیٹھے کئی اور آوارہ منش انہیں گتھم گتھا ہونے سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اریبہ کی نگاہیں جیسے اس منظر پہ جم سی گئی تھیں اسے کچھ دیر تو بالکل سکتہ سا ہو گیا تھا، پھر اس نے شاپنگ بیگ زمین پر رکھا اور یکدم آگے بڑھ کر شہباز کو بازو سے تھامتے ہوئے اپنی طرف کھینچا پھر لگاتار دو تین تھپڑ کھینچ کر اس کے چہرے پر مارے اور اسی طرح اسے بازو سے کھینچتی ہوئی گھر لے آئی داخلی دروازہ کھول کر اسے اندر دھکا دیتے ہوئے وہ آگے آئی تو پاؤں سے جوتی اتار لی جویریہ اور ربیعہ نے بہت حیرت اور اچنبھے سے اس صورتحال کو دیکھا تھا پھر اس سے بھی زیادہ حیرت اور اچنبھے کی بات ہوئی شہباز نے اچانک اریبہ کو مارنے کو اٹھایا ہوا بازو روک لیا تھا اور اسے پرے دھکیلا تھا، اریبہ اس جھٹکے کے لئے تیار نہ تھی، سو لڑھکتی ہوئی گری جویریہ نے اسے اٹھایا۔

''شہباز بی ہیو یور سیلف، آپی کتنی بڑی ہیں تم سے اور تم ان سے ہاتھا پائی کر رہے ہو۔'' وہ اب شہباز کو گھورتے ہوئے بولی۔

''بڑی ہیں تو ان سے کہو بڑی بن کر رہیں خوامخواہ تھانیدارنی بننے کی کوشش نہ کریں۔'' عجیب بدتمیز لہجہ تھا اور بدتمیز الفاظ جو اریبہ کو مزید طیش دلا گئے۔

''میں تمہیں جان سے مار دونگی تم کیا سمجھتے ہو تم جو مرضی کرو آوارہ بنو، تمہیں کوئی روکے ٹوکے نہ، بے شک ابو مر گئے مگر میں ابھی زندہ ہوں تم لوگوں کے سر پہ تمہیں اپنی من مانی کرنے نہیں دونگی۔'' وہ بپھرے ہوئے بولی۔

''اچھا جو تم من مانی کرتی ہو، آوارگیاں کرتی ہو وہاج کے ساتھ وہ سمجھتی ہو کسی کو نہیں معلوم، میں تو تاش کھیلتا یا سگریٹ پیتا ہوں، پڑھائی کے بہانے تم تو گھر والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتی ہو۔'' اس نے انتہا کر دی بدتمیزی کی۔

''شہباز میں تمہارا سر پھاڑ دونگی، دفع ہو جاؤ ادھر سے۔'' جویریہ بے ساختہ چیخی تھی۔

''جا رہا ہوں مگر سمجھا لینا اپنی تھانیدار بہن کو آئندہ بیچ گلی میں میرے سے پنگا لینے کی کوشش کی تو بنا لحاظ کیے چٹیا گھما دوں گا۔'' وہ تلخ لہجہ میں بولا۔

''شہباز اللہ سمجھے تمہیں، جاؤ مر جاؤ کہیں۔'' ربیعہ نے بھی گھر کا تو وہ ہاتھ کی انگلیوں سے بال سنوارتا گھر سے نکل گیا۔

اور اریبہ اس نے پلکیں تک نہیں جھپکائی تھیں، احساس توہین سے گویا قوت گویائی سلب ہو گئی تھی، اس کے سپاٹ چہرے پر کسی بھی قسم کے تاثرات نہیں تھے۔

یہ ماں جایا جس کی تعلیم، مستقبل اچھی تربیت کی فکر میں وہ اپنی تعلیم کو پس پشت ڈالے ملازمت کی خواہش میں ماری ماری پھرتی تھی، اس کی تشویش میں وہ راتوں کو سو نہیں پائی تھی، وہ تینوں بہنیں بھلے بھوکی رہتیں مگر ہر اچھا کھانا اسے دیتیں اس کی زندگی صحت سلامتی کے لئے دعا گو رہتیں اور وہ اسے کتنی بڑی گالی دے گیا تھا کہ تن من ایسا سلگا صرف سلگتا انگارہ بن گیا اور روح تپتے صحراؤں میں جلنے لگی اس نے اریبہ کو اپنی سگی بہن کو ایسی بدمزاجی و بدتمیزی جو اسے سن کر گئی۔

''بہت بدتمیز اور منہ پھاڑ ہو گیا ہے، یقین نہیں آتا یہ ایسی زبان و الفاظ بھی استعمال کر سکتا ہے۔'' جویریہ بے یقینی و دکھ سے بولی تو اریبہ نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

''ہم اس کے لئے کتنی فکر مند رہتی ہیں اچھا کھانا، اچھے کپڑے، اچھی تعلیم ہر ممکن سہولت چاہتی ہیں اس کی خاطر اور یہ بہنوں کے ساتھ یوں بدزبان ہونے لگا ہے۔'' ربیعہ نے کہا، اریبہ کے سنجیدہ چہرے پر اب بھی کوئی تاثر نہ تھا وہ پتھر بنی سب کچھ سن رہی تھی۔

''وہاج بھائی کتنا کہتے تھے اسے قابو میں رکھو ورنہ نقصان اٹھائے گا یہ سب ہماری اپنی ڈھیل کا نتیجہ ہے جو یہ بگڑنے کے ساتھ اٹھ کر منہ کو آنے لگا ہے۔'' جویریہ نے کہا۔

''کیا ضرورت تھی آپ کو اس کمینے کے منہ لگنے کی گھر سے باہر، جب گھر آتا تو کھال ادھیڑ تیں۔'' ربیعہ دکھ سے اور کچھ غصہ سے بولی تو اس کے چہرے پر شدید کرب کے آثار نمودار ہو گئے پورا وجود پھوڑے کی مانند دکھنے لگا تھا۔

''ہاں کیا ضرورت تھی بھلا، دماغ خراب ہو گیا تھا ناں میرا اور دماغ کھسک جائے تو اچھا برا کب سوجھتا ہے میں بھی بھول چکی تھی کہ میرا اس پر کوئی زور نہیں وہ ماں جس کی ہم اولاد ہیں وہ پاگل ہو چکی ہے والد مر چکا ہے تو رشتے ناطے بھی مر گئے بس بدلحاظی و بدتمیزی رہ گئی اور میں ساری امیدیں ساری خوشیں اس بے مہر سے وابستہ کیے ہوئے تھی اس گھر کی سلامتی و خوشی کا سوچتی تو یہ میرا مان بڑھانے لگتا تھا، یہ جو گھر کی عزت و حرمت بیچ بازار تھڑوں پر تاش کے پتوں اور افیون و چرس کے نشے میں بھری سگریٹوں پہ رولتا ہے، میں نے یہ کیوں نہ سمجھا کہ بدمعاش بھی کبھی عزتوں کے امین ہوئے ہیں یہ ہماری عزت کیسے کروا سکتا ہے جو خود عزت کو پھندے لگا رہا ہے۔'' دونوں ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپے وہ بے اختیار رونے لگی تھی، ربیعہ اور جویریہ بے بسی سے ایک دوسری کو دیکھ کر رہ گئیں۔

''سچ ہی تو کہہ رہی وہ کب محفوظ تھیں ان کی عزتیں جن کا ساتھ کا پلا بھائی اٹھ کر بہنوں کی پاکیزگی سے آگاہ ہونے کے باوجود ان کے کردار پہ انگلی اٹھا دے ان کی زمانے کے لئے کیا حیثیت و ناموس تھی۔''

''میں نے کتنے خواب دیکھ ڈالے تھے، اس کے روشن مستقبل کے کتنی امیدیں وابستہ کر لی تھیں اور آج اس کے جملے کی نوعیت نے مجھے احساس دلایا کہ میں کیا حیثیت رکھتی ہوں اس کے نزدیک......'' آنسو اس کی آواز پہ غالب آ گئے تو اسے چپ ہونا پڑا۔

''گھر سے باہر قدم نکالتے ہوئے مجھے ہمیشہ ڈر رہتا تھا زمانے کی نظروں کا، لوگوں کے لہجوں

سے خائف ہوا کرتی تھی میں کہیں کوئی غلط مطلب نہ نکال لے میرے تلاش معاش یا حصول علم کے لئے اٹھے قدموں کو کوئی منفی لہجہ داغدار نہ کردے مجھے کیا معلوم تھا میرے کردار وعفت پہ پہلا پتھر میرا اپنا بھائی اٹھا کر مارے گا۔'' اک نشتر سا اترا تھا رگ وپے میں احساس توہین سے لبریز وہ لہجہ یاد کرتے ہوئے اور دل رو دیا تھا اس بے وقعتی اور بے قدری پر آنکھیں بھر بھر آ رہی تھیں۔

''آپی پلیز کیوں خود کو ہلکان کرتی ہیں دماغ پھر گیا ہے اس وحشی کا پاگل ہو گیا ہے وہ تو، ہوش میں ہوتا تو اتنی بڑی بات کہتا۔'' جویریہ نے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے دل دہی کرنے کی کوشش کی۔

''یہ پاگل پن اور بے ہوشی مجھے کیوں نہیں نصیب ہوئی، میں کیوں پے در پے صدمات سہنے کے لئے حواس سلامت لئے پھرتی ہوں۔'' وہ رو دی۔

''یہ زندگی ہے اور اس میں بارہا ایسا ہوتا ہے کہ یہاں بہت سی قربانیاں دیتے ہوئے ہم بھلائی کے امیدوار ہوتے ہیں، وہاں برائی ملتی ہے روشنیاں اندھیروں میں تبدیل ہو جاتی ہیں مگر احساس وشعور کو ضبط کی پناہوں میں رکھنا ہی دانشمندی ہے وگرنہ سکھ کے موسم زندگی سے ایسے منہ موڑ لیتے ہیں جیسے سمندر کی لہریں ساحل تک آ کر مڑ جاتی ہیں۔'' جویریہ نے کہا تو وہ کچھ دیر اسے خاموشی سے دیکھتی رہی پھر ٹوٹے بکھرے لہجہ میں بولی۔

''پہلے کون سا خوشیوں کے ہنڈولے میں کھیل رہے ہیں سکھ تو بہت عرصہ ہوا ہم سے روٹھ چکے اب تو بس دکھ کی گنتی ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔'' جویریہ اک آہ سی بھر کر اسے دیکھ کر رہ گئی۔

اترا تھا لمحہ بھر کو کوئی دکھ شعور میں
بول پائے نہ روئے پر اعصاب تھک گئے

☆☆☆

ہر انسان کی زندگی میں ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے جب وہ خود کو تلاشنے نکلتا ہے اور خود آگہی کی پرتیں پلٹتے ہوئے اخلاقی اقدار کی درجہ بندی انسان کی اپنی فطرت کرتی ہے اور وہ صرف اپنی فطرت کے ہاتھوں ہی مجبور ہوتا ہے، اچھائی اور برائی دونوں کے لئے سامنے والے کا رویہ جو بھی ہو جھیلنے والے کی اپنی حدود ہوتی ہیں، بات ساری شعور کی ہے احساس معمولی ہو یا بڑا اہم تو تب ہے کہ جب دل کو چھو جائے، کیتھرین ڈیور ماہر نفسیات تھی وہ جانتی تھی کہ روح میں ایسے اسرار پوشیدہ ہیں جنہیں کوئی مفروضہ کوئی قیاس آشکار نہیں کر سکتا، پھر بھی اس نے بڑی تندہی اور خلوص سے کوشش کی تھی کہ زندگی کی مقصدیت، منزل کا حصول اور اندرونی حساسیت کی گرہیں کھول کر زندگی سے ناراض اس لڑکی کو بھرپور انداز میں جینا سکھا دے، خوش وخرم اور نارمل زندگی جس میں اپنی زندگی اپنے مقاصد کو دلچسپی وتوجہ سے سنبھالے اور اس میں توقع اور امید کے ساتھ اس کی ذہنی وجسمانی تسکین بڑی اہمیت رکھتی تھی، اگر انسان کسی بھی فیصلے پہ جانے سے پہلے اپنے آپ کو پرکھ لے تو آدھا کام آسان ہو جاتا ہے اور ناکامی یا غلطی کے چانس کم ہو جاتے ہیں۔

ماریا جوزف بھی اپنے آپ کو پرکھ رہی تھی اپنے مقصد اپنی زندگی کے لئے اپنی الجھنوں کو جانچ

رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔

''کیا واقعی یہ سچ ہے کہ میرے پیدا ہونے زندہ رکھے جانے کے پیچھے قدرت کا ہاتھ ہے کوئی طاقت کوئی قوت میرے ساتھ ہے جو مجھے کسی بڑے مقصد تک لے جانے میں معاون ہو رہی ہے اور احساس کمتری کے باعث میرے اپنے خیالات میری زندگی کو تاریک کر رہے ہیں، اپنے سے برتر لوگوں کے ساتھ بہت جارحانہ رویہ اور اپنے سے کم تر کو حقیر ومعمولی سمجھنا میری ذہنی صحت کے لئے تباہ کن ثابت ہوا ہے اور اسی رویہ کے باعث میں اپنے مقصد میں ثابت قدم نہیں رہ سکی۔'' وہ آہستگی سے سیدھی ہوئی اور اپنی پشت پہ تکیہ رکھتے ہوئے بیٹھ گئی اور بلیک ٹی کا کپ اٹھا کر گھونٹ بھرا۔

''کیتھرین نے کہا تھا کہ اپنے سے وابستہ لوگوں کے ساتھ میرا رویہ غلط اور منفی تھا اور اپنے کمپلیکس کو میں نے مشکلات ومصائب سے فرار کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔''

''یہ سچ ہے مگر کیسے سب نے تو مجھے تنہا کیا، دکھ دیے اور......'' وہ اٹک سی گئی اپنے آپ سے جھوٹ بولنا یقیناً آسان نہ تھا وہ سب کو جھٹلا سکتی تھی مگر خود کو لمبے عرصے تک خود ترسی میں مبتلا رکھنا یا دھوکہ دینا قدرے مشکل تھا کہ ضمیر کا کوڑا سخت تھا۔

''اگر میرے والدین نے مجھے چھوڑ دیا مجھ سے لاتعلقی کا اظہار کیا تو میں نے کون سا ان کی اولاد ہونے کا حق ادا کیا، کون سی خوشی دی بلکہ میری ذات سے انہیں دھچکے ہی لگے اور سب سے بڑا صدمہ شاید میرا عیسائیت سے انکار تھا، یہ بھی شدید ہونے کے باوجود انہیں برداشت تھا چرچ سے رکنیت ختم کرانا تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا میں نے دونوں سے بدزبانی اور سخت کلامی کی تھی اگر میں نرم سبھاؤ اور حتی الامکان سہولت سے بات کرتی دھیمے الفاظ میں اپنا موقف ان تک پہنچاتی تو شاید نوبت ان کی سپریشن تک نہ پہنچتی میری جارحانہ اقدام نے ہی ان کے رویے میں تلخی پیدا کر دی تھی جو طلاق پہ ختم ہوئی، پھر میرے کلاس فیلوز میرے اچھے دنوں کے فرینڈز جن میں مائیکل، مارتھا نے تو میرے تلاش حق کے مقصد میں ساتھ بھی دیا، جمی، للی اور ڈولی ناراضگی کے باوجود مجھے پرخلوص ہو کر ملتے رہے ان میں سے کسی نے بھی مجھے تنہا نہیں چھوڑا تھا میں نے ہی سب سے تعلق ختم کر دیا تھا۔''

''کتنے اچھے تھے سب میرے روڈ، بدلحاظ رویے کے باوجود ہر چیز بھلا کر ٹوٹ کر ملنے والے پھر مائیکل اسے محبت ہو گئی تھی مجھ سے، میرے ساتھ زندگی گزارنے کا خواہاں تھا وہ میں نے اس کے آرزو بھرے سپنوں پہ انکار اور خاموشی کی مہر ثبت کر دی تھی، میرے اس رویے کو کس طرح لیا ہو گا اس نے، رنج تکلیف، دکھ کچھ تو محسوس کیا ہو گا؟'' اس کے دل میں کھسک سی اٹھی تھی، مائیکل اسے بے طرح یاد آیا۔

''اور اس کا سبب میں تھی، میری ذات، جس نے محبت سے بڑھا ہوا ہاتھ جھٹک دیا محبت تو بڑی احتیاط سے سنبھالنے والی شے ہے میں نے اس سے منہ موڑ لیا کیوں؟ زندگی میں سب سے ضروری چیز شاید محبت ہی ہے اور ہم صرف اسی کو چھوڑ دیتے ہیں۔'' اس کی آنکھوں میں اضطرابی کیفیت ہلکورے لینے لگی تھی کچھ دیر بالکل خاموش یونہی خلا میں دیکھتے رہنے کے بعد اس کی نگاہوں

میں ایک اور چہرہ ابھرنے لگا لیڈی ایلون اسے بچپن سے لے کر نوجوانی کی عمر تک پالنے پوسنے والی، اس کی زندگی، اس کے آئیڈز، اس کی صحت کے لئے ہر پل فکر مند اور دعا گو رہنے والی واحد ہمدرد جس نے نرمی و شفقت سے پروان چڑھایا تھا اسے اور وہ اس سے تلخ کلامی، بدتمیزی کی انتہا کر دی، لیڈی ایلون جو انتہائی برے دنوں میں بھی اس کے ساتھ تھی، جب سب سے وہ کٹ چکی تھی تعلیم، مذہب، رشتے اور تعلقات ہر چیز کو خیر باد کہہ دیا تھا مگر ایسے کڑے وقت میں جبکہ اس کی ذہنی و جسمانی حالت بھی انتہائی مخدوش تھی، لیڈی ایلون نے تب بھی اسے سنبھالا اسے تنہا نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اس نے خود اسے اپنی زندگی سے نکل جانے کا کہہ دیا، اس کا دل لمحہ بھر کو رکا تھا وہ وقت یاد کر کے۔

''کتنی دکھی تھی وہ، کیسا تحیر، بے یقینی دکھ اور رنج تھا اس کے چہرے پہ کتنی درد سے بھری آواز تھی، کتنا برا کیا تھا میں نے اس کے ساتھ۔''

''اس وقت اس لمحے مجھے یقیناً بد دعا دی ہو گی کہ اس کی اتنی خدمتوں اور اچھائیوں کے جواب اسے برائی ملی تھی۔''

''میں واقعی اپنے رویے میں غلط تھی اور اسی غلطی نے شاید میرے مقصد کو بھی مجھ سے دور کر دیا کہ دنیا تو دنیا میں تو جس کی تلاش میں سرگرداں تھی اس ذات برحق سے بھی نالاں و برگشتہ ہوتی رہی، میں جو انسانوں کو ناراض کرتی آئی تھی اپنے پالنے پیدا کرنے والے مالک تک کو ناراض کر دیا۔'' اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''پھر کیتھرین جو مجھے جیل سے قتل کے الزام سے بری کروا کے اپنے گھر لائی میری اچھی راز دار دوست جس نے بنا کسی غرض کے مجھے زندگی کی طرف لانے کی کوشش کی اور میں نے کیا کیا؟''

پھر سے خودکشی، اپنے آپ کو تکلیف، اس کے لئے مصیبت، میرا گزرا ہر طرز عمل غلط تھا، میں نے جان بوجھ کر خود کو محرومیوں اور ناکامیوں کے سپرد کیا بنا خود کو سمجھائے غلطیوں پر غلطیاں کرتی گئی، بغیر خود کو پرکھے ہر ناکامی کا ذمہ دار معاشرے کو ٹھہرایا اپنے مقصد، اپنی زندگی، اپنی ترجیحات پہ غور و فکر کے بنا فیصلے لئے اور محرومی و لاچاری کا سہرا لوگوں کے سر رکھا اور خود اپنے ساتھ شاید کبھی مخلص رہی ہی نہیں اسی چیز نے نقصان دیا، سب سے بڑھ کر خود پہ یقین، اعتماد کی کمی جس نے ہر جگہ خوف اور وہم میں مبتلا کیا، ورنہ بقول کیتھرین کے دنیا بنانے والے نے کوئی بھی شے بے مقصد اور بے کار نہیں بنائی، اس نے تو سانپ کے زہر میں شفا رکھی ہے تو پھر یقیناً میرے ہونے کا بھی کوئی مقصد ہے اور اس مقصد کے حصول و بازیافت میں رسائی مثبت طرز فکر سے ہی ممکن ہے، اپنے کو کمتر محروم سمجھے بغیر دوسروں کو تلخی و ترشی کا نشانہ بنائے بغیر خوشی و سکون تلاشنا ہے اور خود شناسی و مثبت طرز فکر ہی اچھی اور با مقصد زندگی کا سب سے کامیاب کلیہ ہے جس کو میں نظر انداز کیے ہوئے تھی اسی کا اثر موثر اور پاور فل ہے، اپنے آپ کو یقین دلانا ہے تو بس اتنا کہ۔

''میں خوش، صحت مند، مکمل مضبوط اور طاقتور، مجھے جوانی، خوبصورتی، آزادی و سکون کی دولت حاصل ہے اور اس کا استعمال مثبت طریقہ سے کرنا ہے بنا کسی سے جیلس ہوئے بغیر اپنی ناکامی کا ڈر رکھے، ماضی کو یاد کر کے اس کی تکلیف سے مستقبل کو برباد نہیں کرتا بلکہ وسیع القلبی کا مظاہرہ کر کے زندگی کو بدلنا ہے اپنے مقصد کو پانا ہے اپنے آپ کو دریافت کرنا ہے اور اس کے بعد یقیناً سکون خوشی اور اطمینان قلب میری زندگی کا حصہ بن جائے گا۔'' اس نے خود کو احتساب کے کٹہرے سے گزارتے ہوئے اپنی غلطیوں، ناکامیوں کا اعتراف کرنے کے ساتھ نئے عزم، تازہ ولولہ سے اپنی تمام تر جسمانی تازگی اور ذہنی طمانیت کے ساتھ زندگی کے مدمقابل ہونے کا فیصلہ کیا تھا اور جب عزم پختہ اور ارادے سچے ہوں تو منزل دور نہیں رہتی وہ بھی یقیناً اپنی منزل تک پہنچنے والی تھی۔

وہی دن رات کا دورانیہ ہے
وہی کار جہاں ہے اور میں ہوں
وہی جائے نماز عشق میری
وہی میری اذاں ہے اور میں ہوں
نہ جانے کون تھک جائے پہلے
میری عمر رواں ہے اور میں ہوں

☆☆☆

کچھ دیر پریشان نگاہوں سے وہ سفید کین کی خالی کرسی کو دیکھتی رہی پھر ڈھیلے قدم اٹھاتی کمرے میں چلی آئی، شہریار شاید واش روم میں تھا وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ کر اس کے رویے کو سوچنے لگی۔

شہریار یقیناً بہت اپ سیٹ تھا اس کی تلاش میں کہ سعیہ کی بیوقوفی نے ٹینشن کری ایٹ کر دی تھی اور معذرت بلاشبہ اس ڈسٹربنس کا ازالہ نہیں کر سکتی تھی جو وہ جھیل چکا تھا اور اس صورت حال کو فیس کرنا سعیہ کے لئے آسان نہ تھا اپنی حرکت پر کچھ تو اسے کہنا ہی تھا سو اس کے باہر آتے ہی بولی۔

''میں ایسے ہی غصے میں یہاں سے نکل گئی تھی مجھے معلوم نہیں تھا کہ موسم یکدم اتنا طوفانی ہو جائے گا پھر راستے کا بھی تو علم نہ تھا مجھے واپس کیسے آتی خود سے۔'' معذرت خواہانہ لہجہ آخر میں وضاحتی ہو گیا تھا۔

وہ کچھ نہیں بولا تھا آرام سے گریبان کے بٹن بند کرتا بیڈ کے دوسرے کنارے پہ ٹک گیا، سعیہ نے لب کچلتے ہوئے اس کو کن اکھیوں سے دیکھا پھر بولی۔

''بارش اتنی تیز تھی کچھ دکھائی بھی نہ دیتا تھا ورنہ میں پلٹ جاتی۔''

''شٹ اپ۔'' شہریار یکدم ساری مروت و لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے بولا۔

''شرم نہیں آتی تمہیں اس طرح کی وضاحتیں دیتے ہوئے اپنی غلطی پر، تم ایک لڑکی ہو سعیہ علی خان جس طرح انجان جگہ تم اچانک بنا بتائے نکلی تھیں اگر تم نہ ملتیں یا تمہیں کچھ ہو جاتا تو میرے لئے کتنی مشکل ہوتی اور تمہارے مما، پپا وہ اس صورت حال کو کیسے برداشت کرتے، لوگ کیا سمجھتے، کیا کہتے حالات کیا رخ اختیار کر لیتے تمہیں یہ بات سمجھنی چاہیے تھی۔''

''میں جانتی ہوں لڑکی کی عزت کتنی نازک ہوتی ہے۔''

''اسی لئے اپنا جھنڈا الگوانے نکلی تھیں۔'' شہریار نے مزید سننا دشوار ہوا تو ترخ کر بولا، سنعیہ کو بے اختیار رونا آنے لگا اس کی درشتگی پر۔

''مجھے اگر مما پپا کا خیال اور اپنی عزت عزیز نہ ہوتی تو کبھی تمہیں ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرتا بلکہ تمہارے جیسی بد دماغ لڑکی کو مرکھپ جانے دیتا۔'' وہ اس قدر کھردرے لہجے میں بولا کہ سنعیہ کے آنسو تواتر سے بہنے لگے، وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ کیسے ڈرامے کر رہا تھا اس کے ساتھ حقیقت کو جان کر ہی وہ ریسٹ ہاؤس سے اٹھ کر چل پڑی تھی مگر برا ہوا آنسوؤں کا جو بنا رکے بہتے آ رہے تھے اور وہ بول بھی نہ پا رہی تھی۔

''کیا جواب دیتا میں تمہارے گھر، دوستوں یا پولیس کو، کیسی کہانیاں بنتیں اور لوگ کیا کہتے مگر تمہیں کیا پرواہ تمہارا شوق تو پورا ہو گیا ناں مجھے پریشان کرنے کا۔'' ایسا تلخ اور ترش لہجہ کو وہ بھیگے لہجے میں بول ہی پڑی۔

''تو نہ آتے میرے پیچھے اگر بعد میں جتانا تھا پھر اتنے بچے تو آپ بھی نہیں کہ اپنی غلطی کا پتا ہو نہ میرے وہاں سے نکلنے کا، اب دکھاوے کے جو لاوا اگل رہے ہیں یہ خیر خواہی نہ ہی کریں تو اچھا ہے، کوئی شوق نہیں ہے مجھے تمہاری خیر خواہی کا، وہ تو اک مجبوری ہے جس کا خیال ہے ورنہ تمہاری خاطر خود کو مشکل میں ڈالنا یا اپنی زندگی کا امتحان بنانے کا کوئی مراق نہیں اٹھا مجھے۔'' بے زاری و سرد مہری سے کہتا وہ کتنی بے اعتنائی دکھا گیا تھا پل بھر میں، سنعیہ کے اندر چھن سے بہت کچھ ٹوٹا تھا اب سے کچھ دیر پہلے تک وہ اس شخص پہ کتنا مان اور فخر کرنے لگی تھی، انتہائی مشکل کی گھڑی میں اسے پوری شدت سے پکارا تھا اور اچانک سامنے پا کر کیسی بے اختیار ہوئی تھی کہ وہ خود سے قریب، بے حد اپنا محسوس ہوا تھا مگر توجہ اور کرم کا وہ لمحہ سراب تھا وہ اس کے لئے مجبوری تھی جس کا وہ پاس رکھ رہا تھا اور سنعیہ کو یہ حقیقت خود شہریار کے منہ سے سن کر کیسا شاک پہنچا تھا، کتنی تکلیف محسوس ہوئی تھی۔

وہ خواب لمحوں کے تعاقب میں ڈرتے محبت، محبت اور صرف محبت کا راگ الاپتا شہریار کہیں جھلکا سوچ کے افق پر تو آنکھیں ٹوٹ کر برسیں۔

تو کیا وہ سب جھوٹ تھا، فریب تھا، مما پپا کی نگاہ میں بہت سعادت مند بننے کا ڈرامہ اور اب حقیقت کا یہ لمحہ کتنا حیران کن اور اذیتناک تھا، خود کو مجبوری یا احسان سمجھنا الگ بات تھی مگر یہ اپنے ہی سامنے خود شہریار کے منہ سے سننا، وہ جیسے بار بار ٹوٹ کر بکھر رہی تھی۔

''کتنی بیوقوف تھی میں، کیسا گداز محسوس کرنے لگی تھی اس شخص کے لئے پل بھر میں، غلط اور بے سمت راستے پہ پاؤں دھرنے سے قبل ہی پٹخ دی گئی، میں نے اسے اپنی محبت میں فکر مند اور تشویش زدہ سمجھا تھا جبکہ وہ اسے ان معاملات سے سروکار ہی کب تھا۔'' سو وہ لحاظ کیوں کرتی وہ بھی ترخ کر بولی۔

''مجبوری ہوں تو کیوں خود پہ لادے پھرتے ہیں، میرے اعصاب بھی تکلیف زدہ کیے ہیں، کیوں سکون کا سانس نہیں لینے دیتے مجھے بھی تکلیف میں مبتلا کیا ہوا ہے۔''

''اچھا تمہیں بھی تکلیف ہوتی ہے نئی خبر ہے میرے لئے۔'' وہ استہزائیہ انداز میں بولا تھا۔

''This is a not fair مسٹر شہریار مجھے یہ گھٹیا ڈرامے اچھے نہیں لگتے، سب کے سامنے فرمانبرداری کا ڈرامہ رچانا اور در پردہ یہ گیم کھیلنا، مجھے یہ بزدلوں والے کام سخت ناپسند ہیں۔'' وہ درشتی سے بولی۔

''تم تو بہت بہادر ہو تمہاری حوصلہ مندی اور بہادری بھی دیکھ لی ہے میں نے، ایسا بھی بزدل تھیں کہ جنگل میں جا کر رونے لگوں درختوں سے لپٹ لپٹ کر۔'' وہ صاف اسے سنا رہا تھا بلکہ کھلا طنز کر رہا تھا جو سنعیہ کو بری طرح چبھا۔

''شاید اسی بہادری کے زعم میں تم منہ اٹھا کے چل پڑی تھیں۔'' وہ پھر بولا تو سنعیہ کو یوں لگا جیسے دل جلتا کوئلہ بن گیا ہو، اس کے دل میں بہت سی باتیں آئی تھیں کہنے کے لئے بہت کچھ سنانا چاہتی تھی، وہ اسے مگر یوں اس اجنبی جگہ نہیں جبکہ وہ تنہا بھی تھی اور مکمل طور پر اس شخص کے رحم و کرم پر بھی، جو بہت بڑا ایکٹر تھا، ماڈلز کے شوٹ لیتے لیتے اپنا امیج بنانے کا فن بھی بہت اچھی طرح پورا کر چکا تھا، سو وہ لب بھینچتے ہوئے خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی، چائے بھی پھر ویسے پڑی ٹھنڈی ہو گئی سنعیہ نے اسے ہاتھ تک نہ لگایا تھا اور وہ خود ملازم سے چائے دوبارہ بنوا کر پی رہا تھا، جب آدھی چائے پورے بسکٹ اور دونوں انڈے ختم کر چکا تو ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہوئے بولا۔

''آ جاؤ مجھے معلوم ہے، تم نے صبح کا ناشتہ کیا ہوا ہے اور تمہیں بھوک لگ رہی ہے۔'' اب وہ ایسی ندیدی بھی نہ تھی کہ محض ایک بار کہہ دینے سے بھی اٹھ کر لگ جاتی، آخر انا بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور وہ سب کچھ بالائے طاق رکھ سکتی تھی مگر انا ہرگز نہیں کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا جو بڑے سکون اور آرام سے بقیہ چائے بھی پی رہا تھا، وہ خون کے گھونٹ پیتی اپنی بھوک کو بہلاتی اٹھ کر کمرے میں موجود واحد ونڈو کے پاس آ کھڑی ہوئی اور باہر کا منظر دیکھنے لگی، یہاں موسلا دھار بارش ابھی تک پورے زوروں پر تھی، جبکہ شہریار فارغ ہو کر بیڈ پر دراز ہو چکا تھا اور کمبل کھول کر اپنے اوپر اوڑھ لیا کچھ دیر بعد کمرے میں اس کے ہلکے ہلکے خراٹے گونجنے لگے تو سنعیہ نے چونک کر پیچھے دیکھا، وہ بڑے اطمینان سے کمرے میں موجود واحد بیڈ پر محو خواب تھا اور بارش زوروں پر بھی تو گھر سے بھی فی الحال گاڑی کا آنا ممکن نہ تھا، شام خاصی گہری پھیل گئی تھی شاید عشاء کی اذانیں ہونے لگی تھیں۔

اسے یہ معلوم نہ تھا وہ کہاں سوئے گی؟ خفگی ناراضگی یا غصہ اپنی جگہ مگر ایسی سنگدلی اسے اس بے مہر شخص سے ایسی امید ہرگز نہ تھی وہ ہر بار اسے سمجھنے غلطی کر جاتی تھی، ہر موقع پر غلط اندازے لگائی تھی اور ہر بار صورتحال اس کے برعکس نکلتی تھی پھر بھی ہر بار نئے سرے سے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے پہلے سے زیادہ تکلیف ہوتی تھی، اب بھی بارش کی بوندوں کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی بہہ رہی تھیں کتنا شدید رونا آ رہا تھا اپنی بے وقعتی و بے قدری پہ۔

ادھوری محبت کا اقتباس ہوں
درد، درد بدن کا زخمی لباس ہوں
بخشے گا مجھے سارے عذاب وہ!
جانتا ہے کہ میں اذیت شناس ہوں

☆☆☆

کہتے ہیں خواہش ضرورت بن جائے تو تکمیل کے کئی ناجائز راستے کھل جاتے ہیں، برائی اور برے اعمال دیمک کی طرح ہوتے ہیں، بہ ظاہر کچھ نہیں بدلتا مگر اندر سے سب مٹی کی طرح ہو جاتا ہے لوگ کہتے ہیں کے دیمک رزق حرام پہ پلتی ہے، یہی اس کی غذا ہے یہی کھانے والے کی سزا ہے، مگر انہیں تو حرام سے کوسوں دور رکھا گیا تھا، ان کی پرورش تو زرق حلال پہ ہوئی تھی پھر برائی ان کے گھر کی کیسے راہ پا گئی؟

یہ ایسا سوال تھا جس نے الجھا کے اس کا ذہن شل کر دیا تھا مگر جواب ندارد زندگی اس کی خواہشات کے بالکل برعکس نکلی تھی اس نے تو زندگی کی رنگوں، خوابوں کی چمک سے بھرپور ایک خوشنما تتلی سمجھا تھا مگر یہ دکھوں کا پنڈورا بکس نکلی تھی اور صدمہ تو یہ تھا کہ یہ پنڈورا بکس اس کے اپنے گھر میں کھلا تھا آ کر اور کھلتے ہی سارے دکھ اسے چمٹ گئے، اب ان دکھوں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ملتا تھا، ابو اور معاذ کی وفات کے بعد امی کا پاگل ہونا بھی اس نے بڑے صبر سے قبول کیا تھا، غیروں کے ساتھ اپنوں کے بدلتے اجنبی رویوں کو بھی اس نے برداشت کے ساتھ دیکھا تھا پھر خالہ کے گھر کی اجنبی باتیں، بیگانگی و تلخی پر بھی خود کو تاویلوں سے سمجھا لیا تھا مگر شہباز کا بگڑنا پھر بدتمیزانہ رویہ یہ سب الگ سا دکھ دے رہا تھا، شاید اس لئے کہ اس نے اتنی بدحالی کے بعد ایسی پراگندگی کا تصور نہیں کیا تھا پھر شہباز تو بہت سلجھا ہوا، نرم انداز گفتگو رکھنے والا لڑکا تھا مگر بری صحبت نے اس کی ساری شخصی خوبیوں پر پانی پھر دیا تھا، اس کے والد سمجھایا کرتے تھے بری صحبت کوئلے کی مانند ہے جو دیکھنے میں بے ضرر ہوتا ہے چھونے پہ ہاتھ جلا دیتا ہے اور دنیا کی مثال سانپ کی مانند ہے جو چھونے پہ نرم اور اندر زہر سے بھری ہوتی ہے اور ان دونوں چیزوں نے آج اپنے ہاتھوں اس گھر کا مستقبل تباہ کر دیا تھا۔

شہباز جوئے کی لت میں پڑ چکا تھا اور اسی بات کے پیچھے گھریلو اشیا بیچنا شروع کر دی تھیں، اس کی حرکتوں پہ اریبہ اور جویریہ کے ساتھ ربیعہ نے بھی کڑی نظر رکھنی شروع کر دی مگر گھر سے باہر تو وہ اس کے ساتھ نہیں پھر سکتی تھیں، ایک دن پھر اس کی تاش میں کھیلتے ہوئے کسی سے جھڑپ ہو گئی اور اس نے سر پھاڑ دیا تھا ایک لڑکے کا، وہ کچھ کھاتے پیتے گھر کا لڑکا تھا ان لوگوں نے پرچہ کٹوا دیا چوری کا اور وہ حوالات چلا گیا۔

اریبہ اس کی رہائی کے سلسلے میں فی الحال خاموش تھی ایک تو وہاج کا احسان لینا گوارہ نہ تھا دوسرا ثمن ہما کی باتوں کا اثر تازہ تھا پھر اس کا ذاتی خیال تھا کہ کچھ دن جیل میں رہے گا تو آئندہ سدھر جائے گا، ویسے بھی اس کے پاس کون سا خزانہ تھا جو ضمانتوں پر خرچ کرتی، ایسی صورتحال میں خاموشی بہتر تھی سو وہ اس سے کام چلا رہی تھی۔

نجمہ بیگم کی حالت ہنوز وہی تھی ڈاکٹر نے کہہ دیا تھا پیار اور نرمی سے کام لو، محبت سے پیش آنے کے ساتھ اس کا پاگل پن برداشت کرو، مگر حقیقت میں یہ سب کرنا بہت مشکل تھا کسی کا پاگل پن جھیلنا چاہے وہ ماں ہی کیوں نہ ہو، کتنا ضبط طلب اور اذیت ناک ہوتا ہے یہ صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے گھر میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں۔

شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا تھا کہ وہ کوئی بات ہوش کی کر لیں وگرنہ ان پہ غصے وخلل کا ایسا ہیجان طاری ہوتا تھا اکثر کہ چہرہ سرخ ہو جاتا آنکھوں کی پتلیاں کشادہ ہونے کے ساتھ ان میں خون اتر آتا بھنویں تن جاتیں پھر طیش میں انہیں خود پر کنٹرول نہیں رہتا تھا، جو چیز جو شخص سامنے ہوتا اسے تباہ و برباد کر دینے والی کیفیت ہوتی، خوفزدہ و بیزار ہونے کے باوجود تینوں بہنیں ماں کو سنبھالنے کی پوری تگ و دو کرتیں، ان کے جسم اسی کھینچا تانی میں پسینہ پسینہ ہو جاتے، بلکہ اکثر ان میں سے کوئی نہ کوئی نجمہ کے ہیجان کا نشانہ بن کر زخمی ہو جاتی۔

نجمہ بھی اس ہیجانی و اعصابی خلل کے باعث طویل بیماری، کمزور صحت اور قوت ہاضمہ کی شکایتوں کے ساتھ خون کے زیادہ دباؤ (ہائی بلڈ پریشر) کا شکار ہو گئی تھی اور جس شے یا انسان کو وہ نقصان پہنچانا چاہتی تھیں جب تک اسے تباہ نہ کر دیتیں یا بالواسطہ طریقے سے اسے ہٹا نہ لیا جاتا یہ نفسیاتی غصے و ہیجان کی کیفیت برقرار رہتی اور پاگل پن یا ہیجانی دورے کے اسباب لاشعوری ہوں تو وہ فرد کی ذات کے لئے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

اریبہ پریشانی میں گھری ایک بار پھر ذہنی امراض کی ماہر ڈاکٹر انعم کے روبرو تھی، ساتھ ربیعہ تھی جسے ہیجانی اشتعال کی حالت میں نجمہ نے زخمی کر دیا تھا اور وہ ٹانگ اور پاؤں پہ چوٹ کھانے کے باعث لنگڑا کر چل رہی تھی۔

ڈاکٹر نے پوری توجہ سے ان سے نجمہ بیگم کی موجودہ کیس ہسٹری سنی پھر کچھ پر سوچ انداز میں انہیں دیکھتے ہوئے بولی۔

''پاگل پن فرد کی مشتعل یا برانگیختہ حالت کا نام ہے، ہیجان خیر دورہ احساس کا ابال ہے جیسا کہ فرد خود اسے محسوس کرتا ہے، جو مریض پہ فوری امڈ آتی ہیں ذہنی کیفیت کو عمومی وعضوی خرابیوں کا شکار کر دیتی ہیں، یہ کیفیت غیر متوقع اور فوری طور پر طاری ہوتی ہے لیکن اس کا اثر کافی عرصہ تک رہتا ہے، مطلب اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ آپ کی مدر کے ہیجان کے پہلو نہ تو اتنی جلد جج کیے جا سکتے ہیں نہ فرسٹ ٹرائل سے ہی آپ یہ امید باندھ سکتی ہیں کہ یہ چند سیشن کے بعد ہی تندرست ہو جائے گی، کیونکہ ان کی جسمانی قوتیں بہت زیادہ ڈیڈ ہو چکی ہیں اور یہ ایک شعوری حقیقت ہے کہ عضویاتی، ذہنی یا بصری وسماعتی فعالتیں جو کسی شخص کو ایک ہی مرتبہ عطا کی جاتی ہیں انہیں بہتر نہیں بنایا جا سکتا اور ان میں تبدیلی کی توقع رکھنا فضول ہے، لیکن جدید ماہرین کے نزدیک ہر تغیر پذیر عمل میں اصلاح کی گنجائش موجود ہوتی ہے اور ہم محنت و کوشش سے خاطر خواہ نتائج حاصل کر سکتے ہیں اور محنت و کوشش بھی ایک طویل، دقت آمیز اور صبر آزما کام کیونکہ پاگل پن ٹھیک ہونے میں بھی سالوں لگ سکتے ہیں۔'' ڈاکٹر کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

''مگر ہم انہیں اولاد ہو کر مینٹل ہاسپٹل کیسے چھوڑ سکتے ہیں وہاں تو ان کا ذہنی توازن مزید بگڑے گا یہ اور بھی پاگل ہو جائیں گی۔'' اریبہ کا لہجہ نم اور آنکھیں اضطراب کا شکار ہوئیں۔

''تو اب یہ کون سا ہوش و حواس میں ہیں بلکہ ان کا رویہ و حالت آپ لوگوں کی صحت اور استعداد کار پر بھی اثر ڈالے گا اور چڑچڑے ہونے کے ساتھ الجھن، پریشانی، آپ سب کا مسئلہ بن سکتی ہے، آپ سوچ لیں جو بہتر سمجھیں کریں میں نے ایک ہمدردانہ اور میڈیکلی نقطہ نظر اسے ان

کی رپورٹس کے مدنظر صائب رائے دی ہے آگے جو آپ کی مرضی۔" ڈاکٹر نے بات ختم کرتے ہوئے گویا انہیں جانے کا عندیہ دیا تھا، اریبہ عجیب پریشانی و الجھن زدہ کیفیت میں گھری اٹھ گئی۔

☆☆☆

کیتھرین کی آنکھ کھلی تو ماریا بستر پر موجود نہیں تھی بلکہ کچن سے آتی کھڑ پٹر کی آوازیں بتا رہی تھیں کہ وہ کچھ ککنگ میں مصروف ہے، کیتھرین نے اٹھ کر کچن میں جھانکا تو وہ ایپرن باندھے کوکنگ رینج کے سامنے کھڑی کچھ بنا رہی تھی۔

"ہیلو ماریا گڈ مارننگ۔" کیتھرین نے کہا تو وہ جواباً خوشدلی سے "گڈ ٹو" کہتی بھرپور انداز میں مسکرا رہی تھی اس کی بشاشت سے کیتھی کو باآسانی اندازہ ہو گیا کہ وہ بہت حد تک اسٹریس فیز سے دور نکل آئی ہے۔

"میں نے سوچا روز تم ناشتے میں کچھ نہ کچھ پکا کے کھلاتی ہو کیوں نہ آج میں ٹرائی کروں، اگرچہ میں تمہاری طرح بہت ماہر کک نہیں ہوں مگر پھر بھی مجھے یقین ہے تم جیسا اچھا نہیں تو برا بھی نہیں بناؤں گی۔"

"اچھا چینج ہے اور میں یہ نہیں کہوں گی کہ ابھی تم ٹھیک نہیں ہوئیں یا تمہیں یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ خود کو بیمار محروم یا مجبور محسوس کرنے سے بہتر زندگی کو لطف سے برتنا ہے اور صبح کی خوشگواری پورے دن کے موڈ پر اثر انداز ہوتی ہے۔" کیتھی بولی۔

"بالکل اور میں اب بالکل بھی خود سے معاشرے سے یا لوگوں سے بدظن نہیں کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ دوسروں کے خیالات و جذبات، ترجیحات اور پسند ناپسند کو مدنظر نہ رکھنا ہی بگاڑ کا سبب ہے پھر میں جان چکی ہوں میری شخصیت میں قدرے جارحیت اور شدت پسندی تھی جس نے مجھے متوازن شخصیت بننے ہی نہیں دیا، جبکہ خوشی صحت اور کامیابی میرے اپنے اختیار میں تھی۔" ماریا نے کہا۔

"زندگی ہمیں ڈپریسڈ کرتی ہے تو قدرت تبدیلی کا موقع فراہم کرتی ہے اور تمہاری خوش قسمتی سے تمہیں یہ موقع ملتا رہا جسے اپنے کمپلیکس کے باعث تم گنواتی رہیں، اب اس موقع کو تھام لو ہو سکتا ہے یہ آخری چانس ہو۔"

"اور میرا خیال ہے زندگی کی طرح کھانے کا چانس بھی مس نہیں کرنا چاہیے تو کیا خیال ہے پھر بریک فاسٹ ہو جائے۔" ماریا نے اسے دیکھا۔

"یقیناً کھانا اور سونا یہ دو ایسی چیزیں ہیں جن کے لئے میں ہر وقت تیار رہتی ہوں۔" وہ مسکراتی ہوئی ڈائننگ ٹیبل تک آئی اور ماریا کی تیار کردہ ڈرم اسٹکس پہ سویا ساس لگا کے کھانے لگی۔

"واؤ اچھا ذائقہ ہے ماہر کک نہ ہونے کے باوجود تم کسی کو بھی یہ بنا کھلا کر داد وصول کر سکتی ہو۔" کیتھرین نے بے ساختہ توصیفی انداز میں کہا تو وہ مسکرا دی۔

"ایسے ہی کچھ نہ کچھ کرتی اور مسکراتی رہا کرو تمہاری شخصیت اور رویے میں توازن خود بخود قائم ہو جائے گا پھر شعوری طور پر کوشش کرو کسی کے کام آسکو جس قدر ہو سکے دوسروں کی مدد کا جذبہ اپنے اندر رکھو تم لاشعوری طور پر خوشی، اطمینان، پرسکون ذہن جیسی نعمتیں حاصل کر لوگی اور ڈپریشن

تمہیں چھو کر بھی نہیں گزرے گا۔"

"مدد، دوسروں کے کام آنا، اسے یاد آیا کہ زندگی میں شاید ہی وہ کسی کے کام آئی ہو، یا کبھی کسی ضرورتمند کی مدد کی ہو، اسے بہت یاد کرنے پر بھی اپنی کوئی ایسی نیکی یاد نہیں آئی اگر وہ مر جاتی یا کسی حادثاتی موت کا شکار ہو جاتی تو اس کے دامن میں ایک بھی نیکی نہیں تھی جس کی بنا پر وہ اپنی بخشش یا خدا کی مہربانی کی امید رکھتی، کیا تھا اس کے پاس نہ کوئی اچھائی نہ بھلائی کسی کی مدد کا جذبہ کسی کی ضرورت پوری کرنے کا خیال اس نے اس بارے میں کبھی سوچا بھی نہ تھا بلکہ وہ تو بھکاریوں کو بھی کچھ دیے بنا یونہی گزر جاتی تھی، انہیں کچھ دینا اسے فضول لگا کرتا تھا، اس وقت اسے احساس ہو رہا تھا کتنی تہی دست تھی وہ اس معاملے میں، اس کے پاس یہ چیز تھی ہی نہیں اور اس کا سب سے کمزور اخلاقی پہلو تھا۔" کیتھرین اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو پڑھ رہی تھی اسی لئے رسان سے بولی۔

"منفی آزادی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں اسی لئے تم سے کہا تھا جب اپنی ناکامیوں پہ دوسروں کو مورد الزام ٹھہراؤ تو دیکھ لیں کہ کہیں غلطی آپ سے تو نہیں ہوئی ہے۔"

"میں نے بھلے کسی کی مدد نہ کی ہو مگر کبھی کوئی برا کام بھی انجام نہیں دیا جیسے کیا یہ میری نیکیاں نہیں۔"

"نہیں یہ تمہاری فطرت یا عادت تھی تم لاشعوری طور پہ سیلف کنٹرول گرل تھیں جبکہ نیکی ایسی چیز ہے جو ہر شخص کے اندر ہوتی ہے اسے بڑھانا اپنی صلاحیت یا اپنی طاقت ہے جو تم منفی طرز عمل میں پڑھ کر ضائع کرتی رہیں، لیکن یہ زندگی کا ڈی اینڈ نہیں ہے کسی وقت تمہیں، اب ایسا لگے کہ زندگی تمہارے کنٹرول سے باہر ہو رہی ہے تو کچھ وقت روحانی معاملات پر توجہ دینے میں گزار دو اور یہ کام صرف لمبی لمبی عبادات میں ہی نہیں بلکہ مراقبہ یا یوگا سے بھی لیا جا سکتا ہے۔"

"کیا تم یوگا یا مراقبہ سے متعلق مجھے معلومات دے سکتی ہو۔"

"ضرور دیتی مگر اس وقت میرے پاس ٹائم کم ہے اور شاید ایک دو دن تک یہاں موجود نہ ہوں تو تمہیں پرابلم ہو سکتا ہے کیونکہ میرے خیال میں تمہاری مینڈلی اور فزیکلی فیٹنس کچھ ویک ہے اور تم تنہا نہیں رہ سکتیں۔"

"تمہیں کہاں جانا ہے۔" ماریا نے چونک کر پوچھا۔

"آئم سوری ماریا میں تم سے ذکر کرنا بھول گئی کچھ نئی تحقیقات و آئیڈیاز اپنے شعبے و پروفیشن سے متعلق شیئر کرنے اور کچھ نئے انفارمیشن سورسز کے سلسلے میں ایک غیر سرکاری وفد کے ساتھ تین ماہ کے ٹور پہ جا رہی ہوں۔" کیتھی کچھ شرمندہ سی بولی۔

"کہاں، مطلب کس جگہ جانا ہے اور وہاں تم مجھے ساتھ نہیں لے جا سکتیں۔" ماریا نے کچھ بیقرار اور التجائیہ انداز میں پوچھا۔

"ہمیں چین، ہندوستان اور پاکستان جانا ہے، تینوں ملکوں میں ہمارا ایک ایک ماہ کا Stay ہے جو کہ تحقیق دریافت پہ سیمینارز طویل ہونے یا سیر و تفریح کے شوق میں کچھ لمبا بھی ہو سکتا ہے، تو ایسے میں اتنا عرصہ تمہیں ساتھ رکھنا آسان نہیں ویسے بھی میری مصروفیت کے باعث تمہیں تنہا اور

بوریت کا سامنا رہے گا۔''

''نو پرابلم کیتھی! میں مختلف نوع کی تہذیبوں، مذاہب کے متعلق جاننے کی بے حد شائق ہوں، تم اپنا کام کرنا میں اپنی ایڈونچرنیس کے ساتھ خود انجوائے کرلوں گی۔'' اس کا انداز بدستور ملتجی تھا، جس نے کیتھرین کو الجھن کا شکار کر دیا تھا۔

''مذاہب اور تہذیبوں پہ ریسرچ تو تم پہلے بھی کرچکی ہو اور خاصی نروس نیس کا شکار رہی ہو اس حوالے سے سو یہ کام ابھی رہنے دو پھر انڈیا شاید تم نے ذکر کیا تھا تم وہاں پہلے جا چکی ہو۔''

''کیتھی آئی نو، لیکن میں اس بار وہاں صرف ہندوستانی ہسٹریکل مغلیہ تہذیب دیکھنا چاہوں گی کیونکہ پہلے میں صرف چند دن کے لئے گئی تھی اور کوئی تاریخی عمارت یا سیاحتی ویو خاص کر تاج محل تک نہ دیکھ سکی تھی، میں صرف ذہن فریش کرنے خود کو زندگی کو دریافت کرنا چاہتی ہوں میرا مقصد صرف اتنا ہے کچھ عرصہ صرف زندگی کو زندگی کو سمجھ کر جیئوں، اپنے ذہن کو ہر پریشان خیالی سے آزاد کر کے خوشی، سکون اطمینان اور فرصت سے وقت گزار کر دیکھوں۔'' کیتھی نے کچھ دیر اسے دیکھا پھر پرسوچ انداز میں کہا۔

''مجھے اپنے وفد کے انچارج سے بات کرنا ہوگی ان کی پرمیشن کے بعد ہی تم جا سکو گی لیکن شرط وہی کہ مقصد صرف سیر وتفریح یا سیاحت نو ٹینشن نو پرابلم۔'' کیتھی نے باور کرایا۔

''تم فکر مت کرو، اس سلسلے میں مکمل اطمینان رہے گا میری طرف سے۔''

''اوکے، پھر میں بات کرتی ہوں۔'' کیتھی نے اٹھتے ہوئے کہا تو ماریا کے چہرے پر خوشی کا تاثر پھیلا تھا۔

☆☆☆

شہریار سونے سے قبل کمرے کی مین لائٹ آف کرچکا تھا، اس وقت زیرو پاور کا نائٹ بلب روشن تھا جس کی نیلگوں روشنی میں وہ لب دانتوں تلے کچلتے ہوئے اِدھر اُدھر نگاہ ڈال رہی تھی مگر اس واحد بیڈ کے سوا کمرے میں یا تو ایک کونے میں دیوار کے ساتھ چار اسٹائلش سی کرسیاں لگی تھیں، شیشے کا گول میز تھا یا نیچے ٹھنڈے فرش پر بچھی چٹائی اور بغیر کسی کپڑے بستر کے وہ خالی چٹائی پر تو نہیں سوسکتی تھی وہ بھی اتنے ٹھنڈے موسم میں، جبکہ ٹھنڈ اور بارش میں بہت دیر تک بھیگتے ہونے کے باعث وہ سردی سے بری طرح ٹھٹھر رہی تھی اور سر درد سے پھٹا جا رہا تھا فلو کے ساتھ بار بار چھینکیں آرہی تھیں، مگر سامنے بیڈ پر پڑے سنگدل شخص کو کوئی پروانہ تھی اس کی حالت وطبیعت کی اس کو یونہی محسوس ہو رہا تھا یہ غلطی تو سراسر شہریار کی تھی ہاں بیوقوفی اس نے کی تھی پھر سزا وہ اکیلی کیوں سہے۔

ایک دفعہ تو جی چاہا اس سنگدل بندے کو جھنجھوڑ کر اٹھا دے، اونچا اونچا بولے، اسے خوب کوسے، برا بھلا کہے اتنا واویلا کرے کہ دکھ کی ساری کھسک آنسوؤں کی راہ نکل جائے، مگر اس کی پوزیشن اس بات کی متقاضی نہ تھی، پراگندہ سوچوں سے چھٹکارہ پانے کے لئے وہ کتنی دیر کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتی رہی تھک گئی تو نڈھال سی نیچے بیٹھ گئی، جانے کتنی دیر وہ پتھر کے مجسمے کی مانند ساکت وجامد سی بیٹھی رہی، پھر بے تحاشا غصے اور ضد کے انداز میں نیچے سوگئی مگر نہ نیچے گرم کپڑا نہ

اوپر کچھ چادر لحاف اس پہ کپکپی طاری ہونے لگی جسم بھی تپ رہا تھا اور درد سے کنپٹیاں پھٹی جا رہی تھی کچھ کھایا بھی نہ تھا کمزوری، نقاہت اور سردی ایک ساتھ حملہ آور ہوئی تھیں جسم سارا درد سے چور تھا ساتھ بخار ہو رہا تھا، خود کو آہ نکلنے کی کوشش سے باز رکھتی وہ بار بار کروٹیں بدل رہی تھی اور ہر بار آنکھ اٹھا کر دیکھ لیتی کہ شاید اس کی آنکھ کھل جائے وہ اس عالم میں اسے ٹھنڈے فرش پر لیٹے دیکھ کر اوپر سونے دے مگر وہ بھی شاید افیم کھا کے سویا تھا اب تک اس کی طرف سے رخ پھیرے ایک ہی پوزیشن میں لیٹا تھا۔

ضبط سے بے حال ہوتی برداشت ختم کرتے درد سے چور وہ جو سکڑی سمٹی لیٹی تھی اٹھ بیٹھی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنا سر کی کنپٹیاں دبانے لگی ہلکی کراہ بھی اس کے منہ سے نکل رہی تھی بے چینی وبیقراری کا ایسا عالم تھا کہ وہ ساتھ روئے جا رہی تھی اور وقفے وقفے سے سسکیاں ابھریں تو آرام وسکون سے سویا شہریار یکدم سے اٹھا تھا اور اپنے اردگرد دیکھا تو نیچے فرش پر سر گھٹنوں میں دیے وہ اپنی ٹانگیں دبا رہی تھی ساتھ رو بھی رہی تھی۔

''شاید یہ ٹھیک نہیں بارش میں بھیگنے سے۔'' شہریار نے سوچا۔

سعدیہ کو زور سے چھینک آئی تھی اس نے ہائے اللہ کہتے ہوئے ایک ہاتھ سے سر کو پکڑا تھا اور دوسرے ہاتھ سے ڈوپٹے کا پلو پکڑتے ہوئے ناک صاف کیا تھا، کہ پھر لگا تار دو تین چھینکیں آگئیں، وہ اٹھنے لگا تھا کہ دماغ نے تنبیہ کی۔

''اس کی بدمزاجی و بیوقوفی نے آج کتنی کوفت کا شکار کیا تھا، اچھا ہے یونہی تڑپے کچھ تو سزا ملے بد دماغی کی۔'' وہ کروٹ پھیر کر پہلے کی سی طمانیت سے سونے لگا مگر اب سونا اتنا آسان نہ تھا جبکہ وہ جو اس کی رگ جاں سے قریب تر تھی اس بے حد عزیز تھی ایسے کراہ رہی تھی، تکلیف سے کہ وہ بے قرار ہو کر بار بار اس کی طرف دیکھ رہا تھا، ساتھ خود کو بے پرواہ ظاہر کرنے کی بھی کوشش کر رہا تھا، کہ آخر اتنی جلد خود کو شکستہ کرنا اس کی مردانہ انا کو بھی گوارا نہ تھا، سو وہ خود کو بے حس رکھنے کی تگ و دو کرتا رہا۔

پھر وہ اسی طرح کراہتی شاید سو چکی تھی وہیں سکڑی سمٹی کانپتی اور شہریار سے کمبل اوڑھ کر سونا دشوار ہو گیا تھا وہ اتنی ٹھنڈ میں نیچے پڑی تھی بنا کسی لحاف کے پھر اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہ تھی، شہریار کو یوں لگا تھا اس کے بستر پر کانٹے اُگ آئے ہیں، وہ لاکھ دماغ کی تاویلیں سنتا پر دل تو اسی کا تھا ناں جو دشمن جاں تھی وہی درد کا درماں بھی تو تھی، ذہن متفکر ہو کر اسی کو سوچ رہا تھا۔

''کیا کروں، یہ کمبل اٹھا کر اس پہ ڈال دوں یا اسے اٹھا کر بیڈ پہ لٹا دوں، یونہی پڑے رہنے سے کہیں زیادہ بیمار نہ ہو جائے۔'' وہ ایک بار پھر اٹھ بیٹھا اور اسی پل وہ بھی اٹھی تھی بری طرح چھینکتی اور کراہتی ہوئی۔

''اگر میں نے اسے کمبل دیا تو یہ سمجھے گی میں اس کی پرواہ کر رہا ہوں اور اس جیسی بدمزاج لڑکی کو یہ اہمیت بالکل نہیں دینی۔'' وہ پھر سے خود کو سمجھانے لگا۔

''ہو...... آ...... آ...... خاہ۔'' شہریار کی ساری حسیات جیسے پل میں چوکنا ہو گئیں، وہ کمبل پرے پھینکتا اس کے قریب آیا۔

''کیا تکلیف ہے تمہیں، سو کیوں نہیں رہی ہو۔'' لہجہ قدرے بیزار تھا۔

سنعیہ نے پل کی پل نگاہیں اٹھا کر اپنے سے چند قدم کے فاصلے پہ کھڑے ظالم شخص کو دیکھا اور دوسرے ہی پل پھر سے قے کر دی۔

''او مائی گاڈ!'' شہریار جھلایا ہوا مڑا اور کمرے کی مین لائیٹس آن کر دیں پھر ذرا سا جھک کر شانے اور بازو سے پکڑتے ہوئے اسے اٹھایا تھا مگر وہ اٹھ نہیں پا رہی تھی بس آنکھوں سے آنسو اور منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں، اب وہ سچ مچ متفکر سا ہوا اور اس کا چہرہ تھپکتے ہوئے کہا۔

''سنعیہ اٹھو واش بیسن تک چلو منہ دھو کر کلی کر لو اور پانی کے چند گھونٹ پی لو۔''

''مجھ سے نہیں اٹھا جا رہا بہت درد ہو رہا ہے میری ٹانگوں میں اور سر میں بھی ایسے لگ رہا ہے دماغ کی نسیں پھٹنے والی ہیں۔'' وہ لرزتے لہجہ میں بولی، شہریار پریشانی سے لمحہ بھر کو لب بھینچ گیا ساتھ ٹائم دیکھا ابھی پونی رات پڑی تھی۔

''اس کی بگڑتی حالت کا ذمہ دار میں ہوں، اس نے تو اپنے غصے وضد میں جو کرنا تھا کیا میں بھی کچھ اچھا نہیں پیش آیا ایسا نہ ہو لینے کے دینے پڑ جائیں۔'' وہ ساری انا وخفگی کو پس پشت ڈالتا اسے سہارا دے کر کھڑا کرنے لگا پھر ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اس کے ہونٹ اور ہاتھ صاف کیے، اسی طرح سہارا دیے اسے بیڈ پہ لا کر بٹھاتے ہوئے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے اس کی ٹانگیں اوپر کیں اور کمبل اس کے گرد اچھی طرح لپیٹ دیا گیس کا سلنڈر جلا کر بیڈ کے قریب کیا پھر دودھ کا ڈبہ کھول کر ایک برتن میں ڈالا اسے نیم گرم کر کے تھوڑے بسکٹ پلیٹ میں ڈالے اور دودھ کا ایک کپ اسے پکڑایا تھا، جو اس نے پکڑنے سے انکار کر دیا۔

وہ دودھ کا مگ ہاتھ میں پکڑے چند لمحے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا جو پیلا پڑ رہا تھا، تیز بخار، فلو، جسم میں درد، بارش میں بھیگنا، ٹھنڈے فرش پر بغیر لحاف کے سونا، اور کچھ نہ کھانا یہ سارے اجزاء مل کر اسے سب کچھ بھلانے پہ مجبور کر رہے تھے وہ کیا تھی اس کے ساتھ کیا کر رہی تھی، اسے کیسے ستایا تھا وہ سب بھلائے حتی الامکان نرمی سے بولا۔

''سنعیہ تمہاری طبیعت بہت خراب ہے اور آدھی رات کو ڈاکٹر کا ملنا یہاں آنا مشکل ہے تم یہ تھوڑے بسکٹس کھا لو اور دودھ پی لو تو میں تمہیں درد اور بخار کی ٹیبلٹس دیتا ہوں انشا اللہ صبح تک بہت افاقہ ہو جائے گا۔''

''آپ صرف دوا دے دیں میں پانی سے لے لوں گی۔'' اس کے نم لہجے میں ضد کا عنصر شامل تھا جو شہریار کو تپا سا گیا۔

''سنعیہ بیوقوف مت بنو اپنی حالت دیکھو یہ نخرے دیکھانے کا ٹائم نہیں کیوں مرنے پر تلی ہو۔''

''اچھا ہے مر جاؤں ایسی زندگی جینے سے تو مر جانا بہتر ہے۔'' وہ بڑبڑائی اگرچہ اپنی غیر ہوتی حالت کا اچھی طرح احساس تھا مگر اس کے اندر چھپی انا پسند ضدی لڑکی کروٹ لے رہی تھی۔

''چلو مر جانا مگر کچھ کھا لو کم از کم مجھے افسوس نہ ہو کہ بھوکی پیاسی مر گئیں؟''

''دیکھا آپ ہیں ہی بہت ظالم انسان یعنی میرے مرنے کا کوئی غم نہیں، صرف اپنا ڈر ہے

کوئی یہ نہ کہہ دے بھوکی پیاسی مار دیا۔'' وہ پھر بھڑکی۔

''دنیا داری بھی کوئی چیز ہے دکھاوے کو انسان کو بہت کچھ نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑتا ہے کیا کروں آخر۔'' وہ کاندھے اچکاتے ہوئے بولا۔

''کوئی ضرورت نہیں دنیا داری نبھانے یا دکھاوے دکھانے کی۔'' وہ چیخی۔

''جواب دہ تو مجھے ہونا ہے سب کے سامنے، کاغذی سہی ہو تو تم میری بیوی، مجبوری ہے۔'' وہ دونوں بازو سینے پہ لپیٹتا ہوا کتنے آرام سے بولا تھا۔

''اتار پھینکیں یہ مجبوری کا چولا، کس نے کہا ہے مجبوری کو سر پر لاد کر رکھیں۔'' وہ جیسے پھٹ پڑی غم وغصے سے۔

''اتار ہی تو نہیں سکتا کہ کوئی احسان فراموش نہ کہہ دے۔'' وہ آرام سے بولتا، سنعیہ کا سکون درہم برہم کر گیا اس کا سارا وجود جیسے احساس توہین سے سلگنے لگا، دکھ سا دکھ تھا اس لمحے اس کے اندر جو اتر کر سارے جسم میں پھیل گیا۔

کیا تھا یہ شخص، مکار، دھوکے باز، فراڈیا کچھ اور کتنے روپ تھے اس کے، کتنے چہرے تھے جو اس نے تہہ در تہہ نقاب چڑھا کے رکھے تھے، کیا حقیقت تھی اس کی کون سا روپ اصلی تھا، کون سا چہرہ صحیح تصویر پیش کرتا تھا اس کے مکروہ ارادوں کی اور یہ حقیقت کسی اور پہ کیوں نہ منکشف ہو رہی تھی یا وہ منکشف ہونے ہی نہ دیتا تھا فرمانبرداری، سعادتمندی کا ڈھونگ رچاتا وہ اس سے محبت کے نام پہ ڈرامہ کھیلتا سب کی آنکھوں میں دھول جھونکتا تھا، جبکہ در پردہ رہی مجبوری احسان کا کلیہ

''نہیں شہریار نہیں میں تمہارا یہ ڈرامہ کامیاب نہیں ہونے دونگی، خود کو کسی احسان یا مجبوری کا طوق ہرگز نہیں بننے دے سکتی، تمہارا اصل چہرہ میں بے نقاب کرونگی اور تمہارا ''اچھے بچے'' والا امیج سب کے سامنے تباہ کر دونگی۔'' آنکھوں میں جل تھل کے ساتھ اس کے دل ودماغ پر ضد بھی حاوی ہو رہی تھی۔

اب کیوں اس دن کی فکر کرو
جب دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا
اور سارے غم مٹ جائیں گے
تم خوف وخطر سے در گزر رو
جو ہونا ہے سو ہونا ہے
گر ہنسنا ہے تو ہنسنا ہے
گر رونا ہے تو رونا ہے
تم اپنی کرنی کر گزرو
جو ہو گا دیکھا جائے گا

☆☆☆

وہ اپنے کپڑے پریس کر رہی تھی جب جویریہ نے اسے وہاج کے آنے کا بتایا، اریبہ نے ایک لمبا سا سانس لے کر چند لمحے سوچتی نگاہوں سے جویریہ کو دیکھا پھر جلدی جلدی کپڑوں پہ استری

مکمل کر کے انہیں ہینگ کرنے لگی۔

"میں چائے بناتی ہوں آپ آجائیں۔" جویریہ اسے کہہ کر نکلی، اسی وقت وہاج اندر چلا آیا سنجیدگی سے سلام کر کے وہ چیئر پہ بیٹھ چکا تھا، کپڑوں والا ہینگر وارڈ روب میں لٹکاتے ہوئے اریبہ نے ذرا کی ذرا دیکھا وہ خلاف معمول بہت خاموش تھا، اسے کچھ کچھ اندازہ تھا وہ کیا کہنے آیا ہوگا، ابھی صبح ہی تو خالہ اور ثمن ہو کر گئی تھیں شہباز کی تھانے روانگی کا سن کر افسوس کے ساتھ در پردہ بہت کچھ جتا بھی گئی تھیں۔

ان کا خیال تھا کہ گھریلو اخراجات کے ساتھ یہ ایک اضافی خرچ تھا جو وہاج پہ پڑ چکا تھا۔

"بس اب یہی سننا تھا اس گھر کے حوالے سے پہلے روپے کی خرد برد کا معاملہ پھر نجمہ کی پاگل پن میں لوگوں کا سر پھاڑنے والی حرکتیں اور اب نشئی جواری ہونے کے ساتھ ساتھ چوری کا الزام ایک معاملہ نپٹتا نہیں کہ دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے۔" خالہ نے چھوٹتے ہی کہا تھا۔

"اب ضمانت بھی ہزاروں میں ہوگی اور وہاج بھائی تو پہلے اخراجات کے انبار تلے دبے ہوئے ہیں۔" ثمن بھی دبے لفظوں میں بولی تو اریبہ نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"تو اور کیا، دیکھو بیٹی خدا لگتی کہوں گی ماں اور خالہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور تم تینوں میری اپنی بچیاں ہو مجھ سے بڑھ کر تمہارا دکھ کسی کو نہ ہوگا مگر اب معاملہ روپے دو روپے والا نہیں ہے، اپنی عزت بے عزتی کو ہم چھڑوا بھی لیں تو کیا ضمانت ہے کہ وہ کل کلاں کو ایسا کام دوبارہ نہیں کرے گا، نری پیسے کی بربادی، میں تو کہتی ہوں چار دن رہنے دو حوالات میں، پولیس کی چھترول ہوگی تو دماغ ٹھکانے آجائے گا۔"

"جی میرا بھی خیال ہے کہ ایسا ہی کریں۔" اریبہ دھیرے سے بولی۔

"بے عزتی سی بے عزتی ہے ارے شہر میں کسی کو منہ دکھانے لائق نہیں رہے، بس مولا برا وقت نہ لائے کسی پر، کیسا اچھا وقت گزر رہا تھا سب خواب کا زمانہ لگتا ہے۔" خالہ دلسوزی سے بولیں۔

"اریبہ تم کیا کر رہی ہو آج کل۔" ثمن نے اسے مخاطب کیا جو گم بیٹھی تھی۔

"وقت کا کیا دیکھ رہی ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے۔" وہ تلخی سے بولی پھر سر جھٹکتے ہوئے کہا تھا۔

"کوشش کر رہی ہوں جاب کے لئے دیکھو کیا بنتا ہے۔"

"اچھی بات ہے ایک تو ذہن مصروف ہو کر ٹینشن سے بچے گا پھر تمہارا گزارہ بھی آسانی سے ہو پائے گا۔" وہ خوش ہو کر بولی تھی۔

"اب ہم لوگوں کو دیکھو ابو کی وفات کے بعد بھائی کی بھی پریشانی تھی وہ بھی جاب لیس تھے صرف امی کی سلائی پر گزارہ ہونا مشکل تھا تو ہم بہنوں نے ٹیوشنز لے کر اپنے گھر کا بوجھ اٹھایا تھا ویسے بھی گھریلو ضرورت یا معاشی تنگدستی کی بناء پر عورت کا اپنے لئے کام کرنا محنت سے کوئی عیب یا گناہ نہیں پھر جلد یا بدیر بوجھ تمہی کو اٹھانا ہے۔"

"مجھے اس بات کا احساس بخوبی ہے اور میں کوشش کر رہی ہوں جاب کے لئے مگر ابھی کچھ ہو

نہیں رہا خیر اللہ مالک ہے کوئی سبیل بن ہی جائے گی۔"

"ارادہ ہو تو سب ہو جاتا ہے ورنہ......" ثمن نے بات ادھوری چھوڑی تو اریبہ نے چونک کر دیکھا کیا سنانا چاہ رہی تھی وہ؟ ایسا کیا تھا اس کے ادھورے فقرے میں جو بن کہے بھی چبھ گیا۔

"میرا مطلب ہے انسان نیک ارادہ رکھے تو اللہ سب کر دیتا ہے، وہ کہتے ہیں نا جیسی نیت ویسی مراد۔" ثمن اس کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھ کر بات سنبھالنے کو بولی، مگر اریبہ کے چہرے پر جو یاسیت لہرائی تھی وہ چھپا ہی نہ سکی اور اس وقت بھی اس کا چہرہ ابھی کیفیت کا غماز تھا، جس سے تھکی وہ سر جھٹک کر بولی۔

"بہت دنوں بعد آئے ہو، آفس میں مصروفیت زیادہ رہنے لگی ہے کیا؟" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لبوں سے شکوہ پھسل پڑا تھا۔

"میں نہیں آیا تو تم نے کون سا بلا لیا تھا۔" وہاج بھی گلہ کر گیا۔

"زندگی جب بھی دکھ دیتی ہے میرا دھیان سب سے پہلے صرف تم تک جاتا ہے کہ تم اس وقت میرے واحد ہمدرد ہو میں تم سے چاہے کئی دن رابطہ نہ کروں مگر دل سے یاد کا اور آنکھوں سے خواب کا سانسوں سے چاہت کا جو رشتہ ہے وہ نہیں ٹوٹتا۔" وہ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہ پائی بس سوچ کر رہ گئی۔

"اب کہاں گم ہو چکی ہو، ایک تو یہ بار بار سوچوں کے سمندر میں غوطہ کھانے والی جونئی بیماری تم نے پال لی ہے بہت بری ہے، خود کو حاضر رکھا کرو۔" وہاج چڑ کر بولا۔

"آئم سوری۔" وہ خجل سی ہوئی۔

"خاک مارو سوری کو گھنٹہ بھر سے تم نے دو باتیں نہیں کہیں اور میں کتنا خوش آیا تھا تم سے ملنے کا تصور لے کر مگر یہاں آ کر ایک تو شہباز کا سن کر موڈ بگڑ گیا دوسرا تم عجب مذاق کر رہی ہو۔" وہ جھلایا ہوا بولا۔

"اچھا یہ چائے پی لو، میں کچھ نہیں سوچتی تم بولو کیا کہنا ہے۔" وہ نرمی سے ہنستی بولی۔

"شہباز نے جو کیا بہت برا کیا، میں اسی لئے کہتا تھا اس پہ نظر رکھو اب ایک دفعہ اس پہ چوری کا الزام جھوٹا سہی لگ گیا نا تو سمجھ لو پکا چور کہلائے گا کل کو محلے میں ہوا سے بھی کسی کی شے اڑ کر ادھر ادھر ہوگئی الزام اسی پہ آئے گا۔"

"کیا کرتی اور کیا کروں گھریلو حالات امی کی حالت ایسے میں کہاں کہاں دھیان دوں اور وہ اتنا بدتمیز ہو گیا ہے سیدھے طریقہ سے بولتا تک نہیں سمجھاتی کیسے؟"

"گھر میں کنٹرول کے لئے کسی کا خوف دبدبہ ضروری ہے، جو تم میں بالکل نہیں۔"

"میں بہت نرم مزاج ہوں پھر اپنے گھر کے لئے سخت ہونا مجھے آتا ہی نہیں۔" اس نے بے بسی سے اعتراف کیا تو وہاج نے کچھ دیر اس کو دیکھا جس کی خوبصورتی غربت میں بھی چمک رہی تھی۔

"میں صبح اس کی ضمانت کرواتا ہوں پھر اس کے لئے کرنا کیا ہے اصل مسئلہ تو یہ ہے، بری سنگت میں قدم رکھنے کے بعد اس کا پھر سے تعلیم کے لئے متوجہ ہونا ایک ناممکن سا پراسس ہے، ابھی

اٹھارہ سال کا بھی نہیں ہوا کہیں کام پہ بھی نہیں لگ سکتا۔'' وہاج کا تجزیہ بالکل درست تھا وہ کچھ بول نہیں پائی بس آنکھوں کی سرخی بڑھ گئی ایکدم۔

''خیر یہ سب سوچنا اور لائحہ عمل تیار کرنا میرا ہیڈک ہے تم اپنے چھوٹے سے دماغ کو زحمت مت دینے لگ جانا اٹھو تمہیں گھما کے لاتا ہوں تمہارا موڈ فریش ہو۔'' وہ یکدم خود پہ بشاشت کا لبادہ اوڑھتا ہوا بولا تو اٹھنے سے پہلے اس نے انکار کرنا چاہا اور وہاج جیسے اس کا ارادہ بھانپ چکا تھا فوراً بولا۔

''پلیز اریبہ انکار کر کے میرا موڈ خراب نہ کرنا تمہارے پاس میں صرف خوش ہونے زندگی محسوس کرنے کو آتا ہوں۔'' دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے بولتا ہوا وہ اسے کتنا اچھا لگا تھا اور وہ اسے ناراض کرنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی، پہلے کون سی خوشیاں تھیں جو ایک سکھ میسر تھا وہاج حسن کی توجہ و محبت کا وہ اس سے منہ موڑنے کو ہرگز تیار نہ تھی، اپنا پسندیدہ کلر کا قدرے اچھا لباس پہنتے ہوئے اس نے لمبے سیاہ بالوں کو فولڈ کر کے کیچر لگا لیا کہ وہاج کو اس کے کھلے بالوں پہ کسی کی نظر پڑنا گوارہ نہ تھا اور وہ اس کی پسند ناپسند کو مدنظر رکھا کرتی تھی۔

جویریہ کو بتا کر وہ اس کے پیچھے قدم اٹھاتی یونہی بیرونی دروازہ عبور کرنے لگی تو اس کی سماعتوں میں کوئی زہریلا سا لہجہ گونجا تھا اور رگوں میں کوئی طاقتور بم پھٹا تھا اور ہر طرف آنکھیں آگ آئی تھیں۔

''اچھا جو تم من مانی کرتی ہو، آوارہ گردیاں کرتی ہو وہاج کے ساتھ، وہ سمجھتی ہو کسی کو نہیں معلوم۔'' اس کے مسکراتے لب بھینچ گئے اور قدم رک گئے چہرے پہ بلا کی سنجیدگی در آئی۔

''آؤ رک کیوں گئی ہو؟'' وہاج مسکراتے ہوئے بولا۔

''تم جاؤ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔''

''شٹ اپ اریبہ، میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں جلدی آ جاؤ۔'' وہ بائیک پہ بیٹھ کر سٹارٹ کرنے لگا۔

''آئم سوری وہاج یہ مذاق نہیں ہے واقعی تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہتی۔'' وہ اسی سنجیدگی سے بولی تو وہاج کا چہرہ لمحہ بھر میں سرخ ہوا تھا غصہ، ذلالت، شرمندگی کیا کچھ محسوس ہوا تھا وہ بے حد اشتعال میں بائیک کا ٹرن لیتا لمحہ بھر میں وہاں سے چلا گیا اور اریبہ خالی رہ جانے والی جگہ کو نم آنکھوں سے دیکھتی دروازے کے کھلے پٹ کا سہارا لے کر بیٹھتی چلی گئی۔

☆☆☆

زندگی کی ڈور میں کامیاب ہونے کے لئے اعتماد ضروری ہے اور وہ کامیاب زندگی جینا چاہتی تھی، اپنی زندگی میں آنے والی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو کشید کرتے ہوئے بڑی خوشیوں کے لئے راہ ہموار کرنا چاہتی تھی، دنیا کو حقیقی انداز سے دیکھتی، اپنی مخفی صلاحیتوں کو پہچانتی، اپنا احساس محرومی ختم کر کے خود کو محسوسات کی دنیا میں چاق و چوبند، خوش بناتی اپنی زندگی میں مثبت تبدیلیاں لانے کے لئے کوشاں تھی۔

ہلکی ہلکی سنو فال اور بہت زیادہ آئسنگ ایئر نے موسم منفرد بنا رکھا تھا اپنے بلیک لانگ کوٹ

کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے سر پر بڑا خوبصورت ہیٹ ترچھا کر کے رکھے اور کورٹ شوز پہنے وہ موسم کی انفرادیت کا لطف اٹھانے نکل کھڑی ہوئی، سرد موسم کے باوجود خوبصورت پرندے کسی نہ کسی برف سے ڈھکی شاخ پہ بیٹھے نظر آ رہے تھے اس نے اک مسکراہٹ ان پرندوں کی طرف اچھالتے ہوئے گویا انہیں گڈ مارننگ کا پیغام دیا تھا، اس کی طرح بہت سی حسینائیں اور منچلے نوجوان سنو فال کا لطف اٹھاتے سڑکوں پہ گھوم رہے تھے، خوشگوار موڈ لئے وہ چہل قدمی کے انداز میں جا رہی تھی کہ ایک نیگرو بھکارن نے اس کا راستہ روکا تھا وہ اپنے بچہ کو اٹھائے دودھ کا خشک ڈبہ لینے کے لئے بھیک مانگ رہی تھی، وہ بھکاریوں کو کچھ دینا ہمیشہ روپے اور نیکی کا ضیاع سمجھتی تھی اس کا خیال تھا جس کی آنکھیں اور ہاتھ پاؤں سلامت ہیں وہ لینے یا مانگنے کا مستحق نہیں نہ بخشش ایسے شخص کو لگتی ہے، اس کی اس بات پہ ایک بار اس کی کلاس فیلو للی نے ٹوکا تھا۔

''تم اگلے بندے کے حق پہ نہیں اپنی نیت پہ بھروسہ رکھا کرو جو خدا کے نام پہ دھوکہ دے اس سے دھوکہ کھا لینا چاہیے، یہ اپنے عروج اور سامنے والے کے زوال کا معاملہ بن جاتا ہے۔''

''آہ للی میری بیسٹ فرینڈ کہاں ہو تم، پلیز کم ان مائی لائف، دیکھو اپنے دوستوں کے بغیر میں کتنی ادھوری اور اکیلی ہوں۔'' اس نے بے ساختہ للی کو یاد کیا تھا اور خلاف معمول اپنی جیب سے دو سکے برآمد کر کے بھکاری عورت کے ہاتھ پر رکھ دیئے، ''یہ شاید زندگی میں میری پہلی نیکی ہے۔'' اپنے اس عمل کو اس نے خود ہی انجوائے کیا تھا۔

بلند و بالا عمارات کے بودن سٹریٹ میں قدرے چھپے ٹرن بل ہاؤس سے گزرتی وہ ذرا کی یہ ایک دلچسپ جگہ ہے گورنمنٹ بلڈنگ لکڑی کی بنی ہوئی لمبی عمارت ہے، یہ دنیا کی دوسری بڑی لکڑی کی بنی ہوئی عمارت ہے اس کی طرز تعمیر و آرائش و یوا سے بہت فیسی نیٹ کرتے تھے، یہاں پر آج کل وکٹوریہ لاء سول ہے، اولڈ سینٹ پال پارلیمنٹ بلڈنگ کے قریب ہی ایک بوڑھا ہسپانوی بیٹھا تھا ملکی و غیر ملکی ادب کی کلیکشن لئے کتابیں شروع سے اس کا کریز تھیں کالج لائف میں اکثر فٹ پاتھ پہ بیٹھے بک سیلرز سے وہ شیکسپیئر کے اوتھیلو، شیلے اور کیٹس کے اوڈس کے علاوہ کلاسیکل ونچ والے ناول پر لیا کرتی تھی۔

وہی شوق بوڑھے ہسپانوی کو دیکھتے ہوئے پھر سے اٹھ آیا تھا گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ کر وہ مختلف کتابیں اٹھا کر دیکھنے لگی، اولڈ کلاسک رائٹرز میں چارلس ڈکنز، ہمینگوے، پرل ایس بک، ڈیفن دی موریر اور سمرسیٹ ماہم وغیرہ کا کلیکشن موجود تھا، ممتاز مفتی ان لو، کلیات رابرٹ فراسٹ جیسی شاہکار کتابیں بھی تھیں، اس نے چند کتابیں نکالیں اور بوڑھے ہسپانوی سے ان کی پرائس لیس پہ بات کرنے لگی، بوڑھا ہسپانوی کتابوں کو ترتیب سے رکھتے ہوئے ساتھ اسے کتابوں کی نادر و نایاب کوالٹی کے ساتھ قیمت کم نہ کرنے کا مژدہ سنا رہا تھا، جبکہ کتابیں اسے پسند آ چکی تھیں اور وہ انہیں لینے کی خواہشمند تھی مگر مناسب قیمت پر۔

بوڑھے ہسپانوی کے خشک اور قطعی انداز سیلز مینی سے مایوس ہو کر جب وہ اٹھی اسی پل اسکی نگاہ سائیڈ پر رکھی تحقیقاتی موضوعات کی بکس پر چلیں گئی، اس فہرست میں سب سے اوپر تقابلی ادیان پھر عیسائیت اور یہودیت، بدھ مت، پارسی ازم، جین مت اور اسلام سے متعلق لکھی ہوئی کچھ غیر مسلم

ادیبوں کی تصانیف تھیں جن کا اسلام کے بارے میں مطالعہ، ریسرچ تحقیق سالوں کی محنت، مشاہدے کا نچوڑ ان کتابوں میں موجود تھا، ماریا نے فیصلہ کرنے میں صرف چند منٹ لگائے تھے، پھر اس نے تقابلی ادیان کے ساتھ بدھ مت، پارسی ازم، سکھ مت اور اسلام سے متعلق تحقیقی و معلوماتی مواد پہ مبنی تصانیف خرید لیں۔

کتابیں لیے وہ گھر واپس لوٹی تو کیتھرین گھر پہ موجود تھی اور ہنستی مسکراتی ماریا کو دیکھ کر اس کے ہونٹ بے اختیار پھیلے۔

"واؤ، بہت اچھی اور خوبصورت لگ رہی ہو اسی طرح رہا کرو خوش اور فریش، اتنی پیاری ہو کر خوامخواہ حلیہ بگاڑے رکھتی ہو۔"

"اپنے آپ کو سنوارنا کسے برا لگتا ہے سنگھار تو ویسے بھی عورت کی جان ہے، مگر مجھے اپنی جان سے زیادہ تمہاری پوزیشن کا خیال ہے، میری وجہ سے ڈاؤن نہ ہو جائے۔" اس کا انداز سراسر شرارتی تھا جس سے کیتھرین جی بھر کر محظوظ ہوئی۔

"تم میری فکر چھوڑو بس خود کو توجہ دو اور زندگی جواب میں تمہیں توجہ دے گی۔"

"تمہارا فارمولہ میں نے سمجھو گھول کر پی لیا ہے، آج سے میرا مشن یہی ہے مثبت انداز فکر اپنائے مایوسی محرومی ناکامی اور احساس کمتری کو دور بھگائیے۔"

"اچھی بات ہے زندگی انجوائے کرنے والی چیز ہے، خوشی غم اتار چڑھاؤ کامیابی ناکامی زندگی کا حصہ ہیں انہیں پوری زندگی سمجھ لینا یا دکھ کو خود پہ طاری کر کے بیٹھ رہنا سب سے بڑی بیوقوفی ہے، توازن میں ہی زندگی کا مزا اور حسن ترتیب ہے۔"

"اٹس او کے ڈیئر مگر اس توازن کا فائدہ۔" اس نے بڑے اسٹائل سے پوچھا۔

"فرسٹریشن، ٹینشن اسٹریس سے بچاؤ اور ایسی بیماریوں کا شکار لوگ عام لوگوں کی طرح سماجی کامیابیوں کے لئے کوشش نہیں کرتے پھر بغیر کسی وجہ کے حوصلہ ہار دیتے ہیں۔"

"اور مجھے حوصلہ ہارنا نہیں جیتنا ہے۔"

"بالکل حوصلے سے ہی زندگی بھرپور بنتی ہے یہ حقیقت ہے کہ احساس کمتری کا علاج ایک انتہائی مشکل کام ہے کیونکہ اس احساس کی ابتدا تمہارے اندر بالکل بچپن سے ہوئی اور وہ نقوش جو بچپن میں ثبت ہوں گہرے ہوتے ہیں اور انہیں دور کرنا مشکل ہوتا ہے، لیکن اگر وہ نقوش دور نہ کیے جائیں تب بھی ان کو خود سے پیدا کردہ خوشگوار خیالات اور احساسات سے کمزور بنایا جاسکتا ہے اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ احساس کمتری کے جذبے کو اسی رویے سے ختم کر کے ایک خوشگوار اور خوبصورتی زندگی گزاری جاسکتی ہے۔"

"جیسے میں گزارنے جارہی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"آف کورس اور اسی خوشی میں ایک اور خوشخبری شامل کر لو میں نے اپنے وفد کے انچارج سے بات کر لی ہے، تم ہمارے ساتھ جارہی ہو۔"

"واقعی، اوہ مائی پلیثرر۔" وہ خوشی سے کیتھرین سے لپٹ گئی۔

"Thanks my sweet heart تم واقعی بہت اچھی ہو۔"

"Most wellcome مگر ایک شرط ہے جانے کی۔"

"تم بولو میں ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔" وہ بخوشی بولی۔

"نمبر ایک تم اپنے ذاتی خرچہ پر وفد کے ہمراہ ہو گی مطلب تمہارا شمار بطور رکن ہو گا مگر آمد و رفت کا سارا خرچ تم اپنے طور پر کرو گی، نمبر دو تمہیں گھومنے پھرنے کچھ بھی کرنے یا کہیں ٹھہرنے کے لئے باقاعدہ وفد کے انچارج کو اطلاع دینا ہو گی علاوہ ازیں ان دو شرائط کے تم ہر تعاون میں ہم کو مخلص پاؤ گی یہ دونوں شرائط بھی کچھ تحفظات اور زیادہ تر تمہاری کسٹڈی کے سلسلہ میں ہیں امید ہے تم یہ نکتہ سمجھ گئی ہو گی۔" وہ مسکرائی۔

"I con understand no tention۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے ہم کچھ ضروری ڈریسز خریدیں گے وہاں کے موسم کے حساب سے اور اپنی ضروری پیکنگ کل پہ رکھتے ہیں پرسوں روانگی ہے، تم جو بھی مارکیٹ سے لینا چاہو اور جو کچھ ساتھ لے جانا ہے اس کی لسٹ بناؤ پھر اپنی شاپنگ اور پیکنگ مکمل کریں۔"

"او کے، میں لسٹ بنالوں پھر۔"

"پہلے کھانا کھالیں یہ کام بعد میں کرنا مجھے بہت بھوک لگی ہے۔" کیتھی نے کہا۔

"Ok as you wish۔" وہ کچن میں جا کر کھانا گرم کرنے لگی۔

(باقی آئندہ ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

اٹھارویں قسط کا خلاصہ

ماریا، کیتھرین کے الفاظ کی روشنی میں اپنا احتساب کرتی ہے تو ابتک کی غلطیوں کوتاہیوں، ناکامیوں کے ساتھ اسے اپنے پیرنٹس، فرینڈز، لیڈی ایلون کے رویہ، سلوک بھی یاد آتے ہیں، اپنے مقصد میں ناکامی بھی اسے اپنا مخلص نہ ہونا نظر آتا ہے تو وہ اپنی تمام تر ذہنی طمانیت کے لئے تازہ ولولہ، نئے عزم کے ساتھ زندگی کے مدمقابل ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔

کیتھرین، ماریا کو زندگی میں خوش اخلاقی، خود شناسی اور نیکی کا درس دینے کے ساتھ یوگا، مراقبہ سے خود کو سکون فراہم کرنے کا مشورہ دیتی ہے اور ویلنگٹن سے باہر اپنے سیاحتی و تحقیقی ٹور کا ذکر کرتی ہے تو ماریا ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کرتی ہے۔

شہباز کے گرفتار ہونے کا پتا چلنے پر وہاج گھر آتا ہے اور اریبہ سے باہر چلنے کی فرمائش کرتا ہے، اریبہ کے انکار پہ غصے میں کھولتا بائیک دوڑا لے جاتا ہے۔

ماریا تقابلی ادیان سے متعلق کتابیں خریدتی ہے، کیتھرین اسے جانے کی اجازت اپنے وفد کے انچارک سے لے دیتی ہے جس پہ ماریا بے تحاشہ خوش ہے۔

انیسویں قسط

اب آپ آگے پڑھیئے

اس کو پا کر بھی اسے ڈھونڈ رہی ہیں آنکھیں
جیسے پانی میں کوئی سیپ گہر کو ترسے
اک دنیا ہے کہ بستی ہے تیری آنکھوں میں
وہ تو ہم تھے جو تیری ایک نظر کو ترسے

وہ اس کے سامنے تھی اور وہ اسے سوچ رہا تھا، اس نے خفگی کے باوجود وہ اس کی یاد کے سارے لمحے اپنے نام کر رہی تھی اور وہ بھی غصے کے باوجود اسیری کے اس لمحہ سے پیچھا نہیں چھڑانا چاہتا تھا کیونکہ اس کے روڈ، ترش انداز سے نالاں ہونے کے باوجود وہ اسے چاہتا تھا بے حد بے حساب اس کے آگ سے مزاج کی ساری شوریدہ سری اپنے دل پہ جھیلتا تھا سو اس وقت بھی اس کے صرف دودھ کے ساتھ دوا لے کر سونے پر وہ کچھ نہ کہہ پایا۔

اور اب وہ سیاہ پلکوں کی جھالر شربتی آنکھوں پر گرائے سو رہی تھی، وہ کچھ دیر اسے نیند میں جاتے دیکھتا رہا پھر گہری سانس بھرتا بیڈ کے دوسری طرف سے ہو کر اوپر آ بیٹھا، اس کے گرد کمبل اچھی طرح اوڑھا کے وہ ایک تکیہ اٹھا تا بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا گیا اور اپنی ٹانگوں پہ کمبل ڈالا، اپنے سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر لیٹی سنعیہ کو دیکھا جو اسے بے سکون کر کے کتنے سکون سے سو رہی تھی۔

''کیا وہ جانتی ہے کسی نظر کے لئے وہ کتنی خاص تھی، کسی دل میں اس کا کیا مقام تھا، اپنے قریب بیٹھے بندے کے لئے کیا حوالہ رکھتی تھی وہ جس کے چہرے کے حسین خدوخال میں جذباتی وابستگی کا ہلکا شائبہ تک نہ تھا۔'' شہریار چہرے کا رخ اس کی طرف کیے اسے بہ غور دیکھ رہا تھا وہ جو اس کے لئے سب کچھ تھی جس کے بغیر زندگی کی ہر خوشی ہیچ لگتی تھی اور جس کے دلفریب وجود کی خوشبو حواسوں پہ چھا رہی تھی، وہ پرتپش نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا اور شاید یہ نگاہوں کا ارتکاز تھا جو سنعیہ سوتے میں کسمسائی پھر ہلکے ہلکے کراہنے لگی، شہریار نے خود کو بے خبر رکھنے کی ایکٹنگ کرنا چاہی مگر پہلو میں مچلتا دل اسے باور کرا رہا تھا کہ وہ سنعیہ کی پروا کرتا ہے۔

''سنعیہ کیا ہوا ہے؟'' وہ اس کی طرف قدرے جھکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''درد ہو رہا ہے بہت سر میں، دماغ پھٹا جا رہا ہے۔'' سنعیہ کی آواز رندھ گئی بتاتے ہوئے، تکلیف کے باعث اسے یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ وہ ابھی گھنٹہ بھر پہلے اس شخص سے کتنا خفا ہو کر بدلے لینے کے عہد باندھ رہی تھی، شہریار نے ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا جو تپ رہی تھی، پھر ہتھیلی کے ہلکے دباؤ سے اس کا ماتھا دبانے لگا اور اس کی اس بروقت ہمدردی سے سنعیہ کو اپنے درد میں واقعی افاقہ محسوس ہونے لگا کچھ دیر بعد اس کی دماغی کو سکون ہوا تو پلکیں پھر نیند سے بوجھل ہونے لگیں اپنی کروٹ بدلتے ہوئے اس نے چہرہ شہریار کے بازو سے لگایا اور سو گئی جبکہ وہ اب بھی اس کا سر دبا رہا تھا کچھ دیر بعد سنعیہ نے اپنا بازو سیدھا کرتے ہوئے اوں کی تو شہریار نے آہستگی سے اس کا رخسار سہلایا، وہ شہریار کے شانے پہ سر رکھتی بازو اس کے سینے کے اوپر لے گئی، شہریار نے بہت تحیر سے دیکھا تھا، دوا کے زیر اثر وہ بڑے سکون سے سو رہی تھی اس کے پہلو سے لگی اور شہریار کو اپنے پہلو سے آنچ سی نکلتی محسوس ہوئی، سوئی ہوئی وہ کتنی معصوم، پیاری اور اچھی لگ رہی تھی، قربتوں کا

اک لاشعوری لمحہ ان کے قریب آ کھڑا تھا جس میں شکوے تھے نہ شکائتیں، جھوٹی ناراضگی تھی نہ انا کی خفگی، دھڑکنوں کا انتشار تھا، آہنگ تھی کہ امنگ حدت تھی کہ شدت کچھ تو تھا جو دل کو یک لخت بے چین کرنے لگا۔

اور وہ چاہتے ہوئے بھی اس بے چینی کو ترک نہ کر سکتا تھا، وہ اس کے ایک ایک نقش کو دیکھ رہا تھا، ان لمحوں کی اسیری کے اندر جی رہا تھا جو بجھی راکھ کے نیچے دبی ہوئی کسی چنگاری کو آگ سی دکھا رہے تھے۔

''کیوں اٹھا رہے ہو اپنے اور اس کے درمیان فصیلیں، کیوں ناراضگی دکھاتے ہو، یہ لمحہ گزر گیا تو فاصلے صدیوں پر محیط ہو جائیں گے اس ماحول میں جی لو۔'' بھیگی رات نے جیسے ہنستے ہوئے سرگوشی کی تھی وہ سنعیہ کے گلابی ہونٹوں کو دیکھ رہا تھا انہیں بہت آہستگی سے انگشت شہادت سے چھوا تھا، سنعیہ ذرا سا کسمسا کے پھر سو گئی اور وہ اسے دیکھتا جا رہا تھا بنا پلکیں جھپکائے۔

ہماری اس محبت کو
غلط فہمی سمجھ لو تم
یا خوش فہمی سمجھ لوں میں
نہیں، کچھ فرق دونوں میں
محبت تو محبت ہے
تمہاری ہو یا میری ہو
مجھے تو ہر حوالے سے بہت
آرام ملتا ہے
کہ جیسے باغ میں دل کے
کوئی پھول کھلتا ہے

کتنا قریب تھی وہ کہ دھڑکنیں سانسوں کے زیر و بم آپس میں ہم آہنگ تھے، ہر پل اس سے کترا کر گزرنے والی ہر لمحہ خفا رہنے والی اس سے دور جانے کے داؤ کھیلتی کاسنی سی لڑکی اس وقت جیسے دنیا کے ہر احساس سے بے پروا اس کے سینے پر سر رکھے آرام سے سو رہی تھی اور شہریار کے لئے ان لمحوں کو جھیلنا آسان نہ تھا کہ ان کے وجود قربتوں کی عجب کہانی بنے ہوئے تھے، اسے خود پر اختیار تھا بے حد و حساب مگر روح کی افراتفری، دل کی ضد اور نگاہوں کی بے چینی اس کے پاس جیسے بچاؤ کی راہ نہ تھی۔

''رخصتی نہیں ہوئی تو کیا ہوا ہے تو اس سے قانونی و شرعی رشتہ۔'' دل نے ایک دلیل پیش کی مگر لمحوں کی زد میں آ کر خود کو گرانا اسے کب گوارہ تھا، لاکھ وہ اس پہ استحقاق رکھتا اپنی Self respect اسے ہر چیز سے بڑھ کر عزیز تھی وہ خود کو لمحوں کا قیدی نہیں بنانا چاہتا تھا نہ سنعیہ کا اعتماد توڑنا اسے پسند تھا کسی کمزوری کی زد میں اپنا آپ ہارنا اس کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی کمینگی اور بشری ذلالت تھی، سنعیہ سے نکاح کا بندھن قائم ہونے محبت کی بے پناہ شدت اور قربتوں کی پرفسوں حدت کے باوجود اسے ضبط کے کڑے امتحان کو پاس کرنا تھا وہ عورت کی کمزوری

سے فائدہ اٹھا کر اپنی مردانگی کا زعم دکھانے سے نفرت کرتا تھا سو ضبط کے کڑے سمندر کو پار کرتا پانیوں کے سفر سے تشنہ پا پلٹ آیا اور اسی طرح سنعیہ کو سینے سے لگائے اس کے گرد اپنے بازو لپیٹے جانے کب سو گیا۔

☆☆☆

محبت جھوٹ ہے
''عہد وفا'' ایک مشغل ہے بے کار لوگوں کا
''طلب'' سوکھے ہوئے پتوں کا بے رونق جزیرہ ہے
''خلش'' دیمک زدہ اوراق پر
بوسیدہ سطروں کا ذخیرہ ہے
چلو چھوڑو!
کہ اب تک میں اندھیروں کی
دھمک میں سانس کی ضربوں پہ
چاہت کی بنا رکھ کر سفر کرتی رہی ہوں
مجھے احساس ہی کب تھا
کہ تم بھی موسموں کے ساتھ
اپنے پیرہن کے رنگ بدلو گے
چلو چھوڑو!
میرا ہونا نہ ہونا اک برابر ہے
تم اپنے خال و خد کو آئینے میں پھر نکھرنے دو
تم اپنی آنکھ کی بستی میں پھر سے ایک نیا موسم اترنے دو
میرے خوابوں کو مرنے دو
چلو چھوڑو!

Message forward کرتے ہوئے موبائل سکرین پہ چمکتے حروف سے اس کی نگاہ نے خاصے سرد مہر انداز میں آشنائی دی تھی پھر موبائل آف کر کے لاپروائی سے بیڈ پہ اچھالا تھا اور ناک کی سیدھ میں چلتا باہر نکل آیا، پچھلے چوبیس گھنٹوں سے اس کا موبائل مسلسل آف تھا اریبہ بار بار اس سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور وہاج نے موبائل آف کر کے جیسے جان چھڑانے کی کوشش کی تھی مگر اب صبح واک کے لئے نکلتے ہوئے وہ اپنے جوگرز کے تسمے باندھ رہا تھا تو موبائل کھولے چند لمحے ہوئے تھے اور فوراً ہی اریبہ کا میسج محسن نقوی کی زبان میں موصول ہوا تھا۔

وہاج نے اس Message کو پڑھتے ہوئے ایک بار پھر موبائل آف کر دیا تھا اور پتھریلی سڑک کنارے بنے جاگنگ ٹریک پہ چلنے لگا، رات بھر کی بارش نے لاہور کا موسم بڑا نکھار رکھا تھا اگرچہ یہ موسم اس کا پسندیدہ تھا مگر اس وقت اس لمحے اس موسم کی دلکشی سے کوئی سروکار نہ تھا ٹوٹی پھوٹی سڑک سے پتھر اڑاتا کتنا لاتعلق لگ رہا تھا وہ ہر منظر سے کسی مشینی انسان کی مانند جس کے

ذبات سے صرف سرد مہری عیاں تھی۔

سڑک کنارے چلتے چلتے وہ یادگار تک آ پہنچا تھا جہاں چہار اطراف قہقہے تھے، مسکراہٹیں تھی، کوئی اپنے آپ میں، دوستوں میں، فیملی میں مگن خوش باش مطمئن تھا اس نے سپاٹ انداز میں ان وں کی طرف دیکھا جنہیں شاید دنیا میں کوئی غم نہ تھا۔

اک گہری سانس خارج کرتا وہ گھاس پھولوں اور سرسبز درختوں سے سجے وسیع و عریض یدان میں آ بیٹھا، اس کی حالت بے حد دگرگوں تھی اپنے اردگرد کی خوبصورتی و رعنائی سے اس کو طلب نہ تھا اس کا ذہن ایک ہی نقطے پہ اٹکا ہوا تھا۔

''اریبہ کو سوچ رہا تھا، وہ اس کا رویہ، گریز ساتھ، جانے سے انکار یہ سب کیا معانی رکھتا تھا۔'' کتنی سبکی محسوس ہوئی تھی اسے اس پل کہ وہ پل یاد آتے ہی اس کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہونے لگا اور مٹھیاں بھینچے ہوئے وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

''کیوں کیا اس نے میرے ساتھ ایسا بھونڈا مذاق، اندر سے دروازے تک لا کر ساتھ جانے سے انکار، ایسے تو کوئی دروازے پہ کھڑے فقیر کو بھی نہیں دھتکارتا تو پھر مجھے کیا سمجھ کر اس نے یہ سب کیا؟''

''ہمارے درمیان بچپن سے جوانی تک کبھی کوئی تفریق نہیں آئی، ہم شروع سے ایک جیسے مشاغل ایک جیسے کھلونوں کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے ہماری پسند کھلونوں، چیزوں، شاعری، ادب سے لے کر کھانے پینے تک ایک جیسی تھی، ہم کبھی آپس میں ناراض نہیں ہوئے کبھی ایک دوسرے سے دور نہیں رہ پائے، پھر اب ایسا کیا ہوا ہے؟ ایسا کیا ہو رہا ہے کہ تم نہ صرف اپنے دکھ سکھ مجھ سے چھپانے لگی ہو بلکہ جذبات کی پہلو تہی، اپنی ذات کا گریز بھی چاہنے لگی ہو اور یہ احساس اجنبیت کتنا سنگین انکشاف ہے کہ روح و دل پر اک قیامت سی مچ گئی ہے سارا سفر رائیگاں لگنے لگا ہے۔'' اس کی آنکھیں جل اٹھیں۔

''اریبہ اشفاق تمہیں کتنا جانتا ہوں میں شاید اتنا کہ تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا ں اپنے تمہارے درمیان ہمیشہ ایسا رشتہ بندھا پاتا رہا ہوں جس میں اپنے دکھ سکھ کہنے کی ضرورت یں پڑتی تھی ہم بنا کہے سب سمجھ سن لیتے تھے اور ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے پھر آج ایسا یوں محسوس ہونے لگا ہے کہ وہ رشتہ کچھ بھی نہ تھا ورنہ تم ایسا نہ کرتیں۔'' وہ گھاس کے تنکے توڑتا ر دیکھے کیسے کتنا دلگرفتہ ہو رہا تھا۔

''ہم ایک دوسرے کے لئے اہم تھے بے حد اہم، اپنے دکھ سکھ، کامیابیاں، ناکامیاں، مزوریاں، مضبوطیاں، کمیاں آپس میں شیئر کرنے والے ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھانے والے حوصلے ٹوٹنے کیوں لگے۔''

''کیا تم بھول گئیں میں وہاج حسن ہوں وہی وہاج حسن جس سے تم محبت کرتی ہو جو تمہاری ں دیکھ کر جیتا ہے جسے تمہارے آنسو تمہارے چہرے کی اداسی رنجور کرتی ہے، جو تمہاری کڑوی سے کڑوی بات اور کسی زیادتی پر بھی خفا نہ ہوتا تھا، اس لئے کہ مجھے تمہاری ہر ادا محبت لگا کرتی تھی ں یہی سوچا کرتا تھا یہ سب تمہاری چاہت کی شدتیں ہیں، مگر آج...... آج جو کچھ ہوا یہ بھی شدت

تھی محبت کی نہیں کسی اور چیز کی اور وہ کسی اور کیا ہے کہ تم گریزاں ہونے لگیں تمہارا طرز عمل صاف بتاتا ہے تم، مجھ سے دور رہنا چاہتی ہو کیوں؟ جبکہ ہمارے جذبے تو پاک تھے، بے ریا تھے شفاف آئینے کی طرح کہیں کوئی کمی، کوئی کھوٹ نہ تھی، پھر یہ رویہ؟ اپنے احساسات، جذبات اپنا آپ یکبارگی کتنا چھوٹا لگنے لگا ہے۔'' اس کا وجیہہ چہرہ مارے دکھ کے بجھ سا گیا اور آنکھیں بے ساختہ نم ہونے لگیں، وہاج نے پلکیں جھپکتے ہوئے خود پہ قابو پایا اور اپنے اطراف میں چلتے ہنستے مسکراتے لوگوں کو دیکھا تھا۔

اس کی انا و خودداری کو خواہ کیسی چھوٹ لگی مگر یہ حقیقت تھی کہ اریبہ اسے بہت محبوب تھی اپنی تمام تر خوبیوں اور خامیوں، سمیت حالانکہ اکثر اریبہ بہت تلخ ہو جاتی تھی اور اس کی مدد لینے سے بھی انکار کر دیتی، وہ احسان کر کے جتلانے والوں سے خوفزدگی کے باعث کھل کر اس سے اپنے گھریلو معاملات و مسائل میں بھی مدد نہ لے پاتی پھر بھی وہ ڈھکے چھپے انداز میں جو ہو پاتا کرتا تھا اس کے گھر کے لئے۔

کہ اپنے لئے اس لڑکی کے جذبے محبتیں اور احسان اسے یاد تھے، وہ یہی چاہتا تھا کہ اس کے تمام دکھ اپنے اندر سمیٹ لے اس کی ذمہ داریاں بانٹ لے، مگر جان بوجھ کر تکلیف دینے کا کبھی سوچا تک نہ تھا پھر، اسی ایک نکتے پر اس کی سمجھ اٹک جاتی تھی۔

کہ اریبہ نے اس کے ساتھ چلنے کی حامی بھر کر انکار کیوں کیا، محبت کی یہ ہتک کیسے گوارہ کر لی جبکہ وہ تو محبتوں کی بڑی قدر دان تھی، بڑی جی داری سے محبت کو سینچا کرتی تھی پھر......؟ اور اس پھر کے باوجود اریبہ اشفاق تمہیں کیسے سمجھاؤں میں اتنی پیاری تم مجھے اتنی عزیز کہ تمہارے ساتھ بیگانہ ہو ہی نہیں سکتا، اسی لئے سمجھ نہیں پا رہا کیسا برتاؤ کروں کون سا رویہ روا رکھوں کہ تمہیں اپنی بے مروتی کا احساس ہو۔''

''تم جو مجھ سے متعلق خیال کے لئے بھی اتنی جذباتی ہوا کرتی تھیں اب سامنے پا کر اتنی کٹھور کیسے بن گئی تھیں، کیا تھا تمہارے رویے کے پس پردہ جو میں سمجھ نہیں پایا جو تم بتا نہیں پائیں۔'' وہ سوچتے ہوئے ایک بار پھر سڑک پہ نکل آیا تھا اور اس کی جیب میں موجود سیل کی بپ بجنے لگی اس نے اسی طرح چلتے ہوئے سیل نکالا اسکرین پر اریبہ کا نمبر جگمگاتے دیکھ کر کچھ لمحے دیکھا تھا پھر Call Disconnect کر دی اور سیل دوبارہ جیب میں ڈالنے لگا۔

☆☆☆

پچیس دسمبر کو کرسمس، دوستی، امن، پیار محبت کا تہوار اور کیتھرین اس تہوار کو پورے جوش و خروش سے ویلنگٹن میں ہی منانا چاہتی تھی اور اس کے باقی رفقاء کا بھی یہی ارادہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کا یوم ولادت یہیں سیلبریٹ کریں اسی رائے پہ متفقہ ہو کر انہوں نے اپنے ٹورز گائیڈ اور انچارج سے کہہ کر اپنی روانگی دو دن کے لئے ملتوی کرا دی، ان کی سیٹیں چند دن کے لئے آگے ہو گئیں، اگرچہ مسیحیت کو چھوڑ دینے کے بعد وہ کسی مذہبی تقریب میں شریک ہونا یا کسی مسیحی تہوار کو منانا اتنا ضروری خیال نہیں کرتی تھی مگر یہاں اسے انسانیت اور رواداری کے تحت کیتھرین کا ساتھ دینا تھا، سو اس نے کیتھرین کے ساتھ جا کر کرسمس نائٹ منانے کا سارا سامان خریدا، کرسمس کیک، کرسمس

کارڈ اور کرسمس ٹری، پھر سفید لباس خوبصورت چمکتے ہیٹ، اپنے سارے غم بھول کر وہ اس کی خوشی میں شریک اس کے لئے تحفہ بھی لائی کہ تحائف کا تبادلہ بھی کرسمس کی ایک اہم روایت تھی۔

کیتھرین اس کی خوشی اور شرکت کو دیکھ کر مزید پرجوش ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ''اگر اسی نرم برتاؤ اور آہستگی سے میں دوبارہ اسے عیسائیت کی طرف مائل کر لوں تو یقیناً یہ میری ایک بڑی تبلیغی کوشش ہو گی۔''

اور ماریا جوزف اسے کرسمس ٹری سیٹ کرتے دیکھ کر سوچ میں تھی کہ ''محض انسانیت کے ناطے اس کی مذہبی رسم کا منانا یا خوشی سے وش کرنا ایک بھلائی ہے مجھے کون سا عیسائی بننا ہے ایک بے غرض نیکی ہے کر لینی چاہیے۔''

اپنے اسی جذبہ انسانیت کے تحت وہ کیتھرین کے ساتھ گرجا گھر بھی گئی، جہاں بشپ ڈاکٹر اینڈریو فرانسس مسیح کی تعلیمات بارے بتا رہے تھے، مسیحی کرسمس کے حوالہ سے جن روایات پر کار بند ہیں ان کا ذکر رہے تھے یسوع نے مذہب میں خودنمائی کے رویے پر تنقید کی، کیونکہ یہودی اپنے مذہبی شعائر اور زہد دوسروں کو دکھانا پسند کرتے تھے جبکہ یسوع نے فرمایا ''خبردار اپنے راست بازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لئے نہ کرو، نہیں تو جو آسمان پر ہے تمہارے لئے کچھ اجر نہیں پس جب تو خیرات کرے تو اس کی نمائش نہ کرے، جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا ہے اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے اس صورت میں خدا پوشیدگی میں دیکھتا ہے، تجھے بدلہ دے گا۔

خداوند یسوع مسیح کی پیدائش پوری دنیا کے لئے منفرد اور خوشی کی علامت ہے، کرسمس کی پہلی روایت کرسمس کیرال ہے، کیرال ایک خاص گیت ہے جس میں مسیحی خوشی، انسانیت کی بھلائی کا عنصر ہونے کے ساتھ رب کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے حضرت یسوع مسیح کو بھیجا کہ دنیا کو نئی زندگی مل جائے اور یہ گیت گرجا گھر کے ساتھ گھروں میں کرسمس پارٹیز میں بھی گایا گا رہا تھا گرجا گھر میں اس وقت کیرال کا اہتمام ہو رہا تھا جس کی ادائیگی کے لئے ایک مخصوص انداز تھا اور وہ گیت سب کے ساتھ گا رہی تھی۔

بائبل کی روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر فرشتے آسمان پر نمودار ہوئے اور انہوں نے خوشی کے گیت گائے اسی وجہ سے کیرالا کی رسم بھی وہیں سے چل پڑی جبکہ کرسمس ٹری کی روایت خداوند یسوع مسیح کی پیدائش کے 732 سال بعد شروع ہوئی اور بشپ آف سٹی بتا رہے تھے۔

جرمنی میں ایک خاص قبیلہ تھر وتھا یہ دیوتا کی پوجا کرتے تھے اور اس دیوتا کا نام تھا گرج دیوتا، آسمان پر جب گرج ہوتی تھی تو اس کا یہ دیوتا کہتے تھے، اس گرج اور آسمانی بجلی سے بچنے کے لئے اور قدرتی آفات سے بچنے کے لئے ہر سال ایک نر بچہ کی قربانی چڑھاتے تھے، ایک مقدس بزرگ گزرے ہیں جس کو ویل فٹ کہتے تھے، جب ویل فٹ کو پتہ چلا کہ یہ لوگ ہر سال بچے کی قربانی چڑھاتے ہیں تو انہوں نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ مشورہ کیا، اس سال قبیلے کے سردار کے خوبصورت بیٹے کی قربانی تھی یہ 732ء کا واقعہ ہے، مقدس ویل کو بڑا دکھ ہوا یہ قربانی بلوط کے

درخت کے سائے میں دی جاتی تھی، آس پاس کافی لوگ جمع تھے، برف باری ہو رہی تھی، ایک طرف انسانی سسکیاں اور دوسری طرف شدید برف باری کے ساتھ قبیلہ کا مذہبی رہنما چھری کو تیز کر رہا تھا، مقدس ویل برفانی پہاڑی کو چیر کر قربان گاہ تک پہنچے جونہی اس قبیلہ کے معزز مذہبی رہنما نے بچے پر چھری چلانے کے لئے اٹھائی، مقدس ویل اور ان کے ساتھیوں نے چھری چھین لی، یہ واقعہ کرسمس سے کچھ دن پہلے کا ہے مقدس ویل نے کلہاڑا لے کر اس بلوط کے درخت کو کاٹ دیا، روایت یہ ہے کہ جونہی درخت کاٹا گیا تو آسمان سے بجلی گری اور وہ درخت غائب ہو گیا، اس درخت کی شاخ سیدھی آسمان کی طرف اشارہ کرتی ہے کرسمس ٹری کا فلسفہ یہ ہے کہ اس ایور گرین ٹری سے زندگی ملی ظلم ختم ہوا اور ایک نئی روایت نے جنم لیا، پروٹسٹنٹ فرقے کے بانی مارٹن لوتھر اپنے بچوں اور بچیوں کو لے کر ایک شام کرسمس کی رات دعا کر رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ چیل کے درخت کے پیچھے ستاروں نے بڑا خوبصورت سماں باندھا ہوا تھا انہیں یہ بہت بھلا لگا، انہوں نے ایک شاخ کاٹی اور گھر لے آئے اور اس شاخ کو رنگا رنگ بلبوں کے ساتھ سجا دیا۔

اس طرح مارٹن لوتھر کے طرز عمل کو دیکھ کر کرسمس ٹری کی روایت نے جنم لیا، جہاں پر بھی چھوٹے بڑے رنگوں، روشنیوں سے سجے خوبصورت کرسمس ٹری تھے، ماریا اب کچھ بیزار ہو چلی تھی کیونکہ کرسمس کی یہ روایات وہی تھیں جن کے متعلق وہ بچپن سے پڑھتی یا سنتی آ رہی تھی کچھ نئی بات تو نہ تھی، یہ سارا مذہب انہی روایات کا ملغوبہ تھا وہ اٹھنے کے لئے پر تول رہی تھی، جب بشپ بولا۔

''اور جب سانتا کرسمس اور سویٹس لے کر بچوں کے گھر چلا جاتا ہے، وہاں چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں میں ٹافیاں رکھ دیتا اور غائب ہو جاتا، سالہا سال تک اس کا یہی عمل رہا، ایک رات لوگوں نے تہیہ کیا کہ وہ معلوم کریں گے کہ کون سی ایسی ہستی ہے جو کرسمس کے موقع پر ان میں خوشیاں بانٹتی ہے چنانچہ ایک موقع پر انہوں نے اس بزرگ کو تلاش کر لیا پھر انہوں نے اس کا نام کرسمس فادر رکھ دیا یہ روایت اس طرح چل پڑی۔'' ماریا کا چہرہ سپاٹ ہو چکا تھا وہ بالکل سیدھی نگاہ رکھے اپنے پاؤں کو دیکھ رہی تھی بشپ کیا کہہ رہا تھا اسے سننے سے کچھ غرض نہ تھی جبکہ کیتھرین بہ غور سن رہی تھی۔

''اسی طرح کارڈز کی روایت نے بھی جنم لیا ایک بیمار عورت جو کرسمس کی روایات میں شرکت نہیں کر سکتی تھی چنانچہ کرسمس کے موقع پر اپنے دوستوں کو کارڈ رنگ بھر کر بھیجا کرتی اس طرح کرسمس کارڈوں کی روایات نے بھی جنم لیا۔''

''اچھا لگ رہا ہے ناں یہ سب یہاں کتنا مزا آ رہا ہے تم گھر میں اکیلی بور ہوتیں۔'' کیتھی نے اچانک کہا تو وہ چونکی پھر مصنوعی مسکراہٹ لئے بولی۔

''سو سو۔''

''ان ساری روایات کا منبع محبت ہے کیونکہ ہمارے مذہب کی بنیاد ہی محبت پر رکھی گئی ہے، خدا نے محبت کی تو ہمیں یسوع مسیح دیا، یسوع مسیح نے محبت کی تو اس نے ہمیں سب کچھ دیا حتیٰ کہ اپنی جان کی قربانی بھی دے دی، ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں، کرسمس کی جتنی روایات ہیں ان میں محبت ہی کا ہمیں پیغام ملتا ہے۔'' بشپ پر زور انداز میں کہہ رہا تھا اور ماریا جوزف کے تصور میں

مائیکل کا وجود ابھر رہا تھا اس کی زندگی ساری جزئیات کے ساتھ نگاہوں میں گھوم رہی تھی وہ مائیکل جس کا باپ عیسائیت کا مبلغ اور پادری تھا جس نے اپنی زندگی عیسائیت کی تبلیغ و فروغ کے لئے وقف کر رکھی تھی اور وہ سفید فام عیسائیوں کے ہاتھوں نسل پرستی کے جرم میں مارا گیا تھا، مائیکل پر اس کی والدہ پر زندگی تنگ کر دی تھی اگر محبت عیسائیت کا اہم جز تھی تو تفرقہ بازی برتتے وقت یہ محبت کہاں جا سوتی ہے؟ یہ روایات محبت و انسانیت پر مبنی ہیں تو اس کے باوجود عیسائی معاشرے میں مروت و رواداری کا اتنا فقدان کیوں ہے؟ سفید فام لوگوں کے گرجا گھروں میں سیاہ فام لوگ کیوں نہیں جا سکتے؟ اس کا دل چاہا وہ اٹھ کر اس عیسائی پادری کا گریبان پکڑ لے جو کہہ رہا تھا۔

''کرسمس کا مطلب ہے میل ملاپ، اخوت بھائی چارہ خدا کے ساتھ رشتہ اور انسانیت کے ساتھ رشتہ، خدا کے ساتھ ہمارا رشتہ اس وقت پھل دار بنتا ہے جب یہ رشتہ انسان کے ساتھ ہو۔''

''کون سی انسانیت جو صدام کو عین اس روز پھانسی دیتی ہے جس روز مسلمان عید منا رہے ہوں، وہ انسانیت جو عراق و افغان انسانوں کے جسموں کے چیتھڑے اڑا دیتی ہے بارود میں، وہ انسانیت جو صومالیہ، بوسنیا اور فلسطین، کشمیر کے کوچہ بازار میں سسکتی پھر رہی ہے کس انسانیت کا پرچار ہے یہ۔''

ماریا متضاد اور اضطراری کیفیات کا شکار ہو رہی تھی اس کے لب سختی سے بھینچے ہوئے تھے خود پر قابو پانے کی کوشش میں، جبکہ بشپ آخری الفاظ ادا کر رہا تھا۔

''اگر ہم کرسمس ٹری سجاتے ہیں چاہے وہ پروٹسٹنٹ فرقے والے ہیں یا رومن کیتھولک، سب کا نظریہ محبت ہے محبت ظلم برداشت نہیں کرتی اور چونکہ خدا نے محبت کی ہے وہ اپنی مخلوق کا خون ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔'' اور ماریا کے سامنے عیسائیت کے جو جو وہ ظلم و بربریت کا نقشہ گھوم رہا تھا جس نے ساری دنیا کو خونریز جنگلوں کے حوالے کیا ہوا تھا۔

☆☆☆

اس کی آنکھیں کھولی تو دن خاصا نکلا تھا اور شاید ہلکی دھوپ بھی نکلی ہوئی تھی کہ روشنی کی سنہری کرنیں کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کی درزوں سے جھانک رہی تھیں وہاج نے اریبہ کو دیکھا جو اس کے سینے پہ سر رکھے اپنا بازو اس کے گلے میں ڈالے بڑی بے خبری کی نیند سو رہی تھی، اس کی خرابی طبیعت اور نیند ڈسٹرب ہونے کے خیال سے شہریار نے اسی طرح لیٹے ہوئے دایاں بازو ذرا سا دراز کر کے موبائل پکڑا آن کر کے ٹائم دیکھا تو صبح کے تقریباً پونے دس ہو رہے تھے، اس نے موبائل واپس رکھتے ہوئے سنعیہ کے رخسار کو دھیرے سے چھوا تو اس کا جسم اچھا خاصا تپ رہا تھا اور چہرہ بھی قدرے زرد ہوا تھا وہ متفکر انداز میں کچھ دیر اس کے چہرے کو دیکھتا رہا پھر گہری سانس بھرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے سوچنے لگا اور تھوڑی دیر بعد ہی باہر کسی پرندے کی تیز آواز پر سنعیہ کے حواس بیدار سے ہوئے تو اس نے قدرے کسلمندی سے ذرا سی پلکیں وا کر کے وقت کا اندازہ لگانا چاہا ذرا سا سیدھی ہوئی تو ہاتھ شہریار کے ہونٹوں سے ٹکرایا تھا، سنعیہ نے سنبھلتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا تو جیسے ذہن ماؤف سا ہوا تھا کیونکہ وہ پوری کی پوری اس وقت شہریار کے چوڑے وجود سے لپٹی اس کے سینے پہ چہرہ رکھے ہوئے تھی اس نے حیرت سے اس منظر دیکھا اور اسی وقت احساس

ہوا اس کا دل اکیلے نہیں دھڑک رہا تھا بلکہ کسی اور کی دھڑکنیں بھی اس میں مدغم تھیں، اس کا چہرہ شہریار کے سامنے تھا اور وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھے وہ کیسی خوابنا کی میں تھی یہ احساس ہی نہ تھا نیند میں ہے یا جاگ چکی ہے۔

اسی لئے وہ بنا پلکیں جھپکائے ایسے دیکھ رہی تھی شہریار نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور سعیہ جس کی پلکیں ابھی نیند کی خمار میں بوجھل تھیں پھر سے اس کے سینے پر چہرہ رکھ کر آنکھیں بند کر گئی، شہریار کے وجود سے اٹھتی قیمتی کولون کی خوشبو اس کے حواسوں پر چھا رہی تھی، اس کی دھڑکنوں کی آواز وہ پوری توجہ سے سن رہی تھی۔

''سعیہ اٹھ چکی ہو تو منہ ہاتھ دھو کے ناشتہ کرلو۔'' شہریار نے نرمی سے کہا تو وہ کچھ نہ بولی شہریار نے اسے آہستگی سے ہلایا تھا۔

''سعیہ تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔''

اور وہ جیسے پورے حواسوں کے ساتھ بیدار ہوگئی یکدم سے سر اٹھا کر شہریار کو دیکھا تو اپنی پوزیشن کا بھی احساس ہوا وہ لمحہ بڑی خجالت سے بھرا تھا سعیہ ہوش میں آئی اور بہت تیزی سے اپنا ہاتھ شہریار کے ہاتھ سے کھینچتے ہوئے اپنی بے ترتیب دھڑکنوں کے زیر و بم پر قابو پاتی آہستگی سے پیچھے ہٹی تھی، نگاہیں چور ہو کر ایسی جھکی تھیں کہ پھر نظر ملانا تو دور کی بات وہ چہرہ اٹھا کر دوبارہ شہریار کو دیکھ تک نہ سکی۔

شنگرفی لبوں کی لرزش، گلابی ہو کر دہک اٹھنے والے رخسار اور خجالت و حیا سے بوجھل ہو کر جھکی پلکیں اس کی انا خود ساختہ اکڑ جانے کہاں جا سوئی تھی وہ تو بے اختیاری کے عجب لمحوں کی چوری پر خائف کتنی شرمندہ تھی کہ معذرت کا کوئی پہلو، تلافی کا کوئی لمحہ یا وضاحت کا کوئی لفظ کچھ بھی تو نہ سوجھ رہا تھا، جبکہ شہریار ابھی تک اسے بہ غور دیکھ رہا تھا جو صندل کی طرح دہک اور مہک کر مشرقی حسن کا بڑا دلآویز نمونہ لگ رہی تھی اور اپنے سامنے بیٹھے وجیہہ شخص کی تمام تر توجہ کا مرکز تھی۔

''کیسا محسوس کر رہی ہو اب خود کو۔'' شہریار نے اس کے بازو کو پکڑتے ہوئے پوچھا تو وہ کرنٹ کھا کر اٹھی اور چلتی ہوئی سامنے پڑی کرسی کی طرف بڑھی شہریار نے اس کی گریز زدہ کیفیت کو محسوس کیا تھا اور اس کی سوئی انا یکدم انگڑائی لے کر بیدار ہوئی تھی مگر کمزوری بخار کی وجہ سے وہ زیادہ چل نہیں پائی اور کراہ کر چند قدم کے بعد ہی رک گئی اس کی ٹانگوں کمر اور بازوؤں میں شدید درد اٹھا تھا آنکھوں میں آنسو آ گئے تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

''انسان اتنے زعم میں اچھا لگتا ہے جتنا سہہ سکے جتنی بہادری تم دکھا چکی ہو وہی کافی ہے۔'' شہریار نے سرعت سے آگے بڑھ کر اس کو تھامتے ہوئے ناگواری سے کہا تو وہ یکدم ہی نظریں پھیر گئی، شہریار نے سہارا دے کر اسے واش روم تک لے جانا چاہا مگر اس کا مزید احسان اسے ہرگز گوارہ نہ تھا جو حرکت بے اختیاری اس سے بے احتیاطی میں ہو چکی تھی وہ اسی کو لے کر اتنی خائف تھی کہ شہریار سے نظر تک نہ ملا پا رہی تھی روم کی جانب جانے لگی تو بیمار بدن کا جوڑ جوڑ ایسے درد سے کراہا تھا کہ توازن برقرار نہ رہ سکا اور وہ لڑکھڑا کر گرنے لگی اور شہریار نے بے حد جارحانہ انداز میں اسے سہارا دیتے ہوئے کھڑا کیا تھا اور اسی طنزیہ انداز میں کہا تھا۔

''اگر تم سمجھتی ہو کہ اس طرح کے بہانے کر کے مجھے مزید زچ کرو گی تو مائی فٹ۔''

''یعنی، کیا مطلب ہے آپ کا کہ میں اتنے سیریس بہانے، آپ کی توجہ حاصل کرنے کو کر رہی تھی۔'' مارے دکھ کے سعیہ کی آواز بھرا گئی تو وہ لب بھینچ کر اپنے سامنے کھڑے اس بے حس سنگدل شخص کو دیکھنے لگی جو وجاہت کا شاندار پیکر تھا اتنا خوبصورت اور مکمل ہوتے ہوئے کتنا نامکمل تھا۔

''منہ ہاتھ دھو کے آرام سے ناشتہ کرلو پھر تمہیں ڈاکٹر کو دکھاتا ہوں۔''

کہنی کے اوپر سے اس کا بازو پکڑے وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا تو وہ اس کے پر تپش چہرے کی سمت دیکھ کر رہ گئی، پھر منہ دھوتے ہوئے کتنے گرم گرم آنسو پانی کے ساتھ بہتے گئے، بمشکل خود کو کمپوز کر کے وہ باہر آئی اپنے دوپٹے کے پلو سے چہرہ صاف کرتے ہوئے دیکھا تو وہ ناشتے کے لوازمات لئے منتظر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''مجھے ناشتہ نہیں کرنا بہتر ہوگا آپ مجھے گھر بھجوا دیں۔'' وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بیڈ کے کنارے ٹکتے ہوئے بولی تو شہریار نے گھورتے ہوئے بگڑے تیوروں کے ساتھ دیکھا تھا پھر سنجیدہ اور دوٹوک انداز میں کہا۔

''تم کہیں نہیں جاؤ گی آرام سے بیٹھو ناشتہ کرو، میں ڈاکٹر کو بلواتا ہوں اور کل والی بات دہرانے کی کوشش مت کرنا ضروری نہیں کہ تم اپنی احمقانہ بہادری کے زعم میں اپنے ساتھ میری زندگی کو امتحان بنانے کی کوشش کرو انڈر اسٹینڈ۔'' اسے باور کراتے ہوئے وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور مضبوط قدموں سے چلتا باہر نکل گیا سعیہ بس اس جگہ کو دیکھتی رہ گئی یہاں سے وہ اٹھ کر گیا تھا، کیا تیور تھے کیا انداز تھا کتنے رنگ تھے اس شخص کے اجنبیت، بیگانگی، انجانا پن، ناپسندیدگی اور کبھی بے تحاشا ہمدرد، پرخلوص، بامروت، نرم خو، مگر اب یہ رویہ و انداز تو سب سے جدا اور درد دینے والے تھے لمحہ بھر میں سب تہس نہس کر دینے والے تیور، کیا وہ ایسا کبھی لگتا تھا جیسا ہو رہا تھا جیسا ہو گیا تھا کہ اپنے سے وابستہ نازک سی لڑکی کے معصوم جذبات تک کا خیال نہ تھا، سعیہ کی آنکھوں جل کر لو دینے لگیں اور کتنے آنسو بے اختیار رخساروں کو بھگوتے چلے گئے۔

ہجر کو ماہتاب سن!
ہم بھی ہیں تیرے ہمسفر
ہم سے بھی کوئی بات کر
ہم تو تیرے رفیق ہیں
ہم سے نہ اجتناب کر
دشت فراق یار میں
ازلوں کے ہم رکاب سن
کبھی ہمارے ساتھ چل
ہم سے کبھی حساب سن

نجانے یہ محبت اتنی خوش گماں کیوں ہوتی ہے وہ دیکھنے نہیں دیتی جو دکھائی دیتا ہے وہ سوچنے

نہیں دیتی جو سنائی دیتا ہے۔

اور اتنی خوش گمانی کے جلو میں پلتی بڑھتی یہ محبت یکسر بدگماں کیوں ہو جاتی ہے، وہ بھی اتنی کہ جھیلنی دشوار لگے، اس کی زرد زرد الجھی پریشان شکل دیکھ کر جویریہ کو تاسف ہونے لگا۔

''کیا ہوا، بات نہیں ہو پا رہی؟''

''وہ بات کرنا ہی نہیں چاہتا۔'' کتنے روہانسے انداز میں بولی تھی وہ۔

''ہوسکتا ہے کام میں بزی ہوں آپ کچھ دیر ٹھہر کے ٹرائی کر لیں۔''

''جویریہ وہ کتنا بزی ہو، کہیں مصروف ہو مگر ایسا کبھی نہیں کرتا، بہت دفعہ ناراض بھی ہوئی تب بھی وہاج مجھے اگنور نہیں کرتا تھا پھر اب، کیا ہماری محبت کی فصل اتنی ہی کمزور بنیادوں پر قائم تھی جو ذرا سا دھچکا نہیں سہہ سکی۔'' اس کی بہت کوشش و برداشت کے باوجود آواز بھرا گئی۔

''آپی حوصلہ کریں، آخر ہرٹ ہوئے ہیں کچھ تو اخذ کیا ہوگا آپ کے رویہ سے تو ذرا سی اکڑ دکھائیں گے مرد ہیں انا کا مسئلہ بنا لیا ہوگا آپ کے انکار کو۔''

''محبت میں انا کب ہوتی ہے محبت تو ہر انا سے بالاتر ہوتی ہے، پھر وہ کچھ سنے تو کہے تو وہ تو بنا سنے کچھ کہے کال ریجیکٹ کر دیتا ہے۔''

''اگر نہیں ریسیو کر رہے تو خود کو ریلیکس کریں انہیں بھی ریلیکس کرنے دیں ایک دو دن بعد موڈ ٹھیک ہوگا تو آرام سے اپنے انکار کی وجہ سمجھایئے گا۔'' جویریہ رسان سے کہتی اٹھی تو کچھ دیر وہ یونہی خالی نگاہوں سے خلا میں گھورتی رہی پھر اپنے کمرے میں جا کر دوبارہ سے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کرنے لگی اور وہاج حسن نے کسی آفیشل کال کے لئے اپنا موبائل آن کیا ہی تھا اور انجانے میں ہی اس نے لیس ہوا تھا جب اریبہ کی کال مل گئی۔

''وہاج پلیز بند مت کرنا۔'' وہ ملتجی انداز میں بولی۔

''مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' وہ خشک لہجہ میں بولا۔

''ایک بار وہاج پلیز ایک بار سن تو لو میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔'' وہ کرب سے بولی۔

''کیا اب بھی کچھ کہنے کی ضرورت ہے اریبہ اشفاق میرے خیال میں یہ ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں کوئی تعلق یا ربط ہو اور ہم میں ایسا کچھ نہیں ہے اور ویسے بھی یہ میں جان چکا ہوں اپنی زندگی کے دکھ سکھ کہنے کے لئے تمہیں میری ضرورت قطعی نہیں ہے، تم نے مجھے اس قابل سمجھا ہی نہیں کہ اپنے دکھ بانٹ سکو۔'' کتنا سخت اور سرد لہجہ تھا اریبہ کی آنکھیں جھلملانے لگیں۔

''وہاج پلیز تم مجھے صفائی کا موقعہ تو دو۔''

''No more excuse areeba۔'' وہ اسے مزید کچھ کہنے سے باز رکھتے ہوئے بولا۔

''ہمارا ایک رشتہ ہے، ایک تعلق ہے، محبت ہے ہم میں کیا میں کسی حوالہ سے بھی تمہارے لئے اس قابل نہیں ٹھہرتی کہ تم مجھ سے وجہ تو سن سکو۔''

''وجہ، ہنہ۔'' وہ استہزائیہ بولا ''میرا خیال ہے تم یہ سارے ریزن رفیوز کر چکی ہو۔'' وہ بے تاثر لہجہ میں بولا اریبہ کو یہ اندازہ جھیلنا دشوار لگا۔

''وہاج تم خوامخواہ جذباتی ہو رہے ہو بنا سوچے سمجھے تم کیا بول رہے ہو احساس ہے تمہیں تمہارا یہ انداز یہ لہجہ کتنا دکھ دے رہا ہے مجھے تمہیں بالکل احساس نہیں۔''

''اور تم بہت سوچ سمجھ کو بولی تھیں، تم نے بہت سکھ دیا تھا مجھے۔''

''تم پھر اموشنل ہو رہے ہو۔''

''تمہیں میرے اموشنل ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے اور دوبارہ مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش مت کرنا انڈر اسٹینڈ۔'' وہاج نے تلخ اور سخت لہجے میں باور کراتے ہوئے رابطہ منقطع کیا۔

اریبہ کو بے تحاشا سبکی محسوس ہوئی احساس توہین سے چہرہ سرخ ہو گیا، شکایت یا خفگی نہیں عجب طرح کی کاٹ تھی اس کے لہجے میں، وہ تو بڑا متوازن انسان تھا، اریبہ کی موڈی و کچھ تلخ ترش طبیعت کے باوجود ہمیشہ اس کے ساتھ مثبت رویہ رکھتا تھا، وہ کچھ کہتی کچھ کرتی اس کی ہر بے نیازی و لاپروائی کو ہنس کر سہہ جانے والا تھا اپنے حالات کے باعث وہ روکھا پھیکا رویہ بھی اپناتی تو وہ برداشت کر جاتا بلکہ جواباً ہمیشہ اچھے سلوک سے پیش آتا اور وہ اس کے اسی رویہ کی عادی تھی، وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کبھی یہ نرم رویہ تکلیف دہ بھی ہوگا سبک رو بہتا لہجہ تلخ ہوگا اور اسے ہر پل توجہ، اہمیت اور ڈھیروں مان سے نوازنے والا اتنا پیارا شخص ایسے بری طرح خفا ہوگا کہ اس کی بات سننا تو ایک طرف لہجہ بھی گوارہ نہ کرے گا، وہ تو بس جہاں بیٹھی تھی بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی، پتھر کا بت ساکت بے حس و حرکت۔

''کیا بس اتنا ہی ظرف تھا تمہارا وہاج حسن اک ذرا سی ناں کو تم نے انا کا مسئلہ بنا کر ہمارے آپسی تعلق کو رفیوز قرار دے دیا کیا محبت اتنی آسانی سے رفیوز ہو جانے والی شے ہے، کیا بدگمانی ایک لمحے میں ہی بدل جاتی ہے سب کچھ؟ وہ جذبے، محبتیں، خواہشیں کیا ہوئیں؟'' یکدم دل میں درد سا اٹھا، اس کی آنکھیں بھر بھر آنے لگیں۔

میں تمہیں ایسے ہمسفر کے روپ میں دیکھا کرتی تھی جو میرے تمام دکھ، تمام ذمہ داریوں کو اپنے اندر سمیٹ لے، اس کے علاوہ وہ سارے بوجھ جو میرے کندھوں پر تھے انہیں سنبھالتے، اپنے گھر اپنے بھائی بہنوں کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتی تھی تمہارے ساتھ مل کر، مجھے تم واحد ہمدرد لگتے ہو میرے ساتھ ایسی سنگدلی اور بددلی سے مت پیش آؤ، میرے بے بس ہونے کے احساس کو شدید مت کرو، تم سے مل کر تو میرے اندر کی تشنگی مٹنے لگتی ہے، تم سے باتیں کر کے میرے ذہن پر رکھا بوجھ ہٹنے لگتا ہے اب تم یہ ذہن بوجھل کیوں کر رہے ہو۔

بہت ڈپریسڈ ہو گئی تھی وہ چہرہ غم کی تمازت سے تمتما اٹھا تھا اور آنکھوں میں نمی چھلکنے لگی۔

اس دنیا میں، اتنے سارے لوگوں کے بیچ احساس، محبت کا اور درد و اپنائیت کا ہر رشتہ وہاج سے وابستہ کیا ہوا تھا اس نے اور وہاج، اس سے ناراض تھا شدید بدگمان تھا یہ بالکل اچھا نہ تھا۔

نارسائی کا کرب بہت برا ہوتا ہے، وہ خواب جو آنکھوں میں سج کر تعبیر پانے سے پہلے ہی ٹوٹ جائیں ان کا عذاب جھیلنا کتنا دشوار ہوتا ہے اسے محبت کھونے سے بڑا ڈر لگتا تھا، وہ محبت کے لئے جینے سب دان کرنے والی لڑکی تھی پھر محبت کو رفیوز کر کے کیسے جی پاتی، جس نے سانسوں کو

مالا میں ہر پل محبت پروئی ہو وہ محبت کی بیگانگی کیسے سہہ پائی۔

وہاج کی زبان سے نکلے وہ الفاظ، وہ لمحہ وہ منظر جیسے یاداشت کے صفحہ اولیں پہ چسپاں ہو گئے تھے، کہ جن کی زد میں آیا اس کا معصوم سا تفاخر بری طرح ٹوٹا تھا اسے یوں لگا تھا مصلحت کوشی کے پردے میں لپٹا آدھا ادھورا رشتہ جیسے رو رہا ہو۔

اس کے سینے میں دھڑکتا ننھا سا دل میما تھا، وہاج کے رویے کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے اس کا وجود مٹی میں بھینچا جا رہا تھا، کتنی محبت کس قدر اعتبار کا دعویٰ کرتا تھا وہ اور کتنے اجنبی، کتنے کھردرے انداز میں مخاطب ہوا تھا کہ احساس توہین سے سانس لینا دشوار محسوس ہو رہا تھا، اس کے جذبات کو ٹھیس سی پہنچی تھی، کتنی شدت سے اپنی بے مائیگی کا احساس ہوا تھا۔

''تم میں اور مجھ میں یہی فرق ہے وہاج کہ وہ بات جسے سوچنے میں زمانے لگ جائیں تم پل میں کہہ جاتے ہو۔'' اس نے یاسیت سے سوچا تھا۔

اک تمہارے روٹھ جانے سے
کسی کو کچھ نہیں ہوتا
پھول بھی مہکتے ہیں
رنگ بھی دمکتے ہیں
سورج بھی نکلتا ہے
تارے بھی چمکتے ہیں
لیکن اتنا ضرور ہوتا ہے
اک تیرے روٹھ جانے سے
کوئی ہنسنا بھول جاتا ہے

☆☆☆

کرسمس کا تہوار مناتے ہوئے اس نے فرسٹریشن کے ایک شدید فیز کو خود پہ جھیلا تھا، وہ تمام جھوٹے دعوے جو عیسائیت کی تبلیغی و تعلیمی روایات کا اہم جز ہوتے تھے، غیر یقینی صداقت پر مبنی قصے کہانیاں جنہیں عقل مانتی تھی نہ شعور گردانتا تھا، اخوت و معاشرتی اخلاص کی باتیں جن کے متضاد خود عیسائیوں کا اپنا رویہ تھا یہ کیسا مذہب تھا جس کا پرچار کیا جا رہا تھا، یہ تو اپنے دل کی تسلی اپنے ذہن کو بہلاوے دینے کا اک بچکانہ طریقہ تھا اور ماریا جوزف دلیل مضبوط دلائل اور ٹھوس حقیقت سے قائل ہونے والی لڑکی تھی اور مغربی لباس، طور اطوار سے لے کر مذہبی رجحان پر تنقیدی نگاہ ڈالتی تو احساس ہوتا کہ تمام تر آزادی سے لطف اندوز ہونے کے باوجود مغربیت خوش نہیں، اداس اور زخمی روحیں لے کر پھرنے والے لوگ جنہیں ذرائع و ابلاغ نے بیوقوف بنا کر ڈالر دیوتا کی قوت خرید کی پوجا کرنے پر مجبور کر رکھا ہے، ہزاروں ڈالر نسوانی جسم کو دلکش بنانے پر صرف کیے جاتے ہیں خواہ اس میں ان کا شرف انسانیت ہی کیوں نہ چھن جائے اور جو عورتیں ٹپ ٹاپ کے سانچے میں فٹ نہیں بیٹھتیں (موٹی یا زیادہ دبلی ہونے کے باعث) وہ زندگی کے عذاب سے دوچار ہو کر مریض بن جاتی ہیں۔

اور یہ یقیناً زندگی نہ تھی وہ ایسی زندگی ایسی شب و روز سے بیزار بھاگی پھر رہی تھی، سترہ سال کی عمر سے عیسائیت کو قانونی طور پر خیر باد کہہ کر پچھلے پانچ سال سے مختلف مذاہب کو پرکھتی اس کی حالت اس اجنبی کی سی تھی جو کسی انجانے شہر میں آ پہنچا ہو اور ٹھکانے کی تلاش میں کبھی ایک چوک پہ رکتا ہو کبھی دوسرے میں۔

اسے یوں حق کی تلاش میں بھٹکتے ہوئے کبھی منزل قریب لگتی اور کبھی دور بے حد دور، مگر پھر بھی وہ اس عزم سے سرشار تھی کہ آخر کار میں راستہ پالوں گی، یہی عزم تھا جو اسے اک نئے سفر پہ لئے جا رہا تھا۔

چین جو ترقی و کامیابی کے باعث اس کے ذہن میں اچھا تاثر چھوڑ تا رہا تھا آج وہ اسی ملک کی سرزمین پر قدم رکھ رہی تھی جس کے لوگ اپنی انسان دوستی کے باعث پوری دنیا میں پہچانے جاتے ہیں وہ چینی دارالحکومت بے چنگ (چینی دارالحکومت کا اصل نام پے چنگ ہے جو انگریزی تلفظ کی پیچیدگی کی وجہ سے بگڑ کر بیجنگ بن گیا ہے) کے انٹرنیشنل ہوائی اڈے پر تھی، چینی ہوائی عملہ کی اعلیٰ سفری سہولیات، عمدہ کھانا اور بہترین اخلاق نے دوران سفر ان کے وفد کے سبھی ارکان کو متاثر کیا تھا، ایک اچھے اور خوشگوار سفر کے اختتام پر اور ایک نئے امید افزا سفر کے آغاز پر اس کا چہرہ بڑی خوبصورت اور تازہ مسکراہٹ سے سجا ان کے وفد کو Received کرنے کے لئے ارکان سے خیر مقدمی کلمات کا تبادلہ کرتی وہ آنے والے لوگوں کو دیکھتی اک اچھے احساس کا تاثر پا رہی تھے، کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد اپنے لئے مختص کردہ آرام گاہوں میں وہ سب لیٹ گئے، خوب نیند لینے کے بعد اک تازہ شاور لیا اور ماریا، کیتھرین کے ساتھ باتیں کرتی ہوٹل کی لابی میں چلی آئی۔

''مجھے دیوار چین دیکھنے کا بڑا شوق ہے کیا ہم صبح اسے دیکھنے جا سکتے ہیں۔'' ماریا نے اشتیاق آمیز لہجہ میں استفسار کیا تھا۔

''ہمارے شیڈول میں چین کے تمام ہسٹوریکل اور اہم مقامات کا سیاحتی ویو شامل ہے اور یقیناً ہم ٹائم نکال کے یہ شوق پورا کریں گے مگر کل نہیں۔''

''اوہ، خیر کوئی بات نہیں اب ظاہر ہے یہاں کچھ عرصہ رہنا ہے تو پورا چین دیکھ کر ہی جائیں گے۔''

''ویسے یہاں قدم رکھتے ہی مجھے ایک بات کا شدت سے احساس ہوا ہے کہ دوسرے ممالک کی نسبت یہاں کے لوگوں میں ترقی کا مارجن آگے بڑھنے کا جذبہ بہت زیادہ ہے ہر کوئی اپنے کام میں پورے دل اور جذبے سے مگن ہے۔''

''امیزنگ تمہارا اندازہ واقعی درست ہے اور جانتی ہو عوام میں یہ کام سے لگن ترقی سے محبت کی مین وجہ کیا ہے؟'' کیتھی نے پوچھا۔

''I don,t know کیونکہ میں چائنا کے لوگوں کو سوشل ہسٹری و کیمسٹری سے ناواقف ہوں۔'' ماریا نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کاندھے اچکائے۔

یہاں کے منتخب صدر اور وزیر اعظم اپنے عوام کی مشکلات و روزمرہ ضروریات کا بہتر طور پر

اندازہ کرنے کے لئے سال میں ایک ہفتہ عام انسان کے طور پر گزارتے ہیں مثلاً کسی سڑک پہ اخبار بیچتے ہوئے کہیں کسی موڑ پر بوٹ پالش کرتے ہوئے، کبھی پھٹے پرانے کپڑوں میں مزدوروں کے ساتھ بوجھ اٹھاتے اور کہیں دفتر میں ایک عام ورکر کے حلیے میں فائلوں کا ڈھیر لئے اپنے آفیسر سے تنخواہ بڑھانے کی درخواست کرتے بے ضرر، عام بندے کو معمولی لباس میں دیکھ کر ہمارے جیسے اندازہ بھی نہیں کر پاتے کہ یہ شخص ملک کی قسمت کا فیصلہ کرنے والا فرد واحد ہے اور یہاں ترقی کی اصل وجہ یہی احساس ذمہ داری ہے کہ سب کے ساتھ باہمی سلوک باہمی مروت اور باہمی اپنائیت کا رویہ روا رکھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ دوسرے ممالک کی نسبت چین میں آپ کو نہ تو سماجی تنگ نظری ملے گی نہ معاشرتی تفاوت اور یہی چیز ترقی و کامیابی کی اولین شرط ہے۔''

چین کے متعلق انہیں معلومات دینے والی یہ ایک چینی لڑکی تھی جو انہیں چین کے متعلق گفتگو کرتے دیکھ کر ان کے قریب آ بیٹھی تھی، اس کا انگلش لہجہ کافی بہتر تھا۔

''How really بہت حیران کن اور دلچسپ بات ہے آج کے زمانے میں ایسی سنسئیر نیس وہ بھی حکمران طبقہ کے افراد میں اپنے ملک و عوام کے لئے Very amaziong۔'' ماریا کے ساتھ کیتھی نے بھی اظہار حیرت کیا۔

''پھر تو ہمیں سب سے پہلے اس ملک کے صدر اور وزیراعظم سے ملنا چاہیے۔''

''نہ صرف ملنا چاہیے بلکہ کچھ سیکھنا چاہیے تاکہ اپنے ہاں جا کر اپنے لوگوں کو بھی اچھے ویوز دے سکیں۔'' وہ آپس میں بولیں، پھر ماریا نے اپنے قریب بیٹھی اپنی ہم عمر لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''Please your good name۔''

''تاشی کاؤ اور اس کا مطلب ہے بہار کا موسم۔''

''میں ماریا ہوں اور یہ میری بہت اچھی دوست کیتھرین ہمارا تعلق ویلنگٹن سے ہے۔''

''اچھا لگا آپ سے ملنا میرا تعلق اگرچہ چین سے ہے مگر میں نسلاً ملائیشین ہوں، میری والدہ نے شادی چینی شخص سے کی تھی جو بعد میں فوت ہو گیا تو انہوں نے چین کو چھوڑا نہیں بلکہ یہیں مستقل رہنے لگیں آج کل وہ کچھ بیمار رہتی ہیں جوڑوں کے درد کی وجہ سے لہٰذا میں کالج سے واپسی پہ اسی ہوٹل سے وابستہ ہیلتھ فوڈ سپر مارکیٹ میں کام کرتی ہوں اچھی پے منٹ مل جاتی ہے گزارہ ہو رہا ہے۔'' لڑکی کافی باتونی تھی بنا رکے اپنے بارے میں سب بتاتی چلی گئی۔

''اوہ سیڈ، دکھایا نہیں اپنی والدہ کو کہیں۔'' کیتھرین نے کچھ ہمدردی سے کہا۔

''دکھائی رہتی ہوں اور میڈیسن بھی پراپر ملتی ہے کیونکہ یہاں عوام کے لئے علاج و معالجہ کی سہولیات بالکل فری ہیں مگر میری والدہ دواؤں سے چڑتی ہیں اور بالکل بھی میڈیسن کھانے پر رضا مند نہیں ہوتیں، اب چھوٹا بچہ ہو تو ہم ڈانٹ ڈپٹ کر کے پیار پچکار سے یا زبردستی کھلا دیتے ہیں انہیں کیسے سمجھائیں کہ نا سمجھ تو نہیں میں بہت سمجھاتی ہوں انہیں کہ صحت پر کوئی کمپرومائز نہیں ہوتا مگر نتیجہ ندارد۔'' تاشی کچھ افسردگی سے بولی۔

''یہ تو واقعی پرابلم ہے اس طرح تو وہ مرض کو پال لیں گی پھر شفا آنا محال ہو گا تم ایسا کروا اپنی

والدہ کو یہاں لانا میں انہیں سمجھاؤں گی کہ زندگی کتنی بڑی نعمت ہے اور اس کی قدر کرتے ہیں اسے یوں ضائع نہیں کرتے۔'' کیتھرین کا جذبہ خدمت خلق اُمڈ آیا، جس نے تاشی کو متاثر کیا تھا۔

''میرا خیال ہے ہم اچھی دوست بن سکتی ہیں اور اسی جذبہ دوستی کی شروعات کے طور پر میں اس Week end پہ آپ کو عشائیے پہ مدعو کرتی ہوں۔'' تاشی نے خلوص سے کہا تو وہ حقیقتاً اس کے جذبہ دوستی اور مہمان نواز رویے سے متاثر ہو گئیں اور مسکراہٹ کے ساتھ اس دعوت کو قبولیت بخش دی۔

''اب Week and پہ مجھے آپ دونوں کا شدت سے انتظار رہے گا۔'' وہ الوداعی مصافحہ کر کے مڑی تو ماریا اور کیتھرین مسکراتی نگاہوں سے اسے جاتی دیکھتی رہیں۔

☆☆☆

اسے کبھی نہیں لگا تھا کہ وہ کم ہمت یا کمزور ہے مگر شہریار اپنے سلوک سے بار بار یہ باور کرانے کی کوشش کر چکا تھا کہ وہ صحیح معنوں میں خود کو بہت بے بس اور کمزور محسوس کرنے لگی تھی۔

کیا کہا تھا اس نے اور کہتے ہوئے کتنا فاتحانہ انداز اپنایا تھا کہ سعیہ خان کا وہ معصوم سا تفاخر منوں مٹی تلے جا پڑا تھا، کیا وہ واقعی سچ کہہ رہا تھا اور اس کا وہ پہلے والا روپ، وہ نرمی، وہ دوستانہ پن کچھ دیر پہلے نظر آنے والا دھیان واقعی دھوکہ تھا۔

''تو سعیہ علی خان تم واقعی ٹریپ ہو گئیں وہ بھی اتنی آسانی سے، شہریار کا اصل شاید یہی ہے جواب دکھائی دے رہا ہے، وہ شہریار شاید کوئی اور تھا جس سے تم واقف تھیں جو تمہیں چاہتا ہے یہ وہ شخص نہیں کہ چاہتیں تو رسوا نہیں کرتیں۔''

''تمہیں کیا لگتا تھا ساری دنیا صرف مرضی سے چلتی ہے نہیں سعیہ علی خان کچھ ہے تمہارے اختیار سے پرے یہاں میرے اختیار کی حدیں شروع ہوتی ہیں وہ موڑ تم اب دیکھو گی۔'' اس کی بھیگی آنکھوں پہ اٹکے موتیوں کو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں پہ لیتے ہوئے وہ بھرپور حظ اٹھاتا مسکرایا تھا۔

کھڑکیوں کے شیشے پر
رینگتے ہوئے قطرے
یوں پھسلتے ہیں جیسے
میرے اور بادل کے درمیاں کوئی ہے
جو میرے اور بادل کے راز کو سمجھتا ہے
جب گھٹائیں چھائیں تو
صرف وہ نہیں روتیں
آنکھیں بھی برستی ہیں۔
کھڑکیاں بھی روتی ہیں

ایک اور شام وہ اس کے رحم و کرم پر گزارنے والی تھی یہ سوچ کر جانے بادلوں کی دھند تھی کہ آنکھوں میں اترتے آنسوؤں کا غبار جو نگاہوں کے آگے تن گیا اس کا دل چاہا تھا شہریار خان کا

گریبان جھنجھوڑتے ہوئے پوچھے۔

''میری زندگی کو کڑا امتحان تو بنا چکے ہو تم اور کس امتحان کی بات کر رہے۔'' مگر برا ہو ان آنسوؤں کا جو ہمیشہ بنا رکے بنا پوچھے شرمندہ کر دیتے تھے۔

کھانے کی ٹرے اس کے سامنے پڑی تھی اس نے کسی چیز کو ہاتھ تک نہ لگایا تھا جبکہ وہ ایک بار پھر اس کے مقابل آ بیٹھا تھا بریڈ جیم، انڈا اور چائے اس کے سامنے رکھتے ہوئے ایک اچھے میزبان کے فرائض نبھاتا سنعیہ نے اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا جواب باقاعدہ بریڈ پر جیم لگا کر اسے دے رہا تھا، سنعیہ نے پکڑ کر نیچے پلیٹ میں رکھتے ہوئے قدرے مصالحانہ لہجہ میں کہا تھا۔

''آپ پلیز مجھے گھر چھوڑ دیں ڈاکٹر کو مما خود دکھا دیں گی۔''

''Its not possible۔'' وہ آرام سے بولا۔

''مگر کیوں۔''

''مجھے یہاں ایک دو کام ہیں پھر ایک موقع ہے میرے پاس اکنامی گلی بھی اموشنل بھی آخر شوہر ہوں تمہارا اور تمہیں ایک وفا شعار بیوی کے فرائض نبھاتے ہوئے یہاں ٹھہرنا ہوگا، لہٰذا فی الحال ناشتہ کریں۔''

بہت کچھ باور کراتا لہجہ سنعیہ بخار فلو اور سر درد سے نڈھال بہت کمزوری اور نقاہت محسوس کر رہی تھی اس میں جھگڑے کی ہمت تھی نہ بحث کی بس خاموشی سے اس بے درد کو دیکھتی رہ گئی، یہاں تک کہ اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں اور اس نے آہستگی سے چہرے کا رخ پھیر لیا تھا، شہریار چند ثانیے غور سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر اپنا مضبوط ہاتھ بڑھا کر بہت آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما تھا گہری نگاہوں سے اس کے صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''تم مجھ سے ناراض ہو کھانے سے نہیں، کھانا جینے کے لئے بہت ضروری ہے۔'' سنعیہ نے لب بھینچ کر اس کی سمت ایک نگاہ کی تھی پھر چہرہ موڑ لیا۔

''زندگی کی ضرورت ہے مجھے نہ جینے کی۔'' آواز بھرائی ہوئی تھی۔

''اور تم سے وابستہ لوگوں کو تمہاری زندگی کی ضرورت ہے زندگی ہوگی تو مجھ سے مقابلہ کرو گی۔'' اس نے تھوڑا ہنستے ہوئے کہا پھر یکایک سنجیدہ ہو کے بولا۔

''اینی ویز تم ناشتہ کر لو پھر چاہو تو گھر بات کر سکتی ہو موبائل چارجنگ پہ لگا ہوا ہے۔'' اس نے بہت بے یقینی سے شہریار کو دیکھا تھا، جواب چائے پینے لگا تھا، پھر نہ چاہتے ہوئے بھی سنعیہ نے ناشتہ کیا اور چائے کا آخری گھونٹ لے رہی تھی جب سیل فون بجنے لگا۔

''مما کا فون ہے۔'' شہریار نے کہتے ہوئے سیل کان سے لگایا۔

''السلام علیکم مما صبح بخیر۔'' وہ خوشدلی سے بولا۔

''وعلیکم السلام بیٹا کیسے ہو اور سنعیہ اٹھی کہ نہیں۔'' شائستہ کا بیقرار لہجہ ابھرا۔

''فائن مما، اٹھ چکی ہے سنعیہ لیں بات کریں۔'' شہریار نے اسے موبائل دیا۔

''السلام علیکم مما!''

''وعلیکم السلام کیسی ہو سونو، شہریار بتا رہا تھا تمہیں بخار اور فلو ہو رہا ہے اتنی پریشان ہوں میں یہ دوسری بار فون کیا ہے پہلے تم سو رہی تھیں۔'' مخصوص ماؤں والی تشویش و ممتا سے پر مشفق آواز جیسے سنتے ہوئے اس کا دل بھر آیا۔

''ٹھیک ہوں مما بس موسمی ٹھنڈ کا اثر تھا ذرا اب تو بہت بہتر ہوں میڈیسن لی ہے۔'' اپنے نم ہوتے لہجے پہ قابو پاتے وہ بولی۔

''پھر بھی بیٹا اپنا خیال رکھنا اور میں تمہارے پپا کے ساتھ آفیشنل کام کے سلسلہ میں دو دن کے لئے اسلام آباد جا رہی ہوں، رات سے موسم خراب تھا سگنل نہ آنے کے باعث تم سے بات نہیں ہو پائی ہم جاتے ہوئے تم سے مل کر جائیں گے بلکہ تمہیں ساتھ لے جا کر ڈاکٹر سے چیک اپ کروا دیں گے۔'' مما فکر سے بولیں۔

''مما آپ مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔'' بھیگی پلکیں ملتجی لہجہ شہریار لب بھینچ گیا دیکھ کر۔

''بیٹی اب تو ہم تیار ہیں بس نکل رہے ہیں پھر آفس کا کام کئی کمپنیوں کا ساتھ ہے شہریار اکیلا کیسے مینج کرے گا۔'' شائستہ رسان سے بولیں۔

''مما میں بھی تو یہاں اکیلی ہونگی۔'' وہ رونے والی ہوگئی تو شہریار نے اس کے ہاتھ سے موبائل پکڑتے ہوئے خود بات کی۔

''مما آپ فکر مت کریں یہ خوامخواہ اموشنل ہو رہی ہے۔''

''شہریار تم ہو تو مجھے پوری تسلی ہے بیٹا اس کا خیال رکھنا اور ڈاکٹر کو دکھا دینا۔''

''آپ بے فکر ہو جائیں مما، میں بس اسے ڈاکٹر کو دکھانے جا رہا ہوں، گاڑی میں نے منگوالی ہے اور پپا کو سلام کہیے گا۔'' وہ آگے سے اب شائستہ کی بات سن رہا تھا، سنعیہ نے چونک کر دیکھا تھا اس کے انداز گفتگو کو۔

''جی ہم دوپہر تک گھر پہنچ جائیں گے آپ فکر نہ کریں سنعیہ کا پورا خیال رکھونگا او کے اللہ حافظ۔'' وہ جلدی سے الوداعی کلمات ادا کرتا ہوا سیل آف کر گیا، اس کی گفتگو سے سنعیہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ مما پپا یہاں آنے کی بجائے سیدھا اسلام آباد جا رہے ہیں، لہٰذا وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''چلیں گھر۔''

''پہلے ڈاکٹر کے پاس۔'' شہریار نرمی سے بولا تھا اور اپنے فیملی ڈاکٹر سے اس کا چیک اپ کروا کے وہ واپس ہوئے تو گاڑی انہی راستوں پہ تھی جن سے آئے تھے۔

''یہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔'' سنعیہ نے آنکھوں کو اس کی سمت خفیف سی جنبش دیتے ہوئے پوچھا۔

''وہیں جہاں سے آئے ہیں۔'' وہ آرام سے بولا تو چہرے کی تر و تازگی کے لہجہ بھی ہشاش بشاش تھا اور مزاج بھی توانا۔

''کیا مطلب پھر دھوکہ کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ۔'' آنکھوں میں غصہ، بے یقینی ناگواری کے رنگ لئے وہ چیخ کر بولی۔

''سویٹ تم سے کہا تھا ناں میں نے تم سے ایک قانونی و شرعی رشتہ ہے منکوحہ ہو تم میری، مجھے

کچھ ٹائم گزارنا ہے تمہارے ساتھ اور تمہیں ایک سعادت مند بیوی کی طرح اپنا فرض نبھانا ہے میرا حکم مان کر۔'' خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے غصے سے تمتماتے چہرے کو دیکھتے وہ رسان سے بولا تو سنعیہ ساکت سی اسے دیکھے گئی احتجاج کے تمام الفاظ جیسے گلے میں پھندا بن کر اٹک چکے تھے وہ کئی لمحوں تک قوت گویائی کھو بیٹھی تھی جیسے۔

''یہ فریب اتنا دوغلا پن نقاب زدہ چہرہ میں تمہارا اصل روپ سب کو دکھاؤنگی، شہریار تم کیا سمجھتے ہو اس کمینی حرکت سے مجھے زیر کر لوگے۔'' وہ غم و غصے کے حصار میں گھرتے ہوئے بولی۔

''یہ ٹیپکل بیویوں والا انداز اچھی لگ ہو، یونہی تو طبیعت آج کل تم پہ مائل نہیں ہو رہی۔'' اس کے رخسار پہ جھولتی شریرلٹ کو چھوتے ہوئے بہ غور دیکھتے ہوئے وہ بولا تو سنعیہ کو ٹوٹ کر رونا آیا مگر رونے کا مطلب تھا اپنی کمزوری دکھانا اور وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی، جانتی تھی کہ جتنا لچک دکھائے گی وہ اسی قدر حاوی ہونے کی کوشش کرے گا۔

''میں اپنے ساتھ تمہیں یہ چیٹنگ نہیں کرنے دونگی، گاڑی روکو ورنہ میں شور مچا دوں گی۔'' اسٹیرنگ پہ رکھے شہریار کے ہاتھ پر سختی سے اپنا ہاتھ جماتے ہوئے وہ بولی تو شہریار مسکرا دیا تھا محظوظ ہوتے ہوئے، پھر سنعیہ نے لمحہ بھر ہی دیکھا تھا اسے اور اگلے پل وہ اپنی طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلنے لگی چلتی گاڑی سے تو شہریار نے سرعت سے اپنے بازو کے شکنجے میں دبوچا تھا، گاڑی کو بریک لگا کر اس نے اسی تیزی سے ایک زناٹے دار تھپڑ سنعیہ کے رخسار پر دے مارا تھا۔

سنعیہ حیرتوں، دکھ سے بھری نگاہ لئے اسے دیکھ رہی تھی جو درشتی سے کہہ رہا تھا،''اب ملنے کی کوشش کی تو جان سے ماردوں گا نہ تو مجھے فضول میں تمہیں جھیلنے کا شوق ہے نہ ہارنا چاہتا ہوں مگر تم اس وقت میری پابند ضرور ہو آفٹر آل میں تمہارا شوہر ہوں، لہٰذا بیوقوفی کر کے صرف اپنا نقصان کرو گی انڈراسٹینڈ۔'' مضبوط اور مدہم انداز میں کہتے ہوئے وہ ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہونے لگا اور سنعیہ کی آنکھوں میں مرچیں سی چبھنے لگیں لمحہ بھر میں منظر دھندلانے لگے وہ حد سے زیادہ بے یارو مددگار تھی اور اس کے بس میں بھی ایسے میں وہ کچھ بھی کر سکتا تھا اس کے ساتھ، یہ سوچتے ہوئے اس کی تحیر زدہ نگاہیں بھیگنے لگیں وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی مگر حوصلے بھربھری ریت کی دیوار ثابت ہو رہے تھے اور چہرہ متواتر بھیگتا چلا جا رہا تھا۔

☆☆☆

وہ پیریڈ آف ہونے پر کلاس روم سے باہر نکلی اور یونیورسی کیمپس کے وسط میں بنی خوبصورت نہر کنارے آکر بیٹھ گئی، ٹھنڈی پرسکون ہوا اور بہت ستھری فضا کے ساتھ کئی سوڈنٹس گروپ کی شکل میں ٹولیاں بنائے بیٹھے تھے، وہ پیپل کے پتوں کو نوچتی گاہے بہ گاہے ان سٹوڈنٹس کو بھی دیکھ رہی تھی جو بے فکرے خوش باش انداز میں بیٹھے مصروف گفتگو تھے، یہ نہیں تھا کہ اس کی کوئی دوست نہ تھی یا وہ کسی گروپ کا حصہ نہ تھی، بلکہ اپنی ذہانت اور غیر معمولی حسن و نزاکت کے باعث صرف اپنے ڈپارٹمنٹ میں نہیں بلکہ دوسرے ڈیپارٹمنٹس کے سٹوڈنٹس میں بھی ممتاز حیثیت رکھتی تھی، اس کے بنائے نوٹس پیپرز کی سٹوڈنٹس میں مانگ رہتی تھی پھر وہ کسی کے ساتھ انوالو نہ تھی، قدرے محتاط اور سنجیدہ طبیعت کے ساتھ سب کے ساتھ ایک جیسا بامروت رویہ اپنی ان منفرد عادات کی بناء پر اسے ہمیشہ عزت ملی تھی، کالج اور اب یونیورسٹی میں بھی خوبصورتی کے باعث ڈرامیٹک سوسائٹی کو جب بھی کسی شاہی خاتون یا ہیروئن کا مسئلہ ہوتا ان کی پہلی ترجیح اریبہ اشفاق ہوتی اور وہ یونیورسٹی لیول پہ ہونے والے سٹیج ڈراموں میں بڑے شوق سے حصہ لیتی محض اپنے اندر چھپے فن کے ٹیلنٹ کو حصہ دینے کے لئے۔

لیکن اب بار یونیورسٹی کے سالانہ کانووکیشن میں ہونے والے پروگراموں میں حصہ لینے سے اس نے صاف معذرت کر لی تھی وجہ اپنے معاشی و گھریلو حالات سے ہر وقت ذہنی پریشانی جواب اس کی زندگی کا حصہ بن کر رہ گئی تھی۔

''کیا چیز ہے یہ زندگی بھی دور سے کتنی خوبصورت اور خوشنما لگتی ہے کسی سات رنگی تتلی کے مانند اور پکڑنے کی چاہ لئے اس کے تعاقب میں پلکیں تو کیسی ستاتی ہے، کتنے دکھ دیتی ہے کتنی بے رنگ اور پھیکی نکلتی ہے۔'' اس نے متاسف سے انداز میں سوچا تھا پھر اٹھ کر نہر کنارے لگے درختوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگی، سفیدے کے بڑے بڑے پتوں والے لمبے لمبے درخت جو قطار در قطار جا رہے تھے اور ماحول میں عجب سا توازن پیدا کر رہے تھے۔

''کتنی عظیم ہے یہ درسگاہ، ہزاروں کو جلا بخشتی ہے جینا سکھاتی ہے، جینے کے سلیقے بتاتی ہے مگر لوازمات زندگی اور اسباب رزق کم ہو جائیں تو فاقوں، محروموں اور بیماری میں پپتا بے بس انسان کیا کرے، یہ نہیں بتاتی۔'' وہاج حسن اسی یونیورسٹی کا گولڈ میڈلسٹ تا اتنا بریلینٹ اور جینئس جس کی ذہانت و کارکردگی سے پروفیسرز تک متاثر تھے، جس کے بنائے نوٹس کی سارے ڈیپارٹمنٹس میں دھوم تھی وہ جب سہانے خواب، پرجوش امنگیں اور امید بھرا دل لے کر اس ادارے سے نکلا تو جاب کی تلاش میں پورے تین سال رلتا رہا کتنے دھکے کھائے تھے اس نے در در، کتنی باتیں سنی تھیں کتنی اذیت جھیلی تھی اک جاب کی تلاش میں، اتنی ذلت و خواری، خواہشوں تک کو بدل ڈالا تھا اور وہ جو کسی بڑی کمپنی کا ایم ڈی یا برانچ آفیسر بننے کے خواب دیکھا کرتا تھا اک معمولی کیفے پہ دس ہزار کی نوکری پہ لگ گیا تھا اور تب اسے کیسی تکلیف ہوئی تھی وہ اسے اپنے خوابوں سے دستبردار ہوتے نہ دیکھ سکی تھی، کتنے تیکھے تیوروں کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کی تھی۔

اور اب وہی خواری وہ اٹھا رہی تھی وہاج کے منع کرنے کے باوجود بالا ہی بالا اس نے کئی کاروباری کمپنیوں میں خالی ویکنسی کے لئے رجوع کیا تھا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

بنا تجربہ، رشتوت، شفارش کوئی کمپنی اسے رکھنے پر تیار نہ تھی اور ان تینوں ترجیحات کے بغیر چوتھی ترجیح ''ترغیب ہوس'' تھی جو ہر اونچی کرسی پر بیٹھے بڑی توند والے ادھیڑ عمر باس سے لے کر عملہ کے معمولی جمعدار تک کی نگاہوں اور باتوں سے ٹپک رہی ہوتی اور وہ لاکھ مجبور و تنگدست سہی مگر اپنی عزت اپنا نسوانی وقار اور حیا، اسے ہر بے بس سے بڑھ کر عزیز تھے، روپے کے لالچ میں وہ اپنی غیرت کا سودا نہ کر سکتی تھی۔

اسے اب معلوم ہوا تھا عورت خاص کر خوبصورت جواں عورت کے لئے زندگی کتنی دشوار ہے معاشرے میں موجود ہر عمر ہر کلاس کا بندہ اسے تر نوالہ سمجھتے نگلنے کو تیار رہتا ہے۔

''وہاج ٹھیک کہتے تھے تم ایک عورت کا گھر سے باہر نکلنا وہ بھی ملازمت کی تلاش میں اتنا آسان نہیں بہت مشکل ہے اور ایسے حالات میں جب پریشانی بھی ہر طرف سے راستہ روکے کھڑی ہو خود کو خوش امید رکھنا کتنا مشکل ہے۔'' تھکن، شکستگی اور پریشانی ایک ساتھ اس پہ وارد ہوئے تھے وہ غائب الدماغی کی کیفیت میں چلتی سائنس لیب کی سیڑھیوں تک آ پہنچی تھی بہت تھکے ہوئے انداز میں سیڑھیوں پہ بیٹھتی پیشانی مسلنے لگی۔

سیڑھیوں کے بالکل اوپر کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ کے چند سٹوڈنٹس کھڑے تھے آپس میں کسی بحث میں مصروف کچھ دیر بعد وہ چلے گئے تو اس سے کچھ ہی فاصلے پر اردو ڈیپارٹمنٹ کی کچھ لڑکیاں آ بیٹھی بلند آواز میں ہنستی ایک دوسری پہ فقرے اچھالتی، اریبہ نے بہت حسرت سے ان شوخ لڑکیوں کو دیکھا تھا کچھ عرصہ پہلے وہ بھی ایسی زندہ دل ہوا کرتی تھی، آتے جاتے لوگوں پہ ہونگ بات سے بات نکالنا اور بے وجہ ہنسے جانا کتنی خوشگوار زندگی تھی کتنے بھلے دن تھے اور پھر سب کچھ کتنی تیزی سے بدلا تھا، زندگی ویسی نہیں رہی جیسی گزارنا چاہتی تھی بلکہ خوابوں، خواہشوں اور حقیقت کے برعکس بن گئی تھی بے حد تلخ اور دشوار اور بہت کوشش کے باوجود حالات بس میں نہ ہو رہے تھے، اس نے اک سرد آہ بھری۔

''آہ، کتنا بے بس ہو جاتے ہیں ہم حالات کے سامنے تقدیر کی تلخیوں کو موڑنا، روکنا یا غم کو پرے کرنا کچھ بھی ٹھیک سے نہیں ہو پاتا اگر یہی سب کچھ ہمارے ساتھ تقدیر، زندگی یا خدا کے بجائے کوئی انسان کرے تو ہم کتنا چیخیں چلائیں، دھمکیاں دیں، گریبان پکڑ لیں کہ تم ہوتے کون ہو ہمارے ساتھ یہ سب کرنے والے، کیا حق پہنچتا ہے تمہیں ہمیں دکھ دینے یا نقصان پہنچانے کا مگر یہ سب رونے تو قسمت کے تھے اور قسمت کے ساتھ کون لڑے قسمت کے آنکھیں بدلنے پر تو سوائے رونے کڑھنے یا انگشت بدنداں ہونے کے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔''

''زندگی کی حقیقتوں میں شاید مقدر ہی سب سے بڑی حقیقت ہے، جسے بھول جاتے ہیں اور زندگی کے بارے میں مختلف تجزبے کرتے رہتے ہیں یہ جانے بغیر کہ درحقیقت زندگی ہمارا تجربہ کر رہی ہوتی ہے اور دنیا کا کوئی دروازہ بھی نہیں ہوتا جسے کھول کر ہم باہر نکل جائیں تا کہ ان غموں سے ہماری جان چھوٹ جائے کہیں ٹوٹ کر بکھریں تو دل آپ ہی اپنی کرچیاں چننے کا تماشہ دیکھتا ہے ایک خوشی کے لئے کتنا ترستا ہے کتنے پاپڑ بیلتا ہے، مشقتوں میں تھکا ہارا وجود تنگدستی وفقر و فاقہ کی کہانی سناتی آنکھیں، کوئی دیکھے تو یقین ہی نہ کر پائے کہ کبھی یہ وجود بھی نرم و نازک سانچے میں ڈھلا خوابوں، رنگوں اور مسکراہٹوں کا مجموعہ خوشیوں کے نغمے اس کے شیریں لبوں کو چھو کر ابھرتے تھے اور آج یہی جیتا جاگتا، ارمانوں، خواہشوں سے بھرا وجود راستے کا پتھر بنا آتے جاتے غموں کو ٹھوکریں سہہ رہا ہے۔''

اریبہ نے سر گھٹنوں پہ دھر لیا تھا اس کی سماعتوں میں کسی کی آواز اتر رہی تھی، وہ شاید اردو ڈیپارٹمنٹ کی ہی طالبہ تھی جو شاعری سنا رہی تھی اور الفاظ اسے اپنے درد کا بیاں لگ رہے تھے وہ بھیگی پلکوں سے لمحہ بھر اس لڑکی کو دیکھ کر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپاتی شدتوں سے ٹوٹ کر رو دی بنا جگہ اور ماحول کا خیال کیے۔

(جاری ہے)

مداوا

ثمینہ شفقت

فوزیہ غزل

ریسٹ ہاؤس میں بے آرام ہوکر گزری رات اور کچھ طبیعت کی خرابی سنعیہ کو مزید چڑچڑا کر دیتی ہے وہ وہاج کے ہر عمل اور رویے کو بدظن ہوکر دیکھتی ہے۔

اریبہ، وہاج سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتی ہے تو وہاج ناراضگی کے عالم میں کالز ڈس کنکیٹ کرکے موبائل آف کردیتا ہے۔

چین روانگی سے قبل کیتھرین کرسمس ویلنگٹن میں مناتی ہے تو ماریا اس کی خوشی کے لئے کرسمس تقریب میں شریک ہوتی ہے مگر اندرونی طور پر وہ مسیحی مذہب و تعلیمات سے برگشتہ ہے۔

اریبہ بہت مشکل سے وہاج سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوتی ہے تو وہ سخت اور سرد انداز میں اسے آئندہ رابطہ نہ کرنے کا کہتا ہے۔

ماریا چین پہنچتی ہے تو سفر کی خوشگواریت کے ساتھ اسے ہوٹل میں تاشی کاؤ ملتی ہے جس سے اچھی دوستی ہوجاتی ہے اور تاشی انہیں اپنے گھر کھانے پہ انوائیٹ کرتی ہے۔

شہریار، سنعیہ کا چیک اپ کرواتا ہے اور میڈیسن لینے کے بعد گاڑی پھر سے ریسٹ ہاؤس کے راستے پر ڈالتا ہے تو سنعیہ شدید غصہ کا اظہار کرتی ہے۔

وہاج کے رویے و خفگی سے پریشان اریبہ اسٹڈیز پہ بھی توجہ مرکوز نہیں کر پاتی حالات و واقعات کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ زندگی کا یہ موڑ اسے پہلے سے زیادہ دکھی کرتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

بیسویں قسط

www.paksociety.com

کیتھرین اپنے گروپ ممبرز کے ساتھ مصروف ہوتے ہوئے بھی ماریا کو خاطر خواہ ٹائم دے رہی تھی چونکہ ماریا ابھی انجان ہونے کی بناء پر اکیلی باہر نہیں نکلتی تھی اگرچہ ان کی آمد کے اگلے روز ہی ان کے ٹورسٹ گائیڈ کا انتظام کر دیا تھا اور وہ انہیں پورا چین گھماتے ہوئے معلوماتی و دلچسپی آمیز مواد فراہم کرتا مگر کیتھرین ماریا کی فزیکلی اور مینٹلی سائیکی ڈسٹرب ہونے کی وجہ سے اسے تنہا بھیجنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی، لیکن تاشی کے گھر دعوت پہ جانا وہاں ماریا اور تاشی کی آپسی فرینکس گفتگو، باہم دلچسپی کے موضوعات پر اظہار خیال وہ اچھی فرینڈ شپ میں ڈویلپ ہو چکی تھی، جس سے کیتھرین کو اطمینان سا ہوا کہ اب اگر وہ اپنے سیمینارز یا وفد کے ہمراہ کہیں مصروف ہو گی تو ماریا کی اتنی زیادہ فکر نہ رہے گی کیونکہ اس کی تنہائی بانٹنے اور ساتھ گھومنے کو ایک اچھی دوست مل چکی تھی۔

تاشی کی والدہ سے ملنا بھی انہیں اچھا لگا درمیانی عمر کی خاتون تھی، خاصی ملنسار اور ہنس مکھ انہیں دیکھ کر محسوس نہیں ہوتا تھا کہ وہ مستقل جوڑوں کے درد کی مریضہ ہوں گی مگر چلتے اٹھتے بیٹھتے وہ جب ایک ہاتھ کمر پر اور دوسرا گھٹنے پر رکھتیں تو واقعی تکلیف کے شدید آثار ان کے چہرے پر نمودار ہو جاتے، کیتھرین نے انہیں کچھ ہلکی پھلکی ٹپس دیں جن پہ روزمرہ معمولات میں عمل کر کے وہ اپنی تکلیف میں افاقہ کر سکتی تھیں۔

''آپ میڈیسن نہ بھی کھانا چاہیں تو چند سادہ سی ورزشیں آپ کو اس درد سے بہت افاقہ دے سکتی ہیں، صبح سویرے جب بھی اٹھیں تو اپنے گھر کی بیرونی دیوار کے ساتھ بالکل سیدھی کھڑی ہو جائیں، اپنے سر کو بھی بالکل سیدھا رکھیں، کاندھے، ایڑیاں اور کولہے دیوار کے ساتھ لگے ہوں، اسی حالت میں مخالف دیوار تک آہستہ آہستہ چلیں واپسی اسی حالت میں آئیں اس عمل کو ہر صبح اٹھ تا دس مرتبہ دہرائیں، اس کے علاوہ کندھوں کو جھکا کر چلنے کی عادت ختم کریں، آپ کی چال متوازن ہونی چاہیے، بغیر ڈگمگائے اٹھیں اور بغیر خم پیدا کیے بیٹھیں، کیونکہ کمر کو اور کندھوں کو جھکا کر بیٹھنے سے بھی پٹھوں کا درد شروع ہو جاتا ہے یا کمر کے نچلے حصے میں اکثر و بیشتر درد رہنے لگتا ہے اور سب سے اہم بات کہ اگر آپ ٹی وی دیکھ رہی ہوں یا اخبار پڑھ رہی ہوں تو ہمیشہ پشت پہ تکیہ رکھ کر کمر اس سے ٹکا لیں یہ عمل آپ کو آپ کی فزیکلی پوزیشن کو مین ٹین رکھے گا اور ٹانگیں نیچے کر کے بیٹھیں تب بھی پاؤں کے نیچے کوئی چوکی وغیرہ رکھیں تاکہ آپ کی ٹانگوں پر زور نہ پڑے۔'' کیتھرین اتنے سادہ اور نرم انداز میں آسان طریقے بتاتی گئی جو تاشی کی والدہ کو اتنے سہل لگے اور اتنے اچھے کہ وہ انہیں باقاعدہ موبائل پہ ریکارڈ کرتی گئیں تاکہ روزمرہ معمولات میں ان پر عمل کرتی رہیں۔

''تاشی نے تم لوگوں کی درست تعریف کی تھی تم دونوں واقعی بہت اچھی لڑکیاں ہو۔'' ان کے توصیفی انداز پہ وہ دونوں خوشدلی سے ہنس پڑیں، پھر انہی خوشگوار باتوں میں کھانا لگ چکا تو وہ سب ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھیں تاشی واقعی اچھی کک تھی اور سپر فوڈ مارکیٹ میں اس کی جز وقتی ملازمت میں اس خصوصیت کا بطور خاص عمل دخل ہو گا، اس نے چائنیز ڈشز کے علاوہ قسم قسم کے رشین سلاد اور فرنچ کھانوں کے ساتھ ہیم برگر خصوصی طور پر تیار کیا تھا، مگر کیتھرین کے برعکس ماریا نے ہیم برگر کھانے سے معذرت کر لی۔

''مگر میں نے تو تمہارے لئے خاص طور پر اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا، کیونکہ کالج گرلز ہیم برگر بہت شوق سے کھاتی ہیں۔'' تاشی کچھ مایوسی سے بولی۔

''تم نے خواہ مخواہ تکلف کیا، مجھ سے پوچھ لیتیں میں سور کے گوشت سے بنی کوئی چیز نہیں کھاتی۔''

''کیا سوائن فلو کے ڈر سے۔'' کیتھرین نے پوچھا۔

''نہیں اس سے پہلے میں شروع سے پرہیز کرتی ہوں پتا نہیں کیوں مجھے اسے کھانا اچھا نہیں لگتا تھی۔'' وہ معذرت خواہانہ لہجہ میں بولی۔

''مگر کیوں یار ہمارے تو کھانوں کا تو یہ لازمی جز ہے۔'' تاشی نے کہا۔

''بس جیسے میں اور بہت سی چیزوں سے دور ہوں عادتاً یا مزاجاً تو سمجھ لو اس سے بھی دور ہوں۔''

''حیرت ہے مجھ سے تو اسے کھائے بغیر رہا نہیں جاتا۔'' تاشی کی والدہ بولیں تو ماریا نے فوراً کہا تھا۔

''اسی لئے تو آپ کو جوڑوں کا درد رہتا ہے اور اگر آپ مشاہدہ کریں تو دیکھیئے گا جن ملکوں میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے وہاں بلڈ پریشر اور جوڑوں کا عارضہ زیادہ ہو گا۔''

''یہ تمہیں کس نے کہہ دیا۔'' تاشی کی والدہ نے پوچھا۔

''میں نے خود اپنی کلاسز کے دوران ڈاکٹر ایرکارڈارین (یونیورسٹی آف کولوواڑو) اور ڈاکٹر رچرڈ کے لیکچرز، رپورٹس پڑھی تھیں جس میں واضح الفاظ میں تحریر ہے، 1918-19ء میں انفلوانزہ کی وباء میں سور کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان دونوں کو ہونے والے انفلوانزہ کا وائرس ایک ہے، سور کی آنتوں اور جگر میں ایک کیڑا پایا جاتا ہے، Fasciolopis Buski یہ کیڑا اس کے ساتھ رہنے والوں یا اس کا گوشت کھانے والوں میں منتقل ہو جاتا ہے اور پیٹ میں متعدد خطرناک بیماریاں پیدا کرتا ہے ان میں ہیضہ، چیچک بہت سی جلدی بیماریاں بلڈ پریشر اور عارضہ قلب وغیرہ شامل ہے۔''

''اگر آپ ہیم ترک کر دیں تو اس بیماری سے بچ جائینگی باقی کچھ بھی کھانا نہ کھانا قطعاً آپ کا ذاتی مسئلہ ہے اور آپ کا میرے ان ویوز سے متفق ہونا بھی ضروری نہیں ویسے ہی جیسے ایڈیٹر کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہوتا۔'' وہ سنجیدہ ماحول کا اثر زائل کرنے کو قدرے ہلکے پھلکے لہجہ میں بولی اور اس میں وہ بہت کامیاب بھی ہو گئی کہ کھانے کا بقیہ دور ہلکی پھلکی گفتگو پہ ہی چلا، ماریا محض رشین سلاد یا چائنیز ویجیٹیبل پہ گزارہ کر رہی تھی۔

بعد میں تاشی نے انہیں اپنا چھوٹا سا فلیٹ دکھایا اور ایک کمرے میں بدھ مجسمے، دیکھ کر وہ بڑی بدمزہ ہوئی، اس نے ماریا سے گفتگو کے دوران اعتراف کیا کہ پہلے وہ یہودن تھی مگر پھر بدھ مت کی حلقہ بگوش ہو گئی۔

ماریا کو یاد آیا کہ ایک دفعہ سفر کے دوران اسے بھی ایک مشنری کی جانب سے پمفلٹ [illegible] جس میں ''شوشو بدھ مت'' کے متعلق کچھ لکھا ہوا تھا، وہ بدھ مت کے متعلق بہت کم جانتی تھی [illegible]

تاشی سے بدھ مت کے متعلق سنتے ہوئے وہ یکدم اس مذہب میں انٹرسٹیڈ ہوگئی۔

کیونکہ تاشی اسے ایک ایسے سائیکوا یکوپریشر کے متعلق بتارہی تھی جو بدھا کے اصولوں پر چلتے ہوئے بذریعہ (فینگ شوئی) کسی بھی فزیکلی و مینٹلی ابنارملٹی کے عناصر موقع محل اور ماحول کی مناسبت سے کنٹرول کرکے انرجی میں اضافہ کرتا تھا، کیتھرین نے تاشی سے نہ صرف تمام معلومات لے لیں بلکہ اسے راضی کرلیا تھا۔

کہ وہ ان کے ساتھ چلے گی اور اس ماہر فینگ شوئی سے ملوائے گی، تاکہ ماریا کی جو رہی سہی سائیکی پرابلم ہے اس کو سولو کیا جاسکے۔

ماریا نے اپنی بعض سہیلیوں کو بدھ مت کے کوریائی ''سن مائنگ مون'' کے پیروکاروں (Moonics) اور ہرے کرشنا جیسے فرقوں کے حلقہ بگوش ہوتے دیکھا تھا اب ماریا، تاشی کے گھر بدھ مت کا ذکر بدھ مجسمے دیکھ کر پھر سے اپنی مخفی تھرلنگ، جستجو اور بازیافت والی بے چین طبیعت کو ابھرتے پارہی تھی۔

☆☆☆

شہریار کے الفاظ نے شدید قسم کا دھچکا لگایا تھا سنعیہ کو اپنے دل میں درد کی لہریں اٹھتی محسوس ہوئیں، اس کا دل چاہا تھا وہ چیخ چلا کر بولے اور اس شخص کو بتائے کہ یہ جبر کا رشتہ اور مجبوری کا تعلق نفرت انگیز ہے اس کے لئے، وہ اپنے گلے میں طوق کی مانند پڑے اس رشتے کو عمر بھر نہیں گھسیٹ سکتی، کوئی شوق نہیں تھا اسے ڈھونگ رچانے کا، ان رشتوں کا راگ الاپنے کا جن کی دل میں کوئی وقعت، کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

اس کی بھوری آنکھوں میں آنچ سی اٹھ رہی تھی اور ونڈ اسکرین پر نگاہیں جمائے تھا سنعیہ نے کچھ دیر لب بھینچے اسے یونہی دیکھا پھر چٹختے ہوئے لہجے میں بولی۔

''مجھے رشتے کی دھونس جما کر بلیک میل مت کریں میں اٹھارویں صدی کے برقعے میں لپٹی کوئی ڈری سہمی مخلوق نہیں جو آپ ڈرا دھمکا کے رکھیں اور ان رشتوں کے نام مت لیا کریں جن کے تقدس و عزت کا آپ کو علم نہیں۔''

''مجھے تمہیں ڈرانے یا تم پر رعب رکھنے کا کوئی شوق نہیں۔'' شہریار نے استہزائیہ لہجہ میں کہا۔

''تو پھر اس تعلق کو بے ایمانی سے پروان کیوں چڑھا رہے ہیں۔'' سنعیہ کا طنز ذومعنویت لیئے ہوئے تھا جو شہریار کو بے طرح چبھا اس کو بخوبی سمجھ آچکا تھا کہ وہ ریسٹ ہاؤس واپس جانے والے فعل کو لے کر بات کررہی ہے، شہریار کا چہرہ پل بھر میں سرخ ہوگیا ماتھے کی سبز رگیں مارے غصہ کے واضح دکھائی دینے لگیں۔

محبت تو اس کا شروع سے دین ایمان رہی تھی وہ محبت کو بے ایمانی کیسے دکھا سکتا تھا مگر بہت سے رشتوں کو کرائسس سے بچانے کے لئے اسے یہ کام کرنا تھا پر اپنے کردار کی ذلت گوارہ نہ تھی سنعیہ کو ریسٹ ہاؤس میں رکھنے کا مقصد خواہ کچھ بھی ہو، اپنا وقار تو سب سے بڑھ کر تھا، سو وہ گاڑی کو ٹرن دیتے ہوئے گھر کے راستے پر ڈالنے لگا، سنعیہ نے سکون کا اک گہرا سانس لیتے ہوئے سر سیٹ کی بیک سے ٹکا دیا تھا۔

رات بھر ہونے والی بارش کی وجہ سے ماحول سرد لبادہ اوڑھے ہوئے تھا، آسمان پر اب بھی کہیں کہیں سفید اور سیاہ بادلوں کے مرغولے دکھائی دے رہے تھے، ان کی گاڑی لاہور ہائیکورٹ کی عمارت کے سامنے سے گزر رہی تھی اس کا شمار لاہور کی خوبصورت عمارتوں میں ہوتا ہے اس کے اندر کھلے کھلے میدان اور گرد و غبار سے پاک ماحول، ہر طرف بلند و بالا درختوں سے گھرا ٹھنڈا و خنک موسم اس کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔

اس کے بعد دیال سنگھ مینشن کی تاریخی عمارت یہاں پر بڑے بڑے دفاتر اور ہوٹل قائم تھے، دھلی نکھری سڑک پر سبک رو انداز میں چلتی گاڑی، قدرت کی صناعی کے حسین مناظر دائیں بائیں بنے کمرشل ایریاز سے جھانکتے خوب صورت کاٹیج، ہر طرف پھیلا سکوت، موسم کی خوبصورتی، ماحول کا سحر اور معنی خیز سی تنہائی کے ساتھ دو نفوس مگر اپنے اپنے جذبات تلے دبے، دوسرے کے احساسات سے بے پروا کچھ بھی ان کی حسیات پر اثر انداز نہیں ہورہا تھا۔

جب ساتھ چلنا مجبوری لگے اور رشتے ان چاہے بوجھ جنہیں انسان مجبوری بنا کر شانوں پر لادے پھرتا ہو تو ماحول سے اٹھتی مسحور کن خوشبو ہو یا معنی خیز تنہائی احساسات کو مہکانے میں ہر حیلہ ناکام رہتا ہے۔

وہ بھی کوشش کے باوجود اپنے آپ کو نارمل نہیں کررہا تھا اور سنعیہ بھی خود کو مطمئن کرنے میں ناکام ہورہی تھی اور اطمینان تو اس کی زندگی سے شاید اسی روز عنقا ہوگیا تھا جب اسے شہریار کے ساتھ اپنی وابستگی کا علم ہوا تھا۔

گاڑی یک لخت ایک جھٹکے سے رکی تھی ''خان ولا'' کے خوبصورت گیٹ سے اندر جاتی سرخ بجری کی روش پر چلتی ہوئی گاڑی میں بیٹھے اس نے آنکھیں ذرا سی ترچھی کرکے شہریار کو دیکھا جس کے مغرور تنے ہوئے نقوش سے صرف سرد مہری عیاں تھی، سنعیہ اپنا بیگ سنبھالتی نیچے اتری اور وہ شاید اس کے اترنے کا ہی منتظر تھا کہ دوسرے پل گاڑی بیک کرتا ٹرن لے کر واپس ہولیا تھا، اس کی یہ حرکت سنعیہ کو بہت چبھی۔

''یہ مجھے موڈ دکھا رہا ہے، سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو پرنس چارمنگ شہریار تم جو اتنے اکڑو خان بنتے ہو ناں مجھے کوئی پرواہ نہیں بھاڑ میں جاؤ میری طرف سے۔'' وہ دانت پیستے ہوئے کوفت سے پیر پٹختی اندرونی حصے کی جانب ہولی۔

محض ایک رات گھر سے دور رہی تھی وہ پھر بھی یوں محسوس ہورہا تھا مہینوں بعد آئی ہو، وہ پورے گھر میں گھومتی خود کو قدرے تازہ دم اور فریش محسوس کررہی تھی، اپنے گھر کے منی زو میں رکھے آسٹریلین طوطے، فرانسسی اور روسی بلیاں، آسٹریلیا سے لائے ہوئے مور اور امریکی ٹائیگرز اسے لگا سب سنعیہ کو مس کررہے تھے اداس تھے اپنے ہاتھ باری باری ان پر شفیق انداز میں پھیرتی کچھ نہ کچھ کہتی وہ فش ایکوئیریم کی طرف آئی۔

''دیکھیں ذرا غور سے شکور بابا مجھے مچھلیوں کے رنگ میں فرق محسوس ہوتا ہے۔'' وہ شیشے کے پار تیرتی مچھلیوں پہ بہ غور نگاہیں ٹکائے بولی۔

''آپ کسی میڈیکل یا فش ایکوئیریم ماہر سے رابطہ کریں، تاکہ ٹینک میں موجود دیگر مچھلیاں

بیماری سے محفوظ رہ سکیں۔'' اس نے بڑے تردد سے حکم دیا تھا۔

اور شام تک شیشے کے بکس کے پاس بیٹھی اپنی خرابی صحت کو بھی بھلائے رکھا، شہریار آفس سے لوٹا تو اسے اپنے زو والے حصہ میں مگن پا کے طنزیہ نگاہوں سے دیکھتا گلاس ڈور کھول کر لاؤنج میں داخل ہوا۔

''روسی کیٹ کو اپنی گود میں بٹھائے پیار سے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتی نرم لہجہ میں مسکرا کر بات کرتی اس لڑکی کو دیکھ کر کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ اس کا رویہ کتنا ہتک آمیز اور روڈ ہے اور اپنے مقابل بیٹھے بندے کو یہ کتنا ان ایزی کر دیتی ہے۔'' ایپل جوس کا ٹن لبوں سے لگائے شہریار نے پھر سے دیکھا تھا اسے اور اسی پل سنعیہ نے بھی یکدم چہرہ موڑ کر دیکھا۔

نیوی بلیو جینز اور آف وائیٹ شرٹ میں وہ بے حد وجیہہ اور مکمل دکھائی دے رہا تھا تک سک سے درست ایک شاندار پرسنالٹی، جس کے اندر ایک گھاگ اور بدتمیز اکھڑ مزاج بندہ چھپا تھا، یہ کمنٹس سنعیہ نے ابھی شہریار کو دیے تھے پھر اپنے ہاتھوں سے تھامی سفید بلی کو واپس اس کی جگہ پر چھوڑ کے وہ تیز قدموں سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی، جبکہ شہریار وہیں کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

محبت دشت فرقت میں
بنا رخت سفر چلتے کسی مجذوب کے دل سے
نکلتا اک نوحہ ہے
محبت راستوں کے جال میں بھٹکا ہوا راہی
کسی کے نام پہ ٹھہرا ہوا اک اجنبی چہرہ
محبت خواب بن جائے تو تعبیریں نہیں ملتیں
محبت ایک بارش ہے
جو اک بوند کر کے تن سے من میں جب اترتی ہے
سریلے ساز بجتے ہیں، انوکھے باب کھلتے ہیں
کسی فنکار کے ہاتھوں سے
چھڑتا بے خودی کا راگ
محبت بارشوں کے موسموں میں یاد کی کایا
محبت جلتے تپتے راستوں پہ پھیلتا سایا
محبت اک اداسی ہے
بلا کی خاموشی بھی ہے
محبت پت جھڑوں کا نام محبت اک سلگتی شام

☆☆☆

تیری یاد میں مصرعہ کوئی لکھنے بیٹھا !
میں نے کاغذ پہ چھالوں کا گلستاں دیکھا

تو نے دیکھا ہے منڈیروں پہ چراغوں کو فقط
میں نے جلتا ہوا ہر دور میں انسان دیکھا

کتنے قلیل عرصے میں وجود پہ صدیوں کی تھکن طاری ہو گئی تھی اور وہ بھیگے سمندر سی آنکھیں لئے اسی موڑ پہ کھڑی تھی جہاں دل تھا۔

تو یہ تھی محبت، اعتبار وفا، اتنا جبس تھا تمہاری سوچوں میں وہاج حسن جیسے گریز کا ذرا سا شائبہ راہ دکھا گیا اور محبت کے سارے ہنر بے وفا ٹھہرے۔

وہ پہروں یوں بیٹھی رہتی تھی جیسے وجود سے ساری قوت کسی نے کھینچ لی ہو اور یہ سچ ہی تو تھا اس کی واحد قوت محبت تھی وہاج حسن کی محبت جس کو شاید وہ چھین رہا تھا اور اریبہ اشفاق کی پوری زندگی ڈسٹرب ہو رہی تھی، اپنے بے کار، فالتو ہونے کے ساتھ تنہائی کا اک گہرا احساس تھا جو اک عجیب قسم کی اداسی کو اس کے پورے وجود ہ طاری کر دیتا اور پھر وہ گھنٹوں اسی زاویے پہ بیٹھی رہتی جس پہ ہوتی۔

یونیورسٹی میں اگرچہ بہت زیادہ کسی سے گھل مل نہ پائی تھی مگر پھر بھی کچھ ایسی لڑکیاں تھیں جنہوں نے اس سے خود بخود اچھی دوستی قائم کر لی تھی اس کی بے تحاشا خوبصورتی و نزاکت اور قدرے لئے دیے رہنے والا انداز اکثر لڑکیاں اسے ہائی کلاس طبقے کی فرد سمجھ کر اس رویے کو مخصوص امیرانہ مغروری نام دے کر ناک بھوں چڑھا لیتیں، مگر اس سب کے برعکس طیبہ واحد لڑکی تھی اس کی کلاس میں جسے نہ تو اریبہ کی کلاس سے مطلب تھا نہ امیری سے وہ اس کی خوبصورتی سے گھائل تھی نہ ذہانت کی دلدادہ کہ خود ہو بہت حسین اور ذہین لڑکی تھی۔

ہاں انہیں قریب لانے میں جو قدر مشترک ٹھہری وہ شاید دونوں کی شخصیتوں کے کے اندر چھپا ڈپریشن تھا اور اریبہ موڈ میں ہوتی تو اپنی کلاس کی دیگر لڑکیوں کی طرح ہنستی بولتی، آؤٹنگ، ہوٹلنگ کرتی اور خوب انجوائے کرتی مگر اب کتنے دنوں سے اس پر اداسی کا دورہ پڑا تھا اور وہ اتنے بہت سے لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے بھی خود کو تنہا، اکیلی محسوس کرنے لگتی۔

طیبہ اس کی یہ ذہنی کیفیت کئی دن سے نوٹ کر رہی تھی اور خود وہ ہلکے براؤن بالوں براؤن آنکھوں، سفید رنگت تیکھے نقوش والی لڑکی تھی اپنے گھر و حلقے میں منفرد دنیا کی ہر بڑی اور قیمتی چیز تک رسائی رکھنے والی اپنی مرضی کی آپ مالک مگر ائیر کنڈیشن گاڑی میں آتے جاتے ہر من مرضی کی چیز پا کے بھی وہ اندر سے تنہا تھی کہ اس کے ماں باپ بہن بھائی نہ تھے وہ اکیلی اپنے بوڑھے دادا دادی کی سپردگی میں کروڑوں کی جائیداد کی تن تنہا وارث تھی۔

اریبہ کو اس کے سٹاپ کی بس کافی دور اتارتی تھی یونیورسٹی سے اور رکشہ ٹیکسی مل جاتا تو اکثر تنگی داماں کی اجازت نہ ہونے پر وہ پیدل چل پڑتی چونکہ یونیورسٹی روڈ تھا تو اس کے قریب سے کئی گاڑیاں گزر رہی تھیں، شائیں شائیں کرتی زن کی رفتار سے کوئی گاڑی گزرتی تو اس کی پیدل چلنے والی مشقت سے تھکے پیروں کی تھکن کچھ اور بڑھ جاتی اور وہ اپنے رب سے بے اختیار شکوہ کر جاتی۔

''کیا کمی ہے ان جیسے لوگوں کی زندگی میں، سکھ ہی سکھ، نعمتیں ہی نعمتیں کوئی پریشانی نہ فکر اور

ایک ہم جیسے بے بس جو زحمتوں اور تکلیفوں میں گھرے سکھ کے معانی بھی بھول جاتے ہیں۔''

''کتنی آسان زندگی تھی جب باپ کا مہربان اور بابرکت وجود تھا، محبتوں اور شفقتوں کا خزانہ ماں تھی جان چھڑکنے والے بہن بھائی، کتنوں سے اچھا رہتے اچھا کھاتے پیتے تھے پھر تقدیر کی تیرہ شبی نے قہرناک آگ برساتے دکھ کا سورج ہمارے سروں پر لا کھڑا کیا اس کی دھوپ ڈھلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔'' آنسو اس کی آنکھوں میں چمکنے لگے جنہیں ضبط وصبر کا گھونٹ پلاتی وہ گرنے سے بچانے کی کوشش میں پلکیں جھپکنے لگی۔

''ہیلو اریبہ یوں پیدل کیوں جا رہی ہو؟'' طیبہ نے اسے دیکھ کر گاڑی کی رفتار آہستہ کی اور باہر چہرہ نکالتے ہوئے پوچھا۔

''ہمارے روٹ کی گاڑی ذرا دور اتارتی ہے اس لیے پیدل آنا پڑتا ہے وہاں سے۔'' اس نے خود کو سنبھالتے ہولتے جواب دیا۔

''تو گاڑی میں آ جاؤ اکٹھے چلتے ہیں۔'' طیبہ نے پیشکش کی تو وہ فوراً بولی۔

''نہیں میں چلی جاؤں گی یہ سامنے ہی تو یونیورسٹی ہے۔''

''آ جاتیں تو اچھا تھا خیر تمہاری مرضی اوکے بائے۔'' وہ گاڑی بڑھا لے گئی پھر چونکہ ان کا پہلا پیریڈ ٹیچر نہ آنے کی وجہ سے خالی تھا تو طیبہ یونیورسٹی گراؤنڈ میں چلی آئی۔

یہاں اریبہ اپنی اداسی میں گھری بیٹھی تھی طیبہ نے کچھ دیر اسے دیکھا پھر آ کر پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

''لگتا ہے آج میں مس سحرش نے چھٹی کر لی ہے۔''

''ہاں شاید مجھے ٹھیک سے کچھ نہیں پتا۔'' اس نے الجھتے ذہن کے ساتھ بے ربط جواب دیا تو طیبہ نے چند ثانئے بعد ایکدم سے کہا تھا۔

''اریبہ اگر انسان خود کو تنہا محسوس کرے یا ڈیپریشن کا شکار ہو تو کسی پہ اعتبار کر کے اپنا اکیلا پن اور پریشانی شیئر کر لینی چاہیے۔'' اریبہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''کیا اس کی افسردگی عیاں ہو رہی ہے وہ بے حد صابر اور قناعت پسند لڑکی تھی مگر حالات و واقعات یکے بعد دیگرے جو پریشانی اور گھبراہٹ مسلط کر رہے تھے وہ خوار کرنے کے ساتھ اسے خود سے معاشرے سے حالات سے شاکی کر رہی تھی۔ وہ حتی المقدور کوشش کرتی تھی کہ یونیورسٹی میں اس کے گھریلو معاملات کی کسی کو بھنک نہ پڑے اور ان دنوں تو اس کا رویہ خاص طور پر بہت محتاط ہو گیا تھا۔ وہ سب سے الگ تھلگ رہنے کی کوشش کرتی تھی تاکہ کوئی چہرے سے دل کا حال نہ پڑھ لے پھر اسے کیسے پتا چلا۔'' وہ پرسوچ انداز میں طیبہ کو دیکھ رہی تھی جو ہلکے سے مسکرا کر اس کے شانوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

''بعض باتیں بتائی نہیں جاتیں خود بخود عیاں ہو جاتی ہیں کب کیسے کیوں انہیں چھوڑ کر میں صرف اتنا کہوں گی اعتماد کر لو دوستی پر دکھ کا مداوا ہے۔'' اور اریبہ کو واقعی کسی ہمدرد کسی دوست کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی کوئی مہربان کاندھا چاہتی تھی وہ جس پر سر رکھ کر اپنے سارے دکھ بھول جائے۔ اس کی آنکھیں بھر آنے لگیں جنہیں طیبہ نے نرمی سے صاف کیا تھا اور موڈ بدلنے

کو بولی۔

''پہلے تو تمہارا کزن چھوڑنے آتا تھا تمہیں اب پبلک سروس سے کیوں آنے لگیں۔'' وہ کئی لمحوں تک کشمکش و پیچ میں گھری اسے یونہی دیکھتی رہی پھر اس طویل سانس لیتی ہوئی جسے اندر کی تپش کم کرنا چاہی کہ یہ اس کی دکھتی رگ تھی۔

''ناراض ہے وہ مجھ سے نہ ملتا ہے نہ بات کرتا ہے۔'' بالآخر وہ آہستگی سے بولی۔

''مگر کیوں جبکہ شاید منگنی بھی ہو چکی ہے اس سے تمہاری۔'' طیبہ نے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے اسے مختصر لفظوں میں سب بتاتی گئی۔

''او ویری سیڈ اتنے اسٹرینج حالات میں تو تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم دونوں شادی کر لو اور بجائے تمہیں لے کر سڑکوں پر پھرنے کے وہ تمہارا ساتھ دے۔''

''کہا تھا مگر ابھی وہ ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اس پر تین جوان بہنوں کی ذمہ داری ہے۔ اور فرض کرو اس ذمہ داری کو نبھاتے وہ مزید چھ سال لگا دے جبکہ تم اسی سال ماسٹرز کمپلیٹ کر لو گی تو اتنے سالوں تک اس کے انتظار میں بیٹھی رہو گی۔''

''لو پھر کیا کروں پہلے وہ جاب لیس تھا بمشکل تین سال جوتیاں چٹخانے کے بعد جاب ملی ہے مگر ابھی وہ ٹرائی سیشن پر ہے اسے کمپنی کا ریگولر ممبر بنتے سال لگے گا۔''

''پھر سال بعد وہ تم سے شادی کر لے گا۔'' طیبہ نے اسے دیکھا۔

''اگر اس کی بہنوں کا فرض ادا ہو گیا تو ورنہ یہ کام چند سال لے سکتا ہے۔''

''اور یہ چند سال حالات وغربت کی چکی میں پستے اپنی پاگل ماں کا علاج کرائے، بگڑے بھائی کو سنوارے، بہنوں کو اچھا مستقبل دیتے پھر خود اپنے لیے گھلتے تم کیا اپنی عمر سے کہیں بڑی نہ نظر آنے لگو گی اور پھر اگر روپیہ پیسہ کھلا آتے پا کر اس کی ترجیحات بدل گئیں، اس نے تم سے شادی سے انکار کر دیا تو، تم کیا کرو گی؟ کہاں کھڑی ہو گی؟'' طیبہ نے جو ہولناک نقشہ پیش کیا تھا سن کر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

''کیسا ایسا بھی ہو سکتا تھا وہاج اس کے ساتھ یہ سب کر سکتا تھا اور وہ جانے اعتبار اور وفا کی کس منزل پہ تھی کہ خود کو سنبھالتی اس امکان کو یکسر رد کر کے بولی۔''

''نہیں وہ ایسا نہیں ہے مجھ سے بہت مخلص اور فیئر ہے تم نہیں جانتی طیبہ اس نے میرا بہت ساتھ دیا ہے اگر ان حالات میں وہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو شاید میرا دم گھٹ جاتا یا میں مر جاتی۔'' اس نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہا۔

''میں مانتی ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ بہت مخلص ہو گا مگر تمہارے حالات دیکھتے ہوئے تمہیں یہی مشورہ دوں گی کہ تم پریکٹیکل ہو کر سوچو اور اپنی زندگی کے لیے کوئی مناسب فیصلہ لو۔'' طیبہ رسان سے بولی۔

''مثلاً اگر سال چھ ماہ تک وہ شادی کی پوزیشن میں آ سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ایک لمبے انتظار میں بیٹھنے سے بہتر ہے کہ تم لوگ وقت پر ہی درست فیصلہ لے لو۔''

''میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں جبکہ میں اس نے منسوب ہوں او وہ بھی محبت کرتا مجھ سے۔'' وہ

بولی تو طیبہ نے اک گہرا سانس کھینچا تھا۔

''دیکھا اریبہ میں بخدا تمہیں اس سے بدظن یا بدخواہ نہیں کررہی محض ایک ہمدرد دوست کے طور پر تمہارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اک مشورہ دیا ہے اور میرا مقصد تمہیں ریلیف دینا ہے نہ کہ ٹینشن میں مبتلا کرنا اور میں یہی کہوں گی کہ محبت نسبت یہ سب کتابی باتیں ہیں اور کتابوں میں اچھی لگتی ہیں زندگی ان سے بڑھ کر اک تلخ اور سخت حقیقت ہے اور تم پریکٹیکل ہوکر وہ سوچو جو تمہارے موجودہ حالات کو سوٹ کرے، جس سے تمہاری مشکلات میں کمی ہو نہ کہ تمہاری پریشانی بڑھے۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے رسان سے بولی تو اریبہ کی زرد پڑتی رنگت اس سے مخفی نہ رہ سکی تو طیبہ اسے پرسکون رکھنے کی خاطر بولی۔

''اینی ویز یہ ایک مشورہ ہے اسے آرام سے سوچنا بنا پریشان ہوئے تا کہ تم کچھ نہ کچھ درست پاسکو زندگی کو کیونکہ بطور ایک دوست کے مجھے تمہاری خوشی عزیز ہے۔'' اور اریبہ اس کی بات پر مسکرا بھی نہ سکی۔

☆☆☆

یہ پہلی بار تھا کہ وہ اریبہ سے ناراض ہوا تھا وہ بھی اتنا سخت کہ اسے تلخ وترش سنا ڈالی، بعد میں دل سے گھر کا بھی وہ خود بھی اچھا خاصا پریشان ہوا کہ کچھ بھی تھا اریبہ اس کی زندگی کا اہم حصہ تھی اور بہت مایوسی کے دنوں میں وہ یہی تو آس ہمت بندھاتی تھی اس کی کامیابیوں کے لیے دعائیں مانگا کرتی اس کی ملازمت کے لیے وظیفے پڑھا کرتی اور جب بھی وہ اسے ملنے جاتا تو چائے کھانے سے تواضع کرتی۔

کسی ناکامی سے مایوس کسی پریشانی سے نالاں وہ حوصلہ ہارنے لگتا تو وہ اس کی حوصلہ بن جاتی اور شاید نہیں بلکہ یقیناً یہ اس کی بے لوث دعاؤں اور ہمت بندھاتی باتوں کی تاثر تھی کہ پھر بہت جلد ایک اچھی فرم میں اسے جاب مل گئی اگرچہ ماہانہ پے منٹ پندرہ ہزار تھی، مگر ترقی کے بہت چانسز تھے اور اس کامیابی پر وہ کتنی خوش تھی، آفس اس کے پہلے روز کی روانگی اب تک یاد تھی، وہاج تیار مسرور اس سے مل کر آفس جانے لگا تو اس نے کتنی دعاؤں کا حصار باندھتے ہوئے اسے رخصت کیا تھا۔

منگنی سے پہلے اور بعد میں شاید کوئی رات ایسی نہ تھی جب وہ ایک دوسرے سے بات کیے بغیر سوتے ہوں، خوبصورت اور دل کو چھو لینے والی پوئٹری، اچھے نغمے، بہترین خیالات کیا کچھ وہ شیئر کیا کرتے تھے۔

اپنے مستقبل کے سہانے خوابوں سے لے کر اس دنیا تک میں ساتھ نبھانے کے وعدے اور اب کتنے دن ہوگئے تھے انہیں ملے بات کیے یوں لگ رہا تھا صدیاں بیت چلی ہوں۔

دل کو موسم اچھا تھا تو سب خوشگوار لگتا تھا اب دل خوش نہ تھا تو کچھ نہ بھا رہا تھا۔ شام کا وقت اور موسم سرما کی خنک ہوائیں اریبہ کو کتنا پسند تھا یہ وقت اور وہاج کو ہمراہ بٹھائے ڈوبتے سورج کا منظر دیکھنا کتنی چھوٹی چھوٹی سی خواہشیں تھیں اس کی وہ اکثر اسے شام ڈھلتے سمے بلایا کرتی تھی اور اب شام آتی تو ہر طرف خاموشی پھیل جاتی، جو ماحول میں عجیب سا حزن پھیلا دتی۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان جس سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے اور اس کی ذرا ذرا سی بات سے دلکشی کے ہزار ہا معنی کشید کرتا ہے ہلکی مسکراہٹ سے خوشی کے پہلو ڈھونتا ہے تو اس کی معمولی سی بیگانگی یا ہلکی اجنبیت بھی ہرار ہا چبھ کے لگاتی ہے اور دل کو حد سے سوا دکھ پہنچتا ہے۔

وہ جانتا تھا کہ اپنے اور اس کے بیچ سفر میں محبت کو ہونے اور فخر سے جینے کا مان بخشا تھا تو اریبہ نے اپنے ہر دکھ سکھ کا ٹانکا اس سے صحیح معنوں میں جوڑ لیا تھا اور اس کے دکھوں میں حصہ دار و ہمدرد بنتے ہوئے وہ یہی سمجھایا کرتا تھا۔

''دیکھو اریبہ مصیبتیں اور آزمائشیں قدرت اپنے بندوں پر ضرور ڈالتی ہے مگر انہیں تنہا نہیں چھوڑتی ہر کسی کے لیے کوئی نہ کوئی سکھ کے راستوں کا نشان بنتا ہے۔ تمہارے لیے بھی ہے سمجھ لو میں تمہارا ہوں تو زندگی میں ابھی تمہارے لیے بہت کچھ باقی ہے اور تم زندگی کو جینے کے قابل بنا سکتی ہو مگر صرف رب بزرگ و برتر پر بھروسہ مضبوط کر کے۔'' اور وہ روتی ہوئی ہنس پڑتی خود کو پھر سے زندگی کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار پاتی۔

''مگر اب کتنے دن ہوگئے ہمیں ملے کون اسے حوصلہ دیتا ہوگا، سمجھاتا ہوگا۔ اس کی ٹوٹتی ہمتیں کون سنوارتا ہوگا۔'' وہاج حسن کو یکدم خیال سے آیا تو اس کا وجیہہ چہرہ بے طرح پریشان ہو اٹھا۔ آنکھوں میں خفیف سی سرخی کی لہر در آئی اور اس لہر میں ایک منظر ابھرا تھا۔

''آئی ایم سوری میں تمہارے ساتھ نہیں جاسکتی۔'' انکار صاف انکار سے بھرا قطعی بے پروا لہجہ اور سنجیدہ تاثرات لیے اریبہ اشفاق خفت، شرمندگی، اشتعال اور بے یقینی میں گھرا وہاج حسن۔ کیا یہ لمحہ وہ بھول سکتا تھا، یہ منظر ساری جزئیات و کیفیات کے ساتھ اس کے دماغ سے چمکتا ہوا تھا پھر وہ کیسے بھولتا۔

کچھ دیر پہلے محسوس ہونے والی بے چینی، بے قراری جیسے اڑنچھو ہو چکی تھی، محبت بھرے تمام جذبات پانی پر آئی بھاپ کے مانند اڑ چکے تھے۔ وہ تھا اور اس کا انا پسند دل۔

☆☆☆

اپنے سامنے رکھے سوفٹ ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے اس نے تناؤ بھرے اندا میں ہنکارا بھرا تھا اور لب بھینچ سے گئے تھے اور مغرب کی نماز ادا کر کے اٹھتی رشیدہ خاتون بیٹے کے پاس آرکھی تھیں۔ اس کے چہرے کو محبت سے تھام کر پھونک مارتے ہوئے پوچھا تھا۔

''کیا ہوا ہے وہاج تم ٹھیک تو ہوناں؟'' ممتا کی مٹھاس اور شفقت سے بھرا فکر مند لہجہ۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کو کیوں ایسا محسوس ہوا۔'' وہ ان کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

''ٹھیک ہو تو اتنے چپ چاپ کیوں بیٹھے ہو کب سے گلاس تھامے جانے کیا سوچ رہے ہو کہ ایک گھونٹ بھرا ہے بس۔''

''آپ کو وہم ہوا ہے امی ایسا کچھ نہیں۔'' وہ انہیں یقین دلانے کو مسکرایا۔

''میں ماں ہوں میری جان اور ماں اولاد کا چہرہ دیکھ کر اندر تک پڑھ لیتی ہے اس کی آنکھیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔'' وہ مطمئن نہ ہوئی تھیں۔

”خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں آپ یقین کیجیے ایسا کچھ نہیں۔“

”تم نہ کہو تو اور بات ہے جبکہ میرا وجدان کہتا ہے اریبہ سے کوئی ناراضگی ہے شاید۔“ انہوں نے کتنا درست اندازہ لگایا تھا۔

”امی آفس میں کام کا برڈن ہے اور کچھ نہیں بی لیومی۔“ وہ جیسے بے بس سا ہو کر بولا۔

”کام کا برڈن ہو یا کچھ اور اپنی زندگی اور محبت سے بڑھ کر کچھ نہیں اور اتنا یاد رکھنا کہ میرے لیے میرے بچوں کی خوشی اور گھر کا سکھ سب سے اہم ہے جو چیز تمہیں پریشان کرے وہ مجھے دکھی کرتی ہے تمہارے بابا کو کھونے کے بعد میں نے اپنی ریزہ ریزہ ہمتوں کو تم لوگوں کے لیے مجتمع کیا تھا اور اب مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ تمہارے حوالے سے کوئی پریشانی دیکھوں۔“ ان کی آنکھیں بھر آئی تھیں بولتے ہوئے اور وہاج ان کے ہاتھ چومتے ہوئے جذباتی لہجہ میں بولا

”امی آپ کی دعائیں ہمہ وقت میرے گرد حصار باندھے رہتی ہیں مجھے بھلا کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔“

”اللہ تمہیں صحت، زندگی اور خوشیاں دے بیٹا بیوہ عورت کا اثاثہ، کل اس کی اولاد ہوتی ہے جس کی پرورش کے لیے وہ اپنی جان، آرام تج دیتی ہے اور ہر اچھا لقمہ اولاد کو دیتی ہے خود بھوکی رہ کر تا کہ وہ اولاد نہ صرف اخیر وقت میں اس کا سہارا بن سکے بلکہ خود بھی اچھے مقام سے سرفراز ہو، تمہارے بابا گئے تو زمانے کی نگاہیں، رشتے، شناخت، تعلق سب وجود کھو بیٹھے تھے اور مجھے لگتا تھا میں پہاڑ سی زندگی مشکل وقت نہ کاٹ پاؤں گی مگر اپنی اولاد کے لیے میں نے خود میں جرات، ہمت اور حوصلہ پیدا کیا اور رب کی ممنون ہوں کہ نہ صرف مجھے زندگی کا ثمر دیا بلکہ تم بھی غلط ہاتھوں میں جانے سے محفوظ رہے۔“

ان کی شدت جذبات سے بھیگی ہماری آواز ارتعاش سا پیدا کر گئی کرے میں۔

”میں خوشیوں کی سدا متلاشی رہی ہوں یہ بہت عجلت دکھا کر میرے پاس سے جاتی رہی ہیں، میرا دامن ان کو سمیٹنے کے لیے پھیلا ہی رہا ہے۔“

”امی اب انشاء اللہ خوشیاں آپ کے پاس سے کہیں نہیں جائیں گی بلکہ اللہ آپ کو اتنا نوازے گا کہ آپ کا دامن کم پڑ جائے گا بھول جائیں وہ دن جو گزر گئے اب صرف خوش رہیں اور پورے دل سے مسکرائیں کہ زندگی آپ کی ریاضتوں کا صلہ دینے کو تیار کھڑی ہے۔“ وہ یقین سے بولا تو رشیدہ نے اپنے مجھلے بیٹے کا ماتھا چوم کر ڈھیروں دعائیں کیں اور پھر ثمن کو کھانا لگانے کا کہتے ہوئے اندر کی سمت بڑھ گئیں۔ جبکہ وہاں سر جھٹک کر خود کو ٹینس ہونے سے بچاتا اپنے ہاتھ میں پکڑا گلاس غٹاغٹ پی گیا۔

☆☆☆

اپنی ویرانیاں چھپانے کو درد کا جال بن رہا ہوں میں
حال میں اپنے گم سہی لیکن دھڑکنیں تیری سن رہا ہوں میں

یہ دوسرے ہی دن کی بات تھی کہ کیتھرین اور تاشی کے ہمراہ وہ چن زوچنگ کے پاس پہنچ گئی درمیانی عمر کا یہ شخص ”دفینگ شوئی“ کے علم کا ماہر تھا کیتھرین نے مختصر الفاظ میں ماریا کا حدود اربعہ اور سائیکی بتائی پھر اس شخص نے ماریا کو کچھ بھی سنانے کو کہا تھا۔

”کوئی مدھر گیت، پوئٹری، اچھی بات، کوئی بھی چیز۔“ اور ماریا نے رابرٹ فراسٹ کی دو تین چھوٹی چھوٹی نظمیں سنائیں۔

۱۔ جنگل تاریک اور گہرے ہیں
مجھے پھر بھی وعدوں کو نبھانا ہے
میلوں دور جانا ہے اس سے پہلے کو نیند آ جائے
اس سے پہلے کہ نیند آ جائے
کنارے پر ہی رہنا ہے

اسے نہیں معلوم نہیں کہ اس چیز سے وہ شخص کیا اندازہ لگاتا ہے اور کیسے اس کی مائینڈ باڈی تکنیک تک پہنچتا ہے مگر اس شخص نے بولنا شروع کیا تو سمجھے اور جاننے کو ماریا کو بڑی خاموشی اور توجہ سے سننا پڑا۔

”پانی انسانی زندگی میں پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک عمل دخل رکھتا ہے اس لیے پانی کا زیادہ استعمال کریں اور ایسی جگہوں پر فارغ وقت میں بیٹھیں جہاں پانی پر نظر رکھ سکیں، اسی طرح اچھی موسیقی آپ کو فوراً گہرائی میں لے جاتی ہے اور مراقبے سے قریب کر دیتی ہے۔“

اس کو روزانہ کچھ دیر غور اور توجہ سے سنیں آپ کے ذہن میں جو فتور ہو گا وہ نکل جائے گا، گھر سکون کی جگہ ہے گھر کے کمروں میں خوشبو کا استعمال کریں اس سے گھر میں داخل ہوتے ہی آپ کو ساری تھکن اتر جائے گی۔

روزانہ گھر میں ایک موم بتی روشن کرنے سے بھی ذہن کو سکون ملتا ہے۔ جب ذہنی تناؤ بڑھتا محسوس ہو تو کسی باغ میں نکل جائیں، ذہن میں یہ بات رکھیں کہ آپ اس دنیا کی ساری باتیں چھوڑ کر کسی نئی اور صاف وشفاف دنیا میں داخل ہو رہی ہیں کوئی بھی دانہ دنکا پرندوں کے لیے پھینکیں جب یہ دانے پرندے کھانے لگیں تو آپ سے سمجھیں کہ انہوں نے ان کے ساتھ آپکی پریشانیوں کو نگل لیا، اس طرح آپ خود کو پرندوں کی مانند ہلکا پھلکا محسوس کریں گی۔

اسی طرح روزانہ پانچ منٹ یوگا کرنے سے آپ کی زندگی میں توازن پیدا ہو سکتا ہے، سیدھی سی تکنیک یہ ہے کہ سانس کو اندر لیں اور چار تک گنیں، اس کے بعد سانس کو خارج کر دیں۔

اگر آپ افراتفری مچا کر کام کرنے کی عادی ہیں تو اس عادت کو بتدریج ترک کر دیجیے۔۔ اپنی سوچ اور اپنے عمل کو سکون پہنچانے کے لیے تیزی کی رفتار کم کر جیں۔ بے روی سے بچنے کی کوشش کریں سونے کے اوقات مقرر کر لیں اور اپنے بیڈ کو صرف سونے کے لیے مختص کر لیں اور سونے سے پہلے ٹی وی دیکھنا یا اخبار پڑھنا نیند کے مسائل میں اضافہ کرتے ہیں۔ سونے سے قبل نہا لینا اچھی عادت ہے۔

اسی طرح منفی خیالات مثلاً جیلسی اور غصہ آپ کی ذہنی آزادی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں جب بھی کسی سے متعلق یہ خیالات ذہن میں آئیں تو اپنی طرف سے بھی دیکھ لیں کہ کہیں آپ سے تو کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔

علاوہ ازیں آپ دوسروں کو برا بھلا کہنے کے بجائے انہیں سمجھنے کی کوشش کریں، یہ بہت اہم بات ہے کہ آپ منفی باتوں کو اپنی میموری میں جگہ نہ بنانے دیں، تاکہ وہ آپ کو مزید ہرٹ، مضطرب اور ڈسٹرب نہ کریں، اگر آپ منفی لوگوں کے لیے وسیع القلبی کا مظاہرہ کریں تو آپ کے اندر غصہ آپ کی سورج کی طرح روشن اور پرجوش فطرت کو کبھی بھی تباہ کرنے کا باعث نہیں بنے گا۔'' یہ تمام نکات واضح طور پر سمجھانے بتانے کے بعد وہ شخص انہیں باقاعدہ ٹائپ کر کے دیتے ہوئے بولا تھا۔

''یہ نہ تو میڈیسن ہے نہ دیسی نسخہ روزمرہ زندگی کے معمولات میں انجام پانے والے بہت بے ضرر اعمال ہیں جنہیں استعمال کر کے آپ زندگی کو اپنے لیے زیادہ مفید زیادہ باعمل اور بامقصد بنا سکتی ہیں۔ کیونکہ فینگ شوئی کا بنیادی مقصد ہی معاملات زندگی میں توازن رکھنا ہے توازن ہی شخصیت کو سکون، امن اور خوشی کا گہوارہ بناتا ہے۔''

''اگر ان میں کوئی بات مشکل ناقابل عمل یا دشوار لگے تو مطلب ہوگا آپ پیدائشی اسٹریس کیس ہیں۔'' وہ بات کے اینڈ میں ذرا سا مسکرائے۔

''نہیں سر، یہ تو بہت آسان اور ہلکی پھلکی باتیں ہیں جن کو اپنانا یا انہیں اپنے روزانہ کے معمول کا ... نا کوئی اتنا دشوار نہیں۔'' ماریا آرام سی بولی۔

''گڈ یہ بہتری کی جانب پہلا قدم ہے کہ آپ خود کو متوازن رکھنے کے حامی ہوں۔''

''سر کیا یہی ''فینگ شوئی'' کا طریقہ علاج ہے اور اس کے بعد ماریا ایک صحت مند خوشگوار زندگی گزار سکے گی۔'' کیتھرین نے پوچھا۔

''وائے ناٹ شیور، یہ موسیشین، ماحول کو نارمل اور بہتر رکھنے کا ہلکا تکنیکی فرسٹ سیشن ہے تو تقریباً پندرہ روزہ ہے اپنے نصف متعلقہ معاملات و معمولات اسی تکنیکی سپرٹ کو استعمال کرتے ہوئے قائم رکھتے ہیں اور پندرہ دن بعد آپ نے آ کر بتانا ہے کہ اب آپ کو اسٹریس، ٹینشن یا دباؤ نے کتنا تنگ کیا۔''

''خود کو کیسا محسوس کیا اور دوسروں کا رویہ کیسا لگا، زندگی کس حد تک مہربان اور آسان لگی اور کس حد تک دشوار تر۔''

''تو اس کا مطلب ہے ہماری اگلی ملاقات پندرہ روز بعد ہوگی۔'' تاشی نے کہا۔

''یقیناً اور اس کا کلی انحصار مس ماریا کی مائینڈ اسٹریجی یہ ہے کہ وہ فینگ شوئی پہ عمل کر کے خود کو اور اس علم کو کتنا مفید بناتی ہے۔''

''سر ماریا بہت حوصلے اور ہمت والی لڑکی ہے اگر اس نے اتنے عمیق حالات میں خود کو سنبھالے رکھا اور علاج کے لیے تیار کر لیا تو سمجھئے فینگ شوئی کا میدان بھی سر کر لے گی۔''

''اور میرے لیے یہ سب سے بڑھ کر خوشی کا مقام ہوگا کہ آپ بطور ایک سیاحتی مہمان ہمارے ملک سے واپس جائیں تو خوشی، صحت، مفید زندگی اور دیرپا کامیابی کا احساس آپ کے ہمقدم چلے۔'' چن زو چنگ خوشدلی سے بولے پھر ماریا سے براہ راست مخاطب ہوئے۔

''مس ماریا ہم سب ہی سہرا ہے جانے کے مشتاق ہوتے ہیں لیکن اگر آپ اپنے کام سے خود

مطمئن ہیں تو یہ کافی ہے، اگرچہ بعض تبدیلیاں یا ناگزیر وجوہات تناؤ کا باعث بھی بنتی ہیں مگر ان کے بعد ہونے والی مثبت تبدیلیوں کو نظر انداز مت کیجیے، مثلاً آپ نے کچھ کھویا تو زندگی کو بار بار پایا بھی پھر کیتھرین تاشی جیسی فرینڈز ملیں اور کچھ اور اچھے لوگ جو آپ کو پھر سے زندگی اور جینے تک لانے کا سبب بنے سو سب بھلا کر صرف یہ سوچیں کچھ دیر کو کہ اتنا کھو چکنے کے بعد پانے کو ابھی پوری دنیا پڑی ہے اور یقین کریں یہ سوچ شعوری طور پر آپ کا مائنڈ، سسٹم اور فیلنگز چینج کر دے گی، پھر زندگی میں کچھ نیا کرنا کچھ انوکھا پانا بہت سہل ہو جائے گا آپ کے لیے۔''

کتنے رسان سے نرم خو انداز میں وہ سمجھا رہے تھے اور ماریا متاثر سی بغور سن رہی تھی کہ اسے اپنی زندگی سے حقیقتاً پیار تھا اور اس سے پیار کو سمجھ کر وہ زندگی کے مقصد سے جڑ جاتی تو اسے بالکل واضح تصویر نظر آتی کہ کون سی چیزیں اس کے مقاصد کے حصول کے لیے معاون ہیں، اور شاید اب وہ اسی طلب و پرکھ میں افسردگی کو دور بھگانے کا سوچتی زندگی کو مکمل طور پر پانے، لینے، دینے کے وسائل سے فیض یاب ہونے جا رہی تھی 'فینگ شوئی' اس معاملے میں کتنا مددگار تھا یہ آنے والے پندرہ دن بتاتے جب ماریا اپنے معمولات اسی ترتیب و شمار میں رکھتی اور یہ چیزیں وہ اپنے کنٹرول میں کر رہی تھی۔

☆☆☆

ڈاکٹر نے جو میڈیسن لکھ کے دی تھیں وہ استعمال کر رہی تھی اور اسے خاصا فرق پڑا تھا، شائستہ بیگم اور غضنان علی خان نے اس سے رات کو بات کی تھی سنعیہ کا لہجہ بھرا گیا تھا ان سے بات کرتے ہوئے پھر بھی خود پہ قابو پا کے وہ نارمل لہجہ میں بولی۔

''تم ڈاکٹر کو بلوا کر ایک بار پھر چیک اپ کروا لینا اور ڈائٹ بھی پراپر لینا ورنہ ویکنس زیادہ ہو جائے گی۔'' شائستہ نے تشویش سے کہا۔

''جی مما، آپ کا واپسی کا ارادہ کب تک ہے۔'' سنعیہ نے پوچھا۔

''ایک دو روز لگ جائے گا تھوڑا کام باقی ہے۔'' پھر انہوں نے شہریار سے کچھ دیر گفتگو کی جس میں زیادہ تلقین سنعیہ کا خیال رکھنے اور ڈاکٹر کو دکھانے کی تھی۔ شہریار سونے سے قبل ایک بار پھر ڈاکٹر کو بلوایا تھا، تشویش کی بات نہیں، پہلے سے بہت بہتر ہیں یہی دوا مزید دو دن استعمال کریں۔ جو تھوڑی بہت بیماری ہے صحیح طور پر رخصت ہو جائے گی۔

اگلی صبح وہ ابھی ناشتے سے فارغ ہوئی تھی کہ صبا آ دھمکی۔

''اف بے وفا لڑکی میں نہ ملوں تو تم مجھے بھلا بیٹھتی ہو۔'' انتہائی محبت سے گلے ملتی وہ بشاشت آمیز لہجہ میں بولی تو سنعیہ کو یوں لگا نئی زندگی ملی ہو اک واحد وہی تو دوست تھی اسکی۔

''میری طبیعت بہت خراب ہے دو تین دن سے ورنہ تم جانتی ہو میں تم سے ملے بغیر، یا بات کیے بنا دن نہیں گزارتی۔'' سنعیہ کو رونا آنے لگا۔

''اوہ نو...... پھر کوئی دوا وغیرہ لی۔'' صبا نے تشویش سے پوچھا۔

''ہوں، اب تو بہت بہتر ہوں۔''

''مجھے تو بہت کمزور اور پیلی لگ رہی ہو چہرہ دیکھو کیسا ہو رہا ہے۔''

"تھوڑا بہت اثر تو بخار چھوڑتا ہے پھر فلو بھی اتنا زیادہ تھا میں تو کڑوا جوشاندہ پی پی کے بھی تنگ آ گئی۔"

"ساتھ یہ بھی بتاؤ کہ یہ سب ہوا کس وجہ سے۔" شہریار جو والٹ اور موبائل پکڑے آفس کے لیے تیار ہو کر اپنے کمرے سے نکلا تھا بولا۔

"السلام علیکم بھائی کیسے ہیں آپ۔" صبا خوشدلی اور بشاشت سے بولی۔

"وعلیکم فائن اور میں آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں ورنہ بیٹھتا، اپنی دوست کو ذرا سمجھا دینا کہ زندگی ایسے نہیں گزرتی جیسے یہ گزارنا چاہتی ہیں ہم بہت سے رشتوں، ناتوں، لوگوں سے وابستہ ہوتے ہیں اور ہمیں ان سب کی توقعات کا خیال رکھنا پڑتا ہے ہماری ذرا سی بے احتیاطی عمروں کی ریاضت مٹی میں ملا دیتی ہے۔" بہت سنجیدہ سے لہجے میں کہتا وہ الوداعی سلام کر کے پلٹا تو صبا سعدیہ کی طرف متوجہ ہوئی جس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات واضح تھے۔

"ہائے داوے یہ شہریار بھائی کس سلسلے میں کہہ رہے تھے آپ نے جو بے احتیاطی کی کیا اس کی وضاحت ہو سکتی ہے؟"

"کچھ نہیں خوامخواہ عادت ہے اس شخص کو اپنی شینسی دکھانے کی اور میں نے کوئی جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا اسی نے غصہ دلایا تھا مجھے۔" وہ بہت تیکھی ہو رہی تھی صبا نے قدرے دھیان اس کے تاثرات دیکھے۔

"کیا کیا تھا شہری بھائی نے آئی مین وہ کونسی بات تھی جس پہ تمہیں غصہ آیا۔" سعدیہ نے ذرا دیر کو لب بھینچتے ہوئے خود کو کنٹرول کیا اور پھر گاڑی خراب ہونے سے لے کر ریسٹ ہاؤس جانے، بارش میں بھیگ کر بیمار ہونے تک سارا قصہ کہہ سنایا۔

صبا کچھ دیر کو تو اسے دیکھتی رہ گئی اسے یقیناً سعدیہ سے اتنی بیوقوفی کی امید نہ تھی پھر قدرے توقف کے بعد ناراضگی سے بولی۔

"تم نے واقعی بہت غلط حرکت کی، شہریار بھائی نے تمہیں کچھ نہیں کہا؟"

"کچھ نہیں، بہت کچھ کہا خوب جھاڑا، اتنا ڈانٹا اور میں نے پہلی بار اسے اتنا غصہ کرتے دیکھا تھا۔"

"یہ تو بالکل ٹھیک کیا اس نے تمہارے ساتھ یہی ہونا چاہیے تھا۔"

"بکومت اتنی ڈانٹ سنی ہے میں نے اگلے پچھلے بدلے لینے پر تلا ہوا تھا وہ شخص، اور تم اسے ٹھیک کہہ رہی ہو۔" سعدیہ کو شدید غصہ آیا۔

"دیکھو سعدیہ جو حرکت بنا سوچے سمجھے تم نے کی اس سے تمہیں کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا تھا اس نے تمہیں ڈانٹا جو کہ بالکل صحیح تھا کیونکہ تم اس کی ذمہ داری تھیں اور پر فرض بھی۔"

"بالکل نہیں تسلیم کرتی میں اس فرض ورض یا ذمہ داری کو وہ شخص بھی اکڑو خان بنا اپنی اسی ذمہ داری کا دھونس جما رہا تھا۔"

"یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے اس کا معمولی ڈانٹ ڈپٹ کرنا، اگر وہ چاہتا تو تمہارے پیرنٹس کو بتا کر تمہارے لیے خفت و شرمندگی کا خوب اہتمام کر سکتا تھا، مگر نہیں اس نے صرف خود تک

اس بات کو محدود رکھتے ہوئے ڈانٹنے پر اکتفا کیا اور اتنا حق اس کا بنتا ہے آفٹر آل تم منکوحہ ہو اس کی۔" یہ سن کر صبا رسانیت سے بولی تو اسے رونا آنے لگا۔

"اتنی انسلٹ کی اس نے میری اور تم بھی اس کی طرف دار ہو تمہیں میری انسلٹ معمولی چیز لگ رہی ہے۔"

"اگر وہ یہی ڈانٹ ڈپٹ تمہارے گھر والوں کے درمیان سب بتاتے ہوئے کرتا یا تم کسی اور پھڈے میں پھنس جاتیں اپنے اس کام کے باعث تو تمہیں پتا چلتا انسلٹ کیا ہوتی ہے تمہاری اس ذرا سی بے احتیاطی کا کچھ بھی نتیجہ نکل سکتا تھا۔ تمہارا بنا سوچے سمجھے ریسٹ ہاؤس سے نکل پڑنا کچھ بھی رنگ لا سکتا تھا اور یہ سب شہریار کے سر منڈھا جاتا کہ گھر سے تو وہ بہر حال اپنے ساتھ تمہیں لائے تھے، سو سویٹ فرینڈ اگر انہوں نے ایک معیوب بات پہ ڈانٹ دیا اسے ان کا حق سمجھ کر نظر انداز کر دو کہ خود نہ جانے کتنے ٹینس ہوں گے وہ اس وقت۔" صبا نے مسکراہٹ اچھالتے ہوئے کہا تو وہ اسے گھورنے لگی۔

"مٹی ڈالوں یعنی اپنی اتنی انسلٹ وہ بھی شہریار کے ہاتھوں بھول جاؤں۔" وہ بدکی۔

"جتنا زچ اس نے بندے کو تم پچھلے کئی مہینوں سے کر رہی ہو اس کی سزا تو بھرنی ہے تمہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" سعدیہ نے گھورا۔

"یہی کہ حالات و واقعات کو اب دی اینڈ کرتے ہوئے فیصلہ کر لو۔" وہ شرارت سے بولی۔

"یہ پہیلیاں مت بجھواؤ سیدھی بات کرو۔" سعدیہ نے استفہامیہ انداز میں بھنویں اچکائیں۔

"یہی کہ بندے کا امتحان ختم کرو اور شادی کر لو۔" صبا دوستانہ لب و لہجے میں بولی تو اسے پتنگے لگ گئے۔

"اٹھو اور دفع ہو جاؤ تم ہو ہی نہیں اس قابل کہ تمہیں کچھ پوچھا بتایا جائے یا کہ تم سے دوستی رکھی جائے۔"

"دھیرج اتنا تو بتا دو موصوف کو کیا جواب دوں پھر چلی جاتی ہوں۔"

"تمہارا مطلب ہے شہریار نے یہ کہا یعنی شادی کا۔" سعدیہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

"بالکل ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی گیارہ بجے کے بجائے آٹھ بجے اٹھ کر آنے کی۔" صبا نے مجرمانہ انداز میں سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"تو اسے بتا دینا نہ اب نہ پھر کبھی، شہریار سے مجھے شادی کرنی ہے نہ یہ شخص میری چوائس بن سکتا ہے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی تو صبا نے پرسوچ انداز میں کہا تھا۔

"یار اتنے شاندار اور اٹریکٹو بندے کو دیکھ کر تو لڑکیوں کے دل کی گھنٹی بجنے لگتی ہے اور تم انکار کر رہی ہو جبکہ موصوف خود تم میں انٹرسٹڈ ہیں۔"

"کوئی انٹرسٹڈ نہیں وہ سب ڈرامہ ہے۔" اس نے سر جھٹکا۔

"تو پھر اپنے دل کی گھنٹی کو ہلاؤ جاؤ ہو سکتا ہے تمہارا انکار بھی ڈرامہ ہو۔" صبا نے شرارتی لب و لہجہ میں مسکراتے ہوئے کہا پھر اس کی خونخوار آنکھوں اور ہاتھوں میں پکڑے تکیے کو دیکھ کر بھاگ لی، سعدیہ نے کچھ لمحے دیکھا پھر تکیہ پھینک کر اس کے پیچھے لپکی۔

☆☆☆

طیبہ کی باتوں نے اسے الجھا دیا تھا، شہریار کے رویے اور ان باتوں کو لے کر وہ اتنی پریشان تھی کہ یونیورسٹی سے لوٹی تو بھوک ہونے کے باوجود کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔

''آپی کیا ہوا، موڈ ٹھیک نہیں لگ رہا آپ کا؟'' جویریہ نے پوچھا۔

''کچھ نہیں، یونہی سر میں درد ہو رہا ہے۔''

''تو چائے بنا دوں یا کچھ کھانے کو دوں۔''

''اوفوہ...... جویریہ تم آرام کرنے دو مجھے۔'' وہ چڑ کر بولی تو جویریہ نے غور سے دیکھا تھا اسے وہ بہت پژمردہ لگ رہی تھی۔

''آپی آپ کچھ دنوں سے بہت کمزور اور بجھی بجھی دکھائی دے رہی ہیں، کیا پریشانی ہے مجھ سے بھی نہیں کہیں گی۔'' جویریہ آہستگی سے بولی۔

''مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے بس ایگزامز سر پر ہیں تو انہی کی ٹینشن ہے۔'' اس نے ٹالا۔

''کمال ہے ہمیشہ اچھے گریڈز میں پاس ہوتی ہیں قدرتی اتنی ذہانت ہے کہ پڑھائی کبھی آپ کی ٹینشن بنی نہیں بات کچھ اور ہے۔''

''جویریہ میرے سر میں واقعی بہت درد ہو رہا ہے اور تم پلیز یہ اندازے مت لگاؤ چائے بنا دو میں پی کر ڈاکٹر سے دوا لائی ہوں۔''

جویریہ کو چونکہ خود بھی اپنے اندازے کا یقین نہیں تھا سو چپ کر کے چلی گئی اور اس کے جاتے ہی گویا ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تھا وہ گھٹنوں میں سر دیئے رو دی۔

کتنے آرام دہ انداز میں سہل زندگی گزر رہی تھی، اپنے گھر کا اعتماد و سکون اور وہاج حسن کی محبتیں سب مکمل تھا۔

مہکتے دن، دہکتی شامیں، محبتوں کا نرمی سے بہتا دریا کوئی غم پریشانی کچھ نہ تھا، خوشبودار باتیں، خوشگوار لمحات، روز ملاقاتیں، ملنے پر گھنٹوں باتیں، مگر پھر تیز و تند ہواؤں کے ساتھ غم کے طوفان اور ہمت ہارے ہوئے جینے کی سعی کرتی وہ نازک سی لڑکی جو سنبھل نہ پا رہی تھی اور اسے وہاج حسن سنبھالتا تھا، حوصلہ دیتا تھا، اس کو غم سے نکالنے کے لئے وہ کتنا مخلص تھا پھر اس روز کیا ہوا تھا، اس نے کتنا کچھ کہا تھا۔

''کیوں کیا، ایسے میری صاف شفاف محبت بھول گئی، کیا میرا ساتھ دیتے وہ تھکنے لگا ہے۔''

اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں اور سر کا درد شدید ہونے لگا۔

''آپی کیا درد زیادہ ہو رہا ہے۔'' جویریہ نے چائے لائے ہوئے پوچھا۔

''تمہیں کیسے بتاؤں میں کہ درد کا یہ بھنور کتنا شدید ہے۔'' اریبہ نے ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں صاف کیں، جویریہ اسے تشویش سے دیکھ رہی تھی۔

''لائیے میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں۔'' جویریہ نے کہا تو وہ انکار کرتے ہوئے بولی۔

''نہیں رہنے دو، تم مجھے کوئی پین کلر دے دو اور بس آرام کرنے دو سو گئی تو خود بخود ٹھیک ہو جاؤنگی۔''

جویریہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے دوا دی اور دروازے پہ پردہ برابر کرتے ہوئے باہر نکل گئی، اریبہ نے چائے کا خالی کپ سائیڈ کارنر پر رکھتے ہوئے آنکھیں صاف کیں اور لیٹتے ہوئے تکیہ سر کے نیچے رکھا، وہاج حسن اپنے تمام تر مردانہ غرور و وجاہت سمیت چھم سے سوچ کے افق پر پھر لہرانے لگا۔

''کیا طیبہ کا تجزیہ درست تھا، تم وہاج حسن تم کسی روز اپنی ترجیحات بدل سکتے ہو، اور کیا وہ کسی روز آیا چاہتا ہے، اگر واقعی ثمن، ہما، آمنہ کی شادیوں میں پانچ چھ سال لگ گئے اور تم ترقی پاتے اونچے عہدے پر پہنچ گئے تو کیا واقعی تم مجھے رد کر دو گے۔''

اسے لگا تھا لمحہ بھر کو وہ دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گئی ہے، وہاج حسن سے بچھڑنے کا خیال ہی اس کی دھڑکنوں کو منتشر کرنے لگا تھا کہ جب وہ انتہائی غریب تھا بے روزگار تھا ان کے گھر میں خستگی اور مالی بدحالی کا دور دورہ تھا، اس وقت بھی اریبہ نے راہ بدلنے کا نہ سوچا تھا بلکہ اس کے مسائل کو سمجھتے ہوئے اس کا ساتھ دیا تھا، وہ اس سے محبت کرتی تھی بے غرض اور شدید، اس محبت کا اظہار اپنے رویے و انداز سے بھی کرتی تھی، اسی لئے یہ سب سوچتے ہوئے اسے تکلیف ہو رہی تھی، طیبہ کا تجزیہ و باتیں اگرچہ سچی اور تلخ تھیں پھر بھی وہ انہیں سوچتی تو خو کو کسی طور وہاج سے الگ کر ہی نہ پائی۔

''نہیں طیبہ تم محبت کا درد نہیں جانتیں تمہارے لئے اس طرح کے مشورے دینا آسان ہے مگر میرے لئے ان پر عمل مشکل کہ میں وہاج حسن سے محبت کرتی ہوں، ٹوٹ کر کی جانے والی محبت وہ محبت جو شاید روئے زمین میں آج تک کسی نے کسی سے نہ کی ہوگی اور یہ محبت تمہیں کیا پتا کب سے میر اندر پنپ گئی شاید اس وقت جب خدا نے پہلی بار دل بنایا ہوگا اس کے اندر ایک احساس، ارمان، خواہش، آگائی ہوگی، محبت کا اسم پڑھ کر اور وہ دل پھر ہر رنگ جذبے سے سینچ کر خوابوں، خیالوں، امنگوں سے بھر کر اک بے چین مضطرب روح کے اندر رکھ دیا ہوگا اور وہ روح میری ہو گی۔''

''میں جو اول روز سے ہی محبت کی داسی تھی اس کے نام کی مالا کیسے نہ جپوں اپنے دل کو کیسے اجاڑ دوں جو بنا ہی محبت کے لئے ہے، چاہے وہ کتنے برس لگائے اپنے فرائض نپٹانے میں مگر محبت تو آپشنز نہیں بدلتی نا، سو میں بھی نہیں بدلونگی۔''

وہ خود کو سمجھا رہی تھی مگر آخر کب تک، کہ واہمے، خدشات منہ اٹھائے اس کے سامنے پھن پھیلائے آ کھڑے ہوئے، وہ رات اس نے جیسے تیسے کر کے کاٹی، اگلے صبح یونیورسٹی گئی تو کلاسز مکمل ہونے میں ہی وقت کاٹنا جیسے دشوار تھا، آخری پیریڈ آف تھا، وہ گومگو کی سی کیفیت میں اپنی دوستوں کے پاس سے گزرتی سوچ رہی تھی۔

''وہاج حسن سے ایک بار مل لیا جائے آخر معلوم تو ہو وہ چاہتا کیا ہے؟''

اور اپنے نوٹس فائل میں پن اپ کر کے ترتیب سے لگاتی وہ آخر کار فیصلہ کر گئی۔

شاید یہ اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ وہاج اسے یونیورسی روڈ سے ذرا آگے مل گیا اریبہ کو ٹیکسی سے اترتے وہ دیکھ چکا تھا مگر انجان بنا موٹر سائیکل کی ٹینکی فل کرواتا رہا، جیسے ہی وہ پٹرول پمپ

سے ذرا ادھر ہوا اریبہ نے جیسے بھاگ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔

''یہیں کسی پارک میں لے چلو، مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔''

وہاج کو اس کی حرکت پر بری طرح طیش آیا تھا، مگر وہ کوئی سچوئیشن کری ایٹ نہیں کرنا چاہتا تھا کہ یہ پبلک پیلس تھا، سولب بھینچ کر لحظہ بھر اسے دیکھنے کے بعد بیٹھ گیا اور ایک قریبی پارک میں اتارتے ہوئے بولا۔

''جو کہنا ہے جلدی کہو مجھے آفس پہنچنا ہے۔''

''وہاج کیا ہوا ہے تمہیں؟ کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ ایسا؟'' وہ روہانسی ہوئی۔

''کیا کر رہا ہوں۔'' چبھتا ہوا لہجہ۔

''کتنے دن ہو گئے، ملے نہیں نہ فون اٹینڈ کرتے ہو۔''

''میرے خیال میں ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں جس کے برتے پر ہم ملیں۔''

''محبت، نسبت، ہمارے دکھ، خواب کیا یہ تعلق نہیں؟''

''اچھا جبکہ ان چیزوں کو تم خود ریفوز کر چکی ہو۔'' وہ آرام سے بولا۔

''شٹ اپ وہاج، جسٹ شٹ اپ تم میری مجبوریوں سے آشنا ہونے کے باوجود مجھے خوار کر رہے ہو، تمہیں معلوم ہے کہ میرا اپنا سگا بھائی مجھ پہ طعنہ زنی کر رہا تھا تمہارے حوالہ سے لوگ دبی زبانوں میں بولتی آنکھوں سے تیر مارتے ہیں اگر خود کو ان طعنوں تشنوں اور گندے چھینٹوں سے بچانے کو اک بار انکار کر دیا جانے سے تو تم نے اسے سزا بنا دیا میرے لئے۔'' وہ بے حد اشتعال آمیز جذباتی انداز میں بولی تو وہاج نے چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد اک گہری سانس نکالی اور درخت سے ٹیک لگا لی۔

''باہر لے کر گھومنا چاہتے ہو، میرے ساتھ آؤٹنگ، ہوٹلنگ کی خواہش ہے، اگر یہی تمہارے راضی ہونے کا حوالہ ہے تو مجھے منظور ہے تم دنیا کے آخری سرے پر بھی جانے کو کہو گے تو میں بنا انکار کیے چلوں گی، تمہاری ہر بات مانوں گی ہر خواہش کا احترام کرونگی۔'' گھنی پلکوں تلے سیاہ آنکھوں میں دکھ وغصہ کے رنگ لئے تمتماتے چہرے کے ساتھ بولتی وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی جو اب کچھ نہیں بولا تھا۔

اریبہ کی آنکھوں سے چھلکتا انتشار اور اضطراب اس کی تمام اذیت افشار کر رہا تھا وہ یکلخت ہی چہرہ موڑ کر نگاہیں جھکتے ہوئے اپنے آپ کو پرسکون کرنے لگی اور اس سعی میں قدرے کامیاب ہو جانے کے بعد اس نے خاموش کھڑے وہاج حسن سے بہت آرام اور رسان سے کہا تھا۔

''تم اپنی منوانے کے لئے میری ایک مان لو مجھ سے شادی کر لو۔'' اس کی سکون سے کہی گئی بات وہاج حسن کے لئے کسی دھماکے سے کم نہ تھی وہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

☆☆☆

فوک گلوکارہ باربرا اسینڈرل کو سنتے ہوئے وہ چینی گارڈن میں چہل قدمی کر رہی تھی واک مین لگائے پھولوں، خوشبوؤں سرسبز درختوں کے درمیان کچھ دیر ہر چیز سے دور فطرت کے بے حد قریب زندگی کتنی سحر انگیز لگ رہی تھی۔

ٹہلتے ہوئے وہ مونگ پھلی بھی کھا رہی تھی جس کے کچھ دانے باغ میں چہکتے پرندوں کو بھی ڈال رہی تھی اور ایسا کرتے ہوئے وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی، کسی نئی اور صاف شفاف دنیا میں قدم رکھتی یوں محسوس کر رہی تھی روشنی کا اک دریا ہے جو اس کے اندر ہیولا بن کر لہرا رہا ہے اور اسے بدل رہا ہے نئی عادات نئے معمولات اور نئے ویوز اسے یکسر ایک نئی شخصیت کے طور پر ڈھال رہے تھے، وہ اعصابی اضمحلال اور خود کو ہر دم مجبور بے بس سمجھنے والا احساس جیسے منہ چھپا کر کہیں بھاگ رہا تھا۔

آہستگی سے بہت نرمی سے وہ خود کو ایک متوازن، بہترین اور پرسکون زندگی کی طرف چلتے پا رہی تھی اور محسوس کر رہی تھی کہ خود سے پیدا کردہ خوشگوار خیالات اور اچھے احساسات کے ساتھ ایک خوبصورت زندگی گزاری جا سکتی ہے، آئندہ وقت کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہونے کے بجائے اپنے خوف کا براہ راست مقابلہ کرنا ہی پریشانی کو تخلیقی یا تعمیری جانب موڑتا ہے۔

ادرفینگ شوئی کا یہ نکتہ اس کے بے حد کام آ رہا تھا وہ مثبت رویے، مثبت سوچوں کو اپنا رہی تھی، زندگی کے رنگ، عکس، نقش اور خوبصورتی کو پورے دل سے محسوس کر رہی تھی اور اس کی یہ تبدیلی سب کو خوشگوار حیرت کا شکار کر رہی تھی۔

زندگی کے لئے اچھا سوچنا، دوسروں کے لئے اچھا چاہنا خود کو اہم سمجھنا اور اپنے اردگرد رہنے والوں کو ان کا جائز مقام دینا، وہ ان سب احساسات کو اپنے اندر پا رہی تھی اپنا رہی تھی اور خوش تھی۔

اسے اب محسوس ہو رہا تھا کہ زندگی الجھنوں، اسٹریس، ناکامی، دکھ اور خود ساختہ اداسی و تنہائی سے ہٹ کر بہت موج مستی والی اک خوشگوار شے اور اس کا ایک بہت معتبر مقصد ہے ایک بہتر مصروف ہے اور وہ بہتر مصرف بہتر مقصد کیا ہے اسے کھوجنا ہے اپنے طور پر مگر کیسے اور کیونکر؟ اس نے پلکیں موندتے ہوئے سوچا تھا۔

سامنے سے آتی تاشی نے اسے دیکھا آرام دہ ٹراؤزر شرٹ میں پیپل کے گھنے سائے تلے آلتی پالتی مارے یوگا کے مخصوص اسٹائل میں بیٹھی وہ بہت اچھی لگی معصوم سیدھی سی۔

''کبھی کبھی نہ مجھے تم ''سدھارتھ'' لگتی ہو۔'' تاشی اس کے نزدیک بیٹھتی ہوئی بولی۔

''سدھارتھ'' یہ کیا چیز ہے؟'' ماریا نے استفہامیہ انداز میں پوچھا تو تاشی بے ساختہ ہنستی چلی گئی۔

''یہ کوئی چیز نہیں ایک جیتا جاگتا انسان تھا جو قدیم ہندوستان کی سرحد پر واقع ریاست کپل وستو کا شہزادہ اور ولی عہد تھا، اس کے دل میں جانے کیا سمائی کہ اس نے تخت شاہی، پرتعیش زندگی اور عیش و آرام تج کر ویرانوں کا رخ اختیار کر لیا اور پھر ''گیا'' کے ایک گھنے پیپل تلے ملنے والے ''گیان'' نے اسے ''مہاتما بدھ'' بنا دیا۔''

''امیزنگ ویری انٹرسٹنگ پھر کیا ہوا؟'' ماریا نے بے حد دلچسپی سے پوری طرح تاشی کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''پھر مہاتما بدھ کی زندگی کا یہ موڑ شاہانہ طرز حیات سے عوامی شب و روز، تعیش سے سادگی، آسودگی سے مصائب اور دولت سے فقر کی ہی طرف سفر نہیں تھا، بلکہ انہوں نے پر ہنگام قصر سیاست سے نقل مکانی کر کے روحانیت کی خاموش گھپا میں بسیرا کرلیا۔'' ماریا کو یہ سب سننا اچھا لگ رہا تھا روحانیت سے متعلق گفتگو اس کی توجہ یونہی کھینچا کرتی تھی وہ جانتی تھی تاشی خود بدھ مت کی پیروکار ہے اس کے پاس اس حوالہ سے خاصی معلومات ہونگی، اسی لئے وہ دھیان سے سن رہی تھی۔

''مہاتما بدھ کی وفات کے برسوں بعد اشوک اعظم نے بدھ مت اختیار کر کے اس نوزایدہ مذاہب کو اقدار و طاقت کا سہارا عطا کیا، اشوک اعظم کی کوششوں سے یہ مذہب نہ صرف ہندوستان کے راج سنگھاسن پر براجمان ہو گیا بلکہ اردگرد کے دیسوں میں بھی تیزی سے پھیلنے لگا پھر ایک وقت وہ بھی آیا جب ہندومت اس دھرم کو سالم نگل گیا اور یہ اپنی جنم بھومی میں ہی بے نام و نشان ہو گیا۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو واقعی مجھے ہندوستان میں بدھ مت کا کوئی ایسا چرچا نہیں دکھا۔'' ماریا نے کہا۔

''مگر اب تک دنیا میں انتہائی خاموش ترین روحانی فلسفہ سے لبریز یہ مذہب اپنے بنیادی اصول عدم تشدد کی راہ پر گامزن پھیل رہا ہے، کیونکہ دینا فرسٹریشن، ڈپریشن، بے سکونی، اور الجھنوں کا شکار ہے، روحانیت اور مراقبوں پر مبنی یہ مذہب چونکہ سکون کو فروغ دینے میں مددگار ثابت ہوا ہے، تو اسے پذیرائی مل رہی ہے۔'' تاشی نے رسان سے کہا۔

ماریا نے خود یوگا، مراقبہ سے بہت سکون محسوس کیا تھا وہ خود بدھ ازم کی مادیت مخالف، ترغیب سے متاثر تھی اور چین آنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بدھ مت پہ ریسرچ کرنا چاہتی تھی اور تاشی کی فراہم کردہ معلومات اسے دلچسپ و مفید لگ رہی تھیں، وہ مہاتما بدھ کے متعلق اور مزید معلومات کی متمنی تھی۔

اگلے دن کیتھرین اسے اپنے ساتھ لے گئی ان کا گروپ چین کے مشہور زمانہ ثقافتی میوزیم کو دیکھنے جا رہا تھا، میوزیم جانا بھی اپنی جگہ بہت ایڈونچرنگ اور دلچسپ تجربہ ثابت ہوا، چین کی پوری تاریخ تصاویر و تصانیف کے ذریعے محفوظ تھی پھر میوزیم کے ساتھ ہی چین کی قدیم ترین تہذیب کے نشانات اسٹوپوں اور مجسموں کی صورت میں محفوظ تھے، صدیوں پرانے یہ مجسمے آج بھی اپنی بہترین حالت میں موجود تھے، گندھارا تہذیب کے آثار لیے پرانی عبادت گاہیں جنہیں سٹیل کی چھتوں سے ڈھانپ کر محفوظ کیا گیا تھا حیران کن بات یونانی دیوتاؤں کے برہنہ مجسمے تھے خصوصاً اٹلانٹس دیوتا کے بہت سے مجسمے موجود تھے۔

ان کا ٹورسٹ گائیڈ بتا رہا تھا کہ یونانی دیو مالا کے مطابق اٹلانٹس وہ پہاڑی دیوتا ہے جس کے بارے میں قیاس کیا جاتا تھا کہ اس دیوتا نے آسمان کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے، اسی وجہ سے اٹلانٹس کا مجسمہ ایسی حالت میں تراشا گیا ہے جسے دیکھ کر یہی گمان ہوتا ہے کہ اس کے کندھوں پر واقعی آسمان کا بوجھ ہے۔

ماریا چلتی ہوئی ہاتھیوں، شیروں کے مجسمے دیکھتی رکی ایک مجسمہ مہاتما بدھ کا اپنی تعلیمات کا درس دینے کا منظر دکھاتا تھا، اس مجسمے کے دونوں پاؤں برہنہ تھے اور ان سلا کپڑا جسم پر اس طرح سے اوڑھے ہوئے کہ دایاں کندھا اور بازو برہنہ تھا اس لباس میں یونانی طرز نمایاں تھی ماریا نے قیاس لگایا کہ یقیناً یہ تہذیب کسی نہ کسی دور میں یونانی سلطنت کے زیر اثر رہی ہوگی۔

ایک چینی وفد شفایابی کے حصول کے لئے قطار کی صورت اپنی باری کے انتظار میں تھے، کیونکہ وہ بدھ مت کے پیروکار تھے اور ان کا اس بات پر پختہ یقین تھا کہ مہاتما بدھ کے صحت یابی کے مجسمے کی ناف میں انگلی ڈال کر اگر بیمار افراد اپنی صحت کے لئے دعا کریں تو سو فیصد شفایاب ہوتے ہیں، انہوں نے کیتھرین کے گروپ کو بھی دعوت دی تھی، جسے نظر انداز کر کے وہ لوگ گائیڈ کے ہمراہ مجسموں کی ایک ایسی مصنوعی شہید کی جانب چلے جس میں سوریا دیوتا، پلوٹو دیوتا اور خوبصورتی کی دیوی مہاتما بدھ کی اطاعت کرتے دکھائی دے رہے تھے، گائیڈ بتا رہا تھا کہ حقیقت میں اس منظر کی کوئی سچائی نہیں کیونکہ ان دیوتاؤں کے اصل مجسمے سرکاپ کی وادی سے تعلق رکھتے تھے جہاں عہد قدیم میں بت پرست اقوام آباد تھیں۔

وہ سب کچھ دیر ریلیکس کرنے کو میوزیم کے شمال کی جانب بنے ریسٹ ہاؤس میں آ بیٹھے یہاں کوک، برگر اور فاسٹ فورڈ سے انصاف کرنے کے بعد کچھ دیر باتوں میں لگی پھر میوزیم کے مختلف حصوں میں تصاویر بنائی گئیں۔

مہاتما بدھ کے کئی مجسمے قیمتی پتھروں سے سجے تھے جن میں بیشتر مجسموں کی آرائش عقیق نیلم اور یاقوت سے کی گئی تھی، یہ بیش زیورات سے لیس مجسمے مہاتما بدھ کے ابتدائی دور کو ظاہر کرتے ہیں، جب وہ کھشتری شہزادہ تھا جبکہ بعض مجسموں میں اسے معمولی لباس میں دکھایا گیا تھا جس سے مراد مہاتما بدھ کا گیان حاصل کرلیا ہے، یہ مجسماتی کہانیاں سنسکرت اور چینی زبان کے ایسے قدیم رسم الخط میں عبارتیں بنا کر تحریر کی گئی ہیں جو دور حاضر میں استعمال نہیں کیا جاتا اور اسے دیکھتے ہوئے کچھ بھی ان کے پلے نہیں پڑا ماسوائے گائیڈ کے بتانے کے۔

ایک اچھے معلوماتی سیاحتی وزٹ سے وہ سب فریش ہو چکے تھے اور گندھارا تہذیب، یونانی طرز تعمیر چینی ثقافت و تاریخ کے ساتھ بدھ مت پہ اک وضاحتی تفصیل و تحقیق انہیں میسر آ چکی تھی، اگلا پورا ہفتہ وہ سب تازہ دم ہو کر اپنا کام کر سکتے تھے، واپسی پہ میوزیم کے انچارج مینجر نے انہیں بطور خاص ایک اچھے خوشگوار طریقہ سے رخصت کیا اور سوفٹ ڈرنک کا اک کارٹن ان کی گاڑی میں رکھوایا۔

گاڑی میں بیٹھ کر سوفٹ ڈرنک پیتے ہوئے وہ سب اپنے آج کے دن کو بہترین کہہ رہے تھے ماریا تو تھی ہی مشکور سب کی کہ اگر وہ لوگ اسے ساتھ نہ لاتے تو وہ کبھی یہ سب نہ جان سکتی یہاں آ کر جان رہی تھی، اس کی تھرلنگ طبیعت کے لئے یہ انوکھا ٹریول تھا۔

(جاری ہے)

نزیہ غزل

بیسویں قسط کا خلاصہ

تاشی کی دعوت کے دوران کیتھرین اس کی والدہ کو ہیاتھ ٹیس دیتی ہے جبکہ ماریا تاشی کے بدھ مت کی پیروکار ہونے کا جان کر پھر سے بے چین ہو جاتی ہے۔

شہریار ریسٹ ہاؤس سے سنعیہ کو گھر واپس لے آیا ہے، صبا اس سارے قصے کا علم ہونے پر سنعیہ کو ڈانٹتی ہے تو وہ سارا الزام شہریار کو دیتی ہے۔

ادیبہ کے ڈپریشن اور اسٹڈیز میں عدم دلچسپی کو نوٹ کر کے اس کی کلاس فیلو طیبہ اسے وہاج سے دو ٹوک بات کرنے اور شادی کا مشورہ دیتی ہے۔

ماریا فینگ شوئی کے ماہر جین ژو چنگ سے ملتی ہے اور اپنی فرسٹریشن پہ بہت حد تک قابو پا لیتی ہے۔

طیبہ کی باتوں حالات کے تجزیے، شہریار کا رویہ ان سب چیزوں سے پریشان ادیبہ وہاج سے مل کر اپنے نہ جانے کا ریزن بتائے اچانک شادی کی آفر کر دیتی ہے۔

چینی میوزیم میں مہاتما بدھ کے مجسمے اور تصویری کہانیاں دیکھتے ہوئے ماریا کو بدھ مت میں دلچسپی اور کشش محسوس ہونے لگتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

اکیسویں قسط

شائستہ بیگم اور عفنان علی خان اپنے بزنس ٹرپ سے نہ صرف واپس آ چکے تھے بلکہ سعدیہ کی صحت یابی کی خوشی میں پرل کانٹی نینٹل میں ایک شاندار ڈنر پارٹی کا اہتمام بھی کیا پھر اگلا پورا دن بھی انہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات ملتوی کر کے سعدیہ کو اپنے ساتھ لے جا کر لاہور کے سیاحتی و تاریخی ویوز کی سیر کرائی اور سعدیہ جو خود کو بہت دنوں سے تنہا، بے بس، زندگی سے بیزار محسوس کرنے لگی تھی، مما پاپا کی توجہ و محبت نے جیسے اسے سب غم بھلا دیے تھے، ان محبتوں کو محسوس کرتے ہوئے بشاشت اور خوشدلی خود بخود اس کے لہجے و وجود میں لوٹ آئی تھی، کتنا ترسی ہوئی تھی وہ ان محبتوں کو۔

اپنے قیمتی وقت اور کاروباری مصروفیت کو اس کی خوشی کے لئے پس پشت ڈالنا اور زندگی میں اس کی اہمیت جاننا یہ سب محسوسات اس کے وجود میں گویا نئی زندگی دوڑا رہے تھے اور وہ اس کا اظہار بھی کر رہی تھی اپنے رویے سے۔

سینکڑوں بار کے دیکھے گئے ویوز تھے وہی شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد، شیش محل، یادگار، مقبرہ جہانگیر، مگر اپنے مما پاپا کے ہمراہ ہر چیز نئی اور پہلے سے بہت اچھی لگ رہی تھی۔

''اپنی بچی کو ہم نے آج عرصہ بعد اتنا ہنستے دیکھا ہے، ہنستی رہا کرو سعدیہ ہم لوگ صرف آپ کی ہنسی اور خوشی کے متمنی ہیں۔'' عفنان علی خان، سعدیہ کے کھلکھلاتے چہرے کو دیکھ کر بولے۔

''پپا اس خوشی کی وجہ آپ لوگ ہیں آج یوں کتنے عرصہ بعد ہم صرف اپنے لئے، خود کو کچھ وقت دینے باہر نکلے ہیں، کچھ خاص لمحات جو کھو رہے تھے ان کے میسر ہونے کی خوشی تو ہے ناں۔''

''سنو میری جان ہمارا سارا وقت تمہارے لئے ہے ہم جو تم اپنے کاروبار کو دیتے ہیں وہ سب بھی تمہارا ہے، تمہارے مستقبل کو محفوظ، مستحکم کرنا تمہارے لئے ہر آسائش مہیا کرنا یہ سب تمہارے لئے تو کرتے ہیں۔'' شائستہ بولی۔

''مما اتنا کچھ تو ہے ہمارے پاس اتنی دولت، جائیداد، بینک بیلنس پھر اضافی جاگیر و دولت کیا کرنی ہے، پتا ہے مما میرا بہت دل چاہتا ہے آپ ہر بزنس مصروفیت کو چھوڑ کے یونہی میرے ساتھ وقت گزاریں، باتیں کریں کتنا اچھا لگتا ہے ناں یہ سب۔''

''اوہ نائی گرل ابھی تک وہی بچپنا، وہی بچوں والی باتیں، دنیا بہت تیز رفتار ہے گلوبل ویلج بن چکی ہے ایسی پہروں فرصت سے بیٹھے رہنے والی باتیں احمقانہ ہیں۔''

''بس مما نے دور کی یہی چیز مجھے گراں گزرتی ہے کہ سب کے پاس وقت کی کمی ہے۔'' وہ تھوڑا متاسف ہوئی۔

''مگر اپنی بیٹی کے لئے ہمارے پاس نہ وقت کی کمی ہے نہ توجہ کی، ہماری بیٹی ہماری آنکھوں کا نور ہے ہمارے دل و ذہن کا سکون اور اس کے لئے ہم سارا وقت اسی روڈ پر گزار سکتے ہیں۔'' شائستہ بیگم نے ازار محبت اس کے رخسار کو تھپکتے ہوئے کہا تو وہ بچے لاڈ سے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔

''So sweet mama i love you.''

''Me to.'' شائستہ نے اس کی پیشانی چومی اور ان کے کندھے سے لگی وہ گاڑی میں سرشاری گھر آئی تھی اور رات کو اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے اس نے بڑے اعتماد سے خود کو باور کرایا تھا۔

''شہریار ہے مما پاپا کو لاکھ محبت سہی مگر سگی اولاد تو میں ہوں اشہریار محض لے پالک ہے اور کچھ بھتیجا وہ بھی یتیم ہونے کی بناء پر مما پاپا کو وہ لاڈلا ہے لیکن بھتیجے کے لئے وہ اپنی بیٹی کا مستقبل اس کی زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتے اور یہ تم پہ بہت جلد واضح ہو جائے گا شہریار خان کہ سعدیہ علی کی حیثیت و مقام کیا ہے اور اس کی خوشی مما پاپا کے لئے کیا اہمیت رکھتی ہے۔''

مگر سرشاری اور سکون سے رات گزارنے والی سعدیہ کے لئے طلوع ہونے والی صبح ہرگز پر سکون نہ تھی کہ سب سے پہلے اٹھتے ہی جس شخص کا چہرہ دیکھا وہ سب سے ناپسندیدہ تھا، نماز سے فارغ ہو کر وہ کتنے مگن سے انداز میں لان کی طرف چلی آئی تھی چہل قدمی کرنے کو۔

مگر جاگنگ ٹریک پر سامنے سے آتے شہریار کو دیکھتے ہوئے قدم رک سے گئے آگے جانے نہ جانے کی کشمکش میں چند لمحوں کو خود سے الجھتی وہ یکدم مڑی تو شہریار اس کے سامنے آ گیا تھا اور یوں آیا تھا کہ سعدیہ کا آگے بڑھنے کا راستہ بند ہو چکا تھا وہ شاید اس کے پلٹنے کی وجہ سمجھ چکا تھا اسی لئے اپنے سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے بڑے نارمل انداز میں بولا تھا۔

''یوں کب تک راستے بدلو گی اور کتنا بدلو گی کہ رہنا تو میں نے یہیں ہوں اور یہ گھر میرا ہی نہیں تمہارا بھی ہے، یوں آمنا سامنا معمول کی بات ہے، اب تم کیا ہر اس جگہ سے بھاگو گی یہاں میں ہوں گا۔'' اس کا راستے میں آنا اور یوں کہنا سعدیہ کو سرتا پیر سلگا گیا۔

''تم سے بھاگوں گی مگر کیوں شہریار، جبکہ بھاگنے کا ریزن بھی نہیں۔''

''ٹھیک کہا تم نے ہمارا آپسی رشتہ قربتوں کا متقاضی ہے نہ کہ دوریوں کا پھر ریزن کیسا؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا بہت کچھ جتا گیا۔

''غلط فہمی ہے آپ کی یہ رشتہ اور اس کی جھجا، بہتر ہو گا خوابوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت کا سامنا کرنا سیکھ لیں ورنہ......'' وہ پھنکاری تھی۔

''ورنہ میں بہت کچھ کر سکتی ہوں وہ سب کچھ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''سو وات؟'' وہ مصنوعی حیرت سے بولا جبکہ نگاہوں سے جھلکتا تمسخر صاف جتا رہا تھا کہ وہ اس کی باتوں کو بہت ایزی لے رہا تھا اور یہ بات سعدیہ کو حد درجہ غصہ کا شکار کر گئی۔

''میں اگر چپ ہوں تو صرف مما پاپا کی وجہ سے ان کی عزت مجھے بہت پیاری ہے اور آپ اسے میری کمزوری نہ سمجھیں میں صرف اپنے والدین کا لحاظ کر رہی ہوں ورنہ......'' وہ بے تحاشا غصے کے باعث بات ادھوری چھوڑ کر لب کاٹتی بے ساختہ مڑی اور مخالف راستے سے اندرونی حصے کی جانب جانے لگی۔

''سمجھتا کیا ہے یہ شخص آخر اپنے آپ کو دنیا اسی کے اشارے سے چلتی ہے، ہمیشہ میرے سکون و اطمینان کو تاراج کے مزے سے رہتا ہے اور سمجھتا ہے اس کے دوغلے پن کی کسی کو خبر نہ ہو گی۔'' وہ اپنے کمرے میں آ کر مٹھیاں بھینچتی طیش سے پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

''تم جو اچھے پن کا نقاب اوڑھے پھرتے ہو نا تمہارے سکون کی دھجیاں نہ بکھیر دیں تو کہنا

اور یہ جو فرمانبرداری کے ڈرامے دکھا دکھا کر تم اپنے نمبر بڑھاتے ہو، در پردہ مجھے پریشرائز کرتے ہو اپنے ڈرامے کا اینڈ دیکھو گے تو سر پکڑ کر رہ جاؤ گے تم بھول جاؤ گے گیم کیسے کھیلی جاتی ہے اس گیم کو دیکھ کر جواب سنعیہ علی تمہارے ساتھ کھیلے گی۔'' دل میں سلگتے ہوئے وہ بڑے منتقمانہ انداز میں سوچ رہی تھی۔

''محبت کا ماسک چہرے پر لگا کر بیزاری و اکتاہٹ کو تم سب سے چھپا سکتے ہو، مجھ سے نہیں، تمہیں اپنے ذاتی مفاد کے لئے خود کو لحظہ لحظہ بے توقیر کرن کا لائسنس نہیں بنوانے دوں گی۔''

''تم نے مجھے آسیب زدہ کر دیا ہے اپنے ناروا سلوک کا شکار کر کر کے اور اس آسیب کو عمر بھر خود پر مسلط کر کے اپنے آپ کو تا عمر بے وقعت بے حیثیت نہیں کر سکتی۔''

اس کی مجبوری آنکھیں یاس تھی، غصہ اور نفرت کی آنچ سے سلگ رہی تھیں، وہ وحشت زدہ انداز میں مٹھیاں بھینچتی ہوئی بولی تھی۔

''یہ جو تم ہر وقت آپسی رشتے اور محبت کا راگ الاپتے رہتے ہو اس رشتے اور محبت کو تمہارے گلے کا طوق نہ بنا دیا تو مجھے سنعیہ علی نہ کہنا۔''

اس نے بہت بے چینی و جذباتیت سے سر جھٹکا تھا جیسے شہریار کو اپنے سے دور جھٹکنا چاہا تھا مگر غم و غصہ کم نہ ہوا تو اٹھ کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی پھر آ کر کمرے کی گلاس ونڈو کے پردے کھینچتے ہوئے باہر دیکھنے لگی یہاں شہریار موجود نہیں تھا۔

☆☆☆

اریبہ اشتاق اس کے سامنے کھڑی تھی چہرے پر حد درجہ سنجیدگی آنکھوں میں اک فیصلہ کن اور جذباتی کیفیت وہاج حسن اس ایک ٹک دیکھے جا رہا تھا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں اک خفیف سی سرخی اتر آئی۔

''بولو وہاج حسن، کیا کہتے ہو، کرو گے مجھ سے شادی۔'' وہ اس کی خاموشی سے تنگ آ کر بولی تو وہاج نے لحظہ بھر اس کی صورت کو بہ غور دیکھا پھر یکلخت ہی اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اک گہرا سانس کھینچتے ہوئے کہا۔

''یہ مشکل ہے بہت مشکل اریبہ، ابھی میں ایسا نہیں کر سکتا۔'' اس کے لب و لہجے سے جھانکتی ''ابھی نامعلوم عرصہ تک انتظار کرو'' والی کیفیت اریبہ سے مخفی نہ رہ سکی۔

''ابھی تم ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔'' اریبہ اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔

''یہ تم مجھ سے بہتر جانتی ہو۔'' وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔

''سمجھ لو میں کچھ نہیں جانتی۔'' وہ اسی سنجیدگی سے بولی تو وہ چپ سا ہو گیا۔

''بتاؤ ناں وہاج تم کیوں ایسا نہیں کر سکتے؟'' اریبہ نے پھر پوچھا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''ابھی میرے حالات مجھے اجازت نہیں دیتے۔''

''کیا ہوا ہے تمہارے حالات کو۔'' وہ تیکھے چتونوں سے بولی تو وہاج جز بز ہو گیا۔

''تم جانتی ہو بہت ذمہ داری ہے ابھی مجھ پر، تین جوان بہنیں ہیں جن میں سے ابھی کسی کی کہیں بات طے نہیں ہوئی اور ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر ہی میں اپنے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔'' اس کا لہجہ حتمی تھا جس سے اریبہ ہرٹ ہوئی۔

''ان کی ذمہ داری اور میں، میں کس کی ذمہ داری ہوں وہاج حسن میرے کیا حالات ہیں، میں کن مشکلات کا شکار ہوں، میرا کون سوچے گا؟'' وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے ہوئے تلخی سے بولی۔

''میں تمہارا ساتھ دے تو رہا ہوں تم تھوڑا انتظار تو کرو۔''

''کیا ساتھ دے رہے ہو تم میرا میری ماں پاگل ہے مجھے اس کا پراپر علاج کروانا ہے، میرا بھائی جیل میں ہے اسے چھڑوانا ہے ربیعہ اور جویریہ کو پڑھانا ہے ان کے تعلیمی اخراجات کو پورا کرنا ہے، میرا اپنا فائنل ائیر سر پر ہے مجھے ایم اے کی ڈگری لینی ہے، علاوہ اس کے ہم سب کو روزانہ تین ٹائم کھانا چاہیے اور اس سب کے لئے پیسہ چاہیے تم مہینہ میں ایک دفعہ دو ہزار تین ہزار دے کر سمجھتے ہو ہم یہ سب کر سکتے ہیں پھر ہمیں بھیڑیوں کے اس معاشرے میں سہارا چاہیے مضبوط سہارا اور وہ سہارا تم فراہم کر سکتے ہو تم جو میرے منگیتر ہو۔'' کتنی تلخ ہو رہی تھی وہ بولتے ہوئے وہاج اک ہلکی سانس بھرتے ہوئے بولا۔

''تم جانتی ہو ابھی میری جاب کا پہلا سال ہے اور یہ سال فرائی سیشن ہے اپنے گھریلو اخراجات کے ساتھ میں جتنا کر سکتا ہوں کر رہا ہوں تم.....''

''پلیز وہاج مجھے کوئی وضاحت نہیں چاہیے، مجھے صرف یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے شادی کر رہے ہو یا نہیں۔''

''تم چند سال انتظار نہیں کر سکتیں؟''

''انتظار...... انتظار میں بائیس سال کی ہو چکی ہوں چند سال بعد کتنے برس کی ہوں گی اور تب تک تم مجھے لٹکاتے رہو گے یونہی سڑکوں پر لئے پھرتے خواب دکھاؤ گے، میرے گھر والے اس انتظار میں اک اک کر کے موت کی سولی پر چڑھ جائیں گے، ہمارے خواب ہماری کسمپرسی، مفلسی نوچ لے گی اور اگر دولت وافر ہوتے پیسہ کھلا آتے دیکھ کر تمہارے گھر والوں کی ترجیحات بدلتی گئیں تو......'' کتنا سفاک تجزیہ پیش کر رہی تھی وہ حالات کا کہ وہاج کچھ دیر تک تو بول ہی نہ سکا جب بولا تو یہی کہا۔

''تم خواہ مخواہ واہمات کا شکار ہو رہی ہو، ایسا کچھ نہیں ہو گا۔''

''یہ سب وہم نہیں حقیقت ہے جسے کل کو مجھے ہی فیس کرنا ہے۔''

''میں جب تمہارے ساتھ ہوں تو اتنی بے اعتباری کیوں ہو رہی ہو۔''

اپنے ذہنی خلفشار کو ٹھنڈے پن میں چھپا کر وہ سکون سے بولا تھا۔

''تم میرے ساتھ نہیں ہو وہاج۔'' وہ چیخ کر بولی تھی۔

''تو پھر کس کے ساتھ ہوں۔'' وہاج نے قدرے توقف کے بعد استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

''تو صرف اپنے ساتھ ہو، اپنی اغراض کے ساتھ بندھے ہو، تمہیں صرف اپنے گھر کی فکر ہے اپنی بہنوں کی، میری نہیں۔''

وہ بہت جذباتی ہو رہی تھی، وہاج نے قدرے دھیان سے اس کے تاثرات دیکھے۔

''اگر تمہیں میری فکر ہوتی تو تم آج ایسے مشکل حالات اور بے بسی کے عالم میں مجھے رونے کو اکیلا نہ چھوڑتے، تم میرے آنسو پونچھتے میرے برابر کھڑے ہوئے میرا سہارا بنتے مگر تم نے تپتی دھوپ میں سلگنے کے لئے مجھے تنہا چھوڑ دیا۔'' وہاج نے اس کی بات پر ایک لمحہ کے لئے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

''جبکہ تمہیں چاہیے تھا تم کہتے ''میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں'' مگر تم ایسا کیوں کہو گے کیونکہ مشکلات کا شکار میں ہوں میرا گھر ہے تم یا تمہارا گھر نہیں۔'' بھرائے لہجے میں بولتی اریبہ کی آواز بہت ضبط کے باوجود اونچی ہو رہی تھی اور ارد گرد سے گزرتے کئی لوگ ان کو دیکھ رہے تھے۔

''میرے حالات دگرگوں ہیں میرے سامنے مسائل کا انبار ہے، میں اپنے گھر کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہوں، جلد از جلد نوکری تاکہ خرچہ پانی چلتا رہے یا پھر شادی تاکہ اپنے شوہر کی سپورٹ سے اپنے گھر کے مسائل سلجھا سکوں اور نوکری تم کرنے نہیں دیتے، شادی کے لئے چند سال انتظار جبکہ میرے حالات چند دن کی مہلت کے متقاضی نہیں۔'' وہ رندھے ہوئے لہجے میں کہتی رخ پھیر گئی وہاج حسن نے اس بار بھی خاموشی سے دیکھا تھا بولا کچھ نہیں اور اس کی خاموشی سے چڑ کر اریبہ نے کہا۔

''تم پہلے جیسے نہیں رہے وہاج جو میری ذرا سی تکلیف برداشت نہ کرتے تھے میری اداسی پر تڑپ اٹھتے تھے اور اب اتنے دکھوں کے انبار میں گھری مجھے دیکھ کر بھی تم اتنے آرام سے کھڑے ہو جیسے مجھ سے تمہارا کوئی تعلق کوئی واسطہ نہیں۔'' اس بار وہاج نے اک متاسف نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

''تم نے میرے الفاظ اور جذبات کو درست جج کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ مجھے افسوس ہے کہ ہماری اتنی انڈر اسٹینڈنگ اور الواونٹ، انڈر اسٹینڈنگ کے باوجود تم مسلسل مجھے غلط سمجھے جا رہی ہو، جبکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ جن آسائشات میں تم پلی بڑھی ہو ابھی میں تمہیں وہ افورڈ نہیں کر سکتا۔''

''وہاج اگر تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو تو تمہیں یہ بات پتا ہونا چاہیے کہ محبت لگژریز کے حساب کتاب نہیں دیکھتی اور پھر حالات کی ٹھوکریں جسے راہوں میں لاکھڑا کریں وہ اب اتنے زیادہ کے خواب دیکھتا ہے، خواب تو وہ دیکھتے ہیں جو اونچی جگہوں پہ کھڑے ہوں، یہاں ہم ہیں وہاں صرف کھائیاں اور کھڈے ہیں۔''

''میں یہ سب دور کرنا چاہتا ہوں تمہارے راستوں میں خوشیاں بکھیرنا چاہتا ہوں، اچھے دنوں کی امید تمہاری آنکھوں میں خوشی بن کر چمکتے دیکھنا چاہتا ہوں مگر ابھی ایسا کچھ نہیں کر سکتا کہ جس سے سب حالات ٹھیک ہو جائیں، میں بہت مجبور ہوں اریبہ۔'' اس کے لہجے کی شکستگی پہ وہ کئی لمحوں تک تاسف میں گھری اسے دیکھتی رہ گئی۔

''تم مجبور ہو تو مجھے اس خارزار پہ کیوں گھسیٹا تھا کیوں محبت کے خواب دکھائے تھے کس تعلق

کے حوالے سے ملتے تھے اور اس طرح کرو گے تو تم مجھے کھو دو گے وہاج حسن اتنا یاد رکھو کہ تم کچھ کہو میں پیچھے ہٹنے والی نہیں جس راستے پہ تم نے مجھے لاکھڑا کیا ہے اس پہ تمہیں اپنے ساتھ گھسیٹوں گی۔'' وہ بے حد جذباتی اور بھرائے ہوئے انداز میں بولی۔

''میں خود تمہیں کھونا نہیں چاہتا تم محبت ہو میری، تم سے بچھڑ کے میں بھلا کیسے جیوں گا؟'' وہ پریشان اور دلگرفتہ سا بولا۔

''تو پھر مجھے کیوں لگ رہا ہے میں تمہیں کھو دوں گی، یا تم مجھے گنوا دو گے اور میں سب کچھ ہار سکتی ہوں تمہیں نہیں، تم میری مجبوریوں کو سمجھو صرف اپنی مجبوریاں نہ دیکھو۔'' اس نے گویا منت کے انداز میں کہا تھا اور وہاج نے چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد گہری سانس کھینچتے ہوئے درخت سے ٹیک لگا لی۔

''اریبہ شادی کھیل نہیں کہ جسے لمحہ بھر میں فیصلہ کر کے کھیل لیں۔'' وہ آہستگی سے بولا۔

''محبت بھی کھیل نہیں وہاج جسے پل میں پس پشت کر دیں۔'' وہ دو بدو بولی۔

''صرف محبت کے لئے میں بہت سے خوابوں کو رد کر کے اپنی خوشیوں کا مینار بلند نہیں کر سکتا کیونکہ میرے لئے یہ ناممکن ہے ابھی میرے پاس کچھ بھی نہیں۔'' اس کی آنکھوں میں دھند سی اترنے لگی۔

''میں صرف تمہاری محبت سے نہیں اور بھی بہت سے رشتوں سے کمیٹڈ ہوں اور مجھے ان کا مان رکھنا ہے جس طرح تمہیں اپنے گھر والے ان کی بھلائیاں عزیز ہیں اسی طرح مجھ پہ بھی کچھ واجب ہیں جنہیں ادا کیے بنا میں تمہارا ہاتھ نہیں تھام سکتا ہاں یہ سب ہو جائے تو یقیناً......''

''شٹ اپ وہاج حسن شٹ اپ تمہاری زندگی میں صرف تم ہو تمہارے گھر والے میں کہیں نہیں اور جب میری کہیں جگہ نہیں بنتی تھی تو تم مجھے اس راہ پہ کیوں لائے تھے۔'' اس کا گریبان پکڑ کر وہ رو دی تھی بنا جگہ اور ماحول کا خیال کیے۔

''اریبہ پلیز انڈر اسٹینڈ می۔'' وہ بھی بولا۔

''میں انڈر اسٹینڈ کروں میں، وہاج حسن میری زندگی داؤ پر لگی ہے میں کیا سمجھوں؟'' وہ بے طرح چیخی اور وہاج اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''تم ایک ہفتہ ہے تمہارے پاس سوچ لو اچھی طرح میں تمہاری زندگی میں کہیں ہوں بھی یا نہیں پھر جواب پا کر مجھے بتانا تاکہ میں حالات و وقت کے مطابق کچھ طے کر سکوں اور اگر تم نے جواب نہ دیا تو میں سمجھوں گی تم زندگی کی بساط پر محبت کی بازی ہار گئے۔'' وہ غصے سے کہتی آنسو پونچھتی پلٹی اور وہاج حسن کے اعصاب پر جیسے کوئی گہرا بوجھ آ گرا تھا، وہ خالی نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

دور گل رخصت ہوا ہاتھوں میں پتھر رہ گئے
اس قدر بدلا زمانہ لوگ ششدر رہ گئے
جانے کیسے لوگ تھے جو نقش دائم بن گئے
آنکھ سے اوجھل ہوئے پر دل کے اندر رہ گئے

☆☆☆

فینگ شوئی واقعتاً ایک مفید طریقہ علاج تھا بنا کسی میڈیسن یا احتیاطی تدابیر کے محض کچھ رہنما اصول زندگی گزارنے کے کچھ خوش کن نکات اور اپنے ماسٹر مائنڈ کو مثبت طرز فکر و عمل پر متوجہ کر کے شب و روز گزارتا ماریا کو اب زندگی بہت حد تک آسان لگنے لگی تھی اور وہ اپنے خوشگوار احساسات کا اظہار فینگ شوئی کے ماہر چن ژو چنگ سے بھی کر رہی تھی۔

''ناکامی، مایوسی تنہائی کو نظر انداز کر کے کچھ عرصے سے ایسے مشغلے اپنانا جس کے ذریعے ذہن غیر ضروری معاملات سے ہٹ جائے اور پھر نئی سوچوں کے لئے راہ ہموار ہو سکے فینگ سوئی کا مقصد و ماخذ ہے۔'' چن ژو چنگ متانت سے بولے۔

''اب مجھے ناکامی سے خوف نہیں لگتا کیونکہ میں اپنی ناکامی کا سبب بننے والی وجوہات کا جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھنے کے لئے نئی حکمت عملی ترتیب دے سکتی ہوں۔'' ماریا سکون و اعتماد سے بولی تو کیتھرین اور تاشی نے خوشی سے دیکھا۔

''گڈ چینج، زندگی میں مسلسل آگے بڑھنے کے لئے مثبت انداز فکر اور سوچ ہی سب سے پہلا زینہ ہے کامیابی کا، ویسے بھی ناکامی ہماری زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے اس سے خوفزدہ ہونا ہمارے مفاد میں نہیں، جس طرح ایک کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے بالکل اسی طرح ایک کامیابی کے پیچھے ناکامی کارفرما ہوتی ہے جو آگے بڑھنے کی لگن پیدا کرتی ہے۔''

''پہلے تو مجھ سے نکتہ چینی یا تنقید بہت کم ہضم ہوتی تھی علاوہ ازیں میں کسی کی ہیلپ کرنا بھی وقت اور پیسے کا ضیاع سمجھا کرتی تھی مگر اب معاملہ مختلف ہے۔'' ماریا نے کہا۔

''تنقید ہی ہم میں مثبت شعور پیدا کرتی ہے اگر ہم تنقید سے خوفزدہ یا الرجک ہونا شروع کر دیں تو ہمارے اندر زندہ رہنے، خود کو کارآمد شہری بنانے کی لگن دم توڑتی چلی جاتی ہے، در اصل ناقد ہمارے محسن ہیں کہ ان کی نکتہ چینی ہمیں اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لینے کی ترغیب دیتی ہے اس صورت میں ہم اپنی زندگی کو بھرپور بنانے کی تیاری کر سکتے ہیں۔''

''یاد رکھیے کہ خوف انسان کا دشمن ہے اگر ہم خوف کو شکست نہیں دیں گے تو اپنی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ نہیں کر سکیں گے اور تحقیق کے مطابق ایسے افراد جو روزانہ شعوری طور پر دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں، خوشی، اطمینان، پرسکون ذہن جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ ڈپریشن کا شاذ و نادر ہی شکار ہوتے ہیں لہٰذا جس قدر دوسروں کی مدد کر سکتی ہیں کیجیے۔''

''مسٹر چن ژو چنگ نرمی سے بولتے گئے پھر انہوں نے ماریا کو یوگا کے دو آسن روزانہ صبح شام کرنے کو دیئے ساتھ نیلے یا ہلکے آسمانی رنگ کا استعمال اپنے کمرے، کپڑوں، زندگی میں بڑھا دینے کا مشورہ دیا نیلی روشنی کا مراقبہ بھی ماریا کو کرنے کا کہا گیا۔''

''سر کیا مراقبہ یا تپسیا گوتم کا پیغام ہے؟'' ماریا نے ذہن میں کب سے مچلتے سوال کو آزاد کیا۔

''نہیں گوتم کا اصل پیغام محبت ہے انہوں نے اپنے پیروکاروں کو نہ صرف دوسرے انسانوں بلکہ اپنی ذات سے بھی محبت کرنا سکھایا، گوتم نے اپنی زندگی میں سادگی کو اپنایا اور زندگی گزارنے کے لئے اعتدال پسندی کا انتخاب کیا ان کی تعلیمات میں مراقبے کی بہت اہمیت ہے بدھ مت میں مراقبے کی عظیم خاموشی ہی رسائی کا ذریعہ ہے حقیقت تک۔''

''سر میں جین الکاہانی مذاہب کے متعلق ریسرچ کر رہی ہوں مجھے بدھ مت کے متعلق معلوماتی مواد یا کوئی تحقیقی لٹریچر دستیاب ہو سکتا ہے۔'' ماریا نے اچانک کہا تو یہاں کیتھرین اور تاشی نے اسے قدرے چونک کر دیکھا وہیں مسٹر چن ژو چنگ نے مسکراتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھی خوبصورت نقوش والی انگریز لڑکی کو دیکھا تھا پھر تاشی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تاشی تمہارا یہ کام کر دے گی کیونکہ یہ خود بدھ مت کی پیروکار ہونے کے ساتھ بدھ موومنٹ کی تمام شاخوں تحریکوں سے بخوبی واقف ہے۔''

''اب کیا تم بدھ مت اپناؤ گی۔'' کیتھرین نے کچھ عجیب لہجے میں کہا جو جانے ناراضگی کا مظہر تھا یا ناگواری کا۔

''فی الحال تو دیکھنا چاہتی ہوں وہ کیا چیز ہے جسے گیان کہتے ہیں جس کے لئے سدھارتھ جیسا عظیم شہزادہ شاہی زندگی شاہانہ عیش و آرام تج کر کے مصائب و سادگی کو اپنا بیٹھا۔''

''میرے علم کے مطابق یہ مذہب اسلام کی طرح کئی فرقوں میں منقسم ہے تم صرف الجھ کر رہ جاؤ گی۔'' کیتھرین نے کہا۔

''کسی نہ کسی الجھن سے ہی میری سلجھن کا سلسلہ نکلے گا۔''

''یعنی تم بدھ مت کو پرکھنے کا ارادہ کر چکی ہو۔''

''ارادہ یا کوشش کہہ لو، زندگی کا اک مقصد شاید یہیں ہو۔''

''Ok, as you wish تم اپنی مرضی کی مالک ہو کیا کہہ سکتے ہیں۔'' کیتھرین نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''کیا خیال ہے واپس Mandrain (ہوٹل) چلا جائے یا گھوما پھرا جائے۔'' وہاں سے نکلنے کے بعد صاف ستھری ویران سڑک پر آتے ہوئے ان کے ڈرائیور اور ٹورگائیڈ نے کہا تو ان تینوں نے آپس میں باہمی نگاہوں کا تبادلہ کرتے ہوئے ڈرائیور کو چلتے رہنے کا کہا جبکہ گاڑی وہیں پارک تھی۔

''تو پھر چلتے چلتے آج سمر پیلس دیکھا جائے۔'' گائیڈ بولا۔

''گڈ آئیڈیا مجھے بہت شوق ہے سمر پیلس دیکھنے کا ویسے بھی بندہ چین آئے اور دیوار چین یا سمر پیلس نہ دیکھے تو چین آنا ہی بےکار ہے۔'' کیتھرین پرشوق انداز میں بولی۔

''ویسے میں نے سنا تھا کہ چین میں سائیکل بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے جبکہ ٹیکسی نایید ہے مگر اب تو شیراڈ سے لے کر مرسیڈیز اور لیموزین قیمتی کاریں خوبصورت سڑکوں اور فلائی اوورز پر دوڑتی نظر آتی ہیں۔'' ماریا نے سرسبز درختوں میں گھرے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے کہا۔

''اور ہر کار کی نمبر پلیٹ سبز ہے شاید سب کاریں سرکاری ہیں۔'' کیتھرین بھی بولی۔

''سبز پلیٹ والی سب کاریں پرائیویٹ ہیں۔'' ٹورگائیڈ نے بتا کر انہیں حیرت زدہ کر دیا چلتے ہوئے عالیشان پلازے اور خوبصورت عمارتوں کو بڑی تعداد، شرافت و ثقافت کا حسین امتزاج سے لاتعداد انسان انہیں متاثر کر رہے تھے، جبکہ ٹورگائیڈ انہیں سمر پیلس کی بادشاہوں کے سلسلوں

کے خیالوں کی حسین تکمیل ہے جسے اصل روپ دینے کے لئے لاکھوں انسانی ہاتھوں نے کروڑوں من مٹی کھود کر ایک وسیع و عریض جھیل بنائی اور پھر اسی مٹی سے اردگرد پہاڑ تشکیل دیے اور ان پہاڑوں پر کاریگروں، ہنرمندوں اور فنکاروں نے اپنی دن رات کی کاوشوں سے محلات کے ایسے خوبصورت نمونے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود ان کا ہر انداز انسان کا دل موہ لیتا ہے۔"

"سمر پیلس Summer palace کیا نگ لونگ بادشاہ نے 1750ء میں تعمیر کروایا لیکن 1806ء میں برطانیہ اور فرانس کی متحدہ فوج نے اسے جلا ڈالا اور یہ 1888ء میں دوبارہ تعمیر ہوا، پر ایک بار پھر 1900ء میں یہ آٹھ استعماری طاقتوں کی متحدہ فوج کے ہاتھوں تہس نہس ہوا اور بعد میں 1930ء میں نئے تعمیراتی مراحل سے گزرا۔"

کنمنگ جھیل کے کنارے 700 میٹر لمبی وہ خوبصورت راہداری ہے جو بادشاہوں کی چہل پہل کے لئے بنائی گئی تھی، یہ تمام راستہ لکڑی کے ستونوں اور چوبکاری اور رنگین مینا کاری سے مزین چھت سے ڈھکا ہوا تھا۔

ان عمارتوں کے علاوہ تصویری نقش رکھنے والے نظارے اور پتھر کی کشتی (جو اصل میں ماربل کی کشتی نما عمارت ہے) وہ سب اس میں بیٹھ کر کھڑے ہو کر پرشوق انداز میں فوٹو شوٹ کروا رہے تھے۔

"اگر میرا بس چلے نا تو یہیں رہنا شروع کر دوں، بہار کی آمد کا سواگت پویلین جھیل کے مشرق میں درختوں سے گھرے جزیرہ پر کھڑے ہو کر کروں اور سترہ محرابوں والے خوبصورت پل قوس قزح کی طرح مشرقی کنارے کو مغربی جھیل کے کنارے سے ملاتے جزیرے کو دیکھتی رہوں۔" ماریا کو یہ سب بہت فیسی نیٹ کر رہا تھا وہ بڑے متاثرانہ انداز میں بولی تھی۔

"ہوں خیال تو اچھا ہے مگر رہنے کون دے گا یہ سرکاری ثقافتی سرمایہ ہے۔" کیتھرین نے کہا تو وہ ٹھنڈی سانس بھر کے بولی۔

"یہی تو اصل مسئلہ ہے خیر چھوڑو آؤ، ان خوبصورت یادوں میں ایک اور یاد کو منجمد کریں۔" تاشی نے کہا تو وہ تینوں آگے بڑھیں اور وہاں تصویر بنوانے لگیں یہاں پل کے اختتام پر خوبصورت اور دل کو لبھا دینے والے نظاروں کے ساتھ نقل برابر اصل جتنا تانبے کا بیل توجہ اپنی طرف مبذول کروا رہا تھا۔

ایک اچھے وقت کا لطف اٹھاتی ماریا جوزف کیتھرین اور تاشی کے درمیان جیتی مسکرا رہی تھی۔

☆☆☆

ایک بات تو طے تھی کہ سعیہ علی کو شہریار پر بہت غصہ تملا ہٹ تھی اس کو تلاش تھی شہریار کی غلطی پکڑے، کوئی بات ہاتھ آئے، یا وہ کچھ کہے کوئی طنزیہ فقرہ کسی اور سعیہ اپنا سارا غبار نکال دے اس کو سب کچا چٹھا کھول دے، سب کو پتہ چل جائے اس نک سک سے درست رہنے والے فرمانبردار بندے کی اصلیت کیا ہے اور وہ سب کے لئے ناپسندیدہ ہو جائے، مگر شہریار اپنے مخصوص روادار رویے اور تحمل سے موڈ کو کام میں لاتے ہوئے ایسا موقع ہی نہ دے رہا تھا، وہ سعیہ کے قدموں کی چاپ سے اندازہ کر لیتا تھا، کیا کرنے مار رہی ہے، پھر یہ تیور کیسے نہ بھانپتا سو حفظ ماتقدم کے طور

پر خوش اخلاقی کا شاندار مظاہرہ کر رہا تھا بلکہ مما پپا کے سامنے بطور خاص بہت نرم اور عام انداز میں اسے جان بوجھ کر مخاطب کرتا عموماً چائے، کھانا دینے کو کہتا اور سعیہ کو بے تحاشا کوشش کے باوجود مما پپا کی موجودگی کے باعث اس کے حکم کی مجبوراً تعمیل کرنا پڑتی یہ اور بات کہ چہرہ اتنے چڑاتی نہیں بلکہ سامنے پٹخا کرتی تھی اور ایسے کرتے ہوئے بھی اسے اپنا فشار خون تیز ہوتا محسوس ہوتا۔

اوپر سے مما اسے ماہر کک بنانے اور گھر گرہستی سکھانے کے تمام ہتھیار اٹھانے پر کمربستہ تھیں۔

"ہر وہ چیز جو شہریار کو پسند ہے سیکھ لو، ہر وہ ڈش جو شہریار شوق سے کھاتا ہے اس کو بناؤ۔" سعیہ تلملا کر رہ جاتی کیونکہ شہریار کو ڈشز کے علاوہ وقت بے وقت چائے بھی پسند تھی اور اب تو سعیہ کی صورت زچ کرنے کو اک بہانہ مل چکا تھا اسے تو وہ آتے جاتے "سعیہ ایک کپ چائے تو بنا دینا" کا ورد الاپتا تو سعیہ کا دل چاہتا چائے کی جگہ اسے ہی چولہے پر رکھ کے کھولا دے مگر ضبط کے گھونٹ پی کر رہ جاتی مبادا مما پپا برا نہ مانیں۔

آج بھی وہ آفس کا چکر لگا کر گھر جلدی چلی آئی کہ طبیعت بہت ست ہو رہی تھی گھر آئی تو مما بھی موجود نہ تھیں ملازمہ کو ایک کپ چائے کا کہتے ہوئے وہ لاؤنج میں ہی صوفہ پر لیٹ گئی اور چائے آنے پر سر کو کنپٹی سے مسلتی وہ اٹھی ابھی پہلا گھونٹ بھرا تھا جب موصوف برآمد ہو گئے اپنے کمرے سے۔

"سعیہ دو کپ چائے مجھے بھی بنا دو۔"

"ملازمہ سے کہیں۔" مما کے نہ ہونے پر وہ بے اعتنائی دکھا گئی۔

"ملازمہ تو جا چکی شاید پلیز تم بنا دو میرا دوست آیا ہے۔" وہ کچھ مصالحانہ انداز میں دھیرے سے بولا۔

"بازار سے منگوا لیں، مجھ سے نہیں بنائی جاتی۔" وہ لٹھ مار انداز میں بولی تو شہریار کو اپنا خون کھولتا محسوس ہوا۔

"تو تم نہیں بناؤ گی۔"

"اب کیا لکھ کر دوں اور مجھ سے یہ خادمہ کام مت کروایا کریں ملازمہ نہیں لگی ہوئی آپ کی، نہ مجھے شوق ہے ایسے چائے بنا بنا کر دینے کا آئندہ مجھ سے چائے کے لئے مت کہیے گا۔" بہت کھردرے لہجے میں شہریار کی طبیعت صاف کر کے وہ اٹھی تو سامنے کھڑی شائستہ بیگم کو دیکھ کر لحہ بھر کو چہرہ متغیر ہوا پھر وہ پلک جھپکنے میں جانے کو آگے بڑھی تو شائستہ نے اس کا بازو پکڑ کر پوچھا تھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا بڑا ہے وہ تم سے، اک رشتہ و تعلق ہے تمہارے درمیان۔"

"کون سا رشتہ جسے یہ کھیل کر یہ شخص اپنی انا کی تسکین کے لئے استعمال کر رہا ہے۔" وہ چیخ کر بولی تو شائستہ بیگم کو بے طرح غصہ آیا اس کے بدتمیزانہ سائل پر۔

"سعیہ بدتمیزی مت کرو اور اپنے یہ فضول خیالات صرف اپنے بھس بھرے دماغ تک دماغ محدود رکھا کرو۔" شائستہ کے بولنے پر شہریار خاموشی سے چلا گیا تھا۔

"میں فضول ہوں میرے خیالات فضول ہیں اور گنگا نہایا تو بس یہی ہے جس کا کوئی عیب کسی کو

دکھائی نہیں دیتا۔" وہ بھرائے لہجہ میں بولی تو شائستہ تھوڑا نرم پڑ گئیں۔

"ستعیہ بات عیب ڈھونڈنے یا فضول ہونے کی نہیں میرا مقصد تمہیں صرف یہ سمجھانا ہے کہ بھلے کزن ہے، وہ تمہارا اگر ہے تو اک حوالے سے شوہر اور بھلے نکاح سہی مگر اس حوالے سے بھی اس کا اک مقام اور اہمیت ہے اور تم اس کا خیال رکھا کرو بولتے ہوئے۔"

"بس سارے سلیقے سارے طریقے اور احتیاطیں مجھی کو سکھائیں۔"

"تمہی کو سکھانے آخر کو تمہیں اس کے ساتھ نبھا کرنا ہے اور تمہارے لئے یہ بات سمجھنی بہت ضروری ہے کہ شہریار کیا حیثیت رکھتا ہے اس گھر کے لئے تمہارے لئے۔" وہ قدرے ہلکے پھلکے انداز میں باور کرائیں۔

"پلیز مما مجھے اس جھنجھٹ میں مت پھنسائیں میں اس قابل نہیں۔" وہ ان کے ہاتھ پکڑتے ہوئے لجاجت سے بولی۔

"سنو میری جان ایسے مت کہو اتنا اچھا لڑکا ہے شہریار، اتنا سمجھدار اور سلجھا ہوا، پھر گھر کا بچہ ہے نظروں کے سامنے رہا، اپنے ہاتھوں میں پلا بڑھا کوئی بری عادت نہیں اس میں کوئی ناگوار بات نہیں۔"

"یہی تو سب سے بڑی وجہ ہے مما وہ اتنی خوبیوں میں گھرا اتنا ویل آف بندہ ہے جبکہ میں بے شمار خامیوں کا مجموعہ ایک بہت اچھے اور بہت برے بندے کا نباہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے بیٹی تم دونوں ایک ساتھ رہتے آئے ہو بچپن سے اب تک ایک دوسرے کو بخوبی جانتے بوجھتے ہو کون سا انجان ہو۔"

"یہ اپنائیت ہی تو سب سے بڑی ڈسٹربنس ہے، مما اسے پچھلے بیس بائیس سالوں سے دیکھتی آ رہی ہوں اور اگلے لاتعداد سالوں تک پھر دیکھوں، مما کیا کشش ہے اتنا تو دیکھا ہے اس بندے کو کہ دیکھ دیکھ کر دل اوب گیا۔" اس نے جواز پیش کیا۔

"اب تک تم کزن شپ کے حوالے سے ساتھ رہے ہو جبکہ آگے کا حوالہ بالکل مختلف ہے یہ جو میاں بیوی کا رشتہ ہوتا ہے یہ الگ توقعات والا ہوتا ہے اس کے لئے دونوں فریقوں کے جذبات و احساسات خود بخود بدل جاتے ہیں، کیونکہ اس کی اپنی ڈیمانڈز ہوتی ہیں۔"

"مما ہم شروع سے اکٹھے رہتے آئے ہیں بہت دوستی رہی ہے ہم میں اور جب سے یہ نیا رشتہ سامنے آیا ہے مجھے اس کے لئے خود کو تیار کرنا مشکل لگتا ہے اب تک تو میں اس تعلق کے لئے اپنی فیلنگز بدل نہیں سکی آگے کیا خاک بدلے گا، پھر بہت روڈ رویہ رکھنے لگا ہے وہ میرے ساتھ ہر وقت روک ٹوک ڈانٹ ڈپٹ اور خواہ مخواہ کا حاکمیہ انداز۔" وہ بدستور روٹھے انداز میں بولی تو شائستہ بیگم بے اختیار ہنس پڑیں۔

"سنو میری بیوقوف بیٹی اس کی ڈانٹ ڈپٹ کو نیگیٹو لی مت لو بڑا ہے وہ تم سے کئی سال، اگر کسی بات پر روک ٹوک کر دیتا ہے تو تمہارے بھلے کے لئے، ورنہ اس کی کوئی دشمنی تھوڑی ہے تمہاری طرف......"

"دشمنی تو نکلتی ہے مما، کاش وہ آپ کو بھی دکھائی دے جائے۔" وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

"اور روڈ ہونا بھی تمہارے وہم کا نتیجہ ہے ابھی تم حرکتیں بھی تو ایسی کرتی ہو کہ اسے روڈ ہونا پڑتا ہے ورنہ تم خود اچھی طرح جانتی ہو ہمارے پورے خاندان میں شہریار سے زیادہ خوش اخلاق اور نرم خو بندہ نہیں ہے۔"

"مما آپ اس کی دوغلی پالیسی کو نہیں جانتیں کتنا فراڈیا ہے میرے ساتھ بہت تلخ رویہ رکھتا ہے بلکہ دشمنی نکالتا ہے کوئی یہی نہیں بلکہ اس نے آپ کے پیچھے جب میں بیمار ہوئی تو مجھے تھپڑ بھی مارا تھا اتنے زور سے۔" اپنے تئیں وہ بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولی تھی، جبکہ جواباً شائستہ بیگم اتنے ہی تحمل انداز میں بولی تھیں۔

"معلوم ہے مجھے، شہریار نے سب بتا دیا تھا اور شکر کرو تمہارے پپا کو ریسٹ ہاؤس سے جانے اور تمہاری گمشدگی کا نہیں پتا ورنہ جو طوفان الحتام مچتا نہ پاتیں تم ہماری اکلوتی اور لاڈلی بیٹی ہو اور ہم نے تمہیں ہمیشہ بہت پیار دیا ہے مگر تمہارے ڈیڈی کا اولاد کے بارے میں ایک اصول ہے کہ کھلاؤ بے شک سونے کا نوالہ مگر دیکھو شیر کی آنکھ سے، جتنا تم اسے زچ کر چکی تھیں شکر کرو اس نے صرف ایک تھپڑ پر اکتفا کیا تمہارے پپا کو پتا چلتا تو جان سے مار دیتے۔" شائستہ بیگم سنجیدگی سے بولیں تو وہ دھک سے رہ گئی۔

وہ تو مما کی ہمدردی ابھار رہی تھی جبکہ شہریار یہاں بھی سرخرو ہو چکا تھا سب کی گڈ بکس میں ہونے کی وجہ سے اسے یوں یکدم ناپسندیدہ قرار دلوانا کافی مشکل کام تھا، جبکہ مما اس کے دلائل و منطق کی بھی خاطر میں نہیں لا رہی تھیں اور اس کے باوجود اسے یہ معرکہ سر کرنا تھا شہریار کی صورت گلے پڑا ڈھول بجانا اسے ہرگز گوارہ نہ تھا، وہ ہر صورت اس بندے سے جان چھڑانا چاہتی تھی مگر کیسے؟"

اب مزید کسی نئے طریقے کو سوچنے میں اس کا ذہن بھاگیں دوڑا رہا تھا۔

☆☆☆

نہ دو کسی کو اپنی زندگی کا اتنا حق محسن
کہ کچھ نہ رہے باقی اس کے روٹھ جانے سے

اس نے ہمیشہ یہی سوچا تھا کہ دوسروں کی توقعات پوری کرو مگر خود کسی سے توقع نہ رکھو اور بہت عجیب سی بات تھی کہ کسی بھی قسم کی امید اور توقع نہ رکھنے کے باوجود محبت نے اسے بے نشان راستے پر لا کھڑا کیا تھا یہاں مجبوریوں کا اتنا انبار تھا کہ بہت عام سے لہجے میں کہا گیا معمولی فقرہ بھی کانٹے کی طرح چبھتا تھا، وہاج کے الفاظ نے بھی اسے بہت تکلیف دی تھی، وہ صاف کہہ گیا تھا کہ ابھی وہ شادی کی پوزیشن میں نہیں۔

"کیا تھا جو دل رکھنے کو ہی تم ہامی بھر لیتے تمہیں معلوم ہونا چاہیے تھا وہاج زندگی میں بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں جب محبت قربانی مانگتی ہے، سہارا چاہتی ہے اور میری زندگی میں ایسا لمحہ آیا تو تم نے کیا کیا۔"

"مجھے چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو ترجیح دے رہے ہو حالانکہ مجھ سے محبت کے دعویدار ہو تم بس یہی محبت تھی جو ذرا سی آزمائش میں لڑکھڑانے لگی۔"

اور اس کے باوجود وہ اسے ہفتے بھر کا ٹائم دے آئی تھی ہفتہ بھر سے ہی وہ مسلسل غائب تھا، کیا سوچ رہا تھا کیا سوچ چکا تھا کیا طے کرتا تھا اس نے، کیا بتاتا وہ اسے؟ بہت سے خدشات، سوالات، واہمات تھے جو اریبہ کو پریشان کیے ہوئے تھے، آج اسے وہاج سے اپنے سوال کا جواب لینا تھا اور یہ جواب کیا ہو سکتا تھا یہ ایسی پریشانی تھی جو اذیت بن کر سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

اس وقت بھی اسی پریشانی میں گم ستا چہرہ سرخ اور سوجی آنکھیں کتاب پر جمائے وہ خالی الذہنی کے عالم میں یونیورسٹی کے انگلش ڈیپارٹمنٹ کے سامنے لان میں بیٹھی تھی، جب سامنے سے گزرتی طیبہ نے اسے دیکھا تھا کچھ حیرانی اور تاسف سے کتاب سامنے رکھے وہ مسلسل سوچوں میں گم تھی۔

''ہیلو اریبہ ٹھیک تو ہو تم۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ہوں تم کہو کیسی ہو۔'' اریبہ نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہوں تم بہت اداس اور خاموش بیٹھی ہو خیریت؟''

''بس ایگزامز کی ٹینشن ہے۔''

''تمہارے جیسی بریلینٹ سٹوڈنٹ کو ایگزامز کی کیا فکر، یہ تو ہم جیسے نکموں کا مسئلہ ہے، کوئی گھریلو مسئلہ ہے کیا؟'' طیبہ نے ٹھیک اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تھا اریبہ نے اضطراری انداز میں انگلیاں مسلیں۔

''مجھے تمہارے معاملے میں انٹرفیئر نہیں کرنا چاہیے لیکن مخلص ہمدرد کے طور پر میں تم سے کچھ پوچھ لیتی ہوں تو برا مت ماننا۔'' طیبہ نے کہا تو اریبہ نے چونک کر دیکھا تھا پھر دھیرے سے بولی۔

''بس یار کچھ سمجھ نہیں آتا کیا کروں، امی کی بیماری ربیعہ جویریہ کا کالج سٹارٹ ہو رہا ہے اگلے ہفتے سے ان کے اخراجات پھر گھر کا خرچ میرا ادھورا ماسٹرز......''

''میں نے تم سے کہا تھا وہاج سے بات کر کیونکہ ملازمت یا شادی تم یہی دو حل نکال سکتی ہو۔''

''میں نے کہا تھا اس سے وہ کہتا ہے ابھی اس پوزیشن میں نہیں کہ شادی کر سکے۔''

''اور تم...... تم نے اپنی پوزیشن نہیں بتائی اسے۔''

''جانتا ہے سب پھر بھی میں نے ہر بات اس کے سامنے رکھ کر پوچھا تھا۔''

''پھر؟'' طیبہ نے بغور اسے دیکھا۔

''نہیں مانا جوان بہنوں کی موجودگی میں وہ اپنے لئے چوائس نہیں کر سکتا۔'' بتاتے ہوئے اریبہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے جھلملانے لگے۔

''محبت کا دعویٰ ہے تم سے اور منگیتر ہے تمہارا اس پر سگا خالہ زاد تم سے محبت اور تمہارے مسائل سے چشم احترازیوں تو کھو دے گا وہ تمہیں۔'' اس کے تلخ و سفاک تجزیے پر اریبہ کو شدید رونا آنے لگا۔

''اگر وہ تم سے فیئر ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے بہت دفعہ کسی بہت اپنے کے لئے خلاف فیصلے بھی کرنا پڑتے ہیں، جاب تو وہ تمہیں کرنے دیتا نہیں پھر دوسرا واحد حل شادی رہ جاتا ہے اور اس کے لئے وہ تیار نہیں This is not fair areeba تم اس سے پھر ملو فائنل بات کرو۔'' وہ کچھ بولی نہیں بس آنکھیں مسلتے ہوئے سر جھکا گئی۔

''دیکھو میری دوست یہ زندگی ہے اور زندگی یوں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھے رہنے سے نہیں گزرتی آج کل مہنگائی کا عفریت عروج پر ہے چار کمانے والے دو کھانے والے ہوں تب بھی مشکل سے ٹائم پاس ہوتا ہے تم تو پھر اکیلی کفیل ہو اپنے گھر کی، تم تنہا کیا کیا کرلوگی بنا کسی مضبوط سہارے کے بجھو تم بھیڑیوں کے جنگل میں کھڑی ہو، اگر اسے تم سے محبت ہے وہ تمہارا خیر خواہ ہے تو عملی طور پر ساتھ دے ورنہ تم ابھی سے راستے الگ کرلو تمہارے اتنے مشکل حالات میں وہ اپنے آپشنز دیکھ رہا ہے تو آگے کی توقع بے سود ہے۔'' اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے طیبہ بہت سنجیدگی اور تشویش سے بولی تھی اور اریبہ صرف سر ہلا سکی اثبات میں۔

''آؤ تمہیں کینٹین لے چلوں، مجھے لگتا ہے یونیورسٹی بھی خالی پیٹ چلی آئی ہو شکل پر زردی کھنڈر ہی ہے اٹھو شاباش۔'' طیبہ نے کہا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ گئی کہ آئی واقعی بھوکی تھی اور اب برا حال تھا بھوک سے اور کلاسز آف ہونے پر وہ یونیورسٹی سے نکلی تو پارک کے اسی گوشے میں چلی آئی یہاں ہفتہ پہلے وہاج کے ملی تھی، اس کے پہنچنے کے چند منٹ بعد وہاج چلا آیا تھا خلاف توقع بہت سنجیدہ و خاموش۔

''کیا سوچا پھر تم نے۔'' اریبہ نے اس کی خاموشی سے اکتا کر پوچھا۔

''یہ مشکل ہے اریبہ بہت مشکل میں۔'' وہ ذرا ہچکچایا تو اریبہ نے چونک کر دیکھا۔

''آج کل کی مہنگائی میں دال روٹی مشکل ہے پھر یہ شادی کرنا اضافی اخراجات اٹھانا آسان نہیں۔''

اگرچہ اریبہ کو انہی الفاظ کی توقع تھی مگر پھر بھی وہاج کے منہ سے سب سنتے ہوئے وہ ششدر و متاسف اسے دیکھتی رہ گئی۔

''میں ٹیوشنز سٹارٹ کرلوں گی ہم مل کر ایک دوسرے کو سپورٹ کرلیں گے مجھے صرف مردانہ حصار و تحفظ چاہیے وہاج اس کے لئے میں ہر حال میں ہر مشکل و تنگی میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔''

''اریبہ کہا ناں شادی ابھی نہیں، خالہ کی دوائیں رہا یہ مسئلہ تو ان کے علاج کی میں حسب مقدور کوشش کروں گا باقی تم لوگوں کے اخراجات جس قدر ہوئے میں پورے کرتا رہوں گا ٹھیک ہے نا۔''

وہ کیا بولتی وہ تو اتنے بڑے دکھ کا شکار تھی جس سے نکلنا محال تھا، اپنے سامنے بیٹھے وہاج حسن کی باتیں اس کے دکھ، وہاج کا سکون اریبہ کی اذیت اس کی آنکھیں جھلملانے لگیں۔

''یوں مت کہو وہاج، ایسے اگر سب ہوتا تو میں تم سے یہ بات نہ کرتی۔''

''اوہو اریبہ، ایک بات کو پکڑ کر مت بیٹھ جایا کرو اتنا شوق کیوں ہے تمہیں شادی کا۔'' وہ تختی سے بولا تو اریبہ کو شدید تاؤ آ گیا۔

''یہ شادی کا شوق نہیں ہے مجبوری ہے اور مجبوری میں تو مردار بھی حلال ہوتا ہے، پھر چھ سات سال لگ جائیں گے تمہاری بہنوں کے رشتے شادی ہوتے اتنے سال حالات کے ستم سکی

کیا میں بوڑھی ہوتی رہوں گی۔'' وہ کھولتے ہوئے بولی۔

وہ جبڑے بھینچ کر بے تاثر انداز میں اسے دیکھا۔

''یہ حالات کا تقاضا ہے، آج تم سمجھنے کی کوشش کرو، تم پہ یوں دباؤ ڈالنا مجھے بھی اچھا نہیں لگتا اور یوں تمہاری بہنوں کے ہوتے صرف اپنا سوچنا بھی میری سرشت نہیں مگر حالات نے میری سوچوں، خیالوں، خوابوں تک کو بدل ڈالا ہے، اب جبکہ ہر طرف سے دکھ مجبوریاں راستہ روکے کھڑے ہیں تو مجھے صرف تم نظر آتے ہو۔'' بھرائے لہجے میں بولتی وہ بہت شکستہ اور تھکن زدہ لگ رہی تھی۔

''اریبہ مجھے تم سے محبت ہے بے حد بہت زیادہ، اور مجھے وہ جادو نہیں آتا جسے پڑھ کر تمہارے سب حالات ٹھیک کر دوں اور تم سمجھنے کی کوشش کرو میں فی الحال تمہاری خواہش پوری نہیں کر سکتا۔''

''تو پھر میں کیا کروں؟'' اس کی آنکھوں میں دھند اترنے لگی۔

''تم انتظار کرو۔'' وہ سنجیدگی سے بولا

''اور حالات نہ کنٹرول ہوئے یہ انتظار سوہان روح بننے لگا تو......''

''تو پھر بے شک اپنے لئے بہتر راستہ چن لینا تمہیں اختیار ہے۔'' وہ خشک لہجہ میں بولا اور اریبہ یک لخت پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھنے لگی جو ایک پل کو اسے دیکھ کر نظریں پھیر گیا اریبہ کا جی چاہا ایک زناٹے دار تھپڑ اس شخص کے منہ پر دے مارے جو اس کی محبت کا مذاق بنا گیا تھا۔

''یہ اختیار تم نے پہلے کیوں نہ دیا جب محبت کے خواب دکھا کر مجھے اس راہ پر لا رہے تھے میرے جذبات و احساسات کو استعمال کر کے مجھے راستے چننے کا مشورہ دیتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے، مجھ سے محبت رچا کے خواب دکھا کے منگنی کر لی۔''

''غلطی تھی وہ میری۔'' وہ آرام سے بولا۔

''اگر مجھے معلوم ہوتا تم اپنے حالات کا بہانہ بنا کر یوں تنگ کرنے پر پریشرائز کرنے لگو گی تو کبھی منگنی نہ کرتا۔'' کہہ کر وہ رکا نہیں تھا اریبہ کو یک لخت یوں لگا وہ آسمان سے زمین پر پٹخ دی گئی ہے، دکھ کی تمازت دل میں اتری تھی کہ وجود آنسو در آنسو ہو رہا تھا اور روح زلزلوں کی زد میں تھی۔

☆☆☆

وہ تاشی کے ہمراہ لائبریری جا رہی تھی تیمن سکنیز کے زمین دوز راستے سے پیدل چلتے ہوئے وہ باہر نکلیں تو چاینا چوک کے وسیع و عریض چبوترہ پر رک گئیں جو پودوں اور پھولوں سے مرصع تھا جشن جمہوریہ کی تقریبات کے حوالے سے یہاں پھولوں کی مدد سے قائدین کے اقوال زریں تحریر تھے، ایک دیوہیکل مور کا مجسمہ بھی موجود تھا جبکہ چبوترے پر ایک بلند خوبصورت پرانگ کا مینار ہے جس پر بھورے رنگ کے نقش و نگار بنے بہت دلکش منظر پیش کر رہے تھے، ماریا قریب پہنچ کر خاصی حیرت زدہ ہوئی کیونکہ یہ بلند مینار جھاڑیوں کو تراش کر بنایا گیا تھا اور اس کو دیکھ کر خاصی محظوظ ہوئی اسی طرح لاتعداد عمارتوں اور احاطوں سے گزرتے چینی طرز ظرف کاری کی طرح سرامکس کا کام بھی نہایت اعلیٰ درجے کا نظر آ رہا تھا، عمارات کی دیواروں چھتوں فرشوں پر چینی ٹائیلوں کے دل موہ لینے والے ڈیزائن توجہ کھینچ رہے تھے۔

اور کتب خانوں کے اطراف میں پتھروں کی دیدہ زیب ترتیب سے ایسے اعلیٰ باغات بنائے گئے تھے کہ پاس سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

اسی طرح بدھ مت کے عبادت گزاروں کے بڑے بڑے دھات کے آتشدان بھی جگہ جگہ نظر آئے۔

مطلوبہ کتابیں ایشو کروا کے وہ باہر آئیں تو تاشی نے اسے فرائی فش اور چپس کا لنچ کروایا۔

''ان کتابوں سے تم بہت کچھ لے سکتی ہو اپنے ریسرچ ورک کے لئے مگر ایک بات ہے بدھ مت کے عقاید اور آج کے اس مذہب کی رسومات و نظریات کافی مختلف ہیں، تم انٹرنیٹ پر ان کے بارے میں موجود مواد سے مدد لے سکتی ہو۔'' تاشی نے کہا تو ماریا بولی۔

''ایسا نہیں لگتا کہ یہ بہت خاموش ترین مذہب ہے۔''

''صدیوں تک مراقبے میں خوابیدہ رہنے کے بعد یہ خاموش ترین مذہب جاگ اٹھا ہے بدھ مت کا روحانی فلسفہ اپنی نشاۃ ثانیہ کے موڑ سے گزر رہا ہے، مثلاً بدھ اکثریت والے ملک سری لنکا، جنوبی تھائی لینڈ، تائیوان اور اپنی جنم بھومی ہندوستان میں یہ اپنی تحریکوں ''زوجی تحریک'' ''بھی مسلک، بھرما آرمی اور ویت نام میں، انگیجڈ بدھ ازم موومنٹ، عسکریت پسند یا در سیاسی فعالیت کے طور پر سرگرم ہے۔''

''مگر عدم تشدد کے فلسفے کا پرچار کرنے والا یہ مذہب تشدد مخالف اور سیاست سے بیزار نہیں۔''

''میں نے تمہیں بتایا نا کہ گوتم بدھ کی تعلیمات اور آج کے بدھ مت میں بہت تضاد ہے، بدھ ازم کا یہ شدت پسند اور آمادہ پیکار رجحان تھائی لینڈ سے ابھرا یہاں مشتمل آبادی میں سے نوے فیصد بدھ مت کے پیروکار ہیں اور ایک چھوٹے سے فرقے ''سانتی اشوک'' نے ملکی سیاست میں کلیدی کردار ادا کیا۔'' تاشی نے بتایا۔

''بدھ ازم کی مادیت مخالف اور جنسی فعل سے باز رہتے راہبانہ طرز زندگی گزارنے والی اصلاح کیسے بنی؟'' ماریا نے پوچھا۔

''یہ تبدیلی اس لمحے آئی جب بیش قیمت ملبوسات پہنتے شاہانہ زندگی گزارتے سدھارتھ کے دل میں اس خیال نے گھر کر لیا کہ عیش و عشرت پر مبنی طرز زندگی اسے خوشی دینے سے قاصر ہے بلکہ یہ شاہی بود و باش اس کے لئے اضطراب اور ذہنی دباؤ کا باعث بن گیا ہے یہ خیال اسے شاہانہ طرز حیات عوامی شب و روز سے نقل مکانی کرنے پر مجبور کر کے روحانیت اور مراقبوں کی گپھا میں لے گیا۔''

''میرے خیال میں چین میں بھی اس مذہب کو آسانیاں فراہم ہیں اور ماضی کے پیش نظر موجودہ وقت میں بدھ مت کی فعالیت بہت زیادہ ہے۔'' ماریا نے خیال ظاہر کیا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو اور اس کی وجہ ایک بدھ راہبر ''چینگ ین'' کی کوششوں سے بن کر اٹھنے والی زوجی تحریک ہے جو ایشیاء کے تمام ممالک میں امداد تقسیم کرنے والے اداروں میں موثر ترین سمجھی جاتی ہے پریشان حال لوگوں کی بحالی اور امداد کے لئے سرگرم اس تنظیم کے کارکنان اپنے

یونیفارم اور انسان دوست رویے، خدمات کی بناء پر نیلے فرشتے کہلاتے ہیں، یہ تنظیم اپنے ٹیلی ویژن چینلز اور مطبوعات کے ذریعے عوام کو بے غرضی پر مبنی طرز زندگی کی تعلیم دیتی ہے۔" تاشی اسے مفید معلومات پہنچا رہی تھی۔

''زوچی کے غیر سیاسی کردار نے اسے چینی قیادت کی نظروں میں بے ضرر بنا دیا ہے، چنانچہ یہ تنظیم چینی سرزمین پر اپنی سرگرمیاں بلاخوف وخطر جاری رکھنے کے ساتھ چین کے دیہات اور دیگر پسماندہ علاقوں جیسے صوبہ Guizhou میں متعدد اسکول اور نرسنگ ہوم قائم کر چکی ہے اور متعدد دیہات میں صاف پانی فراہم ہو چکا ہے۔''

بدھ مت کے عقائد اور موجودہ بدھ تحریکوں کا ابھار وہ تاشی سے بہت تفصیلی معلومات سن رہی تھی اس موضوع، مذہب پر اور تبھی اسے وہ پمفلٹ بھی یاد آیا جو ایک مشنری نے راہ چلتے تھما دیا تھا جس پر ''شوشو بدھ مت'' کے متعلق کچھ لکھا تھا ہوٹل واپس آکر ماریا نے وہ پمفلٹ اپنے سامان سے تلاش کر کے نکالا اور اس کی نگاہیں اور ذہن بدھ مت پہ غور وفکر میں مشغول ہو گئے۔

پھر وہ بدھ مت سے متعلق تحقیقی ومعلوماتی داد پر مبنی کتابیں دیکھنے لگی، گوتم کی تعلیمات میں اسے کشش محسوس ہو رہی تھی۔

وہ گوتم جس نے عظیم الشان سلطنت کا ولی عہد ہوتے ہوئے تخت وتاج کو تج کر اپنی زندگی میں سادگی کو اپنایا اور زندگی گزارنے کے لئے اعتدال پسندی کا انتخاب کیا، اگلے دن اس نے ایک بدھ مرکز ڈھونڈ لیا اور اس مذہب کا سراغ پانے میں کھوئی، وہ فرقہ ''مہایان'' کی پیروکار بنی جس کے معنی ہیں ''عظیم گاڑی'' اس دوران میں ''ہنتی یا وجرایان'' فرقے سے متعارف ہوئی جس کا لغوی مفہوم ہے ''ہیرا گاڑی'' جو تمام رکاوٹیں پار کرتی چلی جاتی ہے۔

یہودیت اور عیسائیت جیسے وحدانیت کے منکر مذاہب سے بیزار ہونے کے بعد خدائے مطلق کی تلاش میں وہ بدھ مت کی طرف مائل ہوئی تو اسے معلوم ہوا یہ مذہب سے زیادہ فلسفہ حیات ہے، نری روحانیت اور مراقبوں پر مبنی اس مذہب میں جرم اور گناہ وسزا کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، ہر بات سبب اور نتیجہ ہے عمل اور رد عمل ہے، انسان اپنے اعمال کے لئے بڑی حد تک ذاتی طور پر ذمے دار ہے، وہ خود اپنا جج اور منصف ہے، اس کے باوجود وہ اس مذہب پر عمل پیرا ہو گئی اور بتوں کے آگے جھکنے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ دیوتاؤں کے نمائندے ہونے کے بجائے مہاتما بدھ کی فطرت کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔

گوتم کی تعلیمات میں روح کا تصور نہیں تھا پھر گوتم نے انسان کے بار بار جنم لینے کا عقیدہ ہندو دھرم سے قبول کیا تاہم روح کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے کرم کا نظریہ پیش کیا، بدھ مت کے مطابق فلاح کے راستے پر چل کر ہی انسان بار بار جنم لینے کے عذاب سے آزاد ہوتا ہے گوتم کی تعلیمات کو بہتر طور پر سمجھنے اور سیکھنے کے لئے جب وہ فرقہ ''واجریان'' کے اندر گہرائی میں گئی تو اسے درجنوں دیوی دیوتاؤں، پیچ در پیچ مذہبی رسوم، مشکل وظائف الاپنے کے لئے طویل منتروں اور تبتی زبان سے واسطہ پڑا۔

جبکہ کرامات دکھانے کے لئے مافوق الفطرت طاقتوں کا حصول گوتم کے لئے ناپسندیدہ تھا گوتم

کے ایک بھکشو نے کرشمے کے بارے میں سوال کیا تو گوتم نے کہا۔

''ایک گناہ گار شخص کا حقیقی روشنی کا حصول راہ راست پر آجانا اور انا کو ترک کر دینا ہی حقیقی کرشمہ ہے۔''

بدھ مت کی روایتوں کے مطابق گوتم اور جین مت کے بانی مہاویر ایک ہی دور میں بہار میں تبلیغ کیا کرتے تھے، مہاویر نے خود کو اپنے سلسلے کا آخری نجات دہندہ قرار دیا تھا، جبکہ گوتم نے خود کو محدود کیا نہ منفرد ہونے کا دعویٰ کیا، بلکہ یہ عظیم پیغام دیا کہ دنیا میں ہر کوئی بدھ ہو سکتا ہے اور ماریا اس بیان کو بہت اہمیت دے رہی تھی اس کے مطابق ایسا مقدس بیان کوئی حقیقی بدھ ہی دے سکتا ہے۔

وہ بدھ مرکز متواتر جانے کے ساتھ مراقبہ پر مشتمل معمول کی مشقیں بھی انجام دینے لگی جو اسے ذہنی سکون اور خلفشار سے نجات دے رہی تھیں۔

حالانکہ اپنے کمرے میں بدھ مت کے مجسمے اور اس کی گوتم بدھ میں دلچسپی وتحقیق کیتھرین کے ساتھ پورے وفد کے لئے خاصی ناپسندیدہ تھی اور وہ واضح طور پر اپنی ناگواری کا اظہار بھی کر رہے تھے مگر ماریا کو کسی سے سروکار نہ تھا اسے صرف اپنے اضطراب کا حل اور ذہنی سکون چاہیے تھا خواہ وہ کسی فرقے و مذہب سے ملے اور وہ سب کی خفگی کے باوجود بدھ مت کو اپنانے اور سیکھنے کی جستجو میں پاگل ہو رہی تھی اس کا سارا دن بدھ مت کے لئے وقف ہوتے گزرتا تھا۔

☆☆☆

اسے نہیں معلوم تھا کہ مما سے بحث کا نتیجہ کیا نکلے گا باوجود اس کے وہ جانتی تھی شہریار کے لئے کچھ بھی کہتے ہوئے بہت سے ٹھوس اور مضبوط دلائل کا ہونا ضروری ہے اور شائستہ بیگم شہریار سے اس کی اکتاہٹ اور بیزاری کو ہمیشہ شرم وحیا سمجھتی تھیں مگر جو گستاخی وبدتمیزی وہ اب کرنے لگی تھی وہ اس کے لب ولہجے سے پہلے کبھی نہیں جھلکی تھی اور اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے شائستہ بیگم نے یہ معاملہ جلد از جلد نپٹانے کا طے کر لیا تھا اور اپنے قریبی عزیز واقربا کو انہوں نے ویک اینڈ پر دعوت ڈنر میں مدعو کر لیا تھا سعدیہ اور شہریار کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کو۔

سعدیہ کو یہ خبر ملی تو گھریلو ملازمہ سے جو ماربل لگے چکنے فرش کو پانی سے دھو کر چمکا رہی تھی اور ساتھ بڑے مگن انداز میں ''ڈھولکی بجاؤ گوریو'' گنگنا رہی تھی۔

''خیر تو ہے رجو یہ صبح صبح سریلی گنگناہٹیں، شادی وادی تو نہیں ہو رہی تمہاری۔'' سعدیہ نے ناشتہ کرتے ہوئے شرارتی انداز میں پوچھا۔

''ہائے بی بی جی کیا بات کہہ دی، ہمارے مقدر تو ابھی ٹھنڈے ہیں۔'' وہ افسردگی سے بولی تو سعدیہ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

''تو گرم کس کے ہو رہے ہیں؟''

''ہائے بی بی اتنی خوشی کی خبر آپ کو نہیں پتا آج بیگم صاحبہ نے بہت سے لوگوں کو بلوایا ہے آپ کی شادی مطلب رخصتی والا معاملہ نپٹانے کو تاریخ رکھنی ہے جی آپ کی۔'' سعدیہ کا منہ تک جاتا ہاتھ بے اختیار رکا اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس کے آس پاس دھماکے سے ہونے لگے تھے

اور چہرے کا رنگ پل میں بدل گیا تھا۔

بنو کی آئے گی بارات
رنگیلی ہوگی رات
مگن میں ناچوں گی

رجو پانی والا پائپ پکڑے گنگنا رہی تھی اور اسے اپنے دل میں درد کی لہریں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں، وہ ناشتہ چھوڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور سیدھی اس دشمن جان کے کمرے میں جا پہنچی۔

''یہ میں کیا سن رہی ہوں۔'' وہ آتے ہی مشتعل سی بولی تو اپنی شرٹ کے کھلے بٹن بند کرتا شہریار ناگواری سے بولا تھا۔

''تمہیں تمیز نہیں کسی کی بیڈروم میں کیسے داخل ہوتے ہیں۔''

''اور تم جو سب سے برے طریقے سے بدتمیزی کرتے میری زندگی میں داخل ہو رہے ہو اور تم نے یہ بہت غلط فائدہ اٹھایا ہے میری نرمی کا، تم نے یہ سوچ کیسے لیا شہریار کہ میں تم سے شادی کروں گی۔'' وہ مارے غصے کے بات ادھوری چھوڑ کر اسے غصہ و ناگواری سے دیکھنے لگی جبکہ شہریار اسے خفیف سے سنجیدگی کے ساتھ تمتماتے دیکھ رہا تھا۔

''تم انکار کر دو ورنہ بہت پچھتاؤ گے۔'' وہ مٹھیاں بھینچتی ہوئی بولی۔

''یہ فیصلہ میرا نہیں میرے بڑوں کا ہے اور میں ابھی اتنا بدتمیز نہیں ہوا کہ اپنے بڑوں کے مقابل آؤں پھر انکار تم کو کرنا چاہیے اعتراض تم کو ہے مجھے نہیں۔'' وہ اتنے آرام و سکون سے بولا کہ سنعیہ کو اپنے دماغ کے تار جھنجھناتے محسوس ہوئے۔

''یہ فرمانبرداری کے ڈرامے کھیلتے، فریب اپنا کے، تم کیا سمجھتے ہو خود کو، یوں کیا سب کو اسیر کر لو گے کیا، دکھانا چاہتے ہو تم اپنی ان حرکتوں کے ذریعے۔'' وہ چیخ کر بولی۔

''میرا ہر عمل میرا ہیڈک ہے تمہارا نہیں تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ اسی سکون سے بولا تو سنعیہ کو بے تحاشا اشتعال آنے لگا۔

''میری زندگی میں تم اپنے عمل سے اذیت بھرنے جا رہے ہو میں کیسے نہ اسے اپنا مسئلہ سمجھوں۔'' وہ غصے کی انتہا پہ تھی جبکہ شہریار خود کو معتدل رکھنے کے لئے ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

''تم نے انکار کیوں نہیں کیا ماما پپا کے آگے، اس سلسلے کو ختم کرانے کے لئے جبکہ تم میرے گریز سے واقف تھے۔''

''سنعیہ یہ میری زندگی ہے اور میں اپنی زندگی کے لئے وہ کرتا ہوں جو بہتر سمجھتا ہوں اینڈ ڈیٹس اٹ۔'' اس کا بازو پکڑ کر وہ جھٹکے سے بولا تو سنعیہ کو دھچکا سا لگا تھا، وہ اسے بے ساختہ دیکھتی رہ گئی جو سخت لہجہ میں کہہ رہا تھا۔

''تمہیں جو کہنا ہے اپنے پیرنٹس سے کہو مجھ سے الجھنے کی کوشش بے سود ہے کیونکہ میں جو فیصلہ کرتا ہوں بدلتا نہیں اور ویسے بھی مجھ سے مدد طلب کرنا یا میرا احسان اٹھانا تم یقیناً پسند نہ کرو گی کہ آخر دشمنی نبھانے کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔'' وہ سرد لہجہ میں بولتا جیسے ہی آخر میں استہزائیہ الفاظ بولا تو سنعیہ کو لگا اس کی قوت گویائی سلب ہوگئی ہے، وہ بہت ڈھیلے قدموں سے اس کے بیڈ

روم سے باہر نکلی، شہریار جیسے گھاگ اور وہ ٹلے انسان سے نپٹنا یقیناً اس کے بس میں نہ تھا مگر کوئی اور تھا بھی تو نہیں جس سے وہ اپنے لئے مدد طلب کرتی۔

کتنا الجھ گئی تھی زندگی ذہن مارے خلفشار کے شل ہو رہا تھا کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہ تھا دماغ، نہ اس وقت بحث اور جھگڑا کرنے کی ہمت تھی اس میں، زندگی عجب دوراہے پر آ کھڑی ہوئی تھی پھر یکلخت صبا کا خیال آیا تو اپنے وحشت زدہ دل کو سنبھالتی وہ اس کی طرف جانے کو نکلی تو خوشبوؤں میں بسا بہتا بچی ڈریسنگ میں ملبوس وہ والٹ اور موبائل فون جیب میں رکھ رہا تھا سنعیہ کے اعصاب بوجھل سے ہوئے تھے اور وہ تیزی سے لاؤنج پار کرتی کار پورچ میں آ گئی۔

اتنی صبح اسے دیکھ کر صبا نے قدرے تحیر و تعجب سے نگاہیں سکیڑیں، سنعیہ گاڑی سے نکلتے ہی اس کے گلے لگتی چیکوں پیکوں رونے لگی۔

کتنا شکستہ اور ٹوٹا بکھرا وجود لگ رہا تھا اس کا صبا نے بے ساختہ تشویش سے پوچھا۔

''سنعیہ کیا ہوا کیوں اتنا رو رہی ہو۔''

''صبا! وہ مجھ سے باقاعدہ شادی کر رہا ہے یہ جاننے کے باوجود کہ میں اسے کتنا ناپسند کرتی ہوں اور مما کو بھی اس کا علم ہے اس کے باوجود میرے ساتھ مل ملا کر ظلم کیا جا رہا ہے۔''

''سنعیہ یہ تو ہونا ہی تھا آخر کو تم منکوحہ ہو اس کی اور پھر محبت کرتا ہے وہ تم سے پگلی یہ تو خوشی کی بات ہے تم اتنی لکی ہو کہ شہریار جیسے بندے کی بیوی بن رہی ہو جو بلاشبہ شاندار اور کامیاب ترین بندہ ہے۔''

''صبا اس کی محبت یکطرفہ ہے اور یکطرفہ محبت کے لئے میں خود کو داؤ پر نہیں لگا سکتی۔'' صبا گہری سانس بھر کے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھ کر رہ گئی۔

''تم نہیں جانتیں بہت برا ہے وہ، پکا ایکٹر اپنا امیج بنائے رکھنے کا فن آتا ہے اسے در حقیقت ویسا نہیں ہے وہ جیسا خود کو ظاہر کرتا ہے۔'' وہ بھرائی آواز میں بولی۔

''سنعیہ یہ باتیں نری جذباتیت اور بیوقوفی ہیں محض ریزرو ہونے پر تم ان کو اتنا ذہن پر کریڈٹ کرو نہ اپنی موڈی و ضدی طبیعت کے پیچھے لگ کر اس بات کو اتنا سیریس لو۔'' صبا بہت نرمی اور رسان سے سمجھاتے ہوئے بولی۔

''صبا یہ میری زندگی کا مسئلہ ہے میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ......'' وہ بے بسی سے لب کاٹتی رو پڑی۔

''دیکھو دوست یہ اپنی سمجھ کر تم ذرا کو ہی استعمال کیا کرو کیونکہ ایسے زندگی اجیرن ہو رہی ہے تمہاری اور کچھ نہیں اور اگر معاملہ یکطرفہ ہے تو الجھنوں اور پریشانیوں میں گھرنا کیا معنی رکھتا ہے شادی تمہیں کسی سے تو کرنا ہے تو پھر شہریار سے کیوں نہیں؟''

''وہ یہ شادی صرف مجھے زچ کرنے تڑپانے اور تنگ کرنے کو کر رہا ہے، محض مما پپا کی بات رکھنے کو ان کے احسانوں کا بدلہ اتارنے کو ورنہ محبت تو بہت دور کی چیز ہے اسے مجھ سے ذرہ بھر ہمدردی بھی نہیں۔'' وہ جس قدر سنجیدگی اور دکھ سے بولی صبا کو اسی قدر اپنا دل کٹتا محسوس ہوا کچھ بھی تھا آخر وہ اس کی اکلوتی اور بہترین دوست تھی۔

''سعدیہ میری جان تم ریلیکس کرو، سکون دو خود کو، میں شہری بھیا سے بات کرتی ہوں اگر واقعی وہ محض مما پا کو فرمانبرداری دکھانے یا تم سے بدلہ چکانے کو شادی کر رہے ہیں تو آئی پر اس میں یہ رشتہ ختم کرا دوں گی لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو تمہیں رخصتی کروانا پڑے گی، کیونکہ انکار کا پھر کوئی جواز نہ رہے گا تمہارے پاس۔'' صبا سنجیدہ اور ہمدردانہ انداز میں بولی تو وہ بے اختیار اثبات میں سر ہلا کے اس کے شانے سے لگ گئی ورنہ مما سے تو امید ختم ہو چکی تھی کہ وہ شہریار کے خلاف کچھ سننے ماننے کو تیار نہ تھیں فرشتہ سمجھتی تھیں اسے اور اس فرشتے کی شیطانگی صرف وہ اکیلی جھیل لیتی مگر کیوں، اسے اپنی زندگی تباہ کرنے کا کوئی شوق نہ تھا۔

☆☆☆

میری عمر کی لڑکیاں
عجیب ہوتی ہیں
حسین راجکماروں کے
خواب دیکھتی ہیں
پرائی آنکھوں کے
عذاب جھیلتی ہیں
میری عمر کی لڑکیاں
عجیب ہوتی ہیں
شیشہ احساس پر
آرزو پروتی ہیں
جب کتاب آرزو سے
کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی
تو پھر روتی ہیں

وہ اسے بھیگی نگاہوں سے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ منظر سے اوجھل ہو گیا، اس کے جاتے ہی گویا ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تھا، وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی، محبتوں کا موسم رخ بدلنے لگا تھا وہ جو وا ہموں، خدشات میں پستی مفلسی و بے بسی سے ڈری اپنے دل کو حوصلے دیا کرتی تھی اب صحیح معنوں میں ہمت ہارنے لگی تھی، وہ وہاج حسن سے محبت کرتی تھی بنا کسی کھوٹ و ریا کے اور یہ محبت اس کے ہر انداز سے عیاں تھی، پھر وہاج حسن بھی اس پر فدا تھا وہ دونوں بچپن سے ایک دوسرے کو سمجھتے تھے اپنے تمام مسائل شیئر کرتے تھے اور اریبہ نے تو اس وقت بھی راہ بدلنے کا نہ سوچا تھا جب وہاج بے روزگار تھا اس کے سینکڑوں مسائل تھے اور خود وہ لوگ اچھے خوشحال تھے، مگر ایسے نامساعد وقت میں بھی وہ اسے سوچتی بہت آرام سے جیتی آئی تھی پھر اس کے نام کی انگوٹھی پہنتے ہی زندگی بے حد مکمل اور خوبصورت لگنے لگی تھی، خواہ حالات کچھ سے کچھ ہوئے مگر کوئی غم یا خدشہ وہاج کے حوالے سے قریب نہیں پھٹکا تھا پھر اب وہاج کے یہ اجنبی تیور اور قطع تعلق کے مشورے، راستہ منتخب کرنے کی صلاح اس کی اتنی محبتوں کے باوجود کتنی آسانی سے سب کہہ گیا تھا، جبکہ وہ اس کے

میں سوچا بطور ایک انسان کے یا کزن کے تم کیسے ہو مجھے پرکھنا آیا ہی نہیں ورنہ حوصلہ یوں نہ ٹوٹتا، ایک لمحے میں سارے خواب وجواں نہ ہوتے آج دل ٹھہرنے کا موسم چلا گیا، دل کے پہلوؤں کو جھوٹی تسلیاں بھی نہیں کہ کام چلا لوں۔'' اس کی شربتی آنکھوں سے کتنے آنسو نکلتے گئے۔

دل ایک ضدی و خودسر بچہ جس سے نبرد آزما ہونا یا سمجھانا کتنا مشکل تھا مگر وہاج حسن یہ محاذ بھی آسان کر گیا، اپنی تضحیک و تذلیل پر رونا آئے جا رہا تھا، اسے جا کر تھی وہ اور اس کی زندگی میں کیا حیثیت تھی اس کی نہ جانا نہ شناسا۔

اور وہ کتنی کم ہمت تھی جسے نہ آگے بڑھنے کا یارا تھا نہ پیچھے پلٹ جانے کا اور اک بس پانی سے بھری آنکھیں لئے اپنی زندگی کو جھنڈا اتے دیکھ رہی تھی۔

حالات مزید بگڑنے کے خدشے، امی کی بیماری مزید بڑھتا اریبہ جویریہ کی فیسیں اور شہباز کا مقدر وہ کتنے خوف اور بے بسی میں تھی جبکہ زمانے کے ساتھ اپنوں کے تیور بدل گئے تھے وہاج کی توجہ ہٹ گئی تھی اس کا رویہ یکسر بدل چکا تھا وہ تلخ و دوٹوک الفاظ استعمال کرنے لگا تھا اور آگے کیا کرتا یہ اریبہ نہیں جانتی تھی مگر موجودہ واقعہ نے اسے سمجھا دیا تھا، وہ اب وہاج سے ہر بات ہر شے ہر رویے کی امید کر سکتی تھی، جو ہو چکا تھا کافی تھا آگے کی بہتری کی امید بے سود تھی۔

وہ اس کے تلخ لہجہ سلگتی نگاہیں اور درشت رویے کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی، خاص کر ایسے حالات میں جب اس کے ہاتھ کچھ نہ تھا اپنوں سے پرے بیگانوں سے دور ہو کر مصلحت کی انگلی تھامنا حالات کو اپنے بس میں کرنا بہتر تھا، وہ وہاج سے محبت کرتی تھی اس کے رویے و انکار کے باوجود خود کو بری طرح جلتی سن کر بھی چاہت سے انحراف نہیں کر سکتی تھی، نہ اس سے مزید بدمزگی چاہتی تھی۔

ہاں تن تنہا اپنے لئے اپنی بہنوں کے لئے ماں کے لئے جو ہو سکتا خود کرتی کسی کی مدد یا ہمدردی کا سوچنا نری بیوقوفی تھی یہ عقدہ اب کھل چکا تھا، سو یہ کام اپنے طور پر اپنے حوصلے مجتمع کر کے کرنا تھا۔

وہاج حسن شاید بھول چکا تھا کہ وہ کبھی اس لڑکی کے سامنے اپنے اقرار کا اظہار کر چکا ہے، اسے ایک وعدے کا پابند کر کے اپنے نام کر لیا تھا اور اب حالات کچھ ہوں محبت نہیں بدلتی اریبہ اشفاق تبھی محبت کی منکری سے ڈرتی تھی وہ سب گنوا کر محبت گنوانے کا حوصلہ کیسے پاتی سو خاموشی سے خود کو سنبھالتی بنا وہاج سے توقع لگائے اپنے آپ کو مضبوط کرتے ہوئے آئندہ کا لائحہ عمل سوچنے لگی۔

مجھے اکثر ستاروں سے یہی آرزو آتی ہے
کسی کی یاد میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتی
جگر ہو جائے گا چھلنی یہ آنکھیں خود روئیں گی
یہی بے فیض لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا

(باقی آئندہ ماہ)

فوزیہ غزل

اکیسویں قسط کا خلاصہ

اریبہ، وہاج کے سامنے شادی کا آپشن رکھتی ہے تو وہاج اسے خود غرض اور مادہ پرستی کا طعنہ دیتے ہوئے انکار کر دیتا ہے۔

چمن کے ثقافتی اور سیاحتی دیو سے لطف اندوز ہوتی ماریا بدھ مت کی تعلیمات اور گوتم بدھ کے گیان کی معلومات لینے لگ جاتی ہے۔

شہریار کے رویے پر تعلق پوچھ کر سعدیہ مما سے بحث کرتی ہے جس کے نتیجے میں وہ اس کی جلد رخصتی کے موڈ میں ہیں اور سعدیہ کو یہ خبر سن کر خود پر زلزلہ سا گرتا محسوس ہوتا ہے۔

وہاج کا صاف انکار تلخ الفاظ اریبہ کو اندر تک جھنجوڑ کر رکھ دیتے ہیں وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اسے بیچ بھنور میں چکرانے کے لئے وہ اکیلا چھوڑ دے گا۔

ماریا بدھ مرکز جانے کے ساتھ مراقبہ کی مشقیں بھی انجام دینے لگتی ہے۔

سعدیہ صبا سے اپنی رنجیدگی کا اظہار کرتی ہے تو وہ شہریار سے بات کرنے کا وعدہ کر کے اسے ریلیکس ہونے کا مشورہ دیتی ہے۔

وہاج کے انکار سے ہرٹ ہونے کے باوجود اریبہ اسے برا بھلا نہیں کہہ پاتی بلکہ سب بھلا کر اپنی مدد آپ کے تحت کچھ بہتری لانے کا سوچتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

بائیسویں قسط

چین کے جس ہوٹل میں ان کا قیام تھا اس ہوٹل میں مختلف ممالک کی ثقافت اور ان کے روایتی کھانوں کے حوالے سے کئی ریسٹورنٹ تھے اور کیتھرین کے وفد کے ارکان روایتی چینی میزبانی کا لطف حاصل کرتے جتنے خوش تھے، ہوٹل کی انتظامیہ اپنی خیرسگالی، پرخلوص کاوش، چینی پرشکوہ تہذیب و تمدن اور چینی میزبانوں کی اعلیٰ ظرفی کا پرچار کرنے میں اتنی کامیاب تھی۔

ماریا اکثر کھانے کے بعد ہوٹل کے اردگرد سرسبز درختوں سے گھرے باغ اور فٹ پاتھ پہ گھوما کرتی، چین کا سوشلزم کے زمانے کا جو نقشہ مغربی میڈیا نے بنا رکھا تھا وہ بالکل کافور ہوتا نظر آتا بلکہ چین نہ صرف مغربی طرز کا ترقی یافتہ اور مہذب ملک نظر آیا، بلکہ مغرب کی ترقی اور مشرق کی شرافت و ثقافت کا حسین امتزاج یہاں دیکھنے کو ملا، عالی شان پلازوں اور عمارتوں کی بہت بڑی تعداد نظر آتی تھی، شاہی محلات کا لامتناہی سلسلہ بھی تھا۔

"ایسا نہیں لگتا کہ ان بلند و بالا پلازوں اور عمارتوں کا انداز تعمیر یکساں ہے۔" کیتھرین پیچھے سے آکر اس کے ہمقدم ہوتی بولی۔

"بہت حد تک ایسا ہے مگر ان میں بنی عوام اور درباریوں اور خواص کے استعمال کی چیزوں سے کچھ نہ کچھ مختلف احساس ہوتا ہے۔" ماریا نے کہا۔

"اسے پہلے (Forbidden City) ممنوعہ شہر کہا جاتا تھا۔" کیتھرین نے بتایا۔

"اچھا مگر اسے ممنوعہ شہر کیوں کہا گیا۔" ماریا نے قدرے تحیر سے پوچھا۔

"چنگ، منگ، کنگ نام کے یہ وسیع و عریض محلات عام آدمی کے لئے شجر ممنوعہ تھے اندر سے یہ اتنے خوبصورت اور پتھروں کی فنکارانہ ترتیب سے ایسے اعلیٰ باغات بنائے گئے ہیں کہ پاس سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا۔"

"واؤ تمہیں کیسے پتا، تم نے تو شاید دیکھے نہیں۔"

"کل سیمینار سے واپسی پہ یونہی طبیعت فریش کرنے کو ہم ذرا دیر کو یہاں سے رکتے گزرے ان عمارات میں خاص و عام درباروں، جیل خانوں، کتب خانوں، جھروکوں، پھانسی گھروں، حمام خانوں اور خواب گاہوں کے لامتناہی سلسلے ہیں جو مختلف راہداریوں، باغات اور ان گنت سیڑھیوں کے ذریعے ایک دوسرے سے منسلک ہیں، اگر ہم انہیں مکمل دیکھنا شروع کریں تو پورا مہینہ لگ جائے۔"

"سیر ہو رہی ہے یا کہیں جا رہی ہو۔" تاشی جو ہیلتھ فوڈ سپر مارکیٹ جا رہی تھی شاید انہیں گھومتے دیکھ کر پوچھا۔

"ہوا خوری کو باہر نکلے ہیں تم سناؤ ملازمت پہ جا رہی ہو یا آ رہی ہو۔" ماریا نے پوچھا۔

"نہ جا رہی ہوں نہ آ رہی ہوں بلکہ چھٹی کا لطف اٹھانے تمہاری طرف چلی آئی تھی، کیونکہ چین میں چھٹیاں بہت کم ہوتی ہیں اب چین کے عوامی جمہوریہ بننے کی سالگرہ کے موقع پر چار چھٹیاں ملیں تو سوچا انجوائے کیا جائے۔"

"اچھی بات ہے تو تم ماریا کو کمپنی دو مجھے بہت اہم لیکچر اٹینڈ کرنا ہے ایک تحقیقی سیمینار میں او کے گڈ بائے تم لوگ گھومو پھرو۔" کیتھرین اپنے ساتھیوں کو آتے دیکھ کر انہیں الوداعی ہاتھ ہلاتی

مڑ گئی۔

"پھر میں تو آج بدھ مرکز نہیں جا سکوں گی۔" چھٹی کا سن کر ماریا نے مایوسی سے کہا۔

"نہیں مذہبی مراکز تھوڑی دیر کو کھلیں گے تم چلنا ویسے بھی تم تو تبت زبان سیکھ رہی ہو تمہیں طویل وظائف و اوراد پہ مہارت حاصل کرنے کی خاطر اپنی کلاسز سنجیدگی سے لینی چاہئیں۔" ماریا نے کچھ پرسوچ انداز میں اسے دیکھا تھا پھر وہ دونوں کافی دیر گھومتی باتیں کرتی رہیں یہ گفتگو مختلف مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے گرد گھومتی تھی، بدھ ازم کا ذکر چھڑا اور جنسی تعلقات و خواہش سے سختی سے احتراز رکھنے والا یہ مذہب شادی کے متعلق کیا کہتا ہے تاشی بتا رہی تھی کہ۔

"بدھ ازم میں شادی کوئی مذہبی رسم نہیں 1935ء تک تھائی لینڈ میں پولی گائی (کثرت ازدواج) کو تحفظ حاصل تھا سری لنکا میں تو پولی اینڈری یعنی ایک بیوی کے کئی شوہروں کا بھی رواج تھا۔"

یہ خبر ماریا کے لئے خاصے اچنبھے کا باعث تھی چونکہ وہ خود تبتی یا چینی رسم الخط اور زبان سے نا واقف تھی تو یہ معلومات اسے کتابوں سے ملنے کے بجائے تاشی سے لینا پڑی تھیں اگرچہ بدھ مذہبی لٹریچر کا چینی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا مگر چینی بہت مشکل زبان تھی باوجود اس کے یہ دنیا کی سب سے بڑی زبان ہے اسے سمجھنے بولنے والے چین سے نا محرم تھے۔

اس نے انگلش میں دستیاب بدھ مذہبی لٹریچر لینے کی جستجو کی تو یہ بھی نہ ہو سکا، پھر انہی دنوں بی بی سی سے ایک ڈاکومینٹری سیریز دیکھی، "تبت میں ایک سال" جس میں پولی اینڈری کا ایک دلچسپ کیس دکھایا جا رہا تھا، ایک سترہ سالہ لڑکی کے تین خاوند" وہ کس وقت کس کی بیوی ہے اور کس وقت کون اس کا طلب گار ہے خدا کی پناہ۔"

اسے یاد آیا یہودی تاریخ میں غالباً سب سے بڑا حرم سلمان کا ہی تھا جس کی تین سو بیویاں تھیں، ایسا ابراہیم اور داؤد کے حرموں میں بھی تھا جبکہ بائبلی کردار جیدون (Gi-di-on) کی ستر بیویاں تھیں، سلمان کی سات سو حرم میں بھی تھیں تین سو بیویوں کے علاوہ، مگر یہ صرف ایک مرد کی زیادہ بیویوں کا معاملہ تھا جبکہ بدھ ازم میں یہ مختلف طرز کا مسئلہ تھا اور بدھ ازم کا سب سے بڑا مرکز تبت ہے جس میں پولی اینڈری اور پولی گائی دونوں کا ہی رواج تھا تبت آج بھی دنیا کا واحد ملک ہے جہاں پولی اینڈری میں کوئی برائی نہیں سمجھی جاتی اور وہاں زیادہ تر Fraternal poly andry مروج ہے یعنی دو یا دو سے زیادہ بھائی کسی ایک عورت سے شادی کر لیتے ہیں لیکن بعض اوقات باپ اور بیٹا بھی ایک بیوی پر قانع ہو رہے ہیں جس کی دنیا میں اور کہیں مثال نہیں ملتی۔ اس کو معلومات مل رہی تھیں اس کے مطابق تبت کے علاوہ بدھ ازم کے دیگر فرقوں میں بھی پولی اینڈری کا رواج موجود ہے، جیسا کہ بھوٹان، لداخ اور برصغیر کے بعض حصوں میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

اس نے ہندو معاشرے کے مذہبی کتاب مہابھارت میں پڑھا تھا کہ دروپدی ایک وقت میں پانچ پانڈو بھائیوں کی بیوی بنی رہی، خود رام کے باپ کی تین بیویاں تھیں، ہندو دیوتا وشنو کے آٹھویں اوتار کرشنا کی 16108 بیویوں کا ذکر تھا، اونچی ذات کے برہمن آج بھی جتنی چاہے

بیویاں رکھ سکتے ہیں۔

”مگر یہ سب انسانیت تو نہیں بلکہ نسوانی وقار کی توہین اور عورت کی تذلیل ہے کیا کوئی ایسا مذہب نہیں جو عورت کو مذہبی و معاشرتی عزت و وقار اور تحفظ دیتا ہو۔“

اس کا ذہن پھر سے خلجان اور بے چینی کے اضطراب کی تہہ سے گزرنے لگا وہ پھر سے فرسٹریشن میں گھرنے لگی۔

”جو مذہب عورت کو تحفظ نہ کر سکے اسے حقوق نہ دے سکے، معاشی و خانگی آزادی نہ دے سکے کیا وہ مذہب کہلانے کا حق دار ہے۔“

وہ سوچ رہی تھی الجھ رہی تھی، بدھ ازم کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے خیالات کافی مختلف تھے وہ گوتم بدھ کی شخصیت و گیان سے متاثر تھی مگر موجودہ بدھ مت کے لایعنی رسم و رواج دیکھتے ہوئے اسے اپنا اقدام جلد بازی کا فیصلہ معلوم ہوتا۔

وہ ایک خدا کی تلاش میں عیسائیت اور یہودیت سے بیزار ہو کر دوسرے مذاہب کی کھوج میں نکلی مگر ہر جگہ خدا کا کوئی واضح یا واحد تصور ناپید تھا بلکہ خود گوتم خدا کے وجود کا قائل نہیں تھا نہ اس کی تعلیمات میں خدا کا کوئی ذکر تھا۔

بدھ مت کے موجودہ بھکشوؤں آج اس نکتے کے مختلف انداز میں دیکھتے ہیں اور یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ گوتم نے خدا کا اقرار اس لئے نہیں کیا کیونکہ وہ اپنے بھکشوؤں کو فلاح یا نروان کے حصول کے لئے ”بیرونی مدد“ کے سہارے یا بھروسے سے آزاد اور محفوظ رکھنا چاہتے تھے، گوتم کے نزدیک کسی خارجی طاقت یا خدائی مدد کے انتظار میں انسان اپنی فلاح یا نروان کے لئے جدوجہد نہیں کرے گا۔

اسی طرح گوتم بدھ کی تعلیمات میں اسے جنت دوزخ کا بھی ذکر نہیں ملا، ماہرین کے مطابق اس کے پیچھے بھی یہی نظریہ اور خیال تھا، کہ انسان کا کسی لالچ میں جدوجہد کرنا اپنی انا کی تسکین ہے۔

ماریا جوزف اب تنقیدی نگاہ سے دیکھ رہی تھی گوتم کی ابتدائی زندگی بعد کا دھیان اور گیان اس کی تعلیمات جوڑے مراقبوں پر مبنی تھیں پھر موجودہ بدھ ازم کے تضادات و روایات یکسر الگ صورتحال پیش کرتے تھے، گو یہ طے تھا کہ بدھ ازم بھی اپنے پیروؤں کی دست برد سے محفوظ نہ تھا اور یہ تجزیہ یقیناً اس کے لئے تکلیف دہ بات تھی، کہ وہ سکون کی تلاش میں یہاں آئی اور سکون یہاں بھی ناپید تھا۔

☆☆☆

کبھی کبھی زندگی کی گاڑی کا پہیہ اسے موڑ پر آ کے رکتا ہے جہاں سارے راستے بند دکھائی دیتے ہیں اس موڑ کے آگے نہ کوئی موڑ ہوتا ہے نہ راستہ کھلتا ہے، اس بند راستے پہ رکا مسافر درد کا لمحہ لمحہ کیسے زہر کی مانند قطرہ قطرہ اپنے اندر اتارتا ہے، راستے پانے والے یا منزلوں تک پہنچنے والے بھی اس اذیت کو محسوس نہیں کر سکتے، وہ بھی اس کڑے دور سے گزر رہی تھی اور کڑے حالات کو آسان کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔

جانتی تھی کہ جس دوراہے پہ آ رکی ہے وہ محبت اور بیوفائی کے درمیان کا راستہ ہے، جو خدا سے محبت کا سزاوار ٹھہرا رہا تھا نہ بیوفائی کا مجرم مگر پھر بھی وہ اس کی طوالت و اذیت تا کی کو محسوس کر رہی تھی خود پہ جھیل رہی تھی اور شاید یہ جھیلنا عمر بھر کا کام ہو جائے اور اس کو طے کرنا اس کے لئے اذیت ناک تھا شرمندگی بھی، بھلا اذیت کے راستے پر کون خوشی سے چلتا ہے اگر کسی کو یہ خار زار عبور کرنا بھی پڑتا ہو گا تو مجبوری ہی اس سے یہ سفر طے کراتی ہوگی۔

اور ایسی بھی کیا مجبوری کہ انسان کسی کی خاطر خواہ وہ خونی رشتے ہوں یا دل کے معاملے اپنے اوپر ہزار اضطرابیوں کو جھیلتا رہے اور نفسیاتی طور پر اندر خون روتا رہے، زندگی بہت اضطرابیت میں گھر جاتی ہے پھر بند راستے سے نکلنے کا حوصلہ امکان بھی کھو جاتا ہے، انسان شکستہ ہو کے خود سے بھی چھپنا چاہتا ہے، کیونکہ کمزوری کا کوئی سدباب نہیں نکلتا، تپتے صحرا کی مانند تپتی زندگی سے پاؤں کو ریت کی تپش سے بچا بچا کر چلنا اور نکلنا ہے کہ پاؤں بھی نہ جھلسیں اور سفر بھی کٹ جائے مگر اس کے لئے حوصلہ برداشت چاہیے تھی۔

☆☆☆

برابر بڑھ رہا ہے غم کسی کو دوش کیا دیں ہم
ہیں اپنے آپ پہ برہم کس کو دوش کیا دیں ہم
نہ کوئی تو جنے دو میرا حال رہنے دو
جب اپنی آنکھ ہے پرنم کسی کو دوش کیا دیں ہم
عجب ہے در محبت کا جو مرضی پر نہیں کھلتا
نہیں چلتا یہاں سم بھی کسی کو دوش کیا دیں ہم

گہرا سکوت چھایا ہوا تھا اس کے وجود پر روئی روئی سی بوجھل آنکھیں جانے کن خیالات میں گم تھیں، مخروطی انگلیوں میں تھامے گلاب کی پتیاں بکھیرتی افسردہ افسردہ وہ ہر روز سے مختلف تھی، دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے میں پریشان، آج اس نے نہ اپنے فش ایکیوریم کو دیکھا تھا نہ اپنے چھوٹے سے زو کو بس سیڑھیوں کے آخری کنارے پر نجانے کب سے بیٹھی تھی۔

بنا کسی میک اپ و لوازمات کے بغیر دھلا دھلایا صاف شفاف چہرہ وہ بہت اچھی لگی تھی اس رف سے حلیے میں بھی۔

شہریار کو معلوم تھا وہ صبا سے مل کر آئی ہے اور کیا کہا ہو گا یہ بھی وہ جانتا تھا مگر پرسکون اور مطمئن تھا۔

اور سفیہ وہ اوپر سے جتنی خاموش نظر آ رہی تھی اس کے اندر اتنا ہی لاوا ابل رہا تھا کتنے طوفان پل رہے تھے اس سے شہریار باخبر تھا مگر بے خبر بنا ہوا تھا، بپا اس کے لئے امید کی آخری کرن تھے وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ اب ان کی عدالت میں وہ خود اپنا مقدمہ لے جائے گی ورنہ کچھ بھی ہوتا یقیناً اس کے حق میں اچھا نہ تھا۔

اور جب یہ فیصلہ کر کے وہ خود پر قابو پاتی خود کو مضبوط کرتی اٹھی تو عدنان علی خان کے کمرے میں گئی مگر وہ پہلے سے ختم ہل گئے تو سفیہ سلام لے کر ان کے بیڈ کی پائنتی کی طرف آ بیٹھی۔

"آؤ بیٹی میں تمہاری طرف ہی آ رہا تھا مجھے تم سے بہت اہم بات کرنا تھی۔" سنعیہ کو دیکھ کر ان کے چہرے پر پدرانہ شفقت چھلکی۔

"مجھے بھی آپ سے کچھ کہنا تھا میں اسی سلسلے میں آئی تھی۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی تو عفنان علی خان نے بغور اس کے ستے چہرے سرخ آنکھوں کو دیکھا اور سمجھ گئے، وہ کیا کہنے آئی ہوگی، اک طویل سانس لیتے ہوئے انہوں نے سنعیہ کو اپنے پاس بٹھایا پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بہت نرمی سے رسانیت سے کہا تھا۔

"دیکھو بیٹی ہم مسلمان ہیں ہمارا اللہ پر ایمان ہے اور ہم جانتے ہیں کہ جوڑیاں آسمانوں پر بنتی ہیں اور آسمانوں پر ہونے والا ہر فیصلہ بہتر ہوتا ہے، ہم انسان ہر وقت ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ گلے شکوے رکھتے ہیں اور ایسے کچھ اعتراضات شہریار کے حوالے سے تمہارے ذہن میں بھی ہوں گے، شہریار اکلوتا ہونے اور ریزرو رہنے کی وجہ سے موڈی اور مغرور ضرور لگتا ہے مگر لاپرواہ اور غیر ذمہ دار نہیں بہت محبت کرنے والا ہے اپنے سے وابستہ ہر شخص کو عزیز رکھتا ہے بہت اچھا اور ہونہار لڑکا ہے وہ میرے سامنے میرے ہاتھوں میں پلا بڑھا ہے میں اس کی ہر اچھائی برائی سے واقف ہوں اور میری نظر میں وہ تمہارے لئے دنیا کا بہترین شخص ہے، شہریار کی طرح مجھے تم پہ بھی اعتماد اور اعتبار ہے اور یقیناً تم اس اعتبار کی لاج رکھو گی کیونکہ ایک باپ کا بیٹی کے لئے قیمتی تحفہ محفوظ مستقبل اور اچھی زندگی ہے اور مجھے یقین ہے شہریار سے اچھا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔"

وہ کتنے مان فخر اور اعتماد سے بول رہے تھے اور سنعیہ منجمد بیٹھی تھی بے حس و حرکت اپنے اعتراضات وہ اتنے مان تان رکھنے والے باپ کے سامنے مر کر بھی نہیں دہرا سکتی تھی جن کے جذبات شہریار اور سنعیہ کے لئے بہت شفاف تھے اتنے صاف ستھرے کہ انکار کی راہ بھی کھلنا دشوار تھا۔

"سنو بیٹی تم رشتوں کو اعتراضات شکوؤں کی کڑواہٹ سے نہ پرکھو ہر بات سے قطع نظر یہ تمہاری زندگی کا بہترین فیصلہ ہے اور تم ہمیشہ خوش رہو گی، تم چاہو تو اس فیصلے کو رد بھی کر سکتی ہو مگر شہریار اتنا جینئس لڑکا ہے کہ محض کسی بچکانہ جواز کی بناء پر اسے ریجیکٹ کرنا سراسر غلط ہوگا اور اگر کوئی وجہ اور بھی ہے تو اسے دل میں رکھنے کے بجائے کہہ دو کہ بات رکھنے سے الجھنیں بڑھتی ہیں۔" پیار محبت سے پوچھ رہے تھے اور وہ بھرائی آنکھیں لئے ان کے گلے لگ گئی کچھ بول نہیں سکی بولنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا سارے ہتھیار تو ہاتھ پاؤں باندھ کر چھین لئے گئے تھے کیا زندگی میں کبھی ایسے لمحات کا تصور کیا تھا اس نے جو در پیش تھے، مصلحت کے تقاضے، سمجھوتوں کی راہ اسے منافقت سے نفرت تھی جو دل میں ہوتا وہی افعال و اعمال میں بھی نظر آنے والا وقت اسے منافقانہ دوغلی زندگی گزارنے پر مجبور کرنے والا تھا۔

عفنان علی خان کا مضبوط تسلی آمیز شفیق لمس اس کے سر پر ٹکا تھا اور وہ اپنی قسمت کو رو رہی تھی جانتی تھی کہ وہ ایک ان چاہی زندگی گزارنے جا رہی ہے اور یہ کتنا مشکل امر تھا کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔

☆☆☆

صبا پہنچی تو اسے دیکھا جواب بھینچے پیشانی پر تیوری ڈالے بیٹھی تھی اس کے چہرے پر دکھ اور اداسی کے رنگ چھلک رہے تھے جگمگاتا رہنے والا چہرہ بجھ چکا تھا۔

"شہریار بھائی کیا آپ واقعی محض انکل اور آنٹی کی بات رکھنے کو شادی کی حامی بھر رہے ہیں یا آپ سنعیہ سے محبت ہے۔" وہ پوچھ بیٹھی۔

"صبا تم جانتی ہو میں، میں بہت فیئر بندہ ہوں محبت شادی یا زندگی ہر معاملہ میں فیئرنس کا قائل اور شاید تمہیں ایک بار بتایا تھا کہ میں جس سے محبت کروں گا شادی بھی اسی سے کروں گا انکل آنٹی کے جذبات و احساسات اپنی جگہ اہم ہیں مگر سنعیہ سے میرا رشتہ اور طرح کا ہے اور میرا خیال ہے تم تو میری محبت کی سب سے بڑی گواہ ہو تمہیں تو کسی تسلی کی ضرورت نہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"بات تسلی کی نہیں شہریار بھائی بلکہ سنعیہ کی رضامندی نہیں ہے ابھی تک وہ اس شادی کے لئے تیار نہیں ہو سکی اور آپ اس مسئلے کو اتنا ایزی مت لیں، مجھے ڈر ہے وہ بھری محفل سے واک آؤٹ کر جائے گی۔"

شہریار نے لحظہ بھر کو خاموش سوگوار بیٹھی سنعیہ کو دیکھا تھا پھر یکسر مسکراتے ہوئے خوشگوار لہجہ میں بولا۔

"نہیں ایسا نہیں کر سکتی وہ اپنے باپ کی عزت بہت عزیز ہے اسے۔"

"وہ بہت بیوقوف اور جذباتی لڑکی ہے آپ نہیں جانتے اس سے کچھ بعید نہیں۔"

"صبا یہ تم اسے سمجھا سکتی ہو کہ سمجھوتا یا احسان میں کوئی اتنا فضول بوجھ خود پر نہیں لیتا، محبت ہی برے بھلے کو سہنے کا حوصلہ پیدا کرتی ہے۔"

"بہت سمجھا چکی ہوں مگر اسے ریلیکس کرنا اتنا آسان نہیں پر ایک بات ہے بھائی اس لڑکی کو آپ ہی سدھار اور برداشت کر سکتے ہیں اور میرا ذاتی خیال ہے کہ بہتر ہوگا آپ رخصتی علیحدہ گھر میں کروائیے گا کیونکہ یہاں رہنے سے نہ تو وہ اپنی ضدی طبیعت چھوڑے گی نہ سدھرے گی۔" صبا نے مشورہ دیا۔

"جانتا ہوں صبا اور میں بہت پہلے اپنی زندگی کا تجزیہ کرکے یہ سب طے کر چکا ہوں بلکہ ایک شاندار سا لگژری گھر بنوا چکا ہوں اور ہم سیدھے وہیں جائیں گے رخصتی کے بعد اس کے سدھرنے تک میرا خیال اسے علیحدہ رکھنے کا ہے جب وہ خود کو ایڈجسٹ کر لے گی تو ہم پھر سے مما پپا کے ہمراہ رہنے لگیں گے۔" شہریار نے کہا تو وہ سر ہلا کر سنعیہ کے پاس آ بیٹھی، اس کی خاموشی پر کچھ حیرت زدہ ہوئی خوش بھی تھی کہ شاید وہ سمجھوتے کی راہ پر قدم ڈال چکنے کے لئے خود کو تیار کر رہی ہے اور اگر ایسا تھا تو یہ یقیناً یہ بہت خوشی کی بات تھی۔

پھر سب کے متفقہ فیصلہ کے مطابق ان کی ڈیٹ فکس کر دی گئی رخصتی 14 کو تھی محض دو ہفتے کا وقفہ تھا بیچ میں 14 فروری کو وہ ایک نئی زندگی نئے سفر پہ روانہ ہو رہی تھی نئے ہمسفر کے ساتھ اور اس میں کتنا خوش تھی، شاید ذرہ بھر نہیں کیونکہ ڈیٹ طے ہوتے ہی اس کے چہرے پر چھا جانے والا چڑچڑا پن صاف محسوس ہو رہا تھا۔

"سنعیہ خود کو سنبھالو حوصلہ رکھو۔" صبا نے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے منت کی تھی۔

''تم خوش نہیں ہو کیا؟''
''نہیں۔'' وہ جیسے پتھر مارنے والی آواز میں بولی۔
صبا کو یوں لگا جیسے وہ زندگی ہولی وہ ابھی اٹھ کر کچھ کہہ دے گی مگر وہ پھر کچھ نہیں بولی، صبا نے تاسف سے دیکھا تھا اسے جو لٹھ مار انداز میں کچھ توقف کے بعد بولی۔
''اس شخص سے نفرت، ناپسندیدگی کے باوجود میں اس رشتے پر راضی ہوں۔'' یہ ایک اور دھچکا تھا جو لگا صبا پوری آنکھیں کھولے اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔

میں اپنی قدر بھی کرتا تو جانے کیا ہوتا
اور ایک وہ ہے جو پا کر گنوا گیا ہے مجھے
میں کس کو جا کے بتاؤں میں کون ہوں کیا ہوں
میرا تو عکس بھی حیرت سے دیکھتا ہے مجھے

☆☆☆

ابھی کچھ نہیں بدلا
درختوں پر وہی موسم ابھی تک مسکراتے ہیں
ابھی تک سرمئی شامیں ہمارے ساتھ روتی ہیں
ابھی تک میرے ہونٹوں پر تمہارے مرمریں ہونٹوں کی خوشبو
رقص کرتی ہے
ابھی تک میری آنکھوں میں تمہارے خواب بنتے ہیں
ابھی تک میرے ہاتھوں پر تمہاری انگلیوں کی نرم پوروں
سے لکھے سب حرف زندہ ہیں
ابھی تک میرے سینے میں تمہاری سانس چلتی ہے
ابھی تو راستوں پر دودھیا پیروں سے پڑنے والے
سارے نقش قائم ہیں
ابھی الماریوں سے سارے تحفے گنگناتے ہیں
تمہارے خط ابھی بھی رات کی تنہائی میں مجھ سے
تمہاری بات کرتے ہیں
بہت سے ماہ بیتے ہیں بہت سا وقت گزرا ہے
میری چاہت نہیں بدلی، میری ہمت نہیں گزری
ابھی کچھ بھی نہیں بدلا
اگر چاہو، اگر سمجھو، میری مانو تو لوٹ آؤ۔
''محبت میں جو جس کے لئے ہوتا ہے اسی کو ملتا ہے۔ اس کھیل میں زبردستی نہیں ہوتی مگر اپنے گھر میں کوئی جانور بھی رکھیں تو اس سے بھی انسیت ہو جاتی ہے، ہمارے درمیان تو بڑا مضبوط رشتہ ہے وہاج، رنگوں، خوشبوؤں سے بھیگا دل سے باتیں کرتا رشتہ پھر تم مجھے اب تک تج نہ کر پائے میں

گیا ہوں اور شاید میں بھی تمہیں پر کوئی پائی محبت میں انسان جو نظر آتا ہے ضروری نہیں کہ وہ ایسا ہی ہو۔''
یہ اس کی زندگی کا اہم تجربہ تھا جو اس نے ابھی ابھی حاصل کیا تھا۔
وہ سائنس ڈیپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی ایک پریشانی اور اضطراری کیفیت ہویدا تھی، اس کے چہرے سے پر بلند سوٹی لباس پہنے ڈائی کیا دوپٹہ اوڑھے سامنے لان میں دیکھتی وہ کتنا تنہا محسوس ہوئی تھی اور اس کی پریشانی طیبہ کو اپ سیٹ سی کر گئی، اریبہ اشفاق کے ساتھ اس کا خاص تو کیا نام سا بھی رشتہ نہ تھا نہ کوئی جذباتی و قلبی تعلق مگر پھر بھی اس لڑکی کے حسین چہرے پر بکھری یاسیت اسے اپنی طرف کھینچنے لگی تھی۔
''اریبہ!'' اس نے بے اختیار اسے پکارا مگر اریبہ نے جنبش نہیں کی تھی۔
''اریبہ!'' وہ پھر بلند آواز میں پکارتی اس کے نزدیک چلی آئی لان کے بھیگے درختوں اور گیلے سبزے کے ساتھ اتنی ٹھنڈی ہوائیں جسم کو برف سا کر رہی تھیں اور وہ ایسے موسم میں کتنے آرام سے بیٹھی تھی۔
''Areeba are you ok'' طیبہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تو وہ بری طرح چونکی تھی۔
''بہت پریشان لگ رہی ہو خیریت تو ہے ناں؟''
''خیریت ہاں شاید نہیں۔'' وہ الجھی الجھی سی بے ربط الفاظ بولی تو طیبہ نے کچھ غور سے دیکھا۔
''وہاں سے مل کے آئی ہو۔'' طیبہ نے براہ راست پوچھا تو اس نے پلکیں اٹھا کر دیکھا پھر بڑی آہستگی سے اس کی آنکھیں بھرتی چلی گئیں۔
''کیا کہتا ہے وہ۔'' طیبہ کو پوچھنا پڑا اس کی خاموشی پہ۔
''انکار کر دیا اس نے کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہیں کبھی وہ مجھے مطلبی اور مادہ پرست لڑکی سمجھتا ہے جو موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش میں ہے، تم بتاؤ کیا میں تمہیں اتنی سطحی اور گری سوچ والی لڑکی لگتی ہوں۔'' وہ اسے پوچھ رہی تھی اور طیبہ نے تاسف سے دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔
''میں اس سے محبت کرتی ہوں اور محبت میں یہ سچ چھپانا کتنا مشکل ہے کہ اگا بندہ آپ کو کوئی ریلیف ہی نہیں دیتا، رشتے کانچ کے بار ہن کی طرح ٹوٹ گئے وہ اپنائیت جس کے سہارے میں زندہ تھی سراب ثابت ہوئی، میں نے اسے بہت خاص مقام دیا تھا جبکہ وہ عام کے لائق بھی نہ تھا میں اس کے چار سو محبت کے موسم بکھیرا کرتی تھی جبکہ مجھے آج پتا چلا ہے محبت تو کبھی اس کے قریب پھٹکی ہی نہیں، ورنہ وہ اتنی آسانی سے مجھے رد نہ کرتا۔'' وہ بے حد جذباتی انداز میں بولی تو طیبہ نے چند لمحے دیکھنے کے بعد گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔
''اسی لئے میں تم سے کہتی تھی کہ ساری زندگی جھوٹے خوابوں کی تسلیوں یا خوش فہمیوں میں جینے سے کہیں بہتر ہے کلیر عبارت کرو اس سے اور اس کا چھوٹا پن ہے یہ کہ وہ خود کو تمہارے دکھ کھنے بانٹنے کو تیار نہ کر سکا۔''

"مگر محبت یا منگنی کوئی کھیل تو نہیں کہ جسے یکدم ہٹا کسی ریزن کے ریفوز کر کے چل دو، میں کوئی مٹی کی بے جان مورت بھی نہیں کہ مجھے اس کے عمل سے تکلیف نہ ہو۔" اس نے ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں خشک کرنے کی سعی کی تھی۔

"زندگی اس کے بغیر میرے لئے کچھ نہیں اس نے تو آرام سے راہ بدلنے یا مجھے مادہ پرست ہونے کا طعنہ دیدیا، مگر اسے کیا معلوم دل کی دنیا اجاڑنا کتنا مشکل ہے، میں اس کی مفلسی کے زمانے میں اس کے تمام مسائل سمجھتی تھی حالانکہ میرے بابا بہت تحفظات رکھتے تھے مگر میں نے پھر بھی کبھی اپنی راہ بدلنے یا وہاج سے قطع تعلق کا نہ سوچا تھا، کیونکہ میری محبت میں کھوٹ نہیں تھا، میں نے اس کے مسائل اور غربت دیکھ کر اس سے منہ نہیں موڑا پھر اب مادیت پسند یا خود غرض کیسے ہو سکتی ہوں کتنا برا ہے وہ، مجھے کتنا غلط سمجھتا ہے۔" مدھم لہجہ میں بولتی وہ کتنا رو رہی تھی طیبہ کو کس قدر افسوس ہوا۔

"پھر اور کس بات کی خوش فہمی ہے تمہیں کس احساس میں جی رہی تھیں، ایک بار رد کر چکا ہے وہ تمہیں، دوسری بار یہ بے نام تعلق بھی توڑ دے گا جو منگنی کے نام پر باندھا ہے، تم خود کو سنبھالو اتنی دور مت آؤ کہ لوٹنا دشوار ہو۔"

"کیا مطلب؟" اریبہ نے قدرے تحیر سے دیکھا۔

"اب تم آگے کے لئے سوچا کیا کرنا ہے اس طرح بے بس ہونے اور کمزور پڑنے سے کچھ فرق نہیں پڑنے والا، اگر تم زندگی سے سامنے اسی طرح کم ہمت پڑتی رہیں تو مشکل کا حل نہیں نکلے گا۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"یہ تو میں نے بھی سوچا ہے کوئی جاب کر لوں کیونکہ وہاج کے صاف شادی سے انکار پر اب مجھے اپنے گھر کا سوچنا ہے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھ رہنے سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔" وہ خود کو سنبھالتی آنسو صاف کر کے بولی۔

"اچھی سوچ ہے انسان کو ہمیشہ آگے آنے کے لئے کوشش کرنی چاہیے ویسے بھی تم نے جس حوصلے سے اپنے خاندان کو اب تک سنبھالا ہے بڑی بات ہے۔" طیبہ نے محبت سے کہا۔

"تم کوئی اچھی جاب کا بتانا اگر کہیں جگہ بنی تو......"

"تم کسی آفس میں ٹرائی کرو، وہاں تنخواہ بھی اچھی ہوگی اور دیگر فوائد بھی مل سکتے ہیں۔"

"کوشش کر تو رہی ہوں اللہ کوئی سبب بنا دے تو اچھا ہے۔"

"نیت نیک اور ارادہ مضبوط رکھو تو سب ٹھیک ہو جائے گا اور سنو اب اس سے مدد مت مانگنا بلکہ اپنے مسائل خود اپنے وسائل کے مطابق حل کرنے کی عادت ڈالو اور اگر تم رضامند ہو تو ایک جگہ ہے میری نظر میں ہمارے ایک جاننے والے گھر میں بچوں کے لئے فی میل ٹیوٹر کی ضرورت ہے فیس وہ اچھی دیں گے مگر قباحت یہ ہے کہ بچوں کو گھر جا کر پڑھانا پڑے گا تم کہو تو میں بات کروں تمہارے لئے۔" طیبہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم بات کر کے مجھے بتا دینا، کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہے چاہے تھوڑا سی کچھ تو خرچ چلے گا۔" اریبہ رضامند ہوتے ہوئے بولی۔

"بس پھر ٹھیک ہے میں آج ہی پتا کر کے تمہیں فون پر بتا دوں گی تم یونیورسٹی سے واپسی پہ میرے ساتھ ہی چلا کرنا۔"

"اوکے۔" وہ ممنون سی بولی تو طیبہ نے اسے ریلیکس دیکھ کر قدرے سکون کا سانس لیا تھا۔

جو تم نے بخشے ہیں انہی رنجشوں پہ غور کرو
پھر اس کے بعد میرے حوصلوں پہ غور کرو
سفر کا سب سے کٹھن موڑ اور میں تنہا
بچھڑنے والے میری وحشتوں پہ غور کرو

☆☆☆

ایک بلند و بالا گول گنبد نما بے در و دیوار عمارت اس کے سامنے تھی اور اس کی اونچائی اتنی تھی کہ اسے سر اٹھا کر دیکھنا پڑتا تھا، جہاں مہاتما بدھ کے قد آدم مجسمے، اسٹوپا اور گندھارا تہذیب کے آثار قدم قدم پر تھے یہ مقام و آثار دنیا بھر میں بدھ مت کے زائرین کے لئے انتہائی مقدس اور متبرک سمجھے جاتے ہیں روایت ہے کہ اس اسٹوپا میں بدھ مت کی خاک دفن ہے ایک تاریخی حوالہ یہ بھی تھا کہ چینی سیاح ہیون سانگ نے اپنے سفرنامے میں جس بادشاہ وترا سینا کا ذکر کیا ہے یہ اسٹوپا اسی نے تعمیر کروایا تھا بت کدے سے متعلق جو تفصیل دیوار پر درج تھی اس کے مطابق آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل اشوک اعظم نے یہ معبد تعمیر کروایا اس کے مرکز میں ایک عظیم اسٹوپا تھا اور اس کے گرد 240 چھوٹے اسٹوپے یا عبادت گاہیں تھیں، پھر وہ ایک چٹان پر آ گئی جس پر مہاتما پرسکون انداز میں بیٹھے گویا آنے جانے والوں کو دیکھ رہے تھے، یہ دراصل ایک بہت بڑا مجسمہ تھا جس میں بدھا لبادے کی شکن آلود تہوں کے ساتھ دونوں ہاتھ گود میں لئے آلتی پالتی مارے پرسکون انداز میں بیٹھے صدیوں سے اسی طرح گزرتے وقت کو دیکھ رہے ہیں، ایک مقامی شخص اسے بتا رہا تھا کہ اس جگہ مہاتما بدھ آئے اور انہوں نے انسانوں اور دیوی دیوتاؤں کو سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی اور جب وہاں سے چلے گئے تو معجزانہ طور پر پہاڑی کے پتھر میں سے یہ مجسمہ ظاہر ہو گیا۔

اگرچہ یہاں 9484 مجسمے موجود تھے اور گزرتے وقت نے اس مجسمے کے کچھ حصوں کو متاثر کیا تھا لیکن دیکھنے والی نگاہ کے لئے یہ مکمل اور سالم تھا، وہ ان تاریخی معبدوں اور مجسموں کو دیکھتی آگے بڑھنے لگی اس کا رخ میوزیم آف چائنا سے ہٹ کر بدھ مت کے تاریخی و عبادتی سینٹر کی طرف تھا، اس کے ایک سمت باغ تھا اور دوسری سمت پتھروں کے ڈھیر جن کے گرد باڑھ تھی اور ان کے سامنے بڑے میدان میں آتش کدہ یہاں فضا میں ایک عجب خاموشی تھی، ابتدا میں صرف ایک کمرہ تھا، یہاں دروازے کی جگہ بڑا سا گول سوراخ تھا اندر سے نکلنے یا جانے کو یہی دروازہ کا کام دیتا وہ آگے آئی، ماریا بدھ مت کے ایک بڑے سے تبلیغی سینٹر کی عمارت میں موجود تھی، اس کے سامنے بڑے ہال کمرے کے عین وسط میں بنے چبوترے پر کئی بھکشو منہ پر پلستر کیے یوگا کے انداز میں موجود تھے اور یہ سانس روکنے کی پریکٹس کر رہے تھے، ماریا نے بھی کوشش کرنا چاہی مگر یہ ایک

اذیتناک اور مشکل عمل تھا، وہ منت وہ منت سے زیادہ خود پر جبر نہ کر سکی تو چھوڑ دیا، مگر اپنی متلون طبیعت کی بنا پر وہ ہر چیز پر متجسس ہوتی بدھ مت کے تمام فرقوں کو دیکھتی جانچتی ان کی رسومات، تعلیمات میں داخل ہوتی بتدریج ایسے مرحلے میں داخل ہو گئی جہاں کئی سابق یہودی اور سابق عیسائی (جن میں کئی راہب اور راہبات ہوتے ہیں) بدھ مت کے مطالعہ کے بعد اور عمل کے دوران کہیں سالوں میں پہنچے ہیں اور ہندو مت کی طرح بدھ مت کا سارا دھیان گیان کھوکھلا نکلا تھا۔

وہ اپنے دل میں سوچتی کہ اگر مہاتما بدھ ایک بار پھر دنیا میں آ جائے تو یہ دیکھ کر شدید صدمے سے دوچار ہو جائے کہ اس کی تعلیمات کا کیا حشر ہوا ہے اور کس طرح کروڑوں بدھ مت کے پیروکار اسے خدا جان کر اس کی پوجا کرتے ہیں وہ پیپل کے نیچے بیٹھ کر جو گیان دھیان کرتا رہا تو کیا اس کا مقصد یہی تھا کہ جس پر آج اس کے پیروکار عمل پیرا ہیں، اس نے اکی متبادل طرز زندگی کی حیثیت سے بدھ مت کو دلچسپ مانتے ہوئے اپنانے کی کوشش کی تھی مگر اس کے پیروکار خدا کو نہیں مانتے اور وہ ہمیشہ سے خدا پر پورا یقین ایمان رکھتی آئی تھی چنانچہ اس نے اسے کام کا نہ جانتے ہوئے چھوڑ دیا اور اسے دکھ بھی ہوا کیونکہ عیسائیت جیسے بین الاقوامی مذہب کو بھی اس نے توحید خداوندی کا مثبت جواب پیش نہ کرتے پا کر چھوڑا تھا، وہ یہ سوچ کر پریشان ہو جاتی تھی کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے کس طرح ہو سکتے ہیں، جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں ظاہر ہے وہ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، پھر ظاہر ہے توحید کہاں رہی اور اس دعوے میں صداقت کا عنصر کہاں موجود رہ سکتا ہے۔

عیسائیت کے سارے عقائد کی بنیاد بائبل کی تعلیمات پر استوار بتائی جاتی ہے مگر ان میں بھی زبردست تضاد تھا وہ گہرا ناقدانہ مطالعہ جاری رکھے گئی اور حیران ہوتی تو اس بات پر حیران ہوتی کہ عادل اور منصف خدا کو انسانیت کی نجات کے لئے اپنے ہی بیٹے کی قربانی دینی پڑی اس کے ذہن میں یہ بات نہیں بیٹھتی تھی کہ قادر مطلق خدا کو انسانوں کے گناہ معاف کرنے کے لئے کسی شخص کو قربان کرنا پڑے اور وہ بھی اپنا ہی بیٹا، وہ بعد ازاں اس نتیجے پر پہنچی کہ اگر خدا موجود ہے تو ایسا نہیں ہونا چاہیے جس کی تعلیم عیسائیت دیتی ہے کہ بلکہ اسے ہر انسانی احتیاج سے مبرا ہونا چاہیے اور انسانی عقل سے ماورا بھی۔

لہٰذا یسوع مسیح علیہ السلام کا سولی پر چڑھ کر جان دینا ایک بے معنی قصہ معلوم ہوا، پھر اس نے انجیل، عہد نامہ عتیق میں خدا کی تصویر اور مورتوں کا حال پڑھا، پھر عہد نامہ جدید میں پال کی لکھی ہوئی بہت سی خرافات۔

وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ کوئی بھی مذہبی کتاب تغیر و ترمیم سے محفوظ نہیں ہے اور اس میں بہت سے لوگوں کے خود ساختہ عقائد راہ پا گئے ہیں۔

یہاں سے وہ یہودیت کی طرف بڑھی تورات (عہد نامہ عتیق میں شامل کتاب) پڑھنے کے بعد وہ باقاعدہ اسرائیل گئی اور کوشش کی کہ مکمل یہودی تعلیم حاصل کرے مگر اس کی سعی بے سود ثابت ہوئی جب اس نے سنا کہ اصلاح یافتہ یہودیوں کے سوا عام یہودی ان لوگوں کو نہیں مانتے جو

مذہب تبدیل کر کے یہودیت قبول کر چکے ہیں اور گو سب تو نہیں بہت سے یہودی صیہونی ہیں اور اس لئے اسرائیل کے پرزور حامی وہ ٹھہری اسرائیل اور صیہونیت دونوں کی جانی دشمن پھر یہودیت توحید کا پرچار کرنے والا دین ہے لیکن اس کے پیروکار اعلانیہ کہتے ہیں کہ خدائے واحد نے اپنا تمام فضل و کرم ایک قوم یعنی یہودیوں کے لئے وقف کر دیا ہے اور وہ حیران ہوتی کہ سب انسانوں کے خالق نے یہ امتیازی رویہ کیوں اختیار کیا ہے؟

سوچتی پریشان ہوتی فرسٹریشن کے زیر اثر وہ غور و فکر میں مصروف رہتی اسے لگتا تھا سکون کہیں نہیں۔ ایک خدا کا عقیدہ، انسانیت کا احترام کہیں نہیں اور ایسا مذہب جو اخلاقی و سماجی بلندیوں پر ہو کہاں ہے؟ یہ دور اس کی ذہنی اور روحانی تکلیف کا بدترین دور تھا۔

یہودیت اور عیسائیت سے بیزار ہونے کے بعد اس نے جین مت اور ہندو مت سے کچھ نہ پایا تھا ہندو دھرم پر بہت تحقیق و گفتگو کی تھی مگر اس دھرم کے دیوتاؤں کی تعداد اس کے لئے ناقابل برداشت تھی لہٰذا اسے قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، پھر معاشرتی برائیوں کا ہندو تعلیمات کوئی حل نہیں پیش کرتی تھیں برہمن کو غیر معمولی تقدس اور ان گنت سہولتوں کا مستحق قرار دیا گیا ہے مگر اچھوت کو زندہ درگور کر دیا گیا ہے کسی مذہب میں بھی انسانی توہین کی وہ مثال نہیں ملتی جو ہندو مت میں نظر آتی ہے، ہندو خواتین اپنی روایات کے مطابق بیوہ ہونے پر زندہ درگور کر دی جاتی ہیں اور موت کی منتظر رہتی ہیں، پھر ایک حقیقت ہے کہ کوئی غیر مذہب یہ دھرم قبول نہیں کر سکتا ہندو وہی ہے جو پیدائشی ہندو ہو، کئی اور ناگوار باتیں بھی ہندو دھرم میں اسے تکلیف دہ لگیں۔

ہندو مت سے بیزاری کے بعد وہ ناقابل یقین فرسٹریشن اور ڈپریشن کے دباؤ سے گزری بہت تکلیف اذیت خودکشی جیسا خطرناک اقدام کر بیٹھی پھر کیتھرین کی توجہ مہربانی لیڈی ایلون کا اسے پا کر بچا لینا وہ سنبھلی ہوئی زندگی سے مانوس ہونے لگی تو بدھ مت کا گیان اسے متوجہ کر گیا مگر اس کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اس پر عقدہ کھلا کہ اس میں خدا کا کوئی تصور ہی نہیں ہے یہودیت اور ہندو مت مخصوص لوگوں یا قوم کے لئے تھے عیسائیت تین خداؤں پر ایمان رکھتے والا مذہب وہ مایوس تھی مگر ہمت نہیں ہاری تھی پہلے تجربہ کے برعکس وہ پر امید تھی اسے کامل یقین تھا کہ نئے لوگوں کو خیر باد کہنے والا مذہب بھی ہوگا ضرور اور یہ یقین بھی واثق تھا کہ خدا ہے اکیلا و برتر ہے اور اس پر خود اس کا اپنا وجود اور ارد گرد پھیلی فطرت شاہد ہے، برف پوش کوہساروں کو برف کا، سورج کی تمازت پر پھلنا کلیوں کا پھول بن کر چٹکنا یقیناً ایک بزرگ واحد ہستی کا کرشمہ ہے۔

☆ ☆ ☆

تمہیں یہ کس نے کہہ دیا آخر
کہ کسی ریسٹورنٹ کے
نیم تاریک گوشے میں
بیٹھ کر مدھم سرگوشیوں میں
مسکراتے لبوں سے بات کرنا
اور آئس کریم کے کپ میں

جھجھک ہٹاتے ہوئے
خواہش دل کو زباں پہ لے آنا محبت ہے؟
تمہیں یہ کس نے کہہ دیا آخر
کہ جائز و ناجائز فلسفے کا عصا تھامے
اخلاقیات کی اپنی کسوٹی بنائے
جواز، حد، بے حد کی دیوار تھامے
بلا دستک بے روح مکان
جسم میں در آنا محبت ہے؟
بلکہ "محبت" تو
دور دراز کے کسی وحشی قبیلے میں
کوئی بسنے والی چالاک دیوی
جو تمہاری انا کو اپنے طلسم سے
یوں قید کرلی ہے
کہ تم اپنا سارا زخم بھول جاتے ہو
محبت من کا سچا سودا ہے
جسے بازار میں بیچا نہیں کرتے
محبت اک نازک سی لڑکی
جسے رلایا نہیں کرتے
محبت کو یوں ضائع نہیں کرتے

خوشی کو لفظ درکار ہوتے ہیں اور دکھ کو سہارا ڈھارس یہ احساس کہ کوئی ہے جس کے لئے آپ اور آپ کے جذبات اہم ہیں اسے یہ افسوس شدت سے تھا کہ وہ جس موڑ پہ آ پہنچی تھی وہاں بالکل تنہا تھی۔

کیونکہ اس کے پاس مان رکھنے اور نبھانے کو صرف دو رشتے تھے مما پپا اور وہ انہیں کسی بھی صورت اپنے سے برگشتہ کرنا چاہتی تھی نہ دکھ پہنچانا ایسی صورت میں جبکہ شہریار بھائی کی اولاد ہو کر انہیں اپنی فرمانبرداری کے ڈراموں سے بہلا رہا تھا وہ تو پھر سگی اولاد تھی، سو فی الفور اس نے خود پر لبادہ اوڑھ لیا تھا خاموشی مصلحت مجبوری کا وہ رشتہ جسے ان سب ناتوں سے قبول کرنا اور نبھانا اس کی جبر یہ مصلحت تھی وہ یہ مصلحت کس قدر تکلیف دہ تھی کہ ہر وقت بے بسی لاچاری اور شکستگی کا احساس دامن گیر رہتا، اس شخص کو سوچتی دیکھتی تو اپنے شدید نقصان کا احساس ہوتا اور آنسو پلکوں سے چھلک پڑنے کو بیتاب ہوتے۔

ایک گھر میں رہتے ہوئے ہر وقت نہ سہی کھانے چائے ناشتے پر ان کا سامنا یقینی تھا اور اسے بے حد محنت کرنا پڑتی تھی ان اوقات میں کہ اس کا رویہ نارمل رہے اس کے لئے خود پر بشاشت کا لبادہ بھی اوڑھنا پڑتا تھا۔

اس کی شادی کے لئے بری اور جہیز کے کپڑوں، جیولری، شوز، کراکری، فرنیچر کی مشترکہ شاپنگ ہو رہی تھی، مما ہر چیز میں اس کا مشورہ رائے اور پسند کو اہمیت دیتیں اس سے پوچھتیں وہ کیا کہتی۔

خوشی کا مفہوم تو بہت دنوں سے بھول چکی تھی جب سے شہریار خان سے اپنے تعلق کا سنا تھا اس کے ذہن و دماغ میں پریشانی، تفکرات چکراتے تھے اور اب اب تو اس نے خود کو رشتوں کی مصلحت کی نذر کر دیا تھا سمجھوتہ کیا تھا۔

وہ شخص اس سے وابستہ رشتہ واحساسات سب برف ہو چکے تھے، کوئی گھر میں کیا کر رہا ہے شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں کیا آ رہا ہے اسے کوئی غرض نہ تھی جب زندگی کے اہم ترین فیصلے میں اس کی رائے کو درخوراعتنا نہ سمجھا گیا تو یہ سب تو پھر بہت معمولی باتیں تھیں، وہ زندگی سے راہ فرار چاہتی تھی مگر ایسے نہیں کہ سب پر اس کی کمزوری عیاں ہو جائے، وہ زندگی میں کبھی کہیں جھکی نہیں تھی ہمیشہ سر اٹھا کر کھڑی ہوئی مگر اس شخص کی بدولت اس کا وقار، تمکنت اور نسوانی غرور سب منہا ہو رہے تھے اور جب یہ سوچ آتی تو وہ نئے سرے سے اذیت کا شکار ہونے لگتی، اس وقت بھی انہی لمحوں کی گرفت میں تھی۔

کوئی کم دکھ تھا کہ وہ اس شخص کے ساتھ زندگی گزارنے جا رہی تھی جو اسے دنیا میں سب سے زیادہ برا لگتا تھا، وہ اٹھتی بیٹھتی سوتی جاگتی اس سے جان چھڑانے کے بہانے ڈھونڈا کرتی تھی اور اب.....؟ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"یہ میری قسمت ہے، سعیہ علی خان کی قسمت خاندان کی سب سے لائق فائق خوبصورت اور ذہین وفطین لڑکی کی ہر ذہانت پر مہر لگ گئی ہے، مگر اس قسمت کے لکھے کو میں اپنی عمر بھر کی شکستگی نہیں بنا سکتی تم جو اتنے اچھے اور فرمانبردار بنتے ہو تمہاری اصلیت میں کھول کر رہوں گی، اپنی خود غرضی اور من مانی میں تم نے میری پرواہ نہ کی اب تمہاری ساری محنت میں ضائع کر دوں گی۔" وہ غصے سے سوچ رہی تھی مگر آنسو ابھی بھی چہرے کو بھگو رہے تھے اور اسی وقت وہ نکلا تھا لاؤنج سے ایش گرے پینٹ اور وائٹ شرٹ پہنے کہیں جانے کو تیار وہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کمزور لمحوں کا بھید شہریار پر کھلے سو چہرے کا رخ پھیر گئی مگر وہ دور سے اسے روتے دیکھ چکا تھا سو قریب چلا آیا۔

"سعیہ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا اور جو ہوگا وہ بھی مشیت ایزدی ہے خود کو اذیت کیوں دے رہی ہو تم پر کون سا ظلم ہوا ہے؟"

اس کی پلکوں پر اٹکے آنسو کو انگشت شہادت پر لیتا وہ آرام سے بولا تو سعیہ کے اعصاب تن گئے وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"ظلم اور مجبوری کا پتا تو تمہیں جلد چل جائے گا اور جن خوش فہمیوں میں تم ہو نا وہاں خود کو یہ باور کرا دو کہ میں اگر خاموش ہوں تو اس کا مطلب میری رضا یا منشا نہیں ہے بلکہ یہ میرے والدین کا حکم ہے جسے میں بہت مشکل سے پورا کر رہی ہوں، ورنہ تم نہ تو اچھے انسان ہو نہ اچھے کردار کے مالک تم بالکل بھی اس قابل نہیں کہ مجھ جیسی لڑکی کے شوہر بن سکو نہ مجھے تمہارے جیسے ہمسفر کی خواہش ہے، سمجھوتوں کی بنیاد پر یہ رشتہ طے پایا ہے اور سمجھوتے زندگی اجاڑا کرتے ہیں بنائے

نہیں۔" اس نے تیزی سے بھیگی آنکھوں کو ہاتھ کی پشت سے رگڑا تھا اور وہ لب بھینچے بنا کچھ کہے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

"محبت اہمیت دیتی ہے، سر اٹھا کر جینا سکھاتی ہے سہارا بنتی ہے اور تم نے محبت کے نام پر مجھے ترسپ کیا ہے اپنے رشتے کو بلیم دیا تھا تم جیسے خود غرض اور خود پسند شخص کو رشتوں کی تکریم کا پتا ہے نہ محبت کے احساسات کا، تم اپنی اداکاری سے سب کو دھوکہ دے سکتے ہو مجھ کو نہیں یہ رشتہ طے تمہاری مرضی سے ہوا اور اس کے آگے کا منظر میری مرضی کا ہوگا جسے تمہیں بہر صورت جھیلنا ہے کہ میں بھی تو جھیل رہی ہوں۔" بہت ہی سفاک جذبوں کا ادراک دیتی وہ پلٹی اور وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

شہر یار ساکت کھڑا تھا انتہائی سرخ چہرا لئے ضبط سے کام لیتا خود پہ قابو پاتا۔

نہ رستے میں ہی ٹھہریں نہ اپنے گھر جائیں
یہ فیصلے کی گھڑی ہے چلو بکھر جائیں
تیرا وجود بھی سچ ہے مگر ہمیں تم سے
وہ عشق ہے کہ تجھے سوچ کر ہی مر جائیں"

☆☆☆

آج آفس میں کام بہت زیادہ تھا جسے نپٹاتے بہت تھک چکا تھا وہ اگرچہ حیدر صاحب نے خود کہا تھا اسے کہ وہ آرام کرلے یا بقیہ کام کل دیکھ لے مگر وہ اپنے شعبے اور کام سے متعلق چھوٹے سے چھوٹا کام بھی پوری ذمہ داری اور توجہ سے نپٹانے کا عادی تھا، اپنی پوزیشن حیدر صاحب کے اعتماد کا احساس تھا اور کچھ سرسری نگاہ یا سرسری انداز سے کام کرکے رکھ دینے کی عادت نہ تھی اسے ترقی ہونے کے ساتھ ہی اس پہ ذمہ داری کا بوجھ بھی بڑھ گیا تھا مگر اس اضافی کام کو بھی دلجمعی سے کرتے اپنا پیشہ ورانہ فرض خوش اسلوبی سے ادا کر رہا تھا اور اس کی یہی ورک سینسیرنس کمپنی میں اس کا اچھا معزز مقام بنا چکی تھی۔

اپنا کام ختم کرکے بہت ساری تھکن کا احساس لئے وہ اٹھا تو ملگجی شام کا آغاز ہو رہا تھا وہاج پارکنگ میں آکر اپنی بائیک نکالنے لگا تو اس کی کمپنی کے مالک حیدر صاحب چلے آئے۔

"ینگ مین بس یہی ہفتہ ہے جو تمہیں اپنی بائیک پر گزارہ کرنا ہوگا اگلے ہفتے سے فرنشڈ گھر اور نئی گاڑی کے ساتھ آپ کو پروموشن آرڈرز بھی مل جائیں گے ہم بہت جلد ایک نئی برانچ کا انچارج آپ کو بنا رہے ہیں۔" اس کے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے کہا تو وہاج کی ساری تھکن جیسے پل بھر میں اتر گئی تھی ایک خوشگوار حیرت اور چمک اس کی آنکھوں اور چہرے پہ در آئی۔

"Thanks sir, thanks a lot" ۔وہ خوشی و ممنونیت سے بولا۔

"Most wellcome young man" یہ تمہاری محنتوں کا ثمر ہے کام سے لگاؤ، ذمہ داری اور جانفشانی انہی خصوصیات کی بدولت تم یہاں تک پہنچے ہو اور ایسی لگن سے کام کرتے رہے تو اور بھی آگے تک جاؤ گے مجھے خوشی ہے کہ اپنی کمپنی میں تمہیں رکھنے کا میرا فیصلہ بروقت اور صحیح تھا، تم نے اپنی ذمہ دار طبیعت اور محنت سے کام کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ میرا یہ فیصلہ درست تھا

اور تم ہی اس کے ڈیزرو تھے۔"

"Thanks again sir" ۔وہ احساس تشکر سے نم لہجے میں بولا۔

"Its ok" یہ سب تمہارا حق ہے۔" اسے تھپکی دیتے ہوئے وہ آگے بڑھے اور وہاج نے اپنی بائیک پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کئی لمبے لمبے سانس لیے تھے پھر مسکراتی نگاہیں اٹھاتے ہوئے اوپر دیکھا، وہی آسماں تھا نیلے رنگ سے نیالے سیاہ رنگ بدلتا، وہی بے رنگ زمیں اور وہی سردیوں کا اک پھیکا ڈھلتا دن، مگر خوشی کے احساسات سے آشنا ہونے کے بعد ان سب میں اک خوشگوار اور انوکھا پن محسوس ہو رہا تھا۔

کتنی معمولی نوکری سے اس نے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا قسمت نے ماں کی دعاؤں نے اس کی محنت اور جانفشانی نے اسے یہاں تک پہنچا دیا تھا اور اس سب میں وہ بھی شامل تھی اریبہ اشفاق زندگی کی ساری دلکشیاں جس کے دم سے تھیں ایک مخلص اور ہمدرد لڑکی، اس وقت جب تنگدستی تھی اسے نوکری نہ ملتی تھی اور وہ اکثر حالات و تنگدستی سے نالاں اسے سخت سست کہہ جاتیں تو یہی لڑکی تھی جو اس کا حوصلہ بڑھاتی آگے جانے اپنا مقام بنانے جدوجہد کرنے کا سبق دیتی بنا کسی لالچ اور غرض کے اکثر چپکے چپکے مدد کرتی رہتی، وہ دن جب سایہ بھی ساتھ چھوڑنے لگا تھا وہ لڑکی اپنی ہمدرد اور مخلص طبیعت سے زندگی سے محبت کرنا سکھاتی تھی بھلا اس کا سی لڑکی کا خلوص و محبت بھول سکتا تھا وہ۔

جسے اپنی کہا تھا پورے خلوص سے دل کی گہرائیوں سے اپنا مانا اور سمجھا تھا جواب خود تکلیف دہ حالات میں تھی اور اپنوں پرایوں کے ناروا رویے سے ذہنی و جسمانی اذیت اٹھا رہی تھی یہ سب حالات یہ ماحول بدلنا اس کے اختیار میں نہیں تھا نہ ہی وہ یہ سب پل میں ٹھیک کرسکتا تھا مگر بہت نہیں تو تھوڑا تو اس کے لئے کرسکتا تھا، خوشی کے کچھ دن اپنی کامیابی و ترقی کا جشن اس کی معیت میں مناتا تو وہ چند لمحے کو سہی نکھر بہل جاتی۔

اپنی اچانک ہونے والی پروموشن اور سیلری بڑھنے کے ساتھ گھر و گاڑی کی سہولیات یہ سب اتنا خوش آئند اور اچھا تھا کہ وہ اریبہ کا رویہ وانکار اور اس سے ہونے والی تلخ کلامی اپنی ناراضگی سب فراموش کر چکا تھا، اپنی یہ خوشخبری وہ سب سے پہلے اریبہ سے شیئر کرنا چاہتا تھا سو مٹھائی خریدنے کا ارادہ اگلے دن پہ ڈالتے ہو سیدھا گھر کی جانب ہو گیا۔

دھوپ چھاؤں سی طبیعت رکھنے والی، اپنے حالات سے شاکی خود سے لاپرواہ وہ لڑکی ہزار ہا خفگی کے باوجود اسے جاں سے عزیز تھی جسے بہت مان اور عزت سے اپنی زندگی میں شامل کرلینے کا وعدہ کر رکھا تھا۔

"کتنا خوش ہوگی وہ جب میں اسے اپنی پروموشن کی خوشخبری سناؤں گا، مستقبل سے متعلق اس کی خواہشات خواب سچ ہوگئے اور یہاں تک پہنچنے کی ہمت اس نے بندھائی تھی، بجھتی آنکھوں میں امید کا دیا اسی نے روشن کیا تھا اور یقیناً اس خوشخبری پہ پہلا حق بھی اسی کا ہے جلد ہی وقت نکال کے سب سے پہلے یہ گڈ نیوز اسے ہی سناؤں گا پھر اپنے گھر میں خبر دوں گا۔" اریبہ کے بارے میں سوچتے ہوئے اس نے احتیاط سے موڑ کاٹا تھا اور یکبارگی ہی دل میں خدشہ سا ابھرا تھا۔

"اگر فون پہ میرے تلخ رویے، سخت الفاظ سے ہرٹ ہوئی وہ تو اس کا کیا ری ایکشن ہوگا اس خوشخبری پر کیا خبر وہ مجھ سے بات کرنا بھی گوارہ کرے یا نہ کرے۔"

بہت نازک تھی وہ اپنی انا و خودداری کی قیدی اور واج اسے تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اس کی اپنے اوپر کی گئی نوازشات کے علاوہ واج کے اپنے جذبے بھی تھے جو اریبہ کے تمام دکھ تمام ذمہ داریاں سارا بوجھ اس کے نازک کندھوں سے اتار کر اپنے مضبوط کندھوں پر رکھنا چاہتا تھا اور وہ بھی کھل کر اس کی مدد لینے پر تیار ہی نہیں ہوتی تھی اکثر سیدھی بات کو بھی غلط سمجھ لیتی، اسی طبیعت کی بنا پر نوکری والے معاملے میں بھی اسے اچھی طرح دیکھ چکا تھا اور جانتا تھا کہ اس کے منع کرنے کے باوجود وہ ملازمت کے لئے سنجیدہ ہے وہ اس کا ملازمت کرنا برا نہیں سمجھتا تھا خدشہ تھا تو صرف یہی کہ ادھر ادھر نوکری کی تلاش میں بھٹکتی کسی بری جگہ یا غلط سلط لوگوں میں نہ پھنس جائے، بھلے وہ تعلیم یافتہ اور باشعور تھی مگر ایک لڑکی کے لئے قدم قدم پر خطرے تھے برے لوگ جگہ جگہ گھات لگائے بیٹھے تھے، وہ دن بھر باہر رہتا تھا لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا تھا جانتا تھا کہ ایک مجبور، بے بس اور حالات کے دباؤں میں پسی مظلوم عورت کے ساتھ باہر آزاد پھرتے مرد کیا سلوک روا رکھتے ہیں، سو اسے منع کر گیا تھا۔

اریبہ نے اس روک ٹوک کو اچھا سمجھا یا برا کچھ بھی تھا واج حسن کا دل شفاف آئینے کی مانند تھا، کوئی کھوٹ کوئی کمی نہیں تھی، اس کے جذبے روز اول کی طرح آج بھی پاک تھے، وہ ہمیشہ کی طرح اس کا خیر خواہ اور مخلص تھا، اسے واہموں اور خدشوں سے واسطہ نہ تھا، غموں اور دکھوں میں گھری اس لڑکی کو جینے خوش رہنے کے تمام رموز سکھانا چاہتا تھا، اسی لئے خود کو ہر فکر سے آزاد کر کے ذہن سے ہر پریشان جھٹک کر وہ مسکرا دیا تھا اور خود تازہ دم محسوس کرنے لگا اپنے خوابوں میں رہنے والی لڑکی کو خوابوں کی تعبیر کا سندیسہ سنانے کے لئے۔

میری آواز کا جادو
تیری آواز کی بانہوں میں
بانہیں ڈالنے کا منتظر
نئے موسم تمہارے جسم کی بنجر زمینوں پر
گلابی پھول کھلنے کی بشارت دے رہے ہیں
تم اپنی ذات سے
محرومیوں اور بے یقینی کے
سبھی پردے اتار دو
اور سے کے پانیوں میں پھینک کر
میری محبت اوڑھ لو

☆☆☆

کچھ غلط فہمیاں انسان کو اپنی ذات کے بارے میں ہوتی ہیں وہ دور ہو جانی چاہئیں تو اچھا ہے وہ بھی اپنی غلط فہمیاں دور کر رہی تھی اس نے سمجھا تھا وہ بہت پر اثر شخصیت کی مالک ہے اس کی محبت

اس کی خوبصورتی میں بڑا اثر ہے واج حسن اسی کی محبت و حسن کا دیوانہ ہے وہ دیوانہ بلا شبہ تھا مگر بیگانہ نہیں اس کی دیوانگی و فرزانگی کا اصل کیا تھا شاید وہ واقف ہی نہ تھی سوچ سوچ کر کڑھنا صرف خود کو تکلیف پہنچانا تھا اور زندگی اسے اتنی فرصت نہ دے رہی تھی کہ وہ بس اسی رخ کو لے کر سوچے جاتی اور سوچنا تھا بھی کیا۔

ویسے بھی ہر چھوڑ کر جانے والا شخص بے وفا نہیں ہوتا اور اسی طرح ہر ساتھ دینے والا شخص آپ کا اپنا نہیں ہوتا، واج کو بھی وہ مارجن دے رہی تھی، مجبوری مصلحت کا مارجن خفگی غصہ جو تھا وہ بے بسی بہا کر لے گئی اب وہ قدرے مختلف انداز میں اس کے انکار کو لے رہی تھی اور خود کو تسلیوں بہلاووں سے سنبھال رہی تھی جویریہ اور ربیعہ کے نہ صرف کالج مکمل ہو چکے تھے، بلکہ کلاسز سٹارٹ تھیں، اماں کو جز وقتی توجہ کی ضرورت تھی جبکہ وہ خود فائنل ایگزام سر پر ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی سے چھٹی نہ کر سکتی تھی پھر بھی اکثر اسے گھر رہنا پڑھتا، طوبیٰ نے اسے ٹیوشن کا بتایا تھا، وہ دو بچوں کو پڑھانے کی ذمہ داری تھی فیس چار ہزار تھی عام حالات میں شاید وہ یہ فیصلہ نہ کرتی مگر مجبوریاں سب کروا لیتی ہیں۔

انتہائی مخدوش حالات کے باعث وہ رضامند ہو گئی اور طوبیٰ کے ہمراہ جا کر پہلے وہ گھر اور بچے دیکھ کر آئی تھی، دونوں بچے کلاس فائیو اور سکس کے سٹوڈنٹ تھے، انتہائی اسٹریٹ فارورڈ باقاعدہ اس سے انٹرویو لے رہے تھے اور ماں اپر کلاس کی مخصوص فیشن زدہ بیگم صاحبہ ہوں تو "تم ہونیوز ٹھیک ہے بچوں سے مل لو وہ او کے کر دیں تو باقی کے معاملات طے کر لیں گے۔" بنا سلیوز کے انتہائی چست شرٹ اور ٹراوزر پہنے وہ محترمہ بولی تو اریبہ کچھ حیران سی ملازمہ کی معیت میں بچوں کے حضور چلی گئی۔

پسندیدہ کارٹون پروگرام پسندیدہ چینل پسندیدہ اداکار کرکٹر، موسم، فلمسٹار، ہر چیز پوچھتے ہوئے پھر موبائل فنکشنز اور بٹ سسٹم پر آ گئے، اریبہ غائب الدماغی کے عالم میں ہوں ہاں کرتی کرتی گئی کئی بار تو جی چاہا اٹھ کر بھاگ جائے یہ کیا اوچھا طریقہ ہے ملازمت دینے کا پھر مارے باندھے بیٹھ جاتی، آخر خدا خدا کر کے یہ سلسلہ تمام ہوا تو صاحبزادوں نے اسے او کے کر دیا۔

جبکہ بیگم صاحبہ نے چند شرائط پیش کیں۔

"ہر روز وقت پر آنا ہے چھٹی نہیں کرنی سوائے اتوار کے اگر مجبوری میں ہو جائے تو خود فون کر کے مطلع کرنا ہے وہ بھی ایک دن پہلے، بچوں کو پیار سے پڑھانا ہے، ڈانٹ ڈپٹ یا جھڑکنے کی صورت میں ٹیوشن فیس سے کٹوتی یا چھٹی اور بچے جو جب پڑھنا چاہیں وہی پڑھانا ہے ورنہ صرف انہیں ٹائم دے کر جانا ہے۔"

ہر بات بے تکی اور عجیب تھی اور وہ سب پر سر ہلاتی گئی کہ بیگم صاحبہ نے خود اپنے منہ سے پانچ ہزار ماہانہ دینے کا وعدہ کیا تھا بلکہ پہلے ماہ کی فیس ایڈوانس مل چکی تھی، کام اتنا محنت طلب نہیں تھا ہوتا بھی تو وہ محنت کی عادی تھی تنخواہ مناسب تھی اگر مسئلہ تھا تو دوری کا جاتے ہوئے تو طوبیٰ ساتھ لے چلتی واپسی پہ بسوں میں دھکے کھانا پڑتے مگر پھر بھی یہ سب اسے گوارہ تھا، کیونکہ حالات اس نہج پر کھڑا کر چکے تھے یہاں قطرہ بھی سمندر لگتا اور اپنی مدد آپ کے تحت سب کرنا تھا تو ڈر نا کیسا؟ پہلے

دن بچے جتنے بدتمیز اور تیز نظر آئے آنے والے دنوں میں یہ تاثر قدرے ہلکا پڑا خلاف توقع وہ بڑے آرام سے جو پڑھائی پڑھا لیتے بلکہ اکثر اس سے اپنی خواہشات و ارادے بھی شیئر کرتے اریبہ کو ایک خوف سا تھا کہ پتا نہیں وہ یہاں ایڈجسٹ کر پائے گی یا نہیں مگر یہ خوف رفتہ رفتہ زائل ہو گیا، بیگم صاحبہ اکثر غائب ہوتیں گھر سے اگر کبھی مل جاتیں تو سوائے سلام کے کوئی بات نہ ہوتی، وہ گھومنے پھرنے اور پارٹیز اٹینڈ کرنے کی شائق عورت تھی، بچوں کو ملازمین کے سپرد کر کے اپنے سیر سپاٹوں پہ نکل جاتی بلکہ صاحب سے وہ مل نہ پائی تھی، اکثر بزنس کے سلسلے میں وہ دوروں پہ رہتے اس کا وقت خیریت سے گزر رہا تھا اس نئی مصروفیت میں۔ فی الحال کچھ اور سوچ کر وہ ذہن خراب کرنے کی قائل نہ تھی۔

بچوں کو پڑھاتے ہوئے وہ نصف مہینے سے چند دن اوپر کر چکی تھی آتے ہوئے اس کے سر پر ہمیشہ بلیک پرنٹڈ اسکارف کے ساتھ سوٹ کا ہم رنگ دوپٹہ سلیقے سے اوڑھا ہوتا ہنا کسی لیپا پوتی کے وہ اس سادہ سے حلیے میں بھی اچھی لگا کرتی حالانکہ بیگم صاحبہ نے ایک دوبار ٹوکا بھی تھا کہ ''اتنی خوبصورت ہو تم خود کو ذرا سنوار کر رکھا کرو یہ ہروقت نوکرز کا منہ لپیٹے کیا ماسی بنی رہتی ہو۔''

اس نے طوبیٰ کو بتایا تو وہ آرام سے بولی۔

''امیر لوگوں کا یہ بھی خبط ہے ماڈرن ٹیچرز رکھنا تاکہ بچے ٹیچر کی لک اور خوبصورتی کے خیال سے زیادہ شوق سے پڑھیں، تمہیں خود میں کیا مشورہ دوں تم سمجھ دار ہو جو مناسب سمجھو اپنے لئے وہی اپناؤ۔'' وہ سادہ حلیے میں جاتی رہی، بچے اب اکثر اس کے جانے سے پہلے کیبل پہ چینل لگائے دیکھ رہے ہوتے، اگرچہ ایسا پہلے بھی ہوتا تھا مگر وہ اسے آتے دیکھ کر ٹی وی بند کر لیتے یا چینل بدل ڈالتے، اریبہ کو غصہ آتا مگر خاموشی سے ضبط کرنا پڑتا کہ یہ جاب کی شرائط کے خلاف تھا۔

آج بھی وہ بڑے مجبور اور بے بس انداز میں بیٹھی تھی کیونکہ دونوں بھائی ایک انڈین چینل پہ دکھایا جانے والا مقابلہ حسن براہ راست ملاحظہ کر رہے تھے، یا وہ نظریں چرا کر کمرے کے اردگرد دیکھنے لگتی، جبکہ وہ دونوں بھائی اتنے مگن تھے کہ پلکیں تک نہ جھپک رہے تھے۔

''کیا عمریں ہیں ان کی بارہ تیرہ سال اور کیا دیکھ رہے ہیں یہ، ان کے والدین آگ و جذبات کے حوالے کر کے ان کو وقت سے پہلے بالغ نہیں بنا رہے؟ یہ عمر ان کی ذہنی شعور راہ راست پہ رکھنے خود کو سنبھالنے، احتیاط کی ہے اور یہ ہیجان انگیزی انہیں کیا سنبھلنے دے گی۔'' وہ دکھ سے سوچ رہی تھی جب بڑے صاحبزادے نے اچانک اسے مخاطب کیا تھا۔

''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں چلتی ہوں۔'' اسے ناچار کہنا پڑا۔

''او کے جائیں۔'' کمال مہربانی سے کہا تھا تو وہ کنپٹیوں کو انگلیوں سے دباتی باہر نکلی پورچ میں کھڑا ویل ڈریس سا بندہ گاڑی میں بیٹھ کر اسے باہر نکال رہا تھا وہ آگے آئی تو مجبوراً سلام کر دیا وہ بندہ لمحہ بھر کو ٹھٹکا تھا۔

''وعلیکم السلام آپ ٹیوٹر ہیں نئی اور سنی کی۔'' شائستگی سے پوچھا گیا۔

''جی سر۔'' وہ مختصراً جواب دے کر آگے بڑھی۔

''مس کیا آپ کی واپسی ایگزٹ ٹائم سے کچھ شارٹ نہیں۔'' پیچھے سے آواز آئی۔

''ان فیکٹ میری طبیعت ٹھیک نہیں شاید بی پی لو ہو رہا ہے اسی لئے۔''

''میں جمال حیات ہوں بچوں کا والد اگر آپ برا نہ سمجھیں تو آیئے پلیز آپ کو ڈراپ کر دوں۔'' ازراہ ہمدردی اس شخص نے کہا تو وہ اسے انکار کرتے ہوئے یکدم یاد آیا، کہ واپسی کا کرایہ نہیں پیدل جانے سے بہتر ہے سہولت لے لے کچھ سر چکرا رہا تھا، وہ ہچکچاتی آگے بڑھی اور کچھ دیر بعد اپنی گلی کی سامنے نکڑ پر اتری تو اسی پل وہاج موٹر سائیکل لے کر گزرتا رکا تھا، اریبہ مسکراتی نرمی سے شکریہ ادا کر کے پلٹی سامنے ایستادہ وہاج حسن کو دیکھ کر اس کے چہرے پر یک لخت حیرانگی اور تعجب کا تاثر ابھرا جبکہ وہاج کی آنکھوں میں سلگتی کیفیت عجب رنگ لئے تھی۔

☆☆☆

زندگی اس کے ساتھ کیا کر رہی تھی اور اسے کہاں لے جانا چاہتی تھی وہ اس کلیے سے لاعلم تھی، فنک شوئی پر اعتماد کر کے اپنی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس نے اپنے طور طریقے بدل لئے تھے اور اس چیز سے اس کو ذہنی روحانی بلکہ جسمانی طور پر بھی بہت حد تک پر اعتماد شخصیت میں بدل دیا تھا لیکن مستقبل کیسا گزرے گا یہ علم نہ تھا، مذہب کا خانہ اس کے سامنے ایک بار پھر صفاچٹ ہو گیا تھا۔

بے مذہب زندگی گزارتے رہنے دوسرے مذاہب پر تحقیق اور کئی سالوں کی لاحاصل جستجو کے بعد وہ بدھ مت کی طرف متوجہ ہوئی تھی، کہ شاید گیان دھیان اور یوگا کے ذریعے خدا کی ذات محسوس کر سکے بدھ مت میں بھی عیسائیت کی طرح بعض باتیں حقیقت کے قریب نظر آئیں مگر اس کے بعض پہلوؤں کو وہ سمجھ پائی نہ قبول کر سکی، اس کا ضمیر کہتا تھا کہ ''اگر خدا موجود ہے تو وہ سب کے لئے یکساں انداز میں ہونا چاہیے، اور سچے دین کی صداقت سادہ ہونی چاہیے، ہر کس و ناکس کے لئے قابل فہم اور عیسائیت کے بعد یہودیت پھر جین مت اور اب بدھ مت کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات اس کے لئے بڑا گنجلک مسئلہ بن گئی کہ خدا کو حاصل کرنے کے لئے آخر روزمرہ کی عمومی زندگی کو تج دینا اور معاشرے سے کٹ جانا کیوں ضروری ہے؟''

دلیل اور منطق سے ماورا مذاہب جو بے جان سی روحانی حیثیت کے حامل تھے، جیسے عیسائیت محض اتوار کا مذہب Sunday religion جیسے عیسائی دنیا میں اتنی بلند و بالا روحانی سطح پر سجا کر رکھا جاتا ہے کہ روزمرہ کی زندگی پر اس کا ہلکا سا پرتو بھی نہیں پڑتا اسے ایسے مذہب کی تلاش تھی جو چوبیس گھنٹے انسانی زندگی سے جڑا رہے اور ہر شعبہ حیات کے لئے رہنما اصول پیش کرے، جس کی تعلیمات ماورائی قصے کہانیوں کی بجائے عقل و شعور کے مطابق ہوں اور آسانی سے سمجھ میں آ جائیں اور ہر قسم کے حالات و ماحول میں قابل عمل ہو۔

مگر ایسا مذہب ایسی رہنما تعلیمات جو جائز انسانی آزادیوں پر قدغن نہیں لگاتے اور انسانی عزت و وقار میں اضافہ کرتے ہیں، ابھی اس کی رسائی سے فاصلے پر تھا اور اس بارے میں سوچتے ہوئے وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی تھی۔

بدھ مت سے دلچسپی مفقود ہوئی تو جیسے جھٹکے سے بھی اس کا دل اچاٹ ہو گیا، وہ جو بدھ مت کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنانے کی جستجو میں چین کے ساتھ بدھ ملکوں تھائی لینڈ، تبت، سری لنکا وغیرہ میں گھومنے پھرنے کا پروگرام بنا رہی تھی یکدم چین سے بھی جانے کو تیار ہو گئی، ان کے جانے کا سن کر تاشی کو دکھ سا ہوا، وہ نم آنکھوں سے انہیں ملی تھی، کیتھرین کا وفد اپنا دورہ مکمل کر کے اب انڈیا کا رخ کر رہا تھا اور وہ ان کے ہمراہ تھی اگرچہ انڈیا وہ پہلے آ چکی تھی مگر تب اور اب میں بڑا فرق تھا، پہلا چکر، کچھ دوستی، کچھ سیر و تفریح کی غرض سے اور بہت حد تک بیزاری سے بچنے کا اک بہانہ تھا اس بار وہ صرف تاج محل دیکھنے کی غرض سے پہنچی تھی جو پہلے تاتا کرا اچانک موت کے باعث دیکھ نہ سکی تھی۔

دہلی کے ہوائی اڈے پر انہیں انڈین سرکاری آفیسرز کے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی ریسیو کرنے کو موجود تھے جن میں نیوزی لینڈ کے سفیر بھی بیگم کے ہمراہ پہنچے، اچھے خوشگوار موڈ میں ملتے ہوئے ان سب کو ہوٹل پہنچایا گیا، قیام و طعام کا انتظام بہت اعلیٰ تھا۔

پہلا دن ان کا محض تعارف اور آرام کرنے میں گزرا اگلے دن ان سب کو نئی دہلی میں آئے ہوئے تمام میڈیکل آفیسرز سینئر ڈاکٹرز، سائنسدان اور پیرامیڈیکل اسٹاف سے متعارف کروایا، ساتھ ہی ایک مذہبی تہوار میں شرکت کا دعوت نامہ بھی دیا گیا۔

ہندوؤں میں پوجا پاٹ کے حوالے سے کئی تہوار منائے جاتے ہیں ہندو گائے، بندر اور سانپوں کی پوجا کرتے ہیں اور انہیں بہت متبرک خیال کرتے ہیں، ہندو مہینہ کے حساب سے شیروان کی پانچ تاریخ کو ناگ پنچمی کا تہوار تھا اور انہیں اسی تہوار میں شریک ہونے کا سندیسہ تھا، ماریا اگرچہ ان ہندو رسموں اور تہواروں سے الرجک تھی مگر پھر بھی جانے پہ تیار ہو گئی۔

جذبہ خیر سگالی کے تحت وہ سب علی الصبح کرشنا مندر پہنچے تو خواتین بڑی تعداد میں مندر کے باہر موجود تھیں جبکہ مندر کے باہر پجاری نما نوکریوں میں سانپ بٹھائے گئے تھے، انہیں خصوصی پروٹوکول کے ساتھ ریسیو کیا گیا۔

عورتیں اشنان لیتی نوکروں کی سازی زیب تن کئے اپنے ساتھ لائے ہوئے بڑے پھول سانپ کے سر پر ڈالتیں پھر چمچ سے انہیں دودھ پلاتیں اور ایسا کرتے ہوئے عقیدت کے طور پر جوتیاں اتار دیتی تھیں۔

"ہندو عقائد میں مختلف جانوروں کو دیوتا اور دیوی کا درجہ حال ہے اس طرح ان سے خصوصی محبت و عقیدت کی ہے۔"

"یہ سانپوں کو دودھ پلانا یا بندروں کو بھوجن پیش کرنا بھی تبرک ہے کیا۔" کیتھرین نے اچانک پوچھا۔

"بندروں کا بھوجن تو رامائن کتھا کی مجالس میں ہوتا ہے اور میرا خیال ہے یہ بھی ہم اپنے قیام کے دوران دیکھ سکتے ہیں کہ یہ مجالس اکثر ہوتی رہتی ہیں، میں نے بھی سنا ہے یا انڈین موویز میں دیکھا ہے مگر حقیقت میں کیا چیز ہے یہ تہوار مجھے خاص علم نہیں۔" ماریا نے کہا تو ایک میزبان نے آگے آ کر انہیں اگلی پوجا دیکھنے کا کہا۔

وہ سب بڑھتے ہوئے اس سمت آ کے یہاں ہر عورت پوجا کی تھالی لئے کھڑی تھی، جس میں چھوٹی جل رہی تھی خواتین کی ایک بڑی تعداد تھالیاں اٹھائے ہر ایک مرد کے آگے لے جا رہی تھیں

سب لوگ جلتی ہوئی لوؤں پر ہاتھ پھیر کے چہرے پر پھیر لیتے، آخر میں دیوتاؤں کا حصہ بھی سب کو دکھایا گیا، یا پھر پنڈت کی نذر کیا گیا، یہ اگنی پوجا تھی جس کے بغیر کوئی پوجا مکمل نہیں ہوتی، پرشاد کے لفافے غیر ملکی مرد و خواتین کو الگ الگ پیش کیے جا رہے تھے، اسے پولی تھین بیگ میں رکھتے ہوئے ماریا نے انہیں بتایا۔

"اسے پنچامرت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ پانچ چیزوں سے مل کر بنتا ہے۔"

"خوشبو تو اچھی آ رہی ہے اگر ہم اسے کھائیں تو......" ان کے ایک رکن نے کہا۔

"اپنے اپنے مائنڈ کی بات ہے کھانا نہ کھانا آپس کی بات ہے کہ اسے پھینکنا بھی ہو تو وہاں پھینکیں جہاں کوئی ہندو نہ دیکھ سکے۔" ماریا ہولے سے بولی۔

"مگر پھینکنا کیوں ہے کھا کر دیکھنا چاہیے تبرک ہے آخر۔" کیتھرین لفافہ کھول کر سونگھتے ہوئے بولی، تو ماریا نے لفظ بھر اپنے ارد گرد نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ ہندو گئو ماتا کو پوتر (پاک) مانتے ہیں اس لئے اس کے دودھ سے نکلے دہی گھی، دودھ، گوبر اور گئو موتر (پیشاب) کے ساتھ کھایا اور تقسیم کیا جاتا ہے۔"

یہ تفصیل سنتے ہوئے ان سب کے چہروں پر کراہیت اور ناگواری کے تاثرات ابھر آئے بجلے وہ ہندو نہ تھے مگر عیسائیت پر بہت پختہ یقین رکھتے تھے، کہ بے اختیار ان میں سے کئی کو متلی آتے آتے رہ گئی۔

"مائی گاڈ آج کے اتنے ترقی یافتہ دور میں بھی ایسی جاہلانہ عقیدت و رسوم رائج ہیں اور کیا کوئی مذہب اتنا گندا ہے پیروؤں کو کھلانے یا کھانے کا حکم دیتا ہے۔" کیتھرین نے تھوکتے ہوئے کراہت سے کہا۔

"یہ ہندوستان ہے یہاں پر وہ پاپ (گناہ) یا حرام کرم، مقدس رسم کا نام دے کر انجام دیا جاتا ہے خواہ وہ ودھوا (بیوہ) عورت کو زندہ جلا دینا ہو۔" ماریا نے تاسف سے کہا تو ان کے ہونٹ ہلنے کے ساتھ آنکھیں بھی تحیر سے کھل گئی تھیں وہ سب حیرت سے ماریا کو دیکھ رہے تھے جو ہندومت سے متعلق جانکاری (معلومات) دے رہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ)

دستک نہ دو

فوزیہ غزل

پچھلی قسط کا خلاصہ

گوتم کی تعلیمات و عقائد اور بدھ مت کے رسم و رواج کا مطالعہ کرتی ماریا اسے اپنانے کی تگ و دو میں بدھ مرکز جانے لگتی ہے، تو گوتم کے دھیان گیان اور موجودہ بدھ ازم کے رسم و رواج اس میں واضح تفاوت اسے تکلیف دیتی ہے۔

رضا مند نہ ہونے کے باوجود محض والدین کی عزت و مان کے لئے سعدیہ بحالت مجبوری شادی پر آمادہ ہو جاتی ہے۔

وہاج کے انکار سے ٹوٹی بکھری اریبہ کو طیبہ حوصلہ ہمت دینے کے ساتھ ایک گھر میں بطور ٹیوٹر جاب کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔

بدھ مت سے مایوسی کے باوجود ماریا پر امید ہے کہ اسے سیدھا اور سچا راستہ ضرور ملے گا اسی امید کے ساتھ وہ انڈیا ٹور پر تیار ہو جاتی ہے۔

سعدیہ، شہریار کو جتا دیتی ہے کہ یہ صرف مجبوری و مصلحت کا سودا ہے، وہ خود کو کسی خوش فہمی کا شکار ہونے سے باز رکھے۔

وہاج اپنی پرموشن کی خبر اریبہ کو دینے آتا ہے تو اسے کسی غیر مرد کی گاڑی سے اترتے دیکھ کر تحیر و تعجب اور شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

بائیسویں قسط

وقت ہوتا کہ میرا بخت عناں گیر سو ہے
تجھ سے ملنے میں یونہی تاخیر ہوئی تھی سو ہے
میں ستاروں کی سفارش بھی اگر لے آتی
یہی لکھی تھی میرے خوابوں کی تعبیر سو ہے

یہ نہیں تھا کہ وہ بڑے خوابوں، خیالوں میں رہنے والی لڑکی تھی یا بہت آئیڈیلسٹک فیلنگز رکھتی تھی، مگر پھر بھی تھی تو آخر ایک لڑکی اور ہر لڑکی خواہ وہ کسی طبقے سے ہو اندر سے ایک عورت ہوتی ہے عام عورت جو بقول پروین شاکر یہی سوچتی ہے۔

عام سی لڑکی ہوں عام سی سوچیں ہیں
اک گھر ہو، دریچہ ہو، پھول سا بچہ ہو

بہت زیادہ نہ سہی کچھ کچھ تو وہ بھی سوچا کرتی تھی اپنے میرڈ لائف پیریڈ لائف پارٹنر کے لئے اور اس سوچ میں شہریار کا گزر یقیناً کہیں نہ تھا یہ تعلق رشتہ سب عجیب تھے اور اس سے بھی عجیب تر اس کے رویے وہ ڈیٹ فکس ہونے سے پہلے جتنی تلخ مزاج ہوتی تھی، خفگی کے موڈ میں رہتی تھی بعد میں قطعاً سنجیدہ بلکہ فارمل، بہت حد تک نارمل دکھتی ہلکے پھلکے انداز میں ہنستی بولتی چلتی پھرتی مگر اس سب میں اک کمی دکھتی اس کی آنکھیں ہزار ہنسنے کی کوشش کے باوجود ساتھ نہ دیتیں چہرے پر اک گہری خاموشی ہر وقت غالب رہتی ان میں اور اس سکوت کا سبب کیا تھا، شائستہ بے طرح پریشان تھیں۔

”کہیں ایسا نہ ہو کل کو یہ فیصلہ پچھتاوے کا سبب بن جائے۔“ یہ سوچتے ہوئے وہ شہریار سے اپنی پریشانی شیئر کرنے لگیں۔

”اس کی خاموشی بے معنی نہیں ہے شہریار میری بچی ہے وہ میں جانتی ہوں اس کے اندر کیسے جوار بھاٹے اٹھ رہے ہوں گے، وہ اپنی شکست اتنی آسانی سے کبھی تسلیم نہیں کرتی دیکھو بیٹا تمہیں بھی اولاد سے بڑھ کر چاہا اور محبت سے پالا ہے اور ہم سعدیہ سے زیادہ تمہاری بہتری کے خیر خواہ ہیں، ایسے حالات میں جبکہ وہ تم سے خفا ہے، رشتے پر راضی نہ تھی مارے باندھے ہاں کہہ دی رخصتی کے بعد رہے گی بھی ہم سے علیحدہ محبت جو پہلے ناپید ہے پھر کہاں ہوگی، مجھے کوئی خاص یقین نہیں ہے وہ بخوشی اس رشتے کو نبھا پائے گی، ایسا نہ ہو کل کلاں کو وہ مزید مسائل بنا دے اور تم خوامخواہ پریشان ہوتے پھرو۔“

”مما آپ کیا سمجھتی ہیں وہ چھٹانک بھر کی لڑکی مجھے کتنا پریشان کرے گی۔“ وہ مسکرایا تھا۔

”بیٹا بات پریشانی کی ہے جن حالات میں وہ شادی کے لئے ایگری ہوئی ہے اور پہلے جو رویہ رہا اب جو صورتحال ہے، میں ماں ہوں اس کی طرف یہ سوچ رہی کہ کل کو میری بچی کی زندگی کو یہ فیصلہ کسی پچھتاوے کا شکار نہ بنا دے۔“ وہ ممتا بھری تشویش لئے بولیں۔

”مما پلیز وہ آپ کی بچی ہے تو میں بیٹا ہوں، مجھ پر اعتبار رکھیں ایسا کچھ نہیں ہوگا اگر مجھے یہ خدشہ ہوتا کہ میں یا وہ کل پچھتائیں گے تو شاید اس سے پہلے میں خود انکار کر دیتا مگر وہ صرف جذباتی ہے اور ہر شے کو اوپری نگاہ سے دیکھنے کی عادی یہی اجنبیت اسے کسی شے تعلق یا رشتے کو سمجھنے سے روکتی ہے، آپ جانتی ہیں میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جسے نبھانے کی سکت اور اہلیت رکھوں، اسے میری زندگی میں شامل ہونے دیں، اس کے بعد اگر آپ کو کوئی شکایت ہوتی ہے تو مجھے بلیم دے سکتی ہیں، مگر پہلے یہ تذبذب یا پریشانی ٹھیک نہیں۔“

”مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے شہری مگر جب وہ قائل نہ تھی سمجھ نہ پا رہی تھی اب ایکدم سے رضا مند ہوگئی کیا خبر اندر سے بدظن ہے تم سے یا سب اور یہ پہلو بہت فکرانگیز ہے۔“

”مما میں اس کی غلط فہمیاں دور کر دوں گا وہ نہ بدظن رہے گی نہ خفا اور یقین رکھیں وہ بہت خوش رہے گی اس کی خوشیوں کی ضمانت میں دیتا ہوں آپ کو کیا اپنے بیٹے پر بھی یقین نہیں۔“ شہریار نے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تو شائستہ بیگم نے بے اختیار اس کی فراخ پیشانی پہ بوسہ دیا۔

”جیتے رہو اللہ لمبی عمر دے خوشیاں دکھائے تمہاری یہی عادت مجھے پسند ہے کہ تم انتہائی مایوسی کے حالات میں بھی اپنی سوچ مثبت رکھتے ہو ہمیشہ بات کا روشن پہلو دیکھتے ہو اور حوصلہ نہیں ہارتے بس اللہ سوہنا اس بیوقوف لڑکی کو بھی سمجھ عطا کرے۔“ شہریار بڑا مطمئن سا مسکراتا ہوا بولا تھا۔

”جو تعلق بننے جا رہا ہے ناں وہ کتنا صحیح ہے یہ آنے والا وقت بتائے گا اسے۔“

”اور میری دعا ہے کوئی بڑا مسئلہ کھڑا ہونے سے پہلے یہ وقت آ جائے۔“

”یقیناً اللہ لائے گا بس آپ پریشان نہ ہوں اس بات کو لے کر کیونکہ آنے والے دنوں کی فکریں آنے والے دنوں پہ چھوڑ دینا ہی اچھا ہوتا ہے ایک تو خوامخواہ کے اندیشوں سے مسائل جنم نہیں لیتے پھر انسان خود کو ریلیکس محسوس کرتا ہے۔“

”کہتے تو تم ٹھیک ہو مگر رشتوں میں بھی توازن تبھی آتا ہے جب محبتوں کے ساتھ پذیرائیاں بھی ہوں خود کو اور دوسروں کو بیوقوف بنانا آتنا آسان نہیں جتنا تم دونوں اپنی اپنی جگہ سمجھ رہے ہو۔“ وہ ذرا سا مسکراتے ہوئے بولیں۔

”مما پلیز نو مور جوک۔“ وہ ذرا خفا سا بولا۔

”تم دونوں یہی سمجھتے ہو ناں کہ جادو کی چھڑی گھماؤ گے بس اور سب کچھ تمہارے اختیار میں ہو گا۔“ وہ کچھ ڈپٹتے ہوئے بولیں۔

”نہیں مما جادو کی چھڑی نہیں، محبت کا اسم اعظم ہاتھ میں ہے اور اسے لئے جس طرف سے بھی گزر رہا قدموں سے لپٹے راستے خود بخود منزل پر پہنچا دیں گے۔“

”اپنے مزاج کے مطابق تم ہر بات کو بہت لائیٹ لے رہے ہو، خود کو ریلیکس رکھنے کے لئے یہ انداز اچھا ہے مگر سعدیہ جیسی غیر مدبر لڑکی کا سوچو جو بنا سوچے سمجھے ہر بات پٹاخ سے منہ پہ مارنے کی عادی ہے، وہ ابھی زندگی کو برتنے کے انداز بھی سیکھنے نہیں پائی موڈی، ضدی کچھ حساس اور تم بہت سلجھے ہوئے متوازن مزاج کو آپریٹو انسان، دو متضاد عادات کے انسانوں کا ایڈجسٹ کرنا آسان نہیں ہوتا۔“

سعدیہ کے جن اعتراضات کو وہ یکسر رد کر چکی تھیں اب شہریار کے سامنے انہی کو بطور حوالہ پیش کر رہی تھیں۔

"مما آپ جانتی ہیں ہم اس تعلق سے پہلے تک بہت اچھے دوست پلس کزنز رہے ہیں اور میں اس کے مزاج کے موسموں تک رسائی رکھتا ہوں، لمحوں پر گرفت ہو جانے دیں سارے وقت تابعدار ہونگے۔" وہ شرارت سے مسکرایا۔

"گویا ضبط آزمانا چاہتے ہو۔"

"ہرج کیا ہے اگر نتائج حسب منشاء اور اپنے حق میں نکلنے کا یقین ہو تو ضبط کو آزمانا چاہیے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"یہ ضبط محبت کا ہے یا ہمدردی کا۔" وہ جیسے سارے راز اگلوانے کے موڈ میں تھیں۔

"آپ کی بات پر میں احتجاج کر سکتا ہوں۔" وہ کچھ نروٹھے پن سے گویا ہوا پھر ذرا توقف سے بولا۔

"ہمدردی میں کوئی بیوقوفیوں کی گٹھڑی عمر بھر سر پہ لادنے کا عہد نہیں کرتا یہ محبت اور صرف محبت ہے اس دنیا میں محبت سے بڑی اور سچی حقیقت اور کوئی نہیں ہے بڑی قوت ہے اس میں بڑے بڑے شہ زوروں کو مات کر دیتی ہے وہ تو پھر ایک نازک سی لڑکی ہے سدھر جائے گی۔" اپنی سحر طراز نگاہوں کی جنبش دیتا وہ بڑی دلکشی سے مسکرایا تھا۔

"پھر بھی سوچ لینا یہ محبت کی ناؤ ہے اتنی آسانی سے بھی پار نہیں لگتی۔"

"مشکل کاموں سے نبرد آزما ہونا ہی اپنا شیوہ ہے ویسے بھی فیض نے کہا ہے ناں کہ۔"

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

"ہاں، کیونکہ محبت کو شہ اور مات سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔" وہ اس کے چہرے پر حد درجہ سکون دیکھتے ہوئے بولیں۔

"محبت کے زندہ رہنے کو یہ حقیقت ہی کافی ہے کہ وہ محبت ہے، اب وہ پذیرائی کرے نہ کرے، چاہے نہ چاہے میں جو فیصلہ کر چکا ہوں اس سے منحرف نہیں ہونگا مجھے آپ کی عزت بہت عزیز ہے اور میں کسی کو اس گھر پہ انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دے سکتا۔" سعیہ سے محبت سے قطع نظر اس کے جذبات و احساسات کی ثقافیت صاف چھلک رہی تھی اس کے لہجے اور انداز سے۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں مجھے اتنا فرمانبردار بیٹا دیا ہے میرے مولا نے۔" شائستہ بیگم کی آنکھوں میں نمی اتر آئی پھر کتنے ہی آنسو ٹوٹ کر بکھرتے چلے گئے۔

"پلیز مما میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں آپ کے بیٹے کے لئے یہ بہت معنی رکھتے ہیں آئندہ ان آنسوؤں کو بہنے مت دیجئے گا۔" وہ ان کے آنسو اپنی پوروں سے پونچھتا بولا، شائستہ بیگم آنکھوں کے کناروں کی نمی کو ہاتھ سے پونچھتی مسکرا دیں۔

"سویٹ سائیل۔" وہ دل سے ہنسا پھر بولا۔

"آپ کو ویسے بھی خوش ہونا چاہیے بیٹا بہو دونوں جنتی ہیں، وہ اس رشتے کو صبر کے ساتھ قبول کر رہی ہے اور میں شکر کے ساتھ اور صابر و شاکر دونوں جنت کے حقدار ہیں۔" انداز شرارتی تھا شائستہ بیگم بے اختیار ہنس کر اس کا رخسار تھپک گئیں اور شہریار دلکشی سے مسکراتا سر ان کی گود میں

سر رکھ کر لیٹ گیا۔

☆☆☆

خواب خواہش واہمہ ہے زندگی
اک بھیانک حادثہ ہے زندگی
آج تک یہ مسئلہ سلجھا نہیں
میں خفا ہوں کہ خفا ہے زندگی

اریبہ اشتیاق اور وہاج حسن آمنے سامنے تھے دونوں کے درمیان خاموشی چھائی ہوئی تھی ایک کے چہرے پر تحیر و استعجاب تھا دوسرے کی نگاہوں میں شک کے پھن لہراتے ناگ، بے یقینی اور اشتعال آمیز کیفیت۔

"وہاج تم باہر کیوں کھڑے ہو اندر آ جاؤ۔" خود کو بولنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی وہ اس کے تیوروں سے خائف ہلکے سے بولی اور وہاج جیسے ایکدم نیند سے بیدار ہوا تھا۔

"میرے ذرا سے خفا ہونے یا شادی سے ابھی ناں کہنے کی دیر تھی تم نے نئے مصرف ڈھونڈ لئے۔" اندر تک کاٹتی نگاہیں اور وار کرتا لہجہ وہ جیسے لڑکھڑاتے ہوئے بچی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ واقعی سمجھ نہیں پائی وہ کیا کہہ رہا تھا۔

"یہی کہ تم مجھ سے فرار کے راستے تلاش کر چکی ہو، تم جیسی مادہ پرست لڑکی سے ایسا کچھ بعید بھی نہیں شکر ہے کہ میں بہت دیر دھوکے میں نہیں رہا۔" عجیب سکوت تھا اس کے لہجے میں اور اس کے الفاظ اریبہ کے لئے یقیناً کسی دھماکے سے کم نہ تھے، وہ اسے ساکت تکتی رہ گئی۔

"یہ الجھنیں، مسائل، بے کار کے الجھاؤ سب بہانے تھے، قصور تمہارا بھی نہیں اکثر مفلسی گناہ کی راہ پر لگا دیتی ہے مگر تم نے میری محبت کا تو سوچا ہوتا۔" اس کی آنکھوں سے اس لمحے عجیب شعلے نکل رہے تھے، کیسی آنکھیں تھیں جن میں محبت کی ہلکی سی رمق نہ تھی اور کیسا لہجہ تھا تکلیف پہنچاتا۔

"مجھے تم سے شدید نفرت محسوس ہو رہی ہے کہ میں نے اپنی محبتیں اپنے جذبات تم جیسی بے حس اور ناقابل اعتبار لڑکی پہ ضائع کیے، صرف چند سال کا انتظار تھا اور تم چند دن بھی نہیں ٹھہر سکیں۔" وہ سختی سے اس کا بازو دبوچ کر بولا اور اس کی دھڑکنیں گم صم حواس ہراساں وہ اشکبار آنکھیں لئے بے یقینی سے اسے دیکھے جا رہی تھی جو بنا کچھ سنے بغیر پوچھے اسے صفائی کا موقع دیے بغیر سزا سنا رہا تھا، جرم نافذ کر رہا تھا، کتنا برا کر رہا تھا وہ اس کے ساتھ۔

"میں بہت دنوں سے تمہاری خودسری کے قصے سن رہا تھا مگر مجھے یقین نہ آتا تھا آج آنکھوں سے دیکھ کر پچھتاوا ہو رہا ہے کہ اپنی توجہ محبت تم پہ کیا کچھ لٹایا تم پھر بھی میری وفادار نہ رہ سکیں، روپے کی بھوک تھی تمہیں بے تحاشا روپے کے پیچھے بھاگیں تمہارے لئے کسی کے جذبات و احساسات کوئی معنی نہیں رکھتے تمہارے لئے اہم ہے تو صرف دولت کی ہوس اس کے لئے خواہ تمہیں گناہ کے راستے پر کیوں نہ چلنے پڑے تم چل پڑی ہو۔" کس قدر خشک اور سخت لہجہ تھا، اس قدر گھٹیا الفاظ اتنی کھلی تذلیل، اریبہ کے چہرے پہ کرب آ رکا تھا کتنے ہی آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر خاموشی سے بکھرتے چلے گئے بہت مشکل سے اسے نے کہا تھا۔

"جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں اس پہ مجھے وضاحت مانگنے کی ضرورت نہیں اور اگر تم صفائی دے بھی رہی ہو تو بہت بودی اور فضول کوشش ہے یہ۔"

"تم محبت کرتے ہو مجھ سے یہ محبت ہے تمہاری کہ بنا کسی لوجک کے تم بلاوجہ شک کے کٹہرے میں مجھے کھڑا کیے، ناحق تہمت دیئے جا رہے ہو۔" وہ بھیگے لہجہ میں بولی۔

"محبت مفادات کو لے کر نہیں چلتی، اغراض کے پیچھے نہیں بھاگتی اور تم نے خود غرضی کے پیچھے خالص محبت کھو دی اور یہ سچ ہے مجھے تم سے محبت نہیں یہ سب دیکھنے کے بعد تو گزشتہ محبتوں والے جنون پہ بھی تاسف ہو رہا کہ تم اس کے لائق نہ تھیں۔" وہاج حسن کا لہجہ کتنا سفاک اور بے تاثر تھا اریبہ کی حیرت، دکھ حد سے سوا ہو چکا تھا۔

محبت بے پناہ محبت کا دعویدار تھا اس سے یہ شخص، وعدے کرتا تھا عمر بھر ساتھ نبھانے کے، عہد باندھتا تھا محبتوں کو پائیدار کرنے کے اسے خواہشوں، تمناؤں اور خوابوں کے خوشنما الفطر تھمایا کرتا تھا اور اب محض اک نظر، اک نظر کے دھوکے میں اسے سر بازار سنگسار کر رہا تھا گلی میں آتے جاتے لوگ بچے یا کسی دروازے سے جھانکتی عورت سب متجسس انداز میں اس کی تذلیل و تضحیک کا تماشا دیکھ رہے تھے اور وہ اتنے دکھ کے عالم میں تھی کہ اس کے آنسو تک خشک ہو چکے تھے، وہ بتا نہیں سکتی تھی کہ وہ ضبط کے کتنے زاویوں سے گزر رہی تھی۔

جویریہ جو چھت سے کپڑے اتار رہی تھی انہیں گلی میں کھڑے تلخ کلامی کرتے دیکھ کر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی نیچے اتری اور ان کے پاس چلی آئی۔

"یہ ایک شخص تو میں نے دیکھا ہے اس سے پہلے جانے کس کس کے ساتھ کب کب کیا کیا کرتی پھرتی ہو گی۔" اریبہ کو یوں لگا اس کی پیشانی گرم سلاخ سے کسی نے داغ دی ہو، اس کی سرمئی آنکھیں پھر سے پانی سے بھرنے لگیں جویریہ نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے تھے اور پوچھا تھا۔

"آپی کیا بات ہے کیا ہو رہا ہے یہ سب؟" اور آنکھوں میں رکا پانی پلکوں کے کنارے توڑ کر نکلا تھا اس کا چہرہ بھیگتا چلا گیا انداز میں عجب بے بسی تھی وہ اسے دیکھ رہی تھی مگر بول نہ پائی۔

"یہ کیا بتائے گی مجھ سے پوچھو نوکری کے بہانے تمہاری بہن کیا گل کھلاتی پھر رہی ہے۔"

"شٹ اپ وہاج بھائی شٹ اپ، مزید کچھ بھی کہنے سے بہتر ہو گا آپ یہاں سے چلے جائیں۔" جویریہ نے اپنی حسیں مجتمع کرتے ہوئے غصے سے کہا تو وہ لمحہ بھر کو اسے سخت نگاہ سے دیکھتا وہاں سے نکلتا چلا گیا اریبہ بھیگی آنکھوں سے چپ چاپ اسے دیکھتی چلی گئی۔

کسی لڑکی سے مت کہنا
کہ اس سے پیار کرتے ہو
اگر بے دھیانی میں بھی یہ اقرار کر بیٹھے
کسی سے پیار کر بیٹھے
تو پھر وعدوں کی ڈوروں میں الجھ کر ٹوٹ جاؤ گے

تمہارے پیار کا اگر اس کو احساس ہو جائے
تو ہو سکتا ہے کہ تم اس کا رنگ و روپ بن جاؤ
محبت کے سفر میں شاید ایسا موڑ آ جائے
کہ تم اپنی ناراضگی کا برملا اظہار کر بیٹھو
کوئی انکار کر بیٹھو
تو یہ سمجھو، کوئی شیشہ، کوئی دل ٹوٹ جائے گا
کہ ان کے دل بہت نازک ہوتے ہیں
کسی لڑکی کے دل کو ٹوٹنا بھی موت ہوتی ہے
کسی لڑکی سے مت کہنا

"آپ یہ پانی پئیں اور خود کو سنبھالیں پلیز۔" جویریہ نے اسے گھر لا کر چارپائی پہ بٹھایا۔

"میں بری ہوں، بہت بری نہ اچھی بہن بن سکی نہ اچھی بیٹی نہ اچھی انسان، میری ذات سوائے مشکلات بڑھانے کے کچھ نہیں کر رہی، بیچ بازار میں تماشہ بنا گیا ہے وہ مجھے مجرم بن گئی ہوں میں، سب کی نگاہوں سے گر چکی ہوں کہاں جاؤں میں، میرے لئے تو کوئی جائے پناہ بھی نہیں، کتنی بے بس، کتنی شکست خوردہ ہوں، کیسے بتاؤں کہ میں کتنی کمزور ہوں بہت مسائل و دکھوں سے تھک چکی ہوں، ان سے نکلنے کی دوسری راہ بھی نہیں۔" وہ مدھم لہجہ میں آنسوؤں کے درمیان بولی تو جویریہ کا دل کٹ کر رہ گیا کتنا کرب تھا اس کے لہجے والفاظ میں۔

"کیوں سوچتی ہیں ایسا، آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ خود کو مجرم سمجھیں۔" جویریہ تڑپ کر بولی۔

"وہ تو کہہ گیا نا جس پہ شاید دنیا میں سب سے زیادہ اعتبار تھا مجھے، لمحوں میں دو کوڑی کا کر دیا اس نے مجھے اور میں، مجھے کچھ سوجھا نہیں، کیا کہتی میں۔" جویریہ کے شانے پر سر رکھے آنسو بہاتے وہ بولی تو جویریہ کے اندر کئی طوفان سر اٹھانے لگے۔

اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ بہن کو حوصلہ ہی دے سکتی اور اریبہ وہ بھی قیامت کی زد میں تھی، عجب جاں تھا وہ وہاج کے تند و تیز انکشافات سے نہیں نکل پا رہی تھی، عجب سانحے رونما ہو رہے تھے کہ سوچنے سمجھنے کی ساری ہمت جیسے سلب ہو گئی تھی، بعض اوقات صورتحال اتنی تیزی سے بدلتی ہے کہ فوری طور پر کوئی سدباب نہیں ہو پاتا وہ تو پھر ابھی اپنے مسائل اپنے اندر کی جنگ سے الجھنے میں لگی ہوئی تھی کہ وقت اسے بھی اور آزمائش میں ڈال گیا اور وہ ساکت سی بیٹھی اس لمحے کو فوری سدباب کے بارے میں سوچ رہی تھی مگر کیسے کہاں؟ زندگی نے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اس کے آگے کھڑا کر دیا تھا۔

عمر بھر کی چاہت کو
آسرا نہیں ملتا
خاموشی کے وقفوں میں
بات ٹوٹ جاتی ہے اور سرا نہیں ملتا

معذرت کے لفظوں کو روشنی نہیں ملتی
لذت پذیرائی پھر بھی نہیں ملتی
پھول رنگ وعدوں کی
منزلیں سکڑتی ہیں
راہ مڑنے لگتی ہے
بے رخی کے گارے سے
بے دلی کی مٹی سے
فاصلوں کی اینٹ سے اینٹ جڑنے لگتی ہے
واہموں کے سائے سے عمر بھر کی محنت کو
پل میں لوٹ جاتے ہیں
اک ذراسی رنجش سے
ساتھ چھوٹ جاتے ہیں
بھیڑ میں زمانے کی
ہاتھ چھوٹ جاتے ہیں
دوست دار لہجوں میں سلوٹیں سی پڑتی ہیں
اک ذراسی رنجش سے
شک کی زرد ٹہنی پر پھول بدگمانی کے
اس طرح سے کھلتے ہیں
زندگی سے پیارے بھی اجنبی سے لگتے ہیں

☆☆☆

پرشاد کے تمام پیکٹ کیتھرین نے اکٹھے کر کے پولی تھین بیگ میں رکھے پھر قدرے گہرے کھڈ میں پھینک دیے، یہ کام انجام دینے کے بعد وہ ہاتھ جھاڑتی اپنے ساتھیوں سے بولی۔

''کیا خیال ہے یہاں تک آئے ہیں تو ہندوؤں کے بھگوان کے درشن ہو جائیں اور گھوم پھر کر مندر دیکھا جائے۔'' کیتھرین کے خیال کی تائید کرتے وہ سب آگے بڑھے۔

اور مندر کے اندرونی حصے میں آگئے، مندر کی دیواروں پر مورتیوں، دیوتوں اور دیویوں کے بڑے بڑے پورٹریٹ جو انتہائی محنت سے بنائے گئے تھے حصے کو دیکھتے ہوئے وہ سب حیران تھے اگر مجسمے کاریگروں کے کمال فن کا نمونہ تھے تو مصوری بہترین مصوروں کی شاہکار مگر اس کے باوجود کسی دیوتا یا دیوی کی مورتی خوبصورتی کے کسی بھی شعوری معیار پر پورا اترنے نہ پائی تھی، کسی دیوتا کے تین سر ہیں تو کسی دیوی کے دو، تو کسی کے بازو چار ہیں تو کسی کی ٹانگیں دو سے زیادہ، کسی کی زبان کئی فٹ باہر کو لٹکی اور سیاہی بھری، کسی کے دانت خونخوار۔

''یہ دیویاں، دیوتاؤں نے جن کی اپنی صورتیں اس قدر خوفناک اور وحشت زدہ کر دینے والی ہیں اور یہ جو اپنی شکلیں نہیں سنوار سکتے کائنات کو کیسے سنواریں گے۔'' ماریا کا ذہن تاسف سے

سوچ رہا تھا، یہی بات وہ کسی نہ کسی طریقے سے سب سوچ رہے تھے۔

''ایک زمانہ وہ تھا کہ کوئی غیر ہندو مندر تو دور کی بات ہے کسی ہندو کے برتن میں کھا پی نہیں سکتا تھا، جس چیز کو کسی غیر کا ہاتھ چھو جاتا ہندو اس کو ضائع کر دیتا اگر وہ مندر کے پاس سے گزر جاتا تو اس جگہ کو پاک کیا جاتا۔'' ماریا نے انہیں حاصل شدہ معلومات دیں۔

مگر آج کیسا اتفاق تھا کہ وہ سب غیر ہندو تھے اور ایک ہندو کی دعوت پر مندر میں گھوم پھر رہے تھے، مندر سے باہر نکلے تو مناجی ہر مورتی کے سامنے پرنام کر رہے تھے، خواتین کی تھی بہت زیادہ جو مورتیوں کو پوجنے ہاتھوں میں سجی تھالیاں اٹھائے آرہی تھیں وہ حیران ہوئے کہ ہندوستان میں مردوں کے مقابلے میں خواتین میں مذہبی جذبات کا زور زیادہ ہے، ایک مناجی انہیں بتا رہا تھا۔

''اب صورت حال یوں بھی ہو گئی ہے، جو مالدار ہندو صبح کے وقت مندروں میں نہیں جا سکتے اپنے اپنے گھروں میں ہی پوجا استھان بنا چکے ہیں جہاں بھگوانوں کی مورتیاں رکھی ہوتی ہیں، صبح اٹھ کر اشنان کر کے خود ٹیکہ لگا لیتے ہیں پھر صندل لگا کر پوجا کر کے آرتی اتار لیتے ہیں، مالدار ہندوؤں نے اپنے گھروں میں خصوصی کمروں میں قائم پوجا استھان بنا کر اپنے بھگوانوں کی بڑی بڑی فریم شدہ رونحنی تصاویر یا مورتیاں رکھی ہوتی ہیں، وہ افراد ان کمروں کے آگے سے گزرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتے ہیں چاہے دن میں کتنی بار گزر ہو، بتوں اور تصاویر پر روزانہ گیندے کے پھول چڑھائے جاتے ہیں اور ان کے چرنوں (قدموں) میں پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتی ہیں، مورتیوں کو قیمتی لباس اور زیورات پہنائے جاتے ہیں قدموں میں پیسے رکھے جاتے ہیں، جبکہ اکثر ہندو اپنے مرے ہوئے پیاروں کی تصاویر بھی بھگوانوں کے قریب مالا چڑھا کر رکھ چھوڑتے ہیں، لوبان اور اگربتیاں سلگائی جاتی ہیں، صبح کے اوقات میں گھر میں جو فرد پراتھنا والے کمرے میں داخل ہو وہ پیتل کی گھنٹی بجا کر بھگوان کو جگاتا ہے، پھر اسے نہلا کر کپڑے تبدیل کیے جاتے ہیں۔''

''اگر پتھر کی یہ مورتیاں بقول ہندوؤں کے کچھ طلسم یا خدائی طاقت رکھتی ہیں تو انہیں نہانے کی حاجت یا خواہش ہونی چاہیے کیونکہ خدا بلاشبہ ان جملہ حاجات سے پاک ہے۔'' ماریا اور کیتھرین نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

''تم یہ اندازہ کرو جو اپنی شکل وصورت درست کرنے پہ قادر نہیں وہ دوسروں کے مقدر کیا سنوار سکتے ہیں مگر یہ بھی انتہائی جہالت کی نشانی ہے کہ اپنے ہاتھ سے مٹی گاڑے یا پتھر کے مجسمے بنا کر انہی کو بھگوان کا درجہ دے کر پوجا، پراتھنا شروع کر دیتی۔''

''اور اس جہالت میں بھی ایک ارب سے زائد لوگ مشغول ہیں۔'' ایک ڈاکٹر نے تنفر سے کہا۔

''بھارت ایک سیکولر ملک ہونے کے ساتھ ابھی تک ہندوانہ رسم ورواج کا اسیر ہے بھارت کے تقریباً ہر شہر میں کوئی نہ کوئی مقام ایسا ضرور ہے جو ہندو رسم ورواج کے لئے مخصوص ہے اور ان سب میں سے مقدس مقام بنارس کہلاتا ہے جہاں بھارت بھر سے ہندو اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے

آئے ہیں۔" گائیڈ نے بتایا۔

جن سڑکوں سے وہ گزر رہے تھے وہاں راستے میں جہاں کہیں مندر آتا تو گاڑی، رکشہ، سائیکل یا بائیک پہ موجود بندہ رک کر ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتا اور آگے بڑھ جاتا، یہ چیزیں انوکھی اور حیران کن تھی ان کے لئے۔

جبکہ سڑکوں پر جگہ جگہ صحت مند گائے، مگر ان کی وجہ سے نہ صرف ٹریفک کے مسائل پیدا ہو رہے تھے بلکہ لوگ زخمی بھی ہو رہے تھے، وہ سب ہندوانہ رسم و رواج اور عقائد پر تاسف کرتے واپس ہوٹل میں آچکے تو ایک اچھے کھانے سے لطف اندوز ہونے کے بعد انہوں نے لمبی نیند لی کہ صبح صبح اٹھ کر ناگ پنچمی کا تہوار دیکھنے جانے کو انہیں اپنی میٹھی نیند کی قربانی دینا پڑی تھی۔

اگلے دن ان کے میڈیکل وفد کو ایک اہم سیمینار میں شرکت کرنی تھی جو دہلی کی مقامی یونیورسٹی میں ہو رہا تھا ہیپاٹائٹس اے بی اور سی سے متعلق اپنے تحقیقی و معلوماتی مقالے، اس سے بچاؤ کے اقدامات اور علاج کے طریقے ان موضوعات پہ پیش کرنے تھے اور سب ڈاکٹرز، میڈیکل آفیسرز اپنے اپنے مقالہ جات لئے وہاں جانے کو تیار تھے کیتھرین کو ماریا کی فکر تھی کہ وہ ہوٹل میں تنہا کیا کرے گی کیونکہ ماریا نے ان کے ہمراہ جانے سے بہتر ہوٹل میں رہنا سمجھا تھا۔

"میں پہلے بھی ہندوستان میں پورا ایک ماہ گزار کے گئی ہوں میرے لئے یہ جگہ اور ماحول اجنبی نہیں، تم فکر مت کرو میں تنہا بھی اچھا وقت گزار سکتی ہوں۔"

"ہر جگہ ایسے نہیں چلتا چین میں تمہیں تاشی مل گئی تھی میں چلی بھی جاتی تھی تو مجھے اطمینان ہوتا تھا کہ پیچھے تمہیں ایک ساتھی میسر ہے اور تمہارا وقت اچھا گزرے گا، مگر یہاں معاملہ یکسر الگ ہے۔"

"کم آن کیتھی تم خوامخواہ پریشان ہو رہی ہو، یار میں ایک اچھی نیند لے لونگی، ٹی وی دیکھ لونگی۔"

"نہیں تم ہمارے ساتھ چلو یہ سیمینار اٹینڈ کرنا، مجھے اچھا لگے گا کہ تم ہماری آگہی مہم میں ہمارا ساتھ دے رہی ہو بھلے کچھ دیر کے لئے بیٹھنا سہی۔" وہ بصد اصرار بولی تو ماریا کو ماننا پڑا اور کچھ دیر میں بلیک پینٹ شرٹ پہنے وہ تیار کھڑی تھی بہت اچھے سے میک اپ کے ساتھ اونچی پونی ٹیل بنائے بلاشبہ اچھی لگ رہی تھی۔

کیتھرین کے اصرار پہ وہ سیمینار اٹینڈ کرنے آ تو چکی تھی مگر یہاں آ کر ڈاکٹرز کی خشک باتوں میں نیند کے جھونکے آ رہے تھے یا بیزاری بڑھ رہی تھی، وہ مارے باندھے حد ادب میں کچھ دیر تو بڑے صبر سے خود کو بٹھائے رہی پھر بوریت بڑھی تو کیتھرین باہر جانے کا اشارہ دیتی باہر نکل آئی بڑے آرام سے کھلی ہوا میں چلی آئی، ہوٹل کی لابی سے گزرتے ہوئے اس نے چند غیر ملکی ٹورسٹ دیکھے تھے۔

ماریا محض ٹائم پاس کو ان کے پاس آئی اور ان کے ہمراہ ہندوستان کے متعلق ویوز جاننے لگی، آپسی انٹروڈکشن کے بعد اس گروپ میں شامل ایک خاصے خوش گفتار بندے نے کہا تھا، اگر صرف سیاحتی اعتبار سے دیکھا جائے تو تجربہ اچھا ہے کہ تاج محل، جامع مسجد دہلی اور مسجد فتح پوری، یا

عمارت کی پہچان غالب کی حویلی اور مقبرہ اچھے لگتے ہیں مگر صرف دور سے قریب جانے پہ ان کی حالت زار دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کیونکہ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے سبب ان کا حسن گہنا جا رہا ہے، جبکہ عوام کے عقائد اور طرز زندگی کے بارے میں جو معلومات ملیں وہ صحیح نہیں۔

"یہ تو واقعی درست ہے۔" ماریا نے بے ساختہ کہا۔

"ہندوستان کا آئین سیکولر جمہوری ہے جو بظاہر ہر مذہبی اور معاشرتی حقوق کی ضمانت دیتا ہے، مگر ہندوؤں کی بڑی تعداد کی خواہشات کا آئینہ دار نہیں، اس کی بنیادی وجہ قیادت پر برہمن کا قبضہ ہے اس طرح یہ مذہب آئین اور سیاست کے درمیان الجھا ہوا ہے۔"

"اور اس سسٹم پہ کوئی احتجاج بھی نہیں کرتا۔" ایک شخص بولا۔

ماریا ذرا سا مسکراتے ہوئے بولی۔

"احتجاج اس لئے نہیں ہوتا کہ ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتاب برہمناس اور بھگوت گیتا کے مطابق برہمن کا فرض ہے کہ وہ شودروں سے انصاف نہ کرے بصورت دیگر وہ پاپی شمار ہوگا، برہمن شودر سے نفرت کرے، اس کو مندر میں داخل نہ ہونے دے، باورچی خانے کے پاس نہ آنے دے ورنہ پرماتما ناراض ہوگا اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے مطابق جب برہمن اور شودر برابر آ گئے تو قیامت آ جائے گی، اب قیامت روکنے کا یہی طریقہ ہے کہ شودروں کو حقوق نہ دیئے جائیں۔"

"آپ کی معلومات حیران کن ہیں لگتا ہے کافی گہرا مشاہدہ ہے ہندوستانی مذہب و معاشرہ پر۔"

"مشاہدہ کے متعلق بہت تحقیقی کام کیا تھا تبھی مجھے پتا چلا تھا کہ یہاں توہم پرستی بہت زیادہ ہے لوگ برہمن کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ کو رام اور کرشن کی زبان سے نکلا ہوا لفظ خیال کرتے ہیں اور اس پر ایمان لانا اپنا فرض مذہبی فرض خیال کرتے ہیں۔"

"شاید اسی لئے بدن پر مختصر لباس پہنے اور ماتھے کو سرخ و سفید لکیروں سے رنگے سادھو نما برہمن لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے خوشی غمی کی ہر تقریب میں موجود ہوتے ہیں۔" پہلے والے خوش گفتار شخص نے کہا۔

"اور ہر ہندو امیر ہو یا غریب ہر کام شروع کرنے سے پہلے اپنی سادھو نما پنڈتوں سے "شبھ گھڑی" یعنی مبارک ساعت ضرور نکلواتا ہے، شادی بیاہ کے لئے بھی پنڈت کی مہورت ضروری سمجھی جاتی ہے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا زائچہ بنایا جاتا ہے پھر اس کا نام رکھا جاتا ہے اسے "جنم کنڈلی" کہتے ہیں اسی طرح سفر، نیا کاروبار غرض یہ کام سے پہلے یہ "شبھ گھڑی" نکلوانا ان کے مذہب کا لازمی جزو ہے۔"

"پھر تو بڑی روایات و خرافات یا توہمات پہ مبنی ہے ہندومت اور یہ معاشرہ آپ کا اتنا عمیق تجزیہ بھی قابل حیرت ہے۔"

"میری دیگر مذاہب اور معاشروں کے متعلق معلومات بھی اسی قدر ہیں کیونکہ میں نے کئی سال لگا کے ان پہ تحقیقی کام کیا ہے۔" وہ متانت سے مسکرائی۔

"پھر تو آپ سے ملنا اچھا رہا یقیناً ہم پھر بھی مل سکیں گے۔"

"ضرور مگر اتفاقاً کیونکہ میرا شیڈول بہت ٹف ہے اور مجھے کل ہندوؤں کا مقدس مذہبی مقام بنارس دیکھنا ہے جو میں اب تک دیکھ نہیں سکی۔"

"تو کیوں نہ ہم بھی بنارس چلیں۔" وہ لوگ آپس میں تائیدی انداز میں بولے اور پھر ان سب کا یہ پروگرام فائنل ہو چکا تھا۔

☆☆☆

شاپنگ وہ بھی سعدیہ کے لئے اس کی موڈی و حساس طبیعت، نفیس سا ذوق و شوق اور کچھ ہائی لیول کے سٹیٹس کا خیال کرتے ہوئے سب اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہتر سے بہترین لینا ایک مشکل مرحلہ تھا مگر تمت ہی گیا اور شادی چونکہ پہلی اور آخری تھی خان ولا میں شہریار اور سعدیہ اکلوتے لاڈلے ہونے کے ساتھ واحد بچے تھے گھر کے اور میل جول والے عزیز و اقرباء بھی ساتھ ہی واپس تھے سو شادی کی تمام رسمیں اور فنکشن کے تمام ایونٹس خوب کر طور پر ہو رہے تھے، آج مہندی مایوں کی رسم تھی۔

ڈھولک رکھی جا چکی تھی سردیوں کے موسم کی ہلکی ہلکی بوندا باندی نے ماحول میں بہت لطیف سا تاثر قائم کر رکھا تھا، سعدیہ بارشوں کی دیوانی تھی مگر اس وقت ڈھلتی رات اور نرم پھواروں، ڈھولک کی تھاپ سے بے نیاز وہ بیزار سی اوپری سیڑھیوں کے عین درمیان میں بیٹھی تھی جب کسی کام سے اوپر جاتے شہریار نے چونک کر لمحہ بھر اسے بغور دیکھا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں یوں کیوں بیٹھی ہو؟" لہجہ دوستانہ اور نرم انداز تھا۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے میں جیسے مرضی بیٹھوں۔" سعدیہ چیخ کر بولی۔

"میں نے تو یونہی پوچھ لیا تھا تم جو اتنے دنوں سے فرار حاصل کر رہی تھیں مجھ سے مگر غالباً نہیں اور اس کی بیزاری تمہارے چہرے پر صاف نظر آ رہی ہے۔" وہ آرام سے کہتے ہوئے اس سے قدرے فاصلے پر اسی سیڑھی پر آ بیٹھا تو سعدیہ کا دماغ بھنبھنا اٹھا۔

"زندگی کے ہر رخ کا سامنا بہادری سے کرنا مجھے آتا ہے، بزدلوں کی طرح فرمانبرداری کا لیبل خود پہ لگانا مجھے پسند نہیں۔" وہ اسے سنانے کو بولی تو شہریار زیر لب مسکرا دیا پھر قدرے توقف کے بعد رسانیت بھرے لہجے میں بولا۔

"اچھی بات ہے اس بہادری کا مظاہرہ پھر نظر بھی آنا چاہیے تاکہ کسی کو بات کرنے کا موقع نہ ملے پہلے یہ فیصلہ اپنے بڑوں کی خاطر ہی تم نے مانا ہو مگر رشتوں کا بھرم بھی کوئی چیز ہے۔" کہتے غیر محسوس طور پہ وہ اسے بہت کی نزاکت کا احساس دلاتا مسکراتا ہوا چلا گیا تھا، سعدیہ کی پیشانی تپ اٹھی احساس پشیمانی و حیرانی سے۔

خود کو کسی کے سامنے کھلے عام ظاہر کرنا اپنا بھرم گنوانا، بیچارگی و بے بسی میں گھرنا یہ سب کب تھی وہ تو اپنے جذبات و احساسات کو سو پردوں میں چھپا کر رکھتی جاتی تھی پھر موضوع خاص و عام کیسے بنتی جاتی اتنے شہریار کی باتوں نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ خوش نہیں تھی، مگر اسے خود کو خوش ظاہر کرنا تھا، وہ بہت سادہ لڑکی تھی ایک خالص زندگی گزارتی آئی تھی اور اب نئی زندگی کی شروعات میں بناوٹ سے کام لینا تھا، وہ نہ چاہتے ہوئے بھی

ایک ڈرامے کا حصہ بن چکی تھی اور قدم قدم پر جھوٹ بولنا تھا، ہر ایک کو مطمئن رکھنا تھا اپنے کردار، جھوٹ سے، ایک دھوکہ خود پہ طاری رکھنا تھا، ایک دھوکہ دوسروں پہ طاری کرنا تھا، اس قدر ڈراموں ڈھونگ سے بھری مشروط زندگی، جسے سوچتے ہوئے وہ دکھ اور تاسف کا شکار ہونے لگی۔

اسے اس شادی میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا، مگر اپنوں کی خوشی کی خاطر بہت کچھ ان چاہی بھی کرنا پڑتا ہے، یہ رشتہ مجبوری تھی اور وہ اس مجبوری کو نبھانے کی پابند، ایک پل میں جیسے آندھیوں کا شور اسے چھو کر گزر گیا۔

"یہ میرے نصیب کا لکھا ہے سو مجھے ہی بھگتنا ہے، بہت سی مجبوریوں کو ہرا کے مہر بہ لب کر دیا ہے مگر دل کے فیصلے تو اٹل ہیں، تم اس دل کی راکھ لاکھ کریدو مگر کوئی شعلہ تو کیا ننھی سی چنگاری تک نہ پاؤ گے۔" اس نے تنفر سے سوچا۔

"یہاں بیٹھ کر سوگ منانے اور سب کی نظروں میں آنے سے بہتر ہے تم یہ ناٹک اپنے کمرے میں بیٹھ کر پورا کر لو۔" شہریار اوپر سے واپس آتا اسے دیکھ کر پھر سے ناگواری سے بولا۔

وہ قطعاً اپنی کمزوری کسی پر عیاں نہیں کرنا چاہتی تھی، سمجھوتے اور مصلحتوں کا پابند کرنے کے باوجود خود کو چھپا چھپا کر رکھنا اس کی انتہائی کوشش تھی، جسے وہ شخص بار بار ناکام کرنے جا رہا تھا۔

"میں نے آپ سے پہلے بھی کہا ہے میرے معاملات میں دخل اندازی کی کوئی ضرورت نہیں آپ کو اور ادب و آداب مجھے آپ سے زیادہ معلوم ہیں۔" وہ بھیگتے لہجے میں بولی اور اس بے بس سی کیفیت نے شہریار کو بہت محظوظ کیا تھا اس کی پلکوں پر اٹکے موتی کو دیکھتے وہ مسکرا دیا۔

"تمہارا پرابلم کیا ہے سوئٹی مجھے سمجھ نہیں آتی اپنی مرضی سے اقرار پھر یہ رونا دھونا اداسی۔"

"وہ اقرار میری منشا نہیں میرے پیرنٹس کی خواہش کا احترام تھا، ایک جبر پہ مجبوری ایک انتہائی مشکل اقدام جسے میں بہت ناخوشی سے انجام دے رہی ہوں، مگر یاد رکھنا ایک دن سب حقیقت میں بڑوں کے سامنے لا کر رہوں گی۔" وہ جیسے پھٹ پڑی۔

"کیا اچھا جوک ہے خان انڈسٹریز کی اکلوتی وارث، بے انتہا بینک بیلنس رکھنے والی سعدیہ علی بھی مجبور ہو سکتی ہے۔" وہ کھل کر ہنسا تھا۔

"قسمت کسی کو کہیں بھی مجبور کر سکتی ہے تمہیں بھی کرے گی تب تمہیں احساس ہوگا۔"

"میرا کون سا تم سے مفاد وابستہ ہے کہ تقدیر مجھے مجبور کرے۔" شہریار متاسفانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ شادی کر کے ہی تم غرض و مفاد کے لئے رہے ہو، یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے دل میں آپ کی کوئی جگہ ہے نہ آئندہ اس حوالہ سے کوئی جذبہ پنپ سکتا ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"سعدیہ میں اپنے سے وابستہ ہر رشتے کی بہت عزت کرتا ہوں خواہ وہ رشتہ تم سے ہو یا مما پاپا یا کسی اور سے اور یہ تعلق بھی تکریم و احترام کا ایک حوالہ بنا ہے اس میں نہ تو کوئی مفاد پوشیدہ ہے نہ بدلہ لینے احسان چکانے کی بات، تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کی اگر کوئی ذاتی توجیہہ ہے تو صرف محبت، تم کھلے دل و دماغ سے خود کو جانبدار رکھ کے سوچو تو سب واضح ہو جائے گا۔" وہ بہت نرمی اور ملائمت سے بولا۔

''اگر تم رشتوں کی نزاکت وعزت کے اتنے پاسدار ہوتے ناتو اس رشتے پر میری ناراضگی کے باوجود حامی نہ بھرتے، یہ ساری لفاظی بے کار ہے کیونکہ میں تمہاری حقیقت سے واقف ہوں، داستانیں سنا کر انہیں متاثر کرو جو تم سے واقف نہیں۔'' سر جھٹکتے ہوئے وہ تیزی سے بھیگتی آنکھوں کو نم ہونے سے بچاتی بولی۔

''وقت، موسم، حالات کچھ بھی تمہارے بس میں نہیں پھر بھی ایسا طنطنہ خود کو اذیت پسند کیوں بنا رہی ہو۔'' وہ جیسے سمجھاتے ہوئے بولا اور سلعیہ خان جواب تک بڑے ضبط وحوصلہ سے اپنے حواس قائم رکھے ہوئے تھی غم وغصہ سے پھٹ پڑی۔

''میرے اختیار میں کیا ہے کیا نہیں تم اسے چھوڑ کر خود غلط فہمیوں اور خوش فہمیوں کے محل سے نیچے اتر آؤ، کیونکہ جن جہانوں میں تم آباد ہو وہاں بیٹھے تم قطعاً وہ شخص نہیں ہو، جس کے ساتھ کی کوئی لڑکی تمنا کرے، تم نہ تو اچھے انسان ہو نہ اچھے ہم سفر ثابت ہو سکتے ہو، ایک جیون ساتھی کی کوئی خصوصیت یا خوبی تم میں نہیں، تم تکلیف دہ ہو دوسروں کے لئے تمہیں لے کر کسی خوشی کا سوچنا ہی انتہائی بیوتوفانہ عمل ہے کجا کہ پوری زندگی گزارنا، اگر میں اپنے پیرنٹس کے مان کو سلامت رکھنے کو خود کو قربان گاہ پر چڑھا رہی ہوں تو اسے میری کمزوری یا بے بسی نہ سمجھیں، سچ تو یہ ہے شہریار کہ تم گلے پڑا ڈھول ہو جسے بجانا صرف مجبوری ہے اور کچھ نہیں۔'' اپنی بھیگتی آنکھوں کو ہاتھ کی پشت سے رگڑتی مڑی اور شہریار ساکت کھڑا رہ گیا اس کے الفاظ ذہن پر ہتھوڑوں کی مانند برس رہے تھے چہرہ ضبط سے انتہائی سرخ ہو رہا تھا۔

''کیا کہہ گئی یہ لڑکی، جس کے لئے وہ اپنے دل کو ہمیشہ نرم پاتا تھا۔''
جس کا نازک کومل سا وجود اسے دنیا بھر سے عزیز تھا
جس کا ہونا اسے زندگی کی خوبصورتی کا احساس بخشتا تھا

جس کی معصومیت وسادگی نے اسے محبت کرنا سکھایا تھا، جس کا مسکراتا چہرہ خیالوں کو جلا بخشتا تھا، وہ اسے معتوب ٹھہرا رہی تھی اس سے نفرت کر رہی تھی، اس کی سچی محبت کو پامال کر رہی تھی اور شہریار خان اتنا بڑا انڈسٹریلسٹ اور رئیس ہونے کے باوجود کتنا مجبور تھا اپنے دل کے ہاتھوں کہ چاہنے کے باوجود اپنی محبت کو معتوب نہیں کر سکتا تھا، اپنے محبوب کو کھوٹ زدہ نہیں کہہ سکتا تھا، محبت سلعیہ علی سے بے انتہا محبت اسے ایسا کرنے سے روک رہی تھی۔

محبت تم نے کب کی ہے؟
محبت میں نے کی ہے
تم نے تو بس خامشی کی اوٹ میں رکھ کر
کچھ اپنے لمس کے مصرعے
میرے دل میں اتارے ہیں
لب نم ساز کے غم میں
کئی نظمیں بھگو کر میرے شانوں پر
بکھیری ہیں

محبت تم نے کب کی ہے؟
محبت میں نے کی ہے
جان جاں تم سے تمہاری آرزو سے
جن کے ریشم سے
تمہاری سرمئی خوشبو نے گرہیں باندھ رکھی ہیں
یہ گرہیں ہاتھ کی پوروں میں آ آ کر
پھسلتی ہیں مگر کھلتی نہیں جاناں
طلسم خامشی ٹوٹے
تو یہ گرہیں بھی کھل جائیں
جو آنکھیں ہجر کی مٹی میں
مٹی ہو رہی ہیں وہ بھی کھل جائیں
محبت تم نے کب کی ہے؟
محبت میں نے کی ہے
تم نے تو اپنی آنکھوں
دور تک اسرار میں ڈوبی ہوئی
اک شام جیسی
سرد آنکھوں میں مجھے تحلیل کرنا تھا
سو میں بھی ایک بے وقعت
سے لمحے کی طرح اب تک تمہارے پاؤں کی
مٹی سے لپٹا ہوں
نہ تم نے پاؤں کی مٹی کو جھٹکا ہے
نہ اس بے وقعت بے مایہ لمحے کو
اٹھا کر اپنی پیشانی پر رکھا ہے
تمہاری خامشی کی اوک میں
مرے لئے کیا ہے؟
سب ہی کچھ ہے مگر اقرار کی جھلمل نہیں ہے
سمندر موجزن ہے اور کوئی ساحل نہیں ہے

☆☆☆

کبھی کبھی زندگی سے ہمیں بہت سی چیزوں کی امید نہیں ہوتی خلاف توقع وہ وقوع پذیر ہوتی ہیں تو نفسیاتی طور پر دل ودماغ کو عجیب دھچکا لگا ہے محبت کرنے والوں کے نصیب میں تو ویسے بھی اچانک عذاب اترتے ہیں، مگر منتشر ہونا، بکھرنا اور شکستہ ہونے کا دکھ ایسا ہے کہ جس کا کوئی سدباب نہیں وہ ہزار ہا اضطرابیوں کو خود پہ جھیلتی حوصلہ مندی سے حالات کا سامنا کرنے کو خود کو تیار کرتی اور

وقت ایک نیا حادثہ لئے منتظر ملتا، پھر سمجھ ہی نہ آتی کیا کرے، کہاں جا چھپے اور کیسے خود کو بچائے تقدیر سے فرار کسے تھا، تقدیر جس کی تیرہ شبی سے انجان وہ خواب بنا کرتی تھی۔

کسی کے ساتھ کی شدت سے تمنا کرتی تھی، وہاج حسن جس کو اپنے سنگ سوچتی تو زندگی کے گزرتے لمحات کچھ اور بھی دلفریب ہو جاتے اور ان لمحوں کی ساری دلکشی سارے رنگ اسے اپنے سنگ دکھتے تو روح تک مہک اٹھتی، ایسے میں وہاج بے ساختہ کہہ اٹھتا۔

''تمہاری آنکھوں میں بکھری چمک مجھے بہت اچھی لگتی ہے جب محبت کے تفخر سے تمہارا چہرہ مسکراتا ہے تو میرے اندر باہر رنگ اترنے لگتے ہیں اور اس لمحے تم مسکرائی، بہت بھلی لگتی ہو، تمہارا چہرہ تمہاری مسکراہٹ بہت خوبصورت ہے۔'' اس کے رخسار پر جھولتی لٹ کو وہ آہستگی سے چھوتا تو اریبہ اس گھڑی اور بھی نکھر جاتی۔

''کبھی کبھی یہ سمجھ دھوکا بھی دے جاتی ہے۔'' وہ اتراتے ہوئے بولی۔

''تمہارے معاملے میں، میں کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا کیونکہ تمہیں تم سے زیادہ جانتا ہوں تمہارے کہی ان کہی کے سارے بعید، ادھوری باتوں کے مفہوم وہ سب جو تم کہنا چاہتی ہو اور جو کہہ نہیں پاتیں سب مجھ پہ منکشف ہے۔'' کتنے مان سے بولا تھا وہ اور اب۔

''کہاں گیا وہ مان، اعتماد، اعتبار، مجھے مجھ سے زیادہ جاننے کا دعویٰ تم سب مس کر چکے ہو، تم ہی وہ شخص تھے جو زندگی کا محور تھے میں اپنے ساتھ گزرنے والے ہر سانحے اور حادثے سے سنبھل کر اٹھ کھڑی ہوتی تھی تو اس لئے کہ تم میرے ساتھ تھے، تمہارا یقین مجھے حاصل تھا، اس یقین کو گنوا کر میں کیسے جیوں گی۔'' کتنے نمکین پانی کے قطرے اس کی پلکوں کا بند توڑ کر نکلے تھے۔

''میں سمجھتی تھی کہ میں تمہیں بہت جانتی ہوں تمہارے سارے انداز، تیور مجھ پہ عیاں ہیں مگر نہیں وہاج شاید میں تمہیں بالکل بھی نہیں جانتی ابھی تم سے منگنی ہوئی ہے محبت کا تعلق ہے تم اتنے روڈ ہو تمہارا رویہ بھی اسے ایسا ہے لمحوں میں بے توقیر کر دینے والا تو بعد میں تم کیسا برتاؤ رکھو گے، سب کے سامنے ارزاں کر دیتے ہو، کوئی مان کوئی مقام نہیں دیتے یہ کیسی محبت ہے۔''

اسے وہ واقعہ یاد آیا تو نئے سرے سے اہانت کا شکار ہونے لگی سر میں اچانک درد اٹھا تھا اور آنکھوں کی سرخی کچھ اور بڑھ گئی، دل جیسے مٹھی میں بھینچ گیا تھا، اس کی کوئی غلطی نہ تھی پھر بھی وہ خمیازہ بھگت رہی تھی، اسے کچھ نہ کرنے کے باوجود احساس جرم ستا رہا تھا۔

اپنی اہانت کے شدید احساس سے اس کی آنکھیں جلنے لگیں، چاہے وہ بیدل آتی مگر اکیلی آ جاتی اک ذرا سی بے احتیاطی اسے عمر بھر کا روگ دے گئی تھی وہ تو اس سچویشن اور وہاج کی گفتگو تک کو سوچنا نہیں چاہتی تھی اس کی باتوں کا خیال آتا تو ساری محبت، اعتبار اور وفا زیاں لگتی۔

''ابھی تو بہت زندگی گزارنا ہے وہاج حسن تمہارے ساتھ اور تم نے مجھے ابھی سے تیز دھوپ میں کھڑی کر دیا، یہاں تک، طنز و تشنیع کی ملامت سے سارا وجود جھلس رہا ہے، سانس لینے کے لئے ہوا بھی ناکافی ہے تمہاری بے اعتباری کی گرفت میں میرا دم گھٹ رہا ہے، مجھے احساس گناہ ستا رہا ہے ہر کسی کی نگاہیں الزام دیتی لگ رہی ہیں صرف تمہارے باعث میرے ساتھ ایسا کیوں کیا تم نے؟'' اس کے لہجے میں عجب وحشت اور بے بسی تھی بہت کرب تھا اس کے الفاظ میں بہت

ڈھال لگ رہی تھی وہ۔

''وہ سمجھتا ہے میں پتھر اور بے حس لڑکی ہوں بہت آرام سے سب جھیل جاتی ہوں جو قسمت کرتی ہے جو لوگ کرتے ہیں، سو اس نے بھی کر دیا میں بھلے لاکھ ضبط کروں ہر معاملہ میں، مگر اپنے کردار پہ انگلی کیسے اٹھنے دوں وہ بھی اس کی جس پر مجھے سب سے زیادہ بھروسہ تھا اور اسے اس بات کا احساس تک کیسا سنگدل اور خود غرض شخص ہے وہ جسے میرے ٹوٹنے بکھرنے کا عمل دیکھ کر بھی ترس نہیں آتا، میں اس کے سامنے بڑے ضبط سے اپنے اوپر لگے الزام کو سنتی رہی میں اسے بتا ہی نہیں سکی کہ میرے ساتھ ایسا نہ کرو بہت کچھ جھیل سکتی ہوں سب برداشت کر سکتی ہوں مگر اپنے اوپر اتنا رکیک الزام نہیں، میں اندر سے کمزور ہو چکی ہوں بے حد کمزور۔'' بہت سا پانی اس کی آنکھوں کے کنارے توڑ کر نکلا تھا اور چہرہ بھیگتا چلا گیا، طیبہ تاسف سے دیکھتی رہ گئی۔

''لوگ ڈرتے کیوں نہیں تہمت لگاتے، میں تو کسی کے سامنے نظر اٹھانے کے قابل نہیں رہی کتنا بے اعتبار کر دیا ہے اس نے مجھے۔'' وہ طیبہ کے شانے پر سر رکھ کر رونے لگی۔

''اریبہ تم کیوں خود کو مجرم سمجھ رہی ہو، تم نے ایسا کچھ نہیں کیا جس پہ شرمندگی ہو، جس شخص کا تم پہ اعتبار اور اتنی کمزور ہے تم اس کے لئے رو کر کیوں خود کو تکلیف دے رہی ہو، اس سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا، صرف تم ڈپریشن کا شکار ہو کے خود اذیتی میں مبتلا ہو گی اور تمہارا یہ رویہ کسی کو نہیں صرف تمہیں نقصان دے گا، تم ڈپریشن کے باعث پہلے بہت مشکلات سے گزری ہو، اب یہ رویہ تمہارے لئے کس قدر خطرناک ہو سکتا ہے، جانتی ہو نا تم بلکہ تمہیں کوئی سنبھالنے والا بھی میسر نہیں ہے۔''

''تم نہیں جانتی ہو طیبہ مجھے اپنا وجود کتنا مجرم لگ رہا ہے میں سب کی نظروں سے گر گئی ہوں۔'' وہ آنسوؤں کے درمیان بولی تھی۔

''تم ایسا کیوں سوچتی ہو جبکہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے، تم نے محض ایک شخص کے غلط تجزیے کو خود پر حاوی کر لیا ہے جبکہ تمہیں یہ سوچنا تھا کہ یہ تجزیہ ایک بیمار ذہن کی نشانی ہے اور کچھ نہیں۔''

''مجھے اس کے رویے میں تبدیلی نظر آ رہی ہے وہ پہلے جیسا نہیں رہا، تم جانتی ہو پہلے وہ ایسا نہیں تھا بہت اچھا کیئرنگ، یونگ تھا ہر چیز کو مثبت انداز میں دیکھنے والا لیکن اب وہ بہت جلد ٹمپر لوز کر جاتا ہے بے اعتبار ہو جاتا ہے، غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی مجھے قصوروار گردانتا ہے کیوں ہو گیا ہے وہ ایسا؟'' دکھ اس کی آنکھوں سے ہی نہیں لہجے اور آواز سے بھی جھلک رہا تھا طیبہ اک متاسفانہ سانس کھینچ کر رہ گئی۔

''کتنی بد قسمت ہوں میں، کتنی کمزور کتنی شکستہ ایک اس کے اعتبار نے بہادر بنا رکھا تھا مجھے میں ہر مشکل ہر کڑے وقت ہر دکھ کی تمازت سے اس لئے نکلتی تھی کہ مجھے وہاج حسن کا خود پہ بھروسہ، اعتماد حوصلہ دیے رکھتا تھا اور اب اس کا بے وجہ شک مجھے سچ مچ مجرم بنا گیا ہے، اس نے کہا تھا تو کچھ اور کہہ دیتا کسی اور انداز سے غصہ، گلہ کا اظہار بھلے مجھے مار دیتا مگر اتنا رکیک الزام، اتنے مشکوک الفاظ مجھے میری نظروں سے گرا گئے، اپنی ساری محبت سارا یقین شک کے اک لمحہ میں بھی گنوا دیا، مجھ سے بڑھ کر بد نصیب کون ہے۔ شتے محبت تقدیر سب سے مات کھا رہی ہوں میں۔''

کتنے ہی آنسو شکستہ خوردہ لہجے کے ساتھ اس کی آنکھوں سے بکھرتے چلے گئے۔

''اریبہ بدنصیب تم نہیں وہ ہے جو تم جیسی خالص لڑکی کو کھو رہا ہے، تم تو بہت اچھی اور اچھی لڑکی ہو۔'' انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے طیبہ نے نرمی سے کہا تو وہ ملتجی انداز میں اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

''میں اسے کھونا نہیں چاہتی وہ اتنا کچھ کھو چکنے کے بعد میری زندگی کا واحد راستہ ہے واحد خوشی، اکلوتی تمنا، انتہا کی محبت جو پل پل میرے دل میں دھڑکتی ہے، لہو کے ساتھ لمحہ لمحہ رواں ہے میرے لئے وہ میری سانسوں سے بھی زیادہ اہم ہے، اسے کہو وہ میرے ساتھ ایسا نہ کرے، یہ تکلیف دہ رویہ نہ اپنائے۔'' ایکدم ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو طیبہ نے کسی قدر پریشانی سے کیمپس کے لان میں جگہ جگہ بکھرے بیٹھے سٹوڈنٹس کو دیکھا پھر اریبہ کو رسان اور سنجیدگی سے سمجھاتے ہوئے بولی۔

''پاگل مت بنو اریبہ تم اس شخص کے لئے رو رہی ہو جس نے اپنے غلط رویے پہ تم سے معذرت کا اک لفظ تک نہیں کہا اور کہے گا بھی نہیں، کیونکہ وہ تمہیں اہمیت نہیں دیتا اگر اس کی نگاہ میں تمہاری اہمیت ہوتی تو تم پہ شک کرنے یا کچھ کہنے سے قبل وہ ہزار بار سوچتا۔''

''اہمیت وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔'' وہ سرگوشی کے سے انداز میں سسکی۔

''کرتا تھا، شاید اب نہیں کرتا اور ہو سکتا ہے جن خوشیوں کی تم اس سے آس لگائے بیٹھی ہو وہ تمہیں کبھی نہ دے سکے، تم حقیقت پسند بنو، وقت کو، انسانوں کو پرکھنا سیکھو، ورنہ بہت کچھ ہار دو گی اور تمہیں زندگی کو ہارنا نہیں حیرت کو دکھانا ہے اپنے اوپر بہادری بے حسی بے خوفی کا خول چڑھا کے جیسے بڑے لوگ چڑھاتے ہیں۔'' طیبہ کے الفاظ پر بہت آہستگی سے کئی قطرے آنکھوں سے گرے تھے۔

''محبت کرنے والوں کا دل بہت بڑا ہوتا ہے بہت گنجائش ہوتی ہے اس میں سب غلطیاں کوتاہیاں کمیاں کجیاں چھپا لیتا ہے خود میں، میں بھی اس کی ہر بات ہر رویہ بھلا سکتی ہوں صرف محبت کے نام پر۔'' اس نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں تھا، وہ اپنی ہی رو میں بولی تو طیبہ سر پکڑے محبت کی اس جنونی لڑکی کو دیکھ کر رہ گئی، جسے کہنے کے لئے اس گھڑی تسلی کا کوئی لفظ بھی نہ تھا اس کے پاس بس اک اداسی اور تاسف کی کیفیت آنکھوں سے عیاں تھی۔

وہی چشم نم مجھے ڈھونڈتی
وہی ہاتھ میرے طلب زدہ
وہی ہونٹ مجھے پکارتے
وہی لمس جادو اثر تیرا
تجھے شب کے ساتھ تھا لوٹنا
مگر آہ دل کا یہ فیصلہ
ہوا اعتبار الم زدہ
اے میرے عظیم طلسم گر
مجھے اذن دے دے رہائی کا

☆☆☆

''بھارت ایک سیکولر ملک ہونے کے باوجود ابھی تک ہندوانہ رسم و رواج کا اسیر ہے بھارت کے تقریباً ہر شہر میں کوئی نہ کوئی ایک مقام ایسا ضرور ہے جو ہندو رسم و رواج کے لئے مخصوص ہے اور ان سب میں سے مقدس مقام بنارس کہلاتا ہے جہاں ہندوستان بھر سے ہندو اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے آتے ہیں، اگرچہ بھارت میں عورت کو بہت آزادی مل چکی ہے وہ کھلے عام سڑک پر موٹر سائیکل چلاتی ہے اور گاڑی ڈرائیو کرتی ہے مگر اب بھی ایسی ہندو خواتین موجود ہیں جو اپنی روایات کے مطابق بیوہ ہونے پر زندہ درگور ہو جاتی ہیں اور موت کی منتظر رہتی ہیں۔''

ان کا ٹورسٹ گائیڈ بنارس کے سفر کے دوران انہیں ہندوستانی رسم و رواج کے بارے میں معلومات دے رہا تھا، جسے وہ حیرانی سے سن رہے تھے۔

''ستی کی رسم ہندوستانی معاشرہ میں شروع سے چلی آ رہی ہے یعنی اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو اس خاتون کو اس کے خاوند کے ساتھ ہی جلا دیا جاتا ہے اس رسم کو چتا جلانا کہتے ہیں، کہنے کو وہ عورت اپنی مرضی سے شوہر کے ساتھ جلنا چاہتی ہے، مگر حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔''

''حیرت ہے کہ لوگ اس کے خلاف مزاحمت نہیں کرتے۔'' کیتھی تاسف سے بولی۔

''نہیں چونکہ اسے مذہب کا باقاعدہ بنا دیا گیا ہے اس لئے کبھی اس رسم کے خلاف کسی قسم کا احتجاج دیکھنے میں نہیں آیا مگر پچھلے کچھ عرصہ سے الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کی ترقی اور ترویج کے باعث اکا دکا ایسی رپورٹس سامنے آنے لگی ہیں بلکہ کئی مووِیز میں بھی اس رسم کے غلط ہونے کو ہائی لائیٹ کیا گیا ہے۔''

ٹورسٹ گائیڈ انہیں تفصیلاً بتا رہا تھا، اور تبھی قدرے گنجان علاقہ سے گزرتے ہوئے ان کے کانوں میں کسی کی دلدوز چیخیں گونجنے لگیں، آواز ایسی دردیلی اور دل دہلا دینے والی تھی کہ وہ سب لوگ بے ساختہ خاموش اور متجسس ہو کر اندازہ لگانے لگے جبکہ اپنی تھرلنگ طبیعت سے مجبور ماریا نے فوراً ڈرائیور کو گاڑی اسی طرف موڑنے کا اشارہ کیا تھا جدھر سے آوازیں آ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد گاڑی رکی تو ان کی نظریں جیسے نظر آتے منظر پہ ساکت ہو گئیں، ایک سترہ اٹھارہ سالہ خوبصورت نوجوان لڑکی جسے اس کی سسرال والے شوہر کی چتا کے ساتھ جلانے کے لئے آگ کی طرف دھکے دے رہے تھے، مگر اس کا بوڑھا باپ اسے بچانے کی کوشش میں مار کھا رہا تھا، صندل کی لکڑیوں سے تیار کی گئی چتا پر اس لڑکی کو مردہ وجود کے ساتھ آگ دی جا رہی تھی، ماریا اور کیتھرین عورت ہونے کے ناطے جذبہ انسانی ہمدردی کے تحت اپنے حواس کو حاضر کرتی ہوئی آگے بڑھیں چتا ان سے کافی دور تھی اور پوری طرح آگ نے اسے گھیرا ہوا تھا وہ لڑکی جو شاید حاملہ بھی تھی رو رہی تھی تڑپ رہی تھی اس کا پورا وجود آگ میں گھرا ہوا تھا وہ چتا سے اترنا چاہتی تھی مگر وہاں موجود لوگوں نے ناریل چڑھاوے کے طور پر چتا پر پھینکنے شروع کر دیئے تو آگ نے زور پکڑ لیا، لڑکی کا کمزور وجود کتنی مزاحمت کر سکتا تھا اس کی چیخیں بلند سے بلند ہونے لگیں، وفد کے سب ارکان اس تک پہنچ چکے تھے لیکن اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی چتا پر ایک مردہ اور دو زندہ وجود ایک

ساتھ جل رہے تھے وہ لڑکی اور اس کا ہونے والا بچہ ماحول میں انسانی گوشت کے جلنے کی بڑی خوفناک بدبو پھیلی ہوئی تھی۔

شاید کسی مذہب یا معاشرے میں کہیں کسی قانون یا رسم و رواج میں عورت کو بیوہ ہو جانے پر زندہ درگور کرنا یا اس سے زندگی کا حق چھین لینا رائج نہیں نہ اسے اچھا سمجھا جا سکتا ہے مگر ہندو مذہب کے مطابق بیوہ ہو جانے والی عورتیں یا تو خودکشی کر کے زندگی سے جان چھڑا لیتی ہیں یا خود پہ ہر خوشی ترک کر کے زندگی گزارتی ہیں، جو واقعہ وہ لوگ دیکھ چکے تھے اس نے ان سب کے قلب و ذہن پر بڑا برا اثر ڈالا تھا، گاڑی میں واپس بیٹھنے اور بنارس گنگا کنارے پہنچنے تک وہ سب ماؤف دماغ اور ساکت چہروں کے ساتھ خاموش رہے، شاید اس افسوسناک امر پہ بولنے یا کہنے کو ان کے پاس کچھ نہ تھا الفاظ گم تھے تو احساسات بوجھل۔

صبح بنارس کا لفظ انہوں نے اکثر سنا تھا مگر گنگا کنارے بنے بڑے گھاٹوں پر پہنچے تو اندازہ ہوا صبح ہوتے ہی بیوہ خواتین جو بنارس کے آشرم (خیراتی ادارہ) میں قیام پذیر ہوتی ہیں سفید رنگ کی ساڑھیوں میں ملبوس (وہ رنگین ساڑھی نہیں پہن سکتیں نہ ہی سنگھار کر سکتی ہیں) بنارس میں گنگا کے کنارے بنے کیدار گھاٹ پر اکٹھی ہوتی اور اپنے مذہب کے مطابق پوجا پاٹ کرتی ہیں، جس کے بعد دریا کے پانی میں برتن اور کپڑے دھوتی ہیں، ہندو اس دریا کے پانی کو بہت پاک اور مقدس خیال کرتے ہیں جبکہ اس میں تمام شہر کا کوڑا کرکٹ بھی شامل ہوتا ہے، ہندو عقیدے کے مطابق بنارس میں مرنے والا زندگی، موت اور پتر جنم (دوبارہ زندگی) سے آزاد ہو جاتا ہے، جو ہندو مالی استطاعت رکھتے ہیں وہ زندگی کے آخری ایام یہاں گزارتے ہیں تاکہ ان کی راکھ بنارس کے گھاٹ میں بہا دی جائے، جن کی چتا کسی اور شہر میں جلائی جاتی ہے ان کی راکھ بھی بنارس لا کے بہائی جاتی ہے، اس لئے بیوہ خواتین بھی اپنی زندگی کے باقی ایام بنارس میں موت کے انتظار میں گن گن کر گزارتی ہیں، ان کی مرضی ہو یا نہ ہو مگر ان سے امید بھی کی جاتی ہے کہ وہ بقیہ زندگی شوہر کی یاد میں گزاریں، ان بیوہ خواتین کی زندگی آشرم اور گھاٹ تک محدود ہوتی ہے، دنیا میں زندہ ہونے کے باوجود لاتعلق اور موت کا انتظار کرتی ہیں، شوہر کی یاد میں بھی یہ زندگی صحت کے برابر ہے کہ بیرونی دنیا سے ان کا ہر رابطہ کٹ چکا ہوتا ہے نہ تو وہ کسی خوشی کی تقریب میں شامل ہو سکتی ہیں نہ کسی سے مل سکتی ہے بال سنوارنا تک ان پہ حرام ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اکثر خواتین کے سر منڈے ہوئے ہوتے ہیں۔

ماریا الجھ چکی تھی بری طرح ڈپریسڈ تھی اپنے پہلے دورہ بھارت اور موجودہ ہندوستان میں رہتے ہوئے مذہب و رسم و رواج کے نام پہ انسانیت خاص کر عورت کی یہ کھلی تذلیل اسے کسی طور قبول نہ تھی مگر وہ بے بس تھی کچھ بھی کرنے سے اور بے بسی کا یہ احساس اتنا شدید تھا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ کسی دیوار سے سر ٹکرا لے انسان جب کسی غلط کام پہ احتجاج نہ کر سکے یا برا نہ کہہ سکے تو غم و غصہ سے پاگل ہونا اک فطری سا عمل ہے۔

''کیا ہر مذہب عورت کے حقوق کا غاصب ہے؟ کیا کوئی معاشرہ، کوئی مذہب عورت سے جینے کا حق یوں چھینتا ہے؟ ایسا مذہب کون سا ہے جو عورت کو سر اٹھا کر جینے کا پورا فخر اور آزادی عطا

کرتا ہے؟ وہ معاشرہ جو عورت کی خوشیوں اور حقوق کے تحفظ کا داعی ہے اس دنیا میں کہیں موجود ہے، ہر مذہب و قانون میں عورت کو پسند کیوں رکھا اور سمجھا جاتا ہے؟ یہ وہ بات تھی جو بے تحاشا سوچ کر بھی اسے سمجھ نہ آئی تھی، وہ خود کو ہر پریشانی سے بچا سکتی تھی مگر انسانی جذبہ ہمدردی جو بلا تخصیص مذہب و نسل اس کے اندر زندہ تھا اسے نہیں مار سکتی تھی اور شاید دنیا کی بقاء بھی اسی جذبے میں مضمر ہے، اس کا ذاتی خیال تھا کہ یہ کائنات احتیاج و انحصار کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، انسان خود بھی اسی فطرت کا حصہ ہے اور فطرت بذات خود بری نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ انسان بھی طبعاً اور فطرتاً برا نہیں ہے پھر دنیا میں جو کچھ ہو رہا تھا وہ سب کس کی کارستانی تھی کیا شیطان کی اس میں انسان اس کا کتنا مددگار تھا؟''

یہ وہ نقطہ تھا جس پہ آ کے اس کا ذہن رک گیا اور وہ اپنے الجھے ذہن کے خلفشار میں پھنسی کیتھرین کے پاس آ بیٹھی یہاں اپنے وفد کے اراکین کے ساتھ وہ ہندو مذہب میں عورت پر روا سلوک کے حوالے سے بات چیت میں مشغول تھی اسی گفتگو میں ماریا بھی شامل ہوئی اور پھر یہ باتیں شروع ہوئیں تو مختلف مذاہب کے غلط رسوم و رواج اور صنف نازک سے غیر انسانی سلوک سے ہوتی سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور آیت اللہ خمینی تک جا پہنچیں، اسلام میں عورتوں پر مبینہ جبر جیسے موضوعات پر بھی گفتگو کرتے رہے اور آخر میں ان کا لب لباب یہی تھا کہ جو آزادی و سکون مغرب و معاشرے میں نہیں اور وہ سب ماریا کو قائل کر رہے تھے کہ ہر مذہب میں کیسی تنگیاں اور تفرقے ہیں کیا تمہیں نہیں لگتا کہ تم عیسائیت جیسے بین الاقوامی مذہب سے برگشتہ ہو کر اپنی آخرت و دنیا دونوں تباہ کر رہی ہو، کیا عیسائیت واقعی ہر مذہب سے اچھی روحانی و ذہنی بالیدگی کا اہتمام نہیں کرتا ہے۔

ماریا جوزف نے کچھ نہیں کہا تھا اس کا ذہن جیسے کچھ نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر تھا، وہ سمجھ ہی نہ پا رہی تھی یہ مذاہب کا گورکھ دھندا اور کارزار حیات کی الجھنیں سب کا اصل کیا ہے، وہ اس معمے کو بارہ سال کی عمر سے حل کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور نا کام ہو رہی تھی۔

☆☆☆

ہے ازل سے ملاپ روحوں کا
پیار کب آزما کے ہوئے ہیں
بجلیاں پوچھ کر نہیں گرتیں
حادثے کب بتا کے ہوتے ہیں

بہت خوبصورت دلفریب اور ٹھنڈی شام کا حسن ایک پررونق جگمگاتی اور ہنگامہ پرور رات کے جوبن پر تھا، ہر طرف ہنسی، قہقہے، شوخیاں اور موتیے گلاب کے پھولوں کی مہکار، سکھیوں، کزنز کی پرلطف چھیڑ چھاڑ اور اس کے پھیلے ہاتھوں پہ بنتے نازک اور خوبصورت عربی سٹائل مہندی کے ڈیزائن۔

زرد رنگ کے مہندی کی مناسبت سے تیار کیے گئے شرارہ سوٹ میں ملبوس کھلے بالوں کے بیچ اجلا چاند چہرہ لیے سہیلیوں کے ہجوم میں وہ مہندی لگوا رہی تھی، بیوٹیشن کے ماہرانہ انداز سے چلتے

ہاتھ اور کچھ دور بجتی ڈھولک کی تھاپ پہ پڑتا فقرہ۔

ساڈا چڑیاں دا چنبہ اے
وے بابل اساں اڑ جانا

اس کے دل سے ایک ہوک سی اٹھی تھی اور اس نے بے اختیار م سامنے پھرتے اپنے پپا کو دیکھا تھا جن کے پیار وشفقت کی چھاؤں میں وہ اتنے ناز ونعم سے پلی بڑی تھی، ان کی محبتوں کے زیر سایہ ہی کسی اور کی ہونے جا رہی تھی، اس کے ہاتھوں پر لگنے والی مہندی کوئی عام مہندی نہ تھی بلکہ شگن کی مہندی تھی کسی کے نام کی مہندی جس کے خواب ہر لڑکی دیکھتی ہے۔

لیکن وہ خواب اور ان کی تعبیر یقیناً خوشی، اطمینان اور سکون سے سرشار کر دینے والی ہوگی جبکہ اس کے اندر تو اک گہرا سکوت تھا سناٹے تھے جن سے وہ باہر نہ نکل پا رہی تھی اور شاید یہی اس کی قسمت تھی قسمت جو اسے کچھ من چاہا نہ دے رہی تھی جس سے وہ بہت ناراض اور شاکی تھی۔

''میرے خوابوں کا اعزاز کیا یہی کچھ تھا۔'' اس نے بہت دلگرفتگی سے سوچا تھا اور سوگوار آنکھوں میں ہزار ہا سمندر آن رکے تھے، صبا نے اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے بڑی نرمی سے ٹوکا تھا۔

''اونہہ روتے نہیں خوشی کا موقع ہے اور خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں بنا مانگے بنا کوشش کیے بلا تردد خوشیاں ملتی ہیں اور تم انہی خوش قسمت لوگوں میں سے ہو۔'' سعیہ نے سر اٹھا کے بھیگی آنکھوں سے اپنی واحد راز دار دوست کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس کے ساتھ لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

شائستہ سامنے بیٹھی اسے دیکھ رہی تھیں مگر اپنی آنکھوں کی نمی پہ قابو دانستہ آگے نہیں بڑھیں بلکہ صبا کو اشارہ کر کے اسے چپ کروانے کا کہا تھا تو نزہت بولیں۔

''کتنی بری بات ہے سو نو خوشیوں کو ہنس کر سنبھالتے ہیں رو کر نہیں اور تم کوئی واحد لڑکی ہو جس کی شادی ہو رہی ہے، نبیوں، ولیوں سے لے کر ہر انسان نے یہ فریضہ انجام دیا ہے، پھر اب رونے کا کہاں دستور رہا ہے تم بھی خوامخواہ خود کو ہلکان مت کرو۔'' مگر وہ نہ تو ان کی بات پہ متوجہ ہوئی تھی نہ اس کے بہتے اشک رکے تھے، صبا نے بہت نرمی سے اسے تھپکتے ہوئے ملائمت سے کہا تھا۔

''سعیہ، شہریار بھائی بہت اچھے ہیں بس تم اپنے دل کو سنبھالو اور تم خود اپنے بارے میں غلط سلط سوچنا بند کر دو تو زندگی کے راستے بہت سہل لگیں گے۔''

''صبا آج کا دن مجھ پہ کیا بہت رہی ہے میرے دل پر کیا گزر رہی ہے کوئی نہیں جانتا سب نے مجھ سے میری ذات کا اختیار چھین لیا اور ایک حق بیٹی ہونے کا چند گھنٹوں بعد وہ بھی پرایا بن جائے گا، اس لمحے میں کتنی بے وقعت ہوں۔'' آنسو بہت تیزی سے اس کی آنکھوں سے بہتے گئے تھے صبا چند ثانیوں تک اسے دیکھتی رہی تھی اسے سمجھ نہ آیا وہ اسے کیسے تسلی دے، اس کی اپنی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

''اپنی مرضی کا خیال رہا سب کو، میرے لئے کسی نے ایک پل کو نہیں سوچا۔'' اسی وقت شائستہ چلتی ہوئی اس کے پیچھے آن رکی تھیں۔

''سعیہ سب تمہارے اپنے ہیں تمہارے لئے اچھا سوچنے اچھا چاہنے والے اور تمہاری خواہشوں، خوشیوں کے خواہاں تمہیں ہنستے مطمئن دیکھنے کی تمنا رکھنے والے اور اس کا اندازہ تمہیں بہت جلد ہو جائے گا۔'' شائستہ نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''خدانخواستہ تم میں کوئی عیب یا خامی نہیں کہ ہم تمہیں بوجھ سمجھ کر بنا سوچے سمجھے اٹھا کر پھینک دیں تم ایک پرفیکٹ لڑکی ہو اتنی پیاری اور اچھی کہ کوئی بھی اسے ٹھکرا نہیں سکتا اور تمہاری خوش قسمتی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا جب شہریار جیسا بہترین بندہ تمہارا ہاتھ تھام رہا ہے۔'' انہوں نے نرمی سے اس کا چہرہ چھوا تھا۔

''ماما پھر بھی یوں، ایسے یہ سب۔'' وہ ٹوٹے بکھرے انداز میں بولی الفاظ اتنے مدہم تھے کہ صرف وہی سن سکتیں۔

''یہ زندگی بھر کے فیصلے ہیں، جلد بازی میں نہیں ہوتے اور ہم نے بھی بڑا سوچا تھا میں کبھی اپنی بیٹی کو کسی کے سامنے نظر جھکائے دیکھنا نہیں چاہتی نہ تم یہ سمجھو کہ......'' وہ کچھ کہتے کہتے یکدم اردگرد دیکھتے ہوئے چپ کر گئیں۔

''تمہارے سامنے خوشیاں رقصاں ہیں چاند، ستارے، جگنو، تتلیاں اور رنگ سب تمہارے قدموں سے لپٹے ہیں، انہیں ہاتھ بڑھا کر دامن میں رکھ لو اور رونا نہیں۔''

''مما پلیز مجھے نہ بیاہیں، اپنے پاس اسی گھر میں رکھ لیں۔'' شائستہ نے بے اختیار اسے اپنے سینے میں چھپا لیا تھا اور ہچکیوں سے رونے لگیں۔

محبتوں جیسا چاہت سا دکھ ہے
سکون کی طرح راحت سا دکھ ہے
یہ دکھ ہجرت کا مسافت کا دکھ ہے
فصیل جاں میں ٹھہرتا ہوا سا
رکتا سا دکھ ہے
اجنبی دیسوں کے لئے اذن سفر ہے
کہ اجنبی چہروں کا ساتھ ہو
یہ ہر شہر کا دکھ ہے
یہ ہر گھر کا دکھ ہے
بہار کے موسم میں رونے کا
خزاں میں ہنسنے کا دکھ ہے
یہ ہر تتلی کا دکھ ہے
یہ ہر بیٹی کا دکھ ہے

☆☆☆

طیبہ کے لاکھ سمجھانے اور مجبور کرنے کے باوجود اس نے ٹیوشن چھوڑ دی تھی اور اسے بڑی امید تھی کہ یہ خبر ملتے ہی وہاج حسن ضرور آئے گا، معذرت کے الفاظ معافی تلافی کچھ نہ کچھ کہے گا

مگر بہت سے دن گزرنے کے باوجود نہ آیا اس کے دل کا کہا درد ہو گیا تھا، امی کا پاگل پن کتنا بڑھ گیا تھا یا شہباز جیل سے آچکنے کے بعد پھر انہی عادتوں پہ لوٹ چکا تھا، گھر کا خرچ ایک بار پھر شدید تنگی وعسرت کا شکار تھا۔

مگر اسے کچھ خبر نہ تھی وہ اپنے غم میں نڈھال پوری رات سو نہیں پائی تھی دن بھر اضطراب زدہ انداز میں بے چین پھرتی، خالہ سے بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہو پائی تھی، اڑتی اڑتی باتیں پہنچی تھیں کہ وہاج کی نہ صرف ترقی ہو چکی تھی بلکہ اسے خوبصورت اور تمام آسائشوں سے مزین گھر بھی مل چکا تھا جویریہ نے یہ ساری باتیں اِدھر اُدھر سے سن سنا کر اتنا یقین نہیں کیا تھا، جتنا خود دیکھ کر آیا تھا نیا گھر پوش ایریا میں تھا اور بہت عالی شان تھا بلکہ ایک ملازمہ ایک مالی ایک چوکیدار اور باہر کے کاموں کے لئے ایک لڑکا بھی رکھا جا چکا تھا، جویریہ آ کر ہر بات تفصیل سے بتا رہی تھی۔

وہ سب کچھ جو اس کی ماں بہنوں کے خواب تھے جو اریبہ کی آرزوئیں تھیں جس خوشحالی و ترقی کے لئے وہ دعائیں یا نگا کرتی تھی، محنت و جانفشانی کے بعد یہ مقام حاصل ہو گیا تھا مگر وہ یہ خوشخبری سننے کے قابل بھی نہ تھی۔

''پہلے بے روزگاری اور تنگدستی معمولی ٹیوشنز اگر میں چپکے چپکے مدد نہ کرتی تو گزارہ نہ ہو پاتا اور معمولی نوکری کے بعد اچھی جاب پھر ترقی کامیابی مگر میں کیا اتنی بری تھی کہ تم نے مجھے یہ بتانا بھی گوارہ نہ کیا میں تو تمہاری خوشیوں کی متمنی اور تمہاری کامیابی کی سب سے بڑی آرزو مند تھی۔'' وہ مضمحل سی ہو گئی چہرے پہ ایک دم سناٹے پھیل گئے۔

''سچ آپی اتنا پیارا اور بڑا گھر ہے اور گاڑی اتنی شاندار اوپر سے ثمن ہما اور آمنہ نے ایسے اچھے اور قیمتی کپڑے پہنے تھے کہ کیا بتاؤں ان کا تو رہن سہن اور انداز ہی بدلے ہوئے ہیں ایکدم سے امیر لوگوں والا حلیہ وطریقے۔'' اپنی دھن میں بولتی جویریہ اس کی آنکھوں میں ابھرتی اداسی اور چہرے پہ آتے تاثرات کو جان ہی نہ سکی، پھر چونک سی گئی اریبہ کا چہرہ ستا ہوا تھا آنکھوں کی شفاف سطح میں سرخی اور نمی جھلک رہی تھی، اسے ایکدم سے پتا چلا تھا کہ وہ کیوں اتنی چپ اور اداس ہے۔

''میں نے کہا تھا ثمن سے کہ ہمیں لوگوں سے پتا چلا تم نے بتایا ہی نہیں گھر بدلنے یا وہاج بھائی کی ترقی کا تو بولی۔''

''بس کچھ نئے گھر میں سامان کی سیٹنگ پھر سب اتنا جلد ہوا موقع نہیں ملا، اب میلاد کروانا ہے تو تم سب کو بلاوا دینے گھر آئیں گے۔'' جویریہ اب قدرے تاسف سے بتا رہی تھی۔

''کچھ بھی ہوتا ہم کون سا دشمن تھے ہمارا پہلا حق تھا اس خوشخبری پر۔'' ربیعہ نے کہا۔

پھر نہ ثمن آئی نہ ہما میلاد بھی ان کے بغیر منعقد ہو گیا، خالہ ایک دن آئیں سر شام کھڑے کھڑے امی کا احوال پوچھا نہیں گھر آنے کا کہا نہ بیٹھیں نہ کچھ کھایا پیا اور چلی گئیں، کتنا پیار کرتی تھیں وہ اریبہ کے ساتھ بیٹی بیٹی کہتے زبان تھکتی ہمیشہ اسے ''میرے وہاج کی دلہن کہہ کر مخاطب کرتیں اور آج انہوں نے اتنا بھی نہ پوچھا، کیسی ہو، اس کے چہرے پہ چھائی افسردگی، آنکھوں سے جھانکتی پریشانی اور وجود پہ کھنڈتی زردی، کچھ بھی تو انہیں نظر نہیں آیا، کیوں وہ پوری رات ایک

لمحے کو پلکیں نہ جھپکا سکی۔

''کیا روپیہ پیسہ ہی معیار واخلاق کی کسوٹی تھا، ان کے دن برے تھے تو کیا ہوا خالہ لوگ خود بھی تو ان حالات سے گزر رہے تھے پھر وہ تو ان کے بیٹے کی منگیتر تھی ان کی سگی بھانجی، اگر ان کے پاس بہت دولت ہوتی تو کیا خالہ پہلے جیسی اپنائیت لئے ملتیں۔''

وہ پوری رات جاگی تھی سوچتے ہوئے، پریشان وہ آج نہیں تھی تکلیف بھی نئی نہ تھی، بلکہ اسے بہت دنوں سے وسوسے ڈرا رہے تھے بہت کچھ سوچ کر ذہن پہلے سے پراگندہ اور ڈسٹرب تھا، کیونکہ خالہ کے گھر کی آسائشیں اور ان کی بدلتی ذہنیت کے قصے آہستہ آہستہ خاندان میں پھیلتے جا رہے تھے اور وہ سب سنتی رہتی تھیں، مگر وہ اس سے بھی بیگانگی برت سکتی ہیں، اس انکشاف نے جیسے دل ودماغ کو چیر کر رکھ دیا تھا، وہاج کے مشکوک الفاظ اور تحقیرانہ لہجے کا صدمہ کم نہ ہوا تھا کہ درد اور سوا ہو گیا، اپنی فکریں، پریشانیاں اسے مزید بڑھتی محسوس ہونے لگیں، صبر وضبط بہت سا چاہیے تھا خود کو دلاسہ دینے کو مگر کہاں سے حوصلہ لاتی وہ خود کو سنبھال نہیں پا رہی تھی، جی چاہتا تھا، وہاج سامنے آتا تو اور وہ اس کا منہ نوچ لیتی، کتنی دعائیں کرتی تھی وہ اس کے لئے کتنا رویا کرتی تھی اپنے رب سے اس بندے کے لئے آسانیاں مانگتے، آسائشات چاہتے اور اس کی دعائیں مستجاب ہو گئیں تو وہ شخص اس سے ملنا گوارا نہ سمجھتا تھا بلکہ گھر والے تک اجنبیت برتنے لگے تھے، یہ دکھ کم نہ تھا حالانکہ خدا گواہ تھا اس نے اس گھر کے مخدوش حالات میں ہمیشہ بنا کسی لالچ اور غرض کے ان کی ہر ممکن مدد کی تھی اور یہ شخص اس پہ بہت بھار تھا، اس کے جذبوں، محبتوں، اعتماد، وفا اور یقین کا جو اپنے دل کی گہرائیوں میں اس کے لئے بے پایاں محبتیں اور شدتیں چھپائے بیٹھی تھی، جس نے دن رات دعائیں کی تھیں اس کی اچھی ملازمت کے لئے اور بہت سی منتیں مرادیں مان رکھی تھی اس کی ترقی کے لئے۔

اب وہ ایک خوشخبری کی روادار نہ سمجھی گئی وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی مگر آنکھوں سے امنڈتے آنسوؤں کو بہنے سے روکنے میں ناکام ہو رہی تھی اور خود کو اس بیدرد کے لئے سوچنے سے بھی نہ منع کر پا رہی تھی۔

آسمان دیکھ لے!
یہ وہی دل ہے
جس نے ہمیں رسوا کیا
آج ہم بولتے ہیں تو سنتا نہیں
ہم ذرا یہ جھوٹی تسلی کی خاطر
کوئی خواب لا کر اسے دیں
یہ بہلتا ہی نہیں

(باقی اگلے ماہ)

فوزیہ غزل

تیئسویں قسط کا خلاصہ

شادی پہ ہاں کرنے کے باوجود سنعیہ اندرونی کشمکش کا شکار ہے، وہاج اریبہ کو شک اور بے یقینی کے کٹہرے میں کھڑا کر کے ہتک آمیز رویہ اختیار کرتا ہے۔

مہندی کی تقریب کے موقع پہ سلعیہ کے ڈپریسڈ ہونے پر شائستہ بیگم اور صبا شہریار کے اچھا ہونے اور اس کی آئندہ زندگی خوشگوار گزرنے کی ضمانت دیتی ہیں۔

وہاج کی ترقی نئے گھر میں شفٹنگ اور خود کو لاعلم رکھے جانے پر اریبہ اس کی حد درجہ اجنبیت و بیگانگی پہ دکھ سے شاکڈ رہ جاتی ہے۔

ماریا اپنے وفد کے ہمراہ بنارس دیکھنے پہنچتی ہے تو راستے میں ایک بیوہ لڑکی کو اس کے مردہ شوہر کے ساتھ زندہ جلانے کا واقعہ اسے بہت فرسٹیڈ اور متاسف کر دیتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چوبیسویں قسط

ہوتا ہے تیرے شہر میں پتھروں کا کاروبار
میں ہی بدنصیب ہوں کہ آئینہ ساز ہوں

وہ ایک بار پھر پریشان تھی اس کے ذہن میں پھر سے ایمانیات وتوحید سے متعلق سوالات اٹھ رہے تھے وہ پھر سے سوچ رہی تھی ایک ایسے دین کے متعلق جو روح اور باطن کا خلا پر کر دے جو رنگ ونسل کے تعصبات کا شکار نہ ہو، جس میں عورت کو مساوی حقوق حاصل ہوں، جس کی تعلیمات اور نظریات آپس میں بالکل منظم اور منضبط ہوں جو شک کی جگہ یقین کامل اور تاریکی کی جگہ روشنی دے، اپنے ساتھ لائی گئی تقابلی ادیان کی کتب ایک بار پھر اس کی توجہ کا مرکز بن گئیں، اپنے فرسٹریشن کا حل وہ پھر سے عالمی سطح کے عظیم محقق اور دانشوروں کے علم میں تلاشنے لگی۔

کیتھرین اس کی ذہنی کیفیت، اندر کی مایوسی اور روحانی افسردگی سے واقف تھی اور اس کی ہر ممکن کوشش تھی کہ وہ اسے مایوسی کے اس خیز سے جلد باہر نکال لے تاکہ وہ پھر ڈپریشن کا شکار نہ بننے لگے، اسی کوشش میں اپنی تمام مصروفیات پس پشت ڈالتے ہوئے وہ محض ذہنی سکون کی خاطر چند روز کے لئے اسے آگرہ لے آئی، آگرہ کا وہ مسحور کر دینے والا نظارہ جسے دیکھنا ہر آنکھ کی حسرت بن چکا ہے، ان کے سامنے تھا، شاہجہاں کی محبوب اہلیہ ممتاز محل کا مقبرہ جسے دور سے دیکھا جائے تو چھوٹی عمارت ہے جوں جوں قریب جائیں گنبد بڑا ہوتا جاتا ہے وہ شام ڈھلے یہاں پہنچی تھیں مین گیٹ اور تاج محل کے درمیان پانی کی گزرگاہیں اور فوارے نصب تھے پانی میں تاج محل کا عکس نہایت خوبصورت اور دلربا لگ رہا تھا، اس کی فن تعمیر کا کمال تھا کہ پہلے دروازے کی ڈیوڑھی سے انہیں کوئی مینار نظر نہیں آیا لیکن قدم اٹھایا تو دایاں مینار پھر قدم اٹھایا تو بایاں مینار سامنے تھا چلتے ہوئے معلوم ہوتا تھا تاج محل دور جا رہا تھا الٹے پاؤں مڑنے پہ معلوم ہوتا ہے کہ تاج محل پیچھے آ رہا ہے، تاج محل کے چاروں طرف مستطیل باغ میں سنگ مرمر کی دو نہریں تھیں جو اسے نہ صرف چار حصوں میں تقسیم کرتی تھیں، بلکہ ان میں ہر وقت مقبرہ منعکس رہتا ہے، اگرچہ عدم توجہ، ناقص صفائی اور مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے سبب سنگ مرمر کی سفیدی اور چمک ماند تھی، بلکہ ارد گرد تیزاب اور چمڑا بنانے کے کارخانوں کی چمنیوں سے اٹھنے والا دھواں تاج محل کے سفید پتھر کو زرد رنگ میں بدلتا جا رہا تھا، اس ناقدری کے باوجود اس کے حسن چاندنی رات ہونے سے مسحور کر رہا تھا اور چاند کی کرنوں سے تاج محل کسی تراشے ہوئے ہیرے کی مانند معلوم ہوتا تھا، سیاحوں کی ایک بڑی تعداد یہاں ہونے کی وجہ سے میلے کا سماں معلوم ہوتا تھا۔

تاج محل کا گنبد اندر سے دیکھنے پر باہر سے کہیں زیادہ خوبصورت اور دلکش تھا، آیات قرآنی کا انتخاب، خطاطی کا انداز آرائش وجمال کمال تھی جس نے انہیں حیرت کا شکار کر دیا تھا، ان کا گائیڈ بتا رہا تھا کہ شاہ جہان تاج محل کے سفید پتھر کے مقابل سیاہ پتھر سے دریائے جمنا کے دوسری طرف اپنے لئے مقبرہ بنوانا چاہتا تھا جو اورنگزیب نے اقتدار سنبھالنے کے بعد بے جا اسراف قرار دے کر ختم کرا دیا تھا، اس کی بنیادیں آج بھی اصلی حالت میں موجود ہیں، تاریخی کتب کا مطالعہ بتاتا ہے کہ شاہ جہان ہر روز کشتی کے ذریعے تاج محل آتا تھا اور آگرہ قلعہ میں بیٹھ کر بھی نظارہ کرتا تھا، گائیڈ کے ہمراہ گھوم پھر کر اس عالیشان اور مبہوت کر دینے والے حسین محل کو دیکھتی ماریا جوزف کا دھیان

اور ذہن بہت فریش اور تر وتازہ ہو چکا تھا۔

مرکزی راستے اور گنبد کے درمیان مچھلیوں کا سنگ مرمر کا تالاب پھر تاج محل کے بائیں جانب مشرق میں سرخ پتھر سے بنی نہایت خوبصورت مسجد اور اس کے سامنے مہمان خانہ ایک خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا، بہت سے فوٹوگرافر مختلف حسین زاویے تلاش کر کے سیاحوں کی تصاویر بنا رہے تھے، ایک ایسا زاویہ جہاں کھڑے ہو کر تصویر اتروانے والا تاج محل کے گنبد کو ہاتھ میں تھامے نظر آتا ہے انہوں نے بھی یہ یادگاری تصاویر بنوائیں۔

گائیڈ انہیں بتا رہا تھا کہ ایک روایت کے مطابق شاہ جہان نے تاج محل کے اوپر بتیس من سونے کا چاند لگوایا بعد ازاں بھرت پور کے جاٹ لوٹ کر لے گئے اب پیتل کے چاند پر سونے کا پانی چڑھا کر لگایا گیا ہے، اس شاندار عجوبے کو دیکھتے ہوئے انہوں نے بے ساختہ تاج محل کے ڈیزائن سنگ مرمر پر نقاشی، اندر قیمتی پتھروں سے میناکاری کی تعریف کی اور حقیقتاً اندرونی حصوں میں دلکش نقش ونگار اور قیمتی پتھروں کا کام نہ صرف آج بھی دیکھنے والوں کو دنگ کر رہا تھا بلکہ اس کے حسن کو چار چاند لگا رہا تھا۔

یہاں ان کی توجہ کا مرکز بننے والی ایک اور چیز بھی تھی، دریائے جمنا کے کنارے بھارتی وزیر قانون (سابق) امبید کار کا مجسمہ جو اچھوتوں کے لئے کام کرتے تھے اور اونچی ذات کے ہندوؤں کے سلوک سے اس قدر پریشان ہوئے کہ موت سے قبل بدھ مت قبول کر لیا، اس رہنما کے مجسمے جگہ جگہ نصب تھے، اپنے رہنما کو خراج تحسین پیش کرنے کا یہ طریقہ انہیں اچھا لگا۔

''سفید سنگ مرمر سے ڈھکی اس نادر ونایاب کے تحفظ کا اگرچہ خاطر خواہ انتظام نہیں مگر اس ناقدری کے باوجود اس میں اتنی کشش ہے کہ لوگ اقوام عالم سے کھنچے چلے آتے ہیں۔'' ماریا نے کئی جگہ سے سنگ مرمر کے ٹکڑے گرے ہوئے دیکھ کر کہا۔

''اور میں تو اس کی فنی باریکیوں اور نادر نقاشی کو سمجھنے سے قاصر ہوں کیا بے مثال دماغ پایا ہوگا اس کے منتظم اور ماہرین تعمیرات نے۔'' کیتھرین توصیفی انداز میں بولی۔

''یہ تعمیر ایرانی ماہرین تعمیرات استاد عیسیٰ اور ان کے معاونین کا کارنامہ ہے۔'' گائیڈ نے بتایا۔

''اور کچھ بھلے ہو نہ ہو مسلمان حکمران اور انجینئر فن تعمیر میں واقعی صف اول تھے۔'' تاج محل سے نکلتے ہوئے انہوں نے بجا طور پر اعتراف کیا۔

واپسی پہ ان کے ٹورسٹ گائیڈ نے رامائن کتھا کی ایک مجلس بھی دکھائی جہاں سٹیج پر تصاویر میں رام، سیتا اور لکشمن براجمان تھے اور چرنوں میں وہ سردار بندر (ہنومان) جس نے لنکا پر چڑھائی کر کے رام کی مدد کی تھی، پھولوں کی مالا چڑھی ان تصویروں کے آگے پوجا اور پرشاد کے لوازمات رکھے ہوئے تھے، لوگ آتے چرنوں میں جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے پنڈال میں بیٹھ جاتے پھر پنڈت جی رامائن کے شلوک پڑھنے لگے۔

''میرا خیال ہے چلا جائے ایسا نہ ہو ہمیں پھر پرشاد کے پیکٹ دیے جائیں اور ہم انہیں پھر سے چھپ کر پھینکنے والی جگہ تلاش کرتے پھریں۔'' ماریا نے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے گاڑی کا رخ

اسی ہوٹل کی جانب موڑنے لگے یہاں پہ ان کا سٹے تھے اور ان کی آپسی گفتگو شروع ہو چکی تھی اس سفر میں۔

''ویسے مجھے اب تک اس جلنے والی لڑکی کا چہرہ نہیں بھولتا کتنی خوبصورت تھی اور کیسا ظلم ہوا تھا ہندو مذہب میں ودھوا (بیوہ) عورت کی زندگی جانور سے بھی بدتر ہے۔'' کیتھرین نے کہا۔

''ہندوستان ایک سیکولر ریاست ہے پھر بھی یہاں قانون، مذہب اور معاشرتی جاہلیت کا ایسا اندھا پن ہے کہ کوئی فرد یا ادارہ حرف احتجاج بلند نہیں کرتا غلط چیز پر پھر سوچو مسلمانوں میں کیا عالم ہوگا جہالت و پسماندگی کا جن کا مذہب بھی بہ قعے میں دفن ہے۔'' وہ پھر بولی۔

''پتا ہے کیتھی میں نے سوچا تھا کہ یہ جاہل اور اجڈ گنوار لوگوں کا مذہب ہے اس کی پرکھ میں کبھی وقت اور انرجی ویسٹ نہیں کرتی۔'' ماریا بولی۔

''تو اچھا ہے ناں یہ بھی کوئی دین ہے لمبی ڈارھیاں رکھ کر چوغوں پگڑیوں میں بم چھپائے انسان دشمن لوگ اور ظلم و جبر کا مذہب۔'' کیتھرین نے جھرجھری سی لی۔

''ان لوگوں کا رہن سہن کیسا ہوگا، عورتیں کیسے زندگی گزارتی ہوں گی کبھی کبھی میں سوچتی ہوں مجھے کسی مسلم ملک جا کر دیکھنا چاہیے۔'' ماریا نے پرسوچ انداز میں کہا تو کیتھی نے چند ثانیے اسے بہ غور دیکھا آیا وہ مذاق کر رہی ہے یا سنجیدہ ہے۔

''ضرور دیکھو ہمارا اگلے ہفتے پاکستان کا دورہ ہے اور میں تمہیں وہ خونی چوک ضرور دکھاؤں گی یہاں مذہب کے نام پر لوگوں کا ذبح کیا جاتا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' ماریا بے طرح چونکی تھی۔

''ابھی کچھ دن پہلے میں نے ایک ٹی وی چینل پر رپورٹ دیکھی تھی، سوات میں مینگورہ کے چوک پر ایک نوجوان گلوکارہ کو ذبح کر کے اس کی لاش عبرت کے لئے لٹکا دی گئی تھی، میرے کانوں میں آج بھی اس کی آواز گونج رہی ہے وہ رو کر یہی کہہ رہی تھی کہ۔''

''مجھے گولی مار دو، مگر ذبح نہ کرو، اس گلوکارہ کا جرم اس کی گلوکاری تھی۔'' کیتھرین نے بتایا تو ماریا کچھ دیر کے لئے بالکل گنگ رہ گئی۔

''یہی نہیں بلکہ ادھر کے ہی ایک نجی چینل نے یہ خبر بھی دی تھی کہ پاکستان کے ایک شہر کراچی کے نہایت پوش علاقہ کی ایک لڑکی کے بازو کاٹ دیے تھے مذہبی تنظیم کے کارکنوں نے کیونکہ وہ ہاف سلیوز پہنے باہر گھوم رہی تھی۔'' ماریا نے لاشعوری طور پر ہی اپنے بازوؤں کو چھوا تھا ہونٹ کپکپائے تھے اور زرد پڑتے چہرہ دعا مانگی پھر آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی مگر کٹی پھٹی لاشوں کے ساتھ لمبی ڈارھیوں والے اجڈ وحشی لوگ اس کے اعصاب پر سوار ہو رہے تھے اور یقیناً وہ اس ڈر، وہم میں اپنی رات کی نیند برباد کرنے جا رہی تھی۔

☆☆☆

آئی مہندی کی یہ رات
لائی سپنوں کی بارات

حدیقہ کیانی کی خوبصورت آواز ریکارڈ پلیئر پہ پورے خان ولا میں گونج رہی تھی رات کے دو

بج چکے تھے مگر شور، ہنگامے پر لطف لمحات میں محسوس ہی نہ ہوتا تھا گھر چونکہ شہریار اور سلعیہ کا عزیز مہمان ایک تھے تو مہندی کا اہتمام بھی خان ولا کے بڑے اور خوبصورت لان میں تھا، سلعیہ تو اپنی رسم سے فراغت پا کے آرام کرنے جا چکی تھی، شہریار کو بھی نپٹایا جا رہا تھا اور چھینا جھپٹی موویز کیمروں کی چکا چوند ہنسی مذاق میں شہریار بھی اس مرحلے سے نمٹ چکا تو بنا گزرتی رات کا خیال کیے لڑکیاں پھر سے ڈھولک سنبھال بیٹھیں، لڑکے مقابلہ کرنے کو شہریار کو بھی گھسیٹ لائے تھے۔

''بھئی یہ خالص زنانہ موقع ہے میرا کیا کام۔'' اس نے بدکنے کی کوشش کی، مگر لڑکے مانے نہیں۔

''خوامخواہ خود پہ بزرگی طاری کر کے مت پھروا نجوائے کرو۔''

''بھئی کام بہت ہے تم لوگ کروا نجوائے۔''

''کام کرنے کو اور بہت لوگ موجود ہیں تم بیٹھو آرام سے اور اپنے شگنوں کے گیت سنو۔'' نزہت آنٹی نے بھی بصد اصرار کہا تو اسے مجبوراً بیٹھنا پڑا مگر لڑکیوں نے جیسے ہی گیت۔

میں تو ڈولی میں ہو کے سوار چلی رے
اپنے ساجن کے دوار چلی رے

شروع کیا وہ جیسے تڑپ اٹھا۔

''یہ گیت گانے کی کیا تک بنتی ہے شادی صرف سلعیہ کی نہیں میری بھی ہے مجھے ڈولی میں بٹھانے کی کیا تک ہے۔'' بھرپور قہقہے پڑے تھے اس کی خفگی پر پھر لڑکیوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''مگر ہم تو سلعیہ کے لئے گا رہی ہیں۔''

''اور میں جیسے سوتیلا ہوں کزن ہوں تمہارا اور یہ بے ایمانی اور بے وفائی میں برداشت نہیں کر سکتا کہ تم لوگ مجھے بھول جاؤ۔'' اسے ان کی طوطا چشمی نے خاصا تاؤ دیا، پھر اسے راضی کرنے کو شوخیوں اور ہنگاموں میں بہت سے گیت لڑکے کی مناسبت سے گائے گئے بلکہ تان لگانے کو شہریار کو بھی گھسیٹا گیا، بلکہ ضبا کی کزنز سلعیہ کو بھی اٹھا لائیں، سلعیہ کا اٹھنے کا بالکل موڈ نہ تھا مگر اتنے مہمانوں اور لڑکیوں کے بیچ انکار کچھ نامناسب سمجھ کر وہ مارے باندھے چلی آئی ورنہ ان خوشیوں بھرے لمحات کا سکون اسے میسر کہاں تھا۔

بنا کسی امنگ کے خالی دل لئے وہ تو پر کٹے پرندے کی مانند پھڑپھڑانے سے بھی مجبور تھی، لڑکیوں کی پر لطف چھیڑ چھاڑ، ذو معنی فقرے اس نے اپنے دل میں کوئی امنگ محسوس نہ کی ہاں ہر بات پر شہریار کے لبوں پر دلکش سی مسکراہٹ تھرکنے لگتی اور آنکھوں میں اترتا خمار سب کو اس کی خوشی کا پتا دیتا، سلعیہ کے خالی دل میں اس خوبصورت موقع پر کوئی لوچ نہ سنسنی بلکہ ایک بیزار اور مضطربانہ انداز جو اس کے انتشار کو ظاہر کر رہے تھے۔

کاٹن کے سفید کلف لگے سوٹ میں پیلا پٹکا گلے میں لٹکائے اس کے برابر بیٹھا بندہ اپنے لمبے چوڑے وجیہہ سراپے کے ساتھ اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ سارے ماحول پر چھایا ہوا تھا اور اپنے سوگوار سراپے کے ساتھ کسی پر لطف چھیڑ چھاڑ پہ وہ بدقت مسکراتی تو شہریار اس کی بے دلی پر اندر سے بجھ جاتا۔

اب بھی بہت خوبصورت گیت پہ ان کے کزنز رقص کر رہے تھے اور سب مسکرا رہے تھے۔

''بہت ہو گیا گانا بجانا لڑکیو اب بس کرو، سو جاؤ صبح ولیمہ ورخصتی کا فنکشن بھی اٹینڈ کرنا ہے تم لوگوں کو۔'' کسی بزرگ خاتون نے دہائی دی، مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے سب اپنے اپنے موڈ میں لگے رہے، پھر صبا کو ہی خیال آیا سعیہ کی بیزاری عیاں ہوتے دیکھ کر وہ ایکدم بولی۔

''میرا خیال ہے محفل کو برخاست کر دیا جائے چار بج رہے ہیں سونا کب ہے۔''

''مگر ہم شہریار بھائی سے کچھ سننا چاہتے ہیں مہندی کے آخری آئٹم کے طور پر ایک زوردار نظم یا غزل۔'' لڑکے لڑکیوں نے کورس کے انداز میں نئی فرمائش کی۔

''بہت خوب۔'' شہریار اپنی خوشنما آنکھوں کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے ہنسا۔

''شعر و شاعری سے تو میرا دور کا بھی واسطہ نہیں۔'' اب وہ شرارت سے بولا

''محبت سے تو ہے اور محبت کرنے والا اور کچھ کرے نہ کرے شاعری ضرور کرتا ہے۔''

''بھئی مانا خوبصورت الفاظ اور محبت کی تعریف شاعری میں متاثر کن لگتی ہے مگر اب آئی ٹی کا دور ہے اب محبت بیتنے، پوچھنے والی نہیں بتانے والی چیز ہے۔''

''تو بتا دیں۔'' ایک اونچی آواز آئی۔

''جذبات خواہ کیسے ہی ہوں کسی کے ہاتھ میں کیوں دیں احتیاط لازم ہے۔'' وہ پھر بدکا۔

''اچھا لگ رہا ہے یہ اسٹائل بھی لیکن کبھی کبھی خود کو جذبات کے دھارے پر چھوڑ دینا اچھا ہوتا ہے۔'' اس کے پہلو تہی کرنے والے انداز پر صبا نے ہنس کر کہا تو وہ گہری سانس لے کر ذرا سا سیدھا ہوا کچھ یوں کہ سعیہ بالکل اس کی نگاہوں میں تصویر بن کر ٹھہر گئی۔

''واقعی اگر خوبصورتی اور معصومیت کو مجسم کیا جائے تو نام یقیناً سعیہ علی خان ہوگا۔'' اسے دیکھتے ہوئے شہریار کا دل تفاخر سے بھرنے کے ساتھ لبوں کی تراش میں نرم سی مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی، ہونٹوں پہ آسودگی و طمانیت بھری ہلکی سی مسکراہٹ لئے وہ دلکش لب و لہجہ میں بولنے لگا تو جیسے ساری کائنات ٹھہر کر سننے لگی تھی۔

میری آواز کا جادو
تیری آواز کی بانہوں میں
بانہیں ڈالنے کا منتظر ہے
نئے موسم تمہارے جسم کی بنجر زمینوں پر
گلابی پھول کھلانے کی بشارت دے رہے ہیں
تم اپنی ذات سے
محرومیوں اور بے یقینی کے
سبھی پردے اتار دو
اور سے کے پانیوں میں پھینک کر
میری محبت اوڑھ لو

با کی آواز لرزی اور لہجہ بھیگا۔

''مجھے بھی اپنی شادی میں کوئی انٹرسٹ نہیں مگر مجھے بھی اپنوں کی خاطر بہت کچھ ان چاہا کرنا ہے، ہم لڑکیوں کو قدرت نے بنایا ہی ایثار و وفا کے لئے ہے۔'' وہ بھیگے لہجہ میں ہنسی تو سعیہ کو صبا کے آنسو اپنے آنسو لگے اس کی ہار اپنی ہار وہ اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی جس کے آنسو رخساروں کے بھگو رہے تھے اس کی بیسٹ فرینڈ مشکل میں تھی اور وہ شاید اس کے لئے کچھ نہ کر سکتی تھی، سعیہ کو بے بسی محسوس ہونے لگی تو وہ بے اختیار صبا کے گلے لگ کر ٹوٹ کر رونے لگی۔

کتنا دشوار لگتا ہے
کرب کے لمحے چنتے ہوئے
آنسوؤں کے نوحے سنتے ہوئے
کھلی آنکھوں دھوکہ کھاتے ہوئے
جیون زیاں بنتے ہوئے
جھوٹ جانتے ہوئے سب اور
جھوٹ کو سچ مانتے ہوئے
فریب کا حصہ بنتے ہوئے
دل کو صبر کی نیند سلانا
کسی کو کچھ بھی نہ جتانا
کتنا دشوار لگتا ہے

☆☆☆

میرے ہاتھوں میں قدرت نے ہنر کچھ ایسا بخشا ہے
کبھی پا کر بناتا ہوں کبھی کھو کر بناتا ہوں
میں جب بھی ٹوٹ جاتا ہوں کسی سے کچھ نہیں کہتا
میں چکنا چور کر بھی نئے منظر بناتا ہوں

امید ایسی چیز ہے کہ جب تک زندہ رہتی ہے انسان اس کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے اور محبت ایسا احساس جب تک لو دے دل کی نہوں میں اجالا بکھرا رہتا ہے مگر محبت کو شک کی اذیت مار ڈالے تو کرب سے زندگی کیسے نجات پاتی ہے جبکہ دل اس بے ایمان سے ہٹ کر کچھ اور سوچنے کو تیار نہ ہو، یہ ایسا سوال تھا جو اس کے خالی ذہن میں کھوٹے سکے کی طرح کھنکتا رہا، کہ محبت کو بھی ناراضگی کی بکل مارے بدگمانی کی دھند میں لپٹی اسے پہچاننے سے بھی انکاری تھی۔

''میں حالات سے دنیا سے تقدیر سے خود سے ہار سکتی ہوں دل سے شکست کھا سکتی ہوں مگر تمہیں نہیں ہار سکتی وہاج تم پلیز میرے ساتھ ایسا نہ کرو۔'' سوچتے ہوئے اس کی آنکھیں بہت آہستگی سے بھیگی تھیں اور طیبہ نے پریشانی سے دیکھا تھا۔

''ارے یہ تم پہلے مشکلات کا شکار ہو اپنے آپ کو مزید ڈسٹرب مت کرو۔''

''اس کی ترقی ہو گئی اسے کار اور اپنا گھر مل گیا اور اس بات کو مہینہ گزر گیا پورا اس نے مٹھائی

شہر یار کے الفاظ، خواہشات، جذبات وہ دم ساد ھے سن رہی تھی اپنے آپ کو بھلے اس نے بے حسی اور سرد مہری کے پردے میں لپیٹ رکھا تھا مگر اس شخص کا سامنا، رویہ اور ایسے جھیلنا سب آسان تو نہ تھا روح کو جھلسا دینے والی آگ تھی جو اسے پل پل لپیٹ میں لے رہی تھی، چند گھنٹے صرف چند گھنٹے تھے اور پھر وہ اس شخص کی ہو جاتی، وہ جس کے لئے اس نے گزرتے ہر پل میں اپنے دل میں نفرت محسوس کی تھی جس سے جان چھڑانے کو اس نے کسی انتہائی اقدام کا سوچا تھا مگر پھر اپنوں کے لئے ان کی خوشی کی خاطر اسے یہ سب کرنا پڑا جو کسی طور گوارہ نہ تھا۔

اپنے مما پپا، فرینڈز گلی محلہ سب کچھ چھوٹنے والا تھا بہت چاہنے والے لوگ بچھڑنے والے تھے، وہ سب کچھ چھوڑنے والی تھی اس بے مہر اور سنگدل شخص کے لئے، اس کے اعصاب کی کشیدگی میں جیسے ایکدم سے اضافہ ہوا اور دل بھر بھر آیا تو وہ جھٹکے سے اٹھی۔

''کیا تھا یہ اتنی کڑی آزمائش۔''

''میرے خدا میری کمزوری کو چھپا لے، مجھے اس صورتحال سے نپٹنے کا حوصلہ عطا کر۔'' بھر آئی آنکھیں لئے وہ آسمانوں کو دیکھنے لگی، صبا اس کے پیچھے آ کر بولی۔

''سنعیہ تھوڑا سا ریسٹ کر لو تھک جاؤ گی جاگ جاگ کر۔''

''اب تو شاید میں نے عمر بھر یونہی جاگنا ہے، ہر رات دکھ جلتے آنکھوں میں کاٹ کر۔'' اس کے آنسو ہر کاوٹ کو توڑ کر نکلے تو صبا دکھ اور تاسف سے دیکھتی رہ گئی۔

وہ ایک ناپسندیدہ زندگی گزارنے جا رہی تھی جسے جینا اس کی خوشی نہیں بلکہ مجبوری تھا اور اس کے اعصابی کھنچاؤ کا صبا کو اچھی طرح اندازہ تھا۔

''ہم سب اتنے خود غرض کیوں ہوتے ہیں صبا کہ دوسروں کی خوشی کا خیال ہی نہیں رکھتے یہ سب کے ساتھ ہنستا مسکراتا شخص کتنی مکارانہ ذہنیت رکھتا ہے کاش میں سب کو چیخ چیخ کر بتا سکتی۔'' وہ روتے ہوئے بولی تو صبا کا دل جیسے ڈوب سا گیا۔

''نہیں سنعیہ تم بہت اچھی لڑکی ہو سب کی خوشی و مان کا خیال رکھنے والی تم ایسا کچھ نہیں کرو گی جو تمہاری دوست یا مما پپا کو شرمندہ کر دے۔'' اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتی ہوئی وہ بولی تو سنعیہ کا چہرہ بھیگتا چلا گیا انداز میں اک عجیب بے بسی تھی۔

''یہ محبتیں ہی تو ہیں جنہوں نے میرا راستہ روک رکھا ہے ورنہ میں کیسے ہارتی وہ بھی اس شخص سے۔''

''مجھے دیکھو سنعیہ میرے پیرنٹس بھی مجھے بنا پوچھے بنا بتائے میری پھپھو کے بیٹے سے بیاہ رہے ہیں اگلے مہینہ اور میں نے کچھ بھی کہے بغیر مشرقی لڑکی کی طرح سر جھکا دیا کیا کریں ہم لڑکیاں اپنے بڑوں کا سر نہیں جھکا سکتیں۔'' وہ دلسوزی سے بولی تو سنعیہ دیکھتی رہ گئی اس کے پاس تسلی دینے کے دو لفظ بھی نہ تھے۔

''تم پھر بھی خوش قسمت ہو کہ شہر یار بھائی ایک پرفیکٹ انسان ہیں ان میں کوئی کمی نہیں جبکہ میری پھپھو کا بیٹا پہلے کسی میں انوالو رہا ہے اور یہ شادی صرف اسے راہ راست پر لانے کو کی جا رہی ہے تمہیں شہری بھیا پورے کے پورے خالص تو ملیں گے ناں، مجھے تو شاید ادھورا بندہ بھی نہ ملے۔''

کھلانا تو دور کی بات مجھے بتانا گوارہ نہیں کیا پھر خالہ جان سب کے رویے اجنبی سے ہیں یہ صورتحال خطرے کا باعث ہے اپنے گھر کے لئے کچھ کرنا باہر نکلنا یا بوقت مشکل کسی سے مدد لے لینا میرے لئے ایسے حالات کا باعث بن سکتا ہے اگر مجھے پتا ہوتا تو میں کبھی تلاش معاش یا حصول رزق میں نہ نکلتی۔'' وہ آنسوؤں کے درمیان بول رہی تھی، طیبہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔

''جو کچھ ہوا اس میں تمہارا قصور قطعی نہیں اگر تم اس روز کسی کے ساتھ نہ آتیں تب بھی شاید سب ایسے ہوتا، تم کسی کو نہ تو راہ راست پر لا سکتی ہو نہ منع کر سکتی ہو، لہٰذا خوامخواہ پریشانی لینے سے فائدہ جبکہ تم نے ایسا کچھ نہیں کیا جو قابل گرفت ٹھہرے بس یہ جان لو کہ بعض لوگوں کو پیسہ یا عزت راس نہیں آتی اور وہ پرانے رشتوں ناتوں سے جان چھڑانے کو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں بس اور کچھ نہیں۔''

''مگر ہمارے درمیان تو محبت تھی بڑا مضبوط حوالہ۔'' وہ جیسے سسکی۔

''وہ شخص تمہارے منہ پر کہہ گیا ہے کہ وہ محبت اس کی غلطی تھی اور ہو سکتا ہے اس غلطی کے ازالے کے لئے بہت جلد وہ تم سے ہاتھ چھڑا کے آگے بڑھ جائے یا کسی بھی موڑ پر فرار کا نیا راستہ اختیار کر لے اور تم اس کی محبت کے لئے رو رہی ہو۔'' طیبہ کھچ کر غصہ سے بولی۔

''اور تمہاری زندگی میں وہ لمحات جلد آئیں گے جب یہ انکشافات سچ ہوں گے بہتر ہو گا کہ تم وقت و حالات کا ادراک کرتے ہوئے حقیقت شناس بنو اور خود کو ہر طرح کے وقت کا سامنا کرنے کو تیار رکھو۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو کچھ اور بھی تواتر سے بہنے لگے تھے، طیبہ نے اسے تھام کر ساتھ لگا لیا تھا۔

''وہ مجھے چاہے نہ چاہے میں اسے چاہتی ہوں بے حد بے حساب میرے لئے یہی حقیقت کافی ہے۔'' وہ ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتے ہوئے بولی تو طیبہ نے شدید ترین حیرت سے دیکھا تھا۔

''میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتی سوائے اس کے کہ محبت کرنے اس کے ساتھ ہونے اور ساتھ رہنے میں بڑا فرق ہے جانے حقیقت میں یہ ملے گا بھی کہ نہیں۔'' انتہائی سنجیدگی سے مضبوط لہجے میں باور کراتے ہوئے طیبہ نے اسے دیکھا تھا اور اریبہ کی پلکیں بس بھیگتی رہیں۔

''تم نے اس کی خفگی و ناراضگی کے ڈر سے ٹیوشن چھوڑ دی یہ سوچے بغیر کہ تمہارا گھر کس قدر ڈسٹرب ہوا ہے اس قلیل آمدنی کے کھو جانے سے جس پہ گزر اوقات کا انحصار تھا اور تمہاری بہنوں کا مستقبل اس واحد آسرے کو گنوا کر مخدوش ہو سکتا ہے جب تم سنو تو کچھ کہنا بھی فضول ہے اور میرا مقصد تمہیں زک پہنچانا نہیں پھر بھی تم برا محسوس کرو تو معذرت کیونکہ ایک مخلص دوست ہونے کے ناطے میرا فرض بنتا ہے تمہیں سمجھاؤں کہ جو شخص تمہیں دکھ دے کر ذرہ بھر پروا نہیں کرتا، اس کے لئے خود کو اتنی بندشوں کا پابند کرنا فضول ہے، زندگی پہ جتنا حق اس کا ہے تمہارا بھی ہے پھر جب حقائق سامنے ہوں تو اپنے اندر کے گھٹن زدہ بوسیدہ ماحول کو دور کر کے کبھی کبھی دل سے انحراف کرنا اچھا ہے کھل کر سانس لینے سے جو تر و تازگی ذہن و دماغ میں سرائیت کرتی ہے، خاص اور خوبصورت ہے۔'' اریبہ نے حیرتوں میں گم خاموشی سے دیکھا تھا طیبہ کو اس پر ترس سا آنے لگا۔

''محبت کی ناؤ ہمیشہ ڈگمگاتی ہے اور مانا اندیشے بھی لازم ہیں مگر تمہیں اپنے گھر اپنے رشتوں کے لئے کچھ اقدام کرنے ہیں تو فی الوقت محبت کو پس پشت ڈال لو بلکہ وقت پر چھوڑ دو جلد یا بدیر بہتر حل نکل آئے گا اور اگر وہ تم سے مخلص ہے تو ورنہ تم اپنے لئے بے کار کے واہموں سے ہٹ کر مصرف سوچو، ایگزامز سر پر ہیں پوری یکسوئی سے توجہ سے ان سے نپٹو پھر ساتھ ایک جاب کرو تاکہ تمہارا خرچہ چلتا رہے اور ہو سکتا ہے کسی روز پشیمان ہو کر وہ شخص خود تم تک آ پہنچے، فی الحال اسے آزاد چھوڑ دو تمہارا ہوا تو کہیں جائے لوٹے گا تو تم تک ہی آئے گا تمہارا نہ ہوا تو یہ واویلا، آنسو، وقت کا ضیاع سب بے کار کیا سمجھیں۔'' طیبہ نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا تھا، جو کچھ دیر خاموش رہ کر سر اثبات میں ہلا گئی۔

''گڈ گرل، اب نہ رونا ہے نہ کچھ سوچنا ہے، کیونکہ دنیا میں جینے کے لئے یہ عادت کچھ اچھی نہیں، جو لوگ زندگی کو جیتنا چاہتے ہیں وہ نارمل بی ہیو کرتے ہیں۔'' طیبہ مسکرا کے بولی۔

''آؤ اب تمہیں اچھا سا لنچ کرواتی ہوں پھر گھر چھوڑ دوں گی۔'' طیبہ نے اپنائیت سے کہا تو وہ ناچار اٹھ گئی ورنہ دل کھانے کیا جینے سے بھی اچاٹ تھا، گھر کے سامنے سے اتار کر طیبہ تھوڑی دیر کو اندر آئی سب سے ملی پھر اس کے پاس رکتی ہوئی بولی۔

''آج ہر فکر اور پریشانی کو ذہن سے جھٹک کر سونا تمہیں میں جلد ہی کسی بہتر جگہ اچھے ماحول میں جاب دلانے کی کوشش کرتی ہوں اور غم نہ کرنا کہ محبت اگر مخلص ہو تو اپنی دلجوئی آپ کرواتی ہے۔'' اس کا انداز حوصلہ دینے والا تھا، اس پل احساس ممنونیت سے کئی جگنو اریبہ کی آنکھوں میں چمک اٹھے جب وہ اس کی والدہ کے لئے دوائیاں اور کچھ روپے ان کے تکیے کے پاس رکھ کر مڑی، تو اریبہ نے اس کا ہاتھ روکا۔

''یہ ایک بیٹی کی محبت ہے ماں کے لئے تم پر کوئی احسان نہیں اس لئے نو انکار تو، تھینکس اوکے بائے خوش رہو۔'' اس کے رخسار کو پیار سے چھوتی وہ بیرونی دروازہ پار کر گئی تو اریبہ گہرا سانس لیتی اندر بڑھی۔

اگرچہ حوصلہ کرنا آسان نہ تھا مگر وہ طیبہ کے سمجھانے پر اس کے الفاظ کی روشنی میں اپنے گھریلو حالات و مشکلات کو دیکھتی خود کو پھر سے ہمت دلانے لگتی، ذہن یکسو نہ ہونے کے باوجود وہ کتابوں کو سامنے رکھے رہتی کہ اندھیروں میں روشنی کی کرن یہ واحد سہارا تھیں جو اس کے دکھ سنتیں اس کے ساتھ روتی ہنستی تھیں، وہ ان کتابوں سے کیسے منہ موڑ سکتی تھی پھر جیسے تیسے اس نے خود کو سنبھال لیا اور فائنل ایگزامز کے مرحلے سے بخوبی گزر گئی، اس تمام عرصہ میں ثمن اور ہما ایک دن آئیں وہی پرانے انداز اور اپنائیت جو وہ تلاش تھی ناپید تھی، اگرچہ بہت مسکرا رہی تھیں مگر کچھ کمی تھی جو اسے بری طرح محسوس ہوئی، ان کے انداز و اطوار ویسے ہی تھے جیسے نو دولتیے لوگوں کے ہوتے ہیں، پیسے کی فروانی نے خاصا اثر ڈالا تھا، کہ پہلے سے خاصی بدلی عادات اور پہناوا مختلف تھا اور انہیں لینے وہاج آیا وہ اسے جاتے دیکھ نہیں پائی اسی لئے امی کے پاس چلی آئی مگر اسے امی کے پاس بیٹھے دیکھ کر بری طرح ٹھٹکی امید نہیں تھی کہ وہ یوں اچانک آ موجود ہوگا، وہ کمرا اسے نظر انداز کر گیا دیکھ تک نہیں رہا تھا، وہ لمحہ بھر کو رکی تھی۔

وہ جیسے اس کے آنے سے ڈھارس ملتی تھی پریشانیوں، مایوسیوں میں سہارا ملتا تھا اس کے ہونے سے، اس کو پانے کی امید دل کو حوصلہ دیا کرتی تو وہ اس کی خوشیوں کی دن رات دعائیں کرتی اور وہ اس سے لاپرواہ بنا اماں کی لایعنی باتیں سن رہا تھا اریبہ کو بے طرح رونا آیا مگر اس کے سامنے کمزور پڑ کے وہ خود کو مزید شکستہ نہیں کرنا چاہتی تھی، سنو خود بھی اس پر بنا توجہ دیئے اماں کو دبانے لگی، جویریہ چائے لائی تو اس نے انکار کر کے ثمن ہما کو چلنے کا آرڈر دیا۔

''بھائی اتنے دنوں بعد آئے ہیں بیٹھیں چائے تو پی لیں۔'' ربیعہ نے اصرار کیا۔

''آفس سے تھکا ہوا آیا تھا امی نے فون کر کے انہیں لانے کو کہہ دیا۔'' اس کے لہجے میں جو ناگواری تھی چھپ نہیں سکی، وہ مجبوراً آیا تھا سو چلا گیا اور وہ بس خاموش بنی ہوئی تھی، چلتے سے بس لحظہ بھر کو وہ اسے دیکھ کر مڑ گیا اور اریبہ جیسے اسی لمحے میں رک گئی، کیسی آنکھیں تھیں جن میں محبت، اپنائیت نام کی کوئی ہلکی رمق تک نہ تھی ہر جذبے سے خالی اجنبیت انڈیلتی نگاہیں، کیا زندگی کا منظر نامہ واقعی بدلنے والا تھا مگر کیوں؟ اس کے اندر اک بے چین اور متاسف کر دینے والی خلش اٹھی۔

☆☆☆

لق و دق صحرا تھا تا حد نظر، چلچلاتی دھوپ، پیروں کو جھلساتی ریت اتنی گرم ہوا کے تھپیڑے جو وجود کو گرمی کی دل گھبراتی وحشت سے پگھلائے دے رہے تھے سانسوں میں خون کی جگہ لگ رہا تھا لاوا دوڑ رہا ہے اور گھٹن و حبس کا ایسا احساس کہ حلق میں کانٹے اُگ آئے تھے مارے پیاس کے۔

''پانی دو بوند پانی۔'' اس نے اک جاں کنی کے عالم میں پکارا تھا مگر وہاں دشت و صحرا کے اس جہنم میں کون تھا سننے والا، وہ اٹھ کر پھر سے چلنے کی کوشش کرنے لگی مگر پاؤں تپتی ریت میں دھنسے اور بھنے جا رہے تھے بڑے بڑے سرخ آبلے پڑ چکے تھے تلوؤں پر گرم لو کے ساتھ ریت اڑاتی ہوا چلتی تو آنکھوں، سانسوں میں ریت جاتی تھی اس کی جاں اور بھی وحشت میں گھر جاتی، وہ گھبرا کر آسمان کی وسعتوں کو دیکھتی دو بوند پانی کی حرص لئے اس کی دکھتی آنکھیں سورج کی آتش فشانی کو سہہ نہ پاتیں تو اپنا نڈھال وجود لڑکھڑاتی ٹانگیں سنبھالتی پھر سے پکارتی۔

''میں مر رہی ہوں Please help me, help me۔'' وہ گھٹے گھٹے انداز میں وقفے وقفے سے پکار رہی تھی سننے والا کوئی نہ تھا آنکھوں کو چہار اطراف کسی ذی روح کی تلاش میں دوڑاتے، ناکام واپس پلٹتے پا کر وہ رونے لگی اپنے سر پہ ہاتھ رکھے زور زور سے وحشت و خوف میں پھوٹ پھوٹ کر روتی وہ افسردگی، وحشت، اذیت و خوف، بے بسی و بے وطنی کا اک عظیم مجسمہ معلوم ہوتی تھی۔

''کوئی ہے جو مجھے مرنے سے بچا لے، جو مجھے تکلیف و دحشت کے اس عذاب انگیز عالم سے نجات دلا دے کوئی ہے تو مدد کرے Help me please help me۔'' وہ سجدے کے عالم میں اوندھے منہ نیچے گری گریہ وزاری کرنے لگی۔

اللہ اکبر ، اللہ اکبر

دل کو چھونے روح کو کھینچنے والی اک بے حد خوش الحان صدا ابھر رہی تھی جس کے ساتھ نرم ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آئے اک چھاؤں کا سکون بخش احساس جو اس کی جانکنی کا عذاب ہلکا کرنے

لگا۔

اللہ اکبر ، اللہ اکبر

وہ سر اٹھا کر اس خوبصورت پکار کی سمت کا اندازہ کرنے لگی کہ یکا یک اک تیز جھکڑ کے ساتھ سیاہ آندھی کا ہیولہ اٹھا تھا اور اس سیاہی نے پورے منظر کو لپیٹ میں لیا وہ خوف و دہشت کے اک شدید ترین احساس کا شکار ہوئی تھی اور فلک شگاف چیخ اس کے حلق سے برآمد ہوئی۔

''ماریا کیا ہوا، آنکھیں کھولو۔'' اک آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''Help me please help me'' وہ بے بسی سے بڑبڑائی۔

''ماریا کیا ہو رہا ہے تمہیں، آنکھیں کھولو۔'' کیتھرین نے اسے اچھی طرح جھنجھوڑ ڈالا تو اس نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولی تھیں اس کی آنکھوں میں بے پناہ ڈر خوف اور بے بسی کا تاثر تھا اس کا چہرہ، پیشانی بلکہ پورا جسم اس بے حد سرد اور برف آلود موسم میں پسینے سے تر تھا جو کیتھرین کو استعجاب آمیز حیرت میں مبتلا کر گیا۔

''Maria are you ok?'' وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

''Plesae drink me water'' اس کے چہرے کو دیکھے بنا وہ بولی تو کیتھرین نے سرعت سے گلاس بھر کر تھمایا، ایک ہی گھونٹ میں پورا گلاس خالی کر کے اس نے ایک اور گلاس مانگا جو کیتھرین نے دیا۔

''ماریا کیا ہوا ہے تمہیں، کیوں اتنی زرد اور خوفزدہ ہو۔''

''I feet not well, I am dipressed''۔

''Why?''۔'' کیتھرین بے طرح پریشان ہوگئی اس کی اضطرابی کیفیت دیکھ کر۔

''بے حد ڈراؤنا بہت خوفناک خواب دیکھا ہے پھر اک پیاری حد سے زیادہ دلآویز پکار سنی ہے بعد میں جہنم جیسا اندھیرا، وحشت، گرمی میں مر رہی تھی اور کوئی مجھے بچانے والا نہ تھا میری گریہ زاری سننے والا کوئی نہ تھا۔'' وہ بھرائی آواز میں بتا رہی تھی۔

''کیا اس سے پہلے بھی تمہیں ایسے خواب ہی آتے رہے ہیں۔''

''ہاں بچپن میں پھر لڑکپن میں یہی آواز یہی جہنم یہی خوف و وحشت مجھے خوابوں میں اکثر دکھائی دیتی رہی ہے مگر پچھلے تین سال سے جب سے میں مختلف مذاہب کو پرکھ رہی تھی یہ خواب بند ہوگئے تھے اب کئی سال بعد آج یہ خواب انہی جزئیات وکیفیات اور مناظر سے بھرا نظر آیا ہے جیسے کبھی پہلے آتا تھا۔'' وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

''وہ پکار جو تم نے سنی کیا تمہیں یاد ہے۔'' کیتھرین نے بے حد اہم سوال کیا۔

''نہیں وہ کسی اجنبی زبان کے الفاظ تھے جو مجھے سمجھ نہیں آسکے مگر میں انہیں حقیقت میں سنوں تو پہچان سکتی ہوں، کیونکہ سمجھ میں نہ آنے کے باوجود میں ان سے اجنبی نہیں، ان الفاظ سے خوش ذوقی، خوبصورتی کا جو تاثر پیدا ہوتا ہے جو دل کو کھنچاؤ لگتا ہے وہ اک پرانی شناسائی کا حصہ ہے۔'' وہ جیسے کسی یاد میں گم بولی تھی۔

''پرانی شناسائی کیا مطلب؟ اک اجنبی زبان جو تم نے کبھی بولی نہ سنی، جس کے مطلب و

مفہوم سے بھی آشنائی نہیں اس کے چند الفاظ تمہاری اک پرانی شناسائی کا حصہ ہیں مگر کیسے۔'' کیتھرین چونک کر پوچھنے لگی۔

''جن دنوں میں سکول میں پڑھتی تھی تو میری سکول وین اک مسلم کمیونٹی کے علاقہ سے گزرتی سکول تک جاتی تھی مجھے وہاں سے اکثر یہی پکار سنتی تھی جو اس وقت بھی میرے دل پر بڑا کیف آفریں تاثر پیدا کرتی اور محض یہ پکار سننے کو میں کئی بار راستے میں وین رکوالیا کرتی تھی، پھر زندگی، رشتوں، تعلقات اور مذہب سے تعلق میرے اندر جیسے جیسے بیزاری، ابہام، بے چینی بڑھنے لگی الجھنیں، سوالات اور اضطراب مجھے ہر رشتے، ہر عقیدے سے وحشت دلانے لگے میں زندگی کا مقصد ڈھونڈنے لگی، اک صحیح، درست مذہبی عقیدے کی تلاش میں ہر مذہب کی طرف مسیحائی کو لپکنے لگی تو ڈراؤنے خوابوں کے ساتھ یہ پکار بھی پھر میری نیندوں کا حصہ بننے لگی۔'' دھیرے دھیرے بولتی وہ خاموش ہوئی تو کیتھرین نے کچھ دیر اسے بڑے پرسوچ انداز میں دیکھا پھر اک سوال پوچھا۔

''کیا تمہیں وہ راستہ، وہ علاقہ یاد ہے یہاں سے گزر کر تم سکول جاتی تھیں۔''

''ہاں، کیونکہ میں کبھی اسے بھلا ہی نہیں سکی۔'' وہ گم سی بولی۔

''اگر میں تمہیں ایک بار پھر وہاں لے چلوں تو تم چلو گی۔'' کیتھرین اس کے ستے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

''ضرور جاؤں گی، میں وہاں ضرور جاؤں گی، تم کب لے کر جاؤ گی مجھے؟'' وہ کچھ بے چین لہجے میں بولی۔

''بہت جلد، بس تھوڑا کام ہے اسے نپٹا کر Next week تک ہم چلیں گے تمہارے ماضی کے راستوں پہ سفر کرنے تمہارے بچپن کے نشانات ڈھونڈنے، تمہاری الجھنوں کا سرا تلاشنے۔'' کیتھرین نے اک تسلی آمیز تبسم اچھالتے ہوئے اپنے روبرو بیٹھی ماریا جوزف کو دیکھا تھا، جس کے چہرے پر اک ٹھہراؤ اک سکون سا تھا اس پل اور یہ سکون اک پرانی شناسائی سے پھر ملنے کے شوق نے ابھارا تھا۔

☆☆☆

ایک بہت ہنگاموں بھرا اور خوبصورت دن طلوع ہوا تھا، خان ولا میں ہنسی، قہقہے، شوخیوں، پھولوں کی مہکار لئے آنے والی دھنک رنگ پر رونق صبح، وہ چہرہ وہ آنکھیں، وہ لب و رخسار جنہیں بہت دیکھنے چھونے کی خواہش تھی، آج عمر بھر کو اس کے ہو رہے تھے، سعیہ وہ لڑکی تھی جو ہر نگاہ میں ہر پل اس کی توجہ سمیٹ کر لے جاتی تھی جس کی سادگی، معصومیت اسے عزیز تھی جس سے محبت پہ اسے اختیار تھا، ناز تھا جبکہ اس کے ساتھ عرصے سے بہت نازک احساسات و تعلق کا رشتہ بھی جڑ چکا تھا وہ کتنے سال پہلے اس کے نکاح میں آچکی تھی تو اسے سوچنا، چاہنا اور خوابوں، خیالوں میں سجانا شہریار کو فطری طور پر اچھا لگا تھا پھر آج تو وہ ان کی ہمقدم ہونے کو تھی دل کتنا خوش اور پرجوش تھا کہ چہرہ چمکتا اور کھلا پڑ رہا تھا اس کا اور سعیہ کا جیسے کسی نے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا، اس کی پرسکوت آنکھوں میں خوشی کی کوئی رمق نہ تھی بہت بے تاثر چہرہ تھا، خود کو جتنی شکستہ اور کمزور اس نے آج سمجھا

تھا شاید پہلے کبھی نہیں، عجب اضطراب اور واہمے گھیرے ہوئے تھے ایسے چند گھنٹے تھے اس کے اس گھر سے رخصت ہونے میں اور آنکھوں کی شفاف سطح بار بار نم ہو رہی تھی ماں باپ سے جدا ہونے کے غم میں۔

شائستہ بیگم کی آنکھیں بھی بار بار نمی چھلکا رہی تھیں جبکہ عفنان علی خان ضبط کیے گلابی آنکھوں سے سب کام دیکھ رہے تھے کہ اکلوتی بیٹی تھی کوئی کمی نہ رہے، پھر وہ چند گھنٹے جیسے منٹوں میں گزرے، ڈیپ ریڈ کلر کے راجستھانی لہنگے میں ملبوس زیورات سے لدی پھندی ہمیشہ سادہ رہنے والی سعیہ پر آج ٹوٹ کر حسن برسا تھا شعلہ صفت حسن لئے ہشاش بشاش ہنستے مسکراتے بہت پر سکون اور با اعتماد شہریار خان کے پہلو میں بیٹھی وہ سب کی توصیفی نگاہوں کا مرکز تھی، کھانے، سلامی، دودھ پلائی کی رسموں سے نپٹ کر جیسے ہی رخصتی کا وقت ہوا تو سعیہ کا دل جیسے ڈوبنے لگا اسے لگا تھا آج اس پل سب کچھ ختم ہو رہا ہے، بے حد محبت کرنے والے ماں باپ سکھیاں اپنا گھر گلیاں۔

بابل کی گلیاں چھوڑی ہیں
جھولے یہ سکھیاں چھوڑی ہیں
ہر موڑ پہ دل کو موڑا ہے
ہر طاق میں گڑیاں چھوڑی ہیں
جب تجھ سے ناطہ جوڑا ہے
مت پوچھ کہ کیا کچھ چھوڑا ہے

اس کی آنکھوں کی سطح اضطراب زدہ ہونے لگی تو صبا نے جیسے التجا کی تھی۔

''سعیہ پلیز رونا نہیں۔'' اور خود کو بہت سنبھالنے، لاکھ ضبط کرنے کے باوجود وہ عمر بھر کی آزردگیوں کا شکار ہونے لگی، شائستہ بیگم اسے رخصت کرنے کو اٹھ کر آگے آئیں لمحہ بھر ماں کو بھیگی آنکھوں سے دیکھتے رہنے کے بعد وہ ان سے لپٹ کر سسکیاں بھرنے لگی اور بہت ضبط سے کام لیتے ہوئے بھی شائستہ بیگم ضبط نہیں کر پائیں۔

ایک فرض کے ادا ہو جانے کی خوشی اور اطمینان اپنی جگہ مگر اکلوتی لاڈلی بیٹی کو اتنے لاڈ پیار اور آسائشوں میں پالنے کے بعد عمر بھر کو کسی اور کو سونپ دینا اور وہ چاہے شہریار ہی تھا مگر ماں باپ کا دل تو ماں باپ کا تھا ناں بے شک وہ اچھے شخص کے ساتھ رخصت ہو رہی تھی مگر دل اور آنگن کی اداسی کیسے کلیجہ نوچ رہی تھی کوئی ان سے پوچھتا، چور روتے ہوئے بہت نرمی اور آہستگی سے دونوں ہاتھوں میں لاڈلی بیٹی کا چہرہ تھامتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''شہریار تمہارے لئے بہترین شریک سفر سمجھ کر چنا تھا ہم نے اور تم سے محبت بھی بہت کرتا ہے، تم اجنبیت برت کر اس محبت کو کمزور یا کھوکھلی مت کرنا، نہ ہی بلا وجہ کی نفرت اور تلخ کلامی سے اپنے رشتے میں کڑواہٹ لانی ہے کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ اور دل کے راستے دونوں بہت نازک ہوتے ہیں، ایسی راہ دلوں میں نہیں پڑتی جس پر سمجھوتے آتے ہوں تم بھی اسے سمجھوتہ ترین سمجھ کر نہیں یا مصلحت کے تقاضے بنا کر نہیں بلکہ محبت، احساسات اور قناعت کو لے کر نبھانا، زندگی جینے کو

بہت تھوڑی ہے اسے گریز پایا بے وجہ نفرتوں میں نہیں گنوانا، فاصلے بڑھتے گئے تو بہت مشکل ہو گا جینا، شہریار ایک خالص شخص ہے اور تم خوش قسمت ہو کہ وہ تمہیں ملا ہے، باقی رہے خیالات اور نظریات آپس میں ملتے ہوں یا نہیں تقدیریں تو مل گئیں یہی سوچ کر خطاؤ، کمیوں اور غلطیوں کو ہضم کرنا سیکھ لو۔'' انہوں نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے سر بہت محبت سے تھپکا تھا اور پھر عفنان علی خان اسے پیار دینے بڑھے تو جدائی کا دکھ جیسے اور بھی سوا ہو گیا، وہ ان کے شانے سے لگی یوں روئی کہ ہر آنکھ اشکبار ہو گئی بلکہ شہریار کا اپنا دل اندر سے بے چین ہوا تھا۔

''بس بیٹا روؤ نہیں خوشی خوشی رخصت ہوں اللہ آپ کو اپنے گھر آباد رکھے ہم سے ملنا جلنا تو رہے گا۔'' وہ بھیگے لہجے میں بولے اور اس کا سر تھپکا پھر ماموں اور ان کے بیٹے اسے عروسی گاڑی تک لے گئے بیٹھنے سے لمحہ بھر قبل وہ صبا کے گلے لگ کر اتنا روئی کہ بمشکل کھینچ کر الگ کیا اور سب نے صبا سے بھی کہا۔

''بس اسے رلاؤ مت بہن ہے تمہاری صرف دوست نہیں دعاؤں میں رخصت کرو۔'' اور پھر مزید کسی سے ملنے نہیں دیا گیا، اس کے اتنا رونے سے سب اداس تھے، ایک ہنستے مسکراتے دن کا اختتام بہت اداسی اور آنسوؤں سے لبریز تھا، بیٹی کے رخصت ہونے کی خوشی اپنی جگہ مگر جدائی کا احساس بھی تو کم نہ تھا، اسے گلی کے آخری موڑ تک دیکھتے عفنان علی خان شدت گریہ سے سرخ آنکھیں لئے پلٹے تو کاریڈور کے ستون سے سر ٹکا کے بے بسی اور دکھ سے رو پڑے اک بے طرح کی اداسی نے جیسے خان ولا کی ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا شائستہ بیگم جو گلی کے آخری موڑ پہ شہریار سے کچھ کہتی پلٹیں۔

''شہریار سعیہ بہت خالص جذبات و احساسات سے گندھی لڑکی ہے، اتنی پیاری اور اچھی کہ کوئی اسے ٹھکرا نہیں سکتا میرے بیٹے کی شریک سفر ایسی ہی لڑکی ہونی چاہیے تھی بس بیٹا اس انتخاب کی لاج رکھنا وہ تھوڑی موڈی ضرور ہے پیار سے سمجھاؤ گے تو جلد سمجھ لے گی اپنا سبھاؤ نرم ہی رکھنا۔''

''مما نو مور ٹینشن آپ پورا اطمینان رکھیں آپ کا بیٹا ہمیشہ آپ کا مان سلامت رکھے گا۔'' ان کے ہاتھ تھامتے تسلی دیتا وہ گاڑی میں بیٹھا تو شائستہ کی آنکھیں بھر بھر آنے لگیں، وہ آ کر عفنان علی خان کے شانے پہ سر رکھ کے رو پڑیں۔

کبھی کبھی ویران اسٹیشنوں پر رک کر
میں دیکھتا تھا سوچتا تھا
لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی ٹرین میں کوئی تمثیل ہے
یہ کیا ہے؟ یاد نہیں آتا تھا
اور جب یاد آتا تو میں نے دیکھا کہ
پٹری کے ہاتھ خالی رہ گئے ہیں
سارے اسٹیشن سوالی رہ گئے ہیں
اب مجھے یاد آیا ہے

دور ہوتی نزین میں کیا تمثیل ہوتی ہے؟
مگر مجھے جاننا ہے کہ
میرا دل کیوں سوالی ہے؟
اور یہ رسم کس نے ڈالی ہے؟
پٹری کیوں خالی ہے؟
کیوں بیٹیاں مسافروں کی
طرح ہوتی ہیں؟
کیوں بیٹیاں مسافروں کی
طرح ہوتی ہیں؟

☆☆☆

محبت بہت نازک جذبہ ہے اسے ہر چیز پر مقدم ہونا چاہیے یہ کن دنیا میں جب تک انسان نما درندے موجود ہیں محبت مقدم نہیں ہو سکتی ویسے بھی یہاں کون ہے جو آپ کے دل کی کرتا ہے ہر شخص صرف اپنی غرض پہ مرتا ہے اپنی خوشی ڈھونڈتا ہے اور ہم جہالت کی حد تک پاگل پن کا مظاہرہ کرتے اس پہ اعتماد کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا جینئس سمجھتے سارے جذبے وفائیں، محبتیں، خواب، خواہشات اس پہ لٹاتے اپنے اندر کو خالی کرتے جاتے ہیں اک جھوٹ پہ جان لٹانے کو تیار خبطی اور دیوانی محبت کو جب ٹھوکر لگتی ہے تو دل ایسے سناٹے میں آ جاتا ہے کہ ہاتھ کچھ نہیں آتا بس بے اعتنائیوں کی آگ میں جھلستا جاتا ہے، وہ بھر سر تا پا سلگ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔

''یہ رشتے ناطے انسان کو کتنا دکھ دیتے ہیں، کتنا تڑپاتے ہیں جس کو دنیا میں سب سے بڑھ کر چاہا، مانا اور اپنا سمجھا جاتا ہے وہ سب سے زیادہ بیگانگی کی مار، مارتا ہے اور ہم جو اس پہ مرتے ایک لمحہ میں زندگی، توقعات اتا گنوا چکے ہوتے ہیں، اس کی سرد مہری سے تھکتے تھکتے خود کو تلاش کرتے ہیں تو کھلتا ہے ہم تو اس سفر میں اپنے کہیں رہے ہی نہیں، بس ایک محبت کمائی تھی کاسہ عمر میں وہ بھی لہولہو کر گئی۔''

اس نے کہیں پڑھا تھا کہ ''کسی انسان کی عظمت و شرافت پرکھنے کا آخری پیمانہ یہ ہے کہ اس کا رویہ ان لوگوں سے کیسا ہے جو اسے کچھ نہیں دے سکتے۔''

اور وہاج حسن پرکھا جا چکا تھا، کچھ یوں کہ آنکھوں کی نمی خود اپنے ہونے سے مکر گئی تھی، زندہ افراد ایک دوسرے کے لئے کیسے مر جاتے ہیں، یہ وقت دکھلا رہا تھا مگر احساس دم مت مرنے کے باوجود یہ خون کے رشتے انسان چاہے بھی تو ان سے منہ نہیں موڑ سکتا، کیونکہ محبت پیروں کی زنجیر بن جاتی ہے اور ان کو چاہنے، ان کے اپنا ہونے کی کسک ہمیں ایسا کرنے سے روک دیتی ہے، اسے لگا تھا زندگی کو اپنا بنانے کی اس کی ساری اسٹریٹجی فضول ہے ایک شخص جس سے وہ بے پناہ توقعات لگائے بہت سی محبتیں لٹائے بیٹھی تھی وہ ایک شخص تو اس کا ہو نہیں رہا تھا پوری زندگی کیا بنتی، احساس زیاں اور اہانت کے شدید ترین غلبے سے اس کی آنکھوں میں بہت سا نمکین پانی جمع ہونے لگا۔

اک غفلت تمام نے بیٹا بنا دیا

اک ساعت تمام پھر بینائی لے گئی
جذبے حصول رزق کے رستوں میں چھل گئے
خوابوں کو میرے عہد کی سچائی لے گئی

زندگی میں بعض اوقات سکھ ایسے ہی ہو جاتا ہے جیسے پانی پہ بنی راہیں جو بس کھو جاتی ہیں اور محبت کے سفر میں مد مقابل شخص کی بے پایاں شدتیں دیکھنے کے بعد اعتبار و بے اعتباری کے درمیان اجنبیت، بیگانگی کی مار سہتے لٹکتے رہنا آسان نہ تھا، سوا سے طیبہ کا مشورہ اچھا لگا کہ اس سے کہیں بہتر تھا وہ اس تمام معاملے کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیتی اور زندگی کو پھر سے ایک ڈگر پہ لانے کی کوشش کرتی، اسے ایک صائب رائے اور بہترین مشورہ جانتے ہوئے وہ اپنے گھر کی محرومیوں اور غربت کا ازالہ کرنے کی کوشش میں پھر سے اعصاب مضبوط کرنے لگی اور اخبار میں روز خالی جگہیں دیکھنے کے ساتھ اردگرد کے علاقہ میں کھلے پرائیویٹ سکولز اور اکیڈمیوں کے چکر لگانے لگی جاب کی تلاش میں کئی جگہ درخواستیں بھی دے چکی تھی اور طیبہ بھی اس کے لئے پریشان تھی جانتی تھی کہ پہلے وہ قدم قدم پر فکرات سے دوچار ہے اندیشوں میں گھری ہے، پھر یہ تو جوان لڑکی کے لئے مزید خطرات تھے جگہ جگہ برے ذہن کے غلط لوگ گھات لگائے سیدھی، معصوم اور مجبور لڑکیوں کی راہ دیکھتے تھے مبادا وہ کسی غلط نہ پھنس جائے برے لوگوں کے ہتھے نہ چڑھ جائے، ہائی سوسائٹی سے لنک ہونے کی وجہ سے وہ با آسانی اس کا کام کر سکتی تھی، کہ اس کی ضرورت کا اندازہ بھی تھا مگر خواہش یہی تھی کہ وہ جو بھی جاب حاصل کرے اپنی ذاتی ذہانت و کوشش کی بنیاد پر نہ کہ سفارش پر۔

خوذان کی اپنی کمپنی میں جاب موجود تھی اور سیلری بھی اچھی ملتی کہ نہ صرف اریبہ کی فکریں کم ہو جاتیں بلکہ اس کی پریشانی بھی دور ہو جاتی کہ وہ اچھی جگہ اچھے لوگوں کے درمیان موجود ہے اور پھر چند دنوں میں طیبہ نے اسے اپنا پپا کے دفتر میں جاب دلوا دی تھی اگرچہ وہ نا تجربہ کار تھی پھر بے در بے پریشانیوں نے اس کا اعتماد لوگوں سے ختم کر دیا تھا، خود اپنے اندر بھی وہ بہت ڈری سہمی لڑکی بن گئی تھی، مگر طیبہ نے جس بے غرضی سے ان مشکل حالات میں اس کا خیال رکھا مدد کی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسے بے غرض لوگ موجود ہیں جو بے لوث ہو کر کسی کے کام آتے ہیں اس نے تو اپنے مطلب کے غلام اپنی غرض کے قیدی ہی دیکھے تھے، جو وقت پڑنے پر انتہائی قریبی رشتے و تعلقات بھی بھلا دیتے ہیں۔

دفتر میں اگرچہ وہ عارضی طور پر اپائنٹ ہوئی تھی مگر تسلی تھی کہ یہیں جلد اس کی جگہ بن جائے گی جو ڈر سا پہلے دل کے اندر تھا، وہ یکسر نکل چکا تھا کہ اچھا ماحول، صاف ستھرے ذہنوں کے اچھے لوگوں کے درمیان تھی وہ ڈسپلن، ذمہ داری اور کنوینس کی سہولت زندگی جیسے آسان سی ہو رہی تھی اور ہفتہ بھر جوائن کرنے کے بعد ویک اینڈ پہ وہ طیبہ سے ملی تو اس کے ہاتھ تھامتی احساس ممنونیت سے نم لب و لہجہ میں بولی۔

''بہت شکریہ طیبہ میرے لئے اتنا کچھ کرنے کا، تم نے بغیر کسی رشتے ناطے کے جس طرح ہمارا ساتھ دیا میں اس کا بدلہ نہیں دے سکتی۔''

''کم آن ریبا، میں نے کچھ نہیں کیا کیوں شرمندہ کر رہی ہو۔''

''تم نے بہت کچھ کیا ہے امی کے لئے قیمتی دوائیں اور مستقل نرس کا بندوبست، جویریہ اور ربیعہ کا خرچ پھر میری مدد ساتھ جاب۔''

''یہ بہت چھوٹی سی بات ہے انسانیت کے ناطے ہمارا فرض بنتا ہے کہ اگر ہم اپنے سامنے کسی کو تنگدستی، پریشانی یا کسمپرسی کا شکار دیکھیں اور ہم میں ہمت و استطاعت بھی ہو تو اس کی مدد کریں اور میرے پاس استطاعت تھی تو تھوڑا بہت کر دیا اس کے لئے اتنا ممنون ہونا کہ مجھے خوامخواہ شرمندگی ہونے لگی یا بڑائی کا احساس جاگے اچھا نہیں۔'' وہ نرمی سے بولی اور اریبہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، اس نے کب دیکھے تھے ایسے بے لوث لوگ، جو اپنے تھے جن سے خون کے اور دل کے رشتے تھے وہ اجنبی بن گئے اس سے تو پھر دوستی کا ناطہ تھا بس، طیبہ نے اسے نرم نگاہوں سے دیکھا پھر اس کا ذہن بٹانے کو بات کا موضوع بدلتی ہوئی بولی۔

''ہماری دوستی ان تکلفات کی محتاج نہیں اریبہ تم مجھے بہت عزیز ہو میں محبت کر چکی ہوں جانتی ہوں نارسائی کا کرب کیا ہوتا ہے، میں تمہیں صرف اس برے وقت سے بچانا چاہتی ہوں، جب محبت کے خواب بنا تعبیر پائے آنکھوں میں ہی ٹوٹ کر کرچیوں کے مانند چبھتے اور لہو رلواتے رہتے ہیں، پتا ہے محبت میں، میں بھی معمولی معمولی باتوں، رویوں اور چیزوں کے لئے اتنی ہی جذباتی ہوا کرتی تھی جتنی تم ہو، یہ کن محبت ایسی چیز ہے کہ اگر ذرہ برابر بھی شک یا ریا کا خدشہ پیدا ہو جائے پھر سب کھو جاتا ہے تعلق، رشتہ خواب ہر چیز ریفوز ہو جاتی ہے، وہاج حسن بھی جو کچھ تمہارے ساتھ کر رہا ہے اس میں کچھ غلط ضرور ہے اور تمہارے جھٹلانے یا رد کرنے سے کچھ نہ بدلے گا جب تک تمہیں اس حقیقت کا یقین آتا ہے بہت دیر ہو چکی ہوگی، تم دیر کرنے سے پہلے خود کو سنبھالنا ہر قسم کے حالات، رویے اور مشکل کے لئے تیار رہنا سیکھو کہ میں کل کو تمہیں سنبھالنے یا سمجھانے کو موجود نہ ہونگی۔'' اریبہ نے چونک کر اسے پریشانی سے دیکھا تو وہ تاسف سے مسکرائی۔

''ہاں اریبہ ہم لوگ بہت جلد دبئی شفٹ ہو رہے ہیں اور پاپا بھی چند ماہ تک اپنا تمام بزنس وائنڈ اپ کر کے وہیں ہونگے تمہاری جاب کا کوئی اور اچھا بہتر بندوبست ہماری کمپنی شفٹنگ سے پہلے کر دے گی۔'' اس نے بے چینی سے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں طیبہ تم ایک ہی تو میری دوست و ہمدرد ہو، تمہارے بعد تو میں بالکل اکیلی ہو جاؤنگی۔'' اریبہ کے لہجے میں اضطراری اور تاسف تھا۔

''میرا تم سے رابطہ رہے گا خون پر، پھر یہ سب اچانک طے ہوا ہے خیر تم اب خود کو کمزور سمجھنا اور سہاروں کے لئے دوسروں کی طرف دیکھنا چھوڑ دو، خود کو بہادر مضبوط اور حوصلہ چند بناؤ You must be a lucky girl۔'' وہ دوستانہ انداز میں اس کے گھر کے باہر گاڑی روکتے ہوئے بولی اور اریبہ مسکرا بھی نہ سکی بس پل بھر میں چہرہ متغیر ہونے کے ساتھ آنسو بہنے لگے طیبہ نے اک گہری سانس بھرتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا اور پھر ملائمت سے دیکھتی رسان سے بولی۔

''زندگی میں ملنا، بچھڑنا، پانا کھونا لگا رہتا ہے تم دکھوں غموں کے ساتھ جینا سیکھو، میں تمہاری

خیر خواہ اور مخلص ہوں اور یہی دعا کرتی ہوں کہ تمہیں تکلیفوں سے واسطہ نہ پڑے اور تم جو چاہو پاؤ، اپنی بہترین دوست کو میں یقیناً پریشان دیکھنا نہیں چاہتی سو یہاں تمہارے ساتھ غلط ہوتے دیکھا اپنی سمجھ کے مطابق سمجھایا پھر بھی نہیں کسی بات یہ میری وجہ سے تمہارا دل دکھا ہو تو معاف کر دینا میرا مقصد صرف مخلصانہ تھا۔'' وہ ایک تاسف سے بس ساکت دیکھتی رہ گئی کیا کہتی کہنے کو کیا تھا اس پل۔

''اریبہ وہاج جیسا بھی ہے میں اب بھی یہی چاہتی ہوں تمہاری طرف لوٹ آئے اور تمہاری محبتیں رائیگاں نہ جائیں، وہی تعلق تم دونوں کے بیچ قائم ہو جائے جو پہلے تھا لیکن اگر تمہیں ایسا نہ لگے تو خود کو ضائع نہ کرنا اپنی وفاؤں کو صبر کے راستوں کی ڈھول نہ بنانا کوئی بہتر قدم لینا جس سے تمہارے راستے آسان ہو سکیں؟'' وہ مخلصانہ انداز میں غم الفاظ لئے بولی اور اس کے شانوں پر ہاتھ دیئے جو بولے بغیر بھیگی آنکھوں میں گہرا کرب لئے اسے دیکھ رہی تھی۔

''اتنی مایوسی اور اداس کیوں ہو، زندگی کا کوئی خانہ مستقل خالی نہیں رہتا ہر کسی کی جگہ بھر جاتی ہے میں نہ ہوں گی کوئی مجھ سی اور دوست تمہیں مل جائے گی، بس خود کو سنبھالو اور مسکراؤ میں اپنے تصور میں ہمیشہ اس مسکراتی لڑکی کو یاد رکھنا چاہتی ہوں جو زندگی کا مقابلہ ڈٹ کر رہی ہے۔'' اریبہ کی آنکھوں کے آگے نمی کا غلاف پھیل گیا تو طیبہ کی نگاہیں بھی دھواں ہونے لگیں پھر وہ بے اختیار اس کے گلے لگ کر اس کے ساتھ رونے لگی۔

ہر نئے موڑ پہ اک زخم نیا لگا دیتے ہیں
دوست کیا خوب وفاؤں کا صلہ دیتے ہیں
تم سے تو خیر گھڑی بھر کی ملاقات رہی
لوگ صدیوں کی رفاقت بھی بھلا دیتے ہیں

☆☆☆

''انسان کا سب سے بڑا دشمن انسان ہی ہوتا ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ اگر ہم خود سے دوستی کر لیں تو اس سے بہترین دوستی کوئی اور ہو نہیں سکتی لیکن اس تبدیلی کے لئے ہمیں آپ سے مخلص ہونا پڑے گا، لیکن ہمارا اندرونی خوف ہمیں ایسا کرنے سے روکتا ہے جب تک ہم اپنے خوابوں کی دنیا سے باہر نہیں آئیں گے ایک ذمہ دار فرد کی حیثیت سے معاشرے میں واضح مقام حاصل نہیں کر سکتے اور اس کے لئے ہمیں تصوراتی دنیا کو اپنے خوابوں سے کھرچ کر مٹانا ہوگا، لیکن اس کے جتنا ضروری اعتماد ہے اتنا ہی ضروری یہ ہے کہ آپ اپنی کمزوری کا احساس کمتری نہ سمجھیں، کیونکہ اگر آپ غور کریں تو محسوس کریں گے کہ چاند میں بھی داغ ہوتا ہے لیکن پھر بھی دنیا اس کی دیوانی ہے چنانچہ ثابت ہوا کہ کسی کی خامی اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔''

اپنا لیکچر ختم کر کے وہ ڈائس سے ذرا پیچھے ہوئی تو سامنے بیٹھے بڑے ہجوم نے پرجوش تالیوں سے داد ہوتے ہوئے اس کے الفاظ و تخیلات کو خراج عقیدت بخشا تھا، ماریا جوزف کا مسکراتا چہرہ چمکتی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اپنی منزل میں مسلسل رکاوٹیں پانے اور ڈراؤنے، غیر مبہم خواب دیکھنے کے باوجود وہ ڈپریشن کے خیز سے نکل آئی ہے اور اپنی زندگی میں آنے والی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو

محسوس کرتی جینے کا مقصد اور آسودگی پا رہی ہے۔

وہ اس وقت دہلی کے سب سے بڑے گورنمنٹ کالج کے سالانہ کانووکیشن کے موقع پر مدعو تھے اور کالج کے منتظمین و اساتذہ کی خواہش پر سب نے اپنے اپنے ویوز دیئے تھے زندگی کے حوالہ سے، ماریا نے بھی اپنے خیالات و تجربات کی روشنی میں کچھ قابل غور نکات، شیئر کیے جس سے کیتھرین کو دلی خوشی کے ساتھ ذہنی اطمینان کا بھی اک گہرا احساس ہوا ورنہ دو دن پہلے وہ جس بری طرح سوتے میں ڈر گئی تھی، اس نے ویلنگٹن واپسی کا پروگرام بنا لیا تھا، لیکن اب اس جگہ ماریا کو مثبت انداز میں بولتے مسکراتے اور اپنے اندرونی خوف کو زائل کرتے دیکھ کر اس کی پریشانی طمانیت میں بدل چکی تھی، اپنی اس طمانیت کا اظہار اس نے ماریا سے کیا تو وہ مسکرائی پھر سنجیدگی سے بولی۔

''تھنکنگ شوئی سے مدد لیتی اپنے ذہن کو میں اس بات پہ قائل کر چکی ہوں کہ طویل المیعاد پریشانی سے صرف طاقت اور قوت برداشت کا ضیاع ہوتا ہے جبکہ عملیات پسندی اور صحت مندانہ زاویہ نظر سے مسائل کا بہ غور جائزہ لے کر انہیں حل کرنے کی کوشش کرنا بہتر ہے۔''

''گڈ تھنکنگ ویسے بھی صورتحال آپ کی دسترس سے باہر ہو تو پریشان ہونا بے کار ہے اگر مسئلہ کے حل کے لئے کچھ کیا جا سکتا ہو تو کر گزریئے بصورت دیگر سوائے پریشانی، پچھتاوے اور تناؤ کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔'' کیتھرین نے اس کی تائید کی۔

''اسی لئے بہت سوچنے کے بعد میں نے اپنے خوابوں اور پریشانی کا رخ تخلیقی اور تعمیری جانب موڑنے کا ارادہ کیا ہے۔''

''مطلب کیسے؟'' کیتھرین نے متجسس انداز میں پوچھا۔

''مطلب ایسے کہ اگر میں ہر مذہب کی سمجھ نہ آنے والی باتوں غلط رسم و رواج اور اپنے خوابوں کے ڈر، وہم کو خود پہ حاوی کر لوں گی تو کبھی اپنے مقصد کو نہیں پا سکتی، یہ زندگی ہے اور اسے اپنا بنانے کے لئے خوشگوار سوچوں صحت مند طرز زندگی ہی ضروری ہے میں تسلیم کر چکی ہوں کہ ہم خود اپنی خوشیوں اور بھلائی کے امیدوار ہیں تو ہماری روزمرہ زندگی میں خوبصورت اور اعلیٰ مقاصد کے ساتھ خوشگوار سکون و اطمینان ظاہر ہونے لگتا ہے اور یہ اچھی با مقصد زندگی کے لئے بہت اہم ہے۔''

''مجھے خوشی ہے کہ تمہارا رویہ، سوچ، الفاظ اور اظہار کا طریقہ تقریباً ہمیشہ سے زیادہ موثر اور پاور فل ہے اور یاد رکھو جن کی ول پاور مضبوط ہو وہ دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔'' کیتھرین پرجوش انداز میں بولی تو ماریا کے سنہری چہرے پر بڑی آسودہ مسکراہٹ ابھری۔

''اسی لئے میں نے ہر طرح کے ڈپریشن، اسٹریس، منفی خیالات اور خوف کو جھٹکتے ہوئے فیصلہ کیا ہے کہ میں پاکستان جاؤں گی یہاں اتنے مذاہب کو پرکھا ہے، اتنے ناجائز رواج غلط رسوم دیکھی ہیں ایک تجربہ اور ریسرچ اور سہی کیونکہ کہاوت ہے ''کسی انسان کے چہرے پر نہ جاؤ کیونکہ ہر انسان ایک بند کتاب کی مانند ہے جس کا سرورق کچھ ہوتا ہے اور اندرونی صفحات پر کچھ اور تحریر ہوتا ہے۔''

''تو دوسروں کے منفی انداز یا منفی احساسات کو حرف آخر سمجھ کر میں بھی اکتفا نہیں کر سکتی ہو سکتا ہے سچ اس کے برعکس ہو۔'' اس کا لہجہ اور الفاظ اتنے سنجیدہ و مضبوط تھے کہ کیتھرین کچھ پل کو خاموش رہ گئی پھر اک گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔

''میں تمہیں تجربہ کرنے یا مشاہدے سے روکوں گی نہیں کیونکہ اگر تم یہودیت کے لئے اسرائیل، مراکش یا فلسطین اور بدھ مت کے لئے چین پھر ہندومت کو پرکھنے انڈیا آ سکتی ہو تو پاکستان کیوں نہیں مگر ایک بار سوچ لینا کیونکہ تم جو تقابلی ادیان کی کتابیں پڑھتی ہو ان میں بھی عالمی مفکرین، فلاسفر اور دانشوروں نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق کچھ بلکہ بہت زیادہ حد تک اچھی رائے کا اظہار نہیں کیا لہٰذا ہو سکے تو تمہیں ان لوگوں سے دور ہی رہنا چاہیے۔'' کیتھرین کا انداز ناصحانہ تھا ماریا بس مسکرا کر رہ گئی۔

''ان لوگوں کے حلقے سے دور رہنا ہی بہتر ہے جو دوسروں پر بم پھینک کر گولیاں برسا کر ان کی پریشانیوں اور نقصانات کو بہت انجوائے کرتے ہیں۔'' وہ پھر بولی۔

''ہو سکتا ہے ہم تک پہنچائی گئی معلومات، غلط ہوں ہمیں محض اس مذہب یا اس کے اثر سے بچانے کو ہمارے اساتذہ اور رائٹرز نے منفی ویوز دیے ہوں۔'' ماریا نے اپنے خیال کا اظہار کیا تو کیتھرین نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

''یہ خیال قرین حقیقت نہیں کیونکہ یہ رائٹرز لوگ عموماً بڑی کھوجی قسم کے ہوتے ہیں، دوسروں کے بارے میں بڑی کرید کرید کر معلومات حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ کسی بات کو سرسری نہیں لیتے، اس لیے ان کی ریسرچ، معلومات، یا علم کو ہم یکسر رد نہیں کر سکتے۔''

''کیتھی تم میری اس وقت واحد ہمدرد اور دوست ہو میں تمہیں غلط نہیں کہوں گی، لیکن میرا اپنا شروع سے اپنے مقصد کے متعلق ایک خیال بڑا مضبوط رہا ہے کہ کسی کے مشورے پر عمل نہیں کرنا یہ خوف اور وہم میں مبتلا کر دیتے ہیں، ویسے بھی ایک بات طے ہے کہ خدا نے دنیا میں کوئی بھی شے بے مقصد اور بے کار نہیں بنائی، اس نے تو سانپ کے زہر میں بھی شفا رکھی ہے اور مختلف بہ ظاہر فضول اور بے کار چیزوں میں بھی بہت سے فائدے پوشیدہ رکھے ہیں، تو ان موذی لوگوں میں بھی کچھ باتیں تو کام کی ہوں گی، جو وہ ابھی تک زمانے میں موجود نہیں ہوتا ہے ناں ایسا کہ ایک مثبت سوچ کا شخص، منفی سوچ والے سے بھی کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتا ہے، مجھے بھی دیکھنا ہے کہ وہ کون سی خوبیاں ہیں جو اتنے نامساعد حالات کے باوجود ان لوگوں کو محض جذبہ کے زور پر زندہ رکھتی ہیں، وہ بھوکے پیٹ، ننگے تن بھی جہاد کا نعرہ لگاتے لڑتے ہیں تو کس وجہ سے اور ان میں کیا کیا خامیاں، کمزوریاں ہیں جو وہ دنیا بھر میں ناپسندیدہ جانے اور گردانے جاتے ہیں۔''

کتنا کچھ کہہ دیا تھا اس نے اپنے فیصلے کے دفاع میں کبھی یہودیت اپنانے کے لئے بھی وہ یونہی اپنے کلاس فیلوز اور فرینڈز سے بحث کرتی تھی، کیتھرین نے اسے کچھ بے بسی سے دیکھا پھر بہت بے چارگی سے بولی۔

''ماریا ان لوگوں میں وہی فرق ہے جو روشنیوں اور اندھیروں میں ہے یہ ایسے لوگ نہیں جو کچھ نہ بھی کر سکتے ہوں تو بھی خیالوں ہی خیالوں میں ہم جیسوں کو کبھی دیواروں میں چنوا دیتے ہیں، کبھی

خیالوں میں کچھ لوگوں کو ذبح کر رہے ہوتے ہیں اور جو استطاعت رکھتے ہیں وہ پھر طالبان بن کر نوع انسانی کے لئے خطرہ بن جاتے ہیں، ان کی موجودگی خوشگوار اور دوستانہ فضا کو مکدر کر دیتی ہے بالکل اسی طرح جس طرح گرد و غبار اور دھواں صاف ستھری فضا کو آلودہ کر دیتا ہے۔''

''کیا مسلمان ان ہندوؤں سے بھی زیادہ برے ہیں جو بیوہ عورت پہ زندگی کی خوشیاں حرام کر کے اسے زندہ جلا دیتے ہیں۔'' اس کے سوال نے لاجواب کر کے کیتھرین کو یکسر چپ کرا دیا، وہ جان چکی تھی کچھ بھی کہا سنا جائے ماریا اپنے فیصلے سے انچ بھر نہ سرکے گی اس کی ضدی اور تھرانگ طبیعت کے تجسس سے وہ واقف تھی سو صرف دعائے خیر کر سکتی تھی۔

☆☆☆

میں نے سوچا تھا تیری زلف کے سایوں تلے
اک خواب کا حسین شہر کروں گا آباد
جن کے ہاتھوں میں ہو سورج کی کرن کی تقسیم
ایسی صبحوں سے بہت دور، افق کے اس پار

بہت معطر فضا میں لپٹا کمرہ، دلفریب اور خمار آلود خواب کا منظر پیش کر رہا تھا، گلاب و موتیا کے تر و تازہ پھولوں کی لڑیاں انتہائی مہارت و خوبصورتی سے بیڈ کے اطراف میں سجائی گئی تھیں اور وسط میں امپورٹڈ مخملی بیڈ شیٹ کے اوپر جا بجا بکھری گلابی پتیاں بہت انفرادی ٹچ لئے لگا بلیک ووڈ فرنیچر سب بے حد دلکشی سمیٹے ہوئے تھا، اس کے استقبال کو یہاں پہلے سے نزہت آنٹی اور صبا پہنچ چکی تھیں اور انہیں بٹھانے پانی پلانے کے بعد نئے سرے سے مووی سیشن شروع ہو چکا تھا، جبکہ مہندی کی رات بھی جاگتے رہنے کی تھکن اور دن بھر ایک ہی پوزیشن میں اکڑ کر بیٹھے رہنے کی وجہ سے اس کی کمر تختہ ہو چکی تھی، خوابیدہ اعصاب اور تھکن زدہ جسم دل چاہ رہا تھا بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کے اک لمبی اور خوشگوار نیند لے لے، مگر خوشگوار بہت کے لمحے تو شاید اب اک لمبے عرصہ کے لئے اس کی قسمت سے روٹھ چکے تھے بس ایک روح کھلسا دینے والی آگ تھی اور شکستگی کا گہرا احساس جو اسے اپنی لپیٹ میں کچھ یوں لئے تھا کہ ان دلکش لمحات کا حسن و دلفریبی موجودہ رشتے کی بے اختیاری و نزاکت کے ساتھ شب عروس کی اولیں جادوگری کچھ بھی اس کے اعصاب پہ کارگر نہ ہو رہا تھا، اک متاثر کن پرسنالٹی، شاندار حیثیت کا مالک وجیہہ اور ہینڈسم بندہ اس کے قریب سب کچھ بنا بیٹھا تھا اور وہ خود کیسے شعلہ فشاں حسن کی آب و تاب لئے نگاہوں کی خیرہ کر رہی تھی کچھ بھی تو اس کے احساسات کو مہکانے میں ناکام تھے، اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک کے بجائے ہار کا دھواں سا اٹھ رہا تھا اور وہ پلکیں جھپک جھپک کر بار بار امنڈتے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتی اپنے اندر ہی کہیں مدغم کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ خدا خدا کر کے مووی سیشن تمام ہوا اور وہاج مووی میکر کو رخصت کرنے باہر نکلا تو وہ اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتی چہار اطراف دیکھنے لگی، دروازے سے لے کر بستر تک کمرہ پورے کا پورا بہت خوبصورت ڈیزائننگ کلر اسکیم اور مکمل ڈیکوریشن لئے تھا، صبا جو اپنے گھر واپسی کے لئے تقریباً تیار تھی اس کے ہاتھ تھامتی لجاجت اور نرمی سے بولی۔

''سنعیہ تم نے بہت حوصلہ دکھایا میں تم آخر تک ڈرتی رہی تمہارا ضبط ٹوٹنے کے ڈر سے، جیسی سمجھ داری اب تک دکھائی ہے آگے بھی اسی سے کام لینا کوئی بیوقوفی نہ کرنا شہریار بھائی بہت اچھے ہیں اور تم بہت لکی کہ جو شادی سے قبل ہی ان کی پسندیدگی کی سند حاصل کر چکی ہو، فضول کے مفروضوں میں پڑ کر زندگی کے یہ خوبصورت اور دلکش لمحات ضائع مت کرنا پھر بساط بچھ ہی چکی تو یہ بھاگنا، دوڑنا، فرار اور حقیقت کو جھٹلانا کیسا جب گیم اسٹارٹ ہے تو کھیلنے میں کیا حرج؟ وہ بہت مخلص اور محبت کرنے والے شخص ہیں اور یاد رکھنا شادی شدہ عورت کے لئے گھر اور باہر یہ محبت و احترام ہی معتبر و منظور نظر ہونے کی سند جاری کرتا ہے، تمہیں اپنا مقام مضبوط کرنا ہے کمزور نہیں کہ تم اب وہ لاابالی اور ضدی سنعیہ نہیں ایک سہاگن ہو اور سہاگن وہی جو پیا من بھائے۔''

صبا اسے ملتی ہوئی اٹھی تو وہ بدقت مسکرا پائی کہتی کیا کہ دل میں فقط درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں کاریڈور میں شہریار کو روک کر بھی اس نے بہت ملتجی انداز میں استدعا کی تھی۔

''شہری بھائی آپ اچھی طرح جانتے ہیں سنعیہ تھوڑی موڈی اور غصیلی ہے مگر دل کی بہت اچھی اور نرم مزاج ہے وہ ابھی تک اس تعلق کے تقاضے و لوازمات سمجھ نہ پائی ہو تو پلیز ذرا درگزر سے کام لیجئے گا ویسے بھی بے اعتنائی خواہ کیسی شدید ہو محبت اپنا آپ خود منوا لیتی ہے، سو پلیز محبت کو محبت سے ہی برتیئے گا باقی سب اللہ ٹھیک کرے گا۔''

''صبا تم اتنی کانشس نہ ہو تمہاری دوست کتنی روڈ اور اکھڑ ہو تمہارا بھائی بہت سمجھ دار ہے۔'' شہریار نرمی سے بولا تو وہ گہرا سانس لیتی الوداعی سلام کر کے پلٹی۔

''اتنی رات میں اکیلی جاؤ گی میں ڈرائیور کو ساتھ بھجواتا ہوں۔'' شہریار نے اسے روکا۔

''اگین تھینکس بھائی، ہمارا ڈرائیور اور گاڑی موجود ہے۔'' وہ ممنونیت سے مسکرائی۔

''او کے بیٹا خیال رکھنا سنعیہ کا صبح ملاقات ہو گی۔'' نزہت نے اس کا شانہ تھپکا اور وہ احتراماً ان کو سی آف کرنے گیٹ تک ساتھ گیا۔

سنعیہ جو زیور وغیرہ اتارنے کی غرض سے بمشکل اپنے بھاری بھرکم عروسی ملبوس کو سنبھالتی سنگھار میز تک آئی تھی، اپنے سجے سنورے سراپے پر نگاہ پڑی تو ایک پل کو خود بھی دنگ رہ گئی کس قدر ماورائی روپ اور شعلہ فشاں حسن تھا اور یہ سب سجاوٹ اس شخص کے لئے تھی جس کو اس نے ہر لمحہ اپنے خیال و ذہن کے دریچوں سے جھٹکنے کی کوشش کی تھی اور پھر اپنے ماما، پاپا کو ہر تکلیف سے بچانے کی خاطر اس نے اس بے مہر اور سنگدل شخص کا ساتھ جبراً قبول کیا تھا اور اس جبراً قبولیت کے بعد کیا ہونے والا تھا، سوچتے ہی سنعیہ کا دل ڈوبنے لگا، کہ اسی پل کمرے کا دروازہ کھلا، قدموں کی چاپ ابھری اور قریب آ کر رک گئی، سنعیہ کی دھڑکنیں تھم سی گئیں اور وجود جیسے ساکت ہو گیا تھا، آئینے کے سامنے کھڑی وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش بھی بھول چکی تھی اور شہریار خان اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

دلہناپے کا دلآویز اور دلفریب روپ سجائے کومل و نازک سا سراپا سوگوار سے چہرے پر چھائی ملامت اور معصومیت ایک خواب جو تعبیر میں ڈھل چکا تھا جس کے اپنا ہونے کی خوشی سارے وجود کو حصار میں لئے ہوئے تھی اور سنعیہ اس کی بھوری آنکھیں آنچ دینے لگیں یہ سوچتے ہی، '' کہ وہ اب

تنہا یہاں اس شخص کے رحم وکرم پہ ہوگی جس سے اچھائی کی کوئی امید نہ تھی۔ نہ جانے کیسے لمحوں نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا اس پل سارا اندر دھواں دھواں ہوا تھا شہریار نے ذرا سا ہاتھ بڑھا کر اس کا جھکا چہرہ کسی قدر اوپر اٹھا دیا تھا اور مسکرایا تھا پھر اپنی نگاہیں اس کے دلنواز سراپے پہ دوڑاتے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا مخملی کیس نکالا اور ڈائمنڈ کی انگوٹھی کی جگمگاتی رنگ اس کے نازک شانوں کو تھاما تھا اور سعیہ کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی پھر اپنے بازوؤں کے حصار میں لئے بیڈ کی طرف بڑھنے لگا اس کے دل کا عجیب حال تھا وجود کسی قیامت کے زیر اثر تھا۔ اک الاؤ تھا جو سارے وجود میں جل رہا تھا، اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے وہ کوٹ اتارتا ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ سعیہ نے اپنے ہاتھ میں چمکتی انگوٹھی کو دیکھا جس پہ شہریار کا لمس تھا۔ وہ اندر آیا اور اس کے سامنے آ بیٹھا۔

شہریار کے لبوں پہ اک دلکش مسکراہٹ تھی، آنکھوں میں مسکراہٹ کے ساتھ عجب سرشاری کا احساس ہلکورے لے رہا تھا کیا تفاخر تھا وہ اور فاتحانہ انداز تھا اور کیوں نہ ہوتا فاتح بھی تو تھا وہ شکستہ تو وہ تھی۔ صورتحال کو اپنے بس میں کر کے وہ کتنا مطمئن اور پرسکون نظر آ رہا تھا، جبکہ وہ خود کو اٹک سا تک و جامد محسوس کر رہی تھی بے تاثر بن جانا اتنا آسان نہیں ہوتا اور ان معاملات میں تو قطعاً نہیں جو آپ سے ملتے ہوں، اس کے لئے بھی یہ عمل جھیلنا آسان نہ تھا مگر راہ فرار میں اختیار سے باہر تھی یہ وہ شخص تھا جس کے سامنے ہمیشہ وہ سر جھکائے کھڑی ہوتی تھی مگر اس لمحے اس پل اس کا غرور، تمکنت اور نسوانی وقار سب مٹی کا ڈھیر دکھائی دے رہے تھے، مصلحت کے تقاضے کچھ بھی سہی مگر وہ خود کو اپنے طے شدہ اصولوں کے مقام سے نیچے نہیں لا سکتی تھی، مگر خود کو مضبوط کرنے کے باوجود اس میں کچھ کہنے یا بولنے کی ہمت ابھی ناپید تھی، اس شخص کے سامنے خود کو ارزاں کرنا اسے کسی طور گوارہ نہ تھا مگر شکست خوردگی کا احساس اتنا شدید تھا کہ تحیر زدہ نگاہیں پانیوں سے بھیگتی چلی گئی اور شہریار خان نے محظوظ ہوتے ہوئے تاسف سے نفی میں سر ہلایا پھر اس کے رخسار کو ہولے سے تھپتھپا کے مسکرا کے کہا تھا۔

''بس اتنی ہمت کی مالک تھیں تم سعیہ خان اور چلی تھیں اپنا ضبط آزمانے، حوصلہ نہیں تھا تو ایسے قدم کیوں اٹھایا؟'' وہ خالی نظروں سے بس دیکھ کر رہ گئی، جبکہ شہریار کے لبوں پہ مسکراہٹ اور گہری ہو گئی، کیسا لمحہ تھا جو اسے منوں مٹی تلے اتارتا جا رہا تھا، وہ گنگنایا تھا پھر۔

تیرے اختیار سے باہر، میری پناہ سے فرار

اور اعصاب چونکنے کے ساتھ اس کی صبیح پیشانی بھی عرق آلود ہوئی تھی۔

(جاری ہے)

''مبارک باد''

ہماری پیاری مصنفہ فلک ارم ذاکر دو نومبر کو پیا گھر سدھار گئیں، ادارہ حنا کی طرف سے فلک ارم ذاکر کو دلی مبارک باد۔

فوزیہ غزل
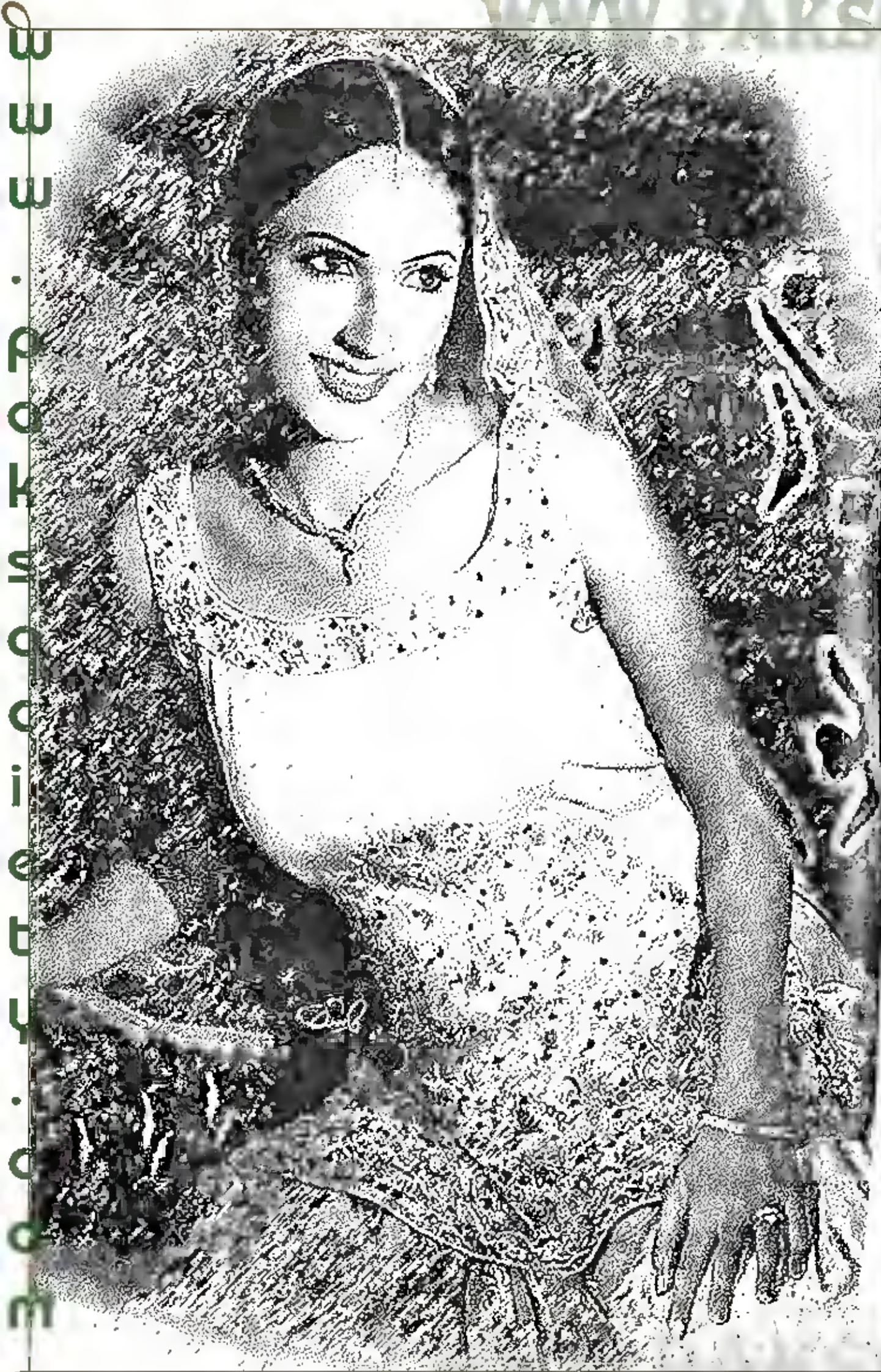
پچھلی قسط کا خلاصہ

ماریا ایک بار پھر نا گوار رسم ورواج پہ آدھارت ہندومت اور دیگر مذاہب پر فرسٹریٹ ہوتی ہے تو کیتھرین اسے آگرہ تاج محل دکھانے لے جاتی ہے، واپسی پہ وہ پاکستان جانے کی خواہش کا اظہار کرتی ہے۔

مہندی کی رات سعیہ ڈپریسڈ ہوتی ہے اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی پر تو صبا دوستانہ انداز میں اس کا دھیان بٹاتی ہے، جبکہ سعیہ خدشات، واہموں اور والدین کو چھوڑنے کے غم کو سمیٹے رخصت ہوتی ہے تو نئے گھر میں تنہا رہنے کی خبر اسے ایکدم سے حواس باختہ کر دیتی ہے۔

طیبہ پریشان اریبہ کو غم سے نکلنے، سنبھلنے اور اپنے گھر کے لئے کچھ کرنے کا مشورہ دیتی ہے کہ وہاج کی طرف ہر بار دیکھنے کے بجائے اپنے قدموں پر کھڑی ہو عارضی طور پر اپنے پپا کے آفس میں اس کی جاب کے بندوبست کر دیتی ہے۔

ماریا کو پاکستان جانے سے روکنے کے لئے کیتھرین مسلمانوں کے قاتلانہ ذہنیت کے قصے سنانے کے ساتھ ان کی ذہنی متشدد طبیعت کا بتاتی ہے مگر اس کے باوجود ماریا کو جانے کے فیصلہ اور پاکستان ٹور پہ بضد ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چوبیسویں قسط

www.paksociety.com

حساب ترک تعلق تمام میں نے کیا
شروع اس نے کیا، اختتام میں نے کیا
مجھے بھی ترک محبت پہ حسرتیں ہی رہیں
جو کام میرا نہیں تھا وہ کام میں نے کیا
وہ چاہتا تھا کہ دیکھے مجھے بکھرتے ہوئے
سو اس کا جشن بصد اہتمام میں نے کیا

وہ بے درد آج پھر بے طرح یاد آیا تھا اور اس کی پوری رات یادوں کے سفر سے گزرتے ہوئے بے آرامی، بے نیندی اور اضطرابیت زدہ رہی صبح اٹھی تو آنکھیں سرخ تھیں، اس بار دہاج حسن تو جو خفا تھا سو تھا وہ بھی اپنی انا کا پرچم بلند کر بیٹھی تھی، خود سے بلانے ملنے یا کچھ کہنے سننے کی خواہش اگر دل میں اٹھی تھی تو اس نے سختی سے دبا دیا اگرچہ خوف سا کہیں اندر تھا کہ دونوں طرف کی یہ خاموشی اور سرد جنگ کہیں فاصلے اور نہ بڑھا دے آنکھیں اس ہونی کے ڈر سے لہو رنگ رہتیں تو دل کو اپنی چاہت پر بھروسہ مضبوط رکھتا، یہی وجہ تھی کہ بہت زیادہ ٹوٹنے بکھرنے کے بعد بھی خود کو سنبھالتی وہ حالات و واقعات کو فیس کرنے کی استطاعت سے سمجھوتہ کر لیتی۔

طیبہ پاکستان چھوڑ کر جا چکی تھی وہ اسے سی آف کرنے بطور خاص ائیر پورٹ گئی چلتے سے از حد اپنائیت و توجہ سے اس کے ہاتھ تھامے وہ خلوص سے بولی تھی۔

''جو ہوا بھول جاؤ جو ہو رہا ہے حوصلے سے سہولت اور جرأت سے آگے قدم اٹھاؤ زندگی میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں، مگر کامیاب وہی ہوتے ہیں جو دل اور جذبات کے بہکاوے میں آئے بغیر اپنے حواس قائم رکھ کے مضبوط اعصاب کا مظاہرہ کر کے زندگی کے فیصلے ہوش سے کرتے ہیں۔''

پھر اس کے گلے لگتی رخسار کو چھوتی، نم آنکھوں سے وہ خدا حافظ کہتی جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے لگی اسے دیکھتے دیکھتے اریبہ کی آنکھیں دھندلانے لگیں، پھر سارا چہرہ آنسوؤں سے بھر گیا اور دوپٹے کے کونے سے چہرہ صاف کرتی مڑی تو اس کا وجود گہری اداسی کا غماز لگ رہا تھا اور ایسا ہونا بھی ایک فطری عمل تھا، طیبہ ایک ہمدرد، نفیس طبع لڑکی تھی جس نے اپنے اپر کلاس لیول کے مخصوص روڈ مزاج سے ہٹ کر اس کی ان دنوں دلجوئی کی تھی جب وہ کانٹوں بھرے راستے پر دوڑ رہی تھی، مسرتوں اور شادمانیوں کو محسوس کرنے کی تمام حسیات مردہ ہو چکی تھیں اور ان حالات سے گھبرا کر خودکشی کا سوچا کرتی تھی تو وہ ہر طرح سے مدد کرتی ہر لحاظ سے کام آئی تھی اور اس نے ہی اپنوں کے بدلنے پر کوشش کر کے ایک اچھی کمپنی میں اس کی جاب کا بندوبست کیا تھا اور دفتر کا ماحول بھی اچھا دوستانہ تھا، پڑھے لکھے کھلے دل و دماغ کے لوگ یہاں کسی نے اسے غریب یا مجبور سمجھ کر تنگ کرنے یا بدتمیزی کی کوشش نہ کی تھی، ورنہ اپنے حالات سے مجبور وہ باہر نکلتے اور جاب کرتے ڈرتی تھی، لوگوں کے رویے باہر کا ماحول اور جاب مگر روٹین شروع ہوئی تو طمانیت کے ساتھ اک سکون تھا کہ تنخواہ اچھی ہونے کے ساتھ کنوینس کی سہولت کمپنی نے دی ورنہ کون بسوں، ویگنوں کے دھکے کھاتا آدھی تنخواہ اسی میں چلی جاتی، لیکن طیبہ کی وہی ہمت اور ہر قدم پر حوصلہ افزائی کے باعث وہ بڑے

آرام سے آنے جانے لگی تھی۔

اب اس دوستی میں وقت نے ظاہری طور پر دوریاں ڈال دی تھیں اور یہ دوری زیادہ کچھ اس لیے محسوس ہو رہی تھی کہ دہاج نے ان دنوں قطع تعلق کر کے ناراضگی کی حد کی ہوئی تھی بے رخی کی مار مارنا کتنی اجنبیت برت رہا تھا وہ ایسے میں طیبہ کا ساتھ اسے بہت غنیمت لگتا جس سے اپنی کہہ سن کے وہ دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی اور اب...... اس نے ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں خشک کرنے کی سعی کی جو بھر بھر آ رہی تھیں۔

دہاج نے اس روز جو کچھ کہا تھا وہ اسے دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں اتارنے کو کافی تھا وہ اس کے تمام مسائل کو سمجھتا تھا اور محبت بھی بہت کرتا تھا اس کا رویہ اور انداز اس کی شدت کے گواہ تھے۔ وہ بھی تو ایسی محبت کرتی تھی صاف شفاف بنا کسی ریا، غرض اور کھوٹ کے پھر اس نے وہ سب کیوں کہا۔

''کیا ہو گیا تھا اس روز، کیا دہاج روپیہ پیسہ وافر پا کر اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے؟ مجھ پہ شک کر کے میری وفا کا یقین نہ کر کے؟ میری غربت میرے مسائل سے تھک کر منہ موڑنے لگا ہے؟''

جبکہ یہ رشتہ اس کی اپنی پسند اور خواہش پر ہی تو طے ہوا تھا، حالانکہ ابو ہچکچا رہے تھے کیونکہ وہ ان کی غربت اور مسائل سے ڈرتے تھے، خود کتنے آسودہ تھے اچھی حیثیت رکھتے تھے، اچھا کماتے اولاد کو اچھا کھلاتے پہناتے تھے، پھر اریبہ تو لاڈلی بیٹی تھی ان کی، جو سیرت کے ساتھ شکل و صورت اور قد کاٹھ میں بھی لاکھوں میں ایک تھی، لیکن رشتے داری پھر امی اور خالہ کا اصرار اریبہ اور دہاج کی انڈر اسٹینڈنگ اس رشتے کو طے کرنے والی وجوہات تھیں، اس وقت جب ان کا گھر اور خالہ بالکل بے بس اور تہی دامن تھیں اسی گھر نے انہیں سہارا دیا تھا دلجوئی کی تھی اور اریبہ ہی کی دعاؤں، کوششوں کے باعث اسے ایک اچھی ساکھ رکھنے والی کمپنی میں ملازمت مل گئی، اسی گھر کی مہربانیوں نے اسے اونچے عہدے تک پہنچا دیا تھا، لیکن سرتاپا ان کی عنایتوں میں ڈوبے وہ لوگ ان کے برے وقتوں میں نگاہیں بدل چکے تھے، خاص کر خالہ جو اچانک ایک جگہ مل گئیں، ان کا انداز، زبان لہجہ بالکل بدل گیا تھا، وہ حیرت اور دکھ سے دیکھتی رہ گئی۔

''کیا روپیہ پیسہ ہی نئی زمانہ رشتے ناطے برقرار رکھنے کا معیار ہے کیا سامنے والے کی حیثیت و مرتبہ دیکھ کر رویے و اخلاق کے معیار مقرر ہوتے ہیں، کیا ذہنی معیار اور انسانی مروت کی یہی سطح ہے۔''

اس لمحے اسے اندازہ ہوا تھا دولت اور حیثیت زندگی گزارنے اور زندہ رہنے کو کتنی ضروری ہے۔

''اگر خالہ ذرا سا اپنائیت سے مل لیتیں تو کیا بگڑتا مگر روپیہ آنے سے کتنا بدل چکی ہیں۔'' اس نے دکھ سے کہا تو جویریہ نے تاسف سے سر جھٹکا اور بولی۔

''کیوں نہ بدلیں بیٹا دن بدن ترقی کر رہا ہے شاندار گھر، گاڑی، نوکر سب ہے، کون سی چیز کی کمی ہے، آسمان پہ چل رہی ہیں، زمین پہ رہنے والے کہاں ان کی نگاہوں میں سمائیں گے پھر

اب کون سا وہ ہماری محتاج رہی ہیں ضرورت، مجبوری اور بے بسی ہی انسان کو اخلاق و مروت اپنانے پہ مجبور کرتی ہے اور وہ اب ایسے حالات سے نکل چکی ہیں۔"

"پر رشتے ناطے، تعلق یہ سب تو اتنی آسانی سے بھلا دینے والی چیزیں نہیں۔"

"روپیہ چمک دکھا رہا ہو برابر تو سب بھلانا آسان ہو جاتا ہے، کیونکہ روپیہ پیسہ ہی آخری کسوٹی بن گیا ہے انسانی معیار و تعلقات کی یہ اپنائیت، احساس و مروت یہ تو ہم جیسے مفلسوں کے کرنے اور برتنے کے معیارات ہیں۔" وہ تلخی سے بولی تو اریبہ نے چند ثانیے اسے خاموشی سے دیکھا پھر آہستگی سے بولی۔

"مگر خونی رشتوں کی اپنی اہمیت ہوتی ہے، جویریہ پھر وہاج پریشانیوں مایوسیوں میں وہی تو اک سہارا تھا ول کے لئے، مجھے حوصلہ رہتا تھا کہ ان مشکل حالات میں ہم اکیلے نہیں اللہ کے بعد دنیا میں کوئی ہے ہمارے دکھ درد بانٹنے والا ہمارے غم سننے والا پھر اس کی خوشیوں اور کامیابیوں کے لئے تو میں دن رات دعائیں کرتی تھی۔" بولتے ہوئے اس کی آنکھوں کی شفاف سطح میں نمی چھلکنے لگی۔

"مہناز آپی اور شہناز آپی بھی تو ہماری سگی بہنیں تھیں انہوں نے کیا سلوک کیا، کتنا پوچھا، کتنا ساتھ دیا خوامخواہ کی بات کو بنیاد بنا کر سگی ماں تک کو بھول گئیں پھر زاہدہ پھپھو وہ بھی خونی رشتہ تھیں انہوں نے کیا برتاؤ کیا اگر خالہ لوگ بدلنے لگے تو کیا زور؟ یہ تو ویسے بھی دلوں کی محبت و اخلاص ہے اور رشتے تو ہمیں ویسے بھی راس نہیں آتے۔" جویریہ دکھ سے بولی۔

"مگر ہمارے دن برے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے اپنے ہمیں دھتکارنے لگیں، کاش اس وقت ہمارے پاس بہت سی دولت ہوتی تو ہم سے تعلق ناطے دور نہ ہوتے۔"

"یہ بھی اچھا ہے کہ دولت فی الوقت نہیں ورنہ ہم ان لالچی اور مطلب پرست فطرتوں کا منظر کیسے دیکھتے، ہمیں کیسے پتا چلتا کہ کون ہمارا کتنا ہے۔" جویریہ سر جھٹکتے ہوئے بولی تو وہ نم آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی۔

اک جھیل ہے آنکھوں میں جو آباد بہت ہے
صدیوں یونہی رونے کو تیری یاد بہت ہے
کہہ دو کہ سمندر سے پلٹ آئیں ہوائیں
بارش کو میرے اشکوں کی بنیاد بہت ہے

☆☆☆

اپنے سابقہ فرسٹریشن اور مایوسی کے طویل فیز کے برعکس وہ اس وقت اپنے رویے، انداز، سوچ اور گفتگو میں توازن رکھتی تھی، یہ نہ تھا کہ وہ اپنے مقصد کو پا چکی تھی ایک مثبت عقیدے اور ایسے مذہب کی تلاش جو تمام بنی نوع انسان کے لئے نرم رویہ رکھتا تھا بالخصوص عورتوں کے لئے، اسے یہ تلاش اب بھی بے چین رکھتی وہ ذہنی طور پر اب بھی مشکلات کا شکار تھی اور اکثر گومگو کی کیفیت بھی اس کو گرفت میں لئے رہتی اور اس کی ملاقات پروٹسٹنٹ عقائد کے کچھ لوگوں سے بھی ہوئی انہوں نے اسے ذہنی اطمینان پانے اور راسخ العقیدہ عیسائی بننے کے لئے بائبل کی تعلیمات پہ بنی ایسا راستہ بتایا جو ہو بہو کیتھولک عقائد کا متبادل تھا اور جس میں چرچ آف انگلینڈ کا سا ابہام نہ تھا وہ ان کے عقیدے کی سادگی سے متاثر ہوئی مگر اپنے ذہن میں موجود شکوک کے باعث محض عقیدے کو ہی نجات کا ذریعہ نہ سمجھ سکی۔

وہ سات سال کی عمر سے مسلسل چرچ جاتی اور بائبل پڑھتی رہی تھی لیکن اس کی عقل بہت سی باتوں کے خلاف اور بہت سے عقائد پہ پریشان ہو جاتی اسی پریشانی کو ختم کرنے کے لئے اس نے چرچ، مذہب اور عیسائیت سب کو خیر باد کہہ کے تقابلی ادیان کا مطالعہ و ریسرچ شروع کی سترہ سال کی عمر سے اپنی عمومی زندگی، تعلیم فرینڈز، پیرنٹس سب کو چھوڑ کے وہ مختلف ممالک کے دورے کرتی ان کے مذاہب کو پرکھنے لگی اور اس کی ساری محنت اکارت گئی، اتنی جدوجہد، سعی و کوشش کے بعد بھی خدا کے وجود کا ہلکا سا یقین بھی دل میں جاگزین ہوا۔

اور خود کو مصنوعی طور پر مصروف رکھنے کے باوجود وہ اندرونی طور پر ذہنی اضطراب کی آخری منزل پر تھی اور حق کی تلاش کرتے کرتے گویا تھک ہار کے گر رہی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ اسی کشمکش میں اس نے اسلام کو پرکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس کی ذہنی مشکلات سے واقف کیتھرین اسے حتی الامکان مصروف رکھتی روز کچھ نہ کچھ دکھانے لے جاتی اگرچہ سیاحت، گھومنے پھرنے میں اطمینان کے سامان بھی تھے اور وہ بعض اوقات اس میں خوشی بھی محسوس کرتی، تاہم روحانی و ذہنی بے اطمینانی تو وہی تھی، جسے دور کرنے کے لئے وہ اپنے محبوب فلسفی سارتر، نطشے اور کیمیوں کو پڑھتی اور یہ تینوں دہریت اور لحاد کے پرچارک تھے، اکتا کے وہ مذہبی مطالعے پہ پلٹ جاتی اور صرف باطنی روحانی طلب میں نہیں بلکہ صداقت کی تلاش میں مختلف مذاہب کو پڑھتی رہتی، اسے قطعاً دلچسپی نہ تھی کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا، البتہ یہ خواہش ضرور تھی کہ یہ مادی زندگی صاف ستھری اور ڈھنگ سے بسر ہو، تاہم اکثر خیال بھی آتا کہ پچھلے سات سال سے وہ مختلف مذاہب کے حوالے سے سیاحتی، تحقیقی ریسرچ، محنت اور جستجو کرتے ہوئے اپنا وقت ضائع کر رہی ہے، پھر بھی اپنی متجسس طبیعت کے توت وہ ہر مذہب کے بارے میں مطالعہ کرتی، آج کل بھی زرتشت، (پارسی) سکھ مت کے متعلق پڑھ رہی تھی، سوائے اسلام کے کیونکہ وہ اس وقت اسلام کے بارے میں کچھ نہ جانتی تھی، اخبارات کے مضامین اور کچھ انگلش فلسفیوں کی کتابوں، مضامین سے اتنی خبر ضرور تھی کہ اسلام غلامی کا قائل ہے اور اب تک عرب ملکوں میں یہ مکروہ کاروبار جاری ہے، تعداد ازدواج کی صورت میں عورت پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں، حیوانات کو بے دریغ کاٹ کر کھایا جاتا ہے اور منشیات کے کاروبار پہ کوئی پابندی نہیں، سکول کے زمانے میں درسی کتب میں صلیبی جنگوں کے بارے میں بھی پڑھا تھا جس میں مسلمانوں کو بڑے درجے کے سفاک اور بے رحم بتایا گیا تھا اور آج سے پہلے تک وہ اسلام کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ اس کے بارے میں کچھ سوچا بھی جائے کیونکہ اس زمانے میں اس کا تاثر یہی تھا کہ اسلام بت پرستی کا ایک مذہب ہے جسے جاہل اور گنوار لوگ ہی اختیار کیے ہوئے ہیں، لیکن اب وہ پچھلے ایک سال سے جس گومگو میں تھی مختلف مذاہب ان کے عقائد، ان کے مبلغوں کی تعلیمات و باتوں اور مذہبی تعلیمات میں تضاد ایسے میں قلب و ذہن کی کھینچا تانی نے اس کے اعصاب کو تباہ کر کے

رکھ دیا تھا اور وہ بظاہر پرسکون، خوش نظر آنے کے باوجود اندر سے بیمار تھی اس کا حل ایک ہی تھا کہ کسی کے منع کرنے روکنے کے باوجود جلد از جلد اپنی ذہنی سکون، یکسوئی اور صداقت کو پالے اسی لئے اسلام کے بارے میں جتنے بھی تعصبات تھے سب کو جھٹک کر راہ حق کو پانے کے لئے وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ارادہ کر بیٹھی۔

اگرچہ کیتھرین اب بھی اسے سمجھا رہی تھی جبکہ ان کی پاکستان روانگی ہیں صرف گھنٹہ رہ گیا تھا، وہ اسے بار بار بتا رہی تھی کہ اسلام تلوار کے زور پہ پھیلا ہے اور مسلمان متشدد مزاج کے مالک متشدد فطرت لوگ ہیں، جبکہ عیسائیت محبت واخلاق سے پھیلی ہے اس میں کسی پہ ظلم وزیادتی برداشت نہیں کی جاتی، ماریا نے لمحہ بھر مسکراتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا تھا۔

''مگر پیدائشی مسیحی ہوتے ہوئے بھی یہ بات میرے مشاہدے میں آتی رہی کہ برصغیر پاک و ہند میں جتنے بھی لوگ مسلمان ہوئے انہیں دنیاوی لالچ دے کر عیسائی بنایا گیا پھر یہ بات بھی میرے تجربے میں آئی کہ غیر ملکی مشنری امریکہ اور یورپ سے بھاری رقمیں منگاتے تو مقامی عیسائیوں کے نام پر ہیں، مگر وہ خرچ اپنی ذات پر کرتے ہیں، انہیں کالے عیسائیوں سے کوئی محبت نہیں ہوتی، وہ اس کو کاروبار سمجھتے ہیں اور تبلیغ کے نام پر دراصل خود چھرے اڑاتے ہیں، خصوصاً اسلام کو ختم کرنے کے لئے ظلم دھونس اور دھاندلی سے بھی گریز نہیں کیا، اس کی روشن مثالیں بوسنیا میں مسلمانوں کی نسل کشی، فلسطین میں لاکھوں عرب فلسطینی مسلمانوں کی جلاوطنی اور قتل عام، لبنان اور غزہ میں اسرائیلیوں کا ظلم وستم اور کشمیر وعراق اور افغانستان میں لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کی خونریزی اس کا بین ثبوت ہے۔'' اس کا انداز گفتگو اتنا مدلل اور حقائق پہ مبنی تھا کہ کیتھرین جواباً چپ ہوکر رہ گئی۔

''اور پھر ہوسکتا ہے کہ جن سوالات کا جواب میں پوری زندگی حاصل کرتی رہی ان کے جواب یہیں مل جائیں۔'' اب وہ ایک بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ بولی اور ایک بار پھر اٹھ کر ایئر پورٹ کے روانگی سیکشن میں تیار کھڑے پلین کو دیکھا جس کی روانگی میں چند منٹ تھے وہ سب اٹھ کر اپنے الوداعی منظر میں ہمقدم میزبانوں سے مصافحہ کرتے جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے لگے حفاظتی بیلٹ باندھے اور چند لمحوں میں جہاز دہلی ایئر پورٹ سے اڑنے لگا تھا۔

یہ سپیشل پلین نیوزی لینڈ حکومت کی جانب سے ان کے ساتھ تھا کیونکہ سمجھوتہ ایکسپریس پاک انڈ وتعلقات کی خرابی کی بناء پر فی الحال معطل تھی۔

اچھے خوش اخلاق مہذب عملے کے اعلیٰ انتظامات اور پاکستان کے بارے میں لگی ڈاکومینٹری موومی جو سیاحتی وشمالی علاقوں کے متعلق تھی دلچسپی سے دیکھتے وہ لوگ آپس میں پاکستان کی متنوع ثقافتوں اور خوبصورت ودلکش تفریحی مقامات پہ ایک دوسرے کو گائیڈنس بھی دے رہے تھے۔

جس وقت وہ بذریعہ ہوائی پرواز پاکستانی فضائیہ کی حدود میں انٹر ہو رہے تھے وہ تقریباً شام ڈھلنے کا وقت تھا اور جہاز کے زمین پر لینڈ کرنے سے پہلے اس کے اندر لگی بڑی سکرین پر سورۂ اخلاص کا عربی متن بمعہ اردو وانگلش ترجمہ کے آ رہا تھا اور اس کی پہلی آیت پر ہی ماریا نے بے طرح چونک کر اسکرین پر چمکتے حروف کو دیکھا تھا۔

قل ہو اللہ احد
کہہ وہ اللہ پاک ہے
اللہ الصمد
اللہ بے نیاز ہے
لم یلد ولم یولد
نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا
ولم یکن لہ کفواً احد
اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں

کیا تھا یہ اسے نہیں معلوم تھا لیکن لگتا تھا وجود میں کوئی چیز سرائیت ہوگئی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

☆☆☆

روشنی سبز درختوں پہ اتر آئی ہے
پھول کھلتے ہیں شاخوں میں دیے جلتے ہیں
یہ تیرے نقش قدم ہیں ستارے ہیں کہ پھول
تو گزرتا ہے تو رستوں میں دیے جلتے ہیں

کیسا تھا یہ لمحہ اس نے بمشکل نگاہیں اٹھا کر اپنے سے چند انچ پرے بیٹھے شاندار سے شخص کو دیکھا جس کی سیاہ آنکھوں میں ہلکورے لیتی طمانیت اور چہرے کے تاثرات سے چھلکتی سرشاری و سکون استحقاق بھرے انداز ونگاہیں اور اپنی ناگواری کا کھلا اظہار کرتی اور اب، اس لمحہ کیا تھا اس کے اختیار میں، یہ سوچتے ہی آنکھیں دھواں دھواں ہونے لگیں اور نمکین پانی پلکوں کو بھگونے لگا شہریار خان نے کتنے خاص اور محظوظ ہونے والے انداز میں اسے دیکھا تھا، پھر اس کی پلکوں پہ اٹکے موتیوں کو اپنے ہاتھ کی پوروں سے اٹھاتے کسی قدر جتنا دینے والا انداز ولہجہ۔

''بس سعیہ علی خان اتنا ہی حوصلہ تھا اتنے ہی ضبط کی مالک تھیں اور چلی تھیں شہریار خان کو شکست دینے۔'' اور اس نے آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنا چاہا مگر دیکھ نہیں پائی۔

''کیا اب اس جگہ بیٹھے تمہیں یقین نہیں آ رہا کہ فاتح کون ہے اور کون مفتوح، محبت کو تم یکسر رد کر چکی تھیں مگر تم نے جو جانا جو سوچا جو سمجھا سب فضول تھا محبت کا اگلا موڑ کیا ہوگا یہ تم بتا سکتی ہو نہ کوئی اور بہت پلاننگ کے باوجود دماغ کو اسی طرح مات دیتی ہے اور اپنے نتائج سے یونہی حیران کرتی ہے۔'' وہ کچھ نہیں بولی تھی اور شہریار مسکرا دیا تھا۔

''مجھے یقین تھا کہ ایک دن میرے خالی ہاتھ میں مہندی سے بھرا دوسرا ہاتھ تمہارا ہوگا اور محبت کا اعتماد تھا جس کی لطافتوں کا موسم ہم پہ سایا کر چکا ہے اور اس موسم کی پذیرائی کو دل کے دریچے وا کرنے ہیں، یقیناً یہ لمحات یہ منظر اور وقت تمہیں بتا رہا ہوگا۔'' چہرے کی تروتازگی اور مزاج کی بشاشت کے ساتھ وہ بولا تو سعیہ کے دل پہ کوئی قیامت سی اترنے لگی، آنکھیں سمندر چھلکانے لگیں۔

وہ شکستہ سی زیاں کار ہاری ہوئی اس لمحے اس دل پہ جتنا ملال کرتی کم تھا۔

"She is my wife sania, you only my wife"۔

"اس حقیقت سے انحراف اب تم نہیں کر سکتیں نہ اس کے تقاضوں سے منہ موڑ سکتی ہو، یہ رشتہ جن پر لطف احساسات پر مبنی ہے تمہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں۔" اس نے سنعیہ کے بھیگے رخسار کو ہولے سے تھپتھپایا تھا اور سنعیہ کے لئے یہ لمحات یہ جذبات سے بوجھل بازگشت جھیلنا دشوار ترین تھا مگر احتجاج کی ہمت بھی اس گھڑی ناپید تھی، اس نے خالی خالی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"ایک اچھی زندگی گزارنے کے لئے بہترین انڈر اسٹینڈنگ کی ضرورت ہے اور ہم ایک دوسرے کے لئے انجان نہیں، ہم میں کزن شپ، فرینڈ شپ اور ایک اچھا ریلیشن شپ شروع ہو رہا ہے، اب پچھلے کچھ عرصہ سے تمہارا رویہ جو بھی رہا ہے میرا دل نہ تو اس ریلیشن شپ سے منحرف ہوا ہے نہ تمہارے لئے میرے دل میں جو محبت ہے وہ کم ہوئی ہے اور میرے خیال میں ہمارے درمیان محبت کے سوا دوسرا تیسرا مسئلہ کوئی ہے بھی نہیں، تم اپنی تمام تر ناگواری، عدم توجہی اور اجنبیت کے باوجود ہر لمحہ ہر پل ہر وقت میرے پاس، میرے ساتھ میرے دل میں رہی ہو اور یہ احساس میرے لئے بہت دل پذیر ہے کہ ہم اس وقت روبرو ہیں اور اس وقت کو برباد کرنا یقیناً بیوقوفی ہے۔"

اسے شانوں سے تھام کر وہ بھرپور نگاہ ڈالتے چہرے پر جھولتی شریر لٹ کو چھوتے ہوئے بولا تو سنعیہ علی کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی وہ کیا کہہ رہا تھا کہ سمجھانا چاہ رہا اور اب کیا ہونا باقی تھا یہ سب سوچتے دیکھتے ہوئے وہ دانستہ چپ تھی اگر یہ ایک ایک لمحہ جھیلنا دشوار ترین تھا دل پہ بھاری تھا مگر وہ اندھی، بہری، گونگی بنی کوئی رد عمل ظاہر کیے بغیر خاموشی سے کٹھی بیٹھی تھی اور یہ کرنا مشکل تھا مگر مصلحت کی انگلی تھام کر سنعیہ کو یہ ممکن کرنا تھا جب تک شہریار کوئی واضح پیش قدمی نہ کرتا حالات کو اپنے بس میں رکھنے کے لئے یہ خاموشی بھلی تھی اور وہ اس سے کام چلا رہی تھی۔

"زندگی بہت قلیل ہے جینے کی بھی تھوڑی اسے نفرتوں بے وجہ کی غلط فہمیوں میں ضائع کرنا سراسر غلط ہے پھر جب اتنی دلکشی، اتنی رعنائی اور تنہائی ہو تو پھر وقت گنوانا اور بھی بڑی بیوقوفی ہے، خاص کر جب دل بھی نرم گرم احساسات سے پر لطف اور دل پذیر لمحات کا حسن کشید کرنے کا متمنی ہو، محبت کے موسم میں دو دلوں کے سلسلے باہم تو ان کے راستوں میں صرف محبت کو ہی سفر کرنا چاہیے۔" اس کے حسین و دلربا چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بہ غور دیکھتے وہ مسکرایا تھا، اس کا عمل گرم جوشی، تفاخر اور خوشی لئے ہوئے تھا، مگر سنعیہ کو ان پذیرائیوں سے کچھ نہ لینا تھا وہ فوری طور پر آنے والے لمحوں سے بچنے کے لئے کوئی سدباب سوچنے لگی۔

"محبت کے آپشنز تم بدلنے کی کوشش کر کے دیکھ چکی ہو خسارہ کس کے ہاتھ آیا یہ جتانے کا موقع نہیں بہتر ہوگا کہ ہم بے کار کی الجھنوں میں وقت نہ گنوائیں تم نے کل اور آج بہت دانشمندی کا ثبوت دیا ہے اسی عقلمندی کو استعمال کرتے ہوئے ایک فرمانبردار بیوی کا روپ بھی پورا کر لو۔"

اس کے لئے یہ سب سہنا صورتحال کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا، آنے والا کوئی بھی لمحہ اسے بے توقیر کر سکتا تھا اور یہاں اس جگہ اس شخص کے سامنے قانونی و شرعی رشتے کے باعث بیٹھی تھی اور حد

سے زیادہ بے یار و مددگار تھی اسے اپنے آپ پر ترس آنے لگا، اپنے بے بسی ان لمحات میں کس بری طرح محسوس ہوئی تھی کہ آنکھیں دھندلانے لگیں۔

"اور تمہارے گریز کی بھی کوئی اہمیت نہیں تم جو کر چکی ہو اب تک بہت تھا آئندہ تمہیں وہ کہنا اور کرنا ہے جو میری مرضی کے مطابق ہو یہ بات اپنے دل کو باور کرا دو۔" انتہائی مضبوط لہجہ میں باور کراتے اسے دیکھا تو سنعیہ دھندلی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی۔

"شہریار خان کو زندگی میں ڈسٹربنس پسند نہیں نہ خسارے اور محبت میں تو بالکل نہیں خص کر جب دن وقت اور لمحات بھی اس کی دعاؤں کا حاصل ہوں تو اس بھیگے موسم میں خوشبو سے معطر فضا میں، میں تم یہ محبت یہ کیئر یہ پروٹیکشن، کیسا دلفریب سا لگتا ہے سب، آؤ اس دلفریبی و دلکشی کو اپنے دامن میں بھر لیں۔" عجب بے خود اور مدہم لہجہ میں کہتے نگاہ خاص سے دیکھتے شہریار نے اسے پکارا۔

"سنعیہ!" اس کی نگاہیں جھک گئیں اپنے اندر پریشان وہ بچاؤ کا راستہ نہ پا رہی تھی کہ یکدم اس کے شانوں شانوں پہ اپنے مضبوط ہاتھوں کا دباؤ بڑھاتے شہریار نے اس کی فراخ پیشانی پہ چمکتی بندیا کو لحظہ بھر تکا، سنعیہ کے ہونٹ کپکپائے تھے اور چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔

"سنعیہ آؤ خواب امر کر لیں خوشیاں روک لیں اور خود کو محبت کے منظر میں بہہ جانے دیں۔" اک شدت آمیز لہجہ ابھرا پھر شہریار نے اس کے کپکپاتے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیے سنعیہ یکدم ڈھیلی پڑ گئی اور اس اچانک اقدام پہ حیرت زدہ بھی اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا بڑی شدت سے اس نے اپنے اندر تلاطم برپا ہوتے دیکھا تھا۔

"یہ شخص میرے سارے غرور، اختیار کو منوں مٹی تلے سلا کر مجھ پہ حاوی رہے گا اور میں تمام عمر اپنے جذبات و احساسات پر پتھر رکھ کر اپنی خوشیوں کی قربانی دیتی رہوں گی، مصلحت کا پابند بنائے خود کو زندگی گزار دوں مگر کس گناہ کی سزا میں اور تم شہریار تم اچھے فرمانبردار سے بچے کا روپ دھار سب کی نظروں میں عظیم بنے رہو یہ کیسے ہو سکتا ہے تمہارا اصلی اور گھناؤنا روپ مجھے سب کے سامنے لا کر رہنا ہے۔" اس نے بڑی شدت سے خود کو باور کراتے ہوئے کچھ دیر پہلے والی کیفیت کو پرے جھٹکا کہ تلخی دل و روح کے بہت اندر سے ابھری تھی اور شہریار کو پوری قوت سے پرے دھکیلا اور وہ جیسے جھٹکے سے کسی طلسم خاص سے آزاد ہوا تھا، آنکھوں میں خفیف سی سرخی اتری غصہ اشتعال کی اور تمام نرم گرم جذبات بھاپ بن کر اڑ گئے۔

"یہ رشتہ چاہے کسی وجہ سے طے ہوا ہو، رخصتی کی حامی میں نے کیسی ہی مصلحت اور مجبوری کے تحت بھری ہو اور اب تک کتنے ہی حوصلے کا ثبوت دیا ہو مگر اب اور نہیں آپ کا یہ انداز یہ رویہ اور یہ پیش قدمی میں برداشت نہیں کر سکتی کیونکہ آپ اس وقت بھی میرے لئے دنیا کے ناپسندیدہ ترین شخص ہیں اور اگر میرے بس میں ہوتا تو میں آپ سے کبھی شادی کی حامی نہ بھرتی چاہے آپ دنیا کے آخری شخص کیوں نہ ہوتے۔" غصے و ناگواری، نفرت و حقارت کے جذبات سے تمتماتے سرخ چہرے سے وہ بولی تو شہریار کا چہرہ خود کو رد کیے جانے اس ارمانوں بھری شب عروس میں خالی رہ جانے کے احساس توہین سے سرخ ہوا تھا، غصہ سے جبڑے بھینچے ہوئے اور پیشانی کی سبز

رگیں واضح دکھائی دینے لگی تھیں، اسے یقیناً سعدیہ سے اس رویے و انداز و الفاظ کی توقع نہ تھی۔

''میری ایک ہاں اور ذرا سی چپ نے شیر کر دیا آپ کو لیکن اس خوش فہمی سے نکالنے کو میرا یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ کی طرح میرا نہ تو ذہن غائب ہوا ہے نہ دماغ خراب اس لئے ایسی فضولیات میں آپ کی پذیرائی کر سکتی ہوں نہ مجھ سے اس کی توقع رکھیئے۔''

''شٹ اپ......'' اس کے بازو کو خفیف سا جھٹکا دیتے ہوئے وہ غصے و درشتگی سے بولا تو سعدیہ کے لبوں سے تکلیف کے احساس سے ہلکی سی چیخ برآمد ہوگئی، اس نے قدرے حیرت اور ڈر سے شہریار کے رویے کو دیکھا تھا پھر بہ سرعت خود کو سنبھالتی اس نے محاذ کو سر کرنے کا حوصلہ دینے لگی۔

''بیوی ہو تم میری نکاح ہوا ہے میرا تم سے ہزاروں کے مجمعے میں تم میرے ساتھ رخصت ہو کر آئی ہو۔'' اس کے لہجے و انداز میں عجیب وحشت تھی۔

''آپ کے ساتھ نکاح اگر میرے باشعور ہونے کے بعد ہوتا تو میں کبھی حامی نہ بھرتی اور رخصتی اگر دوسروں کی تسلی اور اپنے پیرنٹس کی خوشی کے لئے ہوگئی تو یہ نہ سمجھیں میں سب کرتی جاؤں گی، مجھے یہ منظور نہیں۔'' اس نے سر جھٹک کر کہا تو شہریار نے غصے سے دانت بھینچ لئے اور شعلہ بار نظروں سے گھورتا ہوا بولا تھا۔

''محبت کرتا ہوں میں تم سے پھر شوہر ہوں تمہارا، تمہاری جوابی توجہ حق ہے میرا۔''

''نہیں مانتی میں یہ ڈھونگ محبت کا، یہ آسیب زدہ رشتہ۔'' وہ چلائی تو شہریار کی بھوری آنکھیں آنچ دینے لگیں سلگتی نگاہوں سے وہ اسے گھور رہا تھا۔

☆☆☆

خوشیوں بھرا دن گزرتے تو ایک پل لگتا ہے یہ تو غموں کے دن ہوتے ہیں جو پوری زندگی پر محیط ہو کے ہر پل ہر لمحے کو لہولہو کرتے دل کی انگلیاں فگار کرتے رہتے ہیں، جاب پہ آتے جاتے اپنا دفتری کام نمٹاتے گھر میں امی کو دباتے مالش کرتے جویریہ اور ربیعہ سے کچھ کہتے سنتے بھلا کون سا لمحہ تھا جو اس کی یاد سے خالی تھا وہ ہر وقت اس کے دھیان میں رہتا اس کی پلکوں تلے چھپ کر بیٹھ جاتا اس کی نیندیں چراتا تفکر کے سب زاویوں سے گزرتا تب تب اسے طیبہ یاد آتی اپنی واحد غمگسار، اکلوتی ہمدرد جو اپنے الفاظ کے جادو سے اس کا دھیان بٹاتی غم بانٹا کرتی تھی، وہ اس کے ہر گلے شکوے پہ کہا کرتی۔

''سب لوگ خوبصورت نہیں ہوتے، نہ سب خوبصورت لوگ اچھے ہوتے ہیں، کسی کسی آدمی سے بہاروں کی خوشبو آتی ہے اور تم ایسی خوشبو کا سندیسہ ہو تو خود کو اتنا رلایا اور کھپایا نہ کرو بس مہکنے دیا کرو۔''

پھر ابو جنہیں اسے بہت سا پڑھانے اور پروفیسر بنانے کا شوق تھا اور ان کے ہوتے ہوئے وقت کیسا مطمئن اور خوش گزرتا تھا، زندگی کتنی بے پروا اور فکروں سے دور تھی، گھر، بہن بھائی ماں باپ اور تعلیم زندگی انہی کے گرد گھومتی تھی، بے فکری بے کھانا پینا، پڑھنا اور سونا پھر وہاج کی محبتیں، شرارتیں ہنسی مذاق تب کتنی خوش نصیب سمجھا کرتی تھی وہ خود کو اور اسی خوش نصیبی کے ادراک نے اسے بہت چاق و چوبند اٹریکٹیو بنا رکھا تھا، خوبصورتی اور تیکھے نقوش جسمانی سمارٹنس وجود پہ بے پناہ

ترو تازگی اور بشاشت عمدہ لباس، ہلکا پھلکا میک اپ اس کی شخصیت کیسے بکھرے ستھرے رنگوں میں ڈھلی رہتی تھی، ای کی صورت اس کے لئے رحمتیں، برکتیں اور محبتیں تھیں تو ابو کا وجود دھوپ کی کڑی دھوپ میں گھنا ٹھنڈا سایہ جان چھڑکنے والے بہن بھائی اور ساتھ کسی کے دل، نگاہوں اور زندگی میں خواب، محبت بن کے رہنے کا فرحت بخش احساس، کتنی بااختیار اور خود مختار تھی وہ، اپنے کالج گھر خاندان اور محلہ میں سب لڑکیاں اس پر رشک کرتیں اور کچھ حد بھی کہ وہ اپنے طبقہ کی سب لڑکیوں بلکہ اپر کلاس سے تعلق رکھنے والی کلاس فیلوز میں بھی تعلیم ذہانت، اخلاق، رویے خوبصورتی ہر لحاظ سے ممتاز، نمایاں اور منفرد تھی۔

اپنی ساتھی لڑکیوں سے اچھی ہیلو ہائے کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ آؤٹنگ بھی کرتی ہوٹلنگ بھی، موڈ میں ہوتی تو خوب ہنستی بولتی، تب معلوم ہی نہ تھا اونچے نیچے راستے کیسے ہوتے ہیں زندگی کے باپ کا سایہ سر سے ہٹا، ماں حواس کھو بیٹھی تو وہ ایکدم سے دھوپ میں آ کھڑے ہوئے، اب اندازہ ہوا تھا کہ زندگی کے ناہموار راستے کیسے ہوتے ہیں؟ اور زندگی صرف کھانے پینے سونے یا خواب دیکھنے تک محدود نہ تھی، بلکہ اور بھی بہت سے کام تھے، بہت مسئلے اور باتیں بہت سے مرحلے جنہیں تنہا اپنے بل بوتے پر پار کرنا تھا، اشفاق احمد کی زندگی میں روپے پیسے کی کمی نہ تھی اور وہ یہ دولت اولاد کو سہولیات دینے پر استعمال کرتے تھے، بچے بھی ان کے خدائی خزانہ تھے پورے خاندان میں اتنے خوبصورت بچے کسی کے نہیں تھے جیسے اللہ نے انہیں دیے خصوصاً اریبہ تو اپنے موہنے نقوش اور ملکاؤں جیسا شاہانہ حسن رکھنے کی بنا پر منفرد تھی ماں باپ کو بے حد عزیز وہ اسے اعلیٰ تعلیم دلوانے کے ساتھ اچھا مستقبل دینے کے خواہاں تھے۔

اور اب......اس کی آنکھوں سے کئی آنسو گرے اور رخسار تر ہوتا چلا گیا۔

دکھ درد کے ماروں سے میرا ذکر نہ کرنا
گھر جاؤ تو یاروں سے میرا ذکر نہ کرنا
وہ ضبط نہ کر پائیں گے آنکھوں کے سمندر
تم راہ گزاروں سے میرا ذکر نہ کرنا

اپنے مستقبل کو بھلا کے وہ اپنے گھر والوں کی فکر میں تردد میں ہلکان رہتی، بہنوں کے لئے سوچتی جن کی تعلیم شادی اہم مسئلہ تھا، پھر شہباز جو آوارہ، نشئی، جواری اور غیر ذمہ دار لڑکا بن چکا تھا، باپ سر پر تھا نہ کوئی بڑا بھائی، ماں خود سے اجنبی، ایسے میں اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور بھی شدت سے ہوتا اور جان جوکھوں میں ڈال کے وہ انہیں ہر صورت پورا کرنے کی کوشش کرتی، خاص طور پر بہنوں کے لئے اس کا رویہ بہت زیادہ حساس اور محتاط تھا اور ان کے ہر کام وہ خود کرتی خواہ بازار سے کچھ منگوانا ہوتا یا کہیں جانا تو ساتھ جاتی، ان کے اپنے سگے اور خونی رشتے نگاہیں، رویے بدل چکے تھے اور خود ان پر اتنے برے حالات مسلط تھے کہ ہر وقت ڈر، پریشانی، گھبراہٹ رہتی، کہیں کچھ ہو نہ جائے، کسی غلط جگہ، غلط لوگوں میں نہ پھنس جائیں، فکر و تشویش ہر لحظہ گھیرے رہتی اور اب واہموں کا زور کسی اور طرف سے بھی زور پکڑ چکا تھا، کبھی وقت اور حالات اچھے تھے خوشحالی نے ان کے گھر یہ بسیرا کر رکھا تھا تو وہاج سے دوستی محبت کا رشتہ مضبوط تھا خوش شکل اور وجیہہ

ہونے کے ساتھ وہ اپنی تعلیمی ذہانت و ڈگریوں کی وجہ سے بھی اسے ممتاز اور منفرد لگتا، آپس میں دوستی، محبت کے ساتھ کزنز بھی تھے گھنٹوں بیٹھے ہر موضوع پر گفتگو کرتے، ایک دوسرے کی عادتیں اچھی لگتیں خیالات متاثر کرتے، اپنی ہر خوشی ہر ایکسائمنٹ شیئر کرتے مگر اب...... وہ سب ماضی کا حصہ بن چکا تھا، اس نے شدت کرب سے آنکھیں موند لیں۔

میں زندگی کی اداس
وسعتوں میں الجھ گئی ہوں
میں لحہ لحہ بکھر رہی ہوں
میرے لہو میں سمٹے جانے کی
اک خواہش سی اگ رہی ہے
ہر ایک تمنا سلگ رہی ہے
تمہیں شریک سفر بنالوں
لیکن میں دنیا کو جانتی ہوں
کہ میری سوچیں حقیقتوں کے
لہو سمندر میں نہا چکی ہیں
میں سوچتا ہوں
تیرے سارے خواب ریشمی ہیں
تو میری کھدر رفاقتوں کا بھرم
کہیں بھی نہ رکھ سکے گا

اب وقت اور حالات نے ان کے سامنے روپے کے ڈھیر لگانے شروع کر دیئے تھے اور اس روپے نے نہ صرف رویوں کو بدل دیا تھا بلکہ لہجے بھی سرد اور روکھے کر دیے تھے۔

اکثر ملنے پر رویہ اتنا خشک اور بے مہر ہوتا کہ وہ بھلاتے ہوئے نادم ہوتی، وہ پرانی بے تکلفی اور احساس اپنائیت خواب ہو چکا تھا، صرف وہاج نہیں بلکہ خالہ، ثمن، ہما اور آمنہ کا رویہ بھی ایسا ہوتا کہ بلاتے جھجک آڑے آتی ورنہ پہلے کچھ پوچھنے کہنے میں کہاں دیر لگتی تھی اب ان کے اس رویے سے کچھ کہنے یا بولنے کی ہمت ہی نہ پڑتی تھی اور یوں رفتہ رفتہ ملنا ملانا آنا جانا سارے میل جول تقریباً ختم ہو گئے۔

مگر میل جول ختم ہونے سے جینا تو ختم نہیں ہوتا نہ فکریں، پریشانیاں گھٹتی ہیں، وہ اب بھی پہروں بیٹھی اپنی زندگی کے لئے سوچا کرتی اپنے ناساز گار حالات، امی کی طویل تر ہوتی بیماری جویریہ اور ربیعہ کے لئے تعلیم کے ساتھ اچھے رشتوں کی تگ و دو ساتھ شہباز کو سمجھانا، راہ راست پر لانے کی کوشش کرنا پھر وہاج کے موجودہ رویے خالہ لوگوں کی بدلتی ذہنیت کے قصے یہ سب سوچتی تو اک جہنم اس کے اندر چل اٹھتا اپنے دل کو حوصلہ دینا اپنی لرزشوں پر قابو پانا کتنا کٹھن تھا یہ سب بے بسی، غصہ، طیش، انکار اقرار اور ساتھ زندگی کا بھی سامنا کرنا یہ سب کرنا صبر و ضبط کی وہ جس منزل سے گزر رہی تھی کوئی نہ جانتا تھا۔

وہ جیسے تیسے خود کو سنبھالتی کام پر جاتی تھی جویریہ اس کی حالت دل سے واقف اور فکروں، پریشانیوں سے آگاہ تھی، وہ بہن سے پکی پرخلوص ہونے کے ساتھ اس کے جذبات و احساسات سے بھی آگاہ تھی، سوا سے حوصلہ دیتی رہتی، جو اپنی محدود آمدنی میں خون پسینہ بہا کر گھر چلاتی تھی حتی المقدور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتی اور زندگی جواب میں اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کر رہی تھی، وہ چاہتی تھی ار یبہ چپ نہ رہے بولا کرے، زندگی سے جو شکوے شکایات تھیں اپنوں کے بدلنے کا جو عذاب سہا تھا اس کے دل نے، مگر وہ پہلے سے بھی زیادہ چپ رہنے لگی تھی اور بنا کچھ کہے سنے خاموشی سے معمول کے مطابق سب امور انجام دیتی، ایک بے جان بے قیمت وجود کی مانند جیتی وہ اندر سے کتنی تنہا اور اکیلی تھی اسے ہنسنے بولنے کی کتنی چاہ تھی کوئی نہ جانتا تھا۔

☆☆☆

God is one ,God is one

خدا ایک ہے، واقعی خدا ایک ہے، اس نے بھیگی نگاہوں سے ایک بار پھر نظر آتی اسکرین پہ چمکتے عربی حروف اور ان کے انگلش ترجمہ کو دیکھا۔

''اس نے کسی کو پیدا کیا نہ خود کسی سے پیدا ہوا۔''

''واحد یکتا خدا جس کا کوئی شریک ہے نہ ہم پلہ۔''

اس نے تو یہ سنا تھا ابتک کہ خدا کئی ہیں ہندومت میں بھی اور خود عیسائیت میں مسیح کا خدا ہونا، عقیدہ تثلیث یعنی ایک میں تین اور تین میں ایک ہونا اور سب سے بڑھ کر کنواری مریم کو خدا کی ملکہ (یعنی بیوی) ماننے کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو ان کا بیٹا مانا جاتا تھا، یہودیت میں بھی حضرت عزیز علیہ السلام کو یہودی خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔

''پھر یہ مذہب کون سا ہے جو ان تمام باتوں کو یکسر رد کر کے خدا کے واحد اور اکیلا ہونے کے ساتھ ہمسر نہ ہونے کا اعلانیہ اظہار کرتا ہے۔''

وہ زندگی میں پہلی بار پڑھ اور سن رہی تھی کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کی اولاد اور دنیا میں کوئی اس کے برابر کا نہیں اور اس حقیقت کو پا کر وہ واقعی دنگ رہ گئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ میں متن کسی مذہبی کتاب سے لیا گیا ہے کسی ولی پیغمبر یا اوتار کا فرمان ہے یا کسی شاعر کی دلفریب شاعری، لیکن ذرا دیر کو اپنے دل و دماغ کو تعصب سے پاک کر اپنی ذہانت اور سمجھ بوجھ استعمال کر کے دوبارہ یہ کلام و ترجمہ دیکھا اور پڑھا تو اسے جیسے ہر بات سمجھ آ گئی اور بے اختیار اٹھ کھڑی ہونے لگی اپنی جگہ سے مگر پشت پہ حفاظتی بیلٹ بندھے ہونے سے وہ صرف کسمسا کر رہ گئی اور کچھ دیر پرسوچ انداز میں اس نے ذرا پرے جاتی ائیر ہوسٹس کو بے ساختہ پکارا تھا، اپنے مخصوص سبز و سفید یونیفارم میں سر پر بڑے نفیس انداز میں اسکارف کے ساتھ کیپ رکھتے وہ خوش اخلاق لڑکی مسکراتی ہوئی پلٹی اور شستہ انگلش میں پوچھا۔

''Yes mem i can help you?''

''ابھی جو الفاظ آئی مین جو کلام سامنے سکرین پہ دکھایا اور سنایا گیا ہے وہ کیا تھا؟'' ائیر ہوسٹس اسے بغور دیکھتے ہوئے نرمی سے مسکرائی پھر انگلش لب و لہجہ میں بولی۔

''یہ آسمانی کتاب ''قرآن مجید'' کا کلام ہے جو دنیا کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی آخری الہامی کتاب ہے بلکہ یہ واحد صحیفہ خداوندی ہے جس میں صدیاں گزر جانے کے باوجود آج تک معمولی سی بھی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ دیگر صحائف مثلاً زبور، انجیل، توریت اور بائبل میں ہزاروں تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں اور ہر ایک نے اسے اپنے انداز سے لکھا، وہ سب متعدد مصنفوں کے ذہنوں کا شاخسار ہیں تو قرآن اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد بھی قطع برید یا خرد برد سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔'' وہ بے طرح الجھی۔

''کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔'' ائیر ہوسٹس جواب دے کر کسی اور مسافر کی طرف بڑھی اور وہ ایک بار پھر اپنی سوچوں میں غلطاں تھی۔

''اللہ تعالیٰ!'' اس نے بہت آہستگی سے بالکل سرگوشی کے انداز میں لبوں کو حرکت دی، یہودیوں کے بعد یہ دوسری قوم اسے خدا کو اللہ کہنے والی نظر آئی اور اسلام کی پہلی خصوصیت جو چند لمحات قبل اس پر وارد ہوئی ''توحید خداوندی'' ہی تھی اور اس سے بھی بڑھ کر مسلمانوں کی الہامی کتاب جسے وہ آج تک واحد محفوظ صحیفہ خداوندی مانتے ہیں، اس نے تو ابتک جتنی مذہبی کتابیں پڑھی تھیں سب کو قصوں کہانیوں غیر مربوط پیش گوئیوں اور شاعرانہ انداز کی سوانح عمریوں کا ایک غیر متجانس مجموعہ پایا تھا جنہیں مختلف زمانوں میں ترتیب دیا تھا جن کے الگ الگ منصف تھے اور جن کو ایک سانچہ میں خدا جانے کب اور کس طرح ڈھال لیا تھا، اس چیز نے اس کے اندر اسلام کے بارے میں مزید معلومات لینے کا شوق ابھارا، اسے یہ جان کر بھی خوشی ہوئی تھی کہ اسلام خدا کی وحدانیت کا قائل ہے، جبکہ عیسائیت کے عقیدہ تثلیث سے وہ ہمیشہ چڑا کرتی تھی، تثلیث پر اس کا ایمان نہیں تھا وہ شروع سے حضرت مریم کو خدا کی ماں اور عیسیٰ کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتی تھی، نہ یہ مانتی تھی کہ حضرت عیسیٰ نے ہمارے گناہوں کے کفارے کی خاطر جان دی، آرامی زبان میں حضرت عیسیٰ کی طرف جو قول منسوب کیا جاتا ہے کہ انہوں نے صلیب پر کہا تھا۔

''خدایا! خدایا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔'' وہ کبھی بھی اسے درست نہیں مانتی تھی، حضرت عیسیٰ کو بخوبی علم تھا کہ وہ پیغمبر بنا کر معبوث کیے گئے ہیں، ایسے میں وہ ایسا کیونکر کہتے اور ''اب اللہ پاک ہے'' یہ وہ جملہ تھا جو بار بار اس کے دل پر دستک دیتا اور ذہن میں گونجتا تھا، جبکہ ایک اور چیز بھی دل و دماغ کے بند دروازوں پر دستک دے رہی تھی وہ اسلام کے بارے میں ابتک پڑھی، سنی جانے والی باتیں تھیں، جو عربوں اور مسلمانوں کو بنیاد پرست، انتہا پسند، صنف نازک کے حق میں جلاد، مذہبی جنونی اور دہشت گردوں کی حیثیت سے پیش کرتی ہیں اور یہ نوع بہ نوع غلط فہمیاں یا معلومات اس کے ذہن میں راسخ ہو چکی تھیں ویسے بھی ابتدائی اور ثانوی جماعتوں میں اس نے یہی پڑھا تھا کہ اسلام ایک فرسودہ مذہب ہے جو تلوار کے زور پر پھیلا، ایسے میں خود کو مطمئن کرنا اور اسلام جیسے مذہب کے لئے ریسرچ بحث و مباحثہ ایک کوشش فضول لگتی تھی، اس نے چند منٹ خود کو پرکھا۔

وہ یقیناً مضبوط دل و دماغ کی لڑکی تھی، تنگ خیالی، تنگ نظری سے پرے ایک وسیع ذہن لڑکی

جو تعصب کی شدید مخالف تھی اور صرف اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ کل بنی نوع انسان کے ساتھ خواہ وہ کیسی بھی مذہب، ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں، مروت، محبت، ہمدردی اور اتحاد انسانی کی قائل تھی بنا کسی تفریق کے اور اسی سلسلے میں اس نے عیسائیت کو چھوڑ کر کئی سال یہودیت، ہندو دھرم، بدھ مت جین مت کی تحقیق و تفتیش میں لگ دیے، کتنے برس لگے تھے اسے سیر و سیاحت کے ذریعہ متعدد ممالک کی خاک چھانتے ان مذاہب کے تقابلی مطالعے اور روحانیت کی تلاش میں، ان کے مروجہ عقائد و رسومات پہ بحث مباحثہ کرتے ہوئے اس نے ان گنت گھنٹے تکالیف میں بسر کیے تھے، اپنے راحت و آرام کو قربان کر کے وہ پاگلوں کی طرح ان مذاہب کی تعلیمات اور پیروؤں کے دعوے، عقائد پرکھتی اور زمانہ دراز کے بعد اسے احساس ہوا کہ کئی کئی گھنٹوں کی گفتگو بلکہ بعض اوقات اپنے ہی ہمدرد ساتھیوں سے گرما گرم بحث مباحثہ بے معنی ہے ہر مذہب میں بعض باتوں کی کشش کے باوجود خدا کی ہستی پر یقین رکھتی تھی اس کا وجدان کہتا تھا کہ ''ہے کوئی اعلیٰ و ناصر کی حامل، بزرگ و برتر ہستی جو تنہا کائنات و ہستی کے اسرار و رموز سے واقف اور ان کی تقدیروں کی مالک ہے، اگرچہ توحید کا عقیدہ اسے کہیں نہ ملا تھا اور اس نے پچھلے ماہ سے مختلف مذاہب کی چیدہ چیدہ کچھ باتیں لے کر اپنا ایک الگ معجون سا مذہب بنا لیا تھا اور اسی میں مگن تھی۔

اب اسے ایکدم سے اسلام میں دلچسپی ہو گئی وہ اس کو جانچتے، پرکھتے، دیکھتے ہوئے درست معلومات اور مکمل آگاہی حاصل کرنے کی خواہش مند ہو گئی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بے دین مر کے اپنی مغفرت کھو دے اور عذاب کے حوالے سے اس کے ذہن میں کوئی خانہ کوئی بات غیر مبہم یا دھندلی رہے اور یہ صرف اسی صورت ممکن تھا جب وہ اپنے دل و دماغ کو تعصب سے پاک کر کے اچھے برے میں تمیز کر سکتی۔

اس وقت وہ جلد از جلد سرزمین پاکستان پر قدم رکھنے کی شائق تھی جسے اس نے پہلے سے ہی دہشت گرد لوگوں کا گڑھ سن رکھا تھا، وہ یہاں کے مسلمانوں کو دیکھنا چاہتی تھی، جن کے مرد لمبی داڑھیوں چوغہ نما لباس پہلے خشونت و رعونت کی تصویر بنے شیطانی مذہب کی پیروی کرتے سنے تھے اس نے، پھر وہ یہاں کی عورتیں دیکھنا چاہتی تھی جن کے متعلق اس نے سنا تھا کہ سیاہ برقعوں میں ملبوس اپنے حقوق و آزادی سے نا آشنا وہ جانوروں جیسا تشدد اور سلوک برداشت کرتی ہیں۔

یہ سنی سنائی باتیں کچھ تنگ ذہن مغربی فلاسفروں کے تجزیے، خود ساختہ مشاہدے کتنے درست تھے اگلے دنوں میں اسے اندازہ ہونے والا تھا فی الحال وہ پائلٹ کی آواز سننے لگی جو سب مسافروں کو کراچی کے انٹرنیشنل ائیر پورٹ پہ فلائٹ لینڈ کرنے کا مژدہ سنا رہا تھا۔

☆☆☆

''بیوی کیا ہوتی ہے محبت کسے کہتے ہیں، آپ کا ان جذبوں اور رشتوں سے کوئی واسطہ ہی نہیں کیونکہ یہ سب آپ نے اپنا جھنڈا اونچا رکھنے کو کیا ہے اور مجھے اس غرض کی محبت کو برتتے یا بن مرضی کی قید میں زندگی گزارنے کا کوئی شوق نہیں اور ایک بات جان لیں کہ نام کے رشتے بنا کر رشتے برتنا نہیں آ جاتے، رشتوں کو نبھانے بنانے سنوارنے اور برتنے کے لئے جس خلوص اور بے

غرضی کی ضرورت ہوتی ہے وہ آپ میں ناپید ہے اور یہ مت سمجھئے گا کہ میں نفس کی غلام بن کر آپ کے اشارے پر آپ کے سامنے زیر ہو جاؤں گی لاکھ مجبور سہی مگر اتنی بے بس اور کمزور نہیں ہوں۔'' کتنی بے خوف ہو کر ہر قسم کے نتائج سے بے پرواہ بولی تھی اور شہریار لب بھینچے درشت انداز میں اسے دیکھے جارہا تھا جس کا چہرہ اس وقت ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا آنکھوں میں آنسو تھے اس پل نہ خوف کی لہر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی وہ پہلے سے کتنی مختلف لگی تھی، شہریار حتی الامکان خود پر قابو پاتا اپنے اعصاب کو سنبھالتا اس کا ہاتھ تھامنے لگا تو سلعیہ نے وہ ہاتھ پوری قوت اور ناگواری سے جھٹکا تو شہریار کا چہرہ احساس توہین سے سرخ ہوا تھا، مٹھیاں بھینچ گئیں، سارے نرم گرم جذبات جیسے بھک سے اڑے تھے اور غصے کے مارے ماتھے کی سبز رگیں واضح دکھائی دینے لگیں۔

تلخی، غصہ، نفرت کبھی بھی اس کی سرشت کا حصہ نہیں رہے تھے وہ بہت برداشت رکھتا تھا مگر اتنی بھی نہیں کہ اپنے رحم و کرم پر کھڑی اس چھٹانک بھری لڑکی کے ہاتھوں اپنی عزت نفس رولتا، وہ تو محبت کے نام پر اس کی طنز پر نشتر سہہ رہا تھا اور کیا سمجھ رہی تھی وہ اسے کہ اپنے فطری جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ یہ سب کر رہا ہے یہ سوچ اور اس کا اظہار سلعیہ کے منہ سے سنا اسے اپنی شدید توہین اور گالی کے مترادف محسوس ہوا اور یہ نا قابل برداشت تھا اشتعال کی اک تیز لہر اسے بے قابو کر گئی مگر خود کو کسی بھی جارحانہ اقدام سے روکتا وہ ایک بار پھر مصلحت کی انگلی تھام بیٹھا اسے بڑے سبھاؤ سے وقت کو اپنے لئے اپنے حق میں ہموار کرنا تھا شدید دکھ اور غصے کا شکار ہونے کے باوجود کچھ ایسا کہنا تھا ایسا کرنا تھا جو اس کے سکون کو بھی غارت کرتا اس کا اطمینان بھی تہہ و بالا ہوتا، وہ جب اسے اہمیت دینے کو تیار نہیں تھی تو وہ کیوں خود کو کم اہمیت اور ارزاں کیے دیتا، اسی لئے پورے کا پورا اس کی طرف گھومتا وہ اس کے مقابل کھڑا ہوا اور پھر بڑے اطمینان سے بولا تھا چند لمحوں کے توقف کے بعد۔

''بات یہ ہے تم بھلے دل و نگاہ کی پہلی طلب و محبت سہی مگر اس کے لئے نہ تو مجھے کسی دکھاوے کی ضرورت ہے نہ نام نہاد توجہ لینے دینے کی اور تمہیں تو یہ بات سمجھانے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ انسان کو بہت کچھ نہ چاہتے ہوئے بھی محض مجبوری کے تحت کرنا پڑتا ہے۔'' اپنی خوشنما آنکھوں کو جنبش دیتا بولتا کتنا پرسکون تھا وہ، سلعیہ کی آنکھوں میں اک تحیر آمیز بے یقینی چھلکی جو شہریار کے دل میں مزید طمانیت بھرنے لگی۔

''اگر یہ رشتہ یہ تعلق آپ کو مجبوری لگ رہا ہے اور آپ خود کو اس مجبوری کے تقاضے نبھانے پہ تیار نہیں کر پا رہے تو اتنا شائق میں بھی نہیں کہ بلاوجہ اور خوامخواہ میں لائحہ عمل بنائے جاؤں ویسے بھی جب فاصلے سمیٹنے کے ارادے ہی نہ ہوں تو وہ سمٹتے بھی نہیں سمٹتے آپ چینج کر کے سو سکتی ہیں۔'' اور بہت عجیب تھا یہ اس بے بیزاری کے باوجود کسی بھی قسم کی خواہش د توقع نہ رکھتے ہوئے بھی اس کے الفاظ نے سلعیہ کو شدید قسم کی تکلیف دی تھی، کتنے آرام سے جتا دیا تھا کہ اگر وہ طلبگار نہیں تو جذبات دوسری طرف بھی سرد ہیں، سرخ پتیوں سے سجے بیڈ کے عروسی بستر پر بیٹھے وہ اپنے آپ کو اہانت و ذلت کے گہرے احساس میں گڑی محسوس کر رہی تھی، کتنے سکون سے وہ اس کی پرواہ کیے

بغیر لیٹ چکا تھا وہ ششدر تھی بلکہ اس کی تو ساری تیزی طراری بھک سے اڑ چکی تھی، کچھ دیر پہلے کا غصہ بیزاری تلخی اور شہریار سے دور رہنے کے طریقے سب جیسے موجودہ لمحات کی کھلی تذلیل تلے دب چکا تھا، شہریار جواباً اسے اتنی آسانی سے اپنی بے رغبتی یا اجنبیت کا نشانہ بنا سکتا ہے بنا کسی معانی تلافی یا منت سماجت کے اس کا وار اس پہ پھینک کے اس قدر آرام سے اس کی نفی کر سکتا ہے وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی، جس کا نازک دکول سراپا پور پور اس کے لئے سجا تھا وہ بے درد بے مہر اور سنگدل بندہ جس کا صبر و برداشت وہ اپنی ناگواری سے آزما رہی تھی، وہ جواباً اپنی سنجیدگی و سرد مہری سے اس کے حواس مختل کرتا اسے شاک، بے یقینی اور صدمے کی حالت میں چھوڑ کر خود سو چکا تھا۔

اس کا دل چاہ رہا تھا اس بندے کو جھنجھوڑ کر اٹھا دے اور اس کا گریبان تھام کر یوچھے، ''کیا کمی ہے مجھ میں جو تمہیں دور کرتی ہے۔'' وہ وارفتہ نگاہیں وہ پرشوق انداز سب دھوکہ، کج ادائی کا حصہ تھے اصل حقیقت تو یہ ناقدری ہے کہ وہ اسے بے وقعت جان کر منہ موڑ چکا تھا، بھلے یہ شادی اس نے کیسی ہی مجبوری کے تحت کی ہو اور سلعیہ نے کسی بھی مصلحت کے تحت حامی بھری ہوتی تو اس کی بیوی اور وہ بھی من چاہی پھر اتنی جلدی گریز اپنانا کیا وہ اسے اپنے قرب کے قابل نہیں سمجھتا تھا وہ خفت خجالت سے زمین میں دھنستی جا رہی تھی۔

''اگر تمہارا یونہی مراقبے میں گم رہنے کا ارادہ ہے تو لائیٹ آف کر کے نائیٹ بلب جلا دو مجھے سونا ہے۔'' چند لمحوں بعد وہ چہرے کا رخ پھیرے بغیر ناگواری سے بولا تو سلعیہ کا ضبط جیسے جواب دے گیا وہ چیخ کر بولی۔

''آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے، آپ کا دوغلا چہرہ میں سب کو دکھا دونگی۔'' اور شہریار جھٹکے سے اٹھ بیٹھا ایک پرسکون سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی سحر طراز آنکھوں کو جنبش دیتے بولا۔

''اپنی ہر بات ہر الزام کا جواز بھی تمہی کو پیش کرنا ہوگا، میں تو کسی کے سامنے جوابدہ ہو نہیں سکتا، آفٹر آل سب کی گڈ بکس میں ہوں اور مجھ میں کیسی برائی یا بے اعتنائی کا تم جو چاہے کہو کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔''

سلعیہ کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی تھی کتنا شاطر تھا وہ شخص اپنے بچاؤ کے تمام داؤ موقع پر کھیلنے والا اور وہ اپنے معصوم سے مان و تفخر کو اس در پہ کھو بیٹھی ملال سا دل کے اندر اترنے لگا تو آنکھوں میں پھیلتی نمی سامنے بیٹھے شاندار سے شخص کے وجیہہ نقوش دھندلانے لگی اور وہ اپنی نمی کو پیچھے دھکیلتی لہجے کو سوگوار ہونے سے بچاتی بولی۔

''یہ دھوکہ دہی، یہ چالبازیاں یہ پلاننگ یہی ہے آپ کی محبت اسی محبت کا زمانے بھر میں ڈھونڈورا پیٹ کر مجھے پابند سلاسل کیا ہے۔''

''محبت'' وہ بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دیتا اسے بغور دیکھتا بڑی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''تم نے میری محبت کو ابھی برتا کہاں ہے جو پرکھا ہے وہ غلط ہے۔''

''ابھی تک تو آپ نے اپنی چالاکیاں دکھائی ہیں وہ منصوبے ساز ذہنیت جو پلان میکرز کی ہوتی ہے محبت کو برتنے کا موقع کب دیا ہے۔'' وہ چیخ کر بولی۔

''تم نے موقع مانگا کب تھے۔'' اس کے غصے سے محظوظ ہوتا وہ برجستگی سے بولا تو سلعیہ کو جیسے

میں مزید کچھ کہہ بھی نہ پائی پھر کچھ سوچ کر بولی۔

''یہ رشتہ میں نے بہت سی محبتوں کو کرائسس سے بچانے کے لئے کسی ذلت کی طرح قبول کیا ہے مجھے اتنے سستے جذبات کی مالک یا نفسانی خواہشات کی غلام نہ سمجھئے، جو جذبات کے غلبے میں بہہ کر آپ کے نفس کی تسکین کرے۔'' اپنے تئیں اس نے اچھا جواب دیا تھا، جبکہ شہریار بہت آرام سے بولا تھا۔

''اگر یہ رشتہ تمہارے لئے ناپسندیدہ ہے تو بہت سی مصلحتوں نے مجھے بھی پابند کر رکھا ہے اور کسی بھی تعلق کو بے ایمانی سے پروان چڑھانے کا میں بھی ہرگز قائل نہیں، مگر ہے ناں کہ بہت کچھ ان چاہا محض اوروں کے لئے کرنا پڑتا ہے، تو اب تک جو ہوا سو ہوا آج کیا اس معاملے میں قصوروار یقیناً میں تنہا نہیں اس کے باوجود تمہارے جذبات کا پاس رکھنے کی میں کوشش کرتا مگر تم......'' وہ رکا پھر یک لخت شانے اچکاتے بولا۔

''او کے ایز یو وش۔''

اور اگلے پل مین لائیٹ آف کر کے نائٹ بلب جلاتا وہ کروٹ بدل کر سو چکا تھا۔

اسے سمجھ نہ آئی کیا تھا یہ شخص، اس کے رویے سے کیا اخذ کرے اس کڑی آزمائش سے کیسے نکلے اس کی آنکھیں بھر آنے لگیں، جاگتی جلتی کڑھتی وہیں بیڈ کے کونے میں گھٹنوں پر سر رکھے وہ بے آواز روتی رہی اور شہریار بے خبر سوتا رہا۔

☆☆☆

''فرسٹریشن ایسی چیز ہے جس سے ذہن پر دباؤ کی قوت بہت زیادہ عمل کرتی ہے اور یہ انسانی ذہن کو براہ راست متاثر کرتی ہے، خاص کر اس صورت میں جب مریض بلڈ پریشر اور دل کی بیماریوں جیسے امراض میں مبتلا ہو تو کوئی بھی حد درجہ کیفیت کی مشکل غیر متوقع یا اچانک ہونے والی ایسی بات جو فرد کے لئے معاشرتی سماجی سب سے بڑھ کر ذاتی اور ذہنی نقصان وصدمے کا باعث ہے تو اس کی شریان دماغی پھٹنے یا دل کا دورہ پڑنے کا خدشہ ہوتا ہے ورنہ وہ اپنے اعصاب وحواس کو مختل محسوس کر کے ہوش کھو بیٹھتا ہے اور آپ کی والدہ ذہنی جسمانی مدافعت میں کمزور ہو کر یہ (Obslacle) میں پھنس چکی ہیں، ابھی تک ان کو ایسی دوائیں استعمال کروائی جاتی رہی ہیں جو انہیں زیادہ دیر خوابیدہ رکھیں اس چیز نے ان کے اعصاب و نروز کو زیادہ کمزور تر کر دیا ہے اور ہو سکتا ہے یہ کمزوری بڑھ کر انہیں لقوہ یا فالج جیسی کیفیت سے دوچار کر دے۔''

ڈاکٹر نے جتنی سنجیدگی و دھیان سے نجمہ بیگم کی کیس ہسٹری پہ بات کرتے ہوئے آخری بات کہی وہ اریبہ کو ایک لخت حواس باختہ کر گئی، محض دماغی کیفیت میں معذوری ہی ان کے لئے والدہ کو سنبھالنے اور علاج کروانے میں سخت ثابت ہو رہی تھی مزید کوئی اور پریشانی ایک نئی مشقت کا باعث بنتی جو یقیناً پہلے سے زیادہ دشوار تر ہوتی۔

''اس حالت میں جانے سے روکنے کے لئے ان کے لئے کوئی بہتر کوشش نہیں ہو سکتی، کوئی ایسا تدارک جو انہیں کچھ نہ کچھ صحت مند رکھے۔'' وہ اپنے آپ کو مایوسی میں گھرنے سے بچانے کو

بولی تو ڈاکٹر نے اک خالص پروفیشنل مسکراہٹ سے دیکھا پھر کہا۔

''کچھ دوائیں ہیں جو نئے سیل پیدا کرنے والے کیمیکلز کی مقدار زیادہ ہونے سے روک سکیں اور انہیں استعمال کروا کے صحت مند دماغی خلیات کو پہنچنے والے نقصان سے کسی حد تک مریض کو بچایا جا سکتا ہے۔''

''تو یہ دوائیں ہم اپنی والدہ کو دے کر دیکھ سکتے ہیں۔'' وہ اک امید لئے بولی۔

''یقیناً اگر وہ دستیاب ہوں تو...... کیونکہ فی الحال ایسی ادویات صرف بیرون ممالک ہی استعمال کروائی جا رہی ہیں اور پاکستان میں یہ کسی معیاری میڈیسن کمپنی کے تھرو منگوائی جا سکتی ہیں یا کسی گورنمنٹ ہسپتال کے میڈیکل آفیسر کی ریکوائرمنٹ پہ مگر یہ بھی خاصا مشکل عمل ثابت ہو گا آپ کے لئے کیونکہ ایک تو اس پہ ایکسائز ڈیوٹی بہت پڑے گی پھر یہ ادویات بہت مہنگی ہیں کم از کم آپ کی قیمت خرید سے باہر۔'' ڈاکٹر نے جلد ہی اسے حقائق سے آگاہ کیا تو وہ پھر دیر کو بالکل چپ رہ گئی۔

''ویسے میرا ہمدردانہ مشورہ ہے کہ آپ اپنی والدہ کو کسی سرکاری یا نجی ویلفیئر ٹرسٹ کے حوالے کر دیں کیونکہ انکی مزید بگڑتی دماغی حالت اور گرتی جسمانی صحت پھر مہنگی ادویات یہ سب آپ کی استطاعت سے باہر ہے۔'' اب ڈاکٹر نے ازراہ ہمدردی کہا تو وہ اک گہری سانس بھرتی خالی خالی نظروں سے اپنی پاگل ماں کو دیکھنے لگی جو ہر احساس سے خالی چہرہ ہر تاثر سے مبرا آنکھیں کسی غیر مرئی چیز پہ جمائے گم سم بیٹھی تھی۔

پاگل سہی مگر ماں تو تھی اک بے نام تحفظ اور مضبوطی کا احساس تو تھا گھر کی چاردیواری میں ان کے وجود سے، بھلے وہ کسی بے کار شے کی طرح پڑی رہتیں پر بیٹیوں کے لئے بہت کارآمد تھیں کہ جن کو سب نے نظروں میں بے رکھا تھا تیر طعنوں، تشنوں باتوں کے گھاؤ دیے تھے اور اگر ماں نام کا وجود بھی نہ ہوتا تو وہ ہر ایک کے لئے مال مفت ہو جاتیں کہ بھائی تو اپنی بری عادات کے سبب گھر کے تمام فرائض و مسائل سے بے پرواہ ہو چکا تھا ایسے میں ماں کو وہ کیسے گھر سے کہیں اور چھوڑ آتیں، طیبہ اچھی دوست ہونے کا حق ادا کر کے کئی بڑے ڈاکٹرز اور نیورو سرجنز کو ان کی والدہ کو دکھا چکی تھی مگر سب کا خیال یہی تھا کہ انہیں اس اسٹیج پہ مینٹل ہاسپٹل چھوڑ دینا زیادہ بہتر ہے اور یہ فیصلہ اریبہ کے لئے موت کے برابر تھا وہ ماں جس نے انہیں اپنے خون سے سینچا پیدا کیا پالا روتے دیکھ کر آنسو پونچھے، ڈرتے پا کر گود میں چھپایا اور رنجیدہ پا کر دلاسہ دیا چھوٹے چھوٹے ہاتھ پکڑ کر لکھنا سکھایا پھر بال سنوارنا اور کپڑے پہنانا اچھا کھلانا پیار محبت، شفقت کس چیز کی کمی تھی بھلا ان کی زندگی میں محبت اور مروت کے ہاتھوں ماری دھیمے مزاج کی ماں، وقت و قسمت کے ہاتھوں آج اگر بیمار اور مجبور تھی تو وہ اولاد ہو کر اپنی وفاداریاں کیسے تبدیل کر لیتی، یقیناً یہ اریبہ جیسی حساس اور ہمدرد لڑکی کے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا، پھر وہ کیا کرتی؟ یہ سوال تمام تر موجودہ صورت حال سے بھی زیادہ پریشان کن تھا، وہ اس پہلو پہ جتنا سوچتی اتنا الجھتی، کسی اپنے سے مدد طلب کرنے کا خیال دل میں آتا تو دھیان کے زاویے بار بار داج حسن کی طرف مڑتے، مگر ان دنوں اس کا سلوک اتنا بیگانہ رویہ سرد تھا کہ اسے اپنی سوچ کی خود ہی نفی کرنا پڑ جاتی جبکہ ایک اکیلی اس کی

ساتھ کروا پاتی خود اپنے کپڑے جوتے کا خیال رکھنا بھی اس کی اولین مجبوری تھا کہ جاب پہ جیسے کے ساتھ اچھا یا ماڈرن نہ سہی مگر صاف ستھرا اور قدرے بہتر نظر آنا ایک فطری سی خواہش تھی، پھر وہ تو شروع سے بہت خوش لباس اور نفیس طبع رہی تھی، اب بھی مہنگے نہ سہی پر جدید طریقے سے سلے درمیانہ درجہ کا کپڑا اس کے زیر استعمال رہتا۔

ربیعہ نے ریگولر تعلیم چھوڑ کر گھر پہ پرائیویٹ تیاری شروع کر دی تھی اس کی دیکھا دیکھی جویریہ نے بھی کالج کو خیر باد کہہ کر گھر رہنا بہتر سمجھا۔

کیونکہ ماں کو ہر وقت دیکھنے اور سنبھالنے کے لئے ان دونوں کا گھر رہنا ضروری تھا اریبہ اپنی جاب کی مجبوری کی وجہ سے یہ فریضہ ادا کرنے سے قاصر تھی کہ پورا گھر اسی کی محنت سے چلتا تھا اگرچہ وہ جویریہ اور ربیعہ کے کالج چھوڑنے کے حق میں نہ تھی، مگر موجودہ حالات میں سوائے اس کے کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔

ہاں یہ ضرور فائدہ ہوا تھا ان کے گھر رہنے سے اب امی اسے واپسی پہ نکھری ستھری حالت میں ملتیں، ناخن کٹے ہوئے بال سنوارے ہوئے کمر، کاندھوں اور بازوؤں ٹانگوں کی مالش ہوئی ہوتی اور سب سے زیادہ صد اطمینان بات یہ تھی کہ وہ اب زیادہ تنگ نہ کرتیں بلکہ آرام سے سب کروا لی جاتیں، جو پہلے فول یا غصے ہیجان میں ناگوار رویہ اختیار کرتی تھیں بہت کم ہو چکا تھا اسی وجہ سے انہیں خواب آور ادویات دینے کی ضرورت کم ہی پڑتی۔

''ڈاکٹرز کے مطابق یہ خاموشی تندرستی نہیں مزید بیماری کا پیش خیمہ تھی کیونکہ سائیکی تحقیق کے مطابق ہیجان کے مریض اکثر شدید ترین اضطراری حالت میں جانے سے قبل عموماً ایسی خاموشی اور گم صم کیفیت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کی ہر کیفیت میکانکی، غیر ارادی اور خودکار ہوتی ہے اور کسی بھی قسم کے جبر سے ان میں ترمیم نہیں لائی جا سکتی اور اس کے زیر اثر فرد اچانک ایک شدید قسم کا ہیجانی اشتعال محسوس کرتا ہے تو کسی خاص قسم کی فعالیت کے نتیجے میں وہ ایسے نتائج ظاہر کر دیتا ہے جن کا تعلق یا علم نہیں ہوتا۔'' اریبہ کو نہیں علم تھا کہ ماں کی Nervous weekness انہیں کس موڑ تک پہنچانے والی تھی یا وہ آگے کیا مشکلات دیکھنے جا رہی تھی فی الحال اسے ان کی خاموشی بہت پرسکون اور غنیمت محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بہت حد تک خود کو سنبھالتی مضبوط کرتی اپنی جاب کا یہ مہینہ پورا کرنے کے ساتھ کئی اور جگہوں پہ بھی اپلائی کر رہی تھی، کیونکہ طیبہ کے والد بزنس وائنڈ اپ کر کے دوبئی جانے والے تھے اور وہ پہلے سے کسی جاب کی تلاش میں تھی تاکہ وقت پہ اسے زیادہ دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے، اس کی پریشانی کا طیبہ کو دور جا کر بھی احساس تھا اور وہ بذریعہ نیٹ اس سے رابطہ رکھتی اس کے گھریلو حالات والدہ کی کیفیت سے بھی آگاہی رکھتی پھر طیبہ کے والد نے ہی جانے سے قبل اس کے لئے ایک ایڈورٹائزنگ کمپنی میں اچھے عہدے پہ جاب کا بندوبست کر دیا تھا اور آفس کی جانب سے اچھا الاؤنس بھی ملا تھا جسے بہت سوچ سمجھ کر اس نے بینک میں جمع کروا دیا تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ ہر ماہ کچھ نہ کچھ رقم پس انداز کر کے علیحدہ سے اسی اکاؤنٹ میں رکھتی جائے گی تاکہ کل کو جویریہ اور

ربیعہ کے رشتے ہوں تو ان کی شادی اور جہیز کے اخراجات کے لئے اس کے پاس ایک اچھی نہ سہی خاطر خواہ رقم ضرور موجود ہو۔

مگر ماں کی یکدم بگڑتی ہیجان انگیز طبیعت و رویہ کی اشتعال آمیز شدت نے اس کے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے اس کا مستقبل محفوظ بنانے اور کچھ نہ کچھ رقم پس انداز کرنے کا سارا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا اور وہ سب بھلا کے ایک بار پھر ڈاکٹرز سے رابطوں میں مصروف ہو گئی، زندگی ایک بار پھر اس کی سلگتی گرم دوپہر کی مانند محسوس ہونے لگی، گر یہ رخ بھی اسے ہی جھیلنا تھا کہ یہ اس کی زندگی کا حصہ تھا۔

کوئی صورت نہیں ہے زندگی سے بچ نکلنے کی
غم و آلام کے ماروں کو بھی مرنے نہیں دیتی

☆☆☆

قائداعظم انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے رن وے پہ جب ان کا جہاز اترا تو اندھیرا خوب پھیل چکا تھا پھر بھی ٹارگٹ کلنگ اور کراچی کے حساس حالات کی وجہ سے انہیں خصوصی سیکیورٹی اور منفظ ما تقدم کے طور پہ ویٹنگ روم کے الگ پورشن میں بٹھایا گیا سب کو ان کی طلب کے مطابق مشروب کوک یا کافی جسے جو پسند تھا دیا گیا جس خوف و دہشت کے سائے میں لپٹے وہ سب یہاں تک آ پہنچے تھا وہ دل کے اندر کنڈلی مارے بیٹھا تھا، خواہش کے باوجود وہ اٹھ کر ایئرپورٹ کو دیکھنے یا گھومنے کے موڈ میں بالکل نہ تھیں دورہ پاکستان کے لئے ان کے وفد میں دو اور ینگ لیڈی ڈاکٹرز اور میڈیکل آفیسرز انجیلا مارشل اور جیفر لوسن سیدھی نیوزی لینڈ سے پہنچی تھیں ان کی آپسی ملاقات اسی ایئرپورٹ پہ ہو گئی اور اب ان سب کا وفد معہ ان دونوں کے آدھ گھنٹہ بعد اسلام آباد روانہ ہونے والا تھا۔

حالانکہ ان کی خواہش تھی کہ وہ کچھ دن کراچی میں ٹھہریں سمندر دیکھنے سی فوڈز کھانے اور یہاں کا کلچر دیکھنے کا شوق انہیں بہت تھا مگر نیوزی لینڈ کی حکومت کے اپنے شہریوں کے لئے کچھ تحفظات تھے جو پہلے کلیئر کر دیئے گئے تھے سو ان کی یہ استدعا یہاں آمد سے قبل ہی رد کر دی تھی، البتہ ماریا جوزف اپنے فطری تجسس کے باعث کچھ دیر بعد اٹھ کھڑی ہوئی اس کا ارادہ یہاں کے ماحول کا جائزہ لینے کا تھا۔

اس کی دیکھا دیکھی انجیلا جیفر اور کیتھرین بھی ساتھ ہو لی ویٹنگ روم میں بیٹھے کچھ باریش لوگ اسے ٹھٹکا گئے اگرچہ یہاں کلین شیوڈ لوگ بھی تھے حجاب میں ملبوس عورتیں تھیں تو قدرے ماڈرن لک دیتی ننگے سر پھرتی خواتین بھی مگر اپنے اندرونی خوف کے پیش نظر کیتھرین تو آگے بڑھنے کو بالکل تیار نہ تھی، اس کے اندر وہم سرسرایا۔

''کیا خبر ان میں کوئی بمبار چھپا بیٹھا ہو اور ہم جو ایک تحقیقی معلوماتی سیاحتی ٹور کے شوق میں اس خطرناک جگہ آ پہنچے ہیں ہمارے گھر والوں کو صرف ہماری لاشیں ملیں اور کیا خبر لاشیں بھی کٹی پھٹی ہوں۔'' یہ اذیتناک موت اور اس کا تصور اتنا خوفناک تھا کہ وہ بے ساختہ مڑی۔

''کیتھی واپس کیوں جا رہی ہو؟'' ماریا نے پکارا۔

”ٹائم بہت شارٹ ہے ہمیں اپنے بیگز سنبھالتے ہوئے اگلی فلائیٹ کے لئے تیار رہنا چاہیے۔“ بہت سے متوقع سوالوں سے بچنے کو وہ بولی۔

”ٹم آن کیتھی ابھی پورے پندرہ منٹ ہیں۔“ انجیلا نے کہا۔

”آئم سوری مجھے بھوک بھی لگ رہی ہے۔“

”پلین میں اتنا کچھ کھا چکنے کے بعد بھی ایسی شوقین بسیار تو تم کبھی نہیں رہیں۔“ ماریا کچھ حیرت سے بولی۔

”اُفوہ ماریا سمجھا کرو، مجھے کچھ اچھا محسوس نہیں ہو رہا پلیز تم یہ ایکیوپٹی وائنڈ اپ کرو اور آ جاؤ ایسا نہ ہو کہ ذرا سا تھرل عمر بھر کے نقصان سے دوچار کر دے۔“ اس بار وہ کچھ جھلا کر دبے دبے انداز میں بولی تو وہ تینوں اک گہرا سانس خارج کرتیں کاندھے اچکاتیں ڈھیلے قدموں سے پلٹ آئیں اور کچھ دیر بعد وہ پھر سے روانہ تھے اسلام آباد میں نیوزی لینڈ کے سفارتی عملہ کو ان کی آمد کی اطلاع تھی سو ائیرپورٹ پہ سفارتی عملہ کے ساتھ کچھ اعلیٰ پاکستانی شخصیات بھی ان کے خیر مقدم کو موجود تھیں، اپنے فضائی میزبانوں کے اچھے اخلاق اور نفیس طبع اطوار اچھے بہترین لوازمات طعام کے ساتھ ایک خوشگوار اور ذہن کو مطمئن کرنے والے ویوز لئے وہ اپنے استقبال کو آنے والے لوگوں سے خوشدلی سے مل کر سرکاری پروٹوکول اور سیکیورٹی کے ساتھ اپنے لئے بک کیے گئے اسلام آباد کے مہنگے ترین ہوٹل میں پہنچی تھیں چونکہ سفر کے دوران وہ سب اتنا کچھ کھا چکے تھے کہ اب کچھ طلب نہ تھی سوائے آرام کے تو انہیں ان کی خواہش کے مطابق آرام دہ نیند کے لئے Holiday inn کے خوبصورت ڈیکوریٹڈ اور اعلیٰ انتظام واحترام کے ساتھ مختص کردہ وی آئی پی رومز میں پہنچا دیا گیا تھا۔

اپنے خوف کو پس پشت ڈالتے ایک طویل اور پرسکون نیند کے اختتام پر بیدار ہوئے تو اسلام آباد کے خوبصورت موسم میں چمکتا دوپہر کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ روشن تھا، نیوزی لینڈ کا موسم بے حد سرد تھا تو چین کا درمیانہ مزاج لئے جبکہ انڈیا کا قدرے خشک و سرد تر اور اسلام آباد کے موسم میں انہیں شدید نوعیت کی خنکی اور ٹھنڈی سردی محسوس ہوئی جو دن روشن ہونے کے باوجود ہڈیوں کو سنسناتی محسوس ہو رہی تھی گرم ملبوس پہنے ناشتے سے فراغت کے بعد وہ سب ہوٹل انتظامیہ کی اجازت سے چھت پہ چلے آئے یہاں سب سے اوپر کی منزل پہ کھڑے ہو کر دیکھتے ہوئے اسلام آباد کا بہت خوبصورت ویو نظر آ رہا تھا، اس سرسبز وشاداب شہر کی صدیوں پرانی تاریخ اور دلکشی کے بارے میں انہوں نے بہت کچھ پڑھ اور سن رکھا تھا مگر یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھنا ایک الگ ایکسائٹمنٹ تھی، دوربین آنکھوں سے لگائے وہ سب اس نظر آنے والے ویو کو دیکھ رہے تھے اسی شام گورنمنٹ آف پاکستان کی جانب سے عشائیہ دیا جانا تھا اور عشائیے میں ان کی ملاقات پاکستانی سکالرز، محقق، دانشوروں طبی ماہرین سرجنز اور ڈاکٹرز سے کروائی جانی تھی یقیناً اس کا اہتمام اگر پر تکلف تھا تو ان کا جوش بھی دیدنی تھا بقول ماریا کے بھلے پاکستان کو دہشت گردی کا گڑھ یا خطرناک علاقہ مانا جاتا مگر اس کو جاننے دیکھنے اور پاکستانیت و اسلامیات کو پرکھنے کا تجربہ بھی یقیناً سب سے ہٹ کر اور دلچسپ کام تھا، سو طب و سائنس جیسے خشک و بور مضامین سے

سخت الرجک ہونے کے باوجود بہت دل سے اس عشائیے میں شریک ہوئی، حیرت کا پہلا جھٹکا انہیں عشائیے میں موجود خواتین ڈاکٹرز اور کئی مشہور سکالرز خواتین کو ملتے ہوئے لگا جدید اور فیشن کے مطابق ملبوسات پہنے متاسب میک اپ اور خوشگوار رویے یقیناً سب مسلم نہیں ہونگی پاکستان میں ویسے بھی متنوع ثقافتوں کے لوگ رہتے ہیں ہو سکتا ہے کسی اور مذہب سے ان کا تعلق ہو۔“ وہ چاروں آپسی گفتگو میں یہی بات ڈسکس کر رہی تھیں۔

سب لوگ تعارف کے بعد اب ایک دوسرے کے نظریات و رویے اور ہابیز پھر موجودہ ٹور کے حوالے سے کچھ نہ کچھ پوچھ اور بتا رہے تھے جبکہ عشائیے میں آنے والے چند لوگ تاخیر سے تھے اسی لئے انہیں آپس میں بہت کچھ کہنے سننے کا موقع مل رہا تھا۔

نیوزی لینڈ کے سفیر اور ان کی اہلیہ بھی اس عشائیہ میں مدعو تھے وہ لوگ اپنی قومی عادت کے باعث عین پراپر ٹائم پہ پرائم منسٹر ہاؤس موجود تھے جبکہ اس عشائیے کے میزبان اپنی قومی عادت سے مجبور لیٹ تھے اور ان کے پی اے سب کو ریسیو کر رہے تھے۔

”اچھا بہت حیرت انگیز بات ہے کہ پاکستان ایک الگ اور کافی بڑے شہروں پر مشتمل ملک ہے ورنہ اس دورہ سے قبل میں اسے ہمیشہ انڈیا کا ایک ریاستی حصہ سمجھا کرتی تھی۔“ انجیلا مارشل نے بے ساختہ حیرت کا اظہار کیا۔

”اور اس کے الگ ہونے کا پتا بھی ریاستی گردی خاص کر نائن الیون کے واقعہ کے بعد طالبان کے ملوث ہونے اور یہاں کی مذہبی منافرت کی بنا پر لگا۔“ جینفر لوپن نے کہا۔

”یقیناً ورنہ میں بھی اسے مسلم اکثریت پر مشتمل ایک ہندوستانی علاقہ سمجھتی تھی۔“ ماریا بولی۔

”ویسے سنا ہے کہ دیکھنے کی چیز اور خاصے کا آئٹم لاہور ہے جسے زندہ دلوں کا شہر اور پاکستان کا دل بھی سمجھا جاتا ہے۔“ کیتھرین کو یقیناً کافی معلومات تھیں یہاں کے متعلق۔

”اور لاہور میں مغلیہ دور کی تاریخی عمارات بھی ایک کلاسیک درجہ رکھتی ہیں جنہیں دیکھنا ہر غیر ملکی کی اولین خواہش ہوتی ہے۔“ انہیں اپنے بہت پاس شستہ انگلش میں یہ بات سنائی دی تو کیتھرین نے بے طرح چونکتے ہوئے چہرہ موڑا اگلے لمحہ اس کے چہرے پر تحیر، استعجاب آمیز خوشی کے بے ساختہ تاثرات ابھرے تھے۔

وہ خوشی کے گہرے احساس میں ڈوبی اس کے گلے لگی اور وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

”دیکھ لو جذبے خالص اور دوستی بے لوث ہو تو بچھڑنے والے کہیں نہ کہیں مل ہی جاتے ہیں۔“

”ماریا دیکھو میری فرینڈ جس کا تم سے ذکر کیا تھا۔“ کیتھرین نے اسے متوجہ کیا جو کسی اور طرف متوجہ تھی سیدھی ہوئی اپنے سے کچھ فاصلے پر موجود شخصیت کو دیکھا اور جیسے ایکدم سکتے میں آ گئی اور بھلا اس چہرے کو کل بھولی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ)

فوزیہ غزل

چوبیسویں قسط کا خلاصہ

اریبہ اپنے حالات سے نبرد آزما وہاج اور خالہ لوگوں کے رویے پر آزردہ ہے طیبہ پاکستان چھوڑ کے جا چکی ہے۔

دوران سفر پاکستان ماریا پلین میں لگے ٹی وی پر سورہ اخلاص کا عربی متن مع انگریزی ترجمہ کے سنتی ہے جس میں عقیدہ توحید کا ذکر اسے تحیر زدہ اور آبدیدہ کر دیتا ہے وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

سعیہ، شہریار کی پیش قدمی پر ناگواری وگریز کا اظہار کرتی ہے تو شہریار کی مردانہ انا اسے سعیہ سے منہ موڑنے اور نیچا دکھانے پر کمر بستہ ہو جاتی ہے، سعیہ اس کے ایکدم سرد ہونے والے رویہ پر اپنی توہین محسوس کرتی ہے۔

اریبہ کی ملازمت ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں سیٹ ہونے کے ساتھ والدہ کا شیزوفرینیا میں بڑھتا ذہنی خلجان پریشان کن ہے ڈاکٹرز اس کی والدہ کو پاگل خانے یا نفسیاتی ادارے کے سپرد کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

حکومت پاکستان کی جانب سے خیر مقدمی عشائیے میں ماریا ایک شناسا شخصیت کو دیکھ کر یکدم سکتے میں آجاتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

پچیسویں قسط

www.paksociety.com

ایک ایسے انسان سے ہم کو نسبتیں ہیں جو
دوستی نہیں کرتا دوستوں میں رہتا ہے
جانے کیوں تجھ سے دل زار کو اتنی ہے لگن
کیسی کیسی نہ تمناؤں کی تمہید ہے تو
دن میں تو اک شب ماہتاب ہے میری خاطر
سرد راتوں میں میرے واسطے خورشید ہے تو

• اپنی دیوانگی شوق پہ ہنستا بھی ہوں میں
اور پھر اپنے خیالات میں کھو جاتا ہوں
تجھ کو اپنانے کی ہمت ہے نہ کھو دینے کا ظرف
کبھی ہنستے کبھی روتے ہوئے کھو جاتا ہوں

رات گزر چکی تھی اس کی شب عروسی جو سوچنے پہ کوئی خواب حسیں، کوئی دلربا فسانہ معلوم ہوتی تھی اور واقعی فسانہ یا خواب تھا کہ بیتی تو یوں کہ اس کے اپنا ہونے کی خوشی اور طمانیت کا ہر احساس کہیں عجیب سرد مزاج تہہ میں جا سویا تھا، اس کی زندگی کی سب سے خوبصورت اور ارمانوں بھری رات بنا کوئی سرسراہٹ کیے، بغیر کوئی عنایت کیے کتنے تہی دست انداز میں گزری تھی کہ ہر ماہ، ہر خواہش، ہر ارمان پہ احساس توہین غالب آ گیا تھا جسے مٹانے کی کوشش میں خود کو بہت کنٹرول کرتے ہوئے شہریار نے فوری طور پر خفیف سرد مہری اور غضب کی بے رخی کا مظاہرہ کیا تھا جس کے ردعمل پہ وہ جھلستی کڑھتی آنسو پیتی بہت دیر بعد سو تو گئی مگر اندر کہیں اپنے حسن و وجود پہ لہراتا زعم کا مینار جیسے ایک ہی جھٹکے میں زمیں بوس ہو گیا تھا اور شہریار نے یہ لمحات جانچ لیے تو سکون کا جیسے اک گہرا احساس ہر بے بسی، غصے اور جھنجھلاہٹ پہ حاوی ہو گیا اپنے سامنے سوئی پڑی سعیہ کا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ بے ساختہ مسکرا اٹھا، اس کے خوابیدہ چہرے پہ دیر تک روتے رہنے کا احساس کا ترشح صبح کے اجالے میں بڑا واضح تھا، آنسوؤں کے ساتھ جاگتے رہنے کی تھکن بند آنکھوں کے پپوٹے سرخ کیے دے رہی تھی۔

عورت کتنی ہی زور آور یا طرحدار ہو شوہر کی بے اعتنائی ذرا بھی برداشت نہیں کر سکتی، وہ بھی اس رشتے کو جبر اور مجبوری کا سودا قرار دینے کے باوجود یہ بے توجہی کی مار سہہ نہ پا رہی تھی، شہریار کی بیگانگی سے زیادہ اپنے آپ کو صاف اگنور کیے جانا کتنی کھلی تضحیک اور کیسی چبھنے والی تذلیل تھی، کہ شہریار کی اس غیر متوقع بے رخی پہ ذہن ماؤف ہوا تو اسے فوری طور پر کوئی جواب بھی نہ سوجھ سکا، یہی اس کی یکدم محسوس ہونے والی بے بسی تھی جس نے شہریار کو گہرے اطمینان کا احساس جلایا تھا وہ بڑی تقویت محسوس کر رہا تھا یہ سوچتے ہوئے کہ اس کے دل کو بے چینی و اضطرابیت کرنے والا دوسرا وجود بھی بے سکون تھا، کیسی ٹھنڈک سی اتار رہا تھا یہ احساس کہ وہ گزری رات کی ہر کلفت بھلائے بڑے دل سے مسکراتا اپنے بیڈروم کی گلاس ونڈو سے پردہ پرے کرتا ہوا واش روم میں گھس گیا۔

کمرے میں در آنے والی بیرونی روشنی اس کی خوابیدہ آنکھوں کو لگی تو ہلکا سا کسمساتے ہوئے

اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں اور کسلمندی سے کروٹ بدلنے کی کوشش میں نیچے گرنے لگی تو حواس بھی جیسے ایکدم سے بیدار ہوئے تھے اور دل جل کر خاک ہوا تھا گزرے لمحات کا تصور آنے والے لمحات کا ڈر خود کو لمحوں میں مٹی کر دینے والا احساس اس کے اندر شدت سے ابھرا تھا اور آنکھیں بھر آئی تھیں۔

بھلا کب سوچا تھا اس نے کہ وہ شخص جسے اس نے ذرہ بھر اہمیت نہ دینے کا سوچا تھا وہ اس کے ساتھ کوئی جوابی بے توجہی برت سکتا ہے اس کا حسن و خوبصورتی، دلکشی، دلفریبی سب کچھ نہ تھے کتنی بری طرح سے دھتکار چکا تھا وہ سعیہ کو اور ظاہر کیا تھا کہ اگر وہ خفا یا ناراض ہے تو معاملہ دوسری طرف بھی اتنا نرم ہرگز نہ تھا۔

"اگر اس شخص کو میری پرواہ نہیں تو مجھے بھی پوز کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہر ایک کی نظر میں "پیا بچہ" بننے والے اس فراڈیے کا سارا طنطنہ و غرور آج خاک میں نہ ملا دیا تو کہنا، شہریار تم بھلے لاکھ چیلنج سہی مگر سعیہ احمد اتنی آسانی سے تمہیں جیتنے ہرگز نہیں دے گی، تم کتنی مہارت دکھاؤ اس کھیل میں مجھے مات دینے کا سوچنا بھی مت، لب پہ سودا صرف مجبوری نہیں انا اور ضد کا تصادم بھی ہے اور اس میں استحصال تمہارا ہوگا۔"

سوچوں کے الاؤ میں سلگتے ہوئے اس نے تلخی و تنفر سے سوچا اسی پل شہریار واش روم سے باہر آیا تھا، گرے کلر کے بہت قیمتی سوٹ میں ملبوس گیلا ٹاول صوفے پہ پھیلا کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا سلیقے سے بال بنا کے کن اکھیوں سے دیکھا تھا وہ سلیپر پہنتے ہوئے شاور لینے واش روم کی جانب بڑھی تھی، شاور لے کر نکلی تو کمرہ خالی تھا ڈرائنگ روم سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں شاید گھر والے اس کا ناشتہ لے کر آئے تھے۔

بیڈ پہ رکھی ریڈش میرون کلر کی ساڑھی ہمراہ میچنگ جیولری چوڑیاں ہائی ہیل سینڈل اور اسے سنوارنے کو تیار و منتظر بیوٹیشن ایک پل کو اس کا دل چاہا سب اٹھا کر باہر پھینک دے مگر فارمیلٹی نبھانا پڑی اور ایک ناپسندیدہ احساس کو دباتی وہ نا چاہتے ہوئے بھی ساڑھی باندھ کر بیوٹیشن کے آگے بیٹھ گئی، ایک تو اس کی سکن قدرتی طور پر بہت شفاف اور چمکدار تھی کچھ چہرے کے نقوش بڑے دلکش تھے، نفاست سے کیے گئے مناسب میک اپ نے اس کی رعنائی و دلآویزی کو دو آتشہ کر دیا تھا کہ جیولری سیٹ کر کے اسے دیکھتے ہوئے خود بیوٹیشن کے منہ سے بے ساختہ ماشاءاللہ نکلا تھا، اور اندر قدم رکھتے شہریار نے بھی سامنے نظر کی تو پلکیں جھپکنا بھول گیا شہد رنگ بالوں کو کھلا چھوڑے متناسب سراپے پر ساڑھی پہنے وہ بلاشبہ دیکھنے والے کو خیرہ کر گئی، بیوٹیشن نے پلٹ کر دیکھا تھا اور شہریار کی بے اختیاری کو محسوس کر کے شوخ تبسم چھلکاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"نیچے سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" بولا تو لہجہ سنجیدہ اور سرد مہری کا غماز تھا گویا وہ کچھ دیر قبل خود پہ وارد ہونے والی کیفیت کو جھٹک چکا تھا۔

"آپ کو اس فارمیلٹی کی ضرورت نہ تھی میں خود آ سکتی تھی۔" وہ طنزاً بولی۔

"کیا کروں بہت سے کام انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑتے ہیں۔" اس نے شانے اچکائے۔

''لیکن میں نا چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتی، یہ ملمع شدہ زندگی اور ڈھونگ مزید رچانے کا مجھے کوئی شوق نہیں۔''

''اچھا، تو کیا کرو گی تم۔'' اپنی خوشنما آنکھوں کو استفہامیہ تاثر سے اس پہ ٹکاتا وہ بولا تو سعدیہ کو زہر لگا۔

''میں سب کو بتا دونگی جو تم نے رات میرے ساتھ کیا۔'' وہ ضبط توڑتی چیخی تو شہریار آئینے میں خود کو دیکھتا پورے کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔

''تم جو کرنا چاہتی ہو کر لو I don,t care۔'' وہ بڑے آرام سے بولا۔

''اور اس کا ریزن بھی تم بتاؤ گی میں کسی کے سامنے اپنی گواہیاں نہیں دونگا کیونکہ میرا ردعمل تمہارے گریز کا نتیجہ تھا۔'' وہ اتنے اطمینان سے بولا کہ سعدیہ کچھ دیر کو بالکل ساکت رہ گئی، مقابل اس کے اندازے اور توقع سے زیادہ ہوشیار تھا اور بڑی حکمت عملی سے بڑے سبھاؤ سے چال چل رہا تھا کچھ ایسے کہ بچ نکلنے کی کوئی راہ بھی نہ تھی، اپنی بدقسمتی پر وہ جتنا ماتم کرتی کم تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی پھر صبا اندر آ گئی، اس کی بہنوں جیسی دوست، ہمدرد، غمگسار سعدیہ کا دل بھر آیا وہ لپک کر اس کے گلے لگی تو پلکیں غم ہونے لگیں۔

''مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ شہریار بھائی تمہیں بلانے آئے واپس نہیں ہوئے اب پتا چلا ان کے نہ آنے کی وجہ تم ہو بیوی جب ایسی حسین پھر من چاہی بھی ہو تو پاس سے ہٹنے کو کس کافر کا دل چاہے گا۔'' اس کی بات کو انجوائے کرتا شہریار مسکرایا تھا فریش اور خوشی سے بھرپور تاثر کے ساتھ۔

''صبا تم انہیں لے کر باہر آؤ۔'' خوشبوؤں میں بسا وجود لئے وہ باہر نکلا تو صبا نے اسے دیکھا اور بڑی محبت سے بولی۔

''بہت حسین لگ رہی ہو شہری بھائی تو تمہارے حسن کی تاب نہ لا سکے ہونگے۔'' اور سعدیہ کا دل چاہا اپنے اندر مقید سب چیخیں اسے سنا دے کہ وہ بچپن سے اپنا ہر دکھ سکھ صبا سے کہنے اور ہر کام اس کے مشورے سے کرنے کی عادی تھی، مگر رات جو کچھ ہوا اس میں اس کا انکار، شہریار کا گریز یہ اس کی توہین کا پہلو تھا جسے وہ بالکل شیئر نہ کر سکتی تھی۔

''بہت لونگ اور کیئرنگ رویہ ہوگا یقیناً۔'' صبا نے پھر چھیڑا۔

''بس جو تھا جیسا تھا ٹھیک تھا۔'' وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

''اور تم ٹھیک رہیں یا کچھ نخرے وخرے دکھائے؟''

''نہیں مگر سب بہت عجیب تھا۔'' وہ خود کو چھپاتے گول مول انداز میں کہہ گئی۔

''یعنی تم نے ان کی پذیرائی آرام سے کر دی۔'' صبا حد درجہ بے یقینی سے بولی سعدیہ کے سرد مزاج سے اسے یقیناً ایسی عنایت کی توقع نہ تھی۔

''تو پھر کیا کرتی۔'' وہ لہجہ و انداز میں ایسی بے بسی و بے چارگی سمو کر بولی کہ صبا بہت پیار سے دلاسہ، تسلی دیتی اسے سمجھانے لگی اور وہ خود کو سنبھالتی اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی تو مما، پپا کزنز، اور آنٹی نزہت سے ملتے وہ آزردگی میں گھرنے لگی، اپنے جلتے دل اور وجود میں بھڑکتے الاؤ سے اٹھتی تپش پھر سب کے درمیان کسی مفتوح ریاست کے فاتح شہزادے کی مانند پرسکون، مطمئن اور خوش باش مسکراتا شہریار ''ایسا کیا کہوں کہ سب کے سامنے اس کی قلعی کھل جائے، اس کا ہنستا چہرہ بجھ جائے۔'' مما نے اس کی صبیح پیشانی کو چوما اور دعا دی۔

''جیتی رہو اور آباد رہو شاد رہو اللہ تمہیں سدا سہاگن رکھے اور تم دونوں کی زندگی کو ہر خوشی سے بھر دے۔''

اس کی نظر دھندلائی اور اندر کوئی سسکیاں بھرنے لگا، کتنی مجبور تھی وہ کہ چاہ کر بھی ان ہنستے مسکراتے خوش اور مطمئن چہروں کو اپنی بے بسی و بے چارگی کا نوحہ سنا کر گئی زندگیوں کئی دلوں اور کتنی خوشیوں کو ختم نہ کر سکتی تھی کہ سب کے لئے خوشی اور رشتوں کے جڑے رہنے کا احساس ایک ان کا رشتہ تھا، اب بھلے وہ اس رشتے اس کی توقعات، توجیہات اور نفسیات کے حوالے سے کتنا جلتی کڑھتی اپنے پیاروں کو یقیناً اس آگ میں نہ کھینچ سکتی تھی اگر ایسا کرتی تو کس برتے پر شطرنج کے تمام مہرے اس کی توقع کے خلاف الٹی چال چل چکے تھے، آئندہ کے لئے جو بھی حکمت عملی اپنانی تھی بہت سوچ سمجھ کر، سو خود کو سنبھالتی Be brave کا سبق دیتی ناشتے مووی سیشن اور تصاویر کے ایک پیریڈ کے بعد روایت کے مطابق شام کو وہ شہریار کی جانب سے پی سی کے ہال میں ولیمہ فنکشن اٹینڈ کر کے شہر بھر کے رؤسا، امراء سے مبارکبادیں وصول کرتے دونوں واپسی پہ مما پپا کے ہمراہ خان ولا روانہ ہو چکے تھے، یہ رات انہیں وہیں گزارنی تھی اس کے بعد اپنے الگ گھر میں ایک الگ زندگی انا و ضد کے تصادم میں گھرے دو افراد کی زندگی۔

☆☆☆

محبت میں کسی بات کی قسمیں نہیں کھاتے
محبت تو فقط پیمان ہوتا ہے کہ دونوں
زندگی کے روز و شب کے درد کو
مل کر سمیٹیں گے
خوشی کا کوئی بھی لمحہ ہو
وہ مل کر گزاریں گے
کوئی پیمان ہو
وہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا
کہ دونوں میں کوئی ایک تو
وعدہ نبھاتا ہے
نفی کرتا ہے اپنی ذات کی
خود کو مٹاتا ہے
محبت میں کسی بات کی قسمیں نہیں کھاتے

اپنے ہاتھ میں پکڑے کارڈ کو وہ بڑے میکانکی انداز میں دیکھ رہی تھی سال گزشتہ یہ کارڈ اسے وہاج حسن نے دیا تھا بہت خوبصورت گفٹ کے ساتھ، اریبہ کی سالگرہ ہو، نیا سال شروع ہو، فرینڈ شپ ڈے ہو، ویلنٹائن ڈے یا عید اس کی کوئی ذاتی خوشی کہ کامیابی وہاج، ہمیشہ بڑی محبت اور شوق

سے اسے بیسٹ وشز دیتا، سیلیبریشن کرتا اور اس کی غربت و تنگدستی کے باوجود اریبہ کو اتنی اہمیت ملنا وہ احساس تفخر کے ساتھ بڑی اعلاظرفی اور کشادہ دلی سے یہ محبت سمیٹتی اس کی ضرورتیں پوری کرتی، بڑی بڑی رقمیں اس کے انکار کے باوجود ادھار کہہ کر حوالے کر دیتی اور ادھار جسے چکانے کی ضرورت کبھی وہاج نے بعد میں محسوس کی نہ اریبہ نے مانگنے کی، کیونکہ وہاج حسن اس سے محبت کر رہا تھا اور اریبہ کو بھی اس سے محبت تھی نوعمری کی محبت جو بڑی نوخیز، بوبھرور اور چنچل ہوتی ہے محبت کی اس کونپل نے اس کے وجود کو الوہی شادابیاں عطا کر دی تھیں اور اریبہ نے چاہے جانے کے احساس ممنونیت کے عوض وہاج کو بڑی اونچی مسند پر بٹھا دیا تھا، یہاں کسی دیوتا کی داسی کے مانند وہ اسے دل کی بارگاہ میں پوجتی، کتنا مضبوط اور اٹوٹ بندھن تھا یہ، جس میں چاہ کا احساس بھی تھا پانے کی طلب بھی جو دونوں جانب ایک سی تھی اور اس چاہت وطلب میں فرق کب کیسے کیونکر پڑا وہ جاننے بوجھنے سے قاصر تھی۔

آج اس کی سالگرہ تھی اور وہاج اسے سب سے پہلے وش کرنے والا اچھے سے اچھا گفٹ دینے والا اس کے دل کی سرزمین پر پہلا قدم رکھ کر جگہ پانے والا مرد یہ دن بھول چکا تھا۔

''آپی کیا ہوا، تیار نہیں ہوئیں آفس کے لئے؟'' جویریہ نے اندر جھانکتے ہوئے پوچھا تو اریبہ نے بھیگی پلکیں اٹھائیں اس کے گداز لب کچھ کہنے کی کوشش میں ہولے ہولے لرز رہے تھے، چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ بہت اذیت میں ہے بہت تکلیف جھیل رہی ہے جویریہ نے سرعت سے آگے بڑھ کر اس پہ قدرے جھکتے ہوئے نازک ہاتھوں میں دیا وش کارڈ پھاڑ کر ڈسٹ بن میں پھینکا پھر اس کے چاند چہرے کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے بولی۔

''میں نے آپ سے کہا تھا کچھ دنوں کے لئے اپنی محبت اور اس سے وابستہ ہر احساس کو بھلا کر صرف خود پہ زندگی پہ توجہ دیں، زندگی جو پہلے بہت ڈسٹرب ہے اسے مزید اپنے لئے آزار اور تکلیف دہ مت بنائیں، ماضی میں ڈوب کر حال گنوانا بزدلی اور کم ہمتی کی علامت ہے اور آپ کو کم حوصلہ نہیں طاقتور، مضبوط اعصاب کی مالک بننا ہے، چلیں اٹھیں منہ دھوئیں اپنا پسندیدہ بلیک کلر کا سوٹ پہنیں آپ کو میں اپنے ہاتھوں سے تیار کروں گی آفس کے لئے۔'' جویریہ نے زبردستی اسے اٹھا کر واش روم دھکیلا وہ چینج کر کے نکلی تو اس کے سیاہ لمبے اور خوبصورت سنوارتے ہوئے کلپ لگا کر کھلے چھوڑ دیے حالانکہ اریبہ کا اصرار تھا کہ وہ بل ڈال کر چوٹی کی شکل میں گوندھ دے۔

''ایڈورٹائزنگ کمپنی جا رہی ہیں آپ جاب سنبھالنے کسی گھر میں پوچا ٹا کی لگانے والی ماسی بن کر نہیں۔'' جویریہ نے کہتے ہوئے سفید نگینے سے چمکتے آویزے اس کے کانوں میں ڈالے، ایک ہاتھ کی کلائی میں سادہ کانچ کی کچھ چوڑیاں، ہلکا پف، مسکارا، آئی لائنر اور نیچرل کلر کی لپ اسٹک کے ساتھ لمبی مخروطی انگلیوں کے ناخنوں پر ڈیپ میرون نیل پالش، جویریہ نے ذرا سا پیچھے ہٹتے ہوئے ایک تنقیدی جائزہ لیا، بلیک نازک سے سٹریپ والے اونچی ہیل کے سینڈل پہن کر لیدر کا براؤن بیگ اٹھائے کھڑی وہ صرف اچھی نہیں بے حد دلکش اور حسین لگ رہی تھی کوئی کمی نہ تھی ان بہنوں میں حسن و دلکشی کی نہ ذہانت وسلیقے کی مگر کم مائیگی نے جیسے زندگی کی خوشیوں کے ساتھ چہرے کی شادابیوں کو بھی نگل لیا تھا، اب ذرا اسے میک اپ کے کوڈ نے کیسی ملکوتی تابنا کی عطا کر

دی تھی کہ جویریہ نے بے ساختہ نظر بد کی دعا پھونکتے ہوئے کہا تھا۔

''بہت حسین لگ رہی ہو، ماشاءاللہ، اللہ بری نگاہوں سے بچائے۔'' اریبہ نے خاموش تاثرات کے ساتھ اسے دیکھا تھا اور سر پر حجاب باندھ کر گاؤن پہنتے ہوئے باہر نکل گئی۔

جو خود سے اور دوسروں سے ڈرتے ہیں ان کی ساری زندگی بھاگتے ہوئے گزر جاتی ہے، کبھی زمانے سے کبھی رشتوں سے کبھی خود سے اور اس نے دیر سے ہی مگر زندگی کا سامنا کرنے کا سوچ لیا تھا، اس کی جاب بہت ایزی بھی تھی ٹف بھی اس ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں اشتہاری اور کمرشل ایڈز کا کام ہونے کے کچھ ریمپ پہ کیٹ واک کے لئے ماڈلز کو چوز کرنا پھر ماڈلنگ، فیشن اور فلمسازی و اداکاری کے اسرار و رموز سے آگاہی دینے کے ساتھ فوٹو شوٹ اور میگزین ماڈلنگ کے ساتھ انٹرٹینمنٹ میڈیا زپہ خود کو منوانے کے مواقع فراہم کرنا اہم شعبہ جات تھے اور اریبہ اس کمپنی میں بطور پبلک ریلیشنز آفیسر کے طور پر اپائنٹ ہوئی تھی، فی الحال تو وہ ماڈلنگ واداکاری کے شوق میں آنے والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے نام وکوائف تصاویر اور کانٹیکٹ نمبر نوٹ کر کے برانچ منیجر تک پہنچاتی، ان کی رائے وحکم کے مطابق اچھے فوٹو جینک نظر آتے افراد سے رابطہ بذریعہ فون کر لی اور انہیں کیمرہ ٹیسٹ کے لئے کمپنی کے دفتر پہنچنے کا مژدہ سناتی، کام دلچسپ بھی تھا اور انجوائے فل بھی، سو وہ بڑے مزے سے سب سیکھ اور کر رہی تھی ساتھ چھٹی والے روز امی کو دلیہ کھلانے، یخنی پلانے، دوا دینے اور دودھ دینے کے ساتھ ان کی مالش کرنا، کپڑے تبدیل کرنا، بال سنوار کر چوٹی بنانا یہ سارے کام وہ اپنے ہاتھ سے انجام دیتی ماں کی یہ خدمت اسے بہت سکون دیتی، ذہنی معذوری کے ساتھ ان کے اعصاب بھی کمزور ہو چکے تھے جسمانی صحت بہت نہ سہی مگر پہلے سے کچھ بہتر تھی۔

وہ پہلے کی طرح تنگ نہیں کرتی تھیں نہ بلاوجہ کسی کو اپنے لایعنی اشتعال اور تشدد کا نشانہ بناتیں اور یہ مثبت علامت تھی مگر کچھ عجیب سی باتیں کرنے لگی تھیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا جب ان کے آس پاس کوئی بھی نہ ہوتا تو وہ ایسے بولتیں جیسے بہت سے لوگ ان کے اردگرد موجود ان سے کچھ کہہ سن رہے ہیں، پھر ہاتھ پیروں کی سختی یا کپکپاہٹ کے ساتھ ان کی آنکھیں گھومتی اور زبان مستقل حرکت میں رہتی اور باتیں بے ربط ہوتیں، اریبہ کے لئے اپنی سیلری میں ان کا مہنگا علاج اور گھر کے اخراجات اپنی اچھی پوزیشن برقرار رکھنا مسئلہ تھا مگر وہ کھینچ تان کے ہر ماہ امی کے چیک اپ کی فیس اور ادویات کے لئے رقم بچا ہی لیتی، اس بار بھی وہ انہیں چیک اپ کے لئے ہاسپٹل لے آئی۔

ملک کے معروف نفسیاتی ڈاکٹر سے اپنی امی کی کیس ہسٹری اس نے ڈسکس کرنے کے ساتھ اس نے موجودہ صورتحال پہ بھی بات کی۔

''یہ کیفیت Hallucination ہیلوسینلشنز ہے جس کے مطابق مریض کو وہ لوگ دکھائی یا سنائی دیں جو حقیقت میں موجود نہیں ہوتے، Delusions ڈیلیوزن وہ عجب خیالات جن پر مریض کو سو فیصد یقین ہو مگر..... مگر وہ غلط یا حقیقت کے برعکس ہوں، Thought disorder خیالات کے بے ربط ہونا ایسے بولنا یا دیکھنا، جیسے دماغ پر دھندی چھائی رہتی ہو اور یہ علامات ذہنی و

نفسیاتی بیماری ہی کی ایک قسم شیزوفرینیا ہے جو ایکسیڈنٹ کسی کے انتقال کے صدمے، طویل المعیاد گھریلو مسائل، محرومیوں کی وجہ سے لاحق ہونے والا مرض ہے، کسی شخص کو شیزوفرینیا ہونے کا تقریباً پچاس فیصد خطرہ اس کی جینز کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ کون سی جینز اس کی ذمے دار ہیں، کیونکہ مختلف لوگوں میں اس کی وجوہ مختلف ہوتی ہیں اور اس کا بھی کوئی واضح ثبوت نہیں ہے کہ ان کے دماغ کو آکسیجن درست مل رہی ہے یا نہیں بہتر ہوگا کہ آپ ان کی سی ٹی اسکین کروالیں، فریش رپورٹس دیکھ کر ہی میں آپ کو درست اور صائب مشورہ دے سکتا ہوں۔'' ڈاکٹر نے تفصیلی گفتگو کے بعد کہا۔

''ان کے لئے کسی اینٹی سائیکوٹک دوا کی ضرورت تو نہیں۔'' اریبہ نے پوچھا۔

''فی الحال تو آپ ان کی پہلے والی ڈوز بھی کم کردیں کیونکہ بہت زیادہ اینٹی سائیکوٹک ادویہ سے بھی منفی علامات زیادہ ہوجاتی ہیں۔''

''شیزوفرینیا سے ان کی حالت زیادہ بگڑ تو نہ جائے گی۔'' اریبہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

''اگر وقت پر علاج شروع کردیا جائے تو بیس فیصد مریض پہلے پانچ سال کے دوران ٹھیک ہوجاتے ہیں، تقریباً ساٹھ فیصد بہتر ہوجانے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ علامات کا شکار رہتے ہیں اور ڈپریشن یا نفسیاتی وذہنی کمزوری کا شکار لوگ اس کا ٹھیک ہوجاتے ہیں اور اگر اس کا بروقت علاج نہ کروایا جائے تو شیزوفرینیا کے مریضوں میں خودکشی کا امکان عام نفسیاتی مریضوں کے مقابلہ میں بڑھ جاتا ہے اور شدید علامات کی صورت میں تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ شیزوفرینیا شروع ہونے کے بعد علاج میں جتنی تاخیر کی جائے، زندگی پر اس کا اتنا ہی برا اثر پڑتا ہے۔'' ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں بولا۔

''بروقت علاج کے لئے ایک بڑی رقم چاہیے کیونکہ اینٹی سائیکوٹک ادویات بہت مہنگی ہیں پھر ان کے آئے روز ہونے والے ٹیسٹوں پر بھی خاصا روپیہ لگتا ہے۔'' اریبہ دھیرے سے بولی۔

''یہ تو ہے آپ کو ماہانہ پندرہ سے بیس ہزار صرف ان کے لئے چاہیں اور یہ کم از کم اماؤنٹ ہے اگر افورڈ نہیں کرسکتیں تو کسی خیراتی ادارے کے سپرد کردیں انہیں، آپ کے حالات کو دیکھ کر اس سے بہتر مشورہ کوئی نہیں ہوسکتا آگے آپ کی صوابدید ہے۔'' ڈاکٹر کا لہجہ قدرے ہمدردانہ تھا، وہ متفکرانہ انداز میں سر ہلاتی اپنی ماں کو دیکھنے لگی جس کے قدموں میں ان کی جنت تھی اور خود وہ کسی جہنم میں تھیں اس سے یکسر بے خبر تھیں۔

جاگزیں ہے تیرے ہونے کی نشانی مجھ میں
ڈھونڈتا ہے تیرا کردار کہانی مجھ میں
تیری جنت سے نکل کر نہ نکلے پاؤں کہیں
ختم ہوتی ہی نہیں نقل مکانی مجھ میں

☆☆☆

اس کی نیلگوں آنکھیں اپنے سامنے موجود ہستی کو دیکھتے ہوئے بھر آنے لگیں اب بے ساختہ کچھ کہہ سکنے کی خواہش میں کپکپا کر رہ گئے دل ودماغ میں اک استعجاب آمیز خواہش کے یوں

بالواسطہ پورا ہونے کی خوشی نے عجب ہلچل مچادی اس کی سماعتوں میں کوئی نرم، شفیق اور زندگی سے محبت کا احساس دلانے والا لہجہ ابھرا تھا۔

''زندگی نعمت خداوندی ہے، قدرت کا ایک انعام ایک گرانقدر امانت جس کا اہل جانتے ہوئے اس نے ہمیں اس کی عنایت سے سرفراز کیا یقیناً اس کی نگاہ میں ہمارے اس دنیا میں آنے، یہاں رہنے اور جینے کا کوئی مقصد ہے تو اس نے ہمیں یہاں بھیجا، جب انسان اپنے خالق کی خاص توجہ کا حق دار بنتا ہے تو وہ اسے مصائب وآلام کے ذریعے آزماتا ہے آیا وہ اپنے پیدا کرنے والے مالک کا شکر ادا کرکے رضا وصبر سے آزمائش سے نکلتا ہے یا ناشکری کا مظاہرہ کرکے چیختا چلاتا احتجاج کرتا اپنے لئے مزید اذیت سمیٹتا ہے، جو ہماری تقدیر میں رقم ہے وہ ہمیں کو سہنا اور جھیلنا ہے اب یہ ہم پہ منحصر ہے رو کر یا ہنس کر دونوں صورت میں اثر ہم پہ پڑتا ہے زمانے پر نہیں، تو جان بوجھ کر خود کو ارزاں کرنا ناکامیوں مایوسیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنا سب سے بڑی بیوقوفی، نری کم ہمتی اور بزدلی کی نشانی ہے، زندگی جیتے ہوئے مصائب وناکامیوں کا سامنا بہادری سے کرنا شرف انسانیت ہے اور اس شرف کو قائم رکھنا عظمت ہے۔''

وہ وقت اور لمحات وہ کبھی بھلا ہی نہیں سکی تھی ہر بار تھک کر گرتے ہوئے اسے یہ الفاظ یاد آتے، جنہیں وہ چاہ کر بھی اپنی یادداشت سے نکال نہیں سکی اور کئی سال گزرنے کے باوجود یہ چہرہ اس کی یادوں کے البم، زندگی کے باب میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا تھا۔

''کیسی ہو ماریا؟ مجھے تم بھولی نہیں، تمہارا بھولا چہرہ ہمیشہ مجھے یاد رہا اور تم دعا کے لئے اٹھے ہاتھوں میں اچھی زندگی جینے والی التجا بن کر میرے لبوں پہ آجاتیں۔''

ڈاکٹر نزہت حیدر نے اس کا پھول سا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما اور ماریا جوزف بے اختیار بے ساختہ ان کے گلے سے لگ گئی، اس کا انداز گواہ تھا کہ جس طرح ڈاکٹر نزہت اسے باقاعدہ نام کے ساتھ یاد رکھے ہوئے ہیں وہ بھی انہیں بھولی نہیں۔

اس کی پشت تھپتھپاتے اور شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرتے لمس میں کیسی ممتا کی گرمی تھی، کیسا سکون جو ماریا کو پہلے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا وہ کبھی اپنی سگی ماں سے بھی اسے والہانہ انداز میں نہیں ملی تھی، کیتھرین نے چونکتے ہوئے کہا تھا۔

''How amazaing تم پہلے سے جانتی ہو ایک دوسری کو، مگر کیسے؟''

''ویلنگٹن کے ایک ہاسپٹل میں طبی تربیتی کورس کے سلسلے میں کچھ عرصہ میں خدمات انجام دیتی رہی ہوں اور ماریا کو میرے زیر علاج آنا پڑا تھا اپنی ٹینشن اور کچھ ناکامیوں کا بدلہ خود سے لیتے ہوئے اس نے سوسائیڈ کرنا چاہا خود کو۔'' ڈاکٹر نزہت نے مختصراً بتایا تو کیتھرین نے متاسفانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے ماریا کو دیکھا اور پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کی نجی وبیرونی زندگی اور مصروفیات کے بارے میں گفتگو کرنے لگیں، کچھ دیر بعد مہمان خصوصی ومیزبانوں کی آمد کا پر جوش ہنگامہ اٹھا اور انہیں حکومت پاکستان کی جانب سے خیر مقدمی کلمات کے ساتھ تمام تر سہولیات دوران ٹور بہم پہنچانے کا اعادہ کیا گیا، پاکستان کے شمالی علاقہ جات کی سیاحت کا بھی خصوصی

بندوبست ارینج ہو چکا تھا مع ایک بجارو، جیپ اور دو مستعد ڈرائیورز کے ساتھ چاک و چوبند سیکورٹی گارڈز کسی بھی مسئلے یا پریشانی کی صورت میں وہ لوگ ایمرجنسی کال پر حکومت یا کسی بھی ادارے سے مدد طلب کر سکتے تھے، یہ سہولیات اور ان کو بہم پہنچانے والا لہجہ و رویہ اخلاقاً انہیں اتنا اچھا لگا کہ سرکار کی گڈ گورنس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے، پھر انہیں دیسی، روایتی، چائنیز اور اٹالین کھانوں سے آراستہ ٹیبل کی طرف لایا گیا، آٹھ قسم کے رشین سلاد، روایتی تیز پتی والی چائے کے ساتھ سبز قہوہ بھی تھا جبکہ مختلف لوازمات سویٹ ڈشز میں بھی موجود تھے جن میں موسم کے حساب سے گاجر کا حلوہ اور میٹھی کھیر انہیں بہت لذیز محسوس ہوئی، جبکہ دیسی کھانے میں سرسوں کا ساگ تازہ مکھن اور باجرے ومکئی کی روٹیاں جن کے لئے بہترین باورچی کا انتظام کیا تھا اور اس کے ہاتھ کی لذت ونفاست زبان چکھتی تو بے اختیار واہ واہ کا لفظ نکلتا منہ سے، نزہت نے انہیں مکئی اور باجرے کی روٹی کو ہاتھ سے توڑ کر اس میں ساگ لگا کر تناول کرنا سکھایا، انگریزی کھانوں کے ساتھ انہیں حلیم کا آئٹم بھی خوب لگا دیسی کھانوں میں، اس کے بعد ستاروں سے سجے آسمان کے وسط میں رات اور شام کے ملتے نرم گرم ماحول اور خوشگوار ہوا موتیے، چنبیلی، یاسمین اور گلاب کے پھولوں کی معطر فضا میں بچھی چاندنی پہ بیٹھ کر پاکستان کی روایتی مشرقی اور صوفیانہ کلام پہ مبنی قوالیوں کو سنا جن کا ترجمہ ڈاکٹر نزہت نے ساتھ ساتھ کر کے بتایا خوشگوار باتوں اور پر لطف کھانوں دل کو چھو لینے والے صوفی کلام پہ مبنی معروف فنکاروں کو سن کر ایک اچھی اور یادگار نشست کا فطری احساس سمیٹے وہ سب واپس اپنے ہوٹل ملٹے تو ڈاکٹر نزہت نے ان کے رابطہ نمبرز لیتے ہوئے انہیں اپنے گھر آنے کی اور پاکستان کا سیاحتی وثقافتی اثاثہ دیکھنے کی خصوصی دعوت دی، ایسی ہی پر خلوص دعوتیں انہیں اس تقریب میں موجود کئی اور لوگوں سے بھی ملیں، اسلام اور مسلمانوں سے متعلق ان کے ذہنوں میں بھلے کتنے بھی شکوک وشبہات ہوں لیکن فی الوقت وہ اس مہمان نوازی سے متاثر ہوئے تھے، رات کے پچھلے پہر وہ سب سوئے تو اگلے دن کے پچھلے پہر اٹھے، انہیں اسلام آباد کے سرسبز د شاداب شہر، تعمیر وترقی اور کشادہ سڑکوں کو دیکھتے ہوئے انہیں کہیں سے بھی ایک پسماندہ اور تیسرے درجے کے ملک کا شائبہ نہ ہوا بلکہ ترقی وخوشحالی کے ساتھ ٹریفک کا بہترین نظام ایسے ہی تھا جیسے دنیا کے چند بڑے اور مشہور شہروں میں تھا، ان کا متفقہ خیال تھا کہ پہلا ہفتہ وہ لوگ گھوم پھر کر خوب انجوائے کریں گے پھر اپنا تحقیقی اور ریسرچ ورک آئیڈیا کور کریں گے، جبکہ کچھ اسلام مخالف مہم سے ڈرے سہمے لوگوں کی رائے تھی جلد سے جلد اپنا کام کمپلیٹ کر کے یہاں سے چلا جائے، مبادا کہ وہ چینی باشندوں یا امریکی شہری ڈینئل پرل کی طرح کسی کی دہشت گردانہ ذہنیت کا نشانہ نہ بن جائیں، انہوں نے مشورہ کے لئے اپنے ہوٹل منیجر سے کہہ کر ٹورسٹ گائیڈ کو بلوایا، ان کے ٹور گائیڈ ایک خوش اخلاق وہنس مکھ ادھیڑ عمر شخص تھے جو انہیں ملکی حالات کی تسلی وامن کا یقین دلاتے ہوئے بولے تھے۔

''اس بات کا آپ لوگ یقین کر لیں کہ یہاں کوئی بھی پاکستانی مسلمان اگر وہ واقعی سچا مسلمان ہے تو آپ کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا کیونکہ مسلمان مہمان نواز ہونے کے ساتھ اپنے مہمانوں کو امان بھی دیتے ہیں۔'' شستہ انگلش میں سنجیدگی سے کہی گئی اس بات نے سب کو متاثر کیا،

وہ شخص مزید بولنے والا تھا۔

''اسلام یا مسلمان نہ تو برے ہیں نہ دہشت گرد یہ صرف چند لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو غلط سلط انداز میں دنیا کے سامنے پیش کر کے مسلم اقوام وتہذیب کا چہرہ مسخ کر دیا جبکہ حقیقتاً اسلام سے زیادہ امن پسند اور انصاف وسکون کا علمبردار مذہب اور کوئی نہیں ہے۔''

''واقعی بنا پرکھے اور بغیر دیکھے ہم کسی بھی چیز کو کلی طور پر درست جج نہیں کر سکتے۔'' ماریا نے قائل ہونے والے انداز میں کہا۔

''Correct its all right۔''

''اسی لئے کہتے ہیں کہ انسان دوسرے انسان کے ذہن اور پرکھ پر نہ چلے بلکہ اپنے دماغ سے سوچے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اپنے ذہن سے فیصلہ کرے اور ماشا اللہ آپ سب لوگ پڑھے لکھے باشعور ہو اچھے برے کی پرکھ رکھنے والے یہاں رہیں گے دیکھیں گے تو علم ہوگا کہ سنی سنائی میں کتنا جھوٹ اور کتنا سچ ہے۔'' ان کا گائیڈ بہت جذباتی انداز میں گویا ہوا۔

ان لوگوں کو تھوڑا تاسف ہوا کہ مذہب اور اس کے عقائد واثرات یقیناً ہر شخص کا قطعاً ذاتی مسئلہ ہے اور انہیں کھلے عام کسی کے بھی مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

''ہم سب معذرت خواہ ہیں سعید صاحب ہمارا مقصد نہ تو آپ کو ہرٹ کرنا تھا نہ دل آزاری پہنچانا، ہم نے محض ایک خدشہ ظاہر کیا تھا۔'' وہ لوگ بولے تو ٹور گائیڈ مسٹر سعید ملک بردباری سے مسکرائے۔

''ہر انسان کو آزادی اظہار رائے کا پورا حق حاصل ہے اور خیال صرف یہ رہے کہ اپنا حق مثبت راہ میں استعمال کرے نہ کہ منفی، آپ کو میں ایک بار پھر یہی تسلی دینا چاہوں گا کہ پاکستان سے واپسی کے سفر میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق آپ کے خیالات اور ذہن یکسر بدل چکے ہوں گے اور ایک روشن خیال اسلام کا تصور آپ سب کے ذہنوں میں راسخ ہوگا۔'' وہ اپنی پرزور تردید کے ساتھ پھر بولے۔

''Its ok leave this topic یہ بتائیں کہ ہمارے گھومنے پھرنے کا کیا انتظام ہے اور کیا آئیڈیا ہے بتائیں تاکہ ہم اپنا ٹور شیڈول اسی ترتیب سے سیٹ کر سکیں۔'' ڈاکٹر آرتھر نے ان کی توجہ اولذکر قصہ کی جانب کروائی تو وہ پرسوچ انداز میں بولے۔

''یہ موسم بہار کا وسط ہے اور شمالی علاقہ جات جن میں شدید برفباری اور سردی کے باعث یہ مہینہ وہاں شدید اور سرد ہوگا، مئی جون مری سوات گلگت اور چترال وغیرہ کی سیاحت کے لئے موزوں ترین مہینے ہیں کیونکہ گرمیوں کے موسم میں وہاں کا موسم خوشگوار، سازگار حالات اور فضا قدرے خنک تر ہوتی ہے۔''

''مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف ایک مہینہ ہے اور ہمیں اس ایک ماہ کو سامنے رکھتے ہوئے تمام پروگرام یوں ترتیب دینا ہے جس سے ہم اپنا ریسرچ ورک، تحقیقی تھیسس اور سیمینار اٹینڈ کرنے کے ساتھ سیاحت کا شوق بھی پورا کر سکیں خاص کر مغلیہ دور کے شہزادوں کی بنائی گئیں یادگاریں، تاریخی عمارتیں اور تاریخی وقدیم تہذیب وثقافت کے ساتھ جدید روایات کا پرستار شہر

لاہور دیکھنا اولین ترجیح ہے۔''

''پاکستان ٹورزم اور پنجاب ٹورزم ڈویلپمنٹ کے پاس ایسے بہت سے لیکچرز ہوتے ہیں جو کم عرصہ میں سفر کو آسان اور خوشگوار بنا دیتے ہیں ایسا ہے آپ کو کل تک ایک اچھا پیکج مہیا کرنے کا کچھ اچھا بندوبست کر کے بتاتے ہیں یہ نسبتاً بہتر رہے گا۔'' سعید صاحب نے کہتے ہوئے اجازت چاہی تو وہ سب ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہوٹل کی لابی میں جانے لگے یہاں ان کے لئے شام کے کھانے کا پرتکلف اہتمام تھا، کھانا کھانے کے دوران وہ سب آپس میں کھانوں کی زبردست ورائٹی سے بھی لطف اندوز ہوتے رہے کسی بھی قسم کے خدشات کے برعکس فی الحال وہ خود کو مطمئن اور خوش محسوس کر رہے تھے۔

☆☆☆

نہ گھر بدلا تھا نہ رشتے سب وہی تھا مگر نہیں شاید سب ویسا نہیں تھا اس کا ادراک سلعیہ کو ابھی ابھی ہوا تھا، وہ اکیلی اتنے بڑے گھر میں جا کر محض ایک شخص کے رحم و کرم پر خود کو چھوڑنے کے حق میں نہ تھی سو بڑے آرام سے مما کے پاس رہنے کا فیصلہ سنا دیا، شہریار نے اس کی بات کو صاف الفاظ میں رد کر کے مما پپا سے گھر جانے کی اجازت چاہی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے گویا سلعیہ پہ اس کے حق کو تسلیم کر لیا تھا کیونکہ شادی سے پہلے ہی شہریار نے انہیں اپنے الگ گھر میں شفٹ ہونے کا فیصلہ سناتے ہوئے فضا اپنے حق میں ہموار کر لی تھی یہ کہہ کر کہ مستقل یہاں رہ کر سلعیہ کے رویے و عادات میں کسی قسم کی تبدیلی کی خواہش و امید رکھنا بیکار ہے، وہ کچھ عرصہ خان ولا سے دور رہے گی تو اس کے مزاج درست ہو جائیں گے، ویسے بھی شہریار اس کی بلاوجہ ہٹ دھرم طبیعت اور خوامخواہ کی ضد کے ہاتھوں سب کے بیچ میں رہتے ہوئے اپنی زندگی کا تماشہ نہیں بنوا سکتا تھا۔

اس لمحے سلعیہ کو اس شخص پہ بے طرح غصہ آنے کے ساتھ اپنی مجبوری و اہانت کا بھی شدید احساس ہوا تھا اور اس کا اظہار وہ مما کے سامنے کر گئی۔

''مما آپ نہیں جانتیں وہاں جا کر یہ شخص میرے ساتھ کیسا رویہ اپناتا ہے کتنا زچ اور بے بس ہو جاتی ہوں میں اور اب جب اتنے دن پپا اور آپ کے بغیر اکیلی رہوں گی تو وہ کیا نہیں کرے گا۔''

''سلعیہ اپنا لہجہ درست کرو اب وہ شوہر ہے تمہارا اس کا احترام کرنا تمہارا فرض ہے اور کچھ نہیں کرتا وہ بہت سمجھدار اور ٹھنڈی طبیعت کا لڑکا ہے۔'' مما نے سمجھایا۔

''مما پلیز ٹرائی ٹو انڈر اسٹینڈ میں تنہا کیسے رہوں گی۔'' وہ ملتجی ہوئی۔

''Be brav sania تم اب بچی نہیں رہیں میرڈ ہو، گھر بار شوہر والی اور بیاہتا عورت کو ہر صورتحال فیس کرنے کا ہنر آنا چاہیے۔'' مما پوری وکیل تھیں بھلا ان سے کون جیتتا دلائل بحث میں سو وہ بھی جھلا کر چپ ہو گئی بلکہ بہت حد تک خفا ہو کر گئی تھی شہریار کے ہمراہ۔

نئے گھر میں رہتے وہ بھلا کتنی کلفت کا شکار ہوتی رہتا تو تھا کہ یہ شہریار کا حکم تھا وہ اس کے تمام تر جملہ حقوق کا مالک تھا یہ اور بات کہ ابھی تک اس سے ایک مخصوص فاصلہ اور روڈ رویہ اختیار کیے ہوئے تھا مطلب صاف یہی تھا کہ سلعیہ اگر خوشی سے اسے کوئی حق تفویض کرنے پر تیار نہ تھی تو

ایسی بیقراری مطلب اسے بھی نہ تھی، اس کا Be haveior دیکھ کر سلعیہ کا اس کی موجودگی میں بھاگنے کو دل کرتا مگر ڈر اور خوف کے مارے وہ الگ کمرے میں بھی نہ سو سکتی تھی سوائے اسی کمرے میں سونا پڑتا مگر صوفے پر خود شہریار بڑے آرام اور استحقاق سے بیڈ استعمال کرتا، اسے مروتاً بھی اوپر آ کے سونے کو نہیں کہا تھا کسی دن، مارے باندھے سکڑی سمٹی آدھی سوئی آدھی جاگی وہ ایک کروٹ پہ لیٹی غصہ، چڑ، اکتاہٹ اور بیزاری سے تنگ آ جاتی تو دل چاہتا پورے بیڈ کے عین درمیان میں قبضہ جما کر لیٹے اس بے حس شخص کو دھکا دے کر زمین پر پھینکے اور آرام سے خود سو جائے مگر آہ سوچنے اور کرنے میں کتنا فرق ہوتا ہے، اسے ابھی ابھی پتا چلا تھا سب برداشت کرتا اور کچھ نہ کہہ سکتا اگر کہہ بھی دیتی تو کیا ہوتا پھر بھی کوشش کرنے میں حرج کیا تھا، یہی سوچ کر ایک دن وہ بڑے دھڑلے سے شہریار کے گھر آنے سے پہلے ہی بیڈ پر قابض ہو کر بیٹھ گئی، کھانے پکانے کی تو ویسے بھی فکر نہ تھی اسے کہ ابتک ہر روز وہ خاندان یا عزیز و اقارب میں کہیں نہ کہیں دعوت پہ مدعو ہوتے تھے اگر ہلکا پھلکا ناشتہ ہوتا بھی تو مما کی بھجوائی ہوئی ملازمہ تیار کر دیتی، اس کا پورا دن ٹی وی دیکھتے، نیٹ چیٹنگ کرتے یا میگزینز پڑھتے گزرتا، سو شہریار کی جانب سے فی الحال تنہا رکھنے اور فاصلہ برقرار رکھنے کے علاوہ اس پہ کوئی سختی نہ تھی، وہ ٹی وی دیکھتی ہوئی شہریار کے کمبل میں لپٹی سکون سے بیٹھی تھی جب پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز سنائی، ٹی وی کا والیم سلو کرتے ہوئے اس نے جان بوجھ کر آنکھوں پر یوں بازو رکھ لیا تھا جیسے گہری نیند سو رہی ہو۔

اپنا کوٹ کاندھے پر ڈالے ایک ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا شہریار اندر داخل ہوا تو پہلی نگاہ ہی صوفے پر پڑی جو سلعیہ کی مخصوص جگہ تھی اور وہ ہر روز ریموٹ تھامے وہیں بیٹھی ملتی، مگر آج وہ وہاں نہیں تھی، شہریار کوٹ کندھے سے اتار کر صوفہ پر پھینکتا بیڈ کی طرف پلٹا تو پل بھر کو قدم بے ساختہ رکے اور نگاہیں تحیر زدہ ہوئیں، ڈیپ ریڈ کلر کا فلیپر اور اسی کلر کی کام سے مزین لانگ شرٹ پہنے قاتلانہ دلفریبی لیے گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ وجود کا کچھ حصہ کمبل کے اندر کچھ باہر آنکھوں پہ بازو رکھے وہ سو رہی تھی یا ایکٹنگ کر رہی تھی شہریار نے محض کچھ پل ہی دیکھا تھا اسے پھر اس کے قریب پڑا ریموٹ اٹھا کے والیم تیز کیا اپنا موبائل اور والٹ نکال کر بیڈ کے سائیڈ دراز پہ رکھا اور ڈریسنگ روم کا رخ کیا، چینج کر کے منہ ہاتھ دھوئے واپس اپنے کمرے میں آیا تو سلعیہ کی بیڈ پہ موجودگی اور پوزیشن ہنوز قائم تھی، خود سلعیہ بازو کے نیچے سے ذرا سی آنکھیں نیم وا رکھے اس کی حرکات و سکنات بہ غور ملاحظہ کر رہی تھی کہ وہ بیڈ کی طرف بڑھا تو دل تھم سا گیا، اگلے ہی لمحہ شہریار نے اس کی آنکھوں پہ دھرا بازو پرے کرتے ہوئے کہا تھا۔

''تمہیں ابھی تک پتا نہیں چلا کہ میں آ چکا ہوں اٹھو اور کھانا لاؤ۔''

''ملازمہ سے کہیں مجھے نیند آ رہی ہے۔'' وہ بیزار سے لہجہ میں کہہ کر کمبل چہرہ پہ ڈالنے لگی تو شہریار نے کمبل کھینچ کر پرے پھینکا تھا۔

''میں تم سے کہہ رہا ہوں دیواروں سے باتیں کرنے کا شوق نہیں ہے مجھے۔''

''میں بھی آپ سے کہہ رہی ہوں ہوا میں تیر نہیں چلا رہی۔'' وہ دوبدو بولی۔

''شوہر کو کھانا دینا بیوی کا فرض ہے نہ کہ ملازمہ کا اٹھو کھانا لاؤ۔'' شہریار نے بچوں کی طرح

بچکارا، سعدیہ کو انھوں نہ انھوں والی کشمکش کا شکار ہونا پڑا پھر جانے کیا سوچ کر باہر نکلی اور ملازمہ کو آواز دی۔

"عابدہ کہاں ہو تم کھانا لاؤ۔"

"کھانا بی بی صاحب کچھ پکا تو ہے نہیں کہاں سے لاؤں۔" ملازمہ نے مژدہ سنایا۔

"کیا مطلب پکا نہیں تم کیا اعتکاف میں بیٹھی تھیں۔" اس نے سارا غصہ اس غریب پہ انڈیلا۔

"بی بی جب آپ کی کہیں دعوت نہ ہو اور شام کا کھانا گھر پہ ہو تو شہری صاحب پکانے کو کچھ نہ کچھ منگوا کر دیتے تھے، آج نہ انہوں نے کچھ بھیجا نہ گھر میں کچھ تھا۔" وہ منمنا کر بولی۔

"اچھا تم جاؤ اپنے کوارٹر میں خود ہی بازار سے کچھ لے آئیں گے۔" وہ اسے فارغ کر کے اندر آئی۔

"ایسا کریں آپ بازار سے کچھ لے آئیں گھر میں تو کچھ پکایا نہیں ملازمہ نے۔" وہ آرام سے کہتی صوفے پر بیٹھی اور چینل سرچنگ میں مصروف ہوگئی۔

"ملازمہ نے نہیں پکایا اور تم کیا کر رہی تھیں؟" شہریار کو بے طرح غصہ آیا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" سعدیہ نے تیکھے چتونوں سے دیکھا۔

"وہ مطلب جو تم سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتیں، مائینڈ یو اب تم میری بیوی ہو اس گھر کی ذمہ داری معہ میرے کھانے کپڑے سے لے کر تمام امور تک تم پہ ہے نہ کہ تم کلی اختیار ملازمہ کو سونپ کر خود شو پیس بن کر بنی سنوری ٹی وی دیکھتی ملو۔" وہ اس قدر طنزیہ اور دوٹوک انداز میں بولا کہ سعدیہ تلملا کر رہ گئی۔

"یہ شادی محض ایک سمجھوتہ ہے میرے لئے، ایک ناپسندیدہ کام جسے بہت سی مصلحتوں اور مجبوری کی بناء پر قبول کیا تھا میں نے اس میں آگے کچھ بھی ماننے کے لئے یا کرنے کو میں آپ کے حکم کی پابند نہیں ہوں۔" وہ چیخ کر بولی۔

"مجبوری میں اور بھی بہت کچھ امر آتے ہیں کیونکہ نکاح صرف ایجاب و قبول کا مرحلہ نہیں اس رشتے کی سب سے بڑی حقیقت بیوی کے ذمہ شوہر کی خدمت ہے اور تمہیں یہ ڈیوٹی نبھانی پڑے گی۔" اس کی خفگی کو خاطر میں لائے بغیر وہ جتاتے ہوئے بولا۔

"میں اپنی زندگی صرف اپنی مرضی سے گزارنے کی عادی ہوں اور کسی کو اپنے معمولات میں دخل اندازی کی اجازت بالکل نہیں دوں گی۔" اپنے تئیں اس نے بڑا مضبوط اور بہادرانہ لہجہ اپنایا تھا مگر اگلے ہی سنٹ اس کی ساری مضبوطی اور بہادری جیسے ہوا بن کر اڑ گئی جب شہریار نے اس کا بازو سختی سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"پہلے حالات خواہ کچھ رہے ہوں اب تم صرف میری وائف ہو اور میرے گھر میں وہی کرو گی جو مجھے پسند ہے کیونکہ ہمارے مابین ایک شرعی رشتہ ہے اور شریعت بیوی کو شوہر کا پابند کرتی ہے، یہ بات مجھے دوبارہ دہرانی نہ پڑے ورنہ مجھے گھر گرہستی تم پہ لاگو کرنے کے اور بھی طریقے آتے ہیں۔" بے مہر تاثرات سرد و سپاٹ لہجہ، دھوکہ باز اور سنگدل، مکارانہ ذہنیت کا حامل شخص یہ تھا اس کا شریک سفر، شہزادیوں جیسی آن بان رکھنے والی نازک اندام سعدیہ جس کی خوش قسمتی پر سب رشک کر رہے تھے، وہ اس پل اس لمحے کیسی بے بس تھی کوئی دیکھتا آ کر اس کی آنکھیں دھندلی ہونے لگیں کیا سلوک کر رہا تھا، وہ اس کے ساتھ سعدیہ خان جو صرف اب بیوی تھی پہلے اس کی بہت اچھی دوست تھی کزن تھی جسے شہریار کسی بھی رشتے یا تعلق کے حوالے سے توجہ، مان اور عزت دینے پر تیار نہ تھا، بلکہ اپنی سنگدلانہ اور بے مہر طبیعت کے ذریعے اس کی سوچ اور ذہن کے سب زاویے شفاف طبع سے چڑ چڑے اور ملال زدہ کرنے پر تلا ہوا تھا، کیسے بکھیر رہا تھا اسے کہ سمیٹنے کی کوئی کوشش بھی مفقود تھی، مجبوری اور مصلحت کی خاطر قبول کیے گئے اس فیصلے نے اسے مہرہ بنا کر شہریار کے ہاتھوں میں تھما دیا تھا یہاں روز خود کو نئے سرے سے بکھرتے اور ریزہ ریزہ ہوتے دیکھنا تھا۔

وہ یک لخت ٹھنڈی اور خاموش ہو کر صوفے میں دھنس گئی اور شہریار نے اس پسپائی کو جانچا تھا تو اک سکون اور طمانیت آمیز پر لطف کیفیت اس پہ غالب آنے لگی اس کی سلگتی مردانہ انا کو جیسے چین اور ٹھنڈک محسوس ہوئی۔

"کیا تھی یہ زندگی سراسر ڈرامہ، دھوکہ، فراڈ اپنی ہر لحظہ توہین اور استحصال دیکھنا سہنا پھر سب کے سامنے سب اچھا ہے کا امیج برقرار رکھنا سعدیہ کے اندر کوئی رویا تھا، خاندانی تقاریب اور اپنی بیاہتا کزنز کے خالص خواتینی سوالات ہر بار ہر ملاقات پر کچھ چھیڑ چھاڑ، پوچھ تاچھ اور وہ اپنی اداسی، ناگواری، بے بسی کو ہلکی مسکراہٹ کے پردے میں چھپائے اس شخص کا بھرم رکھا کرتی تھی اس سے زیادہ اپنا اور حقیقت میں اس کو شہریار کی طرف سے نہ قربت کی نرمی و گرمی میسر تھی نہ محبت و اپنائیت کا احساس بلکہ ہر لحظہ اس کی عزت نفس کو مٹاتا مقدور بھر ہتک کرتا وہ اس پہ زندگی کتنی تنگ کر رہا تھا، وہ کیسے بتاتی کہ اکلوتی غمگسار صبا بھی ان دنوں مصروف تھی سعدیہ کے بوتیک کا سارا کام وہ دیکھ رہی تھی اور سعدیہ خود کو بے بسی کی انتہا پہ محسوس کرتی کوئی ہمدرد کندھا ڈھونڈ رہی تھی جس کے اوپر سر رکھ کر بہت سا رو سکے۔"

محبت کیش اسیری سے رہائی مانگتے رہنا
بہت آساں نہیں ہوتا جدائی مانگتے رہنا
ذرا سا عاشق کر لینا ذرا سی آنکھ بھر لینا
عوض اس کے مگر ساری خدائی مانگتے رہنا

☆☆☆

بہت اچھی ڈریسنگ نفاست سے کیا گیا ہلکا میک اپ اور فلیٹ شوز پہنتے ہوئے وہ حجاب پہنتی آئینے میں یکبارگی اپنا جائزہ لے کر مڑی تو جویریہ اور ربیعہ کو اپنے جانے کا بتا کر کچھ لمحے امی کو کھڑی دیکھتی رہی پھر اک گہرا سانس لے کر ان کے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر چوما اور بیرونی دروازہ پار کرنے لگی اسی پل شہباز لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا تھا، اریبہ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک سی لہرا گئی خوشی کی وہ فوراً اس کے آگے ہو کر بولا۔

"ارے آپی بڑے دنوں بعد دکھائی دی ہو۔"

"میں تو دنوں بعد دکھائی دے جاتی ہوں تم مہینوں بعد بھی نظر آنے سے گئے۔" اریبہ نے

ناگواری سے دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

''کیا کریں اپنے پاس ٹائم نہیں ہوتا، تم بتاؤ کدھر جا رہی ہو اتنا سج سنور کے۔'' شہباز کا لہجہ اور انداز ایسا لو دینے والا تھا کہ وہ تپ گئی۔

''بکواس مت کرو، راستے سے ہٹو، مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے۔''

''کچھ پیسے دیدو، مجھے پڑیا لینی ہے۔'' شہباز نے جیسے اس کی بات سنی نہ تھی۔

''شہباز تنگ مت کرو، میرے پاس چینج نہیں ہے۔'' وہ بمشکل تحمل سے بولی۔

''ارے بندھے دیدو، تمہارا بھائی ہوں کون سا غیر ہوں۔'' وہ گڑگڑایا۔

''بھائی ہو مگر بھائیوں جیسا احساس ذمہ داری اور غیرت مر گئی ہے تمہارے اندر سے، غیر نہیں مگر غیروں سے بدتر ہو گئے ہو اور......''

''اتنا اوکھا ہونے کی ضرورت نہیں، آرام سے پیسے نکالو ورنہ ابھی سارے محلے میں جھنڈا لگا دوں گا تمہارا، جو روز بن سنور کر یاروں سے ملنے جاتی ہو۔'' اسی پل محلے کی دو خواتین گھر کے اندر داخل ہوئیں وہ اکثر نجمہ بیگم کا پتا کرنے آتی رہتی تھیں اب بھی اسی غرض سے آئی تھیں ان کے سامنے ایسا واضح توہین آمیز فقرہ وہ بھی سگے بھائی کے منہ سے اریبہ کو جیسے یکدم شدید اہانت و اشتعال نے سرخ کر دیا اور اس نے دفعتاً ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر جڑ دیا وہ لڑکھڑا کر پرے جا گرا۔

''تمہیں ڈوب مرنا چاہیے پتا نہیں لوگ کیوں بیٹوں کی دعائیں کرتے ہیں، بیٹیوں پہ انہیں ترجیح دیتے ہیں اور تم مر جاتے نہ معاذ کی جگہ تو اچھا ہوتا کیا سہارا ہے ہمیں تمہارا، ارے بدبخت بھائی تو بہنوں کا سائبان ہوتے ہیں، تپتے سلگتے حالات میں انہیں سکون، عافیت دینے والے ایک تم ہو زمانے بھر کے آوارہ، لفنگے چور، اچھے تمہیں معلوم نہیں بہنیں کن حالات کو سہہ رہی ہیں کیسے گھر کا گزارہ ہوتا ہے، ماں کتنی بیمار اور ذہنی امراض کی کس سٹیج پر ہے ہمارے مالی حالات کیا ہیں مگر تم یہ سب کیوں سوچو گے تمہیں تو صرف اڑانے اور اجاڑنے کا ہوکا ہے باقی کوئی مرے جیئے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے تم کون سا بصارت رکھتے ہو کہ تمہیں بھوکے پیٹ کمزور وجود دکھائی دیں کون سا تمہاری سماعتیں سلامت ہیں کہ تمہیں معصوم بہنوں کی آہیں یا بوڑھی ناتواں ماں کا نوحہ سنائی دے، تم تو دیکھنے سننے، سوچنے سمجھنے کی سب حسوں سے محروم ہو بلکہ ساتھ بے غیرت بھی ہو چکے ہو...... تم جیسے اچھا مستقبل دینے کی خاطر میں نے گھر سے باہر قدم نکالے تھے نوکری کے لئے، در در کی ٹھوکریں کھائیں، اپنوں غیروں کے طعنے سنے اچھا برا سہا اور تم کیا نکلے، تم کیا لاج رکھ رہے ہو میرے تلاش رزق میں اٹھے قدموں کی خواری کی، بیچ بازار میں کنڈا کر کے میرے سر سے چادر کھینچ رہے ہو، تم بھائی نہیں زمانہ جاہلیت کے فرعونوں سے برے ہو بہت برے، تم کیوں اذیت بن گئے ہو ہمارے لئے، تم مر کیوں نہیں جاتے کیوں ہماری جان نہیں چھوڑتے......''

بے تحاشا گلا تار بولتی اس کا گریبان جھنجھوڑتی وہ اسے مارتی گئی ہانپنے لگی تو اسے زمین پر گرے ٹھوکر لگاتے بہتے آنسوؤں کے درمیان بولی تھی۔

''گھر کی ہر قیمتی شے تم اپنے نشے اور جوئے کے پیچھے بیچ چکے ہو اب سوائے ہم تین جانوں

کے یہاں کچھ نہیں رہا، اس سے پہلے کہ تمہاری بدبختی یہ نوبت ہم تک پہنچا دے، تم چلے جاؤ اس گھر کو چھوڑ کر، بخش دو ہمیں، ہماری زندگی ہماری خوشی یا اس گھر کو سکھ پہنچانے کے لئے کچھ اچھا نہیں کر سکتے تو اتنا برا تو مت کرو، میں آخر تمہاری بہن ہوں اگر اس گھر میں تڑپتی جانوں کے لئے کچھ کر رہی ہوں تو اس کو میرے لئے تہمت اور گالی مت بناؤ میرے پاؤں تو پہلے بہت لہولہان ہیں میرے راستوں پہ اور کانٹے نہ بکھیرو، میں پہلے کون سا سکھ میں ہوں، زندگی کو میرے لئے اور مشکل مت بناؤ، رحم کرو مجھ پر۔'' وہ دونوں ہاتھ باندھے زار و قطار روتی بولی تو شہباز کو زبردستی کھینچ کر جویریہ اور ربیعہ نے پرے کیا پھر اسے چپ کرانے لگیں۔

''آپی پلیز خود کو ہلکان مت کریں اٹھیں اندر چل کر منہ دھو لیں۔''

''کیوں کرتا ہے یہ ایسا کیا دیکھتا ہے، کس لئے ہمارے صبر کو آزماتا ہے۔'' وہ بے طرح سسکتے ہوئے بولی تو جویریہ نے اک گہرا سانس بھرا۔

''نشے کی عادت نے اس کی آنکھوں سے حیا اور باتوں سے لحاظ ختم کر دیا ہے، بے حیا اور بدلحاظ بندہ کچھ بھی کہہ سکتا ہے جب رشتوں کی پہچان کھو جائے تو کیا رونا کیا واویلا کرنا، چھوڑیں آپ خوامخواہ میں صبح صبح برا شگون لے بیٹھیں، آفس سے الگ لیٹ۔''

''آفس اب کیا جانا تم ایسا کرو کہ میرا موبائل لاؤ میں اپنی طبیعت خراب ہونے کا بتا کر لیٹ ہونے کا بتاتی ہوں۔'' اریبہ اٹھتی ہوئی اندرونی حصے کی جانب بڑھی۔

''برا نہ ماننا بٹی بھلے وہ نشئی یا جواری ہے، ہے تو تیرا بھائی ناں اور بھائیوں کو ایسے منہ بھر بھر کر بددعائیں نہیں دیتے کسی وقت کا کہا سنا آنکھوں کے آگے آ جاتا ہے۔'' اس کی والدہ کے پاس بیٹھی انہی عورتوں میں سے ایک بولی تو اس کے ہونٹوں پر ایک زخمی مسکراہٹ پل بھر کو جھلک دکھا کر معدوم ہو گئی۔

''خالہ قسمت جتنا برا ہمارے ساتھ کر چکی ہے اور جتنا برا کر رہی ہے اس سے زیادہ برا کیا ہو گا۔'' وہ قسمت سے شاکی لہجہ میں بولی۔

''آئے ہائے بچی ایسا نہ کہہ اللہ ناراض ہوتا ہے۔'' دوسری عورت بولی۔

''اللہ تو کب سے ناراض ہے ہم سے اور ایسا ناراض کہ ہماری سب خوشیاں، سکھ اور مسکراہٹیں لے لیں، آنسو دیئے، محرومیاں دیں، افلاس و غربت دی، ماں کو ذہنی امراض کا شکار کر دیا، بھائی کو نشئی جواری، اب زیادہ سے زیادہ کیا برا ہوگا، اللہ کے ناراض ہونے سے مر جائے گا وہ میرے کہنے سے مر جائے، زندہ ہو کے کون سا خوشیوں کے انبار لگا رہا ہے، ہمارے لئے۔'' اس کا لہجہ حد درجہ تلخ تھا۔

''اک ہی بھائی ہے باجی ایسے تو نہ کہو۔'' ربیعہ دہل کر بولی تو وہ سر جھٹکتی جویریہ سے موبائل لے کر آفس کال کرنے لگی۔

''او کے مس اریبہ آپ کی اچانک خرابی طبیعت کا عذر ہم مانتے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کو فوراً آفس پہنچنا پڑے گا کیونکہ آج بہت اہم کاروباری میٹنگ ہے پھر کمپنی کی مالک و انچارج آج خود آفس کا دورہ کریں گی آپ کا جاب پر حاضر ہونا آپ کی مستحکم پوزیشن کے لئے بہت اہم

ہے۔“

اس کے ایکسیوز کو سن کر جس قدر رسان اور شائستگی سے اگلی بات کہی گئی وہ خود کو ڈھیلی پڑتی محسوس کرنے لگی اور ڈھلے ہوئے چہرے پر ہلکا بف کر کے پھر سے تیار ہو گئی وہ آفس پہنچی تو کمپنی کا معمولی سے لے کر خاص عملہ تک تمام لوگ مستعد اور چاق و چوبند تھے، اسے پہنچے کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب کمپنی کے ایم ڈی تشریف لائے تھے، اسے پورا مہینہ ہو گیا تھا آفس آتے لیکن کمپنی کے ای ڈی سے براہ راست ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا اور برانچ منیجر بطور خاص اسے ایم ڈی سے ملوانے مین آفس لائے۔

”سر یہ سارا ڈیٹا مکمل ہے اور تمام آفیشل اور نان آفیشل، جن کمپنیز کی ڈیل ڈن ہو گی میٹنگ کے بعد تو پریزینٹیشن لیٹرز ایشو کر دیے جائیں گے۔“

فیروز نظامی صاحب تفصیلاً بولے تو ایم ڈی صاحب کمپیوٹر پہ جھکے جھکے بولے تھے۔

”ہوں آپ بیٹھیں پلیز، میں دیکھتا ہوں۔“

برانچ انچارج، فیروز نظامی صاحب نے اریبہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا پھر خود بھی بیٹھے۔

”کئی ملٹی نیشنل کمپنیز ہمارے مقابلے میں اچھی انوسٹمنٹ کرنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن یہ لانچنگ ہمارے نام ہی ہونی چاہیے۔“ مخصوص مالکانہ رعب داب سے پرسوچ میں کچھ ڈوبا سا لہجہ بھر ابھرا تھا۔

”سر آپ فکر ہی مت کریں، بزنس پوائنٹ آف ویو کے حوالہ سے آپ کی دونوں کمپنیز کی مارکیٹ ویلیو اپر لیول پر ہے پھر جن کمپنیز کے شیئرز ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، ان کا پرافٹ تخمینہ بھی زبردست ہے۔“ منیجر صاحب بولے۔

”سو تو ہے، مگر ہمارے ورکرز کی سپورٹ، محنت اور لگن نے بھی اس مقام تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔“ وہ ویب سائٹ چیک کرتے ہوئے بولے جبکہ اریبہ ان دونوں کی گفتگو سے یکسر بے نیاز اپنے الجھے ذہن کے ساتھ لگژری اسٹائل کے سجے اس شاندار آفس کو دیکھ رہی تھی جو بہت کشادہ ہونے کے ساتھ اعلیٰ معیار کے فرنیچر سے بھی آراستہ تھا، آفس کا انداز سجاوٹ و نفاست واقعی اپنے مالک کے شاہانہ مزاج و حیثیت کی گواہ تھی۔

”سر آپ کی کامیابی اور اس کی مورل سپورٹ کو اتنی انکساری سے تسلیم کرنا ہی شاید مزید کامیابیوں کی دلیل ہے۔“

”انسان ہمیشہ وہی بہترین کا حقدار رہتا ہے جو بہتر پر بنا مغرور ہوئے بنا کسی کو لیٹ ڈاؤن کیے مزید اچھے کے لئے کوشش کرتا ہے، اینی وے آپ یہ فائلز دکھائیں مما بھی کچھ دیر تک پہنچنے والی ہوں گی اور باقی شرکاء بھی یقیناً آدھ گھنٹہ تک موجود ہوں گے۔“ وہ اٹھ کر ان کی جانب بڑھے تو قدم جیسے ٹھٹک سے گئے۔

بڑی نفاست سے کیے گئے میک اپ میں نفیس سی ڈریسنگ کے ساتھ بے حد ملکوتی حسن کا احساس دلاتی دراز قد لڑکی یقیناً اس میں کچھ خاص تھا جو پہلی نظر میں دیکھنے والی نگاہوں کو پلک نہ جھپکنے دیتا اور ایک عجیب بے چین کرنے والا تاثر ابھرتا۔

”یہ؟“ انہوں نے لمحہ بھر میں ہی اپنے متاثر ہو جانے والے تاثرات چھپا کے پوچھا، تو میز کے دوسری جانب بیٹھے فیروز صاحب مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

”یہ مس اریبہ اشفاق ہیں جو ایس کے کمپنی سے مائیگریٹ ہو کر اسی ماہ ہمارے ہاں اپائنٹ ہوئی ہیں اور مس اریبہ یہ ہماری کمپنی کے منیجر ڈائریکٹر شہریار خان۔“

”اوہ یاد آیا، ان کی سی وی دکھائی تھی مما نے مجھے، ماسٹرز شاید ابھی آپ کا انڈر رزلٹ ہے اگر میں غلط نہیں تو......“ وہ اپنی سیٹ پہ بیٹھے تو اریبہ نے بمشکل جی کہا، وہ تو اتنے ہینڈسم، ڈیشنگ اور ینگ سے مالک کو دیکھ کر حقیقی معنوں میں پریشان ہو گئی، اسے رئیسانہ حیثیت کے بگڑے اور اوباش امیر زادے ہمیشہ خوف زدہ کر دیتے تھے، بظاہر اچھا نظر آنے والا یہ شخص کیسا ہو گا؟ اس کے دل میں یکدم بہت سے خدشات نے سر ابھارا تھا کہیں ایسا نہ ہو اس جاب سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں۔

”یا اللہ تو اس بندے کو میرے معاملہ میں راست ہی رکھنا۔“ اس نے چپکے سے دعا کی۔

☆☆☆

پاکستان ٹورزم اور پنجاب ٹورزم اینڈ ڈویلپمنٹ کی جانب سے انہیں ایک اچھا بہتر اور آسان ترین پیکج مل چکا تھا جس میں ان کے یہاں میڈیکل وفد کی ریسرچ و تحقیقی مصروفیات سیمینارز اور میٹنگ میں شرکت کے ساتھ سیاحت کے لئے ایسا شیڈول بنایا گیا تھا کہ وہ اپنا تھیسس ورک مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ پورے پاکستان کی سیر بھی کر سکیں، پہلے ہر ہفتہ میں چار دن ان کے کام کے حوالہ سے اہم تھے تو بقیہ تین دن سیاحت کے لئے۔

سیاحتی پیکج ان کے ورک شیڈول کو مدنظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا تھا اور ہر مقام کے حوالہ سے سعید صاحب کے علاوہ ایک مقامی گائیڈ کی سہولت بھی ان کے لئے موجود تھی تاکہ کہیں بھی کچھ خریدنے، پوچھنے یا جاننے میں زبان و بیان کی دشواری حائل نہ ہو، ان سب کو یہ پیکج اپنی سہولیات و مصروفیات کے حوالے سے بہت پسند آیا اور متفقہ طور پر اسے اوکے کر دیا گیا۔

ان کا پہلا سیمینار نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے آڈیٹوریم میں منعقد ہو رہا تھا، جس میں ان کے علاوہ کئی اور ممالک کے میڈیکل وفود بھی شرکت کر رہے تھے ان کی اس ریسرچ و تحقیق کا مرکزی موضوع چونکہ دنیا بھر میں تیزی سے پھیلتی خطرناک بیماری ہیپاٹائٹس سی اور گردوں، جگر پتہ کے امراض تھے، جن کے اسباب و وجوہات کے ساتھ، بچاؤ کے حفاظتی اقدامات اور اپنے اس سلسلے میں کیے گئے ریسرچ ورک سے خاص و عامتہ الناس کو آگاہی دینا تھا، سو ہر ملک کے مشہور تعلیمی ادارے اس ضمن میں بھرپور تعاون کر رہے تھے ان کے ساتھ پاکستان میں بھی اسلام آباد کے تعلیمی اور صحت کے ادارے کسی بھی قسم کی ردوکد کے بغیر ان کے ساتھ سیمینار آگاہی صحت و صفائی پروگرام کا ہر ممکن انعقاد یقینی بنا رہے تھے۔

نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کی طرف سرکاری سیکورٹی کے ہمراہ روانہ ہوتے ہوئے تمام لوگ خاصے پرجوش تھے عورتوں کے لباس کے متعلق انہیں اپنے قونصل خانے کی جانب سے پہلے ہی خصوصی ہدایت تھی سو سب خواتین پورے ملبوس میں تھیں، کشادہ سڑکیں، سرسبز جنگلات اور حسین ترین ولوز جدید و روایتی طرز سے مزین عمارات وہ سب متاثرانہ انداز میں اس خوبصورت

شہر کے نظاروں کو دیکھ رہے تھے اور اس کا اظہار بھی کر رہے تھے۔

''بلا شبہ اسلام آباد دنیا کے خوبصورت ترین دارالحکومتوں میں سے ایک ہے، اسلام آباد کا محل وقوع کچھ یوں ہے، مشرق میں کوٹلی ستیاں اور مری کا خوبصورت علاقہ واقع، شمال مشرق میں مری اور کہوٹہ واقع ہیں، شمال مغرب میں پائے جانے والے ملحقہ علاقہ جات میں ٹیکسلا، واہ کینٹ اور ضلع اٹک ہیں جنوب مشرق میں گجر خان، کلر سیداں، رواٹ اور مندرہ وغیرہ کے علاقہ جات کی حدیں جبکہ جنوب مغرب میں قدیم شہر راولپنڈی واقع ہے، اسلام آباد اور راولپنڈی کے درمیان ایک روڈ جسے پیرودھائی روڈ کہتے ہیں دونوں شہروں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے ان دونوں شہروں کو جڑواں شہر بھی کہا جاتا ہے جبکہ یہ شہر پنجاب کے مغرب میں صوبہ سرحد سے بھی جا ملتا ہے۔''

ان کے گائیڈ سعید صاحب بڑی روانی سے انگلش بولتے ہوئے انہیں بتا رہے تھے۔

''یہ وہ علاقہ تو نہیں ہے شوسیالوجی کے متعلق جہاں پر وسطی ایشیا سے آنے والے آریاؤں نے پڑاؤ ڈالا۔'' جیفر لوسن نے پوچھا۔

''Exetlly بلکہ اسی راستہ سے آتے ہوئے تمام حملہ آوروں نے ہندوستان کے شمالی اور شمال مغربی علاقوں پر حملہ کیا، اس شہر کے ایک کنارے پر قدیم انڈس ویلی کی تہذیب کے نشانات ہیں۔'' سعید صاحب نے تفصیلاً بتایا۔

''کیا ہم تھوڑا ٹائم نکال کر راستے میں نظر آتے مناظر براہ راست دیکھتے گزر سکتے ہیں۔'' فطری صناعیوں کی عاشق ماریا جوزف پرشوق لہجہ میں بولی۔

''یقیناً دیکھ سکتے اگر لیٹ ہو جانے کا خدشہ نہ ہوتا، واپسی کچھ جلد ہو گئی تو آپ کو راستے میں کچھ نہ کچھ دکھا دیں گے۔'' ان کے ڈرائیور کا لہجہ بھی شستہ انگریزی والا تھا۔

یونیورسٹی میں وائس چانسلر سے لے کر سٹوڈنٹس تک سب انہیں پھول تھماتے ایک خوشگوار مسکراہٹ لیے ملے ماریا کی دلچسپی کا مرکز طالبات تھیں جو جدید مغربی لباس سے لے کر جدید مشرقی پہناوے کے ساتھ حجاب و اسکارف اوڑھے بھی تھیں اور اپنے ساتھی سٹوڈنٹس سے خوش گپیوں میں بھی مصروف تھیں اور یہ یقیناً ایک جدت پسند اسلامی معاشرے کی تصویر تھی، جو اسے قدرے حیران کر رہی تھی کیونکہ یہاں اکا دکا لوگوں کو چھوڑ کر تمام لڑکے یا مرد کلین شیوڈ تھے، وہ اس سلسلے میں اپنے اندر ابھرتے سوالات و تحیر کو دور کرنا چاہتی تھی مگر سیمینار شروع ہو جانے کی وجہ سے یہ خواہش دل میں دبائے وہ ڈائس پر بولتے سکالرز، دانشوروں، محقق و عالمی ریسرچرز کو سننے لگی، طب اور اس سے وابستہ ہر قسم کا مواد اس کے لئے دلچسپی سے یکسر ناپید تھا، اسے نہ تو عجیب و غریب قسم کی بیماریوں کے متعلق جاننے کا اشتیاق تھا نہ ہی سمجھ میں نہ آنے والی احتیاطی تدابیر و علاج سے غرض تھی، لیکن یہاں بیٹھے رہنا بھی اس کی مجبوری تھی کہ بہر طور وہ اس وفد کا ایک رکن تھی اب خود وہ بھلے کسی مقصد سے آئی ہو اس کی روانگی و موجودگی اسی حیثیت سے تھی اور اس حیثیت سے تمام نہ سہی کچھ نہ کچھ تو اسے برداشت کرنا تھا، سو وہ بڑے صبر سے تمام مقررین کو سنتی رہی اور تقریب کے اختتام پر ایک اچھے میوزک پیریڈ کا اہتمام تھا کچھ جدید سنگرز جو اپنے مشہور گانے پرفارم کر رہے

تھے پھر ایک بہترین لنچ جو سہ پہر ہونے کی وجہ سے برنچ میں بدل چکا تھا، سب کو ایک تو بھوک شدید لگ رہی تھی کچھ کھانوں کا ذائقہ ایسا مزیدار اور ورائٹی اتنی خوش رنگ کہ سب نے اپنی استطاعت معدہ سے بھر کر کھایا پھر کوک مشروبات سے ہضم کرنے کی کوشش کی، ڈاکٹر نزہت جو اس سیمینار کو اٹینڈ کرنے خصوصی طور پر لاہور سے پہنچی تھیں سب کو اپنی دلچسپ باتوں اور چٹکلوں سے ہنسا رہی تھیں۔

پھر جانے سے پہل ان سب نے یونیورسٹی کو گھوم پھر کر دیکھا مرکزی لائبریری اور تمام ڈیپارٹمنٹس نایاب طرز تعمیر کا نمونہ تھے وہ یونیورسٹی سے نکلے تو آس پاس کی مساجد سے اذان عصر کی خوش الحان صدائیں سماعتوں کو عجیب سا سحر عطا کرنے لگیں۔

ماریا جوزف نے بے اختیار اپنے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کا اشارہ کیا تھا اور اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل آئی۔

اللہ اکبر ، اللہ اکبر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر
اشھد ان لا الہ الا اللہ
اشھد ان لا الہ الا اللہ
اشھد ان محمد رسول اللہ
اشھد ان محمد رسول اللہ

کس قدر حسین تھے یہ الفاظ، کتنی دلنشین پکار تھی جس کو سنتے ہوئے اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو رہا تھا کوئی مہر و محبت سے معمور چیز دل و دماغ کے بند دروازوں پر دستک دے رہی تھی، اس کا شعور ماضی کے لاشعور میں کہیں دور مگن و مدغم ہو رہا تھا۔

حی علی الصلوہ
حی علی الصلوہ
حی علی الفلاح
حی علی الفلاح

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے قدم آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے وہ بنا رکے عین سڑک کے درمیان میں چلی جا رہی تھی۔

اللہ اکبر ، اللہ اکبر
لا الہ الا اللہ

اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کی وجہ سے پوری ٹریفک ڈسٹرب ہے اور اردگرد سے کتنی گاڑیوں کے سائرن اسے خبردار کر رہے ہیں وہ تو اپنی لے میں مگن بڑھ رہی تھی کہ یکدم سے کیتھرین نے پیچھے سے آ کر اسے بری طرح جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

''You are maid . oh poor foalish girl-''

''کیا ہو رہا ہے تمہیں، پوری ٹریفک جام ہے تمہاری وجہ سے، کیوں گاڑی سے نکلی تھیں تم،

واپس چلو Lets go ۔" ماریا کا بازو دبوچتے ہوئے کیتھرین نے اسے کھینچا تو گم صم سی کیفیت میں کھڑی ماریا نے چند ثانیے اسے خالی نگاہوں سے دیکھا پھر ایک اجنبی تاثر کے ساتھ اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑاتی اسلام آباد کی اس بڑی شاہراہ کے وسط میں جا پہنچی جس کے چاروں جانب گھاس کے سبز لان اور چہار اطراف میں سڑکیں تھیں جن پر ٹریفک رواں دواں تھی شام ڈھلے چلنے والے فوارے پانی اچھالتے دلکش منظر پیش کر رہے تھے مگر اس کی توجہ کا مرکز وہ شخص تھا جو اپنی گاڑی سائیڈ پہ کھڑی کر کے جائے نماز گھاس پر بچھا رہا تھا اس پر کھڑے ہو کر ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھائے اور ناف کے اوپر باندھ لیے پھر کچھ دیر کھڑا رہا پھر دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکا سیدھا کھڑا ہوا پھر سجدے میں چلا گیا، وہ یک ٹک کھڑی اس عمل کو دیکھتی رہی یہاں تک کہ اس شخص نے عبادت ختم کی اپنا مصلیٰ اٹھایا اور چل دیا جوانی کے حسن و وجاہت سے مالا مال اس شخص چھوٹی داڑھی والے نورانی چہرے پر اسے جو ایمان و ایقان نظر آیا وہ ماریا کو مضطرب کر گیا اس نے حیرانگی سے سوچا تھا کہ شہر کے وسط میں چلتی ٹریفک کے درمیان وہ شخص کیا کر رہا تھا، اس نے سوچا کہ سڑک عبور کرتے کرتے اس نوجوان شخص کو جا لے اور پوچھے یہ کیسی عبادت ہے جو دوران سفر بھی جاری ہے، وہ کیسا خدا ہے جس کے ہونے کا احساس اتنا قوی ہے کہ انسان کو ہر حال میں اپنے سامنے راضی برضا رکھتا ہے، مگر اس کے اور اس شخص کے درمیان یکے بعد دیگرے گزرنے والی ٹریفک نے خلل ڈالا کئی منٹ بعد سڑک قدرے صاف ہوئی تو وہ شخص اور اس کی گاڑی کہیں نہ تھی، کچھ پا کر کھو دینے کا احساس اتنا شدید تھا کہ اس کی آنکھوں میں رکے آنسو ایک بار پھر پوری رفتار سے بہہ نکلے اور وہ بے جان جسم کو گھسیٹتی ڈھیلے قدموں سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگی، یہاں کھڑے وفد کے تمام اراکین اس سر پھری لڑکی کو سخت خائف اور جھلائے ہوئے انداز میں دیکھ رہے تھے۔

☆☆☆

اگر پلکیں آنسو رولنے والی ہوتیں
تو تجھے احساس ہوتا خاموش آہوں کا
اگر دل درد آشنا ہوتا
تو جان جاتے تم کہ
کیسے ہنستے ہنستے یکدم
آنکھیں کیوں بھیگ جاتی ہیں
اگر سانسیں مہر و وفا سے دوستی کرتیں
تو تم بھی جان لٹانے کی حد تک
وفادار ہوتے!

آئینے میں نظر آتا اس کا سراپا خوبصورت تھا سیاہ ساڑھی کے ساتھ سیاہ نگینوں کا بے حد خوبصورت نیکلس اس کی صراحی دار گردن میں سج کر کچھ اور بھی قیمتی اور دلکش لگ رہا تھا قیمتی آویزے جو ہلکورے لیتے رخساروں کی صباحت کو چھو رہے تھے۔
ایک کلائی میں سونے کے بھاری جڑاؤ کنگن اور دوسری میں ساڑھی کے بارڈر سے میچنگ سیاہ پہننے والی چوڑیاں، کیا کمی تھی بھلا اس میں، کتنی حسین اور مکمل لڑکی تھی وہ مگر درحقیقت ایک نامکمل عورت جسے اس کا شوہر شادی کی پہلی رات ہی انتہائی بے رغبتی سے دھتکار چکا تھا۔
اور عورت چاہے لاکھ درجہ نازک اندام و حسین ہو شوہر کی توجہ چاہت نہ ہو تو سارا حسن بے کار سارا وجود ہزار ہا دلکشی کے باوجود نامکمل اور ادھورا، جب سارا کچھ بے کار تھا تو کیا فائدہ اس ڈھونگ کا کیوں وہ محض ایک مجبوری کو نبھانے کے لئے شو پیس بنی دنیا کے سامنے اس شخص کا بھرم رکھتی پھرے۔
وہ شخص جو اسے صرف شطرنج کے مہرے کی سی حیثیت دیتا تھا وہ کیوں اس کا حکم بجالانے پر مجبور تھی اور مجبوری میں بھی بجھے دل سے سہی ہر جگہ ہر موقع اور ہر تقریب میں خود کو فریش خوش ایک بھرپور ازدواجی زندگی کا حصہ ظاہر کرتی جبر سا جبر تھا خود پہ اور جبر کی یہ صورت کتنی بدصورت تھی کوئی سنعیہ خان کے دل سے پوچھتا جو روز نئے سرے سے ٹوٹنے بکھرنے اور جڑنے کے عمل سے گزر رہی تھی۔

تھا منیر آغاز ہی سے اپنا الگ راستہ
اس کا اندازہ سفر کی رائیگانی سے ہوا

سوچوں کے درد یلے سمندر میں ڈوبتے ابھرتے، اپنے آپ کو مٹی ہوتے دیکھ کر اشتعال، دکھ، بے بسی اور مجبوری کے الاؤ میں سلگتے کتنا دل چاہا تھا سب کچھ اتار کر پھینک دے ہر چیز سے پیچھا چھڑا کر بھاگ جائے یہاں شہریار خان نہ ہو، نہ اس سے وابستہ کوئی چیز اور شاید وہ ایسا کر بھی گزرتی جو اپنی عزیز از جان دوست صبا کا خیال نہ ہوتا، صبا جس نے اپنے دو عدد بھائیوں عدیل اور راحیل کے امریکہ سے واپسی کی خوشی میں اسے دعوت پہ بلایا تھا، شہریار سے وابستہ رشتے اور تعلق کو لے کر اس کی طبیعت بھلے لاکھ مکدر ہوتی، اپنی اکلوتی دوست کی خوشی کو مدھم نہیں کر سکتی تھی، سو تیار تھی۔
شہریار بھی تیار سیاہ ڈنر سوٹ میں خوشبوؤں میں رچا بسا کی چین اٹھائے پورچ میں منتظر کھڑا تھا وہ بلاشبہ دل میں اترتی جا رہی تھی کہ بلا ارادہ ہی دیکھتے شہریار کی آنکھوں میں اس کے لئے ستائش اور پسندیدگی کی چمک لہرائی تھی یہ شاید اس کی نگاہوں کا ہی ارتکاز تھا کہ وہ جسے محسوس کر کے اپنے آپ میں سمٹ سی گئی اور خوامخواہ ہی ساڑھی کا پلو درست کرتی آگے بڑھی تو پاؤں اٹکا تھا اور وہ لڑکھڑائی تو شہریار نے بے اختیار ہی آگے بڑھ کر شانوں سے تھامتے ہوئے اس کے دلنواز سراپے کو گرنے سے بچایا تو اس کو بہ غور دیکھا سلیولیس بلاؤز کا گہرا گلا اور مرمریں دودھیا بازو قاتلانہ دلربائی لئے گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ، شہریار کے ہاتھ بے ساختہ ہی اس کے بازوؤں سے سرکتے نرم ہاتھوں تک آئے اپنے مضبوط مردانہ ہاتھوں میں وہ روئی کے گالوں جیسے بے حد ریشمی ہاتھ تھامے تو نگاہوں میں اک نامانوس سی سلگتی کیفیت در آئی، سنعیہ کو لگا ساری دنیا شہریار کی نظروں اور ہاتھوں میں در آئی ہو اور وہ ان ہاتھوں اور نگاہوں سے لمحہ بہ لمحہ پگھل رہی تھی، کیا تھا یہ اک بے مہر شخص کا بلا ارادہ لمس اور کم توجہ نظر اور اس کے دل و دماغ خوابیدہ ذہن پر شہریار کے حوالے سے لاکھ بدگمانی سہی تھا تو وہ اس کا شوہر چاہے یہ رشتہ دور کہیں کاغذوں میں لکھا رہ گیا ہو مگر ہر پل

توجہ کا متقاضی تو تھا ناں اور یہ توجہ ہی کا اثر تھا شاید کہ اس پل شہریار کی بہت پرشوق تاثر سے بجی آنکھوں نے اسے ملتفت کیا تھا، سنعیہ کا دل ہاتھ پیروں میں دھڑکنے لگا تھا۔

''اگر سنبھل کر چلنے اور ایسے لباس کو پہننے کا سلیقہ نہیں تھا تو کیا ضرورت تھی ہیروئن بننے کی، اب کیا میں ساری تقریب میں تمہیں تھام کر گرنے سے بچاتا فلمی سچوئیشن کری ایٹ کرتا رہوں گا۔'' اس کے تاثرات سے قطعاً برعکس لہجہ کھردرا اور طنزیہ تھا وہ جو اس کے ہاتھوں کے مردانہ لمس اور سحر طراز نگاہوں کے اشتیاق سے لحہ بہ لحہ پگھل رہی تھی، ایک پل میں آسمان سے زمین پہ آ گری دل جل کر خاک ہو گیا کیسا سنگدل شخص تھا لمحوں میں بے توقیر کر دینے کے فن سے آشنا، حالات اور موقع سے فائدہ اٹھا کر ہر جگہ طنز کرنا اور ٹوکنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

''اتنے ہیرو نہیں ہیں آپ کہ میں جسے رجھانے کے لئے فلمی انداز اپناؤں اگر میں نے یہ لباس پہنا ہے تو صرف اپنی پسند سے، مجھے نائیٹ فنکشنز میں یہی پہناوا اچھا لگتا ہے۔'' بمشکل اپنے لہجے کو بھیگنے سے بچاتی وہ بولی تو شہریار گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے بولا۔

''تمہیں پتہ ہے کہ یہ مخلوط فنکشن ہے حیدر صاحب مشہور بزنس مین ہیں اور پارٹی میں میرے جاننے والے بھی ہو سکتے ہیں، تمہیں یہ بیہودہ اور فضول پہناوا ہی پسند آیا پہننے کو۔''

''یوں تیار کروا کے ساتھ لے جاتے ہوئے مسلسل میری بے عزتی کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں، لے جانا نہیں چاہتے تو صاف کہہ دیں، مگر یہ روک ٹوک مت کریں۔'' نا چاہتے ہوئے بھی وہ تلخ ہو گئی اور یک لخت ہنس دیا تھا اس کی بات سے لطف لیتے ہوئے۔

''تمہیں چاہیے کسی بھی عظیم مقصد کی خاطر اس رشتے کے لئے حامی بھرنا پڑی ہو مگر اسی رشتہ کی رو سے تم دنیا کی نظر میں میری بیوی ہو، ہمارے درمیان اندرونی حالات خواہ کیسے ہی ہوں، بیڈ روم سے باہر تمہاری ہر کمی بیشی میرے ہی نام لکھی جائے گی، کیونکہ تم اس وقت اس گھر میں میری بیوی کی حیثیت سے موجود ہو اور اپنی بیوی کے لئے شہریار خان بڑا پوزیسیو ہے، ہمارے ہاں بیوی شوہر کی عزت ہوتی ہے اور اپنی عزت کو کیسے سنبھالا جاتا ہے، یہ میں بخوبی جانتا ہوں۔''

''ہاں بیوی ہوں یہی تو سب سے بڑی بے بسی اور کمزوری ہے اور تم اس کمزوری سے جی بھر کر فائدہ اٹھا رہے ہو، ورنہ سنعیہ خان کو ڈاج دینا اتنا آسان نہیں، لاکھ ہوشیار سہی تمہارے جیسے دس تو میں کھڑے کھڑے خرید سکتی ہوں۔'' وہ جیسے پھٹ پڑی تھی اور شہریار اسٹیئرنگ پہ ہاتھ رکھتے گاڑی مین گیٹ سے باہر نکالتے ہوئے ذرا سا اس کی طرف جھکا اس کی شربتی آنکھوں کی نمی دیکھتے اک طمانیت آمیز پرلطف لہجہ میں بولا۔

''میں ایک تم سے برداشت نہیں ہوتا سویٹ ہارٹ کجا کہ مجھ جیسے دس۔'' اور وہ دکھ کے حصار میں گھری بے بسی سے پلکیں جھپکاتی خود کو باہر دوڑتے بھاگتے مناظر میں گم کرنے لگی، بقیہ راستہ اسی سرد سی خاموشی میں کٹا تھا اگرچہ شہریار نے میوزک پلیئر پہ لیڈی گاگا کا لگا رکھا تھا مگر اس کے جلتے دل اور مٹی ہوتے جذبات کو اس سے کیا فرق پڑتا تھا اندر کا موسم اچھا نہ ہو تو باہر خواہ کیسی دلکشی ہو سب برا لگتا ہے۔

اور پھر زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائے خود کو ایک خوش باش مطمئن میرڈ لائف گزارتی سب کے درمیان رلجہ اندر بنا کھڑا وہ شخص کتنا پر اعتماد تھا کیسے اسے جلا سلگا رہا تھا ہر ایک جانی انجانی لڑکی کو ہلکی توجہ بھری مسکراہٹ سے نوازتا اسے صاف نظر انداز کر گیا تھا، سنعیہ کو اس بھری محفل میں یوں اکیلی خود کو محسوس کر کے سراسر اپنی تضحیک کا احساس ہو رہا تھا، اس کا جی چاہا تھا سب چھوڑ چھاڑ گھر بھاگ جائے، شہریار مصروفیت کے باوجود اس کے تیور بھانپ رہا تھا اسی پل قریب آ کر دھیمے مگر تحکمانہ لہجے میں بولا تھا۔

''اس رشتے کے تقاضے اور رسم دنیا اگر میں نبھا سکتا ہوں تو تم بھی آؤ، یہاں میرے سرکل کے لوگ، فرینڈز موجود ہیں اپنی بیویوں کے ساتھ، سب سے ملو۔''

شادی کے بعد اس کی بیوی کی حیثیت سے اس کے سرکل میں مکس گیدرنگ کا اٹینڈ کرنا پہلا موقع تھا، سو سلیولیس بلاؤز کے ساتھ ساڑھی پہننے کے فیصلے پر نادم ہوتی فطری جھجک سے اٹک کر چلتی وہ اس کے قدموں سے قدم ملاتی علیک سلیک کرنے لگی، بلاشبہ ان کا کپل شاندار تھا اور سب کی نظریں انہیں سراہ رہی تھیں۔

''ہیلو یار! تم تو عید کے چاند ہو گئے ایک شہر میں رہ کر مہینوں ملتے نہیں۔'' بہت پرجوش انداز میں بولتے ہوئے کوئی شہریار سے گلے ملا تھا، سنعیہ نے کچھ متجسس ہو کر گردن کو موڑا تو ٹھٹک سی گئی۔

(باقی اگلے ماہ)

ماہنامہ حنا 2012 مارچ

فوزیہ غزل

پچیسویں قسط کا خلاصہ

شادی کے بعد شہر یار کا روڈ انداز، سعیہ کو گھر گرہستی سیکھنے پر مجبور کرنا وہ پریشان ہو کر شائستہ بیگم سے احتجاج کرتی ہے تو اس کے احتجاج کو خاطر میں لائے بغیر وہ شہر یار کی حمایت کرتی ہیں۔

اریبہ خان ایڈورٹائزنگ کمپنی میں ملازمت پہ ایڈجسٹ ہونے کے ساتھ اپنی ماں کے فکر مند ڈاکٹرز سے رابطوں میں ہے عشائیہ میں ڈاکٹر نزہت سے ملنا ماریا کو تحیر آمیز استعجاب و خوشی عطا کرتا ہے اور اس کا وقت ان کے ساتھ بہت خوشگوار گزرتا ہے۔

کمپنی کی میٹنگ سے کچھ دیر قبل اریبہ کی ملاقات ایم ڈی شہر یار خان سے ہوتی ہے۔

اپنے وفد کے ہمراہ ایک سیمینار سے واپسی پہ اذان کی صدائیں ماریا کو بے خود کر دیتی ہے اور وہ گاڑی سے نکل کر رواں ٹریفک میں اس پکار کو سنتی آگے بڑھتی جاتی ہے۔

شہر یار سے بدگمانی، ٹینشن کے باوجود سعیہ خود کو سمجھوتہ کی راہ پہ چلنے پر مجبور پاتی ہے اور صبا کے گھر ایک ملس گیدرنگ میں نا چاہتے ہوئے بھی جانے پر تیار ہو جاتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

چھبیسویں قسط

www.paksociety.com

بزنس میٹنگ ان کی توقع سے بڑھ کر کامیاب رہی تھی ویسے بھی خان انڈسٹریز کمپنیز کی ہر فرم اپنی جگہ متاثر کن ریپوٹیشن رکھتی تھی، خاص کر ایڈورٹائزنگ کمپنی کی ہر ایڈ، کمرشل پروگرامز یا ماڈلنگ شوز، کیٹ واک ایگزیبیشن کے ہر پہلو کی پریزینٹیشن کا انداز اتنا زبردست تھا کہ انٹرنیشنل میڈیا مارکیٹ کے ایونٹ پر انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا کچھ ہاتھ اس کی ساکھ و ذمہ دارانہ رویے سے بھی بڑھ کر شہریار خان کی پرسنیلٹی اور سحر انگیز شخصیت کا بھی تھا کہ وہ اپنے قد کاٹھ مردانہ وجاہت دلکشی کی وجہ سے خود کسی ماڈل یا ہیرو سے کم نہ لگتا اوپر سے رئیسانہ حیثیت، انداز گفتگو اتنا متاثر کن کہ اگلا بندہ فوراً قائل ہو جاتا، بلاشبہ پاکستان بزنس کمیونٹی میں شہریار کا نام ایک بزنس ٹائیکون کی حیثیت رکھتا تھا، اسی لئے ماہ بہار کے سب سے بڑے ساؤتھ ایشین ایونٹ ود کلچرو ماڈلنگ ایگزیبیشن کا کنٹریکٹ انہیں مل چکا تھا اور ظاہر تھا یہ ایک بڑی کامیابی تھی جسے شائستہ بیگم کے بعد انہوں نے اپنی فرم کے تمام نمائندہ اراکین وعام ملازمین تک کے لئے ان کی ماہانہ تنخواہوں میں دس فیصد اضافہ کے ساتھ ایک لنچ پارٹی کا اہتمام آواری میں کیا تھا کیونکہ ان کے خیال میں ورکرز میں بیشتر ایسے لوگ تھے جو اپنے گھر بیوی بچوں کی وجہ سے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکتے سہولت کے اعتبار سے انہوں نے ڈے پارٹی کا اعلان کیا جو ویک اینڈ پہ تھی، آفس سے چلتے سے انہوں نے اریبہ کی بھی خصوصی تعریف کی کہ جس نے بہت کم عرصہ میں اس ایڈورٹائزنگ کمپنی میں اپنے پروفیشنل رویے، اخلاق و ذمہ دارانہ طبیعت کے باعث اچھا کام کیا۔

''ماما میرا تو خیال ہے انہیں ماڈلنگ کرنا چاہیے بائے فیس بہت فریش اور چارمنگ ہیں۔''
شہریار نے اریبہ کو دیکھتے ہوئے کمنٹ پاس کیا۔

''ہاں اور یہ بات میں نے اسے دیکھ کر پہلے روز ہی کہی تھی مگر یہ صرف جاب میں دلچسپی رکھتی ہے اگرچہ ایسا ملکوتی حسن اسکرین پر آجائے تو لالی ووڈ سے بالی ووڈ تک تہلکہ مچ جائے کم از کم ہر دیکھنے والا پہلی نظر میں تو دنگ رہ جاتا ہے کہ ہم باہر سے ماڈلز سلیکٹ کرتے ہیں جبکہ ہمارے سامنے ایسا ہیرا موجود ہے۔'' بیگم شائستہ کھلے دل سے اسے سراہتے ہوئے بولیں تو اریبہ کو بے وجہ سی شرمندگی نے آگھیرا، حالانکہ یہ توصیفی الفاظ وتعریفی کلمات وہ اپنے لئے سن بلوغت سے سنتی آ رہی تھی اور اس کی ذہانت و تعلیمی پوزیشنز سے زیادہ اسے سکول کالج اور یونیورسٹی میں اپنی شخصی خوبصورتی کی پذیرائی ملتی اور وہ اپنی نصابی وغیر نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ڈرامیٹک سوسائٹی کے سالانہ ایونٹس میں اپنی اداکاری کے جوہر دکھا کر جو تھوڑا شوق تھا اس کی تسکین کر لیتی مگر بائے پروفیشن اس فیلڈ کو چننے کا رسک وہ کبھی نہیں لے سکتی تھی محلے میں رہنا دشوار تو پہلے تھا آتے جاتے نت نئی باتیں اور من گھڑت افسانے اس سے منسوب ومشہور ہر جاتے وہاج الگ کبیدہ خاطر تھا، خالہ لوگ بھی اس کی ان دیکھی آزاد خیالی کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہتے سنتے رہتے، محض شوق ہی شوق میں بھی وہ ایک آدھ ایڈ کر لیتی تو خاندان میں تو جو طوفان اٹھتا سو اٹھتا شہر کی دیواروں پہ اس کی آوارہ مزاجی کے اشتہار لگ جاتے۔

''شہریار ٹھیک کہتا ہے اریبہ تمہیں ایک دفعہ اس فیلڈ کو جوائن کرنے کا سوچنا چاہیے ہو سکتا ہے تمہارے ذریعے ہی ہماری فیشن انڈسٹری کو مزید اب اسٹینس مل جائے۔'' شائستہ بیگم اس کے سر ہو

چکی تھیں۔

''آئم سوری میڈم میری فیملی، میرا خاندان، برادری مجھے ہرگز اجازت نہیں دے گی میرے اگر کچھ پرابلمز نہ ہوتے تو شاید میں جاب کرنے کے لئے بھی قدم نہ اٹھاتی۔'' وہ دھیرے سے مگر مضبوط لہجہ میں بولی۔

''یہ خاندان، برادری سب فراڈ ہے نفسانفسی کی دوڑ میں کوئی کسی کو سکھ سے جیتے اور چین سے کھاتے نہیں دیکھ سکتا، رشتے تو ہیں ہی کچی ڈور سے بندھے ذرا سا جھٹکا لگا اور ٹوٹ گئے، بات صرف وقت اور بخت کی ہے یہ اپنے ہاتھ میں ہو تو زمانہ بن بلائے دم ہلاتا پیچھے آتا ہے، تم بھی سب کو چھوڑ کر اپنے لئے سوچو اگر ذرا سی محنت اور کوشش کرو تو نہ صرف مقام و حیثیت، دولت و ثروت سب پا سکتی ہو سوچنا ضرور۔'' اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر لمحہ بھر کو اسے مسکرا کر دیکھتی شائستہ بیگم خان ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے شاندار آفس روم سے نکلیں تو شہریار خان بھی ان کے ہمراہ چلے گئے، اس جگہ تقرری کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ شائستہ بیگم نے بطور خاص اس کے ساتھ اتنی باتیں کیں اس کے حالات، شخصیت یا کام کو لے کر ورنہ وہ اپنے مخصوص اپر کلاس موڈ کے تابع یوں کسی نچلے درجہ کے ملازم سے بات برائے کام ہی کرتیں۔

''میں عام سے کپڑے پہننے والی گزارے لائق فیشن کرنے والی، ہمہ وقت حجاب یا اسکارف اوڑھے رکھنے والی اریبہ اشفاق کیا اس آفر کو قبول کرنے کا رسک لے سکتی ہوں۔''

''نہیں کبھی نہیں، یہ رسک صرف میری بدنامی کا باعث نہیں بنے گا بلکہ میری بہنوں کی زندگیوں کو بھی خارزار پر گھسیٹ دے گا اور بہت سی زندگیوں کو تباہ ہونے سے بچانے کے لئے بہتر یہی ہے کہ میں اکیلے ہی جیسے تیسے حالات چلتے ہیں چلاؤں اور بچی کھچی عزت کو سنبھال لوں۔'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر سر اٹھایا اور گھر واپسی کی راہ لی۔

ای کا حال ہنوز تھا جویریہ اور ربیعہ گھر داری، پڑھائی یا امی کی مصروفیت میں الجھی ملتیں، ثمن اور ہما کا رشتہ طے ہو چکا تھا ازلہ ایک بچے کی ماں بن چکی تھی خالہ نے دو منٹ کی کال کھڑکا کے انہیں شادی میں شرکت کا مژدہ سناتے ہوئے کہا تھا۔

''ماں تمہاری ٹھیک نہیں رہتی اسے چھوڑ کر آنا تم بہنوں کے لئے مشکل ہوگا پھر حالات بھی تمہارے ایسے ہیں کہ اچھا اوڑھنا پہنا عرصہ ہوا، ثمن ہما کے سسرالی بہت بڑے لوگ ہیں ہم نے شادی کا فنکشن شہر کے سب سے بڑے اور مہنگے میرج ہال میں رکھا ہے، بہت مہنگے نہ سہی مگر اچھے کپڑے تو ہوں خیر تم ثمن ہما کے پرانے کپڑے لے جانا مہنگے اور نئے ایک دو بار کے پہنے ہیں اگر آنا چاہو تو ورنہ نائیٹ فنکشن ہے کہیں دو، تین بجے ختم ہوگا اس ٹائم تم گھر واپس کیسے جاؤ گی، خیر یہ تمہارا مسئلہ ہے میں نے تو تم لوگوں پہ بوجھ ڈالنا مناسب نہیں سمجھا تھا اس لئے بتا دیا یہ نہ کہو گی خالہ ہو کر ایک شہر میں رہتے بلایا بھی نہیں، آج کل تو بلانے کا رواج بھی نہیں رہا مگر ہم میں وضع داری ہے ابھی خون سفید نہیں ہوا۔''

''خالہ آپ نے ناحق زحمت کی بتانے کی بھی آرام سے بیٹیاں رخصت کر دیتیں، ہمیں بھی پتا چل جاتا۔'' جویریہ نے ان کے بلانے اور نہ آنے کے سینکڑوں جواز پیش کرنے پر اپنا اشتعال

بڑے ٹھنڈے لہجہ میں سمو کر پھینکا۔

''آئے ہائے لڑکی میں تو تمہاری ماں کے خیال سے کہہ رہی ہوں تم منہ کو آ رہی ہو، اب اتنے مہنگے ہوٹل میں سگی خالہ زاد کی رخصتی میں کیا بالکل سر جھاڑ منہ پہاڑ خالی خولی چلی آؤ گی، آخر ہماری بھی کوئی عزت ہے اتنے امیر لوگوں میں سب دلہا دلہن کو مہنگے گفٹ اور بھاری سلامیاں دیں گے تم کیا مرغ چونگی کے انڈے سے کچھ لاؤ گی۔''

''واقعی خالہ ہمارا آنا اور پھر خالی ہاتھ آنا اتنا ضروری نہیں جتنا آپ کا نو دولتیوں والا اوچھا مقام و عزت بحال رہنا اہم ہے سو آپ ہماری مفلسی کی فکر چھوڑ کر اپنی امارت بحال رکھیں اللہ حافظ۔'' جویریہ نے بات ختم کرتے ہوئے موبائل آف کیا اور انہیں تفصیل سنانے لگی۔

''ارے رشتے ہوگئے ڈیٹ فکس ہوگئی اگلے ہفتے شادی ہے اور ہمیں اب بتایا جا رہا ہے وہ بھی ایسے کہ خود ہی ہمارے نہ آنے کے ریزن پیش کر رہی ہیں، اتنے قریبی رشتے اور ایسا انداز، کتنی بے مول زندگی ہے ان کی نظر میں ہماری، لاکھ وقت بدلے، حالات ڈھلیں، ظاہر کچھ سے کچھ ہو جائے مگر دل اتنا تو نہیں بدلتا کہ سگی بہن سگی بھانجیوں کو یوں بلاوا دینا۔'' اریبہ دکھ و تاسف سے بولی۔

''سچ کہتے ہیں کہ قسمت سے ملنے والے دکھ اتنا نہیں رلاتے جتنا اپنوں کے بدلنے کا صدمہ رلاتا ہے اور ہمارے دکھ درد تو عرصہ ہوا وہ سمجھنا چھوڑ چکی ہیں تو گلہ کیسا؟'' جویریہ نے تاسف سے سر جھٹکا اور اریبہ سے آفس ہونے والی میٹنگ کا پوچھنے لگی، اریبہ بھی موجودہ صورتحال سے کچھ دیر پیچھا چھڑانے کو اپنے آپ کو اور موضوع میں گم کرنے لگی۔

☆☆☆

تعلق تو ایک سادہ لفظ ہے
پھر جو بھی ہے وہ نباہ میں ہے
کب سے میں نے پلک نہیں جھپکی
کوئی امجد میری نگاہ میں ہے

شعور و آگہی کے دریچوں پہ خائف سی دستک دیتا ایک لمحہ تھا جو پل بھر کو اس کے دل و دماغ کے ویران کونوں کو دیکھتا پلٹ گیا اور وہ اسی لمحے کی قید میں تھی چپ چاپ کچھ نہ بولتی نہ کہتی نہ سنتی ایک سناٹے میں کیتھرین کو اس پہ بے تحاشا غصہ تھا مگر غصہ نکالنے کا یہ وقت موقع اور جگہ مناسب نہ تھے خود کو بمشکل صبر کے گھونٹ پلاتی ہوٹل تک کا راستہ خاموشی سے کاٹا تھا یہاں تک کہ ان کے ڈرائیور اور گائیڈ نے کچھ گھومنے پھرنے کا پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے واپسی کی استدعا کی تھی، اپنے مختص کردہ کمرے میں آتے ہی اس نے کافی غصیلے انداز میں کہا تھا۔

''یہ کیا حرکت کی تھی تم نے بلاوجہ بنا سوچے سمجھے بیچ چوراہے میں کھڑی رہیں تمہیں پتا ہے ہم سب کو کتنی شرمندگی نے آ گھیرا تھا، یہ دیکھ کر کہ تمہاری وجہ سے کتنے لوگ تھے جو پریشانی اور کوفت کا شکار ہو رہے تھے، ان میں سے کچھ ایسے ہونگے جنہیں جلد از جلد کہیں پہنچنا ہوگا کچھ ایمرجنسی کا شکار ہونگے پھر گھر پہنچنے کی عجلت میں اور تم......'' کیتھرین ذرا رکی چند ثانیے لب بھینچ کر اسے ناگوار نگاہوں سے دیکھا پھر بولی۔

''تمہیں کسی کی پریشانی کا احساس تھا نہ اپنا ہوش یہ وہ غیر اخلاقی حرکت تھی جو تم نے ایک غیر ملک میں کی اور پھر تم معذرت خواہ بھی نہیں ہوئیں، اچھی بھلی روٹین لائف گزارتے تم کیوں اپنے آپ کو اور دوسروں کو پریشان کرنے لگتی ہو۔'' کیتھرین کا لہجہ آخر میں روہانسا ہو گیا، ماریا نے کچھ سوچتے ہوئے اسے دیکھا بولی نہیں۔

''دیکھو ماریا اگر کوئی الجھن یا پریشانی ہے تو کہہ دو اس سے زندگی آسان ہوتی ہے تمہارے پسندیدہ فلسفی اور دانشور والٹیئر کا کہنا ہے کہ۔''

''جن کی زندگی کے نصب العین، مقصد اور مدعا گمشدہ رہتے ہیں وہ اشخاص تذبذب کا شکار ہوتے ہیں اور تذبذب کردار کی نفسیاتی کمزوری کا سب سے کمزور پہلو ہے۔'' ماریا نے شش و پنج کی کیفیت سے نکلتے ہوئے اسے پھر دیکھا۔

''کیتھی یہ پل وہ لمحہ میرے لاشعور میں دفن ماضی کا ایک دروازہ تھا جو میرے شعور پہ دستک دے کر گزر گیا میں اس لمحے کے تعاقب میں لپکی تھی کہ شاید شناخت کا کوئی پہلو میرے وجود کو ایک علامت دے دے نصب العین مقصد اور یقین کو پانے کی مگر میرا ہاتھ اسے لگا ہی نہیں۔'' ماریا کا لہجہ بھرا رہا تھا بولتے ہوئے۔

''کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔''

''تم نے وہ آواز سنی تھی جب میں نے گاڑی رکوادی تھی۔''

''سنی تھی مگر اس آواز میں ایسا خاص کچھ نہیں تھا جس پر انسان اتنا بے خود ہو کر بیچ سڑک میں یوں چلنا شروع کر دے کہ ساری ٹریفک جام کر دے۔'' کیتھی جھلا کر بولی۔

''خاص واقعی نہیں تھا بلکہ کچھ خاص الخاص تھا اتنا خاص کہ جس سے میری گزرے ایام کی ہر بے ربط سوچ ہر عمل جڑا ہے میرا اشتعال، میرا غصہ، میرا چڑچڑا پن، میرے فہم و شعور کا ادراک وہ سب اس پکار سے جڑا ہے۔'' وہ جیسے کسی خواب کے عالم میں بول رہی تھی، کیتھی نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

''تم کیا کہہ رہی ہو، مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا، شاید تم فرسٹریشن کا شکار ہو رہی ہو۔''

''کیتھی ہمارے معاشرے ہمارے مذہب میں خوابوں کی بہت اہمیت ہے اسی طرح خوابوں کی تعبیر کو بھی بڑا مقام حاصل ہے تم سمجھتی ہو ناں، خواب ہمارے لئے کتنی اہمیت رکھتے ہیں۔'' اس کے الفاظ و لہجہ خوابناک تھا۔

''کم آن ماریا، میرا خیال ہے تم اچھے موڈ میں نہیں ہو بہتر ہوگا تم ایک پر سکون اور بھرپور نیند لے لو تو اس کیفیت سے نکل آؤ گی۔'' کیتھی اب کے بیزار لہجہ میں بولی۔

''وہ یاد وہ لمحہ جو میرے لاشعور میں پیوست تھا اور جس نے اپنی حالیہ جھلک سے میرا موجودہ شعور جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اس کا ادراک پائے بغیر تم سمجھتی ہو مجھے نیند آئے گی۔'' اس کی عجیب و غریب لایعنی باتوں کو کیتھی بالکل سمجھ نہ پا رہی تھی وہ اس وقت شدید بے بسی اور بیچارگی سے اپنے سامنے بیٹھی حسین لڑکی کو Psycho nero inunuuology کا شکار ہوتے دیکھ رہی تھی جو اپنی ذہنی حالت کے باعث ایک بار پھر Stress کا شکار ہو رہی تھی شاید اور کیتھرین اس کی واحد

ہمدرد، ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے اس کی بے سروپا باتوں کو تحمل سے سننے پر مجبور تھی۔

''میں نے تمہیں بتایا تھا ناں کہ سکول ایج میں میری سکول وین ایک ایسے علاقے سے گزرتی تھی یہاں زیادہ تر مسلم کمیونٹی کے لوگ آباد تھے اور یہ پکار مجھے واپسی پہ اکثر سنائی دیتی تھی، میں اس خوش کن پکار کو بڑی توجہ سے سنا کرتی تھی جس کے الفاظ و بیان سے اجنبیت کے باوجود مجھے گہری انسیت محسوس ہوئی تھی اور پھر جب شعور میں قدم رکھا تو میری نیندوں میں ڈراؤنے عجیب وغریب خوابوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ان خوابوں کے ساتھ ہی میرے صدر روحانی و مذہبی حوالے سے بے کلی بے زاری اور بے اعتنائی بھی بڑھتی گئی، میں جب بھی کوئی ڈراؤنا خواب دیکھتی اس کے اینڈ پہ مجھ ہمیشہ یہی پکار سنائی دیتی تھی، یہ پکار اپنے اندر کیا اسرار، بھید رکھتی ہے اس کی اجنبی زبان کے الفاظ کیا معانی، مطالب رکھتے ہیں مجھے نہیں معلوم مگر مجھے یقین ہے میری بے چینی، میرے اضطراب کا کوئی نہ کوئی سرا اس سے جڑا ہے، میری گمشدہ شناخت اور تلاش کا کوئی نہ کوئی پہلو اس سے وابستہ ضرور ہے ورنہ آج بھی اتنے برسوں بعد یوں اتنی مصروف شاہراہ کے بیچوں بیچ میں اسے سننے کے لئے مست و بے خود ہو کر نہ بھاگتی۔''

کیتھرین جو پہلے غائب الدماغی کے عالم میں تھی اب اس کے پورے حواس الرٹ ہو چکے تھے اور وہ حیرت تعجب بے یقینی کے تاثرات لئے اسے ساکت دیکھے جا رہی تھی، صرف وہ نہیں روم میں کچھ دیر قبل داخل ہونے والی اینجلا مارشل اور جنیفر لوسن بھی کچھ انہی تاثرات کو لئے اس کی طرف متوجہ تھیں۔

''میں نے عسائیت سے بیزار ہو کر عیسائیت کے تمام فرقوں اور شاخوں کو پرکھا جین مت یہودیت، ہندو مت، بدھ مت، کی تعلیمات و علوم جانچے تو ہر جگہ میں، میں نے ان الفاظ، بیان اس سے وارد ہونے والی کیفیات کو پانے کی اک غیر شعوری کوشش کی تھی بچپن میں بھی بارہا ایسا ہوا تھا کہ گرجے میں عبادت کرتے ہوئے میرے دل میں تمنا جاگتی کاش مجھے ویسا ایمان، ایقان نصیب ہو جائے جیسا مسلم کمیونٹی کے لوگوں کے چہروں پر نظر آتا تھا اور مسجد کے پاس سے گزرتے ہوئے اکثر میرا دل چاہتا کہ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ عبادت میں شامل ہو جاؤں۔'' اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی جبکہ اس کے سامنے بیٹھی تینوں عورتیں اب تک سن تھیں، ان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہاں کیا کہیں۔

''لیکن میں چاہ کر بھی ایسا کچھ نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اسلام کے متعلق جو لٹریچر میں نے پڑھا تھا اس نے میرے ذہن میں کئی قسم کے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے تھے اور میرے ذہن میں زمانہ وسطی کے صلیبی جنگجوؤں کی طرح کے متشدد مسلمانوں کی تصویر مرتسم ہوئی، جنہوں نے سادہ لوح خانہ بدوش اور کسانوں کے خون پسینے کے بل بوتے پر سلطنتیں قائم کیں۔''

''ماریا یہ سو فیصد حقیقت ہے اس میں رتی بھر جھوٹ نہیں مسلمانوں نے واقعی جنگ و جدل اور بہیمانہ قتال و خون کے ذریعے دنیا میں تسلط جمایا۔'' اینجلا مارشل نے یہاں پہ بولنا ضروری سمجھا۔

''اور میں یہی پرکھنا چاہتی ہوں اس میں سچ کتنا حاوی ہے جھوٹ کتنا، اتنا تو میں جان چکی ہوں کہ خود کو سنائی دی جانے والی اس اجنبی پکار سے میرا کچھ نہ کچھ تعلق ہے اور یہ پکار مجھے اتنے

سالوں بعد ایک مسلم ملک میں ہی سنائی دی ہے تو اس کا تعلق اپنی، اپنے خوابوں کے لے کر زندگی تک میں پرکھنا چاہتی ہوں۔''

''ماریا تم بغیر سوچ و بچار کے فوری اور عجلت میں فیصلے کرنے کی عادی ہو اور یہ ناقص ذہن کی نشانی ہے۔'' کیتھرین کا بھی سکتہ ٹوٹا تھا۔

''میں کچھ نہیں جانتی سوائے اس کے کہ دنیا میں سب سے قیمتی چیز وقت ہے اور میرا وقت پہلے ہی بہت ضائع ہو چکا ہے اور اگر میں مزید اسے ضائع کروں گی تو بے نام و نشان ہو جاؤں گی اور بے نام و نشان بے مذہب و عقیدہ مر کر میں اپنی مغفرت نہیں گنوانا چاہتی، مجھ سے وقت کہہ رہا ہے، میں تمہارے ہاتھ میں ہوں، مجھ سے جتنا زیادہ زاد راہ لے سکتے ہو لے لو، میں پھر کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گی۔'' وہ جذباتی ہو کر بولی، تو کیتھرین اسے دیکھ کر متاسفانہ انداز میں ہونٹ کاٹنے لگی۔

☆☆☆

اس کا ملال کیا جو نہیں اختیار میں
اتنا بھی کیا کم ہے کہ وہ اپنا لگا مجھے
وحشت نہیں اسے یا میرے پاؤں کی طلب
اس کی طرف ہی لے گیا ہر راستہ مجھے

احساس معمولی ہو یا بڑا اہم تو تب ہے کہ جب دل کو چھو جائے اور ذہن کو پکڑ لے اور اس شاندار سے شخص سے پہلی ملاقات میں ہی کوئی غیر معمولی احساس دل و ذہن کو جکڑ چکا تھا شاید اس کی ہائی فائی کوالیفکیشن اس کا اکیڈمک ہائپر ہونا، اس کی مجبوری حالات کچھ بھی تھا وہ اس کے لئے نیک دلی سے کچھ اچھا کرنے کی کوشش میں لگی بھی بعد میں گھر بھیجی ہو آئی اور پھر اپنے شہریار کے سلسلے میں الجھی سب بھلا بیٹھی آج یوں اچانک اسے سامنے پا کر وہ تحیر و خوشی کے بے ساختہ تاثرات لئے ٹھٹک گئی۔

''سعیہ میٹ مائی فرینڈ وہاج حسن اور وہاج مائی وائف سعیہ شہریار خان۔'' رسمی کلمات کے تبادلے کے بعد وہ تعارف کرواتے ہوئے سعیہ کی طرف مڑا۔

''السلام علیکم نائس ٹو میٹ تو، آپ کی شادی میں مجھے کچھ اہم کام پڑ گیا تھا اور میں بہت عجلت میں صرف چند منٹ کے لئے آیا تھا ورنہ ملاقات ہو جاتی۔'' پچھلی کسی بھی شناسائی کا حوالہ دیے بنا وہ شائستگی سے بولا تو سعیہ بھی ہلکے سے مسکرا دی۔

''اور تم بتاؤ کیا احوال ہیں محبت کو پا کر۔'' وہ ذرا دبے لہجہ میں شہریار کے قریب ہو کر بولا، تو ایک بھرپور قہقہہ شہریار نے لگایا تھا۔

''کم آن یار محبت کو ابھی پایا کب ہے اور پالیں تو کشش مٹ جاتی ہے۔''

''کیا مطلب یار! اتنے لکی ہو تم کہ جسے چاہا پا لیا پھر سعیہ جیسی شریک سفر کو پا کر زندگی کی کشش یا طلب مٹی نہیں بڑھتی ہے۔'' وہ ہنس دیا تھا اپنے دل میں ہوکتے درد کو دبا کر۔

''ایک دوسرے کا ہو جانا ہی محبت کی معراج نہیں۔''

''یعنی ابھی عشق کے امتحان کے اور بھی ہیں ویل سیڈ۔'' وہ دونوں آپسی گفتگو میں پاس کھڑی سعیہ کا وجود بالکل فراموش کر چکے تھے۔

اسے اپنا آپ عجیب سا لگنے لگا ایسی محفل کہ جس میں سب لوگ ہنسی مذاق اور خوش گپیوں میں مصروف تھے مما اور نزہت آنٹی اپنی ملنے جلنے والیوں میں صبا سسرالی رشتوں میں الجھی تھی اور اگر اسے اتنے لوگوں کا خیال نہ ہوتا تو صبا کے گلے لگ کر کم از کم دل کا بوجھ ہی ہلکا کر لیتی، ارد گرد سے اکتا کر وہ پھر انہی دونوں کی جانب متوجہ ہو گئی۔

''بس یار زندگی ویسی نہیں جیسی سوچی تھی محبت جس کے اپنا ہونے کی خوشی اک حصار میں قید رکھتی ہے وہ نہیں نکلی جیسے بہت ٹوٹ کر چاہا تھا وہ شاید میری نہیں تھی اور اسے مسلسل اپنا سمجھے جانا میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی، میں ان بھول بھلیوں سے نکل کر اپنی زندگی پرسکون کرنا چاہتا ہوں۔'' وہاج حسن کا لہجہ بڑا تھکا تھکا تھا۔

''کمال ہے میرے سامنے تو تم اپنی طوفانی محبت کے اتنے رونے رویا کرتے تھے اور وہ تمہاری لور بھی بہت سنیسئر تھی تم سے۔'' شہریار حیرت سے بولا۔

''چھوڑو یار لیو یہ ٹاپک اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔'' وہ ان دونوں کو چھوڑ کر صبا کی طرف بڑھی جو اسے اکیلی نظر آئی۔

''آ تم سوری سوئٹو میں چاہنے کے باوجود تمہیں کمپنی نہیں دے پا رہی پھپھو لوگ بھی آئے ہوئے ہیں ناں تو بس، خیر تم ادھر آؤ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔'' صبا اس کا ہاتھ تھامے ایک قدرے الگ تھلگ کونے میں لے آئی۔

''سعیہ تم میری جان خوش تو ہو ناں۔'' صبا نے اس کی بجھی بجھی آنکھوں میں جھانکا۔

خوش، اس لفظ کا تو مفہوم بھی بھول چکا تھا اسے، وہ تو ایک جھوٹی زندگی گزار رہی تھی جس کے شب و روز ان دیکھی رواداریوں مصلحتوں میں گندھے ہوئے تھے ایک کال کوٹھری میں قید نا کردہ گناہ کی سزاوار جس نے اپنے ہاتھوں اپنی زندگی، خوشیوں کو گروی رکھ کر سودا کیا تھا پریشانیوں کا اور پریشانیوں میں گھرا انسان خوشی کو کب کہاں، کیسے محسوس کر سکتا ہے جبکہ دل کا اضطراب گھٹتا ہو نہ آنسو سوکھتے ہوں، صبا کے سوال پر اس کی پلکیں بے اختیار نم ہونے لگیں جنہیں بار بار جھپکتے ہوئے وہ بولی تھی۔

''ایک قید خانہ ہے جس میں زندگی گزر رہی ہے یہاں کسی کو بلانے کی اجازت ہے نہ کسی سے ملنے کی کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی، ایک تم تھیں واحد دوست تم بھی کچھ دنوں تک پرائی ہو جاؤ گی پھر اس قید خانے میں تڑپتی میں خود اپنا تماشہ دیکھا کروں گی۔'' اس کے لہجے کی تلخی بتا رہی تھی وہ اندر سے کتنی ڈپریسڈ ہے۔

''کیوں سعیہ! جبکہ شہریار بھائی اتنے اچھے ہیں ہر معاملہ کو احتیاط سے ہینڈل کرنے والے، اپنے تعلقات، رشتوں کو انڈر اسٹینڈ کرنے والے، پھر تم سے وہ ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔''

''وہ ساری محبت شادی کرتے ہی فنش ہو چکی ہے۔'' اس کے لہجے میں ڈھیروں کانچ ٹوٹنے کی اذیت تھی جسے محسوس کر کے صبا بہت نرمی سے گویا ہوئی۔

''محبت ختم نہیں ہوتی پا کر تو بڑھتی ہے ہاں تم پہلے سے ان سے کچھ کبیدہ خاطر رہیں تو ایسا محسوس ہوا ہو گا ورنہ محبت تو محبوب کے راستوں میں موم بن کر پگھلتی ہے، آپ اپنا راستہ لینے کی روایت رکھتی ہے پھر پابندیوں اور ناپ تول کے زاویوں سے آزاد ہوتی ہے جسے پھیلایا جا سکتا ہے قید نہیں رکھا جاتا۔''

''یہ محبت نہیں ہے صبا، اس شخص کی نفرت ہے، دھوکا اور فریب ہے اور اس تختہ مشق پہ لا متناہی سزا ہے جو جھیلنے میں قیدیوں کی سی حالت میں رہتی ہوں دن رات، اگر ماما سے کچھ کہوں تو ان گنت دلائل اور دو ٹوک الفاظ میں صرف اسی کی طرفداری کرتی ہیں، اس شخص نے تو زندگی کے واحد اور اکلوتے رشتے بھی مجھ سے چھین لئے کہ میں دکھ سننے والی ماں کو ہی ساس کے روپ میں دیکھ رہی ہوں، اس سے بڑھ کر میری بدنصیبی کیا ہو سکتی ہے۔'' اس نے گالوں پر لڑھکتے آنسو بے دردی سے رگڑ کر صاف کیے۔

''آفس جانا بند کر دیا ہے اس نے میرا حتیٰ کہ بوتیک کو تم پھر مما دیکھ رہی ہیں، اکیلی کہیں آ جا نہیں سکتی اور کوکنگ کے علاوہ اس کے ذاتی کام مثلاً اس کے کپڑے دھونا، پریس کرنا پھر میچنگ تائی جرابیں رکھنا سب میرے سپرد ہو رہا ہے اور ایسا کر کے وہ میری نفی کر رہا ہے مجھے اٹھارویں صدی کی کمزور، بے بس اپنے حقوق سے ناآشنا عورت بنانا اور دیکھنا چاہتا ہے۔''

''تم شاید غلط سمجھ رہی ہو، وہ صرف تمہیں بیچلر اور میرڈ لائف کے درمیان جو فرق و تبدیلی ہے واضح کرنا چاہتے ہوں گے البتہ طریقہ ضرور روڈ ہو سکتا ہے اسی لئے تم ڈپریڈ ہو۔'' اس کو دیکھتے ہوئے قدرے توقف کے بعد صبا نے معتدل انداز میں کہا۔

''غیر شادی شدہ اور شادی شدہ زندگی کا فرق سمجھانے کے لئے بدلے نہیں لئے جاتے اگر مجھے مما، پپا کی زندگی اور خوشیوں کا خیال نہ ہوتا تو میں کب کی اس کا پول کھول چکی ہوتی مگر بہت سی مجبوریوں اور مصلحتوں نے میری زبان بند کر رکھی ہے۔''

''سعیہ جب ہم کسی بہت پرفیکٹ انسان کو اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہیں تو ہمیں نا چاہتے ہوئے بھی خود کو مار کر اس کے معیار تک پہنچنے کے لئے تھوڑی بہت محنت کرنا پڑتی ہے تم بھی انہیں اپنے طور طریقوں سے بدلنے کے بجائے ان کے مطابق بدل جاؤ۔''

''میں نہیں بدل سکتی اس کے لئے خود کو کہا تھا میں نے کہ مت بیاہیں مجھے اتنے پرفیکٹ انسان سے نہیں ہوں میں اس کے معیار کے قابل اور ساری عمر گزار کر بھی اس کے ان دیکھے مطلوبہ معیار تک نہیں پہنچ سکتی۔'' وہ چیخ کر بولی۔

''محبت تو بہت کچھ منوا لیتی ہے یہ تو ذرا سی غلط فہمی یا انا و ضد کا کھیل ہے جسے چھوڑ کر تم بہت پرسکون زندگی شروع کر سکتی ہو۔''

''کیسے؟ جبکہ ایک چھت تلے ایک کمرے میں رہنے سونے کے باوجود ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں کوئی تعلق نہیں، یہاں قسم قسم کی ماڈلز کے درمیان ہنستا مسکراتا خوش باش یہ شخص اکیلے میں مجھ پر ایک نظر ڈالنا گوارہ نہیں کرتا ایک بیوی کے لئے شوہر کی طرف سے بے توجہی کی مار مسلسل برداشت کرنا کسی تذلیل سے کم نہیں اور اس تضحیک کے ساتھ میں کیسے زندگی خوش گزار سکتی ہوں۔''

اندرونی ٹوٹ پھوٹ کی زد میں اپنے لفظوں کے کھلے پن سے وہ نادانستہ ہی صبا پر سب کچھ ظاہر کر گئی اور صبا کے لئے اس کے الفاظ کسی دھماکے سے کم نہ تھے وہ بری طرح چونک کر اپنی دوست کو دیکھنے لگی جس سے اس وقت اسے بے پناہ ہمدردی اور اپنائیت محسوس ہوئی میرڈ ہونے کے باوجود سعدیہ کے بجھے بجھے رہنے کا راز کھل چکا تھا۔

☆☆☆

زندگی سربستہ راز تھی ایک عجب گورکھ دھندا، جس کے ان گنت جھمیلے تھے جھگڑے پریشانیاں تھیں مسائل تھے جو ختم ہونے کی بجائے روز بروز بڑھتے جاتے تھے اور وہ ان کو نپٹاتے تھک رہی تھی اس کی تھکن اس کے وجود چہرے کی پژمردگی اور باتوں سے صاف ظاہر ہو رہی تھی، لاکھ وہ اپنے آپ کو پرسکون ظاہر کرتی مگر جویریہ اور ربیعہ اس کی اندرونی حالت و کیفیت جان جاتیں، خالہ کے رویے اور باتوں سے پریشان ہونے سے بچانے کو جویریہ نے موضوع گفتگو بدلا تھا اور بولنے کے باوجود اریبہ کا اندرونی اضطراب ہلکی گلابی پڑتی آنکھوں سے چھلکا پڑتا تھا، اس کا دل و ذہن وہیں خالہ کے گھر اٹکا ہوا تھا۔

''اگر کسی دن اسی طرح خالہ نے اچانک فون کر کے وہاج کی شادی کا مژدہ سنا دیا تو......''

اسے لگا اس تو سے آگے پیچھے اس کے حوصلہ لینے کو کچھ بھی نہیں بس ایک خلا ہے تاحد نظر اور منزل انہی خلاؤں میں بھٹک کر رہ گئی ہے، زمین بھی تو قدموں کے نیچے مگر اس پر پاؤں نہیں جمتے تھے اور خلاؤں میں بھٹکتے ایسے لگ رہا تھا وقت، سفر، سوچ، مناظر، خیالات، جذبات سب بخت کی سیاہی میں ڈوب گئے۔

زرم فضا کی کروٹیں دل کو دکھا کے رہ گئیں
ٹھنڈی ہوائیں بھی تیری یاد دلا کے رہ گئیں
شام بھی تھی دھواں دھواں
حسن بھی تھا اداس اداس
دل کو کئی کہانیاں یاد سی آ کے رہ گئیں

تلخیوں سے پیچھا چھڑا کر وہ جب بھی خود کو حالات کے دھارے میں مدغم کرتی ذہن و دل کو پریشانیوں سے بچانے کی کوشش کرتی تو کچھ نہ کچھ ایسا ہو جاتا کہ دل کی تکلیف وہ یادوں سے بھی کھرنڈ اترنے لگتا اور جب زخموں سے خون رستا تو پورے وجود میں دکھن کا احساس جاگنے کے ساتھ رشتوں کے ہاتھوں اپنا بے مول ہونا رلانے تڑپانے لگتا، وہ اس وقت ایسی ہی کیفیات کا شکار ہو رہی تھی کہ شائستہ بیگم کے متعلق بات کرتے ہوئے بھی غائب الذہنی کے عالم میں نگاہیں کسی اور تصور و سوچ میں گم تھیں، اس سوچ اور تصور کو توڑنے کے لئے ہی جویریہ نے اسے پھر متوجہ کیا۔

''آپ شائستہ بیگم کی بات کرتی ہیں ناں تو میرا بہت دل چاہتا ہے کہ میں انہیں دیکھوں، ایمان سے مجھے ایسی بیگمات بہت اچھی لگتی ہیں جو قیمتی ڈریسنگ میں اونچی کی ٹک ٹک کرکے لمبے کاریڈور کے چکنے فرش پر چلتی جب ایک شاندار سے آفس روم میں مالکانہ حیثیت سے بیٹھ کر بڑے بڑے پراجیکٹ کی اہم فائلز پہ سائن کرتی ہیں۔''

''شائستہ بیگم تو ہیں بھی اتنی گریس فل اتنا ینگ بیٹا ہے مگر جوان اولاد کی ماں دکھتی نہیں، ساتھ کھڑی ہوں تو بڑی بہن دکھتی ہیں، ویسے سنا ہے کہ ایک بیٹی بھی ہے مگر کبھی دیکھی نہیں۔''

''پتا نہیں یہ امیر لوگ کیا کھاتے پیتے ہیں کہ پچاس کے ہو کر بھی پینتیس کے لگتے ہیں ایک ہم جنہیں غربت اور پریشانی لمحوں میں اپنی اصل عمر سے دس پندرہ سال آگے کر دیتی ہے۔'' ربیعہ نے بڑی حسرت سے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''روپے، آسائشات کی فراوانی زندگی کی حد درجہ سہولیات و آسودگی ہی انہیں ہر لمحہ اتنا مطمئن و پرسکون رکھتی ہے کہ وقت انہیں تادیر جوانی کا احساس دلاتا ہے، عمر رسیدہ ہونے کے باوجود جوانوں سے زیادہ ایکٹیو اور سمارٹ لگتے ہیں۔'' اریبہ نے تھکے تھکے سے لہجہ میں کہا پھر ایکدم سے کچھ یاد آنے پر بولی۔

''آج ایک اور نئی بات ہوئی جو میں بتانا بھول ہی گئی میڈم شائستہ نے مجھے ماڈلنگ کی آفر دی، ان کے مطابق میرا چہرہ بہت فوٹوجینک ہے قد کاٹھ اور سمارٹنس کے ساتھ یہ فیلڈ میرے لئے بہت سوٹ ایبل ہے۔''

''اوہ نو، اتنی زبردست آفر وہ بھی آپ کو، ہائے آپی آپ نے کیا جواب دیا۔'' ربیعہ اور جویریہ تو حیرت وخوشی سے اچھل پڑیں۔

''انکار کر دیا اور یہی مناسب تھا۔''

''مگر کیوں آپی، اتنی خوبصورت تو آپ ہیں کتنی اچھی لگتیں سکرین پر۔''

''میں اپنی زندگی مزید کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی، تم جانتی ہو ہمارے لئے حالات پہلے ہی کتنے بدتر ہیں اور ایسی کسی آفر کو قبول کرنا میرے لئے اور مشکلات کھڑی کر دیتا، اپنی زندگی کو میں بڑی سعی و کوشش سے ایک قابل قبول ڈگر تک لانے کی جدوجہد میں مصروف ہوں اسے ناقابل قبول نہیں بنا سکتی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''اگر ایسی آفر مجھے ملتی تو میں فوراً قبول کر لیتی، اتنی دولت شہرت اچھا گھر گاڑی مہنگی اور مشہور برینڈز کے کپڑے وہ بھی فری میں ہم دنوں میں امیر ہو جاتے، ایک دفعہ اخبار میں پڑھا تھا میں نے کہ اداکار شان نے ایک مشہور چائے کی آدھ منٹ کا کمرشل کرنے کے پینتیس لاکھ لئے تھے، ایسے ہی تو ایک ایک گانے یا وڈیو میں پرفارم کرنے والی اداکارائیں چند دنوں میں گاڑی کوٹھی کی مالک نہیں بن جاتیں۔''

اپنی مفلسی و تنگدستی سے نالاں ربیعہ لہجے میں حسرت اور اشتیاق چھپائے بولی تو اریبہ نے بے حد چونک کر اسے دیکھا پھر پھیکی مسکراہٹ سے بولی۔

''تم نہیں جانتیں گھروں سے کیمرے کے آگے آنے کا شوق لے کر اسٹوڈیوز تک پہنچنے والی لڑکیاں اپنے شوق کی کیا قیمت دیتی ہیں، کتنے ہاتھوں میں ان کا وجود بکاؤ مال کی طرح بکتا بٹتا ہے پھر قسمت کھلتی ہے۔''

''مگر آپی آپ کو تو براہ راست اتنی بڑی ایڈورٹائزنگ ایجنسی کی مالک نے خود آفر کی ہے آپ کو بنا کسی رکاوٹ و آزمائش کے یہ چانس ملا ہے۔''

''وہاج کا رویہ تم نے دیکھا ہے اس نے محض ایک بار طبیعت کی خرابی پہ لفٹ لینے کی سزا میں مجھ سے لاتعلقی اور اجنبیت اختیار کی ہوئی ہے، خالہ کا سلوک و رویہ کزنز کا سرد انداز کیا یہ سب مزید دشوار ترین نہ کرتا حالات کو۔''

''ٹھیک کہتی ہیں آپ، ویسے بھی یہ فیلڈ ہم جیسی لڑکیوں کے لئے نہیں بنی نہ ہی ہمارا مزاج اس کے مطابق ہے۔'' جویریہ نے سنجیدہ لہجہ میں کہا تھا۔

رات کو طیبہ کا فون آنے پر اس نے یہ تذکرہ اس سے بھی کیا اور جب طیبہ نے کہا۔

''میرا مشورہ ہے تم آنکھیں بند کر کے اس آفر کو قبول کر لو۔''

''میں اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتی وہاج جان سے مار دے گا مجھے۔'' اس نے فوراً کہا۔

''تم ابھی تک اس شخص کی آس پر بیٹھی ہو جو تمہیں زندگی کے کسی عہد ناگوار کی صورت بھلائے اپنی دنیا میں گم ہے، جسے یہ احساس تک نہیں کہ تم بنا کسی سپورٹ کے تن تنہا محض چند ہزار کے بل بوتے پر کیسے اپنے گھر نفوس کو سنبھال اور بیمار ماں کو آئے دن ہسپتالوں میں گھسیٹے پھر رہی ہو، جیسے تمہاری محبت، وفا اپنے وعدے کچھ یاد نہیں، تم اس شخص کے لئے زندگی برباد کر رہی ہو کیوں؟'' وہ جیسے غصہ سے بولی۔

''ایک بے وفا شخص کے بھروسے پر خود کو زنگ نہ لگاؤ اریبہ زندگی کو ضائع نہ کرو، یہ فیلڈ اس کا انتخاب تمہارے بہت سے مسائل ختم کر سکتا ہے جس میں سب سے مین مسئلہ تو تمہاری غیر مستحکم مالی پوزیشن ہے روپے کی کمی تمہاری ماں کے علاج میں حائل ہے، پیسے نہ ہونے سے تمہاری بہنیں کالج کو خیر باد کہہ کے پرائیویٹ پڑھ رہی ہیں، تم دھکے کھاتی پھر رہی ہو پھر دو وقت کا کھانا نصیب ہوتا ہے، اگر تم یہ سب مسائل حل کرنا چاہتی ہو تو ان کے لئے تمہیں کھلا روپیہ چاہیے اور یہ پروفیشن تمہیں کلک کر گیا تو راتوں رات ہن برسنے لگے گا۔'' طیبہ نے بہت سنجیدگی سے تمام حالات پیش کر کے اسے بہر صورت یہ پروفیشن چننے کا مشورہ دیا وہ کچھ توقف کے بعد سرد آہ بھر کے بولی۔

''کچھ بھی سہی میرے ذاتی تحفظات مجھے یہ سب کرنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں پھر تمہیں پتا تو ہے وہاج نے ایک معمولی بات کو ایشو بنا کر کیسا ری ایکٹ کیا، یہ سب تو قطعاً برداشت نہیں کر سکتا وہ میرے حوالے سے بہت پوزیسو ہے۔''

''اگر وہ تمہارے لئے پوزیسو ہوتا نہ تو ذرا سی بات پر خفا ہو کر تمہیں بیچ منجدھار میں ڈوبنے کے لئے تنہا نہ چھوڑتا بلکہ تمہارا ساتھ دیتا۔'' طیبہ کا لہجہ اتنا سچا تھا کہ وہ خود کو اس سچ کا سامنا کرنے کے لئے اس وقت بھی تیار نہ پا رہی تھی کتنی تکلیف ہوتی تھی اسے اپنی زندگی کے اس پہلو کا سامنا کرتے ہوئے۔

''اس کے لئے وقت بدل چکا ہے حالات بدل چکے ہیں اس کا ظاہر بدل چکا ہے اور شاید وہ دل بھی جس میں کبھی تم تھیں، اس سے پہلے کہ وقت مزید بدلے اور تمہاری تمنا کی پھیلی ہتھیلیوں پر وہاج حسن مزید اذیت رکھ کے آگے بڑھ جائے تم سنبھل جاؤ کیونکہ بعد میں سنبھلنا تمہارے لئے مشکل ہوگا، یہاں ہر کوئی اپنے لئے جیتا ہے یہی زمانے کی ریت ہے یہی دستور کوئی کسی کے لئے فضول میں نہیں مرتا، اگر زندگی جینے اور بہتر آسائشات پانے کا اچھا آپشن تمہارے سامنے رکھ رہی

ہے تو بڑھ کر اس سے فائدہ اٹھا لو، زندگی کو جامد نہ کرو، اس میں رنگ بھرو اور رنگوں سے باتیں کرو کیونکہ رنگوں، خوشبوؤں سے کھیلنا زندگی کی علامت ہے اور یہ علامت سکون، خوشی، آسودگی بن کر وجود کو متحرک رکھتی ہے۔''

طیبہ کی باتیں، زندگی کا چہرہ، حالات کا تجزیہ پریشانی کے تاثرات اس کے سننے چہرے پر پہلے سے کچھ اور بڑھ گئے تھے کبھی ایسا بھی وقت تھا کہ وہ انسانی نفسیات کے ہر پہلو پر نظر رکھتی تھی، وہاج جاب نہ ملنے کے غم یا گھریلو مخدوش حالات کو لے کر پریشان ہوتا تو وہ ہمیشہ اس کے کرب کو کم کرنے کی خاطر ایسا موضوع چھیڑتی جو اس کے ہر درد کو مدہم اور کبھی کم کر دیتا لیکن اب پتا چلا تھا دوسروں کو سمجھانا آسان ہوتا ہے اپنے آپ کو مشکل اور جب دل ہی نہ سمجھے پھر انسان کیا کرے؟

وہ اپنے حالات، وہاج کے رویے اور زندگی کے آئندہ تجزیے کو لے کر پریشان نہیں ہونا چاہتی تھی مگر اس کی آنکھیں ہزار کوشش کے باوجود پانی پانی ہو رہی تھیں۔

خفا ہو کے بھی مجھ سے خفا نہ لگے
عجب شخص ہے جدا ہو کے جدا نہ لگے
وہی ہے مکمل حسن زندگی کا
اس کے بنا اچھا کوئی دوسرا نہ لگے
نہ آہٹ نہ چاپ نہ دھڑکن کی صدا
وہ ایسے آئے کہ کبھی پتا نہ لگے
میں کیا کروں یہ دل کا معاملہ ٹھہرا
وہ جفا کرے بھی تو بے وفا نہ لگے

☆☆☆

انسان کا سب سے بڑا دشمن خود انسان ہوتا ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ اگر ہم خود سے دوستی کر لیں تو اس سے بہترین دوستی کوئی اور نہیں ہو سکتی، لیکن اس تبدیلی کے لئے ہمیں اپنے آپ سے مخلص ہونا پڑتا ہے اور جب وہ خود سے اپنے مقصد سے مخلص ہونے لگتا ہے تو لوگ اس پر نکتہ چینی روک ٹوک یا بے تنقید کر کے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے ہیں، اور وہ جو کامیابی و کامرانی کے اچھے اچھے خیالات سوچتا ہے آئیڈیاز بناتا ہے ڈبل مائنڈڈ (دوہری ذاتی کیفیت) ہو جاتا ہے ذہن میں شک پھنس جاتا ہے کہ یہ کام کروں یا نہ کروں یہاں تک کہ وہ سنہری موقع اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

اس کی ہم وطن عورتوں کا اسے سمجھانے بجھانے کا کام اپنی جگہ لیکن وہ کسی اور کے خدشات و اندیشے تلے اپنے ارادے بدلنے کی عادی نہ تھی اور کسی دانا کے اس قول پر یقین رکھتی تھی۔

''اپنی شخصیت کی تعمیر اس طرح کیجئے کہ آپ کے اندر فوری اور درست فیصلہ کرنے کی قوت آ جانے پھر اسے ایک اچھی عادت کی طرح اپنا لیجئے۔'' جبکہ کیتھرین اسی جلد بازی کو اس کی بیوقوفی قرار دیتی تھی۔

انجلا مارشل اور جیفرلوسن کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ کوئی بھی فوری فیصلہ کرنے کی بجائے اس

کے ممکنہ اسباب اور ہر پہلو پر اچھی طرح سوچ بچار کرے۔

"میں سوچ و بچار اور متذبذب میں وقت ضائع نہیں کر سکتی کیونکہ متذبذب طبیعت (ڈبل مائینڈڈ لوگ) کبھی کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے اور مجھے خدا نے یقیناً کسی بڑے کام کے لئے پیدا کیا ہے۔" ماریا سر جھٹکتے ہوئے بولی اور اس کا انداز قطعی تھا۔

"تو تم اب اسلام پہ ریسرچ کرو گی۔" کیتھرین نے پوچھا۔

"یقیناً کیونکہ جو آواز میں بچپن سے جوانی لاشعور سے شعور تک سنتی آ رہی ہوں اس کا کوئی گہرا تعلق اسی مذہب سے ہے۔"

"اور اس مذہب سے متعلق تمہیں وہ سب بھی یاد ہوگا جو تم پہلے اپنے زیر مطالعہ رہنے والی مین الکلیائی مذاہب کی اکثر کتب میں پڑھ چکی ہو۔"

"میں اسی مواد سے متعلق سچائی کو پرکھنا چاہتی ہوں اپنے ذہن اپنے دل، دماغ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر۔"

"تم کیا سمجھتی ہو کہ ہمارے دانشور فلاسفر، عالمی محققین سب خرد ماغ تھے جو انہوں نے غلط سلط باتیں ہم تک پہنچائیں۔"

"کیتھی جب بھی دوسرے ملک، دوسرے مذہب پہ کوئی غیر قوم، غیر مذہب کا بندہ اٹھ کر دیکھتا ہے تو وہ خواہ کتنا ہی اعلیٰ پائے کا عالمی سطح کا دانشور ہو اپنے متعصبانہ ذہن کی بنیاد پر ہمیشہ اس ملک و قوم کے مذہب و ہسٹری کو کچھ سے کچھ بنا کر پیش کرتا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار کالج کے تربیتی کورس کے سلسلے میں ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں امریکہ کے کرنل میتھیو آئے اور جب وہ ہمیں ریاستی پالیسیوں خارجہ پالیسیوں کی مختلف جہتوں سے آگاہ کر رہے تھے تو انہوں نے مسلم دشمنی کے باعث ظالم اور مظلوم آزادی اور غلامی کی مساواتوں کے معنی ہی بدل ڈالے تھے، مثلاً مقبوضہ فلسطین، کشمیر اور چیچنیا میں مجاہدین نے غاصبوں کے خلاف جو تحریکیں شروع کیں وہ دہشت گرد اور ظالم قرار دیئے گئے، انہوں نے مغربی حکومتوں اور مشرقی تیمور، جنوبی سوڈان کی مسلح تحریکوں کو آزادی پسند اور جمہوریت پسند قرار دیا جبکہ انڈونیشیا اور طالبان قسم کی تحریکیں غاصب مظالم پسند قرار دیں اور اسی مفروضے کی بنیاد پر انہوں نے مختلف کورس اور پریزنٹیشن تیار کیں اور ان تمام مضامین و مقالاجات کا مقصد نوجوان نسل کے ذہن میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہریلا اور شر انگیز پروپیگنڈا ابھرنا تھا، اپنے لیکچر میں ینگ ذہنوں کی برین واشنگ وہ یوں کرتے تھے کہ اعتدال پسند اسلام کا کوئی وجود نہیں، یہ اسلام کے بربریت والے نظریات اب برداشت نہیں کیے جا سکتے، اسلام خود کو بدل لے ورنہ مکمل تباہی کے لئے تیار ہو جائے۔" وہ لگاتار اور بنا پلکیں جھپکائے بولتی گئی اپنی بات کو درست ثابت کرنے کے لئے اس نے وہاں سے یاد کا اک گوشہ بے نقاب کیا تھا یہاں وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی۔

"ماریا میں نے کرنل میتھیو کا وہ لیکچر خود اٹینڈ کیا تھا ان کا مقصد محض اسلام دشمنی نہ تھا بلکہ حقیقت میں انہوں نے نوجوان نسل کو وہ حقائق بتائے تھے جن سے وہ یکسر ناواقف تھے اور سچا دانشور ہمیشہ اپنے یا کسی دوسرے معاشرے کی وہی تصویر پیش کرتا ہے جسے عمومی یا خصوصی تناظر میں

موجودہ عہد دیکھتا ہے۔" انجلا مارشل کا لہجہ مضبوط اور اس سے کچھ خفگی لئے ہوئے تھا، ماریا جوزف طنزیہ انداز میں مسکرائی تھی پھر بولی۔

"حقیقت یہ بھی کہ مسلم دشمن دانشور بننا اور اسلامی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا بحیثیت مجموعی جواہر یہ ہے کہ اسلام جنگ و فساد کی تلقین کرتا ہے بڑا منافع بخش کاروبار بن چکا ہے، اسی لئے تقریباً میں نے یہی کچھ کوانڈولو کے مقالہ میں "جب سچائی پیش کی جائے تو دشمن کے عمومی روعمل" (Usual responses from the enemy when presented with truth) میں پڑھا تھا کہ اسلام محض شر ہے اور اگر اسے ماننے والوں نے اس کو نہ چھوڑا تو وہ نیست و نابود کر دیئے جائیں گے۔" وہ ذرا سا رکی اور اپنے سامنے بیٹھی تینوں عورتوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"اب تم خود جواب دو کہ کسی ملک و قوم یا مذہب کے بارے میں کسی فرد واحد کا یہ رویہ خصوصی ہے یا عمومی اور اسے نصابی کورس کا حصہ کیوں بنایا جاتا ہے تربیتی کورس کے لیکچرز کے بہانے نوجوان نسل کا ذہن ایک خاص ملک و قوم یا مذہب سے باغی کیوں کیا جا رہا ہے، ایک عہد کیا پیش کرتا ہے وہ پرکھنا عہد سازوں پر چھوڑ دینا درست نہیں کیا؟" ان تینوں میں سے کسی کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا اور یہ ماریا جوزف کو بخوبی علم تھا سو وہ مسکرا رہی تھی ایک تمسخرانہ مسکراہٹ جو انہیں سراسر اپنا مذاق اڑاتی محسوس ہو رہی تھی۔

"ماریا تم نے ابھی اسلام اور مسلمانوں کی حقیقت کو پرکھا نہیں ہے ابھی تم یہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط اس کی حقیقت نہیں کھلی تم ابھی سے یہ لہجہ اپنے ہم مذہبوں کے لئے اپنا رہی ہو اور یہ قطعاً درست نہیں۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ میرا عرصہ ہوا عیسائیت سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے اور پچھلے کئی سالوں سے میں مختلف مذاہب کو پرکھ رہی ہوں اور اسلام پر بھی ایک تنقیدی و تفصیلی ریسرچ کرنا چاہتی ہوں دوسری بات یہ میں اسے اسی نظریہ سے پرکھنا چاہتی ہوں کہ آیا اس پر جاری عالمی تنقید بلا جواز ہے یا قابل جواز، اسلام کی اصل ہسٹری کیا ہے وہ جو مغربی مفکرین اور مغربی معاشرہ پیش کرتا ہے یا وہ جو اسلامی معاشرہ اور مسلم مفکرین پیش کرتے ہیں۔" وہ بڑے سنجیدہ لب و لہجہ میں بولی۔

کیتھرین، انجلا اور جنیفر نے صرف دیکھا تھا اسے کچھ کہا نہیں۔

"ویسے تم لوگ فکر مت کرو کیونکہ اسلام اور مسلمانوں پہ جستجو و تحقیق کا ارادہ رکھنے کے باوجود میرا اسے اپنانے کا موڈ قطعاً نہیں ہے۔" یہ بات اس نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہی۔

"غالباً یہودیت، جین مت، ہندو مت اور بدھ مت کے متعلق بھی تمہارا ارادہ محض ریسرچ تک محدود تھا پھر تم نے ریسرچ چھوڑ کر کے بعد دیگرے تمام مذاہب کو سمجھنے، اپنانے کی بھی حتی الامکان کوشش کی یہ اور بات کہ تمہارے وجدان نے اجازت نہ دی اور جانتی ہو کیوں؟ صرف اس لئے کہ تمہارا بیدائشی خمیر عیسائیت سے اٹھا ہے تم کتنا ہی بھٹک لو سوائے عیسائیت کے کوئی اور دینی فرقہ نہ تو تمہیں مطمئن کر سکتا ہے نہ تمہارا ضمیر و ذہن اسے اتنی آسانی سے قبول کر سکتا ہے، عیسائیت ہی ایک کامل دین ہے جو کاملیت تم دیگر مذاہب میں ڈھونڈ رہی ہو وہ کہیں نہیں ملے گی۔" کیتھرین

نے بہت سوچ سمجھ کر درست الفاظ کا استعمال کیا تھا مگر ماریا اس کی باتوں پر بڑے محظوظ ہونے والے انداز میں مسکرائی۔

"کیتھرین تم غلط ہو عیسائیت کامل نہیں ہے ایسا مذہب جو تین خداؤں کا عقیدہ رکھتا ہو جس کا خدائی تصور ہی یکتا نہیں ہے وہ کامل کیسے ہو سکتا ہے؟ میں ہر اتوار کو چرچ جاتی تھی میرے پاس ہر سہولت، عیش اور دنیا کی ہر چیز موجود تھی اگر کچھ نہ تھا تو وہ سکون اور سچی خوشی ایک باطنی اضطراب اور روحانی بے کلی مجھے ہر وقت ڈستے عبادات بھی روحانی پیاس کا کوئی مداوا نہ کر سکیں اور محض بارہ سال کی عمر میں دینی اجتماعات میں شرکت کرتے بائبل کی تعلیم، عیسائیت کے عقائد مذہبی رہنماؤں کا کھوکھلا پن کوئی بھی چیز مجھے مطمئن نہ کر پا رہی تھی، ایک بھیانک خلا تھا جس میں، میں بھٹکتی تھی اگر عیسائیت ایک مکمل دین ہوتا تو میری شخصیت میں یہ روحانی خلا اور باطنی اضطراب کبھی نہ ابھرتا اور رہی بات دوسرے مذاہب کی تو میں نے یہ سوچا تھا کہ آخر سچائی کی تلاش خود کیوں نہ کی جائے، اس کے لئے جو بہترین طریقہ میری سمجھ میں آیا وہ یہ تھا کہ دوسرے ملکوں کی سیاحت کرتی، وہاں کے لوگوں میں گھل مل جاتی اور ان کی زندگیوں کا قریب سے مشاہدہ کرتی اور کوئی نہ کوئی چیز اچھی لگتی تو ظاہری بات ہے کہ اس سے متعلقہ مذہب کو سمجھنے کا جذبہ بڑھتا۔"

"جیسے اب ایک عالمی سطح پر دہشت گرد مانے جانے والے ملک میں تمہیں محض مسجد کے گنبد یا مینار سے بلند ہوتی پکار اچھی لگتی تو تم اسلام کو جاننے کی شائق ہو گئیں۔" کیتھرین قدرے تیکھے اور طنزیہ انداز میں بولی جسے برداشت کرتے ہوئے ماریا بولی۔

"کیتھرین میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ میں ایک سوجھ بوجھ رکھنے والی باشعور لڑکی ہوں اگر یہودیت یا بدھ مت کے مشکل دینی وظائف سیکھ کر بھی عقائد ناقص محسوس کر کے انہیں مستقل اپنی زندگی کا حصہ نہیں بنا سکی تو محض ایک پکار کے پیچھے بھی خود کو ضائع نہیں کروں گی، تم مجھے اس مذہب کو پرکھنے کا موقع تو دو۔"

"ماریا بالکل ٹھیک کہتی ہے واقعی اگر اتنے سال کی تگ و دو اور ریسرچ و محنت اسے بدھسٹ، ہندو یا یہودی نہیں بنا سکی تو وہ اتنی جلد مسلم بھی نہیں ہو سکتی۔" انجیلا مارشل کا انداز اس کے لئے دفاعی تھا۔

"Thats right" سو ڈیئرسٹ تم اپنے ذہن سے ہر تفکر و الجھن کو جھٹک کر ایک پرسکون نیند لو ہمیں بھی سونے دو۔" ماریا بہت ہلکے پھلکے انداز میں بولی، کیتھرین سر جھٹکتے ہوئے بستر پر دراز ہونے لگی لیکن اس کی آنکھیں بدستور کسی فکر انگیز الجھن کی غماز تھیں۔

☆☆☆

اس بہت نے سنا اور پڑھا تھا کہ کسی بھی انسان کے ظاہر پر نہ جاؤ کیونکہ ہر انسان ایک بند کتاب کی مانند ہے جس کا سرورق کچھ ہوتا ہے اور اندرونی صفحات پر کچھ تحریر ہوتا ہے آج اس وقت اپنے اٹالین طرز کے خوبصورت ٹیرس پر ٹہلتی وہ اس بات کی سچائی کا اعتراف کر رہی تھی، شہریار کے سلجھے مزاج شائستہ اطوار، مہذب رویے اور متاثر کن شخصیت اسے ہمیشہ اچھا بہترین شخص کے طور پر پیش کرتے تھے اور اس کی شخصی خوبیوں کے ساتھ بزنس مرعوب و متاثر رہتی تھی وجہ ایک تو

سلعیہ کے حوالہ سے وہ اسے اچھے لگتے پھر اپنے معتدل مزاج کی بدولت جس طرح وہ صورتحال کو ہینڈل کرتے یہ انہی کا خاصہ تھا ورنہ سلعیہ جیسی موڈی لڑکی سے کچھ بعید نہ تھا کس وقت کس کے سامنے کیا کہہ دے کیا کر ڈالے، وہ بہت مطمئن تھی اب تک کہ شہریار اپنے متوازن رویے اور ٹھنڈی طبیعت کی بناء پر سلعیہ کو سدھار لے گا اور اس کی پیاری سی دوست بہت جلد زندگی کی خوبصورتی سے اپنا حق وصول لے گی۔

مگر اس کا یہ خیال غلط تھا بچپن سے لے کر اب تک اس نے اپنی ہر بات شیئر کرنے والی ہر الجھن پر مشورہ مانگنے والی اس کی اکلوتی اور واحد دوست اس وقت ایک دھوکے کی زندگی گزار رہی تھی، غموں کی تمازت میں پگھل رہی تھی اور رشتوں مصلحتوں کی ایسی بے بسی و مجبوری میں قید کہ اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی پہ کسی کو کھلم کھلا کچھ بتا بھی نہ سکتی تھی، ایک گھر میں ایک کمرے میں ایک چھت تلے رہ کر بھی اسے اب تک اپنے شوہر کی قربت و توجہ میسر نہ تھی وہ پھر بھی اپنا ضبط قائم رکھتی، دوستانہ انداز میں ہنستی خود کو مطمئن اور پرسکون رکھتی تھی کس ضبط اور برداشت سے اور بہت فرمانبردار اچھے داماد کا لقب پانے والا شہریار وہ یہ سب ایک معصوم لڑکی کے ساتھ کرتے ہوئے کتنا فریش تھا، خوش اور مطمئن تھا، صبا کو اس کے لہجے کا ٹھہراؤ اور سب جھیل کر مسکرانے والا انداز یاد آتا تو یقین کرنے کو دل نہ چاہتا مگر سلعیہ کی بھیگی آنکھیں، بجھا بجھا چہرا اور نم لہجہ میں چھلکتا تو شہریار کی بناوٹ اور دھوکہ دہی زہر لگتی، کچھ بھی تھا سلعیہ اس کی بہنوں جیسی دوست تھی اور صبا اس سے ہونے والی زیادتی پر شہریار سے باز پرس کا حق رکھتی تھی۔

شہریار نے اس کی بات بہت غور سے سنی تھی پھر قدرے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا تھا۔

"میں کیا کہوں اپنی دوست سے پوچھو وہ خوش کیوں نہیں ہے ویسے اس کی نیچر ایسی ہے۔"

"شہریار بھائی بائے نیچر وہ کتنی ریزرو یا موڈی ہو مگر شادی ایسا بندھن ہے جو انسان میں تبدیلی لے آتا ہے، بے پناہ سنجیدہ بندے کو بھی بدل دیتا ہے، بیاہتا لڑکی کی آنکھوں میں جو چمک چہرے پر جو مسکراہٹ دکھائی دیتی ہے وہ سلعیہ کے پاس ہے ہی نہیں۔" صبا زور دے کر بولی۔

شہریار ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا اب وہ اسے کیا بتاتا کہ تمہاری دوست کو اس چمک اور مسکراہٹ کے مان سے کوئی سروکار نہیں۔

"اس بات کو مان لوں اس کی نیچر ایسی ہے آپ کی نیچر تو ایسی نہیں پھر آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں جو آپ کے مزاج اور رویے کے متضاد ہے۔" صبا کا جملہ یقیناً اچانک تھا شہریار ٹھٹک کر اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

"ایک سچی، کھری لڑکی کو گھر لا کر اس کی ناقدری کرنا جبکہ وہ بہت پیاری بھی ہو۔"

"صبا تمہیں کوئی شدید قسم کی غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ بظاہر مسکرا رہا تھا مگر اس کی مسکراہٹ اس کے چہرے کا ساتھ نہیں دے رہی تھی اور اپنے تاثرات کو کنٹرول کرتے ہوئے وہ بولا۔

"تم سے سلعیہ نے کچھ کہا ہے؟ اس کا چہرہ بتاتا ہے خود وہ ڈل اور بجھی بجھی ہے، سجتی سنورتی ہے مگر پہلے کی طرح اونچی آواز میں ہنستی بولتی نہیں بے شک شادی ایسا رشتہ ہے جو بندے میں احساس ذمہ داری لے آتا ہے مگر وہ تو زندگی کو انجوائے کرنا بھلا چکی ہے۔"

"چہرے پر مت جاؤ صبا یہ بڑا دھوکہ دیتے ہیں۔"

"واقعی چہروں سے بڑا دھوکے باز اور بناوٹی کوئی نہیں بہت سلجھا ہوا انسان بھی تہہ در تہہ نقاب اوڑھ لیتا ہے کہ اصل شخصیت کا پتہ ہی نہیں چلتا۔" وہ جتا دینے والے انداز میں بولی تو شہریار ذرا توقف کے بعد بولا۔

"اپنی دوست کی طرفداری میں تم میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہو بنا میرا موقف سنے فرد جرم نافذ کرنا اچھا رویہ نہیں۔"

"سنعیہ کے لئے آپ کا سب سے بڑا موقف محبت تھا شہری بھیا، وہ جنونی محبت جسے مضبوط رکھنے کی خاطر آپ نے اس کی مخالفت انکار کے باوجود اس سے شادی کی تھی اور شادی تو ایسا رشتہ ہے کہ اگر اس سے مفادات یا دشمنی بھی وابستہ ہو پھر بھی بیوی جو ایک خوبصورت اور تعلیم یافتہ بھی ہو کسی نہ کسی بے اختیارانہ نگاہ و توجہ کی حقدار ٹھہر جاتی ہے، سنعیہ سے تو آپ کا معاملہ ہی اور تھا دل و جان سے فریفتہ تھے آپ اس پر، جبکہ حالات موجودہ گزشتہ کے برعکس ہیں جو صاف بتاتے ہیں سنعیہ سے آپ کا مفاد وابستہ تھا دل نہیں۔" صبا ان کی کھنچائی کرتے ہوئے بے لچک انداز میں بولی۔

"تم ایسا کہہ کر میرے جذبات، میری محبت کی توہین کر رہی ہو صبا جبکہ تمہیں درست حقیقت حال سے آگاہی بھی نہیں۔" شہریار بے بس سا ہو کر بولا۔

"کون سی آگاہی یہی کہ مہینہ بھر سے ایک گھر میں ایک کمرے میں رہنے سونے کے باوجود آپ دونوں اجنبی ہیں، کمپرومائز کر رہے ہیں، حقیقتاً خوش نہیں ہے اور یہ وہ روٹین لائف نہیں ہے بھائی جو ایک نو بیاہتا جوڑا گزارتا ہے، یہ محض انا و ضد کا جھوٹا کھیل ہے جس کے ہاتھوں آپ اپنی زندگی کے خوبصورت دن برباد کر رہے ہیں۔" صبا نے دکھ سے کہا۔

"یہ باتیں تم اپنی دوست سے کیوں نہیں کہتی جو میرے جذبات سے کوئی سروکار نہیں رکھتی خوامخواہ کے الجھاووں میں خود کو الجھا کے گریز برتتی ہے اپنے رویے سے اس نے مجھے شب اول ہی باور کرا دیا تھا کہ نہ ہمارے درمیان فی الحال کوئی جذباتی وابستگی ہے نہ اس ہی آگے جا کر اس کا کوئی امکان ہو سکتا ہے، باوجود اس کے کہ میں نے اسے پیار سے سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتی۔" شہریار نے اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے ذرا توقف کیا جیسے خود پر قابو پانے کی سعی کر رہا ہو۔

"شہری بھائی محبت تو بڑی آسانی سے خود کو منوا لیتی ہے پھر آپ جیسے شخص کی محبت، سنعیہ لاکھ برگشتہ و کبیدہ خاطر سہی مگر ہے تو ایک لڑکی جو آپ سے باقاعدہ ایک شرعی و قانونی رشتے میں بندھی ہے اور اس رشتے کے حوالے سے ہی سہی اسے کچھ تو تعات ہونگی۔"

"میری بھولی بہن توقعات وہاں ہوتی ہیں اگلا بندہ یہاں آپ کو کچھ سمجھتا ہو۔" وہ تلخ ہوا۔

"وہ بیوقوف ہے تھوڑی سی مگر اتنی روڈ نہیں کہ شوہر کو......" صبا ہاتھ مروڑتے ہوئے چپ سی کر گئی اور شہریار اس کی ادھوری بات کا پورا مفہوم پا گیا تھا، اسی لئے اک زخمی سی مسکراہٹ سے سر جھٹکتا کھڑا ہوا دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے نگاہیں اپنے سامنے کھلے پھولوں پر جمائے

مڑا۔

"اگر اس کے دل میں میرے لئے کچھ ہوتا ناں ذرا سا بھی سافٹ کارنر رکھتی تو وہ میرے جذبات کی پذیرائی کرتی، مجھ سے منہ موڑتی جان بوجھ کر گریز نہ اپناتی۔" نہ جانتے ہوئے بھی وہ اپنے اندر کی کھولن کو ایک تلخ سے جملے میں کہہ گیا اور صبا بے طرح چونک کر شہریار کو دیکھنے لگی۔

"تمہاری دوست کو اس رشتے سے کوئی سروکار نہیں، اس نے یہ رشتہ محض ایک مجبوری کے طور پر قبول کیا ہے اور مجبوری میں سودے کی مانند مانے گئے رشتوں میں توقعات ناپید ہوتی ہیں۔" وہ رنجیدہ سے لہجہ میں بولا۔

"اور آپ شہری بھائی، وہ بے پایاں محبتیں، اسے پانے کی خواہش، کیا آپ اس کے جذبات کے دھارے کو موڑنے کی سعی نہیں کر سکتے۔" صبا کچھ آزردگی سے بولی۔

"جب وہ مجھ سے خوش ہی نہیں، دل سے اب تک اس رشتے کو سمجھ نہیں پائی تو......"

"نہیں بھائی اب وہ آپ کی بیوی ہے اب آپ اسے ایک شوہر کے انداز میں ٹریٹ کریں، ورنہ یوں تو بہت مشکل ہو جائے گی۔" صبا نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"صبا میری بہن یہ جو میاں بیوی کا رشتہ ہے اس میں آپسی تعلقات محبتوں کی پیداوار ہوتے ہیں جبکہ وہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہے وہ صاف کہہ چکی ہے کہ نہ وہ میری قید میں زندگی گزارنا چاہتی ہے نہ......" شہریار لب کاٹتا ایک لخت خاموش ہو گیا! اسے سمجھ نہ آیا کہ یہاں ایسے کون سے الفاظ استعمال آئے جو اندرونی کیفیت واضح کر دیں، صبا دکھ سے متاسف انداز میں بولی۔

"یہاں دلوں کے بندھن عمروں سے بندھ جائیں وہاں یہ صورتحال بہت اذیت دیتی ہے۔"

"مگر اسے کچھ نہیں ہوتا وہ مجھے تڑپتا دیکھنا چاہتی ہے اور نفسیاتی خواہشات کا اتنا غلام تو میں بھی نہیں کہ جبر زور کے ذریعے خود کو ہلکا پڑنے دوں۔"

"اور زندگی وہ یوں کیسے گزرے گی؟"

"جیسے گزر رہی ہے گزرتی جائے جب اسے موجودہ سچویشن سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو پھر میں بھی مطمئن ہوں۔" وہ خود کو حوصلہ دیتے ہوئے بولا۔

صبا اسے بتانا چاہتی تھی کہ سنعیہ خان جیسی طرح دار لڑکی کو فرق پڑنے لگا ہے کیونکہ وہ تسلیم نہ کرنے کے باوجود اب سنعیہ شہریار ہے اور یہ رشتہ غیر شعوری طور پر ہی اپنا آپ منوانے لگا ہے جلد یا بدیر اس کا ادراک دونوں کو ہو جانا تھا اور بہتر تھا یہ وہ خود محسوس کرتے فی الحال خاموشی بہتر تھی کچھ دوست ہونے کے ناطے اسے اپنی ہم صنف کا بھرم عزیز تھا وہ بے بس سے شہریار کو افسردہ دیکھ رہی تھی۔

"اینی وے تم ٹینشن نہ لو اللہ سب بہتر کرے گا۔" خود پہ قابو پا کے شہریار قدرے بشاشت بھرے انداز میں بولا تو وہ اک گہرا سانس لیتی پھیکے انداز میں مسکرا کے رہ گئی ایسی مسکراہٹ جو الجھن اور بے بسی لئے ہوئے تھی یقیناً وہ سنعیہ کے لئے صحیح معنوں میں پریشان تھی۔

☆☆☆

خدا کا رزق تو ہرگز زمیں پر کم نہیں یارو

مگر یہ کاٹنے والے مگر یہ بانٹنے والے
ازل سے ظلم دیکھے جا رہی ہیں دیکھتی آنکھیں
ازل سے سوچ میں ڈوبے ہیں امجد سوچنے والے

اس نے کہیں پڑھا تھا کہ جو لوگ قبر کی تاریکی میں گم ہو جائیں ان کی یادوں کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا، ان کے ہجر کا چاند ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی دیتا رہتا ہے، اسے بھی اپنے ابو اور بھائی کی یاد آتی تھی اکثر تو بے حد و حساب جب امی کی حالت زیادہ بگڑتی یا زندگی کے دکھوں سے گھبرا کر حوصلہ ٹوٹنے لگتا تو دل کتنا چاہتا کہ ابو اور معاذ کو کہیں سے پکڑ کر سامنے لے آئے ان کے سینے سے لگ کر اتنا روئے کہ صحرا بھی جل تھل ہو جائے، کتنی اکیلی بے بس اور مجبور تھی وہ تینوں بہنیں، ان کے بغیر اور کتنی غریب بھی کہ رشتے ناطے تعلقات اور محبتیں تک ان سے چھن گئیں تھیں کوئی مضبوط آسرا سہارا کچھ بھی تو نہ تھا دنیا میں اوپر آسمانوں پر واحد اللہ کے سوائے جو ان کی آزمائش کے دن بڑھاتا جا رہا تھا اور پتا نہیں تھا یہ آزمائش کب ختم ہونی تھی، حالات نے اسے پہلے کی نسبت بہت صابر اور شاکر بنا دیا تھا وہ خود کو حالات کے مطابق ڈھالنے کی پوری کوشش کر رہی تھی مگر کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی اور اس کی وجہ یقیناً غیر متوقع طور پر پیش آنے والی کوئی نہ کوئی صورت ہی ہوتی۔

گزرنے والی رات بہت تکلیف دہ گزری تھی تینوں بہنیں جاگتی پریشان اور امی کو سنبھالتی رہی تھیں جو جانے عصبی نظام کی کیسی تکلیف میں مبتلا تھیں کہ ان کا منہ خشک ہونے کے ساتھ عضلات کا کھنچاؤ بڑھ رہا تھا آنکھیں سرخ ہو کر پتلیاں بھی پھیلتی کبھی سکڑتیں اور سانس اکھڑنے لگتا، اریبہ کے لئے اپنی ماں کو اس حالت میں دیکھنا کسی اذیت سے کم نہ تھا ایسے وقت میں اسے اپنے گھر میں کسی مردانہ سہارے کی کمی شدت سے محسوس ہوئی اگر ابو یا معاذ ہوتے تو امی کو یوں تڑپتے کب دیکھتے، وہ لڑکیاں تھیں تنہا بے بس اور مجبور آدھی رات کو گاڑی کہاں سے لاتیں، ماں کو کیسے ہاسپٹل لے جاتیں اس نے جب ماں کو زیادہ تڑپتے پایا تو بنا سوچے سمجھے غیر شعوری طور پر وہاج کا نمبر ملا لیا اور وہاج نے غیر متوقع طور پر پہلی بیل پر اٹھا بھی لیا۔

''وہاج امی کی طبیعت بہت خراب ہے اور ہم انہیں سنبھال نہیں پا رہیں پلیز تم گاڑی لے آؤ ہاسپٹل لے چلتے ہیں انہیں۔'' وہ بلا تمہید بھرائی آواز میں بولی۔

''اس وقت ایک بج کر چودہ منٹ ہو رہے ہیں، آدھی رات کو کہاں لے جائیں گے۔'' وہ بیزار سے لہجے میں بولا، جبکہ ساتھ خالہ کو بھی ہولے سے بتایا تھا امی کے بارے میں۔

''پرائیویٹ ہسپتال عموماً کھلے ہوتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی ڈاکٹر ایمرجنسی اٹینڈنس کے لئے موجود ہوتا ہے، وہاج پلیز امی بہت تکلیف میں ہیں۔'' وہ روہانسی بولتے ہوئے اور وہاج کا دل لمحہ بھر کو پسیجا تھا کچھ بھی تھا یہ وہ لڑکی تھی جس نے اس نے محبت کی تھی اور محبت ہو گئی تھی، خالہ بیٹے کے بدلتے تاثرات جانچ رہی تھیں۔

''اریبہ تم ذرا سنبھالو انہیں، میں دیکھتا ہوں اگر آ سکا تو......'' وہ ذرا کا پھر کچھ رکتے سے لہجہ میں بولا کیونکہ ماں کے تیور دیکھ رہا تھا۔

''ان فیکٹ آج ثمن اور ہما کی مایوں مہندی کا فنکشن ہے لیٹ نائٹ شروع ہوا تھا ابھی

سارے مہمان گھر میں ہیں میں یکدم سے سب چھوڑ کر نہیں آ سکتا۔''

''وہاج مجھے تمہارا حوصلہ محبت اور ہمت چاہیے، میں بہت اکیلی ہوں۔'' وہ سسکی۔

''ارے کیا گونگے بنے سنے جا رہے ہو اس کے ڈھکوسلے کہہ کیوں نہیں دیتے صبح دیکھیں گے۔'' خالہ کی ناگوار آواز کے ساتھ ڈھولک کی تھاپ شور شرابہ بھی سنائی دیا تھا۔

''کہہ رہی ہے خالہ کی طبیعت زیادہ خراب ہے سنبھل نہیں رہی ہاسپٹل لے جانا ہے۔'' وہ ماؤتھ پیس پہ ہاتھ رکھے بغیر آہستگی سے بولا۔

''تو اس کی طبیعت ٹھیک کب ہوتی ہے وہ تو سال بھر سے یونہی ہے، لاؤ مجھے پکڑاؤ میں بات کروں۔'' خالہ نے کہتے ہوئے وہاج کے ہاتھ سے موبائل پکڑ لیا۔

''دیکھو بی بی یہ شادی والا گھر ہے یہ اکیلا مرد بیسوں کام اس اکیلے کو دیکھنا ہیں ماں کو نیند کی گولی دے کر سلا دو، صبح میں کسی رکشہ ٹیکسی والے کو بھجوا دوں گی یہاں جانا ہو لے جانا۔'' انہوں نے تراخ سے کہہ کر رابطہ ڈس کنیکٹ کر دیا۔

اریبہ ساکت سن سی چپ ہوتے موبائل کو دیکھ رہی تھی اور جویریہ، ربیعہ اسے آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حالات اسے سخت بنا رہے تھے وہ اپنی بے بسی اور ناکامی پر احتجاجاً رونے یا خدا سے شکوہ شکایت کرنے کی بجائے آنکھوں کو ہتھیلی کی پشت سے رگڑتی دوپٹہ درست کرتی اٹھی۔

''جویریہ تم ذرا دروازے میں کھڑی ہونا میں سامنے والے انکل عرفان سے بات کرتی ہوں شاید وہ اپنی گاڑی پہ امی کو لے جائیں۔'' پھر اس نے کتنی دیر تک ڈور بیل بار بار دینے کے بعد مسز اور مسٹر عرفان نے دروازے میں لگی دوربین عدسہ سے جھانکا اور تخی سے آنے کا سبب پوچھا۔

''انکل میری امی کی طبیعت بہت خراب ہے انہیں ہاسپٹل لے جانا ہے۔''

''تو لے جاؤ غضب خدا کا آدھی رات کو ہمیں جگا کے بتانا کیا ضروری تھا'' مسز عرفان ناگواری سے بولی۔

''وہ آنٹی اس ٹائم کسی ٹیکسی رکشہ کا ملنا مشکل ہے اگر آپ مہربانی کریں تو اپنی گاڑی پر ہمیں ہاسپٹل پہنچا دیں۔'' وہ ہاتھ مروڑتی ملتجی انداز میں بولی۔

''ارے بی بی ہم کوئی خیراتی ادارہ نہیں کھول رکھا بیماروں، پاگلوں کو ہسپتالوں تک چھوڑنے کا اور پھر ایسی نیکی سے۔'' انہوں نے نان اسٹاپ بولتے ہوئے دروازہ مقفل کر لیا۔

بعض لوگوں کی زبان کے آگے خندق ہوتی ہے بولتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچتے اپنے آپ کو انسانیت کی پستی میں گرانے کے ساتھ اگلے بندے کو بھی ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں اٹھا پھینکتے ہیں، اریبہ کی آنکھوں میں پانی آ رکا تھا لیکن اس نے بڑے صبر و ضبط سے یہ پانی اپنے اندر ہی اتار لیا وہ مایوس نہیں ہونا چاہتی تھی اسے محلے میں دو تین گھر ایسے تھے جن کی اپنی گاڑیاں تھیں اور اس نے یکے بعد دیگرے کئی گھروں کا دروازہ ناک کیا تھا مگر قسمت آج کی رات اس سے سخت خفا تھی کہ ہر در سے سخت پھٹکار برسی تھی۔

''ارے دماغ خراب ہو گیا تیرا لڑکی کیوں آدھی رات کو لوگوں کی نیندیں خراب کرتی پھرتی

ہے، سو دفعہ کہا ہے پاگل خانے یا ایدھی ہوم پہنچا دے اپنی ماں کو، ایسی خردماغ ہے تو کب سنتی ہے اب جھگتو ہمیں کیوں بے آرام کرتی ہو، جاؤ اپنے گھر یہاں کوئی ایسا تخت نہیں، ویسے بھی جوان جہان ہو کون جانے کس نیت سے بہانہ کر کے بلا رہی ہو۔" یہ اس کی برداشت کی آخری حد تھی اس سے آگے سننے کی اس میں تاب تھی نہ سکت، اونچے گھروں میں رہنے والے اونچی ذاتوں اور نیچی اوقاتوں والے یہ لوگ انسانیت کے کس جامے پر پورے اترتے تھے اور حالات کی ستم ظریفی نے اسے ان بے مہر لوگوں کے ہاتھوں ذلت میں اتار دیا تھا جنہیں دوسروں کے جذبات و احساسات کی بالکل پروا نہ تھی، جن کے چہروں پر ایک ہی تحریر نظر آتی تھی سفا کی اور بیگانگی کی، وہ بہت ڈھیلے قدموں سے گھر کے دروازے تک پہنچی تھی اور بے تحاشا رونے لگی تھی اندر آ کر۔

"کیوں دیتا ہے اللہ ایسے لوگوں کو بے تحاشا جنہیں سنبھالنے کا ہنر نہیں آتا، کیا فائدہ ایسی اونچائی کا جو زمین پہ کھڑے لوگوں کو دیکھے اور تکبر میں الجھ جائے۔"

اے خالہ، وہاج لوگ اللہ سب سے شکوے ہو رہے تھے، وہ اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی جس نے بہت پیار سے یہ گھر بنایا اپنے خون سے رشتے سینچے، محبت سلیقے سے پالے بلا تامل ہر خواہش پوری کی اور آج وہ بے بسی و مجبوری میں قید اذیت کے کس مقام پر تھیں یہ حالات کی سختی تھی۔

کہ صرف نجمہ خاتون کے لئے نہیں ان کی اولاد کے لئے بھی گزرتا ہر دن آزمائش سے بھرپور ہوتا اور آج کی رات تو جیسے بے بسی و ستم ظریفی کی انتہا لئے ہوئے تھی کہ ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی اور آنکھوں میں آنسو روتے کٹ رہی تھی اللہ اللہ کر کے صبح صادق طلوع ہوئی تو ان تینوں بہنوں نے وضو کر کے نماز فجر ادا کی اپنے لئے ماں کے لئے دعا مانگی اور وہ تینوں تھوڑا بہت ناشتہ کر کے قریبی سرکاری ہسپتال ماں کو لے گئیں، ابھی تک وہاں کوئی ڈاکٹر موجود نہ تھا، کوئی گیارہ دس کا ٹائم بتا رہا تھا ڈاکٹرز کے آنے کا، وہاں موجود ایک نرس نے صرف اتنا کہا کہ خواب آور انجکشن دے کر اس کی ماں کو سلا دیا وقتی طور پر۔

آفس میں چونکہ ماڈلنگ ایگزیبیشن کی تیاریوں اور ماڈلز کے انتخاب کا کام زوروں پر تھا وہ اتنی آسانی سے چھٹی بھی نہ کر سکتی تھی جویریہ نے اسے بصد اصرار آفس بھجوا دیا تھا البتہ اریبہ کا دھیان ماں میں اٹکا ہوا تھا خیال یہی تھا کہ جتنی جلد ہو سکا وہ چھٹی لے کر آنے کی کوشش کرے گی، بہت ڈپریس سی وہ آفس روانہ ہوئی تھی۔

☆☆☆

پہاڑوں، خوابیدہ مرغزاروں حسین وادیوں میں گھرے خوبصورت اسلام آباد کی سیر کے لئے ان کے اگلے تین دن مختص تھے کچھ تو کام مسلسل سیمینار اٹینڈ کر کے تھکن پھر ان کے وفد کے لئے سب سے زیادہ پریشان کن چیز ماریا جوزف کے دماغ میں بڑھتے منفی خیالات کا ہجوم جو اس کے ذہن کو ہر دم الجھائے رکھتا تو انہیں اس وقت اچھا لگا کہ وہ خود بھی روزانہ بھاگتی زندگی سے کچھ لمحات چرا کر ضرور پرفضا مقام پہ جائیں، ماریا جوزف جو ہر جگہ جا کر روحانیت، مذہب اور وہاں سے منسلک روایات رسم و رواج کلچر، ثقافت کے متعلق جاننے کی شائق رہا کرتی اسے یہ آئیڈیا سب سے اچھا لگتا تھا، اپنے سیاحتی پیکج میں کہ کتب بینی سے زیادہ معلومات گھوم پھر کر لوگوں کو دیکھ، پڑھ

کر میسر ہوتی تھیں، ویسے بھی اسے اچھا محسوس ہوتا فطرت کے نظاروں میں ڈوبے ہر الجھن پریشانی سے دور جب وہ اپنا تحقیقی کام آسانی سے کر سکتی اور روحانیت و مذاہب سے متعلق پوری آزادی سے ذہن کو متوجہ کر کے ہر اس روپے موڈ، ماحول اور موضوع پہ ریسرچ کرتی جس کا تعلق انسان یا فطرت سے ہوتا، اسی شوق میں اس نے انڈیا رہتے ہوئے ایشیاٹک سوسائٹی کا کتب خانہ دیکھا تھا جو کلکتہ میں تھا جس کی لائبریری میں ڈیڑھ لاکھ نادر و نایاب کتابیں جمع ہیں اور 47 ہزار قدیم نسخہ جات کا خزانہ جن کا مطالعہ کرتے ہوئے درحقیقت انسان ماضی میں پہنچ جاتا ہے جب دیے کی روشنی میں کتاب پڑھی جاتی ہاتھوں کے ذریعے چھپتی اور صرف امراء تک ہی محدود رہتی تھی، اس خزانے میں منقش وہ قرآن شریف بھی اسے یاد تھا جس پر خالق تاج محل، شاہجہان کے دستخط تھے۔

ویت نام کا وہ صدارتی پیلس جہاں وقت ساکت تھا جس کی جدید عمارت بیرونی شان و شوکت کا بھرپور احساس دلاتی مگر اندرونی تزئین و آرائش جامد تھی، عمارت کی بالائی منزل کے ایک وسیع کمرے میں چاروں طرف شیشے نصب ہونے کے باوجود اندر آج بھی نصف صدی پرانا ساز و سامان مثلاً قالین، تصاویر، شمع دان، فانوس وغیرہ نصب تھے، پھر چین، ہانگ کانگ، جس کی بیشتر آبادی بدھ مت سے تعلق رکھتی ہے مگر اسے وہ سکون چین اور شانتی کہیں نظر نہ آئی جو اس مذہب کا خاصا تھا بلکہ ہنگامہ اور تیز رفتار زندگی نے اسے کا استقبال کیا تھا خموشی، بدھی خانقاہ جیسی راحت اسے ایک بار ملی، جب اس نے فنگ شوئی کی مشقیں اپناتے ہوئے یوگا اور مراقبہ شروع کیا تھا یا پھر وہ وقت جب وہ ہانگ کانگ کے شاندار ریسٹوران Jimmy,s kitchen میں گئی تھی نیم تاریک کمرے میں مدہم لیمپوں کی روشنی تلے لذیذ کھانے کھاتے ہوئے انسان ماحول کے سحر سے نکل نہیں پاتا، یہ ریسٹوران اپنے روایتی اور بین الاقوامی کھانوں کے باعث شہرت رکھتا تھا پاکستان سیاحتی ویو سے کیسا تھا، وہ اپنے گائیڈ سے مذکرہ جگہوں کو شیئر کرتے ہوئے اپنا سوال پوچھ رہی تھی۔

"اگر میں بہت زیادہ تعریف کروں تو اسے آپ شیخی خوری یا اپنے منہ میاں مٹھو والی بات بھی سمجھ سکتی ہیں، کیونکہ ہر انسان اپنے مدرلینڈ کے لئے بہت حساس اور الگ کچھ جذباتی تاثرات رکھتا ہے جو یقیناً آپ کے بھی ہونگے مگر ایک ورلڈ ٹورازم رپورٹ کے مطابق پاکستان دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جہاں ونڈر لینڈز موجود ہیں جو دلفریب جھیلوں قدرتی آبی وسائل اور دلدل پہ مشتمل ہیں، پاکستان میں 236 ونڈر لینڈز ہیں تقریباً پندرہ لاکھ پرندے بھی یہاں پناہ لیتے ہیں، ان کا سفر جولائی میں شروع ہوتا ہے۔"

"امیزنگ اور اس سفر میں ہمارا پڑاؤ کہاں کہاں ہوگا۔" کیتھرین نے بھی دلچسپی سے پوچھا۔

"مری، ایوبیہ، نتھیا گلی، سوات، گلگت، کاغان، ناران وغیرہ۔" سعید صاحب روانی سے بولے۔

"تین دن کیا کم نہیں ہونگے اتنے علاقے گھومنے کو۔" ماریا نے استفسار کیا۔

"مری، ایوبیہ، نتھیا گلی، سوات، گلگت، کاغان، ناران وغیرہ۔" سعید صاحب روانی سے

دے۔

”تین دن کیا کم نہیں ہونگے اتنے علاقے گھومنے کو۔“ ماریا نے استفسار کیا۔

”ہمارا پیکج ایسا ہے کہ یہ تین دن آپ کو بہت اچھے اور اکنامیکل گزرے محسوس ہونگے کچھ حصہ گھومنے والا رہ بھی گیا تو مسئلہ نہیں آپ کے شیڈول کو چینج کر کے ہم کچھ وقت بڑھالیں گے۔“ انہوں نے اطمینان دلایا۔

”اور یہ ہونا چاہیے چار پانچ دن زیادہ نہیں، ورکشاپوں، سیمیناروں، میٹنگز، کانفرنسوں میں ہر وقت ورکنگ سیشن نپٹاتے ذہن وطبیعت بوجھل ہو گئے ہیں اور ایسے میں کچھ وقت اپنی ذات کے لئے نکالنا، یا ذہن کو آسودگی مہیا کرنے کا خیال برا نہیں۔“ ان کے وفد میں شامل ڈاکٹر آرتھر بولے تو ماریا کو جیسے کچھ یاد آیا تھا۔

”ایک بڑی ایکسٹرا جیپ کے ساتھ فوٹوگرافر اور جن علاقوں میں ہمارا قیام ہو وہاں اچھے ہوٹل کا انتخاب تاکہ ہم خوشی اور اطمینان سے وقت گزار سکیں۔“

”میم آپ فکر ہی نہ کریں تمام معاملات اور ضرورت کی ہر چیز پھر جس علاقے کا ہم رخ کریں گے اس کے بارے میں مکمل معلومات ہر چیز جانے سے پہلے چیک ہے آپ کو قطعاً پریشانی نہیں ہوگی۔“

”اور اگر کہیں دہشت گردوں سے نپٹنا پڑ گیا تو اس کا انتظام بھی رکھنا۔“ ڈاکٹر آرتھر اپنے وفد میں موجود خواتین کو دیکھتے ہوئے نیم مزاحیہ انداز میں بولے۔

”کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ڈاکٹر نزہت کو بھی دعوت دیں وہ ہمارے ساتھ ہونگی تو سیاحت کا سفر کا لطف کچھ اور بڑھ جائے گا۔“ کیتھرین نے پرسوچ لہجہ میں بولتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔

”واقعی اگر وہ آسکیں تو اچھا رہے گا۔“ ماریا کا انداز بھی پرجوش ہوا۔

اور جب ان دونوں نے ڈاکٹر نزہت کا کال کر کے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی تو انہوں نے بہت شائستگی سے معذرت خواہانہ انداز میں کہا تھا۔

”میں ضرور جاتی اگر مجھے اپنی بیٹی کی شادی کے سلسلہ میں ازحد مصروفیت نہ ہوتی اسی ماہ کے آخری اتوار کو اس کی رخصتی ہے اور میں چاہ کر بھی ٹائم نہیں نکال سکتی بلکہ میں آپ کے سارے وفد کو دعوت دیتی ہوں کہ آپ لوگوں نے لاہور آکر یہ شادی اٹینڈ کرنی ہے پھر میں آپ کے ساتھ لاہور گھوموں گی۔“ وہ بصد اصرار وخلوص سے بولیں۔

”اوہ، مجھے تو آپ سے لازمی ملنا تھا میں کچھ شیئرنگ چاہتی تھی آپ سے، اسلام کے متعلق کچھ ضروری مواد بکس جو تحقیقی وتاریخی اور موجودہ حوالوں سے اہم ہوں، ان فیکٹ میں مختلف مذاہب پہ ریسرچ کر رہی ہوں۔“ ماریا نے اپنا مدعا بیان کیا تو لہجہ مایوس سا تھا۔

”تم ٹینشن نہ لو سویٹ ہارٹ، میں خود تم سے ایک تفصیلی گفتگو چاہتی ہوں، کیتھرین نے مجھے تمہارا مکمل بائیوڈیٹا بتایا ہے۔“

”تو آپ کچھ کر سکتی ہیں میرے لئے، یقین کریں میں بہت تھک ہار چکی ہوں بہت بھٹک چکی ہوں، ایک سیدھے سچے اور آسان راستے کی تلاش، ایک درست عقیدے کو پانا جس کی قبولیت میں ابہام، شک نہ ہو میرے خیال کے مطابق مجھے یہ ہو سکتا ہے اسلام میں مل جائے کیونکہ میری معلومات کے مطابق مسلمان عقیدہ توحید کے قائل ہیں اور یہ واحد چیز ہے جو مجھے کہیں اور نہیں ملی۔“ ماریا کا انداز جذباتی تھا کیتھرین نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے اسے تاسف سے دیکھا وہ ہر مذہب سے یونہی فوری طور پہ متاثر ہو جانے والی لڑکی تھی، بنا سوچے سمجھے اس کی تعلیمات جاننے کی شائق، اب بھی وہ یہی کر رہی تھی۔

”ماریا میرا خیال ہے کہ ہم اس موضوع پر آمنے سامنے بیٹھ کر بات کریں تو بہتر ہے۔“

”تم اسلام آباد اور شمالی علاقہ جات کے سیاحتی ٹرپ سے واپسی پہ مجھے ملو۔“ ڈاکٹر نزہت نے رسان سے کہا۔

”اٹس اوکے۔“ وہ اتفاق کرنے والے انداز میں بولی اور موبائل کیتھرین کو دیا۔

”لاہور ٹرپ کے لئے سب تیار رہنا یہاں تم لوگوں کے دیکھنے اور مزا کرنے کو بہت کچھ ہے تم سب یقیناً ہر جگہ بھول جاؤ گے مگر لاہور نہیں۔“

”واؤ امیزنگ تو سمجھو بس ہمارا اگلا قدم لاہور میں پڑنے والا ہے۔“ ڈاکٹر نزہت خوشدلی سے ہنسیں۔

“Why not, most wellcome”۔

“Ok seeyou again take care and good bye”۔

”اوکے گڈ بائے ڈیئر۔“ الوداعی سلام ودعا کے بعد موبائل آف کرتے ہوئے کیتھرین نے پرے اچھالا اور بولی۔

”کیا خیال ہے پھر اپنی پیکنگ مکمل کر لی جائے۔“

”لیکن پہلا دن تو ہمارا اسلام آباد میں گھومتے تمام ہوگا پھر آگے بڑھنا ہے۔“

”کہتے ہیں اسلام آباد کے موسم کا کوئی بھروسہ نہیں یہاں کا موسم گرگٹ کی طرح اپنا رنگ بدلنے میں دیر نہیں لگاتا سو ہر مسئلہ کے لئے تیاری حفظ ماتقدم کے طور پہ ضروری ہے۔“ یہ رائے کیتھرین کی تھی اور سب نے اس کی تائید میں اپنی اشیائے ضروریہ اور سامان ومغربی بیگ کی لسٹ کو چیک کرنا شروع کیا۔

(باقی آئندہ)

”دعائے صحت“

ہماری ہر دلعزیز مصنفہ ہما عامر آج کل شدید علیل ہیں قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے، وہ ہما عامر کی جلد صحت یابی کے لئے دعا کریں۔

فوزیہ غزل

چھبیسویں قسط کا خلاصہ

ساؤتھ ایشین ایونٹ ود کلچرو ماڈلنگ ایگزیبشن کا کنٹریکٹ خان ایڈورٹائزنگ کو ملتا ہے تو کمپنی اریبہ کو ماڈلنگ کی آفر دیتی ہے جسے وہ مسترد کر دیتی ہے، صبا کے گھر دعوت میں سنعیہ اپنے اور شہریار کے درمیان موجود فاصلے کی حقیقت کا پول کھول دیتی ہے۔

اریبہ کی بہنیں اور دوست طیبہ اسے ماڈلنگ کی آفر قبول کرنے کا مشورہ دیتی ہیں مگر اپنے تحفظات کی بناء پر وہ مسلسل انکار پر مصر ہے۔

صبا، سنعیہ کے رویے کو لے کر شہریار سے باز پرس کرتی ہے تو اپنے گریز کو وہ سنعیہ کی خودسر طبیعت کے سر ڈال دیتا ہے، انا وضد کے اس کھیل سے صبا مزید پریشان ہو جاتی ہے۔

اریبہ کی والدہ زیادہ بیمار ہوتی ہے تو وہ وہاج کو بلاتی ہے خالہ تحسین ہما کی شادی کا بہانہ کر کے اسے بھیجنے سے انکار کر دیتی ہے۔

ماریا اپنے وفد کے ساتھ اسلام آباد، مری، سوات کی سیر کے لئے روانہ ہوتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

ستائیسویں قسط

اک لمحہ بھی کیف شناسائی میں کھونے نہیں دیتا
مکمل طور پر وہ مجھے اپنا بھی ہونے نہیں دیتا
اتارتا ہے بارشیں بہت میری تمنا کی زمینوں پر
اور پھر مجھے ہتھیلی بھی چاہ کی ڈبونے نہیں دیتا
اتار کے آنکھوں میں آنسو کہتا ہے کہ ہنسو کھل کے
کیسا عجب دشمن ہے کہ دکھ میں رونے نہیں دیتا
عطا کر کے رنگ فضاؤں کے مجھے اڑاتا ہے ہوا میں
سانسیں بھی خوشبو سے پھر بھگونے نہیں دیتا
اسے خواہش ہے جیئوں صدیوں کی زندگی میں
مگر سانس بھر میسر ہوا بھی ہونے نہیں دیتا
یہ کیسا عذاب آگہی دیا ہے کتابوں نے ذہنوں کو
کہ جوانی خواب اور بچپن کھلونے نہیں دیتا
پلکوں پہ ستارے سجانے کی آرزو لکھنے والا
لو سورج کی ہاتھ سے چھونے نہیں دیتا
جینا دشوار کرتی ہیں یادیں تیری ، دن کو
جگاتا ہے شب بھر خیال تیرا سونے نہیں دیتا
میں خوش ہو کے ہنسوں بھی تو بھلا کیسے غزل
کہ سلسلے درد کے وہ مختصر ہونے نہیں دیتا

اس کی آنکھوں کے کنارے طغیانی کی زد پر تھے، پپوٹے گلابی سوجے اور بھاری ہو رہے تھے، اس کا ذہنی انتشار بڑھتا جا رہا تھا، وہ خود کو اس وقت بے حد تنہا محسوس کر رہی تھی، رات کے تقریباً ساڑھے دس ہو رہے تھے شہریار ابھی تک گھر نہ لوٹا تھا، ایک جز وقتی ملازمہ ہر وقت اس کے پاس رہتی تھی مگر آج اپنے بچے کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ بھی جلد چھٹی لے کر جا چکی تھی، اتنے بڑے گھر میں وہ اکیلی خود کو انتہائی بے بس، مجبور اور خوفزدہ محسوس کر رہی تھی، اپنی زندگی کے شب و روز کو سوچتی کتنی آزردہ تھی، وہ شخص جو اسے اپنی زندگی میں لا کر یکسر لاتعلقی اختیار کر چکا تھا اس کے نام پر اس کے گھر میں جانوروں جیسی قید میں زندگی وہ کیا جی رہی تھی کیسے بتاتی، بس آنسو تھے جو رات بھر وقفے وقفے سے بہتے رہتے اپنی بے بسی پہ کڑھتے کبھی وہ سوچتی سب کو چھوڑ چھاڑ کہیں دور بھاگ جائے، مگر ہر چیز کے سوچنے اور کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

ابھی دو دن پہلے شائستہ بیگم اس کے پاس پورا دن گزار کے گئی تھیں، شہریار نے ان کی خاطر سارا دن گھر گزارا تھا ہنستے بولتے مما کو بھرپور کمپنی دیتے مگر سعدیہ کی حد درجہ سنجیدگی اور کھوئے کھوئے رہنے والی عادت انہیں چونکا گئی، اگرچہ وہ شروع سے اتنی چونچال طبیعت نہیں رکھتی تھی اور اتنی کم گو بھی نہ تھی جیسی ان دنوں ہو رہی تھی تو کیا شہریار واقعی سعدیہ سے کچھ الگ رویہ اپنائے ہوئے تھا۔

کھانے کے ٹیبل پر بیٹھے ہوئے شائستہ بیگم نے بطور خاص ان دونوں کے رویے نوٹ کیے تھے، وہ دونوں ایک دوسرے کو بلانے، دیکھنے سے احتراز برت رہے تھے، بھلے یہ شادی سعدیہ کی مرضی کے خلاف سہی تھے تو پہلے سے کزنز اور بہت اچھے فرینڈز پھر بھی اتنی اجنبیت اور گریز جبکہ وہ ایک شرعی و قانونی رشتے میں بندھے ہوئے تھے اور اتنے بڑے گھر میں اکیلے رہنے کے باوجود آپسی طور پر ایسے ریزرو تھے تو ان کے اندرونی حالات کیا تھے، کہیں ایسا تو نہیں شہریار سعدیہ کی حق تلفی کر رہا ہو۔

یہ ایسا خیال تھا جو انہیں بے چین کر گیا وہ کھانا چھوڑ کر یکدم سعدیہ کو دیکھنے لگیں عام سے گھریلو لباس میں بنا میک اپ کے بالوں کو کیچر میں اڑسے وہ کہیں سے بھی نو بیاہتا لڑکی نظر نہ آ رہی تھی لاکھ سادہ مزاج سہی وہ اتنی بے پروا تو خود سے کبھی نہ تھی پھر......؟

اب انہیں احساس ہو رہا تھا کہ سعدیہ سجتی سنورتی نہیں، اونچی آواز میں نہیں بولتی، ہر بات پہ مسکراتی نہیں، شہریار کے انداز میں بھی وہ بے تابی اور دیوانگی نظر نہیں آئی جو شادی کے اولین دنوں میں ہر دولہا اپنی دلہن کے لئے دکھاتا ہے، جبکہ پہلے سعدیہ کے کئے اس کی شوخیاں شرارتیں عروج پر رہتی تھیں، سعدیہ کو اس کی بے چین نگاہیں کھو جا کرتیں اور اب وہ سامنے تھے مگر ایک دوسرے سے یکسر لاپرواہ، بے نیاز بلاشبہ شادی کا رشتہ انسان کو بدل دیتا ہے اس کی شخصیت میں احساس ذمہ داری اور سنجیدگی بھر دیتا ہے مگر اتنی بھی نہیں کہ انسان اپنے اردگرد اپنے تعلقات، اپنے مقام، رشتے اور خود سے بے نیازی برتنے لگے پھر ان کی شادی کو ابھی دن ہی کتنے ہوئے تھے کہ خاموشی وجود اور گھر پہ راج کرنے لگے، وہ اس وقت صرف ایک ماں کی نظر سے سعدیہ کو دیکھ شہریار کو پرکھ کر سوچ رہی تھیں۔

''مما کیا ہوا کھانا اچھا نہیں بنا کیا؟'' سعدیہ نے انہیں یونہی بیٹھے دیکھ کر پوچھا۔

''ابھی تو میں نے اسپیشل کک بلوایا تھا ورنہ گھر کا بنا کھانا تو نہ نگلا جاتا نہ اگلا جاتا۔'' شہریار بولا سعدیہ خاموش ہو گئی تھی صرف اک نگاہ مما کو دیکھ کر اور اس ایک سادہ سی نگاہ میں کتنے گلے شکوے تھے، کتنی خاموش آہیں وہ ٹھٹک گئیں۔

''خیر ایسا بھی نہیں میری بیٹی اگر توجہ اور دل سے کچھ کرے نا تو کسی بڑے سے بڑے ہوٹل کا کک بھی مات کھا جائے، سعدیہ نے کوکنگ کورسز کر رکھے ہیں، تمہارا جو دل چاہے بنوایا کرو۔'' کہتے ہوئے انہوں نے سعدیہ کو بھی دیکھا جو بڑی خاموشی سے اپنی پلیٹ پہ جھکی ہوئی تھی، انہیں شادی سے پہلے والی سعدیہ اس کی شخصیت سے غائب دکھائی دی۔

''شہری تم لوگ کہیں سیر وغیرہ ہی کر آؤ سعدیہ بھی گھوم پھر لے گی اور تمہیں بھی تھوڑا ریسٹ مل جائے گا۔'' شائستہ بیگم نے اچانک کہا۔

''تو مما میرے پاس ابھی اتنا ٹائم کہاں ہے، آپ کو پتا ہے ابھی اپنی ایڈورٹائزنگ کمپنی کا معاہدہ کیا ہے میں نے ساؤتھ ایشین کلچر ایونٹ کے لئے۔''

''تمہیں اتنا بزنس میں خود کو بزی کرنے کی ضرورت نہیں تمہارے پاپا ہیں، میں ہوں پھر تمہارا منیجر اتنا ایفی شینٹ بندہ ہے تم صرف بزنس کو اپنی روٹین نہ بناؤ، اب تم میرڈ ہو اور تمہارا ایک گھر

ہے بیوی ہے اس کے لئے بھی ٹائم نکالو۔"

"مما یہ کچھ دن ہیں مصروفیت کے نئے کنٹریکٹ کی وجہ سے، ورنہ آپ جانتی ہیں کہ میں خود کتنا بیلنس رکھتا ہوں بزنس گھر اور رشتوں میں۔"

"مجھے تم کچھ بھی کہو، میں یہی کہوں گی کہ گھومنے پھرنے کے دن تو یہی ہوتے ہیں۔" کہتے ہوئے انہوں نے سعدیہ کو بھی دیکھا جوان کی گفتگو سے یکسر لا پرواڈائننگ ٹیبل سے برتن سمیٹ رہی تھی۔

"مما مجھے اس کانٹریکٹ سے فارغ ہو لینے دیں پھر میرا دوبئی کا بزنس ٹرپ ہے میں سعدیہ کو ساتھ لے جاؤں گا بلکہ آپ اور پپا بھی چلیئے گا۔"

"دیکھو شہریار تم ہنی مون کو بزنس ٹرپ سے الگ رکھو اور بہتر ہوگا پیرس، سنگاپور، سوئٹزر لینڈ ہو آؤ، ایک تم دونوں بہتر طور پر اپنے رشتے و تعلق کی کیفیات کو سمجھ سکتے ہو، پھر سعدیہ کے موڈ اور مزاج پر اچھا اثر پڑے گا۔" شائستہ بیگم زور دے کر بولیں۔

"مما پلیز، آپ کچھ دن مجھے اپنی بزنس روٹین تو سیٹ کرنے دیں، کئی نئی کمپنیز سے معاہدے ہوئے ہیں اگر میں ان کا کام اپنی نگرانی میں نہ کروا سکا تو ہماری بزنس ساکھ کو نقصان ہو سکتا ہے۔" وہ بڑے رسان سے بولا۔

"تم بزنس سیٹ کرتے رہو چاہے لائف اپ سیٹ ہو جائے۔" وہ کچھ اشتعال سے بولیں کیونکہ شہریار کا بار بار انکار انہیں برا لگا تھا۔

"مما آپ۔" شہریار ان کے خفا لہجہ پر کچھ بے بس سا ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔

"شہری اللہ گواہ ہے کہ تم مجھے سعدیہ سے زیادہ عزیز ہو بہت محبت توجہ اور پیار سے تمہاری تربیت کی ہے میں نے اور اسی مان و محبت کے سہارے اپنی ناز و ں پلی بیٹی کو تمہیں سونپا باوجود اس کے کہ وہ اس رشتے سے انکاری تھی، اگر تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اسے ہمیشہ خوش رکھو گے اور سعدیہ مجھے خوش دکھائی نہیں دے رہی، کیوں یہ تم بہتر جانتے ہو یا وہ، مگر کیا تم اس کو خوش رکھنے کی ذرا سی کوشش بھی کر رہے ہو کہ نہیں یہ آج خود سے پوچھنا ضرور۔" شائستہ بیگم نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر گئی تھیں اور شہریار ساکت سا رہ گیا، سعدیہ جو سوچ رہی تھی مما کو صرف شہریار کا دھیان ہے اسی سے محبت ہے مجھ سے نہیں، ماں کے الفاظ نے اس کی آنکھیں نم کر دی تھیں۔

☆☆☆

ایک کاروباری کمپنی کے نئے ایڈ کے شوٹ ریہرسل کو وہ فائنل ٹچ دے رہے تھے اس ایڈ میں ملک کی مشہور ماڈل و فلمسٹار کام کر رہی تھی بہت ناز نخروں اور تنگ کر کے وہ ایڈ میں کام کرنے پہ راضی ہوئی تھی جس سے کاروباری کمپنی کا چیف ایگزیکٹیو بھی بیزار ہو چکا تھا کیونکہ ایک تو مہنگے ہوٹل میں نیا کا ٹھہراؤ پھر من پسند ڈریسز اور میچنگ اشیاء و جیولری کے ساتھ اچھا خاصا بھاری معاوضہ اوپر سے شوٹنگ کے لئے وقت دینے میں اتنے بہانے اور نخرے اگر اس وقت وہ ٹاپ پہ نہ ہوتی تو ایڈ میں اس کی موجودگی کو منسوخ کر کے کسی اور ماڈل سے کام لے لیا جاتا، مگر ایڈ و اس بکنگ پھر کمپنی کی انویسٹمنٹ میں پرافٹ کا تخمینہ لگاتے ہوئے چیف ایگزیکٹیو کو یہ کڑوا گھونٹ بھرنا ہی پڑا۔

اس وقت خان ایڈورٹائزنگ کمپنی کے آڈیٹوریم ہال میں مین لائٹس آف کیے پروجیکٹر کو آن کر کے ایم ڈی شہریار خان اور کاروباری کمپنی کے چیف ایگزیکٹیو سعود غوری اپنے تیار کردہ ایڈ کی شوٹنگ کے مراحل دیکھ رہے تھے، کیمرہ مین بہت مہارت اور تکنیکی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایڈ کی تمام تر شوٹس ان تک پہنچا رہا تھا، ایڈ کی پریزینٹیشن اور ماڈل کے اینگلز کو دیکھتے ہوئے شہریار اور سعود غوری تبادلہ خیال کر رہے تھے ایڈ واقعی اچھا شوٹ ہو رہا تھا، مگر غوری صاحب مطمئن نہ تھے۔

"اس ایڈ کی خجل خواری نے مجھے بڑا سبق سکھایا ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ اگلے ایڈ کے لئے کسی اور چہرے سے کام لیں، نئی ماڈلز ایک تو تنگ نہیں کرتیں پھر کام محنت اور لگن سے کرتی ہیں۔"

شہریار ذرا سا مسکراتے ہوئے کچھ کہنے لگے تھے کہ سعود غوری نے یکدم ہاتھ اٹھا کر انہیں کچھ کہنے سے روکا تھا، ان کی نظریں پروجیکٹر پر جمی تھی، جہاں دروازہ کھلا تھا اور روشنی کے گول دائرے میں وہ چلتی ہوئی آ رہی تھی، اس کا بے پناہ دلکش نقوش سے سجا چہرہ میک اپ سے عاری تھا سلیقے سے اوڑھے دوپٹے کے نیچے کمر تک جھولتی لمبی چٹیا چہرے پر سوگواری کا تاثر جو عجب حسن عطا کر رہا تھا کیمرہ اس پہ فوکس تھا۔

"آئم سوری میں دفتر پہنچنے میں کچھ لیٹ ہو گئی ان فیکٹ سر میری والدہ کی طبیعت بہت خراب تھی رات سے انہیں ہاسپٹل ایڈمٹ کروا کے آ رہی ہوں۔" وہ تھکے تھکے انداز میں معذرت خواہانہ لہجہ اپناتے بولی تو منیجر صاحب نے اسے آہستہ آواز میں شوٹنگ کے فائنل ٹچ کا بتایا تھا۔

اریبہ کو یکدم اپنی غلطی کا احساس ہوا اور مدھم روشنی میں باہر سے آتی وہ اندر کا ماحول دیکھ نہ سکی تھی اور براہ راست کیمرے کے سامنے آ کر اونچی آواز سے بولتی کچھ دیر کو کنفیوژن سا پیدا کر گئی ماحول میں۔

"اوہ، سوری مجھے پتا نہیں چلا آپ لوگ کام کر رہے ہیں۔" وہ تاسف سے بولتی ذرا پرے ہو کر بیٹھی، جبکہ سعود غوری، شہریار خان سے اس کے متعلق پوچھ رہے تھے۔

"یہ ہماری کمپنی میں کچھ عرصہ قبل اپائنٹ ہوئی ہیں بہت محنتی لڑکی ہیں، ویل بی ہیوڈ، ویل مینرڈ اور اصولوں کی پابند ہماری ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے زیادہ کام کو یہی اسیسٹ کرتی ہیں۔"

"شہریار صاحب کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم یہی ایڈ دوبارہ شوٹ کریں اس لڑکی کو لے کر۔" سعود غوری اچانک بولے تو شہریار خان بے پناہ حیرت سے ان کی سمت مڑے اور تحیر زدہ لہجہ میں کہا۔

"غوری صاحب اتنا پیسہ لگا کر آپ نے یہ ایڈ بنوایا ہے اتنی مہنگی اداکارہ کو سائن کیا اور جب سب کمپلیٹ ہو گیا تو آپ یہ دوبارہ شوٹ کرنے کے خواہشمند ہیں۔"

"شہریار صاحب روپے کو کوئی بات نہیں، میں اس سے زیادہ روپیہ دوبارہ لگا سکتا ہوں مگر کام اسی لڑکی سے کروانا ہے۔" غوری صاحب منہ سے سگریٹ کا دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے بولے۔

"یہ لڑکی پروفیشنل ماڈل یا ایکٹریس نہیں، ہماری کمپنی میں ورکر ہے پر، یہ ملازمت بھی اپنی

گھریلو مجبوریوں کی بناء پر کر رہی ہے لہٰذا اکینگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"خان صاحب آپ آفر دے کر تو دیکھیں، اس شعبہ میں بھی اکثر لڑکیاں اپنی معاشی مجبوریوں کی وجہ سے امیر بننے کا خواب لے کر ہی داخل ہوتی ہیں اور میں اسے بھاری معاوضہ دے سکتا ہوں، اس ایڈ کے لئے نہ سہی اگلے ایڈ کے لئے بکنگ کروا دو۔"

"غوری صاحب ہمارے پاس نئی خوبصورت اور پرکشش لڑکیوں کا کلیکشن ہے، آپ ان کے فوٹو گرافس اور اسکرین ٹیسٹ دیکھ کر کوئی فریش چہرہ منتخب کر لیں۔"

"خان صاحب اس لڑکی سے زیادہ حسین اور پرکشش کوئی ہو سکتی ہے ایسی عجیب مقناطیسی حسن اور چہرے و وجود پر ایسا ملکوتی حساس حسن بخدا میں نے آج تک نہیں دیکھا اگر یہ لڑکی اسکرین پر آ جائے تو یقین مانو راتوں رات تہلکہ مچا جائے۔" ان کے لہجے و آنکھوں میں چمک لہرائی مخصوص قسم کی، شہریار نے بے اختیار پہلو بدلا تھا ان کی بات و انداز پر۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم نے اب تک اسے کیمرے کے سامنے کیوں نہیں کیا، اگر میں کسی ایڈورٹائزنگ کمپنی کا ایم ڈی ہوتا تو پہلی فرصت میں اس لڑکی کو کیش کرواتا۔" غوری صاحب نے ایک بولڈ سا کمنٹ پاس کرتے ہوئے کہا تو شہریار نے جھنجھلاتے ہوئے کچھ پچھتاتے ہوئے اریبہ کو دیکھا جو نیم تاریک گوشے میں بیٹھی بھی اپنے بے حد گورے چٹے رنگ سے نمایاں ہو رہی تھی۔

سعود غوری کوئی باکردار قسم کا انسان نہیں تھا نہ ایک کنوئیں کے پانی سے شانت ہونے والا تھا، اس کی زندگی میں نت نئی اور ہر قماش کی عورتیں آتی جاتی رہتی تھیں، وہ ہر اس چہرے کی طرف لپکتا تھا جو باعث کشش دکھتا۔

حسن اور عورت اس کی سب سے بڑی کمزوری تھے اور اس میں بھی وہ اپنا معیار برقرار رکھتا تھا ہمیشہ ان کھلی ان چھوئی کلی پہ ہاتھ و نظر ڈالتا، البتہ شاید خوبصورتی اور معصومیت و کشش کا ایسا بے پناہ احساس اسے کہیں نہیں ملا تھا جو اس وقت اریبہ اشفاق کے سوگوار چہرے پہ دکھائی دیا تھا، اس نے بہت عورتیں دیکھی تھیں مگر ایسی بے تحاشا خوبصورتی کسی میں نہیں دیکھی جن کیفیات کا شکار وہ اسے دیکھ کر اچانک ہوا تھا وہ آکٹوپس کی مانند اپنے شکنجہ میں جکڑنے والی تھیں، شہریار نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ کیا مجھے اتنا بدذوق سمجھتے ہیں کہ میں اتنے حسین چہرے کو کیمرے کے سامنے لانے کی کوشش نہ کرتا، خوبصورتی ہر ایک کو متاثر کرتی ہے مجھے بھی اس کی خوبصورتی نے متاثر کیا تھا اور پہلی نظر اس پر پڑتے ہی میں بھی ساکت ہو گیا تھا اسے دیکھتے ہوئے کتنی دیر میری نظریں اس کے چہرے سے ہٹ نہیں سکیں، پھر میں نے اسے ماڈلنگ کی آفر کی تھی مگر وہ انٹرسٹڈ نہیں She is a perfcit ladi but۔"

"She is not intrsted۔"

"آپ کچھ بھی کہیں خان صاحب میں اس لڑکی کو بہت اچھی آفر دے رہا ہوں۔" غوری صاحب اٹھے اور اریبہ کی جانب بڑھے، شہریار لب بھینچے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ ان کی متوقع بے عزتی دیکھنے لگے۔

"ہیلو مس، کیا میں آپ سے بات کر سکتا ہوں۔" وہ دایاں ہاتھ بڑھا کے بولے، سعود غوری کا سٹائل بڑا فلمی سا تھا۔

"سوری میں اپنے کام میں بزی ہوں۔" اریبہ نے روکھے انداز میں کہتے ہوئے نہ صرف ان کا بڑھا ہوا ہاتھ نظر انداز کیا تھا بلکہ اپنے سامنے رکھی فائل اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"دیکھیں میں آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لوں گا میں صرف آپ کو اپنے نئے ایڈ میں ماڈلنگ کی آفر کرنا چاہتا ہوں، آپ کا چہرہ بڑا فوٹو جینک ہے۔" سعود غوری کی بے باک نگاہیں اس کے شفاف چہرے کے نقوش پر ٹکی تھیں اور اریبہ اپنے آپ میں بے چینی و ناگواری محسوس کرتی اٹھی۔

"مجھے اس شعبے میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔" وہ لٹھ مار انداز میں بولی۔

"دیکھیں آپ کو احساس نہیں آپ کیا چیز ہیں اور اپنے اس بے پناہ حسن و خوبصورتی کو کیسے لمحوں میں کیش کروا سکتی ہیں۔" وہ جیسے اس کا ایکسرے کر رہا تھا۔

شہریار نے بے ساختہ آنکھیں بند کی تھیں اور سعود غوری نے اپنا فقرہ اتنی بے اختیاری و سرعت میں مکمل کیا جس کا اسے احساس تک نہ ہوا اور اپنے کہے الفاظ و لہجہ کی سنگینی کا جب احساس ہوا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔

اریبہ کا چہرہ لمحہ بھر میں سرخ ہوا اور اشتعال و غصہ کے تاثرات میں لپٹا اس کا دایاں ہاتھ بلند ہوا تڑاخ کی آواز کے ساتھ ایک بھرپور تھپڑ سعود غوری کے ہوس آلود چہرے پر پڑ چکا تھا۔

خان ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے آڈیٹوریم ہال میں جیسے سناٹا چھا گیا تھا، شہریار خان پوری آنکھیں کھولے ساکت سے بیٹھے تھے، وہاں موجود دوسرے افراد ہراساں و بے یقین۔

"تمہیں معلوم نہیں سعود غوری کس پایہ اور کتنے اثر و رسوخ والا بندہ ہے یہ تھپڑ بہت مہنگا پڑے گا تمہیں، بڑی بھاری قیمت چکانی پڑے گی اس کی۔" لال بھبھوکا آنکھوں کو کھا جانے والے انداز میں اس پر ڈالتے دھمکی آمیز لہجے میں پھنکارتا سعود غوری ایک جھٹکے سے مڑا اور باہر نکل گیا، اریبہ نے چند ثانیے بہت ماؤف سے ذہن کے ساتھ وہیں کھڑے گزارے پھر آہستہ آہستہ اس کی سیاہ آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرتی گئیں۔

بہت حفاظت سے رکھا ہے ان چراغوں کو
بجھتے بجھتے بھی ہواؤں سے الجھ پڑتے ہیں
دیکھ فرعون کے لہجے میں بات نہ کر
ہم تو پاگل ہیں خداؤں سے الجھ پڑتے ہیں

☆☆☆

خوبصورت موسم، خوش رنگ پھول، گیت گاتے ہوئے پرندے، حسین مرغزار، بلند و بالا پہاڑ پھلدار درخت اور بہت کچھ انجوائے کرتے وہ لوگ دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں سے ایک اسلام آباد کے اہم اور قابل دید مقامات، فیصل مسجد، شکر پڑیاں، پاکستان مانومنٹ (قومی یادگار) ارجنٹائن پارک، کیپٹل پارک، (ایشیا کا سب سے بڑا پارک) لیک لینڈ، چڑیا گھر، کنول جھیل، یاسمین گارڈن (گلاب اور چنبیلی کا باغ) راول ڈیم، دامن کوہ اور چھتر پارک دیکھتے سوات، کالام

روانہ ہو رہے تھے، شہر میں موجود پارک اور سیر گاہوں میں خوبصورت جھولے، فلائنگ بوٹس جن سے بچے اور بڑے لطف اندوز ہو رہے تھے، علاقہ کو لوکیشن کے مطابق سہولیات کا تعین اچھا تھا۔

اس وقت وہ سب ایک خوبصورت سیر گاہ پاکستان مانومنٹ میں داخل ہو رہے تھے اور دور سے نظر آتے چبوترے کو دیکھ رہے تھے، جو کافی بلندی پر واقع تھا، اس تک پہنچنے کے لئے انہیں چھ چھ سیڑھیوں کے ساتھ پڑاؤ چڑھنے تھے، جبکہ یادگار کے دائیں اور بائیں جانب وی آئی پی مومنٹ کے لیے لفٹیں بھی لگائی ہوئی تھیں، انہوں نے لفٹ کا استعمال کیا، ستارہ ہلال پر مرتکز پھول کی چاروں پنکھڑیوں کو ایک وسیع اور بلند چبوترے پر تعمیر کیا گیا تھا۔

''یہ خوبصورت سیر گاہ 27 مارچ 2007ء کو مکمل ہوئی تھی اور اس کے کھلتے پھولوں کی پنکھڑیاں پاکستان کے چاروں صوبوں کو ظاہر کرتی ہیں اور مختلف ثقافتوں میں بسنے والے پرعزم و غیور پاکستانیوں کی عکاسی کرتے ہوئے قومی وحدت کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت سینہ سپر ہیں۔'' ان کا گائیڈ انہیں معلومات مہیا کرتے ہوئے یادگار کے دونوں جانب بنی چھوٹی چھوٹی پھولوں کی کیاریاں دکھا رہا تھا سرسبز گھاس اور یادگار میں نصب چھوٹے بڑے فوارے پھر یادگار کے عقب میں 24 محرابوں پر مشتمل خوبصورت بارہ دری بھی اپنی مثال آپ تھی جہاں سے اسلام آباد کا دلکش نظارہ آنکھوں کی سرور بخش رہا تھا، اسی جگہ ایک سائیڈ پر دستر خوان لگا کے ان سب نے کھلی فضا میں لذیذ کھانوں سے لطف اٹھایا، زائرین کے لئے کسی کھانے پینے کی اشیاء کے حوالے سے یہاں دکانیں تھیں، یادگار سے نکلتے ہوئے زیرو پوائنٹ شاپ کے سامنے سے گھنے جنگل میں ایک پختہ ٹریک جو اوپر پہاڑی تک جاتا ہے یہ نسبتاً کم بلندی پہاڑی شکر پڑیاں ہلز کے نام سے مشہور ہے اور یہ پہاڑی 609 میٹر بلندی پر ہے، ان کا اگلا پڑاؤ یہیں تھا۔

اگرچہ گھنے جنگل سے گزرنے والا یہ ٹریک بلاشبہ پیدل اور شکر پڑیاں جانے کے لئے مختصر ترین تھا لیکن شام کو اندھیرا چھا جانے کے باعث یہ رومانوی ٹریک خوفناک ٹریک میں تبدیل ہو جاتا ہے، چنانچہ وہ لوگ اسلام آباد ہائی وے کی طرف سے آئے آگے چل کر دو حصوں میں تقسیم ہو جانے والی یہ پختہ سڑک ایک طرف سے باغیچہ کے پاس اختتام پذیر ہوتی ہے اور دوسری جانب شکر پڑیاں ہلز کا علاقہ شروع ہوتے ہی پارکنگ کی جانب مڑ جاتی ہے وہ اسی طرف سے آ رہے تھے علاقہ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے وہ جگہ آئی جو نماز کے لئے مخصوص ہے اس جگہ پر لوہے کی زنگ آلو باڑھ اور ڈرم جس میں وضو کے لئے پانی نہیں تھا جبکہ پارکنگ میں کچھ حضرات اسے تفریحی سیر گاہ کی بجائے گھر کا صحن سمجھتے ہوئے گاڑیاں دھونے میں مصروف تھے جس کی وجہ سے ساری پارکنگ میں پانی بہہ رہا تھا جو گاڑیاں پارک کرنے والوں کے لئے خاصی دقت کا باعث بن رہا تھا، انتظامیہ کے کارندے بھی اپنے فرائض نبھانے کی بجائے ٹھیلے لگائے چیزیں بیچنے میں مصروف تھے، عدم توجہ، گندگی یہ چیزیں ان کے ہمراہ موجود پاکستانیوں کے لئے خفت اور کوفت کا باعث تھیں۔

جبکہ وفد میں موجود ارکان اس چیز کو نہ صرف نوٹ کر رہے تھے بلکہ ان کی توجہ بھی دلا رہے تھے، وفد میں شامل خواتین اشیائے خورد و نوش کی دکانوں کے ساتھ بنی روایتی اشیاء کی دکانوں سے

خوبصورت ڈیکوریشن پیس اور آرٹیفیشل جیولری کو دیکھتے ہوئے بھاؤ تاؤ میں مصروف تھیں، شیشوں، موتیوں، نگوں سے مرصع پراندے، بندے ہار اور بریسلٹ اپنے آپ کو لگا کر دیکھتی تصاویر بنواتیں وہ سب مگن تھیں ان اشیاء کی قیمتیں ان کے معیار اور خوبصورتی سے کہیں زیادہ تھیں، اپنے مقامی مترجم کے ذریعے قیمتیں مناسب کرواتے ہوئے وہ بھی کچھ نہ کچھ خریدنے کی کوشش میں تھیں، جبکہ مہنگی اشیاء کی وجہ سے اکا دکا لوگ ہی خریداری کر رہے تھے زیادہ تر صرف قیمتیں پوچھ کر اپنے دل کو بہلا رہے تھے۔

ماریا شیشوں اور ریشمی دھاگے سے مزین ایک بڑا پراندہ خرید کر مقامی عورت سے اپنے کٹنگ شدہ بالوں میں کالی پنیں لگا کر سجانے لگی تھی، کیتھرین بڑے بڑے جھمکے پہنے خود کو دکان میں لگے بڑے آئینے میں دیکھ رہی تھی، انجلا مارشل اور جیفر بازوؤں میں کانچ کی چوڑیاں پہنے خوش دکھائی دے رہی تھیں، خالصتاً فارنر لک اور مغربی ڈریسنگ، انگلش لہجہ اوپر سے مشرقی فیشن شکر پڑیاں ہلز میں موجود بھی لوگ انہیں حیرت و دلچسپی سے دیکھ رہے تھے، کچھ ہنس رہے تھے۔

دکانات کے بائیں جانب فلائنگ بوٹ اور گول جھولے ٹکٹ مہنگے ہونے کی وجہ سے بند پڑے تھے اور بچے سپرنگ لگے ربڑ کی بنی چادر سے لگے جھولے پر ہی اچھل کود کر رہے تھے، شام کے سائے ڈھل رہے تھے جب وہ اسلام آباد سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ''چھتر'' نامی پرفضا مقام سے گزرتے لوکاٹ کے باغات دیکھ رہے تھے، پانچ کلومیٹر آگے وادی سانگراں پرندوں کے نغمے سناتی تھی، وسیع سبزہ زار دکانوں اور آنکھوں کو سکون عطا کر رہے تھے، اس سے آگے ترہٹ اور نند کوٹ کی بستوں سے گزرتے چھرا پانی اور گھوڑا گلی کے کشادہ مقامات پر انہوں نے کچھ فرحت بخش لمحات گزارتے ہوئے چپس، مچھلی، انڈوں اور پکوڑوں کا مزہ اٹھایا، گھوڑا گلی سے کچھ فاصلے پر 1860ء میں قائم کیا گیا لارنس کالج بھی دیکھا۔

ان کا اگلا پوائنٹ ملکہ کہسار مری تھا صاف سڑک اور حد درجہ خوبصورت راستہ سنی بنک عبور کرتے ہی خنک ہواؤں کے جھونکے ان کی طبیعت میں شادابی کا عنصر پیدا کر گئے، پنڈی پوائنٹ اور کشمیر پوائنٹ کے درمیان تقریباً سات کلومیٹر کے علاقے پر پھیلے ہوئے مری میں رات کو روشنیاں یوں جھلملاتی محسوس ہوتی تھیں، جیسے ستارے زمین پہ اتر آئے ہوں، کشمیر پوائنٹ سے کشمیر کے بلند و بالا پہاڑ انتہائی خوشنما محسوس ہو رہے تھے، شاہ بلوط اور صنوبر کے درختوں، شاخوں کی سرسراہٹ اور فطرت کی رعنائیوں کو دیکھتے ہوئے سفر کی ساری تھکاوٹ دور ہو چکی تھی رات کے وقت بھی تیز روشنیوں نے دن کا سا ماحول پیدا کر رکھا تھا، خوبانی اور سیب کے درختوں پر پھولوں کو دیکھ کر محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اپسرائیں پھولوں سے پیرہن اوڑھ کر درختوں پر بسیرا کیے ہیں۔

''ان گھنے درختوں کی چھاؤں تلے بیٹھ کر انگور کی بیلوں کے سنہرے گچھوں کی خوشبو اور مہک آفریں چاندنی مہندی اور گلاب کے پھولوں کی رعنائیاں دیکھتے دل یہاں سے جانے کو نہیں چاہتا۔'' فطرتی نظاروں کی دیوانی ماریا خوشی سے بولی۔

''اور میں سوچ رہی ہوں پاکستان کتنا امیر ملک ہے جسے ایسی پہاڑوں میں گھری حسین وادیاں جھیلیں، تیرے بادلوں، بلند و بالا درختوں، پھلوں، پھولوں خوشنما پرندوں سے بھرے علاقے

میسر ہیں جسے تپتے سلگتے علاقوں سے ٹھنڈے علاقوں اور حسین موسموں تک رسائی حاصل ہے۔'' کیتھرین رشک سے بولی۔

''جبکہ کسی اور ملک میں شاذ و نادر ہی اتنی نعمتیں ایک ساتھ میسر ہونگی۔'' ڈاکٹر پیٹر نے کہا۔

''واقعی یہ خوبصورت پھل ہی جو ہم سال میں ایک بار تھوڑا بہت لا کر سب صرف چکھتے ہیں یہاں کے لوگ درجنوں کے حساب سے روزانہ کھاتے ہونگے۔'' ڈاکٹر لوتھر بولے۔

''اور اس کے باوجود یہ لوگ زیادہ ناہمواریوں، مشکلات اور پیچیدگیوں کا شکار ہیں یہاں تک کہ ان کا ہر پیدا ہونے والا بچہ قرض دہندہ ہے، پاکستان اربوں کھربوں کا مقروض ہے۔'' ان کے وفد کے انچارج ڈاکٹر جیک مارٹن کا انداز قدرے طنزیہ تھا، جو ان کے ہمراہ موجود ٹورسٹ گائیڈز اور ڈرائیورز مقامی مترجم کو قدرے برا لگا اور سعید صاحب کا دل چاہا تھا کچھ ایسا کہہ دیں کہ غبار ہلکا کر دیں مگر ہائے رے مجبوری یہ مہمان پاسداری وہ لب بھینچ کر رہ گئے۔

''ایسا ملک جو قدرتی مضافات سے بھرا پڑا ہے اور جس کا چپہ چپہ خوبصورتی سے مالا مال ہے یہاں ہر وقت ہائیکنگ، کیمپنگ، کوہ پیمائی اور جنگلوں کی سیر کے شوقین آتے ہوں، وہ تو ان علاقوں کی تشہیر کر کے اچھی سفری سہولیات مہیا کر کے ہی محض سیاحت کے زور پر امیری اختیار کر سکتا ہے اور سیاحتی فروغ ان علاقوں کی انڈسٹری کو بھی ترقی دے گا اور انڈسٹری ترقی پائے گی تو ملک خود بخود ترقی یافتہ ہوگا۔'' ماریا نے تاسف سے کہتے ہوئے ایک اچھا مشورہ بھی دے ڈالا جسے سننے والا کوئی نہ تھا، مگر گزشتہ برسوں میں مسلسل مارشل لاز، پھر دہشت گردی نے حالات ایسے بگاڑے کہ سیاحتی فروغ اور سہولیات ناپید رہیں، ایک تو سڑکیں سلائیڈنگ سے تین تین دن بند رہتی ہیں پھر سیاح اگر دو تین دن ٹھے کرے تو کسی بھی موبائل فون کی سہولت موجود نہیں اور سیاحوں کا رابطہ لوکل پی سی او سے رہتا ہے جبکہ باقی دنیا سے ان کا رابطہ کٹ جاتا ہے، اس صورت حال کے پیش نظر جو سیاح ایک مرتبہ یہاں آتا ہے وہ دوبارہ یہاں کا رخ کرنے کا سوچتا بھی نہیں بلکہ دس دوسرے افراد کو یہاں آنے سے منع کرتا ہے اور اپنی یہ کمزوری کون تسلیم کرتا سو وہ کان لپیٹ کر یوں ہو گئے گویا کچھ سنا نہیں اور یہ جان بوجھ کر انجان بننے والی عادت کافی عافیت دے گئی جبکہ وفد کے تمام لوگ مسلسل چہل قدمی کرتے گہری رات کا احساس بھولے ہوئے تھے اور ان کے ہمراہ موجود لوگ انہیں سنکی اور خبطیوں کے لقب سے نوازتے سوچ چکے تھے۔

☆☆☆

غرور اس پہ بہت سجتا ہے مگر کہہ دو
اسی میں اس کا بھلا ہے غرور کم کر دے
کسی نے چوم کے آنکھوں کو یہ دعا دی تھی
زمین تیری خدا موتیوں سے نم کر دے

عجب شے ہوتی ہے یہ زندگی بھی بعض اوقات وہ سب کچھ کرنے پر انسان کو مجبور کر دیتی ہے جو اس نے سوچا بھی نہیں ہوتا، وہ منافقت والی زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھی مگر اپنی بے بسی بھی خوب جانتی تھی، وہ شخص جس کی مہربان دوستی پہ اسے بہت ناز رہا تھا، جو بچپن سے بڑی توجہ اور محبت سے

اسے وقت دیتا خلوص و اپنائیت کا رشتہ نبھاتا آیا تھا جس کی سحر طراز آنکھوں کو دیکھتے اور وجیہہ سراپے پر فخر کرتے وہ بڑی اترایا کرتی تھی کہ اتنا شاندار سا شخص اس کا فرسٹ کزن ہے، لڑکیاں ہمیشہ اس کے گرد شہد کی مکھیوں کی طرح منڈلایا کرتی تھیں اور وہ بڑے مان سے اک معصوم سے تفخر کے سہارے اڑی اڑی پھرا کرتی جب شہریار کے سامنے، بولتی ہنستی تو زندگی کیسی اچھی لگتی اور وہ انہی ست رنگی چاہتوں کی خوشبو میں سانس لینے کی عادی تھی کہ زندگی نے یکدم پلٹا کھایا تھا اور ایک ناپسندیدہ زندگی اس پر مسلط کر دی گئی تھی جسے جینا اس کی خوشی نہیں مجبوری تھی۔

اسے شہریار اچھا لگتا تھا وہ بچپن سے اس کی صلاحیتوں، خوبیوں، ذہانت، بے پناہ مردانہ وجاہت اور دھیمے انداز میں مسکراتے رہنے کی عادت سے متاثر تھی اور لاشعوری طور پر شہریار جیسی عادات اپنانے کی کوشش کیا کرتی تھی مگر رشتے کا بدلنا پھر شہریار کا بنا کسی اعتراض کے اس فیصلے کو ماننا یہ حد درجہ فرمانبرداری اور بے حد سمجھوتہ کرنے والی طبیعت اس سے ہضم نہ ہوتی تھی، اسے مرد ہمیشہ دھڑلے والے اچھے لگتے تھے اپنے مخصوص رعب داب اور حاکمانہ مزاج میں ڈھلے ہوئے بلطور حسین ساتھی شہریار ہمیشہ اس کے ماں باپ کے احسانوں تلے دبا سعدیہ کو بھی اس احسانمندی کا حصہ سمجھ کر اپناتا اور بہت تنگ سک سے درست رہنے والا شخص اک مستقل بے ترتیبی کو اس کی ذات کا حصہ بنا دیتا، اس نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ شہریار کے دل کا بھید پا لے، وہ اسے خوشی محبت سے اپنا رہا تھا یا محض مما، پپا کا دل رکھنے کے لئے، اسی کنفیوژن میں اکتاہٹ بیزاری سے وہ شہریار کو حظ اٹھانے کو موقع دیتی رہی اور پھر اک ذرا سی غلطی نے اسے وہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا جو شاید وہ کبھی نہ کرنے کا عہد کر چکی تھی۔

اب دھوکے میں رہ کر بناوٹ زدہ زندگی بسر کرنا کتنا مشکل تھا کس کو بتاتی، آنسو اک تواتر سے اس کے صبیح رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

''کیوں رو رہی ہو میں اس شخص کے لئے جسے نہ میری پرواہ ہے اور نہ وہ کوئی حق مجھے دینے پر تیار ہے، میں اسے کیوں یہ سوچنے کا موقع دوں کہ رات کے اس پہر اس بے درد کے انتظار میں جاگ رہی ہوں نہیں اپنے حوالے سے مجھے شہریار خان کو کسی قسم کی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونے دینا۔'' یک لخت ہی آنکھیں رگڑتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور جب وہ تاب گھما کر لاونج کا داخلی دروازہ کھولنے لگی تو اسی پل شہریار کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا اور سعدیہ کچھ دیر پہلے احساس تنہائی، کرب اور شکستگی کے جس جان لیوا احساس سے گزر رہی تھی وہ جیسے ایک دم سے اشتعال میں بدلنے لگا اور جیسے ہی گاڑی پورچ کرنے کے بعد بے حد تھکن زدہ انداز میں ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا اندر داخل ہوا تھا تو وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

''کہاں تھے آپ اب تک، مجھے اس چار دیواری میں قید کر کے نکل جاتے ہیں پھر آدھی رات تک گھر میں داخل نہیں ہوتے، ایسا کون سا کام بڑھ گیا ہے جو بارہ بجے تک گھر نہیں آنے دیتا۔'' شہریار نے چونک کر اسے دیکھا تھا جو لائیٹ پنک کلر کے ہلکے پھلکے کام والے سوٹ میں ناگواری چہرے پر سجائے دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے خالص لڑاکا بیوی والے سٹائل میں کھڑی اسے گھور رہی تھی، پھر اک گہری سانس لے کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''آفس سے نکلنے لگا تھا جب ایک ضروری اپائمنٹ نکل آئی کچھ دفتری ایشوز تھے نپٹاتے ہوئے دیر ہوگئی۔''

''اور کھانا؟'' سنعیہ نے کچھ طنزاً پوچھا۔

''آفس میں کھالیا تھا۔''

''آفس، آفس، آفس صرف یہی ایک چیز ہے آپ کی زندگی میں، میں کچھ نہیں، جسے بیاہ کر لائے اور پھر میری بے بسی کا تماشہ دیکھنے کو مجھے اس چار دیواری میں قید کر کے غائب ہو جاتے ہیں اور تنہا ڈر، خوف سے میں کیسے وقت گزارتی ہوں، مجھے کچھ ہو سکتا ہے وہم، خدشات، اندیشے پھر اکیلے ہونے کا خوف ایسے میں نہ کھانے کو جی چاہتا ہے نہ نیند آتی ہے کسی بیمار کی اور ہراس میں ٹائم گزرتا ہے، کچھ احساس نہیں آپ کو۔'' وہ بری طرح مشتعل ہوا ٹھی تھی۔

شہریار اس کے سرخ چہرے کو بڑے دھیان سے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا تھا، چند قدم چل کر اس کے سامنے آیا اور پھر اس کی غلافی آنکھوں میں دیکھتا دفعتاً مسکرا دیا ذرا سا جھک کر اس کی تھوڑی کو انگشت شہادت سے اٹھاتا بڑے محظوظ انداز میں بولا۔

''نئی خبر ہے کہ تم بھی خوفزدہ ہوتی ہو، ورنہ تو دوسروں کو وقف ہراس کرنا تمہارا مشغلہ رہا ہے، مائینڈ یو سنعیہ شہریار خان، اس سارے خرابے کی ذمہ دار تم خود ہو۔'' شہریار نے اس کے نرم ہونٹوں کو بڑے انداز سے چھوا تھا اور وہ جیسے کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی، کیسا شخص تھا جو اس کے اشتعال کو اتنے آرام سے لے رہا تھا۔

''میں، جس نے اپنی ذات اپنے خواب اپنے ارمان سب سہہ کر کے خود کو قربان گاہ پر چڑھایا بہت سے رشتوں کو بچانے کی کوشش کی اور میری اسی مجبوری کا صلہ مجھے قید خانے میں مل رہا ہے۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ لہجہ و آواز کو نم ہونے سے بچا نہیں سکی اور یہ وہ کمزوری تھی جو اسے اس بندے کے سامنے سبکی کا شکار کر دیتی تھی۔

''ایک شرعی رشتے کو تم نبھا نہیں پا رہی ہو اور بات کر رہی ہو رشتوں کو بچانے کی، اگر تم رشتے ناتوں کا اتنا احساس رکھنے والی ہوتیں تو کسی نہ کسی لمحے میری نظر کرم کا اعزاز پا ہی لیتیں۔'' وہ سینے پر بازو لپیٹے بہت سکون سے بولا۔

''نظر کرم اور التفات آپ ان جذبوں کا مطلب سمجھتے ہیں نہ معنی آپ کو تو اپنی بیوی کو بیوی ہونے کا عزت و احترام دینا نہیں آتا اور بات کرتے ہیں حساسات کی یو نو مائینڈ آپ جیسا پتھر دل انسان ایسی باتیں کرتا اچھا نہیں لگتا۔'' وہ چیختی ہوئی آواز میں بولتی پلٹی تھی کہ جب شہریار نے ایک ہی جھٹکے سے اس کی کلائی تھام کر اس کا رخ اپنی سمت موڑا تھا اور اپنے مخصوص تحکم بھرے انداز میں بولا تھا، سلگتی سانسیں اس کے چہرے پر چھوڑتے ہوئے۔

''بیوی ہو تم میری اس بات کو تسلیم کرتی ہو تو اس کے تقاضے بھی جانتی ہوگی۔'' اپنے اس کے بیچ فاصلے کو مٹاتے ہوئے وہ بولا تو سنعیہ کا سارا غصہ سارا طنطنہ جیسے جھاگ بننے لگا اور موجودہ قربت کی اپنائیت نرمی و گرمی جیسے وجود میں عجب سنسناہٹیں جاگ اٹھیں، بے ساختہ نگاہیں چراتی وہ خود کو اس کی مضبوط گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش میں کسمسائی مگر گرفت مضبوط تھی۔

''میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے مسز شہریار خان۔'' اس کے نرم و ملائم رخسار کو چھوتے آنکھوں میں جھانکتے ایک خاص انداز سے دیکھتا وہ مسکرایا تھا، اپنی بے بسی کو محسوس کر کے قدرے جھنجھلاتے ہوئے سنعیہ نے چہرہ اوپر کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

خوبصورت نقوش سے سجے وجیہہ پر جھکتی ساحر آنکھیں، مضبوط چوڑا جسم اور استحقاق بھرا انداز بلاشبہ وہ وجاہتوں سے مالا مال ایک شاندار مرد تھا وہ بے خیالی میں اسے دیکھے گئی اور یہ بے اختیاری شہریار کو اپنی بھرپور شخصیت کا احساس دلا رہی تھی، ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے مضبوط مردانہ بازوؤں کی حصار میں قید دلکش و دلنواز سراپے والی اس خفا خفا سی لڑکی کو اس نے قدرے دھیان سے دیکھا تھا، سنعیہ کے دل کی دھڑکنیں یکدم ہی ارتعاش میں گھرنے لگیں اس نے بہت گھبرا کر شہریار کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو آزاد کروانا چاہا تھا، مگر ناکام رہی، آنکھیں اپنی بے بسی خجالت اور بدلتی کیفیات کو محسوس کر کے نم ہونے لگیں۔

''اونہوں سوئی میری بات کا جواب دیئے بنا تم ہل نہیں سکتیں۔'' بڑی توجہ سے اس کے چہرے پر جھولتی بالوں کی لٹ پرے کر کے وہ مسکرایا۔

''چھوڑیں مجھے آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دینا نہ آپ زبردستی مجھے روکنے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔'' بہت غلط وقت پر غلط بات سنعیہ کے منہ سے نکل گئی شہریار کا دماغ گھوم گیا اس کی سحر طراز آنکھیں طیش سے دہک اٹھیں اور اس کے چمکتے چاند چہرے کو باور کرانے والے انداز میں گھورتا وہ غرایا تھا۔

''حق تو اپنے سارے ابھی وصول بھی لوں گا اور بتا بھی دوں گا۔'' سنعیہ کی بھیگی پلکیں لرزنے لگیں اور گداز لب یکبارگی بے تھے جبکہ شہریار اور اس کے بیچ جو انچ بھر فاصلہ تھا وہ بھی سمٹ رہا تھا اس کا سر ہولے ہولے نفی میں ہل رہا تھا دلکشی کی حدوں کو چھوتی اس لڑکی کے ہونٹ شہریار اپنے بے حد قریب دیکھ کر لرز رہے تھے آنکھیں تواتر سے بہہ رہی تھیں، شہریار نے اک بھرپور اور استحقاق بھری نگاہ اس پہ کی پھر سرد لہجہ میں بولا۔

''مگر نہیں سنعیہ تم یہ حق وصولنے کے قابل نہیں ہو اور میں بھی اتنا سستا بک جانے والا مرد نہیں ہوں، سو اگر تم اپنے حسن و خوبصورتی کے بل بوتے پر کسی زعم یا خوش فہمی کا شکار ہو تو اس سے باہر نکل آؤ کیونکہ شہریار کو خوبصورت عورتوں کی کمی نہیں اگر وہ جسمانی حسن پہ مر مٹنے والا ہوتا تو کب کا حد سے گزر جاتا مجھے ہر چیز خالص پسند ہے یہ ذرا سی قربت مجھے ڈھیر کر دے گی تمہاری خام خیالی ہے۔'' سنعیہ کی حیرت سوا تھی وہ ششدر ساکت اسے کمرے سے نکلتا دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

وہ بے ذہنی خلفشار کا شکار تھی ایک تو آفس کے آڈیٹوریم ہال میں سعود غوری سے ہونے والی منہ ماری دوسرا امی کی طرف سے ڈسٹربنس جانے صبح سے وہ کس حال میں تھیں، ان کو ہاسپٹل میں ٹریٹمنٹ ملی بھی کہ نہیں، پریشانی کے عالم میں وہ ہسپتال پہنچی تھی، یہاں جویریہ اور ربیعہ دونوں بنچ پہ بیٹھی رو رہی تھیں اور امی وہ بے سدھ پڑی تھیں۔

''کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے امی کی؟'' وہ بے طرح پریشان ہو کر بولی۔

''امی کو فالج کا اٹیک ہو گیا ہے جسم کی ایک سائیڈ پر اور ڈاکٹرز اتنے سنگدل بار بار بلانے پر بھی کوئی دیکھنے نہیں آتا۔'' جویریہ سسکتے ہوئے بولی۔

اریبہ بری طرح چونکتے ہوئے بے یقین اور متاسف نگاہوں سے ماں کو دیکھنے لگی، گہری سیاہ آنکھیں جن کے پپوٹے بیمار ہونے کے باعث سیاہ ہو گئے تھے گالوں کا گوشت والا حصہ اندر کو دھنس کر رخساروں کی ہڈیاں باہر کو ابھر آئی تھیں پپڑی زدہ سوکھے ہونٹ کمزور نحیف وجود انہیں کچھ دیر اسی طرح دیکھتے رہنے کے بعد جیسے بری طرح ٹوٹ گئی اور صدمے سے سسکنے لگی، آفس سے وہ اپنی ایڈوانس پے منٹ لے کر آئی تھی مگر فالج کا علاج بہت مہنگا تھا ہر روز چودہ ہزار کا انجکشن لگنا تھا پھر ان کی ریکوری کے آپشنز بچتے، سرکاری ہسپتال میں کوئی حال تھا مریض کا نہ پرسان حال پرائیویٹ ڈاکٹر کا تجویز کردہ علاج ناقابل حصول۔

''خالہ کہہ رہی تھیں رات صبح کچھ کریں گی کیا انہوں نے کسی کو نہیں بھیجا اب تک؟''

''آپی اگر وہ ہماری مدد کا ارادہ رکھتیں تو رات کو ایسی بیزاری کا اظہار نہ کرتیں، وہ اب ایسے صاحب حیثیت لوگوں میں شامل ہیں جو اپنے غریب رشتے داروں سے ہر گھڑی بچنا چاہتے ہیں، سچ کہتے ہیں مشکل ہو تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔'' ربیعہ تلخی سے بولی۔

''لیکن ہم یہ سوچ کر ان سے تعلق ختم نہیں کر سکتے کہ اب رابطہ نہیں رکھنا۔'' اندر سے ڈھے جانے کے باوجود اریبہ آہستگی سے بولی۔

''یعنی آپ پھر ان سے مدد مانگیں گی؟'' جویریہ نے حیرت اور استعجاب سے دیکھا۔

''ان کے سوا ہمارا کوئی اور رشتے دار ہے بھی تو نہیں، امی کی حالت لحہ بہ لحہ بگڑتی جا رہی ہے ہمارے لئے ایک ایک پل قیمتی ہے اور کسی غیبی مدد کے انتظار میں بیٹھے رہنا نری حماقت ہے۔'' اس کی آواز آنسوؤں سے بوجھل تھی جویریہ اور ربیعہ اسے دیکھ کر رہ گئیں، جانے کیوں اسے اندھیرے راستوں میں روشنی کی تمنا تھی وہ بھی ان سے جو اندھیرے پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہے تھے، وہ اس سب سے انجان نہ تھی مگر پھر بھی ایک موہوم سی امید کے سہارے اس نے اپنے بے جان ہوتے وجود میں ہمت پیدا کی، دل میں سوچتی اک عزم سے وہ اٹھی۔

دن کے پچھلے پہر وہ خالہ کے گھر پہنچی تھی، شادی گھر والی اک مخصوص گہما گہمی چمک دمک بڑے عالیشان گھر میں نظر آ رہی تھی دور سے ہی گیٹ کے پار ہی چوکیدار نے اسے ڈپٹ کر روک دیا تھا۔

''اے اے ہنو پرے کدھر گھسی جا رہی ہو، ادھر کھڑی رہو صاحب لوگ صدقہ خیرات ادھر ہی دے گا کھانا چاہیے تو نہیں ملے گا کیونکہ فنکشن رات ٹائم میرج ہال میں ہے۔'' وہ اسے کوئی بھکارن سمجھا تھا، حلیہ بھی تو کچھ ایسا ہو رہا تھا اس کا۔

''مجھے خالہ سے ملنا ہے۔'' اریبہ نے کچھ خفت سے ناگواری کے ملے جلے تاثرات میں غصے سے کہا۔

''ارے پورا خاندان مانگتا ہے کیا؟'' چوکیدار کا انداز تمسخرانہ ہو گیا۔

''شٹ اپ زبان سنبھال کر بات کرو۔'' اریبہ کو شاید تاؤ آیا۔

''ارے واہ تو تو انگریزی بولے ہے ویسے ہے بڑی خوبصورت، بالکل بالی ووڈ کی کرینہ کپور دکھے ہے، ادھر آ چار منٹ میرے پاس بیٹھ میرا دل خوش کر، تو تجھے پیسے بھی دونگا، کھانا بھی کھلاؤ نگا۔'' ہوس بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے چوکیدار نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرا اور اریبہ کا ہاتھ جیسے اس کا منہ نوچنے کو بڑھا کہ اسی پل پیچھے سے بڑی سی سیاہ گاڑی نے ہارن دیا تھا وہ ہڑبڑا کر پرے ہٹی، خالہ وہاج پچھلی سیٹ پر تھے ان کی نگاہ اریبہ پر پڑ چکی تھی، خالہ نے فوراً ہی گاڑی رکوا کر اپنی طرف کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے اسے ناگواری سے ٹوکا۔

''تم سے کہا بھی تھا کہ اگر آنا ہوا تو پہلے سے حسن ہما کے کپڑے لے جانا پہننے کو اور تم یہ بھک منگوں جیسا حلیہ بنا کے کیا ظاہر کرنے آئی ہو سوسائٹی میں ہمارا ایک مقام ہے عزت ہے تمہیں جس کا خیال نہیں تم یہیں ٹھہرو تم، میں کسی ملازمہ کو بھجواتی ہوں وہ تمہیں پچھلے دروازے سے اندر لے آئے گی۔'' انہوں نے شیشہ نیچے کرنا چاہا تو اریبہ بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر ان کے بازو کو پکڑتے ہوئے بولی۔

''آپ بے شک مجھے اندر نہ بلائیں یہیں میری بات سن لیں میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔''

''اریبہ تم پلیز ادھر آؤ، اندر چل کر بات کرتے ہیں۔'' اسے بہ غور دیکھتے وہاج نے جانے کیا سوچ کر اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولا تھا اور اریبہ دوسری طرف سے جا کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی حالانکہ خالہ کا چہرہ بگڑ چکا تھا مگر اریبہ کو اس وقت خالہ کے تاثرات کی کوئی پرواہ نہ تھی اس کی جان صرف اپنی ماں، بہنوں میں اٹکی ہوئی تھی، وہ ہر قیمت پر ان کے لئے کچھ کرنا چاہتی تھی۔

بڑے عالیشان سے گھر کے پورچ میں گاڑی رکنے تک اس کی آنکھیں بھر آ چکی تھیں، اس کے ہمراہ بیٹھا وجیہہ اور شاندار مرد اس کا منگیتر کزن بہت اچھا دوست تھا اور اس پل اس لمحے شاید کچھ تھا یا نہیں، وہ اس کی زندگی میں کچھ حیثیت یا اہمیت رکھتی تھی یقیناً اسی لئے وہاج کا رویہ قدرے نرم اور بہتر تھا، اریبہ کا دل ایک بار پھر بے طرح خوش فہم ہوا تھا، اس نے ایک بار پھر اپنے اندر کی نئی توانائی نیا حوصلہ اٹھتا محسوس کیا۔

کیا چیز ہوتی ہے یہ محبت بھی پل میں انسان کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیتی ہے، وہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے جو وہم و گماں سے حدوں پرے ہو وہ دیکھنے کے لئے خوش فہم کر دیتی ہے خوش قسمت میں لکھا بھی نہیں ہوتا؟

خالہ اسے ڈرائنگ روم میں لے آئی تھیں اور یہ بات اریبہ کو چبھی تھی کیونکہ اپنوں کو ہمیشہ اندر لے جاتے ہیں، ڈرائنگ روم تو غیروں، مہمانوں کے لئے ہوتا ہے۔

''خالہ شاید ہمیں اپنا سمجھنا چھوڑ چکی ہیں۔'' یہ بات محسوس کر کے اسے بڑے تاسف ہوا اور اپنا مدعا بیان کرنے میں بھی جھجک مانع ہونے لگی مگر اس کے لئے گزرتا ہر لمحہ قیمتی تھا جسے ضائع کرنے کا رسک نہیں لیا جا سکتا تھا سو ایک بار پھر حوصلہ پکڑتی وہ خود کو بولنے کے لئے تیار کرنے لگی۔

''لڑکی جلدی کرو جو کہنا ہے کہو، بہت کام ہے ہمیں اتنے فارغ نہیں کہ بیٹھے تمہارا چہرہ دیکھتے

رہیں۔'' خالہ کچھ بیزاری سے بولیں تو اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے، وہاج کو دیکھا وہ نظریں چرا گیا، وہ جو اس کے بولنے سے پہلے اس کے دل کے راز پڑھ لیتا تھا اس کی سوچ کے سب زاویوں سے واقف تھا وہ کتنا انجان تھا یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں ہزار کوشش کے باوجود چھلک پڑیں۔

''امی کی طبیعت بہت خراب ہے رات سے، وہ ہاسپٹل میں ہیں، فالج کا اٹیک ہوا ہے ان کے علاج کے لئے رقم چاہیے آپ قرض سمجھ کر دے دیں میں جلد واپس کر دوں گی۔'' خالہ کچھ دیر کے لئے چپ سی ہو گئیں اور وہاج کو باہر جانے کا اشارہ کیا تھا پھر بہت احسان کے انداز میں فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بڑے سے پرس سے ہزار ہزار کے دس نوٹ نکالے۔

''یہ رکھو تم، واپس کرنے کی ضرورت نہیں میں آدھی ٹائم نکال کر دیکھنے۔'' اریبہ نے ہونق سے انداز میں پہلے روپوں کو پھر انہیں دیکھا۔

''یہ پیسے ان سے کیا بنے گا خالہ چودہ ہزار کا انجکشن روز لگنا ہے انہیں آپ کم از کم پچاس ہزار تو دیں۔''

''دیکھو اریبہ دو بچیوں کی شادی ایک ساتھ کر رہے ہیں لمبے چوڑے جہیز کے ساتھ سلامی میں گاڑی فلیٹ ہنی مون کے لئے ٹکٹیں بہت کچھ کیا ہے، اب روپے درختوں پر تو لگے نہیں کہ یہاں سے اتار کر تمہیں لاکھ دو لاکھ دے دوں بس اسی کو غنیمت سمجھو۔'' ایسا سنجیدہ انداز کہ اریبہ کچھ دیر تو گنگ دیکھتی رہ گئی، پھر ملتجی انداز میں بولی۔

''خالہ پلیز آپ کچھ کریں، آپ کے سوا ہمارا کون ہے جو اس وقت ساتھ دے۔''

''کہا نا میں اس سے زیادہ نہیں کر سکتی تم کسی اور طرف سے بندوبست کر لو۔'' خالہ جس انداز میں کہہ کر اٹھیں اریبہ کو جھٹکا سا لگا گیا، اتنا کورا اور صاف جواب یہ ان کی خالہ یا امی کی بہن تو نہ تھیں شاید وہ غلط جگہ آ گئی تھی، اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

☆☆☆

بھوربن، نتھیا گلی اور پتریاٹہ کے خوبصورت علاقے میں سات کلومیٹر لمبی چیئر لفٹ جو سیاحوں کو ایک ایڈونچر فراہم کرتی ہے ان کی خصوصی توجہ کا مرکز بنی، چیئر لفٹ کی سیر زندگی کے قیمتی لمحات سے تبدیل ہو گئی اور ان لمحات کو انہوں نے کیمرے کی آنکھوں میں محفوظ کیا، ان کے گائیڈ بتا رہے تھے۔

''اس چیئر لفٹ کا شمار دنیا کی دوسری بڑی اور تیز رفتار لفٹ میں ہوتا ہے یہ ایشیا کا واحد اور جدید ترین کمپیوٹرائزڈ کیبل کار اور چیئر لفٹ کا نظام ہے۔''

اور جب چیئر لفٹ میں بیٹھے ہوئے سرسبز کوہسار، حسین وادیاں اور دلآویز جنگلات انہیں اپنے راستے میں پلکیں بچھاتے محسوس ہوئے تو ذہن و دل کی ساری کلفتیں جیسے دور ہو گئیں، پاکستان کی پہلی چیئر لفٹ کے مرکز ایوبیہ اور خانس پور کا جانفزا موسم بھی طبیعت کو تازگی عطا کر گیا وہ سب سحر زدہ سے تھے۔

شاہ بلوط اور صنوبر کے درختوں کی خوشبو یہاں کے ماحول میں رچی بسی تھی جس سے دل و دماغ کو عجیب راحت مل رہی تھی اور شاید یہ اسی حسین سفر کا اعجاز تھا کہ وہ تھکاوٹ محسوس کیے بنا

بڑے جوش سے آگے بڑھ رہے تھے پھر وہ شملہ پہاڑ، آبشار اور الیاس مسجد جیسی تفریح گاہوں سے گھرے اس پیالہ نما شہر کی بلندی سطح سمندر سے 4120 فٹ تھی، جناروں کے اس شہر کا نظارہ انہوں نے قریبی پہاڑی پر چڑھ کر کیا تو چاروں اطراف میں گہرائیوں کے بیچ درخت، وادیاں اور نالے انہیں مبہوت کر گئے۔

''درختوں کے جھنڈ، گھٹائیں، اناروں کے سرخ پھولوں سے بھرے پودے کیسے جنت نظیر نظارے ہیں یہاں زندگی نغمہ بن کر گاتی محسوس ہوتی ہے، ان سبزہ زاروں میں آ کر لگتا ہے ہم اس دنیا میں نہیں اور یہ احساس پرکیف میرے دل و دماغ کے لئے کسی دوا سے کم نہیں۔''

ماریا شاہ بلوط کے مضبوط تنے سے ٹیک لگا کے آنکھیں بند کیے بولی تو اس کی ساتھی خواتین نے اسے دلچسپی سے دیکھا وہ واقعی بہت پرسکون اور فریش دکھائی دے رہی تھی اور یہ واقعی ایک مثبت تبدیلی تھی۔

''یہاں انہوں نے بلند ترین چوٹی میراں جانی (9500 فٹ بلند) بھی دیکھی، PMA کاکول کے زیر تربیت فوجی افسران کی لمبی مہم جویانہ چہل پہل کا نظارہ بھی مبہوت کر دینے والا تھا، جامنی رنگ کے چھ پتیوں والے پھول قدموں تلے جا بجا بکھرے تھے۔''

''یہ پھول مقامی طور پر ''کھوکھی'' کہلاتے ہیں، یہاں پر تقریباً پانچ کلومیٹر نسبتاً کم چڑھائی کر کے ''ہرنو'' کا شفاف میٹھے پانی کا چشمہ بھی ہے جبکہ اس سفر کا ایک لازمی حصہ پائے بھی ہے۔''

گائیڈ نے ان کے شوق اور معلومات میں اضافہ کیا مرد حضرات شوق میں پہاڑی راستہ عبور کرنے لگے جبکہ خواتین اونچی ایڑھی والے جوتے پہنے ہونے کی وجہ سے محض انہیں دیکھ کر محظوظ ہوتی رہیں، منظم سبز قطعات میں گھری خوبصورت عمارات کے درمیان مستطیل شکل کی پاک فوج کی تربیت گاہ کاکول کا دلفریب نظارہ قدرتی صناعیوں کے شاہکار پھول پودے اور پھر یہاں کے لذیذ سیب کھا کر وہ واقعی لطف اندوز ہوئے مگر ٹھنڈا پانی بجلی اور اچھے ہوٹل نہ ہونے کے باعث وہ لوگ شام ہونے سے قبل روانہ ہو چکے تھے اور ایک بار وہ سب پھر متاسف لب و لہجہ میں گویا تھے۔

''کہ یہاں بجلی اور گیس کی سہولت دستیاب نہیں، عام استعمال کا پانی نہیں ہے آبادی ٹی وی کی سہولت سے محروم ہے اور ایسے اہم حسین ہل سٹیشن کو ان سہولیات سے محروم رکھ کر سیاحت کو کس طرح فروغ دیا جا سکتا ہے۔''

''جو ملک جمہوریت کو فروغ نہیں دے سکا وہ کسی اور چیز کو کیسے دے سکتا ہے۔'' ڈاکٹر پیٹر کا لہجہ استہزائیہ اور طنزیہ تھا پھر اسی لہجہ کو برقرار رکھتے ہوئے وہ بولے۔

''But remember ایک چیز کو واقعی یہاں بہت فروغ ملا ہے، دہشت گردی جو یہاں پل رہی ہے پھول رہی ہے اور بڑھ رہی ہے بڑھتے ہوئے دنیا بھر کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔''

''پلیز ٹاک ٹو یو لسن می سر Please talk to you liston me sir محض سنی سنائی بات کو با غیر مصدقہ اطلاعات کو اتنے وثوق سے بیان کرنا آپ جیسے پڑھے لکھے بندے کو زیب نہیں دہشت گردی وہ نہیں جسے آپ دہشت گردی گردانتے ہیں بلکہ اصلی اور حقیقی دہشت گردی وہ ہے جسے دہشت گردوں سے نمٹنے کا نام دے کر عرصہ دراز سے مسلم ممالک میں جاری رکھا

گیا ہے جس کی آڑ میں سفاکانہ کارروائیاں کرتے ہوئے نہتے غریب اور مجبور لوگوں سے جینے کا حق چھینا جارہا ہے جبکہ اسلام میں کسی بے انصافی یا استحصال کی کوئی گنجائش نہیں نہ تو آبادیاتی نظام، سامراجیت، طبقاتی کشمکش یا غیر منصفانہ اور جارحانہ جنگوں کی کہیں اجازت ہے۔'' ان کے ہمراہ موجود مترجم اپنی قوم و مذہب کے لئے دفاعی انداز اختیار کرتے ہوئے بولا۔

''اسی لئے اسلامی ممالک میں خودکش بمبار تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔'' یہ کہنے والا ڈاکٹر آرتھر تھا۔

''ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک Negtive اور ایک Positive اسی طرح ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے، مغربی دنیا نے اپنے مفادات کو سرفہرست رکھتے ہوئے انسانی اقدار کو پس پشت ڈالا اور اخلاقی قدروں کو پامال کیا اور یہ تجربہ سیاسی، اقتصادی، اور سماجی سطح پر تیسری دنیا کے ساتھ روا رکھا گیا اور یہ خودغرضانہ عمل جب اخلاقی سیاسی اور اقتصادی جہتوں کے ساتھ مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی پر بھی اثر انداز ہو کر انہیں ان کی ذاتی آسانیوں سے بھی محروم کر گیا تو وہ ظلم و زیادتی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اسلام کا جبر و استبداد کے خلاف نفرت و بیزاری کا جو حالیہ رد یہ سامنے آیا ہے اس کے پیچھے مغربی پالیسیاں اور یہودی آقاؤں کا خودغرضانہ اور بے رحمانہ رویہ کارفرما ہے۔'' گائیڈ کا لہجہ متحمل مزاج مگر سچائی کو سامنے لاتا ہوا تھا وہ اسی لہجہ میں مزید بولے۔

''آج اگر اسلامی خودکش بمبار سامنے آرہے ہیں تو اس کا ذمہ دار آپ کا مغربی طبقہ ہے جو تیسری دنیا کے اقوام مسلم کے بیشتر مسائل کے ذمہ دار ہیں، بلاشبہ بدقسمتی سے عالم اسلام میں عدل اجتماعی کی صورتحال خطرناک حد تک خستہ و خراب ہے اس کے باوجود اسلامی برکات پوری اسلامی دنیا میں نظر آتی ہیں۔'' اس کے برعکس مغربی دنیا تہذیبی و فکری بحردی کا شکار جنسی حوالے اور اخلاقی اقدار سے بالکل بے نیاز ہے کیونکہ مذہبی طور پر یہاں کبھی کوئی جاندار مستحکم نظریہ کارفرما نہیں رہا ایک نظریہ متعارف ہوتا ہے دس بیس سال اسے خوب مقبولیت رہتی ہے پھر وہ دم توڑ دیتا ہے اور اس کی جگہ کسی نئی آئیڈیالوجی کو فروغ مل جاتا ہے اور مغربی اقوام صدیوں سے یونہی بے یقینی اور شکوک و شبہات کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔'' بہت رسان سے بولتے اس شخص کا لہجہ ات● منطقی اور دلائل سے پر تھا کہ وہ سب چپ کے چپ رہ گئے لیکن چپ ہونا بھی شکست کی دلیل تھا اور انہیں خود کو شکستہ کہلوانا منظور نہ تھا، بالآخر کیتھرین نے اس خاموشی کو توڑا۔

''آپ ایسا نہیں کہہ سکتے عیسائیت ایک عالمگیر مذہب ہے اور عیسائی مفکرین و محققین نے بہت ترقی کی ہے جو آج آپ کے مذہب میں ناپید ہے، آپ کا مذہب ابھی تک برقعے اور چار دیواری میں قید گھر کی دہلیز عبور کرنے سے قاصر ہے۔''

''ترقی ایک وسیع لفظ ہے جس کے بہت سارے پہلو ہو سکتے ہیں اس کا کوئی ایک مفہوم قطعی نہیں ہے مسلمان ایک دور میں خلیج بنگال سے لے کر اٹلانٹک تک حکمران رہے وہ سائنس اور فلسفے میں پوری دنیا کے استاد تھے، تہذیب و تمدن کے اعتبار سے کوئی قوم ان کی برابری نہیں کر سکتی، اسلامی تاریخ جن نامور افراد سے بھری پڑی ہے وہ عظیم الشان لوگ جاہل ماؤں کی گود میں تو پل بڑھ کر اس قابل نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان عورتوں کو علما، فقہا، اولیاء حکماء مصنفین اور فاتحین کو اس

اعلیٰ درجے پر فائز کرنے کے لئے پردے کو توڑنا پڑا تھا اسلام میں نقاب اور حجاب کے ساتھ عورتوں نے بڑی ترقی کی ہے، البتہ مغربی اقوام جو ترقی کر رہی ہیں اس طرح کی ترقی تو ہمیں واقعی حاصل نہیں ہو سکتی۔''

آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے سعید صاحب کا لہجہ قدرے استہزائیہ اور طنزیہ ہو گیا تھا، وہ سب لوگ ایک نہایت خوشگوار سفر کے درمیان ایک ناگوار بحث میں پڑ چکے تھے، ان کے ہمراہ موجود مسلمان اتنے لاعلم نہ تھے مغربی اقوام کے بارے میں جتنا وہ سمجھتے تھے۔

☆☆☆

اس جگہ میں بھی بھٹکتا پھر رہا ہوں آج تک
جس جگہ تھا راستہ پیاک سے بچھڑا ہوا
جب بھی تو لا بے نیازی کی ترازو میں اسے
وہ بھی نکلا ضبط کے ادراک سے بچھڑا ہوا

خوابوں سے کوئی بہت دوستی نہیں تھی اس کی نہ وہ محبت جیسی فرسودہ باتوں پر آنکھیں بند کر کے یقین کرتی تھی اور پھر جب تک کوئی سے دسترس سے باہر ہو تو نفسیاتی طور پر دل و دماغ کو صبر آجاتا ہے مگر ایک شے تمام تر شرعی و قانونی اختیارات سمیت آپ کے پاس بے حد قریب ہو اور وہ آپ کی ہوتے ہوئے بھی آپ کی نہ ہوا اور آپ اس کے نہ ہو سکیں، اس سے بڑا اور جان لیوا کرب اور کوئی نہیں ہوتا، وہ چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے لے کر جینے والی لڑکی تھی اسے لمحوں سے رنگ کشید کرنا اچھا لگتا تھا اور زندگی سے جب وہ خوشیاں اور رنگ کشید کرتی شہریار سے موجود تعلق اپنے اس کے رویے تعلقات کا بدلاؤ ان باتوں سے پریشان ہونے لگی تھی تو صبا نے بہت رسان سے سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔

''عجلت سے اسٹینڈ والی عادت بعض اوقات بڑے نقصان کر دیا کرتی ہے زندگی بہت دھیان سے دیکھنے بہت سوجھ بوجھ سے برتنے والی چیز ہے اور تم دونوں کا رویہ، یا پوائنٹ آف ویو مختلف ہونا اتنا اہم نہیں، دنیا میں ننانوے فیصد لوگ ایک دوسرے سے مختلف پوائنٹ آف ویو رکھتے ہیں اور اس کے باوجود بہت کامیاب زندگی گزارتے ہیں، بلکہ ان میں محبت بھی ہو جاتی ہے ہو سکتا ہے تمہیں بھی ہو جائے۔''

محبت اس چیز کو اس نے اب تک سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہی نہ محسوس کی تھی اور شہریار اس نے بھی روایتی میاں بیوی والے امیج کو برقرار رکھنا چاہا تھا، بس...... ورنہ وہ ایک کمرے میں رہنے سونے کے باوجود آپسی لگاوٹ توجہ محبت جیسے مسئلوں سے ناآشنا تھے پھر...... اس گریزاں، خاموش اور بیگانگی سے بھرپور فضا میں شہریار اس کے ساتھ کیا کر رہا تھا یکدم سے ایسی قربت و محبت، توجہ اور رویہ جو اتنا غیر متوقع ہوتا کہ وہ ششدر رہ جاتی، اس کی طرف دیکھنے والی استحقاق سے بھرپور نگاہیں، اسے چھونے والے مضبوط مردانہ ہاتھ اس کے وجیہہ سراپے کی ایسی مدہوش کر دینے والی قربت یہ سب بے دھیانی یا سرسری طور پر سرزد ہونے والے افعال نہ تھے، نہ ان سب کو فیس کرنا آسان تھا کسی لڑکی کے لئے لڑکی بھی وہ جو سلجھی ہو جس رشتے سے بندھ کر وہ شہریار کے گھر اور

زندگی میں موجود تھی۔

اس میں حالات اس کے بس سے باہر تھے صورتحال بے اختیار تھی، وہ شہریار سے دور بھاگنا چاہتی تھی مگر پاؤں بندھ جاتے تھے، ایسی نزدیکیاں اس نے کب سوچا تھا اور شہریار ایسے میں اس کی کیفیت بخوبی سمجھ جاتا تھا وہ پل جب سعدیہ کا غرور، نسوانی وقار تمکنت سب اس کی ساحرانہ کشش اور مردانہ وجاہت کے آگے مٹی کا ڈھیر دکھائی دیتی اور یہی اس کا پلس پوائنٹ تھا وہ خود کو برتر پا کر سعدیہ کو پھر سے بیگانگی کی مار مارتا سلگتی دھوپ میں چھوڑ جاتا، ایک لڑکی کے لئے اس کی سیلف ریسپیکٹ کیا معنی رکھتی ہے وہ سوچنا گوارہ نہ کرتا۔

سعدیہ ہزار ہا مضبوط سہی مگر شہریار کے اس اچانک التفات پہ جان چھڑانے کے باوجود اس کے وجود کے علاقے میں اندر کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ پر کوئی شے کمزور واقع ہوئی تھی، یہاں کئی اضطرابیوں نے ایک عجیب بے چین کر دینے احساس کے ساتھ ڈیرا جمایا تھا، کہ اس کے لئے خود کو سنبھالنا دو بھر ہو گیا تھا اس قدر اچانک توجہ و التفات کے ساتھ اسی قدر اچانک سختی وہ کئی نئی کیفیات سے آشنا ہوتی رہی تھی کہ وہ شکست کھا رہی ہے اور اس شکست کو باور کرانی سب سے بڑی وجہ وہ خود تھی اس کا دل جو اسے شہریار سے نفرت کرنے نہیں دے رہا تھا اور وہ اپنی دھڑکنوں میں اٹدتی اس نرمی اور توجہ کو مٹانا چاہتی تھی مگر کیسے؟ ایک یہ بات ہی تو سمجھ نہ آ رہی تھی، اپنی بے بسی کو اس معاملے میں محسوس کر کے اس کے آنسو تواتر سے بہنے لگے پھر آہستہ آہستہ ہچکیاں بھرنے لگی تو سوں سوں کی آواز پہ شہریار بے اختیار جھنجھلا کر اٹھا تھا۔

نائٹ بلب کی روشنی میں دونوں ہاتھوں سے چہرا چھپائے بیٹھی وہ بے طرح رو رہی تھی۔

''تمہیں ہمیشہ راتوں کو رونا آتا ہے برائے کرم یہ شوق دن میں میرے آنے سے پہلے پورا کر لیا کرو، چند گھنٹے سونے کو ملتے ہیں وہ بھی عذاب بنا دیتی ہو۔'' وہ تکیہ اٹھا کر اسٹڈی روم میں جانے لگا۔

''شہری پلیز مجھے تنہا چھوڑیں کر نہ جائیں میں ڈر جاؤں گی۔'' وہ سسکی ہوئی بولی۔

''تم دودھ پیتی بچی نہیں ہو جو سوتے میں ڈر جاؤ گی اور یہاں کیا یہ ڈرائے تمہارے مجھے سونے دیں گے عجب سنکی لڑکی ہو، دوسروں کو اذیت دے کر ہمیشہ خوشی محسوس کرتی ہو۔'' وہ ناگواری سے کہتا پھر سے وہیں لیٹنے لگا۔

''اذیت تو آپ دے رہے ہیں مجھے کبھی نرمی کبھی گرمی کبھی کرم کبھی ستم کیوں کر رہے ہیں ایسا میرے ساتھ، اتنا برا کیا کر دیا میں نے کہ مجھے جینے بھی نہیں دے رہے، مانا پہلے میں نے آپ کو اس موجودہ رشتے کے حوالے سے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اپنے گھر والوں کی عزت و مان کے لئے یہ سب کیا تھا بھلے یہ سب جبر سہی مگر آپ کی بیوی تو ہوں اور کیا اس رشتے کے حوالے سے میں آپ کی نگاہ میں ذرا سی بھی عزت کی حقدار نہیں، بہت سے رشتے دونوں فریقین میں کسی نہ کسی کی ناپسندیدگی کے باوجود طے ہوتے ہیں اس کے باوجود بھی وہ لوگ ایک معتبر زندگی گزار دیتے ہیں، میں آپ کی نظر میں کتنی قابل سزا سہی مگر مجھ پہ زندگی اتنی تنگ تو نہ کریں میرے جذبات کا مذاق نہ بنائیں کم از کم جینے کا ایک قابل قبول رویہ تو رکھیں، سمجھوتوں میں بھی انسان اپنے ضبط نہیں آزماتا جیسے مجھے آزما رہے ہیں۔'' سعدیہ بری طرح روتے ہوئے بولی، پھر روتے ہوئے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ گئی۔

''میں آپ کی مجرم سہی، آپ کو ٹھکرانے کا آپ کی محبت کو قبول نہ کرنے کی گناہ گار سہی، اس جرم کو بار بار جتا کر مجھ پہ نفرت کی انتہا نہ کریں بیگانگی کی مار نہ ماریں، زندگی اتنی تنگ نہ کریں مجھ پہ۔''

بے بس اور شکست خوردہ انداز میں کہتی وہ چپ ہو کر پھر چہرہ ڈھانپے رونے لگی، یہ ٹھیک تھا کہ اس نے شہریار کے سنگ کوئی بہت خوبصورت خواب نہیں دیکھے تھے مگر ایک اچھی اور مطمئن زندگی کی چاہت تو تھی نا، اب تک وہ محبتوں کی فضا میں سانس لیتی آئی تھی، پھر یہ کیا تھا کہ محبت تو در کنار احساس خلوص، مروت تک نہ تھا اس کی ذرا سی تکلیف برداشت نہ کرنے والا اس کی ایک آہ پر تڑپ اٹھنے والا اس سے کچھ فاصلے پر ایک چھت کے نیچے بے خبر بنا بیٹھا تھا۔

اور سعدیہ خود کو لاکھ باور کراتی کہ اسے شہریار کی پروا نہیں وہ اس سے کس قسم کا کوئی تعلق برقرار رکھنا مشکل سمجھتی مگر اب اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ بے تاثر بن جانا اتنا آسان نہیں ہوتا اور ان معاملات میں تو قطعاً نہیں جو آپ سے ملتے ہوں اور شہریار کہاں وہ رشتے کی دلیلیں دے رہا تھا اپنے اس کے تعلق کی اہمیت سمجھاتا تھا کہاں یہ دن کہ ایک چھت تلے رہتے دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا، وہ کس حال میں اور کیسے جی رہی تھی کچھ سروکار نہ تھا۔

مگر نہیں یہ سعدیہ کی خام خیالی تھی شہریار کا دل اس کے لئے اب بھی حد درجہ نرم اور ملتفت تھا کیونکہ اپنے سے چند قدم فاصلے پر بیٹھی اس نازک اور کومل سی لڑکی سے اس نے ٹوٹ کر عشق کیا تھا یہ وہی لڑکی تھی جس کی اجلی آنکھیں اور شگفتہ مسکراہٹ اسے دیوانہ کر دیتی تھی جس کی معصومیت اور سادگی نے اسے محبت کرنا سکھایا، اس کو سپنوں سے تعبیر بخشی پھر وہ اس لڑکی کو کیسے اپنے سامنے معتوب ٹھہرا سکتا تھا۔

جبکہ شہریار کا دل پوری شدت سے اب بھی اس کی جانب پلٹتا تھا کیونکہ وہ اس کی محبت کا روپہلا چہرہ تھا اور محبت اتنی آسانی سے بھلانے والی چیز نہیں، خاص کر اس صورت میں جب وہ اپنے قیام و مقام کی تمام تر سچائیوں کے ساتھ آپ کے آس پاس موجود ہو، مگر انا درمیان میں آ کر روک دیتی ہر بار، وہ گہرا سانس لیتے ہوئے اسے چند ثانیوں تک یونہی دیکھتا رہا پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا تھا۔

''لائٹ آف کر دو مجھے نیند آ رہی ہے۔''

سعدیہ کا دل بری طرح تڑپا تھا اس قدر بے توقیری پر وہ ایک بار پھر تواتر سے آنسو بہانے لگی۔

☆☆☆

منحصر اہل ستم پر ہی نہیں ہے محسن
لوگ اپنوں کی عنایت سے بھی مر جاتے ہیں

اریبہ کو شدید دکھ ہوا اپنی کم عقلی پر ان کی بیگانگی پر، ان رویوں کا اندازہ تھا مگر وہ پھر بھی چلی

آئی، اس نے سنا تھا کہ نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی اور خالہ کے ساتھ وہاج کے ساتھ بہت نیکیاں تھیں ان کی ماں کی مگر اس وقت ان دونوں کو کچھ بھی یاد نہ تھا، پھر بھی اک موہوم سی امید اریبہ کو ان کے سامنے بلکنے اور مدد مانگنے پر مجبور کر رہی تھی۔

''خالہ اور کون ہے ہمارا کہاں جاؤں گی میں سب سے نے تو چھوڑ دیا ہمیں ابو کے بعد، صرف آپ سے رابطہ و تعلق ہے اور آپ نے بھی کچھ نہ کیا تو میری ماں مر جائے گی اور بغیر باپ بھائی کے ہم اپنے گھر میں صرف ماں کے آسرے پر بیٹھی ہیں، ماں نہ رہی تو گدھ ہمیں نوچ کھائیں گے۔''

''کیوں تم جو روز نئی گاڑیوں میں آتی جاتی ہو، نت نئے لوگوں کے ساتھ گھومتی ہو، کیا آج وہ تمہاری مدد نہیں کریں گے۔'' خالہ نے تیکھے چتونوں سے پوچھا، اریبہ اس بات کے جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں سکی صرف لب بھینچ کر رہ گئی۔

''مرنا تو ویسے بھی ماں نے ہے اس کی بیماری بہت بڑھ چکی ہے روپے ضائع کرنے کا فائدہ، اب تو دعا کرو اللہ اسے زندگی سے خلاص کر دے سال بھر سے تو وہ محتاج اور بے حواس ہے۔''

''خالہ ایسا نہ کہیں۔'' وہ کانپ کر بولی۔

''بیمار محتاج سہی ہیں تو آپ کی سگی بہن۔''

''تم بھی تو سگی بھانجی تھیں بلکہ بطور بہو بھی چن لیا تھا مگر تم سے کیا فیض ملا، ذرا سی زندگی تنگ ہوئی اور تم اپنے مقام، رشتے، ناطے، تعلقات ہر چیز کو فراموش کر کے نئے راستے تلاشنے چل پڑیں اور آج مصیبت پڑی تو ہم یاد آ گئے، ہم اب بھی وہی ہیں اور تم اب کوئی اور اسٹوری گھڑ کر میرا وقت برباد نہ کرو، مجھے ثمن ہما کو پارلر بھی بھجوانا ہے اور بیسیوں کام ہیں تم تو گھر سے بن سنور کر شکار ڈھونڈنے نکل پڑتی ہو۔'' خالہ ایک جھٹکے سے مڑیں اور ڈرائنگ روم سے نکل گئیں، اریبہ کو جیسے کوئی گہری چوٹ لگی تھی، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ادھر سے اتنا کورا جواب ملے گا، اس کا سارا بدن ایکدم پھوڑے کی مانند دکھنے لگا تھا اور دل یوں بے بسی دکھ سے کانپ رہا تھا جیسے خزاں رسیدہ درخت کا تنہا پتا لرزتا ہے، اس نے بے حد کرب کے عالم میں آنکھیں موند لیں، آنسو ایک تواتر سے اس کے گالوں پر بہنے لگے۔

''بی بی صیب آپ جا سکتی ہیں اپنے گھر، ڈرائنگ روم میں صاحب کے مہمانوں نے بیٹھنا ہے۔'' کسی نے آ کر اسے حکم سنایا تھا حیرت تاسف دکھ اور پشیمانی نے جیسے ہمت بھی سلب کر لی تھی وہ بڑی قوت برداشت سے خود کو سنبھالتی اٹھی مرے مرے قدم اٹھاتی باہر آئی تو وہاج حسن کھڑا تھا کاریڈور میں دو آدمی اس کے ہمراہ تھے اپنی آنکھوں میں اتری دھند کے باعث اریبہ ان کو پہچان نہ سکی یا شاید اس نے کوئی کوشش بھی نہ کی بلکہ وہ سیدھی وہاج حسن کے طرف بڑھی۔

''وہاج تم محبت کرتے ہو نا مجھ سے میری مشکلات سے اچھی طرح واقف ہو تم، پلیز مدد کرو ہماری ورنہ میری ماں مر جائے گی، پلیز وہاج کچھ کرو تمہارے سوا ہمارا کون ہے۔'' اسے بازو سے پکڑتے ہوئے وہ سسکنے لگی، وہاج نے اپنے پاس کھڑے سعود غوری اور زبیر عباسی کو دیکھا تھا پھر لب بھینچ کر ایک غصیلی نگاہ اس پہ ڈالی تھی۔

''وہاج دیکھو میں وہی ہوں تمہاری اریبہ جس سے تم محبت کرتے تھے جس سے تم نے وعدے کیے تھے یہ دیکھو یہی انگوٹھی نا جو تم نے مجھے پہنائی تھی سگائی کے وقت، اس تعلق کے واسطے سہی آج اس وقت ساتھ دو تنہا نہ چھوڑو۔'' وہ بری طرح سسکتے ہوئے بولی، وہاج جو پتھرائے چہرے اور بے تاثر نگاہوں کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا اس نے ایک نظر دیکھا تھا اپنے اردگرد کھڑے لوگ جن کے چہرے استہزائیہ ہنسی سے سجے تھے نگاہیں محظوظ ہو رہی تھیں ایک تماشہ دیکھنے کو مل رہا تھا مفت میں اور دوسرے پل اس کا ہاتھ بلند ہوا مضبوط مردانہ ہاتھ کا زناٹے دار تھپڑ بڑی سرعت سے اریبہ کے چہرے کو سن کر گیا، دماغ کے سارے تار جیسے جھنجھنا اٹھے تھے، لمحہ بھر کو تو اسے سوچنے سمجھنے کی حسیات بھی مفلوج ہوتی محسوس ہوئیں۔

''میں تو صرف تم لوگوں کی ہمدردی میں ترس کھا کر مدد کرتا تھا، تمہاری محرومیوں پہ سہارا دینے کی کوشش کی تھی تم اسے محبت سمجھ بیٹھیں، یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے میرا نہیں۔'' وحشیانہ انداز میں گھسیٹ کر بیرونی گیٹ کے قریب دھکیلتے ہوئے وہ نفرت سے بولا تھا۔

اریبہ کو لگنے والا جھٹکا شدید تھا، اس پہ جیسے تیزاب سا ڈال دیا گیا تھا، اس کے چہرے پر کھنڈتی زردی اور بے یقینی بے ساختہ تھی۔

''آج میں وہ سارے وعدے توڑتا ہوں، میرا تم سے کوئی تعلق ہے نہ میری زندگی میں تمہاری جگہ ہے آئی ہیٹ یو۔'' چوکیدار سے دروازہ بند کرنے کا کہہ کر پلٹا تھا اور اریبہ وہ بے ساختہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

ایک لمحہ تھا جو وہاج کی نگاہوں میں دل میں شک بو گیا تھا اور اپنی سچائی ثابت کرنے کو وہ کوئی آسمانی گواہی نہ لا سکی تھی اور اپنا اثاثہ کل گنوا دیا اک خطا کے ہاتھوں، اس در پہ ہونے والے سلوک اور رویے کا اندازہ پہلے سے تھا جویریہ اور ربیعہ نے یہاں آنے سے منع بھی کیا تھا اسے مگر ماں کی محبت اسے کھینچ کر لے گئی یہ عقدہ تو اب کھلا تھا کہ ماں کی محبت کے ساتھ اس کی بدبختی بھی اسے کھینچے جا رہی تھی، اپنی کم عقلی کا دکھ اسے لے بیٹھا تھا، آخر کیا سوچ کر وہ یہاں چلی آئی تھی یہ خیال پچھتاوے میں دھکیل رہا تھا، انتہائی بیدردی سے تمام وعدے بھلا کر رشتہ توڑنے والا شخص کتنا اجنبی تھا اور وہ اس ایک شخص کے لئے برباد ہو رہی تھی صرف اس ایک خوش فہمی میں کہ محبت کرتا ہے وہ اس سے اور آج بھی اس پہ جان دیتا ہے جبکہ اس کے لئے صرف پیسہ اہم تھا جھوٹی شان و شوکت عزیز تھی اسے۔

اور اسے برقرار رکھنے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا اور خالہ وہ غریب تھیں تو کتنی اچھی تھیں یہی اریبہ تھی جس کے سلیقے اور حسن کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتی تھیں، اپنی بہن بھانجیوں کے دم سے جیتی تھیں آج اس سے خالہ کیا کر رہی تھیں، بیٹے کی ترقی اور اچھے حالات نے ان کی نگاہوں، ذہنوں اور تعلقات کو بدل ڈالا تھا۔

بے حس و حرکت بیٹھی اریبہ نے بڑے عالیشان گھر کو دیکھا تھا اور سوچا تھا۔

کیا فائدہ ایسی اونچائی کا جو انسان کو تکبر کے پہاڑ پر کھڑا کر دے یہاں کھڑے ہو کر وہ دیکھے تو نیچے کھڑے انسان بھی کیڑے مکوڑے نظر آئیں، وہاج حسن سے اس نے ٹوٹ کر محبت کی تھی جس سے وہ ایک خوبصورت تعلق میں بندھی تھی اس محبت تعلق کے ناطے یہ کہ انسان کے طور پر تو وہ تھوڑی عزت کی مستحق تھی، مگر اس کی نگاہوں، باتوں، رویے اور سلوک میں اریبہ اشفاق کے لئے محبت تھی نہ عزت اور وہ اس شخص کے لئے سب لٹا کر تہی داماں تھی، جذبے، خواہشات، خواب کچھ بھی تو نہ رہا تھا اس کے پاس اپنے ہر احساس کو لے کر وہ اس عشق کے لئے خوار ہو گئی تھی، طیبہ اسے سمجھاتی تھی اس موڑ کے آنے سے پہلے سنبھل جانے کا کہتی تھی مگر وہ کس فریب نے اسے اندھی بہری کر دیا تھا، کہ وہ سب بھلائے محبت کے عفریت کے پیچھے اندھا دھند بھاگتی رہی، اب سارے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

وہاج حسن وہ شخص نہیں تھا جس سے وہ محبت کرتی تھی جس پہ حد سے سوا اعتبار تھا اسے، تذلیل، توہین، بیگانگی کے تحفے دیتا وہاج حسن وہ شخص نہیں تھا جس سے اریبہ اشفاق محبت کرتی تھی، نہ اس کی آنکھیں وہ آنکھیں تھیں جو اریبہ کو محبت و چاہت سے دیکھتی تھیں وہ بے حد نفرت سے بھری نگاہیں تھیں کہ اریبہ کو اپنے دفاع میں کہنے والے تمام الفاظ ان آنکھوں کو دیکھ کر بھول گئے۔

"بی بی اٹھو ادھر سے ہم دروازہ بند کریں صاحب لوگ غصہ کرے گا۔" چوکیدار بولا، اریبہ نے چونک کر پہلے چوکیدار پھر اس گھر کو دیکھا۔

(باقی اگلے ماہ)

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

ستائیسویں قسط کا خلاصہ

اریبہ کو مشہور کاروبار کمپنی کا مالک سعود غوری اوچھے الفاظ میں شوبز جوائن کرنے کی آفر دیتا ہے تو اریبہ کا ہاتھ اٹھ جاتا ہے۔

اسلام آباد، مری، سوات کی حسین وخوبصورت وادیوں میں گھومتے ماریا اور اس کے ساتھی قدرتی وفطری نظاروں کی رعنائی وصناعیوں سے شدید متاثر ہوتے ہیں۔

سلعیہ شہریار سے اپنی موجودہ حیثیت ومقام کے حوالہ سے ڈپریس ہوکر الجھتی ہے تو شہریار اسے خوش فہمی کے جہان سے باہر آنے کو کہتا ہے اور اپنا سرد انداز بدستور قائم رکھتا ہے۔

اریبہ کی والدہ پر فالج کا اٹیک ہوتا ہے تو کسی موہوم امید اور مان کے حوصلے پر وہ خود خالہ کے گھر کچھ رقم لینے جاتی ہے۔

ایبٹ آباد سے ٹھنڈ پانی سفر کے دوران ماریا کے وفد ممبرز اور پاکستانی ٹورز گائیڈ ومترجم حالیہ اسلامی دہشت گردی کے حوالے سے آپس میں کچھ تلخ گفتگو کرتے ہیں۔

خالہ اور وہاج اریبہ کو شادی کے اخراجات پر رقم صرف ہونے کا کہہ کر کچھ دینے سے صاف انکار کردیتے ہیں، اریبہ وہاج کو گزشتہ تعلق محبت رشتے کا واسطہ دے کر بات کرتی ہے تو وہاج بنا ہجوم کا خیال کیے اس پہ ہاتھ اٹھانے کے ساتھ منگنی کی انگوٹھی واپس لے لیتا ہے، تذلیل وتوہین اور بیگانگی کا حد درجہ احساس اریبہ کو سن کردیتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

اٹھائیسویں قسط
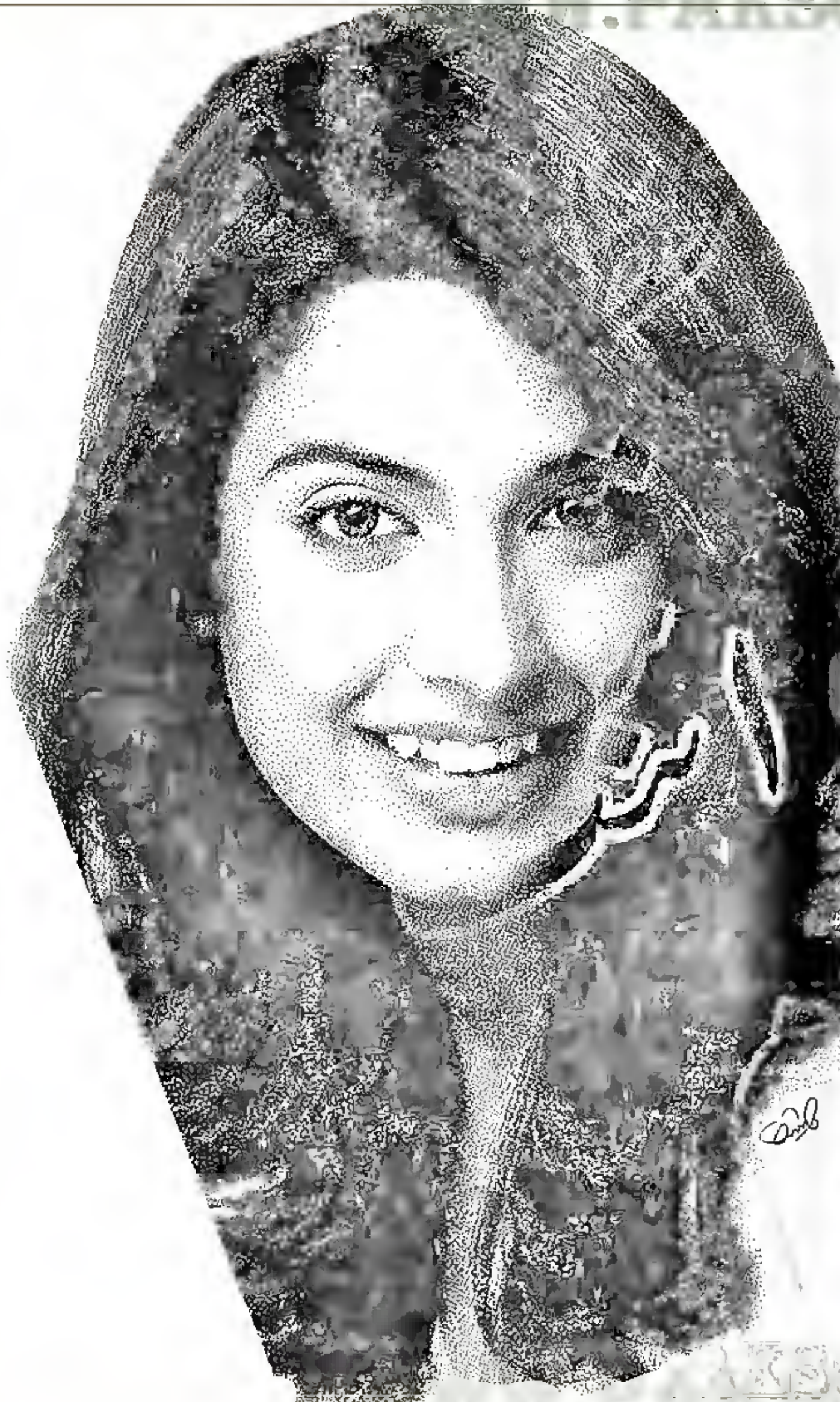
آسان راستوں کی وجہ سے سوات بھی ان کی خصوصی دلچسپی کا مرکز بنا، خوبصورت اور دلکش وادیوں کی آماجگاہ سوات میں فطری اور قدرتی رعنائی، برف پوش بلند قامت کوہساروں، گرتی آبشاروں، بہتی ندیوں، صاف اور شفاف ماحول چمکتا ہوا دریائے سوات، وافر پھل پھول، سبزہ پوش اور گل پوش وادیوں میں شہد، اخروٹ، زمرد، قیمتی جڑی بوٹیوں، مخصوص دستکاری اور گھنے جنگلات یہ سب کچھ اتنا الگ اور منفرد تھا اور دیکھی جانے والی، محسوس کی جانے والی جنت نظیر خوبصورتی کی ایسی بہتات جہاں ان کے ہمراہ موجود گائیڈز یا متراجم حضرات کو نہ مثالیں دینی پڑیں نہ توصیفی قلابے ملانے پڑے فطری وقدرتی حسن خود بخود ظاہر ہو رہا تھا، سوات کی ہر گلی کوچے پر چیکنگ پوسٹ تھی، غیر ملکیوں کو بغیر سیکورٹی کے آگے جانے نہیں دیا جاتا تھا، دوسرے لوگوں کو بھی، چیکنگ کا سامنا تھا، یہ سب حالیہ دہشت گردی کے باعث حفاظتی اقدام تھے۔

"مشرق کے سوئٹزر لینڈ سوات کی گلیوں میں اور بازاروں میں آزادی سے گھومتے پھرتے لوگ کھلی دکانیں، خریداری کرتی خواتین، دریائے سوات میں بے فکری سے انجوائے کرتے بچے اور مچھلیاں پکڑتے ہنستے مسکراتے لوگ یہ سب یقیناً پاک فوج کی محنت اور عزم کا ہی مرہون منت ہے پچھلے چند برس سے سوات دہشت گردی کی آگ میں جل رہا تھا، بموں سے سکولوں کو اڑایا جا رہا تھا، خواتین اور بچوں کا گھر سے نکلنا بند تھا، برقعے کے بغیر کسی عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر زندگی کی کوئی ضمانت نہ تھی، سر عام لوگوں کو مارا پیٹا اور قتل کیا جاتا، ہر قسم کا کاروبار تباہ ہو چکا تھا، مقامی لوگ واقعتاً فاقے کر رہے تھے۔" وہاں موجود ایک غیر ملکی انہیں معلومات دے رہا تھا وہ جرنلسٹ ہونے کے ساتھ شوبز سے منسلک تھا اور سوات پر ایک ڈاکومنٹری تیار کر رہا تھا، ان کا سانس رک رہا تھا جیسے سب سنتے ہوئے۔

"یہی وہ سوات ہے یہاں مذہب کے نام پر لوگوں کو ذبح کیا جاتا تھا، لیکن آج اگر سوات میں امن اور سکون ہے، سیاحوں کی آمد رفت ہے، تو اس کا سارا کریڈٹ پاک فوج کو جاتا ہے۔" وہی شخص بولا تھا۔

وہ لوگ تاسف بھری سانسیں خارج کرتے ہوئے وہاں موجود مقامی لوگوں سے اگر کچھ پوچھتے تو آنکھوں میں مستقبل کے خواب روشن لئے وہ پرامید اور خوشدلی سے بولتے۔

جا بجا دیواروں اور دکانوں کے دروازوں پر پاکستان کے جھنڈے بھی پینٹ ہوئے نظر آ رہے تھے اور جگہ جگہ "پاک آرمی کو سلام" اور "پاک فوج زندہ باد" کے نعرے لکھے تھے جو ان کی حب الوطنی کا ثبوت تھے او پاک افواج سے محبت کا اظہار بھی۔

انہوں نے گھومتے ہوئے دیکھا کہ شالز، چھتریوں، جاگرز، سوئیٹرز، کارڈیگنز اور بلی اوورز کی دکانوں پر بڑا رش تھا، جبکہ ان کے ہمراہ کھانے پینے کا خشک سامان مثلاً ابلے ہوئے انڈے، نمکو، چپس، بیسن کا حلوہ، ڈبل روٹی، نمک پارے، جوس کے پیک، کرکرے بسکٹ، ٹافیاں، چاکلیٹس، سر درد کی دوائیاں اور تولیے، صابن، ٹوتھ پیسٹ، سرف، جبکہ موسم وعلاقہ کے حساب سے کپڑے لئے علاوہ تھے اور وہ سب لوگ خوب ہنسے تھے اتنا سامان دیکھ کر اور اب سعید صاحب کہہ رہے تھے۔

"دیکھ لیں ان مقامات پر مہنگائی عام مقامات سے زیادہ ہے اسی لئے ضرورت کی ہر چیز اچھی طرح سوچ سمجھ کر ساتھ رکھی تھی کہ کہیں بھی پریشانی نہ ہو۔" اور انہیں واقعی ان کی دانشمندی کا قائل ہونا پڑا کہ ان کی مناسب پلاننگ کی وجہ سے بغیر کسی پریشانی کے وہ لوگ بہت اچھا وقت گزار رہے تھے، وقت گزارنے کے لئے اچھے ہوٹل پھر جیبوں ڈرائیورز، گائیڈز، مترجم کے علاوہ پی آئے اے اور مختلف ایئر لائنز کی جانب سے بھی سفری پیکج کی سہولت تھی۔

سوات پہنچ کر ان کا قیام رات کو مینگورہ میں تھا، کیونکہ یہ سوات کا صدر مقام تھا بلند و بالا پہاڑوں سے گھرے مینگورہ کے قریب ہی انہوں نے ایک اور دلکش وادی جامیل دیکھی جو کہ نہایت سرسبز، معتدل اور حسین ہے، یہاں انہوں نے گندھارا تہذیب کے آثار بھی دیکھے بدھ مت کے ابتدائی دور سے لے کر آخیر وقت تک کا سارا بدھ ازم تصویری کہانیوں اور اسٹوپاز کے ذریعے محفوظ تھا، بنڑ، بائوون گرام، کوکاری، اور جامیل کے آثار بھی دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے، صندل کے ٹکرے پانی میں بہتے دیکھے، زیتون کے درختوں کی بہتات تھی۔

"یہاں زمرد کی ایک دکان بھی دریافت ہوئی تھی، گاؤں جامیل اپنی جامع مسجد کی وجہ سے بھی مشہور ہے اتنی بڑی مسجد اور کہیں نہیں ترقیاتی کام بھی یہاں بہت ہے تین بڑے ادارے پولی ٹیکنیک انسٹیوٹ، پولی ٹریڈ اور ووکیشنل انسٹیٹیوٹ کے علاوہ بے شمار درس گاہیں، سکولز اعلیٰ درجے کے ہسپتال سلک ملز ہیں۔" مقامی مترجم اور گائیڈ فرید خان انہیں روانی سے معلومات دے رہے تھے۔

یہیں سے وہ مالم جبہ پہنچے جو سطح سمندر سے 8400 فٹ بلند ہے راستے میں سڑک کے کنارے اور نیچے وادی میں اخروٹ، آلوچے، خوبانی، چیری اور شہتوت کے باغات پھیلے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے پوری وادی میں پھولوں اور پھلوں کی مہک بسیرا کیے ہوئے تھی، گائیڈ بتا رہا تھا کہ۔

"یہیں سیاحوں کے لئے ایک ریزوٹ بھی بنایا گیا تھا، یہ برفیلے میدان میں P.T.D.C کا خوبصورت ہوٹل تھا جس کو طالبان نے قبضہ میں لے لیا بعد میں آپریشن کے دوران آرمی نے بمباری کی جس سے یہ ہوٹل مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔"

"میاں دم۔" بھی ایک ایسا مقام یہاں پہاڑوں کی ڈھلوانوں پر پائن کے اونچے درختوں، چشموں اور آبشاروں سے بہتے پانی نے چاروں طرف سے پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی وادی کو نہایت حسین بنا دیا تھا، دریائے سوات جو اس سارے سفر میں ساتھ ساتھ بہتا رہا تھا اس کے دونوں طرف وادیوں میں مقامی لوگ رہتے تھے جو دریا عبور کرنے کے لئے جگہ جگہ لکڑی، لوہے یا رسیوں کے پل سے گزرتے دکھائی دیتے مدین پہنچتے پہنچتے یہ وادی قدرے تنگ ہو گئی یہاں ٹراؤٹ مچھلی بھی کھائی جس نے سفر کو مزید یادگار بنا دیا۔

"یہاں سے صرف دس کلومیٹر کے فاصلے پر بحرین واقع ہے جو سطح سمندر سے 4500 فٹ بلند ہے وہ جگہ یہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں، اس جگہ کو بحرین کا نام دیا جاتا ہے، قرآن پاک میں بھی دو دریاؤں کے ملنے کا ذکر سورة الرحمٰن میں موجود ہے، لوگوں نے اس علاقے کا نام

''بحرائن'' سے بحرین کردیا ہے۔''

فرید خان انہیں تفصیلی بتاتے ہوئے اس جگہ لے آیا یہاں پر تندوتیزی سے بہتا آبشاروں، چشموں اور پہاڑی ندی نالوں کا پانی دریا میں شامل ہورہا تھا۔

ماریا جوزف دریا کے کنارے خاموشی سے بیٹھی تیز رفتار لہروں کا شور سن رہی تھی، ان سب کا یہ ٹھنڈا یخ پانی اچھا لگ رہا تھا بہت سے لوگ یہ زردی مائل بھورے رنگ کا پانی واٹر کولر ار گھڑوں میں بھر کر پینے کو لے جارہے تھے۔

مقامی لوگ انہیں بصد اصرار اپنے گھر دکھانے لے گئے ان لوگوں کے مکانوں کی دیواریں پتھر اور لکڑی کے ملاپ سے بنی ہوئی تھیں، انہیں کھانے کی دعوت دیتے ہوئے روٹی بھی پیش کی گئی جس میں ایک روٹی چار روٹیوں کے برابر موٹی تھی اور دال چاول بڑے بڑے اور پھولے ہوئے خاصے کم ذائقہ تھے ان لوگوں کے اصرار پر سب ایک دو لقمے لے سکے، پہاڑوں پر موجود ان گھروں میں لکڑیاں جلانے کے لئے جگہ موجود تھی جس کے عین اوپر ایک پائپ کا سرا گھر کی چھت پر نکلتا وہ سب حیرانی سے کچن کا یہ نرالا کام دیکھ رہے تھے، فرید خان نے ان کی حیرت بھانپتے ہوئے کہا۔

''جب سردی کا موسم آتا ہے تو تین فٹ تک برف پڑتی ہے، سردی سے بچنے کے لئے ہم اپنے گھروں میں لکڑیاں جلاتے ہیں، جن کا دھواں اس پائپ کے راستے باہر نکلتا ہے اور یوں سخت سردی میں بھی ہمارے گھر گرم رہتے ہیں۔'' یہاں سے واپسی پر اس علاقے کے لوگوں نے بڑی مہمان نوازی کا مظاہرہ کیا اور ناشپاتی، اخروٹ، سیب، ملوک سے بھرے پھل کا کریٹ انہیں بطور سوغات دیا، انتہائی غربت اور نامساعد حالات کے باوجود ان کی سخاوت اور دریا دلی کا یہ مظاہرہ انہیں دنگ کر گیا۔

ان کا آخری پڑاؤ وادی کالام جو سطح سمندر سے آٹھ ہزار چھ سو فٹ کی بلندی پر موجود ہے، یہ خوبصورت مقام یہاں زندگی مسکراتی محسوس ہوتی تھی۔

''جہاں چیڑ اور دیار کے جنگلوں میں بنفشہ، سیب اور لاتعداد خوبصورت پھلوں پھولوں کی جلوہ گاہیں موجود ہیں اس کی سرحد گلگت چترال سے ملتی جلتی ہے، جبکہ یہاں سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر دلکش پہاڑوں کی آغوش میں ایک حسین فن پارہ مہوڈنڈ جھیل ہے، یہاں کی ٹراؤٹ مچھلی سفر کو یادگار بنا دیتی ہے۔'' مقامی گائیڈ فرید خان کے ساتھ سعید احمد بھی انہیں معلومات بہم پہنچا رہے تھے۔

جبکہ پھلدار درختوں کے جھنڈ اور پرندوں کی نایاب اقسام دیکھ کر وہ لوگ حیرت و خوشی اور استعجاب کے ملے جلے تاثرات لئے کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گئے، کالام کے یخ پانی میں چارپائیوں پر بیٹھ کر گرم چائے اور پکوڑوں کا لطف وہ یقیناً ساری زندگی نہیں بھلا سکتے تھے، حالانکہ تصاویر، وڈیوز کی صورت وہ پاکستان کے ان حسین علاقہ جات میں گزرے خوشگوار لمحات کو محفوظ کر چکے تھے اور ایک شاندار تفریحی ٹرپ سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہوئے تھے، شمالی علاقہ جات گلگت، بلتستان، چترال کا ٹرپ آخری میک پہ چھوڑ کے یہیں سے سب واپسی کا سفر باندھ چکے تھے،

سوائے ماریا کے جو آگے جانا چاہتی تھی۔

''یہ ہماری زندگی کے سب سے خوبصورت لمحات تھے جو ہم نے یہاں کی رعنائیوں اور فطری و قدرتی صناعیوں کو دیکھتے گزارے عالمی سطح پر اسلام یا پاکستان کا نقشہ خواہ کتنا خراب ہو تہذیبی و ثقافتی لحاظ سے یہ ہر طرح مالا مال ہے۔'' یہ توصیفی کمنٹس سب نے متاثرانہ انداز میں ٹورسٹ بک میں درج کیے اور آپس میں اس کا واضح اظہار بھی کیا۔

☆☆☆

لمبی جاگتی راتوں کے
تنہا موسم میں
محبت کی پھیلی ہتھیلی پر
یقین کا بدن رکھ دو
اپنی قبولیت کا شگن رکھ دو

''تو بات یہ ہے سلعیہ عفنان خان کہ تم اپنی بے بسی شکستگی نہ صرف محسوس کررہی ہو بلکہ ان کا اظہار بھی کررہی ہو اور ہوسکتا ہے اس بے بسی اور شکست کے پردے میں کہیں مجھ سے وابستہ رشتے کا احساس اور محبت بھی جھکنے لگے اور یقیناً وہ وقت آیا چاہتا ہے تب تک ضبط گریز مجھ پر لازم ہے، دیکھنا تو صرف یہ ہے کہ تم اپنی خود ساختہ ضد میں کتنا مجھ سے الجھ سکتی ہو کتنا اجنبی ہوسکتی ہو، کتنی بیگانگی سہہ سکتی ہو اور کتنی سہنے دیتی ہو۔''

وہ اسے دیکھ رہا تھا جو بڑے خاموش انداز میں بے ترتیب سے حلیے کے ساتھ لان میں بیٹھی تھی سفید کین کی چیئر پر، افسردگی میں لپٹا اس کا خوابیدہ سا چہرہ بہت اچھا لگا تھا اسے وہ ہمیشہ سے بے حد مختلف اور بدلی بدلی سی لگی اور اس لمحے شہریار کا دل چاہا تھا اسے ہولے سے چھو کر اس ساکت منظر میں ہلچل مچا دے، اسی پل اچانک سلعیہ نے نگاہیں اٹھائی تھیں ایک لمحے کو دونوں کی آنکھوں نے ایک دوسرے کے اندر تلاطم سا برپا کیا تھا، سلعیہ پل بھر میں اعصابی دباؤ کا شکار ہوئی پھر روئی روئی بوجھل آنکھیں لئے وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور اندر چلی گئی۔

شہریار کمرے میں داخل ہوا تو وہ واڈروب کھولے کھڑی تھی اٹیچی بھی پاؤں کے قریب کھلا رکھا تھا جس میں وہ اپنے کپڑے رکھ رہی تھی، مگر کیوں اور کس لئے؟

شہریار بے ساختہ ہی چونکا تھا، پھر سرعت سے اس کا بازو پکڑ کر رخ اپنی سمت موڑا تھا اور بلا تردد جارحانہ انداز میں پوچھا تھا۔

''یہ کیا ہورہا ہے؟''

''پیکنگ کررہی ہو مجھے اپنے گھر جانا ہے۔'' سلعیہ نے تلخی سے کہتے ہوئے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی جو کہ بیکار تھی کیونکہ شہریار نے اس کا بازو اتنی سختی سے پکڑا تھا کہ اسے واضح تکلیف محسوس ہوئی۔

''وہ گھر تمہارے لئے پرایا ہوچکا ہے تمہارا اپنا گھر یہ ہے یہاں تم مسز شہریار خان کی حیثیت سے کھڑی ہو اور اس حیثیت سے کچھ بھی کرنے کے لئے تمہیں میرے اختیار اور اجازت کی

ضرورت ہے۔'' بہت کچھ جتاتا ہوا لہجہ جو اسے تپا گیا۔

''مجھے نہ تو آپ کا اختیار درکار ہے نہ اجازت کی ضرورت، اپنے لئے کوئی بھی کام کروں آپ کو باخبر رکھنا بھی ضروری نہیں سمجھتی انڈر اسٹینڈ۔'' وہ جس قدر اعتماد اور چڑا دینے والے لہجہ میں بولی شہریار کو حیران کر گیا، ایسا لگا تھا جیسے کسی نے اس کے چہرے پر طمانچہ دے مارا ہو بے حد تضحیک کا احساس اسے پل میں پیچ پا کر گیا، سعیہ نے بہت آہستگی سے دیکھا تھا اسے جو سرخ آنکھوں اکھڑی سانسوں کے ساتھ درشتگی سے شانوں کو تھامتا بے حد انتہا پسند دکھائی دیا تھا اس لمحے۔

''تم کہیں نہیں جاؤ گی، یہ میرا حکم ہے شہریار خان کا حکم، انڈر اسٹینڈ۔'' شہریار کی مضبوط انگلیاں اس کے شانوں میں دھنسی جا رہی تھیں وہ کچھ دیر تک بول نہیں سکی ساکت کھڑی رہی۔

وہ ہر بات یہ بات بھول جاتی تھی کہ اب شہریار کے اختیار میں ہے وہ اور اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی اور جب وہ اس اختیار کا استعمال کر کے روک ٹوک کرتا تو اپنی بے بسی اور مجبوری کو محسوس کر کے اسے سمجھ نہ آتا کیسے ری ایکٹ کرے عجب پارہ صفت مزاج رکھنے والا یہ شخص اسے ہمیشہ شکستگی کا شکار کرنے لگتا تھا۔

''آپ مجھ پر یوں جبر اور زور کے ذریعے زندگی تنگ نہیں کر سکتے میں اگر چپ ہوں تو اس کی بھی ایک وجہ ہے اور آپ اس وجہ کو میری ہار بنانے کی کوشش نہ کریں اگر میں اس رویے کو دنیا کے سامنے لے آئی تو اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ ہمت کر کے بولی تو شہریار کے چہرے پر پہلے تحیر پھر تبسم چھلکا۔

''تم ایسا نہیں کرو گی سویٹی کیونکہ چیختے چلاتے لوگ ہمیشہ پسپائی کا اظہار کرتے ہیں اور یقیناً تم شہریار کے مقابلے میں اتنی جلد ہمت ہارنے والی ہو تو نہیں۔'' شہریار کی بھاری آواز پہ سعیہ نے سر اٹھا کر حیرت سے دیکھا تھا، سامنے کھڑا شخص واقعی اس کے اندازے سے زیادہ ہوشیار تھا اور وہ مرکز بھی اس کے بھید اس کی چالوں سے واقف نہیں ہو سکتی تھی۔

''ڈیئر دیکھو پورے استحقاق سے دیکھو آخر شوہر ہوں تمہارا، کچھ چاہیے کسی شے کی ضرورت ہے تو وہ بھی کہو۔'' شہریار کے لبوں پر گہری مسکراہٹ تھی اور انداز قدرے محظوظ ہونے والا، خود کو مکمل طور پر بے بس محسوس کرتے ہوئے وہ بھیگتی پلکیں جھپکا کے چہرہ جھکا گئی۔

''مانا تم بہت حسین اور دلفریب ہو اور زندگی، محبت، طلب ہو تمہارے لئے خود کو کتنا دیوانہ بے بس پاؤں تمہیں شاید کبھی بتا سکوں نہ سمجھا سکوں کیونکہ محبت محسوس کرنے والی چیز ہے، بتانے یا جتانے والی ہوتی تو......'' ایک نگاہ خاص بت بنی سعیہ پہ ڈالتا اس کے جھکے چہرے کو شہادت کی انگلی سے قدرے اوپر اٹھاتا وہ بھاری اور مدھم لہجے میں بولا تھا۔

''اب تک بہت سے بعید، اسرار، نئے احساس تم پا چکی ہو گی، تمہیں پتا چلتا کہ زمان و مکان کی ہر حد تک اور حدوں سے پرے کائنات کے سارے رنگ، ساری دلکشی ہماری دلفریبی تم سے ہے تمہارے لئے ہے، وہ سب جو تم سے کہنا ہے سننا ہے اور خوشبو جنتے لمحے جو تمہاری گرفت میں دیتے ہیں، ان کا ہر احساس کتنا دل پذیر ہے اگر تم پا لو تو محسوس کرو گی کہ زندگی بس یہی کچھ ہے۔'' یہ توجہ یہ التفات، یہ شہد ٹپکاتا سحر انگیز لہجہ اور بھرپور وجیہہ مرد سعیہ کی ساری حسیات اس کی سمت

متوجہ تھیں، وہ جو اسے اپنے پرحدت بازوؤں کے گھیرے میں لئے اس کے صبیح چہرے پر پرتپش سانسیں چھوڑتے اسے خاص انداز سے دیکھ رہا تھا اور وہ اس کے لہجے میں موجود حدتوں اور شدتوں کو پوری طرح محسوس کر رہی تھی، اس کے وجود میں ارتعاش سا بر پا تھا۔

زندگی میں محبت کی اسیری ہو تو جینا کچھ اور لطف دیتا ہے اور محبت کتنی بھی دیوانی ہو، زندگی تو Give and take کچھ لو اور دو کے اصول پر چلتی ہے، میں تم سے محبت کرتا ہوں اس کے ثبوت کے طور پر تم کو صرف تم کو اپنی زندگی میں شامل کیا، باوجود اس کے کہ شہریار خان کی خوبصورت عورتوں کی کمی نہیں، یہ اتنا شاندار گھر اور لگژری سہولیات سے آراستہ لائف تمہیں دی، تمہاری کیئر کرتا ہوں لو کرتا ہوں تم سے اور جواباً تم سے یہی ایکسپیکٹ کرتا ہوں، تو کیا غلط ہے ڈارلنگ۔''

اس کی سمت غور سے دیکھتا شہریار بھرپور انداز میں مسکرایا جبکہ وہ سانس روکے اسے سن رہی تھی، جس کا انداز تخاطب بے حد دلفریب تھا۔

''اور دوریاں مٹانے میں پہل تم کرو گی سعیہ میں نہیں، اپنی ساری دیوانگی تم پہ ظاہر کروں گا مگر تب جب تم خواہش کرو گی۔'' ایک مرد کا انا پسند لہجہ گونجا، وہ کچھ کہہ نہیں سکی تھی، شہریار ذرا رکا تھا پھر اسے آزاد چھوڑتے ہوئے بولا۔

''تمہاری ناں سے زندگی کی حقیقت نہیں بدلی، نہ تم اپنی خود ساختہ ضد سے حالات اور صورتحال کو اپنے بس میں کر سکتی ہو، نہ اس رشتے سے گریز ظاہر کر کے اس کا مفہوم بدل سکتی ہو اور یہ بات تمہیں اب سمجھ لینی چاہیے نہ سمجھو تو بھی I don,t care۔'' شہریار چیزوں کے پیچھے نہیں بھاگتا، اب چیزیں اس کے پیچھے بھاگتی ہیں، عجب ایک طنز تھا اس انداز میں سعیہ نے خاموشی سے دیکھا تھا۔

''اینی وے، شام کو ذرا اچھی طرح تیار رہنا، وہاج کے ہاں جانا ہے شادی ہے اس کی بہنوں کی رخصتی اور تقریب ولیمہ ہوٹل میں ہے اور تمہیں چلنا ہے۔'' وہ یکدم پلٹا اور باہر نکل گیا سعیہ اپنی سنسناتی دھڑکنوں کا شور اور دہائی سنتی رہ گئی۔

وہ شخص کون تھا جو حقارت کی نظر سے
دریا کو دیکھتا ہوا پیاسا گزر گیا......!

☆☆☆

نقشہ محبت بگڑ گیا
کہ آخر وہ بچھڑ گیا
آنکھ ڈھونڈتی رہی
وہ دل سے گزر گیا
عقل کے گھر پہ چڑھا
دل کا دریا اتر گیا
کھو کے تجھے اداس
تنہا میں گھر گیا

رات کا سپنا تھا
دن میں بکھر گیا
میرے گھر کا چاند
پرائی منڈیر پہ ٹھہر گیا
شہر تمنا میں کھڑی
ڈھونڈتی ہوں وہ کدھر گیا

اریبہ کے اندر عجیب طوفان اٹھ رہے تھے ایک قیامت تھی جو اس پہ آ کر گزر چکی تھی، کیسا اذیت ناک اور جان لیوا احساس تھا یہ کہ وہاج حسن اسے یکسر رد کر چکا تھا کتنی امیدیں کتنی خواہشات کتنے خواب توڑ چکا تھا یہ بات خود کو باور کرنا اپنے دل پہ جھیلنا دشوار تر تھا عقل وخرد کو جو وہ بتا چکا تھا اسے مانتے ہوئے وہ کانپ رہی تھی، ایک روح فرسا عذاب اس پہ اترا ہوا تھا، یہ گھر اس گھر میں رہنے والا شخص اسے دنیا میں سب سے عزیز تھا، اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا تھا جس میں کچھ دیر پہلے وہاج حسن کے نام کی اس سے تجدید تعلق کی ایک خوبصورت نشانی تھی اور وہ اس ایک تعلق کو لے کر خود کو بے حد امیر سمجھا کرتی تھی اس اک شخص کی محبت کے سہارے وہ امیر تھی اور اس شخص نے لمحوں میں کیسے بے توقیر اور غریب کر دیا تھا اسے، کیا تھا اس کے پاس پیار کا کوئی ایک رنگ نہ محبت کی کوئی تتلی تھی اس کے خالی ہاتھوں میں، اسے لگا وہ کوئی ڈری سہمی تنہا بچی ہو دنیا کے میلے سے بچھڑی جس کا وہاج حسن کے ساتھ کوئی خاص تو کیا عام سا بھی رشتہ نہ تھا۔

اس نے سنا تھا کہ زندگی کتنی پرسکون ہو اس میں بدسکونی کبھی ایسے موڑ لے آتی ہے جس کے آگے صرف بند گلی ہوتی ہے اور وہ گلی کبھی کھلتی نہیں لاکھ دعائیں مانگیں ہزار سر پٹخیں مگر بند راستے بند رہتے ہیں، یہ بند راستے اسے ڈراتے تھے آخری موڑ کیسا ہوگا وہ خدشات میں لپٹی سوچا کرتی تھی اور یہ اس کی غلطی تھی کہ بدترین خدشات کو لے کر ممکنہ خطرات کو بھانپتے ہوئے بھی وہ کوئی مناسب لائحہ عمل نہ تیار کر سکی اور جب زندگی اسے ایک ایسے موڑ پہ لے آئی جو آخری تھا جس کے آگے سارے راستے بند تھے بند گلی بند راستے اور آخری موڑ کیا ہوتا ہے اسے سمجھ آنے لگا تھا۔

وہ وقت جب زندگی سانحہ بننے لگتی ہے، وہ پل جب وہاج حسن نے اسے اپنی زندگی سے بے دخل کر کے لمحہ بھر میں پرایا کر دیا تھا، وہ رویہ جس نے کڑے حالات میں اسے عتاب سہنے کو تنہا چھوڑ دیا، کیا وہ یہ سب بھلا سکتی تھی، اس کی ٹھہری ہوئی ساکت آنکھوں میں بہت کچھ چھن سے ٹوٹا تھا اور کئی منظر آنکھوں کے سامنے سے گزرنے لگے تھے۔

''تم محبت ہو میری اریبہ اور اپنی محبت کے مزاج کے سارے موسموں تک میں رسائی رکھتا ہوں، میری زندگی کی ساری کوششیں تمہیں خوشیاں دیتے رہنے کی ہیں، تمہیں لگتا ہے یہ انگوٹھی پہنا کر میں تمہیں کوئی دھوکہ دونگا۔'' اس کے قریب بھرپور شناسا سا آواز آئی تھی۔

''تمہارے سپنوں، خواہشات اور امیدوں کو اپنے دل کے راستوں پر میں نے ایسے باندھ رکھا ہے جیسے یہ ربط، یہ تعلق، یہ رشتہ بندھا ہے۔'' سعیہ نے اپنی خالی انگلی کو دیکھا تھا اسی پل کوئی خلوص ومحبت سے لبریز آواز میں بولا تھا۔

کوشش کر رہی تھی۔

''کم آن ماریا یہ فرسودہ اور لایعنی بحث ہے اور اب میں اس پہ توجہ دینا چھوڑ چکی ہوں، ویسے بھی تم میرے ذہن کے بدلتے ہوئے عقائد اور میرے اندر اٹھتے مذہبی خلجان سے واقف ہو اینڈ یو نو میں یہاں صرف مذہب اسلام کو پرکھنے اور مسلمانوں کا طرز بود وباش ان کے عقیدے کو دیکھنے آئی تھی اور میں یہ چیز گھوم پھر کر یہاں کے لوگوں میں رچ بس کر رہی دیکھ سکوں گی، تم لوگوں کے سیمینارز اٹینڈ کرنا صرف یہ میرا کام نہیں سو پلیز تم برگشتہ اور بدظن ہوئے بغیر میرا ساتھ دو کیتھی پلیز تم صرف ایک ڈاکٹر نہیں نہ صرف ایک عیسائی بلکہ تم ان سب سے ہٹ کر ایک انسان ہو پہلے اور انسان کی عظمت دوسروں کے کام آنے یا ان کی مشکلیں گھٹانے میں ہے نہ بڑھانے میں۔'' ماریا قدرے ملتجیانہ اور سنجیدہ لہجہ میں بولی کیتھی نے اسے کچھ بے بسی سے دیکھا۔

''تم کیا سمجھتی ہو شمالی علاقہ جات کا سفر تمہاری مشکلات کم کر سکتا ہے۔''

''یہ مان بھی لوں تو تمہیں اکیلی کیسے چھوڑوں۔'' اس بار وہ کچھ الجھ کر بولی۔

''پاکستان ٹورزم اور ڈویلپمنٹ سے رابطہ کیا ہے میں نے ابھی کچھ دیر تک یہاں سے کچھ سٹوڈنٹس ٹرپ پہ آئے لوگ گلگت کے لئے روانہ ہو رہے ہیں اور میں ان کے ساتھ چلوں گی ہمارے ٹورسٹ گائیڈ سعید صاحب اور فرید خان ہی ہونگے مجھے پرابلم نہیں ہوگا۔'' وہ اتنے یقین اور اعتماد سے بولی کہ کیتھرین کو سوچنا پڑا۔

''ماریا عجیب ہو تو بھی بعض اوقات بہت پریشان اور بے بس کر دیتی ہو، یہ جونت سے مذاہب کو جاننے پرکھنے کا ایڈونچر ہے تمہارا کسی دن تمہیں خوار کر دے گا، اپنے تجسس، سپنس، تھرل پھر حد درجہ ڈپریشن مایوسی اور الجھنیں ان سب کے ہاتھوں تم بارہا مرتے مرتے بچی ہو تمہارے اس ایڈونچر اور تھرلنگ کا اینڈ کیا ہوگا I don,t now لیکن تم یقیناً ایک جوا کھیل رہی ہو جو تمہیں نہ صرف ہرا سکتا ہے بلکہ اس بار تم مر سکتی ہو وہ بھی پہلے کے تجربے ومشاہدے سے زیادہ اذیتناک موت اور میں.....'' کیتھرین ڈیوڈ نے کچھ دیر اسے ترحم آمیز انداز میں دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

''انسانیت کے ناطے تمہاری بہتری، بھلائی، کامیابی کی خواہاں ہوں، اپنے تمام تر خوف ڈپریشن، بے چینی، سے بچ کر تمہیں وہ سکون، آرام اور درست کیفیت روحانی وایمانی ملے جس کے تم خواہاں ہو۔''

''یہ شاید پہلی دعا تھا جو اس تیئس سالہ زندگی میں اس نے سنی، اسے اس وقت اس لمحہ کیتھرین اچھی لگی جولیڈی ایلون کی طرح، مائیکل کے مانند اس کی خوشیوں کی خواہاں تھی۔'' ماریا کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

''تم بہت اچھی ہو کیتھی، ورنہ میری زندگی، خوشی یا کامیابی کے لئے دعا تو کبھی میری سگی ماں نے بھی نہیں کی، آج سے سات سال پہلے جب میں نے باقاعدہ طور پر چرچ سے اپنی رکنیت منسوخ کرواتے ہوئے مکمل طور پر عیسائیت کو خیرباد کہہ دیا تو میرے پیرنٹس نے اپنی اپنی ترجیحات کے لئے مجھ سے منہ موڑ لیا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ ''اس عیش وآرام، دولت اور لگژری لائف، پھر شاہانہ لائف اسٹائل کو چھوڑ کر میں کہیں کی نہ رہونگی۔''

''پچھتاوا، رسوائی، بدنامی، بھوک اور ذلت میرا پیچھا لے لے گی، میں بھی ایک اچھی پرسکون اور کامیاب زندگی نہیں گزار سکوں گی، عیسائیت کو چھوڑ کر میں دنیا وآخرت میں تماشا بن جاؤں گی۔'' یہ الفاظ میرے ان والدین کے تھے جنہوں نے مجھے پیدا کیا تھا وہ جن کے خون سے میری تخلیق کا ساماں ہوا وہ کہہ رہے تھے کہ وہ در در بھٹکتے دھکے کھاتی اپنی غلطی پر پشیماں، نادم، گڑگڑاتی منت سماجت کرتی میں بلکتی پھروں گی، اور ہر بار اپنی روحانی الجھنوں، ذہنی ابہام جسمانی اذیتوں سے بے چین ہو کر جب میں خودکشی کا ارادہ کرتی تو یہی سوچتی مجھے میرے پیدا کرنے والے والدین کی بددعا لگ گئی ہے، اسی لئے ذلت اٹھاتی رسوا ہوتی میں ناکام شکستہ پھر رہی ہوں، دعا والا کام تو میں نے کبھی کیا ہی نہیں تھا، چیریٹی ہمیشہ میرے لئے فضول چیز رہی، فقیر کو بنا کچھ دیئے میں تکبر سے گزر جاتی اور کسی کی ہیلپ کرنا یا کام آنا مجھے کار زحمت لگتا اور خود جب مدد کی ضرورت محسوس ہوتی تو جانتی ہو کیا ہوتا میرے چہار اطراف گھپ اندھیرا ہوتا، درد ہوتا، تکلیف ہوتی، پھر میں کسی کو پکارتی، Help me please, Help me مگر دنیا جیسے خالی ہو جاتی، ان ہولناک لمحات میں مجھے خدا یاد آتا میں اسے واسطہ دینے کے لئے اپنی کوئی نیکی یاد کرنے کی کوشش کرتی، کسی اچھائی کو سامنے لانا چاہتی پر نہیں کچھ اچھا ہوتا تو میرے کام آتا۔'' وہ اب سسکیوں سے رونے لگی کیتھی نے اس کا شانہ تھپک کر اسے حوصلہ دینا چاہا۔

''اب تمہارے لئے اندھیرے نہیں رہیں گے ماریا تم روشنیوں میں ہوگی۔'' ماریا نے اشکبار نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑی مخلص دوست کو دیکھا اور مسکرا دی تو کیتھرین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''Good girl اسی طرح حوصلہ رکھو یہ حوصلہ بہت کام دے گا۔'' پھر اپنے وفد کے انچارج سے اجازت لینے کے ساتھ سیکیورٹی کا خاطر خواہ بندوبست کروا کے وہ سب لوگ ماریا کے ہمراہ جانے والے گروپ سے ملے جو یونیورسٹی پنجاب سے کچھ اولڈ سٹوڈنٹس کا گروپ تھے میل اور فی میل ممبرز پر مشتمل اچھے ہنستے مسکراتے لوگ۔

''تمہاری خواہش کا احترام کیا ہے، ہم نے اب تم ہمارے جذبات کا پاس رکھنا اور ہم سے رابطہ رکھنے کے ساتھ کوششیں کرنا ڈاکٹر نزہت کی بیٹی کی شادی میں ضرور شریک ہونا۔'' کیتھرین، انجلا مارشل اور جیفر نے اسے یاد دلایا۔

اس کے ہمراہ الوداعی ملاقات کر کے سب لوگ اسلام آباد کے لئے بائے ائیر واپس ہو چکے تھے، ماریا انہیں رخصت کرنے کے بعد ایک طرف ہو کر بہت خاموشی سے بیٹھی تھی وہ رو نہیں رہی تھی مگر اس کے چہرے پر مٹے مٹے آنسوؤں کے نشان تھے اور آنکھیں ہلکی نم پپوٹے بھاری کوئی بھی اسے دیکھ کر اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ دیر قبل بہت سارا رو چکی ہے مگر کیوں اور کس لئے، یہ جاننا کچھ مشکل تھا۔

یونیورسٹی پنجاب سے آئے اولڈ سٹوڈنٹس کا خوش مزاج اور ہنس مکھ لوگوں پر مشتمل گروپ نیلی کانچ آنکھوں والی اس اداس سی لڑکی کا خاصے مجسس اور دلچسپ انداز سے دیکھ رہا تھا۔

ان کے ٹوئر گائیڈ کے مطابق وہ اپنے وفد ممبرز کے ساتھ جانے کی بجائے شمالی علاقہ جات

دیکھنے کو رک گئی تھی اور غالباً وہ کوئی ریسرچ ورک تیار کر رہی تھی مختلف ممالک کی تہذیب وثقافت اور مذاہب سے متعلق میڈیکل وفد کے ہمراہ پاکستان آنا بھی اسی سلسلے کی کڑی تھا۔

''یہ سب اپنی جگہ مگر یوں اداس ہونے یا بلاوجہ رونے کی تک۔'' کسی کو سمجھ نہ آیا وہ اسے مخاطب کیسے کریں قدرے ریزرو اور روڈ لگی وہ انہیں ایک جگہ ایک مقام پر آمنے سامنے بیٹھے وہ یوں اجنبی اور لاتعلق تھی جیسے کوئی دشمن ہوتا ہے، مگر کیوں؟

''یار کوئی پوچھو جا کر اس نیلی آنکھوں والی سے کہ گواچی گاں (گمشدہ گائے) کی طرح یوں برافروختہ حواس باختہ، نم دیدہ چم خمیدہ کیوں بیٹھی ہے۔'' زیادہ دیر صبر نہ ہو سکا تو راحیل نے اپنے ساتھی کو ٹہوکا مارا تھا اور عین اسی پل سنگ مرمر کی مورت جیسی وہ لڑکی اٹھی اپنے سامنے کچھ فاصلے پر بیٹھے ان لوگوں کو دیکھا پھر ان کی طرف چلی آئی وہ سب جیسے سانس روک چکے تھے۔

☆☆☆

کوئی بارش ہے بد گمانی کی
سارے کاغذ ہی دل کے گیلے ہوئے

بلیک اور گولڈن ایمبر ائیڈڈ لباس میں گولڈ کی نفیس جیولری اور بے حد نفاست سے کیے گئے میک اپ نے بہت رعنائی اور دلکشی بخش دی تھی، اس کے تیکھے نقوش اور مرمریں سراپے کو عجب جاذبیت عطا کی تھی کہ کچھ پل کو آئینہ بھی دنگ رہ گیا تھا۔

اگرچہ وہ بہت بے دلی سے مکدر طبیعت کے ساتھ تیار ہوئی تھی کہ شہریار کا رویہ و الفاظ ابھی تک بدستور اس کے ذہن کو جھنجھنا رہے تھے، کتنا باحوصلہ تھا وہ شخص جو چند پل کی فسوں خیز قربت سے اس کے ضبط کو آزماتا پھر بے پروائی اور بے اعتنائی کی مار مارتا اسے تڑپنے کے لئے چھوڑ دیتا، بلاشبہ یہ کھیل اسے محظوظ کرتا ہوگا مگر وہ کتنی دیر شاکڈ رہتی۔

محبت کے نام پر بہت بری طرح اسے استحصال کیا گیا تھا اس کا اور اب محبت تو در کنار احساس محبت تک نہ تھا کتنا بے رنگ جیون گزار رہی تھی وہ کہ اندرون ذات شکستگی کی زد میں تھی اور بیرون ذات ایک ناٹک کی حد میں ''سب اچھا ہے'' کا سگنل دیتی وہ اپنے وجود میں کس درجہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی اور کیسی ناقدری سہہ رہی تھی اس شخص کے ہاتھوں۔

جو ہر لحہ ''محبت تم سے ہے'' کا راگ الاپتا تھا اب اس کے اپنے بیچ رشتے کو کوئی عزت، مان، توجہ تک نہ دیتا تھا، کبھی بے حد مہرباں شجر سایہ دار کی مانند رہتے ہوئے وہ اس کی ساری توجہ سمیٹ لیتا کبھی شعلہ فشاں ہوتا تو سعدیہ کو سچے کھرے اور کھوٹے کی پہچان مشکل ہو جاتی، ہر روز اپنے اس کے مابین رشتے کا حوالہ دیتا بلیک میل کرتا وہ اس کا حوصلہ آزماتا اور سعدیہ کے سارے حوصلے مٹی ہو جاتے۔

اس کا دل جو شہریار کی پل بھر کی توجہ لحہ بھر کے ارتکاز سے اس کی جانب سرپٹ دوڑنے لگتا اس کی شکست اسے کسی طور بھی گوارہ نہ تھی۔

''مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔'' وہ سر جھٹک کر بے حس بننے کی کوشش کرتی لیکن اس کی رنگت بدلتی کیفیت اور انداز بدلتی دھڑکنیں حسات کو چونکا کے بتاتیں کہ اس کے وجود کے علاقہ میں دل

نام کا ایک تو ٹکڑا ہے جو شہریار کی پرواہ کرتا ہے اور وہ شکست بے وجہ اسے بے طرح جھلا کر رکھ دیتی خود سے الجھتی اس سے لڑتی، روتی مگر دل کو نہ سمجھا پاتی جو اچانک ہی اس بے مہر اور سنگدل شخص کی پرواہ کرنے لگا تھا، جو اسے نگاہ خاص سے دیکھتا تو اس کے سارے وجود میں قیامتیں جاگ اٹھتیں، ہر جگہ ایک ہلچل مچ جاتی وہ پل وہ لمحات جب قرب کا طلسم کارگر ہونے لگتا اور وہ اس شاندار لمبے چوڑے شخص کے سامنے کھڑی نئے تجربات سے روشناس ہونے کا فن سیکھتی، راہ فرار اختیار سے باہر ہوتی اور لطافتوں کے موسم کی رنگین کہانیاں آسمانی صحیفوں کی مانند دل پر اترنے لگتیں یہ بے بسی اور شکست اس کی قبولیت تو خود اپنے سامنے گوارہ نہ تھی اسے پھر شہریار کو اپنے ان بدلتے خیالات کی خبر کیسے ہونے دیتی، سارا بھرم مٹی میں مل جاتا۔

بھلا یہ شکست دل، شکست ذات شکست انا اسے کب گوارہ تھی، وہ شخص جو پہلے سے اسے شکستہ دیکھنے کا خواہاں تھا کیسے نہ حظ اٹھاتا اس کی بے بسی سے اور خود اپنے ہاتھوں اپنی تضحیک کا یہ ساماں اسے گوارہ نہ تھا، محض ایک ذرا سے دل کے ہاتھوں وہ خود کو کیسے رسوا کرتی وہ اعتماد اور تمکنت جو بڑے جتن سے اپنے وجود کو عطا کی تھی ساری مضبوطی دھری کی دھری رہ جاتی۔

''دل پر اختیار نہ سہی مگر کیا یہ ضروری ہے کہ میں خود کو بے بس اور چھوئی موئی ظاہر کر کے اس سے اپنی ہار کا اعلان کروں اور اسے جیت و غرور کا ایک اور شاندار موقع فراہم کروں وہ جو میری پیش قدمی کا ہی منتظر ہے، کیا یہ میری نسوانی انا، میرے وقار و تمکنت اور میری ذات کی توہین نہ ہو گی۔'' اس آئینے میں نظر آتے اپنے خوبصورت سراپے کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔

''نہیں میں اتنی کمزور نہیں کہ اس معمولی سے جذبے کو سنبھال نہ سکوں، مجھے اپنے احساسات و جذبات چھپانے ہیں، یہ محبت ہے شہریار سے تو اسے اپنے اندر دفن کر لوں گی، محبت کو تشہیر نہیں بنانا یہ حماقت اس پاگل دل سے سرزد ہوئی ہے اور پاگل پن میں اپنی انا و خودداری کو نیلام نہیں کرنا۔''

اک فیصلہ کر کے وہ اس راز کو دل کی گہرائیوں میں دفن کرتی اٹھی، ڈریسنگ ٹیبل کے آگے ہیر برش رکھتے ہوئے اس کی نگاہ سائیڈ ٹیبل پر رکھی اپنی شادی کی تصویر پر پڑی بے حد آئیڈیل جوڑی اور اگر وہ شہریار سے کبیدہ خاطر نہ ہوتی تو اتنے وجیہہ شاندار مرد، وسیع و عریض گھر اور لگژری لائف ملنے پر خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تصور کرتی، مگر شہریار کی حد سے زیادہ بیبا بننے اور فرمانبرداری کی عادت نے جیسے مایوس کیا تھا پھر اس کی خوامخواہ خود کو پوز کرنے والی عادت نے بہت سیدھی سادی، متوازن زندگی گزارنے والی نرم خو اور حساس سعیہ کے اندر، ایک ضد سی بیدار کر ڈالی انکار کی۔

شادی، مجبوری، بے بسی، انا اور ضد ان سب کے بیچ میں کب کہاں چپکے سے اقرار اور میں تمہاری ہوں کا راگ بجنے لگا وہ جان نہ پائی جان رہی تھی تو ڈر گئی بے تحاشا خوف شکست بے انت سوچیں پسپائی کی۔

ایسے میں خود کو Be contident کا اشارہ دیتی وہ نا چاہتے ہوئے بھی بہت سے رشتوں کا مان رکھنے کو تیار شہریار کے ہمراہ قدم بڑھاتی میرج ہال میں داخل ہوئی یہاں رنگ و نور اور روشنیوں کا اک سیلاب تھا۔

سووی میکرز تھے فوٹو گرافرز تھے لحہ لحہ تقریب کی کوریج کرتے، ان دونوں کو اپنے کیمروں کے حصار میں لے چکے تھے۔

وہاج حسن کی فیملی انہیں خصوصی پروٹوکول دے رہی تھی، حیدر صاحب بمعہ اپنی فیملی مدعو تھے، ڈاکٹر نزہت سعیہ کو دیکھ کر بہت خوشگوار حیرت کا شکار ہوئیں، البتہ صبا نہ آئی تھی، وہاج کی والدہ نے بتایا کہ یہ رشتے طے بھی حیدر صاحب نے ہی کروائے تھے، وہاج حسن کے گھر اور فیملی پر ان کے جو احسانات تھے وہ اس کا برملا اظہار کر رہی تھیں اور ڈاکٹر نزہت بہت انکساری سے بولی تھیں۔

''بہن یہ سب اللہ کی مہربانی ہے، وہ ہی سب کا حیلہ اور وسیلہ ہے، ورنہ ایک خطا کار انسان کس کام کا۔'' بات کرتے ہوئے وہ کسی شناسا کی طرف بڑھ گئیں۔

''تم کیسی ہو سعیہ بیٹی! بہت عرصہ بعد ملی ہو، ہمارے گھر آئی نہیں تم پھر۔'' وہاج کی والدہ اب اس کی طرف متوجہ ہوئیں تو شہریار چونکا تھا۔

''ان فیکٹ آنٹی لائف بہت مصروف ہو گئی ہے بوتیک، دفتر گھر میرڈ لائف کے بعد زندگی کو چینج کرنے کے لئے کچھ ٹائم چاہیے ہوتا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''آپ کی شادی کا سن کر افسوس سا ہوا تھا ہمیں سچ ہم تو سمجھنے لگے تھے کہ آپ ہمارے گھر شاید وہاج بھائی کے لئے آتی ہیں۔'' آمنہ بے سوچے سمجھے بولی یہاں سعیہ شرمندہ سی ہوئی، وہیں شہریار اک عجب تحیر اور سنجیدہ تاثرات سے دیکھنے لگا اسے۔

''واقعی بیٹی میں خود یہ سمجھی تھی کہ شاید تم دونوں آپس میں فرینک ہو، اسی لئے ہمارے گھر تمہارا آنا جانا ہے ورنہ اتنے بڑے گھر کی بیٹی اور......'' وہ یکدم خاموش ہو گئیں، انہیں سامنے کھڑے شہریار کے سنجیدہ تاثرات کا اندازہ ہوا پھر بات سنبھالنے کو بولیں۔

''بہت اچھی جوڑی ہے تمہاری اللہ سلامت رکھے۔'' لحظہ بھر کو لب بھینچے کے بعد شہریار مسکرا دیا۔

''عموماً شادی بیاہ کے موقع پر جوان بیٹوں کی مائیں بہنیں خوبصورت اور امیر گھرانے کی لڑکیوں کو دیکھ کر ایسی باتیں کرتی رہتی ہیں، مجھے خیال نہیں کرنا چاہیے۔'' اگلے ہی پل خود کو سنبھالتے ہوئے شہریار نے اپنے آپ کو نارمل کیا تھا، وہ سعیہ سے محبت کرتا تھا اسے بچپن سے جانتا تھا اس کی ریز رو طبیعت سے واقف تھا کسی بھی قسم کے شبہ یا بے اعتباری کو اپنے دل میں جگہ دینا اسے اچھا نہ لگا۔

''قسمت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں آنٹی ویسے بھی سب قدرت کے کام ہیں جو تقدیر میں لکھ دیا جاتا ہے بھگتنا تو وہ پڑتا ہے ورنہ......'' سعیہ خوامخواہ جذباتی ہو کر بولی، شہریار کو کلسانے کا ایک بہترین موقع ہاتھ لگا تھا وہ بھلا کیسے خالی جانے دیتی۔

''یہ مجھے بھگت رہی ہے ورنہ...... کیا یہ وہاج سے شادی کر لیتی۔'' شہریار کی ساری حسیات چوکنا ہو گئیں وہ اسے غور سے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

☆☆☆

''بس میری اتنی سی خواہش ہے کہ میرا رب مجھے ایک زندگی دے پائی اور مجھے اتنا اختیار ہو تو میں وہ سب زندگیاں تمہارے نام کردوں۔''

''تمہاری ان ست رنگی خوابوں بھری آنکھوں سے عجیب انسیت ہے مجھے ان میں جھانکتا ہوں تو زندگی جیسے تمام رعنائیوں سمیت میری بانہوں میں رقص کرنے لگتی ہے۔''

وہاج حسن کا دلکش لہجہ، اس کی باتیں، اس کی خوشبو، کیا یہ سب بھلا سکتی تھی وہ؟ وہ مرد جس کی محبت زندگی کا تمازتوں میں چھتنار بنی ہوئی تھی جس کے بنا زندگی کا تصور نہ تھا اس کے پاس، جس کے بغیر کوئی راستہ نظر نہ آتا تا، آج اس نے اپنی توجہ، خلوص، محبت کا ہاتھ کھینچ لیا تھا تو لگا تھا ننگے سر کھلے آسمان تلے کھڑی ہے، وقت کی سختی، غموں کی دھوپ ایکدم سے بڑھ چکی ہے، شک کے ناگ نے بڑھتے بڑھتے اس کی ساری خوشیوں کو ڈس لیا تھا، اپنے ناکردہ گناہ کی پاداش میں ہمیشہ جلنا تھا اسے اور زمانہ اس سے وہ سوال کرتا جن کے جواب اسے بھی معلوم نہ تھے، وہاج حسن کی منگیتر تھی کزن تھی دوست تھی اور وہاج حسن نے اسے چھوڑ دیا کیونکہ وہ خراب کردار کی لڑکی تھی یہ وہ جرم تھا جو اس نے کبھی کیا ہی نہیں تھا اور یہ جرم اب تا عمر اسے جتایا جانا تھا اور اپنا دفاع کرنے کی ہمت وہ ہار چکی تھی کسی قسم کی وضاحت دینے کا حوصلہ بھی اس میں ناپید تھا۔

''محبت، اذیت، شکست ہر بار کے زیاں کیوں؟'' اس نے آسماں کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں ہزار طغیانیاں، ہزار طوفان تھے دل میں، وہاج کے گھر سے گیٹ، گیٹ سے باہر تک چند لمحوں کا فاصلہ مگر یہ لمحات جیسے صدیوں پہ محیط تھے۔

''انسانوں کی پہچان کی آخر کیا کسوٹی ہے میں جو اتنی حساس بامروت اور چہرہ شناس تھی ہر کسی سے پورے اخلاص و خلوص سے ملتی برتتی اور وہاج وہ تو زندگی کا سب سے انمول خزانہ تھا اس پر تو ہر جذبہ لٹایا تھا۔''

''ساری امیدیں ساری خواہشیں اس سے وابستہ تھیں اپنے وجود، اپنے دل خوابوں خیالوں کو اس کی امانت سمجھا، اپنے جذبے اس پہ لٹائے جسے چاہ تھی نہ پروا اور میں اتنی احمق کہ اس کی پہچان نہ کرسکی۔''

دل میں سو دوزیاں کا ایسا شدید درد تھا کہ دماغ پھٹا جا رہا تھا دھند کی دبیز چادر تھی جو آنکھوں کے سامنے تنی جاتی تھی بار بار وہ دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ بار بار جھٹک رہی تھی، آنکھیں بری طرح مسل رہی تھی۔

''آہ، کیسی پاگل تھی میں اسے اپنی خوشیوں کا سبب اور چاہتوں کا مرکز سمجھتی رہی جو میرا تھا ہی نہیں، میری نادان محبت نے آج مجھے کس قدر بے مول اور ذلیل کردیا۔'' وہ حیرت اور دکھ کے سمندر میں ہچکولے کھاتی سوچ رہی تھی۔

''کس قدر افسوسناک حقیقت ہے یہ کہ تمہارے وعدے، چاہتیں، محبتیں اور الفاظ جھوٹ تھے، وہ بے تحاشا شدتیں، جانفزا اور بے فریب تھا، اس فریب اور جھوٹ کے ہاتھوں دل، روح، خواب، جذبے، انا، ناموس سب کچھ گروی کردیا۔'' اس کا جوڑ جوڑ چیخ رہا تھا۔

''کتنی بری طرح ہاری ہوں۔'' وہ بیچ سڑک میں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی، درد سا

درد تھا اذیت سی اذیت تھی، دکھ کا اک لامتناہی صحرا تھا جسے پاٹنا مشکل ہو رہا تھا۔

''کیوں خواب دکھائے تھا اتنے کیوں زندگی گزارنے کے اتنے پلان بنائے تھے، محبت بھرے وعدے، دلکش الفاظ دلکش رویے اور دلنشین فقرے کیوں میری سماعتوں میں انڈیلتے تھے اگر یہ سب کرنا تھا تو کیوں قائم کیا تھا وہ رشتہ جو اتنا کمزور اور بودا تھا جسے تم نے یک لخت توڑ دیا۔''

اس کا جی چاہ رہا تھا وہ خوب چیخے، روئے چلائے، کوسے برا بھلا کہے وہاج حسن کو جس نے اسے ریزہ ریزہ کرکے بکھیر دیا تھا، ایسا درد، ایسی اذیت اور ایسی اندھیری رات شاید ہی اس کی زندگی میں نہ آئی تھی۔ جو بالکل خالی کر گئی تھی اور واقعی رہ بھی تو خالی ہاتھ گئی تھی، مان، یقین، اعتماد، بھروسہ تھا اسے وہاج پر آج کچھ نہ رہا تھا اور جو مان یقین نہ رہے تو رہ بھی کیا جاتا ہے۔

''آتا ہے زندگی میں کوئی شخص ایسا بھی کہ ہم جب اس سے ملتے ہیں تو اتنی محبت اتنے شدت پیدا کر دیتے ہیں جذبے ہمارے اندر ہم اس کے ساتھ رہنے، جینے، پانے کے خواب دیکھتے تعبیریں پانے کا سوچتے ہیں تو گزارنے کے لئے ایک زندگی ناکافی لگتی ہیں اور میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے قلیل لمحات نہیں طویل زندگیاں مانگا کرتی تھی، تم نے مجھے قلیل لمحوں کے قابل بھی نہیں چھوڑا، سب لے لیا اور خسارے چھوڑ دیے میرے نام پر۔''

چپ چاپ اداس چہرہ سوجی سرخ آنکھیں اور نڈھال وجود لئے وہ واپس آئی تو زردی گھنڈے چہرے کو دیکھ کر کچھ دیر کو جویریہ اور ربیعہ کو صورتحال کا اندازہ نہیں ہو پایا، اریبہ کی خالی خالی آنکھیں اسے ہولا رہی تھیں وہ اس سے کچھ پوچھنے کی بجائے اس کے کچھ کہنے کی منتظر تھی مگر اریبہ اس کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز کر رہی تھی جیسے بتانا نہیں چاہتی تھی کہ ضبط کے کتنے زاویوں سے گزر رہی تھی وہ، جویریہ کو بالکل بھی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا اس کی کیفیت کا، وہ عجب تشویش بھری نظروں سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

''اریبہ آئی آر یو آل رائٹ۔''

''میں ہار گئی جویریہ؟'' اس کے شانے پر اپنا سر رکھے وہ رونے لگی، جویریہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی اسے پہلے اندازہ تھا کچھ کچھ کہ خالہ شاید ہی کوئی مدد کریں۔

''البتہ وہاج پہ بھروسا تھا تو کیا انہوں نے بھی انکار کر دیا، اگر ادھار کے طور پر ہی کچھ رقم وید یتے تو ہم نے واپس ہی کر دینی تھی۔'' وہ سوچنے لگی۔

''کیا وہاج بھائی نے بھی انکار کر دیا؟'' وہ مدہم لہجہ میں پوچھتی ہوئی بولی۔

''وہاج اس نے تو سب کچھ لے لیا دینا تو ایک طرف، وہ تو......'' بے تحاشا آنسوؤں نے بولنے نہ دیا تو اریبہ نے اس کی سمت دیکھے بغیر اپنے سیدھے ہاتھ کی تیسری انگلی اس کے سامنے کر دی، جویریہ کی آنکھوں میں ایکدم سے بے یقینی در آئی، اسے اچانک اریبہ کے دکھ اور ملال کا اندازہ ہوا۔

''سب کچھ لے لیا، اس نے، کچھ بھی نہیں چھوڑا میرے پاس، وہ کتنا خود غرض اور شکی ہے آج مجھے اندازہ ہوا، اس کی غرض تھی تو وہ میرے جذبات، سے کھیلتا رہا، محبت کے نام پر مجھ سے روپے، چاہت توجہ مان خلوص سب سمیٹتا رہا اس کی غرض ختم ہوئی تو سارے احساسات بھی مردہ ہو گئے،

شک اک ذرا سے شک نے اسے میری توجہ محبت اور وفا سے بداعتماد کر دیا میں سمجھتی تھی وقت نے ہمیں غریب کر دیا تو کیا محبت ہے نا ہمارے مابین راستے خواہ کتنے تنگ اور پر پیچ ہوں محبت ہمیں جوڑے رکھے گی پر......" ایک بار پھر آنسو اس کے الفاظ کو دبا گئے، جویریہ نے خاموشی سے اسے دیکھا، تسلی کا کوئی لفظ اسے نہ سوجھا۔

"افسوس ہمارے مابین سب کچھ تھا پر محبت نہ تھی وہ محبت جو لاکھ مفلسی، شک، غلط فہمی، یا کسی کجی کے باوجود دلوں کو جوڑتی ہے رشتوں کو باندھے رکھتی ہے ایسی محبت کا حوالہ ہمارے مابین تھا ہی نہیں، ورنہ بے حد، بے حساب چاہنے کے باوجود ایسا نہ کرتا۔"

وہ بھرائی آواز میں بدستور بولتی جا رہی تھی جویریہ اس کے انکشاف پر اب تک ساکت تھی، اس میں ہمت نہ تھی وہ اس صورتحال پہ تبصرہ کرتی یا اسے دلاسہ دیتی، بہن کے آنسو اسے دل پر گرتے محسوس ہو رہے تھے اور اس کی شکست خوردگی روح کو چیر رہی تھی۔

"بے تحاشا پر خلوص بامروت اور خوبصورت ہونے کے باوجود میں شکست خوردہ ہوں، ری جیکٹیڈ ہوں، وہاج حسن نے مجھے اپنی زندگی سے خارج کر دیا ہے، یہ کرب یہ تکلیف، یہ بے بسی کتنی شدید ہے۔" اس کے انداز میں اتنی اضطرابیت اور بے بسی تھی کہ جویریہ کی آنکھوں سے گرم لاوا نکلتا گیا اور اس کا چہرہ بھیگنے لگا۔

☆☆☆

"سفید شرٹ کے ساتھ یہ گرے ٹائی بالکل میچ نہیں کر رہی جبکہ پینٹ کا رنگ بھی میچنگ نہیں، کیا آپ کو ڈریس سینس نہیں۔" وہ جس انداز سے اور جو الفاظ بولی تھی وہاں موجود بھی سٹوڈنٹس کو اپنے بے ساختہ قہقہے روکنا مشکل ہو گئے، بہت ضبط کے باوجود ان کی دبی دبی ہنسی راحیل کا خون جلا گئی

"کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔" اس کے ساتھ بیٹھا وصی بولا۔

"تمہاری قسمت میں بھی تو چوہا بھی نہیں۔" راحیل کلس کر بولا جی چاہ رہا تھا کوئی وزنی سی شے اٹھا کر اس کے بے تحاشا نکلتے دانتوں پر دے مارے وہ اپنے سٹائل اور ڈریسنگ کے متعلق بہت کانشس تھا مگر قسمت کہ جب وہ چینج کر رہا تھا تو لائیٹ آف تھی جو کپڑے جیسے ہاتھ لگے اس نے پہننا غنیمت جانا، زندگی میں پہلی بے ترتیبی اور اس نے بھی اشتہار لگوا دیے۔

"تم یہ غیر متوقع سوگ سے نکل آؤ، محترمہ تمہیں بھول کر لڑکیوں سے محو گفتگو ہو چکی ہیں۔" وصی نے پھر چھیڑا تو وہ محض گھور کر رہ گیا اور ان لڑکیوں کو رشک سے دیکھنے لگا جو فر فر انگلش بولتی اس انگریز حسینہ سے پاکستان، پاکستانیت، اسلام اور اسلامیات، جہاد اور دہشت گردی جیسے حساس اور خشک موضوعات پہ کچھ نہ کچھ کہہ رہی تھیں۔

"صبح آپ کا سفر کہاں سے کہاں تک ہوگا۔" تقریباً بارہ منٹ بعد وہ موضوع بدلتی ہوئی پوچھنے لگی۔

"زماں سے مکاں تک زمین سے آسماں تک، ہم سے تم تک اور یہاں سے وہاں تک۔" وصی کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی اور اشارہ سیدھا راحیل سے اس حسینہ تک تھا، ایک بار پھر دبی دبی

مسکراہٹ ہر چہرے پر کھلنے لگی جبکہ ماریا کو ان کی بے وجہ ہنسی کا ریزن سمجھ نہ آسکا، وشمہ نے انہیں زبردست گھوری سے نوازتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم انشاء اللہ سب سے پہلے گلگت کے لئے روانہ ہوں گے یہاں سے اور اپنی کشش، خوبصورتی کے لحاظ سے یہ سب سے نمایاں مقام ہے۔"

"کیا اسلام آباد مری اور سوات سے بھی زیادہ؟" ماریا کچھ استعجاب و حیرت سے بولی۔

"شمالی علاقہ جات میں وادی گلگت، ہنزہ، سکردو، چترال، بلتستان، ناران، کاغان، ایسے بلند ترین پہاڑی مقامات ہیں جو بلندیاں چیرتے ہیں اور ان چوٹیوں کی اونچائی (1000) میٹر سے لیکر (8000) میٹر تک سطح سمندر سے بلند ہیں مختلف جگہوں پر مختلف اونچائی ہے ہر ایک وادی اپنی قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے پرکشش اور اپنی مثال آپ ہے۔"

ٹور گائیڈ جو ماریا کے ساتھ تھا وہ معلومات دیتے ہوئے بولا اور اس کا شوق سیاحت جیسے کچھ اور فزوں تر ہوا۔

"آپ کا ایک کام کرنا ہوگا بہتر ہوگا کہ جانے سے قبل آپ کچھ ایسے لباس خرید لیں جنہیں پہن کر پاکستانی خواتین کی طرح نظر آئیں تاکہ سیکیورٹی پوسٹوں پر زیادہ مسائل کا سامنا نہ ہو۔" ٹور گائیڈ کا مشورہ صائب تھا، اس کے پاس دو لباس تو پہلے سے تھے پاکستانی طرز کے جو شلوار قمیض دوپٹہ پر مشتمل تھے اور اس نے سوات سے خریدے تھے، دو لباس اس نے مزید خرید لئے۔

ان کا سفر شروع ہوا تو سب سٹوڈنٹس اور ڈرائیور، گائیڈ سمیت عربی میں کوئی دعا پڑھنے لگے پھر سفر شروع ہو گیا موسم سرما کی برف پگھلنے سے سڑک کا کچھ حصہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا جبکہ درخت بھی سڑک کے اطراف سے گرے پڑے تھے سب سٹوڈنٹس جو ملے گلے شور شرابے میں کبھی شاعری سنا رہے تھے تو کبھی سنگر بنتے سر الاپنے لگتے، وہ اتر کر سڑک پر گری چٹانوں اور درختوں کو ہٹانے لگے جبکہ ڈرائیور نے یہ کام مکمل ہونے پر بسم اللہ پڑھ کر جیپ کو پانی میں اتار دیا اور ماریا جوزف جو پریشان کن اور غیر یقینی کیفیت سے دو چار تھی وہ پچھتا رہی تھی کیوں نہ وفد کے ساتھ چلی گئی اگر اسی تنگ سی سڑک کے تنگ سے پانی نے سب کی جان لے لی تو......

"سارا تھرل، جوش اور سیاحت دھری رہ جائے گی۔" محض دعاؤں کے سہارے بہادری کا یہ نیا مظاہرہ اس کے لئے عجیب چیز تھی اور وہ ہولا رہی تھی۔

"ہوائی سفر سے ایک گھنٹہ لگنا تھا اور آرام سے پہنچ جاتے یہ بھی آپ کا شوق تھا کہ سفر بذریعہ سڑک ہوگا تاکہ قدرتی نظارے دیکھتے چلیں۔" سعید صاحب نے کہا۔

"مجھے کیا پتا کہ فطری نظارے دیکھنا اتنا مہنگا بھی پڑ سکتا ہے۔" وہ جھرجھری لے کر بولی۔

"اللہ پر بھروسا رکھیں زندگی اور موت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور جب جیسے اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیں، موت ایسے آئے گی اس سے لحہ پہلے یا پیچھے نہیں، دنیا میں اگر آج آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے تو آپ لاکھ حفاظتی اقدامات کر کے بھی خود کو نہیں بچا سکتیں ایک بات یاد رکھیے گا اول و آخر اللہ ہی ہمارا محافظ ہے۔" وہی وصی جو سارا راستہ چٹکلے سناتا ہنسی مذاق کرتا آیا تھا بہت سنجیدگی سے بولا تو ماریا کچھ دیر اس کے الفاظ پہ غور کرتی رہ گئی۔

''خدایا اتنا پختہ یقین یہ سب حقیقت ہے کیا، واقعی کوئی ہستی ہے کہ موت اور زندگی جس کے ہاتھ ہے یا یہ لوگ محض مجھے دلاسہ دے رہے ہیں۔'' وہ الجھی۔

''کہیں ایسا تو نہیں یہ جان بوجھ کر اس راستے سے آئے ہوں محض مجھے ختم کرنے کو آخر ہیں تو مسلمان اور مسلمان سب سے پہلے دہشت گرد ہے پھر کچھ اور......'' وہ اب دوسری نہج پر سوچنے لگی تو دل میں وہم اور خوف کے سائے لہرانے لگے، اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں موجود ہنستے مسکراتے نوجوان لوگ اب لمبے لمبے چوغے نما لباس میں اونچے عمامے اور لمبی ڈاڑھیوں والے دکھائی دینے لگے، جن کی آستینوں میں بم یا ہتھیار تھے۔

''اُف خدایا میں بری پھنس گئی۔'' وہ بے طرح سہمی ہوئی تھی۔

''یہاں اس جگہ موت۔'' بے وطنی بے چارگی اور بے بسی کا گہرا احساس ہوا تھا۔

''میں موت سے نہیں ڈرتی، بہت بار موت کو قریب سے بلکہ چھو کر دیکھا ہے، میں نے لیکن اس کا بھی ایک مقصد ہے جو زندگی میسر ہے بنا مقصد مرنا افسوناک ہے۔'' خود کو بہادر بتاتی وہ کچھ نہ کچھ بولنے کے منہ کھولنے لگی، لیکن اندر سے خوف زدہ ہونے کے باعث اسے بالکل معلوم نہ تھا وہ کیا اور کیوں کہہ رہی ہے۔

''آپ کے نزدیک کیا مقصد ہے زندگی کا۔'' خاموش بیٹھی فاطمہ نے پوچھا۔

''ہر طرح کے حالات میں ثابت قدم رہنا اور ذاتی خوشی کا حصول۔'' وہ کچھ سوچ کر بولی تو آمنہ نے نرمی سے کہا۔

''ذاتی خوشی کا حصول بری بات نہیں لیکن بحیثیت انسان زندگی کی اصل جاننا ہی مقصد اعلیٰ ہے اور اصل حقیقت اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے احکامات ہیں۔''

''میں اتنا جانتی ہوں کہ خدا نے انسان کو زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا اور اسے ایک ذمہ داری سونپی کیا میں یہ نہیں جانتی، جاننے کی کوشش کر رہی ہوں۔''

''سب سے پہلے ایک تصحیح کر لو کہ ہم اللہ پر یقین رکھ کر ہی غیر معمولی قوت کے حصول میں کامیاب اور روزمرہ کی مشکلات کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں اور اللہ کے نائب کا پہلا مقصد اس کی عبادت اور احکامات بجالانے کے ساتھ ہر مدد کا حصول اللہ کو سمجھنا ہے یقین کے ساتھ اور یہ یقین بڑے کام کی چیز ہے، وہ کام جو اپنے قوت بازو کے زور پر مشکل لگے یقین برحق ہو تو آسان ہو جاتا ہے۔''

''مگر کیسے؟'' ماریا اپنے خوف کو بھولے اب آمنہ سے گفتگو میں محو حیرت تھی۔

''ایسے کہ اس نشیبی آبی سڑک سے جیپ گزارنا اور اپنے مطلوبہ مقام تک پہنچنا ایک دشوار کام تھا ڈرائیور نے اللہ پر یقین رکھ کے جیپ پانی میں اتار دی تھی اور دیکھ لو اس اللہ نے اس یقین کو کامیاب کیا ہم اپنے مطلوبہ مقام تک پہنچ چکے ہیں۔''

آمنہ کے کہتے ہی جیپ رک چکی تھی اور وہ سب خوشی حیرت سے نعرے لگاتے نیچے چھلانگیں لگانے لگے، ماریا بھی ان کے ہمراہ اترنے لگی۔

یہاں اس نے سب لڑکیوں کو سر ڈھانپے دیکھا تو وہ بھی انہی کی طرح دوپٹہ سر پر رکھ کر سینے پہ پھیلانے لگی لڑکے ہوٹل کا پتا کرنے لگے اور لڑکیاں منہ ہاتھ دھونے کے لئے جانے لگیں ان کی تقلید میں ماریا بھی وجود میں تھکاوٹ محسوس کرتی فریش ہونے لگی، فریش ہوتے ہی سب نے گرما گرم چائے، پکوڑے اور چپس منگوائے، چونکہ رات ہونے کو تھی گھومنے کا ارادہ اگلے دن پر رکھ کے وہ سب آرام کرنے چلے گئے۔

☆☆☆

میری اتنی سی خواہش ہے کہ
میں اک آسماں ہوتا
اور تو میری زمین ہوتی
میں جھک کر تیرے سارے غم
اپنے کاندھوں پہ ڈھو لیتا
تیری تکلیفیں اور کٹھنائیاں
خود میں سمو لیتا

اور میرے بادلوں سے بارشیں
چھم چھم برستیں تو
تجھے سیراب کر دیتیں
وہ تیری پیاس کو پی کر
تجھے شاداب کر دیتیں
میرے سورج کی کرنیں
تجھ پر پڑتیں تو
بڑی انمول ہو جاتیں
میں تجھ سے روٹھتا تو تاریک رات ہو جاتا
مگر پھر بھی میرا چندا
تیرے ہی ساتھ ہو جاتا
کہیں تارے چمک پڑتے
کو میرا حسن بڑھانے کو

بے تاب رہتے وہ
تیرا آنچل سجانے کو
لیکن جاناں! میں نے مانا
کہ ایسا ہو نہیں سکتا
نہ جانے کس کی سازش ہے
مگر پھر بھی میری اتنی سی خواہش ہے

خوبصورت چہروں روشن ماحول خوشبوؤں سے معطر فضاؤں میں چمکتے سفید گلوب کی روشنی میں

بھاری خوابیدہ اور دلکش لب ولہجہ میں بولتے وہاج حسن کے وجیہہ چہرے پر بالکل سنجیدگی چھائی ہوئی تھی، وہ سامنے سٹیج پر دیکھتے ہوئے چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا جو اپنے عزیز و اقارب کے گھیرے میں بیٹھا بہت پرزور اصرار پر لب کشائی کر رہا تھا، شہریار نے غیر محسوس طور پر سعیہ کو دیکھا تھا جو بہت خاموش بیٹھی تھی اور شہریار کو یہ خاموشی بری طرح چبھی تھی ایسا وقت کہ جب کسی کی شادی ہو اور پھر موسم کا بھی ماحول کے ساتھ خوشگوایت عطا ہو تو وہ انجوائے نہیں کر پا رہی تھی۔

''مگر کیوں؟'' اس کے اعصاب جیسے کھنچ گئے تھے۔

''کیا آپ بھی شادی کو بور کا لڈو سمجھ کر پچھتا رہے ہیں کھا کر جو اتنے خاموش بیٹھے ہیں۔'' کسی منچلے نے شاید انہیں چھیڑا تھا اور شہریار لب بھینچ کر ذرا سا مسکرایا، پھر اس کی طرف دیکھنے لگا جو اب اٹھ کر وہاج حسن کو کچھ کہہ رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے بے ساختہ ہی شہریار کو دیکھنے لگا، شہریار اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی جانب چلا آیا۔

''اٹس ٹو مچ، وہاج بات صرف شکل و صورت کی نہیں اخلاق و کردار کی بھی ہوتی ہے ایک بہت شاندار حیثیت، خوبصورت شکل رکھنے والا بندہ بھی اچھے رویے و عادات کا مالک نہ ہو تو اخلاقیات پہ جان دینے والے فرد کا اس کے ساتھ رہنا دوبھر ہو جاتا ہے۔''

وہ کس کے متعلق بات کر رہی تھی، شہریار سمجھ نہ پایا لیکن چیئر گھسیٹتا ہوا ان کے پاس بیٹھ گیا۔

''نو ڈاؤٹ لیکن شہریار جیسے شاندار بندے کو بیوی ہوتے ہوئے ایسی رنجیدہ اور سنجیدہ رائے چہ معنی دارد۔''

''میری رائے کو چھوڑو تم اپنی بتاؤ سہرا کب باندھ رہے ہو۔'' سعیہ نے پہلو تہی کرنے والے انداز میں ذرا سا مسکراتے ہوئے پوچھا، گہری سانس لے کر وہ آگے کو جھکا۔

''کیا کہوں اب، وہ کسی شاعر نے کہا ہے ناں کہ۔''

تم مقدر میں نہیں تھیں میرے
تم جیسی اور ملتی نہیں

''جذبات اور دل کے ہاتھ میں کبھی اپنی ذات نہیں دینی چاہیے ورنہ خواری ہوتی ہے جس سے محبت کی جائے واقعی اس کی کمیاں، خوبیاں، نرمی، خوبصورتی، لطافت سب منفرد لگتا ہے اور اس طرح کا کوئی نہیں دکھتا لیکن زندگی واہموں کے سہارے بھی نہیں گزرتی ہر وقت خود میں حقیقت کا سامنا رکھنے کی ہمت ہونی چاہیے۔'' سعیہ جیسے در پردہ اسے سمجھا رہی تھی اور جو شہریار سمجھا وہ سمجھ کر اس کے اعصاب تن گئے۔

''ہاں اور اب کرنا کیا ہے۔''

جو زندگی تھی وہ تو تیرے ساتھ گئی
اب تو عمر کے نقشے میں رنگ بھرنا ہے

وہاج نے ہلکی سانس بھرتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

''وہ لڑکی جسے وہاج محبت کرتا تھا کیا وہ سعیہ تھی؟ وہاج حسن اسے اپنی فرسٹ کزن کہتا تھا تو کیا میری وجہ سے؟'' وہ خاموش سا دونوں کو دیکھ رہا تھا اسے وہاج کے الفاظ یاد آئے۔

''جیسے بہت ٹوٹ کر چاہا تھا وہ شاید میری نہیں تھی اور اسے مسلسل اپنا سمجھے جانا میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی۔''

''تو کیا وہ سعیہ میں انوالو تھا اور شاید سعیہ بھی اسی لئے یہ میرے ساتھ خوش نہیں دکھائی دیتی۔'' وہ مضطرب سا ہوا اور اسے آہستہ آہستہ سب یاد آنے لگا، وہاج کے انٹرویو والی مس انڈر اسٹینڈنگ، سعیہ کا اسے جاب دینے سے ریفوز، پھر وہاج کا سوچ کر اس کا مسلسل ڈپریشن اپنے اور شہریار کے درمیان تعلق سے کتراتا، گریز، انکار پھر کسی انجانی مجبوری اور مصلحت کی بناء پر اقرار، وہ پوری تقریب میں یہی سوچتا رہا اور پھر جیسے کڑی سے کڑی ملتی گئی کہانی کا سارا سرا کھل چکا تھا۔

''وہ مصلحت وہ مجبوری کہیں وہاج کی مستحکم پوزیشن تک انتظار تو نہ تھا، شادی رخصتی سے اب تک سعیہ کا بیگانہ انداز اجنبیت اور بے رخی اسی پرانی محبت کو نہ بھلا سکنے کی وجہ تھی، کیا وہ وہاج سے کیے گئے کسی عہد کی پابند تھی یا وہاج دوستی پہ محبت کو قربان کر گیا بنا مجھے بتائے۔''

''یہ اب سے کچھ دیر پہلے والی گفتگو اشعار، الفاظ، معنی، مطالب، سوال، جواب جیسے سب کھلتے گئے اور شہریار اسے سب سمجھ آ چکا تو ایک پل میں جیسے آندھیوں کا شور اسے چھو کر گزر گیا۔'' اپنا پورا وجود کسی تار عنکبوت میں جکڑا محسوس ہونے لگا۔

سعیہ کے سارے رویے اسے یاد دلا رہے تھے وہ خالص پن جو شاید یکطرفہ جذبات میں وہ کھو چکا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ سعیہ محض چڑتی ہے اس کے حاکمانہ مزاج اور انا پسند طبیعت سے وہ آہستہ آہستہ اس کی خائف طبیعت کو اپنی محبت کے سہارے خوشی و بشاشت کے ٹریک پر لے آئے گا لیکن ابھی ابھی اس پہ انکشاف ہوا تھا کہ اس کی زندگی اور دل تک آنے والے راستوں میں محبت تو شاید کہیں تھی ہی نہیں، سعیہ کے دل تک جاتے راستوں پہ کھڑا وہ مدتوں بھی سعی کرتا رہتا تو کچھ نہ پاتا۔

کہ وہاں تو پہلے سے کوئی براجمان تھا اور وہ کوئی اور نہیں اس کا سنگی، ساتھی وہاج حسن تھا وہ اس سے شکست کھا چکا تھا اسٹیڈیز میں اب زندگی میں، محبت میں سب پا کر بھی ناکام تھا کتنا تکلیف دہ انکشاف تھا، جس کے دکھ سے نکلنا مشکل تھا کیسی اذیت اور کرب تھا جس پہ ہنسا جا سکتا تھا نہ رویا، جیت کی خوشی تھی نہ ہار کا غم کچھ بڑھ کر تھا جو رنگین چہرے دے رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

فوزیہ غزل

ستائیسویں قسط کا خلاصہ

سوات کی خوبصورت وادیوں میں گھومتے وہاں کی دستکاری و تاریخی آثار، شاپنگ لوگوں کا رہن سہن دیکھتے ماریا کے تمام ساتھی واپس اسلام آباد روانہ ہوتے ہیں جبکہ ماریا اسلام سے متعلق ریسرچ اور شمالی علاقہ جات دیکھنے کی غرض سے ساتھ چلنے سے انکار کر دیتی ہے۔

اپنے گریز اور سعیہ کے احتجاج پہ شہریار پہل کرنے کا فیصلہ اسے دیتا ہے وہاج کی بہنوں کی شادی میں سعیہ کے ساتھ وہاج کا رویہ اسے الجھا دیتا ہے اریبہ کے لئے وہاج کا انداز جارحانہ، انکار، شدت پسند رویہ غیر متوقع تھا، وہ پچھتاوے تاسف، دکھ کے شدید ترین احساس میں گھری اپنی محبت، جذبات اور احساسات کا زیاں دیکھتی رہ جاتی ہے۔

ماریا سٹوڈنٹس ٹورز کے ساتھ گلگت روانہ ہوتی ہے تو آبی اور نشیبی علاقہ میں اللہ کا نام لے کر گاڑی گزارنے کا منظر اسے دنگ کر دیتا ہے تو فاطمہ اللہ پہ یقین کے سلسلے میں اسے قائل کرتی ہے۔

شہریار سعیہ کے گزشتہ رویے اور موجودہ صورتحال کا موازنہ کرتا ہے تو اس پہ یکدم سعیہ اور وہاج کا تعلق کھلتا ہے وہ اپنے آپ کو اضطراب و اذیت کی انتہا پہ پاتا ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

آٹھائیسویں قسط

میرے اس کے بیچ سفر میں
خواہشوں کا جنگل نہیں تھا
اس کی ننھی کونپل تھی
جو صدیوں میں طے نہیں ہوا
اس ایک سفر کی بات تھی
میرے اس کے بیچ سفر میں
محبت کا ایک لفظ بھی نہیں تھا
اور عشق کی ایک طویل داستاں تھی
جو کسی کتاب میں لکھے نہیں گئے
ان لمحوں کی کہانی تھی
میرے اس کے بیچ سفر میں
لوگ کتنے ہزار آئے گھر کہیں نہیں آیا
میرے اس کے بیچ سفر میں
اک دن ابتداء کا تھا اور پھر بہت صدیوں بعد
ایک اور ویسا ہی تھا، وہ دن بھی ابتداء کا تھا۔

کیسا عجیب سفر تھا وہیں پہ آ کے رک گیا تھا یہاں سے شروع ہوا تھا، بنا چلے راستے ختم ہو گئے تھے، وہ مکمل طور پر شکست خوردہ دکھائی دے رہی تھی، قصور اس کا کہیں بھی نہیں تھا مگر حالات مخالف سمت چل پڑے تھے وہاج جو اسے بچپن سے جانتا اور سمجھتا تھا دل اور خون، خواب اور جذبات، محبت اور چاہت، محب اور محبوب کتنے مضبوط رشتے تھے اس کے ساتھ، اریبہ کی کڑوی کسیلی فس کر سہہ جانے والا وہاج جو اپنے اس کے بیچ تکلیف نہیں رکھتا تھا، منگیتر کرزن ہونے کے ساتھ وہ کتنے اچھے دوست رہے تھے۔

ہر موضوع پر گھنٹوں بات کیا کرتے تھے وہاج بلاشبہ خوش شکل اور اسمارٹ جوان تھا، لیکن اس کی انا خودداری، عادتیں خیالات پسند تھے اسے پھر وہ دیکھتی گئی کہ وقت حالات نے صرف خیالات نہیں اقدار، رشتے، ترجیحات بہت کچھ بدل دیا تھا اور سب بدلنے کے باوجود اریبہ کے خوش فہم دل نے کچھ نہ کچھ گنجائش رکھی تھی مگر وہاج خالہ کے رویے ان کی آنکھوں میں اپنے لئے کیسی نفرت اور زہر دیکھا تھا کہ صفائی کے سب الفاظ بھول گئے اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا اسے پتا تھا اسکی بریت بھی کردار پر لگے دھبے کو نہیں دھو سکے گی۔

"مجھے ان سے کسی محبت بھرے سلوک کی توقع نہیں تھی لیکن یہ بھی علم نہ تھا کہ وہ یوں اچانک ایکدم سے کسی ناسور زدہ حصہ کی طرح مجھے خود سے کاٹ کر دور پھینک دیں گے، میں سمجھتی تھی مجھ سے محبت کا رشتہ کوئی نرم گوشہ جگا دے گا، وہاج کے دل میں مگر اس نے محبت تو درکنار اعتبار، وفا اور مان تک اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔" وہ طیبہ سے محو گفتگو تھی۔

رات کے پچھلے پہر ہسپتال کے لان میں اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں اور جویریہ ربیعہ اسے بے بسی سے دیکھ رہی تھیں تسلی دلاسہ اور صبر برداشت جیسے الفاظ جیسے اپنا مفہوم کھو چکے تھے۔

"میرا دل اس کی محبت سے ہٹ کر کچھ سوچنے تیار نہ تھا اور وہ بدگمانی کی دھند میں لپٹا محبت کو پہچاننے سے انکاری تھا، وہ ناقابل برداشت تکلیف دہ لمحہ تھا، جس کی اذیت میں تادم مرگ بھلا نہیں سکتی، میں اس نے مخلص تھی بے حد مخلص اپنے دل نگاہ جذبات استحقاق و اختیار سب زاویے اس کے لئے رکھ چھوڑے تھے میں تو ہر طرح سے ان چھوئی تھی پاکیزگی کی حدوں کو چھوتی، پھر میرے ساتھ یہ کیوں۔" ایک گہری سانس خارج کرتی طیبہ چند لمحوں تک کچھ نہیں بولی تھی پھر بہت رسان سے مدہم لہجے میں کہا تھا۔

"اریبہ میں تمہاری دوست، ہمدرد اور بہن ہوں تمہارا یوں بکھرنا شکستہ ہونا مجھے تکلیف دے رہا ہے، تمہارے آنسو دکھ کی اس کیفیت میں بجا سہی مگر سچ کہوں تو مجھے برے لگ رہے ہیں کیونکہ جس کے دکھ میں تم لہو رو رہی ہو وہ یہ سب ڈیزرو نہیں کرتا نہ یوں رونا خود کو شکستہ سمجھنا تمہارے مسائل کا سدباب ہے جنہیں بہادری اور حوصلے سے حالات کا سامنا کرنا ہے، خود کو کمزور کر کے زندگی سے فرار چاہنا درست نہیں، جبکہ زندگی کو ہر روز ایک نئی امنگ نئی ترنگ اور نئے احساس کی ضرورت ہوتی ہے، تمہیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیے جو تلخیاں تمہارے حصے میں آئیں سمجھ لو کہ وہ منافقت اور دوغلی زندگی کی لپیٹ تھی جس سے تم نکل آئیں، تم پلیز خود کو سنبھالو کیونکہ یوں ری ایکٹ کرنا تمہارے لئے ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا کروں آخر اگر رو چلا کر اپنا کتھارسس نہ کروں تو یقین مانو درد و غم کی اس بیکراں بے تحاشا اذیت ناک کیفیت سے میرے دل و دماغ پھٹ جائیں گے۔" وہ انتہائی بے بسی سے بولی۔

"یہ سچ ہے اریبہ کہ زندگی میں سب کچھ اسی طرح سے نہیں ہوتا جس طرح ہم چاہ رہے ہوتے ہیں اور نہ ہمیں خوش بختی کے ہنڈ سے اندیشوں کے سپرد کرنے کی آرزو ہوتی ہے، مگر حالات کی ستم ظریفی ہمیں درد بخش کر اذیت سہنے کے لئے اکیلا چھوڑتی ہے، تو احساسات و جذبات مردہ ہونے کے ساتھ خود کو بھی ان سکیور فیل کرتے ہیں، لیکن زندگی میں صرف پیار ہی سب کچھ نہیں ہوتا اپنی شناخت بھی ضروری ہے۔" طیبہ سمجھاتے ہوئے تشویش سے بولی۔

"محبت وہاج احسن کی محبت ہی تو میری شناخت تھی، آج اس نے یہ شناخت بھی لے لی۔"

"اریبہ اب تم رو چکو اس محبت کو کیونکہ وہ محبت جس کا کوئی حاصل نہیں صرف اضطرابیت دیتی ہے، پھر وہاج کا معاملہ تو سراسر الگ ہے کہ اس نے اندر امید کا کوئی دیا محبت کا کوئی جگنو روشن نہ تھا وہ محبت کو کیا سمجھتا، بلاشبہ تمہیں محبت میں رنگ باتیں کرتے خواب بولتے دکھائی دیتے ہونگے مگر تمہارا رومیو وہ اس فرسودہ محبت سے قطع نظر نئے جہانوں کے سفر پر روانہ ہو چکا تھا اور واپس کا کہیں کوئی امکان نہیں تھا، اگر مجھے محبت کے حوادث و معاملات سے سابقہ نہیں دیوانگی کی وہ کیفیت میں دیکھی اسے جھٹلا نہیں سکی پھر بھی احتیاطاً تمہیں باور کرایا تھا ان راہوں پہ مت چلو ساری کوششیں اور اس شخص کو اپنا بنانے کی ساری سرگرمی فضول نہ جائے مگر یہ پتھر سے سر پھوڑنے والی بات تھی۔" اریبہ نے بے حد کرب کے عالم میں آنکھیں موند لی تھیں اور آنسو ایک تواتر سے گالوں پہ بہنے لگے۔

طیبہ نے بلاشبہ ایک دمساز، ناصح کی طرح اسے سمجھایا تھا لیکن وہ اسے کیسے بتاتی کہ محبت کا پہلا نقش تو پہلا ہوتا ہے جو کبھی نہیں مٹتا۔

"اریبہ یہ دنیا ہے یہاں نیکی اچھائی اور خلوص محبت جیسے الفاظ صرف کتابوں میں اچھے لگتے ہیں،

زندگی گزارنے کے لئے کچھ اور بھی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ابھی تمہارے لئے بہت راستے ہیں، صرف محبت کو زندگی کا مسئلہ سمجھ کر تم وہ واستے نہ گنواؤ وہاج حسن حرف آخر نہیں تمہاری سوچ کو صرف اس ایک نام پر نہیں ٹھہرنا، مسائل ذات میں الجھ کر رکنا نہیں آگے جانا ہیں تمہیں، کہ زندگی کے تقاضے و ضروریات محبت سے رہیں زیادہ ہیں، اجنبیت اور بے حسی کی چادر اوڑھ کر جنہوں نے تمہیں خالی ہاتھ کیا انہیں تم نے اپنے ادھورے خوابوں کے ساتھ پوری زندگی جیتے دکھانا ہے خود کو، میرے خیال میں تم شائستہ بیگم کی بات مان لو تمہاری راہیں خود بخود آسان ہو جائیں گی، دفاتر میں دماغ خرچنے اور مشقت جھیلنے سے زیادہ پیسہ اسی پروفیشن میں ہے، اپنی بہنوں کو بیاہنا، ماں کا بہتر علاج اور خود وہاج احسن سے زیادہ پرتعیش زندگی گزارنا احمق لڑکی اس بے حس بندے کی اجنبیت پر لہو رونے سے بہتر ہے، سوچ لو خود سے دوستی کرنے کے اتنے اچھے آپشن زندگی بار بار نہیں دیتی، دیکھو جب ہم اپنی شناخت کے سفر پہ نکلتے ہیں تو خود کو گم کرنا پڑتا ہے یا اپنی پہچان کے لئے اپنا روپ دھارنا ہوتا ہے، دل کی بے اختیاری قابل بھروسہ نہیں اپنی ذات کا ادراک کر لو کامیاب رہو گی۔'' طیبہ کے الفاظ کم و بیش وہی تھے جو بارہا کہہ چکی تھی مگر اریبہ کے دل پر بالکل الگ طور پر تاثر دے رہے تھے۔

☆☆☆

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ شمالی علاقہ جات میں ہر وادی اپنی قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے سیاحوں کے لئے کشش پیدا کرتی ہے، ماریا کو کوہ پیائی اور ٹریکنگ کا شوق تھا وہ فطری نظاروں کی دلدادہ تھی ہر جگہ قدرتی مناظر کی تصویر کشی اس کا محبوب مشغلہ تھا، اسے گلگت کی دلچسپ ثقافت، فطری، نظارے یہاں کے لوگوں کے مخصوص لباس علاقائی ناچ گانے، موسیقی، کھیل، بوز خوشی اور پولو سب دلچسپ لگیں، مگر یہاں بولی جانے والی زبان مشکل تھی مترجم کی وجہ سے انہیں مقامی زبان سمجھنے میں آسانی رہی۔

''پولو کے مقابلے نومبر کے پہلے ہفتہ سے شروع ہوتے ہیں ایک میلے کا سماں ہوتا ہے باہر سے کافی لوگ یہ رونقیں دیکھنے کے لئے آتے ہیں، یہاں کے مقامی لوگ یہ کہتے ہیں یہ کھیل یہاں سے شروع ہوا۔'' مترجم فرید خان بتا رہے تھے۔

ہزار میٹر تک اونچائی رکھنے والی پہاڑی راستے پر چلنا گرچہ دشوار تھا مگر کوہ پیائی ٹریکنگ اور ہائیکنگ کی شوقین ماریا اونچی ایڑی والی جوتی کے ساتھ چلتے لڑکھڑا رہی تھی، نیوزی لینڈ کے ہموار علاقوں میں رہنے والی اس لڑکی کے لئے کھردری چٹانوں پر چلنا آسان امر نہ تھا، سو وہ بہت جلد ہمت ہار گئی، ویسے بھی گلگت کی سرحد 301 میل تک افغانستان کے ساتھ ملتی ہے یہ خبر اس کا ڈر بڑھا گئی۔

اسے اپنے اردگرد طالبان اور اسامہ بن لادن کے بھوت ناچتے دکھائی دیتے رہے جبکہ اس کے ہمراہ موجود سٹوڈنٹس ٹپے ماہیئے سنا سنا کر اس کا خوف کم کرنے کی کوشش میں مصروف رہے اگرچہ یہ زبان، معنی، مطالب و مفہوم یکسر نا آشنا تھے، پی ٹی ڈی سی، چنار، پارک ویو، ورشی گھوم اور گلگت میر ہنزہ ہوٹل بھی دیکھے، وادی ہنزہ جس کے فطری و قدرتی نظاروں کو دیکھ کر انسان ایک لمحہ کے سکتے میں آ جاتا ہے، ہنزہ کی خوبصورت فضاؤں میں خوشبودار اور ٹھنڈی ہوا ایسے محسوس ہو رہی تھی، جیسے ہوا میں کوئی گنگنا رہا ہو، پاپولر کے درختوں اور گندم کے خوشبوؤں کو چھو کر گزرتی ٹھنڈی ہوا جسم و ماحول میں عجب موسیقیت بھر رہی تھی۔

یہ سرسبز و شاداب وادی آٹھ ہزار میٹر کی بلندی پر واقع ہے، مقامی لوگ پیروکار ہیں پرنس کریم آغا خان کے یہاں کی مقامی زبان ہروشسکی ہے لیکن اردو اور انگریزی نمایاں ہے دریائے ہنزہ جس میں پہاڑوں سے بہتا پانی اور گلیشیر کے پگھلنے کا پانی بہہ کر تیز رفتار میں ملتا رواں دواں ہو جاتا ہے، اس پانی سے یہاں کے باغات کو سیب، ناشپاتی، چیری انگور اور آلو بخارا پر مشتمل ہیں سیراب کیا جاتا ہے۔

سعید صاحب نے معلومات بہم پہنچاتے ہوئے ان باغوں کے پھل بھی انہیں دکھانے اور کھلائے جو لذت و خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے، راستے میں لکڑی اور مٹی سے بنے بہت سے دو منزلہ مکان بھی دیکھے اور وہ علاقہ ایسا تھا کہ یہاں بجلی، حتیٰ کہ پانی کی بنیادی سہولت بھی میسر نہ تھی اس نے ایسی غربت کبھی نہیں دیکھی تھی ماریا کا بچپن شاہانہ انداز میں بسر ہوا تھا، اس کے والدین نے ہر وہ اچھی بہترین چیز مہیا کی تھی جس کا کوئی عام انسان صرف خواب دیکھ سکتا ہے، اسے لوگوں کے یہ ناقص حالات اور معمولی سے بھی کمتر درجہ کی زندگی افسردہ کر گئی۔

''یہ لوگ مکانوں کی پہلی منزل پر رہائش اختیار کرتے ہیں نچلے حصے میں یہ اپنے مویشی باندھتے ہیں جس کے باعث ان کے گھر گرم رہتے ہیں، وادی ہنزہ کے لوگ لمبی عمر پانے کے لئے بھی دنیا بھر میں مشہور ہیں یہ اس وادی کے فطری نظاروں، پھل خوراک اور کھلی آب و ہوا کی وجہ سے ہے؟'' سعید صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے جیپ کو روکا اور باہر نکلے تو مقامی لوگ انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے انہوں نے بسم اللہ کے الفاظ کے ساتھ خوبانیوں، باداموں اور دودھ سے ان کی تواضع کی۔

اس شدید ترین غربت کے باوجود ان لوگوں کی دریا دلی مثالی تھی جس نے ماریا کو بے حد متاثر کیا رسیلے آموں کی ایک پوری پیٹی بھی ان کے ہمراہ کی مقامی لوگوں نے۔

''یہاں کے بہتے ہوئے ندی نالے اپنے طاقتور پانی کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہیں ہنزہ کے پانی کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں اس پانی میں لوہے (آئرن) اجزاء بکثرت موجود ہیں اس کے علاوہ سونے کے قیمتی اجزاء اس پانی میں پائے جاتے ہیں، اس وجہ سے پانی طاقتور ہے۔'' عدیل نے بھی یہاں سے متعلق ان معلومات پہ بے ساختہ کہا تھا۔

''ایسا نہ کریں کہ اس طاقتور پانی کو ساتھ لے چلیں خالی پلاسٹک کی بوتلوں اور کین میں بھر کر۔''

''گڈ آئیڈیا یا میری دادی اکثر جوڑوں کے درد کی شکایت کرتی ہیں ہو سکتا ہے آئرن اور گولڈ کی اضافی خوبیاں لئے یہ پانی ان کو کچھ افاقہ دے۔'' وشمہ نے کہا اور وہی فوراً اٹھ کر ایک جھرنے سے بہتا شفاف پانی بھرنے لگا، ان کے ہمراہ موجود ماریا ٹورسٹ گائیڈز ڈرائیورز اور سامان اٹھانے والے چھ قلی سب مسکرا رہے تھے، جبکہ فاطمہ اب بوتل سے وہ طاقتور پانی عدیل کو دے رہی تھی پینے کے لئے اور وہی گاڑی کا بونٹ بجاتے ہوئے گا رہا تھا۔

میں نے تمہاری گاگر سے کبھی پانی پیا تھا
پیاسا تھا میں گوری یاد کرو
وہ دن یاد کرو

سعید صاحب بمعہ ترجمہ ماریا کو اس گانے کے بول بتانے لگے۔

''ایک مشہور کوہ پیما ایرک شپٹن نے ہنزہ کے لوگوں کو بہت سخت اور نیمی قسم کے لوگ کہا ہے یہاں کے لوگوں کی صحت کا راز ان کا طریقہ زندگی خوراک اردگرد کے پہاڑوں اور سرسبز و شاداب کھیتوں کی وجہ سے ہے یہاں کا ہر آدمی چست و توانا نظر آتا ہے۔'' ہنزہ کے خوبصورت رہائشی علاقہ سے گزرتے ہوئے فرید خان انہیں معلومات دیتے رہے۔

ماریا نے یہاں کی عورتوں کو بہت دلچسپی اور شوق سے دیکھا جو چوڑے گھیر دار فراک پہنے اور سر پہ کڑھائی والی خوبصورت ٹوپی رکھے کھیتوں میں کام کرتی اور مویشی چرانی نظر آرہی تھیں تیکھے نقوش سرخ و سفید رنگت ان کی خوبصورتی مثالی تھی۔

ہنزہ کے دارلخلافہ کریم آباد سے انہوں نے راکاپوشی چوٹی کا پرکشش نظارہ کیا راکاپوشی (7877) میٹر سے (15552) فٹ بلند چوٹی ہے۔

''سردیوں میں اس چوٹی پر پڑتی برف چاندنی رات میں چمکتی نظر آتی ہے اور ایک خاموش ہوادار لطیف و نازک اثر پیدا کرتی ہے ماحول میں۔'' سعید صاحب نے انہیں بتایا تو سب نے بلتت قلعہ دیکھنے کی بھی خواہش ظاہر کی۔

''ایک کلومیٹر کے فاصلے پر یہ قلعہ ہنزہ کی تاریخ میں چار سو سالہ تاریخی پس منظر چھوڑتا ہے، لکڑی کی مضبوط کھڑکیاں اور دروازے وادی کی طرف کھلنے کی وجہ سے اچھا نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے پہلے ادوار میں یہ قلعہ ہنزہ کے حکمراں کی رہائش گاہوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔'' گائیڈ نے بتایا۔

قلعہ واقعی ایک حیرت انگیز اور دسینو پر طرز تعمیر و تکمیل کا حامل تھا، وہ سب اپنے شوق کے مطابق فوٹو گرافس اور مووی کلپس لینے میں مصروف تھے۔

کھردری چٹانوں میں گھرے فلک بوس کہساروں کی اس سرسبز وادی میں گھومتے پھرتے کئی لمحات آئے جب زندگی و موت کے مابین محض انچ بھر کا فاصلہ محسوس ہوا، لیکن ماریا کے لئے حیرت انگیز تھا کہ اللہ پر پختہ یقین رکھنے والے یہ لوگ سکون سے ہر نازک لمحہ سے گزرے۔

''کیا یہی سکون، یہی پختگی، اسی ایمانی کیفیت کو اسلام کہتے ہیں جو ہر مشکل وقت پر ان لوگوں کو سنبھالے رکھتی ہے اگر یہ اسلام ہے تو اسلامی جنگ و جدل جلونیت اور حیوانیت کا پرچار کرتے لوگ کس اسلام کے پیروکار ہیں؟ اگر مسلمان دہشت گرد ہیں تو یہ سب کون ہیں؟ جو بنا نسل و مذہب بنا حسد و تفریق ہنستے مسکراتے میرے ہمراہ پھر رہے ہیں، اگر یہی دہشت گرد ہیں تو مسلمان کیسے ہیں؟ اسلام مسلمان اس کا اصل اور حقیقی مطلب کیا ہے؟ جو دکھائی دے رہا ہے یا جو اوجھل ہے؟'' وہ الجھی الجھی سوچ رہی تھی جبکہ وہ سب ایک صاف ستھری چادر بچھائے ایک ساتھ کھڑے نماز ادا کر رہے تھے اسے اسلام آباد کی معروف شاہراہ کے بیچ یہی عمل دہرانے والا نوجوان یاد آیا اور اس کی نظریں پوری محویت سے ان سب کو عبادت ادا کرتے دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

کچھ بھی تو نہیں ویسا
جیسا تجھے سوچا تھا
کچھ حرف دعاؤں کے، کچھ پھول وفاؤں کے
مہکیں گے میری خاطر
کچھ بھی تو نہیں ویسا
جیسا تجھے سوچا تھا
محسوس یہ ہوتا ہے دکھ جھیلے تھے جو اب تک
لکھنے کی محبت میں، پڑھنے کی ضرورت میں
بے نام مسافت میں
بے سود ریاضت تھی
بے فیض عبادت تھی
جو خواب بھی دیکھے تھے
ان جاگتی آنکھوں نے
سب خام خیالی تھی
پھر بھی تجھے پانے کی دل کے کسی گوشے میں
خواہش تو بچالی تھی
لیکن تجھے پا کر بھی اور خود کو گنوا کر بھی
اس حبس کے موسم کی
کھڑکی سے ہوا آئی
نہ پھول سے خوشبو کی
کوئی بھی صدا آئی
اب نیند ہے آنکھوں میں
نہ دل میں وہ پہلی سی تازہ سخن آرائی
نہ لفظ میرے نکلے، نہ حرف و معانی
کی دانش میرے کام آئی
نادیدہ رفاقت میں جتنی بھی اذیت تھی
سب ہی میرے نام آئی

پتا نہیں زندگی اس کے لئے اس کی توقعات کے اتنے برعکس کیوں نکلی تھی، زندگی اسے ویسے کیوں نہیں ملی تھی جیسا وہ سوچتا تھا جس طرح سے چاہتا تھا، کتنی مشکل بات تھی کہ سعیہ اس سے محبت نہیں کرتی تھی اسے چاہتی نہیں تھی مگر وہ جھیلتا آیا تھا اس کی اذیت نا کی کو مگر وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے اس سے شہریار سے محبت نہیں کر سکتی یہ جھیلنا آسان ہرگز نہ تھا، وہ جو اس کی ہر دھڑکنوں، خوابوں، خواہشوں میں تھی اس کی خواہش اور خواب کوئی اور تھا، یہ خیال اس کے وجود کو ان دیکھی آگ میں سلگا رہا تھا۔

''محبت بڑا حوصلہ دیتی ہے چاہے اگلے بندے کا دل محبت کی لے پر آپ کے دل کے ہم آہنگ ہو کر دھڑکے یا نہ، محبت کا لمحہ ہاتھ آئے یا نہ مگر جب یہ جذبہ ایک خالص شرعی و قانونی رشتے سے منسلک ہو کر آپ کی زندگی میں شامل ہو تو رشتے کی ڈیمانڈز میں محبت بہت خوبی سے آپ کی دلجوئی کرتی ہے، مگر

اس میں یہ خیال شامل ہو جائے کہ اگلا بندہ آپ کو اس لئے نظر انداز کرتا ہے اس کی توجہ وتگاہوں کا ارتکاز کسی اور پر ہے آپ اسے سننا دیکھنا چھونا محسوس کرنا چاہتے ہوں، زندگی کے سارے لمحوں کی دلکشی اسے مانتے ہیں اور وہ آپ پر کسی اور کو فوقیت دیتا ہو تو......"

"کیا محبت میں اتنا حوصلہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مطلوب فرد کو کسی اور کے ساتھ دیکھ یا سوچ سکے؟"

"نہیں، روح اندر سے کٹنے لگتی ہے، عجب سی بے بسی کے ساتھ رگوں میں اک کرب جاگتا ہے کوئی آپ کی دسترس میں ہے اور آپ کا نہیں نفسیاتی طور پہ یہ دیکھنا سوچنا جب کوئی آپ پر کسی اور کو فوقیت دیتا ہے تو دل کو اچھا لگتا ہے نہ دماغ کو، لاکھ سمجھائیں خود کو مگر صبر آتا نہیں، اسے ابھی ابھی پتا چلا تھا کہ دل کا سلسلہ بھی پروان چڑھتا ہے جب محبت دل سے دل تک سفر کرتی ہے، جبکہ اس کے اور سعیہ کے درمیان تو شاید روز اول سے سمجھوتہ چل رہا تھا کوئی مجبوری بندھی تھی کسی مصلحت نے انہیں ایک کیا تھا ور حقیقت وہ الگ تھے وہ نہایت فیئر اپروچ والا بندہ تھا اور ضروری سمجھتا تھا کہ جو دل میں ہو وہی افعال واعمال میں بھی ہو، اسے زندگی میں منافقت پسند نہیں تھی اور سعیہ علی اس سے منافقت برت رہی تھی، وہ جو شروع سے اس کا خیال رکھتا آیا تھا اس کی پسند ناپسند کو اہم جانتا تھا اس کی زندگی کے ہر اپوئنٹ پر اہم دن کو سیلی بریٹ کرتا آیا تھا، اسے بے حد وحساب چاہتا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ شادی اور نکاح جیسے شرعی وقانونی جواز کے بعد بھی سعیہ اس کے ساتھ رہ کر سامنے ہو کر درحقیقت اس کے ساتھ نہ تھی، کتنی اذیتناک حقیقت تھی یہ۔"

"آہ، کتنا نادان تھا میں سمجھا تھا محبت کو شہ اور مات سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا محبت تو بس محبت ہوتی ہے، مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ مجھے چاہتی ہے کہ نہیں، اہم تھی تو یہ بات کہ میں اسے چاہتا ہوں اور اسی کے ساتھ زندگی کروں گا اور یہ محبت اسے اپنے آہنگ سے دھڑکا لے گی، بے پناہ محبت کرتے ہوئے میں نے سوچا ہی نہ تھا اس کے قدم میرے ساتھ کیوں نہیں اٹھتے، اس کا ہاتھ میرے ہاتھوں میں کیوں نہیں آتا، اس کی آنکھیں شہریار کو دیکھنے سے کتراتی کیوں تھیں، وہ فرار کے راستے کیوں تلاشتی تھی، کیونکہ اس کی ترجیح کوئی اور تھا اسے اپنی لائف پرفیکشن کیسی اور کے سنگ نظر آتی تھی، سو وہ شہریار کو ری جیکٹ کرتی تھی۔"

ری جیکٹ ہونا کتنا تکلیف دہ احساس تھا وہ سعیہ کی زندگی سے خارج تھا کسی کے باعث، سعیہ اس لئے اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی کہ اس کی خوشی طلب کوئی اور تھا۔

شہریار جیسے جی دار Sincere بندے کے لئے اس Uncertaion (غیر یقینی) صورتحال کو فیس کرنا دشوار ثابت ہو رہا تھا، سعیہ جسے اس نے ہر شے ہر جذبے سے بڑھ کر چاہا، اس چاہت محبت اور خلوص کو ایک معتبر شرعی وقانونی حوالہ ورشتہ بنا کر اسے احترام دیا وہ اس کی نہیں تھی وہ یکطرفہ محبت میں محبت کی روح پرور اساس لئے دوڑتا رہا اور سعیہ بے فکری وبے نیازی کا خول چڑھائے اس کی روح دریدہ کرتی رہی۔

گہرے اضطراب کے عالم میں وہ سوچ رہا تھا اور یوں یوں سوچتا تھا وجود جیسے رنج وملال کی گہری دلدل میں دھنستا جا رہا تھا۔

اپنی اندرونی کیفیت کو چھپانے خود کو سنبھالنے کی غرض سے کتنی دیر وہ ٹیرس پر ٹہلتا رہا یہاں تک کہ

نصف شب کا چاند سفیدے کے عقب سے نکلا بالکل سامنے آ گیا تھا اپنی دودھیا چاندنی بکھیرتا ستاروں کے جھرمٹ میں مسکراتا اپنی بار بار نم ہوتی آنکھیں رگڑتے ہوئے اس نے آسمانوں پہ چمکتے ماہتاب جس کی رسائی اسی طرح ناممکن تھی جیسے سعیہ کی، اپنی بے پایاں محبت زمیں کے کسی حقیر بے مایہ ٹکڑے سے بھی کم لگی جس پر چاند کا عکس پڑ رہا تھا۔

اس نے کبھی اسموکنگ نہیں کی تھی لیکن اس وقت اس کے اردگرد سگریٹ کے بے تحاشا ادھ جلے ٹوٹے پڑے تھے او تمام تر ضبط کے باوجود دل جیسے پھٹنے کو تھا، عجیب متضاد قسم کے خیالات اسے لپیٹ میں لئے ہوئے تھے وہاج کو سوچتا تو دوستی حسد، رقابت، شکستگی کا گہرا احساس نڈھال کر دیتا، سعیہ کو دیکھتا تو نارسائی افسردگی کے ساتھ اپنے ساتھ برتی جانے والی منافقت توڑ ڈالتی۔

"کیسی لڑکی ہو تم پیمان کسی سے باندھے، تعلق کسی اور سے آنکھوں میں کسی کے خواب دل میں غیر کو با کے کسی اور کی زندگی میں آ گئی ہو، میری محبتوں، چاہتوں خلوص ووفا کو اس قدر ارزاں کیوں سمجھ لیا تم نے کہ میرے گھر میری زندگی میں رہتے ہوئے وہ جذبے وہ محبتیں جس پہ میرا حق تھا تم نے کسی اور کے لئے سنبھال رکھیں۔" اس کا دل چاہا تھا وہ اس خود سر ضدی لڑکی کا چہرہ تھپڑ مار مار کر سرخ کر دے، اضطراری انداز میں ہتھیلیوں کو مسلتے بری طرح انتشار کا شکار ہوتا وہ بیڈروم کی طرف بڑھا۔

☆☆☆

پیاس کی فرحت تم کیا جانو لوگو صحرا میں
تم نے دو دن کاٹے ہوں گے ہم نے عمر گزاری ہے
ہم جیسے منزل کے رسیا کم ہوں گے ظفر
کانٹے بھی تلوؤں میں چبھتے ہیں اور سفر بھی جاری ہے

عجب کیفیات طاری تھیں دل ودماغ پر مگر اس کے باوجود اس کا چہرہ بے تاثر تھا کوئی تلاشنے کی کوشش بھی کرتا تو شاید کتنی دیر دیکھ کر بھی کچھ نہ پاتا، وہ ایک زاویے ایک رخ پہ بیٹھی ہوتی تو گھنٹوں بیٹھی رہتی، سمجھ نہ آ سکنے والی ایک خالی الذہنی بھلا ہی تھا کہ آفس سے لگاتار اس کی چھٹیاں کچھ آؤٹ ڈور شوٹس کے سلسلے میں ہو گئیں ورنہ اس کیفیت کا وہ کیا جواب دیتی سب کو۔

ماں وہ ماں جس کے لئے وہ سب گنوا آئی تھی اس کی کیا کیفیت وطبیعت تھی اسے جاننے کا وقت نہ تھا وہ بس گھٹنوں پہ سر رکھے ہر چیز سے بے نیاز ہاسپٹل کے لان میں بیٹھی تھی یہ اس کی مخصوص جگہ بن گئی تھی، جویریہ اسے دکھ سے دیکھتی ہوئی موبائل پکڑانے لگی طیبہ کالنگ کے الفاظ سکرین پر جھلملا رہے تھے، اس نے چند ثانیے دیکھنے کے بعد لیس کا بٹن پش کیا۔

"اریبہ تم یہ کیا کر رہی ہو کیوں پھر سے انہی اندھیروں میں لوٹنے لگی ہو جن سے کوئی تمہیں نکالنے والا نہیں ہے تم کیا سمجھتی ہو اس طرح ڈپریشن لینے سے وہاج احسن لوٹ آئے گا اور نہ آیا تو تم کیا اس کے لئے جینا چھوڑ دو گی نہیں ریبا اس سارے قصے میں دل آزادی بھی تمہاری ہے نقصان بھی تمہارا، وہاج احسن تمہاری زندگی کا آخری موڑ نہیں صرف غلط ضرور تھا اسے مٹا دو اور خود کو اس سیاہ دائرے سے باہر لاؤ، ایک بے فیض بے وفا شخص کے لئے خود کو مت گنواؤ تمہاری دوست ہمدرد ہونے کے ناطے میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔" اریبہ کی آنکھوں سے بہت آہستگی سے نمکین پانی کے قطرے ٹوٹ کر رخساروں

پر بہہ رہے تھے، وہ ساکت بیٹھی تھی کچھ بھی سے بغیر اس نے چہرے کا رخ پھیر لیا تھا، عجب اک بے بسی تھی، جویریہ نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

''اریبہ تمہیں خود کو سنبھالنا ہے اپنے لئے، اپنی بہنوں کے لئے اپنی ماں کے لئے، اگر تم نے ان اندھیروں کو نہ جھٹکا اپنے اوپر سے تو ہمیشہ کے لئے روشنی کو ترس جاؤ گی، اپنے سکھ کو تلاش کرو۔'' طیبہ ہمدردی سے بولی۔

''میرا سب ٹوٹ بکھر چکا ہے اب میں خالی ہاتھ ہوں کچھ نہیں بچا میرے پاس۔'' وہ بے حد شکستگی سے بولی۔

''نہیں اریبہ تم اب بھی باحوصلہ ہو، مضبوط ہو کمزور نہیں، کمزور ہو کر تم وہاج احسن کو مزید فاتح ہونے کا موقع فراہم کر رہی ہو، تمہیں خود کو باور کرانا ہے کہ تم مضبوط ہو تمہیں یہ غلط فہمی دور کرنی ہے کہ تم خالی ہاتھ ہو۔''

''اس سے حقیقت بدل تو نہ جائے گی۔'' وہ پست ہمتی سے بولی۔

''حقیقت زندگی، تقدیر سب بدلے گا اگر تم اپنی will power مضبوط رکھو کیونکہ رونا تو دکھ ختم کرتا ہے نہ اس سے کسی غلطی کا مداوا ممکن ہے، تم رو رو کر خود کو بکھیرو مت تمہاری زندگی بکھر گئی تو سمیٹنا مشکل ہو جائے گا۔''

''سنبھالنے کا گر تو مجھے پہلے سے نہیں آتا اگر میں اس فن میں طاق ہوتی تو وہ کیسے میرے دل سے نکلتا، مجھے کیسے اپنے دل سے نکالتا اور مجھے خود سے جدا کر کے جینے والا وہ بندہ جانے کیوں بھولتا نہیں میرا اب بھی دل چاہتا ہے کہ وہ اسی پیار مان خلوص سے مجھ سے ملے گھنٹوں باتیں کرے، میرا سرا اپنے ہاتھوں میں سہلائے مجھے خواب خواہش سے بھری کہانیوں کے جادو نگر کا پتا دے میں اب بھی وہ خواب دیکھ رہی ہوں جس میں سب ناممکن ممکن ہو جایا کرتا ہے۔'' وہ مدہم انداز میں بولی تو طیبہ کچھ دیر چپ رہتے ہوئے اک گہری سانس لے کر بولی۔

''میری اچھی دوست غور سے سنو اپنی چیز اپنے رشتے تمہارے لئے اب گزر جانے والا موڑ بن چکے ہیں جن پہ تم استحقاق جما سکتی ہو نہ وصولی اور سوچنے پلٹ کر دیکھنے سے بھی فائدہ نہ دارو جب سارے منظر گرد آلود راستے دھواں ہیں کیا ملے گا؟''

''وہاج احسن تمہیں رد کر چکا ہے تمہارے خواب خواہشیں بے معنی ہو چکی ہیں، اب تمہیں اسے رد کرنا ہے اپنی زندگی خوابوں خواہشوں سے دور پھینکنا ہے، اگر تم کم ہمت پڑتی رہیں تو الجھنیں مسائل بڑھیں گے اور جب یہ طے ہے کہ خود پہ خواہ مخواہ کا بر ڈن لینے سے کچھ فرق نہیں پڑنے والا پھر کیوں خود کو زندگی کو ضائع کر رہی ہو اپنے گھر سے بہنوں ماں سے بے رخی برت رہی ہو جبکہ تم ان کی اندھیری زندگی میں شاید صبح امید کا آخری ستارہ ہو اور یہ ستارہ روشن رہنا ہے کیونکہ خوشی اور زندگی روشنی و امید سے عبادت ہے سو مائی بیسٹ فرینڈ Take it light and make your life bright ہنسو، کھیلو، جیو سب کھویا بھلا دو پانے کے لئے زندہ رہو، کنٹرول کرو خود پر سنبھالو اپنے آپ کو اور خود کو باور کرا دو کہ وہاج احسن نے تم سے محبت نہیں کی تھی اس نے خود غرضی کا اک گھٹیا رشتہ باندھا تھا اپنے مفلسی بے روزگاری کے دور میں مطلب پرستی کے لئے تمہیں بینک اکاؤنٹ کے طور پر استعمال کیا اور تم بے وقوف اس مطلب پرستی کو عنایت و محبت سمجھ کر خوار ہوتی رہیں، اگر وہ تمہارا سچا خیر خواہ ہوتا تو مصائب میں تمہارا ساتھ دیتا جیسے کبھی تم نے دیا تھا چھوڑ کر نہ بھاگتا۔'' اریبہ کے آنسو ایک بار پھر روانی سے بہنے لگے تھے۔

''اور یاد رکھو وہاج احسن تمہارا نہیں تھا اگر وہ تمہارے لئے بنا ہوتا تو ضرور ملتا جو چیز تمہارے لئے بنی نہیں اس کے لئے رونے سے کیا حاصل؟ اس کی باتوں، اس کے قول و فعل میں تضاد تھا وہ تم سے کبھی مخلص تھا ہی نہیں، محبت کی آڑ میں چھپے منافقت سے شک سے مطلب سے بھرپور ایک کریہہ جذبے کا سامنا تم کر چکی ہو، لیکن سمجھ لو اس سے تمہاری زندگی ختم نہیں ہوئی، نہ تجربات و مشاہدات سے تھک ہار، مایوس ہو کر بیٹھ جانا درست ہے رکنا اور خود کو شکستہ تصور کرنا موت کی علامت ہے اور زندگی حرکت مسلسل جہد مسلسل ہے، اس حادثے سے سمجھو تمہاری زندگی ختم نہیں ہوئی بلکہ زندگی کا اک ناگوار دور ختم ہوا ہے، اک نیا شاندار اور کامیاب دور کا آغاز ہوا چاہتا ہے، تم گزرے ناخوشگوار لمحات کو بھلا کر اک نئے دور کا آغاز کرو اور وعدہ کرو ماضی کو دفن کر کے مستقبل سے نئی راہیں تراشو گی۔'' اک اچھی اور مخلص دوست ہونے کا حق ادا کرتی طیبہ بولی تو قدرے توقف کے بعد وہ کہہ سکی۔

''میں کوشش کروں گی۔'' لہجہ بھرایا ہوا تھا۔

''کوشش نہیں پختہ عمل کرنا ہے، وہاج احسن کے غرور کا پانسہ پلٹنے کے لئے تمہیں خود کو سنبھال کر اک مضبوط حکمت عملی ترتیب دینی ہے۔'' طیبہ کے الفاظ واقعی اس کے لئے جادو کا کام کر رہے تھے وہ جو ناکامی محبت اور رشتوں کی پستی و ابتری پہ نالاں متاسف اندھیروں میں تھی خود کو حوصلہ دیتے ہوئے اس نے پہلی بار سوچا تھا۔

''تم کتنے باحیثیت و مغرور سہی وہاج احسن میں اتنی کمزور بھی نہیں کہ میری ذات محبت اور مجھ سے وابستہ رشتے کو رد کر کے تم زندگی کو دل بھر کر جیو، زندگی کی بساط پر فی الوقت میری حیثیت کمزور سہی مگر مجھے ہرا کر تم جیت کے برج پر نہیں بیٹھ سکتے، کبھی کبھی آخری کھلاڑی بھی میچ کا پانسہ پلٹ دیتا ہے اور جب ہمارے درمیان کوئی رشتہ ہی نہیں ہے تو اپنی گریہ زاری سننے اور بے بسی کا تماشہ دیکھنے کے لئے تمہیں موقع کیوں دوں، اب میں نقصان اٹھاؤں یا فائدہ تمہیں آسانی سے جیتنے ہرگز نہیں دوں گی۔'' اپنی آنکھوں پہ اٹکے آنسو کو اس نے انگشت شہادت پہ جھٹکتے ہوئے سوچا۔

''زندگی میں کچھ بننا ہو، کچھ حاصل کرنا ہو تو ہمیشہ اپنے دماغ کی سنو، جیت صرف تمہاری ہو گی، صرف تمہاری۔'' اریبہ اشفاق یہ نکتہ سمجھ چکی تھی۔

خالی ہاتھ
اور دیکھو جھلی باتوں کا کھیل کھیلنے والے
کبھی آؤ!
اور ایک بار پھر کھیل کے دیکھو
حیرت زدہ رہ جانے کے لئے
اور ہمیشہ ہمیشہ کی شکست کو
اپنا نصیب بنانے کے لئے

کہیں ایسا تو نہیں تمہاری کوشش کی سمت درست نہیں؟ خدائے واحد کی متلاشی ہو مگر تمہارے یقین اعتماد اور بھروسہ میں کمی ہو؟ تم راستہ مستقیم مانگ رہی ہو مگر متزلزل یقین کے ساتھ، دعا کرتی ہو یہ شک رکھ کر کہ پتا نہیں اللہ قبول کرے گا بھی یا نہیں؟ ایسا ہے تمہارے ساتھ اور تم اسے مان لو تو کوشش اور یقین کی کمی دور کرو۔"

"کیسے یقین مضبوط ہو جبکہ بہت کچھ گنوایا، پایا کچھ نہیں، ہنسی سکھ خوشی سکون عیش و عشرت سب چھوڑا ملا کچھ نہیں۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو اگر تم واقعی تلاش حق میں ہو اور اس تلاش میں اہم یہ ہے کہ آپ کس کے ساتھ چلتے ہیں اور آپ کے ساتھ کون چلتا ہے۔"

"میرے ساتھ کوئی نہیں چلا اپنے راستے کی کٹھنائیاں، اذیتیں میں نے خود سہیں۔"

"مشہور ٹرینر رابرٹ ایچ شلر کی بیٹی کیرل شلر کو تم جانتی ہو گی جو کم عمری میں ایک حادثے میں اپنی ایک ٹانگ گنوا بیٹھی لیکن اس نے حوصلہ نہ ہارا نہ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوئی، اس نے اپنی سرگرمیوں کو پہلے کی طرح جاری رکھا اور ذہانت کے مظاہرے میں شامل شائقین سے اس نے بڑی خوبصورت بات کہی۔"

"یہ ایک حادثہ تھا جس کے نتیجے میں سات ماہ کے علاج کے دوران میرا ایمان اعتقاد مجھے حقیقت کی طرح نظر آیا۔"

"میں نے ان لوگوں کو سوچا جو فٹ پاتھ پر اخبار بچھا کے سوتے ہیں جن کے گھروں میں فاقے پلتے ہیں، وہ لوگ جو حالات بے سرو سامانی میں زلزلہ و سیلاب جیسی قدرتی آفات کا مقابلہ کرتے فاقہ زدہ پیٹ اور پیوند لگے لباس پہن کر بھی شکوہ نہیں کرتے، وہ لوگ جو ساری زندگی دنیا کے رنگوں کو تصور کی آنکھ سے دیکھنے پر مجبور ہیں کہ حقیقی آنکھ کی روشنی اور بینائی سے وہ پیدائشی محروم ہیں۔"

"پھر وہ یاد آئے جو سماعتوں کے لئے لفظ آواز سے سدا اجنبی رہتے ہیں اور جن کی زبان کی چاشنی اور شیریں بیانی کو حکم نہیں کہ کسی کان میں رس گھول سکے، کیونکہ قوت گویائی سے محروم ہیں اور اس کے باوجود سب یہ نہیں کہتے کہ یہ میرے ساتھ ہی کیوں؟ بلکہ اس محرومی کو نعمت قرار دیتے ہیں، جس کے باعث انہیں اللہ کا قرب محبت حاصل ہوئی اور وہ عام لوگوں سے زیادہ فعال، متحرک، کامیاب زندگی گزار پائے کیوں؟"

"وہ اللہ کے فیصلوں پر راضی تھے جو بڑے سے بڑے نقصان پر بھی مطمئن رہے۔" ماریا کچھ بول نہیں پائی وہ یک ٹک اپنے سامنے کھڑی اس کامنی لڑکی کو دیکھے جا رہی تھی جو کہہ رہی تھی۔

"اور یہ "مقام رضا" ہے اللہ کے قرب اور دوستی کی جانب اہم سنگ میل، جو اللہ میں تجھ سے راضی ہوں تو بھی مجھ سے راضی ہو جا کی صدا کے ساتھ ہر نفع نقصان تنگی ترشی خوشحالی، و بدحالی میں قناعت توکل کرتے ہیں اللہ کی رضا کے حصول کے لئے تڑپتے ہیں جن کی طبیعت میں ٹھہراؤ اور چہرے پر سکون رہتا ہے اور یہی توحید و اسلام کی جڑ ہے، یہی مسلمانوں کے عزم استقلال کا نشان کہ ہر بات کو سپرد رب کر دینا اور مطمئن ہو جانا۔"

☆☆☆

بہت مگن سے انداز میں وہ بکھری چیزیں سمیٹ کر بیڈ شیٹ کو جھاڑ کر دوبارہ سے درست کر کے بچھا رہی تھی، شہریار کی رسٹ واچ، موبائل اور والٹ جو وہ ہمیشہ تکیے کے نیچے رکھتا تھا اسے اٹھا کر بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور کمرے پر اک طائرانہ نگاہ ڈالتی سیدھی ہوئی تو شہریار کو دروازے کے بیچ ایستادہ دیکھ کر بے ساختہ ٹھٹکی، شہریار کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، بھینچے ہوئے جبڑے، ماتھے کی سبز رگیں واضح دکھائی دے رہی تھیں، سعیہ کو سمجھ نہ آیا وہ اس طرح سے اور اس انداز سے کیوں دیکھ رہا تھا۔

"بہت شوق ہے تمہیں دنیا کو اپنی مظلومیت دکھانے کا، یہ ظاہر کرنے کا کہ تم میرے ساتھ خوش نہیں، سچ چورا ہے میں میری جارحیت کا اشتہار لگا کر ہمدردیاں سمیٹنے کا ہوکا ہے۔" اس کا بازو تھام کر خفیف سا جھٹکا دیتے ہوئے وہ سلگتے لہجہ میں بولا تو اس غیر متوقع بات اور انداز پہ سعیہ چکرا کر رہ گئی، اس کے سینے میں غصہ کا سمندر موجزن ہوا۔

"آپ کی طرح اداکاری کرنے اور فرمانبرداری کا ناٹک رچانے کا شوق مجھے کبھی نہیں رہا اور پھر ایسی کوئی شاندار زندگی بھی نہیں گزر رہی میری کہ خوشی سے واہ واہ کرتی پھروں۔" وہ تلخی سے بولی۔

"اداکاری نہیں کرتیں اور دوغلے پن کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو۔"

"میں ظاہر و باطن ایک سا رکھنے والی، صاف زندگی گزارنے والی لڑکی تھی یہ ملمع شدہ زندگی گزارنے پر بھی آپ نے مجبور کیا ہے اور اب مجھ سے یہ توقع کیوں رکھتے ہیں کہ میں آپ کا علم بلند کرتی سب کو مطمئن کرتی پھروں۔"

"بیوی ہو تم میری اور خود سے منسلک اس رشتے کو احترام اور عزت دینا تمہارا فرض ہے، جب تک تم اس رشتے سے اس گھر میں ہو اس رشتے اور تعلق کو دھیان میں رکھنا۔" شہریار کی بات نے سعیہ کے حواس جھنجھوڑ ڈالے تھے، اسے لگا تھا وہ منوں مٹی تلے دبتی جا رہی ہے وہ اس شخص سے متاثر تھی، اس بے حس شخص کی تمام تر اکھڑ طبیعت، مغرور انداز اور پہلو تہی برتنے کے باوجود اپنے دل میں سوفٹ کارنر رکھتی تھی اور اندر شاید دور کہیں اک عجب سلگتی، ہارتی شکستہ کرتی کیفیت ابھرتی تھی اسے سامنے پا کر اور وہ کیفیت کیا تھی سعیہ اسے سوچتے کوئی نام دینے سے ڈرتی تھی، وہ شہریار سے محبت کر رہی تھی مگر محبت کو اپنے اندر راستہ دینے سے مکرتی تھی، شہریار اس کے لئے اس کا حوالہ دے رہا تھا اس رشتے اور تعلق کو لے کر۔

دکھ سا دکھ تھا وہ اس شخص کی محبت کے لئے اپنے دل کے ہاتھوں خوار ہو رہی تھی اور وہ محبت کا سبق جانتا ہی نہ تھا اک گہرا اضطراب اپنے اندر پھیلتا محسوس ہوا بہت سی محبتیں، شفقتیں اور چاہتیں پائی تھیں اس نے بہت سے رشتوں کے حوالے سے ناز برداریاں اٹھوائی تھیں مگر وہ الفت وہ چاہت اور تو جو شوہر ایک بیوی کو دیتا ہے وہ کہیں نہ تھی، "اور شاید اس محبت کو برتنا میرا نصیب کبھی نہ بنے۔"

اپنے سامنے کھڑے بے حس شخص کو دیکھتے اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں جنہیں جھپک کر لہجہ مضبوط کرتی بولی۔

"آپ بھی شوہر ہیں میرے اور اس رشتے کو حوالے سے کچھ فرائض آپ کے بھی ہیں کیا ان کا احساس ہے آپ کو۔"

"ہاں تو روپے پیسے، کپڑے، جیولری، آسائشات، کسی چیز کی کمی نہیں تمہیں، سب کچھ ہے تمہارے،

پاس۔"

"کیا ایک بیوی کو صرف انہی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔" سعدیہ کو سمجھ نہ آیا اس کا کیا کر ڈالے۔

"تم جیسی بیوی کو یقیناً یہی کچھ چاہیے۔"

"تم جیسے شوہر بھی یہی کچھ ڈیزرو کرتے ہیں۔" وہ بے طرح طیش کھا کر پلٹی، جس طرح غم و غصے میں گھرتے ہوئے سعدیہ نے شہریار کو اسی کا انداز واپس لوٹایا تھا یہ بات اسے بری طرح طیش دلا گئی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا، اس بات سے تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ مجھ سے بات کرتے ہوئے اپنے مقام کو اپنے رشتے کو یاد رکھا کرو۔" خفیف سا جھٹکا دے کر سنگدلی سے اس کا بازو کھینچتے ہوئے وہ غرایا۔

"کبھی اپنے رویے پہ بھی غور کر لیجئے ہو سکتا ہے آپ کو یہ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔" سعدیہ کا لہجہ تلخ تھا۔

"کیا رویہ ہے میرا؟" اس کے بازو میں انگلیاں گاڑے وہ سختی سے پوچھ رہا تھا۔

"فرمانبرداری کا ڈرامہ کھیلا ہے مجھ سے بدلہ لینے کی آڑ میں، خوشی، طمانیت، سکھ سب چھین لیا، مجھے زندہ لاش بنا کے اطلس و کم خواب پہنا دیا وہ گھر وہ ماں باپ جو میرا سب کچھ تھے اور میں کل کائنات تھی ان کی، میرے سگے خون کے رشتے ناطے دور کر دیے شادی کے بعد میں ایک بار بھی وہاں رہنے نہیں گئی، محبت کا راگ الاپتے تھے آپ محبت تو ایک طرف آپ نے تو اس رشتے کے حقوق و فرائض بھی ادا نہیں کیے جو ہمارے درمیان ہے۔" وہ بری طرح پھٹ پڑی تھی۔

اور شہریار نے اپنی خوشنما آنکھوں کو جنبش دیتے ہوئے بڑے سراہتے لہجہ میں کہا تھا۔

"Wery well"۔ سعدیہ نے تمتماتے چہرے کے ساتھ اپنا بازو چھڑایا اور اسے گھورا، وہ مضبوط قدم اٹھاتا اس کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا، اسے شانوں سے تھام کر قریب کیا اتنے قریب کہ سعدیہ کو اس کی گرم سانسیں اپنے چہرے پر پڑتی محسوس ہوئیں اور شہریار کے وجود سے اٹھتی قیمتی کولون کی مہک حواسوں پہ چھانے لگی، مگر اس لمحہ اس شخص کے سامنے وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی، سو اسی مضبوطی سے بولی۔

"محبت کا راگ بڑے دھڑلے سے الاپا تھا آپ نے مگر اس محبت کا نام صرف ڈھونگ ہے، آپ جیسا دوغلا شخص محبت کا نقاب پہن کر بھی اپنی فطرت نہیں دبا سکتا، محبت تو بہت اعلیٰ ارفع جذبہ ہے جس کو برتنے والے اپنے سے وابستہ چیزوں، انسانوں، رشتوں کو ان کا درست مان، مقام اور عزت دیتے ہیں نہ کہ پلان بنا کر ان کی زندگی تباہ کرتے ہیں۔" بہت جذباتی انداز میں کہتے وہ رندھی آواز میں بولی تو شہریار کو اپنے اندر عجیب سا اضطراب پھیلتا محسوس ہوا تھا۔

"عزت، احترام ان رشتوں سے جنم لیتے ہیں جو آپ سے منسلک ہوں جن رشتوں کو آپ آسیب سمجھ کر مجبوری اور بے بسی کا سودا جان کر طوق سمجھ کر اپنا ئیں ان سے حقوق و فرائض نہیں بنتے۔ جب آپ کی نظر میں اس رشتے کی کوئی وقعت اور حیثیت ہی نہیں تو...... محبت، حقوق، فرائض بہت بے معنی چیز ہے اور ویسے بھی کیا کریں گی آپ میری محبتوں کو برت کر، آپ کو تو گزشتہ محبتوں نے مالا مال کر رکھا ہے۔" شہریار کے لہجہ و انداز میں کچھ ایسا تھا کہ سعدیہ پوری آنکھیں کھولے تحیر سے دیکھتی رہ گئی۔

"اور میں نے محبت کا راگ الاپا نا تک رچایا سب تمہارے سامنے تھا، میرے انداز میں انا ضرور ہے مگر منافقت نہیں منافقت تو تم برت رہی ہو سعدیہ بی بی، دوغلی زندگی تو تم گزار رہی ہو، دھوکہ تو تم دے رہی ہو، مجھے میرے گھر میں زندگی میں آ کے بس رہی ہو، مگر دل میں کسی اور کو رکھ کے۔"

شہریار کا لہجہ بہت معتدل اور پر سکون تھا مگر سلگتی نگاہوں کی تپش سعدیہ کو اپنا چہرہ جلا ہوا محسوس ہوا، اس کے چہرے نے اتنی تیزی سے تاثرات بدلے تھے کہ وہ چھپا نہ سکی یوں لگا تھا پیشانی کو کسی نے جلتی سلاخ سے داغ دیا ہے، وہ بے حد حساس رواداراور شفاف کردار کی مالک تھی اور اس پل اس لمحہ اس کی عزت نفس، نسوانی وقار کیسے لہولہان ہوا تھا، کیا کہا تھا شہریار خان نے کہ مارے صدمے کے وہ چپ ہی رہ گئی۔

یہ رشتہ چاہیے کسی بھی بنیاد پر طے ہوا تھا مگر تھی تو وہ اس کی بیوی اور فرسٹ کزن جس کے شب و روز خیال و خواب روز اول سے کھلے تھے شہریار پہ پھر وہ اس کے لئے اس قدر ذلت آمیز انداز میں بھی سوچ سکتا ہے یہ سعدیہ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

وہ تو بہت سنبھل سنبھل کر زندگی گزارنے والی لڑکی تھی، اپنے سے منسلک تمام رشتوں اور چیزوں کے لئے دل سے سوچنے والی، جان مار کر جینے والی، ذرا سی بے احتیاطی یا بے ضابطگی اسے کہیں گوارہ نہ تھی پھر یہ کیسے ہوتا کہ وہ شخص جو اس کا شوہر تھا اور جس سے وہ گزرتے دنوں میں ٹوٹ کر محبت کرنے لگی تھی اس کی الزام تراشی سہہ لیتی، اک گہرا اضطراب، درد اور عظیم دکھ تھا جو اس کے وجود دل اور روح میں پھیل رہا تھا، بے پایاں خفت، شرمندگی، احساس ندامت اور غم و غصہ اسے کسی مہربان شانے کی طلب شدت سے محسوس ہوئی، دل کا ورد ضبط توڑ رہا تھا اور آنسو بے اختیار ہو رہے تھے۔

"تم برے ہو شہریار، بہت برے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بری طرح سسک اٹھی۔

جو دل پر تحریر ہے وہ جرم صاف کون کرے؟
وہ رسوائیاں بخشی ہوئی تیری معاف کون کرے
سایہ کر کے تلوار کا سنا دیا حکم اپنا
رائے سے حاکم کی اب اختلاف کون کرے
ٹوٹے پندار کے زخم سی کر لہو کون کرے انگلیاں
دریدہ بدن پر مسیحا لمس کا غلاف کون کرے
قطرہ قطرہ ٹوٹتی رگوں کا دکھ کیسے معلوم ہو
زندگی ہارتی سانسوں کو جاں بخشتے لمحات کا لحاف کون کرے

☆☆☆

میرے پہلو میں بہت زور سے دل دھڑکا تھا
دور سے آتی تھی رونے کی صدا رات گئے
بجھ گیا ستارہ یوں ہی میرے ارمانوں کا
جیسے وادی میں کسی گھر کا دیا رات گئے

شب گزشتہ کا اثر ابھی تک اس پر تھا گزرے سانحہ نے وجود پر ایک سکوت تا حال طاری کر رکھا تھا اور ضبط، صبر، برداشت کا سبق خود کو پڑھانے کے باوجود اس کی ہمتیں ٹوٹ ٹوٹ جاتی تھیں اور وقت برباد کرنے کا بھی یارانہ تھا گزرتا ہر لمحہ قیمتی تھا اور اگر وہ اپنے دل کے گرد دائرے کھینچتی، پچھتاوے کی لکیریں لگاتی رہتی تو وقت اس کی ماں کو کچھ اور تیزی سے موت کی طرف کھینچتا، اندھیروں کو ٹالنے، ناممکن میں ممکن کی راہ نکالنے وہ ایک بار پھر کسی ممکنہ نقطے پر پہنچتی خان انڈسٹریز پہنچی، اس کا ارادہ بیگم شائستہ یا شہریار سے مل کر کچھ بونس الاؤنس لینے کا تھا تا کہ فی الوقت اپنی ماں کا علاج شروع کروا سکے۔

مگر ان دونوں سے ملاقات نہ ہو سکی وہ لوگ کسی ایونٹ کے سلسلہ میں چند دنوں کے لئے دوبئی پہنچے ہوئے تھے، اریبہ نے پریشانی کے عالم میں طیبہ سے رابطہ کرنا چاہا تو وہ بھی نہ ہو سکا، طیبہ کا موبائل آف تھا اور اس نے شدید ترین بے بسی کے حصار میں گھرتے ہوئے لب کچلتے بھیگی آنکھوں سے اپنے اردگرد دیکھا، اسے ایک بار پھر زندگی، زمانے اور رشتے ناطوں سے نفرت محسوس ہوئی، اس نے ایک بار پھر اپنے پیدا کرنے والے رب کو شکوہ کناں انداز سے دیکھا، دولت بے تحاشا دولت نہ ہونے کا غم اپنی مفلسی کا احساس پھر سے اس کو کچوکے لگانے لگا۔

"Please talk to me"۔'' کسی انجان نمبر سے یہ ایس ایم ایس بار بار اس کے موبائل فون کی اسکرین پہ ابھر رہا تھا، وہ حیرت سے دیکھتی اور آف کر دیتی پھر یکا یک دل کے اندر اک خیال آیا۔

''وہاج احسن ہی رابطہ نہ کر رہا ہو کہیں نمبر بدل کر، ہو سکتا ہے وہ اپنے کیے پر پچھتا رہا ہو معافی کا طلبگار ہو۔'' وہ بلاوجہ ہی خوش فہم ہو کر اس نمبر پر رابطہ کرنے لگی، مگر آگے سے بولنے والے شخص کا لب و لہجہ قدرے اجنبی اور سنجیدہ تھا، کسی قدر اپنائیت کا آہنگ لئے سعود غوری اس کی والدہ کی خیریت دریافت کر رہا تھا، اسے یقین دلا رہا تھا کہ وہ اخلاقی، مالی ہر قسم کی اعانت کو تیار ہے اور اریبہ ان حالات میں اپنے آپ کو اکیلی نہ سمجھے۔

کیا بولتی وہ تو ایکدم سے ساکت رہ گئی تھی، سعود غوری سے اس لہجے اس انداز کی امید نہیں تھی، وہ بھی ایسے وقت میں کہ جب ہر طرف سے قسمت اور وقت نو لفٹ کا بورڈ دکھا چکے تھے۔

اور اسی آفر کے ساتھ کہ اریبہ اس کے لئے ایڈ شوٹ کرے گی تو اسے ضرورت سے زیادہ تعاون اور اعانت میسر ہو گی، ایک خاص پیشکش، ایک خاص بات، ایک خاص انداز، ایک خاص توجہ کے ساتھ اس کی آنکھیں جل اٹھی تھیں۔

''دیکھو اریبہ تمہاری ضرورت اس وقت صرف پیسہ ہے اور میری ضرورت تم، چند قلیل لمحات دے کر تم کثیر دولت پا سکتی ہو Lets enloay babi this is life so much beautyfull, as like you come on۔''

''یہ بہت بڑا فیصلہ ہے اتنی جلدی میں نہیں ہو سکتا۔'' وہ بہت دیر بعد بولی۔

''تم سوچ سکتی ہو، یہ غور سوچ کر فیصلہ کر لو میں کل دوبارہ کال کروں گا اور تم یقیناً جلد فیصلہ پر پہنچ چکی ہو گی۔''

رابطہ منقطع ہو چکا تھا اور وہ ساکت بیٹھی اپنی زندگی کو لے کر سوچ رہی تھی کیا کرے، ان حالات میں کہ جب ادھار سودا سلف لے لے کر قرض سر پر چڑھا تھا، ماں کا علاج مانگ تانگ کر کرنے کی نوبت

آ چکی تھی، بروقت ادائیگی نہ ہونے پر بجلی اور پانی کے میٹر کٹ چکے تھے، بہت دنوں سے فاقہ نہ سہی مگر سوکھی روٹی چٹنی یا چائے کے ساتھ بنا سالن کے کھا کر گزارہ کرنا پڑ رہا تھا کہ اس کی تنخواہ ماں کی دواؤں پہ لگتے مہینہ کے آدھ میں ختم ہو جاتی تھی، اس کی بہنیں پڑھ رہی تھیں اسے اچھے گھرانوں میں ان کے رشتے کرنے تھے، شادیاں پر اٹھنے والے اخراجات جہیز کی مد میں دیے جانے والے سامان کے لئے اک وافر رقم کی ضرورت تھی اور وہ یقیناً ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھے رہنے سے حاصل نہ ہو پاتی۔

اس کا ساتھ دینے والا کوئی نہ تھا، ہمدرد، دمساز، ہمراز، کوئی ساتھی اور دوست اب کڑے وقت میں اسے میسر نہ تھا، کسی جانب سے مالی مدد، یا اخلاقی ساتھ کی ساعت میسر نہ تھی، پیسہ اس کی اولین ضرورت و ترجیح تھی اس وقت اگر بھلا وقت میسر ہوتا تو سعود غوری کی اس پیشکش کا جواب وہ پہلے سے زیادہ سخت اور سنگین دیتی مگر اس وقت......

خالی آنکھیں، خالی ذہن خالی دل اور خالی ہاتھ، خالی دامن لئے بیٹھی وہ کسی مزاحمت، احتجاج کے قابل تھی نہ انکار کے، کسی قدر ذلت آمیز تھا یہ تصور کہ ایک سفید پوش زندگی گزارتی حجاب پہننے والی باحیا با کردار لڑکی پبلک بوتھوں، سڑکوں، چوراہوں، پبلسٹی بورڈوں کے اوپر ٹنگی نظر آئے، ماڈلنگ کا اسٹیمنٹ لینا موت کے مترادف تھا۔

''مگر جو زندگی میں جی رہی ہوں وہ بھی زندگی تو نہیں، جب ہر طرف سے زندگی مہرباں، مایوس، شکست خوردہ ہو کر ملے اس وقت جینا بھی موت سے بدتر ہے، مرنا مقدر ہے جب یہ طے ہے کہ مرنا مقدر ہے تو پھر کیوں نہ اپنی مرضی کی موت منتخب کر لوں، بجائے اس موت کے جو زبردستی مسلط کر دی گئی ہو۔''

وہ منجمد سی بے حس و حرکت بیٹھی سوچ رہی تھی اور سوچتے سوچتے اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے، بہت سے نقش از سر نو تازہ ہونے لگے۔

''اگر تم زندگی کے مصائب میں یوں پھنسے رہے تو مجھے گنوا دو گے وہاج۔'' کانپتی کمزور آواز مضطرب الفاظ میں وہ بولی تھی۔

''تم زندگی ہو میری اریبہ، کوئی اپنی زندگی کیسے گنوا سکتا ہے، میں حالات کو اپنے بس میں کر لوں گا خوشیوں تلاشوں گا تمہارے لئے دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تمہارا نام لوں گا، تمہیں صدائیں دوں گا تمہارے لئے سب کچھ کروں گا، ہر وہ اقدام جو تمہیں مجھ سے قریب کر دے۔'' یقین دلاتا، محبت بھرا لہجہ یاد آ کے اس کے دل کے زخموں کو ادھیڑ گیا۔

''تم وہاج میرے مجرم ہو، تم نے میرے اعتبار کو توڑا، میری عزت نفس کو پامال کیا، میری خواہشوں، میرے خوابوں کو اجاڑا میری ہنستی بستی زندگی کو محبت کا دھوکہ دے کر تباہ کر دیا، ایک پراپر پلان کے تحت جب تک ضرورت تھی مجھے استعمال کیا ضرورت کے قابل نہ رہی تو استعمال شدہ ٹشو پیپر کے مانند ڈسٹ بن میں پھینک دیا، بے قدری اور بے توقیری کا احساس دلا کر تم نے جس بے دردی سے مجھے توڑا ہے، میں تمہارا یہ جرم اک دن تمہارے چہرے پر سجا دوں گی اور پھر دیکھوں گی میری سوختہ و برباد زندگی کے ملبے پر تم اپنی خوشیوں کی بنیاد کیسے رکھتے ہو۔'' دوپٹے سے رگڑ کر چہرہ صاف کرتے ہوئے وہ اپنا موبائل اٹھا کر مطلوبہ نمبر ملانے لگی۔

''غوری صاحب آپ رقم پہنچا دیں، مجھے آپ کی آفر قبول ہے۔'' آگے سے جانے کیا کہا گیا تھا، وہ لحظہ بھر خاموش ہوئی پھر سنجیدہ اور فیصلہ کن لہجہ میں بولی۔

''الس اوکے میں پہنچتی ہوں، آپ ہوٹل میں ہی میرا ویٹ کریں۔'' موبائل پھینک کر وہ اٹھی اور چینج کرنے چلی گئی قسمت، زندگی، دل ذہن شاید سب کچھ۔

☆☆☆

''خودسپردگی اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک اللہ سے محبت نہ ہو جس قدر محبت کا جذبہ شدید ہوگا خودسپردگی کا عمل اسی قدر خالص اور کامل ہوگا۔'' فاطمہ کی آواز بھی اس کی سماعتوں، ذہن و دل کے دریچوں پر دستک دے رہی تھی اور وہ اضطرابیت سے سوچ رہی تھی۔

''کیا میری محبت خام تھی کیا میری تلاش میں جذبہ شدید کارفرمانہ تھا اور کیا واقعی میں ناشکری ہوں جو مجروم عطا ٹھہری، کیا راضی بہ رضا کی کشتی مصائب کے بھنور میں پھنسی تو میرے نفس نا مطمئن کی وجہ سے؟ اور اس کا حاصل حصول، مدارک وسبب کیا، کیسے ہوگا؟''

یہ وہ سوچ تھی جو بلتستان کی حسین وادیوں میں بھی اسے گھیرے تھی ایک بار پھر اس کے ذہن میں آئی اور توحید سے متعلق سوالات سر اٹھا رہے تھے، اسے ایسے مہربان، ہمدرد کی تلاش تھی ایسا رہبر چاہیے تھا جو اس کے اضطراب کو دور کر سکے ابہام وسوالات، شک وشبہات، الجھنوں کو درست طور جانچ کر اس کی بہتر اور کلی طور پر تسلی وتشفی کر سکے اور وہ کون ہو سکتا تھا۔

''فکر مت کرو یہاں سے واپسی پر میں تمہیں ایسے لوگوں سے ملواؤں گی جو تمہاری بہترین طور پر رہنمائی وتسلی کر سکتے ہیں، فی الحال یہ کچھ کتب ہیں انہیں پڑھو دیکھو، سوچو، پرکھو ہو سکتا ہے کہ تم کچھ پا سکو۔'' فاطمہ نے ایسے مفکرین اسلام کی لکھی کتابیں دیں، جن میں مولانا مودودی کی کتاب ''دینیات'' نارویجن زبان میں تھی، سید قطب کی ''العالم فی الطریق'' کا انگریزی ترجمہ، قرآن کے عربی متن کے ساتھ علامہ عبداللہ یوسف علی مرحوم کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن بھی تھی، اب سے پہلے تک اسلام کو سمجھنے کے لئے اس نے جو کتابیں پڑھی تھیں وہ سب کی سب غیر مسلموں کی لکھی ہوئی تھیں، جو انہوں نے اپنے مطابق لکھی تھیں۔

اب یہ اسلامی مفکرین کی کتابیں اسلام اور محمدؐ کا کون سا رخ سامنے لاتی ہیں اسے اپنی عقل سلیم کا استعمال کرتے ہوئے دیکھنا تھا۔

اور اس کے لئے ضروری تھا وہ ذہنی وروحانی طور پر پرسکون ہوتی، اگرچہ وہ مطالعہ کی رسیا تھی پھر بین الکلیاتی مذاہب اس کا پسندیدہ موضوع مگر اپنے شوق کو دباتے ہوئے اس نے یہ کتابیں بہت احتیاط سے اپنے سفری بیگ میں رکھیں اور اس کا ارادہ یہاں سے واپسی پہ انہیں پڑھنے کا تھا کیونکہ بلتستان میں ان کا شیڈول خاصا ٹف تھا، جس میں مطالعہ کے لئے ٹائم نکالنا مشکل تھا۔

خوبصورت علاقے کے خوش اخلاق لوگ اور ہمراہ سفر کرنے والے سٹوڈنٹس کا بہترین انداز تکلم لڑکیوں کی سلیقہ شعاری، خوب سیرتی سے ماریا بہت متاثر تھی، اسے یہ سب لوگ اچھے لگے متوازن رویے رکھنے والے حب الوطنی اور حب انسانی کے جذبہ سے سرشار شائستہ مذاق مہذب گفتگو کرنے والے خوبصورت لوگ یہاں اس جگہ اپنے ملک وقوم اپنے ہم مذہبوں سے دور اسلام کی سب سے بڑی خوبی

اس پر واضح ہو رہی تھی کہ اسلام تنگ نظری اور تعصب کا شدید مخالف ہے وجہ صرف اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ ہی نہیں مروت ومحبت برتتا بلکہ کل بنی نوع انسان خواہ وہ کسی نوع انسان خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں، ہمدردی اور مساوات کا حکم دیتا ہے وہ تفریق کا نہیں بلکہ اتحاد انسانی کا قائل ہے۔

اور یہ سب سمجھ چکنے کے باوجود خاموش تھی ابھی اسے بہت کچھ جانچنا تھا کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے وہ حجاب کو مسلم عورت پر ظلم کی علامت سمجھتی تھی، اسے اب بھی برقعہ میں ملبوس ایک مسلم عورت، عیسائی نن یا بدھ سٹ راہبہ کی خارجی ہیت میں کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا تھا، اس کے ہمراہ سیاحت کرنے والی لڑکیاں بھی ہوٹل کے کمرے سے باہر نکلتے ہی سروں کو ڈھانپ لیتی تھیں جبکہ وہ اب سے پہلے تک مغربی طرز کا لباس منی سکرٹ، پینٹ، ہاف پینٹ اور چھوٹی بلاؤز کے آستین استعمال کرتی تھی اور یہاں اکثر لوگوں نے اس کے لباس وفیشن کو گھور کر ناگوار نگاہوں سے دیکھا تھا۔

استفسار پر سعید صاحب نے سمجھایا تھا کہ اسلامی ثقافت میں خواتین کا جسم نظر نہیں آنا چاہیے، یہ غیر معمولی رویہ اور انوکھا تجربہ تھا بہرحال جیسا دیس ویسا بھیس کے مصداق ماریا، انجیلا، جینفر، کیتھرین سب نے شلوار قمیض اور دوپٹے خریدے تھے جنہیں انہوں نے پہنا تو ایک بار تو خوب قہقہے لگے تھے کہاں چست پینٹ اور منی سکرٹ کہاں یہ لمبی پوشاک اور تنبو نما دوپٹے، کچھ بھی تھا یہ نرالی طرز کا لباس اس کے نزدیک انتہا پسندی اور مظلومیت کا مظہر تھا اور اس نے اپنی ساتھی لڑکیوں سے دریافت بھی کیا۔

''برقعہ کے اندر مسلم عورت آسانی سے سانس کیسے لیتی ہے اور اسے کیوں پہنتی ہیں؟''

''پہنتی اس لئے ہیں کہ عورتوں سے اسلام کا مطالبہ ہے کہ وہ غیر مردوں سے اپنا جسم پوشیدہ رکھیں کیونکہ کمزور طبیعت کے مردوں کو عورتوں کی دلکشی اور حسن کے تحریض کو روکنے میں پریشانی ہوتی ہے۔''

''اس لئے کہ یہ معاش اقدار، حیا، شرم، خاندانی وقار کا تقاضا ہے مناسب اور حیادار لباس ہی انسانی اخلاق ذ معیار وضع کرتا ہے، ورنہ انسانی خواہشات اور وظائف جسمانی کی کھلے بندوں تکمیل تو جانور بھی کر لیتے ہیں، انسان کو اگر اشرف المخلوقات کا درجہ ملا ہے تو اسی بدولت کہ انسانی تہذیب نے شرم کا احساس اس کے اندر ابھارا۔''

''کسی کے لباس وحلیہ سے انسانی اخلاق کا پست واعلیٰ کیسے جج ہو سکتا ہے؟'' ماریا نے تیکھے انداز میں پوچھا تو مسکراتے ہوئے ایک حجاب زدہ لڑکی نے کہا۔

''آسان الفاظ میں اس کی وضاحت یوں ہے کہ نا کافی یا عریاں لباس کا مطلب ہے، اگر آپ کو میری ضرورت ہے تو مجھے لے جا سکتے ہیں۔'' حجاب صاف طور سے یہ بتاتا ہے کہ ''میں آپ کے لئے ممنوع ہوں۔'' یہ وہ وضاحت تھی جو ماریا جوزف کو فوراً کلک کر گئی، پردہ جو مغرب میں مسلم عورت کے لئے ظالم ومظلوم، غالب ومغلوب کا تصور ابھارتا ہے جبکہ ایک عورت اللہ کے فرمان کی اتباع میں اپنے آپ کو چھپائے رکھتی ہے تاکہ اس کو احترام حفاظت اور معاشرے میں عظمت وعزت حاصل ہو، تعصب کا عینک لگا کر کوئی ایک مسلم عورت کے مقام کا مشاہدہ کرنے کے لائق نہیں ہو سکتا۔

(جاری ہے)

فوزیہ غزل

انتیسویں قسط کا خلاصہ

بے تحاشا صدمہ حیرت اور دکھ کی زیادتی سے سن اریبہ کو طیبہ دمساز و ناصح کی مانند ہمدردی سے زندگی سے ہارنے کا نہیں جیتنے کا درس دیتی ہے، مفلسی کا احساس اور بے تحاشا دولت نہ ہونے کا غم اریبہ کو وہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے جو بھلے حالات میں وہ کبھی نہ کرتی۔

ماریا، فاطمہ سے عقیدہ توحید پہ بات کرتی ہے تو ماریا کا احساس تلاش خام محسوس کر کے فاطمہ اسے توحید، عمل، یقین اور مقام رضا پہ دلائل، مثالوں اور اعتماد و رسان سے تفصیلی وضاحت دیتی ہے۔

نارسائی، افسردگی، رقابت کی ان دیکھی آگ میں سلگتا شہریار سعیہ سے تلخ کلامی کر جاتا ہے، خفت اور غم و غصہ میں سعیہ کچھ بولے بنا روئے جاتی ہے، فاطمہ نے ماریا کو مفکرین اسلام کی لکھی کتابیں دیں، تاکہ انہیں پڑھ کر وہ اسلام کے متعلق حقیقی معلومات پا سکے، کیونکہ مغربی اسلام دشمن مصنفین کی تحریروں کے مطابق وہ اسلام کو تعصب و تنگ نظر مذہب سمجھتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

تیسویں قسط

www.paksociety.com

کبھی کبھی وہ سب اپنا خیال لگتا ہے
وہ میرا ہے یا نہیں الجھا سوال لگتا ہے
میں وفا کرکے بھی گمنامیوں میں ہوں
وہ بیوفا ہے مگر بے مثال لگتا ہے

کیا تھا وہ شخص، کیسا رویہ رکھتا تھا اس کے ساتھ......؟ کس ماہرانہ طریقے سے داؤ پیچ کھیلتا تھا کہ وقت، حالات، موسم یا گفتگو کچھ بھی اس کے حق میں نہیں رہتا تھا، وہ صرف سمجھوتہ کرکے آئی تھی، فکروں، پریشانیوں کا اس نے بہت سے رشتے بچانے کو خود کو مصلحتوں کا پابند کیا تھا، مگر شہریار صرف اپنے قاعدے اصول لاگو کرنے والا صرف اپنی منوانے والا اور فیصلہ صادر کرنے والا بندہ تھا، ایسے شخص جسے کسی دوسرے کی فکر تھی نہ پروا اور اس تعلق کو لے کر اس نے کتنے جھوٹ بولے تھے سب سے، کیسے رواداریوں میں گوندھے ہوئے جواب دیتی تھی، جبکہ وہ خوشی کا مفہوم تک بھول چکی تھی، پھر بھی اس شخص کے تیور ساتویں آسمان پر رہتے تھے، سعدیہ کو لگتا تھا زندگی جینے اور اس شخص کو اپنا بنانے کی ساری کوشش، محنت فضول تھی، ساری ہمتیں بے کار تھیں، پتا نہیں وہ شخص اس رشتے کو نباہنا بھی چاہتا تھا کہ نہیں یا محض اس کے اعصاب چٹخا رہا تھا، برداشت آزما رہا تھا۔

جتنا وہ یہ احساس دلانے کی کوشش کرتی کہ زندگی، رشتوں یا انسان کی کیا خوبصورتی اور قدر ہے وہ اسے اسی قدر مٹھی لیتا تھا، شہریار کو اپنے ہم سفر کے طور پر لیتے ہوئے وہ غصہ برداشت کرتی ہر حال میں خوش رہنے کا ناٹک رچاتی، ناانصافیوں پہ دکھ چھپاتی جیتی تھی تو یہ سوچ کر کہ بعض اوقات سمجھوتے بھی زندگی کو آسان بنا دیتے ہیں اور ایک دن تو شہریار کو اپنی دہٹ دھری اور مغروریت کا احساس ہونا تھا مگر نہیں وہ غلط تھی۔

سعدیہ کے اک احتجاجی انکار نے شہریار کے ذہن میں جو بگاڑ پیدا کیا تھا اسے سدھارنا اتنا آسان نہ تھا، وہ اسے اپنی جھونک، غصہ اور ضد میں جانے کیا کیا کہتی آئی تھی اور شہریار نے اس کے بیوقوفی میں کہے گئے الفاظ سے کیا معانی و مطلب اخذ کیے تھے یہ سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دھواں سا بھر رہا تھا، وہ بہت موڈی لڑکی تھی اور اسی موڈ کے کارنامے تھے کہ ہمیشہ وہی ہوتا تھا جس سے وہ بچنے کی کوشش کرتی، شہریار اور اپنے سلسلے کو لیتے ہوئے صورتحال شروع سے اس کے اختیار میں نہیں رہی تھی، وہ ہر موڑ پر خود کو حالات کے سامنے بے بس پاتی تھی اور آج جو ہوا تھا وہ درد، دکھ ہر بار سے زیادہ تھا اور ملال بھی دو چند تھا، کتنا غرور، تمکنت اور نسوانی وقار تھا سعدیہ کے اندر مگر شہریار کے اک فقرے نے سارا کچھ مٹی کر دیا، بھرم، اعتبار، کردار سب گدلے ہو رہے تھے۔

''کیا اس لمحے کی بے اعتباری کے ساتھ میں زندگی کو فیس کرسکوں گی، شہریار کے سامنے سر اٹھا کر کھڑی ہوسکوں گی اور پتا نہیں صورتحال بہتر ہوتا تھی کہ مزید مخدوش اور میری قسمت میں اس بے مہر شخص سے محبت کرنا لکھا تھا؟'' اس نے بے اختیار ہو کر گھٹنوں میں سر دے لیا اس نے لحظہ بہ لحظہ پگھلتے ہوئے خود کو سنبھالنا چاہا مگر دل بار بار انہی لمحات کا اسیر ہوا جاتا تھا جب اس کی آنکھوں میں جھانکتے شانوں کو تھامتے ہوئے شہریار نے اسے دیکھا تھا وہ نگاہوں سے جھلکتی نامانوس سی کیفیت کہ جس سے وجود موم بن کر پگھلنے کو تھا اور کلائی پر سرسراتا اک بلا ارادہ لمس، جیسے ساری دنیا اسی لمحے میں سمٹ آئی تھی اور اس لمحے

کی انجان ساعتوں میں خود کو ٹٹولتے ہوئے اپنی کیفیت جانچی تو ششدر تھی وہ محبت وہ بھی اس بندے سے جو شوہر ہو کر ایک کمرے میں رہتے ہوئے التفات کی اک نگاہ ڈالنا گوارا نہ کرتا تھا اور وہ تصور میں بھی اس سے وابستہ اک لمحے کو سوچتی شہریار کی نگاہیں اور ہاتھوں کے لمس سے پگھل رہی تھی، کیسا جادو اثر لمحہ تھا جو اس رشتے کا قانون فطرت سمجھا رہا تھا، شہریار اس کا شوہر تھا اور اس رشتے کے حوالہ سے اپنے ساتھ روا رکھی جانے والی بے لاتعلقی، سرد مہری اسے سہمتی تھی، اس کی بے رخی اور بے اعتنائی بلبلا جاتی تھی، اس کے اندر اٹھتی بے چینی ختم ہونے کے بجائے ان احساسات کو بڑھاوا دیتی تھی۔

اسے صبا یاد آ رہی تھی جس نے ایک بار اسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہے جو ہر پل جوابی توجہ کا متقاضی رہتا ہے اور اس میں مقابل کی اک نگاہ التفات کے لئے سو سو جتن کیے جاتے ہیں۔

اس کے دل میں بھی اونچی نیچی لہریں موجزن تھیں اور دھیان کے سلسلے بار بار بے ربط ہو رہے تھے، وہ فطری طور پر مائل ہو رہی تھی اور یہ کیفیت یہ بے بسی کا احساس کیسا شکستہ کر دینے والا تھا، کہ اس شکستگی کے بار تلے دبی وہ شہریار کو اس کے رویہ کو مارجن دینے پر مجبور تھی، اس کے بے اعتبار لہجہ و انداز کو وہ اپنے ہنسی قتل گزشتہ کا شاخسانہ سمجھ کر خود کو بہلا رہی تھی، باوجود اس کے کہ اس کی عزت نفس لہولہان تھی اور انا، غصہ اشتعال شدید تھا پھر بھی وہ چپ تھی مصلحتاً نہیں بلکہ شہریار کا رویہ و الفاظ اتنے غیر متوقع اور اچانک تھے کہ اس کے پاس کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں اور اس کی خاموشی نے شہریار کے شک جیسے پختہ کر دیا تھا، لمحوں میں بازی اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور اس پہ وہ جتنا بھی ماتم کرتی کم تھا، اب بھی رات کے پچھلے پہر وہ رو رہی تھی، الجھ رہی تھی، سوچ رہی تھی کہ آخر شہریار نے یہ سب کیوں کہا، وہ اتنا بدگمان کیسے ہوا کہ کیا وہ شخص اس کی بے چارگی و بے بسی کا تماشہ لگانا چاہتا ہے، اسے کسی اور میں انوالوڈ سمجھ کر، بتا کر اس کے ساتھ کچھ اور برا کرنا چاہتا ہے یا یہ بھی اسے مزید کمزور کرنے کی کوئی چال ہے۔

اس نکتے پہ آ کے اس کا ذہن جواب دے جاتا سوچتا دماغ تھک جاتا اور دل مارے بے بسی کے رو دیتا۔

''کیا وہ مجھے یہ جتانا چاہتا تھا کہ شہریار اتنا آسان محاذ نہیں ہے؟ کیا وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ حسن، عشق، قربتیں کسی بھی ذریعہ سے اسے جیتنے کے ارادے عبث ہیں؟ اور میں اس کج ادا، بیوفا کے لئے آنسو بہا رہی ہوں۔'' رشتے کے ساتھ جس کے تیور بدل گئے، لہجہ بدل گیا، وہ پہلے سی دوستی اپنائیت خواب تھی تو مروت نام کی بھی کوئی شے نہ تھی اور سعدیہ کے لئے اپنے دل، اپنی زندگی کو اتنا بے تاثر بن کر گزارنا آسان نہ تھا، بھلے یہ سمجھوتہ، مصلحت، مجبوری کچھ تھا مگر ان سب سے بڑھ کر وہ رشتہ حقیقت تھا جو اسے اب شہریار کے لئے پوزیسو کرنے لگا تھا اور اس رشتے کو وہ کسی قیمت پر داؤ لگانا نہیں چاہتی تھی مگر موجود صورتحال سے نکلنے کا کوئی راستہ بھی تو نہ تھا، وہ کتنی کمزور اور تنہا تھی مدد لے تو کس سے اپنی بے بسی پر ٹوٹ کر رونا آ رہا تھا اور چہرہ متواتر بھیگتا چلا جا رہا تھا۔

☆☆☆

زندگی کی محرومیاں بلاشبہ تنگ کرتی ہیں اور وہ ان محرومیوں کے ساتھ ہر میدان میں کامیاب ہونا چاہتی تھی، وہ جانتی تھی کہ رشتے اس کے لئے بدگمان، کٹھور اور بے حس ہو چکے ہیں، زندگی نے بے حسی

اور اجنبیت کا حصار بہت تنگ اور مضبوط کر دیا ہے، اس نے رشتوں کے ساتھ بے لوث محبت کر کے دل پر گہری چوٹ کھائی تھی، وہ اپنوں کے پاس گئی تھی اور امیدیں، خواب، توقعات بہت کچھ زندہ تھا جسے مار آئی پچھتائی خالی ہاتھ واپس آئی محرومی احساس زیاں کتنا زیادہ تھا اس کے اندر، وہ معتوب نہیں قابل نفرت ٹھہرائی گئی تھی، وہ شخص جسے اس کی محبتوں نے سہارا دیا تھا، اس کی بے ریا، پر خلوص عنایتوں نے زندگی جینے کا حوصلہ بخشا تھا، اس نے اس کی معصومیت اور سادگی کو بے بسی، شکستگی اور لاچاری کی آخری حد پہ لا کھڑا کیا تھا، اس کے الفاظ سماعتوں پہ ہتھوڑے کی مانند برسے تھے، کوئی قیامت تھی جس نے ساری قوت وجود سے کھینچ لی تھی، ساری ہمتیں ختم کر دی تھیں، اعتبار، وفا سب گھائل تھے اس نے اپنے ساتھ گزرنے والے حادثے پر آنسو بہائے تھے اور بے تحاشا بہائے تھے، محبت کے آپشنز بدل چکے تھے، وہ خدشہ جس کا کبھی اس نے ڈرتے ڈرتے اظہار کیا تھا سچ ہو چکا تھا اور وہاج جو کہتا تھا۔

''تم ایسا سوچو بھی مت، اس دنیا سے اس دنیا تک سب بدل سکتا ہے، مگر میرا دل اور جذبات نہیں، محبت کو خدشات سے دور رکھو، محبت ہمیشہ آزاد اچھی لگتی ہے۔''

''ایسا بھی تو ہو سکتا ہے، دولت آسائشات اور سہولتیں آتے دیکھ کر تم اپنی ترجیحات بدل لو۔''

''کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں، کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں بدل جاؤں گا، تم کیوں ایسا سوچتی ہو کہ میں تمہیں تمہارے حصے کی خوشیاں نہیں دے سکوں گا۔'' اس کی شربتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہاج حسن نے کتنی دیدہ دلیری سے جھوٹ بولا تھا اور وہ کتنی بیوقوف تھی جو جھوٹ اور سچ میں فرق ہی نہ کر پائی۔

''میں نے تمہیں اپنی خوشیوں کا مرکز سمجھا تھا میرے لئے ساری دنیا میں جینے کی وجہ تم تھے وہاج حسن صرف تم ہی تم اور پتا نہیں کیوں خوشی کی بجائے ہر بری خبر مجھے تمہاری وساطت سے ملی، میں نے اپنا مان اعتبار، محبت، وفا تمہیں سونپتے ہوئے انتہا کر دی تھی اور تم نے بھی یہ سارے ارمان، خواب، خواہشات یوں برباد کیے کہ میں اسے سمیٹ نہیں پا رہی، خود کو جوڑ نہیں پا رہی، میرے روپہلے کنوارے خوابوں کے سوختہ و برباد محل پر تم اپنی خوشیوں کے مینار کھڑے کرو گے اور میں نامراد ان راستوں میں کھنچی بے اعتباری، بے یقینی، شک کی لکیریں چنتی اپنی بے قدری بے توقیری کو روؤں گی۔'' اس کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے اور ہونٹ لرز رہے تھے۔

''مگر زندگی کے تقاضے اس سے بڑھ کر ہیں اور مجھے اپنی سوچ کو اسی جگہ پہ نہیں ٹھہرانا، صرف رونا میری زندگی کا مسئلہ نہیں ہے، مجھے اپنی ماں کی صحت بہنوں کا اچھا محفوظ مستقبل بنانا ہے اور ان لوگوں کے لئے ایک مثال بننا ہے جو کمیوں، محرومیوں کو زندگی کا روگ بنا کر زندگی کی جنگ ہار جاتے ہیں مجھے شکوے نہیں کرنے، مسائل ذات میں نہیں الجھنا، اپنی ہار کو شکست میں، اپنے دکھ کو سکھ میں بدلنا، ہے خواہ اس کے لئے کچھ کرنا پڑے اور وہ کچھ درست تھا یا غلط یہ حساب کتاب لگانے کا وقت اس کے پاس نہیں تھا اسے معلوم تھا تو بس اتنا کہ ''میری ماں موت کی دہلیز پر کھڑی ہے، فرشتہ اجل سے صرف چند قدم کے فاصلے پر، وہ صرف اس کی زندگی بچانا چاہتی تھی اور اس کے لئے اس نے خود کو داؤ پر لگا دیا بے حد سنبھل کر زندگی گزارنے والی، حجاب استعمال کرنے والی محتاط فطرت اریبہ اشفاق جو اچھائی برائی، حلال و حرام، گناہ و ثواب کا بہت خیال رکھتی تھی، ٹی وی پر بھی کوئی غیر اخلاقی سین دیکھ کر چینل بدل ڈالتی تھی، اس نے آنسو بھری آنکھوں سے آخری بار اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا کہ ہو سکتا ہے اب اسی لمحے وہاج حسن کوئی آواز

دے لے، کوئی چیز پاؤں پہ زنجیر باندھ دے اس نے روح و دل کی تمام تر شدتوں سے چاہا تھا کوئی دلدل میں دھنسنے سے روک لے، اس کے خاموش لبوں کے پیچھے آہیں تھیں پکار تھی کہ کوئی جہنم میں گرنے سے پہلے اسے تھام سکے، اک خاموش التجا بند لبوں پہ کراہ رہی تھی اور وقت کی مجبوری بے بسی میں قید اریبہ کو دیکھنے، سننے والا کوئی نہ تھا۔

''وہاج اگر تم یونہی بے کار پھرتے رہے تو مجھے کھو دو گے، یہ مت سمجھو کہ مجھے شادی کا بہت شوق ہے، مگر اتنا ضرور جو کہ تمہاری خاطر مجھے چھ سات سال میرے ماں باپ کیسے بٹھائے رکھیں گے۔''

''اریبہ میں تمہیں پابند نہیں کرتا تم اپنے لئے بہتر آپشن چن سکتی ہو۔''

''اور یہ میری غلطی تھی کہ میں جان نہ سکی بہتر آپشن میں نہیں تم چن رہے تھے تمہارے بدلتے حالات نے میرے تک آنے والے سب راستے بند کر دیے اور تم نے اپنے خواب خواہشات، خیالات تک کو بدل ڈالا اور مجھے اس مقام پہ لا کھڑا کیا یہاں چوائس کی پوزیشن ہے نہ بہتر آپشن کا راستہ، مجبوری کی انتہا ہے وہ انتہا جب مردار بھی حلال ہوتا ہے۔'' اس نے شکستگی پریشانی اور دلگرفتگی سے سوچا تھا۔

''جو گزر گیا سو گزر گیا پلٹ کر دیکھنے سے کچھ حاصل نہیں تمہیں خود کو اس سیاہ دائرے سے باہر لانا ہے یہاں سب منظر گرد آلود اور دھواں ہیں۔'' اس کے مقابل سعود غوری تھا مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

''کہیں ایسا نہ ہو کہ میں محبت خواب کے عالم میں رہوں اور آنکھ کھولوں تو کچھ باقی نہ بچے۔''

وہاج حسن نے اپنا مضبوط ہاتھ بڑھا کر اس کے نازک ہاتھ کو تھاما تھا اور اس کی ست رنگی آنکھوں میں محبت سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

''میرا دل چاہتا ہے میں کوئی ایسی دعا پڑھوں تمہارے سب خدشے، وہم، ڈر خوف دور ہو جائیں اور یہ ست رنگی آنکھیں محبت پانے، لینے دینے اور محبت میں جینے کے احساس سے چمکتی رہیں۔''

اس کے اندر اک جنگ برپا تھی یادوں کی وہ اک تلخ فیصلہ کر کے سعود غوری تک آ گئی تھی، مگر اس کا دل کمزور کم ہمت تھا، ابھی تک اس میں ہمت نہ تھی کہ اپنے مد مقابل غٹا غٹ شراب چڑھائے، شخص کو دیکھ پائی وہ ساکت کھڑی تھی بنا پلکیں جھپکائے کسی نامعلوم نکتے کو گھورتی، جب سعود غوری نے سرخ خمار زدہ آنکھیں اس پہ گاڑتے ہوئے دو قدم کا فاصلہ بھی عبور کر لیا اور اریبہ اشفاق کا وجود جیسے کسی طوفان کی زد پہ آ گیا اس کے شانوں سے ہوتے ہاتھ کمر تک پہنچے تھے اور وہ آنکھیں بند کیے کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی، اس کے انداز میں مزاحمت تھی نہ رضامندی۔

اس نے محبت کے نام پر دھوکہ کھاتے کھاتے ایک مرد کو خدا بنا لیا تھا اور اسی خدا نے اسے خالی کرتے کرتے آج دنیا کے بازار میں کھڑا کر دیا تھا جہاں اپنا سب سے قیمتی اثاثہ برائے فروخت کے لیبل کے ساتھ رکھ کے وہ کروڑوں روپیہ لے جا رہی تھی، محبت کو وہ سب سے قیمتی سمجھا کرتی تھی اور محبت نے اسے سستا کر دیا تھا اور اس ذات سے آشنا ہوتے ہوئے اسے اپنا شریف باپ یاد آ گیا جو ان کی پرورش بہتر بہت اور کردار و افعال کے سلسلہ میں بہت محتاط، قدرے سخت رہتا تھا، وہ ماں جو ننگے سر دروازے تک نہ جانے دیتی، وہ بے ضمیر شخص جو اسے ہوا کو بھی چھوتے دیکھ لیتا تو بدگمان ہو جاتا اور آج اس پہ تذلیل، توہین رسوائی، بدنامی کے سب طوق پہنتی وہ بے پیرہن کھڑی تھی، اس کی آنکھوں میں

ویرانی چہرے پر زردی کچھ بڑھی تھی، مگر وہ کسی تاثر احساس کو محسوس کیے بغیر بے حس و حرکت کھلونے کی مانند کسی کی ہوس کے ہاتھوں برباد ہو رہی تھی۔

☆☆☆

''حجاب'' کا تصور مشاہدہ اور خود اسے پہنتا دیکھنا اس کے لئے مختلف تجربہ تھا، وہ اپنے ملک کے شہروں اور سکولوں میں اکثر دیکھا کرتی تھی کہ اگر مسلم کمیونٹی کی کوئی لڑکی حجاب پہن کا کالج یا سکول آتی تو ساتھی طلباء کے اندر زبردست منفی رجحانات پیدا ہوتے تھے اور اپنے خلفشار میں ابھی وہ اس وقت سمجھ نہ سکی کہ اگر کوئی طالبہ اپنے سر پر صرف کپڑا پہن دیتی ہے تو سکول اس کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں، وہ یہ بھی نہ سمجھ سکتی کہ مسلمانوں کے نزدیک حجاب استعمال کرنے کی اہمیت کیا ہے؟ لیکن اس کا ذاتی خیال تھا کہ طالبات کو ان کے عقائد اور مذہبی معاملات میں اس وقت تک منع نہیں کرنا چاہیے جب تک اس سے سکول کا ڈسپلن خراب نہ ہو، اس کے لئے اپنے سکول میں کئی فرانسیسی طالبات کا اخراج ہو گیا تھا حجاب کی وجہ سے۔

اسے وہ دن بھی یاد تھا جب یکم جولائی 2009ء کو جرمنی کے شہر ڈریسڈن میں ایک 32 سالہ مسلم خاتون مروہ الشربینی کو بھری عدالت میں اس وقت قتل کیا گیا تھا جب اس نے اپنے پڑوسی ایگزل کے اپنے حجاب پر حملہ کو عدالت میں چیلنج کیا اور الشربینی اس کے خلاف مقدمہ جیت گئی اور اس نے جرم ثابت ہونے پر بھری عدالت میں مروہ الشربینی پر حملہ کیا اس زمین پر پٹخ دیا۔

جبکہ سیکولر ریاستوں میں ہر شہری کو دین و اعتقاد کی ضمانت دی جاتی ہے، پھر کیا مغربی اقوام کا مسلمانوں اور حجاب کے متعلق رویہ تعصب تنگ نظری اور ظالمانہ ذہنیت پر مبنی نہیں۔

وہ تفکر سے سوچتی قدرے الجھی اور ڈپریسڈ نظر آ رہی تھی۔

''ماریا حجاب کا فلسفہ کیا ہے؟ کوئی غیر مسلم باہر سے اس کا اندازہ نہیں کر سکتا اور جن مصنفین یا سکالرز نے اس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے ان کے حاشیہ خیال میں بھی وہ حقیقت نہیں آ سکتی جو ایک مسلم عورت کی نگاہ حجاب کے اندر سے بھانپتی ہے اور حجاب عورت کو معاشرے سے الگ کر دینے والی چیز نہیں ہے، اگر پردے کے سلسلہ میں کسی کو یہ تصور ہے تو بالکل غلط ہے، حجاب معاشرے میں مرد اور عورت کی بے ضابطہ اختلاط کو روکنے کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ اختلاط مرد و عورت دونوں کے لئے خصوصاً عورت کے لئے نقصان دہ ہے کہ عورت کے مزاج، خصوصیات اور نزاکت کو قدرت کی خوبصورتی و ظرافت کا مظہر قرار دیا گیا ہے، لہٰذا معاشرہ کو کشیدگی، آلودگی اور انحراف سے محفوظ رکھنے اور اس میں گمراہی کو روکنے کے لئے اس صنف (نازک) کو حجاب میں رکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے اور حجاب ایک بڑی چادر نہیں بلکہ عورت اور مرد کے درمیان ایک حد بندی ہوتا ہے، کہ آپسی گفتگو، لین دین، بحث تکرار میں سرحد قائم رہے۔'' فاطمہ نے اس کے کندھے پر دایاں ہاتھ رکھتے ہوئے رسان سے ایک مسلم عقیدے کا اصل نقطہ نظر واضح کیا۔

''مگر کیا یہ پردہ یا حجاب مسلم خواتین کو پیچھے دھکیل کر ان کی ترقی کی راہ میں حائل نہیں ہو رہا۔'' اس نے الجھتے ہوئے پوچھا۔

''اسلامی تاریخ کو اگر تم اٹھا کر دیکھو تو عورتوں میں ہمیں بے شمار ایسے نام ملتے ہیں، جنہوں نے

اپنے کاموں سے تاریخ میں نئے باب رقم کیے اور انہیں پردے یا حجاب کی قربانی نہیں دینا پڑی اور آج بھی نقاب اور حجاب کے ساتھ عورتیں کون سا تخلیقی کام ہے جو نہیں کر رہیں، بلکہ غیر اسلامی ممالک میں بھی پردے اور اسکارف کی جنگ لڑتے ہوئے انہوں نے ترقی کے اس عمل کو رکنے نہیں دیا ہے اور اس کی سب سے بڑی مثال موجودہ دور میں محترمہ بینظیر بھٹو تھیں جو دو دفعہ منتخب ہوئیں اور اسلامی دنیا میں پہلی خاتون وزیر اعظم بنیں ہماری خواتین حجاب کے ساتھ آرمی، ایئر لائن سروس، سول سروس، کرکٹ جیسے شعبوں میں مردوں کے مدمقابل اپنے آپ کو منوا رہی ہیں، مسلمانوں کی ترقی میں پردہ نہیں پہلے کبھی حائل ہوا تھا، آج ہو سکتا ہے، مشرق میں پردے کو تنگ نظری یا جاہلیت کا نظام کہتے ہوئے اس اہم پہلو کو نظر انداز نہ کریں کہ مغرب نے اخلاقی اور خاندانی نظام کو عورت سے چھین کر مردوں کی جھولی میں ڈال دیا ہے، اس طرح اس نے اپنے دفاتر اور کارخانے چلانے کے لئے دو گنے ہاتھ تو حاصل کر لئے اور بظاہر بڑی ترقی کر لی ہے، مگر گھروں اور خاندانوں کو کھو دیا ہے تربیت کا وہ نظام فنا ہو چکا ہے جس کی ابتدا گھر کے اچھے ماحول سے ہوتی ہے۔''

''تربیت گھر کا اچھا ماحول تو واقعی ناپید ہے مغربی مائیں بچوں کو گورنس، یا ڈے کیئر سنٹر کے حوالے کر کے خود ہر ذمہ داری سے لاپرواہ آزاد زندگی گزارتی ہیں اور اِدھر اُدھر پلنے والے بچے ذہنی ڈپریشن کا شکار مستقل فرسٹیڈ رہتے ہیں، میری طرح ابنارمل، خود سے ناراض، معاشرے سے کٹے، احساس کمتری کا شکار لوگ معاشرے میں بکھرے پڑے ہیں۔'' ماریا نے تاسف سے کہا تھا، فاطمہ نے گہری سانس لے کر اسے از راہ ہمدردی نے دیکھا پھر نرمی سے بولی۔

''برابری کے شوق میں طلاقوں پر منتج ہونے والی عورتیں نہ خود سکون سے رہتی ہیں نہ گھر کیونکہ نام نہاد ترقی کے لئے بہترین انسانوں کی تیاری کا فرض انہوں نے بھلا دیا ہے، جس ترقی کے تعاقب میں آج کی عورتیں نکل پڑی ہیں اس پر کوئی فخر کر سکتا ہے تو ضرور کرے مگر تاریخ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی، آج مغرب میں کھلے عام جنسی جرائم ہو رہے ہیں جن کی رپورٹیں میڈیا سے آتی رہتی ہیں، کیا یہ حالات اطمینان بخش ہیں؟''

''تم نے کبھی سوچا ہے کہ کیوں؟ دیکھو ماریا یہ محض اخلاق کا نہیں پوری تہذیب کا سوال ہے مخلوط معاشرہ جس تیزی سے وسعت پا رہا ہے خواتین کے بناؤ سنگھار اور ناجائز مطالبات کے نتیجہ میں مرد رشوت ستانی، غبن، چوری اور ڈکیتی جیسے کاموں میں پھنستے ہیں اور یہی حرام خوریاں معاشرے کو گھن لگاتی ہیں اور سوچو کہ جو شخص اپنی گھریلو زندگی سے ایمانداری کے ساتھ نبرد آزما نہ رہا ہو اور حرام یا حلال کے حوالے سے وفاداری نہ نبھا رہا ہو وہ قوم اور ملک کا وفادار کیسے ہو سکتا ہے، گھروں کی نام نہاد ترقی اور خوشحالی کے جوش میں کہ گھر ہی اصل میں وہ کارخانے ہیں جہاں سے دنیا کو اچھے انسانوں کی فراہمی ممکن ہے اور انہیں احسن طریقے سے چلانے کے لئے جن خدمات، محنت اور مشقت کی ضرورت ہے وہ عورت کر سکتی ہے بشرطیکہ اس کی توجہ مختلف سمتوں میں بٹ نہ جائے۔'' فاطمہ نے ذرا سا رک کر ماریا کو دیکھا پھر مضبوط لہجہ میں اعتماد سے بولی۔

''اسلام نے پردے کے جو احکامات دیے ہیں اس کے تین بڑے مقاصد ہیں، اول اخلاق انسانی کی حفاظت سے ان خرابیوں کا دروازہ بند کرنا جو مرد و عورت کے آزادانہ اور مخلوط میل جول سے پیدا ہوتی

www.paksociety.com

ہیں، دوئم دونوں اصناف کے عمل کے دائرے الگ کرنا تاکہ اپنے اپنے فرائض و خدمات اطمینان سے بجا لا سکیں، سوئم گھر اور خاندان کے نظام کو مضبوط بنانا اور ساتھ گھر، خاندان کے نظام کو محفوظ رکھنے کے ساتھ معاشرہ میں اخلاقی حدود و قیود دیتا ہے۔"

ماریا اب اپنے معاشرے کے غلط، درست معاملات کو مختلف تناظر میں دیکھ رہی تھی اور جان رہی تھی کہ لوگ کس طرح خصوصاً مرد صنف نازک کی جسمانی خوبصورتی پرکھتے ہیں ان کی نگاہیں آس پاس موجود خواتین کے خدوخال کو کس بری طرح ناپ رہی ہوتی ہیں، انہیں کسی کی موجودگی کے ساتھ ہی ان تمام اعضاء کی تشریح اعداد و شمار میں درکار ہوتی ہے، کیا یہ چیز ہی مغرب میں فرسٹریشن، ڈپریشن، بے سکونی، بے حیائی کا باعث ہے؟

"اور جو غیر مسلم حجاب کو ظلم کی علامت سمجھتے ہیں جن کا اعتقاد ہے کہ مسلم عورتوں کو رسم و رواج کا پابند بنا دیا گیا ہے وہ اپنی قابل افسوس حالت سے ناواقف ہیں۔" وہ بہت سنجیدگی سے سوچ رہی تھی، باوجود اس کے کہ انسانی فہم و ادراک تقلید کا قائل بلاشرط تعمیل بمشکل ہوتا ہے، مگر وہ اپنی قوت استدلال پر یقین رکھتی تھی اور کسی حاکم اعلیٰ کے وجود یا ضابطہ اخلاق کو تسلیم کرنے سے پہلے مسلسل سوالات کرتی تھی، تحقیق، ریسرچ، مطالعہ مشاہدہ اور اب وہ اسلام، مسلمان اور قرآن سے متعلق معلومات کو مستند، درست طور پر سمجھنے کے لئے نہ صرف انٹرنیٹ دیکھنا شروع کر چکی تھی بلکہ جو کتابیں مذکورہ حوالے سے اس کے پاس تھیں وہ انہیں بھی پڑھنے لگی، یہ کتابیں اسے کتنا یکسو اور مطمئن کرتیں آنے والے وقت پر منحصر تھا، فی الحال اسے مسلمانوں کے طرز معاشرت، حسن سلوک، اسلامی نماز و ایقان کا سحر انگیز منظر اور اللہ کی وحدانیت پر مداومت اور استقامت متاثر کر چکی تھی۔

☆☆☆

شیو کی تازہ ترین نیلاہٹیں لئے سلیقے سے سنوارے گئے بال، آسمانی شرٹ بلیو پینٹ کے ساتھ میچنگ ٹائی لگائے مہنگے کولون کی خوشبوئیں بکھیرتے ہوئے وہ موبائل والٹ اٹھا تا رسٹ واچ دیکھنے لگا، صبح کے نو بجے تھے اسے دس بجے تک آفس جانا تھا، لیکن وہ اس سے پہلے کہیں اور جانا چاہتا تھا اس لئے وہ گھر سے جلدی نکل رہا تھا، کمپنی کی جانب سے چند دن پہلے ملنے والی نئی خوبصورت گاڑی کو سٹارٹ کرتے ہوئے وہ پورچ سے ڈرائیو وے کی طرف آیا تو راشدہ بے حد خوشی سے مسکرائی، کامیابیوں اور بلندیوں کے خواب دیکھے تھے، قدرت نے وہ عطا کر دی تھیں اور وہ بے حد خوشحالی، بے تحاشا امارت کے راستے پر چل رہا تھا، ثمن اور ہما کی شادی کے موقع پر بے شمار لوگوں نے کھلے اور کچھ نے ڈھکے چھپے الفاظ میں انہیں اپنی بیٹی دینے کی خواہش ظاہر کی تھی اور کہنے والے سبھی امیر، متمول گھرانوں کے لوگ تھے، ایسے لوگ جو بیٹیوں کو بے حد قیمتی شاندار گھر، جہیز، گاڑیاں، بڑا بینک بیلنس، بھاری زیورات کے ساتھ باہر سیٹل کرواتے تھے، راشدہ بیگم کے پاؤں زمین پر نہ ٹک رہے تھے، وہ شان و شوکت اور عیش و آرام جس کے صرف خواب دیکھے جا سکتے ہیں، ان کا مقدر تھی انہیں یقین تھا کہ وہاج جیسے وجیہہ، محنتی، کوالیفائیڈ اور برائٹ فیوچر رکھنے والے لڑکے کے لئے وہ جس طرف اشارہ کریں گی رشتوں کا بازار لگ جائے گا ذاتی طور پر انہیں کمپنی کے مالک حیدر کی بیٹی صبا بے حد پسند تھی اور پسند تو سعدیہ بھی تھی مگر شومئی قسمت کہ دونوں لڑکیاں بک تھیں، اب ذاتی طور پر ان کی نگاہیں ایک بڑے مل اونر کی بیٹی پر تھیں جو انگلینڈ میں پلی

بڑھی تھی اور بے حد حسین و طرحدار ہونے کے ساتھ بہت بڑے بزنس کی اکلوتی وارث تھی، پاکستان میں بھی اس لڑکی کے نام پر کافی پراپرٹی تھی اور زیادہ حاصل کرنے کی حرص و ہوس میں وہ پرانے رشتوں، ناطوں سے جان چھڑا چکی تھیں اور وہ اریبہ جس کے حسن، ذہانت سلیقے کی چند ماہ پہلے تعریفیں کرتے نہیں تھکتی تھیں اس کی مہربانیاں، ہمدردیاں بھلائے وہ سینکڑوں برائیاں کر دیتی تھیں۔

ثمن، ہما اور فاطمہ بھی امیر بھابھی کے شوق میں مبتلا تھیں البتہ انزلہ نے دبے دبے الفاظ میں کہا تھا کہ "مرحوم خالو نے یہ رشتہ طے کیا تھا، اب وہ نہیں رہے اور خالہ بھی بیمار ہیں ایسے میں منگنی توڑنا اچھا نہیں، ویسے بھی سگی خالہ زاد ہے اریبہ کون سی غیر ہے ہمارے لئے۔"

"اس وقت حالات اور تھے اور اب ایسا ہونا مشکل نہیں ناممکن ہے اور پھر اریبہ کے سو قصے مشہور ہیں آنکھوں دیکھی مکھی کون نگلتا ہے، پھر ہم اپنی بیٹیوں کو اتنا جہیز دے رہے ہیں بہو کیا خالی اٹھالائیں۔" راشدہ چڑ کر بولیں۔

"امی ایک ہی تو بیٹا ہے آپ کا سب اسی کا ہے جہیز آپ نے کیا کرنا ہے پھر بھائی کیا مان جائیں گے؟"

"ارے ایک بیٹا ہے تو کیا فقیرنی اور بدچلن لڑکی اٹھا کر لے آؤں، پھر وہاج بڑا فرمانبردار ہے وہ تو اسی دن دماغ ٹھکانے لگا چکا تھا اس کا جب سو کرتوتوں کے بعد وہ بے شرم بن کے پیسے مانگنے چلی آئی تھی، میرا کہا کبھی نہیں ٹالے گا۔" انزلہ چپ سی ہو کر ماں کو دیکھتی رہ گئی۔

اور دوسری طرف وہاج حسن تیزی سے ڈرائیو کرتا اریبہ کے پاس جا رہا تھا، شادی والے دن وہ مسلسل کام سے تھک کر چور اور کچھ دفتری ایشوز کی وجہ اندر سے ٹینس تھا اوپر سے اچانک اریبہ کا اس کے ملنے والوں کے سامنے آنا وہ اسے یوں سب کے بیچ بنا حجاب و پردہ کے دیکھ کر خود پر قابو نہ پا سکا جو کچھ منہ میں آیا کہتا چلا گیا اور بنا سوچے سمجھے انگوٹھی تک اتار لی اس کے ہاتھ سے اور شادی کے ہنگامے سرد ہوتے ہی اسے سب سے پہلا خیال اور وہ سرپھری لڑکی جو پہلے سے تنہائیوں، محرومیوں کا شکار تھی جانے کیا سمجھی تھی اور کس رنگ میں لیا تھا اور کچھ بھی کر سکتی تھی اپنی بے بسی و محرومی سے تھک ہار کر، جانے وہ لمحہ کیسا تھا کہ وہاج حسن کو لگا کچھ دیر کے لئے دنیا اندھیری ہو گئی ہے کچھ بھی تھا اریبہ سے دوستی، ہمدردی سے زیادہ گہرا پیار تھا اس کے اندر جس کی پچھلے کچھ عرصہ سے وہ نفی کر رہا تھا جسے غلطی سمجھ رہا تھا، وہ لمحہ اس کے شعور، ادراک کے نئے در کھول رہا تھا، وہ اس بے حد جذباتی اور غصیلی لڑکی کے لئے فکر مند تھا، اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا اور اسی فکر میں گاڑی اتنی تیز رفتاری سے چلا رہا تھا جو کسی حادثے کا باعث بن سکتی تھی اور پھر ایک بدترین حادثہ ہو گیا، یہ سب اتنی سرعت سے ہوا تھا کہ وہ سمجھ نہ سکا اس نے تو سڑک پہ آتے، ایک بکری کے بچے کو بچانے کی کوشش کی تھی کہ کوئی اور وقت کی لپیٹ میں آ گیا۔

وہاج حسن کے سارے حواس اس لمحے منجمد تھے وجود جیسے پتھر ہو چکا تھا، سڑک پہ چت لیٹے انسان کی موت کو محسوس کر کے اس نے خود کو بھی ایک بے جان لاش تصور کیا تھا، پھر ہجوم کو چیرتے ہوئے وہ اس جگہ آیا جہاں حادثہ رونما ہو چکا تھا، اپنے ہی سرخ خون میں نہائی وہ لڑکی بے سدھ پڑی پہلی نظر میں مردہ ہی نظر آ رہی تھی، ایک لمحے کے لئے اس کا سانس رک گیا تھا اور وہ کس قدر تاسف افسوس سے دیکھ رہا تھا اسے، چونکہ حادثہ کے وقت سڑک خالی تھی سو کسی کو معلوم نہ ہو سکا لڑکی کی گاڑی کو اتنے زبردست طریقے

سے کیسے ٹکر لگی درخت سے کہ وہ اچھل کر باہر سڑک پہ آ گری اور خون میں لت پت ہو گئی، دہاج کی گاڑی کے ساتھ کئی اور گاڑیاں بھی رک چکی تھیں، لوگ ازراہ ہمدردی کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے کچھ لوگ پیچھے سے ہارن پہ ہارن دیتے ماحول کی دردناکی سے بے نیاز ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے، سڑک بلاک ہونے اور اپنا وقت خراب ہونے پر اور وہ بڑے مضبوط اعصاب کا مالک تھا جو حواس باختہ بس دیکھے جا رہا تھا کہ ہجوم میں سے کسی نے اسے ذرا سا ہلتے محسوس کیا اور چیخ ماری۔

"ارے دیکھو وہ کسمسا رہی ہے، زندہ ہے ابھی، اس کی سانسیں چل رہی ہیں، اسے بچایا جا سکتا ہے۔"

مگر کوئی آگے بڑھا تھا نہ کسی نے پولیس کو فون کرنے کی زحمت کی تھی، سب بے حس سے دیکھے کھڑے رہے اور اپنے اندر کے سناٹے سے نکلتے ہوئے دہاج حسن نے بڑھ کر اس کے منہ کے آگے ہاتھ کر کے ناک اور لبوں سے سانسوں کی آمد و رفت کا اندازہ کرنا چاہا پھر اس کے سینے سے کان لگا کے دل کی معدوم سی دھڑکن کو محسوس کیا اور اگلے پل اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھایا، لا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا اور ساتھ ہی اس کی گاڑی کے فرنٹ سائیڈ سے پرس موبائل اٹھا کر گھر کا نمبر دیکھا جہاں ماما لکھا تھا، وہاں yes کو پش کرتے ہوئے اس نے کچھ بھی سنے پوچھے بغیر صرف اتنا کہا۔

"آپ کی بیٹی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے وہ سڑک پر بے ہوش پڑی ہے میں ہاسپٹل پہنچ کر آپ کو کال کرتا ہوں۔"

وقت کی نزاکت یا خدا خوفی کا احساس کہ دہاج حسن کو ہمت کرتے پا کر ایک دو لوگ مزید آگے بڑھے اور اس کے ساتھ ہاسپٹل چلنے کو تیار ہو گئے، نزہت حیدر کا برا حال تھا بیٹی کی شادی سے عین دو دن قبل یہ حادثہ جبکہ پیشتر لوگ شادی میں شرکت کے لئے پہنچنا شروع ہو گئے تھے، اوپر سے ایسی بدشگونی، وہ بے طرح رو رہی تھیں جب حیدر عثمان گھر پہنچے ان کے چہرے سے بھی پریشانی ہویدا تھی، مرد تھے حالات کو قابو میں رکھنے کو کڑا ضبط ضروری تھا سو اپنی تمام تر اضطرابی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے انہوں نے بیگم کو حوصلہ دیا۔

"نزہت حوصلہ کرو، سنبھالو خود کو اور وہ نمبر کون سا تھا جس سے فون آیا تھا۔"

"نمبر تو صبا کا ہی تھا اسی کے موبائل سے کسی نے بتایا تھا۔" وہ رندھی آواز میں بولیں۔

"اوہ شٹ۔" وہ بے ساختہ چلائے۔

"وہ کہہ رہا تھا کہ ہاسپٹل پہنچ کر کال کرو نگا۔" وہ یاد آنے پر بولیں۔

"جانے کتنی سیریس طبیعت ہو گی، کیسی چوٹیں آئی ہونگی میری بیٹی کو، یا اللہ تو میری بیٹی کو زندگی تندرستی دینا۔" نزہت بلک رہی تھیں۔

"نزہت تم خود ایک ڈاکٹر ہو، روز ایسے واقعات دیکھتی ہو گی خود کو اتنا کمزور مت ظاہر کرو، Be brave۔" حیدر صاحب نے کہا۔

"حیدر میری ایک ہی بیٹی ہے جوان، پلی پلائی، میں مر جاؤں گی اگر اسے کچھ ہو گیا۔" وہ ان کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے بے اختیار رو دیں تو کڑے ضبط کے باوجود دو آنسو ان کی آنکھوں سے نکل کر رخساروں پر گر پڑے، صبا کس ہسپتال میں اور کیسی حالت میں تھی یہ سوچ ان کو بھی نڈھال نیم جاں کر رہی

تھی۔

☆☆☆

کیا داستاں لکھوں
شکستگی پہ ہواؤں کی
کہ ہاتھ ہیں لہولہو
کہ انگلیاں ہیں کٹی ہوئی
تذکرہ کروں کیا
ان جاں توڑتی ساعتوں کا
جو آئی تھیں موسم ہجر میں
کہ رگیں دماغ کی ہیں پھٹی ہوئی
خواہشوں پہ تبصرہ کوئی
ہو بھی تو بھلا کیا ہو اب
کہ اندرونی خلفشار کے ہاتھوں
سانس سانس ہے تھکا ہوا
ہر تار ہے دل کا کھنچا ہوا
وہ موسم کی دلکشی جو
قسمت میں اپنی تھی ہی نہیں
کہ قدم تھا غبار راہ میں اٹا ہوا
وہ لمحہ زباں جو بیان کا
گرفت میں نہ آ سکا
کہ سوچ بھی کئی زاویوں میں بٹی ہوئی
کہانی سنائیں کیا
کہ ورق ورق ہے پھٹا ہوا
وہ جو مرکز نگاہ تھا
تھا راستوں سے ہٹا ہوا

وہ ساکت جسم اور ویران نگاہوں کے ساتھ بالکل تہی دامن، ہنوز زیاں کے سارے حسابوں سے بے نیاز خالی الذہن کتنی دیر اپنے آگے پڑے بڑے نیلے نوٹوں کے ڈھیر کو دیکھتی رہی، یہ پیسے جو وقت و زندگی کی اہم ترین ضرورت تھے اور زندگی اپنے کردار کو شفاف اجلا بنانے کی جتنی جوئی تھی وہ ان پیسوں کی وجہ سے داغدار ہو گئی تھی، پیسے جن کے لئے اس نے خود کو ارزاں اور بے مول کر لیا اپنے آپ کو برباد کر دیا، محبت کے زور پر قائم ہونے والا رشتہ بھی اسی دولت کی وجہ سے کمزور اور بودا پڑا تھا دل و روح سبب جذبے محبت کے نام پر گنوا دیے تھے ایک عزت تھی جسے وہ بچا سکتی تھی مگر دولت کی ضرورت نے اسے بھی تباہ کر دیا۔

''آہ، یہ کیسا پاگل پن سرزد ہوا مجھ سے، دولت کے لئے میں نے اپنا آخری اثاثہ بھی گنوا دیا، یہ کیا ہو گیا میرے خدا۔'' اس کا دل چاہا وہ دھاڑیں مار مار کر روئے اتنا کہ آنکھیں لہولہان ہو جائیں خوب داویلا کرے، اونچا اونچا چلائے، وہاج حسن کو برا بھلا کہے خوب کوسے جس نے اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے پلان بنائے، محبت بھرے فقرے اس کی سماعتوں میں انڈیلے، چاہتوں سے بھرپور پیمان باندھے اور پھر اسے مہرے کی طرح استعمال کر کے پل میں سب رشتے ناطے، وعدے، محبتیں بھلا دیں، اس کا دل درد سے پھٹا جا رہا تھا جیسے زندگی کی ہر شے نست و نابود ہو کر رہ گئی۔

جانے کتنی دیر وہ یونہی پتھر کے مجسمے کی مانند ساکت جامد بیٹھی رہی پھر اس کے سامنے بیمار ماں کا چہرہ آ گیا، معصوم کم عمر بہنیں جن کے سکھ کی خاطر اس نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا اور رشتوں کے لئے وہ اپنا سب تیاگ آئی ہے یہ حقیقت مر کر بھی کسی کو نہیں بتائے گی، اس کی گریہ زاری سننے والا کوئی نہ بنتا سب تماشہ دیکھتے جو ہوا جو فیصلہ کر کے زندگی کی جیسی راہ اس نے اپنے لئے چنی تھی، اس کی صعوبتیں سہہ کر بھی مطمئن نظر آنا اس کی سب سے بڑی مجبوری تھی، اپنے دل و ذہن کو سمجھاتی خالی وجود لئے وہ اٹھی، گھر جا کر اپنے دکھتے سر، تھکن زدہ وجود کو کتنی دیر شاور کے نیچے ٹھنڈا کرتی رہی، اس کے جسم میں شدید درد تھا، مگر پھر بھی تمام تر توانائیاں صرف کر کے ہمت کرتی وہ اپنے رب سے صبر و حوصلہ سکون و قرار مانگتی رقم اپنے بیگ میں رکھ کر ہسپتال روانہ ہوئی اور اپنی بہنوں پر نگاہ جاتے ہی وہ ایک بار پھر ساکت و جامد سی ہوتی دل بری طرح سسکنے اور تڑپنے لگا، ایک ایک انگ پھوڑے کی مانند دکھنے لگا وہ ویران آنکھوں سے یک ٹک انہیں دیکھے جا رہی تھی اور ریبہ، جویریہ کا رنگ متغیر ہوا تھا وہ بے طرح پریشان ہو کر آگے بڑھیں، اس کی کھوئی کھوئی اور روئی روئی آنکھیں جن میں افسردگی کی دھند بے حد تیز تھی۔

''آپی...... آپی! کیا ہوا، آپ کو ٹھیک تو ہیں۔'' جویریہ نے اس کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے بے قراری سے پکارا تو وہ لرزتے ہونٹوں کے ساتھ یک ٹک اس کی جانب دیکھتی چلی گئی۔

''مجھے لگتا ہے آفس والوں نے ایڈوانس دینے سے انکار کر دیا ہے اسی لئے آپی اتنی ڈپریس ہیں، مجھے انہیں حوصلہ دینا چاہیے۔'' جویریہ نے سوچتے ہوئے انہیں دیکھا۔

''کوئی بات نہیں اگر پیسے نہیں مل سکے آپ خود کو سنبھالیں، اپنا حوصلہ قائم رکھیں، ہم امی کو کسی ٹرسٹ ہسپتال لے جائیں گے۔'' وہ اب بھی کچھ نہیں بولی وہ جو خود کو نارمل رکھنے ضبط کرنے کا سبق سارے راہ پڑھاتی آئی تھی اس کے ضبط کی طنابیں ٹوٹ رہی تھیں وہ اپنی ماں جائی کے گلے لگ کر رونا چاہتی تھی ٹوٹ کر، افسردگی اور شکستگی کے گہرے احساس نے اس کے پورے وجود کو نڈھال سا کر دیا تھا۔

''آپی بولیں ناں کچھ، ایسے کیوں ہو رہی ہیں۔'' وہ جو اپنے خیالوں میں گم تھی جویریہ نے اسے جھنجھوڑ ڈالا اور وہ بری طرح چونک کر خالی خالی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

''کیا کہا ہے تم نے؟'' خود کو حتی الوسع سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اریبہ نے کہا تو بھرائی، شکستہ آواز پہ چونکتے ہوئے جویریہ پھر اسے بغور دیکھنے لگی پھر کسی احساس کے تحت اچانک بولی۔

''امی کو کسی ٹرسٹ ہسپتال لے چلتے ہیں۔'' کسی گہری سوچ پر پیچ خیال میں گم اریبہ نے اپنا پرس کھولتے ہوئے ہزار ہزار کے نوٹوں کی کئی گڈیاں اس کے سامنے رکھ دیں اور وہ اتنے سارے روپے ایک ساتھ دیکھ کر حیرت سے گنگ سی ہو گئی۔

(رقم مل گئی تھی تو آپی اتنی بکھری بکھری سی کیوں ہیں شاید ایڈوانس لے کر پریشان ہوں کہ پھر کمائیں گے کہاں سے خیر امی ٹھیک ہو جائیں تو سب کچھ ہو جائے گا) جویریہ نے سر جھٹکتے ہوئے خوشی سے کہا۔

''میں نے کہا تھا ناں آپ سے کہ بیگم شائستہ کچھ کر دیں گی، آپ خوانخواہ پریشان ہو رہی تھیں۔'' اریبہ کی آنکھوں میں جیسے صحرا کی ساری ریت بھر گئی وہ عجب لہجہ میں بولی۔

''بیگم شائستہ اور شہریار خان نہیں ملے کسی کام کے سلسلے میں دوبئی گئے ہیں۔''

''تو یہ پیسے کس نے دیے کیا وہاج بھائی نے۔'' جویریہ الجھی۔

''مسعود غوری نے، میں نے اس کی ماڈلنگ کی آفر قبول کر لی ہے۔''

''تو انہوں نے اتنے پیسے پہلے دے دیے۔'' اور بے حد ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں سے کتنے ہی آنسو نکل پڑے۔

''یہ میرے اس وقت کی قیمت ہے جو میں......'' وہ بے اختیار لب کچلتی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے روتی چلی گئی اور جویریہ اس کے ادھورے فقرے کا پورا مفہوم اخذ کرتی جیسے رنج و ملال کی گہری دلدل میں دھنس گئی، روح کا بوجھل پن بڑھ چکا تھا، وہ اپنی بہن کو دیکھ رہی تھی جس نے اپنے وجود، دل، نگاہوں، خیالوں، خوابوں کو صرف وہاج حسن کی امانت سمجھا تھا وہ وہاج حسن جس کی بے رخی، اجنبیت اور بے وفائی نے اسے بکاؤ مال بنا دیا۔

سر جھکاؤ گے تو پتھر دیوتا ہو جائے گا
اتنا مت چاہو اسے وہ بے وفا ہو جائے گا
روٹھ جانا تو محبت کی علامت ہے مگر
کیا خبر تھی وہ مجھ سے اتنا خفا ہو جائے گا

☆☆☆

مجھے سمجھ نہ آتا تھا
کہ، اس کے دلربا سے لہجے میں
بیگانگی کیسے در آئی تھی
پر خلوص رویے میں کیوں
سلوٹیں پڑی تھیں
دلکش مسکراہٹ میں
بیزاری سمٹ آئی تھی
وہ اس کے لمس کا جادو
ہوا میں تحلیل ہو چکا تھا
وہ ہر طرح اسے خوش کن لگنے والی
شخصیت کا رنگ تھا نیا سا
کسی بھی پہلو سے وہ لگا نہ تھا شناسا

عجب طرح کا چہرہ تھا اس کا
عجیب بے چینی تھی
سوچتے سوچتے اچانک جو
نظر میری چہرے پہ اس کے پڑی
تو عجیب سی اک تحریر تھی
پھر تمام اجنبی اداؤں کا مفہوم
سمجھ میں آگیا
کیونکہ آنکھ میں اس کی
اک نئی تصویر تھی

اپنے آپ کو بہت سمجھا چکنے کے باوجود حسد و رقابت کی آگ اسے اندر سے بری طرح دہکا رہی تھی، وہاج حسن اور سعیہ کے درمیان ایسا تعلق ایسا ناطہ موجود تھا جو شہریار کو کھولا رہا تھا، وہ جذبے وہ محبتیں جو سعیہ کا شوہر ہونے کے ناطے صرف اس کا حق تھیں وہ ادھر اُدھر لٹاتی پھرتی تھی۔

''کیوں کرتے ہیں لوگ ایسا پیمان کسی سے باندھ کے تعلق کہیں اور بنا لیتے ہیں دل پہ نقش کسی کا ابھار کر وجود کسی اور کو سونپ دیتے ہیں اور میری محبتوں چاہتوں خلوص کو تم نے اتنا ارزاں کیوں سمجھ لیا کہ مجھے مہرہ بنا کر رشتوں کا تقدس پامال کرتی رہیں، تمہیں تو بہت شدتوں سے چاہا تھا میں نے تم تو کم از کم میرے ساتھ ایسا نہ کرتیں۔''

بے حد بوجھل سرد گھتی آنکھیں لئے شہریار نے لان کی طرف دیکھا یہاں آم کے درخت کے نیچے کین کی سفید چیئر پر وہ بیٹھی تھی اس کے تراشید بال اڑ اڑ کر رخساروں کو چوم رہے تھے، روئی روئی سی بوجھل آنکھیں کسی سوچ میں گم تھیں، کھوئی کھوئی اور افسردہ افسردہ ہر روز سے بے حد مختلف لگ رہی تھی۔

اپنے ایک ایڈ کی شوٹنگ کے لئے وہ دو دن قبل دوبئی پہنچا تھا، بیگم شائستہ اور سعیہ اس کے ہمراہ تھیں کام تو ان کا تھوڑا تھا مگر شائستہ بیگم کا خیال تھا کہ سعیہ اور شہریار کام سے ہٹ کر کچھ وقت ایک دوسرے کو بھی دے لیں تو ان کے آپسی معاملات سیٹ ہو سکتے ہیں، اگرچہ سعیہ آنے کو بالکل تیار نہ تھی کیونکہ اس کی واحد دوست صبا کی اسی ویک اینڈ پر شادی تھی اور سعیہ یہ ہفتہ صرف صبا کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی مگر ایک تو مما کا حکم پھر شہریار کی تائیدی خاموشی و سنجیدگی وہ ماحول کو مزید کدورت سے بچانے کو تیار ہو گئی مگر یہاں اتنے خوبصورت ماحول، دلکش موسم اور سحر انگیز فضاؤں میں بے حد حسین ساتھی کی قربت کا احساس تنہائی کچھ بھی تو انہیں یکجا کرنے میں معاون نہ ہو رہا تھا۔

شائستہ بیگم صرف انہیں تنہائی دینے کے خیال سے اپنی کسی دوست کے ہاں تھیں اور وہ دونوں اپنے یونٹ کے لوگوں کے ساتھ مہنگے ترین ہوٹل میں ٹھہرے تھے، سعیہ ابتر ذہنی کیفیت کے باوجود اس مختصر سے ٹرپ پہ آئی تھی تو دل میں اک خوش فہمی سی تھی کہ پل میں تولہ پل میں ماشہ ہو جانے والے اس بے مہر شخص کا رویہ کچھ بدل جائے اور ایسا سوچتے ہوئے اس نے شہریار کے لئے اک انجانا سا گداز محسوس کیا تھا جانے کیوں وہ جتنا گریز برت رہا تھا جتنا دور ہو رہا تھا، سعیہ کو خود سے اتنا قریب اور اتنا ہی زیادہ اپنا لگ رہا تھا، وہ دل کا مکین تھا اور دل تو کسی کی نہیں مانتا وہ بھی دل کے آگے بے بس تھی، ایک بار پہلے خود کو

داؤ پر لگا دیا تھا، رشتوں کو بچانے کے لئے اور ایک بار پھر خود کو داؤ پر لگا رہی تھی محبت بچانے کو، وہ محبت جو اس نے سوچی تھی نہ کرنی چاہی تھی مگر دل کی بارگاہ میں سر جھکانے اسی محبت کے لئے روتی تھی، یہ محبت جس نے اسے اکھڑ مزاجی سے نکال کے ایک متانت زدہ رویے میں قید کر دیا تھا، یہ محبت جس سے پسپائی اختیار کرتی وہ شہریار کے قریب آنے کے جتن کرتی اور وہ سرد مہری، بے اعتنائی کے خول میں مقید نو لفٹ کا بورڈ بنا رہتا، زندگی اس کے لئے بے حد کامیاب تھی وہ چاند کی ہم سفر تھی مگر اس چاند کی چاندنی اس کا نصیب نہ تھی اور یہی حقیقت دل کے ٹکڑے کر رہی تھی۔

وہ بہت نرمی، محبت سے اپنی ماڈل کو ایکشن میں آ کے بولنا سکھا رہا تھا اپنی تمام تر مردانہ وجاہت و خوبصورتی کے ہتھیاروں سے لیس فریش اور ہنستا مسکراتا، کیا کوئی اندازہ کر سکتا تھا اپنے گھر میں اپنی من چاہی بیوی کے ساتھ اس کا رویہ کتنا سنگدلانہ، خشک اور روڈ تھا، وہ کیسے قدم، قدم پہ اس کی تضحیک کرتا تھا، اپنے رشتے کو بھی کسی ان چاہے بوجھ کی مانند بوجہ مجبوری خود پہ لادے پھرتا تھا اور یہاں اس جگہ، اس گھڑی، اس پل اپنے سامنے ذرا سے فاصلے پہ بیٹھی اس نازک اور حسین لڑکی کو مکمل طور پر نظر انداز کیئے اپنی کوڑھ مغز ماڈل کے ساتھ مصروف تھا۔

اپنے اردگرد بکھرے قدرت کے حسین مناظر اور خوبصورت ماحول یک ٹک اپنی طرف دیکھتی سعیہ سے اسے کوئی سروکار نہ تھا، جبکہ یونٹ کے بقیہ تمام لوگ اسے خصوصی پروٹوکول اور توجہ دے رہے تھے، سوائے اس کے جس کی طرف سعیہ کا روم روم متوجہ تھا۔

ایڈ کی شوٹنگ شروع ہو چکی تھی ماڈل جدید طرز لباس میں بے حد ماڈ لک دیتی ہنستی مسکراتی آدھ منٹ کا کمرشل اوکے کروا رہی تھی، جس کا مکمل شوٹ چار شوٹس میں تھا اور ہر شوٹ میں اس کا لباس، جیولری، میک اپ اور انداز الگ ہوتا، شہریار کیمرے کے پیچھے کھڑا محویت سے شوٹ اینگل دیکھ رہا تھا، اسے دیکھتے دیکھتے سعیہ کی شربتی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے، اسے اپنا وجود بے کار اور غیر اہم لگنے لگا تھا۔

''موسم ٹھیک نہیں ہے مسٹر شہریار میرا خیال ہے ہم باقی کا کام کل کر لیں۔'' اسٹل فوٹو گرافر معید نے کہا تو سب نے سر اٹھا کر موڈ بدلتے بادلوں کو دیکھا تھا، جو بڑھ کر سورج کو ڈھانپ چکے تھے ٹھنڈی ہوا میں کالی گھٹائیں بڑا خوشگوار سا تاثر پیدا کر رہی تھیں۔

''کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو، مجھے تو بھوک بھی لگ رہی ہے۔'' شہریار بولا۔

''تو وائنڈ اپ کر کے کھانا کھائیں۔'' معید نے کہا۔

''نیکی اور پوچھ پوچھ، مگر ایسے موسم میں لاہور کے کھابے یاد آتے ہیں۔'' ان کی ماڈل نے کہا تو شہریار ہنسا۔

''آپ کی صحت سے لگتا تو نہیں کہ وہ کھابے آپ نے کھائے ہوں گے۔''

''میں بہت خوش خوراک ہوں بس اللہ نے ہڈی ایسی بنائی ہے کہ فالتو چربی چڑھتی نہیں۔'' وہ ادا سے ہنسی۔

اسی پل بادل زور سے گرجے تھے بجلی چمکی تھی موسم کی شدت سے خوف کھاتی سعیہ ویلی ہی اچھی بارش اچھی لگنے کے باوجود اسے گرجتے بادلوں اور چمکتی بجلی سے ہمیشہ خوف آتا تھا وہ لرز رہی تھی شہریار اپنے یونٹ کے لوگوں کو ہدایات دیتے ہوئے تمام ضروری سامان پیک اپ کروا رہا تھا، وہ اب بھی اس کی

طرف متوجہ نہ تھا جیسے وہ بے کار اور فالتو شے تھی جسے ایک غیر اہم جگہ رکھ کر وہ بھول بیٹھا تھا، سعیہ کی آنکھوں کے آگے نمی کا غلاف پھر پھیلنے لگا، یکدم وہ پلٹا اور قدرے سخت لہجہ میں بولا۔

"تم اگر مراقبہ پورا کر چکی ہو تو اپنے کمرے میں چلو۔" اپنے ماتحت یونٹ وعملہ کے اتنے لوگوں کے سامنے اس کا روڈ اور خشک انداز جیسے سعیہ کے دل کو چیر گیا۔

"میں اس کے لئے کچھ بھی نہیں، اپنے عام سے ورکر سے بھی کمتر سمجھتا ہے یہ مجھے، اسے بولتے ہوئے ذرا بھی میرے جذبات واحساسات اور عزت نفس کا پاس نہیں رہتا، یہ شخص ہر جگہ مجھے بری طرح ہرٹ کرتا ہے۔" سعیہ کا ڈپریشن بڑھا وہ اپنے آپ کو شہریار کی زندگی سے یکسر الگ جدا اور منفی ہوتے محسوس کر رہی تھی، اس کا دل پھر بھر آنے لگا۔

"تم، اسٹوپڈ لڑکی، میں تمہیں اٹھنے کا کہہ رہا ہوں اور تم کیا بہوش بیٹھی ہو۔" بے حد سنگدلانہ طریقہ سے بازو گھسیٹ کر وہ اسے کھڑا کر گیا، بادلوں کی تیز گڑگڑاہٹ کے ساتھ زوردار طریقہ سے بجلی کڑکی تو سعیہ بھی ماؤف ذہن کو بیدار کرتی آنکھیں پونچھتی آگے بڑھنے لگی، بارش کی پھواروں کے ساتھ بادلوں کا اندھیرا بھی بڑھا تھا، شہریار اپنے مغرور سا سیدھا چلا جا رہا تھا ناک کی سیدھ میں بنا مڑ کے دیکھے کہ وہ پتھریلی سڑک اور اونچے نیچے راستوں پر لڑکھڑاتے ہوئے طوفانی موسم سے خوفزدہ ہوتی گرتی پڑتی کیسے آ رہی تھی۔

دن اتنا نہیں ڈھلا تھا مگر سیاہ بادلوں نے اس کی روشنی تاریکی میں بدل دی تھی سعیہ بہت دھیان سے چھوٹے بڑے پتھروں پر پاؤں رکھتی خود کو گرنے سے بچاتی چل رہی تھی مگر نیم اجالے میں پاؤں غلط پڑا وہ لڑکھڑائی اور دائیں طرف کو لڑھکتی گہری کھائی میں جانے لگی۔

☆☆☆

"سیاحت کے حوالہ سے کسی چیز کا نام لیجئے وہ آپ کی اس علاقہ میں ملے گی، دنیا کے معروف پہاڑی سلسلے کوہ قراقرم، کوہ ہمالیہ دنیا کے بلند ترین پہاڑ کا سلسلہ ادھر ہے یہ دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو بلتستان میں واقع ہے، پھر نانگا پربت، راکاپوشی، براڈ پیک ہیں ہمالیہ کوہ ہندوکش کے اکثر و بیشتر حصے آج تک پہلے انسانی قدم کا انتظار کر رہے ہیں، دریاؤں کی بات کریں تو دریائے سندھ، شیوک، دریائے شگر اور کئی بڑے بڑے دریا یہاں موجود ہیں، دنیا کی بہترین جھیلیں سد پارہ، کچورا، کت پناہ، شنگریلا، جبار یہ اور متعدد دوسری جھیلیں، صحرا ہیں تو ٹھنڈے چشمے بھی گرم بھی جنگلات جن میں چیڑ، بونیر، سفیدہ، بیر، چنار، بید مجنوں، سلوفر اور بھوج پتر کے درخت ہیں، جنگلی حیات میں مارخور، اڑیال، آہو، بھیڑیے، چیتے، ریچھ تو چکور، رام چکور، مرغابی، جیسے پرندے، ٹراؤٹ سمیت دنیا کی بہترین مچھلی وسیع و عریض ودایاں بہترین مقامات، پیراشوٹ گائیڈز کے لئے لئے بہترین مواقع۔" ان کا گائیڈ بلتستان میں داخل ہوتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"یہاں سیاحت کی ہر شے موجود ہے پھر سیاحت میں رکاوٹ کیا ہے۔" ماریا نے اچنبھے سے پوچھا۔

"سیاحت کی بہترین باتوں کو بھلا کر اپنے اقتدار وعنانیت میں گمشدہ رہنا۔" گائیڈ بولا۔

ہلکی ہلکی پھوار میں وہ لوگ سد پارہ جھیل پہنچے، جھیل کے کنارے ایک خوبصورت ہوٹل تھا ہوٹل

انتظامیہ نے ٹراؤٹ فش اور گرما گرم چائے سے ان کی تواضع کی۔

"اس جھیل کے سات کونوں کی وجہ سے اسے ست پارہ کہا جاتا ہے۔" مقامی گائیڈ نے بتایا۔

"اس جھیل پر ایک بند بھی تعمیر کیا گیا تھا، جس کی تعمیر میں مٹی بجری اور انڈوں کی زردی بھی استعمال ہوئی تھی۔"

"انڈوں کے آملیٹ بنا کر مزدوروں کو کھلائے گئے ہوں گے۔" راحیل ہنسا۔

"مزدور بیچارے تو روکھی سوکھی کھاتے تھے، انڈوں کی زردی کو چونے میں ملا کر پتھر جوڑنے کے لئے گارے کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔" گائیڈ نے وضاحت کی۔

"امیزنگ، اتنے انڈے آئے کہاں سے، اسوقت تو پولٹری فارم بھی نہ ہوں گے۔"

"یہاں کے حاکم علی شیر نے رعایا سے ہر آدمی سے ایک ایک درجن انڈے منگوائے تھے۔"

وہ اترو ڈ کے چودہ کلو میٹر دور پیدل چل کر کنٹرول جھیل بھی پہنچے تو چاندنی رات میں جھیل کے ساکن پانی پر چاندی کی چادر بچھنے کا نظارہ بھی کیا، ماریا کو ناروے، سویڈن، جرمنی کی جھیلیں یاد آ گئیں، ورڈز ورتھ کے لیک ڈسٹرکٹ کی جھیلوں کے سحر آگیں مناظر بھی نگاہوں میں پھر گئے، لیکن ست پارہ جھیل واقعی ست پارہ ہے، دیوسائی کے میدان میں پھولوں بھری وادیوں سے گنگناتی ندیاں آ کر اس جھیل میں ملتی ہیں تو زندگی مسکرا اٹھتی ہے۔

تین اطراف سے پہاڑوں میں گھری یہ جھیل ماریا کو قدرت کی صناعی کا شاہکار لگی، تا حد نظر اتنا شفاف پانی کہ تہہ میں پڑے سنگریزے بھی دکھائی دیتے ماریا نے اپنے ہمراہ موجود لوگوں کے ساتھ تصاویر بنوائیں، جبکہ ہلکی ہلکی پھوار اب موسلا دھار بارش میں بدل چکی تھی، ٹھنڈی ہوائیں یخ بستہ جھکڑ بن گئے دن کا قدرے گرم درجہ حرارت یک لخت نقطہ انجماد کی طرف بڑھنے لگا، اس شدید سردی سے بچاؤ کے لئے سب جلد ہوٹل پہنچے گرم کپڑوں کے ساتھ سویٹر پہنے، کھانے میں ان کے لئے سوپ، مرغ چاول، دیگر لوازمات تھے، کھانے کے دوران روایتی کھانوں پہ گفتگو چل نکلی۔

گائیڈ نے کئی نام گنا دیئے مثلاً ہر سب کھور، پلاپو، خور، خور بلے، تر اسفہ، مارزا نیلاتو۔

"مارزا نیلاتو تو شاید پلاؤ ہوگا، خور فور کوئی خوری بننے والا کھانا جسے کھانے والے بلے بلے پکارتے ہوں گے اور تر اسفہ شاید تر پھلا ہو ہر سب کھور سب کے کھانے والا ہوگا یہ مارزان کیا ہے؟" راحیل نے نیم مزاحیہ انداز میں کہا تو سب ہنسنے لگے۔

"یہ سب مقامی کھانے ہیں اور زیادہ تر ان میں آٹا، دودھ گھی استعمال ہوتا ہے اور یہاں کی سب سے اہم چیز یہ نمکین چائے ہے جس میں سبز چائے، سوڈا، دودھ، نمک اور مکھن استعمال ہوتا ہے۔"

چائے واقعی لذیز تھی اگلے دن ناشتے کے بعد وہ شنگریلا جھیل دیکھنے گئے اور اسکردو کے بغیر ائیر پورٹ کے بڑے خوبصورت رن وے کے سامنے کیڈٹ کالج کی خوبصورت عمارت بھی دیکھی ذرا آگے ہوئے تو بیروں کے درخت تھے لاتعداد اور بے شمار جن کی دھیمی دھیمی خوشبوئیں آنے لگیں، ان کی گاڑی دریائے شگر کے کنارے رواں دواں تھی جبکہ گائیڈ اس دریا کے مڑنے اور گزرنے کا خدوخال بھی بیان کر رہا تھا، یہاں کی گائیں بھی دیکھیں جو بکریوں سے کچھ ہی بڑے سائز کی تھیں۔

مقامی لوگ خاصے منکسر المزاج، صلح جو اور ہمدرد سیاحوں کے لئے سراپا تعاون نظر آئے، ایک شخص نے انہیں اپنے بھائی کی شادی میں بھی آنے کو کہا، پتا چلا کہ مقامی شادی میں پہلا دن کھوررلق کہلاتا ہے جس کی شام کو اہل محلہ جمع ہوتے ہیں اور کولچہ پکتا ہے جو پیزا قسم کی شے ہے ایک کولچے کا وزن نصف کلو سے زیادہ ہوتا ہے۔

''دوسری رات مہندی کی ہوتی ہے مقامی زبان میں اسے ''میر موسنگ'' کہتے ہیں، دلہن کے گھر کا ہوا کھانا کولچے اور کھیے بھیجا جاتا ہے جنہیں دلہن کا ماموں سب کے سامنے کھولتا ہے۔''

''کیا ماموں ہی سب چٹ جاتا ہے۔'' وصی کا انداز شرارتی تھا۔

''نہیں وہ ایک، ایک ٹکڑا بانٹتا ہے جو ایک طرح سے دلہن کے ساتھ بارات میں جانے کا دعوت نامہ بھی ہے جسے وہ ٹکڑا ملے گا وہ دلہن کے ساتھ ہوگا جبکہ مہندی کی رسم کو مار بچوں بھی کہتے ہیں اس دن کے لئے خاص طور پر مکھن تیار کیا جاتا ہے۔''

''یہاں کی بارات کیسے جاتی ہے گھوڑے، گاڑی یا پیدل؟'' وشمہ نے پوچھا۔

''گھوڑوں پر بھی، گاڑیوں پر بھی اور بارات دلہن کے گھر نہیں جاتی بلکہ اردگرد کی بستیوں میں سیر کر کے شام کو گھر آ جاتی ہے۔''

''ہائیں تو پھر دلہن کیسے پہنچتی ہے۔'' سب حیرت زدہ ہو کر چلائے۔

''دلہن کے پچاس ساٹھ عزیز و اقارب گھر والے اسے گھوڑے پر بٹھا کے لاتے ہیں یا دلہن کا ماموں اسے اپنی پیٹھ پر سوار کر کے لے جاتا ہے۔''

''آہ، بیچارا ماموں۔'' وصی دکھی ہوا۔

''جی بیچارے ماموں برسوں سے یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔'' شادی پہ گفتگو کرتے ہوئے وہ لوگ ایسے علاقہ میں آ پہنچے تھے یہاں غروب آفتاب سے پہلے کا منظر دیکھنے والوں پر حقیقتاً ایک سحر طاری کر رہا تھا، پہاڑوں کی برف پوش چوٹیاں سونے کا ڈھیر معلوم ہوتی تھیں، آسمان پر اڑنے والے بادل مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی روئی کی طرح اور پانیوں میں ماحول کا رنگین عکس ناقابل بیان مناظر کی تخلیق کر رہا تھا، خودرو، لامحدود رنگوں کے پھول زمین پر قالین کی طرح بچھے حسین ترین لگ رہے تھے، یہاں وہ اس وقت کھڑے تھے یہ سات ہزار آٹھ سو اکیس میٹر (25660 فٹ) بلند دنیا کی چوبیسویں اور پاکستان کی دسویں بلند ترین چھوٹی مشہ بروم k-i کے سائے میں واقع وہ گاؤں تھا جہاں دنیا بھر کے کوہ نورد اور ایڈونچر کے متلاشی ایک ناقابل بیان کیفیت کا شکار ہو جایا کرتے ہیں، یہیں اپنی نوعیت کا سب سے بلند اور خطرناک پہاڑی سلسلہ قراقرم ہے جو کوہ نوردوں کے رگ و پے میں سنسنی کی علامت سمجھا جاتا ہے، ہو شے پاکستان کا وہ حسین ترین خطہ جس کی سحر انگیز صنائیوں اور خاصیت و خوبصورتی کی وجہ سے کسی بھی ملک کے باشندے بار بار آنے کی خواہش کرتے ہیں، یہاں علاقوں کے پرپیچ راستوں، اترتی چڑھتی پگڈنڈیوں اور آسمان کو چھوتے دروں کی وجہ سے نادر فطرت عجائب و رنگ انسان کو متحیر کر دیتے ہیں۔

☆☆☆

حیدر صاحب کے چہرے پر واضح پریشانی جھلک رہی تھی نزہت بیگم کا بھی برا حال تھا رو کر وہ گھر

جہاں ان کی اکلوتی بیٹی صبا کے دم سے زندگی ڈورا کرتی تھی، اس گھر کے مکین آنسوؤں سے تر چہرے لئے بیٹھے تھے، لاہور میں جتنے ہسپتال تھے سب سے صبا کا پتا کیا جا رہا تھا، عدیل اور راحیل اپنے کرنز کے ساتھ ان کے یونیورسٹی ٹرپ پہ تھے، انہیں کچھ علم نہ تھا پیچھے گھر میں کیا سانحہ بیت رہا ہے، نزہت مسلسل روئے جاتی تھیں۔

''منجھی بیٹی مامی کو کچھ کھلاؤ۔'' ان کی نند نے اپنی بیٹی کو پکارا۔

''مامی پلیز آپ فکر مت کریں ہم ہر ہاسپٹل سے پتا کر رہے ہیں اور ہر جگہ ہدایات جاری کر دی ہیں صبا کا جلد پتا چل جائے گا۔'' ان کا بھتیجا بولا تھا۔

''ماموں پلیز آپ بھی کھانا کھائیں اور ممانی کو بھی کھلائیں اگر آپ لوگ حوصلہ ہار دیں گے تو باقی لوگ کیسے خود کو سنبھالیں گے اور ضروری نہیں کہ صبا کی حالت سیریس ہی ہو یہ حادثہ معمولی بھی ہو سکتا ہے آپ اطمینان رکھیں وہ جلد ہمارے درمیان ہوگی۔'' اب وہ بہت مضبوط لہجہ میں انہیں حوصلہ دے رہا تھا۔

اور عین اس وقت جب اپنے سامنے رکھے کھانے کو وحشت زدہ انداز میں دیکھتے ہوئے نزہت کا چہرہ مزید سوگوار ہوا تھا گھریلو P-T-C-L سیٹ کی بیل بجی، انہیں ہاسپٹل کا نام اور لوکیشن بتائی گئی یہاں صبا ایڈمٹ تھی ایمرجنسی میں کندھے کولہوں بازوؤں اور دائیں ٹانگ پر شدید چوٹوں کے باعث اس کا بہت خون بہہ چکا تھا، اسے مصنوعی سانس کے ساتھ بلڈ ڈونیٹ کیا جا رہا تھا ڈاکٹروں کی پوری ٹیم صبا کو زندگی کی طرف لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

خون کی مزید ضرورت تھی صبا کا خون او نیگیٹو تھا، پہلے وہاج حسن خون دے رہا تھا، اب جمال صاحب دے رہے تھے، ڈاکٹر نزہت بھی ڈاکٹرز کے ساتھ اپنی بیٹی پر جھکی اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتیں بروئے کار لا رہی تھیں، جبکہ وہاج حسن لب بھینچے متفکر نگاہوں کے ساتھ آئی سی یو میں شیشے کے پار لیٹے وجود کو دیکھ رہا تھا، جس کی تقدیر میں پتا نہیں کیا لکھا تھا۔

''سر پلیز، حوصلہ کریں She will be fine dont worry۔'' وہ حیدر صاحب کو دلاسہ دیتے رہا تھا۔

''وہاج ڈاکٹرز کے مطابق اس کی ٹانگ اوپر جوڑ کے پاس سے ٹوٹی ہے اور سر پہ آنے والی چوٹ بھی گہری ہے، وہ ایک ہی بیٹی ہے میری اور دو دن بعد اس کی شادی تھی اب اگر وہ معذور ہو گئی تو......؟''

خدشات، خوف ڈر سے بوجھل لہجہ اور خاموشی سے چھلکتی آنکھوں سے کنارے وہاج کو عجیب احساس جرم نے آن گھیرا بہت ساری دعائیں اپنے دل میں خاموشی سے اس لڑکی کے مانگی تھیں جس کی جاں اس گھڑی سخت مشکل میں گھری تھی، وہ تو دل کی انگلی تھامے محبت کی منانے اپنی رو میں تیز تر جا رہا تھا، اسے کیا معلوم تھا اس کی تیز رفتاری ایسے خطرناک حادثے کا باعث بن جائے گی۔

''اسے کچھ نہیں ہوگا جس کے لئے اتنے لوگ تشویش میں ہوں، اتنی دعائیں مانگی جا رہی ہوں، اسے کچھ کیسے ہو سکتا ہے، Turst in God, belive it, she will be servive۔''

''She will be fine۔'' وہاج حسن مدھم لہجہ میں بولا ان سے زیادہ اپنے آپ کو تسلی دے

رہا تھا۔

''مبارک ہو، آپ کی بیٹی کی جان بچ گئی، Every thing is fine and under controlld۔'' آئی سی یو سے باہر آتے ڈاکٹر نے انہیں نوید سنائی تو دہاج حسن نے تشکر آمیز انداز میں گہرا سانس لیتے ہوئے اپنے دل سے کوئی بوجھ سرکتا محسوس کیا تھا، وہ اپنے آپ کو کتنی اذیت میں محسوس کر رہا تھا، یہ وہی جانتا تھا۔

''ڈاکٹر کوئی پریشانی کی بات تو نہیں۔'' حیدر صاحب غیر مطمئن سے بولے۔

''فی الحال تو صرف آپ اپنے رب کا شکر ادا کریں کہ زیادہ بلیڈنگ اور سیریس چوٹوں کے باوجود وہ زندگی کی طرف لوٹ آئی، باقی تسلی بعد میں کر لیجئے گا۔'' ڈاکٹر ملائمت سے بولا تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیے۔

''ہوش میں آنے کے کئی گھنٹے بعد تک بھی کسی کو صبا سے ملنے نہیں دیا گیا تھا، اسے ابھی تک بلڈ لگ رہا تھا، پھپھو کی ساری فیملی اور دیگر عزیز و اقارب پتا کرنے آتے رہے اور جب ڈاکٹرز نے بتایا کہ صبا کی دائیں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے اور وہ اب کم از کم چھ ماہ اسے ہلانے، کام میں لانے کی پوزیشن میں ہیں ہوگی چھ ماہ کے بعد ٹانگ میں آپریشن کے ذریعے لوہے کا راڈ ڈالا جائے گا جس کے کچھ عرصہ بعد وہ چل پھر سکے گی، سال بھر بعد آپریشن کے ذریعے ہی یہ راڈ نکالا جائے گا اور پھر ہڈی جڑے گی۔''

یہ ایک لمبا اور تکلیف دہ پراسس تھا ڈاکٹر ہونے کے ناطے نزہت بیٹی کی کیفیت و کنڈیشن سے بخوبی واقف تھی اور ماں ہونے کے ناطے وہ خود کو اس وقت کس تکلیف و پریشانی میں پاتی تھیں یہ خدشات، وہم وسوسے کیا تھے حیدر صاحب بھی واقف تھے، مگر کیا کر سکتے تھے سوائے ضبط کرنے اور برداشت سے کام لینے کے ہفتہ بعد صبا کو ابھی ہاسپٹل رہنا تھا، ان کی بہن مع فیملی کے واپس جا چکی تھیں ایک بیمار اور معذور لڑکی کا بوجھ اٹھانے سے بہت سہولت سے معذرت کر کے بہت چھپانے کے باوجود صبا کو سب پتا چل چکا تھا، اس کی آنکھوں میں دھواں سا بھرا تھا اور اندر کچھ ٹوٹا تھا، اس کا نسوانی غرور، تمکنت اور سلیف رسپیکٹ، نمکین پانی پلکوں کے کنارے توڑ کر باہر نکلا اور تکیہ بھیگتا چلا گیا۔

دہاج حسن کے لئے یہ لمحات کتنے اذیتناک تھے صرف وہی سمجھ سکتا تھا ایک زندگی سے، خوبصورتی سے بھرپور لڑکی جو خوابوں، رنگوں، خواہشوں کے جگنو لئے اپنی نئی زندگی کا آغاز کرنے جا رہی تھی صرف اس کی وجہ سے ہر خوشی و احساس سے دور ہوگئی کیا وہ اس لڑکی کے نقصان کا ازالہ کسی صورت کر سکتا تھا، دہاج حسن نے شدت کرب سے آنکھیں موندتے ہوئے خود کو بے بسی اور دکھ کی انتہا پہ محسوس کیا۔

نزہت اس کے لئے سوپ لائی تھیں، صبا نے ان کی طرف دیکھا تھا نہ ان کے قریب آنے کا نوٹس لیا تھا، وہ مکمل طور پر اجنبی دکھائی دیتی تھی، گریزاں، خاموش اس بوجھل اور کثافت بھرے ماحول میں سرسری، بے خبر یا بے دھیان سی بات بھی نہ کرتی، ایک لڑکی کے خواب ٹوٹ جائیں تو اس کے دل اور آنکھوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور نزہت اسی تکلیف سے بچانے کو سب چھپا رہی تھیں مگر وہ جان گئی کیسے، کس نے بتایا لیکن اسے سب پتا تھا اور اب بالکل چپ ہوگئی تھی کوئی کتنا بلاتا کچھ نہ کہتی اور کہنے کو رہ بھی کیا گیا تھا۔

عدیل اور راحیل کو حادثے کا اب تک نہیں بتایا گیا تھا صرف یہ کہا گیا تھا کہ شادی ہفتہ آگے بڑھ چکی ہے تم مزید دو دن ٹھہر کے آسکتے ہو، مگر اب جبکہ صبا کے ساتھ سب بیت چکا تھا اور وہ عجب بے بسی، بے یقینی اور بے اعتباری کے تاثرات میں گھری زندگی کو پا چکنے کے باوجود اسے جی نہیں رہی تھی تو بھائیوں کو سب بتانا تھا بہت حوصلہ کر کے یہ خبر ان دونوں تک پہنچا دی گئی۔

صبا کے ساتھ ہونے والا حادثہ بعد کے واقعات اور صبا کی موجودہ کیفیت دہاج حسن خود کو سارے خرابے کا ذمہ دار سمجھتے ہوئے پریشانی اور ذہنی تناؤ کا شکار تھا، اس کی ٹینشن اتنی بڑھ چکی تھی کہ اریبہ اشفاق سے تمام دھیان ہٹ چکا تھا، اس کی سوچ کا ہر سرا اس گم صم لڑکی سے جاملتا تھا جو زندگی کی خوشیاں صرف اس کی وجہ سے ہار چکی تھی۔

''میرے کون سے اس سے خون کے رشتے ہیں اور یہ سب ایسے ہونا تھا، میرا سوچنا بے کار ہے، اس کی قسمت میں یہی حادثہ لکھا تھا وجہ سب کوئی ٹھہرتا ہوتا تو یہی سب تھا تو سوچ کر خود کو اذیت دینے سے فائدہ؟''

اپنے جرم کو خود تک محدود رکھے وہ دلائل پیش کرتا اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کرتا تو آنکھوں سے بھرپور آنسو لئے بہت کچھ کھو جانے کا احساس زیاں پائے معصوم صورت اس کی نیند اڑا دیتی۔

(جاری ہے)

فوزیہ غزل

تیسویں قسط کا خلاصہ

شہریار کے رویہ والفاظ سے ہرٹ ہو چکنے کے باوجود سعیہ اپنے رشتے کو داؤ پر نہیں لگانا چاہتی، ایک ایڈ کی شوٹنگ کے سلسلہ میں شہریار یونٹ کے ساتھ سعیہ کو بھی دوبئ لے آتا تو لوکیشن پہ ماڈل اور شہریار کی بے تکلفی سے ڈپریسڈ اچانک طوفانی موسم میں چلتی وہ گہری کھائی میں جا گرتی ہے۔

حجاب اور اسلام میں عورت کی مظلومیت، ماریا فاطمہ سے بحث کرتی ہے اور پردہ کا اصل فلسفہ و مقصد جان کر قائل ہو جاتی ہے بہت حد تک اسلامی نقطہ نظر سے وہاج اپنے گزشتہ رویے پہ اریبہ سے معافی مانگنے نکلتا ہے مگر تیز ڈرائیونگ کے باعث اس کی گاڑی سے ایک لڑکی کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔

حادثے کا شکار ہونے والی لڑکی صبا ہے جس کے سسرالی معذور لڑکی کا رشتہ لینے سے انکار کر کے واپس چلے جاتے ہیں، وہاج صبا کے اس نقصان کا ذمہ دار خود کو سمجھتے ہوئے شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

اکتیسویں قسط

یاد ہے ہم تجھے دل مانتے تھے
اپنے سینے میں مچلتا ہوا ضدی بچہ
تیرے ہر ناز کو انگلی سے پکڑ کر اکثر
نت نئے خوابوں کے بازار میں لے آتے تھے
کبھی روتے ہوئے ہنس پڑتا
اور کبھی ہنستے ہوئے رو پڑتا
پہلی پہلی محبت کا نشہ اور خمار
دیر تلک رکھتا تھا مدہوش ہمیں
ہم تجھے بھگوان سمجھتے تھے مگر
کفر سے ڈر جاتے تھے
تیرے چھن جانے کا ڈر ٹھیک سے
رکھتا تھا مسلمان ہمیں
تیرے بھولے ہوئے رستوں پر
لئے پھرتا ہے ایمان ہمیں
اور مجھے یاد ہے
ہم تجھے ایمان کہا کرتے تھے

کبھی کبھی انسان کا دل چاہتا ہے اسے دور کی تو کیا قریب کی بھی کوئی چیز دکھائی نہ دے، نہ دیکھنے میں جو سکون ہے بعض وقعہ دیکھنے میں اس سے بڑا دکھ چھپا ہوتا ہے، جویریہ بہت دیر تک یونہی ساکت کھڑی رہی تھی چہرہ یوں تپ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے منہ پر تمانچہ دے مارا ہو وہ ''لمحہ تضحیک'' جھیلنا آسان نہ تھا، کوئی معذرت، وضاحت نہ تھی، شرمندگی اور خجالت تھی تو اسے بے بسی اور مجبوری کی انتہا نے خاموشی میں لپیٹ دیا تھا، جویریہ مڑنے لگی تھی۔

''اس کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی تو نہ تھا کہاں سے لاتے اتنے روپے ہم؟'' اریبہ نے بہت دیر بعد بھرائی آواز میں کہا تو وہ رک گئی مگر پلٹ کر اس کی سمت دیکھ نہیں سکی یقیناً ان لمحوں میں وہ بہت دلگرفتہ تھی، اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا، مگر بے بسی سی بے بسی تھی کہ احتجاج لعن طعن یا برا بھلا کہنے کا حوصلہ نہ تھا، اب وہ قسمت کو کیا کوستی جس کے ساتھ ان کی دوستی بہت عرصہ ہوا ٹوٹ چکی تھی، وہ اریبہ کی طرف دیکھے بغیر بھی بتا سکتی تھی کہ وہ بری طرح رو رہی ہے، اس نے محبت کی تھی ایسے شخص سے جو اسے ضرورت کی طرح استعمال کرتا رہا اور جب محسوس کیا کہ وہ ضرورت سے کم استعداد، حوصلہ اور کمزوری دکھانے لگی ہے تو اسے استعمال شدہ ٹشو پیپر کی طرح اپنی زندگی سے دور پھینک دیا، اس کا مان، غرور چھین کے اس کے نسوانی پندار کو زخمی کر کے اسے اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا اور زندگی میں پہلی دفعہ اس کے بے حد دکھے دل سے بددعا نکلی تھی۔

''خدا کرے وہاج حسن تم زندگی میں کبھی سکھ نہ پاؤ، جس طرح خوشیوں کو چھین کر آنسوؤں، آہوں، سسکیوں کو ہمارا مقدر بنا دیا میری معصوم بہن کو رسوائی کی صلیب پہ چڑھا دیا خدا کرے اس کا صبر و ضبط

تمہیں لے ڈوبے تم ہمیشہ بے سکون رہو، خوشی کو ترسو، رسوائی، ذلت کا عذاب سہو جیسے ہم سہہ رہے ہیں۔''

''آپی ڈاکٹر کو بلائیں امی کا تنفس بگڑ رہا ہے۔'' ربیعہ بھاگتی ہوئی آئی اور ساکت کھڑی اریبہ کو جھنجھوڑا اور وہ دونوں جیسے ایکدم سے موجودہ صورت حال میں لوٹ آئی تھیں۔

ڈاکٹرز اور نرس اس کی ماں کو طبی ٹریٹمنٹ دے رہے تھے، اریبہ نے سارے روپے ڈاکٹر کے سامنے ڈھیر کر دیے تھے۔

''ڈاکٹر صاحب جتنا روپیہ لگے، لگائیں مگر میری ماں کو ٹھیک ہونا چاہیے۔''

''اللہ سے ضد کوئی نہیں لگا سکتا ہم بشر صرف کوشش کرتے ہیں ہر ممکن حد اور وسائل تک شفا دینا صرف اللہ کا کام ہے۔'' معمر اور ہمدرد صورت ڈاکٹر نے رسان سے کہا۔

ان کی ماں کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا تھا، وہ بڑے اضطرابی انداز میں ہاسپٹل کے طویل کوریڈور میں ٹہل رہی تھی جویریہ اور ربیعہ دیوار کے ساتھ آرام دہ نشستوں پہ بیٹھی دعائیں مانگ رہی تھیں، بہت سے لوگ تھے کسی نہ کسی عزیز پیارے کے ہمراہ آئے بیٹھے پریشانی، فکر مندی سے بھرے چہرے لئے مگر اریبہ اس کی آنکھوں، چہرے پر کرب اور اذیت تھی جیسے وہ خود زیست و موت کی کشمکش میں مبتلا ہو، ہیڈ نرس نے اس خوبصورت اداس لڑکی کو پکارا۔

''بیٹا خود کو سنبھالو اور دعا کرو۔''

''میری امی کیسی ہیں؟'' وہ بے طرح تڑپ کر بولی۔

''ٹریٹمنٹ دے رہے ہیں تاہم کچھ کہا نہیں جا سکتا، تم دعا کرو۔''

''دعا میری دعائیں تو عرصہ ہوا قبولیت تک جانے والا رستہ بھول چکی ہیں اور مجھے وہ ہنر آتا نہیں جو دعا میں اثر لے آئے۔'' وہ گم سی بولی۔

''بیٹی دعا کو راستہ کبھی نہیں بھولتا یہ صرف ہم انسانوں کے گناہ ہیں جو در قبولیت کھلوا نہیں پاتے۔''

''اور میرے گناہ تو بخشنے کے قابل بھی نہیں میں کس بھروسے پہ مانگوں۔'' اس نے اذیت ناک سوچ میں ڈوبتے ہوئے ایمرجنسی کے وارڈ روم کی طرف دیکھا یہاں تقدیر جانے کیا رقم کرنے والی تھی، اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی آخری بار رابطہ کیا اپنی دیار غیر میں مقیم بہنیں، پھپھو زاہدہ، خالہ رشیدہ سب کو امی کی انتہائی ناگفتہ بہ حالت کا بتایا کوئی آتا یا نہ آتا اس نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔

کچھ اندازہ نہیں تھا ہاسپٹل کے طویل کاریڈور میں انتہائی درد و اذیت سہتے کتنا وقت، کتنے گھنٹے گزرے وقت کا احساس بے معنی ہو کر رہ گیا تھا بس اتنا دیکھا کہ اسٹریچر پر لیٹا بے حس و حرکت وجود ایمرجنسی سے باہر لایا جا رہا تھا، اریبہ کی سانسیں جیسے رکنے لگیں۔

''آئم سوری بیٹی ہم نے بہت کوشش کی مگر اللہ کی مرضی یہی تھی۔'' معمر اور ہمدرد صورت ڈاکٹر ذرا سا رکا اور آگے بڑھ گیا۔

اپنی زندگی، محبت، عزت کو داؤ پر لگا کر ماں کی زندگی خریدنے نکلنے والی لڑکی اپنے سامنے لیٹے مردہ وجود کو دیکھتی صرف یہ سوچ رہی تھی کہ اگر سب لٹا کر یہ ہونا تھا تو تقدیر نے اسے رسوائی کا بار اٹھانے پر کیوں مجبور کیا، کاش وہ بیتے وقت کو موڑنے کی اہلیت رکھتی تو یہ وقت اپنی زندگی سے نکال پھینکتی، ایک غلطی

پوری زندگی میں ایک گناہ، ضمیر کی چبھن پچھتاوے کے ناگ اور ماں کی موت وہ ہولے ہولے کانپنے لگی، آنکھیں اندھیروں میں ڈوبتی جارہی تھیں، ایک طویل اور نا ختم ہونے والی سزا میں گھرتی وہ نیچے گرتی گئی۔

زندگی کا پہیہ کسی کے جانے سے رکتا نہیں صرف جانے والا جاتا ہے دنیا کے کام اور وقت اسی رفتار سے چلتے ہیں اور نڈھال، شکستہ ذہن ہونے کے باوجود انسانوں کو وقت کا ساتھ دینا پڑتا ہے، کہ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا بے شک اس کی روح زخموں سے چور تھی، دل پر زخموں کے پہاڑ تھے، وجود قبرستان لوگوں کی دنیا۔ سب بدل چکا تھا رشتے دار دنیا دکھاوے کے لئے پہلے تین دن آتے رہے، بھنوں نے فون پر افسوس کرلیا وہاج صرف جنازے میں شامل ہوسکا، خالہ لوگ بھی دو دن چند گھنٹوں کے لئے آئے پھر بس، پھپھو نے مکان کی ملکیت میں اپنا حصہ لینے کے لئے دعویٰ کر ڈالا تھا، دکھ افسوس کوئی احساس نہ تھا انہیں اتنا برا یہ اور اس قدر جلد انہوں نے کبھی نہیں سوچا تھا، زندگی کے کسی موڑ پر رشتے اتنی ڈراؤنی اور بھیانک صورت بھی بنا لیتے ہیں، اس حقیقت کی اذیت کو وہ ساکت سی دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

ایک نسوانی چیخ تھی جو بارش کی ٹپاٹپ اور آندھی کے شور میں شہر یار کو سنائی دی۔

''سعیہ۔'' اس کا وجدان بری طرح سے چلایا، وہ بری طرح چونکا مڑا مگر تیز بارش کی بوچھاڑ اور ہوا کے جھکڑوں کے باعث آنکھیں پوری نہ کھل رہی تھیں، اپنے وجود کا سیدھا کھڑا ہونا ناممکن دکھائی دے رہا تھا اسے سعیہ کیوں نظر نہ آپائی۔

''کہیں ٹھوکر کھا کے گر تو نہیں پڑی، یہاں تو چہار اطراف کھائیاں بھی ہیں، یا اللہ خیر رکھنا اس پاگل لڑکی کو کچھ نہ ہو۔''

دل کی تمام تر شدتوں سے دعا کرتا وہ ہاتھ میں تھامے سفری بیگ سے ٹارچ نکالنے لگا اور اس کی روشنی اپنے سامنے اردگرد ڈالنے لگا۔

''ابھی کچھ دیر پہلے میں نے اسے بری طرح ڈانٹا تھا، ڈپریسڈ تو ویسے ہر وقت رہتی ہے جانے کس کیفیت میں بے دھیانی سے چلی ہوگی۔'' خود کو کوستا وہ بغور اردگرد دیکھ رہا تھا۔

''سعیہ۔'' اس کے لب با آواز بلند پکارا مگر جواب ندارد، پریشانی کچھ سوا ہوئی۔

''اگر اسے کچھ ہوگیا تو......'' شہر یار کو جیسے کچھ ہوا وہ اس وقت سعیہ سے محسوس ہونے والی ضد، غصہ سب بھولے صرف اسے زندہ سلامت دیکھنے کا خواہش مند تھا۔

''میں خوش رہنا چاہتی ہوں بے شک آپ میرے بن کے نہ رہیں مگر زندگی لحہ لحہ مجھ پر یوں تنگ تو نہ کریں۔''

بے بسی و شکستگی کا اظہار کرتا بھرایا لہجہ شہر یار کے اعصاب جھنجھوڑ گیا جانے کیا چیز تھی کہ اس کے ساتھ کو خواب، رشتے کا سمجھنے کے باوجود وہ اس لڑکی سے نفرت نہیں کر پا رہا تھا، لاکھ کوشش کرتا کہ اپنی بے ریا اور سچی محبت کو پامال کر کے اک ''کھوٹ زدہ دل'' اور دھوکہ آمیز ذہن لے کر اپنی زندگی خراب کرنے والی اس لڑکی سے بدلہ لے، مگر دل میں امڈتی محبت، توجہ نرمی جو اس نازک و کول سراپا سے وابستہ تھی اسے غلط کرنے نہ دیتی، اس وقت بھی وہ ہر چیز و غصہ بھلائے صرف اس کی خیر خواہی کا طلبگار تھا اور خود سے الجھتا روشنی درختوں، سڑک کھائیوں میں ڈالتا بڑھ رہا تھا جب اسے ایک ہیولا سا دکھائی دیا۔

''سعیہ۔'' وہ ایک بار پھر پوری قوت سے پکارا تھا اور نیچے گہری کھائی میں جاتی ایک درخت کے تنے سے اٹکی وہ اپنے منجمد احساسات کو خوف، دہشت، اعصابی دباؤ کے باعث خود کو مفلوج محسوس کر رہی تھی اس نے بے ساختہ پکارا تھا۔

''شہری۔''

شہر یار نے آواز کی سمت کا اندازہ لگاتے ہوئے ٹارچ کی روشنی اسی سمت پھینکی، وہ دوہری ہوئی شاخ کی مانند قدرے نیچے نشیبی کھائی کے اردگرد لگے درختوں، جھاڑ جھنکاڑ میں اٹکی یقیناً تکلیف کے عالم میں تھی اس کا اورنج کلر کا دوپٹہ کانٹوں میں الجھا لہرا رہا تھا شہر یار کے تمام حواس ایکدم سے الرٹ ہوئے تھے وہ کچھ تیزی سے قدرے محتاط انداز میں نیچے کی طرف قدم بڑھانے لگا یہ بھی شکر تھا کہ سہارے کے لئے اردگرد جھاڑیاں پتھر تھے ورنہ سعیہ جیسی چھٹانک بھر لڑکی کا سرمہ بن جاتا گر کے، تھوڑی دیر بعد وہ اس تک پہنچ چکا تھا۔

''سعیہ۔'' اس کے جھکے چہرے کو ذرا سا اوپر کرتے تھے، وہ پکارا۔

''سعیہ تم ٹھیک تو ہونا۔'' شہر یار اسے چھوتے ہوئے بے یقینی سے کہا۔

''شہری پلیز، مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے، مجھے چھڑائیں ادھر سے۔'' سرتاپا بھیگی تیز بارش اور ہواؤں کے شور سے خوفزدہ وہ کپکپا رہی تھی، اس کے ملنے کی خوشی اور حالت کا ابتری دونوں کیفیات ایک ساتھ وارد ہوئی تھیں شہر یار نے کانٹے دار جھاڑی میں الجھے اس کے دوپٹے اور کپڑوں کو آہستگی سے چھڑایا پھر بھی چر چر کی آواز کے ساتھ کئی جگہ سے وہ پھٹ گئے، سعیہ کے بازوؤں، پیٹ، ٹانگوں کے ساتھ چہرے پر بھی خراشوں اور کھرنڈ کے نشان پڑ چکے تھے مگر ان سب سے زیادہ تشکر آمیز بات یہی تھی کہ وہ دونوں کسی بڑے نقصان سے بچ چکے تھے اور ٹھیک ٹھاک تھے اسے اونچے راستے پر لاتے ہوئے قدرے ہموار زمین پہ کھڑا کر کے شہر یار نے لحہ بھر بجلی کی چمک سرد ہواؤں کے شور اور بارش کی تیزی کے ساتھ اس کے بدن کو لرزتے پایا تو اپنی جیکٹ اتار کر اس کے شانوں پر ڈالی پھر اپنے دائیں بازو کو اس کے شانوں پر دراز کرتے ہوئے اسے سہارا دے کر قدم ہوٹل کی جانب بڑھانے لگا وہ ہوٹل کے قریب ہی شوٹنگ کر رہے تھے سو فاصلہ اتنا نہیں تھا مگر سعیہ کی وجہ سے وہ کچھ دیر میں پہنچا جب وہ کمرے میں جانے لگے تو ان کا پورا یونٹ ہوٹل لابی میں پریشان ملا، وہ سب ان کے نہ پہنچنے پر تعجب و پریشانی میں گھرے جھنکر تے، شہر یار نے مختصراً انہیں وجہ بتائی اور سعیہ کو لئے اپنے روم میں پہنچا۔

''تم بہت بھیگی ہوئی ہو میرا خیال ہے پہلے چینج کرلو۔'' نرم نگاہ اور قدرے سنجیدہ لہجہ، سعیہ کا دل بھر آیا کیا تھا جو اپنی انا کو بالائے طاق رکھ کر وہ اسے حوصلہ دینے کی سعی کرتا وہ بہت بوجھل دل کے ساتھ کپڑے لے کر واش روم میں گئی جاتے سمے شہر یار کا بھی ٹراؤزر شرٹ نکال کر اس کے قریب رکھا اور آہستگی سے بولی۔

''آپ بھی چینج کرلیں، زیادہ دیر بھیگے کپڑوں میں رہنے تو ٹھنڈ لگ جائے گی۔''

''رہنے دو یہ دکھاوا اگر تمہیں میری اتنی فکر ہوتی تو یوں منہ اٹھا کر سب کے بیچ سے چل نہ پڑتیں۔'' ترش لہجہ جس نے سعیہ کے وجود میں اذیت سی بھر دی، کیا وہ اسے بتا سکتی تھی کہ وہ کن جذبات کے تحت اٹھ کر چل پڑی تھی۔

''اگر مجھے یہ فکر نہ ہوتی کہ یوں اچانک تمہارے غائب ہو جانے پر میرے یونٹ کے لوگ کیا باتیں کریں گے تو ہرگز بھی تمہارے پیچھے نہ آتا۔'' وہ بھنایا ہوا بولا۔

ایک بار پہلے بھی تو وہ اسی ایڈونچر کے ہاتھوں خوار ہوا تھا اور گزرتے لمحات بے پہلے والا واقعہ یاد دلا کر اسے کچھ اور بھی تلخ کر دیا، سعدیہ تحیر بے یقینی اور شدید دکھ کے ملے جلے تاثرات لئے اسے دیکھ رہی تھی، ابھی چند منٹ پہلے کیسا مہربان بنا تھا یہ شخص کہ اسے اپنے تمام خود ساختہ خول ٹوٹتے محسوس ہوئے تھے، وہ کتنا شانت ہوئی تھی یہ سوچ کر کہ اس کی زندگی اور وجود کو اہم گردانتا شہریار اسے تلاشتا آپہنچا تھا، مگر اس پروا کے پیچھے ایسی سلگتی کیفیت چھپی ہے، یہ حقیقت تسلیم کرتے ہوئے اسے ایک بار پھر شدید دکھ ہوا اور وہ پتا نہیں کب، کیسے اس بے مہر اور سنگدل شخص کی اتنی پروا کرنے لگی تھی کہ اس کا کسی کے ساتھ ہنسنا بولنا برا لگا دل کو، وہ اسے اپنے ایڈ کی ماڈل کے ساتھ فرینک دیکھ کر کیسے کلس کر رہ گئی تھی، اسے اپنی دوستوں کے کمنٹس یاد آئے۔

''تم بہت خوش قسمت ہو تمہیں ایسا شاندار شخص ملا۔''

''کیا تھا جو اتنے شاندار بندے کے دل میں اللہ تھوڑی سی محبت اور نرمی بھی ڈال دیتا۔''

وہ اپنی قسمت اپنے خدا سے ایک بار پھر شاکی ہونے لگی، اس کا دل چاہا تھا وہ یہیں بیٹھی اسی پل دھاڑیں مار مار کر رو دے، مگر خود پر قابو پاتی اس بے مہر شخص کے سامنے کمزور نہ پڑنے کا عہد کرتی شاور کے نیچے پانی کے ساتھ بے تحاشا آنسو بہاتی رہی۔

☆☆☆

مشکل ترمحل وقوع، بلندی اور انتہائی دشوار گزار راستہ شدید موسمی اثرات کے باعث انہیں ہوٹل تک پہنچنے کے لئے زبردست جدوجہد کرنا پڑی، مگر یہاں پہنچ کر ان کی ساری سفری کوفت دور ہو چکی تھی، پہاڑوں کے سبزہ زاروں اور وادیوں میں دنیا بھر سے آئے سیاح رنگ برنگے خیموں میلہ لگائے ہوئے تھے، بھیڑ بکریاں گائیں یاک کے علاوہ جنگلی جانور، برفانی چیتا، مارموٹ اور مختلف رنگوں کے خوبصورت پرندے عام تھے، جبکہ گائیڈ معلومات دے رہا تھا۔

''ہوشے پاکستان کا وہ خوبصورت ترین خطہ ہے جسے دیکھنے کے بعد کسی بھی ملک کے باشندے بار بار آنے کی خواہش کرتے ہیں، ہوشے کی اس سحر انگیز خاصیت کی وجہ صرف ''مشہ بردم'' پہاڑ جس کا مطلب برف پوش پہاڑ کا ہے، یہ پہاڑ دنیا کے چار نہایت مشہور ٹریکس کا نقطہ آغاز ہے جن میں مشہ بردم بیس کیمپ، تغمہ ویلی ٹریک، کے سکس بیس کیمپ، کے سیون بیس کیمپ اور گونڈو گورو پاس سے کنکورڈیا یعنی کے ٹو بیس کیمپ ٹریک شامل ہیں یہ وہ خوابناک نام ہیں جو دنیا بھر میں پہاڑوں کے شائقین کے لئے متبرک سمجھے جاتے ہیں۔''

''ویسے سیاحوں اور کوہ نوردوں کی اکثریت تحقیقات، مصوری اور تفریح کے لئے اس علاقے کا انتخاب کرتی ہے اور جولائی جیسے گرم مہینے میں بھی یہاں صبح و شام گرم کپڑوں کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا۔''

ان تمام باتوں سے قطع نظر ماریا پاکستان کے اس پسماندہ اور غریب ترین علاقے میں بنیادی سہولیات کی غیر دستیابی، تعلیم و ہنر سے بے بہرہ باشندے اور زمینی موسمی غیر موزوں زرعی حالات کے باوجود یہاں کے ''میزبانوں'' کو سراہتی رہی جو انتہائی مہمان نواز، شائستہ ملنسار اور خوش خلق تھے، مشرقی ہمالیہ

کے پہاڑوں میں واقع دنیا کا سب سے بڑا چائے کا باغ بھی دیکھا۔
یہ چائے باغ 1859ء میں بنا اور آج 1677 ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا ہے اس کے ساٹھ فیصد رقبہ پر چائے کے پودے اُگے ہیں تو باقی رقبہ حیوانات، نباتات اور کارکنوں کی رہائش کے لئے مخصوص ہے (Makaibari) ماکائی باری ایک منفرد تفریحی مقام بھی تھا سیاحوں کے لئے رہائش و سیر و تفریح کا معقول انتظام تھا، موسم نہایت خوشگوار جیسے تپتے صحرا سے ایکدم ائرکنڈیشنڈ کمرے میں آگئے ہوں انہوں نے بہ چشم خود دیکھا کہ رس دار اور تازہ سبز پتے کیونکر چائے کے سیاہ، سبز اور سفید گندل دانوں میں تبدیل ہوتے ہیں، ان سب نے چائے کی پتیاں توڑ کر ٹوکری میں ڈالنے اور چائے کا پودا لگانے کا شوق بھی پورا کیا بلکہ ان مناظر کی تصویر کشی بھی کی، کچھ ہم جو سیاح گائے، بھینس کا دودھ نکال رہے تھے، یہاں ہمالیائی پرندے چنکبرا، ابوقرن اور سلطان پھدکی بھی دیکھے، بغیر کھادوں کے اُگائی جانے والی سبزیاں بھی اور خوشبو سے مہکی چائے بھی لی۔

ٹورسٹ گائیڈ کے مطابق اسی باغ میں دنیا کی مہنگی ترین چائے مسکیٹل (Muscatel) بھی اگائی جاتی ہے اس کی ایک کلوگرام پتی عالمی مارکیٹ میں 55 تا 60 ہزار روپے میں فروخت ہوتی ہے۔

یہیں سے واپسی پر عدیل اور راحیل کا کالز اور ٹیکسٹ میسج موصول ہوئے جن میں صبا کے ساتھ گزرنے والے حادثہ کی اطلاع نے ان کے حواسوں پر بجلی سی گرا دی، وہ فوراً سے پیشتر واپسی کے لئے سفر یہ بعید ہو گئے، ان کی پریشانی کے سبب یہ قافلہ واپس اسلام آباد کوچ کے لئے تیار ہو گیا، وہ دونوں تو اپنے گروپ سے علیحدہ روانہ ہو گئے، سیدھے لاہور اور باقی لوگ اگلے دن گئے تاہم جاتے جاتے بھی وہ بالاکوٹ، شنوگران سے گزرے تو خوابوں، خیالوں اور طلسماتی دنیا کی سیر کراتی پاکستان کی خوبصورت ترین جھیل سیف الملوک بھی دیکھی، وہ رات بھر یہیں ٹھہرے، سطح سمندر سے دس ہزار پانچ سو اٹھہتر فٹ بلندی پر واقع اس جھیل کو دیکھ کر بے اختیار منہ سے سبحان اللہ نکلتا ہے، ماریا نے قریبی پہاڑی پر چڑھ کر جھیل کو دیکھا تو اردگرد بہنے والے ٹھنڈے اور شفاف پانی کے چشمے دلکش اور خوبصورت پھولوں، دریاؤں، جھیلوں، حسین قدرتی مناظر نے طلسم سا طاری کر دیا۔

''ایسا لگتا ہے خدا نے جنت زمین پر اتار دی۔'' وہ بے اختیار کہتی ان یادگار لمحات اور مناظر کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کرنے لگی جبکہ مقامی لوگ انہیں پہاڑوں پر چڑھنے کے اصول بتا رہے تھے کہ سیدھا اوپر نہیں بلکہ زگ زیگ چلیں اور چڑھائی چڑھتے ہوئے اگر اپنے ہاتھوں سے کولہوں کی ہڈیوں کو سہارا دیں اور لمبی سانسیں لیں تو نسبتاً آسانی ہوتی ہے اور اپنے ساتھ خشک خوبانی ضرور رکھیں کیونکہ آکسیجن کی کمی ہے جلد تھکن طاری ہو جاتی ہے جبکہ خشک خوبانی اس کا بہترین علاج ہے، لیکن ساتھی سٹوڈنٹس کے طوفان بدتمیزی میں یہاں وہاں سنتا کون؟ اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دھن میں وہ تھوڑی دور پہنچ کر ہانپنے لگے تھے، خدا خدا کر کے جھیل کے درشن ہوئے تو کھانا کھا کر تھوڑا استانے کے بعد سب چہل پہل اور فوٹو گرافی کرنے لگے، یہاں ایسے مقامی لوگ بھی تھے جو جھیل سے منسلک شہزادے اور پریوں کی رومانی داستانیں سنانے کے پیسے لے رہے تھے اور سب سے مشہور قصہ سیف نامی شہزادے حسین پری بدیع الجمال کی اس جھیل پہ ملاقات کا تھا جسے اکثر لوگ اور سیاح ذوق و شوق سے سن رہے تھے۔

اپنی آخری پڑاؤ پہ مڑتے ہوئے انہوں نے اسلام آباد سے 160 کلومیٹر فاصلہ پر واقع کھیوڑہ نمک کی کان بھی دیکھی جو لاہور سے 260 کلومیٹر دور ہے۔

نمک کی اس کان کو جنوبی ایشیا کی قدیم ترین اور دوسری بڑی کان کہا جاتا ہے جب سکندر اعظم 322 ق م میں اس علاقہ میں آیا تو اس کے گھوڑے یہاں کے پتھر چاٹتے ہوئے دیکھے گئے، ایک فوجی نے اسے چاٹا تو نمکین پایا، یوں یہ کان دریافت ہوئی، زیر زمین ایک سو دس مربع کلومیٹر رقبہ پہ پھیلی انیس منزلیں رکھنے والی اس کان میں کچھ عمارات بھی تھیں، ایک کینٹین یہاں کھانے پینے کی معیاری اشیاء دستیاب تھیں، نمک کی ایک مسجد جو بجلی کے قمقموں سے روشن تھی، ڈاکخانہ، کلینک اور نمک کے تالاب جس میں کوئی چیز نہیں ڈوبتی، اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے پانی کی بوتلیں اور ڈبے انہوں نے بھی پھینکے، زیر زمین سرنگ کو ایک مرکزی راہ پہ ریستوران کی شکل بھی دے دی گئی تھی۔

اسی علاقے میں انہوں نے کٹاس راج کے شاندار آثار بھی دیکھے جسے یونیسکو نے عالمی ورثہ کا درجہ بھی دے رکھا ہے، یہ ہندو دیوتا شیوا کا مندر ہے اس خطے کو دیکھتے ہوئے پتا چل رہا تھا کہ پاکستان متنوع ثقافتوں، تہذیبوں اور مذاہب کے ماننے والوں کا وطن ہے سکھوں، ہندوؤں، انگریزوں اور بدھوں کے اثرات نقوش، تعمیرات اور رسوم و رواج میں ان کی تہذیب کا عکس نمایاں نظر آ رہا تھا، کٹاس میں اس وقت سات مندر اور ایک بدھ اسٹوپا کے آثار موجود تھے، ماریا بہت دلچسپی غور اور شوق سے ٹورسٹ گائیڈ کے ہمراہ گھومتی اس نقطہ کے متعلق معلومات لے رہی تھی۔

اس کے تحقیقی و سیاحتی شوق کے پیش نظر گائیڈ تفصیلی بتا رہا تھا کہ کٹاس کا لفظ دراصل سنسکرت کے کٹا کشا سے ماخوذ ہے جس کا مطلب برستی ہوئی آنکھیں ہیں کہتے ہیں کہ مندر کے ساتھ موجود تالاب دراصل شیوا کے آنسو ہیں جو اس نے اپنی بیوی کی موت پر بہائے تھے، ان آنسوؤں سے دو تالاب وجود میں آ گئے کٹاس اور نینی تال، روایتی طور پر یہاں مہا شیوا راتری کا تہوار بھی منایا جاتا ہے جس کا مطلب ہے "شیوا کی رات" شیوا کو ہندو دھرم کے ماننے والے فنا کرنے اور دوبارہ پیدا کرنے والا دیوتا سمجھتے ہیں، ہندو عقیدے کے مطابق یہ تہوار تین وجود کی بنا پر منایا جاتا ہے، ایک سدا دیوتا جس کی کوئی شکل نہیں وہ آدھی رات کے وقت نمودار ہوا اور دوسرے اس نے پاروتی سے شادی کی تھی جو انسانی روح کے دیوتا سے ملنے کی علامت ہے، تیسرے شیوا دیوتا نے ایک مہلک زہر پی کر حلق میں روک لیا تھا، زہر کا ایک قطرہ بھی اگر اس کے پیٹ، جو کائنات کی علامت ہے، تک پہنچ جاتا تو دنیا ختم ہو جاتی اس لئے ہندو مہا شیوا راتری کی رات کو دنیا کو بچانے کے لئے شیوا دیوتا کا شکریہ ادا کرنے کے طور پر منایا جاتا ہے۔

یہ یاتری رات بھر جاگ کر شیوا کی پوجا کرتے بھوکے رہتے ہیں اور یہاں موجود تالاب میں نہاتے ہیں، ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وہ ایسے لگن سے کریں تو گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔

پاکستانی تہذیب و ثقافت کے ساتھ مسلمانوں کا طرز معاشرت، حسن سلوک اسلامی تعلیمات اور وحدانیت پر مداومت و استقامت دیکھ کر ماریا کا پختہ ارادہ تھا کہ لاہور جاتے ہی وہ سب سے پہلے قرآن کے عربی و انگلش ترجمہ پڑھنے کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے درس کا بھی پروگرام اٹینڈ کرے گی اور بذات خود دیکھے گی کہ اسلامی تعلیمات کا اصل کیا ہے، لوگ اسے کیسے لیتے، پہنچاتے اور ماننے کا اہتمام کرتے ہیں پھر توریت، انجیل اور زبور، بائبل سے قرآن کا موازنہ کرنا اس کا سب سے اہم کام تھا جسے

سچائی پر کھنے کا وہ آخری حربہ مانتی تھی اور یہ کام اب اسے جلد انجام دینا تھا، کیونکہ ان کا وقت تھوڑا تھا، یہاں stay کا۔

☆☆☆

ان کی گاڑی گھر کی طرف جانے والے راستوں پر رواں دواں تھی، گھر سے فاصلہ جتنا کم ہو رہا تھا ذہنی انتشار اتنا بڑھتا جا رہا تھا، سیل فون کان سے لگائے وہ مما پپا سے رابطے میں تھے اور جیسے ہی وہ گھر پہنچے تو خود پہ قابو پانے کی تمام کوششیں جیسے رائیگاں ہو گئیں، صبا ان کی پیاری اور لاڈلی بہن اپنے بیڈ روم کے وسط میں آرام دہ بیڈ پر کراؤن سے ٹیک لگائے ساکت بیٹھی تھی، خاموش بالکل جامد دونوں بھائیوں کے قدم بوجھل انداز میں آگے بڑھ رہے تھے، بیتتے لمحات کا اضطراب بے چینی جیسے مزید بڑھ گئی، صبا کے بالکل سامنے آ کر دونوں نے اسے دیکھا ایک نے سر پر اور دوسرے نے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا، صبا کے پتھر وجود میں بہت آہستگی سے حرکت ہوئی تھی، اپنی بند پلکیں کھولتے ہوئے اس نے دیکھا تھا۔

جان چھڑکنے، خیال رکھنے، ہر خوشی کا احساس کرنے والے بھائی سامنے تھے اس کی ویران آنکھوں میں گہری اذیت، تکلیف اور بے بسی کا شدید ترین احساس جاگا تھا، عجب اضطراری انداز میں اس نے دونوں کے ہاتھ تھامے اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی عدیل نے ضبط سے لب بھینچے سرخ آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا اور راحیل اس کی آنکھوں سے گرم گرم پانی نکلا تھا۔

کتنے بے بس تھے وہ اس وقت بہن کی یہ حالت دیکھنے کی سکت نہ تھی، کتنا درد اٹھتا محسوس ہوا تھا اس لمحے دل میں وہاج حسن جو صبا کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا جیسے دروازے کے بیچوں بیچ پتھر کا ہو گیا، لاؤنج میں متفکر پریشان بیٹھے عفنان علی خان، شائستہ بیگم، حیدر صاحب، نزہت بیگم اور ڈاکٹر اندر صبا اور اس کی دلگیر شکی بھائیوں کا اضطراب۔

"کیا اس سب کا ذمے دار میں ہوں؟" اس نے نگاہوں میں جے منظر کو لے کر خود سے سوال کیا۔

"اگر ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کی لاڈلی نازوں پلی بیٹی کی اس حالت کا ذمہ دار میں ہوں تو...... شاید ہی مجھے اگلا سانس بھی نہ لینے دیں۔"

اس نے ایک جھرجھری سی لی اور آنکھوں میں عجیب پچھتاوے کا احساس جاگا تھا ست نیم جاں قدموں سے چلتا وہ واپس پلٹا تھا اور لاؤنج میں آ کر بیٹھ گیا، صبا کی جان بچانے کے حوالہ سے وہ اس امیر کبیر فیملی میں معتبر اور اپنائیت والا مقام حاصل کر چکا تھا سب لوگ اسے خصوصی پروٹوکول دیتے تھے وہ گھر ہی کے فرد کی مانند بے دھڑک آ کر سب کے بیچ بیٹھ جاتا روزانہ شام کو اس کی ماں اور کوئی نہ کوئی بہن بھی صبا کا پتا لینے آتیں، حیدر صاحب اور نزہت بیگم ان سب کے رویے و خلوص کے مداح ہو چکے تھے، ایسا وقت کہ جب اپنے ان کی بیٹی کو اپاہج جان کر ٹھکرا کر چلتے بنے وہاج کی فیملی کا صبا کے ساتھ خصوصی نرم برتاؤ دلجوئی اور حوصلہ دینا وہ متاثر ہونے کے ساتھ بہت کچھ بدلتا محسوس کر رہی تھیں۔

عدیل اور راحیل خود ڈاکٹرز سے صبا کا کیس ڈسکس کر رہے تھے، اپنے ہاتھوں سے سوپ پلاتے، کھانا کھلاتے، چٹکلے سناتے مگر مسکراہٹ کی ہلکی سی رمق بھی اس کے چہرے پر نہ جاگتی، مروت برتتا انداز سنجیدہ آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی رہتی، وہ کمزور ہو رہی تھی بے حد ذہنی جسمانی اور روحانی طور پر اس کی سوچ کے سب زاویے منتشر تھے، دیکھنے بولنے کے سب انداز بیگانے تھے اور خود کو زندہ محسوس کر کے

جینے کی خواہش وجستجو رکھنے والی رمق ناپید تھی، جان چھڑکنے والے بھائیوں کے لئے بہن کو اس کیفیت میں دیکھنا قابل قبول نہ تھا اور اس کا مستقل یوں رہنا مسئلے کا حل بھی نہ تھا مگر وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کر پا رہے تھے۔

”مما وہ یوں کیوں ری ایکٹ کر رہی ہے، چپ گم صم بلائیں تو متوجہ نہیں ہوتی بات کریں تو گفتگو میں حصہ نہیں لیتی، سوال پوچھیں تو جواب نہیں دیتی۔“ نٹ کھٹ سا راحیل باقاعدہ روہانسا ہو پڑا۔

ڈاکٹر نزہت نے ہاتھ کی پشت سے بھیگی آنکھوں کو رگڑا تھا اور بولی تھیں۔

”وہ ایک لڑکی ہے راحیل اور لڑکی کے لئے اس کی سیلف ریسپکٹ کیا معنی رکھتی ہے، تم سمجھ نہیں سکتے، عین شادی سے دو دن پہلے یہ حادثہ اور اس کے بعد بدلتی صورتحال تمہاری پھپھو کا رویہ پھر اپنی مستقل معذوری کا احساس صبا کے لئے یقیناً یہ سب فیس کرنا آسان نہ تھا، اس کے لئے یہ بات کسی بھی طرح سے معمولی نہیں ہے کہ اس حادثے سے وہ اعتماد کھو بیٹھی ہے اس کے رشتے میں تناؤ پہلے جیسے نہیں رہے یہ حقیقت اس کی تمام حسیات اور کیفیات پر حاوی ہے۔“ ڈاکٹر نزہت کا لہجہ بیٹی کے غم میں ڈوبا ہوا تھا۔

”لیکن مما ہمیں اسے زندگی کی طرف لانے کی کوشش کرنی چاہیے، وہ اپنے ہی گھر میں اپنے خونی رشتوں کے بیچ یوں گھٹ گھٹ کر کب تک جیتی رہے گی، ہم کب تک اسے بستر پر پڑا دیکھتے رہیں گے، آخر کب تک؟“

”میں نے صرف پاکستان نہیں بیرون ملک سے آئی ڈاکٹرز کی ٹیم سے خود صبا کا کیس ڈسکس کیا ہے میں ایک ماں ہی نہیں ڈاکٹر بھی ہوں، تم کیا سمجھتے ہو کہ بیٹی کا مسئلہ ہے اور میں خاموش بیٹھی ہوں نہیں میری جان یہ میری لاڈلی کی زندگی کا مسئلہ ہے اور میں اس پہ ہر ممکن حد تک سعی کر رہی ہوں مگر حقیقت یہی ہے کہ صبا کے لئے حالات پہلے جیسے کرنے میں وقت درکار ہے، وہ جس کیفیت میں ہے یہ فزیکلی، مینٹلی، سائیکی ٹینشن کا ایک فیز ہے، اس میں زور زبردستی سے کچھ نہیں کیا جا سکتا، نہ اس فیز سے فوری طور پر نکالنا ممکن ہے اسے، وہ اپنی اس کیفیت سے خود باہر آئے گی جب وہ دیکھے گی کہ مجھے کوئی ناکارہ بے کار وجود سمجھ کر نظر انداز نہیں کرتا، سب مجھے اہمیت دیتے ہیں، مفید سمجھتے ہیں، اسے اپنی کوشش سے باہر آنا ہے اس کیفیت سے اسے زبردستی یا تیزی سے ہم نکالنے کی کوشش کریں گے تو بے کار اور فضول ہوگی۔“

”مما سعدیہ آپی کو اس وقت یہاں ہونا چاہیے تھا، وہ صبا سے بہت کلوز ہیں بہتر طور پر اس صورتحال کو ہینڈل کر سکیں شاید۔“ عدیل بولا۔

”سعدیہ کا یہاں ہونا واقعی صبا کے لئے مفید اور اہم ثابت ہو سکتا ہے مگر سعدیہ کو یہ سب بتایا نہیں گیا ہے کیونکہ وہ دوبئی میں ہے اور شہریار کے اس سے آپسی معاملات کچھ مس انڈرسٹینڈ ہیں شادی کے بعد وہ لوگ پہلی بار کہیں اکٹھے ٹریول پر نکلے ہیں، تو ہو سکتا ہے ان کے معاملات درست ہو جائیں، اسی جذبہ خیر سگالی سے میں نے خود شائستہ کو منع کیا تھا کہ سعدیہ یا شہریار کو کچھ نہ بتائے اکیلی آئے۔“

”اور سعدیہ آپی نے خود سے contact نہیں کیا۔“

”کیا ہے کئی دفعہ صبا کا موبائل آف رہتا ہے وہ گھریلو سیٹ پر بات کرتی ہے، اسے شادی کے لیٹ ہونے کا بتایا گیا ہے اصل صورتحال کا کچھ نہیں پتا اسے۔“

”تو پھر مما کیا کریں ایسے، زندگی اس کے لئے پہلے جیسی نہیں رہی وہ موت کو شکست دے آئی ہے

مگر زندگی سے ہار رہی ہے اور ہمیں اسے ہارنے نہیں دینا، اگر آج وہ ہمت ہارتے کمزور پڑ گئی تو اس کا کھویا اعتماد کبھی واپس نہیں آ سکے گا، ہمیں اپنے طرز عمل اور رویے سے اس کی will power مضبوط بنانا ہے اس کا self confidence واپس لانا ہے۔“ عدیل کا مدھم لہجہ اضطرابیت لئے ہوئے تھا، نزہت کی آنکھوں کے کنارے بڑی خاموشی سے بھیگے تھے اور وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی اٹھی تھیں، ”ڈاکٹر اور سائیکاٹرسٹ کیتھرین ڈیوڈ نے صبا کو دیکھ کر کہا ہے، کہ ”اس کا ذہن غیر متوجہ کیفیت میں ہے جبکہ توجہ ہی شعور کو واضح اور روشن بناتی ہے۔“ تم نے دیکھا نہیں اس کا ذہن منہمک نہیں وہ اپنے ماحول، اردگرد رشتے، تعلقات ہر احساس سے عاری اور لاتعلق نظر آتی ہے، اس کا عصبی و اندرونی نظام ہی postural adjustment سے طاقت توجہ کے عمل بہتر اور واضح بنا سکتا ہے اور اس کے لئے صبر کی ضرورت ہے۔“

عدیل اور راحیل نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے متفکر انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا۔

☆☆☆

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ وقت کو گزر جانا ہے وقت اور لمحات کو قیام میسر نہیں مگر زندگی میں کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو گزر جانے کے باوجود ہمارے اندر سانس لے رہی ہوتی ہیں، کچھ رشتے وقت کی طرح ہماری مٹھی سے پھسل جاتے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں ہوتی، رشتے بھی تو کچے دھاگے کی طرح ہوتے ہیں، ذرا سی بے رخی اور لمحوں کی تپش سے پگھل کر ٹوٹ جاتے ہیں، اس کے صرف خونی نہیں ذاتی نہیں، دنیاوی نہیں، دلی رشتے ٹوٹے تھے، ہر رشتے تعلقات کے پگھلنے میں محبت کا رشتہ بھی داؤ پر لگ گیا کچھ اتنی اچانک اور جلد کہ کب کیوں، کیسے جیسے الفاظ وسوال انہونی کے تحیر و اذیت میں گم ہو کر رہ گئے، اس نے سنا تھا کہ جب کسی آدمی کو اپنی بساط سے زیادہ دنیا مل جاتی ہے تو لوگوں کے ساتھ اس کا برتاؤ برا ہو جاتا ہے، آج اس کا مظاہرہ خود دیکھا تھا بلکہ یہ تجربہ اس کی اپنی ذات کے ساتھ برتا گیا تھا اور زندگی کا نقصان یہ نہیں تھا جو اسے ذاتی دکھ سے رلا گیا بلکہ نقصان تو وہ تھا جو کسی کی نظر سے گرا گیا اور اس نقصان کے بعد باقی سب نقصان اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ گئے تھے، یہاں تک اپنے کردار و عمل کا چھن جانا بھی کبھی وہ دولت، محبت سے زیادہ عزت کو ترجیح دیا کرتی تھی اور یہ سوچا کرتی تھی کہ کردار ہی وہ عکس ہے جس کے آئینے میں شیطان اور رحمان مل سکتا ہے اور اس میں بال برابر فرق ہے اگر یہ فرق ثابت قدمی سے طے کر لیا جائے تو جنت آخرت میں اور بادشاہت دنیا میں مل جائے، اگر وہ آنکھیں بند کر کے ایک منٹ بھی یہ سوچتی کہ اس سے کردار اور عمل چھن جائے تو کیا ہوگا جو اس کی شخصیت کا مضبوط حوالہ بن سکے۔

اریبہ اشفاق کو لگتا تھا اس کے وجود میں زلزلے برپا ہو گئے ہیں، وہ ایک جھرجھری لے کر خود کو اس سوچ سے دور رکھنے کی کوشش جھٹکتی، مگر یہ تب کی بات تھی جب وہ اریبہ اشفاق تھی اب کی نہیں جب وہ ”مایا“ کے نام سے شوبز جوائن کر چکی تھی اور خان انڈسٹریز کے سب سے بڑے پراجیکٹ سیاؤتھ ایشین الونٹ ود کلچر و ماڈلنگ ایگزیبیشن میں اس کی فرسٹ انٹری بڑے زبردست طریقے سے ہونا تھی مسعود غوری کی کمپنی کی ایڈ کی شوٹنگ اور ماڈلنگ ایگزیبیشن کے لئے اس کی تیاری و ریہرسل زور و شور سے جاری تھی فی الحال اس کا نام انٹری ویوز اور کام سب صیغہ راز میں تھا، سوائے چند ایک کے کسی کو معلوم نہ تھا کہ ایک بے حد خوبصورت حسین ترین ملکوتی حسن اور شاہانہ خدوخال کی مالک کوئی لڑکی نیو انٹری کے طور پر شوبز اور

میڈیا پہ چھانے جا رہی تھی۔

☆☆☆

شائستہ بیگم اور شہریار نے کچھ حیرت کچھ خوشی کے ملے جلے تاثرات اور پذیرائی و حوصلہ افزائی کے الفاظ لئے اس کے فیصلہ کو سراہا تھا، جویریہ، ربیعہ نے نم آنکھوں، دکھے دلوں سے اس کی کامیابی مانگی تھی، طیبہ نے اسے شوبز جوائن کر لینے پہ شدید مسرت اور خوشی سے مبارکباد دی۔

''میں نے دنیا کی فکر کی رشتوں کی پرواہ کی، محبت کی معتبر جانا مگر مجھے کسی احساس نے سہارا دیا نہ تھاما، اپنی اپاہج زندگی کو چلانے کے لئے احساس کی ٹوٹی بیساکھیاں لے کر میں نے غم کو گھسیٹتے خود کو بچانے کی بڑی کوشش کی، خاموشی مصلحت اور نیک نامی کا دامن سسک سسک کر بھی تھامے رکھا مگر دنیا رشتے اور محبت نے میری خاموشی، مصلحت اور نیک نامی کو میرے ٹوٹے خوابوں، بکھرے رشتوں اور زخم زخم وجود کا مرہم نہ بننے دیا، میری ایک غلطی نے ساری نیک نامی خاک میں ملا دی، میرے آنسو، میرا تڑپنا، سسکنا، میری دہائیاں میرے ناکردہ جرم کا کفارہ نہ ہو سکے، وہ جرم جو میں نے کیا نہیں، اسے مجھ پہ مسلط کر کے مجھے اپنی نگاہوں میں مجرم بنا کے معتوب ٹھہرا دیا گیا اور کانٹوں سے بنی رہ گزر پہ خود کو گھسیٹتے، تلخ ہوتے، دلبرداشتہ ہوتے میں اتنا تھک چکی تھی کہ اس کے بعد ملنے والے پے در پے صدمات نے میرے ہر احساس کو مفلوج کر دیا، وہ جو کسی نے کہا ہے کہ۔''

مسلسل حادثوں نے وہ بے حسی بخشی ہے
کوئی چھوڑ کر چلا جائے اب غم نہیں ہوتا

''جب دنیا، تعلقات، رشتے، محبتوں نے مجھے ہر جگہ ہر مقام پہ تنہا چھوڑا میری لاچاری و بے بسی کا تماشہ دیکھا تو میں کیوں خود کو ان کا سوچتے، خوف کھاتے بھوک و ننگ کے مرقد پہ بیٹھی رہوں، ان چیزوں نے مجھے سنبھالا نہیں دیا میں ان کے ڈر سے خود کو گناہگار سمجھتی اپنے گھر سے اٹھتے جنازے دیکھتی رہوں، نہیں طیبہ یہ میرے لئے مشکل بہت مشکل تھا، شوبز جوائن کرنے کا فیصلہ کٹھن تھا، ناممکن تھا مگر بہت سے اسباب نے اسے آسان اور قابل قبول بنا دیا۔'' وہ کچھ دیر کو خاموش ہوئی، دو تین گھونٹ پانی کے پیئے گہرا سانس لیا۔

''وہاج حسن وہ شخص تھا جس نے یہ کام میرے لئے آسان تر کر دیا کیسے؟'' وہ پھر سے چپ ہوئی چند لمحات کے لئے ملال کی کیفیت اس کے چہرے پر دو چند اور گہری ہوئی خود کو کچھ دیر تک کمپوز کرنے کے بعد وہ بولی۔

''وہاج حسن وہ شخص جسے اپنے وجود کی نفی کر کے میں نے ٹوٹ کے چاہا تھا، اسے مطمئن پرسکون خوشحال زندگی جیتے دیکھنا اس کے ساتھ رہنا بسنا چاہتا بہت سادہ سے خواب تھے میرے، محبت آسمانی تحفہ تھی نصیب کی عطا جیسے وہ سنبھال نہیں پایا اسے جب تک میری ضرورت تھی تو استعمال کرتا رہا، ضرورت ختم ہوئی تو ٹھکرا دیا، مجھے کہنے دو طیبہ کہ وہاج حسن وہ بدنصیب ہے جس نے محبت کو اپنے در سے خالی ہاتھ لوٹایا وہ میری سچائی کو پرکھ نہیں سکا، اپنے نازک دل پر نارسائی کا کرب اٹھائے بیچ راستے سے لوٹنا میرے لئے کتنا کٹھن تھا اس نے ایک بار ایک پل کو نہیں سوچا کوئی درد کو لمحہ لمحہ قطرہ قطرہ کر کے وہ میرے اندر اتارتا تو مجھے تکلیف نہ ہوتی جتنی تکلیف شک کے زہر، بے اعتباری کی شرمناک تضحیک اور نارسائی

کی اذیت کو ایک ساتھ اپنے اندر اتارتے ہوئی تھی، کتنا مانوس تھی میں اس کے گھر کے در و دیوار سے وہاں بستے رشتوں سے اور محبت سے پل میں سب پرایا ہو گیا۔'' اس کی بے تحاشا خوبصورت آنکھوں سے آنسو ٹپاٹپ بہہ رہے تھے آواز بھاری، تھکی ہوئی اور بوجھل ہو رہی تھی مگر وہ بولے گئی۔

''واپسی کا ہر راستہ محبت کا ہر امکان اور معافی کا کوئی لمحہ میرے لئے نہیں بچا تھا، اس حقیقت کا انکشاف کتنا جان لیوا تھا بچپن کی دوستی محبت جذبے خواب کتنا کچھ تھا جس نے ان ساعتوں میں ماتم کیا تھا، اپنی بے قدری کا اور میں ساکت کھڑی رہی تھی۔'' آنسوؤں نے اسے کچھ دیر کو روک دیا، وہ ہچکیاں لینے لگی طیبہ نے تاسف سے ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے اسے دیکھا جو بذریعہ نیٹ سامنے تھی۔

''میں سوچتی تھی محبت واحد شے ہے جسے ابدیت حاصل ہے یہ نہ مر سکتی ہے نہ بے وفا ہو سکتی ہے میں سوچ ہی نہ سکتی تھی کو زوال آ سکتا ہے مگر یہ دنیا ہے یہاں کوئی بھی نظریہ خیال رائے ناممکن نہیں یہ پتا چلا تو اپنے انتہائی نقصان کا شدید احساس ہوا، اسی احساس نے میری فیلنگز کو ڈمپ کیا میں بنا کچھ کیے بری تھی تو کچھ کر کے بری بننا بہتر تھا کم از کم دکھ تو نہ ہوتا اور ویسے بھی احساس کی دنیا میں ہر کیفیت بے معنی ہو جائے تو اچھے برے کی تمیز خود بخود مٹ جاتی ہے، اب جو ہے جیسا ہے جس طرح ہوتا ہے وہ مجھی کو کرنا ہے تو اپنے قاعدے سے دوسروں کے نہیں۔''

آنسو پونچھتی وہ بولی تو لہجہ مضبوط اور اٹل تھا جو اس کے سنجیدہ ہونے کی دلیل دے رہا تھا، طیبہ نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے اسے Good will کا اشارہ دیا تھا جواباً وہ وکٹری کا نشان بناتے ہوئے خود بھی ہنس دی ایک پھیکی اور بے جان ہنسی۔

☆☆☆

سعدیہ کے آنے تک وہ کھانا سامنے رکھے منتظر بیٹھا تھا۔

''یہ میرا انتظار کر رہا تھا۔'' دل میں خوش فہمی نے سر اٹھایا تبھی دروازہ کھلا اور اس کی ماڈل اندر آئی۔

''سوری شہری تمہیں ویٹ کرنا پڑا میں ذرا میک اپ صاف کر رہی تھی۔'' بے تکلفانہ انداز جو سعدیہ کو ہضم کرنا مشکل لگا۔

''ویسے سعدیہ تم بہت خوش قسمت ہو تمہیں اتنا نائس بندہ ملا جو اتنا کیئرنگ ہے۔'' اب وہ اس سے مخاطب تھی۔

''خوش قسمتی شوہر کے دل میں رہنے سے ہوتی ہے، کاغذ کے پرزے پر ہاں کہہ کے نام لکھنے سے نہیں۔'' سعدیہ نے کرب سے سوچا اور مسکرانے کی کوشش کی۔

''بھئی آؤ نا تم کھڑی کیوں ہو کھانا کھاؤ۔'' اس نے سعدیہ کو مخاطب کیا پھر شہریار کو دیکھا اور بولی۔

''اپنی مسز کو شامل کرو ساتھ عجب بندے ہو تم اکیلے شروع ہو گئے۔'' پتا نہیں وہ جتا رہی تھی یا اسے احساس دلا رہی تھی مگر سعدیہ کو سمجھ نہ آئی کہ اسے کیا کرنا چاہیے جبکہ بھوک بھی لگ رہی تھی پھر خاموشی سے انا و سوچ کے انبار کو پرے کرتی وہ ان کے برابر بیٹھ گئی یہ الگ بات کہ ہر لقمے کے ساتھ کئی آنسو بھی اس کے اندر گرتے رہے، کھانے کے بعد چائے پی گئی شہریار اور اس کی ماڈل کتنی دیر اگلے شوٹ کی ڈیٹیل ڈسکس کرتے رہے اور وہ بارش کو چھو کر آتی ٹھنڈی ہوا سے ابھرتی دلفریب پھولوں کی خوشبو کو اپنے اردگرد پھیلتے دیکھتی رہی، اپنی ماڈل کو رخصت کر کے شہریار واپس آیا تو سعدیہ نے خواہش کی۔

"ہم اپنے کمرے سے باہر نکل کر بارش کو دیکھ سکتے ہیں؟"

"نہیں موسم بہت سرد ہے، بیمار پڑ جاؤ گی۔"

"اگر تمہارے اور میرے درمیان اس وقت اتنے فاصلے اور اس کاغذی رشتے کی تلخی نہ ہوتی تو اس وقت یہ ماحول کتنا کلرنگ ہوتا، تم میں ہم کتنے خوش ہوتے۔" نمی کا اک غلاف تھا جو اس کی نگاہوں کے سامنے پھیلنے لگا شہریار نے دیکھا اور مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

"او کے اٹھو چلیں باہر۔" سعیہ نے کسی قدر حیرت سے دیکھا تھا، اسے یقیناً اس سے اتنی مہربانی کی توقع نہ تھی، لیکن وہ مزید حیرت زدہ ہوئے بغیر اٹھ کر چلنے لگی۔

مبادا کہ شعلہ و شبنم رویہ رکھنے والے اس بندے کا موڈ بدل جائے، باہر سردی واقعی بہت زیادہ تھی مگر وہ عجیب بے خودی کے عالم میں بارش کے قطروں کو ہاتھ کی اوک میں لے کر اچھالتی یا چہرے کو گیلا کرنے لگتی، ٹھنڈ کی شدت انتہا پر تھی اور سعیہ کے ہونٹ سردی کی شدت سے نیلے ہو کر کپکپا رہے تھے، مگر چہرہ بہت خوشی کا تاثر دے رہا تھا، ہوٹل کے کاریڈور اور بیرونی اطراف میں رکھے گملوں میں کھلے پھولوں کی خوشبو بھیگے موسم سے سنور کر سارے ماحول کو معطر کر رہی تھی۔

ہم تمہیں چاہتے ہیں ایسے
مرنے والا کوئی زندگی چاہتا ہو جیسے
ہم تمہیں چاہتے ہیں ایسے
روٹھے اگر تم تو کیا ہو
پل میں ایسے لگے جسم سے جان جیسے جدا ہو
ہم تمہیں چاہتے ہیں ایسے
مرنے والا کوئی زندگی چاہتا ہو جیسے

کشور کمار کی خوبصورت آواز فضا کے دوش پر لہراتی ان کی سماعتوں کو خواب کرنے لگی، شہریار مسکراتی نگاہوں سے پلر سے ٹیک لگائے کھڑا دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے سعیہ کو دیکھ رہا تھا۔

ذرا پوچھو تو میرا ارادہ
میرے دل کا کون شہزادہ
میرے خوابوں میں جو بج رہا ہے
وہ خدا تو نہیں پر زمانے میں سب سے جدا ہے

سعیہ اس کی طرف بالکل متوجہ نہ تھی شہریار چند قدم آگے بڑھا اور اس کے قریب آ رکا جو برستے موتیوں سے کھیل رہی تھی۔

زندگی بن تمہارے ادھوری
تمہیں پا لوں اگر
ہر کمی میری ہو جائے پوری

اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھتے ہوئے نگاہ خاص سے دیکھا اور بڑی دلکشی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"موسم، وقت، ماحول اور یہ گیت Its so romantic۔"

"تو......؟" سعیہ نے ذرا کی ذرا اسے دیکھا اور خود کو چھڑا کر پھر سے بارش سے کھیلنے لگی۔

"آؤ محبت سے دامن بھر لیں، خوابوں، خواہشوں سے کھیلیں۔"

لے چلیں گے تمہیں ہم وہاں پر
تنہائی صنم شہنائی بن جائے جہاں پر
ہم تمہیں چاہتے ہیں ایسے
مرنے والا کوئی زندگی چاہتا ہو جیسے

اور سعیہ تحیر و حیرت سے دیکھتی رہ گئی، ایسی محبت ایسے الفاظ جو بہت کچھ واضح کہہ رہے تھے وہ بے ساختہ ہی چہرہ جھکا گئی۔

"سعیہ۔" شہریار نے اسے دھیرے سے پکارا تھا۔

"سعیہ آر یو آل رائٹ۔" اب وہ تشویش سے اسے تھامے پوچھ رہا تھا، سعیہ نے بمشکل اپنے وجود میں ہوتی ہلچل سے نگاہیں چرا کر سر اثبات میں ہلایا۔

"میرا خیال ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں کمرے میں چلیں۔" اسے بازو کے گھیرے میں لئے وہ اندر بڑھنے لگا تھا۔

"کیا تمہیں نہیں لگتا کہ خود ساختہ جبر کا موسم زندگی کی بہت سی دلکشی اور خوبصورتی سے دور کر رہا ہے ہمیں، دل کو منانے کی راہ میں انا کو نہیں رہنا چاہیے، دل کو صرف محبت مطلب کے اختیار پہ چھوڑ دینا چاہیے نہیں کیا؟" اسے بیڈ پہ بٹھا کر اس کے نازک شانوں پہ اپنے مضبوط ہاتھ رکھتے وہ خاص انداز سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا، سعیہ نے اپنے وجود میں سنسنی سی دوڑتی محسوس کی کیسے قیامت خیز لمحات تھے جنہوں نے گنگ کر دیا۔

"آؤ محبت کے موسم میں جئیں۔" اسے خود سے قریب کرتے ہوئے بہت آہستگی سے اس کی پیشانی پہ مہر خاص ثبت کرتا وہ بولا تو اس کی سوئی انا ایک جھٹکے سے بیدار ہوئی تھی۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں، آرام کرنے دیں مجھے۔" اس کا ہاتھ جھٹکتی وہ یک لخت ناگواری سے بولی تو شہریار گویا اشتعال کی آخری حدوں کو چھونے لگا۔

بنا سوچے سمجھے محض موسم کی خوبصورتی، ماحول کے سحر اور معنی خیز سی تنہائی کے زیر اثر وہ التفات دکھا گیا اور وہ چھٹانک بھر کی لڑکی اسے دھتکار گئی، اس کا وجیہہ چہرہ احساس توہین سے سرخ ہوا تھا۔

"یہ میرے قریب آنا پسند نہیں کرتی میرے التفات کو گناہ سمجھتی ہے اور میں......" وہ لب بھینچے غصے سے دیکھتا اچانک مڑا کمرے کی کھڑکی بند کرتے ہوئے لائٹ بھی آف کر دی اور تکیہ منہ پہ رکھتا سونے لگا، سعیہ نے اٹھ کر نائیٹ بلب جلا دیا۔

موسم کی خرابی کی وجہ سے بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک وہ سونے کی کوشش میں ناکام ہو رہی تھی ایسے لگ رہا تھا جیسے آسمانی بجلی اپنی خوفناک کڑک کے ساتھ بس اسی کمرے میں گرنے والی تھی اور کسی خرابی کے باعث جنریٹر بند ہو چکا تھا، کمرہ گھپ اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔

☆☆☆

وہ اسلام مسلمان اور قرآن سے متعلق معلومات کے لئے انٹرنیٹ دیکھنا شروع ہوگئی، اسلام پر ریسرچ کے سلسلے میں اس نے فاطمہ سے بھی رابطہ رکھا اس کے وفد کے دیگر اراکین اپنے ریسرچ ورک کے سلسلہ میں حد سے زیادہ معروف تھے، ان سب کے شب و روز لاہور میں بسر ہو رہے تھے، ڈاکٹر زہت کی اکلوتی بیٹی کے ساتھ ہونے والا حادثہ سب کے ساتھ ماریا کو بھی شدید تاسف اور دکھ کا شکار کر گیا اپنی حد تک جتنا ممکن تھا وہ ان کے گھر جاتی، ان کی دلجوئی کرتی صبا کے پاس بیٹھتی عدیل راحیل سے چونکہ شمالی علاقہ جات کے ٹور میں اچھی واقفیت ہو چکی تھی سوان کے ساتھ بھی وہ اسلام سے متعلق اپنے ویوز، معلومات شیئر کرتی رہتی۔

فاطمہ ایک مخلص لڑکی تھی اس کا تعلق لاہور سے تھا اور وہ ماریا کو ہر روز ملتی اسے خلوص دل سے سمجھاتی کہ پہلے اسلام کے بارے میں خوب مطالعہ کرے اور کوئی الجھن یا معمولی سا بھی اعتراض ہے تو اسے سوالات کر کے رفع کر لے اور اس کے لئے اسے یقیناً وقت چاہیے تھا جبکہ اس کے وفد کے لوگ اپنا ریسرچ ورک مکمل کر کے ایک دو دن میں جانے والے تھے، ماریا بہت غور و خوض کے بعد پاکستان میں رکنے کا فیصلہ کر چکی تھی اس کی ویزا مدت میں توسیع کی درخواست منظور ہو چکی تھی، اب وہ اسلام پروگرام کو نیٹ پہ بہ غور سنتی، انگلش متراجم کے ساتھ عربی زبان و بیان سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرتی، سیمنری کے پروگرام میں ہی اس نے پروفیسر ابراہیم ابوربیچ کے ایمان افروز لیکچر سنے اور سیمنری کی مطبوعہ (The muslim world) دی مسلم ورلڈ میں پہلی بار علی شریتی کا نام پڑھا تو ان کی اسلامی افکار پر مبنی تصانیف پڑھیں، قرآن کی زبان اس کی تاریخ اور اس پر لکھی جانے والی توضیحی و تنقید اور توصیفی کتب اب اس کی پہلی ترجیح تھی، وہ جاننا چاہتی تھی کہ حجاز و نجد سے اسلام کے عروج و تعلیمات کے منبع و ماخذ رسول عربیؐ نے کیسے زندگی بسر کی اور حجاز میں لوگوں نے ان سے ایمان کا جذبہ اور ولولہ کیسے حاصل کیا، وہ دور حاضر کے مختلف مذہبی اور سماجی نظریات کا مقابلہ و موازنہ بھی کرنا چاہتی تھی کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف بولنے والوں کو مختلف تعلیمی و سماجی ادارے بطور مقرر بلاتے اور بھاری رقم بطور معاوضہ دیتے اسی طرح ادبی سطح پر مسلم دشمنی کا غبار اور بغض و حسد نکالنے والے مصنفین کو اعلیٰ سطح پر ایوارڈ سے نوازا جاتا اور اب تاریخ کے صفحات اپنی تمام تر سچائی و صداقت لئے اس کے سامنے کھلے پڑے تھے اور گواہی دے رہے تھے کہ وہ عبداللہ بن ربی جس نے اپنی پوری زندگی حضور کو ایذا دینے میں گزاری اور مکارانہ کام انجام دیے اس کے باوجود وہ بدبخت مر گیا تو حضورؐ نے اپنی چادر اس کے کفن کے لئے دے دی اور فتح مکہ کی وہ شاندار مثال جب گالیاں دینے والے، راستوں میں کانٹے بچھانے والے، زہر کھلانے والے، چچا کا کلیجہ نکال کر کھانے والی، کوڑا کرکٹ ڈالنے والی سب مرجھائے کھڑے ہیں، ایک اشارے پر گردنیں اڑا دی جاتیں مگر رحمتِ دو جہاں نے رحمت للعالمین کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کو معاف کر دیا پھر بازار طائف میں پتھر کھا کر دعا دینے والے کی شان کو بھلا کون پہنچ سکتا ہے۔

اس نے پڑھا تھا کہ اسلام بربری رہتی مذہب ہے اور ان کتابوں میں محمدؐ کی ذات پر بھی رکیک الزامات لگائے گئے تھے، لیکن اپنی عقل سلیم کو استعمال کرتے ہوئے اس نے جب انصاف کے ساتھ تاریخ اسلام، قرآن اور سیرت نبوی کا مطالعہ کیا تو پاکیزہ و صاف ستھرے نظام زندگی و بندگی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ و ارفع اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی، یہ حقیقت ثابت شدہ ہے

کہ پیغمبر اسلام کی زندگی کے بارے میں کوئی مبہم بات، دھندلاہٹ نہ تھی اور پراسرار نہ دیو مالائی جیسا کہ زرتشت، شری کرشن کہ بدھ اور مسیح کی زندگی میں نظر آتی ہیں بلکہ بعض پیغمبروں کے وجود تک کے بارے میں اہل علم نے شکوک و شبہات بلکہ انکار کا اظہار کیا ہے لیکن کسی بھی شخص نے یہ کہنے کی جسارت نہیں کی کہ وہ توہماتی شخصیت ہیں یا جنوں پریوں کی داستاں سے مشابہ ہیں۔

وہ مضبوط اور پرسکون انداز میں فاطمہ کے مقابل بیٹھی بول رہی تھی۔

"اور یہ کس قدر تسکین کی بات ہے کہ تاریخ بنی نوع انسان کو صحیح معنوں میں ایسا پیغمبر مل جائے جس کی تاریخ مثال دیتی ہو، ہوائی سفر میں سورہ اخلاص کا ترجمہ اور متن پڑھتے ہوئے میں عقیدہ توحید کی حقیقت کو پا کر دنگ رہ گئی تھی، میں نے زندگی میں پہلی بار یہ پڑھا اور سنا تھا کہ اللہ ایک ہے نہ اللہ کو کسی نے پیدا کیا اور نہ ہی اللہ نے اپنا کوئی بیٹا پیدا کیا اس کی کوئی مثل ہی نہیں، عقیدہ تثلیث پر میرا یقین پہلے بھی نہ تھا پھر یسوع مسیح کس طرح خدا کے بیٹے اور مریم بیوی ہوئی جبکہ اللہ کو کسی نے جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا، یہ آیت پوری طرح میری سمجھ میں آ گئی۔" فاطمہ نے اسے سکون سے بولتے سنا۔

"ویسے بھی میرا ذاتی خیال ہے کہ کائنات احتیاج و انحصار کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، خود انسان بھی اسی فطرت کا حصہ ہے اور فطرت بذات خود بری نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ انسان بھی طبعاً اور فطرتاً برا نہیں ہے۔"

"تو مجھے انسان کی نجات کی خاطر یسوع مسیح کا سولی چڑھ کر جان دینا ایک بے معنی قصہ معلوم ہوا یہی وہ لمحہ تھا جب مجھے کائنات کے خالق کی بے شمار صفات کا ادراک حاصل ہوا اور میں نے جانا کہ اسلام کا نظریہ توحید کوئی بے جان تصور نہیں بلکہ زبردست عملی قوت ہے جس کی حقانیت کو ذہن فوراً تسلیم کرتا ہے۔"

"ماریا مجھے خوشی ہے بطور ایک مسلمان کہ تم اسلام کو اس کی درست روح کے ساتھ سمجھ رہی ہو تم نے ایک بات پوچھی تھی راضی بہ رضا اور راضی بہ قضا تب میں نے کہا تا کہ ترک آرزو وہی راضی بہ رضا ہوتا ہے، اس کی مشیت کے مطابق کٹھن وقت صبر سے شکر سے گزارتا ایسے کہ تنگدستی، مشکل پریشانی بیماری اور بلا میں رونا جبکہ خوشحالی آسانی تندرستی اور خوشی میں اللہ سے نہ کہنا کہ اللہ مجھ پہ اتنی نوازشات کیوں؟ میں ہی کیوں اس انعام کے قابل؟ تم نے ترک آرزو نہ کیا تو نفس مطمئنہ بھی نہ پایا اور ایسا ہوا تو مشکلات بڑھیں، پتا ہے ماریا ہمارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملے "رہنا ہے ہر حال میں راضی" یہ فرمایا کہ۔"

"جب کسی بندے کو اللہ کے ہاں سے کوئی درجہ ملنا ہوتا ہے تو وہ شخص اس درجے کو اپنے خاص عمل سے حاصل نہیں کرتا بلکہ اس پر بیماری کی بلا نازل ہوتی ہے تب وہ اس درجہ کو پا لیتا ہے اور کوئی بندہ جتنا اعلیٰ ظرف ہوتا ہے وہ حساب کتاب میں اتنی ہی نرمی کا معاملہ کرتا ہے، اللہ تو اللہ ہے اس سے بڑھ کر بھلا کون اعلیٰ ظرف ہو سکتا ہے؟ اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے گمان کے بہت قریب ہے، بندہ اپنے رب کے بارے میں اس وقت تک خوش گمان نہیں ہو سکتا جب تک اس سے محبت نہ ہو، جب انسان کو اللہ کی میزبانی، اس کے رحم، اس کی محبت کا ادراک ہو جاتا ہے وہ سراپا تسلیم و رضا بن جاتا ہے اور ہر بات ہر واقعہ پر کوئی نہ کوئی حکمت ڈھونڈ لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ بظاہر نظر آنے والا "ناٹھیک" بھی اصل

میں "ٹھیک ہے۔"

"میری تلاش خام تھی یا محنتوں کی توقع کے مطابق ثمر آور نہ ہونے پر، لوگوں کی طعن و تشنیع سننے میں کیا حکمت ٹھیک تھا؟" ماریا نے اپنے تئیں سوال اٹھا کر فاطمہ کو مشکل میں ڈالنا چاہا تھا۔

☆☆☆

کسی کو رکھ کے اپنی نگاہ میں
پھول چننے کی چاہ میں
کوئی خواب بننے کی راہ میں
کسی خواہش کسی آرزو کے واسطے
میرے پاؤں میں بچھے تھے راستے
مگر وادیاں عشق کی نہ زرخیز تھیں
اور آندھیاں بھی تیز تھیں
غبار سے اٹے وہ راستے کہ
نگاہ سے منظر ہٹ گئے
سبھی خواب آنکھ سے کٹ گئے
پھول بھی سارے بکھر گئے
شہر دل کے رنگ بھی اجڑ گئے
میرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ تک
جو راستہ تھا انچ بھر کا
وہ راستہ فاصلوں سے اٹ گیا

زندگی جینا اور زندگی کرنا دونوں بالکل الگ چیزیں، وہ جینے کے طریقے خود وضع کرنے والی لڑکی تھی جس کی زندگی میں کوئی Freezing point نہیں تھا کسی کے ساتھ ہونے یا نہ ہونے سے اسے یعنی صبا حیدر کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا مگر وقت اس جیسی اسٹریٹ فارورڈ لڑکی کو ایسے موڑ پہ لے آیا تھا یہاں سفر کے ساتھ راستے بھی ختم ہو گئے تھے اور راستوں کے ساتھ تعلقات، رشتے بھی اسے ہارنے سے نفرت تھی مگر اب مکمل طور پر شکست خوردہ دکھائی دیتی یہ حادثہ پیش آنے میں قدرت کی کوئی مصلحت تھی یا اس کا قصور؟ کہ کچھ باقی نہ بچا، گھر میں سب کا رویہ حد سے زیادہ خلوص، محبت، شفقت اور نرمی لئے ہوتا، راحیل، عدیل کے مذاق، چٹکلے، مما کی محبت اور ممتا کے ساتھ کبھی کبھی کی پیار بھری لرزش، ڈیڈ کا اسے پاس بٹھا کر زندگی کے اسرار و رموز سمجھانا اب یہ نہ تھا، اب تو سب یوں کرتے کہ وہ ہاتھ کا چھالا اسے ٹھیس نہ لگ جائے کوئی بات اس کے خلاف مذاق نہ ہو جائے اس سے یہ خصوصی برتاؤ صبا کو نارمل نہ ہونے دیتا اسے لگتا وہ واقعی ایک غیر اہم فالتو اور ناکارہ وجود ہے، جیسے ایک مکمل انسان سمجھ کر ٹریٹ کرنے سے بھی ڈرتے ہیں شادی ٹوٹ جانا یا رشتہ نہ ہوا معمولی بات نہیں تھی، مگر وہ ایسی کمپلیکس زدہ سوچوں کو جھٹک کر جی سکتی تھی، وجود کا نامکمل ہونا اور ہمدردی، ترحم، ترس کے ساتھ سب کا حد سے بڑھ کر بامروت ہونا اس کے اندر وحشتیں جگا دیتا، دل میں جھکڑ چلتے، طوفان آتے اور آنکھیں خاموشی سے چھلکے جاتیں اور اس کے

گھر والوں کے لئے یہ آنسو کتنے تکلیف دہ تھے وہ سوچوں، الجھاوؤں میں غلطاں دیکھ ہی نہ پاتی۔

"صبا پلیز رو ؤ مت، اس حادثے کے ڈپریشن مت بناؤ، یہ تمہارے لئے مینٹلی ڈسٹربنس کا باعث بنے گا۔" ماریا جو اسے دیکھنے آئی تھی نرمی سے بولی۔

"روؤں نہ تو کیا کروں، زندگی کے سب دروازے مجھ پر بند ہو گئے میری زندگی اس کمرے کے اندر ایک بیڈ تک محدود ہو کر رہ گئی، میں جانے کب تک روز نکلتے سورج، ابھرتے چاند اور پھیلتی دھوپ کو دیکھنے سے محروم رہوں میں پہلے کی طرح چل پھر بھاگ نہیں سکتی، مجھے فالو آن سے نفرت ہے مگر میں ایک اپ سیٹ لائف گزاروں گی، اپ سیٹ وجود کے ساتھ۔" کتنی آہستگی سے اس کی آنکھیں پھر چھلکنے لگیں۔

"صبا تم میری بہن ہو نا اچھی سی تو دیکھو رو ؤ مت، سب تمہارا کتنا خیال رکھتے ہیں، کتنی توجہ دیتے ہیں ایسے میں تمہارا یہ انٹ شنٹ سوچنا ٹھیک نہیں۔"

"توجہ خیال ابنارمل، معذور، بیمار سمجھ کر دیتے ہیں ایک نارمل ایک انسان سمجھ کر نہیں، مجھے نارمل بی ہیویر کے ساتھ ٹریٹ کیوں نہیں کرتے سب مجھے جینے کا پورا رویہ ماحول کیوں نہیں دیتے کیونکہ میں ادھوری ہوں، کیا یہ سب میرا جرم ہے؟" وہ چیخی اور ماریا ساکت سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

"سب مجھے کسی بیمار بچی کی طرح ٹریٹ کیوں کرتے ہیں مجھے بہلاتے ہیں پہلے جیسا ہنسی مذاق چھیڑ چھاڑ گفتگو وہ سب کیوں نہیں کرتے۔" وہ آنسوؤں کے درمیان بول رہی تھی، جب ماریا نے کیئرنگ انداز میں اس کے گرد بازو پھیلا دیے اور بولی۔

"صبا ڈاکٹر کی ایڈوائز کے مطابق زیادہ بولنا تمہارے لئے ٹھیک نہیں اور یہ فضول سوچیں بھی غلط ہیں، وہ ماں باپ بہن بھائی جنہوں نے آج تک تمہیں زک نہیں پہنچنے دی تم کیا سمجھتی ہو تمہیں اس کیفیت میں دیکھنا ان کے لئے آسان ہے، ہرگز نہیں ان کے لئے یہ صورتحال بہت بوجھل ہے، اگر وہ تم سے ہنسی چھیڑ چھاڑ زیادہ بولنے سے کتراتے ہیں تو صرف اس لئے کہ ان کا اندر کمزور پڑتا ہے حادثہ تازہ ہے دکھ دوگنا وہ ابھی تک خود اس حادثے تمہارے نقصان کو قبول نہیں کر پا رہے تمہیں کیسے حوصلہ دیں، انہیں اپنے حوصلے ہمت مجتمع کرنے دو اور خود کو بھی پرسکون رکھو یہ تمہارا کھویا اعتماد واپس لوٹانے کے لئے بہت ضروری ہے۔" اس کی آنکھوں کے کنارے تواتر سے بھیگتے رہے اور ماریا اسی ناصحانہ انداز میں بولی۔

"خدا نے تمہیں نئی زندگی دی ہے صرف چلنے پھرنے کا مسئلہ ہے کچھ عرصے تک وہ بھی آپریشن سے ٹھیک ہو جائے گا مگر دیکھو سوچنے سننے بولنے ہنسنے کی سب صلاحیتیں تمہارے پاس ہیں، تم ان کا مقصد سمجھو اپنے ساتھ اپنے پیاروں کو سزا دینا یہ رویہ غلط ہے اس غلط ٹریک سے بچو، یہ بہت کچھ صحیح نہیں دکھاتا۔" ماریا نے اس کے چہرے کو نرمی سے چھوتے ہوئے کہا تو صبا نے خاموشی سے دیکھا تھا۔

"خود کو مایوسی، ڈپریشن سے دور رکھو، بہادر بنو کیونکہ زندگی کی بازی ہمیشہ بہادر لوگ جیتتے ہیں۔" وہ کہہ کر اسے الوداعی بوسہ دیتی اٹھی اور لاؤنج میں آ گئی یہاں عدیل، راحیل نزہت بیگم بیٹھے تھے۔

"آنٹی وہ بہت ڈپریشن کا شکار ہے، اس کا ذہن متضاد کیفیات میں الجھا ہوا ہے اس کی ریکوری اور سروائیو اس کی پرسکون ذہنی کیفیت کا مرہون منت ہے، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ اسے کچھ دنوں کے

لئے اس ٹینشن زدہ حالت سے نکالنے کو کہیں اور رکھیں اس شہر اس ماحول سے قدرے پرے۔" ماریا نے ان کی طرف دیکھا اور قدرے ٹھہرے لہجہ میں بولی۔

"تبدیلی آب و ہوا بہت ضروری ہوتی ہے بعض دفعہ، اس کے اندر کا موسم اداس ہے وہ اپنا Self confidence کھو چکی ہے، اسے لگتا ہے زندگی سے خوشی، رنگ امنگ روشنی سب رخصت ہو گئے، وہ موجودہ کیفیت میں اندرونی کشمکش کا شکار بیرونی صورتحال کو فیس نہیں کر پا رہی۔"

"وہ تندرست نہیں، زخم تازہ ہیں اس کا فی الحال گھر پہ اور اپنوں کے بیچ رہنا زیادہ ضروری ہے اور پر فضا مقام پر لے جانا مسئلہ بن سکتا ہے فزیکلی ٹمپرامنٹ اور ہے پھر یہ مسئلے کا حل بھی نہیں۔" نزہت نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ اسے اندرونی و بیرونی تبدیلی ایک ساتھ یہیں دے دیں۔"

"وہ کیسے۔" ڈاکٹر نزہت بے طرح چونک کر بولیں۔

"آپ اس کی شادی کے لئے کوشش کر سکتی ہیں، یہ ایسی چیز ہے جو اس کی منجمد ذہنی و جسمانی کیفیت پہ اثر انداز ہو کر اس کا گمشدہ اعتماد واپس لا سکتی ہے۔" ماریا نے سنجیدگی سے ایک ہمدردانہ مشورہ دیا تھا۔

"شادی مگر یہ حل کیسے ہو سکتی ہے اس مسئلے کا اور صبا کب مانے گی اگر مانے بھی تو ایسی معذور جسمانی صورتحال کی ڈسٹربنس؟" ان کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا اٹکا اور لہجہ نمناک آنکھیں بھرنے لگیں۔

"اتنا سخی کون ہے جو ایک معذور بیمار لڑکی کا ساتھ دے، کون اتنا اچھا ہو سکتا ہے کہ ایک ٹانگ ناکارہ ہو جانے والی لڑکی کے لئے حامی بھرے؟ کون ہے جو صبا حیدر کا اس کیفیت و حالت میں ہاتھ تھامے اس کا اعتماد، یقین واپس لانے کی سعی کرے، اسے اپنائے کون ہو سکتا ہے؟" وہ روتے ہوئے بولیں۔

"میں ہو سکتا ہوں وہ شخص، جو اس حالت کے ساتھ اس صورتحال میں صبا حیدر سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" ایک مضبوط، سنجیدہ فیصلہ کن لہجہ ابھرا ان سب نے بھرپور حیرت بے یقینی کے ساتھ چونکتے ہوئے مڑ کر دیکھا۔

(باقی اگلے ماہ)

فوزیہ غزل

اکتیسویں قسط کا خلاصہ

اریبہ اپنی والدہ کی وفات سے ذہنی ٹوٹ پھوٹ اور رشتوں کے بدلنے کا دکھ لیے بھرپور انداز سے شوبز انٹری کے لیے تیاریاں شروع کر دیتی ہے۔

شہریار سعدیہ کو بچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے مگر موسم کی خوبصورتی اور تنہائی کے باوجود انا کا پردہ قائم ہے اور سعدیہ ایک بار پھر اس کے التفات کو جھٹک دیتی ہے بلتستان سے واپسی پہ کھیوڑہ کان، کٹاس راج اور سیف الملوک کی طلسماتی دنیا کا مظاہرہ کرتی ماریا لاہور پہنچتی ہے تو سیرت نبویؐ اور قرآن سے متعلق اپنا ریسرچ ورک، مطالعہ، معلومات لینے کا انداز تیز کر دیتی ہے

صبا اپنے ساتھ ہونے والے سانحہ سے ابتر ذہنی کیفیت کا شکار ہے، اس کی فیملی کسی بھی طرح صبا کا اعتماد واپس لانے میں کوشاں اس کی شادی کا سوچتے ہیں تو مسئلہ کہ ایسی صورتحال میں کون صبا کا ساتھ دے گا۔

اب آپ آگے پڑھیے

بتیسویں قسط

سنو جاناں!
میں اپنی محبت
تمہارے پاس امانت رکھنے لگا ہوں
اور یہ بات دھیان میں رکھنا
کہ، اہل وفا کی دنیا میں
کبھی خیانت نہیں ہوتی
جہاں پہ ہو خیانت
وہاں محبت نہیں ہوتی

اور خیانت تو ہوگئی تھی ساتھ محبت بھی رخصت ہوگئی پھر یادوں کو سنبھالنے یا بجھی راکھ کریدنے کا فائدہ؟ اسے ایک کہاوت یاد آئی، جس گاؤں جانا نہیں اس کے کوس کیا گننا؟"

"اور آج محبت، سوچوں، خیالوں، خوابوں کے ساتھ یادیں بھی پرائی کر دیں میں نے وہاج حسن کی یادیں وہ خوبصورت میسجز سے بھرے وش کارڈز، گفٹس، لو لیٹرز جن سے کتنے ارمان وابستہ تھے کتنے چاہت بھرے جملے بندھے، کتنے وعدے جڑے تھے کبھی، مگر آج اس وقت وہ کچھ نہ تھے، تو پھر سنبھالے رکھنے کا فائدہ؟ ان کی صحیح جگہ یہی تھی۔"

وہ آگ کے شعلوں پہ نگاہیں جمائے تڑتڑ بلند ہوتے دھوئیں کو دیکھتے سوچ رہی تھی جب سب جل بجھا تو اس نے وہ ساری راکھ اٹھا کو واش بیسن میں بہا دی اور شاید اس کا اپنا آپ بھی کہیں بہہ گیا تھا۔

جن کو دنیا کی نگاہوں سے چھپائے رکھا
جن کو اک عمر کلیجے سے لگائے رکھا
دین جن کو جنہیں ایمان بنائے رکھا
تو نے دنیا کی نگاہوں سے جو بچ کر لکھے
سالہا سال میرے نام برابر لکھے
کبھی دن کو تو کبھی رات کو اٹھ کر لکھے
تیرے خوشبو میں بسے خط میں جلاتا کیسے؟
پیار میں ڈوبے ہوئے خط میں جلاتا کیسے؟
تیرے خط آج میں گنگا میں بہا آیا ہوں
آگ بہتے ہوئے پانی میں لگا آیا ہوں

محبت کی یادیں، نشانیاں، ان میں بسی چاہ کی خوشبو ان میں محسوس ہونے والی اپنائیت یہ سب ماضی تھا تکلیف دہ ماضی جو کسی کے تلخ، شکی مزاج کی بدولت فضول قسم کی جذباتیت اور بیکار تعلقات میں ڈھل چکا تھا اور یادوں میں جینے کو وہ زندگی نہیں سمجھتی تھی، جب جیتے جاگتے وجود برباد ہو رہے تھے تو چند تصویروں کارڈز اور لو لیٹرز سے کیا لگاؤ، کیسی کشش؟ اسے دکھ، نارسائی، محرومی اور تذلیل کے داغ لگاتے وہاج حسن بھول گیا تھا کہ اریبہ اشفاق نامی لڑکی ایک جیتا جاگتا وجود رکھتی ہے، کوئی بے جان بت نہیں بے شک پے در پے صدمات نے اس کے نازک احساسات و جذبات کو مردہ کر دیا تھا، اسے جو توجہ، پیار

ساتھ اور شاید کچھ ہمدردی جہاں سے چاہیے تھی وہ وہاں تو نہ ملی مگر جو کچھ اسے نہیں چاہیے تھا اس کے انبار اس کے اردگرد لگتے چلے گئے، گو اندر کی محرومی کے ساتھ وہ ایک جھلائی ہوئی، بدمزاج اور بدتمیز لڑکی کی شکل میں ڈھل چکی تھی، لیکن اپنے بے پناہ حسن و خوبصورتی کی بدولت ہر چیز پس پردہ کر چکی تھی، اپنے تکلیف دہ ماضی سے ناطہ توڑ کر شوبز کا حصہ بننے کو ترجیح دیتی وہ اپنی فرسٹ انٹری کے لئے جتنی سنجیدہ تھی یہ اس کا رویہ بتا رہا تھا، اپنے تمام شوٹس اور اینکرز کی ریہرسل میں وہ کسی منجھی ہوئی پروفیشنل آرٹسٹ کی طرح زبردست نظر آئی اور اسے معلوم تھا کہ محض دو دن بعد اس کی قسمت بدلنے والی ہے، وہ اس ملک کے شوبز کا سب سے اونچا اور چمکتا ستارہ بننے والی ہے، وہ قوت اس سے صرف 48 گھنٹوں کے فاصلے پر تھا جب وہ ٹاپ کلاس میموریبل فوٹو گرافرز کے کیمرے کی آنکھ میں دنیا کا سب سے میموریبل اور فوٹو جینک چہرہ قرار پائی ہر چینل اسے فوکس کرتا، ہر ڈائریکٹر اسے اپنی ہسٹری آف ڈائریکشن میں حصہ دینا چاہتا، سو اس نے عام لڑکیوں کی طرح روایتی پکوانوں کے معاملات میں الجھنا چھوڑ دیا تھا اپنے لمبے سیاہ بالوں کو کٹوا کے جدید کٹنگ میں کروا لیا تھا، رنگا رنگ اور سیولیس اسٹائلش ملبوسات، مغربی سج دھج کے ڈریسز قیمتی پرفیومز اس کی وارڈ روب کا حصہ بنتے گئے، اس نے ڈیفنس میں ایک عالیشان کوٹھی لے لی تھی کرائے پر، اسے معلوم تھا کہ اب ہر بڑی کمپنی اسے اپنا برانڈ ماڈل چنے گی، ہر فلمساز اسے بک کرنے کو دروازہ کھٹکھٹائے گا، ہر ٹی وی چینل اس کو اپنے شوز میں مدعو کرے گا انٹرویوز، اور بہت کچھ، اس سب کے لئے اسے اپنا ظاہر بدلنا تھا، اچھی پرسنالٹی کے ساتھ اچھا گھر بھی پلس پوائنٹ ثابت ہوتا، شوبز جوائن کرنے سے پہلے اس نے بہت سوچا تھا کہ پتا نہیں اس راستے کے دوسری طرف بھی روشنی ہے کہ نہیں مگر جب اٹل فیصلہ ہوا تو اس کی طبیعت سے شک کا مادہ خود بخود غائب ہوگیا، اب بھلے وہ روشنی پاتی یا گہری کھائی میں گرتی اس نے سوچنا چھوڑ دیا تھا غلط فیصلوں کا نتیجہ اچھے فیصلوں کے برے اسباب سے کم از کم تھوڑا ٹھیک رہتا۔

"اگر تم مائنڈ نہ کرو تو ایک بات کہوں۔" اس کے ساتھ آفس میں کام کرنے والی ایک لڑکی نے کہا۔

"میں مائنڈ اور نو مائنڈ کے چکر سے دور آ چکی ہوں، تم کہو جو کہنا ہے۔" اپنے خوبصورت تراشیدہ بالوں کو دائیں سے ذرا چہرے سے پیچھے کرتی وہ بولی تو بلا کی پرکشش لگی۔

"تم بہت اچھی نیچر کی خوبصورت سوچ خوبصورت دل کی مالک ہو، تمہارا فیصلہ مجھے بڑا عجیب اور برا لگا یہ فیلڈ تمہارے مطلب اور مزاج کی نہیں تمہیں اس گندگی میں قدم نہیں رکھنا چاہیے تھا۔"

"تو یہ زندگی میرے لئے شوبز کی گندگی سے بڑی گندگی بن چکی ہے اور جو گندگی میں کھڑا ہو اس کے لئے چھوٹے بڑے بے معنی ہو جاتے ہیں، میں نے اک جگہ واصف علی واصف کو پڑھا تھا وہ کہتے ہیں کہ رزق صرف یہی نہیں کہ جیب میں مال ہو بلکہ آنکھوں کی بینائی رزق ہے، دماغ میں سوچ رزق ہے، رگوں میں خون رزق ہے، یہ زندگی ایک رزق ہے سب سے بڑھ کر ایمان رزق ہے، مگر کیا تم مانو گی میں ان سب سے محروم ہوگئی اپنوں بیگانوں کو مہربانیوں کے سبب، میری سوچیں، صلاحیتیں ان کو اپنا بناتے صفر ہوگئیں اور وہ مجھ پر انحصار کرتے کرتے اپنے قوت و بازو پہ آ کھڑے ہوئے تو مجھے مفلوج کر گئے، میں نے زندگی کو جینے کے قابل بنانے کی کوشش کی وہ ہر کوشش کو شرمندگی و ذلت بنا گئے، وہ آنکھیں جو مجھے بہت چاہتی تھیں ان آنکھوں میں اپنے لئے کیسی نفرت، کتنا زہر دیکھا تھا کہ مجھے تردید تائید سب

بھول گئے، مجھے مایا نے برباد کیا دولت بہت سی دولت نے مجھے اس کے دل سے اتارا، میں دولت اس سے زیادہ دولت جمع کر کے بتاؤں گی اسے کہ مایا ہوتی کیا ہے؟"

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم "سب کچھ" گنوا کر تہی دامن ہو جاؤ، جانتی ہو کہ شوبز میں مایا پانے کی قیمت کیا ہے؟" ثوبیہ نے متاسف ہو کر پوچھا۔

"میرے چاروں طرف کانچ ہے، میں جیسے جدھر سے گزروں لہو ہونا ہے تو اسی راہ سے کیوں۔" وہ ہنسی کھوکھلی ہنسی۔

"مایا جس کے لئے محبت، عزت، خونی رشتے، اعتبار، وفا سب داؤ پر لگے تو میں صبر بھول گئی، مجھ سے صبر نہیں ہوا اور میں تقدیر سے چھین کر مقدر بنانے لگی ہوں اور یہ میرا حق ہے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تو ثوبیہ متاسفانہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

نئی جگہ، بادلوں کی گھن گرج اور چمکتی آسمانی بجلی کے ساتھ کمرے میں یکدم چھا جانے والا گھپ اندھیرا، وہ تھوڑی دیر پہلے اسی موسم کی دلفریبی کو خود میں سمو رہی تھی، اس وقت ملبے میں گم ہو جانے والی ڈری سہمی بچی کے مانند غنودہ ذہن لئے لرزتی کپکپاتی بیڈ کے پائنتی والی سائیڈ پر ٹانگوں میں سر دیئے بیٹھی تھی، شہریار نے بھی دیکھنے یا جاننے کی زحمت نہ کی تھی وہ سو گئی کہ جاگ رہی ہے، عجیب و غریب وہم، خوف اسے ستا رہے تھے کبھی ڈراؤنی فلموں کے سین یاد آتے کبھی جن بھوتوں کی کہانیاں، انہیں پرے جھٹکنے کی کوشش کرتی تو لگتا آسمانی بجلی بس اسی پل اسی کمرے پہ گرنے والی ہے، اس نے ایسا شدید خوف محسوسات میں محسوس کیا کہ دل چاہا بے اختیار شہریار کے چوڑے وجود سے لپٹ کر چھپ کر سو جائے مگر اتنی ہمت، حوصلہ اس میں ناپید تھا، کھڑکی کے دونوں پٹ ہوا کے زوردار جھونکے سے کھلے تو جیسے دھماکہ سا ہوا وہ اپنے ہوائی مخلوق کے واہمات میں گرفتار متوحش خوفزدہ سی منہ سے نکلنے والی بے ساختہ چیخ کو دبا نہ سکی۔

گہری نیند میں ڈوبا شہریار بے طرح، ہڑبڑا کر اٹھا تھا اور ٹارچ تلاشنے کو اپنے ہاتھ اِدھر اُدھر مارے مگر ندارد، اس نے سرہانے رکھا موبائل ڈھونڈتے ہوئے اسی کا بٹن پش کیا، تو وہ اسے دیکھتی لپک کر اس کے ساتھ آ لگی۔

"مم...... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" عجب خوف زدہ لہجہ جو آنسوؤں سے بوجھل تھا، شہریار نے گہرا سانس لیتے ہوئے اپنے شانے پر رکھے اس کے سر کو دیکھا پھر اپنا حصار اس کے گرد باندھ دیا تھا اور وہ رونے لگی۔

بے بسی، لاچاری، خوف اور شکستگی کا اظہار کرتی برستی آنکھیں اور تمام تر انا کو توڑ کر اپنے خود ساختہ ضبط ہارتی یہ لڑکی جیسے شہریار کا ذہن بری طرح جھنجھوڑ گئی، سنعیہ کی طرف دیکھتے اس کا چہرہ صاف کرتے ہوئے وہ اپنے دل کو اس کی طرف ایک بار پھر حد درجہ ملتفت پا رہا تھا، وہ لڑکی جس کے وجود چہرے ہنسی نے اسے اچھا زندگی کے بہت مہربان ہونے کی نوید سنائی تھی، جیسے دیکھ کر اس نے محبت کو چھونا سیکھا تھا، جس کا نازک کومل وجود اسے بے حد عزیز تھا، اپنی انا کے گنبد پر کھڑی ہر لحظہ، خفا، ناراض، شدت پسند نظر آنے والی موڈ کے تابع رہنے والی شعلہ صفت لڑکی اس وقت اس سے نزدیک بے حد نزدیک دسترس میں تھی وہ جو ہمیشہ چاہتی تھی اس کی کمزوری کسی پر عیاں نہ ہو اس وقت اپنے خوف، بے بسی کے ہاتھوں کھل رہی تھی اور ان کمزور لمحوں کو اپنی گرفت میں لینے کا خواہاں شہریار اس کی بھیگتی پلکوں کو دیکھتا اس کی اتھل پتھل سانسوں کے زیر و بم محسوس کرتا عجب سلگتی کیفیت سے گزر رہا تھا، خود سنعیہ جو اپنے اس کے رشتے کو کبھی درست سمجھ نہ پائی اس کی کیفیات و تاثرات سے دانستہ گریز برتی آئی تھی اس وقت شہریار کا وجود اس کے لئے کس قدر تحفظ اور ڈھارس کا باعث تھا کوئی اس کے دل سے پوچھتا، جسے کبھی اس رشتے کا مروت میں جھیلنا بھی دشوار لگتا تھا اس وقت کسی بھی قسم کی ہمت اور وضاحت سے ناپید شہریار کے سینے سے لگی بازوؤں میں سمٹی تھی، اور ایک اطمینان تھا جو اس کو حوصلہ بخشتے تھا، وہ اکیلی نہیں تھی کوئی تھا اس سے محبت، کیئر اور نرمی و خلوص برتنے والا جس کے قرب نے سارا خوف بھگا دیا تھا، جس کی پناہ میں بارش سے بھیگے ٹھنڈے وجود کو گرمائش ملی جس کے ساتھ ہونے سے سارے وہمات و خدشات فریز ہو چکے تھے اور وہ اس کی خوشبو میں اسیر شکستہ رضامندی لئے اس کو نیم بھیگی آنکھوں سے دیکھ کر پلکیں جھکا گئی۔

شہریار اپنے بازوؤں کے حصار میں سمٹی اس حسین خوفزدہ ہرنی کو دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر نائٹ بلب جلایا کیونکہ لائٹ آ چکی تھی تھوڑا سا کسمساتی وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"اب تو ڈر نہیں لگ رہا۔" شہریار نے آہستگی سے اس کا چہرا چھوا۔

"نہیں۔" وہ خفیف سا بلش ہوتی بولی۔

"تو پھر سو جاؤ۔" شہریار نے اپنے پاس ہی اس کے لئے جگہ بنائی۔

"میں اکیلی نہیں سوؤں گی، مجھے ڈر لگتا ہے، ابھی موسم اتنا خراب ہے۔" اس کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں اور اسی پل بے احتیاطی میں سنعیہ کا دوپٹہ شانے سے پھسلا تھا کیونکہ وہ بیڈ سے اترتے شہریار کو بے ساختگی میں بازو سے پکڑتی بولی تھی، شہریار کی نظریں اس کے گریبان سے الجھنے لگیں۔

"کھڑکی بند کر دوں ٹھنڈی ہوا اندر آ رہی ہے۔" وہ نرمی سے بازو چھڑاتا آگے بڑھا، دونوں کھلے پٹ بند کیے اور کمبل پرے کر کے تکیہ سیدھا کرتا ہوا بیٹھا، سنعیہ کو دیکھا جو بے ارادہ ہی اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھے جا رہی تھی پلکیں تا حال بھیگی بھیگی تھیں، شہریار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تکیہ اس کے پیچھے رکھا اور بولا۔

"سو جاؤ اب رات بہت ہو رہی ہے، پھر تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔"

"آپ مین لائٹ آن کر دیں پلیز مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ کچھ جھجکتی ہوئی بولی۔

"کیا میرے ہوتے ہوئے بھی تم ڈر رہی ہو؟" شہریار نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور اس لمحے اپنائیت سے کہے گئے اس فقرے میں جانے کیسا سحر تھا کہ سنعیہ کو لگا اس کی ساری ہستی سمٹ کر اس ہاتھ لمحہ میں آ رکی تھی، پوری جان مشکور ہو گئی تھی اور دل جیسے اس ایک ہاتھ میں دھڑک رہا تھا جو شہریار کے مضبوط ہاتھ میں تھما تھا، اسے غور سے دیکھتے ہوئے شہریار نے اپنے پاس کھینچا تھا بازو اس کے شانے پر دراز کرتے ہوئے دیکھا تو اس کی پلکیں بوجھل ہو کر جھک رہی تھیں، گلابی ہونٹ نیم وا کھلے لرز رہے تھے وہ ٹھنڈی محسوس ہو رہی تھی چھونے پر مگر چہرہ دہک رہا تھا۔

میاں بیوی ہونے کے باوجود ان میں ایسا ربط نہیں تھا، ایسا تعلق کہ وہ ایک دوسرے سے کچھ کہہ سکیں اپنے دکھ سکھ شیئر کر سکیں، اپنی فیلنگز ڈسکس کر سکیں، ان کے درمیان ہر وقت منجمد رہنے والی

مہری نے جیسے جذبات بھی سلا دیئے تھے مگر ان تپتے لمحات میں جادو تھا کہ وہ لطیف احساسات اور نرم و گرم جذبات کو ہوا دے رہے تھے بہت کچھ کہنے سننے کی آرزو ان دونوں کے دلوں کو تپش دے رہی تھی، شہریار کی مردانہ انا اور سعیہ کی خود ساختہ اکڑ کہیں دور جا سوئی تھی، بس دلوں کے ساحلوں پر محبت لہریں مارتی عروس جاں مہکا رہی تھی، شہریار کے لب اس کی آنکھوں اور لبوں کو چھو رہے تھے اس کی دھڑکنیں سعیہ کی بے ترتیب سانسوں سے الجھ رہی تھیں، اپنے اس کے تعلق و رشتہ کو جبر، مجبوری، مصلحت کا نام دینے والی کو اس وقت کچھ یاد نہ تھا، وہ بس صندل کی طرح مہکتی مشام جاں کو معطر ہوتے دیکھ رہی تھی، یہ محبت، طلب خواہش و رضا اور قربتیں وہی تھیں جن کے شہریار نے خواب دیکھے تھے، ایک اٹوٹ بندھن جو من و تو کا فرق مٹا دیتا ہے، چہرے کی نرمی، آنکھوں کا بوجھل پن، خود سپردگی، شہریار جیسے اس کے ہر رنگ ہر احساس کو خود پہ حاوی پا رہا تھا اور سعیہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی مہربان چمک، محبت و لطف کی بے پایاں عنایتوں پہ خود کو سحر زدہ محسوس کر رہی تھی، دو دل ایک ہی تال پہ رقص کر رہے تھے محبت عنایت مہربانی مگر نہیں کچھ دیر پہلے سعیہ کا پہلو تہی کرنے والا انداز، انکار، ضدی اور ہٹیلا انداز یاد آیا تو شہریار کا دل لمحہ بھر میں بیزار ہوا، وہ اب بھی مجبور تھی، خوف ڈر موسم کی شدت نے اسے خود سپردگی پر مجبور کیا تھا اور یہ سپردگی کسی بے ساختہ بے اختیاری، محبت کے کسی دلنشین لمحہ کا حادثہ نہ تھی، بلکہ وہ اجنبیت، ڈر، تنہائی موسم کی خرابی و شدت کے خوف سے اس کے پاس آئی تھی، شہریار کے بازو پرے ہوئے محبت کی مہربان بساط سمٹی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا، سعیہ جو اپنی ناہموار سانسوں میں الجھی تحیر زدہ سی خود پہ ستارے برستے دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھیں پہلے حیرت پھر بے یقینی اور بعد میں دکھ کے شدید ترین احساس میں ڈوبی اس کے سرد مہر تیکھے مغرور نقوش کو دیکھتی رہ گئیں جواب اضطراری انداز میں سگریٹ سلگاتا کھڑکی کے پٹ کھولے کھڑا تھا، وہ سعیہ کی طرف متوجہ نہ تھا، مگر سعیہ کسی لٹے، تھکے ہارے مسافر کی مانند ساکت اس یکدم رنگ بدلتے اکھڑ مزاج اور انا پسند شخص کو دیکھے گئی اور آنسو پلکوں سے جھڑتے رہے۔

☆☆☆

فاطمہ نے اس کا سوال سن کر کچھ دیر اس کی طرف دیکھا تھا پھر بولی۔

"میں نے تم سے ایک دن کہا تھا کہ لاہور جا کے میں تمہیں ایسے لوگوں سے ملواؤں گی جو تمہارے ہر ذہنی ابہام کو دور کر کے روحانی حوالہ سے مذہبی خلجان کے حوالہ سے تمہاری تسلی کر سکتے ہیں اور آج میں تمہیں وہیں لے کر آؤں گی تمہارے سوال کا تسلی بخش جواب وہیں ملے گا۔"

"فاطمہ تم کہتی ہو تو میں ضرور چلتی ہوں مجھے ہر اس چیز سے انسیت ہوتی ہے جو کسی بھی طرح حق و صداقت کی تلاش میں میرے لئے معاون ثابت ہو اور تمہارا رویہ تو خصوصی بہت اپنائیت و مہمان نوازی کا سجاؤ لئے ہے۔"

"کیونکہ آدم و حوا کی اولا ہونے کے ناطے ہم آپس میں بہنیں بھی ہیں اور ہر انسان سے بلا تفریق رنگ و نسل، مذہب و فرقہ مساوات و نرمی کا سلوک برتنا ہمارے مذہب کا حصہ ہے۔"

فاطمہ اسے یہاں لے کے آئی یہ ایک مسجد کا اوپری حصہ تھا، نچلے حصہ میں مردوں کے لئے اور اوپری حصہ میں خواتین کے لئے لیکچر ہو رہا تھا، وہاں تقریباً ستر اسی کے قریب خواتین موجود تھیں جن میں زیادہ تعداد نو عمر اور جوان لڑکیوں کی تھی، وہاں موجود مسلم عورتیں رنگین لباس کے ساتھ اسکارف اور حجاب

لگائے تھیں، کچھ برقعہ میں ملبوس تھیں، تو اکثر نے بڑے بڑے دوپٹے سلیقے سے خوب پھیلا کر اوڑھ رکھے تھے، ان سب نے فاطمہ اور ماریا کے سلام کرنے پر غیر معمولی تپاک اور محبت سے استقبال کیا، وہ پہلی دفعہ عام مسلم خواتین کیمونٹی سے متعارف ہو رہی تھی جن میں گھریلو خواتین، سکول اور کالج گرلز کے ساتھ ورکنگ وومن بھی تھیں، وہ عورتیں جو اسلام اور دنیا کو ساتھ ساتھ لے کر چل رہی تھیں جن سے ملتے یا بات کرتے کسی مظلومیت، محرومی، بے بسی یا مذہبی جنونیت کا تاثر تک نہ ملتا تھا اور یہ سب محسوس کر کے ماریا کو بہت سکون و مسرت کا احساس ہوا، جبکہ اس کے برعکس اتوار کو چرچ میں عیسائی خواتین کے مجمع میں وہ اپنے آپ کو اجنبی اور بیگانہ محسوس کرتی تھی۔

ماریا نے ایک طائرانہ نگاہ اس ہال نما کمرے پر ڈالی جس کے در و دیوار کسی بت، وہ تصویر، یا بت سے خالی تھی بلکہ بے حد خوبصورت عربی رسم الخط میں کچھ آیات معہ ترجمہ دیوار گیر الماری میں تہ سینے سے لگی کچھ اسلامی کتب و قرآنی صحائف، تقریباً پندرہ منٹ بعد بے حد سوبر اور گریس فل عورت بمعہ حجاب پروقار انداز میں چلتی اندر داخل ہوئی سب کو مشترکہ سلام کیا اور کارپٹ پر دھرے فلور کشن پر بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"مقام رضا جسے عرف عام میں صبر و شکر کا نام دیا جاتا ہے، اللہ کے قرب اور دوستی کی جانب اہم سنگ میل ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا ہے کیا راضی بہ رضا ہونے یا صبر و شکر سے مراد کیا ہے؟"

حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ۔

"اے اللہ پاک! مجھے وہ عمل بتا کہ اس کے کرنے سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔"

ارشاد ہوا "اے موسیٰ! تم اسے کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، تب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے عمران کے بیٹے! میری خوشی اسی میں ہے کہ تو میرے حکم پر خوش رہے، فرمایا اگر کوئی یہ چاہے کہ مجھے تسلیم و رضا کا مقام مل جائے تو وہ اللہ کی رضا کو خوشی سے قبول کر لے۔"

"مطلب؟ اللہ کے رنگ میں رنگ جانا، ذاتی پسند ناپسند کو ترک کر کے اللہ کی پسند، ناپسند میں ڈھل جانا، زندگی سے اپنی خواہش، اپنا وزن، اپنا ٹمیسٹ، اپنی اپنائیت اپنا ارادہ، سب کچھ نکال دینا اور اللہ کی خواہش، اپنائیت اور ارادہ کو اپنا لینا، تقدیر اور قسمت سے کوئی گلہ شکوہ نہ رکھنا، اللہ کے فیصلوں کو بغیر ہچکچاہٹ کے دل سے قبول کرنا، خود کو اپنے تمام معاملات کو مکمل یقین اور ایمان کے ساتھ اس طرح اللہ کے حوالے کرنا کہ پھر بے فکر اور بے غم ہو جانا، رضا کے دو مقام ہیں، (۱) انسان رب پر راضی ہو جائے، (۲) انسان رب سے راضی ہو جائے، ایک مقام ریاضت، مجاہدہ اور کوشش سے حاصل ہوتا ہے یہ مقام حال ہے، دوسرا مقام "عطا" ہے یعنی جو بھی رب کی طرف سے عطا ہوا ہے خوشی سے قبول کرنا۔"

فاطمہ ساتھ ساتھ ماریا کو لیپ ٹاپ پہ انگلش میں یہ لیکچر پڑھاتی جا رہی تھی اور ماریا کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کچھ انوکھا، نیا اچھا سیکھنے اور کرنے جا رہی ہے اور اس کے سامنے بیٹھی معزز خاتون اب کہہ رہی تھی۔

"مقام رضا کو مزید سمجھنے کے لئے ہم انبیاء کی سیرت کا جائزہ لیتے ہیں۔"

"حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کی جدائی کے غم میں رو رو کر نابینا ہو جاتے ہیں لیکن اپنا

دکھ، اپنا کرب صرف اللہ سے کہتے ہیں۔"

"پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ایوبؑ پر ایسی کڑی آزمائش آئی کہ مال و اسباب کھیت کھلیان سب تباہ ہو گئے، اولاد مر گئی، آپ کے جسم میں کیڑے پڑ گئے، لیکن آپ نے پھر بھی اللہ سے شکوہ یا گلہ نہیں کیا، یہ مقام رضا نہیں تو کیا ہے؟ اور حضرت ابراہیمؑ جب اپنے خواب کا تذکرہ کرتے فرماتے ہیں کہ بیٹا! میں خواب دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں، حضرت اسماعیلؑ فرماتے ہیں، اے ابا جان! آپ کو جس کام کا حکم ہوا ہے کر گزریئے! انشاء اللہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے، کیا حضرت اسماعیلؑ کا اللہ کی مرضی اور فیصلہ پر سر تسلیم خم کر دینا راضی بہ رضا ہونا نہیں ہے کیا؟" ماریا مبہوت سی ہو رہی تھی یہ بیان سنتے پڑھتے ہوئے آقائے دو جہاں، وجہ تخلیق کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ ملاحظہ فرمایئے کہ بچپن میں ہی یتیم و یسیر ہو گئے، نبوت کا اعلان کیا تو کبھی شعب ابی طالب میں محصوری کی صورت تو کبھی طائف میں بدبخت شریروں کی پتھر زنی کی صورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی گئی، یہاں تک کہ اپنا آبائی شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا، کفار نے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضبط اور صبر کو کس کس طرح نہیں آزمایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر بھی ان کے لئے کرم ہی کرم اور عطا ہی عطا رہے، کبھی بددعا نہ فرمائی، کبھی حالات کی سختیوں سے آزردہ ہو کر تسلیم و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر و رضا کے اعلیٰ اور بلند ترین درجہ پر فائز تھے۔" تفصیلی بیان، دلائل مثالیں اور دلنشین انداز میں بولتی وہ خاتون جن کا نام فاطمہ نے ام خدیجہ بتایا تھا سب کو مبہوت و سحر زدہ کیے تھی، فاطمہ نے ایک تراشے پر ماریا کا سوال لکھ کر ان کی طرف بڑھایا اور بھی کئی لوگ تھے جو سوالات پوچھ رہے تھے، لیکچر کے اختتام پر سب کو جواب ملنے تھے لوگوں سے فارغ ہونے کے بعد وہ پرخلوص سی مسکراہٹ لئے ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"کسی شخص نے ایک درویش سے پوچھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھے پتہ چل جائے کہ اللہ مجھ سے کتنا راضی ہے؟"

درویش نے کہا۔

"اپنا اندر ٹٹول لے جتنا تو اللہ سے راضی ہے، اتنا ہی اللہ تم سے راضی ہے۔"

"یاد رکھیے ماریا، حادثہ، رنج، محرومی کا مقصد ہماری زندگی کی سمت درست کرنا ہوتا ہے، خود غرضی سے نکل کر دنیا سے دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی کا درس، بیمار ہونے سے دوسروں کی تڑپ، لاچاری اور بے چینی کا بہتر اندازہ لگانا بلکہ صحت و سلامتی کی قدر و قیمت بھی جاننا، آپ کا دل ٹوٹتا ہے تو آپ دوسروں کا دل توڑنے سے اجتناب کرتے ہیں، آپ نے زندگی میں کبھی بھوک کاٹی ہو تو آپ کسی مفلس کی لاچاری اور فاقہ زدگی کو محسوس کر سکتے ہیں، اسی طرح جب آپ کو کوئی چھوڑ دے تو مسائل کے انبار ٹوٹے خوابوں کے ساتھ جینا سیکھتے ہیں، اس وقت کو جو مصائب بھرا ہے گزر جانا ہے رو کر گزاریں یا ہنس کر، صبر و شکر سے یا گلہ شکوہ کر کے۔" وہ شستہ انگریزی میں مدلل انداز میں بول رہی تھیں۔

"یاد کیجئے کہ گزشتہ زندگی میں بعض لمحے ایسے بھی آئے تھے جب آپ نے اللہ سے کچھ مانگا تھا لیکن آپ کو، آپ کی توقع کے برعکس ملا، تب آپ اللہ سے کچھ ناراض اور زندگی، رشتوں، تقدیر سے قدرے مایوس رہنے لگیں لیکن آنے والا وقت ثابت کرے گا کہ آپ کی خواہش کا پورا نہ ہونا ہی بہتر تھا کیونکہ اللہ

نے آپ کو کسی بڑے نقصان سے بچایا ہے، اللہ نے آپ کو کچھ دوا اور دعا کے باوجود حالات کی سختی، تلخی بڑھا کے دی تو اللہ اس آزمائش کے ذریعہ آپ کا درجہ بلند کرنا چاہتا ہے اور ماضی کے وہ مواقع وہ مراحل جب مصیبت تلاش حق میں طعن و تشنیع، بیماری، پریشانی، ناکامی سہتے آپ نے اللہ کو پکارا اور جواب نہ پایا تو خود سے پوچھیئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کی کوشش کی سمت درست نہ تھی، اللہ پر یقین، اعتماد اور بھروسہ میں کمی ہو، آپ نے مانگا ہو مگر متزلزل یقین کے ساتھ کہ پتا نہیں اللہ قبول کرے گا بھی کہ نہیں ایسے حالات میں کوشش اور یقین کی کمی کو دور کرنے کی کوشش کیجئے اور کڑے وقت رشتوں کے چھوٹنے کا غم شکوہ ہے تو یہ بھی یاد کیجئے کہ اللہ نے آپ کی تنہائی، بے بسی، دکھ بانٹنے کو آپ کا خیال، تسلی دینے کو کتنے لوگوں کو آپ کے قریب کیا اور اس انتظار و مصائب کا گلہ ہے جو سہے تو اللہ کچھ انتظار کے بعد آپ کو بہترین سے نوازنے والا ہے، ان مصائب، حادثات اور آزمائش کی صورت میں اللہ کو آپ کو کچھ سکھانا اور سمجھانا مقصود تھا اور انہی واقعات کے نتیجہ میں اللہ کا قرب ملنا تھا، اور بے شک وہ غم جو اللہ کے قریب کر دے اس خوشی سے بہتر ہے جو اللہ سے دور کر دے۔" ماریا پلکیں جھپکائے بغیر ساکت اپنے سامنے موجود معزز خاتون کا نورانی چہرہ دیکھ رہی تھی اور الفاظ سیدھے دل پر اثر کر رہے تھے۔

"اہل تسلیم و رضا ان تقدیر پر راضی رہتے ہیں وہ مصلحت شناس ہوتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 216 میں موجود اللہ کے اس حکم کو پا لیا کہ "ہو سکتا ہے جو تمہارے لئے ناگوار ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو، ایک چیز تمہیں پسند ہو وہی تمہارے لئے بری ہو، اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے" تم اب تک غیروں سے امید رکھتی رہیں سو صداقت کے راستے منقطع رہے اب تم اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاؤ مضبوط عقیدے، یقین کی گہرائی کے ساتھ کامیابی پاؤ گی کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ۔"

"جو لوگ ہمارے راستے کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہوں کی راہنمائی کر دیا کرتے ہیں۔" (العنکبوت۔ 69)

ماریا کی آنکھیں بند تھیں اور ان سے آنسو بہہ رہے تھے قرآن کی مذکورہ بالا آیات کے حسن و سچائی نے اسے ذہنی و قلبی طور پر ایک عجیب کیفیت سے دوچار کیا تھا وہ مسلسل رو رہی تھی اپنی روحانی کیفیات میں ڈوبی۔

☆☆☆

"امی مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا۔" شب بھر کی بیداری، بے طرح سوچنے اور کشمکش سے نکلنے کے بعد وہ اپنی ماں کے گھٹنے تھامتا ہوا بولا تو انہوں نے بغور بیٹے کو دیکھا۔

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں صبا سے، آپ کو میرا رشتہ لے کر وہاں جانا ہے۔" راشدہ بیٹے کو حیران اور کچھ ناراض نگاہوں سے دیکھ کر بولیں۔

"صبا ایک اپاہج لڑکی ہے، بیمار رہے گی عرصہ تک، تم ماشاء اللہ اچھے تندرست خوبصورت پڑھے لکھے اور اچھی پوسٹ پر ہو کون سی کمی ہے تمہیں لڑکیوں کی۔"

"امی جو کچھ آپ نے کہا بجا مگر صبا کے ساتھ ہونے والے اس حادثے کا ذمہ دار میں ہوں، وہ اگر اپاہج ہوئی ہے تو میری وجہ سے، اس کی خوشیوں کا قاتل آپ کا بیٹا ہے، مجھے اس غلطی کا مداوا کر لینے دیں۔" وہاج نے ساری بات بتاتے ہوئے کہا تو ماں کے ساتھ بہنیں بھی اسے دیکھتی رہ گئیں۔

''میں تب بھی تمہارے لئے مناسب نہیں سمجھتی، تم جذبات میں آ کر سوچ رہے ہو اور جلدی بازی میں فیصلہ کر رہے ہو جس کا بعد میں تمہیں ملال ہوگا، صبا کے ساتھ جو ہوا تمہاری غلطی نہیں وہ ایک حادثہ تھا، محض ایک ایکسیڈنٹ، جو کسی کے بھی ہاتھوں ہو سکتا تھا کیونکہ یہ اس کی تقدیر میں تھا۔'' اب وہ بیٹے کو سمجھا رہی تھیں۔

''تو سمجھ لیں اس سے شادی بھی تقدیر کا فیصلہ ہے جس میں کوئی جذباتی پہلو نہیں، آپ جانتی ہیں میں جذبات کے ہاتھوں فیصلے نہیں کرتا ورنہ صبا کی بجائے اریبہ کی بات کرتا۔'' وہ مضبوط انداز میں بولا تو جان چھڑانے کو راشدہ نے کہا۔

''تم پھر سوچ لو بیٹا، ایسے فیصلے لمحوں میں نہیں ہوتے نہ یہ گڑے گڑیا کا کھیل ہے، پوری زندگی کا معاملہ ہے اور فرض کرو وہ ٹھیک نہ ہوئی تو......''

''ڈاکٹرز کے مطابق وہ ٹھیک ہو جائے گی اور نہ بھی ہوئی تو میرے لئے وہ ویسی ہے جیسی پہلے تھی اور آپ کو ہر صورت یہ پرپوزل لے کر جانا ہے مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا۔'' وہاج کا لہجہ ٹھوس اور انداز بہت اٹل تھا، وہ فیصلہ کر چکا تھا انہیں صرف آگاہ کر رہا تھا، یہ بات اتنی آسانی سے ہضم ہونے والی نہیں تھی، غصہ، افسوس اور حیرت سے راشدہ بیگم کا دل جل رہا تھا موڈ خراب ہو چکا تھا، یہ ٹھیک تھا کہ حیدر صاحب کی بدولت ہی ان کا بیٹا قدم جما پایا تھا، ان کی کمپنی میں بڑا عہدہ بھاری تنخواہ ترقی دن بہ دن بدلتی حیثیت جس نے ان کی نظریں آسمان پر ٹکا دی تھیں، یہ ٹھیک تھا کہ صبا ان کی لاڈلی اور چہیتی بیٹی تھی، شکل و صورت میں یکتا اگر وہ اسے بیاہ لاتیں تو لاکھوں کا جہیز ملتا مگر ساتھ معذوری بھی جو عمر بھر کی بھی ہو سکتی تھی۔

''امی اگر بھائی چاہتے ہیں صبا کا ساتھ تو برائی کیا ہے؟'' ہما بولی۔

''چپ رہو تم میں نے مشورہ نہیں مانگا بہو خدمت کروانے کے لئے لائی جاتی ہے اور تمہارا بھائی خدمت کرنے کے لئے لا رہا ہے۔'' وہ بھڑک کر بولیں۔

''امی حیدر صاحب جدی پشتی رئیس ہیں ایک ہی بیٹی ہے اتنا جہیز دیں گے کہ گھر بھر جائے گا اور یقیناً سلامی میں عالیشان بنگلہ، کار ہم سب کو گولڈ بھی مل سکتا ہے پھر بیٹی کے لئے وہ ملازمین بھی دے سکتے ہیں، اگر معذور یا بیمار ہے تو ہمارا فائدہ ہے، ہم جیسے چاہیں اس کی چیزیں برتیں استعمال کریں کون سا اٹھ کر منع کر سکے گی، مفت میں عیش ہوں گے پھر وہاج بھائی اکلوتے بیٹے ہیں، اس گھر کے اچھا ہے بیوی کے کنٹرول میں نہیں، ہمارے بس میں رہیں گے الٹا حیدر صاحب کی فیملی اور خود صبا ہمارے احسان مند بھی سر اٹھا کر بات نہیں کر سکیں گے آپ کے سامنے، میرا تو خیال ہے صبا کی خیریت پوچھنے کے بہانے آج چلتے ہیں تو آپ رشتہ بھی ڈال دیجئے گا۔''

ان کی چھوٹی بیٹی جو مفاد پرستی، لالچ میں انہی پر گئی تھی بولی تو وہ اس کی ذہانت پر عش عش کر اٹھیں، واقعی یہ سب تو انہوں نے سوچا نہ تھا، دولت بے تحاشا دولت کی چمک قیمتی فرنیچر امپورٹڈ جہیز اور زیادہ حیثیت مرتبہ ہو سکتا ہے، وہاج کو وہ باقاعدہ کاروبار میں بطور داماد حصہ دار بنا لیں، یہ سب سوچ کر وہ ایکدم سے کھل اٹھیں اور باقاعدہ صبا کے گھر جانے کے منصوبے بنانے لگیں اور وہاج ان سے بات کر کے سیدھا عفنان علی خان کے آفس گیا، شہریار کے آنے واپسی کا پتا کرنے کیونکہ اس سے رابطہ نہ ہو پا رہا تھا

اور وہ اپنا یہ فیصلہ سب سے پہلے اس سے شیئر کر کے سنعیہ کے ذریعے صبا کے گھر میں اس پرپوزل کی راہ ہموار کرنے کے ساتھ ان کے ویوز بھی جاننا چاہتا تھا، مگر شہریار سے رابطہ نہ ہونے کے باعث وہ یہ بات واپسی پہ ڈال کے حیدر صاحب کے گھر پہنچا اتفاق سے وہاں اسی موضوع پہ گفتگو ہو رہی تھی اور بے ساختہ ہی اظہار مدعا براہ راست کر دیا اس نے۔

اس کی بات پر کچھ دیر کے لئے لاؤنج میں موجود تمام نفوس ساکت، تحیر زدہ اور سن سے رہ گئے اور بے یقینی سے بالکل خاموش تھے، وہ موجودہ صورتحال سے ہرٹ تھے، انہیں معلوم تھا کہ سال دو سال کچھ عرصہ لگتا تھوڑا لمبا اور تکلیف دہ پراسس سہنا پڑتا صبا کو مگر بالآخر وہ ٹھیک، تندرست ہو کر پھر سے زندگی کو بھرپور انداز میں جینے کے قابل ہو جاتی، پھر یقیناً اس کے لئے بہترین رشتوں کی کمی نہ ہوتی، مگر اس کیفیت میں وہاج حسن جیسا ہینڈسم، کوالیفائیڈ اچھے عہدے پر فائز شخص خود صبا کے ساتھ کا خواہاں اور اس سے شادی کا متمنی ہو، یہ بات واقعی عجیب تھی۔

''وہاج تم بیٹا آؤ کیسے ہو؟'' نزہت نے خود کو حیرت سے نکالتے ہوئے اسے آگے آنے کا کہا تو باقی سب بھی اپنے رکے سانس بحال کرنے لگے، عدیل اور راحیل کچھ دیر کے بعد وہاں سے اٹھ گئے ماریا بھی ان کے ہمراہ جا چکی تھی، نزہت بیگم اب کلی توجہ کے ساتھ وہاج حسن کی طرف متوجہ ہوئیں تو وہاج نے بڑے مہذب انداز اور شائستہ الفاظ میں کہا تھا۔

''آنٹی میں صبا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم، اتنا کچھ ہو جانے کے بعد، صبا سے شادی کرو گے، جانتے ہوئے کہ ابھی وہ کافی عرصہ اس صورتحال میں رہے گی نہ تو بیمار نہ تندرست، ذہنی طور پر ڈپریس اور جسمانی طور پر معذور۔'' بات کرتے ہوئے ان کی آواز بھرا گئی وہ کچھ دیر تک بول نہ سکیں تو وہاج نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔

''آنٹی آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں وہ ٹھیک ہو جائے گی۔''

''ابھی تم جذباتی ہو کر کہہ رہے ہو مگر زندگی جذبات کے سہارے نہیں گزرتی نہ ہمدردی تمام عمر کوئی نبھا سکتا ہے کل کو تمہیں اپنی یہ خواہش احمقانہ لگے گی اور تم، تمہارے گھر والے صبا کو وہ مقام نہیں دے سکیں گے جو ایک بہو کا حق ہوتا ہے اور میری بیٹی جو تم لوگوں کے سامنے سر اٹھائے کھڑی ہوئی تھی سر جھکائے رویا کرے گی۔'' ان کے لہجے میں اضطراب اور بے چینی در آئی تھی۔

''آنٹی پلیز میرے خلوص کو ہمدردی کا نام دے کر شرمندہ نہ کریں اور میں نے جذباتی ہو کر نہیں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے اور یقین کریں میرا یہ فیصلہ کبھی آپ کو پریشان یا صبا کو شرمندہ نہ ہونے دے گا، یہ میرا وعدہ ہے وہاج احسن کا وعدہ، وہاج حسن کا وعدہ اور مرد جان سے پھر سکتا ہے وعدے سے نہیں (افسوس کہ اس مرد نے یہ وعدہ کسی وقت اریبہ سے بھی کیا تھا اور اس سے پھر بھی چکا تھا) رہی میری فیملی کی بات تو آپ وہ ٹینشن بھی نہ لیں میں امی سے بہنوں سے بات کر چکا ہوں سب کا جواب Positive ہے اور ہو سکتا ہے وہ ایک دو دن تک آپ کے پاس آئیں بات کرنے۔''

''نہیں بیٹا یہ فیصلے یوں لمحوں میں نہیں ہوتے، یہ شادی ہے عمر بھر کا معاملہ، یوں اچانک بلا سوچے سمجھے میں صبا کی شادی نہیں کرنا چاہتی اور تب تک تو بالکل بھی نہیں جب تک وہ اس فیز سے باہر نہیں آ جاتی اور یہ عرصہ کتنا ہو سکتا ہے ڈاکٹرز ہونے کے باوجود میں کچھ بھی قبل از وقت یقین سے نہیں کہہ سکتی۔

میں اپنی بیٹی کے لئے پریشان سہی تمہارے لئے بھی مخلص ہوں اور ہر گز نہیں چاہوں گی کل کو تم کسی زیاں یا پچھتاوے کے احساس میں گھرو تو تمہارا یہ فیصلہ میری بیٹی کے لئے عمر بھر کا روگ بن جائے، تم اپنے گھر والوں کو منع کر دو۔" نزہت نفی میں سر ہلاتی سنجیدگی سے بولیں تو دہاج چپ سا ہو گیا۔

☆☆☆

اپنے وجود کا ملتا نہیں کوئی سراغ
یوں غم اٹھائے پھرتی ہوں سارے جہان کے
قسطوں میں مر رہی ہوں نیا تجربہ نہیں
میں سود ہی چکائے گئی جسم و جان کے

اس کی آنکھ کھلی تو دن کافی ہو چکا تھا اور سب سے پہلی بے ارادہ اٹھنے والی نظر سامنے صوفہ پر بیٹھے شہریار پر گئی بہت اچھی ڈریسنگ میں، سلیقے سے بال سنوارے، قیمتی پرفیوم لگائے، ہشاش بشاش اور مطمئن کسی سے موبائل پر مصروف گفتگو تھا، اس کی سماعتوں میں صبا کی آواز گونجی۔

"سعدیہ شہری بھائی بہت اچھے ہیں بس ذرا دل کو سمجھا لو تو سب اچھا، خوبصورت لگے، زندگی آسان ہو جائے گی محبت کے سہارے جیتے اور یوں جیتے ہوئے تمہیں ان کے بنا ایک لمحہ گزارنا بھی دشوار لگے گا۔"

اور خود پہ تہہ در تہہ لاپروائی، بے حسی و بے نیازی کے خول چڑھاتے اتنے خوبصورت بندے کے ہمراہ رہتے اب تک تو اس نے روایتی میاں بیوی کے امیج کو قائم رکھنے کی بس کچھ کوشش کی تھی وہ بھی مارے باندھے، مگر تنہائی میں طمانیت کے سارے نقاب اتر جاتے پھر شہریار کی قربت چاہے چند گھڑیوں کے لئے تھی اس کے وجود کی بے چینی تو حد سے سوا کر دی تھی وہ پوری رات خود کو عجب تپش میں جھلستا محسوس کرتی رہی، وقتی کشش کے ہاتھ سہی مگر شہریار کی وہ محبت و شوق سے بھری جسارتیں اور استحقاق کا بھرپور انداز جو لمحوں میں سعدیہ کو اسیر اور زیر کر گیا تھا، وہ بھول گئی تھی کہ اس شخص سے گریز، انا یا بے اعتنائی برتنا ہے، بس جذبوں کے ان دیکھے سمندر میں بہلنے لگی تھی۔

اور اس سب کے بعد وہ خود لاتعلق ہو سکتی تھی کیا اپنے درمیان رشتے کے شرعی و فطری تقاضوں سے؟ یا شہریار کی اجنبیت برداشت کر سکتی تھی؟ نہیں ہر گز نہیں سعدیہ کا دل پوری شدت سے چلایا تھا۔

"میں دیکھتی ہوں شہریار کہ مجھے ارزاں کر کے تم کتنے دن خوشی سے جی سکتے ہو اور اب یہ سب اتنا آسان نہیں ہو گا، اگر تم اپنا استحقاق اپنی مرضی سے جتا کر مجھ پہ ملکیت کا احساس جتا سکتے ہو تو تمہیں مجھ سے وابستہ رشتے کے حوالہ سے مجھے عزت، مقام اور محبت دینا ہو گی۔" وہ اٹل انداز میں سوچتی اٹھی۔

اور ناشتے سے فراغت کے بعد جو خبر شہریار نے اسے سنائی تھی، سعدیہ کو یکدم ساکت کر گئی، کتنی دیر تک وہ کچھ بول نہ سکی تو شہریار نے اس کے کندھے پر تسلی دینے والے انداز میں ہاتھ رکھا تھا۔

"تم یقین رکھو سعدیہ، اب صبا بالکل ٹھیک ہے آئی سی یو سے نہ صرف باہر آ چکی ہے بلکہ گھر شفٹ ہو گئی ہے اور پہلے سے بہت بہتر ہے۔"

"اتنا کچھ ہو گیا اور مجھے کسی نے بتانے کی زحمت نہیں کی، میری بہن جیسی دوست موت کے دروازے سے واپس پلٹی اور میں بے خبر رہی۔" اس کی آنکھوں سے تیز رفتاری سے آنسو بہنے لگے تھے

"ہم سے کسی کا بھی رابطہ نہیں ہو رہا تھا ڈیئر تم خود کو سنبھالو ہم ابھی شوٹنگ پیک اپ کر کے چلتے ہیں، اس کڑے وقت میں صبا اور اس کی فیملی کو ہماری ضرورت ہے۔" شہریار نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے نرمی سے کہا تو وہ بے اختیار ہی اس کے سینے سے لگ کر زار و قطار رو دی، شہریار نے ایک طویل آہ کھینچتے ہوئے، اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا اور دلاسہ دینے لگا، کچھ ہی گھنٹوں بعد وہ پاکستان روانگی کے سفر میں تھے اور صبا کی حالت، کیفیت کے بارے میں سوچتی سعدیہ کے دل کی بے چینی، اضطراب حد سے سوا ہو رہا تھا، وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ اپنی ہمدرد، خیر خواہ اور عزیز از جان دوست کے لئے زندگی، تندرستی اور خوشی کی دعائیں مانگ رہی تھی اور شہریار اسے بار بار دیکھتا رہا جو یقیناً اس وقت بہت دلگرفتہ تھی، سوگوار تھی اور اس کے سوگوار ہونے سے شہریار کو زندگی بوجھل محسوس ہو رہی تھی، اسی بوجھل پن میں وہ سعدیہ کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیتا اسے دلاسہ دینے کو سعدیہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی اور بھیگے رخسار صاف کرنے لگتی، یہ ٹھیک تھا کہ ان کے رشتے میں کوئی لگاوٹ، جذباتی پن شروع سے نہ تھا کچھ دونوں کی انا اور ضد تناؤ کی کیفیت پیدا کرتی رہی اور سعدیہ کو کچھ دنوں پہلے تک خود سے وابستہ اس تعلق کو لے کر کبھی لگا ہی نہیں تھا کہ اس شخص سے کوئی واسطہ بھی ہے مگر اب وہ بے خبری اور انجانے پن سے نکل آئی تھی، اب خدشات ختم ہو چکے تھے لیکن سدباب باقی تھا۔

"اور اگر یہ شخص مجھے چھو کر پتھر سے پانی نہ کرتا، تو شاید میں ساری عمر بہت شرعی و فطری تقاضوں سے نگاہیں چرائے بے خبر انا میں قید رہتی۔" سعدیہ نے ایک نگاہ قصداً اس شخص پہ ڈالی تھی جو اس کے ساتھ قدم بڑھاتا اب صبا کے گھر کا گیٹ پار کر رہا تھا اور وہ آنکھیں رگڑتی اندر داخل ہونے لگی۔

صبا سے سامنا ایک ہنستی کھیلتی، جیتی جاگتی، پرخلوص اور ہمدرد لڑکی کو لاچار اور بے بس بستر پر پڑے دیکھنا کتنا مشکل تھا اس کے لئے مگر کرنا تھا اور صبا کو دیکھتے ہی ٹپ ٹپ کتنے آنسو آنکھوں سے باہر تھے، چہرہ بھیگتا چلا گیا صبا نے اسے دیکھا تھا اور چہرے کا رخ پھیر لیا تھا، سعدیہ کے لئے اس کا یہ خائف انداز جھیلنا دشوار تھا بہت متضاد کیفیات تھیں صبا کے چہرے پر، سعدیہ نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو اپنی طرف کیا تو جانے کس احساس کے تحت صبا اس کے ہاتھوں میں چہرہ دیے روتی چلی گئی۔

"اونہوں صبا بری بات کمزور پڑنا اچھی بات نہیں جبکہ تم دوسروں کو بہادری کا درس دیتی ہو پھر جانتی ہو کر روتے بسورتے چہرے تمہارے بھائی کو اچھے نہیں لگتے۔" شہریار نے قصداً سعدیہ کو دیکھتے ہوئے آخری الفاظ کہے تو صبا کو یکدم ہنسی آ گئی۔

"ہوں گڈ گرل، اب ہوئی نا بات اور اٹھو بھئی، تم کیا بیمار بنی بیٹھی ہو بجائے اس کے کہ بھائی اتنے دنوں بعد آیا ہے اس کی خاطر مدارات کرو، تم بہانے بنا کر بیڈ کو پیاری ہو رہی ہو۔" بوجھل بوجھل سے ماحول میں شہریار کا دوستانہ اور فرینکلی انداز فضا کو درست کرنے کے ساتھ صبا کو بھی قدرے ہلکا پھلکا کر گیا اور وہ مسکرا دی۔

"لڑکیوں کو گھر داری میں طاق ہونا چاہیے بھئی یہی خانگی و ذہنی پختگی اور ترقی کی بنیاد ہے۔" وہ ایک بار پھر وانستہ سعدیہ کو سنا رہا تھا اور صبا اس کی شرارت سمجھ رہی تھی سو مسکراتی رہی۔

"آپ شاید یہ بھول رہے ہیں کہ ہماری آپی ہر معاملے میں طاق ہیں۔" راحیل نے سعدیہ کا دفاع

کیا پھر بولا۔

''ویسے بھی بیوی، بیوی ہوتی ہے کوئی دھوبن، باورچن، مالن یا نرس نہیں۔''

''بالکل ٹھیک مگر اچھی بیوی وہی ہوتی ہے جو گھریلو امور میں طاق ہو۔'' شہریار بدستور اپنی بات پر مصر رہا، جبکہ سعدیہ خاموش بیٹھی سب کو ہنستے بولتے دیکھ رہی تھی۔

''اور میرا خیال ہے آپ یہ ڈسکشن بعد میں کر سکتے ہیں پہلے کھانا کھالیں۔'' نزہت نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔

''آنٹی ایسا کریں آپ کھانا ڈائننگ ٹیبل پر نہ لگائیں، آج صبا کے کمرے میں دسترخوان لگائیں ہم سب یہیں بیٹھ کر کھائیں گے اور صبا ہمارا ساتھ دے گی۔'' سعدیہ نے کہا تو سب نے تائید میں سر ہلائے۔

''مگر میں تو اب ڈائننگ ٹیبل لگوا چکی ہوں۔'' نزہت بولیں۔

''نو ٹینشن آپ بیٹھیں میں خود ملازمہ کے ساتھ مل کر دسترخوان لگوا دیتی ہوں۔'' سعدیہ اٹھنے لگی۔

''نہیں بیٹی تم بیٹھو اتنے لمبے سفر سے تھکی آئی ہو، میں خود کر لیتی ہوں۔'' نزہت شفیق انداز میں کہتی اسے روک کر باہر نکلیں اور عین اس وقت جب سب کھانا کھانے کے وقت بیٹھے عفنان علی خان اور شائستہ بیگم آ پہنچے انہیں نزہت بیگم نے مدعو رکھا تھا، خوشگوار سے ماحول میں ہلکی پھلکی نوک جھونک کے ساتھ سب نے اچھا وقت گزارا اور صبا کو بھی کتنے دنوں بعد اس گھر کے در و دیوار نے ہنستے مسکراتے دیکھا تھا۔

''درست کہا تھا ماریا نے کہ بعض اوقات اردگرد کا ماحول بدلنے سے بھی اندر کا منظر بدل جاتا ہے اور شہریار کی ذرا سی کوشش سے صبا کچھ دیر کے لئے سہی، مگر اپنی بیماری بھلا چکی تھی، ہر وقت ذہن و دل میں پنپنے والا احساس بیچارگی اور بے بسی جیسے پس پشت جا چکی تھی، تو کیا واقعی اسے تبدیلی کی ضرورت ہے اور کیا یہ تبدیلی صرف گفتگو تک ہونی چاہیے یا شادی کی صورت میں، کیا صبا کو یہ تبدیلی شادی بھی دے سکتی ہے؟'' نزہت کا ذہن اب ایک نکتے پہ اٹک چکا تھا، وہ مسلسل مسکراتی صبا کو دیکھتے ہوئے وہاج حسن کی رشتے کی آفر پر غور کر رہی تھیں۔

☆☆☆

ہاتھوں پر
کتابوں پر
درختوں پہ
کسی کا نام لکھنے سے
کوئی اپنا نہیں ہوتا
نام سے نام جوڑنا
اتنا آسان نہیں ہوتا
آسمان کا فیصلہ ہے یہ
زمین پر نہیں ہوتا

کچھ سال قبل کی ہی تو بات تھی زندگی کے کتنے مزے تھے کالج لائف، آزادی کا احساس، محبت کچھ اہم کچھ خاص بنا دینے والا جذبہ، خونی رشتے، تعلقات، کچھ کیا میسر تھا اور وہ خواب جو محبت سے وابستہ

تھا، جب مستقبل کے اندیشوں سے بے خبر، اردگرد سے بے نیاز، بے خبر، شوخیوں، شرارتوں میں مگن وہ دونوں املتاس کے پیڑ تلے روپہلی چاندنی یا سنہری پتوں پر پڑتی سورج کی روشنی میں ایک دوسرے کو جذب دل کی کہانیاں سنایا کرتے تھے، معطر پھولوں کی خوشبو جیسے نرم رومینٹک اشعار سنائے تو اندر باہر زندگی سے بھرپور روشنیاں جگمگانے لگتیں، وہ زمانہ وہ باتیں وہ یادیں جب لگتا تھا کہ ہمیشہ خوشی ہمسفر ہو گی، کامیابی ہر موڑ پر ہتھیلی کو ہنستی ہوئی ملتی، کبھی گمان بھی نہ کیا تھا کہ آنسو بھی ایک دن پلکوں کا مستقبل ورثہ ہو جائیں گے، اس نے اپنی پلکوں پہ اٹکے آنسو کا قطرہ انگشت شہادت پہ لیا۔

وہ یوں ملا ہے کہ جیسے کبھی ملا ہی نہ تھا
ہماری ذات پہ جس کی عنایتیں تھیں بہت
ہمیں خود اپنے ہی یاروں نے کر دیا رسوا
کہ بات کچھ بھی نہ تھی اور وضاحتیں تھیں بہت

''مجھے ایک دفعہ بھی ایک لمحے کے لئے بھی محسوس نہیں ہوا تھا کہ زندگی کبھی اس موڑ پر لے آئے گی جب آنکھوں کے پار چاند اور آنکھوں میں صرف دھند رہ جائے گی اتنی دھند کہ سب راستے گمشدہ نظر آئیں گے۔''

''آپ پھر اسی ڈپریشن کا شکار ہیں، بھول جائیں وہ سب، وہ ہماری زندگی سے نکل چکا ہمارے روز و شب کا حصہ نہیں رہا کیوں اسے دل و دماغ پر طاری کر کے خود کو تکلیف دیتی ہیں۔'' جویریہ اس کے سامنے چائے کا کپ رکھتی ہوئی بولی۔

''بھولنا، بھلا اتنا آسان تو نہیں۔'' اریبہ نے اک تکلیف دہ آہ بھری اور کپ اٹھا لیا۔

''مگر بھلانا پڑتا ہے ورنہ زندگی آسان نہیں ہوتی، وہ خواب جو سراب بن جائیں جن سے کچھ حاصل نہ ہو کیا فائدہ انہیں رو رو کر زندگی عذاب کرنے سے۔'' جویریہ نے ناصحانہ انداز میں کہا، وہ اس بار کچھ بولی نہیں تھی۔

''آپی کیا آپ کی کمپنی جو فنکشن ارینج کر رہی ہے ہم بھی شریک ہو سکتی ہیں، اس میں۔'' ربیعہ اپنی چائے لئے ان کی طرف آتی ہوئی بولی۔

''ہاں مضائقہ تو کوئی نہیں مگر تمہارا نہ جانا ہی بہتر ہے، میں شوبز اور گھر دونوں کو یکسر الگ تھلگ رکھنا چاہتی ہوں، کیونکہ تم نہیں جانتیں اس فیلڈ کے لوگ اور ایسے فنکشنز میں آنے والے کس قماش کے ہیں، تھرڈ کلاس کیٹگری میں ان کا شمار ہوتا ہے، جو بزنس کو ڈاؤن نہ کرنے کے لئے بہنوں، بیویوں، بیٹیوں کو شو آف کر دیتے ہیں، عورت اس شعبے میں صرف ''دیکھنے دکھانے'' کی چیز ہے، محض لطف و تماشہ جیسے انسانیت کے کسی کھاتے میں یہ لوگ فٹ نہیں کرتے۔'' وہ تلخی سے بولی۔

''مگر کیوں؟ اتنے بڑے عہدوں پر فائز اتنے ایجوکیٹڈ، ویل آف یہ لوگ ایسے گھناؤنے کیسے ہو جاتے ہیں؟'' ربیعہ بے حد حیرت سے بولی۔

''دولت، بے تحاشا دولت اسٹینڈرڈ اور اختیار کا نشہ نہیں انسانوں کو جھکانے، گرانے اور ذلیل و خوار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور وہ انسانیت کے جامے سے نکلتے نکلتے شیطانیت کے سب سے اونچے درجے پر پہنچ جاتے ہیں۔'' اریبہ کا لہجہ پہلے سے زیادہ تلخ تھا۔

"اور میں نے تم دونوں کے رشتے طے کر دیے ہیں، یہ منگنی نہ ڈیٹ فکس ہیں ڈائریکٹ شادی اور رخصتی اگلے ماہ ایک ساتھ کر دوں گی تم دونوں کی، تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دونوں کے رشتے اچھے، دولت مند اور معزز فیملیز میں طے کیے ہیں، جنہیں میرے شوبز جوائن کرنے کا خوف ہے نہ کسی اور قسم کا دھڑکا، ہر چیز اچھی بہترین جو جی چاہے اپنے لئے خرید و ڈرائیور، گاڑی پیسے سب ہیں۔" وہ انہیں دیکھتی ہوئی بولی، اریبہ نے دھما کا کیا وہ دونوں شدید حیرت سے ساکت سی ہو گئیں۔

"میں نہیں چاہتی کہ تم پہ میرے حوالے سے کوئی آنچ پریشانی آئے یا غم کا سایہ پڑے، ہر کام کا وقت ہوتا ہے اور اس کام کا مناسب وقت شاید یہی ہے۔" اریبہ نے اب رسان سے کہا تو وہ حیرت کے جھٹکے سے نکلتی بولیں۔

"مگر اتنی ایمرجنسی میں شادی، ہمیں پوچھے بتائے بنا رشتے طے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ میں اس گھر کا تمہارا برا چاہوں گی۔"

"نہیں، اس گھر کا اچھا سوچتے تو خود کو دلدل میں پھنسا لیا آپ نے۔"

"تو بس Belive it سب بہتر ہو گا کہ اللہ کا کیا ہے ہمارا نہیں اور خود کو بس Rrlex رکھو کہ اللہ بہتر ہی کرتا ہے۔" وہ انہیں کہتے ہوئے اٹھی جبکہ ربیعہ اور جویریہ کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔

"میں اب سوؤں گی کیونکہ رات کا فنکشن ہے اگر سوئی نہ، تو پوری رات جاگ نہیں سکوں گی، تم لوگ ٹھیک شام سات بجے مجھے جگا دینا۔"

"فنکشن تو شاید دس بجے سٹارٹ ہو گا۔"

"ہاں مگر وہاں جا کر تیار ہونا کچھ دیکھنا کرنا ملنا ملانا ذرا پہلے نکلنا ہو گا اور تم دونوں ٹی وی پہ دیکھنا بلکہ ریکارڈنگ محفوظ کرنا لائیو شو ہو گا، میں ریکارڈنگ گھر آ کر دیکھوں گی۔" اس کا لہجہ قدرے جوشیلا اور ایکسائٹمنٹ لئے ہوئے تھا۔

"ہم گھر اکیلی رہیں گی رات بھر۔" ربیعہ جھجک کر بولی۔

"نہیں فوج بھیج دوں گی خود میں اعتماد لاؤ جو اکیلے ہیں انہیں اکیلا ہی رہنا ہے اور میں اب ریسٹ کرنے لگی ہوں تم چاہو تو سٹنگ روم کے شوکیس کے لاکڈ دراز میں تصاویر، ڈیٹیل سب موجود ہے دیکھ سکتی ہو اپنے ہونے والے شوہروں کی۔"

وہ انہیں مزید حیرت زدہ کرتی باہر نکلی کمرے سے تو ربیعہ، جویریہ کچھ دیر تحیر زدہ رہنے کے بعد ایک ہی جست میں سٹنگ روم کے اندر تھیں اور کچھ دیر بعد ان دونوں کے ہاتھ میں کتابی سائز البم تھی، بمعہ فیملی تصاویر نام ڈیٹیل دونوں لڑکے اچھے خاصے خوبصورت قد کاٹھ کے، اچھا ناک، نقشہ رکھنے والے، مختصر مگر امیر فیملیز سے بلونگ تھے اور ساتھ ان کے پرسنل سیل نمبرز بھی تھے تصاویر کے اریبہ کی جلد بازی سے خائف ہونے کے باوجود یہ سب انوکھا، اچھا، خوبصورت لگا تھا وہ اپنی بہن کی مجبوریوں، دکھوں سے واقف تھیں، جس نے ان کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا، وہ ان کے لئے ایک باعزت زندگی کی تلاش میں اپنا آپ گروی رکھ چکی تھی دنیا کے بازار میں اور ان کا برا کیسے سوچ سکتی تھی، وہ اریبہ کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر چکی تھیں۔

مگر ایک سوچ کے ہاتھوں پریشان ضرور تھیں کہ اریبہ کو وہ اکیلی کیسے چھوڑ سکتی تھیں؟ اور اریبہ نے

وہ مسلمانوں سے یہ بھی جان رہی تھی کہ اللہ نے قوموں کی ہدایت و موعظت کے لئے بہت سے پیغمبر مبعوث فرمائے کسی نے نہیں کہا کہ وہ خدا ہیں بلکہ کہا تو صرف یہ کہ وہ بس پیغمبر ہیں، مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔

اسے یاد آیا کہ دنیا کے خاتمہ کے حوالہ سے مسلمانوں کے بھی کچھ نظریات ہیں سو اس نے اسلام کا چینی ترجمہ پڑھا اور اس کو پڑھنے سے پہلے وہ کچھ اچھی رائے نہ رکھتی تھی اور اسے توقع تھی کہ اس میں خوفناک غلطیاں، اہانت آمیز کلمات، توہمات اور تضادات نظر آئیں گے اسکی لئے وہ موزانہ کے لئے ساتھ ساتھ بائبل، زبور، توریت اور انجیل کے صحائف بھی دیکھتی جاتی تھی، وہ جان رہی تھی کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی کرتا ہے، نہانے دھونے سے لے کر خاندانی تعلقات اور معاشرتی روابط کے حوالہ سے ایک ایک معاملہ میں یہ دین ٹھوس اور فطری رہبری کرتا ہے، وہ جان چکی تھی کہ کوئی بھی متعصب اور منصف پسند انسان قرآن کے برحق ہونے میں شبہ نہیں کر سکتا اس کا پر شکوہ مگر سادہ اسلوب انسانی نفسیات کے عین مطابق مسائل کا ادراک اور مادی و روحانی معاملات میں انسان کی مکمل رہنمائی قابل عمل تعلیمات اسے ایک ابدی رہنما کتاب ماننے پر مجبور کرتی ہیں، قرآن اسے کئی حوالوں سے بائبل سے منفرد اور افضل لگا، کیونکہ عیسائیت کے کسی عقیدے میں عقل و شعور کی کارفرمائی نظر نہ آتی تھی، جبکہ اسلام کی تعلیمات اور نظریات آپس میں بالکل منظم اور مضبوط تھے، اس نے یہی پڑھا اور سنا تھا کہ اسلام ظلم و بربریت پر مبنی جنگ و جدل کا دین ہے وہ اب جان رہی تھی کہ جہاد کا وہ نظریہ جس کے تحت مسلمان بدنام اور دنیا بھر میں دہشت گرد گردوانے جاتے ہیں وہ قرآن حکیم میں مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے کہیں معاشرے کے پسے لوگوں کو نجات دلانے کے لئے کہیں معاشرتی ناانصافی اور محرومی کے خاتمے کے لئے کبھی تزکیہ نفس کے لئے اور کہیں دشمنوں کی جارحیت روکنے کے لئے، اسلام کا نظریہ جہاد عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور نہتوں کی حفاظت کرتا ہے، یہاں ہسپتالوں، سکولوں، عبادت گاہوں اور رہائشی مکانوں پر بمباری کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام صرف انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دینے کے لئے لڑتا ہے یا پھر اس وقت تلوار اٹھاتا ہے جب تبلیغ دین کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں یا دشمن جارحیت پر اتر آئے، اسلام میں بے گناہ انسانوں کے قتل و خون کو حرام قرار دیا گیا ہے، اس کی نگاہیں اللہ سبحان تعالیٰ کے اس فرمان پر اشکبار تھیں۔

"اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کریں اور یاد رکھو، حدود سے تجاوز مت کرنا، اللہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (سورہ البقرہ، آیت 190)

"جس نے دوسرے انسان کو بغیر کسی وجہ کے قتل کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کر دیا اور جس کسی نے کسی دوسرے کی جان بچائی تو گویا اس نے ساری انسانیت کو بچا لیا۔" (سورہ المائدہ آیت 32)

"حرمت انسانیت کا یہ درس اللہ اور اس کے رسول کا دیا ہے اور اسلام میں کسی بے انصافی یا استحصال کی کوئی گنجائش نہیں نہ نو آبادیاتی نظام سامراجیت، طبقاتی کشمکش یا غیر منصفانہ اور جارحانہ جنگوں کی اجازت ہے اسلام کے قانون صلح و جنگ عین فطری اور انسانی مفاد میں ہیں، اسلام، روح، جسم اور پوری کائنات کے لئے سلامتی اور رشد و ہدایت کا پیامبر ہے سورہ نور پڑھتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ

اپنے لئے کیا سوچا تھا؟

وہ بہن جو ہزار صدمات سہنے، مشکلات کے باوجود زندہ رہی، اپنے وجود کو زخم زخم دیکھ کر بھی ان کے لئے جینے کی سعی کرتی رہی، کیا وہ اس کے لئے کچھ کر سکتی تھیں، ادیبہ کی آنکھ کھلی تو نہا کر فریش ہوئی جوس پیا تازہ پھر گاڑی کی چابی اٹھائی اور اس کی گاڑی ان راستوں پر سبک رفتاری سے بڑھنے لگی جو لاہور کے سب سے خوبصورت مہنگے ایونیو تک جاتے تھے، چار گھنٹے صرف چار گھنٹے کے فاصلے پر ہی کامیابی، شو شروع ہونے میں ٹائم تھا، پاکستان سلور سکرین اور منی اسکرین کی تمام بیوٹی اور کریم آواری کے خوبصورت روشنیوں بھرے رومینٹک ماحول میں خوشبوئیں بکھیرتی مرتج ہو رہی تھی، ادیبہ نے محض اک نظر اس طرف دیکھا تھا پھر اپنے لئے مخصوص کردہ ڈریسنگ روم میں جانے لگی۔

☆☆☆

"اللہ کو ہماری وفاؤں اور عبادتوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، انسان ایک ذمہ دار ہستی ہے اور اس کی تخلیق ایک خاص مقصد کے لئے عمل میں آئی ہے وہ مقصد کیا ہے؟ کتاب الٰہی نے تخلیق انسان کو وہ خاص مقصد عبادت و بندگی بتایا ہے، ارشاد ربانی ہے کہ۔"

"ہم نے جنوں، انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے" حضرت علیؓ نے اس کی تشریح یوں فرمائی کہ۔۔۔۔"

ماریا ایک بار پھر درس قرآن و حدیث کی کلاس اٹینڈ کر رہی تھی اور ایک بار پھر اس کی آنکھیں لگاتار آنسو بہا رہی تھیں کیونکہ موضوع و انداز بیان کے ساتھ دلکش قرأت میں قرآنی آیات کا حوالہ زبردست تھا اگرچہ وہ عربی زبان سے نابلد تھی مگر قرآن کی قرأت میں ایک معجزانہ تاثیر ہے جو قلب میں عجب کیفیات پیدا کر دیتی ہے، قرآن کا صوتی آہنگ انسانی فطرت کے تاروں کو چھیڑتا ہے، قرآن کی معجزانہ تاثیر آج بھی ویسی ہے جیسی نزول قرآن کے وقت تھی اور سننے والا غیر مسلم آج بھی اس اعجاز کو محسوس کر سکتا ہے کہ یہ آیات آفاقی ہیں، وہ قرآن انگریزی ترجمہ کے ساتھ سنتی اور پڑھتی ساتھ عربی زبان و بیان سے واقفیت کی کوشش بھی کرتی، وہ ہمیشہ سے سنتی آئی تھی کہ قرآن بنیادی طور پر بس انجیل کی بگڑی ہوئی شکل ہے مگر عمرانیات، انسانیہ، اجتماعیات، اقتصادیت، سیاسیات اور ساجیات کے ضمن میں قرآن نے جو عدل اجتماعی دیا ہے، انجیل میں تو ان علوم کا دور، دور تک پتہ نہیں، وہ حیران رہ گئی کہ آج سے چندرہ سو سال پہلے ایسی باتیں کوئی کیسے لکھ سکتا تھا، ایک دفعہ یہ خیال بھی آیا کہ عرب سائنس دان، ریاضی دان، ہیئت دان اور جغرافیہ کے نقش ساز اس زمانے میں خاصا آگے رہے ہوں گے، سر جوڑ کر بیٹھے ہوں گے، توریت اور انجیل کو سامنے رکھ کر ایک کتاب تیار کر دی ہو گی، مگر مزید مطالعے اور تحقیق کے بعد پتا چلا کہ عرب سائنسی انقلاب ظہور اسلام کے بعد کی بات ہے، پھر اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو یہ قرآن حکیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی صورت تواتر سے جبرائیل فرشتے کے ذریعے عطا ہوا اور یہی کتاب دراصل کلام الٰہی کی ایک مسلسل کڑی ہے اور مسلمانوں کا ایمان ہے کہ توریت اور انجیل کے بعض اجزاء جن میں عیسیٰ کا ذکر ہے اس خدا کا الہام ہیں، جسے عرب میں "اللہ" کہتے ہیں، ایک مسلمان ہی نہیں عرب کے عیسائی اور یہودی بھی خدا کو "اللہ" ہی کہتے ہیں، پھر مسلمان نوح، ابراہیم، سلیمان اور موسیٰ، عیسیٰ بلکہ سبھی تورانی اور انجیلی پیغمبروں کا پورا احترام کرتے ہیں۔

اسلام میں عورت کو کس قدر تحفظ اور حقوق، عزت حاصل ہیں ورنہ اسلام دور جاہلیہ میں عرب بیٹیوں کو زندہ ہوتے ہی دفن کر دیا کرتے تھے، عورتوں کی منڈیاں لگتی تھیں جہاں وہ ایک جنس کی طرح فروخت ہوتی تھیں، یونانی قوانین میں عورت کی بے حرمتی عام تھی اور ایک شخص کئی کئی بیویاں رکھتا تھا یہ دین اسلام ہی تھا جس نے معاشرے میں عورت کو عزت کا مقام دیا اور جنت جیسے ارفع مقام کو "ماں" کے قدموں تلے مخصوص کر دیا، بہنوں، بیٹیوں، بیویوں کو وراثت کے حقوق دیے اسے فاطمہ کے الفاظ یاد آئے تھے۔"

"حجاب و نقاب زدہ عورت اور داڑھی والا مرد دیکھ کر ایک غیر مسلم کو اسلام ایک جیل خانہ کی طرح نظر آتا ہے جس میں کسی طرح کی آزادی نہیں ہے لیکن اسام میں رہ کر ہمیں سکون، آزادی اور ایسی مسرت کا احساس ہوتا ہے جس کو کسی اور شکل سے سمجھا نہیں جا سکتا، قرآن مجید ان لوگوں کو اندھا کہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے منکر ہیں۔"

"اور اب وہ بذات خود قرآن کی یہ صراحت دیکھ رہی تھی کہ "اللہ گمراہی کے خواہش مندوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا اور دلوں کو پتھر کی طرح سخت بنا دیتا ہے۔"

"تو کیا واقعی اس کے دل پر مہر تھی کہ وہ قرآن کے پیغام کی سچائی نہ دیکھ سکی نہ محسوس کر سکی وہ جیسے ایک خوف کافری کے اندیشہ سے ٹھٹھر کے رہ گئی اگر وہ ساری زندگی اسی گمراہی میں گزار دیتی تو۔۔۔۔" اور کیا وہ اس قابل ہے کہ قبر کا عذاب یا جہنم کی آگ سہہ سکے اور کیا یہ مالک کی ہی مرضی تھی کہ اس کے وہم و گمان کو مذہب کی ضرورت کی کشش محسوس ہوئی اور اسی کی مرضی سے اس کی بصارت اور بصیرت کام کرنے لگی، وہ سچ اور جھوٹ کی تمیز، ڈھونگ اور حقیقت کو پرکھنے کا پرچار کرتی اسلام تک آ پہنچی، وہ اسلام جس کی مقدس کتاب قرآن المجید کا رسم الخط عربی جیسی خوبصورت زبان میں تھا جس کے الفاظ بیان کس قدر حسین، مہر و محبت سے معمور، حقوق نسواں کے حامی اور سائنسی معلومات سے بھرپور تھے۔

وہ قرآن جس میں خودکشی حرام ہے، اسلام میں خودکشی مایوسی کا اظہار ہے، انسان جب دنیا سے مایوس ہو جاتا ہے تو وہ خودکشی کر لیتا ہے اور مایوسی گناہ ہے۔

اس نے یہ گناہ کتنی بار کیا تھا اپنے پیدا کرنے والے خالق کی وہ کتنی بار منکر ہوئی تھی، اس کا دل لرزنے لگا تھا اللہ کے احکام اور ہیبت کو محسوس کرتے، اس کے ہم مذہب و ہم وطن جو اسلام میں عورت کو مظلوم گردانتے تھے، کیا وہ مسلمان عورت کے حجاب میں ملبوس جسم کا اعتماد سکون وقار اور اطمینان جج کر سکتے تھے، ایسی آزادی جس میں زبردستی یا مظلومیت کا شائبہ تک نہ تھا۔

اور مغرب میں عورت آزاد نہیں تھی، آزادی نسواں کے نام پر اس پر بہت سی پابندیاں عائد تھیں جبکہ وہ قائل تھی کہ اسلام نے عورتوں کو حقیقی آزادی عطا کی ہے، اسلام میں کسی بے انصافی یا استحصال کی گنجائش نہیں۔

عیسائیت میں حضرت عیسیٰ کو واسطہ بنا کر خدا سے دنیاوی نعمتیں طلب کی جاتی ہیں، جبکہ نماز میں براہ راست خدا سے تعلق قائم ہوتا ہے، بندہ اپنے رب کی حمد و ثنا کرتا ہے اور اس سے دینی و دنیاوی بھلائیاں طلب کرتا ہے اس نے سورہ مریم کا تفصیلی مطالعہ کیا جس سے اسے علم ہوا کہ حضرت عیسیٰ صرف خدا کے بندے اور پیغمبر ہیں اور حضرت مریم ان کی کنواری ماں جبکہ نہ تو عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں نہ مریم کسی کی بیوی اور ماں، اسلام کے بنیادی اصول وحدانیت، حقانیت اور اخوت و مساوات بے حد معقول، موثر، مفید اور

فطری ہیں جو رنگ نسل اور قبیلے کے امتیازات سے بلند ہو کر سب کو اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں، اسلام میں مساوات کا بین الاقوامی اور عالمگیر جذبہ جس کے تحت سب برابر ہیں جس نے عملی طور پر انسانوں کے درمیان حائل خلیجوں کو پاٹ دیا ہے اور صحیح معنوں میں بنی نوع انسان کو خدا کا کنبہ بنا دیا ہے جس کے متعلق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی ساری مخلوقات اس کا کنبہ ہے اور اللہ کو وہی سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا ہے۔" ماریا کو خوشی تھی وہ جتنا پڑھ رہی تھی اتنا زیادہ سیکھ رہی تھی اور سیکھتے سمجھتے ہوئے اس پر انکشاف ہو رہا تھا کہ وہ سالہا سال سے اسی گوہر مقصود کی متلاشی تھی، اس کا علم عقل جو نتائج اخذ کر چکے تھے اس پر صداقت کی گواہی دے رہے تھے۔

☆☆☆

"وہاج کا پرپوزل صبا کے لئے۔"

سعیہ شہریار کے ساتھ حیدر صاحب بھی تحیر زدہ سے رہ گئے تھے، بات ہی ایسی تھی ایک تو صبا کی فزیکلی ابنارمل اور ریش کنڈیشن پھر وہاج جیسے جینئس اور کوالیفائیڈ بندے کا پرپوزل امیزنگ۔

"تم کیا کہتی ہو اس سلسلے میں۔" حیدر صاحب نے اپنی نصف بہتر کو دیکھا۔

"اگر تمام حقائق کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو صبا کی موجودہ حالت اور رشتہ ٹوٹنے کے بعد ہمارے پاس اور کوئی راہ نہیں اور اسے ٹھکرانے کی غلطی کرنا حماقت ہے، مگر صبا نہیں مانے گی وہ بہت ڈس ہارٹ ہے۔"

"ہمیں تمام حقائق کو دیکھ کر ہی فیصلہ کرنا ہے اور میرا خیال ہے صبا کی زندگی میں خوشیوں کو واپس لانے کے لئے وہاج سے اچھا جیون ساتھی اور کوئی نہیں مل سکتا، پھر صبا کی موجودہ صورتحال اور رشتہ ٹوٹنے کے بعد ہمارے پاس اور کوئی راہ نہیں۔" عدیل نے بھی رائے دی۔

"اگر وہ اس حالت میں بھی صبا کا ہاتھ تھامنے کو تیار ہے تو اس کا مطلب ہے وہ اسے بیچ راہ میں کبھی نہیں چھوڑے گا۔" راحیل بولا تو حیدر صاحب نے باری باری سب کو دیکھا پھر نگاہیں نزہت پر ٹک گئیں۔

"آنٹی صبا کو اچھا بہترین رشتے ملنا کم نہیں ہو سکتے مگر بات ہے تو صرف اس کے اعتماد کو بحال کرنے اور اسے جلد سے جلد زندگی کے ہمقدم کرنے کی رہا وہاج حسن سے شادی تر ہر وسوسے کو ذہن سے جھٹک دیں وہ بہت اچھا اور ہینڈسم لڑکا ہے اگرچہ شروع سے دولت میں نہیں کھیلا مگر اپنی زندگی کے لئے اس نے بہت جدوجہد کی ہے، صبا کی طرف ہاتھ وہ خود بڑھا رہا ہے تو یقیناً یہ صرف ہمدردی نہیں وہ کچھ نرم فیلنگز رکھتا ہو گا صبا کے لئے۔" شہریار بالکل ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے رسان سے بولا تو نزہت بیگم نے پوری توجہ سے دیکھا تھا اسے۔

"یہ سب ٹھیک ہے بیٹا مگر اس حالت میں ہمدردی یا محبت کسی بھی جذبہ کے تحت وہ یہ سب کرنے پر آمادہ ہو کل کو یہ جذبہ ماند پڑ جائے تو حالات کیا رخ اختیار کر سکتے ہیں، تمہیں نہیں پتا شہری میں ایک بیٹی کی ماں ہوں اور میرا ذہن بہت دور تک سوچ رہا ہے۔" وہ الجھی کیفیت میں بولیں۔

"آنٹی آپ قبل از وقت واہموں اور خدشات کو لے کر پریشان مت ہوں، وہاج کو میں سٹوڈنٹ لائف سے جانتا ہوں، وہ بہت سچا اور کھرا بندہ ہے اگر Comitment کرتا ہے تو جی جان سے نبھاتا ہے۔

"میرا خیال ہے سب کی رائے ٹھیک ہے کیونکہ صبا کی ذہنی و جسمانی حالت اور بعد کا لمبا کرائسس ایسے میں ہم وہاج حسن کا پرپوزل ریجیکٹ کر دیں تو کیا گارنٹی ہے کہ اس کے بعد ایسا بہترین اور جینئس لڑکا ملے گا اور اگر ہم باقاعدہ اسے کاروبار میں شیئرز دیں تو جو اسٹیٹس کی کمی بیشی ہے وہ کور ہو جائے گی۔" حیدر صاحب سنجیدگی سے بولے۔

"صبا نہیں مانے گی۔" نزہت نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"آنٹی ہمیں صبا کو ہر صورت میں اس پرپوزل کے لئے تیار کرنا ہے اور یوں سمجھیں کہ اس کی فزیکلی و مینٹلی امپروومنٹ کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔"

"انکار کرنا یا اس پرپوزل کو رد کرنا میں بھی نہیں چاہتی مگر صبا کو قائل کون کرے گا؟" نزہت نے آہ بھری۔

"سعیہ آپی، آپ کو بات کرنا ہو گی صبا سے آپ اس کی بہترین دوست ہیں، آپ اس سے وابستہ ہر بات سے باخبر ہیں، آپ ہی ہیں جو اسے قائل کر سکتی ہیں۔" عدیل نے براہ راست اسے کہا تو وہ جیسے چونکی تھی۔

"یہ کیسے قائل کرے گی یہ تو وہاج حسن کے عشق میں مریضہ بنی ہوئی ہے۔" شہریار کا اندر پھر سے جلنے لگا شک اور رقابت کی آگ میں۔

"ٹھیک ہے میں دیکھتی ہوں بات کر کے اسے سمجھا کے۔" سعیہ اثبات میں سر ہلاتی صبا کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"نہیں سعیہ، میں ابھی اس پوزیشن میں، اس چیز کے لئے بالکل بھی تیار نہیں، میں ابھی ٹھیک سے خود کو اس حالت میں قبول نہیں کر پا رہی تو پھر وہاج حسن جیسا بندہ اتنی آسانی سے مجھے کیسے قبول کر سکتا ہے No never۔"

"صبا ایسا مت کہو، تم خوامخواہ ایموشنل ہو رہی ہو۔"

"تم مجھے سمجھ سکتی ہو سعیہ میں بہت ڈسٹرب ہوں، اپنی جسمانی حالت کو دیکھتے ہوئے، پھر کسی لڑکی کی شادی ٹوٹ جانا معمولی بات نہیں ہوتی، میں اس کیفیت میں یہ پرپوزل او کے نہیں کروں گی کہ بھی دوبارہ تو بھی سر اٹھا کر اعتماد سے نہ اس شخص کو فیس کر سکوں گی نہ دنیا کو اور یہ بھی کنفرم نہیں کہ میری جسمانی

"دعائے مغفرت"

ہماری پیاری مصنفہ قرۃ العین رائے کے والد محترم 27 ستمبر کو روڈ ایکسیڈنٹ میں قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

دکھ کی اس گھڑی میں ادارہ حنا قرۃ العین رائے کے غم میں برابر کے شریک ہے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

حالت بہتر ہوئی کہ مزید مخدوش، مجھے کسی کی ہمدردی چاہیے نہ ترس۔

”صبا میں تمہاری خیر خواہ اور مخلص ہوں، مجھے اچھا نہیں لگتا کہ تم یوں چپ سادھے لیٹی رہو، جو ہوا وہ ایک حادثہ تھا اسے خود پہ طاری کر لینا اور خوشیوں کے دروازے نہ کھلنے دینا، اپنے پیاروں کو سزا دینا تم یہ سب نہیں کرو گی کیونکہ ایسا صرف کمزور لوگ کرتے ہیں اور تم تو بہت بہادر ہو جو غموں دکھوں سے دوستی کرنے سے چڑتی ہے، صبا مجھے اپنی وہی دوست اچھی لگتی ہے جو واہمات اور خدشات کو جھٹک کر جینے کے درس دوسروں کو دیا کرتی تھی، جس کی باتوں سے مجھے حوصلہ ملتا تھا، جو جینا چاہتی تھی، تمہاری یہ خاموشی، ذہنی انتشار مجھے بہت دکھ دے رہا ہے۔“ صبا کی آنکھیں بند تھیں آنسو بہہ رہے تھے۔

”اور وہاج حسن کوئی ترس نہیں کھا رہا تم پہ، نہ تمہارے ہمراہ ہونے والے حادثے میں ہمدردی دکھا رہا ہے، وہ یقیناً تم سے محبت کرتا ہے، تمہاری زندگی اگر ہے تو اس کی ایک وجہ یہ شخص بھی ہے جو تمہیں ایکسیڈنٹ سے لے کر ہسپتال پہنچانے تک پھر گھر آنے تک کیئرنگ رہا تمہارے حوالہ سے تم زندہ سلامت ہو اور یہ مانو کو وہاج حسن کی وجہ سے خدا کے بعد وہ تمہارا مددگار رہا، اس کا دل بہت بڑا ہے صبا کہ وہ دکھاوے کی ہمدردی کرنے یا دنیاوی مروت دکھانے کی بجائے بہت چاہ سے تمہیں باعزت طریقہ سے اپنا کے اعتماد فراہم کر رہا ہے۔“ صبا نے اسے دیکھا تو آنسو کچھ اور تیز رفتاری سے بہنے لگے انہی آنسوؤں کے ساتھ وہ بھرائے لہجہ میں بولی تھی۔

”میرے ددھیال والے سگی پھپھو رشتہ توڑ گئیں، ایک پل صرف ایک پل میں انہوں نے مجھے پرایا کر دیا اپنے رشتے تعلق سے کیونکہ میرا وجود بے وقعت، غیر اہم، ناپسندیدہ بوجھ کے مانند لگا تھا انہیں اور وہاج حسن اس ناکارہ ٹانگ کے ساتھ کتنی دیر رفاقت نبھا سکتا ہے مجھ سے سال، چھ ماہ دو سال پھر..... پھر میں اسی گھر میں اسی بیڈ کے کونے میں ناکارہ وجود کی مانند آ لگوں گی تو سعدیہ اس کے لئے اتنا پراسس کیوں؟ جو یہاں، جیسے ہے ویسے رہے تو کیا حرج؟ مجھے رلا تڑپا کے مارنا ضروری ہے کیا۔“ مضمحل انداز میں تاسف سے بولتے کتنے آنسو بہے تھے سعدیہ نے چند ثانیوں تک دیکھا اسے پھر اپنے ساتھ لگا لیا کھینچ کر اس کی اپنی آنکھیں بھی بہہ رہی تھیں۔

”صبا اس سب ہونے میں تمہارا قصور نہیں، نہ تم گلٹی فیل کرو کیونکہ یہ حادثہ کسی کے یا میرے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور یہ مشیت ایزدی ہے بس، وہاج حسن بیشک دنیا میں آخری شخص نہیں مگر سب گھر والوں کو نشاہ رائے اور خود میری Jujment میں وہ تمہارے لئے ایک بہترین انتخاب ضرور ہے جس پر سب خوش اور متفق ہیں کیا تم کسی کی خوشی کا خیال نہیں کرو گی۔“ سعدیہ نے اس کے بال سنوارتے اور چہرہ صاف کرتے ہوئے ملتجی انداز میں پوچھا۔

”سب کے لئے تم بے حد اہم ہو گھر میں کسی کو تمہارے چہرے کی اداسی اور خاموشی اچھی نہیں لگتی تمہیں سب ہنستی ہوئی دیکھنے کے خواہاں ہیں۔“ نمی سعدیہ کے لہجہ میں ہی نہیں آنکھوں میں بھی تھی۔

”کیا تم ذرا سی گنجائش بھی نہیں نکالو گی اس شخص کے لئے جو جیتے ساتھ کو نظر انداز کیے پورے دل، چاہ اور مان سے تمہارا ساتھ مانگتا ہے۔“ اور صبا دھواں دھار روتی ہار مانتی اس کے سامنے اثبات میں سر ہلا گئی۔

(جاری ہے)

فوزیہ غزل

بتیسویں قسط کا خلاصہ

صبا اپنے ساتھ ہونے والے سانحہ سے ابتر ذہنی کیفیت کا شکار ہے، اس کی فیملی کسی بھی طرح صبا کا اعتماد واپس لانے میں کوشاں اس کی شادی کا سوچتے ہیں تو مسئلہ کہ ایسی صورتحال میں کون صبا کا ساتھ دے گا۔

اریبہ اپنی شوبز انٹری سے پہلے ربیعہ اور جویریہ کا رشتہ طے کر دیتی ہے، سعیہ شہریار کے درمیان انا، خفگی، ضد کے ساتھ محبت کا موسم بھی لہرا رہا ہے، مگر دونوں پہل کرنے سے کتراتے ہیں۔

ماریا اسلام و قرآن کے فلسفہ، تعلیمات کا دوسری مذاہبی کتب سے تقابلی جائزہ لیتی ہے تو اس پہ نئے نئے روحانی حقائق و تجلیات کا انکشاف عجب کیفیات وارد کرتا ہے۔

وہاج کی صبا سے شادی کی آفر پہ نزہت انکار کر دیتی ہیں۔

سعیہ کو شہریار صبا کے ساتھ بیتنے والے حادثہ کا بتاتا ہے تو وہ شدید غم و تاسف سے نڈھال ہو جاتی ہے وطن واپسی پہ وہاج کے پرپوزل کا سن کر صبا کو اس کے حق میں ہموار کرتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

تینتیسویں قسط

اس کو معلوم تھا کہ وہ جس چیز سے منکشف ہو رہی ہے وہ بہت الگ، منفرد اور ایک عظیم روحانی قوت ہے وہ جان رہی تھی کہ اسلام صرف ظاہری رسم و رواج کا نام نہیں وہ سب سے بڑا نہ سہی عظیم ترین مذہب ہے، اس کرہ ارض کا ہر چوتھا انسان مسلمان ہے اور اسلام تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے، اسے ایسے ہی مذہب کی ضرورت تھی جو قابل عمل ہو نہ کہ فلسفہ (بدھ مت کی طرح) محض خیالات اور صرف خوابوں کا مذہب نہ ہو اس کو اپنا کر دوسرے لوگوں سے قطع تعلق نہ کرنا پڑے، اسے ایسے دستور عمل کی ضرورت تھی جس پر چل کر وہ ہر آن اپنے لئے اور دوسروں کے لئے مثالی نمونہ بن جائے۔

ایسے رہا کرو کریں لوگ آرزو
ایسے چلن چلو کہ زمانہ مثال دے

اور اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے اس نے دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا اسلام کی طرف آنے کی ایک یہ وجہ بھی تھی کہ عرصہ دراز بلکہ عہد بچپن سے ہی وہ اپنے سوالات کے جوابات کی تلاش میں تھی اور اسی سلسلے میں وہ مختلف مذاہب سے متعلق کتابوں کو خریدنے لگی تھی وہ اسلام پر عیسائی مصنفین کے متواتر جملوں کو دیکھتی اور اپنے آپ سے سوال کرتی "یہ لوگ اسلام سے اتنے خائف کیوں ہیں؟ اسلام نے وہ کون سی تعلیم دی ہے جس کی وجہ سے کلیسا کا زبردست دشمن ٹھہرا ہے" جہاں تک ہو سکا اس نے تمام کتابیں خریدیں مگر وہ سب کی سب عیسائی محققین کی تھیں جو بظاہر تو اسلامی علوم میں ذرک و مہارت کے دعوے دار لگتے اگرچہ ان کی فراہم کردہ معلومات غلط ہوتیں (یہ اسے آگے چل کر معلوم ہوا تھا) پھر بھی اس کا دل اس یقین سے معمور تھا کہ اس کی مراد بر آئے گی اطمینان بخش جواب مل جائیں گے اور اب وہ وقت شاید آ چکا تھا کہ وہ ہر ویک اسلامی لیکچر میں شریک ہوتی اور لیکچر کے ختم ہونے کے ساتھ اگلے لیکچر کی آمد کے لئے بے قرار رہتی اور ہر لیکچر اسے ایسے روحانی جذبے سے سرشار کرتا جس کا اس سے قبل کوئی تجربہ نہ تھا اس کے دل میں روحانیت کی پرورش کے لئے اتنی اشتہا تھی کہ وہ لیکچر کے ہر لفظ کو اس طرح اپنے اندر جذب کرتی جیسے خشک پیچ پانی کو جذب کرتا ہے، وہ باقاعدہ مسلمان نہیں ہوئی تھی مگر پھر بھی لیکچر روم میں جانے سے قبل وضو کرتی اور اسکارف پہنتی بلکہ اس نے سورہ اور اور سورہ احزاب میں پردے کے احکامات کے بہت سے فرمان سنے تھے اور حجاب پہننا اس کا ایک ایسا بے ساختہ اور رضا کارانہ عمل تھا جس کو کسی نے اس پر جبراً نہیں لادا تھا حجاب پہن کر مسجد میں گزارے ہوئے چند گھنٹے اسے اتنا مسرور اور مطمئن کر دیتے کہ وہ اپنے آپ کو کسی شہزادی کی طرح محسوس کرتی جو ایسے شاہکار کی ملکہ اور پوشیدہ خزانوں سے بھری تھی جسے اجنبیوں کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی، وہ جدھر سے گزرتی اسے واضح طور پر احترام کا احساس ہوتا۔

ہر گزرتا دن اسے اسلام کی طرف زیادہ گامزن کر رہا تھا اور فاطمہ سے اس کی دوستی بھی مضبوط بلکہ اس کے گھر میں ایک ذاتی فرد اور خونی رشتے جیسی اہمیت حاصل ہو چکی تھی کیونکہ فاطمہ کی والدہ اسے ہوٹل سے اپنے گھر لے آئی تھیں اور ماریا کے ساتھ ان سب کا سلوک محبت اپنائیت مثالی تھی، اسلام کی طرف اس کا رجحان دیکھ کر انہوں نے ہی اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ پہلے اسلام کے بارے میں خوب مطالعہ کرے اور کوئی الجھن یا معمولی سا بھی اعتراض ہے تو اسے سوالات کر کے رفع کر لے، حالانکہ اسلام سے جڑنے ہونے میں جذباتیت اور عجلت پسندی کا دخل نہیں تھا وہ تقریباً دو سال سے زائد عرصہ سے خوب جم کر اسلامی

تعلیمات کا مطالعہ کر رہی تھی اور بہت سے لوگوں سے اس سلسلے میں بات چیت بھی کر رہی تھی وہ ایک سمجھ دار اور باشعور لڑکی تھی، جو مضبوط دل و دماغ رکھتی تھی اور اس کا مذہب اختیار کرنے میں کوئی دنیاوی مفاد وابستہ نہ تھا وہ صرف اپنی غیر متوازن زندگی میں وقار اور ڈسپلن لانا چاہتی تھی اور چاہتی تھی اس کے شب و روز کو ایک مقصدیت نصیب ہو، خلا کی وہ کیفیت جو عرصہ دراز سے دل و دماغ پر چھائی رہتی تھی ختم ہو جائے، وہ محسوس کر چکی تھی کہ اسلام ہی وہ آفاقی مذہب ہے جو کسی بھی انسان کی زندگی میں واضح، مثبت اور انقلابی تبدیلیاں لا سکتا ہے، دور حاضر کے مختلف مذہبی اور سماجی نظریات کا مقابلہ و موازنہ کرنے اور تقابلی مطالعہ سے اس کا یقین مزید پختہ ہوا اور اسے کامل یقین ہو گیا کہ مذہبی اور سماجی عوامل کے اعتبار سے اسلام ہی تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ توانا اور محرک قوت ہے (اگرچہ مسلمان پسماندگی اور بے عملی میں مبتلا ہیں مگر یہ ان کا اپنا قصور ہے دین میں کوئی خامی نہیں)۔

اس نے ہندوؤں کی مذہبی کتاب گیتا کے مندرجات بھی دیکھے تھے جو زیادہ تر تصوراتی موضوعات لئے تھے مثلاً انسانی روح اور مراقبے وغیرہ کا طریقہ کسی حد تک انسانی کردار اور روزمرہ کی زندگی کے حوالے سے باتیں بھی مذکور ہیں مگر یہ قرآن حکیم اور حدیث نبویؐ کی تعلیمات کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہیں اور اب یہ جانتے ہوئے کہ اسلام کس قدر عملی مذہب ہے وہ اپنے سابقہ تصورات کے یکسر غلط ہونے پر بھی سخت ششدر تھی اور مغرب کی اسلام کے متعلق خود ساختہ اصلاح "بنیاد پرستی" سے وابستہ تصورات کے کھوکھلے پن سے بخوبی آگاہ ہو گئی، اپنے نظریے کی خامیوں کو سمجھ چکنے کے ساتھ کچھ سوالات اب بھی اسے پریشان کر رہے تھے سو اس نے ایک سوالنامہ ترتیب دیا اور اگلے دن پنجاب یونیورسٹی کا اسلامک انسٹیٹوٹ آف ایجوکیشن جا پہنچی یہاں اسلامی کتابوں کی نمائش کے ساتھ ایک خصوصی لیکچر تھا نو مسلم "محمد احمد" جنہوں نے لیکچر سے پہلے عربی لب و لہجہ میں اذان دی جو بڑی مسحور کن تھی، سفید لباس جس کا کرتا لمبا شلوار گھٹنوں سے اونچی سر پر چھوٹی سی پگڑی خوبصورت داڑھی، متناسب مونچھیں سرخ و سفید رنگت، نوجوانی کا عالم چہرے پر اطمینان اور آنکھوں میں کشش ماریا کو چونکا رہا تھا کچھ، جیسے وہ اس نو مسلم جوان کو بہت پہلے سے جانتی ہے مگر کیسے حوالہ، شناسائی، کچھ یاد کرنے سے ذہن قاصر تھا، وہ انہماک و شوق سے اس کی تقریر سنتی رہی، جس کے بارے میں اس کا تصور تھا وہ ایسا شخص ہو گا جس کے بالوں کی لمبی لمبی لٹیں ہوں گی سر پر بڑا عمامہ لمبی داڑھی اور چادر کے اندر رکھوا رکھا خنجر چھپا ہو گا مگر ایسا کچھ نہ تھا عقیدہ توحید اسلام کی جڑ ہے ماریا کا پہلا سوال اسی سے متعلق تھا کہ وہ کون سے عوامل ہیں جن کے ادا کرنے سے عقیدہ توحید پر منتج اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، دوسرا سوال تقدیر سے متعلق تھا، کچھ سوالات مزید تھے۔

حسب روایت لیکچر کے اختتام پر چائے، کولڈ ڈرنکس بسکٹ، نمکو، کیک سے تواضع ہوئی اور جن کو اشتیاق تھا ان کے براہ راست سوالات و جوابات ہوئے آہستہ آہستہ آڈیٹوریم ہال خالی ہونے لگا تو ماریا اٹھ کر ان کی سمت آئی اور اپنا سوالنامہ آگے بڑھایا، ایک نرم تاثر کے ساتھ سوالنامہ دیکھتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ایک مسلمان کا اس بات پر کامل یقین ہونا چاہیے کہ اس ساری کائنات کی خالق و مالک صرف ایک ذات ہے جو زندگی موت، رزق، راحت، غم، آزمائش سب دینے والا ہے اس کی مرضی کے بغیر ایک

پتہ نہیں مل سکتا اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں بنیادی چیز عقیدہ توحید ہے باقی اعتقادات ایمانات ہیں سب اسی کے اجزاء میں معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی قوانین سب اسی مرکز سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں، ارشاد نبویؐ ہے ترجمہ "اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہے کر دیتا ہے۔" (سورۃ النساء)

ایک اور جگہ فرمایا، "ایسا معبود جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمٰن اور رحیم ہے۔"

حضرت مسیح ابن مریم نے خود فرمایا تھا کہ۔

"اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے، بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دے گا اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔" (سورۃ المائدہ)

اور توحید پر پختہ یقین زندگی کا حقوق و فرائض اور مقصد متعین کرنے کے ساتھ انسان میں عجز و انکساری پیدا کرتا ہے وہ فلاح و نجات کا راستہ پالیتا ہے۔

اور تقدیر برحق ہے قضا و قدر پر ایمان لانا ہی اعلیٰ درجہ اور اعلیٰ ادراک ہے، اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں قضائے الٰہی پر قائم ہونا اور اس پر راضی ہونا سچا مومن بناتی ہے مسلمان کو اور اس کا ظہور رضائے الٰہی سے ہوتا ہے۔"

"جب تقدیر برحق ہے تو انسان کیوں ذمہ دار ہے اپنے اعمال یا سزا کا؟"

"ہم اسے تقدیر کا لکھا کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کیونکہ اللہ نے ہمیں ارادے دعا، وسیلہ کی آزادی بخشی ہے کیونکہ اللہ کو کم ہمتی ناپسند ہے اگرچہ اس بات کی پوری وضاحت موجود ہے کہ تدبیر کارگر ہوتی ہے دعا وسیلہ بنتی ہے مگر کوشش اور محنت سے فکر کرنا فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تدبیر کرنا اس سے اللہ سے محبت بڑھتی ہے اور پھر جب ہم صحیح یا غلط، اچھا یا برا اپنے کارناموں کا ڈھنڈورا پیٹتے اسے اپنا ہی کمال بتاتے ہیں اللہ کا نہیں تو آخرت میں ہم اسے تقدیر کا لکھا کہہ کر کیسے چھوٹ سکتے ہیں۔"

"ہاں اس بات کا خیال رکھیں کہ جب مدد مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ اور یقین کر لے کہ اگر تمام گروہ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کسی بات سے نفع پہنچا دیں ہرگز تم کو نفع نہیں پہنچا سکتے، بجز ایسی چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دی ہے، اگر وہ سب اس پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کسی بات سے ضرر پہنچا دیں تو تجھ کو ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکتے، بجز ایسی چیز جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دی ہے۔" (ترمذی)

"گویا تقدیر صرف منشا الٰہی ہے اور وہ ساری تدبیریں جو نفع نقصان کی خاطر کی جا سکتی ہیں ان کا بھی منشا حق تعالیٰ ہی ہے اور اس نے جو کسی کے لئے مقرر کر رکھا ہے ہو کر رہے گا۔" ماریہ بالآخر گویا ہوئی۔

"بالکل ضروری ہے بس کہ بندہ رضائے الٰہی اور قضائے الٰہی کی دونوں صورتوں پر یکساں طور پر مطمئن رہے۔"

اور کچھ سوالات کے جوابات لیتے ہوئے اس نے اچانک سوال کیا۔

"اسلام کے معانی و مفہوم کیا ہیں فرد اور زندگی کے حوالہ سے اور کیا کردار ہے؟"

"لفظ اسلام کے معانی ہیں اللہ کے آگے جھک جانا، اس کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا، دوسرا مفہوم ہے امن، سکون، راحت، چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام دو بنیادی، سچائیوں کا حسین امتزاج ہے (۱) توحید خداوندی (۲) اخوت انسانی یعنی فرد کی مرضی خالق کائنات کی مرضی سے ہم آہنگ ہوتی ہے تو اس کی ذاتی و اجتماعی زندگی حقیقی امن و آشتی سے ہمکنار ہوتی ہے اور یہ بدھ مت یا ہندو مت کی طرح توہم پرستی مادیو مالیت (Mythology) نہیں یہ سراسر مثبت نوعیت کا ایک عقیدہ Positive faith ہے ایک صحت مند معاشرتی نظام کے لئے اسلام فرد کے حقوق کی غیر معمولی حفاظت کرتا ہے، قرآن کردار کشی پر مبنی سنی سنائی باتوں کو قبول کرنے سے منع کرتا ہے (سورۃ نور) غلط دعوے یا جھوٹی گواہی کی صورت میں سخت سزا کا سامنا ہوگا، اسی طرح اسلام ہر فرد کو انصاف کی ضمانت دیتا ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا باقاعدہ ایک ضابطہ مرتب کیا گیا ہے وراثت، طلاق، حق مہر اور نکاح ایک سے زائد شادیوں کی صورت میں قانون و حقوق و فرائض انہوں نے مختصراً بتائے ساتھ، یتیم و غریب رشتہ دار مسکین لوگوں کے لئے صدقہ، خیرات، زکوۃ برابر انصاف کا حصول اولین ترجیح ہے۔"

اب ماریہ اپنے آخری سوال کی طرف آئی جس کا جواب اس کے لئے سب سے ضروری تھی کہ قبول اسلام سے قبل جو گناہ سرزد ہوئے مسلمان ہونے کے بعد اللہ کا ایک نو مسلم سے پیدائشی مسلمان کے مقابلے میں کیا معاملہ ہوگا؟

"حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لئے اس کے رب کے پاس اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لئے خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں۔" (البقرہ 112)

مثلاً جو یہ کہہ کر ڈٹ جائے کہ صرف اللہ ہی میرا رب ہے تو اسے کوئی غم کوئی فکر نہیں ہو سکتا پھر قرآن کی ہر صورت کے شروع میں ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہیں یعنی اللہ مہربان نہایت رحم والا ہے، وہ بے رحم منصف نہیں پھر اللہ کے ہاں کالا، گورا، عربی، عجمی، امیر، غریب، سب برابر ہیں اگر کسی کو سبقت حاصل ہے تو صرف وہ جس کا تقویٰ بڑا ہے یعنی جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے اسلام ان تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے جو اسلام ان کے آخری الفاظ نے تمام ابہام و اشکال کا حل دیدیا تھا کتنی صاف ستھری تعلیمات جن کے مطابق زندگی کا سب سے بڑا حصول اللہ کی رضا اور سیرت و کردار کے اعلیٰ ترین معیار کا پانا ہے اسے اب اس چشمہ، صافی پہ پہنچنا تھا جس کے فیوض و برکات کا واضح اظہار غیر مسلم سے نو مسلم ہونے والے لوگ کر رہے تھے، لانے سے پہلے آدمی نے کہے ہوتے ہیں۔

☆☆☆

"مجھے خوشی ہے وہاج کہ تم اس صورتحال کو بھی سمجھتے ہو اور حالت کے بدلاؤ کو بھی اور اس کے باوجود پوری خوشی و عزت سے صبا کو اپنانے پر بھی تیار ہو، ہو سکتا ہے تمہارے اس فیصلے سے صبا کی زندگی پر کوئی اثر پڑ جائے اور وہ اپنا کھویا اعتماد بحال کر سکے، مگر کیا تم گزشتہ محبت بھلا چکے ہو۔" شہریار نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہاج حسن گہری سانس لیتے ہوئے بولا تھا۔

"وہ میرا Past تھی میرا ماضی اور بخوبی جانتے ہو کہ ماضی کو پلٹ کر دیکھنا میں گوارہ نہیں کرتا کیونکہ ہر وقت ماضی میں گم رہنے والوں کے زخم تازہ اور حال کی خوشیاں گمشدہ رہتی ہیں اور میں آگے بڑھنا چاہتا

ہوں۔"

"اور وہ لڑکی جسے تم چاہتے تھے کیا وہ تمہیں بھلا سکے گی ہو سکتا ہے تم سے وابستہ ماضی میں گم وہ اپنا حال اور خوشیاں برباد کر رہی ہو۔" شہریار بولا تو اس نے تصور میں سعنیہ کا خوبصورت مگر یاسیت میں لپٹا اداس آنکھوں والا چہرہ لہرایا تھا۔

وہاج حسن فوری طور پر جواب نہیں دے پایا، ایک بے جان سی مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں پر دم توڑا تھا شہریار نے ان لمحوں میں اسے بغور دیکھا تھا جو کوئی ردعمل نہیں دے رہا تھا، کافی دیر بعد خود کو سنبھالتے ہوئے وہ بولا۔

"ایسا نہیں ہے شہری وہ اپنے راستے کافی پہلے الگ کر چکی ہے اسے شاید جلدی تھی دولت میں کھیلنے کی اور میں شاید اس کی توقعات پر پورا اترنے میں دیر کر دیتا۔"

"کیا میرڈ ہے وہ۔" شہریار نہ چاہتے ہوئے بھی کرید نہیں پایا تھا پہلے اب خود بخود پوچھتا گیا۔

"نہیں مگر جلد یہ کام بھی کر لے گی وہ بہت اسٹریٹ فارورڈ لڑکی ہے۔" اب چونکنے اور خاموش ہونے کی باری شہریار کی تھی۔

"تو کیا میں غلط سمجھا تھا اس کی اور سعنیہ نہیں پھر سعنیہ کا Behavier ایسا کیوں ہے، وہ کیوں میرے ساتھ خوش نہیں ہے، کیا چیز ہے جو اسے میرے قریب آنے سے روکتی ہے کہیں وہ بغیر کسی وجہ کے کوئی خود ساختہ ضد تو نہیں باندھے بیٹھی oh God یقیناً یہی معاملہ ہو گا اور میں اپنی انا، شک کے ہاتھوں مجبور اس کی ضد کو ہوا دے بیٹھا، اچھا رہا کہ کبھی جوش رقابت میں وہاج کا نام نہیں نکلا منہ سے ورنہ کیا ہوتا؟ اب بھی اس پاگل اور ناراض لڑکی کو منانا اتنا آسان تو نہیں بڑے پاپڑ بیلنا ہوں گے۔" اس کا ذہن صاف ہوا تو چہرہ اک بے ساختہ مسکراہٹ سے جگمگا اٹھا تھا، مگر جلد ہی خود کو سنبھال کے وہ سنجیدہ ہوتا بولا۔

"اور اگر تمہارے ماضی نے کبھی تمہیں پریشان کیا تو......"

"میرے لئے ماضی کوئی اہمیت نہیں رکھتا، جو ہو چکا اسے میں یاد کرنا، دہرانا پسند نہیں کرتا، میرے لئے اہمیت صرف اس کی ہے جو سامنے ہے جو پیچھے ہے، وہ سمجھ لو رات کا خواب تھا، جو رات کے ساتھ ڈھل چکا اور اب وہ پورے دل اور ایمانداری سے صبا سے تعلق جوڑنا چاہتا ہوں۔" وہ مدھم اور بوجھل آواز میں بولا۔

"کیا یہ تمہارا آخری اور اٹل فیصلہ ہے۔" شہریار نے اسے بغور دیکھا۔

"بالکل شہریار میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔"

"لیکن تمہارا دوست اور خیر خواہ ہونے کے ناطے میں چاہوں گا تم پھر ایک بار تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے سوچ لو تو بہتر ہو گا یہ نہ ہو کہ تم کل کو صبا کو وہ مقام نہ دے سکو جو اس کا ایک بیوی جو ہونے کے ناطے بنے کیونکہ وقت، حالات یکسر تبدیل ہیں اور صبا اب پہلے جیسی نہیں رہی۔"

"نہیں شہریار صبا میرے لئے آج بھی ویسی مکمل ہے جیسی پہلے تھی میں نے حالات و وقت کو تابع کرنا سیکھا ہے ان کے تابع ہونا نہیں اور تم جانتے ہو میں تذبذب میں پڑ کے فیصلے نہیں کرتا نہ خدشات سے ڈرتا ہوں، میں اسی فیصلہ کو لیتا ہوں جسے نبھانے اور پورا کرنے کی محبت سکت یا اہلیت ہو اور صبا سے

شادی ایسا ہی فیصلہ ہے۔" وہاج حسن کا لہجہ اٹل تھا شہریار چند ثانیے خاموش رہا پھر اک گہرا سانس خارج کرتے ہوئے اٹھا اور اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں اور سعنیہ اپنی طرف سے تمہارا مقدمہ بڑے بھرپور انداز میں حیدر انکل اور ان کی فیملی کے سامنے پیش کر چکے ہیں، صبا کو بھی تمہارے لئے قائل کر چکے ہیں، سمجھ لو تمہارے حق میں راہ ہموار ہے اور عنقریب تم اپنی فیملی کو لا سکتے ہو باقاعدہ رشتہ کے اصول و ضوابط طے کرنے کو۔"

"تھینکس تم بہت اچھے دوست ہو اور دوستی نبھانا جانتے ہو۔" وہاج مشکور ہوا۔

"تھینکس تو مجھے تمہیں کہنا چاہیے یار۔" شہریار فوراً بولا۔

"فار واٹ؟" وہاج حسن چونکا تھا۔

"صبا کے لئے اتنا بڑا اسٹینڈ لینے پر، اس وقت جب وہ ہنسنا بولنا بھول چکی ہے اور اس سانحے نے اس کی آنکھوں سے خوشی کی پر رمق چھین لی، ہماری فیملی صبا کی فزیکلی پوزیشن اور مینٹل ٹمپرامنٹ کے حوالے سے ایک بڑے اپ سیٹ کا شکار تھی، تم اب اس برے وقت میں بلکہ اپنے بھی ساتھ چھوڑ گئے ہمارے سامنے امید، روشنی یقین بن کر آئے، صبا کا ہاتھ تھامنے کا فیصلہ کر کے تم نے نہ صرف ہمارا دل جیت لیا ہے بلکہ ہم پہ بہت بڑا احسان کیا ہے۔" جواب دینے والی نزہت بیگم تھیں، شہریار نے انہیں بیٹھنے کا کہتے ہوئے نشست دی۔

"آنٹی آپ ایسا نہ سوچیں اس میں احسان یا ہمدردی نہیں خلوص، محبت اور رواداری ہے، صبا میرے لئے ایک مکمل اور بھرپور لڑکی ہے، مجھے اس میں کوئی کمی نہیں دکھتی۔"

"جیتے رہو، اللہ عمر دراز دے، خوشیاں سکون عطا کرے۔" نزہت نے نم آنکھیں پونچھتے ہوئے اس کے شانے کو شفیق انداز میں تھپکا۔

"بیٹا اپنے گھر والوں کو لانے سے پہلے تم صبا سے ایک بار مل لو، آمنے سامنے بیٹھ کر ایک گفتگو تم دونوں کو درست سمت یا رائے تک لے جانے میں مزید معاون ہو سکتی ہے۔"

"آنٹی اس کی ضرورت نہیں ہے، میں صبا کی بہت عزت کرتا ہوں اور اسے پوری عزت و استحقاق سمیت اپنانے کا فیصلہ کیا ہے، آپ اس حوالے سے کسی خدشہ کو لے کر پریشان نہ ہوں۔"

"اب تو ویسے بھی عمر بھر کا بندھن بندھ رہا ہے تو ملنا ملانا رسم دنیا ہے یار، اسے سامنے بٹھا کر حال احوال کہو۔" شہریار نے چھیڑا تو وہ ہنس دیا دلکشی سے بھرپور ہنسی۔

"ٹھیک ہے بیٹا تم پھر جب چاہو اپنے گھر والوں کو لا سکتے ہو۔" نزہت اٹھیں۔

"لے یار تجھے بھی پور کے لڈو مل گئے بیٹھے بٹھائے، ساتھ ایک لمبا چوڑا بزنس مع ایک شاندار بنگلہ گاڑی ورلڈ ٹور ٹکٹس یہ سب فائنل ڈیژن ہے حیدر فیملی کا، اگر صبا لکی ہے تو تم اس سے بڑھ کر لکی ہو۔" شہریار نزہت بیگم کو سی آف کر کے اندر آتے ہوئے بولا تو وہاج نے خاموشی سے دیکھا۔

"اب اپنے پرپوزل او کے ہونے کی خوشی میں اک شاندار سا ڈنر دینا ہے ہمیں فائیو اسٹار ہوٹل میں کیونکہ ہم دونوں میاں بیوی نے بڑی وکالت کی ہے تیری اور بڑی انرجی ویسٹ کی ہے اپنی۔"

"او کے ڈن اور کچھ......؟"

"اور تم ابھی میرے ساتھ نکل رہے ہو یار، کچھ دیر تک میرا شو اسٹارٹ ہونے جا رہا ہے اور میں

تمہاری وجہ سے لیٹ ہو گیا ماما، پاپا، سعدیہ سب وہاں ہوں گے صرف میں نہیں جسے ہونا چاہیے ہری اپ لیٹس گو۔" وہ کی چین جھلاتا ہوا بولا تھا۔

وہاج کے لئے رات کے اس پہر کہیں جانا ممکن نہ تھا مگر وہ اپنے اتنے اچھے دوست کو کسی صورت خفا کرنا بھی نہ چاہتا تھا جو اس کے راستے سہل کرنے میں بہت ساتھ دیتا آیا تھا، مختصراً الفاظ میں گھر فون کر کے اس نے لیٹ آنے کا بتایا اور شہریار کے ہمراہ ہو لیا۔

رنگ و بو حسن و خوبصورتی کی بہتات، صنعت کار، سفارت کار، وزراء اور ایم این اے لیڈر شپ سے کھلاڑی سٹارز، مووی میکرز، ٹی وی چینلز کے ان گنت کیمرے جو جگہ جگہ اس ماڈلنگ ایونٹ کی لحہ بہ لحہ کوریج کے لئے نصب تھے، فوٹو گرافرز، جرنلسٹس، کیمروں کی فلش لائٹس میں چمکتی مسکراتی ماڈلز بہت زبردست تھا سب کچھ، میوزک ود ماڈلز کی ریمپ واک موسی سلیکشن سے لے کر خاص تہواروں اور ایونٹ کے حوالہ سے زرق برق پیراہنوں میں پریوں جیسی ماڈلز کی ادائیں شہریار ایک اچھے، بہترین اور زبردست شو کا ماسٹر مائنڈ تھا، اسے برابر ستائش، توصیفی کلمات موصول ہو رہے تھے وہاج حسن اپنے دوست کے کام، نام کو دیکھتے ہوئے فخر محسوس کر رہا تھا، رات کا پچھلا پہر آ پہنچا تھا، تین بج رہے تھے، اس شاندار کلچرل و ماڈلنگ ایگزیبیشن کی آخری اور زبردست انٹری کا وقت آ پہنچا تھا، سٹیج کی تمام روشنیاں گل ہو چکی تھیں کھچا کھچ بھرے ہال میں موجود ہر نفس کی نگاہ سامنے تھی۔

☆☆☆

میں مانگتی ہوں تیری زندگی قیامت تک
ہوا کی طرح اسے تو جاوداں گزرتا رہے
میں تیری چھاؤں میں کچھ دیر بیٹھ لوں اور پھر
تمام راستہ بے سائباں گزرتا رہے
میں تجھ کو دیکھ سکوں آخری بصارت تک
نظر کے سامنے بس اک سماں گزرتا رہے
میرا ستارہ کہیں ٹوٹ کے بکھر جائے
فلک سے تیرا خط کہکشاں گزرتا رہے

وہ یک ٹک اپنے بیڈروم کے کارنر میں بچی لیمپ ٹیبل پر رکھی تصویر دیکھ رہی تھی، جس کے فریم میں مقید وہ شخص مسکرا رہا تھا جو اسے گزرے چند دنوں میں پہلے سے زیادہ عزیز ہو گیا تھا جس کی لحوں کی قربت اور محبت نے دل و روح اسے کشش کا ایسا ربط باندھا تھا، جو ٹوٹنے کا نام ہی نہ لیتا تھی، کیسا فسوں پھونکا تھا اس نے کہ وہ سب بھلا بیٹھی، گلے شکوے رہے نہ شکایتیں، خود ساختہ ضد اور انا دم توڑ گئی تو ساری خفگی و ناراضگی چلی گئی، ہاں اک بے کلی تھی مسلسل، کوئی سلگتی آنچ دیتی چنگاری جو بے چینی و اضطراب بڑھاتی ان لمحات کا حسن باور کرائی جو اسے چھو کے گزرے تھے اور وہ خود سے ان کا تاثر چاہتے ہوئے بھی جھٹک نہ سکتی تھی، کہ اس کی روح انہی لمحوں کے اندر جی رہی تھی جو شہریار کے سنگ بندھے من و تو کا فرق مٹا گئے تھے اور اب اس کے بغیر بیتا اک اک پل قیامت ہو رہا تھا، کیا کرشمہ سازی تھی اس تعلق رشتے اور اس سے وابستہ محبت کی کہ وہ پتھر سے پانی ہو کر پگھل رہی تھی، وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ وہ جس جذبے

پر یقین نہیں رکھتی، جس کو کبھی چاہا تھا نہ اس کے ساتھ کی تمنا کی تھی اس شخص کو چاہا پانے کی خواہش میں وہ یوں پہروں جلے گی، محبت جو اس پر چل رہی تھی، اس نے کہیں پڑھا تھا کہ اصلی اور سچی محبت وہی ہے جو شرعی و قانونی رشتے سے وابستہ ہو کر باعزت طور پر ملے باقی سب ہوس ہے اور واقعی بہت بد دل، تلخ، خفا ہونے کے باوجود اس نے اس شرعی قانونی رشتے سے وابستہ فطری تقاضوں سے نگاہیں چرانے کے باوجود اس کی ساحرانہ کشش اور عجب سی جنوں خیزی کا عملی مظاہرہ دیکھا تھا، وہ کیفیت کہ جب کوئی اتنا اہم لگے کہ اس کے سامنے ساری دنیا ہیچ نظر آئے، رگ جاں کے اتنا قریب لگے کہ اس کی ذرا سی بے توجہی سے دل کو فرق پڑے اور وجود عجب تشنگی کا شکار ہو۔

"محبت کیا زمانے میں اس کا وجود باقی ہے؟ کیا یہ واقعی اتنا زور آور جذبہ ہے جو خرد مندی کو رخصت کر کے اچھے بھلے انسان کو دیوانہ کر دے؟" اس کی آنکھوں کے کنارے بڑی خاموشی سے بھیگ رہے تھے۔

سعدیہ عفنان علی خان اپنے زعم میں جتلا، حد درجہ ہٹ دھرم بنی جس شخص سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی تھی، اس شخص کی حد درجہ توجہ اور کبھی کسی قدر بیگانگی صحیح معنوں میں دل کے ٹکڑے کرتی، جس سے رشتے، تعلق کو وہ اک مجبوری کے سوا کچھ نہیں گردانتی تھی دنیا دکھاوے کو مارے باندھے نبھاہ رہی تھی اس رشتے، اس شخص کے لئے ان لمحات میں وہ اپنے دل میں کسی انجانا گداز محسوس کر رہی تھی، کتنا انجان بننے کی کوشش کرتی تھی مگر وہ حقیقت میں خود سے کتنا قریب اور سب سے اپنا، پیارا لگ رہا تھا اس کی تمام دلی کیفیات انا پسندی، ضد سے آزاد ہو کر بے اختیاری اور خود سپردگی کا لبادہ اوڑھ چکی تھیں۔

اس نے بڑی ملائمت اور آہستگی سے فریم میں مقید تصویر بنے شہریار کے چہرے کو چھونے کی کوشش کی تھی اور دھڑکنیں کسی پر ارتعاش شور میں کھونے لگیں، تبھی پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تو وہ بڑی احتیاط سے فریم واپس اسی جگہ رکھ کے پلٹی دروازے تک آئی شہریار کوٹ کاندھے پر ڈالے ڈھیلے قدموں سے آ رہا تھا، رات کے گیارہ بج رہے تھے اور اسے احساس نہ تھا کہ وہ انتظار کر رہی ہے وہ بس ایک نظر اسے دیکھ کر وارڈروب میں اپنے کپڑے تلاشنے لگا چینج کرنے کو اور اس کے اس سکون بھرے انداز پر سعدیہ کا اندر باہر جل اٹھا۔

"یہ وقت ہے آنے کا، کتنی دفعہ کہا ہے مجھے رات دیر تک آپ کا باہر بزی رہنا پسند نہیں، آپ کو احساس نہیں ہوتا۔" وہ تمتماتا چہرہ لئے قدرے اونچی آواز میں بولی۔

"بہت تھکا آیا ہوں، مجھے یہ تماشا پسند نہیں بچی نہیں تم جو بات بات پہ شور کرتی اور ڈرتی ہو۔" وہ بیزار ہوتا بولا۔

"تماشا کیا ہوتا ہے یہ آپ ابھی جانتے نہیں شہریار، جس دن میں نے تماشا لگا دیا اس دن آپ بہت پچھتائیں گے۔" سعدیہ کا دل چاہا اسے گریبان سے پکڑ کر اچھی طرح جھنجھوڑ ڈالے اور اتنا زور سے چلائے کہ تمام ٹینشن ختم ہو جائے۔

"اچھا مثلاً، کیا کرو گی تم سعدیہ شہریار خان۔" وہ مطلوبہ سوٹ نکال کر پلٹا تو انگشت شہادت سے اس کی ٹھوڑی کو پکڑ کر اونچا کیا۔

"یہ مت بھولیں کہ شہریار میری خاموشی ہی آپ کے سکون کا باعث ہے، اگر میں بہت سی زندگیاں

ڈسٹرب ہونے کے خیال سے نہیں بولتی تو یہ مت سمجھئے کہ میری یہ کمزوری ہے یا میرے کردار میں کوئی سقم ہے۔"

"تو پھر......" شہریار ہنوز اسی سکون سے بولا الماری سے پشت ٹکاتا اسے بہ غور دیکھنے لگا جو سیاہ اور گولڈن ایمبرائڈ سوٹ میں نفاست سے میک اپ کیے وک رہی تھی۔

"آپ نے ایسا کیا دیکھا کہ جس کی وجہ سے میری خطا بخشنے کو تیار نہیں، ایک تو میری زندگی کو امتحان گاہ بنا کے رکھ دیا اور مجھے قربان گاہ پہ چڑھایا پھر مسلسل برا بھی مجھی کو ٹھہراتے جا رہے ہیں، کیوں......؟ کیوں کر رہے ہو تم میرے ساتھ ایسا، کیوں اور کس لئے تماشا بنا رکھا ہے میرا؟ مجھے اذیتوں میں دھکیل سے خود سکون سے پھرتے ہو، کیوں کرتے ہو ایسا......؟" سعیہ نے اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑا تھا اور شہریار نے حیرت سے آنکھیں سکوڑ لیں۔

"اگر تم سمجھتے ہو کہ اس طرح مجھے زیر زبر کرنے یا تمہارے یوں اجنبیت برتنے سے میں تم سے اجنبی ہو جاؤں گی تو تم۔" وہ ذرا سا رکی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی دوبارہ مضبوط لہجہ میں گویا ہوئی۔

"تو تم غلطی پر ہو شہریار خان میرے اندر بھی پٹھان خون ہی ہے اور تم جانتے نہیں میں تمہارے ساتھ کیا کر سکتی ہوں؟" اس کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔

"تو بتاؤ نا سویٹی کیا کر سکتی ہو تم جو بے بلی سے ڈرنے والی معمولی ہمت کی عورت۔" وہ جیسے حظ اٹھا رہا تھا اس کے غصے و انداز سے۔

"میں تمہاری اور اپنی جان ایک کر دوں گی، انڈر اسٹینڈ۔" مضبوط لہجہ میں باور کراتی وہ اس لمحہ کو اتنی اچھی کتنی پیاری لگ رہی تھی کہ شہریار کا دل چاہا اس نرم و نازک لڑکی کو بانہوں کے شکنجہ میں جکڑ کر چٹا چٹ پیار کرتا جائے بے حد بے تحاشا مگر اتنا جلد ڈھیر ہونا اسے گوارہ نہ تھا کچھ مردانہ انا کا بھرم رکھنا تھا سو قدرے جتاتے انداز میں بولا۔

"اب تک تو تم مجھ سے نباہ توڑنے، جان چھڑانے کے حربے تلاشا کرتی تھی سو نو ڈیئر اور اب اپنی میری جان "ایک" کرنا چاہتی ہو، "ایک جان" مطلب سمجھتی ہو اس کا۔" وہ چلتا ہوا قدرے قریب آرکا تھا اس کے اور سعیہ کی آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگیں تو شہریار کچھ اور بھی ستانے کے درپے ہوا۔

"تم نے ہی کہا تھا میرے ساتھ جینا موت سے بدتر ہے تمہارے لئے، تم صرف مجبوری اور مصلحت بناہ رہی ہو، بہت سے رشتوں کا مان رکھنے کو جبر یہ سب کرتی ہو، تو جب چلنے کا فائدہ نہیں، ان راستوں کی کوئی منزل نہیں پھر مجبوری نبھانے کا فائدہ؟" وہ بے حد سکون سے بولا تو سعیہ کی ساری حسیات چونک اٹھیں وہ لمحہ بھر کو حواس باختہ سی ہوئی۔

"اچھا ہے ناں جس تعلق کا پروان چڑھنا ناممکن ہوا ہے توڑ دیا جائے، تو خوشی مناؤ سعیہ کہ تم بہت جلد ہر مجبوری مصلحت اور قید سے آزاد ہونے جا رہی ہو، وہ شخص جو شاید زمانے میں تمہیں سب سے برا لگتا ہے وہ تمہاری جان چھوڑ رہا ہے۔" الفاظ تھے کہ زلزلہ کا شور، قیامت تھی کہ صور اسرافیل وہ ششدر ہکا بکا اشکبار آنکھیں لئے اسے بے یقینی سے دیکھے جا رہی تھی، اسے اپنے انتہائی نقصان کا احساس ہوا تھا۔

☆☆☆

اس نے سر عبداللہ ہملٹن جو انگلستان میں سیاستدان تھے اور بیس دسمبر 1923ء کو مسلمان ہوئے Sir, Abdullah Aechibald Hamitto کا تجزیہ پڑھا کہ "اسلام بڑی باوقار اور متوازن زندگی کا علمبردار ہے یہ نہ تو انسان کو مجبور محض سمجھتا ہے نہ مادر پدر آزادی کا قائل ہے بلکہ سعی و جہد، احتیاط اور عقل و فہم کو بنیادی اہمیت دیتا ہے، دوسرے لفظوں میں وہ ایسا معاشرہ برپا کرتا ہے جہاں قوانین کی سیاحت تسلیم کی جاتی ہے اور ذہانت سوجھ بوجھ کے ساتھ ان پر عمل درآمد ہوتا ہے، اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ تنگ نظری اور تعصب کا شدید مخالف ہے وہ صرف اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ ہی نہیں مروت و محبت برتتا بلکہ کل بنی نوع انسان خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہیں، ہمدردی اور مساوات کا درس دیتا ہے وہ تفریق کا نہیں بلکہ اتحاد انسانی کا قائل ہے، قرآن ایسی کتاب ہے جس کو قصے کہانیاں غیر مربوط پیشن گوئیوں اور شاعرانہ انداز کا مجموعہ نہیں سمجھنا چاہیے نہ یہ سوانح عمریوں پر مبنی ہے نہ دوسری الہامی کتابوں کی طرح اس بے مقصد صحیفے اور منصف ہیں۔

علاوہ ازیں تھامس اروِنگ (کینیڈا) سر جلال الدین لارڈ برنٹن آکسفورڈ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل تھے اور انگلستان کے ممتاز جاگیردار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، زبردست عزت و افتخار اور نیک نامی کے حامل تھے کا تجزیہ پڑھا پھر حسین روف انگلستان، ڈاکٹر خالد شیلڈرک جنہوں نے 1903ء میں صرف 17 برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، ڈاکٹر حمید مارکوس جرمنی کے مشہور سائنس دان اور صحافی تھے مصنف تھے انہوں نے بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد اسلام قبول کیا وہ ان کے تجزیے اور قبول اسلام کی داستان پڑھنے لگی جن کا کہنا تھا کہ دور حاضر میں اسلام کا یہ پہلو بھی زبردست افرادی نتائج کا حامل ہے کہ یہ مذہب سماجی زندگی کی حد تک خشک اور بے لچک رویہ نہیں رکھتا یہ زندگی کے ساتھ چلنے کا قائل ہے اور ایسے فطری باوقار نظام کا پرچار کرتا ہے جو پوری زندگی کو متاثر کرتا ہے اسلامی قوانین جائز انسانی آزادیوں پر کوئی قدغن نہیں لگاتے بلکہ اس طرح کے رہنما اصول دیتے ہیں جو انسانی عزت و شرف اور وقار میں اضافہ کرتے ہیں اسلام توازن اور تناسب کا حسین امتزاج ہے۔"

مسٹر خولہ لکاتا (جاپان) محترمہ خدیجہ فزوئی (انگلستان) ڈسٹرچ ڈیفر (جرمن دانشور) کے مقالے پڑھے جو اسلام و حجاب جہاد و انصاف کے عفیف جذبات سے معمور کتنے ہی مقالوں اور کتابچوں تجزیوں پہ بھاری تھے وہ تمام ایسے نومسلم لوگوں کے تاثرات جان رہی تھی جو گزشتہ صدی میں مسلمان ہوئے تھے، جرمنی نے ہیرین، فرانس سے لیلیٰ انفن سوئٹزر لینڈ سے لوسیا وہلاب، امریکہ سے تاشا (فاطمہ) مسعود اشٹین، میوس بی جولی، عسائشہ مریم (نیولا) جاپان سے فاطمہ کازوئے سے، انڈیا سے نور فاطمہ، کینیڈا سے میری فشر، فلسطین سے المعاد، ناروے سے گرتھانے، غرض وہ متعدد لوگوں کے نظریات سے واقف ہو چکی تھی اور درجنوں کتابیں پڑھ چکی تھی ایک برٹش رسالے "افریقن ٹائمز اینڈ اورینٹ ریویو" میں چھپے نومسلم افراد کے مقالے بھی دیکھے Suifuddin- Dirk Walter Mosg ڈاکٹر کیتھ کریگ، ڈاکٹر عبداللہ علاؤ دین، ڈاکٹر کشی کانت چٹو دیا، داؤد سے اور پروفیسر عبداللہ نبیل جو مشہور مصنف و مفکر ہیں کے مقالہ جات کے ساتھ وہ دور حاضر میں قبول اسلام کا شرف حاصل کرنے والی خواتین تک پہنچی۔

"قرآن اور اسلام کا مطالعہ میری زندگی کا بہترین لمحہ تھا کہ شک کی جگہ یقین کامل، تاریکی کی جگہ

روشنی اور عیسائیت کی جگہ اسلام قبول ہوا، ہدایت کی راہیں کھل گئیں تمام مسائل کا حل، ضروریات کی تکمیل اور شبہات کا ازالہ ہو گیا۔"

پھر محمد مارما ڈیوک پکتھال کا 1930 میں کیا گیا قرآن انگریزی ترجمہ جو دو نسخوں میں بیک وقت لندن اور نیو یارک سے شائع The Glorious Quran حاصل کیا اور یہ ترجمہ وضاحت و بلاغت کے ساتھ دلنشیں انداز بیان کے اعتبار سے بھی ایسا تھا کہ اسے اس مقابلے کا کوئی انگریزی ترجمہ نہ مل سکا اور وہ قرآن کے دیباچہ میں لکھی محمد پکتھال کی اس بات سے سو فیصد متفق تھی۔

"اس ترجمہ کا مقصد قرآن کی ماہیت کو موزوں الفاظ میں سمجھانا اور انگریزی بولنے والے مسلمانوں کی ضرورت کو پورا کرنا ہے اور یہ پہلا انگریزی ترجمہ ہے جو ایسے انگریز نے کیا جو مسلمان ہے لیکن بہرحال یہ ترجمہ قرآن مجید نہیں ہو سکتا کہ قرآن تو بے مثال ہے، قرآن میں تو اتنی اثر انگیزی ہے کہ لوگ اسے سنتے ہی رونے لگتے ہیں وجد میں آجاتے ہیں۔"

مفکرین کی کتابوں سے استفادہ کرنے کے ساتھ وہ بے شمار ایسے لیڈرز، اساتذہ، اسکالرز سے مل چکی تھی جن کا تعلق ہندو، کیتھولک، پروٹسٹنٹ عیسائی، گریک یا روسی آرتھوڈوکس، بدھ مت اور دیگر مذاہب سے تھا انہوں نے اپنے ذہنی خلفشار، روحانی بیقراری اور مذہبی خلجان کو دور کرنے کے لیے اسلامی علوم سے واقفیت حاصل کی پھر اس میں داخل ہو گئے ان میں سائنسدان اور ملحدین بھی شامل ہیں۔

اسے پتا چل چکا تھا کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے اور اپنے بندوں کی دعاؤں، التجاؤں کو سنتا ہے، وہ صرف گرجا یا مسجد میں ہی نہیں سنتا تبھی اسے مصروف شاہراہ پر نماز پڑھتا شخص یاد آیا تو ذہن میں جھما کا سا ہوا وہ اسی جوان کا لیکچر سن چکی تھی اسلامک انسٹی ٹیوٹ میں اور اب اسے افسوس ہوا کہ وہ اسے فوراً کیوں نہ پہچان سکی بلکہ اس کا نمبر بھی نہ لے سکی، اپنے ریسرچ ورک کے سلسلہ میں وہ آخر میں یہاں پہنچی تھی Sendra sterling کے امیر کبیر گھرانے سے تعلق رکھنے کے ساتھ قاہرہ میں امریکی سفارت خانے میں ملازم تھیں وہ بھی تحقیق و جستجو اور اسلام کے متعلق مکمل شرح صدر حاصل کرنے کے بعد مسلمان ہوئی تھیں، ان کا تجزیہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ مسلمان موجودہ دور کی مادی آسائش والی چیزوں کی قلت پر بھی پریشان نہیں ہوئے، میں نے مغرب میں مادی سہولیات کے باوجود لوگوں کو باطنی طور پر بے چین دیکھا تھا مسلمانوں کے ملک میں ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو اپنی آنکھوں سے مشترکہ خاندانوں کو اکٹھے رہتے دیکھا جبکہ یہ صفت امریکہ و یورپ میں ناپید ہے، اسلام میں دادا دادی کو پورا خاندان عزت کرتا ہے بزرگوں کا احترام کرتے ہیں جبکہ مغربی ممالک میں بوڑھے والدین کو اولاد پوچھتی تک نہیں اور وہ بیچارے زندگی کے آخری دن سخت تنہائی اذیت میں کاٹ کر مر جاتے ہیں۔

میں نے یہ بھی دیکھا کہ اسلام کے دشمن جس بات کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بالکل حقیقت کے برعکس ہے، اسلام نے عورت کو معاشرے میں بنیادی حقوق دیے ہیں مغرب میں لوگ صرف منافقت جہالت اور تعصب کی وجہ سے اس دین کو برا بھلا کہتے ہیں، افسوس کہ اسے وحشی اور اجڈ لوگوں کا مذہب کہتے ہوئے وہ لوگ اسلام کے بارے میں صدیوں سے غلط فہمیوں کا شکار ہیں، حقیقت یہ ہے اگر ان پر اسلام کی خوبیاں اور برکتیں روشن ہو جائیں تو وہ لمحہ بھر اس سے دور نہیں رہ سکتے ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ مسلمان اسلام کا اصل تشخص اجاگر کرنے اور اس کی تبلیغ کریں، سکول، کالج، یونیورسٹی بازار ہر جگہ

اسلام میں مؤانست اسلامیہ دیکھ کر میں سوچتی کہ وہ کون سی چیز ہے جس نے مسلمانوں کو اتنا متحد کر رکھا ہے جبکہ عیسائی اپنے زبردست نظریات کے باوجود ایک دوسرے سے اجنبی اور ہر وقت لڑنے کو تیار رہتے ہیں اور یہ حقیقت کی جانب میرے سفر کا پہلا قدم تھا جس نے مجھے بعد میں اسلام بخشا۔"

محترمہ سینڈرا اسٹرلنگ نے اسے ایک کتاب بھی دی "دی بائبل دی قرآن اینڈ سائنس" موریس بوکائے کی یہ کتاب تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی اس کتاب نے اس کے باقی تمام سوالوں کا جواب دے دیا جو اسلامی عقیدے، سائنس اور ٹیکنالوجی ماحول کے حوالے سے اسلام کے متعلق اس کے ذہن میں اٹھ رہے تھے، اتنے ڈھیر سارے علوم، سائنسی جو زمانہ حال میں دریافت ہوئے ہیں، پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے قرآن میں پہلے سے بیان ہو چکے ہیں، خلائی سفر، زندگی کی اصلیت وغیرہ یہ سارے علوم قرآن میں موجود تھے، کیونکہ عیسائیت کے سارے عقائد کی بنیاد بائبل پر استوار ہے اور اس کی تعلیمات میں زبردست تضاد تھا، کیا اس کا مطلب ہے کہ بائبل اور حضرت عیسیٰ کی تعلیمات تحریف کا شکار ہو چکی ہیں؟ اس کے اندر سوال اٹھا اس سوال کا جواب پانے کے لیے ہی اس نے اسلام اور بائبل کا گہرا ناقدانہ مطالعہ جاری رکھا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ واقعی یہ کتاب تغیر و ترمیم سے محفوظ نہیں اور اس میں بہت سے لوگوں کے خود ساختہ عقائد راتج پا گئے ہیں۔

اس سے پہلے تک اسلام کے بارے میں اس کی نظر سے گزری ہوئی تقریباً تمام کتابیں غیر مسلموں کے قلم سے لکھی ہوئی تھیں یہ اسلام دشمن مصنف کبھی قرآن کے ادھورے حوالے دیتے اور کبھی آیتوں کا غلط سلط ترجمہ کرتے اس کا سبب شعوری بھی ہو سکتا تھا، غیر شعوری بھی، شرارت بھی اور غلطی بھی چاہے وہ اس سے آگاہ ہوں یا نہ ہو، مطالعہ کے بعد اسے معلوم ہوا براہ راست قرآن کے مطالب میں اور ان خود غلط اہل قلم حضرات کے بیانات میں زمین آسمان کا فرق ہے اور یہ فرق محسوس کر کے وہ صحیح متنوں میں اپنی اس تحقیق و تفتیش پر نازاں ہونے لگی جو یہودیت، عیسائیت، ہندو دھرم، بدھ مت اور جین مت، اسلام پہ کرتی رہی، کیونکہ سچ جھوٹ کھل چکا تھا، روشنی تاریکی کا فرق واضح ہو چکا تھا۔

☆☆☆

آفریں ، آفریں ، آفریں ، آفریں
حسن جاناں کی تعریف ممکن نہیں

نصرت فتح علی خان کی پس پردہ ابھرتی آواز اور سفید روشنی کے گول دائرے میں پھولوں کی سرخ روش پر سبک خرامی سے قدم رکھتی نرم لچکیلی ڈال کے مانند چلتی وہ جل پری تھی کہ پرستان کی ملکہ جس کے بے تحاشا گورے صاف ستھرے پاؤں پانچ انچ اونچی ہیل میں مقید اٹھتے تو گویا دلوں پہ دھمک پڑتی سلیولیس برائیڈل ڈریس جس کا گلا نشیبی جھکاؤ لیے تھا، دودھیا بازوؤں کی ملائمت اور نرمی، صراحی دار گردن جیسے چھونے کو دل مچلتا وہ کون ہے؟ سب جاننے کو بے تاب تھے انداز و ادائیں کسی منجھی اور پروفیشنل ماڈل کی لک دیتیں مگر سراپے کی فسوں خیزی و خوبصورتی کسی نئی شاندار سیلبریٹی کا اشارہ، چہرے پر لٹکتا آنچل کا پلو وہ اب آہستہ آہستہ پیچھے کو کھسک رہا تھا وہ رک چکی تھی، آتشی گلابی لپ اسٹک سے رنگے گلاب کی ادھ کھلی پنکھڑیوں جیسے صندلیں ہونٹ گلابوں کی نرماہٹ و تازگی لیے چمکتے رخسار، ستواں ناک کچھ مانوس تھا کیا؟

وہاج حسن کو سمجھ نہ آسکی ماڈل کے خدوخال میں کیا مانوس لگ رہا تھا اور کیوں......؟ وہ دم سادھے بس اس کہنہ حسن کو دیکھ رہا تھا جو اپنے بر مرمریں ہاتھوں سے بڑی ادا اور بڑے انداز سے بھاری زرتار آنچل کا پلو آنکھوں سے اوپر لے جارہی تھی، لمبی مخروطی پلکیں آہستگی سے اٹھیں پورا ہال روشنی تالیوں کے شور سے جگمگا اٹھا تھا دھیرے دھیرے پیچھے سے آتے سعود غوری نے اپنا بازو دراز کرتے ہوئے اس کے شانے پر رکھا اور سب کی طرف دیکھتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور چمکتے بالوں، مسکراتے ہونٹوں، زندگی سے بھرپور آنکھوں والی وہ پریوں کی شہزادی ایک چھٹے ہوئے بدمعاش جیسی شہرت رکھنے والے شخص کے پہلو سے لگی مسکراتی سب کے حواسوں پر بجلیاں گرا رہی تھی، فوٹو گرافرز، ٹی وی چینلز کے کیمرہ مین، پرلیس، رپورٹرز انڈسٹری کے لوگ اس دلدل میں دھنسی چھوٹی بڑی مچھلیاں سب اسے للچائے، ہوس ناک انداز میں دیکھ رہے تھے اور وہ کیمرہ فلش لائٹس کے جھماکوں میں چمکتی مسکراہٹ، ذلت رسوائی، بدنامی کے خوف نے سامنے بیٹھے وہاج حسن کو جیسے پتھر کے بت میں تبدیل کردیا تھا، وہ حیدر فیملی کا داماد بننے جارہا تھا، ایک مستحکم پوزیشن، لمبا چوڑا بینک بیلنس، بڑا بزنس، گھر، گاڑی، امپورٹڈ جہیز نے اس کی قسمت چمکنے اور سنورنے والی تھی، ایسے وقت اور موقع پر اریبہ کا منظر عام پر آنا بھی شوبز کے حوالہ سے آہ، وہ اندھیروں میں ڈوبنے لگا تھا۔

اس شو کی تصاویر، اریبہ کے نیم عریاں کلوز اپ، دعوت نظارہ دیتے خدوخال اور انداز و ادائیں، برسوں کی محنت سے بنی غیرت و حمیت، صبح کے اخبارات میں تار تار ہونے والی تھی، وہ وہاج حسن کی فرسٹ کزن ہے یہ ایک حوالہ اسے پستیوں، ناکامیوں اور اندھیروں میں ڈبونے کو کافی تھا، وہ جو ایک بڑی لمبی امیرانہ جست پھلانگنے کے آخری قدم پر تھا، اریبہ اس کی ساکھ کو بری طرح متاثر کرنے کے در پے تھی، وہاج حسن اور اریبہ کا رشتہ گزشتہ یا بلڈ ریلیشن کوئی دوسرا حوالہ اگر میڈیا سامنے لے آیا تو جو اسکینڈل بنتا سات پشتیں بھی اس بدنامی کا اک کونہ دھو نہ پاتیں۔

یہ سب سوچتے ہوئے وہاج حسن کو غش آنے لگا، وہ جو سوچ بھی نہیں سکتا تھا، جس سے اس کا وہم و گمان ہزاروں کوس پرے تھا اریبہ نے مایا بن کر وہ سب لمحہ بھر میں کرلیا تھا وہ اس لمحے، اس تعلق، اس رشتے کو اپنی زندگی سے نکال سکتا تھا، اس نے اس لڑکی کے لئے بھی باعزت زندگی کا خواب دیکھا تھا اسے زمانے کی آلودگی سے بچانا چاہا تھا پھر کیا ہوا کہ خواب، خواب تک رہ گئے اور یہ لڑکی جنس گراں بن کے بازار میں آکھڑی ہوئی، وہ چہرہ، وہ آنکھیں، وہ زلفیں وہ سراپا جو اس کو محبوب تھا، کتنی آلودہ اور ہوس ناک نگاہوں کا مرکز تھا، وہ اریبہ سے مایا بنی تو اس نے یہ کیوں نہ سوچا کہ وہاج حسن کو یہ اقدام کس موڑ پر پہنچا دے گا، وہ اسے تباہ کرنے کے ساماں تیار کر بیٹھی تھی مگر وہاج حسن کو تباہ نہیں ہونا تھا پھر وہ اپنے بچاؤ کے لئے کیا کرتا......؟"

سپاٹ چہرہ ساکت نگاہیں لئے وہ ایک بات سوچ رہا تھا کیا؟ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ خود یہاں سے غائب ہو جائے یا مایا بن کے چمکتی اس لڑکی کو مار ڈالے، جو بہت کچھ جتاتی فاتحانہ نگاہوں سے مسکراتے دیکھ رہی تھی اپنے سامنے بت کے مانند ایستادہ وہاج حسن کو۔

یہ شب تمام ہوئی اور اس شب کی صبح قیامت بن کر ابھری تھی، پوسٹر سائز تصاویر کلوز اپ، مل بورڈ پہ نیم برہنہ انداز میں دھکتی مایا، ہر چینل پر اس کا ایڈ چل رہا تھا وہ شوبز انڈسٹری کے سب سے میگا پراجیکٹ سائن کرچکی تھی، صرف ایک رات ایک ایگزیبیشن، ایک شو، ایک ایڈ، ایک انٹری اسے ٹاپ سٹار بنا گیا اور وہ فلم انڈسٹری کے اس بڑے ہدایتکار کی دو فلمیں سائن کرچکی تھی جو صرف باہر سے ہیروئن لینے کا عادی تھا اور اس کی فلموں کی کامیابی، مقبولیت کی حدوں کو چھوتا گراف دیکھ کر ہر ایکٹرس اس کی فلم میں کام کرنے کی خواہش مند تھی، مگر قرعہ فال نکلا تو مایا کے نام، وہ ایک دم سے لائم لائٹ میں آگئی، محض ایک ہفتے بعد اس نے ملک کے سب سے بڑے شوبز میگزین کو ایک تفصیلی انٹرویو دیا، اپنے سارے ناطے، تعلقات، رشتے، حوالے معصومیت سے ظاہر کرتی مایا وہاج حسن کی فیملی کے لئے قیامت کا شاخسانہ بنی، انزلہ، شاہ، ہما، کی گھریلو زندگیاں اک زلزلہ کا شکار ہوگئیں، صبا سے بنا بنایا رشتہ وہاج حسن کو حیدر فیملی کی جانب سے شدید رد عمل کا سامنا کرنا پڑا تو وہ غصہ، دکھ، بدنامی اور شرمندگی، رسوائی کے تاثرات سے بھرا اریبہ تک آ پہنچا۔

"تم نے جتنی رسوائی کرنی تھی ہماری اپنی من مانی سے، اپنے جنون اور شوق سے کرچکی ہو، اندازہ ہے تمہیں کیا زہر گھولا ہے تم نے ہماری زندگیوں میں۔" وہ پھٹ پڑا تھا اسے دیکھتے ہی۔

"بڑے ویل منیرڈ بنتے ہو مگر کسی کے کمرے میں آنے کی تمیز نہیں ہے تمہیں، ہماری زندگیاں برباد کردی ہیں اور تمیز کی بات کرتی ہو۔" وہاج کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس کا کیا کر ڈالے۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے تمہیں نقصان پہنچے۔"

"تم نے وہ سب کیا ہے جس سے ہم سر اٹھا کر جینے کے قابل نہ رہیں۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔

"مثلاً۔" اریبہ نے اسے بھنویں اچکاتے ہوئے سرد انداز میں دیکھا۔

"یہ فلم، ماڈلنگ، شوبز یہ واہیات لباس، یہ گھٹیا اور ذلیل کام ہمارے خاندان میں کسی نے کبھی کیے تھے جو تم کر رہی ہو، تم جانتی ہو شوبز سے وابستہ، عورتیں آبرو باختہ، فاحشہ کہلائی جاتی ہیں، تم بھی اسی کیٹگری کا حصہ بن چکی ہو۔" وہ اسے شانوں سے پکڑے جھنجھوڑ رہا تھا، اریبہ کی نظریں اور چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

"تمہیں عزت دینا چاہتا تھا میں جو تمہیں راس نہیں آئی تم مجھے اپنی زندگی سے نکال کر یہ بدنامی اکٹھی کرنے اور کالک منہ پہ ملنے نکلی تھیں۔"

"وہاج حسن تم خود میری زندگی سے نکلے تھے میں نے نہیں نکالا تھا تمہیں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تو جیسے وہاج کے صبر و ضبط کی طنابیں ٹوٹنے لگیں۔

"یہ بھی تمہاری عادتوں، حرکتوں اور کرتوتوں کے باعث ہوا، تم گناہ کے راستے پہ چل پڑی تھیں۔" وہ چلایا اریبہ چند ثانیوں تک اس سمت دیکھتی رہی۔

"تو میری عادات، حرکات، اب بھی وہی ہیں، میں اب بھی گناہگار ہوں، پھر تم اب کیا لینے آئے ہو میرے پاس، جو تم بتا رہے ہو کہتے ہو یہ مجھے سب معلوم ہے، صرف اپنے آنے کا مقصد بیان کرو وہاج حسن، میرا وقت بہت قیمتی ہے۔" اریبہ کا خشک انداز سپاٹ چہرہ اور سخت الفاظ وہاج حسن کو یکدم ادراک ہوا کہ سب کچھ پہلے جیسا نہیں رہا وہ اریبہ نامی ڈری سہمی، بزدل اور کم ہمت لڑکی کے سامنے نہیں حال کی معروف ایکٹرس ٹاپ ماڈل اور بے حد امیر کبیر لڑکی مایا کے سامنے تھا جو دس کروڑ کے شاندار بنگلہ میں

بیٹھی ہے، شنیل کے پرفیوم لگاتی تھی، Birony,s (لندن) سے بال کٹواتی امپورٹڈ کاسمیٹکس استعمال کرتی جو بیس سو گز پہ بنی ائیر کنڈیشنڈ کوٹھی جس کے لیے چوڑے لان میں دنیا بھر کے نایاب و خوبصورت پودے ایستادہ تھے، جس کے گیراج میں نئے ماڈل کی مہنگی ترین مرسڈیز، بی ایم ڈبلیو، جیگوار اور لیموزینز تھیں جو مہنگے ترین شاپنگ سنٹرز سے خریداری کرتی، جس کے گھر میں امریکن کچن، اٹالین طرز کے ٹیرس اور محلاتی شان لئے بیڈ رومز تک، دل سے لیکر دماغ تک ہر چیز میں تمکنت اور غرور تھا، اس مایا نامی لڑکی سے بات کرنے کو اسے اپنی ذہنی و اصولی سطح سے نیچے بہت نیچے آنا پڑتا ورنہ اس کی زندگی تباہ ہو جاتی، برسوں کی محنت سے بنی بنائی عزت صبا کو سیڑھی بنا کر یکدم سے لمحوں میں کروڑ پتی بننے کی پلاننگ سب فیل ہو جاتے، ثمن، ہما اور انزلہ کی زندگیاں تباہ ہوئیں سو ہوئیں، وہ خود کو کم از کم خود کو اس تباہی سے محفوظ رکھ سکتا تھا اور اس کے لئے ضرور تھا وہ غصے میں تن فن کرنے کے بجائے قدرے عاجزانہ اور نرم انداز گفتگو اپناتا۔

”کیا تم مجھے بیٹھنے کو نہیں کہو گی، مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے تم سے۔“ وہ کچھ ہچکچا کے بولا۔

”کون سی بات؟“ اریبہ نے بٹھانے کے بجائے سوال داغا۔

”ہمارا ایک رشتہ ہے خونی رشتہ اس کے علاوہ بھی ہم میں بہت کچھ تھا ہم ایک دوسرے کے لئے اہمیت رکھتے ہیں۔“ وہ سنبھل سنبھل کر بولتا نگاہیں چرا رہا تھا۔

”ہم میں کوئی رشتہ کوئی واسطہ نہیں وہاج حسن یہ سب کچھ اس دن ختم ہو گیا تھا جب تم نے اپنے گھر کے دروازے مجھ پہ بند کر دیے تھے، تمہاری ماں مجھے اندر نہیں بلانا چاہتی تھی اور تم نے بلا کر سب کچھ برباد کر دیا تھا، مجھے خالی ہاتھ دھکے دے کر نکالا تھا تم نے، اپنے عالیشان گھر سے نکالتے وقت کسی فقیر سے بھی بدتر سلوک کیا تھا میرے ساتھ، یاد ہے تمہیں۔“ وہ کٹیلے اور سپاٹ انداز میں بولی تو وہاج حسن ساکت ہو گیا۔

☆☆☆

میرے بے خبر تجھے کیا پتا؟
میرے خواب، میری کہانیاں
میرے بے خبر تجھے کیا پتا؟
تیری آرزوؤں کے دوش پر
تیری کیفیات کے جام میں
تیرے نقش میں، تیرے نام میں
میرے خواب، میری کہانیاں
میرے زائچے، میرے راستے
میرے لکھ کی یہ نشانیاں
تیری چاہ میں رکی ہوئی
کبھی آنسوؤں کی قطار میں
کبھی پتھروں کے حصار میں

کبھی دشت ہجر کی رات میں
کبھی بدنصیبی کی گھاٹ میں
کئی رنگ دھوپ سے جل اٹھے
کئی چاند شاخ سے ڈھل گئے
کئی تن سلگ کے پگھل گئے
تیری الفتوں کے قیام میں
تیرے درد کے درو بام میں
کوئی کب سے ثبت صلیب ہے
تیری کائنات کی رات میں
تیری اژدہام کی شام میں
تجھے کیا خبر، میرے بے خبر

”تم نے جو سوچا جو سمجھا جو چاہا میرے لئے قابل تکریم ہے کیونکہ زندگی گزارنے کا ہر انسان کا اپنا نظریہ اور اپنا نقطہ نظر ہے، میرا مقصد نہ تو تمہیں ٹریپ کرنا تھا نہ تم سے رشتہ میں میر کوئی مفاد وابستہ تھا، یہ شادی میری تمام تر رضامندی اور خوشی سے طے پائی، مما پپا کے احترام و عزت کے ساتھ تم سے بے پناہ محبت بھی اس میں شامل تھی۔“ اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا سعیہ دم بخود اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

”تمہیں مجھ میں کیا غلط لگا اس رشتے میں کیا ناقابل برداشت لگا اور تمہارے اپنے حوالہ سے کیا تحفظات تھے میں تمہیں کچھ بھی بدلنے پہ مجبور نہیں کروں گا کیونکہ تمہارے لئے کیا بہتر ہے تم یقیناً مجھ سے زیادہ جانتی ہو So as you wish سب کچھ تمہارے حسب خواہش ہو گا Dont vorry (تم خود کو مکمل طور پر Tention free کر سکتی ہو اب سب بھلا کر۔“ شہریار کا انداز حتمی تھا، خود پہ بمشکل سنجیدگی طاری کر کے وہ آرام سے کہہ رہا تھا، جبکہ سعیہ کے چہرے پر بے یقینی اور صدمے کے آثار تھے وہ خود کو بے جان محسوس کر رہی تھی۔

”یہ فصیلیں، یہ دیوار اٹھا کے تم رہ لو گے میرے بغیر، جب تم دوبارہ مجھے اپنے حوالہ سے دیکھ نہیں پاؤ گے، سوچ نہیں پاؤ گے۔“ سعیہ کے لہجہ میں شکوہ، احتجاج، استفسار سب کچھ تھا۔

”یہ رشتہ یہ تعلق رہے نہ رہے، محبت نہیں بھلا سکتا کیونکہ تمہارے بعد کسی کی گنجائش ہے نہ جگہ ہاں بعض چیزیں، بعض رشتے تکلیف دیں تو الگ ہونا بہتر ہے ان سے اس پہ وضاحتیں لینے دینے کی ضرورت نہیں۔“ وہ کپڑے پکڑے واش روم کی جانب بڑھا تو لمحہ بھر کچھ سوچتے انداز میں مڑا اور اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

”تم وہ ہرگز نہیں ہو سعیہ جس سے میں نفرت کر سکوں ہم نے اپنا بچپن، لڑکپن جوانی ایک گھر میں ایک ماں باپ کے سائے میں ایک جیسے کھلونوں ایک جیسی چیزوں کے ساتھ گزارا، تم سے رشتہ رہے نہ رہے مگر تم مجھے اپنی کزن، بچپن کی دوست کے طور پر تاعمر عزیز رہو گی اور میں چاہوں بھی تو خود کو تمہیں یاد رکھنے یا محبت کرنے سے نہیں روک سکتا کیونکہ حقیقتاً دنیا میں صرف دو رشتوں کا وجود ہے محبت یا نفرت، نفرت ہے نہیں میرے اندر اور محبت مر نہیں سکتی۔“ نہ چاہتے ہوئے بھی شہریار کا لہجہ بھیگنے سے محفوظ نہ رہا

اور سعدیہ نے سکتے سے باہر نکلتے ہوئے یک لخت آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''جو سوچا تم نے غلط سوچا، جو سمجھا غلط سمجھا، جو جانا میرے حوالے سے غلط جانا سعدیہ خان کے پاس جب کوئی راستہ کوئی راہ نہیں بچی تو تم اسے چھوڑنے کے فیصلے کر رہے ہو، تم سا بے وقوف شخص میں نے دنیا میں نہیں دیکھا سب جانتے ہو میرے متعلق مجھے جاننے سمجھنے کا دعوی کرتے ہو اور میرے متعلق اتنے بے خبر ہو کہ یہ نہیں جانتے میں کسے چاہتی ہوں کس سے محبت کرتی ہوں۔'' اس کا بازو دبوچ کر وہ بھرائی آواز میں بولی تو شہریار تحیر، بے یقینی اور استعجاب کے تاثرات لئے اسے دیکھے گیا اور پھر آنسو بھری آنکھوں کو پونچھتی وہ مدہم لہجہ میں بولی، جانے وہ کیا سمجھانا چاہ رہی تھی اور وہ کیا سمجھ رہا تھا۔

''تم ہو وہ شخص جس سے میں محبت کرتی تھی کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی اس وقت جب کائنات میں زمین و آسمان کچھ نہیں بنا تھا اللہ نے ایک دل بنا کر اس کے اندر تمہاری محبت دھڑکا دی تھی وہ آنکھیں میری تھیں جن میں تمہارے خواب سجے، وہ ہاتھ میرے تھے جن پہ تمہارے نام، تمہارے ساتھ، تمہارے پیار کی دعائیں خواہشیں بن کرنا چاہتی ہیں، وہ دل میرا ہے جو تمہیں مانگتا ہے تمہیں ساتھ صدیاں جینے کی خواہش کرتا ہے اور تم جو مجھے اتنا چاہتے ہو اتنے دعوے کرتے ہو اتنی سی بات نہیں جان سکے میرے دل کا بھید نہیں پا سکے۔'' وہ جیسے تھکے ہوئے لہجہ میں بولی۔

''تم جو علیحدگی کا سوچ چکے ہو کیا تمہیں یقین ہے تم مجھ سے الگ ہو کر جی سکو گے؟ یا میں جی رہی ہوں گی۔'' وہ اسے جھنجوڑ کر بولی تو شہریار بول نہ پایا کچھ۔

''نہیں ناں...... یہ آسان نہیں تو کیوں خود کو اور مجھے ٹکڑوں میں تقسیم کر رہے ہو جبکہ ایسا نہ تمہیں قبول ہے نہ مجھے تو کیوں اور کس لئے تیسری تم تو وہ ہو کہ جسے میں نے جب کبھی رد کرنا چاہا تو میرے دل نے تمہاری محبت کے لئے ریسیونگ سیٹ میں ہارٹ بیٹ مس کی، تمہاری محبت یکطرفہ نہیں تھی شہری تمہاری کشش میرے گرد حصار کھینچتی رہی ہے۔'' اس کا لہجہ اعتراف سے بھرپور تھا۔

''میں تو یہی سمجھتا رہا میری محبت بے سمت اور رائیگاں ہے، میرے جذبوں، میری طلب میں صداقت نہیں، میں غلط راستے پر چل رہا ہوں جبھی منزل تک نہیں پہنچ پا رہا۔''

''نہیں شہری آپ ہر جگہ درست تھے نہ آپ کی سمت غلط تھی نہ راستہ، فالٹ صرف میری سمجھ میں تھا یہاں انا، خودساختہ ضد پاؤں پسارے بیٹھی تھی، مگر اجنبی بننا، لاتعلق نظر آنا اتنا آسان نہ تھا جتنا میں نے سمجھا تھا، تمہاری سرسری نظر، لمحہ بھر کی توجہ بھی، اس جذبے کے حق میں صدا بلند کرتی جسے خود بھی برتا ہی نہ تھا، آپ کی امید محبت کی آبیاری کر رہی تھی میرے اندر، میں سعدیہ خان جسے محبت پر یقین نہ تھا وہ آپ کی محبت کو ایمان سمجھ رہی ہے۔'' اس کی شربتی آنکھوں کے کنارے خاموشی سے بھیگ رہے تھے اور مدہم لہجے میں یقین ہی یقین بول رہا تھا، شہریار اسے بہ غور دیکھ رہا تھا۔

''اس تعلق سے نگاہیں چرانے، فرار حاصل کرنے اور آپ سے دور بھاگنے کی بہت کوشش کی میں نے مگر آپ کی خواب جگاتی آنکھیں کچھ عجب تھا ان میں کہ مجھے انسیت ہونے لگی، خوابوں، خواہشوں سے آپ مجھے بے ارادہ بھی چھوتے، دیکھتے کچھ کہتے تو میں خود سے ہار ہار جاتی، آپ سے دور جانا چاہتی مگر پاؤں بندھ جاتے، اس پسپائی نے کیسے میرے ہوش گنوائے، کتنا بے خود کیا اور جب یہ دل کی کشش مجھے زیر کر گئی تو مجھ پہ کھلا کہ میں لاکھ چاہ کر بھی آپ سے دور نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کے بغیر جینے کا

راستہ تھا ہی نہیں میرے پاس، میں آپ کے بنا کچھ نہیں رہی شہری۔'' اس نے جیسے ہار مان کر اقرار کیا تھا اور شہریار بہت آہستگی سے قدم اٹھا کر اپنے اور اس کے درمیان فاصلہ سمیٹتا قریب آن رکا تھا، ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو بہت نرمی سے چھوا اور بھرپور انداز میں اس کی آنکھوں میں جھانکا، سعدیہ اس لمحے کسی قدر جھجک کر نگاہیں جھکا گئی مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

''بولو سعدیہ میری جان بولتی رہو محبت کا یہ اعتراف تمہارے لبوں سے سننا سب سے بڑی آرزو تھی میری اور کتنا اچھا لگ رہا ہے تمہارے الفاظ، خواب، خیال محبت کو اپنے اردگرد رقص کرتے پا کر مگر صرف اتنا نہیں سونو ڈیئر میں کچھ اور بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔'' وہ اس کے ملائم شنگرفی ہونٹوں پہ انگشت شہادت پھیرتے ہوئے بولا۔

''کیا...... کیا دیکھنا ہے آپ کو......؟'' اپنے چہرے پر پڑتی اس کی گرم گرم سانسوں کی حدت سے گھبرا کر وہ بولی۔

''وہ رنگ جو محبت کو چھو کر تمہارے چہرے پر اتریں، تمہاری آنکھوں میں چمکیں لبوں پر ہنسیں جب وجود محبت میں رچ بس کر خوشبو خوشبو ہو جائے اور اس خوشبو کی تازگی و احساس تمہیں کچھ اور بھی نکھار بخش دے۔''

میٹھی مدہم سرگوشی اسے چھوتا استحقاق بھرا انداز اور لمحوں کی دلکشی بڑھاتا رات کا بوجھل پن وہ بہت بولڈ ہونے کے باوجود اس پل اپنے قریب بے حد قریب شخص کو نہ دیکھ سکی، حیا، فطری جھجک و ایک شرمیلی خائف مشرقی لڑکی نظر آنے لگی شہریار کو، اس کے چہرے پر آئی پریشان لٹ کو چھو کر کانوں کے پیچھے اڑستے شہریار کے لبوں پر بڑی گہری مسکراہٹ اتری تھی۔

''محبت سانسوں کی سانسوں ضرورت ہے تو اس کے رنگ میں رنگ کیوں نہیں جائیں۔'' کچھ کہتا، کچھ جتاتا کچھ باور کراتا لہجہ سعدیہ کی دھڑکنوں میں یکدم ہی ایک بے خود کر دینے والا ارتعاش برپا ہوا تھا، اس نے حیا سے بوجھل پلکیں اٹھا کر بمشکل شہریار کے چہرے پر نگاہ کی، بے قرار احساس محبت سے بھرپور آنکھیں، جن کے تمام آنسو شہریار نے اپنے ہونٹوں سے چن لئے تھے اور سرشاری، مستی، بے خودی اک عجب نشہ آور کیفیت سعدیہ کے گرد حصار باندھنے لگی، اک عالم فراموشی اور خودسپردگی کے گہرے سمندر میں ڈوبتی ابھرتی وہ خود کو شہریار کے سینے میں چھپانے لگی۔

☆☆☆

اسے شدت سے احساس ہوا تھا کہ اس کے اساتذہ نے اسے دھوکا دیا تھا، ان کے عقائد و نظریات کی باتیں بے بنیاد اور جھوٹی تھیں اسے یہی پڑھایا گیا تھا کہ مسلمان کعبہ کی طرف جھکتے ہیں وہی ان کا خدا ہے لیکن مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوجتے نہیں جیسے عیسائی عیسیٰ کو پوجتے ہیں۔

اسے یہی سکھایا گیا تھا کہ اسلام جاہلوں اور غیر مہذب انسانوں کا مذہب ہے، جس میں عورتوں کو مردوں کی غلامی، سہنا پڑتی ہے ان کے پیچھے چلنا پڑتا ہے، سر سے پاؤں تک خود کو ڈھانپ کر رکھنا پڑتا ہے اور عورت سے زیادتی ہو جائے تو چپ رہنا ناگزیر ہے۔

انہی خیالات و نظریات کی بنیاد پر اس نے اسلام کا مطالعہ کرنا ضروری خیال نہ کیا کیونکہ اسے بتایا گیا تھا کہ اسلام شیطانی مذہب ہے لیکن اسلامی معاشرے میں حدود الٰہی کو قائم کرنے کی سختی سے تاکید کی

گئی ہے اسلام میں کہیں بھی خونریزی، ہوس پرستی کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ اسلام نے تو عربوں جیسی خونخوار اور جنگجو قوم کو اخوت اور بھائی چارے کے رشتے سے منسلک کر دیا جو شخص کسی دوسرے کی ناحق جان لیتا ہے تو اس کے لئے قرآن مجید میں حکم ہوا۔

ترجمہ: تم پر مقتولوں کے لئے قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔"

اللہ سبحان تعالیٰ کے نزدیک سب انسان برابر ہیں خواہ وہ امیر ہو یا غریب آقا ہو یا غلام گورا ہو یا کالا، طاقت کے غلط استعمال کی ممانعت تھی۔

وہ جان چکی تھی کہ ایک تبدیلی ایک احساس اس کے اندر صرف ابھرا نہیں بلکہ اسے اپنی گرفت میں لے چکا ہے باوجود اس کے کہ یہاں تک پہنچنے کے سفر میں اس کے دوست، احباب، خاندان کے افراد، والدین سب ترک تعلق کر چکے تھے اور وہ خود دنوں یہی سوچتی رہی تھی کہ اس کی زندگی سے زیادہ مشکل نہ ہو جائے، اسلام سے ناواقف لوگ اس کے ساتھ برا سلوک نہ کریں، مگر یہ کانا پھوسی اور ذہن کا تضاد زیادہ دیر اسے قابو نہ کر سکا وہ مضبوط دل و دماغ کی لڑکی تھی اس مقام تک پہنچنے میں اسے کئی برس لگے تھے اور ان گنت مذاہب کے تقابلی جائزے مطالعے اور روحانیت کی تلاش میں اس نے بے شمار گھنٹے تکلیف میں بسر کیے، اپنے راحت و آرام کے اوقات قربان کیے اس متاع گراں مایہ کے لئے بڑی محنت کی تھی، اب اس کے ثمر سے خود کو محروم نہیں رکھ سکتی تھی، اللہ پر ایمان ایسی چیز تھی جسے اس نے ہمیشہ اہمیت دی تھی اس وقت بھی جب وہ عیسائیت کی پیروکار تھی اور اتوار کے دن جب کلیسا کے گھنٹے ٹن ٹناٹن بج رہے ہوتے تو مساجد سے آتی اذان کی آواز پر غیر شعوری طور پر آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی وہ اس وقت مسلمان نہیں تھی مگر یہ صدائے دلنواز اسے متاثر کرتی تھی جیسے اب قرآن پڑھتے اس کا درس سنتے اس کا دل دہل جاتا اور وہ آنسو بہانے لگتی۔

اور وہ بجا طور پر تسلیم کرتی کہ قرآن ایک حیرت انگیز تسلسل اور یک رنگی ہے کوئی بھی غیر متعصب اور منصف پسند انسان اس کے برحق ہونے میں شبہ نہیں کر سکتا، اس کا پرشکوہ مگر سادہ اسلوب انسانی نفسیات کے عین مطابق مسائل کا ادراک اور مادی و روحانی معاملات میں انسان کی مکمل اور قابل عمل رہنمائی اسے ایک ابدی رہنما کتاب ماننے پر مجبور کرتی ہے۔

تقریباً نصف شب کا عالم تھا جب وہ ترجمہ قرآن پڑھ رہی تھی اور آٹھویں پارے کی سورۃ انعام کی آیت نمبر 125 پڑھتے ہوئے اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو گئیں۔

ترجمہ: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے، اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

ترجمہ: اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے۔

"تو کیا اللہ واقعی میرے ساتھ تھا، اسی لئے ایک سخت مسلم دشمن انداز سے پرورش پانے کے باوجود وہ یہاں تک پہنچی کہ اللہ نے اس کا یقین، درست عقیدے اور اسلام کو سمجھنے کی توفیق دی اس کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا کی اس کے مردہ تن کو زندہ کیا اور نور باطن عطا فرمایا۔"

پھر اس کا جسم پلائی وڈ پہ پڑا تھا اور پیشانی زمین پر تھی اس نے اللہ سے دعا کی۔

"اے اللہ! اگر تو موجود ہے تو مجھے سچا راستہ دکھا، ہدایت دے۔"

"اے اللہ! تو میرے گناہ معاف کر دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے پاک کر دے۔" اس کے چند لمحوں

بعد اسے ایک عجیب و غریب احساس ہوا، اسے یوں محسوس ہوا کوئی شے اس کے وجود میں سرایت کر رہی ہے۔

("اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں جب اس کے دونوں ہونٹ ہلتے ہیں تو اس وقت میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔") بحوالہ از (بخاری، مسلم)

اسی احساس تلے دبے اس نے غسل کیا اس نیت کے ساتھ کہ اپنی برسوں پرانی گناہگار شخصیت کو دھو کر حق اور دلیل پر مبنی نئی زندگی کا آغاز کر رہی ہوں اور وہ طلوع فجر کے کچھ دیر بعد کا وقت تھا جب وہ قریبی مسجد کے امام صاحب کے روبرو بیٹھی کلمہ شہادت پڑھ رہی تھی۔

وہ کسی سے محبت، نہ نفرت، کوئی دنیاوی، مفاد، نہ ذاتی غرض بلکہ صرف اپنے اللہ اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین و تعلیمات، سیرت و کردار کی مثالی صفات دیکھ کر مسلمان ہوئی تھی اور پاکیزگی دل سے کہہ رہی تھی۔

"میں اللہ کو اپنا رب مانتی ہوں اور اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رسول خاتم النبیین تسلیم کرتی ہوں۔"

وہ روز آخرت تمام ملائکہ و رسل دین کے بنیادی ارکان سے متعلق اپنے اعتراف دہرا رہی تھی اور پھر وہیں اس نے بتائے گئے طریقے کے مطابق وضو کیا نماز فجر ادا کی کچھ خواتین کی معیت میں۔

ماریا جوزف سے اسے اسلام تک لانے میں سب سے اہم کردار فاطمہ نے ادا کیا تھا وہی اس کی تسلی و تشفی کے لئے اسے درس قرآن یا اسلامی لیکچررز کی کلاسز میں لے جاتی رہی، مطالعہ کے لئے بہترین اور بلند پایہ تفکر کے حامل مصنفین کی کتابیں دیتی رہی، وہ شرف بہ اسلام ہوئی تو فاطمہ کے والد اور خود فاطمہ ہمراہ تھی اور انہوں نے ہی اس کا اسلامی نام "عائشہ" رکھا اور اسلام میں اس نام کی اہمیت و فضیلت (بحوالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ) درجہ و بلندی واضح کی تو اسے بہت اچھا لگا اتنے اعزاز و اکرام والی ام المومنینؓ کے نام پہ اپنا نام رکھا جانا۔

"کسی شخص کے اسلام قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ساری دنیا سے اونچا ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زندگی میں جس قدر بھی اعمال سرزد ہوتے ہیں وہ بھی دنیا بھر کے عملوں سے اونچے ہو جاتے ہیں، قرآن و سنت اور احادیث کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اسلام میں ایک عورت کی حیثیت سے حضرت خدیجہؓ، عائشہؓ، سمیہ جیسی خواتینؓ نے ایک خدا ترس معاشرہ تشکیل دینے اور عدل و انصاف پر مبنی ایک انقلاب برپا کرنے کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں کے دوش بدوش باطل کی قوتوں سے برسر پیکار رہیں، اس طرح مدینہ کے مرد اور خواتین نے اللہ کے دین کے فروغ اور استحکام کے لئے باہم مل جل کر جدوجہد کی اور آج اس دور میں ہمیں بھی ایک بہتر اور امن پسند معاشرے کے قیام کے لئے مل جل کر تگ و دو کرنی ہو گی، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی، آپ بھی بطور ایک مسلمان اس کوشش میں ہمارا ساتھ دیں۔"

"بے شمار لوگ ہیں جو آج عہد حاضر میں جدید فرعونیت کا انکار کر رہے ہیں، سختیاں جھیل رہے ہیں لیکن راہ حق پر مستقل مزاجی سے ڈٹے ہوئے ہیں، آزمائش میں صبر و استقامت اور تسلیم و رضا دنیا و آخرت میں کامیابی کی کنجی ہے۔"

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ"

"آزمائش جتنی سخت ہوگی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا (بشرطیکہ آدمی مصیبت سے گھبرا کر راہ حق سے بھاگ نہ کھڑا ہو) اور اللہ تعالیٰ جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو ان کو مزید نکھارنے اور صاف کرنے کے لئے) آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔" (ترمذی انس ؓ) سو کبھی بھی کسی بھی موقع پر آزمائش مصیبت یا وقتی پریشانی سے مت گھبرایئے گا اور حتی الامکان برائیوں سے بچیں نیکی کی تلقین کریں تقویٰ اختیار کریں، یہ چیز آپ کے پورے دین اور تمام معاملات کو ٹھیک حالت میں رکھنے والی ہے اپنے آپ کو قرآن کی تلاوت اور ذکر کا پابند بنالو تو اللہ تمہیں آسمان پر یاد کرے گا اور زندگی کی تاریکیوں میں یہ دونوں چیزیں تمہارے لئے روشنی کا کام دیں گی اور یہی چیزیں دلوں کا زنگ دور کرنے والی ہیں۔"

بہت نرمی اور وضاحت کے ساتھ اسے رسان سے کہتے ہوئے امام صاحب نے اس کا نام بطور مسلمان رجسٹر کیا اور سرپرست کے طور پر فاطمہ کے والد نے اپنا نام لکھوایا بلکہ عائشہ کے نام کے ساتھ ہی عائشہ ادریس الٰہی کا نام درج ہوا، مسجد کے ہمراہ واقع اسلامی مدرسہ کی جانب سے احادیث کے مجموعہ و صحائف کے ساتھ اسے قرآن کا تحفہ جائے نماز تسبیح اور چادر بھی دی گئی، عائشہ کے لئے یہ سب بہت متاثر کن تھا۔

قبول اسلام کے بعد وہ دلجمعی سے اسلامی شعائر و عبادات سیکھنے لگی ساتھ عربی زبان سے واقفیت مضبوط کرنے کو باقاعدہ اسلامی و عربی کلاسز اٹینڈ کرنے لگی اعداد و شمار کے حوالہ سے یا دو اور دو چار کے انداز میں بتانا کہ مسلمان ہو کر میں نے یہ اور یہ کچھ حاصل کیا ہے اس کے لئے خاصا مشکل تھا تاہم اسلام قبول کر کے اسے سب سے بڑی کامیابی یہ ملی کہ زندگی میں وقار اور ڈسپلن کا چلن بیدار ہوا، شب و روز کو مقصدیت نصیب ہوئی اور وہ خلا کی کیفیت جو دل و دماغ پر چھائی رہتی تھی ختم ہو گئی۔

اگرچہ اسے امام صاحب اور فاطمہ کے گھر والوں نے مشورہ دیا تھا کہ وہ کچھ اور غور و خوض کرے اور قبول اسلام میں جلد بازی نہ کرے، مگر اسے اس امر کا اعتماد تھا کہ چونکہ وہ بہت سے مذاہب و تعلیمات کو پرکھ کر مسترد کر چکی ہے اب اس کے شعور نے جس مذہب کا انتخاب کیا ہے وہ ہر لحاظ سے بہترین اور عقل کے عین مطابق ہے، سو وہ مسلمان ہو گئی اور اب وہ خود کو ہر لحاظ سے خوش قسمت اور پرسکون سمجھتی تھی کہ ایک مکمل اور فطرت کے عین مطابق دین کو وہ دل و جان سے قبول کر چکی تھی۔

☆☆☆

"تم تو وہ تھے وہاج حسن جو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ سمجھنے کے دعویدار تھے اور میری خاموشیوں سے بھی معانی اخذ کیا کرتے تھے، میری زندگی، محبت خواب سب تم تھے ایک ایک پہلو ایک گوشہ تم پہ کسی کتاب کے مانند کھلی تھی پھر بھی تم نے ایک لمحہ تضحیک کو حاوی کر کے سب داغدار کر دیا ایک بھرپور اعتبار کھو گیا ساری وضاحتوں، حقیقتوں پر یقین اٹھ گیا یہ پاسٹ تھا تمہارا جو مجھ سے وابستہ ہے۔" وہاج حسن متواتر بولتے پاکر اس کی طرف دیکھ نہ سکا وہ خاموش تھا۔

"تم ہی تھے جو کہا کرتے تھے، "کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے، کیا تم سمجھتی ہو میں تمہیں دھوکہ دوں گا اور تم فریبوں سے بھرے تھے میں اندھی محبت کی تمہارے مکاری کو جان نہ سکی۔" آنسو بہت آہستگی سے ٹوٹ کر پھر سے اس کے چہرے کو بھگونے لگے۔

"تم واقعی مجھے میرے حصے کی خوشیاں نہیں دے سکتے تھے جو چیز تمہارے پاس تھی نہیں تم کیسے

دیتے، مگر مجھے شک کے کٹہرے میں لا کر یوں داغدار بے اعتبار تو نہ کرتے چھوڑنا تھا تو آرام سے چھوڑ دیتے بند راستوں پہ کھڑا نہ کرتے۔" تاریکی کا وہ قفس، بند راستے جب مجھے ہنسنا بولنا بھول گیا تھا۔

"تم تب کہاں تھے؟" وہ سراپا سوال بن کھڑی تھی۔

"میں تمہاری ساری غلط فہمیاں دور کر دوں گا، تم جو کہہ رہی ہو سب دانستہ نہیں تھا اریبہ میری محبت خالص تھی تمہارے لئے بہت کچھ کرنا تھا مجھے۔"

"مجھے کچھ بھی باور کرانے کی ضرورت نہیں ہے وہاج حسن کیونکہ تم یہ حق کھو چکے ہو۔" وہ انگشت شہادت اٹھا کر بولی۔

"میں تمہارا دشمن نہیں خیر خواہ ہوں، تمہیں اچھا لگتا ہے لوگ تم پہ انگلیاں اٹھائیں جدھر سے تم گزرو۔"

"اپنا اچھا برا میں خوب سمجھتی ہوں سو تم اپنا وقت برباد مت کرو، جب میں تکالیف سے گزر رہی تھی میرے ساتھ نفع نقصان بن رہے تھے اس وقت تمہاری خیر خواہی صدیوں دور جا کھوئی تھی تم دشمن بنے تھے، تم نے میری عزت نفس کو پامال کیا، میرے خوابوں کے شجر اجاڑ دیے، میری خواہشوں کو تباہ و برباد کیا، میرے اعتبار، یقین، اعتماد کو توڑا، کتنے حساب نکلتے ہیں میرے تمہاری طرف، کس طرح تم نے مجھ پہ شک کر کے مجھے داغدار کر دیا تھا، جب میں تنہا، بے بس اور بے چارگی کے عالم میں دکھوں سے مقابلہ کر رہی تھی اس وقت تم نے بجائے میرا ساتھ دینے کے مجھے مزید تنہا کیا تھا۔" وہاج حسن پلکیں نہیں جھپک سکا۔

"میں نے مجبوری کی انتہا پہ آ کے تمہارا ساتھ چاہا تھا اور تم نے انکار کر دیا تھا کیونکہ تم اس وقت نئے نئے امیر ہوئے تھے غریب رشتے داروں کو منہ لگاتے شرم آئی تھی تم لوگوں کو۔" وہ اب بھی کچھ کہے بغیر اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"خونی رشتہ، منگنی، تعلق، محبت سب بھول گئے تھے تمہیں اس وقت مگر مجھے دیکھو میں کتنی امیر ہوں اس وقت اور کچھ نہیں بھولی میں نے کتنے فخر سے اپنے تعلق ظاہر کیے ہیں۔" وہ استہزائیہ بولی۔

"ہمیں شرمندگی ہے تمہارے ساتھ جو سلوک ہوا وہ ہماری غلطی تھی۔" وہ گڑگڑایا۔

"کیا تمہاری یہ خود ساختہ شرمندگی میری اعتماد، یقین، عزت، بھرم واپس لا سکتی ہے، کیا تمہارے یہ الفاظ میرے نقصانوں کو پورا کر سکتے ہیں۔" وہ تلخی سے بولی۔

"بخدا میں تمہارا ساتھ دینا چاہتا تھا بس کچھ ایسا ہوتا گیا کہ سب غلط ہو گیا مجھ پہ دباؤ تھا ریبا ای بہنیں سب تمہاری طرف سے مشکوک تھے مجھے مجبور کر دیا گیا تھا کہ میں تم سے تعلق ختم کر لوں۔" وہ بہت ندامت سے بولا۔

"میں نہیں مانتی وہاج تم مجبور تھے اور محبت تو کسی مجبوری کو نہیں مانتی نہ زمانے کی مصلحتوں سے واسطہ رکھتی ہے، تم کیسی محبت کرتے تھے کہ میری زندگی، عزت داؤ پر لگا دی، میرا مان، اعتماد، بھروسہ توڑا اتنی بے یقینی اور بے اعتباری کے زخم دیے اتنی بے قدری و بے توقیری کا احساس دلایا کہ میرا وجود بدنامی اور دکھوں کا سائن بورڈ بن گیا، تم میرے ماضی کا وہ حصہ ہو وہاج حسن جو مجھے کبھی اپنے ماضی سے نکلنے نہ دے گا۔" اس کی آنکھوں سے گرم پانی بہہ نکلا تھا جسے وہ بے دردی سے رگڑتے ہوئے بولی۔

"تم اب اپنا یہ بے وقت کا پچھتاوا اور شرمندگی لے کر میرے پاس کیا کرنے آئے ہو؟ جب سب برباد ہو گیا، ہمارا کوئی رشتہ ہی نہیں رہا تو تمہارے یہ الفاظ میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔" اس کا انداز قطعی تھا۔

"ہمارا خونی تعلق بھی ہے اریبہ اور یہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔"

"ہو گیا تھا ختم اس دن جب میری ماں بنا پیسے کے ناکافی علاج کے باعث ایڑیاں رگڑتی مرگئی تھی اور تم نے مجھے ادھار دینے کے بجائے دھکے مار کر گھر سے نکالا تھا۔" اس کا لہجہ بے حد تلخ اور ٹھنڈا تھا۔

"اریبہ جو تم کر رہی ہو یہ سب ٹھیک نہیں۔" وہاج حسن نے بولنا چاہا۔

"تمہارا پرابلم کیا ہے وہاج حسن مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ، میں مروں یا جیوں تمہیں اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔" وہ ہموار اور سخت لہجہ میں بولی۔

"فرق پڑتا ہے اریبہ ہم خونی رشتوں میں بندھے ہیں۔"

"بس کرو وہاج حسن رشتوں کی بات کرتے تم اچھے نہیں لگتے تم وہ شخص ہو جس نے دولت کے لئے رشتوں کو دھتکارا، محبت کا حسن پامال کیا، یقین، اعتماد، بھروسہ ہر جذبے کو تم نے نفرت خود غرضی کے ہاتھ بیچ دیا، اگر تم نے رشتوں کو ان کے احساسات کو سمجھا ہوتا تو میرا سب کچھ تباہ نہ ہوتا، میں راتوں کے پچھلے پہر سڑکوں پہ ماری ماری نہ پھر رہی ہوتی اپنی ماں کے علاج کے لئے دروازے کھڑکاتی، تم رشتوں کو مانتے تو میں کچھ نہ گنواتی، تم چاہتے تو میں کئی سال پہلے مکمل نہ سہی مگر ایک بہتر زندگی گزار رہی ہوتی، اس وقت بھی ہم میں خونی رشتہ تھا وہاج حسن جب تم نے مجھے دکھ، درد کے ہجوم میں بھیڑیوں کے سامنے بے بس، لاچار حالات میں لا کر چھوڑ دیا تھا، تم نے ساتھ چھوڑ کے مجھے شمع محفل بننے پر مجبور کیا تھا تم نے۔" وہ دکھ کی شدت سے بول نہیں پائی تو آنسوؤں میں روانی آ گئی اور کمرے کے وسط میں کھڑا وہاج حسن بغیر پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہم سے بھی سب کچھ چھن گیا ہے اریبہ ہما، ثنا اور انزلہ آپی طلاقوں کے داغ سجائے گھر آ بیٹھی ہیں، حیدر صاحب کی بیٹی سے میرا رشتہ فائنل ہو چکا تھا مگر وہ ڈانواں ڈول ہے اب، میری جان میرا کیریئر میری عزت کچھ نہیں سب داؤ پہ لگا چکا ہے۔" وہ بہت دیر بعد بولا تو لہجہ قدرے بھرایا ہوا تھا۔

"تو پھر کیا ہوا یہ تو عام باتیں ہیں، میرے کردار بھی انگلیاں اٹھی تھیں، مجھے بھی اس گھر، محلہ شہر میں رہنا محال ہو گیا تھا، بدنامی کے رسوائی ذات کے بوجھ سے تھک ہار کر میں نے بھی گھر چھوڑا تھا، حجاب، عزت، ماں، بھائی بہت کچھ میں نے بھی گنوایا تھا۔" وہ بڑے آرام سے بولی، تو لمحہ بھر کو وہ چپ ہی رہ گیا اس کے انداز پر۔

"امی کو صدمے سے ہارٹ اٹیک ہو گیا ہے وہ ہاسپٹل میں ہے۔" وہ اب رو پڑا تھا۔

"So what? میری ماں معذور، بیمار، مفلوج کئی سال ہاسپٹلو کے اندر باہر ایڑیاں رگڑتی رہی تھی۔" وہ سکون سے بولی وہاج کو یقیناً ایسے شدید ردعمل کی توقع نہ تھی۔

"اریبہ تم...... امی مر جائے گی۔"

"میری ماں بھی مر گئی تھی تو کیا ہوا، یہ عام بات ہے دنیا میں ہر کوئی جانے کے لئے آتا ہے اور بیمار لوگ ویسے بھی زیادہ نہیں جیتے۔" اس کا لہجہ بے حس اور الفاظ سفا کی کی حد تک تلخ تھے، وہاج جیسے گنگ سا

ہو گیا اس کا انداز دیکھ کر۔

"اریبہ تم صرف اتنا احسان کر دو کہ ایک بیان دے دو، یہ بات کہہ دو تمہارا ہم سے کوئی تعلق نہیں، یہ بات حیدر صاحب کو کلیئر ہو گئی تو کم از کم میں تباہی سے بچ جاؤں گا میرے لئے میری خاطر اتنا کر دو آخر تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔" وہ اس کے قدموں میں آ بیٹھا تھا۔

"تم نے میرے لئے میری خاطر کیا کیا تھا، محبت کے دعویدار تو تم بھی مجھ سے اور تم نے مجھے دنیا کے بازار میں لا کھڑا کیا تھا۔" اس کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"تمہیں نہیں پتا تباہی کسے کہتے ہیں تم نہیں جان سکتیں ہم کس عذاب میں ہیں۔"

"مجھے جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" وہ سر جھٹک کر آگے بڑھی۔

"حیدر صاحب اپنے بزنس میں مجھے برابر کا حصہ دار بنا رہے تھے، گاڑی، بنگلہ، بہت کچھ آفر کر رہے تھے مگر تمہارے انٹرویو نے میری بنی بنائی پلاننگ پہ پانی پھیر دیا، ثمن، ہما، انزلہ خوش باش تھیں اپنے گھروں میں تم سے رشتہ داری منظر عام پہ آتے ہی ایک پل میں وہ تین الفاظ کے ساتھ گھروں سے نکالی گئی، ہماری ماں جس نے بیوگی کاٹتے محنت مشقت سے ہمیں پالا، پڑھایا لکھایا وہ موت کے منہ کو چھو رہی ہے ہماری مدد نہیں کرو گی۔"

"تم نے مدد کی تھی میری؟ میں بھی اس کیفیت و حالت میں کبھی تمہارے پاس آئی تھی۔"

"میں صرف تمہارا محبوب نہیں ایک بیٹا ایک بھائی بھی تھا میں اپنی بہنوں کو جہیز کے لئے بوڑھی نہیں کرنا چاہتا تھا میں نے صرف بہنوں کو پہلے بہتر زندگی دینے کے لئے تم سے منہ موڑا، اگر تم سے شادی کر کے تمہارے اخراجات بھی اپنے گھر کے ساتھ اٹھاتا تو اپنے گھر والوں کو کبھی بہتر زندگی نہ دے پاتا، میں کیا کرتا پھر......" وہ چند ثانیوں تک اس کی طرف دیکھتی رہی پھر لب بھینچ کر نگاہ پھیر گئی۔

"ایک بار صرف میرے کہنے پر تم یہ بیان لاتعلقی دیدو اور حیدر صاحب سے مل کر میری پوزیشن کلیئر کر دو تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"حیدر صاحب جس کیٹگری کے بندے ہیں وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں کہہ سکتے ہیں، میں پھر کیا کرو نگی اگر...... وہ کچھ مطالبات......" اس نے بات ادھوری چھوڑی جھجک کر۔

"پھر کیا ہوا تم کون سا اب پہلے جیسی رہی ہو، اتنے مردوں سے تمہارے تعلقات ہو چکے ہیں اگر ایک حیدر صاحب کچھ کہہ دیں یا کر لیں تو تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔" اریبہ دکھ کے اس قدر شدید حصار میں گھری کہ اسے سارے الفاظ بھول گئے، رونا بھی نہیں آیا وہ بس سنگی مجسمے کی طرح ساکت بیٹھی تھی۔

"بدکار عورتوں پہ کون رحم کھاتا ہے ان سے تو کچھ دو کا معاملہ ہی نبھاتے ہیں سب۔" اب وہ پھر کہہ رہا تھا، اریبہ نے ویران آنکھوں سے دیکھا وہ محبت، وہ رشتہ وہ مرد جس کے لئے وہ برباد ہو گئی، سب لٹا ڈالا گھر، عزت، زندگی، تباہ، بکاؤ کر دی وہ دولت، مایا پیسے کے لئے پستیوں کی کن اتھاہ گہرائیوں میں گر چکا تھا، کہ اب بھی اس حالت اس موقع پر بھی اسے صرف پیسے کا خیال تھا اس کا نہیں جو اس کے لئے خوار ہو گئی، وہ انسان بھی نہیں تھا اور وہ اسے خدا سمجھ کے پوجتی رہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ)

فوزیہ غزل

تیتسویں قسط کا خلاصہ

اسلامی تعلیمات و قرآن کا مطالعہ غور و خوض درس قرآن اٹینڈ کرتی ماریا گزشتہ صدی ربع کے دوران اسلام قبول کرنے والے نو مسلموں کے مقالہ جات پڑھتی ساتھ اکثر نو مسلم افراد سے ملتی اور ان کے خیالات سنتی ہے۔

اور اس ساری جستجو و تحقیق تلاش کے بعد بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچتی ہے، کہ اسلام قبول کرلے یوں ماریا جوزف سے عائشہ ادریس تک کا سفر کرلیتی ہے۔

اریبہ مقبول عام ہونے کے بعد ایک انٹرویو میں وہاج سے اپنا رشتہ و تعلقات ظاہر کرتی ہے تو یہ بات وہاج کی فیملی کے لئے تباہی و تنزلی کا شاخسانہ بنتی ہے اور وہاج اریبہ سے مجبوراً استدعا کرتا ہے کہ وہ اپنے الفاظ واپس لے اور اپنے الفاظ کی تردید کردے۔

شہریار، سعدیہ کو چھوڑنے کا فیصلہ سناتا ہے تو سعدیہ سارا غرور، طنطنہ انا بھلا کے اپنی محبت کا اقرار کرکے شہریار کو خوشگوار واستعجاب میں مبتلا کردیتی ہے۔

چوتیسویں اور آخری قسط

اب آپ آگے پڑھیے

"کیسا محسوس ہوتا ہے، اپنی موجودہ زندگی اور گزرے وقت کے شب و روز کو دیکھ کر، کیا اسلام قبول کر چکنے کے بعد تم سمجھتی ہو کہ تم نے جو کیا ٹھیک ہے؟" شام ڈھلے جب فاطمہ اور وہ چھت کو جاتی سیڑھیوں پر بیٹھی تھیں تو فاطمہ نے اچانک پوچھا، عائشہ اس کا سوال سن کر چند ثانیے مسکرائی پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

"انگلینڈ، امریکہ، یا نیوزی لینڈ کے اس ماحول میں جہاں مادیت کا دور دورہ ہے، عیش پرستی اور تفریح پسندی کو ہی زندگی کی معراج سمجھا جاتا ہے وہاں اسلام قبول کرنا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا بے حد مشکل کام ہے وہاں یہ فیصلہ کرنے سے پہلے میں ہزار بار سوچتی جیسے عیسائیت اور چرچ کو خیرباد کہتے ہوئے سوچا تھا کہ میرے والدین مجھ سے کیا سلوک کریں گے؟ میری تعلیم کا کیا بنے گا؟ اور میں اپنے حلقہ احباب میں کیسے زندہ ہوں گی۔"

اس نوعیت کے خدشات اور دشواریوں کو میں بھگت چکی تھی سو اب یہ چیزیں مجھے پریشان نہیں کر سکتیں پھر ایک طویل اور گہرے غور و خوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ وقتی اور عارضی پریشانی کے مقابلے میں جو اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں پیش آسکتی تھی، مسلمان نہ ہونے کے نتائج ذہنی اور روحانی اعتبار سے زیادہ گمبھیر ہو سکتے ہیں، چنانچہ میں نے خوب دعائیں کیں اس سے مدد اور اعانت طلب کی وہ جو کہتا ہے کہ "جو لوگ ہمارے راستے کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں ہم ان کو اپنی راہوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ (العنکبوت۔69)

"اور واقعی اللہ نے میری دعائیں سن لیں اور حیرت انگیز طور پر مجھے وہ ہمت اور حوصلہ عطا ہوا کہ میں اتنا بڑا فیصلہ کرنے کے قابل ہو گئی۔" اس کی آنکھیں تشکر اور سکون و خوشی کے آنسوؤں سے بھری تھیں۔

"اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی اطاعت نے میرے باطن کو سکون اور تزکیہ نفس سے مالا مال کیا ہے اور اللہ کا احسان ہے کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل نے میری زندگی کے ہر پہلو کو مثبت طور پہ تبدیل کیا ہے اور یہ واضح اور انقلابی نوعیت کی تبدیلیاں ہیں، لباس کی تبدیلی اور حجاب نے میرے عام طرز زندگی کو یکسر نیا رنگ دے ڈالا ہے اور نیم برہنگی کے خوف اور سراسیمگی کی کیفیت سے تحفظ حاصل کیا ہے مجھے یقین ہے کہ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے اور انشاء اللہ اس پر عمر بھر ثابت قدم رہوں گی اور مجھے اس کا بھی سکون ہے کہ اس سلسلے میں جو اللہ نے حکم دیئے ہیں میں اس کی پیروی کر رہی ہوں میرے لئے یہ نعمت کم نہیں ہے کہ اسلام کو میں نے قبول نہیں کیا بلکہ اپنے اندر دریافت کیا ہے اور یہ مقررہ وقت پر اللہ کے فضل و کرم سے بغیر کسی دیر کے بہت جلد مجھے نصیب ہو گیا اور اللہ کا شکر ہے میں مسلمان ہوں۔"

"اللہ کا فرمان ہے کہ ہر انسان دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور دین فطرت صرف اسلام ہے سو میں بھی اسلام پر تھی ہاں راستہ بھٹکی روح کے مانند، راستہ ملا تو منزل تک آ پہنچی، راہ میں پڑاؤ ملے تو بھی مگر منزل تو اسلام تھی سو اسلام نصیب ہوا۔"

"تم اسلام قبول کر چکی ہو عائشہ، زندگی کا اچھا برا دیکھ اور جھیل چکی ہو، اب میرا خیال ہے تم ایک کام اور کر لو۔" فاطمہ سنجیدگی سے بولی۔

"تم شادی کر لو کیونکہ اسلام عورت جب جوان عاقلہ بالغہ ہو تو جلد سے جلد اس کے نکاح کا حکم دیتا ہے تاکہ وہ کسی فتنے یا برائی سے محفوظ رہ سکے اور تم چھبیس ستائیس سال کی تو ہو تو ہو سکے یہ کام پہلے انجام دو۔" فاطمہ اب رسان سے بولی تو عائشہ نے کچھ کہے بغیر اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں کوئی پسند ہے تب بھی اگر نہیں تو ہم کوشش کریں۔" اب فاطمہ کی ماں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں، ماں باپ، دوست اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا خواب دیکھنے والا مائیکل اسے بہت کچھ یاد آیا، گزشتہ آٹھ دس سالوں میں وہ محبت کے اس ادھ کھلے پھول کی خوشبو کبھی بھلا نہ پائی تھی مگر اب جبکہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان تھی تو ایک غیر مذہب کے غیر محرم شخص کے متعلق سوچنا ویسے گناہ تھا مگر پھر بھی ایک انجانے احساس کا بوجھ تھا دل پر جو چہرہ گیلا کیے دے رہا تھا۔

"کیا ہوا بیٹی میری بات بری لگی۔" فاطمہ کی والدہ بے طرح پریشان ہو کر بولیں۔

"نہیں ماں جی بخدا آپ کو غلط کہنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی، آپ سے تو مجھے سگے رشتوں سے بڑھ کر محبت و خلوص ملا ہے آپ کا حکم ٹالنے کا میں سوچ بھی نہیں سکتی، آپ جہاں مناسب سمجھیں کر دیں شادی۔" اس نے ٹوٹی اردو میں کہا اور آنسو پونچھے، وہ اسے دعائیں دیتی باہر نکلیں اور دو دن بعد ہی وہ اسے ایک شخص کے بارے میں بتا رہی تھیں جو نو مسلم تھا عیسائیت سے تائب ہو کر اس نے کچھ عرصہ قبل اسلام قبول کیا تھا اور وہ بھی فاطمہ کے ابو کی سرپرستی میں تھا انہی کے زیر سایہ اپنے تمام عوامل، مناقب انجام دے رہا تھا، وہ اس کے کردار، ایمان اور خلوص کی قائل تھیں ان کا مشورہ تھا کہ عائشہ اگر مناسب سمجھے تو خود بھی اس شخص سے مل کر اپنی تسلی و تشفی کر سکتی ہے مگر اس نے اپنے تمام اختیارات جب اس فیملی کو سونپ دیے تھے، تو اس کے لئے ان کی اپنی تسلی اور رائے ہی سب سے بڑھ کر معتبر تھی۔

اس کی شادی مشرقی روایات اسلامی اقدار کے حسین امتزاج سے بجی سادگی و دیدہ زیبی کا مظہر تھی اگرچہ اس گھر نے اس ملک کے لوگوں نے اسے بہت خلوص محبت اپنائیت دی تھی، مگر پھر بھی نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئے ایک بار پھر خونی رشتے، عزیز، دوستیاں، تعلقات یاد آئے تو ذہن ماؤف ہونے لگا اور دو نیلی آنکھیں اس کے تصور میں چھلکیں تو لمحہ بھر کو دل ڈوبا آنکھیں بھر آئیں۔

اور اگلے پل خود کو سنبھالتے کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے ایجاب و قبول کے مراحل سے گزرتے سائن کر دیے، پھر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے ہچکیوں سے رونے لگی، اس گھر کے سب افراد سے جو رشتہ و تعلق اس کا بن چکا تھا اس ناطے سے رونا کچھ کو سمجھ میں آ رہا تھا اور بہت سے مغربی معاشرے کی پروردہ اس نو مسلم لڑکی کو روتے حیرت سے دیکھ رہے تھے، بھیگی آنکھیں، ڈھیروں دعائیں، خلوص، محبتوں کے ساتھ اسے فاطمہ کے ماں باپ نے ضروری گھریلو سامان جہیز کے ساتھ رخصت کیا تھا اور حق مہر عائشہ نے اپنی مرضی سے لکھوایا تھا کہ اگر وہ شخص استطاعت رکھتا ہے تو اسے کعبتہ اللہ کا حج کروا دے نہیں استطاعت تو اس کے ہمراہ حج ادا کرے، اس کی یہ خواہش بھی سب کے لئے ایک خوشگوار حیرت، رشک کا باعث تھی، ایک چھوٹے صاف ستھرے خوبصورت گھر کے بہت نفاست سے آراستہ کمرے میں اصلی گلابوں سے سجی مسہری کے بیچ عروسی ملبوس میں مشرقی دلہن کا تاثر لئے مہندی کے نقش و نگار سجائے ہاتھوں، بازوؤں، پیروں پر نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی جب وہ شخص اندر آیا تھا۔

مہذب شائستہ انداز میں سلام کے بعد اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''میرا تعلق ایسے معاشرے سے تھا جہاں عورت صرف عیش کی چیز مذہب صرف ضرورت اور زندگی صرف انجوائے منٹ کے طور پر ہوتی ہے، تفرقات نسلی، مذہبی حد سے زیادہ تھے وہاں میں نے محبت کی دو چیزوں سے ایک استقامت دوسری ماریا جوزف۔'' عائشہ نے بے طرح چونکتے ہوئے سر اٹھایا چہرے کے آگے ڈھلکے زرتار ڈوپٹے کے پار نظر آنے والا شخص سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا سرخ وسفید رنگت کے ساتھ نفاست سے تراشی متناسب داڑھی بہت سلیقے سے ترشے بال اس کے بولنے کا انداز شائستہ اور دھیما تھا وہ شخص اسے دو بار پہلے بھی دکھائی دیا تھا مگر کہاں، کس جگہ، کس حالت میں، عائشہ نے اپنے حافظے پر زور ڈالا۔

''ماریا جوزف بدلتے نظریات وعقائد کے زیر اثر عیسائیت سے باغی لڑکی تھی میں اسے محبت کرتا تھا شادی کرکے اس کے ساتھ اچھی زندگی گزارنے کا متمنی تھا اور وہ احمق میری محبت پر یقین کیے بغیر مذاہب کو پرکھنے چل پڑی جس مذہب نے اس کی ذہنی روحانی ابتری کو اتنا بڑھایا کہ وہ متعدد بار خودکشی کرنے کی کوشش کرتی رہی اور میں اس کے لئے کوسوں دور بیٹھا زندگی مانگتا۔'' وہ عجیب پھیکی ہنسی ہنسا اور عائشہ کو یکدم یاد آیا فیصل آباد کی معروف شاہراہ کے بیچوں بیچ نماز ادا کرتا شخص، پنجاب یونیورسٹی کے آڈیٹوریم میں اسلام پہ لیکچر دیتا نومسلم یہ وہی شخص تھا جس نے پہلی بار اسے اس احساس سے روشناس کروایا تھا کہ ''اللہ ہر جگہ موجود ہے۔''

''اور یہ میری محبت کی انتہا تھی کہ میں مسلمان ہو کے بھی سجدے میں سر جھکاتا تو بجائے توبہ، معافی کی بجائے اپنے رب سے اس لڑکی کی محبت مانگتا جو شاید زندہ بھی نہ تھی اگر تھی تو کسی انجان مذہب پہ، مگر محبت یقین کا دامن چھوڑنے نہ دیتی۔'' اس کا لہجہ بھرا گیا۔

''میں مائیکل سے محمد احمد تک کا سفر کر آیا مگر وہ لڑکی میرے ذہن اور دل سے پل بھر کو نہیں نکلی اور ملی نہیں شاید اس لئے کہ میرا دل خالص نہ ہو سکا تھا اور اللہ کو میرا یہ گناہ نہ بھایا، میں سمجھتا ہوں میرے جذبے اگر خالص ہوتے تو اسے میری طرف یا مجھے اس کی طرف ضرور پلٹایا جاتا کیونکہ......'' وہ رک گیا تھا بھرائے لہجے آنکھوں کو نم ہونے کی کوشش سے بچاتا اور عائشہ نے اپنی بہتی آنکھوں کو پونچھتے دیکھا وہ شخص جو اس کی تقدیر میں تھا، جس کا ظاہری حلیہ اتنا بدل چکا تھا کہ وہ پہچان نہ سکی تھی بلکہ اپنے سے جاننے والا کوئی بھی شخص اس حلیے میں دیکھ کر یقین نہ کر سکتا تھا کہ وہ مائیکل ہے اور یقیناً محبت میں صداقت کے علاوہ کوئی ایسی چیز تھی کہ اس شخص میں جو رب کو پسند آئی تبھی ہر بار مرنے کی کوشش پہ پلٹا کر اسے دنیا میں بھیجا گیا اور اسلام تک رسائی دی پھر اس شخص کی زوجیت میں رکھا گیا اور یہ اللہ کا انتخاب تھا جو اسے پسند تھا، جس پہ وہ راضی تھی۔

☆☆☆

تیز لہروں پہ تیرا زور نہ تھا
بادباں تھے ہواؤں کے بس میں
میں تجھے مانگتا رہا لیکن
تو نہیں تھا

دعاؤں کے بس میں
ساحلوں کے تجھے اماں نہ دی
اور تو موج در موج زد میں رہا
تیری چاہت سے تھا پرے شاید
وہ کنارا جو تیری حد میں تھا
اور پھر بارہا
نہیں معلوم دوسری سمت اپنا رخ کرکے
تو نے کیسے صدا دی تھی؟
تو نے جانے کیسے پکارا تھا
میں نے چپ چپ دور سے دیکھا
میں تیرا آخری کنارا تھا

وہ معصوم تھی یا سادہ اور وہاج حسن خود غرض لالچی یا خبیث انسان تھا، وجہ کچھ بھی ہو بدگمانی جھوٹ، غلط بیانی، ناراضی، لاتعلقی سب اپنی جگہ مگر وہ اسے اتنا ذلیل بھی کر سکتا ہے کہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے کسی دوسرے مرد کے پاس بھیجے اور وہ اس مرد کو کیا سمجھ بیٹھی تھی، اسے وہ وقت یاد آیا جب وہاج کے گھر میں کھڑی روتی گڑگڑاتی جب وہ ادھورے لفظوں میں اپنی بے گناہی کا یقین دلا رہی تھی تب اس نے یقین نہ کرکے منگنی کی انگوٹھی واپس لے کر اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکال لی تھی، اس وقت جب اس گھر کے علاوہ اس کے پاس دوسرا ٹھکانہ کوئی نہ تھا۔

اور اب وہ شخص اس کے پاس آیا تھا تو ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے چہرے پر پچھتاوا ملال یا ندامت نہ تھی وہ صرف اپنے مطلب کے لئے گڑگڑا رہا تھا اور یہ چیز اریبہ کو اس سے نفرت شدید ترین نفرت کرنے پر مجبور کر رہی تھی، وہ اس سے رابطے کر رہا تھا بار بار ملنے آ رہا تھا مگر اب وہ کسی قیمت پر اس کو دیکھنے یا سننے پر تیار نہ تھی، وہاج حسن نامی کسی شخص سے وہ بھی واقف تھی وہ یہ بات بھول جانا چاہتی تھی، اس نے معافی تلافی کی کوششوں اور بار بار رابطوں پہ اپنے سیکرٹری کو سخت اور حکمیہ انداز میں وہاج حسن نامی کسی شخص کے آنے کا کال اسے ریسیو کرنے کی صورت میں وارننگ دی تھی اور خود وہاج حسن سے بھی کہا تھا۔

''مجھے شرمندگی، دکھ اور اپنے انتہائی نقصانات کا پچھتاوا مار ڈالتا ہے جب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ میرا تم سے بھی کوئی رشتہ تھا اور تم سے وابستہ احساسات کو گنتی ہوں تو میرا خون کھول اٹھتا ہے تم نے مجھے بدکردار سمجھ کر حقیقتاً بدکردار بنا دیا، بن جانے پر مجبور کر دیا، اب جو چاہے تم سمجھو، جو چاہے میں کروں، یہ دو الگ ہیڈک ہیں جن کا آپس میں کوئی کنکشن نہیں، رہے تم، تو تم پر میں تھوکتی ہوں۔'' سخت سپاٹ انداز میں کہتے ہوئے اریبہ نے واقعی اس کے چہرے پر تھوک دیا اس پل کیا تھا اس کی آنکھوں میں انگارے دہک رہے تھے اور اس وقت کتنے لوگ آس پاس تھے سعود غوری، شہریار، سعیہ، حیدر صاحب، شائستہ بیگم وہ سب اچانک اور کیوں آئے تھے وہاج حسن کو پتا نہ چل سکا، وہ تو سکتے کے عالم میں تھا۔

''عزت، کردار، خوشی سب تم نے چھین لیا مجھ سے، پیسے کے لئے، محلہ میں رہنا عذاب ہو گیا تھا میرا

خاندان گلی محلے والے سب مجھے بدکردار سمجھنے لگے تھے میں بے گناہ ہو کر بھی کسی کو اپنی بے گناہی کا یقین نہیں دلا پا رہی تھی، ایک پل میں تم نے میرا سب کچھ برباد کر دیا تھا، امیری نے گھمنڈ اور دولت کے غرور مزید دولت ہتھیانے کی ہوس میں، تم نے مجھے جہنم میں دھکیل دیا، تم نے صرف اپنے لئے سوچا اپنی ذات اپنی غرض کو دیکھا، محبت، رشتہ، احساس سب بھلا کر اپنا دین، مذہب تم نے صرف پیسے کو بنا لیا تھا اور میں کوئی بھی احساس زیاں کیے بغیر تمہارے پیچھے خوار ہوتی رہی، کیا ہو تم؟" اس کا چہرہ، لہجہ سب کتنا عجیب تھا پہچان یا احساس کی ہلکی سی رمق نہ تھی اس کے کسی انداز میں دہاج حسن اسے بنا پلکیں جھپکائے کمرے کے وسط میں کھڑا ایک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔

"گارڈ دھکے دے کر باہر نکال دو اس کو اور آئندہ کسی اجنبی کو اندر نہ آنے دینا۔" وہ پلٹی اور وہاں سے چلی گئی، شاید اسی طرح کے ہجوم میں اسی طرح کے لوگوں میں کبھی اس نے بھی اریبہ کو دھکے دے کر نکلوایا تھا اور یہ خیال آتے ہی دہاج حسن نے ایک جھرجھری لی تھی، اپنے اردگرد موجود لوگوں کو دیکھنے کی کوشش کی تھی مگر دیکھ نہیں سکا، کسی نے اسے بازو سے پکڑا اور ٹھڈا مار کر باہر دھکیلا، وہاں موجود کسی ذی نفس نے اس سلوک پر گارڈ کو ڈانٹا نہ اریبہ کو کچھ کہا شاید سب اسے اسی کا مستحق سمجھ رہے تھے، وہ جا رہا تھا مگر مڑ مڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین ہو اریبہ ابھی کہیں سے نکلے گی اور اس سے اپنے سلوک کی معافی مانگے گی، مگر نہیں یہ اس کا وہم تھا اریبہ اس کی شکل دیکھنے یا آواز سننے کی روادار نہ تھی، وہ سفاکی کی حد تک اجنبی اور حقارت زدہ انداز اپنا کے گئی تھی، وہ ہمدردانہ، اپنائیت بھرے جملے بولنے والی ہنسی خوشی محبتوں بھری زندگی اس کے ساتھ گزارنے کے خواب رکھنے والی اریبہ اشفاق یہ وہ نہیں تھی اور یہ یقین خود کو دلاتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

دہاج حسن سمجھ رہا تھا کہ اس نے جو بھی اریبہ کے ساتھ کیا اس کے برعکس وہ اپنے دل میں دیوتا بنائے اس کی داسی بنی رہے گی، پتا نہیں مرد ذات کو ہمیشہ یہ غلط فہمی کیوں ہوتی ہے کہ عورت سے ظالمانہ حقیرانہ سلوک کرنے کے باوجود عورت اسی کی مالا جپتی رہتی ہے صرف اس ایک خوش فہمی میں وہ اس پر کالک مل جاتا ہے اور سب کچھ گنوا کر تہی دامن ہو جانے والی عورت کیا اتنی دیالو ہو سکتی ہے، بالکل نہیں جواب جب پلکوں کی دہلیز پہ تمنائیں جگا کے آنکھوں کو خون رلانے لگیں، پرندے خواہشوں کے محبتوں کے پیڑ پہ بسیرا کرنے سے پہلے ہجرت کر لیں تو حسیات پتھر ہو جاتی ہیں، سماعتیں مفلوج اور ذہن پاگل پن کی انتہا کو چھو کر پلٹتا ہے تو کیسے سخی بنا جائے اریبہ بھی انسان تھی خدا تو نہیں، سو وہ انسان ہو کر انسان کو کیسے معاف کرتی، سو جتنی سفاک سنگدل اور بے مہر ہو سکتی تھی وہ ہوئی مگر اوپری منزل پہ جا کے اپنے اٹالین طرز کے ٹیرس سے جب اس نے نیچے جھانکا تو میلے کچیلے کپڑوں، بے ترتیب حلیے الجھے بال بڑھی شیو کے ساتھ سڑک کے بیچ کھڑے پھوٹ پھوٹ کر روتے دہاج حسن کو دیکھ کر اسے کچھ ہونے لگا، یہ وہ دہاج حسن تھا جو انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ہر وقت نک سک سے درست خوشبوؤں سے بسا بہت وجیہہ اور ہینڈسم لگا کرتا تھا، وہ مرد جس سے اریبہ اشفاق نے ٹوٹ کر محبت کی تھی، اپنے خواب وعدے قسمیں مستقبل کے سپنے سب اس ایک شخص سے منسوب کر کے اس نے نقصانات اٹھائے اتنے نقصان کہ شرافت، نیکی، آبرو سب گئے اور نہیں گئی تو اس کے دل سے اس ایک شخص کی محبت وہ اب بھی اسے اذیت میں دیکھ کر دکھ محسوس کر رہی تھی، اس کے دل میں اب بھی اسے اذیت میں دیکھ کر دکھ محسوس کر رہی تھی اس

کے دل میں اب بھی یہی مرد بستا تھا، وہ مرد جس کی کامیابی ترقی کے لئے کبھی وہ بہت دعائیں مانگا کرتی تھی وہ مرد جس کو اس نے اپنا سب کچھ سمجھ رکھا تھا اس مرد کے لئے پچھلے بہت عرصہ سے وہ پچھتاوے، دکھ اور بے یقینی کے احساسات جھیلتی رہی پھر یہ احساسات نفرت، غصہ، انتقام کے جذبے میں ڈھلتے عفریت بنتے گئے اور آج یہ عفریت دہاج حسن کو کھا گیا اور وہ یہی تو چاہتی تھی کہ جس طرح دہاج حسن اس کی زندگی تباہ خوشیاں ملیامیٹ کر گیا، وہ بھی اسے تباہ و برباد کر دے اور آج اس وقت جب یہ سب ہو گیا تھا وہ عزت، ساکھ، کاروباری مرتبہ، جاہ و حشمت، قسمت سب گنوا بیٹھا ہر برج پہ مات کھا گیا، تو یہ چیز اسے رلا رہی تھی اور اسے ابھی ابھی احساس ہوا تھا کہ لاکھ جدوجہد کے بعد بھی وہ ویسی نہیں بن پائی تھی جیسی اسے بننا چاہیے تھا، اس نے اپنے دل کے بدلتے احساسات کے ساتھ سمجھوتہ کیا تھا، بے بسی کے شدید ترین احساس نے اسے کہا تھا کہ وہ شقی القلب ہو جائے مگر نہیں ہو پائی تھی، وہ اس شخص سے وابستہ کچھ نہیں بھولی تھی محبت، دوستی، وعدے، دعوے، زندگی، خواب، خوشی اسے یاد تھا یہ وہ شخص تھا جو محبت کا اعتبار دے کر شک کی چھلنی میں اسے چھان چکا تھا، اسے سنگسار کیا تھا اس بندے نے اور وہ خالی دل، خالی ذہن، خالی دماغ، خالی زندگی لئے شماتتوں کو اٹھائے لہولہان اسی طرح روتی کرلاتی اس کی زندگی سے نکلی تھی آج وہ یوں جا رہا تھا تو اریبہ اشفاق کو سارے منظر بھیگتے محسوس ہو رہے تھے وہ برف کی سل کی طرح بے حس و حرکت دم سادھے آنکھیں جھپکائے بغیر دیکھ رہی تھی وہاں جہاں کھڑے دہاج حسن نے سر اٹھا کر آخری بار اپنے پیچھے بند ہو جانے والے گیٹ کو دیکھا تھا اور اریبہ نے اسے پکارا مگر حلق سے آواز نہیں نکل پائی بس آنکھوں سے آنسو نکلے۔

دہاج حسن نے لمحہ بھر جانے کیا سوچ کر اچانک پلٹتے ہوئے اوپر نگاہ کی کیا تھا اس نگاہ میں شاید کچھ نہیں اور شاید بہت کچھ۔

گلہریوں کا اسی پیڑ پہ بسیرا تھا
شکاریوں نے جسے ہر طرف سے گھیرا تھا
نہ پھل کوئی نہ کڑی دھوپ میں ملا سایہ
کبھی میری تھی زمیں شجر میرا تھا

"زندگی صرف انہی لمحوں سے عبارت ہے جن میں تم میرے پاس ہوتی ہو۔"

"تمہارا دیا عزم حوصلہ میرے شکستہ اعصاب کو وہ مضبوطی بخشتا ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت ہرا نہیں سکتی۔" کوئی خوشبو سا لہجہ فضا میں بکھرا تھا اور اریبہ اشفاق کے دل میں درد اٹھا بہت سی یادیں، بہت سی باتیں بہت سے منظر اس کے سامنے سے گزرنے لگے۔

☆☆☆

"انکل اور آنٹی کی خواہش تھی کہ میں تم سے ایک بار مل لوں دیکھ لوں اور ہم اپنے ماضی کے گوشے ایک دوسرے پہ آشکار کر دیں لیکن مجھے ان پہ بہت بھروسہ ہے سو میں نے انکار کر دیا ویسے بھی جو ماضی تھا وہ گزر گیا ہمارے رشتے، تعلقات، محبتیں، نفرتیں حتیٰ کہ مذہب تک بدل چکا ہے ہم اس وقت مسلمان ہیں ہماری نئی اور اسلامی زندگی کا آغاز ہے سو حقیقت یہی ہے گزشتہ سب خواب تھا جسے تمہیں یا مجھے بھول جانا بہتر ہوگا۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا عائشہ اب بھی کچھ نہ بولی بس اسے بولتے دیکھتی رہی زرتار دوپٹے کی

اوٹ سے۔

''میں نے پورے دل سے تمہیں اپنایا ہے میں ایک مسلمان ہوں اور کبھی بھی تمہیں دھوکا دینے کی کوشش نہیں کرونگا تمہارے حقوق محبت ازدواجی کہیں کوتاہی نہیں ہوگی مگر کہیں تمہیں یہ التفات وحند میں لپٹا نظر آئے تو معاف کردینا کہ دل پہ اختیار اپنے بس میں نہیں ہوتا۔'' وہ خاموش ہوا تو عائشہ کا چہرہ سارا بھیگ چکا تھا وہ اپنے نرم ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھوں پہ رکھتے ہوئے یکدم چہرہ قدرے جھکا گئی اور اس کی سسکیاں کمرے کی خاموش فضا میں گونجنے لگیں تو احمد نے پریشانی، اضطراب اور تشویش میں گھرتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر اٹھا کے آنچل تھوڑا پیچھے کھسکایا۔

اور اس سے اگلے پل جیسے بجلی کا کرنٹ لگا تھا، وہ چونکا پھر ساکت ہوا، وہ بدلی تھی مشرقی حلیہ ولباس زیورات مگر اتنی نہیں کہ وہ اسے پہچان نہ پاتا اس کی آنکھیں پوری کھلی تھیں، وہ بے حد تحیر وبے یقینی سے یک ٹک اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھتا رہا، جو خواب تھی تو حقیقت کے مانند لگتی تھی اور اب حقیقت کا روپ دھار چکی تھی تو کسی خواب کا پرتو نظر آرہی تھی۔

ماریا جوزف سے عائشہ، عائشہ سے عائشہ احمد تک سفر طے کرنے والی وہ لڑکی اس کی دعائیں محبتیں اس کا چاہنا، پانا، عطائے الٰہی نصیب کیا تھا؟ محمد احمد کی نیلگوں آنکھوں میں نمی اترنے لگی، وہ اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے دیکھے جارہا تھا اور عائشہ کی نیلی آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ بہتے چہرہ بھگو رہے تھے۔

''تم مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو، کچھ جاننا چاہتے ہو میرا Past میرا ماضی تو پوچھ لو اور مجھے ایک بھرپور اعتبار اور یقین دے دو جو گزری تمام باتوں اور حقیقتوں سے ماورا ہو۔''

''نہیں عائشہ تم میری بہترین دوست رہ چکی ہو مجھے تمہارے متعلق جانچ پڑتال کرنے یا ماضی کے گوشوارے دیکھنے کی ضرورت نہیں اور اس سے کچھ حاصل بھی نہیں۔''

''میں نے بہت بار یاد کیا تھا تمہیں خاموشی سے پکارا تھا ہر مصیبت ہر خوشی ہر ناکامی اور ہر موڑ پر مجھے تم یاد آئے اور میں سمجھتی تھی کہ مجھے تمہاری بددعا لگی ہے اسی لئے میں بھٹکتی پھر رہی ہوں، اسی لئے منزل سے دور ہوں۔''

''نہیں عائشہ تمہارے لئے نیک خواہشات تھیں میرے پاس بس، استقامت کامیابی، خیر خواہی اور تمہیں پانے کی تمنا اور یہ سچ ہے کہ تم اگر اپنی ختم ہوتی سانسوں سے لڑکر اس دنیا میں واپس آئی رہی ہو تو خدا کی مرضی اور میری دعا کے سبب کہ میں نے اگر گزرے دس برسوں میں شدت سے کچھ مانگا تو صرف تمہیں۔'' عائشہ نے چند ثانیے اسے بھیگی نگاہوں سے دیکھا تھا پھر اپنا سر آہستگی سے اس کے سینے پر رکھ دیا اور احمد نے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھ دیا تھا اور اس کی آنکھوں کے آنسو لبوں سے چھننے لگا۔

وہ چہرہ، وہ آنکھیں وہ لب ورخسار جنہیں دیکھنے کبھی چھونے کی خواہش تھی آج اس وقت اس کے سامنے تھے، وہ لڑکی جسے اس نے برسوں چاہا مانگا تھا شرعی وقانونی طور پر اس کی دسترس میں تھی، اسے لگ رہا تھا زمین وآسماں کائنات کی ہر شے اس کی خوشی پر شاداں وفرحاں ہے۔

☆☆☆

چاندنی گنگنانے لگی کس لئے؟
تارے آنگن میں آنے لگے کس لئے؟
کس لئے رنگ مہندی کا کھلنے لگا؟
پھول ہم کو ستانے لگے کس لئے؟
بس تمہارے لئے بس تمہارے لئے

حج کی تیاری وروانگی کے دوران پندرہ دن تھے اور یہ دن وہ پوری دلجمعی سے دعائیں یاد کرنے درس قرآن لینے اور نماز کی پابندی کرنے میں گزار رہی تھی کچھ جاننے والے احباب جو ان کی دعوتوں پہ مصر تھے اور وہ دونوں یہ سلسلہ حج سے واپسی تک ملتوی کرنا چاہتے تھے مگر پھر بھی جب بعد اصرار انہیں مدعو کیا گیا تو شادی کی یہ غیر مقدی دعوتیں نمٹانے کے ساتھ لاہور کے تاریخی ویوز بھی دیکھ ڈالے وقت نکال کے میوزیم، شالامار باغ، مقبرہ نور جہاں وجہانگیر، مقبرہ انارکلی ریس کورس، فورٹریس سٹیڈیم، شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد، شیش محل، مینار پاکستان یہ سب دیکھتے ہوئے وہ مسلمان ماہرین فن تعمیرات کے نادر ونایاب ترکیبات خطاطی عربی وایرانی مصری تہذیب کے نقوش اور اعلیٰ اقدار کے حامل نمونوں کے دل سے قائل ہوئے بلاشبہ فن تعمیرات میں مسلم آرکیٹکچروں کے ہم پلہ کوئی نہیں اور مغل حکمرانوں نے بھی اپنے دور حکومت کے دوران بنائے گئے مقابر ومساجد، یا قلعوں وباغات میں جس شوق ولگن سے یادگار ڈیزائن بنائے وہ بھی قابل دید ہیں خصوصاً مساجد کی اوپری گولائی چھتوں کے بیچ خوبصورت عربی آیات کی عکاسی ایک دل موہ لینے والا فن ہے، جو مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم لوگوں کو بھی متاثر کرتا ہے۔

''مساجد کے میناروں کو دیکھ کر ایسا نہیں لگتا کہ یہ مینار کلیساؤں کے مینار دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ اسلامک ہسٹری پڑھتے ہوئے شروع کی مساجد میں مینار کا نشان نہیں ملتا۔'' عائشہ نے احمد کو دیکھ کر کہا تو فاطمہ نے اس کے خیال کو درست نہیں قرار دیا، اس کے مطابق ''معرب تعمیرات میں پہلے سے ہی مینار بنتے تھے البتہ مسجد میں مینار اور گنبد کا اضافہ یوں ہوا کہ مینار کی وجہ سے مسجد دور سے نظر آئے اور گنبد سے مسجد کے خطیب کی آواز ونماز کی آواز ایک گونج اور خوبصورتی سے پوری مسجد میں پھیلتی تھی۔''

''مساجد کی تزئین کے لئے قرآنی آیات کا مختلف طریقوں سے خوبصورت استعمال اور جیومیٹرک ڈیزائن کے ساتھ ثقافت ومہارت کی عکاسی بھی ہے۔'' عائشہ نے کہا۔

''بالکل اور بادشاہی مسجد کے مینار 8-53 میٹر (176.3 فٹ لمبے) ہیں، مسجد حسن ثانی اور مسجد الخضر اور بادشاہی مسجد کے مینار دنیا کے لمبے ترین میناروں میں شمار ہوتے ہیں جبکہ سب سے لمبا مینار مسجد حسن ثانی، کاسابلانکا (مراکش) کا سمجھا جاتا ہے، جو 210 میٹر 689 فٹ ہے۔'' فاطمہ نے مزید بتایا پھر آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

''شاہجہان نے اپنے دور حکومت میں دہلی، آگرہ، اجمیر اور لاہور میں بڑی مساجد تعمیر کرائیں جن میں دہلی کی جامع مسجد اور لاہور کی بادشاہی مسجد کا طرز تعمیر تقریباً ایک جیسا ہے۔''

دوران تفریح وسیر فاطمہ نے اسے لاہور کی مشہور فوڈ اسٹریٹس بھی دکھائیں۔

''یہاں کے پھل اور کھانے اتنے عمدہ ہیں کہ تم سمجھو گی جنت میں آگئیں اور.....اور پاکستان کے علاوہ تمہیں یہ ٹیسٹ پوری دنیا میں کہیں نہیں ملے گا۔''

اور پھر جب حلوہ پوری، کچوری، تلی ہوئی مچھلی، مرغ روسٹ، حلیم نہاری، بریانی، شامی کباب، کوفتے، تکے، سیخ کباب ہر روز کچھ نہ کچھ کھاتے پیتے احمد اور عائشہ واقعی اسلامی لوگوں کے لذت طعام و نفاست کے قائل ہوئے۔

"کھانے بے شک بہت کھائے ہیں مگر پاکستان والا ذائقہ، خوشبو اور رنگت واقعی کہیں ملی نہ دیکھی اور یہ حقیقت ہے کہ جس قوم کا مزاج کھانے میں ایسا لذیذ و اعلیٰ ہے اس کا مذہب بھی جہاں بھر سے اونچا ہے۔" عائشہ نے سڑک پر تیزی سے بھاگتی دوڑتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے کہا، دوران شاپنگ جیولری سے لے کر ہر بڑی سے بڑی چھوٹی سے چھوٹی چیز میں اسے اسلامی تہذیب و ثقافت کا رنگ نمایاں نظر آیا، اس نے کچھ اشیاء ضرورتاً اور کچھ محض شوق سے خریدیں، کچھ چیزیں فاطمہ نے اپنی طرف سے دلوائیں، اس سے اگلے دن انہیں اپنا پاسپورٹ ٹکٹ وغیرہ اور ضروری میڈیکل کلیئر کرا کے اسلام آباد پہنچنا تھا جہاں سے ان کی جدہ کے لئے روانگی تھی، سو آخری لمحہ تک وہ اپنے تمام ملنے جلنے، بالخصوص فاطمہ کے گھر والوں کے ہمراہ رہے اور اپنے اس دینی فریضہ و قلبی شوق کی قبولیت و ادائیگی کے درست انداز میں قرار پانے کے لئے دعا گو رہے۔

☆☆☆

اب کے بہار جتنے پھول کھلائے
تیری راہ میں بکھیر دیں
اب کے آسماں پر ستارے دکھیں جس قدر
تیری مانگ میں اتار دیں
بھیگی راتوں کی ساری شبنم
کر دیں تیرے نام
ٹھنڈی صبحوں کی سرد ٹھنڈک
گلابی سردیوں کی دھوپ
لکھ دیں تیرے نام
فضاؤں میں ان گنت پھولوں سے پھیلی
صندلیں خوشبوئیں
تیری دھڑکنوں کو چھیڑ دیں
ساتھ پھول رنگ خوشبو کا
تیرے رخ کو روپ نیا، نکھار نیا
اک نئی طرح کا سنگار دے
تجھے سونپ دیں رتوں کے سب سرے
تجھے دے دیں ساون کے دن بھرے
آنکھوں میں جتنے خواب اتریں
چہرے پر جتنی ہنسی کھلے

لبوں پہ جتنی باتیں مچلیں نام تیرے کریں
خوشی سے برستی بارشوں کا تجھے نکھار دیں
تجھے دل دیں دل کا اعتبار دیں
جو مہلت دے زندگی
تو جاں سے بڑھ کر پیار دیں

"مجھے سمیٹ لو، اپنی پناہ میں چھپا لو میں زندگی ہوں تمہاری، مجھے پورے دل سے جیئو، اپنی دھڑکنوں، سانسوں احساس کی گرفت میں یوں بسا لو کہ بچھڑنے کے سب اندیشے مٹ جائیں، کھو جانے کا کوئی ڈر نہ رہے، میں تمہارے پیار، تمہارے اختیار کے دائروں میں ہوں، باندھ لو مجھے اپنے آپ سے اور اپنے ہی اختیار میں رہنے دو، تمہارے بعد، تمہارے بغیر، تمہارے بنا زندگی کچھ نہیں کچھ بھی نہیں۔" لبیے کہہ رہے تھے لمحے سن رہے تھے، ان کے لبوں پہ خاموشی تھی مگر سانسوں کے زیر و بم میں اظہار کے سارے پل گنگنا رہے تھے، اعتراف کے سارے الفاظ خاموش لمحوں کے پلو سے سرگوشیاں باندھ رہے تھے، محبت کی گہرائیوں سے اٹے سمندر طغیانیوں کی زد پہ تھے اور ان طغیانیوں میں ڈوبتے ابھرتے وجود، محبت فاتح عالم کا کلمہ پڑھ رہے تھے۔

"تم محبت کا احساس ہو، تمہاری آہٹوں نے مجھے زندگی بخشی ہے تمہارے لمس مسیحا نے محبت سے چھو کر مجھے زندہ کیا ہے، میں تمہیں کیسے گنوا سکتی ہوں شہری۔" اس کی سرگوشیوں میں شدت تھی وہ بے قرار بھیگی نگاہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں بھی ان لمحوں میں جینا چاہتا ہوں، جب میرا عکس تمہاری آنکھوں میں ابھرے تمہارے چہرہ میرے سامنے اور تم پورے دل، وجود سمیت میری بانہوں میں ہو، میرے لئے یہی لمحے زندگی ہیں، تمہارے اقرار کے لفظ خوشبو لٹائیں اور آنکھوں کے جگنو جگر جگر چمکتے رہیں، رنگ بکھرے اور دلکشی بڑھتی رہے، تب سب کچھ کتنا حسین اور دل پذیر لگتا ہے۔" شہریار نے اس کے گداز لرزتے لبوں کو چوما۔

جنوں تھا اک جس میں منظر ساکت تھے، ساعتیں تھم چکی تھیں اک گہرے خواب کے عالم میں روحیں ناچ رہی تھیں۔

بہت کچھ کہنے کی خواہش، بہت کچھ سننے کی چاہ تھی مگر لبوں پہ کوئی الفاظ نہ تھے وقت کہانیاں چھیڑ رہا تھا وہ عنواں دے رہے تھے چمکتا چاند چہرہ جو مضبوط مردانہ ہاتھوں کے پیالے میں تھما تھا اور جھکتی پلکوں کی لرزش کچھ اور بڑھ رہی تھی، شہریار اسے مبہوت محویت زدہ دیکھتا جا رہا تھا جو ان لمحات میں اور بھی قریب دل و جاں اور بھی خوبصورت تھی۔

"تم میری خواہشوں میں ہو تمہاری تمام کمیاں، کجیاں کمزوریاں مجھے قبول ہیں، تمہارا چھوٹی چھوٹی باتوں پر روٹھنا، پریشان ہونا، لڑنا ہر بات کو دل پہ لے لینا تم ہر کیفیت میں دل کو چھوتی ہو اور مجھے خوشی ہے کہ کچھ دیر سے سہی تمہارے دل کو میں نے بھی چھو لیا اور اسی لمس نے محبت کے کتنے نقش تم پہ منکشف کر کے ارد گرد چمکا دیا۔"

اس کے لہجے میں جاشنی نظروں میں خاص تاثر تھا جو کہہ رہا تھا "مجھے ہمیشہ کے لئے اپنے دل میں رکھ لو" مدھم لہجہ میں کہتا اس کو توجہ و استحقاق سے دیکھتا وہ بولا اور ان ساری باتوں ہر نگاہ کے مفہوم وہ سمجھتی تھی

جو کہے گئے تھے جو نہیں کہے گئے وہ بھی۔

''اپنی چیزوں پہ استحقاق جتایا جاتا ہے معلوم ہے ناتمہیں۔'' مدہم سرگوشی میں ایک خاص بات سنعیہ نے ریشمی پلکوں کی جھالریں اٹھا کے دیکھا اس کی آنکھیں، چہرہ، انداز، دوستانہ اپنائیت، شوق ومحویت کی انتہا پہ تھے اس کے وجود میں اک ہلچل مچی تھی، اک شور اٹھا تھا وہ دانستہ چہرے کا رخ پھیر گئی تو شہریار مسکرا دیا تھا۔

''کیا اب بھی تمہارے اندر کوئی الجھن ہے، تم اب بھی کسی بات کو لے کر خائف ہو مجھ سے، کیا میرے پیار، اعتبار، شدتوں میں کمی ہے کوئی، بولو سویٹی، بولو ڈیئر تم کیا ابھی تک یقین کے مرحلے طے نہیں کر پا رہی ہو، کیا تمہیں اب بھی کوئی شک ہے۔'' اس کا بیقرار استفسارانہ لہجہ سنعیہ کو سمجھ نہ آیا وہ کیسے اس کی غلط فہمی کا ازالہ کرکے اس کے جذبات کو پذیرائی بخشے کہ وہ خائف نہ ہو۔

تقریباً ناینٹی پرسنٹ لڑکیاں آسانی سے نہیں کھلتیں بھلے رشتہ وتعلق شرعی وقانونی ہو وہ بھی ایسی تھی مگر شہریار کو ناراض کرنا بھی اسے کسی صورت گوارا نہ تھا سو خود کو سنبھالتی وہ بڑے سجاؤ سے بولی۔

''تو یہ فاصلے کیوں؟'' شہریار کی خاموش نگاہیں بولیں اور انگشت شہادت نے بہت آہستگی سے شنگرفی لبوں کی نرمی وملائمت کو چھوا تو وہ کچھ اور دہک اٹھی۔

''میں نے کہا تھا ناں تم سے، تم میرے دل کی دنیا میں قدم رکھو گی تو ہر گام پر محبت تمہاری منتظر ہوگی، مجھے یقین تھا سو تو میری محبت تمہیں جیت لے گی اور ایک دن ایسا ضرور آتا تھا کہ تم خود کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی محسوس کرو گی اور اپنا آپ مجھے سونپتے ہوئے فخر محسوس ہوگا تمہیں آج وہ دن آگیا ہے سویٹی کہ محبت عروس جان مہکانے لگی ہے وحی کی طرح خاموشی سے تمہارے دل میں اتر کر تمہیں تسخیر کر چکی ہے۔'' لہجے والفاظ میں ایک خاص طرح کا ٹھہراؤ اور شدت لئے وہ بولا تو اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

''کیا ہوا سویٹی، یہ نمناکی کیوں؟''

''جس لڑکی کو کوئی اتنا چاہتا ہو اس کے ساتھ کی اتنی تمنا رکھتا ہو اسے کیا ہو سکتا ہے، شہری اور میں تو دل کے ساحلوں پر کھلتے پھولوں کی مہک سے خود کو مشکبو ہوئے پا رہی ہوں، اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں محبت کو اپنے وجود پہ بکھرتے ابھرتے اور سنورے پا رہی ہوں اور یہ احساس کتنا دلآویز، خوبصورت اور دلنشین ہے شاید بتا نہ پاؤں۔''

وہ اپنے بے حد قریب کھڑے شہریار کے سینے پہ سر رکھتے ہوئے بولی، تو ایک بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ وہ اسے بازوؤں کے گھیرے میں لئے اپنے جہازی سائز بیڈ کی جانب بڑھنے لگا۔

زندگی کی پناہوں میں ان کے لئے آگے ہر موڑ پر خوشیاں رقصاں تھیں، خوشبوئیں مہک رہی تھیں، پھول کھلے تھے، وصل رت بہت سی دلکشی وخوبصورتی لئے سرشاری سے ان کے استقبال کو باہیں پھیلائے مسکرا رہی تھی، گہری ہوتی شب کی سیاہ چادر پہ چمکتے ستارے ان کے والہانہ پہ مسرور تھے، محبت اپنے سارے زران پہ لٹا رہی تھی۔

چاندنی رات کے ہاتھوں پہ سوار اتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اتری ہے
اس میں کچھ رنگ بھی ہیں خواب بھی مہکار بھی ہے

جھلملاتی ہوئی خواہش بھی ہے انکار بھی ہے
اسی خوشبو میں کئی درد بھی افسانے بھی
اسی خوشبو نے بنائے کئی دیوانے بھی
میرے آنچل پہ امیدوں کی قطار اتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اتری ہے
اسی خوشبو سے کسی یاد کے در کھلتے ہیں
میرے پیروں سے جو لپٹے تو سفر کھلتے ہیں
یہی خوشبو جو مجھے گھر سے اٹھا لائی تھی
اب کسی طور نہیں پلٹ کر جانے دیتی
میری دہلیز بلاتی ہے مجھے لوٹ آؤ
یہی خوشبو مجھے واپس نہیں آنے دیتی
رنج اور درد میں ڈوبی بہار اتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اتری ہے

☆☆☆

''محبت بہت پیارا لفظ ہے، جانتی ہو ریا مجھے اس لفظ میں تمہارا عکس ملتا ہے تو زندگی کی صعوبتیں بھی سکون دینے لگتی ہیں۔''

''ہر موسم، ہر دن، ہر لمحہ تم اک خوشنما احساس بن کر مجھے سحر زدہ کرتی ہو۔''

''تم وہ ستارہ ہو صبح امید کا جو دھند میں چاند کھوئے کہ غبار میں راستہ مگر تمہاری روشنی میرے ساتھ ہی رہے گی۔'' کسی کے نرم لہجے میں خوشبو تھی۔

''تمہاری محبت میری زندگی کا حسن ہے اور اسی حسن سے مجھے اپنی صبحیں نکھارنی ہیں۔'' اس کو کوئی بتا رہا تھا۔

وہ یک ٹک دیکھے جا رہی تھی اس مغرور شخص کو جس کے لئے اس نے سوچا تھا کہ وہ دروازے سے نکلتے ہوئے پلٹے تو اس کی نگاہیں ٹیرس پہ جا ٹھہریں۔

اور وہ دیکھے تو سہی کہ اونچائی پہ کھڑے ہو کر نچلی سطح کے احساس محرومی کے مارے شخص کا درد تکلیف کیسا مزا دیتا ہے، وہ جو مات دیتا آیا تھا اسے شہ مات کھانا کیسا لگتا ہے، جیت کے تعاقب میں بھاگنے والے کو وہ بری طرح شکست سے دوچار ہوتے دیکھنے کی آرزومند تھی مگر اسے یہ سب اتنا آسان نہیں لگا کہ یہ شطرنج کے مہرے نہیں ایک جیتے جاگتے انسان کا معاملہ تھا وہ انسان جو کبھی اس کے ساتھ چھینا جھپٹی کرکے ایک پلیٹ میں کھانا ایک گلاس میں پانی پیتا اور اس کے ساتھ پہروں بیٹھا خواب دریچوں کے خوشنما منظر بنتا، جس کی آنکھوں میں اسے ساری دنیا دکھتی، وہ جو زندگی کو ہر لمحہ ہمت اور حوصلہ سے جینے کا شائق تھا، جو اسے بامروت اور چہرہ شناس لگا کرتا تھا، جس کا تصور اس کے چاروں طرف پھول کھلا دیتا تھا خوشی کے، جو اس کا مزاج آشنا تھا، وہ پاس ہوتا تو کائنات جھومنے لہرانے مسکرانے لگتی اور پھر ایک دن اسی سے وہ سیکھی تھی کہ وعدہ خلافی، بے حسی، رنگ بدلنا اور سرد مہری جیسی اعلیٰ صفات کیسی ہوتی

ہیں، اسی نے بتایا تھا کہ دھوکہ کس طرح دینا چاہیے، کس طرح اپنے ہی الفاظ سے مکر جانا چاہیے، کس طرح سے اپنی غلطیوں کا الزام دوسروں کے سر ڈالنا چاہیے، کس طرح سے خوابوں، محبتوں، امیدوں کو توڑ نا چاہیے، اس شخص سے وابستہ کیا کچھ تھا کہ جسے وہ چاہ کر بھی اپنی زندگی سے نہیں نکال سکتی تھی اور یہ سچ ہے کہ زندگی میں سب کچھ اسی طرح سے نہیں ہوتا جس طرح ہم چاہ رہے ہوتے ہیں اور ہو جائے تو بعض اوقات ویسی خوشی نہیں ہوتی جیسی ہونی چاہیے۔

"تو کیا میں نے کچھ غلط کر دیا؟"

اس نے سوچا اور سامنے دیکھا جہاں اپنے بازو سے چہرہ پونچھتے ہوئے وہاج حسن نے رخ موڑا اور زندگی کی بساط پہ سب کچھ ہار کر شکست تھکے ہارے بوجھل قدم اٹھاتا نکلنے لگا اس کی زندگی سے، اریبہ کو یکدم ساری فضا پانی ہوتی محسوس ہوئی اس کی دھڑکنیں ڈوبنے لگیں۔

"کچھ بھی ہو یہ میری اولیں محبت کا نوخیز روپ ہے اسے یوں اپنی زندگی سے نہیں جانے دوں گی مجھے اسے روکنا ہے۔" لمحے کے ہزارویں حصہ میں وہ فیصلہ کر کے سرعت سے سیڑھیاں پھلانگتی نیچے آئی اور ننگے پیر، ننگے سر باہر آئی۔

"وہاج!" گلی کا موڑ مڑتے اس نے سڑک کراس کرتے نڈھال، کمزور، نقاہت زدہ اعصاب والے شخص کو پکارا، وہ مڑا اور وہ وہیں رک گئی، آنسو قطرہ قطرہ اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

تو چل اے موسم گریہ
پھر اب کی بار بھی ہم ہی
تیری انگلی پکڑتے ہیں
تجھے گھر لے چلتے ہیں
وہاں ہر چیز ویسی ہے
کوئی منظر نہیں بدلا
تیرا کمرہ بھی ویسے ہی پڑا ہے
جس طرح تو نے اسے دیکھا تھا
اسے چھوڑا تھا
تیرے بستر کے پہلو میں رکھی اس میز پر
اب بھی رکھا ہے مگ، وہ کافی کا
کہ جس کے خشک اور ٹوٹے کناروں پر
ابھی تک وسوسوں اور خواہشوں کے
جھاگ کے دھبے نمایاں ہیں
تیرے چپل بھی رکھے ہیں
کہ جن کے بے ثمر تلوؤں سے
وہ سب خواب لپٹے ہیں
جو اتنا روندے جانے پر بھی

اب تک سانس لیتے ہیں
تیرے کپڑے جو غم کی بارشوں میں
دھل کر آئے تھے
میری الماریوں کے ہینگروں میں
اب بھی لٹکے ہیں
دلاسوں کا وہ گیلا تولیہ
اور ہچکیوں کا وہ ادھ کھلا صابن
چھلکتے واش بیسن میں پڑے ہیں
اور گرم ٹھنڈے پانی کی وہ دونوں
نل اب تک رواں ہیں
تو جنہیں اس دن
کسی جلدی میں کھلا چھوڑ آیا تھا
دریچے کی طرف دیوار پہ لٹکی گھڑی
اب بھی ہمیشہ کی طرح
آدھا منٹ پیچھے ہی رہتی ہے
کیلنڈر پہ رکی تاریخ نے
پلکیں نہیں جھپکیں
اور اس کے ساتھ آویزاں
وہ اک منظر، وہ اک تصویر جس میں تو
میرے شانے پہ سر رکھے
میرے پہلو میں بیٹھا ہے
میری گردن اور اس کے گیسوؤں کے پاس
اک تتلی خوشی سے اڑتی پھرتی ہے
کچھ ایسا سحر چھایا ہے
دل رکتا ہوا چلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے
مگر اے موسم گریہ!
اس ساعت نہ جانے کس طرف سے
تو چلا آیا، ہمارے بیچ سے تو
اس طرح سے گزرا
کہ جیسے دو مخالف راستوں کو
کاٹتی سرحد، کہ جس کے ہر طرف
بس دوریوں کی گرد اڑتی ہے

اسی ایک گرد کی تہہ میں
تجھے دروازے کی بیل پر بھی
"شاید" نظر آئے
تمنا سے بھری آنکھیں
ہر دم مسکراتی تھیں
اب ان آنکھوں کے کونوں میں
نمی شاید نظر آئے

وہ لمحہ بہ لمحہ آگے چلتی دہاج حسن کے بالکل سامنے آ کھڑی ہوئی، وہ سارے الفاظ، وہ ساری وضاحتیں، وہ معافی تلافی اس کے لب لرز رہے تھے، وہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اچانک اس کی نگاہ سامنے گئی ایک تیز رفتار بڑا ٹرالر اسی سیدھ میں آ رہا تھا جہاں وہ کھڑے تھے، چند قدم کا فاصلہ تھا جب اسے ہوش آیا، اس نے دہاج حسن کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچنا چاہا مگر زندگی اپنے قدم اور سانس پورے کر چکی تھی، چند لمحے پہلے جہاں زندگی کھڑی تھی وہاں اب خون میں لت پت بے جان وجود پڑا تھا، وہ شخص جو شاید اسے دنیا میں سب سے پیارا تھا، جسے ہمت حوصلہ سے جینے کا وہ درس دیا کرتی تھی اسی کی بے حسی اور کٹھور فطرت اسے بے جان کر گئی، وہ روتے چلاتے اس کو جھنجھوڑ رہی تھی اس کا لہو چہرہ چوم رہی تھی مگر زندگی خاموش تھی۔

میری ذات کے ریگستان میں
شہر دل کا طواف کرتے وقت
اپنی ایڑی رگڑ رگڑ کر
تم نے کتنی بار کہا تھا
زم زم یہاں سے پھوٹنا
لو پھر زم زم پھوٹ رہا ہے
لیکن تم اب کہیں نہیں ہو
مجمع پانی لوٹ رہا ہے

☆☆☆

ابو البشر حضرت آدمؑ اور جدہ انسانی اماں حوا جب دنیا میں تشریف لائے تو وہ فلک پر ملائکہ کا مرکز یا قبلہ دیکھتے اور یہ منظر ان کے اذہان وقلوب میں ایک خوشگوار یاد کے طور پر تازہ تھا جسے "بیت المعمور" کہتے ہیں، دنیا میں ایک ایسا ہی مرکز عقیدت ومحبت ان کی دلی تمنا اور دعا تھی، ان کی پرخلوص دعاؤں پہ رب کریم نے متوجہ ہو کر ان کو ایک مرکز عطا فرمایا دیا یعنی کعبہ مکہ مکرمہ، پتھروں سے تعمیر کردہ وہ پہلی عبادت گاہ جو طوفان نوحؑ تک رہی، امتداد زمانہ سے ان پتھروں پر مٹی کی تہہ جم گئی اور وہ جگہ ایک ٹیلہ کی طرح نظر آتی تھی، حضرت ابراہیمؑ نے بحکم خدا وہ جگہ ڈھونڈ نکالی اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ قدیم بنیادوں پر تعمیر کی اور آج تک مسجد حرام انہی بنیادوں پر استوار ہے (اور تا قیامت رہے گی انشاءاللہ)۔ خشک، بنجر، بے آباد پہاڑ کھجوروں کے جھنڈ، اونٹ، وہ شہر جس کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے رب کائنات سے دعا کی تھی کہ "اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے اور یہاں کے باسیوں کو ہر طرح کا رزق مہیا کر، وہ اس اس شہر میں تھی یہاں کسی بھی قسم کی ہریالی نہیں تھی مگر کسی بھی چیز کو "شمار" کرنا ممکن نہ تھا، قسم قسم کے تازہ پھل ہے بے بہا آب زم زم ہے تو بے حساب، رزق ہے تو ان گنت اللہ تعالیٰ کا ایک وصف (الرزاق) بے پناہ طاقت وقوت اور لامحدود اختیارات کا احساس دلاتا ہے، اگر کوئی پوچھتا۔

خانہ کعبہ پر پہلی نظر کیسی پڑی اور کیا مانگا اس کا جسم اور روح ساتھ نہیں دے رہا تھا دل ودماغ پر عجب سا سرور چھا رہا تھا جو اسے زندگی میں پہلے کبھی محسوس نہ ہوا تھا، ایک کیف نور ہی نور اسے اپنی اوقات بدلی بدلی محسوس ہو رہی تھی، بالکل ایسے جیسے کسی فقیر کو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے اٹھا کر شہنشاہ کے پرشکوہ اور پرہیبت دربار تک رسائی ہو جائے یہاں تو معاملہ کچھ اور تھا وہ خستہ تن تھی میل کچیل سے گزرے دنوں سے گزری مگر اپنے رب کی مہمان تھی، وہ جگہ جہاں براہ راست اللہ کے جاہ وجلال اور نور کا مشاہدہ ہوتا ہے، دن رات رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، قدم کہیں ڈالتی تو پڑتا کہیں، اپنی بے وقعتی اور حقیر ہونے کا احساس اس پہ اللہ کی اتنی نوازش اور مہربانی ایسا سماں کہ اس کی میزبانی کرنے والا سب کا خالق اور رب ہے جو کیسی کیسی رحمتوں اور نعمتوں کا نزول کر رہا تھا اس کا ادراک اس کی آنکھیں بھگو رہا تھا، وہ خود پہ اپنی تقدیر پہ نازاں وشاکر تھی۔

کتنی عجیب بات تھی کہ لاکھوں افراد کا بہاؤ تھا طواف کعبہ کے دوران اور کسی قسم کا شور برپا نہیں تھا ایک دلربا خاموشی تھی جو جسم وروح کے ہر گوشے پر اثر انداز ہو رہی تھی وہ بھی اسی خاموشی سے اور ذہنی و قلبی کیفیات کے پر اثر لمحات میں طواف کعبہ کے بعد دو رکعت نفل ادا کر کے اپنے رب کے حضور حاضر تھی اسے وہ وقت یاد آ رہا تھا جب اس کے والدین، فرینڈز اور معاشرے کے دیگر لوگوں نے قطع تعلق کر کے لعن طعن کر کے چھوڑ دیا تھا اس کو اور آج اس وقت وہ چاہ رہی تھی کہیں سے ان سب کو پکڑ کر لے آئے اور دکھا دے کہ اس کے رب نے اسے تنہا نہیں چھوڑا ذلت ورسوائی نہیں دی دنیا کے سامنے تماشہ نہیں بننے دیا بلکہ اسے ہدایت واستقامت عطا فرمائی اور انعام وکرام کی انتہا کر دی کہ وہ اس کے گھر میں بطور مہمان مدعو ہے وہ بیت اللہ میں حاضر شعائر اسلام کی ادائیگی کر رہی ہے جو عمر بھر میں ایک بار نصیب ہوتی ہے اور پوری زندگی کو زینت بخشتی ہے، وہ دکھانا چاہتی تھی انہیں کہ دیکھو "یہاں میں ہوں، وہاں اللہ کے لطف و کرم اور انوارات وتجلیات سے قلب ونظر معطر، منور اور روشن ہیں، مجھے کمال انسانی کی امتیازی حیثیت اور عروج انسانی کی معراج حاصل ہے۔" وہ روتے ہوئے اپنے مقام وحیثیت پہ تحیر زدہ ومشکور ہو کے بارگاہ ایزدی میں حاضر تھی اور کہہ رہی تھی۔

"اے اللہ! بلندیوں اور برکتوں والے مالک، میں تجھ پر ایمان رکھتی ہوں، میرا ظاہر وباطن تجھے سجدہ کرتا ہے میں تیری نعمتوں کا اقرار کرتی ہوں، میں بہت متقی، یا پرہیزگار نہیں، مگر تجھ سے چاہتی ہوں کہ مجھے عادات میں استقلال اور ارادہ میں نیکی عطا کر میرے دل کو عیبوں سے پاک کر دے اور زبان کو سچائی سکھا، اے اللہ! ہم میاں بیوی اسلام میں آئے ہیں ہمارے لئے ہمارے دین کو سنوار دے کہ اس میں ہمارا بھلا ہے اور ہماری دنیا کو بہتر بنا دے کہ اس میں ہمارا گزر ہے، اے اللہ ہمیں ایک دوسرے کے لئے باعث خیر وبرکت اور وجہ عافیت بنا دے ہمارے دلوں میں الفت بھر دے ہم کو کھلے اور چھپے شر سے بچانا، اے اللہ! تو نے ہمیں اندھیروں سے نکال کر روشنی دکھائی، ہماری حالتوں کو ذہنی وروحانی طور پر

درست کر کے ہمیں نور اسلام سے منور کیا، الٰہی اب ہمیں ہمیشہ سلامتی کی راہ پہ چلانا اور ہمارے دلوں کو پرہیز گاری دینا، ہم پہ اپنی رحمت رکھنا اور اپنی نعمتوں کا شکر گزار بنانا اور ہمارے گناہ معاف کرنا ہمیں بخشش عطا کرنا بے شک اس کی اعلیٰ و احسن طاقت تجھی کو ہے، اے اللہ! بے شک تو نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے ہمارے اپنے راہ میں سفر و شوق قبول کر اور ہمارے اس ٹوٹے پھوٹے عمل کو قبول فرما جو ہم نے خلوص نیت اور خلوص دل سے بطور فریضہ حج ادا کرنے کا کیا اگر اس میں کہیں کوئی کمی بیشی کوتاہی یا نابجی ہو جائے تو درگزر کرنا تو سب سے بڑھ کر غفور الرحیم ہے اور ہم تیری رحمت و بخشش کے امیدوار ہیں پس ہمیں عطا کر وہ سب جو ہمارے لئے بہتر ہے جو ہمارے لئے بہتر نہیں اس سے بچا اور جو رنج و غم یا تنگی ہو اگر تیری رضا کے موافق ہے تو ہمیں اس پہ صبر کی توفیق دینا کہ بے شک ایسا تو ہی کر سکتا ہے۔''

''الٰہی! اسلام اور مسلمانوں کو دنیا و دین کے حوالہ سے جو تختی، مصائب اور مشکلات درپیش ہیں ان کو دور کر دے اور ہر انسان کو جو مسلمان ہے دین کا سچا داعی مخلص بنا دے ان کی ذہنی حالتیں سنوار دے ان سے تفریق بازی، فرقہ پرستی حسد و بغض دور کر کے آپس میں شیر و شکر کر دے تاکہ یہ دشمنان اسلام کا کلی طور پر مقابلہ کر سکیں اور کامیابی سے سرفراز ہوں، اے اللہ! مسلمانوں کے دل اسلام و استقامت اور اخوت و اتحاد پہ مضبوط بنا دے اور اسے ملت اسلامی بنا دے جس کا خواب ہمارے رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا یا اللہ قبول فرما، رحم فرما، درگزر کر، یارب العالمین آمین ثم آمین۔'' اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

الصلوٰۃ عصر کے بعد اس نے دیکھا ''حجر اسود'' کو بوسہ دینے کی شائق خواتین صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کے دھکم پیل کر رہی تھیں، اسے دکھ ہوا کہ کیا ایسی خواتین کو معلوم نہیں حجر اسود کو بوسہ دینا فرض نہیں، سنت ہے اور آپؐ نے یہ سنت مختلف طریقوں سے ادا کی تھی دور سے استلام بھی کیا تھا نزدیک سے بوسہ بھی دیا تھا، وہ غار ثور بھی گئی، نہایت بلند، پر پیچ اور مشکل چڑھائی، جبل ثور پر وہ غار موجود ہے جو اب قیامت تک کے لئے تاریخ کا حصہ بن چکی ہے الٹی کشتی کے مشابہ اس غار کا دہانہ انتہائی تنگ تھا اس میں لیٹ کر ہی داخل ہوا جا سکتا تھا، غار کی اندرونی لمبائی تقریباً سوا میٹر اور اندر سے ساڑھے تین مربع جگہ ہے مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے آپؐ نے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ تین دن تین راتیں اس غار میں قیام کیا تھا، اگلی منزل غار حرا تھی جو کہ شہر سے منیٰ کی طرف جاتے ہوئے بائیں جانب ہے اس غار کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے یہ وہ زمینی مقام ہے جہاں پر آسمان سے دنیا کے لئے ہدایت و رحمت کا چشمہ پھوٹا قرآن نازل ہو، حق کی تلاش میں سرگرداں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے قبل یہیں عبادت کے لئے آتے تھے، اس کے بعد روضہ اقدس پر حاضری دی، حرمین الشریفین کی طرح یہاں کا انتظام بھی قابل رشک تھا صفائی کا بین الاقوامی معیار تھا دوسرے برادر اسلامی ممالک کے زائرین و خواتین جنہیں دیکھ کر خوشی اور اپنائیت کا احساس ہوا یہ اسلامی اخوت تھی کہ سب ایک ہی مقصد ایک ہی تڑپ لے کر مسکراہٹوں کے تبادلے اور السلام وعلیکم کے الفاظ و جذبات ایک دوسرے تک پہنچا رہے تھے سعودی عرب کی حکومت نے تحفہ کے طور پر آب زم زم کی بوتلیں سب کو پیش کی تھیں دوران حج تو ہر جگہ ہی بھر کر اس تحفے سے لطف اندوز ہوئے، حج کے پورے پینتیس دنوں میں مکہ مکرمہ میں دوران قیام وہ لوگ ہر اسلامی و تاریخی جگہ دیکھنے گئے حجر معلق، جنت المعلیٰ، جبل احد، جائے ولادت حضورؐ، جبل رحمت، آب

زم زم کا کنوں پھر مدینہ میں مسجد نبویؐ کے ساتھ جنت البقیع کا منظر، ابواز کا مقام علاوہ ازیں حضرت آدمؑ کا نقش پا، مقام ابراہیم، جبل احد پر وہ مقام جہاں پر آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر جنگ کا معائنہ فرمایا، اس جگہ آج بھی ایک بے مثال خوشبو ہے، وہ کنواں جہاں سے تقریباً سو انبیاء کرام نے غسل کیا، مرقد عائشہؓ مرقد خدیجہؓ، مزار حلیمہ سعدیہ، مزار حضرت آمنہ لیکن روضہ اقدس پہ حاضری کے دوران جوش و خروش، خوشی اور احساس ممنونیت پذیرائی سے زیادہ تھا اس نے وہ پاکستانی بھی دیکھے جو جوش و خروش سے نعتیں پڑھتے روضہ رسولؐ پہ دوبارہ حاضری کی دعا مانگتے اور ادھر آ کر نماز سے فارغ ہوتے ہی کھانے پینے اور خوش گپیوں میں مشغول ہو جاتے اور کھا کر صفائی ستھرائی کا دھیان کیے بغیر کچرا وہیں پھینک دیتے، وہ ایسے تھے جیسے پکنک منا رہے ہیں، جبکہ یہاں اور حرم شریف کے باتھ روموں اور طہارت خانوں کا بھی وہ حال تھا کہ لاکھوں لوگوں کے استعمال میں رہنے کے باوجود، اتنے صاف لگتا ابھی کسی کے استعمال میں نہیں آئے اور خوشبو سے معطر، جبکہ صحن نبویؐ میں یہ زائرین جس بے توجہی کا مظاہرہ کر رہے تھے شرمندگی کا باعث تھا، چونکہ اس کا گروپ پاکستانی تھا تو ہوٹل میں بھی ایک روم چند لوگ مل کر شیئر کرتے تو اونچی آواز میں ٹی وی لگا لیتے رات گئے تک بنا دوسروں کے آرام کا خیال کیے اسی لئے ہوٹلز میں کھانا ملنے پر ذرا سی تاخیر پر مرد حضرات غصے کا شکار ہو کے گالی گلوچ پہ اتر آتے، اسموکنگ کرتے گپیں ہانکتے دوران نماز بھی موبائل سنتے اور خواتین لان و چکن کے اتنے باریک کپڑے کا لباس پہنے دوپٹے گلے میں لٹکائے پھرتیں جیسے پکنک یا شاپنگ پہ ہوں، لائٹ کلرز جن کے نیچے شمیزیں بھی نہیں تھیں ادب احترام اور اخلاقیات سے لگتا تھا ان کا اس مقدس و متبرک جگہ آ کر بھی واسطہ نہیں ایسے ہی بدتہذیبی اور بدنظمی میں بھی یہ لوگ اپنی مثال آپ تھے، جبکہ عرب ممالک اور دیگر مسلم ممالک سے آنے والی خواتین اپنے لباسوں کے اوپر عبایا، کوٹ، اسکارف اور رومال اس خوبصورتی سے لئے ہوتی کہ ذرا سی بے پردگی کا احساس نہ ہوتا اور وہ اس ماحول کے ہم آہنگ دکھائی دیتیں، اسی طرح حرم پاک اور مسجد نبویؐ میں نماز کے لئے پاکستانی خواتین کو حد درجہ پوزیسو ہوتے دیکھا جو اپنی ہم وطن خواتین کو بھی جگہ نہیں دے رہی تھیں، وہ پاکستان میں آ کر یہاں اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئی تھی مگر مسلمانوں کا عملی رویہ اسے متاسف کر رہا تھا۔

''کیا ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ ہم سب ان ہستیوں کے حضور اور اس کے دربار کھڑے ہیں جو کمزوروں، دھتکاروں کو گلے لگاتے ہیں، یہ کیا معلوم کہ ایسوں کی نماز حج بھی قبول ہو گا کہ نہیں، یہاں وسیع القلب ہستیاں ہوں اس جگہ کھڑے ہو کر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتے پا کر بھی اخلاق اور نظم و ضبط کا مظاہرہ کرنا، خلوص و عقیدت کے بجائے مسلمانیت کے کردار کو داغدار کرنا کیا یہ مسلمان ہیں۔''

بہت سوچا تھا اس نے پھر آخری لمحات میں جب عرب ٹی وی کے ایک قومی چینل نے انہیں مدعو کیا اور ایسے پروگرام کے لئے ان کا مقالہ ریکارڈ کرنے کی خواہش ظاہر کی جو دور حاضر میں دائرہ اسلام میں آنے والے نو مسلم افراد و خواتین کے خیالات بتاتا تھا کہ وہ اسلام کی طرف کیا دیکھ کر، کیا پا کر راغب ہوئے اور کیا چیز اسلامی معاشرے میں اچھی کیا برعکس محسوس ہوئی، تو محمد احمد اور عائشہ ان دونوں نے اپنے اپنے خیالات و محسوسات ایک فکر انگیز اور تاثر خیز مقالے کی صورت میں تحریر کر کے پیش کیے۔

پہلے محمد احمد کا پروگرام ریکارڈ ہوا تین گھنٹے کا طویل پروگرام جس میں اس نے قبول اسلام سے قبل

اپنی زندگی کا مختصراً تعارف کروایا پھر مختلف مذاہب کو پڑھا اور اسلام تک کیسے پہنچا یہ داستان اپنی جگہ بے حد اہمیت کی حامل تھی، خوبصورت عبایا و حجاب میں ملبوس عائشہ نے بھی اپنے تعارف کے بعد اسلام کی طرف آنے کا ذکر کرتے ہوئے اپنے تاثرات دیے۔

”اگر آپ کو میرے قبول اسلام کی داستان سے دلچسپی ہے تو اتنا جان لیجیے کہ اسلام کو میں نے قبول نہیں کیا بلکہ اپنے اندر دریافت کیا ہے اور مجھے اس امر کا بھی اعتماد ہے کہ میں نے بہت سے مذاہب کا مطالعہ کیا اور ہر جگہ بہت سی کمیاں، ابہام پا کر میرے شعور نے انہیں مسترد کیا میرے قبول اسلام کے تین وصف ہیں عقیدہ توحید، اسلام کا نظریہ، یوم حساب اور بغیر کسی واسطہ کے براہ راست اللہ کا قرب حاصل کرنا یہ ٹھیک ہے کہ پہلے پہل میں اسلام کے تہذیب و ثقافت اور ظاہری پہلوؤں سے متاثر ہوئی، مگر پھر عبادت کی سادگی و یک رنگی جس میں رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر ہر مسلمان اخوت و بھائی چارگی کے جذبے میں ایک طرف ایک صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں اس پہلو نے متاثر کیا اور پھر صدیاں گزرنے کے بعد بھی قرآن کا غیر محرف ثابت ہونا، میں نے عیسائیت کی مختلف شاخوں اور فرقوں کے متعلق بچپن سے ہی غور و فکر شروع کر دیا تھا جبکہ یہودیت، ہندومت، جین مت، بدھ مت Presbyterin, withess mormons, methodist, jehovahs جیسے مذاہب کا بھی ضروری مطالعہ کیا، مگر میرا وجدان جو کچھ طلب کرتا تھا مجھے کہیں نہ ملا، دورہ پاکستان میں یونیورسٹی کے چند مسلم طلبا سے ملی تو ان کی صاف گوئی، مطمئن طبیعت اور آپس میں والہانہ پن نے مجھے متاثر کیا، اللہ پہ ایمان رکھنے والوں کے درمیان ایک مضبوط تعلق کی موجودگی نے مجھے اسلام کے متعلق لٹریچر اور آثار و شواہد سے متعارف ہونے پر اکسایا اور میں نے سوشیالوجی اور ایک انسان کے رویے میں ہونے والے عمل کا گہری بصیرت سے مطالعہ کیا قرآنی آیات کا تفصیلی اور بہ غور مطالعہ کیا تو دل نے خود بخود قرآن کی الہامی و مستند حیثیت کو قبول کیا یہ حقیقت ہے کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے اور زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ایک ضابطہ اور خاص قانون پیش کرتا ہے، سخت سے سخت حالات میں انسان کو پریشانی اور مایوسی سے محفوظ رکھتا ہے، اسلام میں دیے جانے والے عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ مساوات کے واضح اصول ا[illegible] شناخت سے سخت متاثر ہوئی جو اسلام نے خواتین کو عطا کی تھی اسلامی نظام زندگی کو اچھی طرح کر[illegible] مغرب کی خودساختہ اصطلاح ”بنیاد پرستی“ سے وابستہ تصورات کے کھوکھلے پن سے بخوبی آگاہ ہوگئی اور اپنے سابقہ تصورات کے یکسر غلط ہونے پر سخت ششدر رہ گئی۔ میں نے کھلے ذہن کے منطق اور سچائی کا سامنا کر کے ان کی قوت کو تسلیم کر لیا اور ایسے مذہب پر فخریہ ایمان لائی جو بہت سے منفی تصورات کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

اور میرا یقین ہے کہ جو بے شمار لوگ اسلام کی طرف لپکے چلے آ رہے ہیں انہیں اس امر کا احساس ہو گیا ہے کہ موجودہ مغربی طرز زندگی نہ تو اخلاقی قدروں کی پرورش کرتی ہے نہ یہ کسی باوقار اور صاف ستھرے اسلوب حیات کو پروان چڑھاتی ہے جبکہ اس کے برعکس اسلام کی صورت میں وہ ایسی صداقت سے بہرہ ور ہوتے ہیں جو انہیں بلند ترین اخلاقی معیارات عطا کرتی ہے اور ان کو معیارات حاصل کرنے کا وہ مطمع نظر دیتی ہے جو حقیقت پسندی پر مبنی ہے فطری اور باوقار بھی ہے خاص اور اہم ترین بات یہ ہے کہ اسلام مغرب کی تنگ نظری سے بہت بلند و بالا ہے اور انسانوں کو مادیت اور نسل پرستی سے [illegible]

خالص انسانی شرف کی بنا پر مخاطب کرتا ہے، اسلامی تعلیمات سے آشنائی کے بعد اس کی عزت میرے دل میں بہت بڑھ گئی اور میں نے اپنا جو اسلامی تشخص قائم کیا اس پر مجھے فخر ہے اور میں خوش ہوں کہ میں ان خاص انعام یافتگان (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا انعام حاصل کرنے والوں) میں سے ایک ہوں جنہوں نے خود یہ روشنی قبول کی۔

لیکن اس سب کے ساتھ میں ایک بات بھی کہنا چاہوں گی کہ اسے مشورہ سمجھیں یا نصیحت مگر فی الفور ہم سب مسلمانوں کو اسلام کے متعلق اپنا عملی رویہ درست کرنا ہے کیونکہ نومسلموں کے مقابلہ میں پیدائشی مسلمان آپس میں کہیں اکٹھے ہوں یا ملک سے باہر ہوں تو وہ صرف اپنے وطن کے نہیں اسلام کے بھی سفیر ہوتے ہیں مگر ان کا رویہ عدم برداشت، غصہ آمیز اور عدم صفائی پہ مبنی ہوتا ہے جو سراسر غلط ہے کاش ان لوگوں کو اندازہ ہو کہ وہ نسلی اور پیدائشی مسلمان ہو کے بھی اپنے طرز عمل، رہن سہن اور غصہ و مزاج کی وجہ سے اپنے اور غیر مسلم دنیا کے درمیان ایسی دیوار کھڑی کی ہے جو دعوت و تبلیغ کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ بن گئی ہے اور محض کچھ مسلمانوں کا رویہ پورے عالم اسلام کا غلط تشخص اجاگر کر چکا ہے۔

جو لوگ نعرہ لگاتے ہیں ”اسلام بمقابلہ مغرب“ وہ بھی یورپ میں اسلام کی راہ کھوٹی کر رہے ہیں اور بلا امتیاز سارے مغرب کو اسلام کا دشمن ثابت کرتے ہیں اور یہ کتنا دردناک منظر ہے کہ نومسلم کہیں ”ہم مسلمانوں کو دیکھ کر نہیں، اسلام دیکھ کر مسلمان ہوئے“

ذرا سوچیں!

ہمارا کردار و عمل بطور مسلمان کتنا مختلف ہے، آپؐ کے پاکیزہ اور مثالی کردار ہے کہ جس سے ان گنت لوگ مسلمان ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صبر، دیانتداری اور شدید ترین مخالفت میں آپ کی انصاف پسندی اور متوازن رویہ مخالفین کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتا اور آہ، ہم مسلمانوں کا رویہ کہ ہم سرزمین حجاز و نجد میں پہنچ کر بھی اپنے ہی ہم وطنوں کو نماز کے لئے جگہ نہیں دیتے، خواتین حجاب و لباس کا درست اہتمام کرنے سے غافل رہتی ہیں۔

اور اپنے پڑوسیوں عام ملنے جلنے والوں سے کیسا سلوک ہے؟ کوئی معمولی سے اختلاف کا اظہار کر دے تو ہم برگشتہ ہو کر اس سے تعلق توڑ لیتے ہیں، مخالفت کے جواب میں تیز مخالفت کا مظاہرہ کرتے ہیں ہم بھول جاتے ہیں کہ پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمیں کیا سکھاتا ہے قرآن کیا بتاتا ہے۔

افسوس کہ اس افسوسناک حرکت (حق چھپانے والی) یورپ کے میڈیا نے نہیں بلکہ خود مسلمانوں نے انجام دی ہے کہ کاش وہ اس کا احساس کریں اور اسلام کے بارے میں منفی سوچ، مغرب کی تنگ نظری اور متعصب رویہ سے نمٹنے کا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اسلام کے بارے میں سنجیدگی اور اخلاص کا رویہ اختیار کریں، انہیں عملی طور پر اسلام کا چلتا پھرتا، زندہ نمونہ بن کر دکھائیں اور ہماری یہ تعمیری روش یورپ، امریکہ اور دیگر مغربی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے ساتھ اسلامی تبلیغ کا موثر ذریعہ بھی بن جائے گی اور یہ کام رفاہی اور اخلاقی حوالے سے ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔

اور ہر وقت قرآن و پیغمبر اسلام کی اس غیر معمولی تاکید کو سامنے رکھیں۔

ترجمہ: ”یعنی لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف لاؤ، حکمت اور اچھے طریقے کے ساتھ۔“ (سور[illegible]

(النحل آیت 25)

حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
"ہر مسلمان کے لئے ایک سرحد ہے اور وہ اسلام و نماز ہے۔" ہمیں اس کی تعمیر و ترویج کا عملی نمونہ پیش کرنا ہے بطور ایک سچے اور مخلص مسلمان ہمیں یاد رکھنا ہے کہ۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی

اختتام

السلام و علیکم دعائیں!
گزشتہ تین سال سے مستقل چلنے والا ناول "وہ ستارہ صبح امید کا" اختتام کو پہنچا، آپ کا میرا ساتھ کیسا رہا اس تحریر کو جس مقصد کے تحت لکھا جو بتانا، سمجھانا، دکھانا چاہا کس حد تک پورا ہوا؟ میں صرف اتنا کہوں گی کہ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا ہوگا کہ قرآن مجید کی عظیم الشان آیات کی موجودگی میں انسان رہنمائی لے کر بہترین زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن اس کے لئے مسلمانوں کو متحد اور منظم ہونا ہوگا، فرقوں سے بالاتر ہونا پڑے گا پرانی عداوتیں تاریخ میں دفن کر کے تمام تر توجہ ایک سنہری مستقبل کی تعمیر پر صرف کرنا ہوگی کہ یہی اللہ کی رضا و منشاء ہے۔
دوسری بات کبھی کسی رشتے، تعلق یا محبت میں ریا، مفاد کا ہلکا سا شائبہ تک نہ رکھیں ورنہ آپ سب پا کر بھی خالی ہاتھ رہ جائیں گے، "شک" ایسی چیز ہے جو صرف مشکوک فرد کو ہی نہیں ساتھ آپ کو بھی لے ڈوبتا ہے محض شک کی بناء پر کسی کو رد کر کے تنہا نہ چھوڑیں۔
پہلی قسط لکھتے وقت میں نے ایک بات کہی تھی وہی دہراؤں گی کہ۔
آپ زندگی کی محبت بنیں زمانے کے خود بخود بن جائیں گے۔
آپ کی آراء میرے لئے بہت قیمتی ہے آپ کی محبتوں اور توجہ کے لئے ممنون ہوں کہ مجھے پڑھتے اور برداشت کرتے ہیں، دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

فوزیہ غزل